بحر الفصاحت

(جسمین)

جواز و عدم جواز شعر او حقیقت شعر عربی و فارسی و ریختہ یعنی اُردو و علم عروض و قوافی و ارادیف و ایجاز و تراکیب و دوائر و تقطیعات و امتیاز فصاحت و بلاغت و علم معانی و بیان مع متعلقات فعل حصر و انشا فصل و وصل و تشبیہات و استعارہ و علم بدیع وغیرہ وغیرہ نہایت شرح و بسط کے ساتھ درج ہیں اور ان خوبیہائے لا تعد کے علاوہ جو خاص شرف امتیاز اس کتاب بلاغت نصاب کو حاصل ہے وہ یہ ہے کہ مصنف علام نے اپنی خوش اعتقادی سے

(اس کو بطور ایک ہدیۂ محقر کو)

اعلیحضرت قدر قدرت جم جاہ کیوان بارگاہ خجستہ خصال دریا نوال افصح الفصحا ابلغ البلغا مظلوم نواز ظالم گداز رونق بخش محروسۂ ریاست رامپور حرسہا اللہ من الآفات والشرور جان ہمگان کرم راغب علم و ہنر طالب اہل جوہر مخلص الدولہ ناصر الملک امیر الامرا ہز ہائنس نواب سید محمد حامد علی خان بہادر دام بالعدل و التفاخر کے نام نامی سے نہایت ادب اور غایت خلوص کے ساتھ معنون کیا ہے اور جسکو بندگان حضور پر نور دام ملکہم نے براہ قدرشناسی منظور فرمایا

(مصنفہ)

فاضل اجل ماہر اکمل عالیجناب مولانا مولوی حکیم محمد نجم الغنی خان صاحب زید فیضہ متخلص بہ نجمی رامپوری

باہتمام پنڈت منوہر لال بھارگو بی۔ اے سپرنٹنڈنٹ

مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں چھپی

اطلاع۔ اس مطبع نامی گرامی مین ہر علم وفن کے کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہے جسکی فہرست مطول مفت مطبع ہذا سے ملسکتی ہے اس کتاب کے ٹیٹل پیج کے دو صفحون مین ہم علم عروض وقافیہ وتذکرہ شعرا اردو وفارسی وغیرہ درج کرتے ہین تاکہ شائقون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

نام کتاب	قیمت
عروض وقافیہ	
معیار البلاغتہ اقسام نظم ونثر۔	۱۴/
زر کامل العیار۔ ترجمہ اردو معیار الاشعار (از فارسی)	۱۰/
مطلع خورشید۔	۱/۹ پائی
گنج [illegible]گان۔	۶ پائی
ترجمہ اردو حدائق البلاغت۔	۸/
بحر العروض۔ مع نقشہ زحافات	۱/۹ پائی
علم عروض وقافیہ	
عروض سبقی۔	۱/۶ پائی
شجرۃ العروض	۲/۹ پائی
تذکرہ شعرا اردو	
تذکرہ شمیم سخن۔	۲/
سراپاے سخن۔	۱۲/۶ پائی
گلستان بےخزان ملقب بہ نغمہ عندلیب	۹/۹ پائی
گلزار سخن۔ مصنفہ منشی جوالا پرشاد صاحب فیض	عہ/پ
تذکرہ حکیم شیخ الرئیس۔	۸/
خمخانہ جاوید مولفہ لالہ سری رام صاحب ایم اے منصف دہلوی حصہ اول	۱۴/
ایضاً حصہ دوم۔	۱۲/

نام کتاب	قیمت
تذکرہ شعرا فارسی	
خزانہ عامرہ۔	عہ/
تذکرہ حسینی۔	۱۰/
کلیات ودواوین	
کلیات ظفر ہر چہار جلد کامل دو جلدون مین۔	عا/
انتخاب کلیات ظفر۔	۴/
کلیات مومن۔	[illegible]
دیوان ناسخ۔	۴/۶ پائی
کلیات آتش۔	۸/
کلیات نعتیہ محمدیہ۔	عہ/
کلیات امیر اللہ تسلیم۔	۱۲/
کلیات میر تقی میر۔	عہ/
کلیات سودا۔	عہ/
کلیات انشاء اللہ خان۔	عہ/
کلیات ناسخ مین سے حسب ذیل رسائل موجود ہین۔ جو علیحدہ بھی فروخت ہوتے ہین۔	
(۱) شاہد عشرت۔	۶ پائی
(۲) سخن شعرا۔	۱۵/
(۳) زبان ریختہ۔	۶ پائی

خلق الانسان وعلمه البیان

الحمد للہ والمنہ کہ کتاب فیض انتساب نایاب لاجواب ذخیرۂ فن عروض وقوافی معدن
علوم معانی وبیان مخزن صنائع وبدائع اردو زبان جریدۂ بلاغت سراپا افادت

مسمی بہ

بحر الفصاحت

مصنفہ

افضل الفضلا قدوۃ الحکما منبع الفضائل مصدر الافاضل فارس مضمار فصاحت وخوش بیانی مسند آرائے
بزم بلاغت وہمہ دانی جناب مولوی حکیم محمد نجم الغنی صاحب متخلص بہ نجمی رامپوری ظلہ العالی

مطبع منشی نولکشور لکھنؤ میں طبع مزین مقبول اہل جہان ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد و ثنا نثار بارگاہ ناظم مجموعۂ کن فکان شیرازہ بند اوراق زمین و آسمان ہے جسنے معشوق سخن کو
بے خال و خط آراستہ و پیراستہ فرمایا اور شعراے نو و کہن کو مشاطگی عروس نظم مین ہمہ تن مصروف کیا
شان اُسکی لم یلد و لم یولد و لم یکن لہ کفواً احد ہے (جل جلالہ) اور ہدیۂ نامحدود صلوٰۃ و درود اُس مطلع قصائد
ایجاد و تکوین مخزن انوار صمدی معدن اسرار احدی کو سزاوار ہے جسکے پر تو نبوت نے رباعی دنیا کو
نور ایمان سے بیت المعمور بنایا اور صفحۂ شش جہات عالم سے ظلمات کفر و شرک کو مثل حرف غلط کے
مٹایا نام اُن کا محمد ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) اور گوہر شاہوار تحیت اور لآلی بدار منقبت تحفۂ آستان مقدس
و جناب اقدس حضرات اہل بیت اطہار اور اصحاب کبار اور ائمہ عالی مقام اور اولیاے کرام رضے اللہ
عنہم ہے جو ہنگام جواب ہر سوال کے جان فصاحت قالب تقریر مین ڈالتے اور وقت تفسیر آیۂ آسمانی کے
قند و گلاب باہم ملاتے اُن کا ہر کلمہ رحمت کا باب ہے اور ہر فقرہ کلام مغفرت انتساب ہے ؎

سلطانِ کلامِ فصحا ہے سخن اُن کا	ہے ترجمہ قرآن مبین کا دہن اُن کا

بعد اسکے فقیر حقیر بندۂ ناچیز ابجد خان دبستان نادانی محمد نجم الغنی خان طلبگار افضال سبحانی المتخلص
بہ نجم و نجمی ساکن رامپور ملک روہیلکھنڈ ابن مولوی محمد عبد الغنی خان ابن مولوی محمد عبد العلی خان
ابن مولوی محمد عبد الرحمن خان ابن مولانا حاجی محمد سعید خان برد اللہ مضجعہم عرض رسا ہے کہ اِس مجموعۂ
لطافت موج خیز دریاے بلاغت کو جس کا عرف بحر الفصاحت ہے اور تاریخی نام اسکا مقاصد البلغا
(۱۲۹۹) ہے سنہ بارہ سو ننانوے ہجری مین تالیف کرکے ۱۳۰۳ ہجری مین چھپوایا تھا اب کہ تیرہ سو

اٹھائیس ہین اسپر نظر ثانی کرکے بقدر ضرورت کمی وبیشی کی گئی ہے۔ اس مین طالبین کے فائدے اور
اور اہل بصیرت کیلیے جواز و عدم جواز شعر اور حقیقت شعر عربی و فارسی و ریختہ (اُردو) و علم عروض و قافیہ
و علم معانی و بیان و بدیع وغیرہ کی چند باتین ضروری ایک صدف اور چار جزیرون مین لکھی گئی ہین صدف
حقیقت شاعری عربی و فارسی و اُردو و کیفیت زبان ریختہ و جواز و عدم جواز شعر و اقسام شعر کے
بیان مین ہے اور اس مین تین موتی ہین پہلا موتی شعر عربی و فارسی کی ایجاد اور شعر گوئی کے جواز
عدم جواز کے بیان مین دوسرا موتی حقیقت اُردو اور شاعری ریختہ کے بیان مین تیسرا موتی شعر کی
تعریف اور اُسکے اقسام مین پہلا جزیرہ عروض کے بیان مین اور اس فن کو ہم چھ فصلون مین لکھینگے
اور ہر فصل کا نام جزیرے کی مناسبت سے شہر ہے پہلا شہر بحرونکی ایجاد کے ذکر مین دوسرا شہر
ارکان افاعیل اور بحرونکی ترکیب اور دائرون کے بیان مین تیسرا شہر زحافون کے بیان مین چوتھا شہر
تقطیع کے بیان مین اور حروف ملفوظی و مکتوبی کے ذکر مین پانچوان شہر بحرونکی تفصیل مین چھٹا شہر
رباعی کے بیان مین دوسرا جزیرہ قافیے کے بیان مین اس کا حال پانچ شہرون مین ذکر کیا جائے گا
پہلا شہر حروف قافیہ کے بیانمین دوسرا شہر حروف قافیہ کی حرکتون کے ذکر مین تیسرا شہر قافیے کے
عیبونکے بیان مین چوتھا شہر اقسام قافیہ مین باعتبار وزن کے پانچوان شہر ردیف کے بیانمین
تیسرا جزیرہ فصاحت و بلاغت مین اسمین تین شہر ہین پہلا شہر علم معانی کے بیان مین اور یہ شہر
آٹھ باغ رکھتا ہے پہلا باغ اسناد خبری کے بیان مین دوسرا باغ مسند الیہ کے حالات مین اس مین
دو چمن ہین چمن اول مقتضاے ظاہر حال کے موافق مین چمن دوم مقتضاے ظاہر حال کے خلاف مین
تیسرا باغ مسند کے احوال مین چوتھا باغ متعلقات فعل کے بیان مین پانچوان باغ قصر کے بیان مین
چھٹا باغ انشا کے حال مین ساتوان باغ فصل و وصل کے حال مین آٹھوان باغ ایجاز و اطناب
و مساوات کے بیانمین دوسرا شہر علم بیان کے ذکر مین اس مین چار باغ ہین پہلا باغ تشبیہ کے بیان مین
اس باغ مین چھ چمن ہین پہلا چمن طرفین تشبیہ کے بیان مین دوسرا چمن وجہ تشبیہ کے بیانمین تیسرا چمن
غرض تشبیہ کے بیانمین چوتھا چمن اداۃ تشبیہ کے بیانمین پانچوان چمن اقسام تشبیہ کے بیانمین چھٹا چمن
بیان مراتب تشبیہ مین باعتبار قوت و ضعف کے مبالغے مین دوسرا باغ استعارے کے ذکر مین اس مین
پانچ چمن ہین پہلا چمن طرفین استعارہ کے بیان مین دوسرا چمن وجہ جامع کے بیان مین تیسرا چمن
استعارے کے بیان مین باعتبار مستعار منہ اور مستعار لہ اور وجہ جامع کے چوتھا چمن استعارے کی
قسمونکے بیانمین پانچوان چمن استعارے کے حسن و خوبی کی شرائط مین تیسرا باغ مجاز مرسل کے بیانمین

چوتھا باغ کنایے کی تصریح مین تیسرا شہر علم بدیع کے احوال مین اسمین دو باغ ہین پہلا باغ صنائع لفظی کے
بیان مین دوسرا باغ صنائع معنوی کے ذکر مین چوتھے جزیرے مین ایک شہر لطافت خیز اور دو صحرا
وحشت انگیز ہین شہر اقسام نثر مین اور اس شہر مین دو باغ ہین پہلا باغ نثر کی قسمون مین باعتبار الفاظ کے
دوسرا باغ نثر کی قسمون مین باعتبار معنے کے صحراے اول عیوب کلام مین صحراے دوم سرقات
شعری کے بیان مین۔

امید ناظرین پر تمکین سے یہ ہے کہ ؎

جہان پائین طرز بیان کچھ خلاف ۔۔ مجھے رکھین طعن زبان سے معاف
کہ شاعر نہین مین سخنور نہین ۔۔ زبان دان نہین نکتہ پرور نہین
نہ دعواے شیوا بیانی مجھے ۔۔ نہ لاف کمال معانی مجھے
نہ مین قابل اعتبار سخن ۔۔ نہ خواہان جاہ و وقار سخن

گو اپنے نزدیک غور و تامل کو کسی موقع پر معاف نہین رکھا لیکن بمقتضاے الانسان مرکب من الخطا
والنسیان سہو و خطا ہر شخص کی آب و گل مین سرشتہ ہے جس سے خطا نہو وہ آدمی نہین فرشتہ ہے اگر غلطی
و سہو پائین تو اصحاب مروت کیش و ارباب دور اندیش عیب پوشی کرین اور نگاہ لطف کی اصلاح سے
محفوظ فرمائین ؎

یہ زیر چرخ دیکھا مین نے اکثر ۔۔ ہزارون عیب جو ہین اک ہنرور
اگرچہ لالہ ہو غیرت دہ باغ ۔۔ ہزارون ہی نکالین عیب جو داغ
جواہر مین ہنر ہون گرچہ وافی ۔۔ جو دیکھین مو کرین بس موشگافی
ہمیشہ عیب جویون کا ہے یہ ڈھنگ ۔۔ کہ لعل بے بہا کو کہتے ہین سنگ

یہ تو یقین ہے کہ جو دانا اور دور اندیش ہین وہ بسبب اپنی بلند حوصلگی کے میرے کلام کی پستی کو اپنی طرف
کھینچینگے اور بہ لحاظ من ضحک ضحک کے حاسدانہ مجھپر نہ ہنسینگے کہ اصل و ماخذ میرا مقالات اساتذہ کہ
سلف و خلف ہے پس عیاذاً باللہ جس کسی نے نکتہ چینی اور اظہار عیب مین سعی کی تو اُسنے گویا دست گستاخ
دامن تحقیق اساتذہ مین مارا کہ مین انکا مقلد اور پیرو ہون۔

جب کبھی اس روضۂ ریاحین کی سیر و نظارہ سے حظ اُٹھائین مؤلف ہیچ میرز کو بدعاے فلاح دارین
یاد فرمائین کہ اسکے تالیف کرنے سے فقیر سراپا تقصیر کے یہی خاطر نشین ہے نہ غرض تحصیل تحسین ہے اللہ تعالی
اس کتاب کو مطبوع طبائع طلباے آفاق کرے اوصاف دوستان بے نفاق کی دستاویز بناے اور کو [illegible]

ذی اتفاق زادہم اللہ مرض نفاق کی زہر بھری آنکھوں سے محفوظ رکھے مصرع
اللہ نڈلے کام کبھی نکتہ گیر سے

صدف بیان حقیقت شاعری عربی وفارسی واُردو وکیفیت زبان ریختہ وجواز وعدم جواز شعر واقسام شعر مین

اسمین تین موتی ہین

پہلا موتی شعر عربی وفارسی کی ایجاد اور شعر گوئی کے جواز وعدم جواز کے بیان مین

مرآت آفتاب نما۔ روضۃ الاحباب۔ تذکرۂ دولت شاہی۔ زین القصص۔ روضۃ الصفا کامل التواریخ اور تفسیر معالم التنزیل مین آیا ہے کہ شعر کی ابتدا آدم علیہ السلام سے ہے جب قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تو حضرت آدم صفی اللہ نے اُسکے ماتم مین مرثیہ اشعار مین کہا تھا امیر خسرو دہلوی اسی معنی مین کہتے ہین ؎

ما ہمہ در اصل شاعر زادہ ایم	دل باین محنت نہ از خود دادہ ایم

مرزا صائب کا قول ؎

آنکہ اول شعر گفت آدم صفی اللہ بود	طبع موزون حجت فرزندی آدم بود

لیکن بعض اس امر کے منکر ہین وہ کہتے ہین کہ پیغمبر شعر گوئی سے مبرا ہین اور زمخشری بھی کہتا ہے کہ یہ روایت محض غلط ہے انبیا علیہم السلام اس بات سے معصوم ہین یہی قول امام فخر الدین رازی کا ہے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اس غم و رنج کے مرثیے کو زبان سریانی مین نثر کے اندر ادا کیا تھا پھر اُس کا ترجمہ زبان سریانی سے زبان عربی مین شعر مین موزون ہوا چنانچہ یہ شعر ترجمہ کیے ہوے یعرب بن قحطان کے کتاب روضۃ الصفا تاریخ طبری اور روضۃ الاحباب وغیرہ مین منقول ہین ؎

تغیرت البلاد و من علیہا	و وجہ الارض مغبر قبیح
تغیر کل ذی طعم و لون	و قل بشاشۃ الوجہ الملیح
فوا اسفا علے ہابیل ابنی	قتیلا قد تضمنہ الضریح
وجاورنا عدو لیس یفنی	لعین لا یموت فنستریح

زبان عربی اور ایجاد شعر عربی

قاسم بن سلام بغدادی نے لکھا ہے کہ شعر عربی کا موجد یعرب بن قحطان ہے چنانچہ یہ اُس کا کلام ہے

من الناس من اب وام	لطیف جہل و طیف علم

اور بعض کہتے ہین کہ اشعر بن سبا مینی اکثر کلام موزون بولا کرتا تھا اور لوگ اُسکے سخنہاے موزون کو شعر کہا کرتے تھے پھر شدہ شدہ لفظ شعر نے کلام موزون مقفے پر یہان تک اطلاق پایا کہ جس کسی نے ایسا کلام کہا وہ شاعر کہلایا۔ صاحب نزہتہ الناظرین کہتا ہے کہ بعض کے نزدیک عرب کا پہلا شاعر خلجان بن ادہم کاتب ہود علیہ السلام ہے۔ بلحاظ زبان عرب کے دو طبقے مشہور ہین ایک عرب عاربہ دوسرا عرب مستعربہ اور تاریخی حالات کے اعتبار سے عرب چار طبقون پر اس طور سے تقسیم کیا گیا ہے (۱) عرب عاربہ یہ نام انکا اسلیے ہوا ہے کہ انکو عربیت مین بہت دخل تھا یا اس وجہ سے کہ یہی گروہ عربیت کا فاعل و موجد ہے اب اس گروہ کی نسل کا کوئی شخص جہان مین باقی نہین رہا (۲) عرب مستعربہ اس طبقے کو اس نام سے اسلیے موسوم کرتے ہین کہ کل اسما و لغات عربیہ انھین عرب کے طبقۂ اولے سے منقول ہوکر آئے ہین گویا یہ ایسے حال مین ہوگئے ہین کہ اس سے پیشیر اُس حال پر اُنکے اہل نسب نہ تھے اور چونکہ عرب کا طبقۂ اولے بہ نسبت اُنکے مقدم ترین گروہ سے تھا یہین بلحاظ لغت عربیہ اُنکی اصلی زبان مانی گئی۔ اس طبقے کا مورث اعلی قحطان ہے جسکے نسب مین اختلاف ہے بعض تو یہ کہتے ہین کہ یہ عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام کا بیٹا ہے اور کچھ لوگون کا خیال ہے کہ وہ یمین بن قیذار کا لڑکا ہے اور بعض کے نزدیک جناب اسماعیلؑ کی اولاد سے ہے بنو قحطان عرب عاربہ کے معاصر تھے اور یعرب بن قحطان اُنکے نامی اور عظیم الشان بادشاہون مین سے ہے اسی گروہ نے عرب عاربہ کا نام و نشان عالم ہستی کے صفحہ سے ایسا مٹایا کہ حشر تک نام کے سوا اُن کا نشان کہین ڈھونڈھنے سے بھی نہ مل سکے گا بنی جرہم اسی طبقے مین شمار کیے جاتے ہین جن مین حضرت اسماعیلؑ نے پرورش پائی اور انھین سے عربی زبان سیکھی تھی وجہ نہ وہ عرب کے رہنے والے تھے نہ انکی عربی زبان تھی (۳) عرب المتعرب اس گروہ کے مورث اعلی حضرت اسماعیل ہین یہ طبقہ دوسرے طبقے سے نسبًا اور زمانًا بہت ہی قریب ہے (۴) عرب مستعجمہ وجہ تسمیہ اس گروہ کی یہ ہے کہ جب اسلام کی عالمگیر روشنی نے عرب کو شرک والحاد کی تاریکی سے نکالکر ایک طرزی دولت و حکومت کی بنا ڈالی تو عجمیون کی مخالطت و مجالست نے اُنکی اُس زبانکو جو کہ اصلی مادری زبان کی قائم مقام ہو رہی تھی ایسا کچھ متغیر و متبدل کر دیا کہ بظاہر بالکل مخالف ہوگئی یہ طبقہ درحقیقت طبقۂ ثالثہ کی اولاد ہے۔

متقدمین مین عمدہ ترین شعراے عرب جریر اور ابو الفراس فرزدق وغیرہ ہین اور متاخرین مین ابو الطیب متنبی۔ ابو نواس۔ اصمعی۔ ابو دلامہ ثعلب او ردعبل وغیرہ ہین۔ مگر جاہلیت کے کلام مثلًا سبعہ معلقہ اور دیوان حماسہ کے مرثیونکی بہ نسبت دیوان متنبی یا دوسرے مولدین کا کلام مشکل پسند ہے نازک خیالیون اور بلند پروازیون سے بھرا ہوا ہے۔ زبان عربی کی سند اہل دیہات سے لی جاتی ہے اس لیے کہ

شہرہاے مشہور مثل کعبۂ معظمہ اور مدینۂ منورہ کی زبان غیر فصیح ہے سند کے لائق نہین کیونکہ ہر سال ملکوں سے
مختلف زبانون کے آدمی جمع ہوتے ہین اور اب وہان اکثر ہند بخارا افغانستان اور دیگر ممالک کے آدمی
آباد ہین جو بسبب گذرنے ایک دو پشت کے عرب کی شکل ہوگئے ہین ورنہ شیبی کلید بردار خانۂ کعبہ
اور سقاے زمزم (یعنی بنی عباس) اور شریف مکہ یا خال خال اور دو چار گھر کے سوا کوئی عربی الاصل نہین
مگر اہل بادیہ کہ محض عربی النسل ہین زبان اُن کی صحیح ہے اور عربیت مین جاہلون اور بدوؤنکی گفتگو کی
سند لیجاتی ہے۔

شعر زبان فارسی

شعر فارسی کی ابتدا بہرام گور سے ہے کہ ایک روز شکارگاہ مین شیر کو مار کر بے ساختہ یہ مصرع بول اُٹھا
مصرع منم آن پیل دمان و منم آن شیر یلہ + وہین اُسکے وزیر نے جو نہایت ذکی ذہین حاضر جواب اور
اُسکے ہم رکاب تھا مصرعہ ثانی سے جواب دیا مصرع نام بہرام ترا و پدرت بوجبلہ + بعض کہتے ہین کہ مصرعۂ ثانی
اُسکی معشوقہ دلارام نام نے جواب مین کہا تھا صاحب نزہتہ الناظرین کہتا ہے کہ شعر فارسی کی ابتدا فرائج
حکیم معاصر ضحاک سے ہے اور یہی قول معتبر معلوم ہوتا ہے صاحب فرہنگ انجمن آراے ناصری نے جو معتبر
اہل زبان فارس سے ہے یہ دو شعر اُسکے اپنی کتاب مین نقل کیے ہین۔

جہان دانی ہمہ سمراد باشد	ترا گر فر یزدان داد باشد
زسمراد ست گفتن نام سمراد	ہمہ سمراد ہم سمراد باشد

سابق مین اہل ایران شاعری سے بخوبی واقف نہ تھے جب ملک ایران اہل اسلام کے قبضے مین آیا تو
اختلاط اہل عرب سے ایرانیون نے بھی مذاق شعر حاصل کیا اور اول اول مُلا عباس مروزی نے خلیفہ مامون
عباسی کی مدح مین دوسری صدی کے آخر مین زبان فارسی مین قصیدہ کہا جسکا مطلع یہ ہے۔ ؎

اے رسانیدہ بدولت فرق خود تا فرقدین	گسترانیدہ بجود و فضل در عالم یدین

اور بعض کہتے ہین کہ شعر فارسی کی ابتدا مسلمانون مین یعقوب بن لیث صفار سے ہے جسکا عہد سنہ دوسو
اکاون مین تھا اور ایک گروہ کے نزدیک شعر فارسی کی ابتدا حکیم ابو حفص سغدی سے ہوئی جو تیسری صدی
ہجری مین گذرا ہے شعر اول اُس کا یہ ہے ؎

آہوے کوہی در دشت چگونہ دودا	پا ندارد وبے پاے چگونہ رودا

ابتدا مین شعر گوئی خال خال اور بے مزہ تھی عہد سلاطین سامانیہ مین استاد رودکی سمرقندی پیدا ہوا
اور زبان فارسی مین اول اُس نے دیوان جمع کیا اور طرح مدح گوئی کی بھی اُسی نے ڈالی پھر فردوسی وغیرہ

ظاہر ہوئی اور اُسی زمانہ مین شعر عربی کا بھی بہت چرچا ہو گیا یہانتک کہ متنبی کوفی نے جو عمدہ ترین شعرائے
متاخرین سے تھا خوب داد سخنوری دی۔ سلطان محمود غزنوی کے عہد مین شاعری فارسی کی خوب پھیلی چنانچہ
اُسکی سرکار مین تین سو شاعر نوکر تھے سر آمد اور منتخب اُنکے عنصری اور فردوسی تھے پھر رفتہ رفتہ رواج اسکا
زیادہ ہو گیا اور خاقانی۔ ثنائی۔ انوری۔ نظامی۔ سعدی۔ خسرو۔ فیضی۔ حافظ۔ جامی۔ ہلالی۔ فغانی۔
ظہوری۔ نظیری۔ عرفی۔ صائب۔ کلیم۔ سلیم۔ اور قدسی وغیرہ نے اپنے اپنے عہد مین حق سخنوری بخوبی ادا
کیا اور اس فن کو کمال عروج پر پہونچایا اور انھین سے ہر شاعر خاص ایک طرز مین ید طولے رکھتا تھا مثلاً
فردوسی رزم کا دعویٰ تھا اور اگرچہ وہ اس خاص صنف مین اسدی اور دقیقی کا پیرو ہے مگر دونون سے
گوے سبقت لے گیا ہے نظامی بزم مین کمال رکھتا تھا اور سعدی موعظت مین جس طرح عرب کے شعرا مین
امرء القیس گھوڑے اور عورت کی تعریف اور عیش کے بیان مین مشہور تھا اور اعشٰے حسن طلب اور وصف
شراب مین ضرب المثل تھا اور اسی طرح ہر شاعر کی شہرت کسی خاص بیان کے ساتھ مخصوص تھی۔ رودکی
فردوسی اور اسدی سے لیکر خاقانی و ثنائی و انوری وغیرہ تک دیکھا جاتا ہے تو ان کا کلام کسی قدر تفاوت سے
ایک ہی ڈھنگ پر ہے انمین کوئی فرق نہ تھا اگر تھا تو اسی قدر جس قدر ہر شاعر مین اپنے خاص طبعی جذبات
کے لحاظ سے اور دوسرے شاعر مین ہوتا ہے پھر سعدی شیرازی طرز خاص کے موجد ہوے اور
غزل سرائی اگرچہ پہلے سے جاری تھی لیکن انکی غزلون مین جو فصاحت و سلاست و متانت پائی جاتی ہے
کسی کی غزلون مین نہین خواجہ حافظ بھی اس صنف مین سعدی کے قدم بہ قدم چلے مگر سعدی سے بہت آگے
نکل گئے جامی اور ہلالی وغیرہ نے انھین کی طرز اختیار کی امیر خسرو دہلوی اور مرزا اشرف جہان کی بھی یہی
طرز ہے پھر فغانی کی نازک خیالی و شیوا بیانی لوگون کو پسند آئی اور اُس کا تتبع ہوا ظہوری نظیری۔ عرفی
وغیرہ کی یہی طرز ہے پھر صائب و کلیم و سلیم و قدسی وغیرہ نے اپنے اپنے عہد مین فن سخنوری کو رونق بخشی
غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شعرائے ایران کا کلام تین طرز پر ہے خاقانی اور انوری وغیرہ کا ایک طرز ہے
ظہوری اور نظیری اور عرفی وغیرہ کا دوسرا طرز ہے صائب اور اُسکے امثال کا اور ڈھنگ ہے آخر مین
دو طرزون کا زیادہ رواج ہو گیا تھا ایک نظیری و عرفی وغیرہ کی طرز جو اکبر کے زمانے سے شروع ہوئی تھی
دوسرے مرزا بیدل کی طرز جو عالمگیر کے عہد مین شائع ہوئی اور علوی و صہبائی پر آکر ختم ہو گئی جو لوگ
شعر فارسی مین کمال بہم پہونچانا چاہتے تھے وہ انھین دونون مین سے کوئی طرز اختیار کرتے تھے اگرچہ حافظ
اور خسرو کی غزل اُنسے بہت زیادہ مقبول خاص و عام تھی مگر متاخرین کے پاؤن کو طرز جدید لگ گئی تھی
جس مین قوت متخیلہ کی بلند پروازی کا وسیع میدان تھا۔ اہل زبان مرزا بیدل کی طرز کو ٹکسال باہر خیال

کرتے ہین بلکہ آج کل تو نظیری و عرفی و ظہوری وغیرہ کی طرز کو بھی اہل زبان نام رکھتے ہین اور تسلیم نہین کرتے
جیساکہ رضا قلی خان ہدایت نے اپنے تذکرہ مجمع الفصحا مین تصریح کے ساتھ لکھا ہے سب قدما کی روش کو
پسند کرتے ہین اور انھین کی تتبع کا دم بھرتے ہین حالانکہ اُنکے طبقے مین بڑے بڑے نامور شعرا گذرے ہین -
جنکے کمال اور اُستادی کا انکار نہین ہوسکتا اسی وجہ سے آج کل کے شعراے ایران کے کلام مین بہ نسبت اُن شعرا کے
جنھون نے صفویہ اور مغلیہ کے عہد و حکومت مین ایران یا ہندوستان مین علم امتیاز بلند کیا تھا روانی اور
بے ساختہ پن زیادہ ہے -

مقلد شعرے فارسی کے واسطے ایران اور توران دونون جگہ کی زبان سند ہے مگر تورانیون سے آذربائیجانیون کی
زبان بہتر ہے اور اہل خراسان اہل آذربائیجان سے فصیح تر ہین اور شیراز کے لوگ فصیح ہین خراسان کے لوگون سے
اور اہل صفاہان و طہران فصاحت مین مستند ہین تمام جہان کے فارسی دانون سے اشراف و اجلات
شہری و کوہی ایران کے سب صاحب زبان ہین بول چال مین ایک عامی اور مرزا صاحب و قاآنی تینون
برابر ہین کہ زبان دونون کی صحیح اور محاورہ فصیح ہے مگر اکثر اہل زبان بعض ہندیون کی طرح بعض حروف کے
مخرج نہین پہچانتے چنانچہ ہر فرقے اور ہر قسم مین ایسے لوگ ہین کہ بعض مخرج نہین پہچانتے جیسے مخرج قاف
کہ اسکو بہت سے لوگ ادا نہین کرسکتے پس ایسے لوگون کی زبان لائق سند نہین اور اگر شعراے ایران سے
بحر و قافیہ مین کوئی خطا واقع ہو تو وہ بھی سند نہین البتہ تصرف کرنا اُن کا الفاظ عربی مین عجمی طور پر اور
الفاظ عجمی مین عربی طور پر سند مانا جائیگا جس لفظ کو چار شعراے مشاہیر نے استعمال کیا ہو یا ایران کے دس
موزون طبع شاعر اُسپر اتفاق کرین یا علی العموم تلفظ کرتے ہون وہ سند ہے اگرچہ دراصل غلط ہو۔

جواز و عدم جواز شعر

نظم کی قدر و منزلت و فضیلت مین کسی کو کلام نہین ہے تفاسیر و احادیث مین اُسکی صفت آئی ہے
بسم اللہ فرقان فصاحت عنوان رسالۂ بلاغت محبوب خاص حکیم سخن آفرین حضرت رسول رب العالمین نے
شعرا کی تعریف کرکے اُنکو عز و امتیاز بخشا ہے اور اُنکے نتائج طبع اور چکیدۂ قلم کو ملاحظہ کرکے خزانۂ فیض سے
صرۂ تحسین مرحمت فرمایا ہے یہ چند شعر کتاب مظہر الحق کے شاہد مدعا ہین - ع

در شرف شعر رسولؐ خدا	گفت بسے قول بلاح و ثنا
شعر کہ اصحاب نبیؐ گفتہ اند	چون دُر و یاقوت گہر سفتہ اند
شعر علیؑ گفت حسینؑ و حسنؑ	گفت انسؓ گفت اویس قرنؒ
شعر کہ حسانؓ عرب گفتہ است	سید کونین پذیرفتہ است

منع ز اشعار نکردش نبی — نہی ازان کار نکردش نبی
بلکہ بہ دو گنج ہزار آفرین — سید کونین رسول امین

حضرت سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کی بعثت سے قبل شاعر لوگ حکما کہلاتے تھے اور حدیث مین بھی شعر پہ حکمت کا اطلاق ہوا ہے چنانچہ ابی بن کعب سے بخاری و مسلم نے روایت کی ہے کہ جناب سرور کائنات نے فرمایا ان من الشعر حکمۃ یعنی بعض شعر حکمت ہے اس سے یہ ثابت ہوا کہ عموماً سب شعر برے نہین بلکہ انمین سے فائدے کے بھی ہوتے ہین شعر کی قدر تمام دنیا مین ہمیشہ سے ہوتی آئی ہے سلطنتون نے ہمیشہ انکی عزت کی ہے اور قومون نے انکے دل بڑھائے ہین رودکی نے عہد دولت ملوک بنی سامان مین اور عنصری نے عصر غزنویان مین اور معزی نے زمان سلجوقیان مین اور فیضی نے عہد اکبر مین اعلیٰ اعلیٰ رتبے پائے اور عہدہاے جلیلہ اور مرتبت خاص سے سرفراز ہوے میر حسن کہتا ہے ؎

سخن کے طلبگار ہین عقلمند — سخن سے ہے نام نکویان بلند
سخن سے وہی شخص رکھتے ہین کام — جنھین چاہیے ساتھ نیکی کے نام
کہان رستم و گیو و افراسیاب — سخن سے رہی یاد یہ نقل خواب
رہے جب تلک داستان سخن — الٰہی رہین قدر دان سخن

اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے شعر کو داخل شریعت نہین کیا یعنی صاحب شریعت علیہ السلام کو شعر کہنا نہین سکھایا چنانچہ فرمایا ہے وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ ان ہو الا ذکر و قرآن مبین جواب اسکا یہ ہے کہ یہ ارشاد فقط واسطے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلیے ہے کہ کفار قرآن شریف کی فصاحت و بلاغت دیکھکر حضور کو شاعر گمان کرتے تھے جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے بل قالوا اضغاث احلام بل افتراہ بل ہو شاعر (ترجمہ) بلکہ کہا انھون نے یہ قرآن پریشان خیال ہین بلکہ باندھ لیا ہے اسکو بلکہ وہ شاعر ہے حالانکہ آپ شاعر نہ تھے اگر فی الحقیقت شعر کہنا یا شاعرون کو اچھا جاننا معیوب و ناجائز ہوتا تو جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قصیدے پر صلہ تحسین عنایت نہ فرماتے اور انکی تعریف نکرتے۔ صاحب تذکرہ دولت شاہی کتاب شرف النبی سے نقل کرتا ہے کہ ایک روز حسان بن ثابت مداح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک بیت حضور کی مدح مین کہکر لائے جس سے نام نامی بطور تعمیہ کے نکلتا تھا اس وقت دو کنیزین قبطیہ مجلس حضور مین حاضر تھین کہ مقوقس بادشاہ مصر و اسکندریہ نے برسم نذر و ہدیہ بھیجی تھین آپنے انمین سے ایک کنیز جسکا نام شیرین تھا اس شعر معما کے صلے مین انکو بخشدی اور دوسری کنیز جس کا نام ماریہ ہے آپ کے تصرف مین رہی اور اس سے ابراہیم پسر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوے۔

صاحب مخزن الشعر اشعر کے سنت ہونیکی دلیل لاتا ہے اور بڑی تحقیق کے ساتھ لکھتا ہے کہ سنت کے
لغوی معنی راہ وروش وعادت کے ہین اور اصطلاح مین وہ فعل ہے جسکو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور
انکی آل کرام اور صحابہ عظام نے عمل کیا ہو مگر کبھی قصداً ترک بھی کیا ہو پس یہ صفت شعر پر صادق آتی ہے
اور مسنون ہونا اُس کا ثابت ہوتا ہے قطع نظر اسکے تمام علماے دین کا اسپر اتفاق ہے کہ جوبات آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے نکی ہو اور اُس کے کرنے کے واسطے بھی نفرمایا ہو اُسکا کرنا ممنوع نہین ہان اگر منع فرمایا ہے
تو ممنوع ہے پس درصورتیکہ حضور نے شعر گوئی سے منع نفرمایا بلکہ خود فی البدیہہ شعر کہا گو قصداً نہ کہا
تو وہ کیونکر منع ہے صحیح بخاری ومسلم مین ابو اسحاق تابعی سے مروی ہے کہ اُنھون نے کہا کہ براء بن عازب
صحابی کہتے تھے کہ حضرت نے جنگ حنین مین دلدل سے اُتر کر اللہ تعالے سے فتح اور مدد کی دعا مانگی اور یہ کہا

انا النبی لا کذب ۔۔۔ انا ابن عبد المطلب

یعنے مین پیغمبر ہون کچھ جھوٹ نہین اس مین مین بیٹا ہون عبد المطلب کا لفظ کذب اور مطلب مین
بائے موحدہ کو جزم ہے جیسے سجع اور نظم مین پڑھنے کا معمول ہے اور بخاری ومسلم نے جندب سے روایت
کی ہے کہ ایک لڑائی مین (اور وہ غزوہ احد ہے) جناب سرور کائنات کی اُنگلی زخمی ہوئی تو آپ نے
اُس وقت فرمایا ؎

ہل انت الا اصبع دمیت ۔۔۔ وفی سبیل اللہ ما لقیت

یعنی نہین ہے تو مگر اُنگلی کہ خون آلودہ ہوئی اور راہ خدا مین ہے وہ چیز کہ تونے دیکھی ۔
اور جو کہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے وما علمناہ الشعر جواب اسکا یہ ہے کہ شعر اصطلاح مین اُسے کہتے ہین جس کی
موزونیت کا قصد کہنے والے نے کیا ہو اور یہ کلام آنحضرت سے بوزن شعر بطبیعت موزون کے اقتضا سے
صادر ہوا ہے مقصود بالذات نہین اور بعض نے کہا ہے کہ یہ رجز کے قبیل سے ہے اسکو داخل شعر نہین کرسکتے
اور طیبی نے کہا ہے کہ جو کوئی بطریق ندرت کے کبھی کبھی شعر کہے وہ شاعر نہین ہے اور اللہ تعالے کے
اس قول سے وما علمناہ الشعر مراد یہ ہے کہ آنحضرت شاعر نہین ہین اور براء سے بخاری اور مسلم نے روایت کی ہے
کہ غزوہ خندق مین آنحضرت مٹی اُٹھا اُٹھا کر پھینکتے تھے یہانتک کہ حضرت کا شکم غبار آلودہ ہوا اُس وقت
آپ یہ اشعار پڑھنے لگے ؎

واللہ لولا اللہ ما اہتدینا ۔۔۔ ولا تصدقنا ولا صلینا

یعنی خدا کی قسم اگر اللہ ہدایت نفرماتا تو ہم راہ راست نہ پاتے اور نہ ہم صدقہ دیتے اور نہ ہم نماز پڑھتے

فانزلن سکینۃ علینا ۔۔۔ وثبت الاقدام ان لاقینا

پس اے اللہ ہم پر آرام و آسایش اوتار اور جبکہ ہم کفار سے ملین تو ہمارے قدم ثابت رکھ۔

اذا ارادوا فتنۃ ابینا	ان الالٰی قد بغوا علینا

تحقیق ان کفار مکہ نے ہم پر زیادتی کی ہے بسبب اسکے کہ جب وہ فتنے کا ارادہ کرتے ہین تو ہم انکار کرتے ہین آنحضرت نے کبھی کبھی اصلاح شعر بھی دی ہے چنانچہ قصیدۂ بانت سعاد مصنفۂ کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کی اس بیت مین۔

مہند من سیوف الہند مسلول	ان الرسول لسیف یستضاء بہ

لسیف کی جگہ لنور اور سیوف الہند کی جگہ سیوف اللہ بدل دیا حسان الہند میر غلام علی آزاد بلگرامی لکھتے ہین کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصلاح دینے کی یہ وجہ ہے کہ کلام مین لفظ زائد نہ ہے کیونکہ ہند کے لوہے کی بنی ہوئی تلوار کو مہند کہتے ہین پھر ہند کا ذکر زائد تھا پس یون بہتر ہوا مصرع مہند من سیوف اللہ مسلول + اور مروی ہے کہ جب مکہ معظمہ فتح ہوا تو کعب بن زہیر نے دریافت حال کے لیے اپنے بھائی کو بھیجا وہ بسبب سابقۂ معرفت کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملا اور اُنکی ہدایت سے حضور اقدس مین حاضر ہوکر مسلمان ہوگیا کعب بن زہیر کو یہ بات ناگوار گذری کہ بغیر میرے مشورے کے کیون مسلمان ہوا اور اپنے بھائی کو کچھ اشعار لکھ بھیجے انمین سے ایک یہ ہے۔

فانہلک المامور منہا وعلک	سقاک ابو بکر بکاس رویۃ

پلایا تجھے ابوبکر نے بڑا پیالہ پھر سیر کیا تجھکو مامور نے اُس سے اور مکرر کردیا مامور محاورے مین اُس شخص کو کہتے ہین جس سے جن سے رابطہ ہو اور جن کا امر اُسکو پہونچے یہ کنا یہ کیا تھا اُسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اور ہجوین بھی اُسنے کہی تھین اس لیے خون اُس کا حضرت نے ہدر فرمایا تھا یعنی جہان پائین مار ڈالین مگر وہ ہاتھ نہ آیا بعد فتح مکۂ معظمہ کے جب آپ مدینہ منورہ مین رونق افروز ہوے تو کعب بن زہیر بھی بہ قصد حصول ملازمت روانہ ہوا رات کو چلتا اور دن کو چھپ رہتا ایک روز آپ مسجد مین تشریف رکھتے تھے ایکبارگی دروازۂ مسجد پر اونٹنی کو بٹھا کر آواز دی کہ مین کعب بن زہیر حاضر ہون اور کلمۂ طیبہ پڑھکر مشرف با سلام ہوا اور قصیدۂ بانت سعاد جو نعت مین لکھا تھا سنایا آپ بہت خوش ہوے اور رداے مبارک صلہ مین عنایت فرمائی اور قصیدے کے شعر مذکورۂ بالا مین لسیف کی جگہ لنور اور سیوف الہند کی جگہ سیوف اللہ بدل دیا پھر آپنے کعب سے پوچھا کہ یہ شعر تیرا ہی ہے۔

فانہلک المامور منہا وعلک	سقاک ابو بکر بکاس رویۃ

اُسی وقت کعب نے براہ ذہانت دو حرف اس شعر کے ایسے بدل دیے جس سے یہ شعر ہجو کا نرا بلکہ مدح کا

ہوگیا کہا مین نے رد یہ دال سے نہین کہا بلکہ رد یہ واو سے کہا ہے جسکے معنی خوشگوار ہین اور ما مور ہے سے
نہین کہا بلکہ نون سے کہا ہے ماموں یعنی وہ شخص کہ امانت دار ہے خدا کی وحی مین آپ کعب کی حاضر جوابی
اور جودت ذہن سے بہت راضی ہوے - صحیح بخاری و مسلم مین حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے
کہ حضرت عمرؓ مسجد مین حضرت حسّان پر ایسی حالت مین گذرے کہ وہ شعر پڑھ رہے تھے آپ نے
حسان کی طرف ترچھی نظر سے دیکھا اسوقت حضرت حسان بولے مین مسجد مین شعر پڑھتا تھا جبکہ
وہ شخص ہوتا تھا جو تم سے بہتر ہے یعنی حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم - مسک الختام شرح بلوغ المرام مین
لکھا ہے کہ یہ حدیث دلیل ہے اسپر کہ مسجد مین شعر پڑھنا جائز ہے اور بعض حدیثون مین جو وارد ہوا ہے
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مسجد مین شعر پڑھنے سے منع فرمایا ہے تو انہین شعر سے وہ اشعار مراد ہین
جن مین لغو مضمون اور لات و منات کی تعریف اور شرک کی باتین یا ہجو بزرگان دین ہو ورنہ مطلق
اشعار کا پڑھنا ممنوع نہین ہے اور بمزید توضیح ایک اور حدیث کا مضمون یہان لکھا جاتا ہے
چنانچہ بخاری اور ابو داؤد اور ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضور
سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم مسجد مین ایک ممبر حسان کے واسطے رکھتے تھے کہ وہ اسپر کھڑے ہوکر اشعار
پڑھا کرتے تھے اور حضرت انکی تعریف کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اللہ حسان کی تائید جبرئیلؑ کے ساتھ
کرتا ہے - حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکے مین پہونچے تو ہنگام
قضاے عمرہ حضرت ابن رواحہ آگے آگے اشعار متضمن عظمت و شوکت و نعت و صفت حضور پر نور
پڑھتے جاتے تھے اور مضمون اُن اشعار کا یہ تھا کہ اے کفار رستہ خالی کرو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم تشریف لاے ہین وہ آج تمکو بحکم خدا قتل کرینگے اور خوب سزا دینگے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے
انکو منع کیا کہ یہ موقع شعر خوانی کا نہین ہے تو حضور نے فرمایا منع نہ کر شعر اُسکے کفار کے واسطے تیر سے زیادہ
کارگر ہین - اور عمر بن شرید سے مسلم نے روایت کی ہے کہ انکے باپ کہتے تھے کہ مین ایک روز حضرت کے پیچھے
سوار تھا آپنے فرمایا کہ تجھکو کوئی شعر امیہ بن صلت کا یاد ہے مین نے کہا ہان کہا پڑھ مین نے ایک شعر پڑھا
فرمایا اور پڑھ مین نے اور پڑھا فرمایا اور پڑھ مین نے اور پڑھا یہانتک کہ سو شعر پڑھے فرمایا اسکی زبان
ایمان لائی اور دل کافر رہا یعنی زبان سے تو مضمون اچھے نکلے لیکن دل سے کفر اور حب دنیا نہ گئی
فائدہ اُمیہ ایک شخص تھا شاعر زمانۂ کفر و جاہلیت مین اُسکے اشعار مین حمد الٰہی اور مذمت دُنیا کا
مضمون تھا - ابوہریرہ رضؓ سے بخاری و مسلم نے روایت کی ہے کہ حضرت نے لبید کا یہ مصرع الا کل شئ
ما خلا اللہ باطل (یعنی خبردار ہو ہر چیز اللہ کے سوا فانی ہے) سُنکر فرمایا کہ یہ نہایت سچا کلام ہر برار سے

بخاری و مسلم نے روایت کی ہے کہ جب بنی قریظہ کا آنحضرت نے محاصرہ کیا تو حسان بن ثابت کو حکم دیا کہ تم مشرکین کی ہجو کرو کہ تمھارے ساتھ جبریل ہے۔ اور آنحضرت حسان کو فرمایا کرتے تھے کہ کافرون کو میری طرف سے جواب دو اور آپنے حسان کے حق مین دعا کی کہ بار خدایا تو حسان کو جبریل کے ساتھ قوت دے۔ اور حضرت عائشہؓ سے مسلم نے روایت کی ہے کہ حضرت نے شعرا کو فرمایا تھا کہ تم کفار قریش کی ہجو کرو کیونکہ وہ اُنپر تیر مارنے سے سخت تر ہے۔ اور آنحضرت یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ حسان نے کفار کی ہجو کر کے مسلمانونکو شفا دی اور خود بھی شفا پائی۔ احیاء العلوم مین لکھا ہے قالت عائشۃ رضی اللہ عنہا کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتناشدون عندہ الاشعار وھو یتبسم یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے سامنے اشعار پڑھتے تھے اور آپ مسکراتے تھے۔ بہرصورت شعر کے جواز مین کسی طرح کا شک نہین احادیث معتبرہ و روایات صحیحہ مین اُسکے مسنون و مستحسن ہونیکے دلائل قویہ وارد ہین۔ اور ظاہر ہے کہ مبالغہ مقبول اور تشبیہ و استعارہ معقول مثلاً معشوق کے منھ کو چاند سے مشابہ کرنا یا ممدوح کے گھوڑے کو ہوا سے تشبیہ دینا داخل کفر اور جھوٹ نہین ایسے کلام کو سُنکر ہر آدمی جانتا ہے کہ معنی حقیقی مراد نہین تعریف منظور ہے اس طرح کی عبارتین حدیث مین بھی آئی ہین جیسا کہ صحیح بخاری مین روایت ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ابو طلحہ کے گھوڑے کو دریا فرمایا ہے اور جو مضمون نا روا ہے وہ نظم و نثر دونون مین لکھنا بُرا ہے نظم ہی کی خصوصیت نہین حضرت عائشہؓ سے دار قطنی نے اور عروہ سے شافعی نے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے شعر کی نسبت فرمایا ھو کلام فحسنہ حسن وقبیحہ قبیح یعنی وہ کلام ہے کہ اچھا اُس مین سے اچھا ہے اور بُرا اُسکا مین سے بُرا ہے اور ابو داؤد نے صخر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ جناب سرور کائنات نے فرمایا ان من الشعر لحکما یعنی بعض شعر فائدہ مند ہے امام حجۃ الاسلام شمس المفاخر و المعالی ابو حامد محمد غزالی احیاء العلوم مین فرماتے ہین الموزون المفھوم وزن دار کلام با معنی ھو الشعر اور یہی نام شعر ہے وذلک لایخرج الا من حنجرۃ الانسان اور یہ نہین نکلتا مگر گلوے انسان سے فیقطع باباحتہ پس اُسکے مباح ہونیکا حکم قطعی کیا جاتا ہے وذلک لانہ مازاد الا کونہ مفھوما یہ سوا اسکے کہ نہین زیادہ ہوا اگر ہونا اسکا با معنی والکلام المفھوم غیر حرام اور کلام با معنی حرام نہین ہے والصوت الطیب الموزون غیر حرام اور آواز خوش وزن دار بھی حرام نہین ہے فاذا لم یحرم الآحاد فمن این یحرم المجموع پس جبکہ حرام نہین ہوئی ایک ایک بات پس کہانسے حرام ہوگا مجموعہ نعم ینظر فیما یفھم منہ ہان اُسکے مضمون مین دیکھا جائیگا فان کان فیہ امر محظور حرم نثرہ و نظمہ پس اگر اُس مین کوئی ممنوع بات ہے حرام ہے نثر اور نظم دونون وحرم التصویت بہ سواء کان بالحان او لم یکن اور حرام ہے اُس کا بولنا خواہ نغمے اور خوش آوازی سے ہو یا بے نغمے کے والحق فیہ

ما قالہ الشافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ اذ قال الشعر کلام فحسنہ حسن وقبیحہ قبیح اور حق اس میں وہ ہے جو شافعی رحمۃ اللہ نے کہا ہے کہ شعر کلام ہے سو اچھا اُسکا اچھا ہے اور بُرا اُسکا بُرا ہے و کہا جاز انشاد الشعر بغیر صوت والحان جاز انشادہ مع الالحان اور جبکہ شعر کا پڑھنا بغیر خوش آوازی اور نغمے کے جائز ہے تو اُس کا پڑھنا خوش آوازی اور نغمے کے ساتھ بھی جائز ہوگا فان افراد المباحات اذا اجتمعت کان ذلک المجموع مباحًا اسلیے کہ جب ایک ایک چیز مباح جمع ہوئی تو مجموع بھی مباح ہوگا و مہما انضم مباح الی مباح لم یحرم الا اذا تضمن المجموع محظورًا لا یتضمنہ الآحاد اور جب ایک مباح دوسرے مباح کے ساتھ ملے تو حرام نہین مگر جبکہ مجموعہ ایسے امر ممنوع کا متضمن ہو جو آحاد مین نہ تھا و لا محظور ہہنا اور اس جگہ کوئی امر ممنوع نہین و کیف ینکر انشاد الشعر و قد انشد بین یدیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کیسے انکار کیا جائے شعر کے پڑھنے سے درحالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھا گیا و قال علیہ السلام ان من الشعر لحکمۃ اور آپنے فرمایا کہ بعض شعر مفید ہے و انشدت عائشۃ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی شعر پڑھا ہے ان سب احادیث اور اقوال سے یہ بات ثابت ہوئی کہ شعر کہنا جائز بلکہ مسنون ہو مگر خلاف شرع اور واہیات مضامین باندھنا بالکل منع اور قطعًا ناجائز ہے اور شعرا نے یہ جو مشہور کر رکھا ہو کہ شعر مین جائز ہے جو کچھ چاہین کہین اور کہتے ہین یجوز للشاعر ما لا یجوز لغیرہ یہ بات محض غلط اور بے بنیاد ہے بلکہ مطلب اسکا یہ ہے کہ شاعر قادر سخن کو الفاظ مین بعض تصرف کرنا قدرت کی رو سے جائز ہے نہ عجز کی رو سے جیسے کسی لفظ مین سے کوئی حرف گرا دینا یا زیادہ کر دینا یا متحرک کو ساکن کر دینا یا ساکن کو متحرک وغیرہ وغیرہ —

یہ بھی محقق نہ ہے کہ جن لوگون نے اس حدیث مین حسنہ حسن و قبیحہ قبیح قبیح کے معنے مبالغے کے لیے ہین اور مبالغے کو ناجائز قرار دیا ہے انکی غلط فہمی ہے قبیح سے مراد خلاف قرآن و حدیث کے مضمون باندھنا نہ مبالغے کا استعمال کرنا بس قبیح وہ شعر ہے کہ جس مین کوئی مضمون خلاف شرع باندھا جائے یا کسی آیت و حدیث کا مضمون غلط لکھا جائے یا جھوٹی تعریف کی جائے یا کسی بزرگ اور پیشوائے دین کی نسبت اُسمین بے ادبی ہو جیسے اس حدیث کا مضمون و لدت فی زمان الملک العادل منوچہر نے اس شعر مین غلط باندھا ہے

جہان نازد بعدل شاہ مسعود		چو پیغمبر بنوشیروان عادل	

نعوذ باللہ ہادی سبل محبوب جزو کل مالک کون و مکان شہنشاہ زمین و زمان ختم المرسلین شفیع المذنبین کافر پر ناز کرتے ہان شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے اس مضمون کو صحیح باندھا ہے۔ سہ

سزد گر بدورانش نازم چنان		کہ سید بدوران نوشیروان

حضور نے زمانۂ نوشیروان پہ ناز کیا تھا نہ ذات نوشیروان پر اسی طرح اپنی طرف سے بنا کر کہنا کہ حضرت نے یون فرمایا ہے یہ بھی منع اور داخل گناہ ہے جیسے یہ شعر ؎

الکرم محمد مصطفےٰ محبوب و مطلوب خدا
گفتے دریغا حسرتا اے ماہ رمضان الوداع

قبیح ہے حضرت نے ایسا نہین فرمایا پس کسی قول و فعل کو بے سند حضرت کی طرف منسوب کرنا سب جھوٹ باندھنے مین داخل ہے اور کتب حدیث مین حضرت پہ جھوٹ باندھنے کو کفر لکھا ہے اسی قبیل سے ہے یہ شعر ابو الفیض فیضی کی مثنوی نلدمن کا بارگاہ ابو المظفر جلال الدین محمد اکبر کی تعریف مین ؎

بہ روے زمین و آسمان باز
با درگہ کبریا ہم آواز

(یعنے شاہ کی درگاہ زمین پر ہے اور باعتبار رفعت کے آسمان کے ساتھ بازی کرتی ہے اور درگاہ کبریا سے ہم آواز و مقابل ہے) نہایت قبیح و خلاف ادب ہے اسی عالم سے ہے یہ شعر انشا کا ؎

اُس سے خلوت لی ٹھہر جاتی تو مین اللہ سے
واسطے دو دن کے عرش کبریائی مانگتا

میر تقی

پارسا ہین جو جوان پیر ہدے کہتے ہین
جو ولایت رکھے ہین شاہ ولا کہتے ہین
سالک مسلک ول راہ نما کہتے ہین
ایک مولا کہے ہین ایک خدا کہتے ہین

یا علیؑ جو تجھے کہتے ہین بجا کہتے ہین

آفتاب فلک عز و علا تو ہی تھا
چہرہ آرا ے زمین اور سما تو ہی تھا
جانشینی پیمبر کے سزا تو ہی تھا
قالب خاکی کی پردے مین خدا تو ہی تھا

یا علیؑ جو تجھے کہتے ہین بجا کہتے ہین

اسی طرح میر صاحب حضرت علیؑ کی تعریف مین کہتے ہین۔

کاٹے تھے طوفان بلا سے تری ہمت نے پار
نوحؑ ممنون ہے یونسؑ ہے ترا شکر گذار

ایضاً

کیا صحیح ہے یہ جو تجھے ہم شاہ کہے ہین
سچے ہین وہی لوگ جو اللہ کہے ہین

ایضاً

جانتے ہین تجھی کو سب معبود
تھا زمین و زمان سے تو مقصود

مصحفی

دشوار ہے رتبے کو پیمبر کے پہونچنا
ہے موسیٰ عمران بھی ہارون مرے آگے

حسرت در مدح امام موسیٰ رضا

رتبہ دربان کا ترے کہتے ہین عیسیٰ و کلیم ۔۔۔ قصر شاہی کا ترے کنگرہ ہے عرش عظیم

منّت

گر اس لب جان بخش کی اک بات سنا دن ۔۔۔ عیسیٰ بھی جو کچھ بولے تو صلوات سنا دن

ناسخ حضرت امام حسین کی تعریف مین کہتے ہین

تعریف کرون کیا مین شہدا اللہ کی ۔۔۔ موسےٰ کی ہے کچھ قدر نہ یان عیسیٰ کی

حسام الدین حیدر خان حیدر

ملک خصال پری وش فرشتہ خو کہتا ۔۔۔ مجال تھی کہ سگ یار کو مین تو کہتا

علی حزین ۔ منقبت امیر المومنین علی مین لکھتے ہین

سومنات محبت تو بود ۔۔۔ فارغ از رسم محفل آرائی

ان اشعار مین کمال گستاخی جناب کبریا مین اور اہانت پیغمبران جلیل القدر اور ملائکہ کی اور بے ادبی جناب ولایت مآب مین نکلتی ہے ایسے ہی شعرونکی نسبت کہا گیا ہے الشعر من مزامیر ابلیس شاعر کو چاہیے کہ حق بات کو ہاتھ سے نہ دے اور پابندی شرع کی لازم سمجھے اور ظالم و فاسق کی جھوٹی باتونکی تعریف و تصدیق نکرے اور ایسا وصف بیان نکرے جس کو خوب نہ جانتا ہو اور اگر کسی کی جھوٹی تعریف کی تو سامعین اشعار بلکہ خود ممدوح خوشامدی و دروغ گو تصور کرینگے اور خدا کے ہان جھوٹون کے دفتر مین لکھا جائیگا اور جھوٹ کی برائی ہر شخص پر ظاہر ہے اگر ممدوح اس جھوٹی تعریف کو اپنی نسبت صحیح سمجھ کر مداح سے خوش ہوگا تو لوگونکی نظر و نمین دونون احمق دکھلائینگے اور مداح پر ممدوح کے حمق کا گناہ لازم آئے گا اور ادھر اسکی طبیعت سے راستی دور ہوتی جائے گی اور ادھر جھوٹی اور بے سروپا باتین وزن و قافیہ کے دلکش پیرایے مین سنتے سنتے سوسائٹی کے مذاق مین زہر گھلتا جائے گا حقائق و واقعات سے لوگون کو روز بروز مناسبت کم ہوتی جائیگی جھوٹی تعریف کرنیوالا اپنے دل مین خود بھی جانتا ہے کہ ممدوح مین یہ صفت نہین ہے جو مین بیان کرتا ہون پس یہ ظاہرداری و مکاری بلکہ ٹھیک علامت نفاق کی ہے اور یہ بات عقلاً ناروا اور شرعاً گناہ ہے قطع نظر ان سب باتونکے جھوٹی تعریف کرنا کمال درجہ کی چاپلوسی ہے اور شاعرونکو جس طرح فحش اور بے تہذیبی سے احتراز واجب ہے ایسے ہی خوشامد و چاپلوسی اور حد سے زیادہ مدح کرنا بھی نازیبا ہے الشعراء کذاب ایسے ہی شعرا کے حق مین آیا ہے۔

تفسیر تیسیر مین لکھا ہے کہ دو شاعر حضرت خیر الانام علیہ التحیۃ والسلام کی اہانت اور اسلام کی مذمت مین

شعر کہا کرتے تھے اور مشرک اُنسے سُنکر پڑھتے پھرتے تھے اُنکے حق مین آیہ والشعراء یتبعھم الغاوون الخ نازل ہوئی
پس جو شاعر اپنے شعر مین ایسا مضمون لکھے جس مین اہانت کسی پیغمبر یا دین اسلام کی یا کچھ بے ادبی خدا تعالی کی
جناب مین ظاہر ہو وہ مصداق اس آیت کا ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت حسان بن ثابت اور حضرت ابن رواحہ
وغیرہ شعرا و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم بھی تو شاعر ہین اور حق سبحانہ تعالے
ہمین شاعر جانتا ہے بلکہ ابن رواحہ نے کہا کہ مین اس وصف مین مرنا نہین چاہتا آپنے فرمایا تم اُن شاعرون مین نہین
جو غاوی ہین بلکہ تم غازی ہو اسلیے کہ مومن شمشیر کے ساتھ جہاد کرتا ہے یا زبان کے ساتھ پس جو شعر تم مذمت کفار مین
کہتے ہو وہ اُنکو تیر و سنان سے سخت تر ہین اُسی وقت آیہ کریمہ الا الذین آمنوا و عملوا الصالحات و ذکروا اللہ کثیرا
نازل ہوئی رسالہ شان نزول آیات قرآنی مین مذکور ہے کہ یہ آیت ناسخ ہے آیت والشعراء الخ کی۔ ؎

	شاعران را گرچہ غاوی خواند در قرآن خدا		ہست از ایشان بقرآن ظاہر استثنا رما	

ہمارے واجب الرحم علما مذمت شعر و شاعری مین آیہ کریمہ والشعراء یتبعھم الغاوون الم تر انھم فی کل واد
یھیمون یقولون ما لا یفعلون سے دلیل تو لے آتے ہین مگر استثنا یعنی آیہ آخر سے تجاہل عارفانہ کرتے ہین اور وہ
یہ ہے الا الذین آمنوا و عملوا الصالحات و ذکروا اللہ کثیرا و انتصروا من بعد ما ظلموا و سیعلم الذین ظلموا ای منقلب
ینقلبون (ترجمہ پوری آیت کا) اور شاعر پیروی کرتے ہین اُنکی گمراہ تو نے نہین دیکھا کہ وہ ہر میدان مین
سر مارتے پھرتے ہین اور کہتے ہین جو کچھ نہین کرتے وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیکیان کین اور یاد کیا اللہ کو بہت
اور بدلا لیا بعد اسکے کہ اپنر ظلم ہوا اور جلد معلوم کرینگے ظلم کرنے والے کہ کس کروٹ اُلٹتے ہین۔ کافر پیغمبر خدا
صلے اللہ علیہ وسلم کو کبھی کاہن بتاتے تھے کبھی شاعر کہتے تھے اور نبوت کے منکر تھے سو اس سے پہلی آیت مین
اللہ تعالے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور کاہن مین فرق بیان فرمایا اور اس آیت مین درمیان حضور کے اور
شعراے عرب کے جو بیہودہ باتین بکا کرتے تھے اور لات و منات وغیرہ کی تعریف لکھا کرتے تھے فرق بتلایا کہ
شعرا گمراہی کی پیروی کرتے ہین اور یہ دو طرح ہے ایک یہ کہ ہر جنگل مین پھرتے ہین یعنی طرح طرح کے بیہودہ مضامین
لکھتے ہین کبھی کچھ کہتے ہین کبھی کچھ ایک بات پر قائم نہین رہتے اور ان باتون سے کوئی شخص ہدایت
نہین پاتا بخلاف امر آنحضرت کے کہ وہ اول سے آخر تک ایک ہی بات ہے کہ دعوت الی اللہ فرماتے ہین
اور اس سے لوگ راہ راست پر آتے ہین دوسرے یہ کہ وہ جو کچھ کہتے ہین وہ نہین کرتے یہ بھی علامت گمراہی کی ہے
بخلاف آنحضرت کے کہ وہ خود بھی وہی کرتے ہین جو اورونسے کہتے ہین یعنی توحید باری تعالی اور عبادت معبود
برحق اور ترک شرک و معاصی وغیرہ اور باز رہنا افعال و اوصاف ذمیمہ سے تعلیم فرماتے ہین اور خود بھی
ان اوصاف حمیدہ سے متصف ہین مگر یہ برائیان جو اوپر بیان کی گئین انسے وہ شعرا مستثنی ہین جو ایمان لائے ہون

اور افعال اُنکے صالح ہون اور شعر اون کے توحید و نبوت و دعوت خلق لے اللہ اور ایسی باتون سے مملو ہون جو سچی ہون اور یاد الٰہی سے غافل رکھنے والے نہون اور کسی کی ہجو نکرتے ہون مگر کوئی ہجو کرے تو اُسکو جواب دینے مین مضائقہ نہین ہے اور اس مین بھی شرط یہ ہے کہ زیادتی نہو ہکذا الیستفاد من مفاتیح الغیب صاحب مراۃ الخیال کہتا ہے کہ کلام ملک العلام اکثر جگہ وزن شعر پر ہے اور اُس مین صنعت شعری پائی جاتی ہے پس یہ قول بعض کا کہ کلام الٰہی مین نظم مفقود ہے مردود ہے (۱) بسم اللہ الرحمن الرحیم بحر سریع مین ایک مصرع موزون ہے بروزن مفعولن مفعولن فاعلان ۵ بسم اللہ ایکہ منکر شعری بگو جواب ہلا موزون چراست انچہ بقرآن مقدم ست * اور اسی کے بحر وزن مین سورۂ طٰہٰ کی یہ آیت ہے قال فما خطبک یا سامری بروزن مفتعلن مفتعلن فاعلن (۲) انا اعطیناک الکوثر بحر متدارک مین ایک مصرع موزون ہے بروزن فعلن فعلن فعلن فعلن بسکون عین (۳) یہ آیات بحر رمل کے وزن پر ہین لن تنالوا البر حتے تنفقوا بروزن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن اسی طرح ثم اقررتم وانتم تشہدون اسی طرح ثم انتم ہولاء تقتلون اور سورۂ سبا کی یہ آیت بھی اسی بحر کے وزن مین ہے وجفان کالجواب وقدور راسیات بروزن فعلاتن فاعلان دو بار (۴) سورۂ کہف کی یہ آیت بحر طویل مین ہے فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر بروزن فعولن مفاعیل فعولن مفاعیل (۵) بحر متقارب مین سورہ اعراف کی یہ آیت ہے واُملی لہم ان کیدی متین بروزن فعولن فعولن فعولن فعول الضیا وییرزقہ من حیث لایحتسب (۶) بحر ہزج مین سورۂ یوسف کی یہ آیت ہے تاللہ لقد آثرک اللہ علینا بروزن مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن (۷) بحر منسرح مین سورۂ دہر کی یہ آیت ہے انا خلقنا الانسان من نطفۃ بروزن مستفعلن مفعولات مستفعلن (۸) بحر مضارع مین سورۂ مومن کی یہ آیت ہے یوم التناد یوم تولون مدبرین بروزن مفعول فاع لات مفاعیل فاع لان (۹) بحر مدید مین سورۂ مومنون کی یہ آیت ہے اصنع الفلک باعیننا بروزن فاعلاتن فعلن فعلن بعین متحرک (۱۰) بحر بسیط مین سورۂ انفال کی یہ آیت ہے لیقضی اللہ امرا کان مفعولا بروزن مفاعلن فاعلن مستفعلن فعلن بسکون عین (۱۱) بحر وافر مین سورۂ توبہ کی یہ آیت ہے ویخزہم وینصرکم علیہم ویشف صدور قوم مومنین مفاعلتن مفاعلتن فعولن * مفاعلتن مفاعیلن مفاعیلن فعولن (۱۲) اور بحر کامل مین یہ آیت ہے واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم بروزن مستفعلن مستفعلن متفاعلن مستفعلان (۱۳) بحر خفیف مین یہ آیت ہے ارایت الذی یکذب بالدین فذلک الذی یدع الیتیم (۱۴) اور بحر مقتضب مین یہ آیت ہے فی قلوبہم مرض (۱۵) بحر مجتث مین سورہ توبہ کی یہ آیت ہے مطوعین من المومنین فی الصدقات (۱۶) بحر رجز مین یہ آیت سورۂ دہر کی ہے ودانیۃ علیہم ظلالہا وذللت قطوفہا تذلیلا۔

مولوی صہبائی لکھتے ہین کہ جو آیتین کلام الٰہی کی یا حدیثین موزون ہین وہ شعر نہین اسلیے کہ شعر و

کلام مقفے ہے جو بقصد شعر موزون کیا جائے پس جو آیات موزون ہین اگرچہ بلا قصد موزون ہونا ذات باری تعالی کی طرف منسوب نہین ہو سکتا اور نہین کہہ سکتے کہ اُس جناب اقدس سے بلا قصد موزون ہو گئے ہون اور اُس پر اطلاع نہوئی ہو (معاذ اللہ) لیکن بقصد شعر موزون نہین فرمایا پس شعر نہوئین اور اگر بقصد شعر موزون کرنے کی قید نہ لگائی جائے تو اصطلاحًا شعر کہنا جائز ہے لیکن چونکہ اکثر شعر مین مبالغہ و کذب ہوتا ہے اور کلام الٰہی ان امور سے پاک ہے لہذا شعر کا اطلاق ادب کی رو سے منع ہوا ستنطے مگر میرے نزدیک یہ آیات شعر مین داخل نہین نثر مرجز کے قبیل سے ہین جس مین شعر کا وزن ہوتا ہے اور قافیہ نہین ہوتا۔ مولانا غلام علی آزاد خزانہ عامرہ مین لکھتے ہین کہ اگرچہ کلام موزون کا صدور از اول متکلم قدیم یعنی جناب باری عز اسمہ سے ہے لیکن چونکہ اسماے الٰہی توقیفی ہین اسلیے شاعر کا اطلاق اُس ذات متعالی پر نہین ہو سکتا یاد رکھو کہ اسماے الٰہی کے توقیفی ہونے سے یہ مراد ہے کہ اُس ذات پاک پر کسی نام کا اطلاق حقیقۃً اور مجازاً بغیر اذن شارع کے درست نہین مولوی عبدالحق محدث دہلوی اور ملا علی قاری شرح مشکوۃ مین کہتے ہین کہ جو کچھ قرآن مجید و حدیث مین موزون واقع ہوا ہے مقصود بالذات نہین۔

بالجملہ شعر کا وجود و جواز قبل زمانہ حضور پر نور سے اور خاص عہد با برکت مین بہ تشریح متذکرہ بالا ثابت ہو گیا اور بعد مین بھی شعر کہنا صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کا ظاہر ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بسبب نہ آگاہ ہونے فن شعر سے تاسف ظاہر فرمایا ہے ابن جوزی سے مروی ہے سَمِعَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ مُتَمِّمًا اَخَا مَالِکِ بْنِ نُوَیْرَۃَ یَنْدُبُ اَخَاہُ وَیَقُولُ الشِّعْرَ فَقَالَ یَا لَیْتَنِی اَقُولُ الشِّعْرَ فَاَنْدُبُ اَخِیَ زَیْدًا (ترجمہ) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سنا کہ متمم برادر مالک بن نویرہ اشعار کہتا ہے اور اُس مین اپنے بھائی کے محاسن و خوبیان بیان کر کے روتا ہے فرمایا کاش کہ مین بھی شعر کہتا ہوتا کہ اپنے بھائی زید پر روتا اور اُسکی خوبیان بیان کرتا صاحب مخزن الشعرا نے ایک شعر حضرت ابو ہریرہ کا نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ بیت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ماتم مین کہی تھی بڑے تعجب کی بات ہے یہ نہ خیال کیا کہ آپ وقت شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس عالم مین کب تشریف رکھتے تھے بلکہ حضرت عمر فاروق بھی رونق افروز خلد برین ہو چکے تھے دراصل وہ شعر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ہے اور کیفیت مفصل اُس شعر کی یہ ہے کہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑے سے چھوارے دیکر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعاے برکت فرمائی تھی اور فرمایا تھا کہ ان چھوارون کو اپنے توشہ دان مین ڈال رکھیو اُن چھوارون مین ایسی برکت ہوئی کہ قریب تیس برس کے خرچ ہوتے رہے اور منون چھوارے اللہ کی راہ مین دیے مگر کم نہوے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن وہ توشہ دان کھو گیا اور ابو ہریرہ کو نہایت رنج ہوا اور یہ شعر کہا ہے ۵

للناس همٌ ولی همّان … فقد الجراب وقتل الشیخ عثمان

یعنی لوگونکو ایک غم ہے اور مجکو دو غم ہین ایک گم جانے توشہ دان کا دوسرا شہادت حضرت عثمان کا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دیوان مشہور ہے جسکی شرح بڑے طول و بسط کے ساتھ قاضی حسین بن معین الدین میبذی صاحب شرح ہدایت الحکمت نے لکھی ہے بیان چند شعر تیمنا و تبرکا لکھے جاتے ہین ؎

دع ذکرهن فما لهن وفاء … ریح الصبا وعهودهن سواء
یکسرن قلبک ثم لا یجبرنه … وقلوبهن من الوفاء خلاء

(ترجمہ) چھوڑ ذکر انکا یعنی عورتونکا اسلیے کہ انمین وفا نہین ہوا کا جھونکا اور انکا عہد و پیمان برابر ہے تیرے دل کو توڑ دینگی پھر جوڑینگی انکا دل وفا سے خالی ہے ؎

قال المنجم والطبیب کلاهما … لن تحشر الاموات قلت الیکما
ان صح قولکما فلست بخاسر … وان صح قولی فالخسار علیکما

(ترجمہ) کہا منجم اور طبیب دونون نے کہ مردے ہرگز نہ اٹھینگے کہا مین نے دور ہو اگر تمھاری بات سچی نکلے تو مجھے نقصان نہین ہوسکتا اور اگر میری بات سچ ہوئی تو تمکو نقصان ہوگا۔ امام غزالی نے یہ دو شعر ابو العلاے معری کی طرف منسوب کیے ہین لیکن شیخ العارفین امام محی الدین قدس سرہ فتوحات مین فرماتے ہین کہ امیر المومنین علی رض کے ہین چنانچہ شرح مذکور مین بھی مندرج ہین۔

اور کتب معتبرہ سے ثابت ہے کہ جناب سیدۃ النسا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالی عنہا نے بھی اشعار کہے ہین چنانچہ روایت ہے کہ جب روح مطہر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خاکدان ظلمانی سے عالم نورانی کی طرف تشریف فرما ہوکر رونق افروز اعلی علیین ہوئی تو حضرت سیدۃ النسا کو ایسا الم ہوا کہ حیطۂ تحریر و تقریر سے باہر ہے بعد دفن کے قبر مبارک پر تشریف لائین اور تھوڑی سی مٹی وہان کی اٹھاکر سونگھی اور یہ اشعار پڑھے۔

ماذا علی من شم تربة احمد … ان لا یشم مدی الزمان غوالیا
صبت علی مصائب لو انها … صبت علی الایام صرن لیالیا

(ترجمہ) کیا چاہیے اُسے جو احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تربت کو سونگھے اسکو یہ چاہیے کہ عمر بھر کوئی خوشبو نہ سونگھے مجھپر وہ مصیبتین پڑین کہ جو دنون پر پڑتین تو دن راتین ہوجاتین۔

اور حضرت سید الشہدا علیہ السلام مقام رجز مین فرماتے ہین۔

خیر الله من الخلق ابی … ثم امی فانا ابن الخیرتین

یعنی میرا باپ بہترین مخلوق خدا ہے اور مان بھی پس مین دو اچھون کا بیٹا ہون۔
حضرت عباس بن امیر المومنین علی فرماتے ہین۔

واللہ لو قطعتم یمینے	لاحمین صابراً عن دینی	

یعنی قسم خدا کی اگرچہ میرا ہاتھ تمنے کاٹ ڈالا لیکن مین لوگونکو اپنے دین سے بچاؤنگا یعنی دین پر جو حملات ہین مین اُسپر کمی نہین کرونگا۔
حضرت علی اکبر فرماتے ہین۔ ؎

انا علی بن حسین بن علے	نحن وبیت اللہ اولی بالنبی	

یعنی مین بیٹا حسین بن علی کا ہون قسم ہے بیت اللہ کی ہم نبی سے بہت قربت رکھتے ہین۔ ؎
امام زین العابدین فرماتے ہین۔

ماذا تقولون اذ قال النبی لکم	ماذا فعلتم وانتم خیر الامم	

یعنی کیا جواب دوگے جب نبی تمسے فرمائینگے کہ تمنے کیا کیا حالانکہ تم خیر الامم تھے۔
روایت ہے کہ جب حضرت سعد بن ابی وقاص نے لشکر واسطے جہاد تو شیروانیونکے روانہ کیا تو جو لوگ شعر کے فن مین مہارت رکھتے تھے اُنسے فرمایا کہ ایسے اشعار جو غازیونکی طبیعت کو تیز اور مستعد بخونریزی کرین سناؤ چنانچہ شعرا اور غازیون نے ایسا ہی کیا۔ تذکرۃ الاولیا مین لکھا ہے کہ حضرت ابو العباس اساری مرید حضرت ابو بکر واسطی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے تھے کہ اگر نماز بے قرآن کے روا ہوتی تو اس شعر سے روا ہوتی۔ ؎

کہ تمنیت علے الزمان محالا ۔۔۔ ان یرے فی الحیوۃ طلعت حرٍ

یعنی زمانے سے توفیق چاہتا ہون یہ کہ دیکھی جاے زندگی مین صورت آزاد مرد کی۔

شعر محمود و مذموم

اس حدیث سے کہ الشعر ہو کلام فحسنہ حسن وقبیحہ قبیح یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ بعض شعر محمود ہے اور بعض مذموم ہے محمود وہ ہے جسمین کوئی امر خلاف شرع نہو اور واہیات مضامین اور لاطائل و بے فائدہ باتونسے خالی ہو اور غلو سے پاک ہو اور اسمین ظالمون اور فاسقونکی خوشامد نہو اور مذموم وہ شعر ہے جسمین اس قسم کی باتین ہون اور جسطرح شعر کی دو قسمین ہوئین شعرا کی بھی دو قسمین ہونگی ایک فرقہ محمودہ اور اسمین وہ شعرا داخل ہین جنکے شعر وہین مضمون حسن و پاکیزہ اور نہایت عمدہ ہو جسکے سُننے سے بے اختیار کلمات تحسین و آفرین زبان سے نکلین اور اُنکے کلام مین کوئی بے تہذیبی اور خلاف شرع بات نہ ہو دوسرا فرقہ مذمومہ اس مین وہ لوگ ہین جنکے شعر قبیح بنزر گونکی ہجو اور کلمات تہتک اسلام اور استہزاے شریعت اور مزخرفات و واہیات سے پُر ہون اور ہزلیات سے مملو ہون

ہر شاعر کو اس بات کا لحاظ رکھنا ضرور ہے کہ بیہودہ کلمات اور بری بات زبان سے نہ نکالے اور دشنام و ہجوم و ملامت سے پرہیز کرے ترمذی نے ابو امامہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حیا اور بات لحاظ کر کے کہنا دو شاخین ہین ایمان کی اور فحش و بدزبانی اور بے دھڑک بات کہنا دو شاخین ہین نفاق کی۔ بعض شعراے متقدمین نے جو کلمات پند و نصائح ظرافت و ہزل بازی مین دانستہ مشتہر کیے ہین وہ صاحب لوگ اونکے واسطے انتباہ کامل ہے عقلا خوب جانتے ہین چنانچہ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ اپنے کلام مین فرماتے ہین۔

بمزاحت نگفتم این گفتار		ہزل بگذار و جد ازو بردار

شاعرونکو یہ بھی ضرور ہے کہ شعر گوئی مین ایسے مشغول و مبہوت نہ ہین کہ بیشتر اوقات شعر ہی کا شغل رکھیں ذکر الٰہی اور دوسرے امور سے غافل رہین بلکہ چاہیے کہ فکر معاد و معاش و سررشتہ حفظ مراتب بزرگان اور تمیز حق و باطل ہاتھ سے نہ دے جو شاعر ایسا خیال نکرے اور شب و روز اسی شغل مین رہے اور اوقات ضائع کرے اوسکو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان فرمایا ہے جیسا کہ مسلم نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ ایک روز مین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلا جاتا تھا ایکبارگی ایک شاعر آگے آیا کہ اشعار پڑھتا جاتا تھا (یعنی اس راہ مین مدہوشانہ اشعار پڑھتا چلا جاتا تھا) آپنے فرمایا کہ پکڑو شیطان کو اور یہ بھی فرمایا کہ آدمی کے پیٹ کا پیپ سے بھرنا بہتر ہے اس بات سے کہ وہ شعر سے بھرے اس سے معلوم ہوا کہ ہر وقت شعر کی فکر مین منہمک رہنا اور اوقات ضائع کرنا اور فکر معاد و معاش سے غافل رہنا ممنوع ہے۔

دوسرا امر حقیقت اُردو اور شاعری ریختہ کے بیان مین

ریختہ مصدر ریختن سے مفعول کا صیغہ ہے یعنی بٹا ہوا یا گری پڑی پریشان چیز چونکہ زبان اُردو کئی باشندے ملک سے بنی ہے اسلیے اسکو ریختہ کہتے ہین اور اس زبان مین ہر طرح کے الفاظ پریشان جمع ہین مثلاً عربی فارسی ترکی پنجابی پوربی بنگالی مارواڑی برجی بندیل کھنڈی دکھنی انگریزی سریانی یونانی فرانسیسی جرمنی پشتو وغیرہ مثال نقل مرزا آغا فرماتے تھے کہ احمد کی زبانی دریافت ہوا کہ روم روس کی لڑائی جو ہو رہی تھی اس مین ایک مورچے پر عثمان پاشا کو ہزیمت ہوئی روسی غالب آگئے مین نے کہا آپ اس جہلی کی بات کا کاہے کو یقین کرتے ہین عثمان پاشا جنرل افواج روم بڑے شجاع و بہادر ہین بغیر فتح کیے ہوے میدان جنگ سے منہ نہ پھیرینگے اس مثال مین زبانی اور دریافت اور بہادر اور میدان جنگ الفاظ فارسی ہین اور ہزیمت و غالب اور یقین اور افواج و شجاع و فتح وغیرہ الفاظ عربی اور جہلی بمعنی نادان و زبان ورا پنجابی اور پاشا ترکی اور جنرل انگریزی اور کاہے جسکے ساتھ لفظ کو ملا ہے زبان برج کا لفظ ہے۔

دریاے ستلج سے اُس طرف زبان پنجابی ہے اور جسقدر دریاے ستلج سے اسطرف وہانتک نظر کرین تو اُردو زیادہ تر فصیح ہوتی جاتی ہے دہلی دارالسلطنت اور اُسکے گردو نواح سے جسقدر آگے بڑھین برج بھاشا اور پوربی داخل ہوتے ہوتے بنگالی بن جاتی ہے اور جسقدر جنوب کو چلے جائین مارواڑی داخل ہوتے ہوتے دکنی اور گجراتی ہو جاتی ہے۔

اصل زبان اُردو کی بھاشا ہے اور حلاوت و نمکینی فارسی و عربی سے ملی ہے قدیم شعراے ہند شلوک اور دوہے اور گیت مین مضامین شعری کو ادا کرتے تھے ابتدا مین ہندوستان مین وید کی زبان لکھی گئی گیارھوین صدی عیسوی سے پہلے زبان بھاشا ایجاد ہوئی جسکی عمر نو سو برس سے زیادہ نہین اور پھر یہی زبان رائج رہی مگر گیارھوین صدی عیسوی تک کوئی کتاب زبان بھاشا مین تصنیف نہین ہوئی سنہ گیارہ سو اکیانوے مین سلطان محمد شہاب الدین غوری نے ہندوستان پر چڑھائی کی اور یہان کے آخری راجہ پرتھی راج کو شکست دیکر اپنا تسلط کیا اور رفتہ رفتہ بخوبی قبضہ سلاطین اسلامیہ کا ہو گیا تو شعراے نامدار اور ادیبان بلاغت شعار فارس سے ہندوستان مین آئے اور کچھ عرصے تک اپنی اصلی زبانین شعر کہتے رہے رفتہ رفتہ ہندوستانی زبان قدیم مین الفاظ عربی و فارسی اور ترکی ملتے گئے یہانتک کہ تیرھوین صدی عیسوی مطابق ساتوین صدی ہجری مین حضرت ابوالحسن امیر خسرو دہلوی جو طبع خداداد اور قوت ایجاد رکھتے تھے سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد مین اس عالم مین رونق بخش ہوے اور داد شاعری دی اور حق سخنوری ادا کیا اور طرز جدید کے موجد ہو کر وہ نیا ڈھنگ اختیار کیا کہ تا قیام قیامت نام اُنکا صفحہ ہستی پر قائم رہے گا اکثر گیت اور پہیلیان زبان بھاشا مین اُسی طرز ترکیب پر کہی ہین اور بہت اشعار و غزلین زبان مروجہ وقت اور بحر فارسی مین موزون کی ہین اور مکرنیان زبان بھاشا مین خاص اُنکی مخترعات سے ہین اسی طرح انمل اور ڈھکوسلے اور دو سخنے بھی کبھی کبھی کہا کرتے تھے کہ وہ بھی انہی کی ایجاد ہین یہان پر کچھ اشعار اس قسم کی غزلون کے اور تھوڑی سی مکرنیان وغیرہ بطور مثال کے لکھی جاتی ہین تاکہ ناظرین کو اُسوقت کی شاعری کا ڈھنگ معلوم ہو۔

اشعار غزل

شبان ہجران دراز چون زلف و روز وصلش چو عمر کوتاہ	سکھی پیا کو جو مین نہ دیکھون تو کیسے کاٹون اندھیری رتیان
یکایک از دل دو چشم جادو بصد فریبم ببرد تسکین	کسے پڑی ہے جو جا سناوے پیارے پی کو ہماری بتیان
بحق روز وصال محشر کہ داد ما را فریب خسرو	لبھائے راکھون تج سن ہو ساجن جو کہنے پاؤن دو بول بتیان

مکرنی

	اونچی اٹاری پلنگ بچھایا		مین سوئی میرے سر پہ آیا	

کھل گئین انکھیان تبھی انند		سکھی کوئی ساجن ناسکھی چند	

ایضاً

ایک سجن مورا من للچاوے ہونٹن لاگ سبھی رس کھینچا		مکھ چومے اور بات بناوے سکھی کوئی ساجن ناسکھی نیچا

ایضاً

سگری رین چھتین پہ راکھا بھور بھئی تب دیا ڈار		رنگ رس سب واکا چاکھا سکھی کوئی ساجن ناسکھی ہار

ایضاً

مکھ مورا چومت دن رات جاسے میری جگ مین پت		ہونٹن لاگت کہت نہ بات سکھی کوئی ساجن ناسکھی نت

ایضاً

اُس بن مجکو چین نہ آوے ہے وہ سب گن بارہ بانی		وہ میری تس آن بجھاوے سکھی کوئی ساجن ناسکھی پانی

انمل

کھیر پکائی جتن سے ۔ چرخہ دیا جلا ۔ آیا کتا کھا گیا ۔ تو بیٹھی ڈھول بجا ۔ لا پانی لا ۔

ڈھکوسلا

بھادون کی پکی پیلی ۔ چوچو بڑی کپاس ۔ بی مہترانی دال پکاؤگی ۔ یا ننگا ہی سور ہون ۔

نبولی کی پہیلی

تر ور سے ایک تریا اُتری اُسنے بہت رجھایا آدھا نام پتا پہ پیارا بوجھ پہیلی موری		باپ کا اُسکے نام جو پوچھا آدھا نام بتایا امیر خسرو یون کہین اپنے نام نبولی

ناخن کی پہیلی

بیسیون کا سر کاٹ لایا		نا مارا نا خون کیا

لال کی پہیلی

اندھا گونگا بہرا بولے گونگا آپ کہائے بانس کا مندر واکا باسا باشنے کا وہ کھاجا		دیکھ سفیدی ہوت انگارا گونگے سے بھڑ جائے سنگ لے تو سر پہ راکھین واکو راد را جا

سی سی کر کے نام بتایا۔ تا مین بیٹھا ایک	اُلٹا سیدھا ہر پھر دیکھو وہی ایک کا ایک
بھید پہیلی مین کہے تو سن لے میرے لال	عربی فارسی ہندی تینون کرو خیال

خالق باری بھی انہی کی مخلوقات فکر سے ہے اسمین فارسی کی بحرون نے اول اثر کیا ہے اور اُسی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اُسوقت کون کون سے الفاظ مستعمل تھے جو اب متروک ہین۔

و له

اور ون کی چو پہری باجے جھجّو کی اُٹھ پہری	باہر کا کوئی آئے ناہین آئین سب شہری
صاف صاف کر آگے رکھے جس مین ناہین تُس مُسَل	اور ونکے یہان سینگ سماوے جھجّو کے موسل

ایسے ہی اور شعرائے وقت نے غزل سرائی کی ہے چنانچہ حامد کوئی شخص ہوا ہے اُسکا زمانہ معلوم نہین کہتے ہین کہ حامد باری اسی کی تصنیف ہے اسکے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید کوئی پنجابی ہے یہ اسکا کلام ہے۔

عزم سفر جون کردی ساجن نینو نیند نہ آئے جی	قدر وصالت نادانستم تم بن برہ ستائے جی

ایک صاحب لکھتے ہین کہ ایک پرانی بیاض مین جو اسوقت میرے پاس موجود ہے منشی پیارے لال شوقی تخلص کی ایک غزل مندرج ہے جو عہد جہانگیر مین فارسی شاعر تھا اور اُردو بھی کہنے لگا تھا مین اُسکے چند شعر یہان لکھتا ہون۔

جن پیم رس چا کھا نہین اُمرت پیا تو کیا ہوا	جن عشق مین مر نا دیا جو جگ جیا تو کیا ہوا
تو یذ اور طومار مین ساری عمر ضائع کیتی	سیکھے مگر چیلے کھنے مُلّا ہوا تو کیا ہوا
جوگی و جنگم سیوڑا رنگ لال کپڑے پہر کے	واقف نہین اس حال سین کپڑا رنگا تو کیا ہوا
جیو مین نہین پی کا ڈر ز بیٹھا مشایخ ہوکے گر	من کا رہٹ پھرتا نہین سمرن کیا تو کیا ہوا
جب عشق کے دریاے مین ہوتا نہین غرقاب تن	گنگا بنارس دوارکا پنگھٹ پھرا تو کیا ہوا
مارگ اسی سب چھوڑ کر دل تن سے تین خلوت پکڑ	شوقی پیارے لال بن سب سین ملا تو کیا ہوا

پھر رفتہ رفتہ دکن مین بھی شاعری شروع ہوئی اور وہان کے دکنی الفاظ ریختہ کی زبان مین ملتے گئے اور سبب اسکا یہ ہوا کہ محمد شاہ بن تغلق نے اپنے عہد مین ایک مرتبہ تمام اہل دہلی کو نکالکر دولت آباد دکن مین بھیجدیا تھا اس نقل و حرکت کے سبب سے دکنی الفاظ ریختہ مین بہت مل گئے دوسرا سبب یہ تھا کہ جو لوگ سلاطین اور امرا کے ہمرکاب دکن کو جاتے تھے اشعار شعرائے دکن کے لاتے تھے اور دکن کے شعرا یہ ہین۔ احسن۔ اشرف۔ جعفر۔ خوشنودی۔ عزیز اللہ۔ احمد۔ فضلی۔ لطفی۔ ہاتفی۔ ہاشم۔ سعدی وغیرہ یہان پر تھوڑا سا کلام بھی بعض شعرائے دکن کا درج کیا جاتا ہے۔

سعدی

تشنہ چو دیدم برخت گفتم کہ یہ کیا دید بیت ہے
گفتا کہ در ہو باورے اس شہر کی یہ ریت ہے

ہمنا تمن کو دل دیا تم دل لیا اور دُکھ دیا
تم یہ کیا ہم وہ کیا یہ بھی جگت کی ریت ہے

سعدی غزل انگیختہ شیر و شکر آمیختہ
در ریختہ دُر ریختہ ہم شعر ہے ہم گیت ہے

احمد

گر بچۂ زاغ کسے در زیر سیمرغ نہد
از اصل خود نباید بیرون آخر گلیلا ہوے پر

گر طفلکے بازی گرے خوانندہ و عالم شود
اصلیکہ وار دسے رود آخر زنبورا ہوے پر

گر بچۂ شیرے کسے با شیر رو بہ پرورد
مردی کہ وار دسے رود آخر گلیلا ہوے پر

ولہ

بھرین دو نین کی چھگلان صبوری ساتھ لے توشہ
کمر ہمت کی باندھی اور بیت کی باٹ پر نکلے

خوشنودی

سب رین جلگے سیج پر تو بھی سجن آیا نہین
چپ چپ کے دیکھی باٹ مین درشن کو دکھلایا نہین

فضلی

رکھون ہون نیم جان جانان تصدق تجھ پہ کرنے کو
کیا سب تن کو مین رین اجھون درشن نپائے ہون

ہاشم

دکھن اور ہند کے دلبر ہمن سے بے حجاب اچھے
اگرہ ٹکڑے چاند سے پر جن کے خط کے پیچ تاب اچھے

احسن

جب تے سفر پی نے کیا تب تے غریب آوارہ ہون
یا بیگ پی آیا کرین یا مجھکو لے بلوا کر

جعفر

غمزان سے دیکھو شوخ سب مجھے مار کر چلے
مجروح تیرے راہ منی ٹھار کر چلے

اشرف

پیا بن میرے تئین بیراگ بھایا ہی جو ہونی ہو سو ہو جائے
بھبوت اب جوگیون کا انگ لایا ہو جو ہونی ہو سو ہو جائے

عزیز اللہ

مجھ نیم جان مین کیا سکت بولون جو ولیان کی صفت
عاجز عزیز اللہ اپر دکھن کے سب پیران مدد

لطفی

مین عشق کی گلی مین گھائل پڑا اٹھا تسیر		جوبن کا ماتا آکر مجکو کھندل گیا ہے
	ہاتفی	
تیری انکھان و زلف سے کافر ہوا سارا جہان		اسلام اور تقوے کہان نہ ہدا ور مسلمانی کدھر

اُس عہد کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص مصری کو دودھ مین گھولے تو اول اُسکی موٹی موٹی ڈالیان رہتی ہین اور پینے والے کو کبھی پھیکے دودھ کا گھونٹ اور کبھی کچھ میٹھا اور کبھی ساری مصری منھ مین آجاتی ہے مگر آخر کو گھل کر دونون ایک ہوجاتے ہین۔ جب ۱۰۵۸ھ سنہ ہجری مین نسل تیموریہ کے پانچوین تاجدار ہند شاہجہان نے نیا شہر شاہجہان آباد آباد کیا اور قلعہ معلے اور جامع مسجد اور شہر پناہ کو تعمیر کرایا اور نواب علی مردان خان نہر لایا اور بادشاہ نے جشن فرمایا اور شہر کو دار الخلافت قرار دیا تب اطراف و جوانب سے اہل کمال اور صاحب ہنر قدردانی و فیض رسانی اُس صاحب قران ثانی کی سُنکر حضور مین جمع ہوے اور ہر ملک کے لوگونکا مجمع ہوا رفتہ رفتہ پرانی بولی متروک ہونے لگی اور محاورہ صاف ہوتا چلا مختلف ملکون کے آدمی باہم جمع ہوے سوداسلف لین دین نشست برخاست سوال و جواب مین ایک دوسرے سے گفتگو ضرور پڑی چونکہ اصلی زبان ہر ایک کی جدا تھی اسلیے ضرورت ہوئی کہ کچھ الفاظ دوسری زبان کے ملا کر مخاطب کو سمجھائین اسی طرح یہان کے اصلی باشندونکو بھی واجب ہوا کہ اپنے کلام مین کچھ الفاظ و محاورات اہل فارس کے ملا کر مطلب کو اُنکے ذہن نشین کرین چند روز کے بعد ایک نئی زبان جسکو اب اُردو کہتے ہین ہوگئی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ترکی مین اُردو بازار لشکر کو کہتے ہین اور یہ زبان اُردوے شاہی سے نکلی ہے پس کثرت استعمال سے خود زبانکو بھی اُردو کہنے لگے اور اُردو و روزمرہ شہر دہلی کا نام ہوگیا۔ یہ صرف شاہجہان کا اقبال ہے کہ یہ زبان اُسکے اُردو کی طرف منسوب ہوگئی ورنہ اوپر کے بیان سے معلوم ہوا ہوگا کہ بنا اُسکی اُسی زمانے مین پڑگئی تھی جبکہ مسلمانون کا قدم پہلے پہل ہندوستان مین آیا شاہجہان کے عہد سے تو صرف زبان اُردو کے ایک ممتاز صورت اختیار کرنیکی بنیاد قائم ہوئی تھی اُس عہد سے ابتک اس زبان مین تبدیلی جاری ہے بیشتر جو لوگ اردو دان ہوتے تھے نہ تو وہ شاعر ہوتے تھے نہ بسبب عدم رواج کے اُردو مین شعر کہتے تھے اور نہ کسی دوسری علمی اہم ضرورتون مین اس گھریلو زبان سے کچھ کام لیتے تھے کیونکہ اسکی انشاپردازی فخر نہ سمجھتے تھے بس علمی کتابی اور درباری زبان تو فارسی تھی اور معاملات مین عوام کے ساتھ اُردو بولنی پڑتی تھی اور جو لوگ شاعر تھے وہ بسبب اہل فارس ہونیکے اُردو سے ناواقف ہوتے تھے اس سبب سے شعر فارسی کہتے رہے اور اگر فکر بھی کی تو اُسوقت کی ٹوٹی پھوٹی بولی اُنسے پوری پوری خوبی کے ساتھ ادا ہوسکی چنانچہ میرزا معز فطرت کہ بڑا عالم ایران کا تھا اور شاعر کامل عہد عالمگیر مین ہوا ہے اور مدت تک ہندوستان مین رہا ہے اُس نے زبان اُردو مین یہ شعر کہا۔ ؎

از زلف سیاہ تو بدل دوم پڑی ہے | در گلشن آئینہ گتا جوم پڑی ہے

ایسے ہی قزلباش خان اُمید نے کہ بڑے صاحب کمالات تھا اور اہل ہند سے اُسکی خوب صحبت رہی ہے اور علم موسیقی میں بھی مہارت تھی اُردو میں یہ مطلع لکھا ہے۔ ؎

بامن کی بیتی ایک مری آنک موئی پی | گالی دیا و غصہ کیا اور دگر لری

آخر عہد عالمگیر سے شعرا اس زبان میں شعر کہنے لگے چنانچہ مرزا عبدالقادر بیدل جو شاعر کامل اور فقر و تصوف میں بے مثال تھے اور سنہ گیارہ سو تیتیس ہجری میں انتقال کیا کہتے ہیں۔ ؎

مت پوچھ دل کی باتیں وہ دل کہاں ہی ہم میں | اس تخم بے نشان کا حاصل کہاں ہے ہم میں
جب دل کے آستان پر عشق آنکر پکارا | پردے سے یار بولا بیدل کہاں ہے ہم میں

مرزا عبدالغنی بیگ قبول کہتے ہیں۔

دل یون خیال زلف میں پھرتا ہے نعرہ زن | تاریک شب میں جیسے کوئی پاسبان پھرے

مگر ایک عرصے تک شاعری اُردو نے بہت سا رواج نپایا اور نہ کوئی نثر زبان اُردو میں تصنیف ہوئی محمد شاہ کے عہد سے پہلی کوئی تصنیف نثر اُردو کی دیکھنے میں نہین آئی محمد شاہ کے عہد میں ۱۱۴۵ھ ہجری میں ایک شخص نے کتاب وہ مجلس اُردو میں لکھی ہے جسمین وہ خود کہتا ہے ہمذا کوئی اس صنعت کا نہین ہوا مخترع اور اب تک ترجمہ فارسی بعبارت ہندی نثر نہین ہوا مستمع پس بس اندیشہ عمیق مین غوطہ کھایا اور بیابان تامل و تدبر مین سرگشتہ ہوا" یہ عبارت اوپر کے بیان کی تصدیق کرتی ہے اور اس سے اُسوقت کی زبان کتابی بھی معلوم ہوتی ہے۔ پھر بعض بعض تصانیف اُردو مین ہونے لگین اور شاعری کا چرچا بھی زیادہ ہوگیا یہانتک کہ سرحلقہ شعرائے ریختہ بسم اللہ دیوان شاعری عنوان رسالۂ سخنوری حاجی ولیؒ متخلص بہ ولی نے دہلی مین آکر اس فن کو رونق بخشی اور ہندوستان مین تخم شاعری کا بویا اسے نظم اُردو مین وہی رتبہ حاصل ہے جو انگریزی نظم مین چاسر کو اور فارسی مین رودکی کو اور عربی مین مہلہل کو یہ شخص احمد آباد گجرات کا رہنے والا عالمگیر کے عہد مین پیدا ہوا محمد شاہ بادشاہ ہندوستان کے وقت مین دہلی مین آیا اور آخر عمر اپنی یہین گذاری اور اُردو شاعری کو پھیلایا اور فارسی کے طور پر دیوان کو مرتب کیا اگرچہ اس سے پہلے اور اُسکے عہد مین اس زبان مین حکیم یار علی شفا اور غازی اور غواص اور شاہ تجلی اور سراج اور جولان اور طالب وغیرہ اکثر شعرا نے فارسی بحر و زمین اُردو کے اشعار کہے ہین لیکن کوئی شاعر اُس وقت تک زبان ریختہ مین اُسکے رتبے کو نہین پہونچا ہرچند کلام اُس کا بہ نسبت کلام زمانۂ حال کے ایسا ہے جیسے ہندوستانی گزری بمقابلے انگریزی ململ کے لیکن وہ اپنی طبع خداداد کی مدد سے نظم اُردو کا دیوان جمع کرکے پچھلونکو اس امر کا شوق دلا گیا اور اُردو شاعری کو فارسی شاعری کے ڈھنگ پر لانے کے لیے رہنما ہوگیا گو اُسکے نقش قدم آنے والے ہجوم خلائق کے پیرون سے

مٹا کر رکھدیے مگر نہین اُسنے اپنا نقش قدم نظم اُردو کی تواریخ کے صفحہ پر ایسا جما دیا ہے کہ قیامت تک حق اُستادی اُسکا کسی طرح باطل نہین ہوسکتا اُسکے کلام مین اکثر مضمون مناسب بھی ہین اور فصاحت بھی بہ نسبت دوسرے شعرائے معاصر کے زیادہ ہے اور مذاق بھی اچھا ہے یہان پر بطور نمونہ کچھ اُسکے اشعار لکھے جاتے ہین - ۵

طاقت نہین کسی کو کہ اک حرف سُن سکے
احوال گر کہون مین دل بے قرار کا

آئے وَلی ہماری طرف تیغ ناز لے
اُس شوخ کو خیال اگر ہے شکار کا

خط کے آنے نے خبردار کیا گلرو کو
نشۂ ہوش ہے اس بادۂ ریحانی مین

سُن وَلی رہنے کو دُنیا مین مقام عاشق
کوچۂ زلف ہے یا گوشۂ تنہائی ہے

تجھ لب کی صفت لعل بدخشان سے کہونگا
جادو ہین تری نین غزالان سے کہونگا

مین جب سے دکھا خواب ہوا ای مایۂ خوبی
اس خواب کو مین یوسف کنعان سے کہونگا

تعریف ترے قد کی الف دار اے ساجن
جا سرو گلستان کو خوش الحان سے کہونگا

بے وفائی نکر خدا سون ڈر
جگ ہنسائی نکر خدا سون ڈر

آرسی دیکھ کر نہ ہو مغرور
خود نمائی نکر خدا سون ڈر

یہ تل تجھ مکھ کے کعبے مین مجھے اسود حجر دستا
زنخدان مین ترے مجھ چاہ زمزم کا اثر دستا

چونکہ اسوقت تک زبان ریختہ شستہ اور صاف نہین ہونے پائی تھی بندش کی چستی ترکیب کی درستی لفظونکا در و بست کم تھا اور نہ خیالات مین آج کل کی سی نزاکت تھی اور نہ تشبیہ و استعارہ تھا اور نہ فارسی محاورون کا زور حاصل تھا اسلیے بہت سے الفاظ بھاشا اور گجراتی وغیرہ کے ایسے تھے کہ اب سُننے مین بھی نہین آتے اور محاورات مین بھی فرق تھا مثلاً سون اور سین اور ستی بجاے سے اور کون بجاے کو اور ہمن کو بجاے ہم کو اور جگ منے بجاے دُنیا مین اور بر منے بجاے برمین میان آبرو کا قول ہے مصرع بر منے جامہ نہ تھا اک جھول تھی + اور تجھ لب کی صفت بجاے تیرے لب کی صفت اور نمن بجاے طرح یا صفت اور بچن بجاے کلام اور نت بجاے ہمیشہ او مکھ بجاے مُنھ اور بھیتر بجاے اندر اور مجھ دل بجاے میرے دل اور موہن - سرجن - پی - پیتم بجاے معشوق اور انجھوان آنسوونکی جمع کے لیے اور بھوان پلکان بھوون پلکونکی جگہ اور نین آنکھونکی جگہ اور مرا بجاے میرا اور یوہ بجاے یہ اسی طرح درا اور برا اور رازہ وغیرہ اکثر بلکہ بالکل حروف روابط موجود تھے جسطرح مردونمین وَلی دکنی اُردو زبان مین سب سے پہلے صاحب دیوان ہوا ہی اسی طرح تذکرہ حکیم قاسم سے ثابت ہوا کہ عورتونمین سب سے پہلے مہ لقا نام چندا تخلص ایک حیدرآبادی عورت بازاری شاگرد شیر محمد خان متخلص بہ ایمان نے اُردو زبان کا دیوان فراہم کیا مزید بران یہ کہ وَلی دکنی عالمگیر اول کے وقت مین موجود تھا تو چندا رنڈی دکنی نے عالمگیر ثانی کے عہد مین یہ فخر پایا کہ عورات مین سب سے پہلے صاحب دیوان کہلائی یعنی سن [illegible] مین

جسکا چرچا عالمگیر ہوا وہ عالمگیر ہی کے زمانے مین دکن مین پیدا ہوا۔ اختر تابان سے ظاہر ہوا کہ چندا اسکا نام اور مہ لقا تخلص تھا اور طبقات الشعرا سے دریافت ہوا کہ ۱۷۹۹ء مین اس شاعرہ نے اپنا دیوان کسی مجرا گاہ مین ایک ذیشان انگریز کو نذر دیا تھا جو سرکار کمپنی کے کتب خانہ موجودہ شہر لندن مین رکھا گیا اسکے کلام سے صرف یہی ایک شعر اکثر تذکرون مین دیکھا گیا ۔ ؎

اخلاق سے تو اپنے واقف جہان ہے گا
پر آپ کو غلط کچھ ابتک گمان ہے گا

مگر یہ ثابت نہین کہ زبان اُردو مین پہلے پہل کس عورت نے شعر کہا کیونکہ بعض لوگون نے لکھا ہے کہ نورجہان زوجۂ جہانگیر شہنشاہ ہندوستان نے اُردو شعر کہا بلکہ یہ شعر اُسکی طرف منسوب کرتے ہین ۔ ؎

کل تم جو یہ کہتے تھے شمشیر ہو اور مین ہون
یہ طشت ہے یہ سر ہے تقصیر ہے اور مین ہون

چمن مین ہے جو یہ ننھی سی بوٹی
ثمر کے بوجھ سے جاتی ہے ٹوٹی

ظاہر مین مرے حال کو سر سبز نہ جانو
پوشیدہ جگر رکھتی ہون مانند حنا کے

مگر یہ قول پایۂ اعتبار سے ساقط ہے کیونکہ نورجہان ایاز تاتاری کی بیٹی قندھار کے جنگل مین پیدا ہوئی اپنے والدین کے ہمراہ اکبر اعظم کے زمانے مین وارد ہند ہوکر شیر افگن خان ترکمان سے بیاہی گئی جو اسکو اپنی جاگیر اضلاع پورب مین لیگیا اور جہانگیر نے تخت نشین ہوکر سنہ جلوسی چھ یا سات مین شیر افگن کو روباہ گری سے مروا کر اُسے اپنے محل مین داخل کیا پس اُسکی زبان کس طرح اُردو ہو سکتی ہے کیونکہ گو خلجیون کے زمانے مین حضرت امیر خسرو دہلوی نے کچھ کچھ چھیڑ چھاڑ ہندی بولی مین شروع کی تھی اور اشعار اُردو کی اکثر صنف کے موجد ہوئے تھے اور اس کے بعد بھی بعض بعض نے اُردو کی شعر گوئی پر مبادرت کی مگر اسکو اکثر نے تسلیم کیا ہے کہ زبان اُردو نے ایک متمائز صورت شاہجہان کے وقت سے اختیار کی ہے بلکہ شعر گوئی تو اُسکے زمانے مین بخوبی ہوئی تھی پھر نورجہان کیونکر اُردو کے شعر کہتی شاید ایسا ہو کہ اُس شاعرہ فاضلہ نے وہ مضامین فارسی مین ادا کیے ہون اور متاخرین نے اپنی زبان مین ترجمہ کر لیے ہون البتہ اس قدر ثابت ہے کہ مردون کے ساتھ ہی ساتھ عورتون کی شعر گوئی بھی شروع ہوئی ہے ۔

پھر روز بروز اُردو کی شاعری ترقی پاتی گئی اور بہت سے اساتذہ فارسی گو نے بھی اسمین طبع آزمائی کی اور باعث فصاحت و بلاغت و موجب شستگی الفاظ و درستی زبان ہوے چنانچہ حشمت تخلص میر محتشم علی خان کہ اُستاد فارسی گو ہین اور میر افضل ثابت اور شیخ عبدالرضا متین سے انکی صحبت اور مطارحات رہے ہین اور شاعر بامذاق ہین سخن ور خوش بیان مضامین عاشقانہ باندھنے مین طاق ہین اور سنہ ۱۱۶۱ ہجری مین حیات ابدی کا شربت نوش کر کے زندگی جاوید پائی ہے کہتے ہین ۔ ؎

گو رکے سوتے دوا تو انکو جگاتی ہے بہار
شور ہے غل ہے قیامت مست آئی ہے بہار

میر شمس الدین فقیر دہلوی کہ علم عروض و قافیہ و معانی و بیان و بدیع مین ید طولے رکھتے تھے اور سنہ [illegible] ہجری مین دارفانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرمائی ہے کہتے ہین ؎

خال اُسکی بیاض گردن کا — نقطۂ انتخاب ہے گویا

ہے غرض یہ سے یان کام تکلف سے نہین — خواہ اِدھر بیٹھ گئے خواہ اُدھر بیٹھ گئے

کم ہے آواز ترے کوچے کے باشندونکی — نالہ کرنے سے مگر اُنکے گلے بیٹھ گئے

سراج الدین علی خان آرزو جو زبان فارسی کے اُستاد تھے بڑے ذی استعداد تھے اور جنکے دامن تربیت سے ایسے ایسے باکمال شعراے ریختہ پرورش پاکر اُٹھے جو زبان اُردو کی اصلاح دینے والے کہلائے اور جس شاعری کی بنیاد جگت اور ذومعنی لفظوںپر تھی اُسے کھینچکر فارسی کی طرز اور ادائے مطالب پر لے آئے یعنی مرزا جان جانان مظہر مرزا رفیع سودا میر تقی میر خواجہ میر درد وغیرہ اور ۱۱۶۹ ہجری مین رحلت کی ہے کہتے ہین ـ

اُس تند خو صنم سے ملنے لگا ہون جب سے — ہر کوئی مانتا ہے میری دلاوری کو

جان تجھ پر کچھ اعتماد نہین — زندگانی کا کیا بھروسا ہے

بدھ سنگھ نام قلندر تخلص انہی کا ہم عصر یون نغمہ سرائی کرتا ہے ـ

جی کو سر زندگی نہین ہے — کیا جی کے کرین کہ جی نہین ہے

تھمتے ہی تھمے گا اشک ناصح — رونا ہے یہ کچھ ہنسی نہین ہے

نظام الدین احمد بلگرامی صانع تخلص جنھون نے شیخ علی حزین اور والہ داغستانی کی صحبت سے لطف اُٹھایا ہے اقسام شعر کی ہر زمین مین رنگ طبیعت دکھایا ہے کہتے ہین ـ

صنم کی اُس محبت پر دیا تھا جان و دل صانع — نہ تھا معلوم ہو جائے گا یون نامہربان اپنا

حسان الہند مولانا سید غلام علی آزاد بلگرامی نے بھی زبان اُردو مین طبع آزمائی کی ہے یہ شخص وہ ہین جسنے علماے ہندوستان مین سب سے پہلے دیوان عربی اشعار کا مرتب کیا ہے اور سنہ [illegible] ہجری مین سب سے پہلے اول ہندوستانی عالمون اور ادیبونکا تذکرہ جو تصانیف سے باقیات صالحات رکھتے ہین کتاب سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان کی دوسری فصل مین لکھا ہے ـ

کیا دھوان دھار اس مسی سے اُسکی ہے تحریر لب — دل جلون کا ہے یہ دود آہ دامن گیر لب

جسکی ٹھوکر سے مسیحائی ہو اُسکے لب کو مین — گر لب عیسےٰ سے دون تشبیہ تو ہے تحقیر لب

دانہ خال لب سے اُسنے دام مین باتون کے آہ — کل دکھاکر مرغ دل میرا کیا تسخیر لب

تیری تحریر مسی نے قتل اک عالم کیا — ہے بجا اُس کو میان کہیے اگر شمشیر لب

اُنھون نے ایک قصہ دلچسپ نثر اُردو مین بھی لکھا ہے جو بُلّی نامے کے نام سے مشہور ہے۔ اُنکے سوا دوسرے شعرائے ریختہ گو مثل نجم الدین آبرو معروف بہ شاہ مبارک اور حسن خان شوق اور شیخ شرف الدین مضمون اور مصطفےٰ خان یکرنگ اور شرف الدین علیخان پیام اور شیخ ظہور الدین شاہ حاتم اور شاہ غلام محمد خان غلامی اور میر سجاد اور میر محمد شاکر ناجی اور شیخ احسن اللہ احسن وغیرہ نے اس زبان کو تھوڑا سا صاف کیا ان سب مین فصیح تر ظہور الدین شاہ حاتم تھا اُسنے اوائل مین جو غزلین اور قصائد اور رباعیات و مثنوی وغیرہ لکھین وہ شاہ مبارک آبرو اور ناجی کی طرز مین ہین اور اکثر زبان قدیم کا استعمال ہے لیکن آخر عمر مین بہت سی باتین غیر مانوس چھوڑ دین چنانچہ اپنے کلیات سے ایک چھوٹا سا دیوان خود انتخاب کر کے اُسکا نام دیوان زادہ رکھا جسمین پانچہزار سے زیادہ ابیات ہین دیوان زادہ کے دیباچے مین لکھتا ہے کہ مین نے بہت سے محاورات و الفاظ قدیم جیسے ڈرو بروآز و تسبی بجاے تسبیح و صحی بجاے صحیح و یگانہ بجاے بیگانہ و دوانہ بجاے دیوانہ و نین و جگ و نت و مر بجاے میر اور ستی بجاے سے ور او دھر بجاے اُدھر اور کیدھر بجاے کدھر اور پہ بجاے پر آوریان اور وان بجاے یہان اور وہان کو ترک کر دیا اور رائے مہملہ کا قافیہ رائے ہندی کے ساتھ مثل گھورا و بورا و ہٹ و سر بھی موقوف کر دیا اسلیے شاہ حاتم کا کلام بنسبت دیگر شعرائے سابق کے صاف ہے اور اسنے صنعت ایہام وغیرہ کا بھی بہت کم استعمال کیا ہے مگر پھر بھی ایہام کا طریقہ بہت جاری رہا بلکہ اسکے بعض ہمعصرون نے اس صنعت کو اپنا شیوہ اختیار کر لیا تھا چنانچہ ناجی دہلوی بھی اُنھی مین سے ہے اور یہ طوفان قباحت زدہ تر اکبر آبادی شاعرون کا حصہ ہے چنانچہ شاہ مبارک آبرو اور اُنکے ہمعصر شرف الدین مضمون کو اسکا بہت خیال تھا اور میر سجاد ایہام گو اکبر آبادی بھی اپنے اُستاد آبرو کے شیوے کا متبع ہے چنانچہ سید انشا کہتے ہین ۔ ؎

جھمکا چمکا ترے اس نمک کا	نہ لیا جو مزا تو تھا بن نمک کا
یہ ہے میر سجاد کا طور انشا	دوا نہ ہون مین تو غرض اس چمک کا

ایک بڑا نامی شاعر اُس عہد کا کہتا ہے ۔ ؎

پوست کھینچے اُن رقیبون کا خدا	جن مرے لالے کو نا فرمان کیا
کافر بچہ لب شکری دودھ ملائی	ٹک آن گلے لاگ تجھے رام دہائی
سوتا پڑا تھا کیاری نازک بدن اکیلا	دل آم ہو کے ٹپکا جامن اُسے اُٹھا لا
کیون نہ ہم سے ہو وہ سجن باغی	قد ہو جس کا نہال کی مانند

غور کیا گیا تو اُسکی وجہ یہ دریافت ہوئی کہ زبان اُردو کا ماخذ زبان عربی و فارسی و ہندی ہے اور ان تینون زبانون مین اس قسم کی صنعتون کو نہایت حسن و خوبی سمجھتے ہین۔ شعر عربی کی مثال

اضحٰی واقوی ماسمعنا ھنا فی الندے	من الخبر الماثور منذ قدیم

احادیثُ یُرْوِیہا السُّیُولُ عن الحیا	عن البحرِ عن کفِّ الامیرِ تمیم

ان اشعار مین شاعر ممدوح کے جود و سخا کی تعریف بیان کرتا ہے اور صنعت مراعات النظیر مین کہتا ہے کہ صحیح ترین اور قوی ترین اخبار ماثورہ سے جو ہمنے جود و بخشش کے بارے مین سُنتے ہین وہ خبرین ہین کہ سیل نے زبان باران سے اور باران نے دریا سے اور دریا نے ممدوح کے ہاتھ سے سنی ہین اور معنعن چلی آتی ہین پس یہ بات ثابت ہوئی کہ ماخذ اخبار صحیحہ جود و سخا کا ممدوح ہے اور رتبے مین بحر و سیل و ابر سے بڑھ گیا ہے۔ فارسی کی مثال۔

مولوی جامی

مرا فراق تو روزے ہزار بار کشد	فراق چون تو گلے این چنین ہزار کشد
ضجر عشق خون من ریخت بخاک پائے تو	رائے تو بود کشتنم کشتہ شدم برائے تو

انوری

ساقیا خیز کہ گل رشک رخ حورا شد	بوستان جنت دمے کوثر طوبیٰ است چنار

سلمان ساوجی

چوازِ زاغ کمان گرد عقاب تیر او پران	شود بوم وجود شوم دشمن جفت با عنقا

علی ہذا القیاس ہندی و سنسکرت کی کتابین استعارات و کنایات سے بھری ہوئی ہین۔ ہماری شاعری مین چونکہ فقط احتمالی اور وہمی مضامین ہوتے ہین اس باعث سے جو تاریخ کی کتابین نظم مین ہین وہ پایۂ اعتبار سے ساقط ہین اور ایک راست مطلب کو صاف صاف ادا کرنا ہمارے شاعرونکو نہایت مشکل ہو جاتا ہے اور عبارت سے مطلب اصلی مفہوم نہین ہوتا اس امر کی شکایت مین مرزا رفیع السودا نے کیا مزے کا ایک مخمس لکھا ہے۔

کامل فن سخن کہتے ہین اُس کو اکمل	پرورش لفظ کی منظور ہو جس کو اول
پر نہ یان تک کہ عبارت ہی کو کر دین مہمل	اعتقاد اُن کا ہے یون وہ جو کوئی ہین جہل
	مو نہ ہو پرورش شانہ مین تو ہو مو سل
شعر مربوط پراپراد یہ کرتے نہ ڈرین	اپنے دیوان مین اُس شعر کو پڑھ پڑھکے مرین
لفظ بے ربط تلازم کے لیے جس مین بھرین	چشم کو آہو سے بن شاخ یہ نسبت نکرین
	ابرو کو تیغ سے تشبیہ ندین بے صیقل
ریش بابا جو سنی ہے کوئی قسم انگور	شائد و وسمہ بن اُس کا وہ نہ لا وین مذکور
ربط الفاظ کو معنی سے ندین تا مقدور	لف و نشر اُن کو مرتب جو ہو کرنا منظور
	رام پور کی یہ کٹاری لکھین اور سیتا پھل

بان تلک باک نہین ماہ کے گر ساتھ ہو شہر
زلف کے واسطے بندھ جائے کہین سانپ کی لہر

چشم کے وصف مین گو ہووے تو ہو گردش دہر
نہ تلاش انکے سخن کا ساکہ جس مین یہ قہر

باندھین لب کو جو یہ اخگر تو دہن کو منقل

ایک قصیدے مین بھی اسی بات کی شکایت کی ہے۔

استاد کی آن کے ہے انھون کو یہ نصیحت
لفظی نہ تناسب ہو تو کچھ مت کرو تحریر

اتنا تو تلازم رکھو الفاظ کا ملحوظ
بے نیچہ و ناخن نہ لکھو دودھ کو تم شیر

جب تک کہ نہ منظوم ہو پا سنگ ترازو
باندھو نہ کبھو شعر مین تم لفظ شکم سیر

تم شعر و سخن اپنے کی بندش مین کمان بن
بولوگے یا رکو یارو نہ کبھو تیر

چہرے کو نہ معشوق کے دو شمع سے تشبیہ
تا زلفون کو باندھو نہ کسو شکل سے گلگیر

مضمون جو قد و زلف کا معشوق کے باندھو
لکھو الف و لام کے سیپارے کی تفسیر

ملحوظ قراین رکھو ہر آن نظر مین
مرجع ہو مؤنث تو ضمیر اسکی ہو تذکیر

آغا حسن امانت اور منشی اسماعیل حسین منیر کہ بڑے ذی استعداد تھے وہ بھی رعایت لفظی مین صاحب ایجاد تھے غرض یہ قباحت اسقدر شائع ہوئی کہ آج اگر کوئی چاہے تو صلاح اسکی ممکن نہین بہرحال الفاظ مصنوعی خلاف محاورہ نہ لانا چاہیے کیونکہ جب تصنع اور بطلان اصل مطلب کا سامع کے دل پر ثابت ہوگا تو اسکی طبع پر ایسے جھوٹ اور خیالی باتونکا کچھ اثر نہوگا اور اسکے دلچسپ ہونیکا تو کیا ذکر زیادہ تر مایۂ رنجیدگی اور باعث استہزا ہوگا اور جو معاملہ بندی و بیان واقعی اور راست مقالی ہو تو اس صورت مین اس کا فائدہ نکلے گا اور تاثیر و توجہ اور شگفت خاطر سامع ضرور ظاہر ہوگا ایسے ہی نثر کی جو کتابین مشتمل قصص عجیبہ و حکایات غریبہ دروغ سے خالی و صحت سے مملو ہین بہت مفید ہین لیکن اس تقریر سے یہ غرض نہین کہ زبان کے کپڑے اتار کر ننگا کر دین استعارہ و تشبیہ کا نام نہ لین نہین بلکہ ایسے کپڑے پہنانا چاہیے جو لطافت و نازک خیالی کے رنگ مین رنگے ہوے ہون اور اسکے اصلی حسن کو روشن کرین اور خوبی تشبیہ و رعایت مناسبت الفاظ و معانی پیدا ہو اور کوئی بات نکلتی ہو۔

ولی کے بعد اکثر محاورات اور الفاظ جو منہ مین کھٹکتے تھے ترک ہو گئے اور سجن اور میان اور نور نخان اور لالہ بمعنی معشوق قائم ہے اور تنک بمعنی تھوڑا اور نپٹ بمعنی بہت اور ٹک بمعنی ذرا اور آپڑ بروزن زحل اور تس اپر بمعنی اسپر اور دس بجائے اس اور ایدھر اور کیدھر اور جیدھر اور سون اور سین اور ستی بجائے سے وغیرہ الفاظ بھی مستعمل رہے۔ اسی زبان مین انتظار اور داؤد اور اشرف علی خان فغان اور میر محمد علی حشمت اور میر فقیر اللہ آزاد اور عبد السبحان اور خلیفہ محمد علی مرثیہ گو شاگرد ناجی اور نجم الدین علی خان سلام بن شرف الدین علیخان پیام

اور محمد شفیع شفیع اور شیفتہ اور مزمل اور جلال الدین عاشق اور عشّاق اور محمد حسن لاہوری فدوی تخلص شاگرد شاہ مبارک آبرو اور میر نجف علی نجف اور مرزا مغل ندرت اور بیتاب اور شاہ شمس الدین ثاقب شاگرد آبرو اور آفتاب رائے رسوا اور میر محمد ناصر سامان اور حزین ریختہ گو اور سعادت علی سعادت شعر کہتے رہے

جب خواجہ میر درد اور میر تقی میر اور مرزا رفیع سودا شاگرد شاہ حاتم اور میر سوز اور مرزا جان جانان مظہر کا دور آیا تو اُنھون نے زبان اُردو کو بہت درست کیا اور اکثر الفاظ غیر مانوس و قبیح مثل پی و پیتم (بمعنے معشوق) و درشن (بمعنی دیدار) و پاتی (خط) اور رین (رات) اور سانجھ (شام) اور برہ (فراق) اور اگن (آگ) اور مئنے بفتح میم و نون مکسور و یاے مجہول (بمعنی مین) وغیرہ الفاظ ترک کر دیے تاہم لفظ ریت بمعنی رسم اور سجن بمعنی معشوق اور نت بمعنی ہمیشہ اور ٹک اور تسپر اور جیدھر اور کیدھر اور اودھر اور تلک اور اَور بروزن کور بمعنی طرف اور دیکھو بغیر یاے تحتانی بجاے دیکھیو اور لگ بمعنی تک اور ستی اور سیتی بجاے سے اور باتان اور راتان اور بلبلان وغیرہ علامت جمع بالف و نون اور جیو (بمعنی جی) اور مجھ دل کی بجاے میرے دل کی اور تجھ رخ کی صفت بجاے تیرے رخ کی صفت اور مجھ ساتھ بجاے میرے ساتھ اور بچن بمعنی کلام یا باتین اور جون اور جیون بمعنی مثل اور نکسے بمعنی نکلے اور سون بمعنی قسم اور دوانہ بجاے دیوانہ اور لوہو بجاے لہو و بیچ بمعنی درمیان اور الفاظ جمع بے اضافت اور اکثر جگہ علامت فاعل کا نہ ظاہر کرنا جیسے مین دیکھا بجاے مین نے دیکھا وغیرہ استعمال مین رہے۔ سودا کہتے ہین ۔ ؎

گرہ لاکھون ہی غنچون کی صبا اک دم مین کھولے ہے — نہ سلجھین تجھ سے اے آہ سحر مجھ دل کی گتھڑیان

ولہ

یا الٰہی مین کہون کس ستی اپنا احوال — دلفین خوبان کی مرے دل کی ہوئی ہین جنجال

اسی واسوخت مین ایک جگہ سیتی بزیادتی یاے تحتانی آیا ہے اور لفظ سیر جو اب مونث بولا جاتا ہے سودا نے اُسکو مذکر باندھا ہے ۔ ؎

ہر سنگ مین شرار ہے تیرے ظہور کا — موسیٰ نہین جو سیر کرون کوہ طور کا

قلندر

ہمنے عالم کا سیر کر دیکھا — اُس پری رو سا کم بشر دیکھا

سوز

قضا را وہ قاتل ادھر آن نکلا — کہ لینے کو جس کے مرا جان نکلا

میر

اگرچہ جہان مین نے سب چھان مارا — ولے اُس کی نایابی نے جان مارا

ولہ

نہین نکسے ہے مرے دل کی آبلے گا ہے	اے فلک بہر خدا رخصت آ ہے گا ہے

اور بھیچک بزیادتی یاے تحتانی بجاے بھچک میر کے کلام مین آیا ہے اور انھون نے برخلاف جمہور حشر کو مونث موزون کیا ہے میر سوز کو (علامت مفعول) واو معروف سے استعمال کرتے تھے اور بعض شعرا کون باضافہ کون غنہ لکھتے تھے اور مرزا جان جانان مظہر بجاے کو تکون بولتے تھے چنانچہ جب میر انشا اللہ خان انکی ملاقات کو گئے اور وقت ملاقات کے کہا بدو حیات سے تا عنفوان اور عنفوان سے الی الآن اشتیاق مالایطاق تقبیل عتبہ عالیہ نہ بجاے تھا کہ سلک تحریر و تقریر مین منتظم ہو سکے الحمد للہ کہ اب باحسن وجوہ شاہد مراد جلوہ گر ہوا" تو مرزا صاحب نے اسکے جواب مین فرمایا "اپنے تکون بھی بدو طفلی سے کھین ایسے اشخاص کے ساتھ موانست و مجالست رہا کی ہے" اور لفظ ہما بمعنی دیکھا گیا خواجہ محمد میر اثر تخلص چھوٹے بھائی اور سجادہ نشین خواجہ میر درد کی مثنوی مین آیا یہ مثنوی نسی محاورات مین تصنیف فرمائی ہے کوئی مثنوی ایس تعریف کے ساتھ زبان اردو عام فہم مین کم نظر آئی ہے۔

انشاءاللہ خان نے دریاے لطافت مین لکھا ہے کہ خواجہ میر درد تلوار کی جگہ تروار بولتے تھے تکلفات صنائع اور فضول استعارات اور ایہام کا ترک اور صفائی کلام کی خواجہ میر درد کی ذات سے ہوئی ہے۔

اسی زمانے کی آخری سرحد مین میر حیدر علی حیران اور مرزا جعفر علی حسرت شاگرد رلے سرپ سنگھ دیوانہ اور انشاءاللہ خان انشا ابن میر ماشاءاللہ خان مصدر تخلص اور غلام حسین شکیبا دہلوی اور غلام ہمدانی مصحفی شاگرد امانی اور میر حسن دہلوی ابن میر غلام حسین ضاحک اور قلندر بخش جرأت شاگرد حسرت وغیرہ شعراے دہلی و لکھنؤ شعر کہتے رہے اور زبان اردو مین بہت سے تصرفات کیے اور الفاظ ایدھر او جیدھر اور کیدھر اور بھیر بمعنی ترسے حرف یا اور او دھر اور آونا اور جیونا وغیرہ سے حرف واو اور بتی سے حرف تا کو نکالڈالا اور باتان وراتان وغیرہ الفاظ کی علامت جمع کو واو اور نون سے بدل دیا اور بھیترا و رتیت اور سجن اور ہنگ و نیت وغیرہ سب الفاظ ترک کردیے اور جہان علامت فاعل ذکر کرنا ضرور ہو وہان اسے ذکر کرنے لگے مگر انھین ہیے مصحفی کے کلام مین میر سودا کے وقت کے محاورے باقی تھے چنانچہ انکے کلام مین تلک اور میان اور تین بجاے مین سے اور جنھون کو بجاے جنکو اور انھون کو بجاے انکو اور ایدھر اور کیدھر اور پوچھیو بجاے پوچھیے اور رقیبان اور شرماتیان اور رہجاتیان اور نت اور بولیان اور کھولیان مستعمل ہوے ہین۔

سید انشا اور جرأت نے بہت صاف کلام کہا اور بمقابلے دوسرے ہمعصرون کے بہت کچھ چھوڑ دیا مگر نت اور ٹک اور انکھڑیان اور زور بمعنی بہت اور کنے بمعنی پاس اور جنھون کے بجاے جن کے اور تسپہ بمعنی اس پر اور میان بے تکلف بولتے رہے اور واچھڑے۔ بھلا رے جھگڑا۔ اجی۔ سید انشا کا انداز خاص ہے اور کہین کہین جرأت کے کلام مین مین سے کی جگہ مین اور بھیر اور جیدھر یاے تحتانی کے اضافے

کے ساتھ آیا ہے اور مین کی جگہ بیچ بھی بول جاتے ہین۔

جب زمانہ شیخ امام بخش ناسخ اور خواجہ حیدر علی آتش شاگرد مصحفی اور حکیم مومن خان مومن اور شیخ محمد ابراہیم ذوق اور شاہ نصیر دہلوی شاگرد میر محمدی مائل اور مرزا اسد اللہ خان غالب اور میر مستحسن خلیق اور میر سلامت علی دبیر اور میر ببر علی انیس کی شاعری کے عروج کا آیا تو ان حضرات نے قدما کی ناہموار روش کو ایسا صاف کیا کہ طرز جدید پیدا ہو گئی اور اس زبان کو نہایت صفائی اور شستگی حاصل ہوئی تئین اور ہیگا تک کو استعمال سے خارج کیا اور بہت سے قدیمی الفاظ جو سید انشا اور جرأت کے یہان مستعمل تھے وہ چھوڑ دیے۔

اساتذۂ دہلی کے کلام مین آگے ہے اور جاگے ہے اکثر ہے مگر اخیر کی غزلون مین انھون نے بھی بچاؤ کیا ہے شاہ نصیر اپنی ابتدائی غزلون مین کہین کہین ٹک بول جاتے ہین اور جس طرح جمع مونث کے لفظون کو الف و نون کے ساتھ مصحفی کے زمانے تک بے تکلف بولتے تھے ان کی ابتدائی غزلون مین کہین کہین ہے چنانچہ میر کی غزل کا مطلع ہے۔

جفائین دیکھ لیان بے وفائیان دیکھین	بھلا ہوا کہ تری سب برائیان دیکھین

شاہ نصیر کا مطلع ہے

کبھی نہ اُس رخ روشن پہ چھائیان دیکھین	گھٹائین چاند پہ سو بار چھائیان دیکھین

اسی زبان مین ظفر خواجہ وزیر علی وزیر میر وزیر علی صبا۔ رند۔ رشک۔ قلق۔ اسیر۔ امیر اللہ تسلیم حکیم ضامن علی جلال۔ بحر۔ منیر۔ امانت منشی امیر احمد مینائی امیر نواب مرزا خان داغ شعر کہتے ہے ان لوگون کی زبان آج ہمارے واسطے سند ہے اور یہ لوگ زبان اُردو کو ایسی حالت مین کر گئے ہین کہ جبتک کوئی اور طرز جدید نہ پیدا ہو تب تک یہ زبان کچھ حاجت اصلاح و مداخلت کی نہین رکھتی لیکن اس عہد مین دہلی و لکھنو کی زبان مین بڑا فرق پڑ گیا یعنے شعراے دہلی کے بہت سے متروک الفاظ و تراکیب کو شعراے لکھنو نے جائز رکھا ہے اور بہت سے الفاظ و محاورات جو شعراے دہلی کے نزدیک درست تھے اُنکو ترک کر دیا ہے کیونکہ زبان دانان لکھنو کو الفاظ کی تراش و خراش کا بڑا خیال رہتا ہے اور رات دن اسی فکر مین رہتے ہین اور حضرات دہلی ایسی باتون کو فضول سمجھتے ہین فائدہ جن الفاظ و محاورات کا ترک کرنا ہر ایک طبقے کے شعرا کی نسبت بیان کیا گیا ہے وہ بزیل اکثریت کے ہے اگر کوئی محاورہ متروک انھین سے کسی کے کلام مین پایا جائے تو اس سے ہمارے بیان کی تکذیب نہین ہو سکتی اسلیے کہ فصحاے متاخرین جو متفق علیہ او مستند تمامی شعرا کے ہین بعض بعض موقع پر اُنکے کلام مین اس قسم کے الفاظ موجود ہین چنانچہ ناسخ اور امیر کے کلام مین ایک جگہ زور کا لفظ بہت کے معنی مین آیا ہے۔

ناسخ

عابد و زاہد چلے جاتے ہین پیتا ہو شراب — ابتو ناسخ زور رند لاؤ بالی ہو گیا

امیر

لطف برسات کا ہے زور گھٹا چھائی ہے — صحن گلزار مین گھنگور گھٹا چھائی ہے

غالب

آئینہ دیکھ اپنا سا منھ لے کے رہ گئے — صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

یعنے آئینہ دیکھکر

آتش — جمال حور و پری پہ ہے طعنہ زن مٹی — ہلاے جان ہوئی سرخ و سفید بن مٹی

یعنے بن کے یا بنکر

موصوف جمع ہو اور صفت لفظ ہندی ہو تو اب موصوف کی مطابقت کے لیے صفت کو جمع بولنا خلاف سمجھتے ہین مگر خواجہ حیدر علی آتش فرماتے ہین

عہد طفلی مین بھی تھا مین بسکہ سودائی مزاج — بیڑیان منت کی بھی پہنین تو مین نے بھاریان

انیس جلدی مین گو جوانون نے چھ چمن بجا ئیان ہے آتش خفتگان مجکو نظر آتے ہین مرو و فے پڑے + غالب ستم کش مصلحت سے ہون کہ خوبان تجھ پہ عاشق ہین + ولہ کیون ڈرتے ہو عشاق کی بے حوصلگی سے + یان تو کوئی سنتا نہین فریاد کسو کی + غالب اپنے دیوان کے خاتمے مین کہتے ہین کہ کسو فصیح نہین قافیہ کی رعایت سے اگر لکھا جائے تو عیب نہین ورنہ فصیح بلکہ افصح کسے ہے واؤ کی جگہ یاے تحتانی سے میرے دیوان مین ایک جگہ قافیہ کسو بواو ہے۔

طرز قدیم و جدید

شعراے ریختہ کی طبع آزمائی اکثر فقط انہی چند مطالب مین محصور ہے مضامین عاشقانہ گلگشت مستانہ نصیبون کا رونا امید موہوم پر خوش ہونا امرا کی ثنا خوانی جس پر خفا ہوے اُسکی خاک اوڑانی اور ابتو صرف اسیقدر رہ گیا ہے کہ چند معمولی ژولیدہ خیالون اور پامال مضمونونکو بار بار غزل کے چند شعرونمین جو سیدھی سادھی متعارف بحرونمین ہوتے ہین جمع کر دیتے ہین۔ بیش با افتادہ تشبیہون اور مبتذل استعارونکا ذخیرہ اُنکے لیے موجود ہے جسکو متعدد صدیونسے لوگ دوہراتے چلے آتے ہین ایسے ہی کار نامونکے طفیل ان مین سے بعض کے آوازہ کمال کے ڈنکے بجے ہوے ہین اور جہان استاد کہلاتے ہین۔ زمانہ کہانسے کہانتک پہونچا دینا کہین سے کہین گئی مگر کیا ان شعرا کو یہ معلوم ہے کہ وہ کیا کر رہے ہین۔ انکی نظمونمین سواے زلف و رخ خط و خال اور معمولی چوما چاٹی اور

بے مزہ مبالغون کی دھوم دھام اور قافیون کے مسلسل کھٹکون کے کوئی اور ایسا مضمون نہین ہوتا جس سے قوموں کے دل ہل جائین اور جس کام پر انکو آمادہ کرنا چاہین آمادہ ہوجائین سخت سے سخت جگر انسان کے دل مین جوش پیدا ہوجائے گریبان چاک ہوجائین در و دیوار سے صدائے آفرین بلند ہو۔ ایسی شاعری کسی کام کی نہین جسمین زلف اتنی دراز ہو کہ سرا ہی نہ ملے معشوق کی کمر ندارد ؎

دیوان مین سادہ ہی جگر چھوڑ دی ہمنے	مضمون یہ باندھا تری نازک کمری کا

البتہ اب اہل کمال کی ایک ایسی جماعت پیدا ہوگئی ہے جو ایشیائی طرز قدیم کی انشا پردازی مین کامل دستگاہ رکھنے کے علاوہ زبان انگریزی کی لٹریری قابلیت مین ماہر ہے اسلیے مغربی خیالات کو نرالے استعارون نئی تشبیہون انوکھی ترکیبون اور لفظون کی عمدہ تراش و خراش سے ایشیائی لباس پہنانے مین ساعی رہتی ہے ان لوگون نے کہنہ طرز سخن کو بدل کر فن شاعری کو سہل کیا اور ایشیائی تعشقانہ خیالات کو قدرتی مضامین کے سانچے مین ڈھالا جس سے ایشیائی طرز قدیم مین مغربی انشا پردازی کا رنگ ملکر ایک طرز جدید پیدا ہوگئی جو حد درجہ دلچسپ اور دلکش ہے اسکی اشاعت اخبارات کے ذریعہ سے روز افزون ہونے لگی فارسی کی تقلید سے اُردو نظم مین جسقدر سختی کی گئی تھی اور صدہا قسم کی قیدین اور ہزارہا قسم کی پابندیان مقرر ہوئی تھین وہ ان اہل قلم نے کم کرنا شروع کردین اب وہ بے لطف مضمون آفرینی اور خیالی معرکہ آرائیون کو چھوڑتے جاتے ہین اور دلی جذبات کے اُبھارنے اور نیچر کا سماں دکھانے کی طرف متوجہ ہین جس سے ہماری زبان کا فیشن نہایت خوبصورتی سے بدل رہا ہے اب یہ طرز ایسی مقبول خلائق ہوئی ہے کہ وہ پُرانے اور نامی شاعر جنکی طبیعتون پر پُرانی روشنی اپنا سکہ جما چکی تھی اُس سے متنفر ہوتے جاتے ہین اور بمصداق کل جدید لذیذ اس نئی مفید طرز پر ایسے فریفتہ و دلدادہ ہوے کہ یہی رستہ اختیار کرنے لگے ہین اس نئی طرز مین نہایت سہولت سے کام لے رہے ہین یہانتک کہ اب انگریزی کی تقلید سے قافیہ کی قید کو بھی اُڑانا چاہتے ہین انکی دلیل یہ ہے کہ قافیہ خاصکر ایسا جیسا کہ شعرائے عجم نے اُسکو نہایت سخت قیدون سے جکڑ بند کردیا ہے اور پھر اُسپر ردیف اضافہ فرمائی ہے شاعر کو بلاشبہ اُسکے فرائض ادا کرنے سے باز رکھتا ہے جس طرح صنائع لفظی کی پابندی معنی کا خون کردیتی ہے اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ قافیہ کی قید ادائے مطلب مین خلل انداز ہوتی ہے۔ اب اُردو کی نظم و نثر دونون چیزین نہایت آسان ہوتی جاتی ہین کیونکہ نظم اُردو کی قیود کی مجبوریان قدیم شاعری کی تقلید نہین کرنے دیتین اور نہ انکلا رنگ زمانۂ حال کے مذاق کے موافق ہے۔ خدا جانے شورافگنان زمان استقبال کیا قیامت برپا کرینگے مگر حیف کہ اُس وقت مین ہم نہونگے ؎

دنیا کے جو مزے ہین ہرگز یہ کم نہونگے	چرچے یہی رہینگے افسوس ہم نہونگے

شاید کہ یاران وادرس ہماری یاد مین کبھی کوئی آہ حسرت کھینچین اور دعائے خیر مین یاد کرین یورپ مین بلینک ورس یعنے غیر مقفٰے نظم کا بہ نسبت مقفٰے کے زیادہ رواج ہے غیر مقفٰے نظم کی مثال یہ اشعار مولوی محمد اسمٰعیل کے ہین ؎

ارے چھوٹے چھوٹے تارو — کہ چمک دمک رہے ہو
تمھین دیکھ کر نہ ہووے — مجھے کس طرح تحیر
کہ تم اونچے آسمان پر — جو ہے کُل جہان سے اعلےٰ
ہوے روشن اس روش سے — کہ کسی نے جڑ دیے ہین
گہر اور لعل گویا

جو ہین آفتاب تابان — نے چھپایا اپنا چہرہ
وہین جلوہ گر ہوے تم — یہ تمھاری جگمگاہٹ
ہے مسافرونکے حق مین — بڑی نعمت اور راحت
اگر اتنی روشنی بھی — نہ میسر آتی اُن کو
تو غریب جنگلون مین — یون ہی بھولتے بھٹکتے
نہ تمیز راس و چپ کی — نہ طرف کی ہوتی اٹکل
نہ نشان راہ پاتے

مولوی محمد حسین آزاد

ہنگامۂ ہستی کو — گر غور سے دیکھو تم
ہر خشک و تر عالم — صنعت کے تلاطم مین
جو خاک کا ذرہ ہے — یا پانی کا قطرہ ہے
حکمت کا مرقع ہے — جس پر قلم قدرت
انداز سے ہے جاری — اور کرتا ہے گلکاری
اک رنگ کہ آتا ہے — سو رنگ دکھاتا ہے
اور دیکھنے والون کی — آنکھین تو کھلی ہین
خر مہرۂ رنگین یا — بلور کے ٹکڑے ہین
ہر لحظہ و ہر ساعت — قدرت کے تماشے ہین

	پراُن کی نہین پروا اوراس کا سبب کیا ہے	عالم مین پڑے ہوتے ہرگز کہ یہ سب کیا ہے	

تنبیہ اس قسم کے تمام کلام اصطلاح کی رو سے نثر مرجز مین داخل ہونیکے قابل ہین انکو نظم مین داخل کرنا فن انشاپردازی عربی۔ فارسی۔ اردو کے خلاف ہے یہان انگریزی کا قاعدہ چلانا گویا ایک مقررہ اصطلاح فن کے گلے پر چھری پھیرنا ہے۔

شعرا کا کلام اور شعر فہمی کے وجوہ

عوام مین جو یہ بات مشہور ہے کہ ہر شہر مین شعرا کا کلام غیر شعرا کے کلام سے فصیح اور روزمرہ اُنکا اورون کی بول چال سے صحیح ہوتا ہے قابل اعتبار اور لائق تسلیم نہین تمامی اہل الرایے اور ارباب تحقیق کا اسپر اتفاق ہے کہ اکثر اوقات شعر بسبب رعایت قافیہ وحفظ وزن کے خلل انداز فصاحت ہوتا ہے۔ خان آرزو نے داد سخن مین کہا ہے کہ غالب یہ ہے کہ اہل روزمرہ سے بھی غلطی واقع ہوتی ہے اور سبب اسکا اکثر وزن وقافیہ کی رعایت ہے جو نظم کے واجبات سے ہے اور اس وجہ سے تقدیم وتاخیر پیدا ہوتی ہے اور روزمرہ دان کو اپنی ترکیب کی غلطی پر اطلاع حاصل نہین ہوتی اور کبھی عجز طبیعت کی وجہ سے وزن اور قافیہ کا تنگ رستہ غلطی مین ڈالتا ہے اور غیر موقع لفظ استعمال مین آجاتا ہے ہان جس لفظ کو شاعر کے کلام مین مطابق محاورے کے پائین وہ فصیح اور مستند ہے جس لفظ کو چار شاعر عالی مرتبہ نے استعمال کیا ہو وہ سند ہے اگرچہ در اصل غلط ہو یا دس شاعر اہل زبان اُسپر اتفاق کرلین بالعلی العموم اسکے ساتھ تلفظ کرنا وارکھتے ہون تو وہ بھی سند ہے لیکن بحر وقافیہ مین خطا قابل سند نہین ہوسکتی۔

اور شعر کے سمجھنے کے کئی طریق ہین (۱) عام اہل زبان کا طریق کہ مفردات ومرکبات کے معانی جو کچھ مشہور ومعروف ہوتے ہین بزرگون سے سنکر یاد کرلیتے ہین اور اُسکے موافق شعر کا مطلب سمجھ لیتے ہین اور اس طریق مین خواص وعوام دونون شریک ہین اس باب مین فصیح وغیر فصیح کا کوئی تمیز نہین۔ چونکہ عوام کو کلام کی باریکیون پر اطلاع نہین ہوتی اسلیے وہ شخص زیادہ فصیح اور سمجھدار ہوگا جسنے خواص سے تربیت پائی ہو اور وہ شخص ایسا سمجھدار اور فصیح نہین ہوسکتا جسنے عوام سے تربیت پائی ہو پس یہ بات کہنے کا حق کسی اہل دہلی یا لکھنؤ کو نہین پہونچ سکتا کہ زبان اردو ہماری مادری زبان ہے اور ہمنے اسکو اپنے مان کی بوڑھی عورتون سے سیکھا ہے اسلیے ہمارا روزمرہ دوسرے شہر کے رہنے والون سے زیادہ فصیح اور صحیح ہے کیونکہ عوام سے زبان کو سیکھنا کمال مین داخل نہین اور عوام کے موافق بولنا عزت و اعتبار کے قابل نہین جب تک دقائق اور اسرار پر اطلاع حاصل نہو اور یہ بات فصحا کی تربیت اور اُنکے کلام کے سمجھنے پر موقوف ہے (۲) اُن لوگون کا سمجھنا ہے جنھون نے کچھ کتابین زبان اردو کی پڑھی اور دیکھی ہین اور کسی اہل کمال کی صحبت نہین پائی ہے (۳) ارباب معانی کا سمجھنا ہے کہ یہ لوگ نکات تقدیم

وتاخیر اور فصل وصل اور ایجاز واطناب کو جانتے ہین مگر مجاز مرسل اور تشبیہ واستعارہ کے اسرار سے واقف نہین ہوتے
حالانکہ انھی پر شعرا کے کلام کی بنیاد ہوتی ہے (۴) ارباب بیان کا سمجھنا ہے کہ یہ لوگ تشبیہ وغیرہ کے
نکات کو تو جانتے ہین لیکن محسنات بدیعی سے مطلع نہین ہوتے (۵) عالمان بدیع کا سمجھنا ہے کہ وہ اس فن مین
پوری پوری مہارت رکھنے کی وجہ سے کمال سخن کو نکات بدیعی پر مقصور کر دیتے ہین اور یہانتک صنائع
بدائع مین مبالغہ کرتے ہین کہ فصاحت وبلاغت سے بے خبر ہو جاتے ہین اور یہ عجیب بات ہے کہ بعض اہل بدیع نے
نکتہ التفات کو کہ علم معانی کے مسائل مین سے ہے اور استعارے کی بحث کو جو علم بیان کے قبیل سے ہے علم بدیع مین
داخل کر دیا ہے اسی طرح سرقہ شعر کو بعض اہل بدیع نے صنائع مین شمار کیا ہے حالانکہ عیوب مین داخل ہے اور بعض
اہل بدیع نے حشو کو جو علم معانی کے مباحث سے ہے علم بدیع مین وارد کیا ہو اور صرف حشو ملیح کے سبب سے جو حقیقت مین
کوئی صنعت نہین ہے حشو قبیح وغیرہ کو بھی صنائع معنوی کے بیان مین لکھنا پڑا ہے (۶) اُن لوگون کا سمجھنا ہی
جنھون نے نہ تو اس فن کے کاملین کی صحبت اُٹھائی ہے اور نہ کسی قسم کا کمال علمی رکھتے ہین اسلیے یہ جو اشعار
کے معانی اپنے قیاس ورائے سے کرتے ہین وہ فصاحت وبلاغت سے بہت گرے ہوئے ہوتے ہین (۷)
مذاق شعرا کے موافق سمجھنا ہے اور یہ اتنی باتون پر موقوف ہے بندش چست اور ترکیب الفاظ کا جاننا اور اُس طریق کی
رعایت رکھنا جو صاحب شعر کو منظور ہو خواہ وہ خیال ہو یا ادا بندی ہو یا تخیل ہو یا اور کچھ ہو اور ان چیزون کا
معلوم کرنا نہایت مشکل ہے اسلیے کہ متاخرین مین سے بعض شعرا یہ کہتے ہین کہ یہان - وہان - بروزن جان نہو
بروزن جہان ہو پہ بمعنی بالا ولیکن کی جگہ پر ہوتلک نہو تنک ہو - نہی کے لیے مت ترک کر دیا جائے اُسکی جگہ
نون نفی کا استعمال کیا جائے حروف علت جو آخر الفاظ عربی اور فارسی مین آتے ہین اُنکا خوب واضح ہونا چاہیے
تنگی کے ساتھ وکر نہ باندھے جائین مگر الفاظ ہندی مین خصوصاً مقام جمع مین مضائقہ نہین ساتھ اور ہاتھ کو
بات اور رات کے ساتھ قافیہ نکرنا چاہیے اوپر کی جگہ جو بر کے معنی مین ہے پر لانا چاہیے لفظ فارسی یا عربی اور
ہندی کے درمیان واو عاطفہ نہ آنا چاہیے جو نون آخر الفاظ عربی وفارسی مین آتا ہے اگر وہ بے کسی ترکیب کے ہو
تو باعلان استعمال کیا جائے بہ استثناے چند الفاظ کے جنکو گفتگو مین فصحا اعلان کے ساتھ نہین بولتے ہین شلاً
کران اور خزان اور روان اور دوان اور طپان اور عیان وغیرہ اور جس لفظ مضاف الیہ مین نون واقع ہو
اسکا اعلان نکرنا چاہیے الف آخر الفاظ ہندی وفارسی وعربی سے ساقط نکرنا چاہیے البتہ الف کا سقوط وحرفی
الفاظ مین مضائقہ نہین - لفظ سر جو راس کے معنے مین ہے جب ترکیب کے ساتھ نہ آئے تو حرف اول کے کسرے سے
موزون کیا جائے اسلیے کہ روزمرہ مین اسی طرح مستعمل ہے اور جب یہ لفظ باترکیب ہو تو چاہیے کہ حرف اول کے فتحے سے
باندھا جائے اگر کہ حرف شرط ہے بے الف کے نہ باندھا جائے لفظ اور کہ حرف عطف ہے اس مین ظاہر ہونا واو

اور رائے مہملہ کا ضرور ہے بائے موحدہ کو الفاظ فارسی اور عربی کے قبل نہ لگانا چاہیے جیسے بوقت صبح یا بہنگام شام
عرصہ بمعنی دیر کی جگہ وقفہ بولنا چاہیے آئے ہے۔ جائے ہے کی جگہ آتا ہے جاتا ہے لکھنا چاہیے رکھے
تخفیف کاف کے ساتھ نہو کاف مشدد کے ساتھ ہو۔ لفظ بل بے کو استعمال نکرنا چاہیے بٹھانا نہ ہو بیٹھانا
بعد بائے موحدہ کے یائے تحتانی کے ساتھ ہو اسیطرح پہنانا نہو پہنانا بعد بائے فارسی کے ہائے ہوز کے ساتھ ہو کبھو نہو
کبھی ہو شعلہ اور عدہ وغیرہ کو دریا کا قافیہ نہین کرنا چاہیے لفظ طرح کہ لغت کی رو سے ساکن الاوسط ہو برعایت
اصلی ساکن الاوسط ہی باندھنا چاہیے زیادہ اور پیادہ اور پیالہ اور سیاہ کی یائے تحتانی کو خوب ظاہر کرنا
چاہیے مگر ہندی الفاظ مین یعنی پیارا اور پیاس کی یائے تحتانی کو بہت ظاہر نکرنا چاہیے بلکہ بہ تخفیف دیکر
زبان سے نکالنا چاہیے رکھا اور دیکھا کو حرف اوسط کی تشدید کے ساتھ استعمال کرنا چاہیے نہ بغیر تشدید کے
اس باب مین کی جگہ اس بارے مین استعمال کرنا چاہیے کے تئین اور مہیگا کو ترک کردینا چاہیے اول کی جگہ کو اور
دوم کی جگہ ہے استعمال کرنا چاہیے اور دیکھ کر کی جگہ صرف دیکھ نہ لکھنا چاہیے گر دوسرے ان الفاظ کا لانا
جائز جانتے ہین اور یہ عمل احتیاط کے نہایت مناسب ہے اسلیے کہ ارباب تصوف نے کہا ہے کہ مباح کو مت چھوڑ
تاکہ تو حرام مین نہ پڑ جائے۔

اور اس ذرۂ بے مقدار کا مختار یہ ہے کہ اس شخص کو ان تمام مراتب کا جامع ہونا چاہیے اور مراتب مذکورہ کے
جامع اور شاعر سخن فہم مین فرق ہے۔

تذکرہ نویسونکے نقائص

تذکرہ نویسون نے عجب ڈھنگ اختیار کیا ہے جسپر مہربان ہوے اسکی تعریف مین بہت کچھ خامہ فرسائی کی ہو اور
جن سے کچھ سروکار نہین انکے حال سے چشم پوشی کی ہے کسی شاعر کے حالات اصلی اور کیفیت استعداد اور دستور العمل
ایام زندگانی اور اسکے معاملات جو اسکے ابنائے عصر کے ساتھ واقع ہوے ہون اور تاریخ ولادت و وفات و ذکر تصنیفات
اور نام حاکم وقت وغیرہ ضروری باتین درج نہین کین نہ یہ لکھا ہے کہ یہ شخص صاحب دیوان تھا یا نہین جس سے کچھ
تعلق ہوا اسکے اشعار بہت اور عمدہ عمدہ انتخاب کرکے لکھ دیے ہین اور جس سے عداوت ہوئی اسکے ایسے اشعار تلاش کرکے
درج کیے ہین جو موجب مضحکہ ہون بلکہ اسکے اوصاف سے اعراض کرکے ہجو ملیح لکھی ہے۔ نواب مصطفی خان شیفتہ نے
اپنے تذکرہ گلشن بیخار مین اکثر شاعرونکے استادونکا نام تک لکھنے مین کاہلی کی ہے اور بہت سے شاعرونکے حالات
ایک ایک دو دو سطر مین ختم کر دیے ہین البتہ بعض شعرا کی تعریف بہت کی ہے خصوصاً اپنے استاد مومن خان
مومن کی تعریف اور نقل اشعار مین بہت سا حصہ تذکرے کا صرف کیا ہے اور بعض شعرا کو مفت عیب لگایا ہے
چنانچہ میان یحیی امان عرف قلندر بخش جرات کی نسبت بہت کچھ موتی اگلے ہین لکھتے ہین کہ یہ شخص اصول

وقوانین شاعری سے بہرہ نرکھتا تھا نخات نا بج ادرآہنگ کا آتھا اور اُسکی ناموری کا باعث یہ ہوا کہ اشعار
موافق طبائع اوباش والواط کے کہتا تھا ہم کہتے ہین کہ جرأت بڑا خوش فکر تھا اُسکی نازک خیالی سب پر ظاہر ہے
سخنور خوش مذاق شعر عاشقانہ کہنے مین طاق تھا عاشق و معشوق کے راز و نیاز اور حسن و عشق کے معاملون کو
جس شوخی و چھچھلے پن سے اُسنے برتا ہے وہ اُسی کا حصہ ہے جرأت سا شاعر معاملہ بند کم گذرا ہے اور اس امر سے
ہر شخص کو اقرار ہے چنانچہ نواب مصطفےٰ خان نے اس مضمون کو یون ادا کیا ہے جو معاملے مین درمیان عاشق و معشوق کے
گذرتے ہین اکثر موزون کرتا تھا طبیعت فکی رکھتا تھا اور اپنے اُستاد حسرت کا فخر تھا انتہےٰ یہ بھی عجب بات ہے کہ
جرأت کے کلام مین رطب ویابس بہت نہین ہے اور وہ غزل گوئی مین اگرچہ میر کا تبع ہے مگر میر کی فصاحت اور
سادگی پر ایک شوخی اور بانکپن کا انداز ایسا بڑھایا ہے کہ خود صاحب طرز ہو گیا ہے اُسکی طرز اُسی کا ایجاد ہے
اور آج تک اُسی کے لیے خاص ہے جیسے اُسوقت مقبول خلائق تھی آج تک ویسی ہی چلی آتی ہے۔ اسی طرح
سید انشاء اللہ خان کی نسبت جو ایک نامور شاعر تھے لکھا ہے کہ انکے کلام کی روش طریقۂ راسخہ پر نہین اور
علم تو اسقدر نہ تھا مگر ہر فن مین کوس لمن الملکی بجاتے تھے اور مشاعرات و مطارحات سے شعراے معاصرین کا قافیہ
تنگ کر رکھا تھا میں کہتا ہون کہ میر انشاء اللہ خان علم تازہ و طبع بلند آوازہ رکھتے تھے کلام انکا عالی الفاظ
رکاکت سے خالی سقم سے پاک عیب سے صاف ہے سابقین جو موجد فن تھے اُنکے دیوانون مین دس پانچ شعر مثالی
صنائع و بدائع وغیرہ کے دیکھنے مین آتے ہین منصف مزاج انشا کا کلام دیکھے اور غور کرے کوئی تحریر کیفیت سے
خالی اور کوئی مضمون نادرست نہین ہر ایک غزل مطلع سے لیکر مقطع تک پری کی صورت ہے بیان کا لطف
محاورے کی نمکینی ترکیبونکی خوشنما تراشین دل کو تڑپا دیتی ہین۔ علم کے ساتھ شوخی طبع و ظرافت بہت تھی
اسلیے اُنھون نے کلام کا انداز ایسا رکھا ہے کہ جو چاہتے ہین سو کہہ جاتے ہین نہین معلوم ہوتا کہ ان کا
روزمرہ یہی ہے یا مسخرہ پن کرتے ہین جو غزلین یا غزلونمین اشعار با اُصول ہو گئے ہین وہ ایسے ہین کہ
جواب نہین اُنکی غزلون مین جو غزلیت کے اُصول کی پابندی نہین تو وجہ اسکی یہ ہے کہ ان کی غزلین اکثر
سنگلاخ زمین مین ہوتی تھین پھر اُسمین قافیے نہایت سخت لیتے تھے اسی واسطے قانون کلام یہ رکھا تھا کہ
کیسا ہی قافیہ ہو اور کیسا ہی مضمون جس برجستہ سہولت سے بندھ جائے چھوڑنا نہین چاہیے یہی حال قصائد کا ہے
کہ کبھی کوئی ایسا شوخ مضمون نئی تراش سے آتے ہین کہ قصیدے کی متانت اور وقار کے اصول ہاتھ سے
جاتے رہتے ہین پس اپنی قوت بیانی اور جوش مضامین کی وجہ سے کہین کہین قصیدے کے اصول کو کھو دیتے ہین
اُنکے تبحر علمی مین شبہ کرنا تحقیق کے خلاف ہے علوم متداولہ و درسیہ مین وہ خاصی دستگاہ رکھتے تھے چنانچہ یہ مقفع
انکا زبان پوربی مین اس معاہد شاہد ہے۔ ۵

النسا لہ کھان میان بڑے بھاجل جھین ہین		صدر راپڑھین ہین جن سیتی طلبلم آئے کے	

اُنکی نسبت یہ کہنا کچھ مبالغہ نہین معلوم ہوتا کہ لٹریری قابلیت کے لحاظ سے انشا جیسا جامع حیثیات
آدمی امیر خسرو اور فیضی کے بعد آج تک ہندوستانکی خاک سے نہین اُٹھا اُنکی نسبت کہا گیا ہے کہ اُنکے علم کو
شاعری نے اور شاعری کو مسخرے پن نے برباد کیا۔ ایسے ہی میر سوز کے ذکر مین لکھتے ہین کہ کلام اُن کا
جادۂ مستقیمہ سے ہٹا ہوا ہے مین کہتا ہون کہ گو اُنکی انشا پردازی مین صنائع اور اغراق نہین مگر زبان عجیب
میٹھی زبان ہے درحقیقت غزل کی جان ہے مجالس رنگین کی بعض مجلسون سے اور ہمارے عہد کے پہلے کے
تذکرون سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا کلام صفائی محاورہ اور لطف زبان کے باب مین ہمیشہ سے ضرب المثل ہے
انکے شعر کا قوام فقط محاورے کی چاشنی پر ہے فارسی بندشین۔ اضافت تشبیہ۔ استعارہ انکے کلام مین
بہت کم ہے۔ اس لحاظ سے انھین گویا اُردو غزل کا شیخ سعدی کہنا چاہیے اگر اس انداز پر زبان رہتی یعنے
فارسی ترکیبین۔ مشکل استعارے۔ بعید الفہم تشبیہین۔ سخت و سنگین الفاظ اور نازک خیالیان اُس مین
داخل نہوتین۔ بلند پروازی اور مضمون آفرینی کی بجاے اس مین قوت بیانی کا مادہ زیادہ ہوتا تو آج
اہل اُردو کو اسقدر دشواری نہوتی اور اُردو نظم مین ہر ایک مضمون کے ادا کرنے کی لیاقت اور طاقت
ہوتی کلام کو رنگینی اور استعارہ و تشبیہ سے بلند کر دینا آسان ہے مگر زبان اور روزمرہ کے محاورے مین
صاف صاف مطلب اس طرح ادا کرنا جس سے سننے والے کے دل پر اثر ہو بہت مشکل ہے مثنوی میرحسن کی نسبت
لکھتے ہین کہ قطع نظر بعض یا لغو ہاے شاعری کے محاورہ عوام مین بُری نہین کہی ہے یہ الفاظ سحر البیان کی
شان سے بہت گرے ہوے ہین اسکے صاف بیان فصیح محاورے ایسے ہین کہ آج تک کوئی مثنوی اُسکو نہ پہونچ سکی
بیان ایسا دلچسپ ہے کہ اصل واقعہ کا نقشہ آنکھون کے سامنے کھنچ جاتا ہے اور باوجود اسکے ایک شعر بھی اُصول سے
بال بھر ادھر یا اُدھر نہین گرا ہے اُسنے قبول عوام ہی کا شرف نہین پایا ہے بلکہ خواص نے بھی اُس کو پسند کر کے
تعریف کی مولوی شبلی نے موازنۂ انیس و دبیر مین گلشن نثار کے مضمون کو اس طرح ادا کیا ہے میرحسن واقعہ نگاری کی
وسعت مین ابتذال اور عامیانہ بول چال کی پروا نہین کرتے افسوس مولوی صاحب نے میرحسن کے انتہاے
کمال پر کیسا بدنما داغ لگایا ہے یہ نہ خیال کیا کہ میرحسن کی خوش بیانی واقعات اور نیچرل مذاق مین ڈوبی ہوئی ہے
اُسکی صفائی بیان اور لطف محاورہ اور ضرب المثل کی خوبصورتی کے ساتھ بندش اور شوخی مضمون اور طرز
ادا اور ادا کی نزاکت حد توصیف سے باہر ہے آج کس کا منھ ہے جو ان خوبیون کے ساتھ پانچ شعر بھی موزون کر سکے
میرحسن کی مثنوی بالکل فطرت کے اُصول پر ہے یعنی جو جذبات عاشق و معشوق کے دلون مین پیدا ہوتے ہین ہی ادا کر دیے ہین
نظیر اکبر آبادی کی نسبت کہتے ہین کہ اُسکے اکثر اشعار بازاریون کے زبان زد ہین باعتبار ایسے اشعار کے

اُسکا شمار شعرا مین نہین ہو سکتا مگر ہم سے کوئی پوچھے تو یہی کہینگے کہ نظیر کا ذہن بہت رسا تھا مشق کا یہ عالم تھا کہ مواجی طبیعت سے دریا کی طرح بہتا تھا اور موزونی طبع کا یہ حال تھا کہ کیسی ہی سنگلاخ زمین ہوتی اُسکی سمند فکر کی پامال تھی وہ اپنے کلام مین نیچر کا سمان دکھانے کی طرف متوجہ تھا اور وہ خیالی معرکہ آرائیو نپر اس کو ترجیح دیتا تھا اور اب جو جو انگریزی ترقی کرتی جاتی ہے نظیر کا رنگ ہر دل عزیز ہوتا جاتا ہے انگریزی تعلیم سے دلونکو واقعات اور قدرتی مناظر کے ساتھ ایک خاص قسم کا لگاؤ ہو جاتا ہے اور انسان اُس قسم کا رنگ ہر جگہ ڈھونڈھنے لگتا ہے پس اُردو کی دُنیا مین ایسے شخص کو نظیر کے شعر مین اپنے مذاق کی کچھ کچھ ہلکی پھلکی باتین نظر آجاتی ہین مگر شعرا کی نازک خیالیو نمین جسکو شیفتہ اصل شاعری سمجھتے ہین ایسی ایک بات بھی نظر نہین آتی اسلیے اُنکی شاعری روز بروز بیکار اور فضول ہوتی جاتی ہے چنانچہ اس زمانے مین حالی وغیرہ کچھ لوگ ایسے پیدا ہوگئے ہین جنکو نیچرل مذاق کی طرف توجہ ہے۔ شبلی نے موازنہ انیس و دبیر مین نظیر کے کلام کو مبتذل اور سوقیانہ بتایا ہے اور یہ نہین خیال کیا کہ اُسکے بیان مین اگرچہ مبالغے کے زور یا جوش وخروش کی دھوم دھام نہین مگر جس چیز کا بیان کرتا ہے اُسکی کیفیت واقعی دکھا دیتا ہے جس سے سُننے والے کو وہ مزہ آجاتا ہے جو اصل شے کے دیکھنے سے آتا برخلاف اُن شعرا کے جن کو اُنھون نے انتہا درجے کا قادر الکلام مانا ہے کہ وہ جس شے کا ذکر کرتے ہین صاف اُسکی بُرائی بھلائی نہین دکھا دیتے بلکہ اسکے مشابہ ایک اور شے جسے اُنھون نے اپنی جگہ اچھا یا بُرا سمجھا ہوا ہے اُسکے لوازمات کو شے اول پر لگا کر بیان کرتے ہین جسکی شدت نے کلام کو خیالی باتو نسے شمع توہمات کا فانوس بنا دیا ہے شیخ امام بخش ناسخ کے حق مین صاحب تذکرہ گلستان سخن نے لکھا ہے کہ ناسخ بے معنے گو ہے اور اُسکے اشعار مہمل ہین مگر یہ کلام نہایت نا ملائم ہے اور اپنے زعم مین ازالۂ ثقالت طعن اور تخفیف شدت اعتراض کیلیے اس مطلب کو گویا پردۂ لطیفہ وکنایہ مین بیان کیا ہے۔ ایک دشمن کمال نے اپنے دیوان مین ناسخ کو خود منڈا اور بے مرشد لکھا ہے۔ ارمغان گوگل پرشاد مین محمد عیسے تنہا دہلوی سو شاگرد مصحفی کا قرار دیا ہے منشی شیو پرشاد وہبی لکھتا ہے کہ شیخ امام بخش ناسخ نے سرقہ مضامین سے متقدمین کے فارسی دیوانونکو خراب کیا ہے اور آسیر اکبر آبادی نے اپنے تذکرے مین شیخ صاحب کے ہر شعر کے مقابل ایک شعر لکھدیا ہے مین کہتا ہون کہ ناسخ کا سا اعتبار کسی کو نصیب نہوا دشمنون نے بھی عاجز ہوکر اور اپنے اُستادون کی زبان چھوڑ کر اُنھی کی پیروی کی اور ناسخ کے دیوانونکے طفیل سے زبان دان بن گئے اُنکے اشعار اہل علم اور صحیح الذوق کی زبانو نپر مذکور اور سخنورونمین مشہور ہین ہان نابلدان کوچۂ شعر فہمی اُن کے اشعار صحیح المعانی کو بے معنے کہکر نادانونکو دھوکا دیتے ہین کیونکہ اُنکے ادراک وفہم سے دور ہین ناسخ کا کلام

عموماً شاعری کے ظاہری عیبون اور لفظی سقمونسے بہت پاک ہے اُصول کبھی ہاتھ سے نہین جانے دیا
صائب کی تشبیہ و تمثیل کو اپنی صنعت مین ترکیب دیکر ایسی خوبی سے بیان کیا کہ بعض موقع پر کلام مین
بیدل اور ناصر علی کا رنگ آگیا اور اُردو مین وہ اس سے صاحب طرز قرار پائے انھین ناسخ کہنا بجا ہے
کیونکہ ناہموار طرز قدیم کو نسخ کیا ہے اُنکی طرف سرقہ مضامین کی نسبت کرنا اپنی نادانی دکھانا ہے
ایسا صاحب کمال جسکی تصنیفات کمال نازک خیالی اور مضامین عالی کے ساتھ کئی دیوانون مین
موجود ہے وہ سرقہ کا قصد کرتا اور توارد مضامین سے کوئی شاعر خالی نہین پس ان جزوی باتونپر
توجہ بے حاصل ہے۔ مؤلف گلشن بے خار چونکہ طبیعت مشکل پسند رکھتے تھے موشگافی اور خیالبندی کو
پسند کرتے تھے اسلیے وہ ایسے کلام کے زیادہ مداح ہین جسکے مضامین مین خیالی نزاکت اور انتہا درجے کی
موشگافیان ہون اسی لیے ناسخ اور آتش کو رتبہ شاعری مین برابر نہین جانتے حالانکہ دونون
صاحب کمال ہین اور اپنی اپنی طرز مین ہر اک جواب نہین رکھتا دونون مین سے کوئی کمال سے
خالی نہین البتہ طبیعتین مختلف ہین ناسخ کی طبیعت مضمون دقیق کی طرف مائل تھی اُنکے کلام مین
شوکت الفاظ اور بلند پروازی اور نازک خیالی تو بہت ہے مگر تاثیر کم ہے اور خواجہ صاحب کو کلام کی سادگی
اور محاورے کی صفائی پسند تھی وہ سیدھی بات کو پیچ نہین دیتے تھے استعارے اور تشبیہین قریب الفہم
لکھتے تھے جس سے سُننے والے کے دل پر اثر ہوتا تھا۔

اہل تذکرہ کو چاہیے کہ شاعر کا اصلی حال بغیر رعایت و طرفداری کے لکھین اور عداوت کا اظہار بھی
تذکرہ نویسی مین نکرین اول سے آخر تک نیک نیتی اور انصاف پر نظر رکھین اور اشعار کے انتخاب کی طرف
متوجہ ہوکر حتی الوسع پوری غزل نقل کرین تاکہ ناظرین اُس شاعر کی لیاقت و استعداد سے واقف ہون
اور جانین کہ فن شعر مین اس شخص کی کیسی دستگاہ ہے اور کس رتبے کا شاعر ہے۔

تیسرا موتی شعر کی تعریف اور اُسکے اقسام مین

شعر کے معنی لغت مین جاننے کے ہین اور اصطلاح مین اُس کلام موزون کا نام ہے جو اوزان مقررہ مین سے
کسی وزن پر ہو اور مقفے ہو اور بالقصد موزون کیا گیا ہو پس یہانسے معلوم ہوا کہ اگر ایک کلمہ کسی کن کے
وزن پر ہو یا کلام ہو مگر موزون نہ ہو یا کلام موزون ہو مگر مقفے نہو یا کلام موزون مقفے بالقصد نہ موزون
کیا گیا ہو وہ اصطلاح کے موافق شعر نہین ہے اور شاعر کے لغوی معنی جاننے والے کے ہین اور اصطلاح مین
اُس شخص کو کہتے ہین جو برائی بھلائی بحر و وزن و تقطیع و قافیہ وغیرہ لوازم شعر کو جانتا ہو پس جو شخص ان لوازم
شعری سے خبردار نہوگا گو طبع موزون رکھتا ہو اُسکو شاعر نہ کہنا چاہیے۔ حالی اپنی کلیات کے مقدمے مین

لکھتے ہین کہ "شعر کے لیے وزن ایک ایسی چیز ہے جیسے راگ کے لیے بول جس طرح راگ فی حد ذاتہ الفاظ کا محتاج نہین
اسیطرح نفس شعر وزن کا محتاج نہین البتہ وزن کی شرط نظم کے لیے ہے قدیم عرب کے لوگ یقیناً شعر کے
یہی معنی سمجھتے تھے جو شخص معمولی آدمیون سے بڑھکر کوئی موثر اور دلکش تقریر کرتا تھا اُسی کو شاعر جانتے تھے
جاہلیت کی قدیم شاعری مین زیادہ تر اسی قسم کے برجستہ اور دلاویز فقرے اور مثلین پائی جاتی ہین
جو عرب کی عام بول چال سے فوقیت اور امتیاز رکھتی تھین یہی سبب تھا کہ جب قریش نے قرآن مجید کی
نرالی اور عجیب عبارت سُنی تو جنھون نے اُسکو کلام آلٰہی نہ مانا وہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کو شاعر کہنے لگے
حالانکہ قرآن شریف مین وزن کا مطلق التزام نہ تھا محقق طوسی اساس الاقتباس مین لکھتے ہین کہ عبری اور
سریانی اور قدیم فارسی مین شعر کے لیے وزن حقیقی ضرور نہ تھا سب سے پہلے وزن کا التزام عرب نے کیا ہے
قافیہ بھی ہمارے ہان شعر کے لیے ایسا ہی ضروری سمجھا گیا ہے جیسے کہ وزن مگر درحقیقت وہ بھی نظم ہی کیلیے ضروری ہے
نہ شعر کیلیے اساس مین لکھا ہے کہ یونانیون کے یہان قافیہ بھی مثل وزن کے ضروری نہ تھا" الغرض وزن اور قافیہ جنپر
ہماری موجودہ شاعری کا دار و مدار ہے اور جنکے سوا اُس مین کوئی خصوصیت ایسی نہین پائی جاتی جسکے سبب سے
شعر کا شعر پر اطلاق کیا جاسکے یہ دونون شعر کی ماہیت سے خارج ہین اسی لیے زمانۂ حال کے محقق شعر کا مقابل جیسا کہ
عموماً خیال کیا جاتا ہے نثر کو نہین ٹھہراتے بلکہ علم و حکمت کو ٹھہراتے ہین وہ کہتے ہین کہ جسطرح حکمت کا کام براہ راست یہ ہے کہ
ہدایت کرے تحقیقات مین مدد پہونچائے اور روشن کرے عام اس سے کہ کوئی اُس سے محظوظ یا متعجب یا متاثر ہو
یا نہو اسی طرح شعر کا کام براہ راست یہ ہے کہ فی الفور لذت یا تعجب یا اثر پیدا کرے عام اس سے کہ حکمت کا
کوئی مقصد اُس سے حاصل ہو یا نہو اور عام اس سے کہ نظم مین ہو یا نثر مین" حالی نے یہان انتہا درجے کی غلطی کی ہے
اور اپنے معتقدونکو غلطی مین ڈالنے کا کام کیا ہے اسلیے کہ جن لوگون نے یہ کہا ہے کہ شعر کے لیے وزن شرط نہین
وہ اہل منطق ہین اور اساس الاقتباس کا جو حوالہ دیا ہے وہ بھی فن منطق ہی مین ہے منطقین کی اصطلاح مین
شعر اور چیز ہے اور شعرا کے نزدیک شعر اور چیز ہے پس حالی نے نافہمی سے منطقین کی تعریف کو شاعرون کی
تعریف کے مبحث مین داخل کر دیا ہے محقق طوسی نے اساس الاقتباس مین بطور منطقیون کے شعر کی تعریف کی ہے
کیونکہ یہ کتاب ہی منطق مین لکھی ہے اور معیار الاشعار مین شعر کی تعریف اسی طرح کی ہے جو عرف جمہور مین مشہور ہے
اور وہ یہ ہے کہ شعر کلام موزون مقفےٰ کا نام ہے کیونکہ یہ کتاب فن عروض مین لکھی ہے پس منطقیون کے نزدیک
وزن شعر کی ماہیت مین معتبر نہین انکے نزدیک جو کلام قضایائے تخیلیہ سے بنے وہ شعر ہے وزن کا ہونا اُسمین
ضرور نہین چنانچہ شیخ بو علی سینا کتاب شفا کی بحث منطق مین فرماتا ہے لا نظر للمنطقی فی شئی من ذٰلک الا فی
کونہ کلاماً مخیلاً یعنے منطقی کی نظر وزن اور قافیے کی طرف نہین اُسکے نزدیک تو یہ چاہیے کہ وہ کلام مخیل ہو اور

دوسری جگہ کہتا ہے انما ینظر المنطقی فی الشعر من حیث ہو مخیل یعنی وہ شعر میں اس حیثیت سے فکر و غور کرتا ہے
کہ وہ کلام مخیل ہے اور امام رازی نے شرح عیون الحکمۃ میں فرمایا ہے ان نظر فیہ من حیث انہ یفید تخییلا قائما
مقام التصدیق والترغیب فذلک ہو المنطق بلکہ محقق طوسی نے خود اساس میں دونوں اصطلاحوں کے فرق کو
کھول دیا ہے اس طرح کہ شعر در عرف منطقی کلام مخیل ست و در عرف متاخران کلام موزون مقفے اور دوسری جگہ
لایا ہے مادہ شعر سخن ست و صورتش نزدیک متاخران وزن و قافیہ و نزدیک منطقیان تخییل اور پھر کھولکر
اساس میں یوں کہا ہے نظر منطقی خاص ست بہ تخییل و وزن را ازان جہت اعتبار کنند کہ بوجہے اقتضائے
تخییل کند و صناعت منطق باحث بالذات از تخییل شعر ست و بالعرض از دیگر احوال یہ تو شعر منطقی کی نسبت کہا
دیکھو شعر متعارف کی نسبت اساس میں کیا کہا ہے بحسب این عرف ہر سخن را کہ وزنے و قافیتے داشتہ باشد
خواہ آن سخن برہانی باشد خواہ خطابی خواہ صادق خواہ کاذب و اگر ہمہ توحید خالص یا ہذیانات محض باشد
آنرا شعر خوانند و اگر از وزن و قافیہ خالی باشد اگرچہ مخیل بود آنرا شعر نخوانند اور مخیلات وہ باتیں ہیں
کہ جب نفس انکو سمجھتی ہیں تو وہ انکی تاثیر سے کسی چیز کی طرف راغب ہو جاتا ہے یا اُس سے نفرت کرنے
لگتا ہے بغیر غور و فکر کے کیونکہ نفس رغبت یا دہشت سے منفعل ہو جاتا ہے اور تخییل کا اثر بمقابلے تصدیق کے
نفس پر جلد پڑتا ہے کیونکہ اُسمین تعجب صدق سے زیادہ ہوتا ہے کیونکہ تعجب لذیذ ہے اور مخیلات کئی طرح کے
ہوتے ہیں کبھی سچے ہوتے ہیں کبھی جھوٹے ہوتے ہیں کبھی مستحیل عقلی ہوتے ہیں کبھی ممکن ہوتے ہیں اور نفس میں انکے اثر سے یا انبساط
پیدا ہو جاتا ہے یا انقباض اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مخیلات کی تاثیر تصدیق سے زیادہ ہوتی ہے اگرچہ اُسکے ساتھ
تصدیق نہیں ہوتی اور منطقین نے شعر کے لیے یہ بات شرط کی ہے کہ کلام قانون لغت کے مطابق ہو اور
اُسمین ایسے اعلیٰ درجے کے استعارے اور عمدہ تشبیہیں ہوں کہ نفس میں اُنکی وجہ سے تاثیر عجیب و انفعال غریب
پیدا ہو کہ فرحت یا رنج و غم آجائے اسی لیے قضایائے شعریہ میں اولیات صادقہ کا استعمال جائز نہیں اور اولیات
صادقہ سے مراد ایسے قضایا ہیں کہ عقل اُن قضایا کا تصور کرتے ہی اُنکے قطعی ہونے کا حکم لگا دیتی ہے کسی دوسری
چیز کی طرف محتاج نہیں ہوتی جیسے کل بڑا ہے جزسے بلکہ شعر میں مخیلات کاذبہ کا استعمال مستحسن ہے جب شعر میں
مخیلات صادقہ کا استعمال ہوتا ہے وہ بے مزہ ہوتا ہے جیسے ناسخ کی نظم سراج کے یہ شعر ؎

کی خدا نے جو یہ زبان عطا — ہے بلاشک عطیۂ عظمے
اس سے ہے مختلف مزوں کی تمیز — اس سے پاتے ہیں لذت ہر چیز
کوئی کڑوی ہے کوئی ہے میٹھی — نمکین کوئی کوئی کھٹ مٹھی
کوئی اچھی ہے کوئی زشت و زبون — غرض سب چیزوں کے ہیں گونا گون

سب مزہ دستے زبان واقف ہے	انہی اسنرہ کی یہ کاشف ہے
جو نہو یہ تو کچھ نہ ہو معلوم	نہ ہو کوئی مزہ کبھی مفہوم
اور بھی ہوتے ہین زبان سے کام	ہے مدد رقت بلع آب وطعام
اس سے احکام بہر دندان ہے	قوت تام بہر دندان ہے

ولہ

نفع کیا کیا ہوا کو بخشا ہے	صحت جسم اس سے پیدا ہے
بعض اوقات گر ہوا نہ چلے	کبھی دن رات اگر ہوا نہ چلے
دم رکین آدمی پڑین بیمار	میوے فاسد ہون سوکھین پھل اکبار
آوے طاعون یا وبا آوے	غلے پہ آفت وبلا آئے
اس سے ہے زندگانی ابدان	اس سے ہے نفع صحت انسان
ناک سے جوف تن مین جاتی ہے	زندگی اس سبب آتی ہے
خارج تن مین لگتی ہے یہ اگر	حق مین ابدان کے ہے مصلح تر

اسیطرح یہ شعر مولوی محمد حسین آزاد کے

اے آفتاب صبح سے نکلا ہوا ہے تو	عالم کے کاروبار مین دن بھر پھرا ہے تو
ہین روز وشب زمانے کے پیہم قدم ترے	پیمانے محنتونکے یہ ہین بیش وکم ترے
دامان کوہسار مین اب جاکے سو رہو	دن بھر کا کام شام کو سمجھا کے سو رہو
اے دوست تیرا حکم تھا جاری جہان مین	اور روشنی تھی عام زمین آسمان مین
دن ہے خدا نے ہمکو دیا کام کے لیے	اور رات کو بنایا ہے آرام کے لیے

لیکن یہ قاعدہ اکثری ہے نہ کلی اسلیے کہ بعض نظم باوجود صدق مقدمات کے عمدہ استعارون اور برجستہ تشبیہونکی وجہ سے نفس مین تاثیر اور لذت پیدا کرنے مین مخیلات کا ذبہ سے کم نہین ہوتی بہرصورت جمہور کے نزدیک شعر مین وزن اور قافیہ دونون معتبر ہین صرف تخیل ہی کافی نہین پس جو سخن وزن حقیقی اور قافیہ رکھتا ہو خواہ اُسکی ترکیب برہانیات سے ہو یا جدلیات سے یا خطابیات سے یا مغالطات سے یا مخیلات سے یا ہزلیات سے وغیرہ وغیرہ وہ شعر ہے اور تخییل ذات شعر مین معتبر نہین اسی لیے شعر کی تعریف کلام موزون مقفے کے ساتھ کرتے ہین نہ کلام مخیل موزون مقفے کے ساتھ اور وزن مراد ہے اُس ہیئت سے جو نظام ترتیب حرکات وسکنات اور ترتیب حروف اور مقدار سب عدد حروف اور مقدار کے تابع ہو ایسے نہج پر کہ نفس اُس سے

ایک خاص قسم کی لذت کا ادراک کرے اس ادراک کو **ذوق** کہتے ہین تناسب عدد سے مراد یہ ہے کہ
ارکان مصرعونکے مساوی ہون پس چار رکن والا مصرع تین رکن والے مصرع کے ساتھ موزون نہ سمجھا جائیگا
اور مقدار کے تناسب سے یہ مراد ہے کہ ارکان باہم مقدار حروف مین متناسب و متقارب ہون پس جو مصرع
تین مفعولن پر مشتمل ہو وہ اس مصرع کا جو تین مستفعلن پر مشتمل ہو متحد الوزن نہ ہوگا لیکن سالم اپنے مزاحف
کے ساتھ جیسے فعولن اور فعولان اسی طرح ایک مزاحف دوسرے مزاحف کے ساتھ مثلاً فعول اور فعل
تناسب معتبر سے خالی نہین اور چونکہ طبیعتین مختلف ہوتی ہین اسلیئے اوزان شعر بھی قومون مین مختلف طور پر ہوتے ہین
اور ہر موزون کسی وجہ سے مخیل ہوتا ہے اور ایک طرح کی تاثیر پیدا کرتا ہے مگر یہ ضرور نہین کہ ہر کلام مخیل وزن
شعر رکھتا ہو بہت سی نثر کی عبارتین تخیل کا فائدہ بخشتی ہین اور چونکہ وزن سے کلام کی خوبی دوبالا ہوجاتی ہے
اسی لیے کہا ہے کہ وزن دار کلام سلاست مین پانی کی طرح ہے اور لطافت مین ہوا کی مثل ہے اور انتظام مین
موتیونسے مشابہت رکھتا ہے۔ عرب کی قدیم شاعری مین جو زیادہ تر برجستہ فقرے اور مثلین پائی جاتی ہین
تو اس سے شاعرونکی طبیعت کی خوبی ثابت ہوتی ہے اور یہ بات ثابت نہین ہوسکتی کہ شعر کے لیے وزن
ضرور نہین اور عرب جو قرآن کی فصاحت وبلاغت کو دیکھ کر پیغمبر خدا کو شاعر کہنے لگے تھے تو اس سے بھی
یہ امر ثبوت کو نہین پہونچ سکتا کہ شعر کے لیے وزن شرط نہین بلکہ وجہ اسکی یہ تھی کہ وہ یہ جانتے تھے کہ
فصیح وبلیغ کلام نظم ہو یا نثر شاعر ہی ادا کرسکتا ہے۔ نظم اور شعر مین وزن اور عدم وزن کے اعتبار سے
کوئی فرق نہین دونون مین وزن معتبر ہے شعرا کی اصطلاح مین نظم الفاظ کی ایسی ترکیب کو کہتے ہین
کہ انکے معانی مین بھی ترتیب ہو اور انکی دلالات کا بندوبست مقتضائے عقل کے موافق ہو اور یہ بات نہو
کہ لفظونکو آگے پیچھے بول دیا جائے اور جس طرح اتفاق پڑے بغیر لحاظ ترتیب اور دلالت کے ایک لفظ کو
دوسرے لفظ سے ملا دیا جائے پس یہ نظم ہے۔ ؎

سیہ چوٹی زرافشان مانگ سبز او سپر دوشالہ ہے ۔۔۔ تماشا ہے پر طاؤس نے کالے کو پالا ہے

اور جب اسکو یون کہین ؎ سیہ افشان زر سبز مانگ دوشالہ چوٹی ہے اسپر پر ہے تماشا کو کالے
طاؤس پالاتے ہو تو یہ لفظ ہو نگا نہ نظم۔ اور حالی کا یہ کہنا کہ حال کے محقق شعر کا مقابل نثر کو نہین ٹھہراتے
بلکہ علم وحکمت کو ٹھہراتے ہین یہ بھی درست نہین سلامی دنیا کے تمام انشا پرداز اور سخنور بالاتفاق شعر کا مقابل نثر کو ٹھہراتے ہین
عروضیونکا یہی مذہب ہے اور جو لوگ شعر کا مقابل علم وحکمت کو ٹھہراتے ہین وہ اہل فلسفہ ہین انکے نزدیک شعر غیر تعینات ہین سے ہے
اسلیئے وہ علم وحکمت یعنی تعینات کا مقابل ہے پس یہ ہر ایک علم کی علحدہ اصطلاح ہے اور یہ کہنا کہ شعر کیلیے وزن حقیقی ضروری تھا سب سے پہلے
وزن کا التزام عرب نے کیا ہے بالکل تحقیق کے خلاف ہے واقعی یہ ہے کہ ہر زبان کے شعر کیلیے وزن ضروری ہے البتہ موجودہ قواعد وزن کو عرب نے

ایجاد کیا ہے ورنہ فن عروض کی ایجاد کے پہلے سے بھی شعر وزن دار ہوتے تھے اور اُنکے وزن کا معیار وجدان سلیم اور ذوق طبع مستقیم تھا اُنہی اشعار کو جانچ کر وزن کے قواعد مقرر ہوے ہین۔ اور محقق طوسی نے اساس مین یہ جو کہا ہے کہ قدما کلام مخیل کو شعر کہتے تھے اگرچہ وہ وزن حقیقی نرکھتے ہوتے اور یونانیون کے بعض اشعار اس طرح کے تھے اور دوسری پرانی زبانون جیسے عبری سریانی فارسی مین بھی اس کا اعتبار نہ تھا عرب نے اول وزن حقیقی کو شعر مین اعتبار کیا ہے مثل قافیہ کے اور پھر دوسری قومون نے ان کی متابعت کی یہ قول بھی حالی صاحب کے مفید نہین اسلیے کہ ہم یہ کہینگے کہ قومون نے جس شعر مین وزن کا اعتبار نکیا تھا وہ وہ ہے جو یقینیات کے مقابل ہے اور قدما سے مراد محقق طوسی کی حکما و فلاسفہ ہین نہ شعرا کیونکہ شعرا و اہل عروض کو اُنھون نے متاخرین کے لفظ سے تعبیر کیا ہے علاوہ اسکے اُن زبانون مین علمانے علم عروض کے قواعد بھی منضبط نہ کیے تھے اسلیے سوائے ذوق طبع سلیم کے وزن شعر کے جانچنے کا کوئی معیار نہ تھا یہی حال شعرائے عرب کا بھی تھا کہ وہ ذوق طبیعت سلیم کے اقتضا سے شعر تو کسی وزن عروضی پر کہتے تھے مگر اُنکے ہاتھ مین اُسکے جانچنے کے لیے کوئی میزان نہ تھی اسی وجہ سے کبھی ایک وزن سے دوسرے وزن قریب پر انتقال کر جاتے تھے اور غلطیان کہا جاتے تھے قواعد عروض کے ایجاد کرنے کے وقت اُنکی انہی غلطیونکو تغیر زحافات اور سکتہ ماننا پڑا ہے کیونکہ قواعد عروض ان کے اشعار کے مطابق بنائے گئے ہین نہ یہ کہ قواعد عروض کو پیش نظر رکھ کر شعر کہے جاتے تھے جسکو جمہور کی اصطلاح مین شعر کہتے ہین ایسا شعر ہر زبان مین وزن دار ہی ہوتا رہا ہے اگر کوئی جاہل اپنا دل خوش کرنے کو چند الفاظ بے وزن جوڑکر اُنکو شعر سمجھتا تو ایسا کلام اہل علم کے نزدیک سلف سے خلف تک کسی زبان مین شعر نہین مانا جاتا۔ اور یہ قول بھی صحت سے عاری ہے کہ عرب نے اول وزن حقیقی کو شعر مین اعتبار کیا اسلیے کہ ہندون کے یہان

سلہ ابوریحان محمد بن احمد بیرونی جسنے تقریباً سنہ چار سو تیس ہجری مین وفات پائی ہے اُسنے کتاب الہند کے تیرھوین مقالے مین جو زبان سنسکرت کے علم نحو اور شعر کی کیفیت اور ایجاد کے بیان مین ہے لکھا ہے کہ ایک مہاراجہ جسکا نام سالی وان ہے اور فصیح نام شالی واہن ہے اُسکے عہد مین ایک ہندو عالم نے مہادیو کی بہت پرستش کی تو اُنھون نے ظاہر ہوکر نحو کے کچھ قواعد بتائے اس عالم نے وہ قواعد سالی وان کو سکھائے اور اُسکے سامنے چھند پڑھے اور چھند وہ ہے جس سے شعرونکا وزن کیا جاتا ہے اور یہ علم عروض کے مقابل ہے ہندو اس سے مستغنی نہین ہو سکتے کیونکہ انکی کتابین نظم مین ہین و تیلوہ چند وہو وزن الشعر المقابل لعلم العروض لا یستغنون عنہ فان کتبھم منظومۃ بعد اس بیان کے علم وزن شعر کے ایجاد کی نسبت البیرونی لکھتا ہے و اول من استخرج ہذہ الصناعۃ کان پنگل و چلت یعنے جسنے اس صناعت کو اول استخراج کیا وہ یہ دو شخص ہین (۱) پنگل (۲) چلت سالی وان کا سن ساکا کہلاتا ہے اور سنہ عیسوی سے اٹھتر برس اور سمت بکرمی سے ایک سو ۳۵ سال بعد شروع ہوا ہے ۱۲ منہ۔

ہزارون برس سے شعر مین وزن حقیقی کا اعتبار چلا آتا ہے پس جس کلام مین وزن حقیقی موجود ہو وہ شعر ہے اور جسمین نہو وہ نثر ہے۔ اسمین اختلاف ہے کہ قافیہ مطلق شعر کے واسطے ضرور ہے یا نہین بعض اس طرف گئے ہین کہ مطلق شعر کے واسطے ضرور نہین بلکہ اُسکی بعض قسمونکے واسطے ضرور ہے جیسے قصیدہ اور قطعہ اور رباعی وغیرہ اور اس تقریر پر ذاتیات شعر سے نہوگا بلکہ اُسکے عوارض سے ہوگا اور محققین کا گروہ اعظم قافیہ کا اعتبار ذات شعر مین واجب سمجھتا ہے چنانچہ بو علی سینا بھی شفا مین کہتا ہے لایکاد ان یسمی عندنا الشعر مالیس بمقفے یعنے جو مقفے نہین وہ ہمارے نزدیک شعر نہین یاد رکھو کہ کلام اُن دو کلمون کو کہتے ہین جو باہم ایسی اسناد رکھتے ہون کہ اگر اُسکا کہنے والا چپ رہے تو سامع کو فائدہ حاصل ہوجائے اور کچھ انتظار نرہے پس شعر مین کلام کی قید سے سخن بے معنے بھی نکل گیا اور شعر کی تعریف اُسپر صادق نہ آئی اسلیے کہ اُس سے سامع کو کچھ فائدہ حاصل نہین ہوتا لیکن مجازاً اُس کو بھی شعر کہتے ہین جیسے کہین یہ شعر مہمل و بے معنی ہین مثال اسکی یہ شعر راشد علی ضیا بدایونی شاگرد منشی اسمٰعیل حسین منیر کا

ملحوظ موقع طلب مدعا رہے ۔۔۔ چشم حباب بحر مین سُرمہ لگا رہے

ایسے ہی یہ شعر شاگرد تخلص بدایونی کا

تم چشم حنائی مین لگاوگے جو مسی ۔۔۔ ہر بیضۂ اشتر مین نکل آئینگے چھالے

گستاخ نے نساخ کے اس شعر کے مصرع ثانی کو

بوسہ نہ لون گا وہم ہے نزدیک آئین آپ ۔۔۔ کہنا ہے مجکو کان مین کچھ مین تو جائین آپ

مہمل لکھا ہے اور دونون جگہ (مین) مفید معنی ظرفیت پڑھا ہے حالانکہ مین جائین مشتق ہے من جانیسے جسکا ترجمہ فارسی مین خوشنود شدن ہے چونکہ دونون جز کے درمیان لفظ تو فاصلہ پڑا ہے اسلیے یہ وہم پیدا ہوا ہے اسیطرح اس شعر کے مصرع ثانی مین بجائے بنین جو مشتق ہے بننے سے نہین پڑھکر مہمل قرار دیا ہے۔

دیکھتے کچھ نہین سولے فراق ۔۔۔ اپنی آنکھین نہین سرائے فراق

بنین ت

مشہور ہے کہ کسی بادشاہ کی فرمایش سے ایک شخص نے خمسۂ نظامی کے جواب مین ایک خمسہ بے معنی کہا تھا آب حیات مین لکھا ہے کہ جب شیخ ناسخ کے پاس کوئی ناواقف شخص شائق کلام آتا تو چند بے معنے غزلین بنا رکھی تھین اُن مین سے کوئی شعر پڑھتے یا اُسی وقت چند بے ربط الفاظ جوڑکر موزون کر لیتے اور سناتے اگر وہ سوچ مین جاتا اور چپ رہ جاتا تو سمجھتے تھے کہ کچھ سمجھتا ہے اُسے اور سُناتے تھے اور اگر اُسنے بے تحاشا تعریف کرنی شروع کر دی تو اسی طرح کے ایک دو شعر پڑھکر چپکے ہو رہتے تھے مثلاً ؎

آدمی مخمل مین دیکھے مورچے با دام مین ۔۔۔ ٹوٹی دریا کی کلائی زلف اُلجھی بام مین

تونے ناسخ وہ غزل آج لکھی ہے کہ ہوا	سکو مشکل ید بیضا مین سخندان ہونا

ہدہد الشعرا

مرکز محور گردون پہ لب آب نہین	ناخن قوس قزح شبہ مضراب نہین

ناسخ طومار اغلاط مین کہتا ہے کہ ناسخ کے اس شعر کا مصرع دوم مہمل ہے

خیال زلف مین ہم باغ جو گئے ناسخ	تمام برگ تھے کھینچے ہر ایک مار کی شاخ

اسیطرح اس شعر کو اُنکے مہمل قرار دیا ہے ۔

کیا ہے اسقدر لاغر فراق یار نے مجکو	کہ کہتے ہین مرے ہمدم نہ لیلی ہو نہ مجنون ہے

ناسخ کہتا ہی کہ منیر کے اِس شعر کا مصرعہ ثانی مہمل ہی

ہوا اشارۂ حضرت سے چاند دو ٹکڑے	ہواے کو چۂ شق القمر مین کی رفتار

بعضونکا قول ہے کہ قصد متکلم شعر مین لازم نہین لیکن میر شمس الدین فقیر مصنف حدائق البلاغت کہتے ہین کہ یہ قول مردود ہے اسلیے کہ جہان مین کوئی ایسا متکلم نہوگا کہ کبھی نہ کبھی اُسکی زبان سے بے قصد کلام موزون سرزد نہو جاے پس جب قید قصد کی موزون کرنے مین نہوگی تو ہر متکلم کو شاعر کہنے لگین حالانکہ ایسا نہین ہے اور مرزا رحیم بیگ لکھتے ہین کہ ذات شعر مین قصد کو دخل نہین اگر بلا قصد شعر موزون ہو جائیگا تو فی البدیہہ سمجھا جائیگا اصطلاح مین شعر کو بیت بھی کہتے ہین کہ دو مصرع مساوی ہوتے ہین اور عروض و ضرب رکھتے ہین وجہ اسکی یہ ہے کہ بیت کے معنی گھر کے ہین اور گھر کے لیے زمین چھت ستون میخ رسی کمبل ٹاٹ کپڑا اور نقاشی سب چاہیے ایسے ہی چیزین شعر کو چاہیین کہ اُسکو بھی گھر سے مناسبت ہی پس اسکی یہ مضمون ہے یعنی جب کوئی ارادہ مکان بنانیکا کرتا ہی تو پہلے زمین تلاش کر لیتا ہی اسیطرح جب شاعر شعر کہنے کو ہوتا ہی تو پہلے مضمون تلاش کر لیتا ہی اور اُسکی چھت قافیہ ہی اور رسی اور میخ اور ستون ارکان بیت ہین جسطرح کہ رسی اور ستون اور میخ سے گھر مستحکم ہوتا ہی ایسے ہی ارکان بحر سے مضبوطی ہی کیونکہ ارکان مرکب ہین سبب اور وتد اور فاصلے سے اور لغت مین سبب رسی کو کہتے ہین اور وتد میخ کو اور فاصلہ ستون کو اور جیسے کہ گھر کپڑے اور کمبل اور ٹاٹ سے تیار ہوتا ہے اسیطرح بیت الفاظ سے تیار ہوتی ہے فائدہ اکثر صحرانشینان عرب کا گھر کمبل اور کپڑے کا ہوتا ہے بطور راؤل کے اور گھر مین آرائش کے واسطے نقاشی بھی کرتے ہین تو بیت کی نقاشی صنائع و بدائع لفظی و معنوی کی رعایت کرنا ہے اور گھر کے دروازے کے دو کنواڑ ہوتے ہین اسی طرح غالباً شعر کے بھی دو مصرع ہوتے ہین اور جس طرح لوگ گھر کے اندر دروازے کی راہ سے آتے جاتے ہین اسی طرح خیالات مردم مدعاے بیت مین مصاریع کی راہ سے پہونچتے ہین خلیل کے نزدیک بیت کے لیے دو مصرعونکا ہونا لازم ہے اور شعر اُسکے نزدیک بیت کا مرادف ہے اور سواے خلیل کے دوسرے علما

بیت کے لیے دو مصرعونکا ہونا واجب نہین جانتے بیت کے مصرع اول کے پہلے جزکو صدر اور اخیر جزکو عروض کہتے ہین اور دوسرے مصرع کے جزو اول کا نام ابتدا و مطلع اور پچھلے جز کا نام ضرب و عجز ہے اور درمیانین دونون مصرعونکے جو رہا اُسکو حشو قرار دیتے ہین۔ لغوی معنی صدر کے اول و بلندی و ابتدا اور مطلع کے معنی شروع و جاے آغاز وغیرہ اور عروض کے معنی طرف کے اور ضرب کے معنی قسم و حصہ کے اور عجز کے معنی سرین وغیرہ کے ہین اور حشو بھرتی کو کہتے ہین پس وجہ تسمیہ اجزاے بیت کی ان اسما کے ساتھ ظاہر ہے الغرض کلام موزون ومقفے کی دس قسمین ہین۔ غزل۔ قصیدہ۔ مسمط۔ ترکیب بند۔ ترجیع بند۔ مثنوی۔ قطعہ۔ رُباعی۔ مستزاد۔ فرد۔

بیان غزل

غزل اُن اشعار متفق الوزن والقوافی کو کہتے ہین جنکی بیت اول کے دونون مصرع مقفے ہون اور اُس بیت کو مطلع کہتے ہین اور باقی ابیات غزل مین صرف مصرع ثانی مین قافیہ ہوتا ہے اور بیت ثانی کو حسن مطلع و زیب مطلع بولتے ہین اور ایک غزل مین دو یا تین یا زیادہ مطلع بھی لاتے ہین جیساکہ لطف نے ایک غزل چودہ شعر کی لکھی ہے اور وہ سب شعر مطلع ہین چنانچہ خود اُنھون نے اسکی طرف اشارہ کیا ہے۔

لکھے سب اس غزل مین لطف تونے مدح کے مطلع	غزل اک اور بھی پڑھ ہے اگر مداح حضرت کا

اور امانت کی اس غزل مین ۹ مطلع ہین

مداح مین ہوا شہ گردون جناب کا	ذرے کو حق نے رتبہ دیا آفتاب کا

اور اس غزل مین ۱۱ مطلع ہین۔

نظر مین تو لتا ہے شعراب ہر غیرت یوسف	امانت گرم ہے بازار اپنی طبع موزون کا

امانت کی ایک غزل مین ۳۲ شعر ہین جس مین سولہ مطلع ہین

ذوق کی اس غزل مین ۱۰ مطلع ہین

ترے کوچے کو وہ بیمار غم دارالشفا سمجھے	اجل کو جو طبیب اور مرگ کو اپنی دوا سمجھے

اور سب سے آخر کی بیت کو مقطع غزل اور مقطع کہتے ہین۔ فارس اور ہند کے شعرا نے ایک اچھا طریقہ وضع کیا ہے کہ اپنی ذات کے لیے ایک مختصر سا نام اختیار کرلیتے ہین اور اُسکو اپنی نظم کے بیت آخر مین لاتے ہین اور اُسکا نام تخلص ہے خان آرزو چراغ ہدایت مین لکھتے ہین کہ تخلص اُس بیت کو کہتے ہین جس مین شاعر اپنا تخلص لائے جیساکہ اس شعر مین کمال خجند کے۔

کمال از گفتۂ خود ہرچہ داری	تخلصہاے تو بس آبدارست

مؤلف کہتا ہے کہ اس شعر مین تخلص سے مراد گریز ہے کہ اُس کا ذکر قصیدے مین آنیوالا ہے مقطع مقصود نہین اور ظاہر ہے کہ حسن تخلص بھی اِس صنعت کو کہتے ہین کہ قصیدے مین اول چند شعر کسی مضمون کے لکھکر پھر مدح ممدوح کی طرف سلاست الفاظ اور نفاست معنے اور وجہ لطیف اور طرز ظریف کے ساتھ رجوع کی جائے شعرائے عرب مین تخلص کا دستور نہ تھا یہ تخلص یا نام کا جز ہوتا ہے جیسے اِنشا اللہ خان نے اپنا تخلص اِنشا کیا اور حکیم مومن خان نے مومن اور منشی امیر احمد مینائی نے امیر یا کوئی اور نام کسی رعایت و مناسبت سے تجویز کرتے ہین جیسے محمد تقی نے میر اور مرزا رفیع نے سودا اور مرزا اسد اللہ خان نے غالب اور شیخ ابراہیم نے ذوق اور نواب مرزا خان نے داغ اور شیخ امام بخش نے ناسخ اور خواجہ الطاف حسین نے حالی رکھا تخلص اختیار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اکثر نام شاعر کا ارکان بحور مین گنجائش پذیر نہین ہوتا اسلیے ضرورت تخلص کی ہوتی ہے ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ بعض شاعر جو فارسی و ریختہ یا اُردو بھاشا یا فارسی و بھاشا دو زبانون مین سخن سرائی کرتے ہین وہ دونون مین تخلص مختلف لاتے ہین جیسے عنبر شاہ خان فارسی مین عنبر اور اُردو مین آشفتہ تخلص کرتے تھے اور نواب مصطفےٰ خان کا فارسی مین حسرتی اور اُردو مین شیفتہ تخلص تھا اور حسین علی خان شاگرد مرزا غالب فارسی مین خیالی اور اُردو مین شادان تخلص کرتے تھے جن لوگون نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تخلص مؤنث نہ چاہیے اور اِس خیال سے تخلص نسیم پر معترض ہوے ہین یہ اُنکی محض نادانی ہے اسلیے کہ بہت سے تخلص اساتذہ کے مثل جرأت اور وحشت اور حشمت وغیرہ کے مونث ہین ہان تخلص اچھا چاہیے کیونکہ اسما کی تاثیر ضروری ہوتی ہے جیسا جدعلی شاہ اور رنگ نشین اودھ کے قلق و اسیر جو نامی شاعر ہین مصاحب ہوے ایک درویش صاحب حال نے کہا خدا خیر کرے اِن تاثیر اسماے مصاحبین سے بچائے انجام کار عرصۂ قلیل مین فقیر روشن ضمیر کے اندیشے کا ظہور ہوا بادشاہ کی ریاست جاتی رہی یکایک اسیر قلق عظیم ہوے۔ شاذو نادر بعض شعرا تخلص مطلع مین بھی لے آتے ہین اور پھر اُسی غزل کے مقطع مین مکرر لاتے ہین یہ بات سودا کے کلام مین بہت پائی جاتی ہے مثلاً ؎

جرأت

عاشقی جرأت نکر ناحق نہ جی کو غم لگا
دن بدن تحلیل جرأت کیون ہوا جاتا ہے تو

ربط سب سے رکھ بہت پر جی کسی سے کم لگا
آہ یہ بیٹھے بٹھائے تجھکو کیا غم لگا

میر

وہ کمان ابرو اگر دیتے ہولے ہے تیر کے

ترکش ان پلکون نکالے ہے بالائے سر کشتے تیر کے

روئے دلکش وہ خدا جانے کہ کس سے کھچ گیا
میر ہم عاشق ہوے ہے [illegible] بس کے

	ناسخ	
بخدا اُس بت مغرور سے کچھ کام نہین		اگر اُسے ناسخ مہجور سے کچھ کام نہین
مجکو ناسخ جبل طور سے کچھ کام نہین		رات دن نور خدا کو وہ نجف سے ہے عیان

اگر تخلص کو مقطع مین اس طرح لائین کہ وہ معنے کی طرف بھی رجوع کرتا ہوا اور اُسکو قطعی تخلص کہنے مین تامل ہو اور اس سے تخلص قائل معلوم نہ ہوتا ہو تو یہ بات بے لطف ہے اور خالی رکاکت سے نہین مثلاً لفظ تمنا کہ خواہش کے معنی مین ہے شاعر کا تخلص ہو تو چاہیے کہ مقطع مین اس طرح لائین کہ شاعر کے تخلص ہونے پر دلالت کرے جیسے اس مقطع مین مولوی محمد قاسم تمنا مرادآبادی کے۔ ۵

او میان اُس حرم پاک کے جانے والے	رکھتے جاؤ قدم آنکھو نپہ تمنا کی ذرا

نہ یہ کہ سامع جب تک دوسرے شخص سے نہ پوچھے معلوم نہو جیسے اس مقطع مین۔ ۵

ہے اُسے تیرے ہی ملنے کی تمنا باقی	عاشق خستہ کی رخصت دم آخر ہے ضرور

اس بیت مین یکایک بغیر تحقیق کے لفظ تمنا سے شاعر نہین معلوم ہوتا بلکہ خواہش کے معنی پیدا ہوتے ہین علی ہذا القیاس اس مقطع مین مرزا مکین رفاقت کے ۵

کیا ایسی زندگی کا بھروسا کرے کوئی	برسو نگی ایک دم مین رفاقت جو چھوڑ دے

اسمین صاف صاف نہین معلوم ہوتا کہ یہ شعر رفاقت کا ہے۔

لطیف کا مقطع ہے۔ ۵

تو نے جب چاہا تو درویش کو سلطان کیا	بندگی پر نہین موقوف ترا لطف لطیف

سکندر کا مقطع ہے۔ ۵

آپ کڑ رو د جیا کس لیے دارا مارا	جیت عقبیٰ کے لیے کچھ نہ سکندر نے کیا

الغرض غزل مین سوائے ذکر شراب وکباب وخال وخط وشاہد رعنا وشکوہ والم مفارقت وذکر وصال و بیان جفائے فلک وخوے بد معشوق کے اور قسم کے مضمون مثل نصیحت ومعرفت ووعظ وپند وغیرہ کے زیبا نہین اور یہ بھی ضرور ہے کہ اول سے آخر تک ساری غزل ایک ہی مضمون کی ہو خواہ فراق کی خواہ وصال کی خواہ اور مضمون کی مگر متاخرین کے نزدیک غزل مین ہر شعر کا مضمون علیحدہ اور مختلف ہونا بھی جائز ہے یعنی اگر شاعر مطلع مین وصل کا حال باندھے اور زیب مطلع مین جدائی کا حال بیان کرے تو روا ہے بلکہ یہی بہت شائع ہے اور ایک نئی طرح اور نکلی ہے کہ اپنے معشوق کو دوسرے کا عاشق قرار دیکر کچھ اُسکی بیتابی کچھ اپنا رشک کچھ اور چھیڑ چھاڑ لکھتے ہین اس سے عجیب وغریب لطف حاصل ہوتا ہے۔ شعرا نے مستعمل استعارو نسے بچنے کے لیے نئے استعارے

اور استعارے در استعارے نکالے ہین اور اُسے ایک ایجاد جدید تصوّر کرکے **نازک خیالی** نام رکھّا ہے اس سے کلام مین خیالی نزاکت اور تازگی لطافت تو ہو جاتی ہے مگر کلام پُر اثر نہین ہوتا چونکہ دُنیا مین ہر اک نئی چیز مزہ دیتی ہے اسلیے یہ طرز ہر اک کو پسند ہے اور علم کی مشکل پسندی نے اُسے زیادہ تر قوت دی ہے جو قدما کی تقلید سے صفائی اور سادگی کی لکیر پر فقیر ہین اور اغلاق کو ناپسند کرتے ہین ادلے مطلب و طرز کلام مین صفائی پیدا کرنیکی کوشش رکھتے ہین جس سے سُننے والے کے دلپر اثر ہوتا ہے۔

نازک خیالی کا نمونہ۔ ؎

تصویر یار رہبر نکیرین پاس ہے	رکھ دیجو میری قبر مین شیشہ گلاب کا

مطلب شاعر کا یہ ہے کہ جب قبر مین نکیرین آئینگے اور مجھ سے کچھ سوال کرینگے تو یار کی تصویر دکھا دونگا یا یہ کہ جب وہ مجھ سے پوچھینگے کہ تیرا رب کون ہے تو مین یار کی تصویر دکھا دونگا اور کہونگا کہ مین اس کے سوا کسی کو نہین جانتا (جیسا کہ مجنون کا جواب مشہور ہے ؎ نہ چندان شور لیلیٰ در سرم بود ✢ کجا پروائے کار دیگرم بود ✢) پھر نیچ وہ اُس تصویر کو دیکھ کر غش کر جائینگے اُنکے ہوش مین لانے کے لیے شیشہ گلاب کا ساتھ ہونا ضرور ہے میری قبر مین رکھدینا اس قسم کے اشعار معما سمجھے جاتے ہین اور ہر ایک کے فہم مین مشکل سے آتے ہین۔ غالب ؎

ظاہر ہے کہ گھبرا کے نہ بھاگینگے نکیرین	ہان منھ مین مگر بادۂ دوشینہ کی بو آئے

بادۂ دوشینہ یعنے رات کی پی ہوئی شراب جو مرنے سے پہلے پی تھی محض ازراہ شوخی کے کہتا ہے کہ نکیرین کے سوال و جواب سے بچنے کی کوئی تدبیر اُسکے سوا نہین کہ شراب پیکر مرین تاکہ نکیرین اُسکی بو کی کراہت سے بغیر سوال و جواب کیے چلے جائین۔ ولہ ؎

کارگاہ ہستی مین لالہ داغ سامان ہے
برق خرمن راحت خون گرم دہقان ہے

یعنے دہقان کی سعی گل کے حق مین گل کی خرمن راحت کے لیے برق کا کام دیتی ہے دیکھو وہ لالے کے درخت پر اسقدر کوشش کرتا ہے لیکن اسکا نتیجہ صرف یہ ہوتا ہے کہ گل لالہ کے دلپر داغ ہوتا ہے۔

ولہ

غنچہ تا شگفتنہا برگ عافیت معلوم	باوجود دلجمعی خواب گل پریشان ہے

مطلب یہ ہے کہ کھلنے کے وقت تک غنچے کے مایۂ آرام و عافیت کا باقی رہنا ناممکن ہے کیونکہ ظاہر مین اگرچہ اُسکی صورت صنوبری سے اُسکی دلجمعی کا خیال ہوتا ہے لیکن حقیقت مین اُسکی پنکھڑیون مین پریشانی کا مادہ پنہان ہوتا ہے۔

	ولہ	
رکھا غفلت نے دور اُفتادۂ ذوقِ فنا ورنہ		اشارت فہم کو ہر ناخن ترّیدہ ابرو تھا
	ولہ	
پریشانی سے مغز سر ہوا ہے پنبۂ بالش		خیال شوخی خوبان کو راحت آفرین پایا
	ناسخ	
میری آنکھون نے تجھے دیکھکے وہ کچھ دیکھا		کہ زبان مژہ پہ شکوہ ہے بینائی کا
	ولہ	
کھل گیا ہم پہ عناصر جب ہوے بے اعتدال		رابطہ واجب ہے ممکن دوست دشمن مین نہین

آج کل کے بعض شعرا کلام مین نہایت تکلف کرتے ہین الفاظ مصنوعی اور مشکل بھرتے ہین اور یاران بلید الطبع پہ رعب غالب کرنے اور صاحب طرز جدید مشہور ہونے کو اپنے اشعار معما کرتے ہین اور اکثر کلمات خلاف محاورۂ روزمرۂ اُردو استعمال مین لاتے ہین جنکے دریافت کرنے کے واسطے کتب لغت وغیرہ کی حاجت پڑتی ہے اسواسطے کلام اُن کا غیر فصیح اور قابل عدم التفات ہوتا ہے کلام نحس وشوم سے بھی شاعر و نکو احتراز کرنا چاہیے بعض اوقات ایسا مضمون بدشگون زبان سے نکلتا ہے کہ اُسکی تاثیر سے ضرور خرابی واقع ہوتی ہے جیسے ابوظفر سراج الدین بہادر شاہ خاتم آل تیموریہ کا یہ شعر ہے

مر گئے آخر پھڑک کر دام سے چھوٹے نہ ہم	دل کی دل ہی مین تمنائے رہائی رہ گئی

حضرت بادشاہ صاحب مر گئے انگریزون کی قید سے نہ چھوٹے دل کی دل ہی مین تمنائے رہائی رہ گئی۔

المختصر اصطلاح مین غزل اُن اشعار کا نام ہے جنکی تعریف اوپر کی گئی اور لغت مین غزل جوانی کا حال بیان کرنے اور عورتونکی صحبت اور عشق کا ذکر کرنے کو کہتے ہین اور بعض کا قول ہے کہ ایک شخص عرب مین تھا جس نے اپنی ساری عمر رندمشربی اور عشقبازی مین گذاری اُس کا نام غزل تھا اور ہمیشہ عشق وحسن کی تعریف کیا کرتا تھا اور سخن عاشقانہ کہتا تھا پس ایسے اشعار کو جن مین حسن وعشق وغیرہ کا بیان ہو اُسکے نام سے موسوم کردیا یعنے غزل کہنے لگے مگر قول اول درست ہے۔ عرب کے اشعار مین مرد کا عشق عورت کی طرف ہوتا ہے اور فارسی مین عشق مرد کا امرد کی طرف اور اُردو مین مرد کا عشق عورت کی طرف اور مرد کا عشق امرد کی طرف یعنی دونون طرح ہے اسلیے کہ ماخذ اُردو کا عربی اور فارسی ہے اور شعرائے ریختہ متبع عرب و عجم دونون کے ہین پس ادیبان عرب کی تقلید سے مرد نے عشق کا عورت کی طرف اظہار کیا اور شعرائے فارس کی اتباع سے امرد کے ساتھ

عشقبازی کا شیوہ اختیار کیا جو لوگ کہتے ہین کہ اُردو مین عشق مرد کا امرد کی طرف ہے نہ عورت کی طرف وہ بڑی غلطی پر ہین یہ نہین دیکھتے کہ شاعری ریختہ مین امردونکے سبزۂ خط وغیرہ اور عورتونکی پستان وغیرہ دونون کی تعریف موجود ہے اور اساتذہ و موجدین فن کے کلام سے یہ بات ظاہر ہے۔ مثلاً ؎

امانت

بار محرم سے پڑے ہین سینۂ نازک مین نیل
لے پری انگیا کا سب آب رواں ابھی ہوا

آتش

کسی کی محرم آب رواں کی یاد آئی
حباب کے جو برابر کوئی حباب آیا

برق

چاندنی بن گئے کرتی جو بنا کر پہنی
گاج کے پھول مجھے انکے بدن مین مہتاب

ذکی

سبز محرم مین دکھائے گر لطافت حسن کی
خام انار آسا بت رنگین کی پستان سبز ہو

رند

روشن ہے آفتاب سے وہ گورا گورا پیٹ
بہتر کرن سے یار کی کرتی کی تونی ہے

قلق

گلوبند خاص دھوکا ہو گیا رنگین کٹوریکا
رگ گل مین جو عالم تھا تری انگیا کے ڈوریکا

ولہ

دوپٹہ آب رواں کا سر کا جو اُسکے محرم سے سمجھے ہیم
کہ بحر حسن صنم کا ہمکو دکھا دیا ہے حباب آدھا

مصحفی

بیم کیون پنجۂ شاہین سے نہ ہو پستان کو
دام مین رکھتی ہے اپنے دو کبوتر کرتی

انجم

اُس ناک کی لونگ سونگھتا ہون
حاجت سے مجھے کیا الایچی کی

ذوق

اعدری تاب حسن کہ اُس کا دُرِ بلاق
چشمک زنی کرے ہے سہیل یمن کے ساتھ

نادرہ

کیل سونے کی نبے عکس طلائی رنگ سے
حلقۂ بینی کی جا رکھو جو تنکا ناک مین

حزین

پہنے جو یار تمنے کرن پھول کان مین
ٹپّو نپہ لوٹتی رہی شبنم تمام رات

احمد حسین خان صبا

کان چھدوائے جو اُسنے تو غش آیا مجکو
بالے پن ہی مین کیا بس تہ و بالا مجکو

محسن

واہ کیا تاثیر ہے رنگ صبیح یار کی
بن گیا ہیرا جو پہنا اُسنے سنبرہ کان مین

شہید

چاندی کی چوڑیونکو طلائی بنا دیا
رنگ حنا ہے یا ترے اکسیر ہاتھ مین

ولہ

شوخ یہ رنگ حنا ہی گل ہے جسکے عکس سے
گجرے پھولونکے بنے سونیکے کنگن ہاتھ مین

نادر

بوجھ اتنی چیز کا کیا دست نازک سے اُٹھے
آرسی چھلّہ کڑے پہونچی ستارے چوڑیان

بحر

حسن روز افزون نے گنجائش نپائی جسم مین
بنگیا انگیا کے اندر وہ ستمگر چھاتیان

ثابت

ٹوٹتے ہین شب وصل دست شوق انکھین
یہ گول گول ہے کیا سخت تیرے سینے مین

جلال

آرہی لطف ہوا اُسے جو تری پستان پہ
ابر نے لیلیا آغوش مین کہساروں کو

جوش

تمھاری مانگ نے لوٹا ہے ہوش و صبر و قرار
لُٹا ہے شام کے رستے مین قافلہ دل کا

امانت

سیہ موباف پاجامہ گلابی چینیٔ نیفہ
دوپٹہ سرخ انگیا سبز کرتی زعفرانی ہے

جلال

بنا و فخر سر چرخ اخضری چوٹی +
گیاہ سنبلہ سے بھی لمبی ہے بڑی چوٹی

گویا

لپٹی ہے چوٹی یار کی پھولونکے ہار مین	سنبل نے گل کھلائے ہین فصل بہار مین

منیر

سونپ پیچ پڑے لاکھ بلائین ہوئین باہم	ان سب سے بنائی بُتِ مغرور کی چوٹی

ان تمام اشعار مین اُن چیزونکی تعریف مذکور ہے جو عورتونسے خصوصیت رکھتی ہین۔

اسیر

خط نمودار ہوا وصل کی راتین آئین	جن کا اندیشہ تھا منھ پر وہی باتین آئین

آباد

سبزۂ خط ہے طلسم حسن سے رُخ پر عیان	ورنہ کب ممکن ہے شعلے پر ٹھہرنا کاہ کا

تسلیم

دید کے قابل ہے جوبن سبزۂ رخسار کا	معجزہ ہے سبز ہونا آگ پر گلزار کا

خلیل

بتونکا سبزۂ خط خال کا نہین محتاج	بغیر مہر یہ خط اعتبار رکھتا ہے

وزیر

سبزۂ خط سے ہوا اور وقار عارض	خضر آباد ہوا نام دیار عارض

وزیر

مسین بھیگی نہین ہین اے وزیر اُس آئینہ رو کی	نمایان پشت لعل لب پہ ہے یہ عکس مژگان کا

ان اشعار مین ایسی چیز کی تعریف ہے جو امردسے خصوصیت رکھتی ہے۔

ریختہ کے مقابل ایک زبان ریختی اور ایجاد ہوئی ہے اُسمین عورتونکی بولی عورتونکے ساتھ باندھی جاتی ہے موجد اسکے سعادت یارخان رنگین ہین اسکی بنیاد فقط یارونکے ہنسنے ہنسانے پر ہے مگر انشاراللہ خان نے اس طرز کو جلا دیکر خوب گلدستہ سجایا متاخرین مین جانصاحب اس فن کے بڑے ماہر ہین یہان پہ ایک دو شعر ریختی کے بطور نمونہ کے لکھے جاتے ہین۔

رنگین

ہین وہ بھی اوڑھنے کی نہین کل کی اوڑھنی ذرا گھورو رنگین کے تحقیق کرلو	باجی مجھے منگا دو جھلا جھل کی اوڑھنی یہا نسے ہے کی بیسے ڈولی کہارو

مصرع اول	شاعر	مصرع دوم	
مردوا مجھ سے کہے ہے چلو آرام کرین	انشا	جسکو آرام وہ سمجھے ہے وہ آرام ہے موج	
تمنے پر بیتی کہانی تو بنیٹرتی اتا	وله	آپ بیتی تو کوئی بات پچھیڑی اتا	
نہین سنکار لیا تونے تو پھر انشکلنے		مرے دروازے کی کیون چول اکھیڑی اتا	
مین ترے صدقے نرکھلے مری پیاری روزہ	وله	بندی رکھ لیگی ترے بدلے ہزاری روزہ	

جانصاحب

مصرع اول	شاعر	مصرع دوم	
نماز پڑھ پڑھ کے توگنا ہونسے اپنے توبہ یوا کیا		نجان ہندو یہ دے دوگانہ خدا خدا کر خدا خدا کر	
نکامی بیاہی کو چھوڑ بیٹھے متاعی رنڈی کو گھر مین ڈالا		بنایا صاحب امام باڑہ خدا کی مسجد کو تمنے ڈھاکر	

بھاشا مین عشق عورت کا مرد کی طرف ہوتاہے وجہ یہ ہے کہ ہندو ونکی قوم مین مرد کم اور عورتین زیادہ ہونیکے سبب مرد محبوب ہوے کیونکہ کم چیز عزیز اور زیادہ چیز محقر ہوتی ہے پس شان محبوبی مردونسے متعلق ہوگئی اور عاشقی عورتونکے ساتھ مخصوص ہوئی مولوی غلام علی آزاد نے اسی طرح لکھا ہے۔ ۵

مصرع اول		مصرع دوم	
باتین چھڑلے جات ہو بنل جان کے توے		اس ہردے تی جاؤگے مرد بدونکی توے	

ہیتی وریَن سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر عورت کی طرف سے عشق بازی کی ابتدا کی جاتی ہے تو ایسے بیانمین شیرنی زیادہ ہوتی ہے اور اسی کتاب کے صفحہ ۱۶۹ اسے معلوم ہوتاہے کہ پہلے عورت کا عشق مرد کی نسبت بیان کرنا چاہیے پھر عورت کی عاشقی کا ڈھنگ دیکھ کر مرد کا عشق عورت کی نسبت بیان کرنا چاہیے۔

غزل کے اشعار طاق ہوتے ہین اور محققین کے نزدیک ایک غزل کی تعداد پانچ شعر سے کم نہین ہوتی اور گیارہ شعر سے زیادہ نہین لیکن بعض اگلے شاعرونکے نزدیک ایک غزل کی تعداد کم سے کم تین شعر اور انتہا پچیس شعر تک ہے اس زمانے مین سترہ اور انیس اور اکیس بلکہ اس سے زیادہ اشعار کی غزل لکھتے ہین چنانچہ سخنوران متاخرین فارسی کے کلام مین چالیس شعر تک اور شعرائے متاخرین ریختہ کے کلام مین پچاس پچپن شعر تک کی غزلین موجود ہین پس اگر کوئی شاعر نہایت برجستہ اور پسندیدہ زمینون اور دلچسپ بحرونمین لطف محاورہ درستی ترکیب اعلیٰ درجے کی لطافت و فصاحت نئے خیالون چنچتے قافیونکے ساتھ طول طویل غزل لکھے اور اصول غزلیت کو ہاتھ سے نہ جانے دے تو یہ کمال مشق سخنوری پر دلیل ہو البتہ اگر مضمون لچر و واہیات اور قافیے پوچ و خراب ہونگے تو کوئی پسند نکریگا۔ اگر کوئی کہے کہ ایسا طائر مضمون کم پایا جاتاہے جو دام متقدمین کا اسیر نہوا ہو۔ ۵

مصرع اول		مصرع دوم	
حریفان بادہ ہا خوردند و رفتند		تہی خمخانہ ہا کردند و رفتند	

یہ تو قول ہرگز مسلم نہین اسلیے کہ مبدء فیاض کا فیض نامتناہی ہے اسکی فیض رسانی مین کسی صورت سے کمی و نقصان نہین ہم اس قول کو ایک بزرگ کے اپنی رائے کے مطابق پاتے ہین۔ ۵

هنوز آن ابر رحمت درفشان ست　　خم وخم خانه با مهر ونشان ست

اور نسیم کہتا ہے ۔ ؎

ہر چند کہ اگلے اہل فن تھے　　سُلطان قلمرو سخن تھے
آگے اُن کے فروغ پانا　　سُورج کو چراغ ہے دکھانا
پر بحر سخن سدا ہے باقی　　دریا نہین کار بند ساقی

اور صاحب ترانۂ شوق کہتا ہے

لیکن نہین انجمن ہے خالی　　کب میکدۂ سخن ہے خالی
حاصل مے کش کو کچھ نہ کچھ ہے　　تلچھٹ ہی سہی اگر نہین مے

شعراے ریختہ نے ایک زمین مین چار چار پانچ پانچ غزلین لکھی ہین اور ہر غزل کے مقطع مین دوسری غزل کا اشارہ کیا ہے شیخ امداد علی بحر ابن شیخ امام بخش ناسخ کے شاگردون مین نامور ہین ہفت غزلہ لکھا ہے یعنی سات غزلین ایک زمین مین کہی ہین ایک غزل کا مقطع یہ ہے ۔ ؎

سگ و دربان کے لیے کوچۂ جانان چھوڑا　　بحر تم رک گئے خاشاک سے دریا ہو کر

مولوی مذاق کا بھی ایک ہفت غزلہ ہے جو نہایت آب وتاب کے ساتھ لکھا ہے اُنھین کا ایک شعر یہ ہے

پھاڑ کر پھینک لے مصوّر کاغذ کشمیر کو　　پردۂ دل کا ورق لا یار کی تصویر کو

زمین غزل مراد ردیف وقافیہ سے ہے مع قید بحر کے ۔ صورت مذکورۂ بالا مین ہر غزل مین دوسری غزل کا اشارہ کرنا ضرور نہین ۔ اکثر شعراے ریختہ ایسا بھی کرتے ہین کہ ایک زمین مین ایک غزل لکھکر اُسی زمین مین قافیہ بدلکر دوسری غزل لکھتے ہین اور غزل اول کے آخر مین تبدیل قافیہ کا اشارہ کردیتے ہین ۔ اور کبھی ایسا بھی کرتے ہین کہ مطلع غزل کے مصرع ثانی کو مقطع کا مصرع ثانی کردیتے ہین جیسے اس غزل مین خواجہ درد علیہ الرحمۃ کے ۔ ؎

مرتا نہین ہون کچھ مین اس سخت دل کے ہاتھون　　پستا ہون آپ اپنے کمبخت دل کے ہاتھون
اے درد پھر پھر آتا دل مین یہی ہے میرے　　پستا ہون آپ اپنے کمبخت دل کے ہاتھون

غالب

عرض نیاز عشق کے قابل نہین رہا　　جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہین رہا
مرنے کی اے دل اور ہی تدبیر کر کہ مین　　شایان دست و بازوے قاتل نہین رہا
گو مین رہا رہین ستمہاے روزگار　　لیکن ترے خیال سے غافل نہین رہا

بیداد عشق سے نہیں ڈرتا مگر اسد	جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا

ضامن نے مطلع کے مصرع ثانی کو تمام غزل کا مصرع ثانی بنایا ہے۔

نبی جی کا وہ عالی آستان ہے	زمین اوپر ہے نیچے آسمان ہے
اڑائی خاک ہم نے اب وہان ہے	زمین اوپر ہے نیچے آسمان ہے
ملائک لے گئے رضوان شداد	زمین اوپر ہے نیچے آسمان ہے
شب یلدا مین نیچے ہو گیا چاند	زمین اوپر ہے نیچے آسمان ہے
ہوا ضامن یہ ثابت عکس مضمون	زمین اوپر ہے نیچے آسمان ہے

مثال اُس غزل کی جو مضمون واحد مین ہے۔

میر

شب وہ جو پیے شراب نکلا	جانا یہ کہ آفتاب نکلا
قربان پیالۂ مے ناب	جس سے کہ ترا حجاب نکلا
مجھ بن جو پیا تھا قطرہ مے کا	آنکھوں سے ہو خون ناب نکلا
مستی مین شراب کی جو دیکھا	عالم یہ تمام خواب نکلا
شیخ آنے کو میکدے مین آیا	پر ہو کے بہت خراب نکلا
ایک جرعہ شراب ہی مین واعظ	ہر مسخرگی کا باب نکلا
تھا غیرت بادہ عکس گل سے	جس جوے چمن سے آب نکلا

سوز

قضارا وہ قاتل ادھر آن نکلا	کہ لینے کو اُس کے مرا جان نکلا
کھڑا نعش پر ہو کے بولا کہ ہے ہے	یہ کشتہ تو کچھ جان پہچان نکلا
کھڑے رہنے والو مگر سوز ہے یہ	بھلا اس کے دل کا تو ارمان نکلا
مرا کشتہ ایسا تو ہے جس کی خاطر	یہ خورشید پھاڑے گریبان نکلا
چھری لے کے مین بعد سینے کو چیرا	تو دل کی جگہ خشک پیکان نکلا

فطرت کی یہ غزل فقط چشم و ابرو اور دیکھنے کے مضمون مین ہے۔ غزل

بہت سے چشم جادو اور بہت دیکھے کمان ابرو	نہ ایسی چشم دیکھی اور نہ ایسے دلستان ابرو
پسند آوین نہ کیونکر وہ ہمارے دیدۂ دل کو	عجب شگیرہ ہر دو چشم طرفہ سائبان ابرو

نہ آوے کسطرح دہشت مجھے اُس چشم و ابرو سے
کہ ترک مست ہے وہ چشم تیغ خون فشان ابرو

نظر اپنی پہ حور و غلمان پر پڑے کیونکر
تمھاری سی نہ اُنکی چشم دیکھی نے بتان ابرو

ہزارون لالہ رو غنچہ دہان دیکھے پری فطرت
کہان وہ چشم فتان شاخ نخل گل کہان ابرو

مثال اُس غزل کی جو متفرق مضامین مین ہے

ذوق

ہے تیرے کان زلف معنبر لگی ہوئی
رکھےگی یہ نہ بال برابر لگی ہوئی

بیٹھے بھرے ہوے ہین خم مے کی طرح ہم
پر کیا کرین کہ مُہر ہے منھ پر لگی ہوئی

چاٹے بغیر خون کوئی رکتی ہے تیری تیغ
ہے یہ تو اُسکو چاٹ ستمگر لگی ہوئی

میّت کو غسل دیجو نہ اس خاکسار کی
ہے تن پہ خاک کوچۂ دلبر لگی ہوئی

عیسےٰ بھی گر ہے پاس تو ممکن نہین شفا
خورشید کو وہ تپ ہے فلک پر لگی ہوئی

نکلے ہے کب کسی سے کہ اُسکی مژہ کی نوک
ہے پھانس سی کلیجے کے اندر لگی ہوئی

بیٹھے ہین دل کے بیچنے والے ہزارہا
گذری ہے اُسکی راہ گذر پر لگی ہوئی

منھ سے لگا ہوا ہے اگر جام مے تو کیا
ہے دل سے یاد ساقی کوثر لگی ہوئی

اے ذوق دیکھ دختر رز کو نہ منھ لگا
چھٹتی نہین ہے منھ سے یہ کافر لگی ہوئی

مثال دیگر از حضرت شاد

ورا ورد دل جلو نسے نالۂ شبگیر رکھتے ہین
نہان سینے مین اے پیر فلک ہم تیر رکھتے ہین

نہو گی کس طرح اپنی دعا مقبول دیکھینگے
تصدق مین دل پر درد کے تاثیر رکھتے ہین

مخالف کیا کریگا سرکشی سیفی ہے پاس اپنے
زبان منھ مین نہین رکھتے ہین ہم شمشیر رکھتے ہین

توکل پر ہے تکیہ عقل سے ہم کام لیتے ہین
ادھر تقدیر رکھتے ہین اُدھر تدبیر رکھتے ہین

جو وابستہ ہین گیسو سے ترے یہ اُنکی زینت ہے
گلے مین طوق ہے اور پاؤن مین زنجیر رکھتے ہین

نہ روکیگا خدا کے پاس جانے سے کوئی ہمکو
کسی کے ہم تعارف کے لیے تصویر رکھتے ہین

نہ سیر باغ کی حاجت نہ جنت کی ہمین خواہش
کہ ہم داغوں سے دل مین گلشن کشمیر رکھتے ہین

مے وحدت جو پیتے ہین ہمیشہ شاد رہتے ہین
نہین وہ اپنی خاطر کو کبھی دلگیر رکھتے ہین

بیان قصیدہ

قصیدہ اصطلاح مین اُن اشعار کا نام ہے جن مین کسی کی مدح یا ہجو ذکر کی جاتی ہے یا وعظ و نصیحت و پند

و موعظت یا تعریف بہار یا شکایت روزگار وغیرہ مضامین درج ہوتے ہین اور وہ اشعار معانی دقیق اور صنائع و بدائع لفظی و معنوی کے ساتھ بیان کیے جاتے ہین جس سے زور طبیعت شاعر کا معلوم ہوتا ہے اور شاعری کی تکمیل خاص قصیدے کی مشق و مہارت پر موقوف ہے جس شاعر نے قصیدے مین کمال بہم نہین پہونچایا وہ مسلم الثبوت نہین سمجھا گیا یہانتک کہ حکیم سنائی۔ شیخ سعدی۔ اور امیر خسرو جیسے بزرگونکا دامن بھی اس آلودگی سے پاک نہین رہا مرزا غالب کا قول تھا کہ جو قصیدہ نہین لکھ سکتا اُسکو شعرا مین شمار کرنا نہ چاہیے اور اسی بنا پر وہ شیخ ابراہیم ذوق کو پورا شاعر اور شاہ نصیر کو ادھورا جانتے تھے۔ برخلاف غزل کے قصیدے مین فصاحت و بلاغت و متانت تینون باتونکا ہونا ضرور ہے آج کل کے اکثر شعرا نے قصیدے کو غزل کے ڈھنگ پر لا رکھا ہے اور یہ نہین جانتے کہ قصیدہ اور غزل مین بڑا فرق ہے۔ لغوی معنی قصیدے کے گاڑھے مغز کے ہین چونکہ ان اشعار مین بڑے بڑے مضامین زور طبیعت اور پوری طاقت کے ساتھ لکھے جاتے ہین اس مناسبت سے انکو قصیدہ کہنے لگے بعضون نے اور بھی وجہین لکھی ہین مگر رکیک ہین۔ ریختہ مین متقدمین سے لے کر متاخرین تک میر تقی و مرزا رفیع سودا اور حسرت اور انشا اور مومن و غالب و ذوق نے قصیدے لکھے ہین مگر متقدمین مین میر کا قصیدہ بہ نسبت اُنکی غزل کے کم پایا ہے اور سودا کے قصائد لاجواب اور نہایت زور کے ہین یہی وجہ ہے کہ لوگ کہتے ہین کہ سودا کی غزلین اُنکے قصائد سے پست رتبہ ہین متوسطین مین سید انشا کے قصیدے بھی نہایت عمدہ ہین متاخرین مین شیخ ابراہیم ذوق نے وہ زور طبیعت دکھایا اور ایسے قصیدے لکھے کہ آج تک کسی کو وہ بات نصیب نہوئی سچ پوچھو تو قصیدہ گوئی ختم کر گئے دو قصیدے نعت و منقبت مین شہیدی کے بھی مشہور ہین ہر چند کہ اور شاعرون نے بھی اُس زمین مین زور طبیعت آزمایا ہے مگر اُنکا کلام اُس مرتبے کو نہ پہونچا میزان الافکار مین بحث ایطا مین لکھا ہے کہ کمتر قصیدہ وہ ہے جو سات شعر رکھتا ہو اور ریختہ مین قصیدے کے اشعار پندرہ شعر سے اور بقول بعض انیس بیس شعر سے کم نہین ہوتے اور انتہا ستر تک قرار دی ہے لیکن فصحاے متاخرین کے قصیدے دو دو سو شعر تک کے پائے جاتے ہین بعض شعراے فارسی نے بھی ایک سو بیس شعر تک حد مقرر کی ہے اور عرب کے شعرا نے پانچ پانچ سو اشعار کے قصیدے لکھے ہین حسان الہند میر غلام علی آزاد بلگرامی سبحۃ المرجان مین کہتے ہین کہ مین نے قصیدے کی حد اکیس بیت سے ولتیس تک مقرر کی ہے تا قوت سامعہ کو اُس سے آرام ملے اور طبیعتونکو ناگوار نہ گذرے یہ بھی دستور ہے کہ اکثر قصیدے اپنے حرف ردیف سے مشہور ہوتے ہین مثلاً حرف آخر بیت قصیدہ کا کاف ہوگا تو کافیہ کہینگے اور لام ہوگا تو لامیہ اور قاف ہوگا تو قافیہ علیٰ ہذا القیاس بعض قصیدے اپنے مضمون سے مشہور ہوتے ہین یعنے جو ذکر اُن مین ہوتا ہے اُسی سے منسوب ہو جاتے ہین مثلاً اگر قصیدے مین کسی کی

مدح ہو تو مدحیہ اور اگر اپنے فخر و مباہات مین ہو تو فخریہ اور جو اُس مین بہار کا ذکر ہو تو بہاریہ اور عشق کا ذکر ہو تو عشقیہ کہلاتا ہے اور کبھی قصیدے کا نام باعتبار اُسکے رتبے کے ہوتا ہے جیسے عرفی شیرازی نے اپنے ایک قصیدہ فارسی کا نام عمان الجواہر رکھا ہے اور ایک کا ترجمۃ الشوق اور انشا نے ایک قصیدے کا جو صنعت عاطلہ مین ہے اور اور کئی صنعتون پر مشتمل ہے طور الکلام نام رکھا ہے اور سودا نے اپنے قصیدونکو باب الجنۃ او بحر بیکران اور تضحیک روزگار کے ساتھ موسوم کیا ہے حسرت نے اپنے ایک قصیدے کی جس کی ردیف ساتون ایک ہے گل باغ نجف تاریخ نکالی ہے غرضکہ ہر صورت مین قصیدے کی دو قسمین ہونگی ایک تمہیدیہ دوسرا خطابیہ جسکو مجردیہ بھی کہتے ہین

بیان قصیدۂ تمہیدیہ

تمہیدیہ کے معنے لغت مین فرش بچھانیکے ہین چونکہ ایسے قصیدونمین مدح ممدوح کی اور نام ممدوح کا بعد ذکر چند امور زائد کے بیان کیا جاتا ہے پس یہی فرش بچھانا ہے اور اس جگہ تمہید سے یہ مراد ہے کہ مدح کے پیشتر چند بیتونمین کچھ بہار کی صفت یا زمانہ کی شکایت خواہ عشق وحسن کی کیفیت یا اور کوئی مضمون بیان کیا جائے اُسکے بعد عمدہ طور سے ربط دیکر مدح ممدوح کی یا ہجو یا جو کچھ مقصود ہو شروع کیا جاے تمہید کے بعد مطلب کی طرف متوجہ ہونے کو گریز اور حسن تخلص اور تخلیص کہتے ہین اور جس مقام سے تمہید چھوڑکر مطلب شروع کیا جاے اُس مقام کو مخلص کہتے ہین اور دہان ایک اشارہ معقول بھی کر دیا کرتے ہین اور جس قصیدے مین گریز نہ ہو اُس کو مقتضب بولتے ہین اور تمہید کو تشبیب بھی کہتے ہین شین منقوطہ سے تفعیل کے وزن پر اور بعضون نے اسکا نام نسیب نون وسین مہملہ سے بروزن نجیب بھی رکھا ہے اہل تحقیق کا قول ہے کہ تشبیب وہ ابیات ہین جن مین ایام شباب اور عشق کا ذکر ہو اسلیے کہ تشبیب شباب کا حال بیان کرنے اور معشوق کی صفت کرنیکے معنی مین شباب سے مشتق ہے اور نسیب بھی غزل کہنے اور عورت کے جمال کی صفت کرنے کے معنے مین ہے اور شاعرونکے نزدیک تشبیب اور نسیب اُن ابیات کا نام ہے جو قصیدے مین تمہید کے طور پر مدح یا ہجو کے پہلے لکھتے ہین اور شاید پہلے یہی عادت ہو کہ اُن شعرونمین مضمون عشقیہ ہی لکھتے ہون لیکن اب اس کی قید نہین تشبیب عام ہے خواہ حسن یا عشق یا اور طرح کے اشعار ہون یہانسے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ تشبیب بمنزلہ جزو قصیدہ کے ہے گویا اُس کا دیباچہ ہے پس قسم علیحدہ نہ ٹھہری جیساکہ اور بعض لوگون نے اسکو ایک قسم جدا قرار دیا ہے حالانکہ علیحدہ نہین بلکہ قصیدے ہی کے شمار مین ہے۔

الغرض ایک ہی قصیدے مین ممدوح کو غائب فرض کر کے پھر خطاب پر آتے ہین اور تعریف کرتے ہین اور

جو کچھ مدعا ہوتا ہے وہ عرض کیا جاتا ہے تاکہ اُسکی خاطر عاطر پر بار نگذرے بعض شعرا غیبت سے خطاب کی طرف آتے وقت ایک اشارہ بھی کر دیتے ہین جیسے اب کوئی مطلع مدح حاضر مین پڑھتا ہون ممدوح میرے سامنے ہے اور طرح پر اشارہ ہوتا ہے اور قصیدے کے آخر مین ممدوح کے حق مین دعا کرتے ہین اور اُسکو دعائیہ کہتے ہین اور اگر دعا شرط کے ساتھ ہو اس طرح کہ جب تک زمین و آسمان قائم ہے تیرا اقبال قائم رہے تو بعض شرطیہ بھی کہتے ہین اور بعض صرف دعائیہ - قصیدے مین چار چیزون کا اچھا ہونا ضرور ہے ایک مطلع کہ سامع سُنکر خوش ہو جائے اور طبیعت اُس کی ایسی محظوظ ہو کہ بے اختیار ہو جائے اور رہے سُننے باقی قصیدے کے قرار نہ پڑے اگر مطلع بُرا ہوگا تو سامع کا جی نہ لگے گا اور طبیعت کو وحشت ہوگی کیونکہ مضمون نا ملائم طبیعت کو ناگوار ہوتا ہے بلکہ قصیدہ سُننے سے گھبرائیگا اگرچہ باقی کلام نہایت عمدہ اور لطیف ہو جس قصیدے مین کئی مطلع لکھتے ہین اُسے ذو المطالع کہتے ہین اور یہ بات خوبی مین داخل ہے - ذیل کے مطالع کو ملاحظہ کرو ؎

سودا

اگر عدم سے نہو ساتھ فکر روزی کا — تو آب و دانہ کو لے کر گُہر نہ ہو پیدا

ولہ

اُٹھ گیا بہمن و دے کا چمنستان سے عمل — تیغ اُردی نے کیا ملک خزان مستاصل

ولہ

ہوا جب کفر ثابت ہے وہ تمغائے مسلمانی — نہ ٹوٹی شیخ سے زُنّار تسبیح سلیمانی

مطلع ثانی

عجب ناداں ہین جن کو ہے عُجب تاج سلطانی — فلک بال ہما کو یں مین سونپے ہو مگس رانی

ولہ

صباح عید ہے اور یہ سُخن ہے شہرۂ عام — حلال دختر رز بے نکاح و روزہ حرام

ولہ

ہے پرورش سخن کی مجھے اپنی جان تلک — جون شمع زندگانی ہے میری زبان تلک

ولہ

چہرۂ مہروش ہے اک سُنبل مشک فام دو — حسن بتان کے دور مین ہے سحر ایک شام دو

ولہ

ملسان دانۂ رو سیدہ ایکبار گرہ — کھلے جو کام سے میرے پڑے ہزار گرہ

ولہ

مستغنی ذاتی نہ ہو ہوس کی ہو تسخیر | معدن ہے جہان سونیکا وان خاک ہے اکسیر

ولہ

ہنجوش کا ہو دل تو رہے دہر سے تنگ | باور نہین تو دیکھ کہ نالان سدا ہے نَے تنگ

انشا

نوع بشر مین تھے نہان آتش و باد و آب و خاک | عشق نے کردیے عیان آتش و باد و آب و خاک

ولہ

صُبحدم مین نے جولی بستر گُل پہ کروٹ | جنبش باد بہاری سے گئی آنکھ اُچیٹ

نیند

ولہ

کیا چیز دیو مرد سخندان کے سامنے | پر جلتے ہین فرشتونکے انسان کے سامنے

ولہ

سحر بہار سے خوشبو مین آگئی یہ لپٹ | کہ صاف چاند سے مُکھڑے کے کھُل گئے گھونگٹ

ولہ

اَگھیان نور کی تیار کرائے بوے سمن | کہ ہوا کھانیکو نکلینگے جوانان چمن

ذوق

ترے ہے نشاط کہ گر کیجیے اُسے تحریر | عیان ہو خامے سے تحریر نغمہ جاے صریر

داغ

کیا جوان بخت جوان سال ہوا ہے عالم | فلک پیر بھی کھاتا ہے جوانی کی قسم

مومن

کٹتی ہے میری تیغ زبان سے زبان تیغ | کیونکر سخن فروش ہون سوداگران تیغ

مطلع ثانی

نہلا دیا عدو کو لہو مین بسان تیغ | میری زبان کے آگے چلے کیا زبان تیغ

دوسرے قصیدے کا تخلص یعنی گریز اچھا ہونا چاہیے اور یہ مقام تمام قصیدے مین مشکل ہے کیونکہ دو مطلب نا آشنا کو باہم ربط دینا ایسا ہے جیسا دو وحشی کو آپس مین موافق کرنا گریز تمام قصیدے کی جان ہے مثلاً ؎

سودا

وہ ختم رسالت نہین جسکا کوئی ہمتا
اور ہے بھی جو کوئی شہ مردان ہی برابر

اسمین حضرت علیؑ کی مدح کی طرف گریز ہے۔

ولہ

جو طشت شمع نہو اُسکے روضے مین جاکر
تو آفتاب نہ ہر شب نظر سے گم ہوتا

اسمین مدح حضرت علی موسی رضاؑ کی طرف گریز ہے۔

ولہ

خدا کے واسطے باز آ تو اب ملنے سے خوبان کے
نہین ہے اُنسے ہرگز فائدہ غیر از پشیمانی
نظر رکھے سے حاصل اُنکے چشم و زلف کے اوپر
مگر بیمار ہووے صعب یا کھینچے پریشانی
نکال اُس کفر کو دل سے کہ اب وہ وقت آیا ہے
برہمن کو صنم کرتا ہے تکلیف مسلمانی
نہ ہے دین محمدؐ پیروی مین اُسکی جو ہووے
رہے خاک قدم سے اُسکے چشم عرش نورانی

گریز ہے مدح حضرت پیغمبر خدا کی طرف۔

ولہ

معدوم دستگیری کا شیوہ ہے اسقدر
نزدیک ہے نہ ہاتھ کو پکڑے حنا کا رنگ
ہوتا نہ اتنے ناخلفو نمین جو اک خلف
کھا جاتی زہر مادر ایام تنگ آکے تنگ
یعنی وہ سیف دولہ بہادر کہ جس سوا
پاوے نہ کوئی لطف و کرم کا کسی مین ڈھنگ

گریز ہے مدح سیف الدولہ کی طرف۔

ولہ

ارض و سما کا ہونا قبضے کے بیچ لینے
بے دعوے خدائی کیونکر مجھے گمان ہو
جو کچھ کہا ہے تونے یہ تجھکو سب مبارک
مین اور میرے سر پہ میرا بسنت خان ہو

گریز ہے مدح بسنت خان خواجہ سرا ے بادشاہی کی طرف۔

ولہ

غلط ہے تو جو زمانے مین سمجھے یہ سودا
کہ کار بستہ سے یارونکی کھولین یار گرہ
بغیر ناخن شیر خدا جہان مین کوئی
کسی کے کام کی کھولے نہ زینہار گرہ

گریز ہے منقبت حضرت علیؑ کی طرف

ایضاً وله

کاغذ و خامہ و تحریر و مرکب سودا ‌ ‌ ہو کے کہتے ہین بیک اہل کرم چارون ایک
شاہ مردان جو نہوتی تری خلقت منظور ‌ ‌ ہوتے عنصر نہ کبھی ملکے بہم چارون ایک

ایضاً حسرت

ہفت اقلیم کی مین سیر کی پر میرے لیے ‌ ‌ باعث رنج و تعب ہین یہ مکان ساتون ایک
ہان مگر دل مین یہ ہے کوے نجف کو جاؤن ‌ ‌ کہ بہشتین ہوئین اب حق کی وہان ساتون ایک

مومن

اے فلک دل کو داغ کرتی ہے ‌ ‌ زر خورشید کی درخشانی
بے زری سے مری تجھے حاصل ‌ ‌ کچھ نہ ہوگا بجز پشیمانی
تجھے معلوم ہے کہ ہون مین کون ‌ ‌ کھول دون مین یہ راز پنہانی
مدح خوان شہ وزیر لقب ‌ ‌ ختم جس پر ہوئی سخندانی

حالی

گر کرون ذکر لذت طاعات ‌ ‌ تلخ کردون مذاق فسق و فجور
چھیڑ دون گر فسانۂ فرہاد ‌ ‌ دل خسرو مین ڈالدون ناسور
کرنے جاؤن جو حق سے عذر گناہ ‌ ‌ لے کے آؤن نوید عفو قصور
لون ملائک سے داد حسن کلام ‌ ‌ گر لکھون نعت سرور جمہور
وہ شہنشاہ اُمتی جس کا ‌ ‌ یان گنہگار اور وان مغفور

تیسرے حسن طلب یعنی مداح ممدوح سے مقصد حاصل کرنے اور کوئی چیز مانگنے مین ایسی سحربیانی و فسون سازی کرے کہ التماس قبول ہو جائے اور ممدوح اگرچہ بخیل و شوم ہو مگر علوہمتی کو کام فرماکر بڑی سیرچشمی و سخاوت سے اُسکی حاجت روا کرے مثال اُسکی ۔ ہ

غالب

کیا کم ہے یہ شرف کہ ظفر کا غلام ہون ‌ ‌ مانا کہ جاہ و منصب و ثروت نہین مجھے

وله

مہر تابان کو ہو تو ہو اے ماہ ‌ ‌ قرب ہر روزہ بہ سبیل دوام
تجھکو کیا پایہ روشناسی کا ‌ ‌ جز بہ تقریب عید ماہ صیام

جانتا ہون کہ اُس کے فیض سے تو	پھر بنا چاہتا ہے ماہ تمام
ماہ بن ماہتاب بن مین کون	مجکو کیا بانٹ دے گا تو انعام
میرا اپنا جدا معاملہ ہے	اور کے لین دین سے کیا کام
ہے مجھے آرزوے بخشش خاص	گر تجھے ہے اُمید رحمت عام
جو کہ بخشے گا تجھکو فر فروغ	کیا نہ دے گا مجھے مے گلفام

در باے لطافت

دل مرا مجھ سے طلب کرتا ہے سو دینا ر سرخ	مین یہ کہتا ہون کہ مفلس ہاں اشنا زر کہان
سنکے کہتا ہے کہ تمکو شرم بھی آتی نہین	جھوٹ سے کیا فائدہ فرمائیے اے مہربان
آپ ہین مداح ایسے کے کہ جسکے ہاتھ سے	بحر کا کیسہ تہی ہے اور خالی جیب کان
کس کو باور ہے کہ تم رکھتے نہین ہواندزن	اسقدر دولت کہ رکھتے تھے سلاطین کیان

چوتھے مقطع عمدہ ہو اسلیے کہ سامع تمام ابیات سُنکر بھول جاتا ہے اور مقطع کا منتظر رہتا ہے پس اگر مقطع اچھا ہوا تو تمام ابیات از سر نو لطف دینگی ورنہ سارے قصیدے کا مزہ جاتا رہیگا مثال اُسکی۔ ۵

سودا

نے سرور تجھے دے ہر ایک عید کے دن	طرف سے ساقی کوثر کے ساقی گلفام

ولہ

نخل اُمید سے اپنے ہون یہ ومنتجب	ہو محبت نہ تری جسکو نہ پاوے وہ پھل

ولہ

پرواز ہا جب ہو سوا اوج سعادت	شہباز کا طالع کے ترے اُسپہ ہے چنگ

ولہ

تا مہر و مہ فلک پہ یارب رہے درخشان	یہ آستان دولت مسجود دو جہان ہو

انشا سلیمان شکوہ کے مدحیہ قصیدے مین

بس سلیمان جہان تو ہی ہو اور دنیا ہو	جب تلک گنبد مینا مین رہے جمگاہٹ

ولہ

ہر چند ہون مین بے سروسامان ولیک آج کلغی مجھے بھی ہوے تعجب نہین کہ تھا	آیا ہون تجھ سے با سروسامان کے سامنے ہدہد کے سر پہ تاج سلیمان کے سامنے

مومن

تیرا اقبال روز افزون ہو	جیسے مومن پہ فضل رحمانی

داغ

دعا آٹھون پہر ہے ہفت اقلیم آئے قبضے مین	ترے قلعہ کے ٹھہرے ربع مسکون چار دیواری

مثال قصیدہ تمہیدیہ کی ذوق کہتے ہین

شب کو مین اپنے سر بستر خواب راحت	نشۂ علم مین سرمست غرور و نخوت
سرے لیتا تھا پڑے علم و عمل کے اپنے	تھا تصور مرا ہر امر مین تصدیق صفت
ہوگیا علم حصولی تھا حضوری مجکو	تھا مرا ذہن نہ محتاج حصول صورت
جو مسائل نظری تھے وہ بدیہی تھے تمام	عقل کو تجربے کی اتنی ہوئی تھی کثرت
نہ غرض مجکو نتیجے سے نہ کچھ شکل سے کام	تھی مری فکر کو ہر شکل خطا سے عصمت
ذہن مین سب مرے حاضر صور علمیہ	پر جتانی نہ تھی منظور مجھے علمیت
چار و نا چار جو ترغیب سے یارون کی کبھی	درس و تدریس پہ آجاتی تھی مجکو رغبت
کبھی ہمت تھی مری قاعدۂ صرف مین صرف	کبھی تھی نحو مین ہر نحو مجھے محویت
کبھی منطق کو تفوق تھا مرے ناطقے سے	تحت حکمت ہو یہ فن گرچہ ہو تحت حکمت
کبھی مین کرتا تھا تصریح معانی و بیان	کبھی مین کرتا تھا توضیح نجوم و ہیئت
کبھی تھا علم الٰہی کی طرف ذہن رسا	کبھی کرتی تھی طبیبی مین طبیعت جودت
کبھی تھا عقل پہ مذہب مرا مانند حکیم	کبھی مثل متکلم کے مجھے پاس ملت
کبھی کرتا تھا قدم چرخ کا ثابت بجہات	اور کبھی کرتا تھا باطل بہ سما انشقت
کبھی انکار قیامت پہ مین لاتا تھا دلیل	کبھی تکرار تناسخ پہ مجھے سوجہت
حشر اجساد مین تھا گاہ تردد مجھکو	کبھی تھی عالم برزخ مین مجھے اک حیرت
کبھی تھی عرصۂ تدویر فلک کی مجھے سیر	کبھی مین ناپتا تھا سطح زمین کی وسعت
کبھی ثابت مرے نزدیک فلک کی گردش	کبھی مثبت مرے نزدیک زمین کی حرکت
کبھی مین کرتا تھا اعراض مین جوہر قائم	کبھی مین کرتا تھا معلول سے ثابت علت
کبھی منقول پہ مائل کبھی سوے معقول	کبھی مین نقد پہ راغب کبھی سوے حکمت
کبھی کرتا تھا مجسطی پہ حواشی تحریر	کبھی کرتا تھا اشارات و شفا کی صحت

کبھی مین کرتا تھا قانون سے تشریح علاج
کبھی مین کرتا تھا قاموس مین تصحیح لغت

کبھی مشائیو نسے کرتا تھا مین پیش روی
کبھی لیجاتا تھا اشراقیو نپر مین سبقت

کبھی مین نفی حقائق مین تھا سوفسطائی
کبھی مین معتزلی باعث ترد رویت

گہ ملاحدکی تھی تردید کلام الحاد
گہ وجودی و شہودی سے بیان وحدت

کبھی مین شیخ شیوخ اور کبھی شیخ رئیس
کبھی علامہ کبھی صوفی صافی طینت

ہائی موسقی ایسا کہ ادا کرتا تھا
کبھی مین بارہ مقام اور کبھی چار ودمت

کبھی مین شاعر غرا ادب دان بلیغ
نظم مین نام مرا نثر مین میری شہرت

کبھی بیش نظر انجیل و زبور و توریت
کبھی مصحف مین نظر میری سر آہرتیت

کبھی زردشتیو نمین ایسا کہ سارے موبد
ژند و پاژند مین کرتے تھے مری بیعت

کبھی یہ آگہی شاستر و بید و پران
کرون اک بات سے پنڈت کی تھا مین کھندت

آخرش دیکھا تو العلم حجاب الاکبر
عاقبت پایا تو ہان ابلہ کو اہل جنت

فائدہ کیا جو ہر اک علم کی جانی تعریف
فائدہ کیا جو ہر اک فن کی کھلی ماہیت

بے قدر نہ پڑے صورت بہبود نظر
دور آئینہ دل سے ہنوز زنگ کلفت

علم سے لاکھ ہو شیخی تری ہے بے تقدیر
نہ کہے کوئی تجھے شیخ علیہ الرحمت

یہ مقالات مثال قصص مصنوعہ
ہوے اکبار جو افسانۂ خواب غفلت

لگ گئی آنکھ مری دیکھتا کیا خواب مین ہون
کہ مجسم نظر آتی ہے نوید بہجت

اللہ اللہ رے حسن اُس کا کہ سرتا بہ قدم
تھا وہ خالق کا تماشائے ظہور قدرت

جتنی رنگ کا وہ اپنے دکھا کر عالم
ایک عالم کا ہو دل لیکے بغل مین جنیت

لگے اُس رشک مسیحا نے کہا بالین پر
لا تنم قم کہ یہ غافل نہین وقت غفلت

دیکھ تو کیا افق مشرق انوار سے ہے
جلوہ افروز رخ نور صبح عزت

چرخ مینائی پہ اک سبز پری کا عالم
شفق صبح پہ اک لال پری کی حالت

دی ہے مسجد مین موذن نے اذان بہر نماز
باوضو ہو کے نمازی نے ہے باندھی نیت

ہوئی بتخانے سے ناقوس کی پیدا آواز
چلے جمنا کو برہمن کوئی لیکر مورت

سحر عید ہے کر عید کا سامان نشاط
روز شادی کی ہے آمد شب غم کی رخصت

فکر کر تہنیت عید کا اُس شاہ کی تو
دور مین جس کے ہے ہر صبح صباح دولت

وہ شہنشاہ بہادر شہ کسرے انصاف
خسرو جم خدم و داور دارا حشمت

قوت ملت و دین قامع کفر و الحاد
حامی شرع نبی ماحی شرک و بدعت

کون اُس کا نہین وصاف صفات نیکو
کون اُس کا نہین سرگرم ثنا و مدحت

سُنتے ہی مین نے بھی وہ مطلع روشن لکھا
مطلع صبح کو ہو سُننے سے جسکے خجلت

مطلع ثانی

مصحف رخ ترا لے سایۂ رب العزت
کھولدے معنی تمت علیکم نعمت

تیرا آوازۂ دولت ہے مقام امید
تیرا ایوان عدالت ہے محل عبرت

تیرے عشرت کدے مین دخل کسے غیر نشاط
تیرے خلوت کدے مین بار کسے جز طاعت

صفحۂ علم پہ برجیس سے تو ہم زانو
حجلۂ عیش مین ناہید سے تو ہم صحبت

ماہ نو ایک فلک پہ ترے تو بردون مین
نو فلک نوکر دیرین تیرے قدیم الخدمت

کیسۂ گوہر انجم ترا صرف انعام
طاقۂ اطلس گردون ترا وقف خلعت

نیت نیک تری آئینۂ حسن عمل
عمل خیر ترا جلوۂ حسن نیت

تجھ سے راضی ہے خدا اور خدا کا محبوب
تیرا حامی ہے نبی اور نبی کی عترت

کیا الله نے جب تجھ سا ولی نعمت خلق
کیونکہ واجب نہ خلائق پہ ہو شکر نعمت

نطق شیرین سے ترے عام حلاوت ہو اگر
ثمر تلخ ہو حنظل کا سبوے شربت

آئے طوفان جو ترے قہر کا طغیانی پر
کشتی نوح بھی اعدا کو ہو گرداب صفت

وہ تری تیغ کی برش ہے کہ سایہ جسکا
کرے اک دم مین ہیولے سے مفارق صورت

آسیا وار پھرے کیون نہ فلک گردش مین
تیرے توسن کے جو کاوے کی اُڑا لے پھرت

کیا ترے فیل کے اوصاف لکھون مین کہ وہ ہے
ابر رفتار جبل پیکر و گردون رفعت

اُسکی خرطوم ہے گر طرۂ لیلےٰ کی مثال
تو ہین دندان صفا ساعد سلمےٰ کی صفت

آب باران کرم تیرا ہو وہ شربت خضر
برسے لالے پہ تو افیون مین نہ ہو سمیت

عدل کے نقط کو دیتا نہین نقطہ کوئی
عدل سے تیرے جو موقوف ہو رسم رشوت

دور انصاف مین گر تیرے ہو کشتہ سیماب
تو بلا شبہ پڑے دینی مہوس کو دیت

عید کو دیکھ ترے ساتھ خلائق کا ہجوم
کہے عارف کہ یہ کثرت مین ہے پیدا وحدت

منتہی ہوون نہ کبھی تیری صفات نیکو
گر بیان کیجیے تا حشر صفت بعد صفت

ذوق کرتا ہے دعائیہ پر اب ختم سخن
کہ زبان کو ہے نہ یارا نہ قلم کو طاقت

عید ہر سال مبارک ہو تجھے عالم مین
باشکوہ و حشم و جاہ و بنعم و صحت

خیر خواہ ہونگے ترے چہرے پہ ہونگے نشاط
اور بدخواہ ہونگے رخسار پہ اشک حسرت

بیان قصیدۂ خطابیہ

قصیدۂ خطابیہ یا مجددیہ اُسے کہتے ہین کہ ابتدائے قصیدہ سے مدح یا ہجو وغیرہ اصل مطلب شروع کردین اور تمہید نہ لکھین مثال اسکی یہ قصیدہ شہیدی کا بطور انتخاب کے جس مین خود شاعر نے قصیدے کے مجدد ہونے کا اشارہ کیا ہے۔ ؎

طلوع روشنی جیسے نشان ہو شمع کی آمد کا
ظہور حق کی حجت ہے جہان مین نور احمد کا

دبستان ازل مین وہ معلم عقل کل کا تھا
تھا نام و نشان جن و دون اس لوح ابجد کا

عجم مین زلزلہ نوشیروان کے قصر مین آیا
عرب مین شور اُٹھا جس دم اُسکی آمد آمد کا

چمن پیرائے کن فراش اسکی بزم رنگین مین
بہار آفرینش ایک بوٹا اُس کی مسند کا

شرف حاصل ہوا آدم اور ابراہیم کو اُس سے
نہ تنہا فخر عالم فخر تھا اپنے اب و جد کا

شب و روز اُسکے صاحبزادہ کا گہوارہ جنبان تھا
عجب منصب دیا تھا روح الامین کو بھی خوشامد کا

وہ اس عالم مین نور بخش تھا خود دل کی تسکین کو
گیا جنت مین طوبےٰ بنکے سایہ اُس سہی قد کا

شب معراج چڑھکر عرش پر دم مین اُتر آیا
بیان اُس قلزم معنی کے کیا ہو جزر اور مد کا

گذر وحدت سے کثرت مین نہ ہوتا ذات مطلق کو
نہ بنتا صفر گر نقش احد مین میم احمد کا

بھروسا ہر کسی کو اک حصار عافیت کا ہے
مجھے نام مبارک کا ہے ذوالقرنین کو سد کا

ترے پابوس سے ہفتم فلک پر منزل کیوان
ترے سجدے سے ہشتم آسمان پر فرق فرقد کا

اُدھر اللہ سے واصل اُدھر مخلوق کا شامل
خواص اُس برزخ کبرے مین تھا حرف مشدد کا

بٹینگے جس گھڑی عشرت کے سامان بزم جنت مین
کھُلے گا حال امت کو ترے انعام بیحد کا

خدا مانگے کیا کیا نعمتین دیتا ہے بندونکو
ترا دست دعا ضامن ہے جب ہے کل کے مقصد کا

رہا کعبے مین تیرے در کے روضے پر نہ جا پائی
اسی اندوہ سے ہے رنگ تیرہ سنگ اسود کا

لب گوہر فشان وا ہونگے جب عرض شفاعت کو
تماشا گاہ محشر مین کھلینگے نیک منہ بد کا

عدو کو حشر تک انکار ہو تیری رسالت مین
محل باقی رہے اللہ کے قول مؤکد کا

تری تعریف سے میری زبان مین آگئی ہے تیزی
صفاہان تک مشہور ہو گا اس تیغ مہند کا

پھٹینگے مثل تقدیم کہن دیوان ہزارون کے	ہوا عالم میں شہرہ میرے اشعار مجدد کا
ہوئی ہے ہمت عالی مری معراج کی طالب	میسر ہو طواف اے کاش مجکو تیرے مرقد کا
کبھی نزدیک جاکر آستانے پر ملون آنکھین	کبھی مین دور بیٹھون اور کرون نظارہ گنبد کا
مدینے کی زمین کے گر نہ لائق ہو مرا لاشہ	کسی صحرا مین دان کی مین خورش ہون دام اور دد کا
تمنا ہے درختو نیر ترے روضے کے جا بیٹھے	قفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا
خدا منھ چوم لیتا ہے شہیدی کس محبت سے	زبان پر میری جس دم نام آتا ہے محمد کا

بیان مُسَمَّط

مُسَمَّط مفعول ہے تسمیط کا اور تسمیط کے معنی موتی پرونا اور جمع کرنا ہین اور اصطلاح شعرا مین اسے کہتے ہین کہ چند مصرعے متحد الوزن والقوافی جمع کرکے بند اول کرین اسیطرح اور کئی بند اُسی وزن مین لکھیں اور ہر بند کا قافیہ جدا ہو لیکن مصرع آخر ہر بند کا قافیے مین بند اول کا تابع ہو اور اُسکی آٹھ قسمین ہین مُثَلَّث مُرَبَّع ۔ مخمس ۔ مسدس ۔ مسبع ۔ مثمن ۔ متسع ۔ معشر ۔
مُثَلَّث اُسے کہتے ہین جسکے ہر ہر بند مین تین تین مصرع ہون پہلے تینون مصرعون کا ایک قافیہ ہو باقی بندون کے دو مصرع قافیہ جداگانہ مین لکھکر تیسرے مصرع مین قافیہ بند اول کی رعایت سے ہو وعلی ہذا القیاس
مثال اسکی ۔ ۵

مومن

منظور ہے کچھ اور کہ اُنسک آنکھ سے چلے	من لیستم کہ گریہ بحالم کنی و لے

سے زیبدت بہ نرگس شہلا گریستن

ہین خون فشانیان عبث اے چشم اشکبار	گر کام دل بگریہ میسر شدے ز یار

صد سال می توان بہ تمنا گریستن

مومن یہ کہدو جاکے کہ ہے دل یہ گرچہ شاق	عرفی زگریہ دست ندار ی کہ در فراق

وردت ز دل نمی برد الا گریستن

میر تقی

کل تک تو خوب بندہ ملاقات تھی پہلی	امروز یقین شد کہ نداری سراہلی

بیچارہ ز لطف تو بدل داشت گمانہا

انشا

اگرچہ سیکڑون اُس جا پہ تھے کھڑے زن و مرد	تشنہ قتیل تو یاران کہ یکس از سر درد

سرے بہ نعش من خستہ جان بہ جنباند

کبھی ایسا کرتے ہین کہ پہلے بند کے مصرع آخر کی ہر بند کی گرہ مین تکرار کرتے ہین

نظام الدین میرٹھی

خوشی اک مشغلہ ہو رات دن کا ۔ شمار افزون ہو کسکے سال و سن کا
خدا حافظ خدا حافظ کوئن کا

کوئن دنیا کے ہر خطے مین نامی ۔ غریبون اور مسکینون کی حامی
خدا حافظ خدا حافظ کوئن کا

رہے زندہ کوئن با دولت و بخت ۔ رہے محفوظ اُس کا تاج اور تخت
خدا حافظ خدا حافظ کوئن کا

عبدالمجید ازل لاہوری نے مثلث مین تیسرے مصرع کا قافیہ بند اول کے قافیہ کا تابع نہین رکھا ہو اور یہ اصطلاح جمہور کے خلاف ہے ۔ ع

ہم ہین جب محروم تیرے دید سے ۔ کیا غرض ہمکو ہلال عید سے
کیا مزہ ہمکو وصال عید سے

عید کیا ہم بے قرارون کی بھلا ۔ عید کیا فرقت کے مارون کی بھلا
عید کیا ہو دل فگارون کی بھلا

وہ جو آ ملتے ازل تو عید تھی ۔ ہم سے ہوتے ہم بغل تو عید تھی
دل کو کچھ پڑتی جو کل تو عید تھی

نظام رامپوری نے ایک مثلث اسطرح کا لکھا ہے کہ اُسکے بند اول کے تینون مصرع ہم قافیہ ہین باقی بندون کا دوسرا اور تیسرا مصرع قافیہ مین بند اول کا تابع ہے اور پہلے مصرع کا قافیہ علیحدہ ہے حالانکہ دستور یہ ہے کہ ہر ایک بند کا پہلا اور دوسرا مصرع ایک طرح کا قافیہ رکھتا ہے اور صرف تیسرا مصرع قافیہ مین بند اول کا تابع ہوتا ہے ۔ ع

گل فردوس سے حورون نے تو گوندھا سہرا ۔ کھونیسان سے کہ تو موتیون کا لا سہرا
اپنے نوشہ کے لیے چاہیے اچھا سہرا

جوش مین آکے جو مستون کی طرح جھومتا ہے ۔ کس کی آنکھون کا یہ ہے دیکھنے والا سہرا
مست و مدہوش ہو کسواسطے ایسا سہرا

عکس چہرہ سے ہو نوشہ کی ہر اک گل شاداب ‏ عرق رخ سے بنا نور کا دریا سہرا
لہرین لیتا ہی پڑا موج مین کیا کیا سہرا

آیا سرکار سے نوشہ کا شہانا خلعت ‏ آبیار چمن خلد نے بھیجا سہرا
دل حاسد مین ہی کانٹا سا کھٹکتا سہرا

منھ پہ اسواسطے نوشہ کے ہے رومال نظام ‏ در دندان سے ندامت زدہ ہوگا سہرا
گو درخشانی مین تابش مین ہو گیا سہرا

ظفر

کنجڑے کی سی ہاٹ ہی دنیا جنس ہی سارلی کھٹی ‏ میٹھی چاہے میٹھی لے لے کھٹی چاہے کھٹی
لے تیرے من چلے کا سودا ہی کھٹا اور میٹھا

روپ رنگ پر بھول نہ دلمین دیکھ عقل کے بیری ‏ اوپر میٹھی نیچے کھٹی انبوا کی سی کیری
لے تیرے من چلے کا سودا ہی کھٹا اور میٹھا

و لہ

دنیا ہے سرا اس مین تو بیٹھا مسافر ہے ‏ اور جانتا ہے یان سے جانا تجھے آخر ہے
کچھ راہ خدا دیجا جا تیرا بھلا ہوگا

جو رب نے دیا تجھکو تو نام پہ رب کے دے ‏ گر یان نہ دیا تو نے وان دیویگا کیا بندے
کچھ راہ خدا دیجا جا تیرا بھلا ہوگا

دیوے گا اسی کو تو وہ جس کو ہے دلواتا ‏ پر ہے یہ ظفر تجھکو آواز سنا جاتا
کچھ راہ خدا دیجا جا تیرا بھلا ہوگا

مربع مین چار چار مصرع اسیطرح ہوتے ہین پھر دوسرے بند مین تین مصرع قافیہ جداگانہ مین لکھ کر چوتھا مصرع قافیہ بند اول کی رعایت سے لکھا جاتا ہے ایسے ہی بند تیسرا اور چوتھا اور پانچوان جہانتک اتفاق پڑے لکھتے ہین یا ایسا کرتے ہین کہ غزل کے اشعار پر دو دو مصرع بڑھا دیتے ہین منشی عبد العلیخان تونگر خلف عبد الواحدخان مسکین نے مولف کے شعرونکو مربع کیا ہے۔ نہ

جان جاتی ہے یہان ہجر بت دلجو مین ‏ دل نہین ہے مرا بے یار مرے قابو مین
بیقراری نہو کسطرح ہر اک آنسو مین
درد فرقت کا بشدت ہے مرے پہلو مین

تپش مہر رخ یار سے تن گل حباتا　　سر سے لے تا بہ قدم آبلو نسے پھل جاتا
طالب دید تو بس سنتے ہی جل جاتا
سرد مہری کا جو ہوتا نہ اثر مہر مین

دل خوش

کیا صل علے روے رسول دوسرا ہے　　وہ لوح جبین مراۃ انوار خدا ہے
عارض پہ فدا شمس و قمر ہین تو بجا ہے
اُس چہرۂ پر نور کا عالم تو جدا ہے

گو دل ہے سراپا کے تصور مین عرقناک　　پر ہو وے رقم کیونکہ شبیہ شہ لولاک
سب نور سے مملو ہے اُسکا جسد پاک
وہ مطلع انوار خدا شمس ضحے ہے

مرزا قتیل دریاے لطافت مین کہتا ہے کہ اِس زمانے مین شعراے ریختہ جنکی طبیعت مین شاعری کی قوت نہین ہوتی جب اپنی شہرت اور حصول منفعت کے لیے مرثیہ گوی شروع کرتے ہین تو مربع مین لکھتے ہین۔

گویا

دیتے تھے اہل بیت پیمبر کے واسطے　　تکتے تھے مجرئی نہ لعین زر کے واسطے
کہتے تھے شیر تک نہین اصغر کے واسطے
پانی پلاؤ ساقی کوثر کے واسطے

جب تیر کھا کے اصغر بے شیر مر گیا　　گودی کو خالی دیکھ کے بانو نے یہ کہا
یا شاہ دین ہماؤ مرا لال کیا ہوا
اصغر کو لاؤ خالق اکبر کے واسطے

کبھی ایسا کرتے ہین کہ پہلے بند کے مصرع آخر کی باقی بندون مین تکرار کرتے ہین جیسے ہ

مولوی محمد اسمعیل

ستنے گا مسرت کا اب شامیانہ　　سنے گا محبت کا نقار خانہ
حمایت کا گا وینگے مل کر ترانہ
کہ صبر آتا ہے اچھا زمانہ

نہ ہم روشنی دن کی دیکھینگے لیکن　　چمک اپنی دکھلائینگے اب بھلے دن

رکے گا نہ عالم ترقی کیے بن
کرو صبر آتا ہے اچھا زمانہ

زبان قلم سیف پہ ہوگی غالب ۔ دبینگے نہ طاقت سے پھر حق کے طالب
کہ محکوم حق ہوگا دنیا کا قالب
کرو صبر آتا ہے اچھا زمانہ

مخمس اُسکو کہتے ہین کہ پانچ پانچ مصرع کے بند لکھے جائین اور ہر بند کا پانچوان مصرع پہلے بند کے پانچوین مصرع کے قافیہ پر ہو یعنی پہلے بند کے پانچون مصرع اور باقی بندونکا صرف پانچوان مصرع متحد القوافی ہون مثال اسکی۔

دیا شنکر نسیم

مجھے تو کہتے ہو نگت تیرا گھڑی مین کچھ ہے گھڑی مین کچھ ہے ۔ زمانہ کی طرح ڈھنگ کبھی کا گھڑی مین کچھ ہی گھڑی مین کچھ ہے
نہ آج مانو نگا کل کا وعدہ گھڑی مین کچھ ہے گھڑی مین کچھ ہے ۔ کسے بھروسا کہ دم کا نقشا گھڑی مین کچھ ہی گھڑی مین کچھ ہے
گھڑی گھڑی کی صورت لگا ہی کھٹکا گھڑی مین کچھ ہی گھڑی مین کچھ ہے

مین ہون مریض تپ محبت عیان ہے بے تابیونکی صورت ۔ مین دل جلا ہون دم عیادت نہ جیلے بچنے کی آئی نوبت
جو کوئی دم پائے گرم صحبت تو پھونکے جا صور سحر الفت ۔ نہ کیجو ہمدم ذرا بھی غفلت کہ شل اخگر ہی دم کی حالت
جو دم مین زندہ تو پل مین مردہ گھڑی مین کچھ ہی گھڑی مین کچھ ہے

شگوفہ بازو نہ تم قبولو یہ بادبندی ہے سب فضولو ۔ جو مثل برق آسمان کو چھولو تو پیل مست سحاب ہو دو
نہ شاخ شاخ چمن پہ جھولو نہ تہمت عشق رنگ و بو لو ۔ نہ باغ سیر جہان پہ پھولو نسیم نیرنگ ہے نہ بھو
کہ بازی گر کا یہ سج تماشا گھڑی مین کچھ ہی گھڑی مین کچھ ہے

اکثر ایسا کرتے ہین کہ غزل کے اشعار پر تین تین مصرع لگاتے ہین اور یہ قسم مخمس کی بہت شایع ہی اور ہر ایک شاعر متقدمین سے لیکر اس زمانے تک مخمس لکھے ہین اور اپنی یا دوسرے شاعرونکی غزلونپر مصرع لگائے ہین کمال مخمس کا لطف یہ ہے کہ پانچوان مصراع بیکار ہو جائے یعنی تین مصرع اس قسم کے لگائے جائین کہ چوتھا مصراع اُسکے ساتھ بہت چسپان ہو اور پانچوین مصرع کا محتاج نہ ہے اور اسمین ربط تیسرے اور چوتھے مصرع کا بہت عمدہ چاہیے باوجودیکہ تمام شعرائے ماضی وحال نے اسکی طرف توجہ کی ہے مگر ان لطائف سے کم لوگ واقف ہوے ہین جن شاعرون نے ان باتون کا التزام رکھا ہے اُنکے مخمس ہر ایک کو پسند و مرغوب ہین حق یہ ہے کہ مخمس مشکل ترین اور اعلی ترین اقسام مسمط سے ہے شاعر کی طبیعت اور استعداد کا حال اس سے معلوم ہوتا ہے دوسرے کے مضمون کو اپنا کر لینا بڑا مشکل کام ہے مرزا کلب حسین خان

ناؔدر نے تمام شعرا ے مشاہیر کی ایک ایک غزل کی تخمیس کرکے دیوان ترتیب دیا ہے ؎

تخمیس ناؔدر بر غزل مصحفی

ہمکو ہم سلئے مین رہنا گھر بنانا منع ہے
سر فرو رکھتے ہین گردن کا اُٹھانا منع ہے
راہ چلنا منع ہے کوچے مین آنا منع ہے
دیکھنا کس کا وہان در تک بھی جانا منع ہے
رو دن دیوار سے آنکھین لڑانا منع ہے

ہوتی ہے تدبیر سے ہر ایک مشکل دل نشین
طرفہ ظلم ایجاد کرتے ہین بتان نازنین
ہو سکے ممکن محال ایسا بھی ہوتا ہے کہین
راز دل کا پوچھتے ہین بولنے دیتے نہین
بات منھ پر آ چکی ہے لب ہلانا منع ہے

دم نہ نکلے تن سے یہ مجھ نیم جان کو حکم ہے
ہونٹھ پر نالہ ہے اب قطع زبان کو حکم ہے
تر نہون پلکین یہ چشم خون فشان کو حکم ہے
سینے مین سوزش ہے اور ضبط فغان کو حکم ہے
آگ گھر مین لگ گئی ہے اور بجھانا منع ہے

کبھی ایسا بھی کرتے ہین کہ پہلے بند کے مصرع آخر کی ہر بند کی گرہ مین تکرار کرتے ہین جیسے ؎

جرأت

جب سے اے راحت جان تجھسے جدا رہتا ہون
مضطر و ششدر و حیران و خفا رہتا ہون
کیا کہون سخت مصیبت مین پھنسا رہتا ہون
کسی جی چپے مین تو مشغول مین کیا رہتا ہون
منھ لپیٹے ہوئے دن رات پڑا رہتا ہون

کیا بیان اپنی جوانی کا کرون مین غمگین
نہ تو بیٹھون ہون نہ اُٹھتا ہون نہ جاتا ہون کہین
طاقت اب بستر اندوہ پہ ہلنے کی نہین
یاد کرکے تری صحبت کو بس اے پردہ نشین
منھ لپیٹے ہوئے دن رات پڑا رہتا ہون

مسدس اسمین چھ چھ مصرع کا بند ہوتا ہے اور ہر بند کا مصرع ششم قافیہ مین بند اول کا تابع ہوتا ہے مثال اسکی

غلام محمد سمجھو باشندہ سورت

خامہ ہے جنبش کہ انگشت ید بیضا کرون
سنگ موسی کی کھرل ہر دیدہ بینا کرون
طور کے شعلے کا کاجل لاؤن طور ایسا کرون
آب دو اشک سے حل ہو سکے جتنا کرون

	مہر کاغذ سا یہ بال ہما پیدا کرون وصف اُس پیغمبر بے سایہ کا انشا کرون	

ہے سیہ کاری پڑی جون شانہ ہر فرا من	کان کے بالے کی مچھلی کی طرح ہون جال مین	زلف خوبان کے پھنسا ہون بطرح جنجال مین	ہون گرفتار بلا سودا لے خط و خال مین

	یا رسول اللہ تڑپون کب تلک اس حال مین آؤن بازار مدینہ مین کچھ اب سودا کرون	

ریختہ گویون نے ایسے چھ مصرعون کو جن مین چار ایک وزن اور قافیہ کے ہون اور دو مصرع اُسی وزن اور دوسرے قافیہ کے بطور گرہ کے ایک مطلع کی طرح واقع ہون مسدس قرار دیا ہے اور اسکو مسمط مین شمار کرنا محض غلطی ہے اسلیے کہ مُسَدّس کی تعریف ایسے اشعار پر صادق نہین آتی مسمط مین اول بند مین سب مصرعون کا متحد الوزن والقوافی ہونا اور بندونکے صرف مصرع آخر کا باعتبار وزن اور قافیہ کے بند اول کا تابع ہونا شرط ہے وہ بات ایسے اشعار مین پائی نہین جاتی اسلیے کہ انمین دو مصرع آخر کے علیحدہ قافیہ کے ہوتے ہین اور چار مصرع دوسرے قوافی مین ہوتے ہین یہی حال تمام بندونکا ہوتا ہے کہ دو شعر و تین قافیہ اور ہوتا ہے اور تیسرے شعر کا قافیہ اور ہوتا ہے پس اس قسم کا مسدس داخل مسمط نہین۔

مُسَبَّع۔ یہ سات مصرع کا بند ہوتا ہے پہلے بند کے ساتون مصرع متحد الوزن والقوافی اور دوسرے تیسرے چوتھے بند کے جہان تک اتفاق ہو چھ مصرع اور قافیہ پر اور ساتوان مصرع ہر بند کا مثل قافیہ بند اول کے ہوتا ہے۔

مُثَمَّن مین ہر بند آٹھ مصرع کا ہوتا ہے پہلے بند کے آٹھون مصرع متحد الوزن والقوافی اور بندون کا صرف آٹھوان مصرع قافیہ مین تابع بند اول کا۔

مُتَسَّع مین نو نو مصرع کا بند اور مُعَشَّر مین دس دس مصرع کا بند برعایت معلومہ ہوا کرتا ہے مگر یہ قسمین شعرا کے دیوانون مین کم دیکھی جاتی ہین شاذ و نادر کسی رسالے مین بطور مثال کے لکھدی ہین ہم بھی بسبب طوالت اور متروک الاستعمال ہونیکے ان اقسام کی مثالین درج نہین کرتے۔

بیان ترکیب بند

ترکیب بند اُسے کہتے ہین کہ ایک غزل کے طور پر کچھ اشعار مع مطلع کے لکھکر اُسکے بعد ایک اور بیت مقفےٰ یعنی ایک مطلع بطور گرہ کے لگائین پھر دوسرے بند مین دوسری غزل بند اول کے ہی وزن پر مذکور کرین اور اسکے بعد بھی ایک اور مطلع سے گرہ لگائین ایسے ہی جتنے چاہین بند لکھین اور ہر بند کا مطلع یعنی گرہ مختلف لاتے جائین کیونکہ

اگر ایک ہی مطلع کی ہر گرہ مین تکرار ہوگی تو اُسکو ترجیع بند کہینگے جیسا کہ آگے معلوم ہوگا۔ ترکیب بند کی مثال

ناظم

ساقیا انجمن دہر ہے عبرت کا مقام
دل پر خون ہے یہان جام شراب گلفام

متلون ہے مزاج فلک مینائی
طرفہ نیرنگ دکھاتا ہے طلسم ایام

صبحکو اور ہے کچھ رنگ جہان شامکو اور
طبع خوبان کی طرح رنگ بدلتا ہے دوام

ایک کو ایک طرح پر نہین اک لحظہ قرار
چین بلبل کو نہ اس باغ مین گل کو آرام

شاہد اس قول پہ ہے رنگ حسینان جہان
کہ نظر آتے ہین وہ خار جو تھے گل اندام

چھیڑ کی ہین نہ وہ گھاتین نہ ہنسی کی باتین
نہ کسی سے وہ بگڑنا نہ کسی پر الزام

نہ کنائے نہ اشارے نہ وہ چتون نہ وہ آنکھ
رسم و رہ اب وہ کسی سے نہ وہ پیغام و سلام

نہ وہ غمزہ نہ وہ عشوہ نہ وہ عالم نہ وہ روپ
نہ وہ گرمی کی ادائین نہ وہ شوخی کے کلام

زیب و زینت سے نہ تھی جنکو گھڑی بھر فرصت
اب نہ مطلب اُنھین لکھنے سے نہ مسّی سے کام

زلف کے دام مین کرتے تھے جو عشاق کو شکار
خود وہ صیاد ہین نخچیر کی صورت تہ دام

وہ تہ خاک بلاؤنمین سراسر ہین اسیر
کنگھی چوٹی مین گرفتار جو رہتے تھے مدام

کوئی سنتا نہین آواز اب انکی افسوس
جو نہ اغماض سے سنتے تھے مسیحا کا کلام

خواب مین بھی نظر آتی نہین انکی صورت
دلمین گھر آنکھونمین جن حوروشونکا تھا مقام

روپ بدلا جو زمانے نے نیا دور ہوا
اور تھا رنگ جہان اور سے کچھ اور ہوا

کیا ہوا سرو قدو اب وہ تمھارا خم و چم
کیا ہوا لالہ رخو اب وہ تمھارا عالم

کہو کیون چھوٹ گئی مشق جفاکاری کی
کہو کیون ٹوٹ گیا سلسلۂ جور و ستم

کھینچتے کیون نہین اب میان سے تم خنجر ناز
دیکھتے کیون نہین اب تیغ ادا کا دم خم

کچھ نہ عشاق سے مطلب ہے نہ اغیار سے کام
نہ ادھر چشم غضب ہے نہ اُدھر چشم کرم

چین کیونکر تمھین آغوش لحد مین آیا
تم تو آغوش تصور مین بھی لیتے نہ تھے دم

کیا گذرتی ہے تہ خاک تمھارے سر پر
فرش پر تم تو نزاکت سے نہ رکھتے تھے قدم

نازنینو وہ نزاکت کہو کس نے لے لی
سچ بتاؤ تمھین اپنی ہے نزاکت کی قسم

صحن تک تھا تمھین دالان سے آنا منزل
کس طرح طے ہوئی راہ سفر ملک عدم

ناز و انداز و ادا عشوہ کرشمہ غمزے — خاک مین مل گئے سب ہائے ستم ہائے ستم
ہائے وہ چین جبین شوخی و انداز کے ساتھ — ہائے وہ ناز سے تیور کا بدلنا ہر دم
ہائے وہ ابروئے خمدار وہ مژگان دراز — ہائے وہ چشم فسونگر کی ادائین باہم
ہائے وہ شعلۂ رخسار کی غصے مین بھڑک — ہائے وہ گیسوئے پر پیچ کا ہونا برہم
ہائے وہ فتنہ جگانے کی روش سے چلنا — ہائے وہ چھاگلین پہنے ہوئے پھرنا چھم چھم

وا دریغا نہ رہی ایک بھی صورت باقی
بہر عبرت ہے زبانون پہ حکایت باقی

بیان ترجیع بند

ترجیع بند اُسے کہتے ہین کہ ایک ہی شعر کی ہر گرہ مین تکرار ہوا سمین اور ترکیب بند مین یہی فرق ہے کہ وہان ہر گرہ مین مختلف شعر لگائے جاتے ہین اور یہان ایک ہی شعر لگایا جاتا ہے مثال اُسکی۔

نظیر اکبر آبادی

تیرے لب لال سے گل اندام — ہے حمرت کش حسرت انجام
گل برگ ہے غرق شبنم رشک — دیکھے سے ترا یہ لطف اندام
عارض سے خجل ہے عارض صبح — کاکل سے خجل ہے کاکل شام
یہ حسن بکام دل تو پاکر — رکھتا ہے غضب ہمین تو ناکام
خوبی نے تجھے کیا ہے زیبا — زیبندہ نہین ہے تجھ سے یہ کام
اتنی بھی نہ کیجیے جفائین — جو خوبی پہ جس سے آئے الزام
دکھ پا کے تری تعدیون سے — ہم سخت بجان ہین لے دلارام

اب چھوڑ عتاب کی ادا کو
دے طول نہ رشتۂ جفا کو

وہ گل ہے تو آج حسن ایجاد — ہے گلشن حسن تجھ سے آباد
قامت کا ترے بیان خوبی — کرتے ہین چمن مین سرو شمشاد
ہین تیرے ہولکے ہم ہوا دار — تو ہمکو الم سے کر نہ برباد
ہم دیکھ تجھے ہین شاد ہوتے — تو ہمکو کرے ہے غم سے ناشاد
یون زلف مین تیری ہم پھنسے ہین — ہو دام مین جیسے صید صیاد

ہو دل سے فدا جو اپنے اوپر
اتنی نہین کرتے اسپہ بیداد
تیرا ہے نظیر جان و دل سے
سُن عرض یہ اُس کی لے پئے داد
اب چھوڑ عتاب کی ادا کو
دے طول نہ رشتۂ جفا کو

ترکیب بند و ترجیع بند باختراع جدید

ریختہ گویون نے ایک صورت نکالی ہے کہ اپنے مُسَدَّس کو ترکیب بند قرار دیتے ہین اس طرح کہ اول چار مصرع ایک قافیہ مین کہتے ہین پھر دو مصرع دوسرے قافیہ مین کہکر اُن کو اُن چار مصرعونکے ساتھ ملحق کر دیتے ہین اور پہلا بند نام رکھتے ہین پھر چار مصرع دوسرے قافیہ مین کہکر دو مصرع دوسرے قافیہ کے اُس سے ملحق کرتے ہین اُسے بند دوم بولتے ہین اسی طرح اور بند لکھتے ہین یہ قسم نہ تو ترکیب بند مین داخل ہوسکتی ہے اور نہ مسمط کی تعریف اس پر صادق آسکتی ہے کیونکہ ترکیب بند مین پہلا شعر مقفٰے ہوتا ہے اور باقی اشعار کے مصرع دوم مین قافیہ ہوتا ہے اور اس مُسَدَّس مین بند کے دونون شعر مقفٰے ہوتے ہین اور مسمط مین ہر بند کا مصرع آخر یا شعر آخر قافیہ مین بند اول کا تابع ہوتا ہے پس ایسا مُسَدَّس دونو سے علحدہ ہے اور کبھی اس مین گرہ کا شعر مکرر آتا ہے جب ہر بند کی گرہ کا شعر علحدہ ہو گا تو وہ ترکیب بند ہے اور جو ایک ہی شعر مکرر آئیگا تو یہ ترجیع بند ہوگا اور اس قسم کے ترکیب بند و ترجیع بند مسدس پر منحصر نہین مثمن اور معشر وغیرہ صورتین بھی مستعمل ہین مسدس ترجیع بند کی مثال۔

امیر

ہر روش اور ہی سامان نظر آتے ہین
جان تازہ گل و نسرین و سمن پاتے ہین
جھومتے ہین جو شجر سرد ہوا کھاتے ہین
رقص کرتے ہین تو طاؤس یہ چلاتے ہین
تند و پر شور و سیہ مست ز کہسار آمد
مے کشان مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

کرتے ہین مرغ چمن شور گھٹا چھائی ہے
ہر روش ناچتے ہین مور گھٹا چھائی ہے
لطف برسات کا ہے زور گھٹا چھائی ہے
صحن گلزار مین گھنگور گھٹا چھائی ہے
تند و پر شور و سیہ مست ز کہسار آمد
مے کشان مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

مثال مُسَدَّس ترکیب بند کی۔

حالی

امیرون کا عالم نہ پوچھو کہ کیا ہے — خمیر انکا اور ان کی طینت جدا ہے
سزاوار ہے اُن کو جو نا سزا ہے — روا ہے اُنھین سب کو جو ناروا ہے
شریعت ہوئی ہے نکو نام اُنسے
بہت فخر کرتا ہے اسلام اُنسے

ہر اک قول پر اُن کے مجلس فدا ہے — ہر اک بات پر وان درست اور بجا ہے
نہ گفتار مین اُنکی کوئی خطا ہے — نہ کردار اُن کا کوئی نا سزا ہے
وہ جو کچھ کہ ہین کہہ سکے کون اُن کو
بنایا ندیمون نے فرعون اُن کو

کسی قوم کا جب اُلٹتا ہے دفتر — تو ہوتے ہین مسخ ان مین پہلے تونگر
کمال اُن مین رہتے ہین باقی نہ جوہر — نہ عقل اُنکی ہادی نہ دین اُن کا رہبر
نہ دُنیا مین ذلت نہ عزت کی پروا
نہ عقبےٰ مین دوزخ نہ جنت کی پروا

اور مثمن ترجیع بند مولوی سید احمد بریلوی کا جسکی گرہ مین اس بیت کی تکرار ہے۔

دل کو مرے تسخیر کیا اک عربی نے — مکی مدنی ہاشمی و مطلبی نے

اور مثمن ترکیب بند میر حسن صاحب مثنوی سحر البیان کا جسکا پہلا شعر یہ ہے۔

نقاب چہرے سے خورشید جب اُٹھاتا ہے — سحر ہر ایک کو ہر کام پر لگاتا ہے

اور مثمن ترکیب بند میر تقی کا جسکے پہلے بند کا پہلا شعر یہ ہے۔

عمر گذری ہو چکا آسودگی کا روزگار — رنج و محنت کے تئین آرام سے ہے ننگ و عار

اور معشر ترجیع بند شہید کا نعت مین جسکا ایک بند یہ ہے۔

جب چلا چاند مدینے کا سوے رب جلیل — بجھ گئی مہر درخشان کی فلک پر قندیل
شیر فردوس کی رکھی کہین آدم نے سبیل — کہ اسی راہ سے گذرے گا وہ فرزند جمیل
فرش ظلمت کا بچھاتے تھے کسی جا پہ خلیل — کہین یوسف تھے کھڑے اور کہین اسمعیل
روح پر روح لگی گرنے براہ تعجیل — جب ہوا نغمہ سرا صور مین یون اسرافیل
مرحبا سید مکی مدنی العربی

دل و جان باد فدایت چه عجب خوش لقبی

اور مولوی کافی نے ایک ترجیع بند لکھا ہے اُسکے ہر بند کے سولہ مصرع ہین گویا مثمن مضاعف ہے اور اسمین شیخ سعدی کے اس شعر کی تکرار ہے۔

گر بر سر و چشم من نشینی ۔۔۔ نازت بکشم که نازنینی

ترکیب بند کی گرہ کے مصرع جو آخر بند پر واقع ہوتے ہین خواہ وہ سب متفق القافیہ ہون خواہ مختلف القافیہ دونون امر جائز ہین پس اگر وہ سب گرہ کے شعر نکالکر جمع کیے جائین اور سب شعر ایک ہی قافیہ مین نہون تو ایک مثنوی جداگانہ بن جائے گی بشرطیکہ وہ ترکیب بند بحور مخصوصۂ مثنوی مین قصداً کہا گیا ہو ورنہ مثنوی نہوگی اور ترکیب بند کا وزن مثنوی مین لکھنا لازم و ضروری نہین جس بحر مین چاہین لکھین اور جن لوگون نے یہ کہا ہے کہ وہ گرہ کے اشعار اگر متفق القافیہ ہون تو علٰحدہ جمع کیے سے ایک غزل ہو جائیگی یہ اُنکی غلطی ہے یہ نہین خیال کرتے کہ وہ سب مطلع ہین غزل کی شکل کہان سے ہو گی۔

بیان مثنوی

لغت مین مثنوی منسوب ہے مثنٰی کی طرف اور مثنٰی میم مفتوح و سکون ثلے مثلثہ والف مقصورہ سے دو کے معنے مین ہے جب یائے نسبت اُسکے آخر مین لگائی گئی تو الف مقصورہ واو سے بدل گیا اور اصطلاح مین اُن اشعار کو مثنوی کہتے ہین جن مین دو دو مصرع باہم مقفٰے ہون شعرائے ریختہ مین میر تقی میر اور میر حسن اپنے اپنے وقت مین مثنوی لکھنے مین کامل گذر گئے ہین اس فن مین ید طولٰے رکھتے تھے باقی شعرا انھی کے پیرو ہین متاخرین شعرائے ریختہ مین حکیم مومن خان مومنؔ نے مثنوی کے فن کو بہت چمکایا اور خوب داد سخنوری دی مثنوی کے دیباچے مین توحید و مناجات اور مدح حاکم وقت و تعریف سخن و عشق وغیرہ و سبب تالیف و تصنیف کا ہونا مولانا نظامی گنجوی کی ایجاد ہے پہلے یہ بات ضرور نہ تھی اور مثنوی کے ساتھ وزن مقرر ہین اُنھی مین لکھتے ہین۔ اُنکی تفصیل یہ ہے۔

(۱) بحر متقارب مثمن محذوف الآخر یا مقصور الآخر اسکا وزن یہ ہے فعولن فعولن فعولن فعل یا فعول دو بار اس بحر مین کارزار اور محاربات سلاطین وغیرہ لکھتے ہین جیسے فارسی مین شاہنامہ فردوسی طوسی اور شاہنامہ قاسم گناآبادی اور سکندرنامہ خواجہ نظامی اور ظفرنامہ ملا ہاتفی شاگرد مولانا جامی اور ریختہ مین شاہنامہ مولچند متخلص بہ قشی شاگرد شاہ نصیر دہلوی اور تاریخ بدیع تصنیف منشی امیر اللہ تسلیم لکھنوی شاگرد نسیم دہلوی اور سکندرنامہ اردو مصنفہ سید معین الدین احمد متخلص بہ احمد اسی وزن مین ہے یہ چند اشعار اسکے ہین۔

ہوا جبکہ تابندہ مہر منیر	صف آرا ہوا شاہ گردون سریر
جوان وہ جو تھے شیر صحرائے جنگ	چلے دشمنو کی طرف بے درنگ

ملے دونوں لشکر بہم اس طرح	کہ ساون سے بھادون ملے جس طرح
کسی سمت تھے گرز آتش فشان	کہیں پار سینوں کے نوک سنان

منشی طوطارام شایان نے اسی وزن مین مہابھارت کو نظم کیا ہے۔ شروع کتاب مین لکھا ہے ۔ ؎

زبان قلم گل فشانی پہ ہے	بہار مضامین جوانی پہ ہے
دکھائے ورق تختۂ گل کا رنگ	صریر قلم بانگ بلبل کا رنگ
مہک اُٹھے غنچے کی صورت دوات	نہو جس سے سرسبز غنچے کی بات

سعدی نے اس وزن مین بوستان اخلاق وآداب اور نصائح مین لکھی ہے۔ لیکن اُستاد ابوالقاسم منصور فردوسی نے اس وزن مین مثنوی یوسف زلیخا قصہ عشقیہ کو بھی موزون کیا ہے یہ شعر اُس کا بطور نمونے کے لکھا جاتا ہے ۔ ؎

بدنبال چشمش یکے خال بود	کہ چشم خودش ہم بدنبال بود

اور ریختہ گویون مین سید غلام حسن خلف میر غلام حسین ضاحک نے قصۂ عشقیہ مثنوی سحرالبیان معروف بہ مثنوی میر حسن اس وزن مین لکھی ہے جس کا ہندوستان مین شہرہ ہے اور آج تک جواب نہین ہوا یہ شعر اُسی کا ہے ۔ ؎

جو منصف سنینگے کہینگے سبھی	نہ ایسی ہوئی ہے نہ ہوگی کبھی

اسی طرح میر صغیر علی مروت فرزند کبیر علی سنبھلی نے ایک مثنوی لکھی ہے فن شعر مین اُسکے دعوے کا مدار اسی پر ہے اور غلام علی متخلص بعلی کی مثنوی خستہ لقا جو بنام نہاد جواب مثنوی سحرالبیان کے لکھی گئی ہے اور مثنوی یوسف زلیخا مصنفہ شاہ رؤف احمد رأفت اور مثنوی اکرام الدین ضیغم بھی اسی وزن مین ہی یہ اُسکے شعر ہین ؎

دکھاتی تھی زیور کی اپنے پھبن	جواہر کے دریا مین تھی غوطہ زن
حنا سے ہوا دست و پا کا وہ رنگ	کہ یاقوت دیکھے تو ہو جائے دنگ

تپش نے بہار دانش کو بھی اسی بحر مین نظم کیا ہے یہ شعر اُسی کے ہین ۔ ؎

طبیعت کو تھا ایک شب اضطراب	جگر تفتہ تھا اور آنکھین پُرآب
دل و سینہ بھی متصل تھا طپان	الم سے تھی ہر اک مژہ خون چکان

(۲) **بحر ہزج مسدس محذوف الآخر یا مقصور الآخر** اسکا وزن یہ ہے مفاعیلن مفاعیلن فعولن یا مفاعیل دوبار یہ وزن عشق و عاشقی کے ذکر کے ساتھ مختص ہے چنانچہ فارسی مین مثنوی یوسف زلیخا مولانا جامی کی اور یوسف زلیخائے ناظم ہروی اور مثنوی نیرنگ عشق تصنیف محمد اکرم غنیمت لاہوری اور مثنوی

شیرین خسرو خواجہ نظامی اسی وزن مین ہے اور ریختہ مین نواب محبت خان فرزند حافظ الملک حافظ رحمت خان کی مثنوی سسو پنو اور مثنوی پدماوت مصنفۂ میر ضیاء الدین عبرت شاگرد نواب محبت خان اور میر غلام علی عشرت شاگرد مرزا علی لطف تلمیذ سودا اسی وزن مین ہے تصنیف دو شاعر اُس کا مادہ تاریخ ہے اگرچہ یہ مثنوی دلچسپ مرثیۂ عاشقان ہے لیکن بہت سی باتین اُسمین پوچ و بیچ ہین جس سے اہل علم کو اس پر حرف ہے میان عشرت نے ایک جگہ لکھا ہے۔ ؎

	نہین اسکا جو تاج و تخت ثابوت		تو یہ تخت روان ہے تخت تابوت

ثابوت مین الف زائد غلط ہی صحیح ثبوت ہی لیکن اس جگہ واو زائد ہی۔

عبرت کہتا ہے۔ ؎

	وہ آہن کو ہے بالتخصیص کھینچے		برنگ سنگ مقناطیس کھینچے

ولہ

	ولیکن جلنے والے خرد و کلان ہین		بسان عاشقان اہل وفا ہین

ہان عبرت کی نظم مین تمثیلین اچھی واقع ہوئی ہین اور اسکا کلام بھی عشرت کے کلام سے پرزور ہے مثنوی طلسم شایان بھی اسی وزن مین ہے لیکن پسند طبائع سخن سنج نہین۔ منشی سید اسمعیل حسین منیر کی مثنوی معراج المضامین کا بھی یہی وزن ہی یہ اُسکا شعر ہی۔ ؎

	ہوا جسدم سے اس کھانیکے قابل		نمک ٹھہرا قسم کھانے کے قابل

سودا کی دو مثنویان اس وزن مین ہین ایک مثنوی مین کہتے ہین۔ ؎

	الٰہی شعلہ زن کر آتش دل کرامت کر وہ عشق آتش انگیز		تپ دل دے بقدر خواہش دل کہ تا ہر استخوان میرا ہو گلریز

دیگر

	مرادل نام پر اُس کے ہے شیدا وہی ہے آب و رنگ اپنے چمن کا		کیا ہے جس نے حسن و عشق پیدا وہی معنے ہے طوطی کے سخن کا

بعض شعرا نے اس وزن مین سوا مضامین عشقیہ کے دوسرے حالات بھی لکھے ہین چنانچہ خوشتر نے رامائن کے داستانون کو اس وزن مین نظم کیا ہے مگر زور شاعری اور قوت بیانی کے اعتبار سے یہ مثنوی گری ہوئی ہے۔ ؎

	ہوا جینا اُسے بے رام مشکل		نہ لائی تاب ہجر گل عنادل

یہان عنادل بمحل ہے عندلیب چاہیے رنگین نے اس وزن مین گھوڑون کے علاج مین ایک سالہ لکھا ہے جسکے خاتمے کا شعر ہے۔ ع

فرسنامہ جو یہ ہوچکا باتمام	فراست نامۂ رنگین رکھا نام

(۳) بحر ہزج مسدس اخرب مقبوض محذوف الآخر یا مقصور الآخر اسکا وزن یہ ہے مفعول مفاعلن فعولن یا مفاعیل دوبار یہ وزن بھی حالات طالب و مطلوب کے ساتھ مخصوص ہے فارسی مین لیلی مجنون نظامی و نلدمن فیضی اسی وزن مین ہے اور ریختہ مین دیاشنکر نسیم لکھنوی شاگرد آتش کی مثنوی گلزار نسیم کا یہی وزن ہے ریختہ مین کوئی مثنوی آج تک ایسی عمدہ اس بحر مین نہوئی نسیم نے ہر مضمون کو تشبیہ کے پردے اور استعارے کے بیچ مین ادا کیا ہے اکثر مطالب کو اشارون اور کنایہ کے رنگ مین دکھایا ہے باوجود اسکے زبان فصیح اور کلام شستہ اور پاک ہے اختصار بھی اس مثنوی کا ایک خاص وصف ہے ہر معاملے کو اسقدر مختصر کرکے ادا کیا ہے جس سے زیادہ ہو نہین سکتا اور ایک شعر درمیان سے نکال لو تو داستان مبہم ہوجاتی ہے یہ اشعار اسکے ہین۔ ع

ہر شاخ مین ہے شگوفہ کاری	ثمرہ ہے قلم کا حمد باری
کرتا ہے یہ دو زبان سے یکسر	حمد حق و مدحت پیمبر
پانچ انگلیون مین یہ حرف زن ہے	یعنے کہ مطیع پنجتن ہے

منشی مظفر علی اسیر کی مثنوی درۃ التاج بھی اسی وزن مین ہے یہ ایک شعر براق کی تعریف مین لکھا ہے۔ ع

شوخی سے نہ تھی کسی جگہ تاب	پانی کی جگہ پیا تھا سیماب

مثنوی لیلی مجنون مصنفۂ نواب مرزا تقی خان ہوس کا بھی یہی وزن ہے یہ اشعار اُسی کے ہین۔ ع

یارب مرے سر مین شور غم رکھ	بے غم مجھے صاحب الم رکھ
ہوتا رہے درد میرے دل مین	بھیگی ہو میری آب و گل مین
تڑپون غم دل کی کاہشون سے	دون جان ہزار کاوشون سے
ابر غم عشق دل پہ برسے	ریزان رہین اشک چشم تر سے
جلتا رہے غم سے داغ دل کا	افسردہ نہو چراغ دل کا

یہی وزن مثنوی ترانۂ شوق کا ہو۔

(۴) بحر خفیف مسدس مخبون محذوف الآخر یا مقصور الآخر اسکا وزن یہ ہے فاعلاتن مفاعلن فعلن یا فعلان دوبار اس وزن مین زیادہ تر مواعظ اور حقائق و حکم مذکور ہوتے ہین جیسے فارسی مین حدیقہ

حکیم سنائی غزنوی اور سلسلۃ الذہب مولوی جامی کی اور ریختہ مین اسی زمین حالی نے مثنوی حبِ وطن لکھی ہے چنانچہ اسمین کہتے ہین۔ ع

اے وطن اے مرے بہشت برین	کیا ہوے تیرے آسمان و زمین
رات اور دن کا وہ سمان نہ رہا	وہ زمین اور وہ آسمان نہ رہا
تیری دوری ہے مَوردِ آلام	تیرے چھٹنے سے چھٹ گیا آرام
کاٹنے کھاتا ہے باغ بن تیرے	گُل ہین نظرون مین داغ بن تیرے

لیکن بعض شعراے ریختہ اس وزن مین عشق کا بیان کرتے ہین جیسے مثنوی دریاے عشق میر تقی کی اور مثنوی سعدین انوارحسین تسلیم کی اور بعض مثنویان مرزا شوق کی اور مثنوی طلسم اُلفت قلق کی۔ ع

قلق

ساقیا دے وہ جام اُلفت خیز	ہو جو صہباے جوشِ عشق انگیز
اس لیے ہون اباغ کا مشتاق	اک کلیجہ ہے داغ کا مشتاق
ایک دل چاہتا ہے عشق کا داغ	ایک ویرانے مین جلے گا چراغ
عہد طفلی ہی سے بہ رنگ جوان	محوِ اُلفت تھا وہ شہ خوبان

(۵) بحر رمل مسدس محذوف الآخر یا مقصور الآخر اس کا وزن یہ ہے فاعلاتن فاعلاتن فاعلن یا فاعلان دو بار اس وزن مین اکثر حقائق و معارف و حکایات علما و اہل اللہ و پند و نصائح وغیرہ بیان کی جاتی ہین جیسے مثنوی حضرت شیخ فریدالدین عطار موسوم بہ منطق الطیر اور مثنوی شاہ بوعلی قلندر اور مثنوی مولاناے روم کی اور رسالۂ نان و حلوا تصنیف خواجہ بہاءالدین آملی بھی اسی وزن مین ہے اور ریختہ مین مثنوی ایجاد رنگین تصنیف سعادت یار خان رنگین اور مثنوی گلزار ابراہیم اسی وزن مین ہے یہ چند اشعار ایجاد رنگین کے ہین۔ ع

مین جو چندے دہر مین مہمان رہا	گرچہ دانا تھا ولے نادان رہا
مین نے جیتے جی کیے لاکھون گناہ	جانکرنامہ کیا اپنا سیاہ
سالہا افسوس یا ور گل جیا	مین جیا دُنیا مین پرُ غافل جیا
تو کہین چلنا نہ میری راہ پر	رکھیو دھیان اپنا ذرا اللہ پر

محمد عبداللہ خان نے مثنوی عابد اسی وزن مین لکھی ہے جسکے دو شعر یہ ہین۔ ع

دورِ چشم خلق سے حق سے قرین	تھا کسی صحرا مین اک عابد مکین

حاصل اُس کو جب سے تھا سنِ شعور — اہل دُنیا سے رہا کرتا تھا دور

کبھی اس وزن مین قصۂ عشقیہ اور شوریدہ سرونکی شورش بھی بیان کرتے ہین چنانچہ انور تخلص امام الدین خان نے اس وزن مین ایک مختصر مثنوی موسوم بہ فراق نامہ ریختہ مین موزون کی ہے یہ اُس کے اشعار ہین۔ ع

عشق سے ہے زُلف کا مصرع دراز — عشق رہے حُسن کا آئینہ ساز
عشقبازی کا سُنا چاہے جو حال — پُوچھ انور سے کہ ہے اُس کو کمال
دل کی سوزش سے وہی آگاہ ہے — اُس کو اس آتش کدے مین راہ ہے

اور ایک مثنوی حکیم مومن خان کی بھی اس وزن مین ہے جسکے دو شعر یہ ہین۔ ع

ساقیا اب نازِ بیجا کس لیے — چین ابروے بے محابا کس لیے
اے تنک ظرف اس قدر بدخو نہ ہو — دل ہوا کھٹا ترش ابرو نہ ہو

میر کی کئی مثنویان مختلف مضامین مین اس وزن مین ہین جنکے آغاز کا ایک ایک شعر یہ ہے۔ ع

میر

تھا کُتّے کا بچہ اِک درویش پاس — بود و باش اُسکی تھی مجھ درویش پاس

ولہ

ایک بلّی موہنی تھا اُس کا نام — آئی میرے گھر گیا آکر مقام

ولہ

صحبتین جب تھین تو یہ فن شریف — کسب کرتے جنکی طبعین تھین لطیف

ولہ

سُنیو اے اہل سخن بعد از سلام — چھیڑتا ہے مجکو اک تخم حرام

سودا نے ایک شخص کی ہجو مین اس وزن مین ایک مثنوی لکھی ہے کہتے ہین۔ ع

آہ واویلا ز دست روزگار — قوش خانون مین یہ غم ہے روبکار

میان فدوی کی ہجو مین بھی ایک مثنوی ہے۔ ع

ساقیا بھر اُس سے جادو سے جام — جس کا سحر سامری بھی ہو غلام

(۶) بحر رمل مسدس مخبون محذوف الآخر یا مقصور الآخر اس کا وزن یہ ہے فعلاتن فعلاتن فعلن یا فعلان دوبار اور اس مین حسب قواعد مقررہ عروض فعلاتن کی جگہ فاعلاتن سالم بھی دل مین آسکتا ہے اس وزن مین بھی بزرگان دین اور ارباب حکمت کا ذکر پسندیدہ ہوتا ہے مولوی غلام امام شہید کی مثنوی ریختہ موسوم بہ نغمۂ عشق اسی بحر مین ہے۔ ع

ایک عاشق تھی حلیمہ دائی	جس نے گھر بیٹھے یہ دولت پائی
وہ کچھ اس رمز سے آگاہ نہ تھی	اُس کی قسمت مین یہ دولت تھی لکھی
یعنے اُس شاہ کو لائی گھر مین	نور اللہ کو لائی گھر مین

اس وزنمین مومن خان نے قصۂ عشقیہ بھی لکھا ہے جسکے چند شعر یہ ہین ۔ ؎

ساقیا زہر پلا دے مجھکو	شربت مرگ چکھا دے مجھکو
تلخی یاس عیادت کب تک	حسرت ذوق شہادت کب تک
کیا ذرا سودۂ الماس نہین	سم ہلاہل ترے کچھ پاس نہین
بھردے اک جام کہ مرجاؤن ابھی	بھول کر آپ مین آؤن نہ کبھی

(۷) بحر سریع مسدس محذوف الآخر یا مقصور الآخر اسکا وزن یہ ہے مفتعلن مفتعلن فاعلن یا فاعلان اس وزن مین سوائے عشقیہ قصّون کے اور سب کچھ حالات زیبا ہین مخزن الاسرار نظامی مطلع الانوار خسرو اور تحفۃ الاحرار جامی یہ تینون مثنویان فارسی کی اسی وزن مین ہین اور ریختہ مین ایک مثنوی جس مین میلاد شریف حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حال کو موزون کیا ہے مولوی حفظ اللہ بدایونی متخلص بہ بندہ نے لکھی ہے جسکے یہ شعر ہین ۔ ؎

حمد خدا خامے کی معراج ہے	نام خدا نامے کا سرتاج ہے
بسملۂ مصحف حسن رقم	شاہد مضمون کی ہے ابرو کا خم

غلام امام شہید نے قصۂ حضرت بلال کو اس وزنمین لکھا ہے۔ سودا نے لاٹھی کی تعریف مین ایک مثنوی اس وزنمین موزون کی ہے۔ ؎

ہوتی ہے دنیا مین جو کچھ تحفہ چیز	سب سے سوا سودا کو لاٹھی عزیز

سودا نے حکیم غوث کی ہجو مین ایک مثنوی لکھی ہے۔ ؎

صدر کے بازار مین ہے اک وہ ننگ	عار اطبا و طبابت کا ننگ

المختصر مثنوی انہی ساتون وزن کے ساتھ مخصوص ہے سوا انکے دوسرے اوزان مین نہین لکھی جاتی اور جو بعض شعرا نے دوسرے اوزان مین مثنویان لکھی ہین مورد طعن ہوئے ہین مثلاً فارسی مین میر نجات اصفہانی کی مثنوی گل کشتی جسکا یہ شعر ہے ۔ ؎

آفرین باد بر آن بندۂ کہ جوابش گوید	صیرفی در نظرے ذرّ خوش آئینش گوید

اس وزن مین ہے فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن روزبہان علیہ الرحمۃ کی مثنوی شیر و شکر اسی وزن مین ہے

فعولن فعولن فعولن فعل یا فعولن بسکون عین یا ردیف میں میر کی ایک مثنوی متقارب مثمن سالم کے وزن پر ہے جس کا ایک شعر [illegible]

[illegible] انداز حیا پر — آنکھ تھی اُس کی نسبت پا پر

اسی وزن کی ایک مثنوی مومن کی ہے جسکا یہ شعر ہے ؎

کھولیو ساقی منہ کو سبو کے — پیتے ہیں کب [illegible]

میر کی ایک مثنوی کا وزن یہ ہے مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلاتن [illegible]

کئی برس سے ہماسے کنے تھا ایک خروس — خروس خوش کی [illegible] سے تھوڑی

میر صاحب کی ایک مثنوی کا یہ وزن ہے مفعول فاع لات مفاعیل فاعلن

اے جھوٹ آج شہر میں تیرا ہی دور ہے — شیوہ یہی سبھون کا یہی سب کا طور ہے

ایضاً له

اک جمع پیر کو رزق کی وسعت سی ہوگئی — تنگی کی حوصلے [illegible] سی ہوگئی

محمد حسین آزاد کی مثنوی موسم زمستان کا یہ وزن ہے فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن

ہے جوان لیتا ہی شب میں جوانی کا مزہ — اور [illegible] بڈھا ہے تو لیتا ہے کہانی کا مزہ

اور آزاد کی مثنوی شب قدر کا یہ وزن ہے مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن

اے رات سنتا ہون کہ ترے سر پہ تاج ہے — ہر گوہر اُس میں ملک حبش کا خراج ہے

یہی وزن مثنوی ابر کرم کا ہے ؎

منہ پر زمین کے دیکھو تو ہے خاک اُڑ رہی — اور گرد جا رسوئے افلاک اُڑ رہی

سوز کی ایک مثنوی کا یہ وزن ہے مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن آغاز مثنوی کا یہ شعر ہے ؎

دعوے بڑا ہے سوز کو اپنے کلام کا — جو غور کیجیے تو ہے کوڑی کے کام کا

اگرچہ ان میں سے بعض مثنویوں کے لاجواب ہونے میں کسی کو کلام نہیں اور حق یہ ہے کہ بہ سبب عمدگی مضامین اور شوخی ادا کے اس طرف توجہ بھی نہیں کی جاتی ہے لیکن یہ وزن مثنوی کے نہیں۔

بیان قطعہ

قطعہ بکسر اول و سکون ثانی اسکے لغوی معنی ٹکڑے کے ہیں حرف اول کے فتحہ کے ساتھ خطا ہے مگر بعض فصحائے متاخرین نے فتحہ بھی جائز رکھا ہے۔ اصطلاح شعرا میں مراد ہے اُن چند ابیات سے کہ جن میں ایک بیت کا مطلب دوسری بیت سے متعلق ہو یعنی جب تک دوسری بیت نہ معلوم ہو مطلب نہ نکلے اور بیت اول مقفیٰ ہو

موزون مرحبا بروقت بولا — تری آواز مکے اور مدینے

سودا

ترے جو یار ہین اس چمن مین ہم — ڈھونڈھے ہے گل کو عندلیب اے دوست
تو سیر ان مت مضایقہ کیا — فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

غالب

گدا ایک بادشاہ کے سب خانہ زاد ہین — دربار دار لوگ بہم آشنا نہین
کانون پہ ہاتھ رکھتے ہین کرتے ہوئے سلام — ہے اس سے یہ مراد کہ ہم آشنا نہین

اکبر

قدیم وضع پہ قائم رہون اگر اکبر — تو صاف کہتے ہین سید یہ رنگ ہے میلا
جدید طرز اگر اختیار کرتا ہون — خود اپنی قوم مچاتی ہے شور واویلا
جو اعتدال کی کہیے تو وہ ادھر نہ ادھر — زیادہ حد سے دیے پاؤن سب نے ہین پھیلا
ادھر یہ ضد ہے کہ لمنڈ بھی چھو نہین سکتے — ادھر یہ دھن ہے کہ ساقی صراحی مے لا
ادھر ہے دفتر تدبیر و مصلحت ناپاک — ادھر ہے وحی ولایت کی ڈاک کا تھیلا
غرض دوگونہ عذاب ست جان مجنون را — بلاے صحبت لیلا و فرقت لیلا

بیان رباعی

اسکو دوبیتی اور ترانہ اور چار مصراعی اور خصی بفتح خاے معجمہ و صاد مہملہ بھی کہتے ہین اور اوزان اس کے مخصوص ہین لئے سوا رباعی اور اوزان مین نہین لکھی جاتی ہے یہ اوزان رباعی کی بتوضیح تمام جزیرۂ عروض مین مذکور کیجا ئینگی رباعی مین چار مصرع ہوتے ہین جن مین سے چوتھا مصرع پہلے اور دوسرے مصرع کے ساتھ قافیہ مین متفق ہوتا ہے اور تیسرے مصرع کے واسطے لازم نہین کہ اُسکا بھی وہی قافیہ ہو چوتھا مصرع نہایت خوبی کے ساتھ ہونا چاہیے جس سے تینون مصرعون مین جان پڑ جائے مثال اسکی۔

امانت

گر عجز اگر عاقل و فرزانہ ہے — دانائی پہ پھولا ہے تو دیوانہ ہے
تسبیح کے دانے پہ نظر کر نادان — گردش مین گرفتار ہے جو دانہ ہے

مومن

الفت مین بھی مجکو دکھ دیے جاتے ہو — مذکور ندامت نا کیے جاتے ہو

کہتے ہو کہ اب غیر کا مین نام نہ لون	یون بھی تو وہی نام لیے جاتے ہو

ناسخ

تقدیر جہنم مین کرا سے خلاف ازل	نہان ہے نگہ سے یا نگہ کا ہے خلل
جز عالم غیب کون جانے یہ راز	لکھے ہوے پڑھے خدا سچ ہے مثل

غالب

کہتے ہین کہ اب وہ مردم آزار نہین	عشاق کی پرسش سے اسے عار نہین
جو ہاتھ کہ ظلم سے اٹھایا ہوگا	کیونکر مانون کہ اس مین تلوار نہین

قدما کو بیشتر اس کا بھی التزام تھا کہ رباعی کے ہر مصرع مین قافیہ رکھے اب کچھ ضرور نہین رہا اس قسم کی رباعی کی مثال یہ ہے

غالب

بھیجی ہے جو مجکو شاہ جم جاہ نے دال	ہے لطف و عنایات شہنشاہ پہ دال
یہ شاہ پسند دال ہے بے بحث و جدال	ہے دولت و دین و دانش و داد کی دال

ولہ

ہین شہ مین صفات ذوالجلالی باہم	آثار جلالی و جمالی باہم
ہون شاد نکیون اسافل و عالی باہم	ہے اب کے شب قدر و دوالی باہم

بیان مستزاد

مستزاد اسے کہتے ہین کہ رباعی کے مصرعونکے ساتھ ایک ایک فقرہ رباعی کے وزن کا ملحق کردین متقدمین نے غزل کے ساتھ بھی غزل کے وزن کا فقرہ لگاکر مستزاد کیے ہین اور یہ دو قسم ہوتا ہے مستزاد عارض و مستزاد الزم مستزاد عارض وہ ہے کہ مضمون شعر کا فقرہ پر منحصر نہوا ور مستزاد الزم وہ ہے کہ معنی اسکے فقرے پر منحصر ہون قسم اول بہتر ہے بعض کہتے ہین کہ مستزاد زوائد مذکور ہین اور اکثر کے نزدیک مستزاد مزید علیہ کا نام ہے اور مستزاد کی کئی صورتین ہین ایک فقرہ ایک مصرع کے ساتھ ہو یا دو فقرے یا تین فقرے یا زیادہ ایک مصرع کے ساتھ مثال ایک فقرے کی ایک مصرع کے ساتھ غزل مین درج ہوتی ہے

غزل

مین ہون عاشق مجھے غم کھانے سے انکار نہین [illegible]

[illegible]

دل و دین تیرے حوالے کیے کرتے ہی طلب + اور جو کچھ کہا سب
پھر جو بیزار ہے تو مجھ سے بتا اس کا سبب + میری تقصیر ہے کیا

بھیجے خط سیکڑوں لکھ کر تمھیں ہشیاری سے + بڑی دشواری سے
تم نے بھیجا نہ جواب ایک بھی [illegible] + یہ بھی قسمت کا لکھا

طالب بوسہ پہ کیوں اتنا برا [illegible] + [illegible]
دیکھو ہم اپنا وہی [illegible] جنھیں جانتے ہیں + کرتے ہیں جان فدا

ہے حیات ابدی گر ہو شہادت حاصل + تیرے ہاتھوں قاتل
[illegible] دم شمشیر کو تیرا [illegible] + سمجھے ہے آب بقا

کیا کہوں میں ترے انداز و ادا کا عالم + ہے ستم ہائے ستم
دیکھ کر ہوش رہیں کیا کہ نکل جائے گا دم + اے بت ہوش ربا

نہ تو تقدیر سے ہوا اور نہ تحریر سے ہو + اور نہ تدبیر سے ہو
ہم تو کہتے ہیں ظفر جو ہو سو تقدیر سے ہو + ہے یہی بات بجا

جرأت

جادو ہے نگہ جیسے غضب قہر ہے مکھڑا + اور قد ہے قیامت
ہیں بال یہ بکھرے ہوئے مکھڑے پہ دھواں دھار + جوں صبح و شب علم

غارت گر دین و ہے بت کافر ہے سراپا + اللہ کی قدرت
حسن بت کافر ہے خدائی کا جھگڑا + ٹک دیکھو صورت

انشا

میں نے جو کہا ہوں میں ترا عاشق شیدا + اے کان ملاحت
کعبے کا کروں طوف کہ بتخانے کو جاؤں + کیا حکم ہے مجکو

فرمانے لگے ہنس کے سنو اور تماشا + یہ شکل یہ صورت
ارشاد مرے حق میں بھی کچھ ہوئیگا آیا + اے پیر طریقت

ایک مصرع کے ساتھ دو فقروں کی مثال۔

سراج

اعراب خط و خال نقطہ چشم ہے مطلق + مصحف ہے ترا منھ + اے آیت خوبی
ہے سورۂ اخلاص کی خواہش مرے من میں + بسم اللہ ابرو + [illegible]

انشاء اللہ خان نے ریختی میں مستزاد میں پانچ پانچ فقروں کا لکھا ہے اور وہ مستزاد یہ ہے۔
میں کھا کے کل رات جو پلنگ پر [illegible] + [illegible] + جا کر [illegible] + [illegible] + [illegible] + [illegible]
[illegible] + [illegible] + [illegible] + [illegible] + [illegible]

اور ایک شعر کے ساتھ ایک فقرے کی مثال یہ مستزاد میر سید حسین ساکن بارہ کا ہے

اُس رشکِ مسیحا کی جدائی مین یہ ہے حال | عاشق کو نہ ہے صبر نہ طاقت ہے بدن مین + بیمار ہے گویا
کس طرح ادا ہو سکے اُس بُت کا سراپا | خاموش زبان ہوتی ہے اوصافِ دہن مین + اظہار ہے گویا
فریاد ہے بسمل ہون تری تیغ نگہ سے | خنجر کی طرح پھرتی ہے عاشق کے بدن مین + تلوار ہے گویا
اُس بُت کی محبت ہے مری خاک مین مخلوط | یہ رشتۂ رگ ہے جو عیان میرے بدن مین + زنار ہے گویا

مستزاد کی مثال رباعی مین۔

مومن

گہ دین مین تھا لقب یگانہ اپنا + تھے بُت بھی خفا | گلہ ہے صنمون کو جانا اپنا + اللہ ری خطا
سب دیر و حرم کی خاک چھانی مومن + کیا خاک کہین | دیکھا تو کہین نہین ٹھکانا اپنا + جی بیٹھ گیا

ولہ

مومن دل سا مکان جو برباد دیا + مانند حباب | ان سنگدلون کو دیکے کیا خاک لیا + جز رنج و عذاب
یعنے وہ مکان کہ تھا خدا کا مسکن + کر ندر بتان | برباد کیا تُسے یہ کیا کام کیا + اے خانہ خراب

مرزا رفیع السودا نے ایک مربع مستزاد لکھا ہے۔

ہر ایک روایت ز روایات پُر از غم + رو اُس کو تو سُن کر
میدان مین شہ دین کے مارے گئے جب دم + سب خویش و برادر
زینب سے لگے کہنے یہ تب سرورِ عالم + تم سُنتی ہو خواہر
سر پر نہ رہا کوئی مرے مونس و ہمدم + غیر از دمِ خنجر
یہ کہکے ہوا شاہ کا میدان کو آہنگ + رخصت ہو بہن سے
اور راست کیے اپنے بدن پر سلح جنگ + ہمشکل کفن سے
اُس آن حرم بیچ قیامت کا ہوا رنگ + فرقت کے محن سے
اکبار گیا شیون و نالے پُر از غم + افلاک سے اُودھر
راغب کرو دل صبر پہ حق کا ہے یہ مرغوب + گو جی ہے غم اندوز
[illegible] + نالہ جانسوز
الکریہ مبادا نہ کہین حضرت ایوب + محشر کے [illegible]
صابر تھی ہی [illegible] + [illegible]

بیانِ فرد

فرد اُسے کہتے ہین کہ ایک بیت باقافیہ متضمن مثل وغیرہ مضمون خاص کی لکھین اور بعضونکے نزدیک دونون مصرعونکا قافیہ مختلف ہونا ضرور نہین ۔ اور ابیات غزل وغیرہ پر اطلاق فرد کا نہین ہوسکتا یعنی غزل اور قصیدے کی بیت کو ہر چند واحد ہو فرد نہین کہینگے پس فرد خاص ہے اور بیت عام کیونکہ فرد اُسی شعر کو کہنا چاہیے جو تنہا ایک شعر ہو پس معلوم ہوا کہ بہار بے خزان کے مصنف نے جو یہ لکھا ہے (کہ فرد کے واسطے یہ بات ضرور نہین کہ شاعر جب ایک ہی شعر کہے تب اُسکو فرد کہینگے بلکہ غزل یا قصیدہ خواہ قطعہ یا مثنوی وغیرہ کا بھی شعر لکھا یا پڑھا جائے تو وہ بھی فرد ہی) سہواً تحریر کیا ہے اگر ایسا ہوتا کہ ہر بیت بے قافیہ وغیرہ پر اطلاق فرد کا روا رکھتے تو قسم جداگانہ کیون قرار پاتی ۔ دریائے لطافت مین مرزا قتیل بھی ایسا ہی لکھتے ہین الحاصل فرد کہنا بیشتر طریق قدما کا تھا ۔

مذاق

عشق خال بتان سے ہو گی نجات
کیونکہ نکتہ نواز ہے ا ۔ ۔ ۔

ولہ

دہر کھائین اس شکر لب پہ نکیونکر سبزہ رنگ
آج طوطی بولتا ہے اُسکے خط سبز کا

درد

نہین ہر بے سبب یہ خندۂ دندان نما ہر گز
کسی کے تو لہو پینے پہ یعنی دانت لگتا ہے

مومن

جان باز مومن اُسنے دیا خیر کو خطاب
ہم جانبر بھی کھیلے پہ نام اور کا ہوا

ولہ

رحم کرنے کا نہین مومن وہ کافر کیش پھر
فائدہ رونے سے سر چہ کھٹے حاصل چھوڑنا

پہلا جزیرہ علم عروض مین

اور اسمین چھ شہر دلاویز ہین ۔

پہلا شہر بحرونکی ایجاد کے ذکر مین

حکیم خلیل احمد صاحب ۔ مقرر کیے ہین کہ [illegible] شعر کی صحت و سقم دریافت ہو جاتے اور اس علم کا نام

عروض ہے عین کے فتحہ سے موجد اس علم کا خلیل بن احمد بصری ہے جسنے اس علم کو لوہے گاذر کی آواز سے
استخراج کیا ہے حمزہ بن حسن اصفہانی خلیل کے حق مین کتاب تنبیہ مین لکھتا ہے کہ خلیل نے یہ علم اپنی ایجاد سے
نہین نکالا بلکہ اُسنے تصحیف کی ہے یعنی علم موسیقی اور نغم سے یہ اصول علٰحدہ کرکے اُنپر ایک فن بناکر کھڑا کردیا ہے
کیونکہ یہ دونون علم آپس مین قریب اور ایک دوسرے کے نزدیک ہین اور خلیل کو اوسمین بہت مہارت تھی
مگر یہ بھی اُسی کتاب مین لکھا ہے کہ جب سے اہل اسلام کا شیوع ہوا کسی نے ایسا علم کوئی بھی [illegible]
علماے عرب نے نہ نکالی ہو سوائے خلیل مذکور کے کیونکہ اسکی کوئی اصل نہ کسی حکیم کی مقرر کی ہوئی تھی اور نہ کوئی
اسکی مثال مقابل اسکے سابق مین ہوچکی تھی اور وجہ تسمیہ اسکی یہ ہے کہ جب اُسنے یہ علم ایجاد کیا تھا تو مکہ معظمہ مین
وارد تھا سو تیمناً و تبرکاً کعبہ معظمہ کے نام سے نام زد کیا کیونکہ عروض ایک نام ہے خانہ کعبہ کا اسکے علاوہ اور بھی
کئی وجہ تسمیہ ہین جنکو رسالہ عروض سیفی وغیرہ مین لکھا ہے بعد اسکے دوسرون نے بھی اُسی قیاس پر اور بہین زیادتیان
کین چنانچہ اول خلیل بن احمد نے یہ پندرہ بحرین ایجاد کی ہین طویل ۔ مدید ۔ بسیط ۔ کامل ۔ وافر ۔ ہزج ۔ رجز ۔ رمل
منسرح ۔ مضارع ۔ سریع ۔ خفیف ۔ مجتث ۔ مقتضب ۔ متقارب ۔ بعد اسکے چار بحرین اور نکلین ایک متدارک کہ اسکو ابوالحسن
اخفش نے وضع کیا ہے فرہنگ لغات وحالات نحاۃ ضمیمہ کتاب غایۃ البیان ومسالک البہیہ مین جو لکھا ہے کہ بعد
خلیل بن احمد عروضی کے اخفش نے بحر مجتث ایجاد کی یہ بات سراسر غلط اور محض بے بنیاد ہے بلکہ بحر مجتث منجملہ
اُن پندرہ بحرونکے ہے جنکو خلیل بن احمد نے وضع کیا ہے اخفش نے تو بحر متدارک نکالی ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا
دوسری جدید اسکو بزرجمہر نے استخراج کیا ہے اور بعض اس بحر کو غریب بھی کہتے ہین مولوی [illegible] اور مولوی
مفتی سعد اللہ نے بزرجمہر کو وزیر نوشیروان کا لکھا ہے یہ محض غلط ہے اسلیے کہ عہد [illegible] نبوی مین
آخر زمانہ بزرجمہر وزیر کا تھا اور خلیل بن احمد عروضی زمانہ تابعین مین دوسری صدی مین ہوا ہے [illegible] سو مین
پیدا ہوا اور سنہ [illegible] مین مرا اور یہ بھی معلوم ہے کہ بحر جدید بعد خلیل بن احمد کے ایجاد ہوئی ہے اُسوقت بزرجمہر وزیر
نوشیروان کہان تھا تیسری بحر قریب اسکو مولانا یوسف نیشاپوری نے نکالا ہے [illegible] فارسی مین
علم عروض پہلے اسی نے جاری کیا ہے اور یہ شخص خلیل بن احمد عروضی سے دو سو [illegible]
[illegible] نے نکالا ہے ۔

[illegible] جدید قریب اور [illegible] مین
شعر نہین کہتے اسی طرح طویل و مدید و بسیط و وافر [illegible]
[illegible] شعر انکے ساتھ مخصوص ہین [illegible]
[illegible] وزن مین شعر کہنا شروع کیا پھر یہ بحر [illegible] اور بحر مقتضب بہایت کم [illegible]

باقی بحرین عربی و فارسی و ریختہ مین علی العموم مستعمل ہین الفقصہ بحور مذکورہ سے سات بحرین مفردہ ہین اور بارہ مرکب مفرد انکو کہتے ہین جن مین ایک ہی رکن کی تکرار ہو اور مرکب وہ جو دو مختلف رکنونکی تکرار سے حاصل ہون اور وہ سات بحرین مفردہ یہ ہین ہزج ۔ رجز ۔ رمل ۔ کامل ۔ وافر ۔ متقارب ۔ متدارک ۔ اور بارہ بحرین مرکب یہ ہین منسرح مقتضب ۔ مضارع ۔ مجتث ۔ طویل ۔ مدید ۔ بسیط ۔ سریع ۔ خفیف ۔ جدید ۔ قریب ۔ مشاکل ۔ بحور مفردہ مین متقارب اور متدارک مثمن الاصل ہین یعنی سب آٹھ آٹھ ارکان سے مرکب ہین اور ہزج اور رجز اور رمل اور کامل اور وافر مسدس الاصل ہین لیکن شعراے فارس و ریختہ کے یہان یہ بھی مثمن مستعمل ہین اور بحور مرکبہ مین بعض مثمن ہین اور بعض مسدس بخواہ مثمن کو مسدس مربع و مثنے وغیرہ استعمال کرین خواہ مسدس کو مثمن مربع وغیرہ لائین جو بحر مثمن ہو اور وہ مسدس لائی جائے اسکو مجزو کہتے ہین اسلیے کہ ایک جزو مصرع سے کم ہوگیا اور مجزو کے معنے کٹے ہوے کے ہین پس جس بحر کے مصرع مین چار رکن ہون اُسے باعتبار بیت کے مثمن کہتے ہین اور جس مین تین رکن ہون اُسے باعتبار بیت کے مُسَدَّس اور جسکے مصرع مین دو رکن ہون اُسے بلحاظ کل بیت کے مُربّع کہتے ہین ۔ عربی کی بحرین مثلث اور مثنے اور موحد بھی ہوتی ہین مثلث خلیل کے نزدیک اور مثنے اخفش کے نزدیک اور موحد مولنے زجاج کے سب کے نزدیک شعر نہین ہے بلکہ سجع مین داخل ہے اور مثلث دو مصرعونپر مشتمل نہین ہوتا بلکہ وہ تمام ایک بیت ہوتا ہے اور یہ راے غیر خلیل کی ہے جن کے نزدیک بیت کی تقسیم دو مصرعونپر واجب نہین اور خلیل کے نزدیک سجع مین داخل ہے کیونکہ وہ بیت کا انقسام دو مصرعونپر واجب جانتا ہے البتہ مثنے دو مصرعونپر مشتمل ہوتا ہے مگر فارسی و ریختہ مین مثمن و مسدس کے سوا بہت ہی کم رائج ہے بلکہ متاخرین نے دس دس اور سولہ سولہ اور بیس بیس رکن کے اشعار کہے ہین ارکان کا حال آگے ہم مفصل بیان کرینگے انشاء اللہ تعالے ۔ (۷۹۱۵ (۱۴۲۶

فائدہ علم عروض ہندوستان مین قبل بناے ریختہ سے رائج ہے اور اِس علم کا نام ہندی مین پنگل ہے شعراے ہند بڑے نازک خیال گذرے ہین اب بھی خال خال موجود ہین زبان ہندی مین اشعار قریباً ایک سو بحر مین بہ صنعتہاے گوناگون پائے جاتے ہین بحرین عربی و فارسی و ہندی کی اکثر مختلف ہین کچھ متفق بھی ہین چنانچہ بحر تقارب و رکض الخیل یعنی متدارک و بحر سریع عربی و فارسی و ہندی تینون زبانونمین مستعمل ہین تقارب کو ہندی مین بھجنگ پریات بضم باے موحدہ و فتح جیم کہتے ہین معنی اسکے سانپ کی چال ہین اور یہ اُنکے یہان مثمن مستعمل ہے اور رکض الخیل کا نام تر بھنگہ ہے کسرۂ تاے فوقانیہ سے اور ہندیونکے یہان یہ وزن مثمن و مسدس و مثمن مضاعف مستعمل ہے مضاعف ہونیکی صورت مین اکثر سبب خفیف یا ثقیل اول مصرع مین اور ایک سبب خفیف آخر مصرع مین لاتے ہین اور درمیان مین سات فعلن ہوتے ہین اُن مین بھی اکثر متحرک العین ہوا کرتے ہین تر بھنگے کے لغوی معنی ٹوٹنے والے کے ہین اصطلاح مین اُس بحر کو کہتے ہین جسمین تین جگہ بسرام یعنے وقف ہو اور

اس بحر مین دو دو تک یعنی دو دو مصرع مقفے ہوتے ہین اور تکون کی تعداد مقرر نہین ہے اور بحر مربع کو ہندی مین چوپائی کہتے ہین اکثر مثنویان اسی بحر مین نظم کرتے ہین۔ ہندی کی ایک بحر مین جسکا نام سورٹھا ہے قافیہ درمیان شعر کے آتا ہے اور عجب لطف دیتا ہے مگر ایسا قافیہ کسی زبان مین نہین آتا جیسے اس سورٹھ مین ۵

دوہا ۔۔ دوہا الٹا جان اور بات دوجی نہین ۔۔ نپگل کرت بکھان چھند سورٹھ ہوت ہین

ان دونون تکون یعنی مصرعون مین جان اور بکھان قافیہ ہے اور دوہہ کو الٹا کرنے سے سورٹھ ہوجاتا ہے اسی مضمون کو شاعر نے اس سورٹھ مین ادا کیا ہے چنانچہ سورٹھہ مذکور کے الٹا کرنے سے یہ دوہا ہوجاتا ہے ۵

سورٹھ ۔۔ اور دوجی بات نہین دوہا الٹا جان ۔۔ چھند سورٹھ ہوت ہین نپگل کرت بکھان

دوسرا شہر ارکان افاعیل اور بحرونکی ترکیب اور دائرونکے بیان مین

اشعار کے وزن کرنے کے لیے چند طرح کے الفاظ مقرر کیے گئے ہین اُن کو ارکان کہتے ہین اور بحرین انھی ارکان سے مرکب ہوتی ہین اور ارکان آٹھ ہین جن مین سے دو خماسی یعنی پنج حرفی ہین ایک فعولن دوسرا فاعلن اور چھہ سباعی ہین مفاعیلن اور مفعولاتُ بضم تا بلا تنوین اور فاعلاتن اور مستفعلن اور متفاعلن اور مفاعلتن لیکن عروضی دو رکن فاعلاتن اور مستفعلن کو چار قرار دیتے ہین اور دو قسم کرتے ہین فاعلاتن اور مستفعلن کو متصل اور فاع لاتن اور مس تفع لن منفصل کہتے ہین اس حساب سے دس رکن ہوے لیکن یہ فرق اعتباری ہے اور فائدہ اسکا دائرہ مشتبہ و منعکسہ مین معلوم ہوگا اور وجہ اتصال و انفصال کی کتابت سے معلوم ہوسکتی ہے غرضکہ ارکان کو اصول اور اجزا اور میزان اور تفاعیل اور مفاعیل اور افعال اور اوزان عروض بھی کہتے ہین اور اُنسے فقرہاے شعر کو برابر کرتے ہین اور یہ رکن ان تین جزونسے جنکو اصول سہ گانہ کہتے ہین مرکب ہوا کرتے ہین سبب۔ وتد۔ فاصلہ۔ سبب کلمۂ دو حرفی کو کہتے ہین اور اسکی دو صورتین ہین اگر حرف اول متحرک اور دوسرا ساکن ہو تو اسکو سبب خفیف کہینگے جیسے اب۔ تو۔ جا۔ مف۔ عو۔ لن وغیرہ اور اگر دونون حرف متحرک ہون تو سبب ثقیل کہتے ہین اور اسطرح کا لفظ سوا عربی کے اور کسی زبان مین پایا نہین جاتا یا کسی لفظ کا جز ہوتا ہو جیسے لفظ ہمہ مین ہاے مختفی نہ شمار کیجاے تو سبب ثقیل رہتا ہے اسلیے کہ میم متحرک ہے ہندی مین سبب ثقیل ترکیب حرفی یا لفظی سے حاصل ہوسکتا ہے مثلاً نزہا مین نز کو سبب ثقیل اور ہا سبب خفیف

۵ بفتح سین مہملہ و سکون واو مجہول و رائے مہملہ مفتوح و تائے ہندی مفتوح و ہائے مخلوط التلفظ ۱۲

اعتبار کرسکتے ہین ورنہ دراصل نون حرف نفی اور با صیغہ ماضی ہے وتد کلمہ سہ حرفی کو کہتے ہین اسکی دو قسمین ہین
اگر دو حرف اول متحرک واقع ہون اور حرف ثالث ساکن تو اُسے وتد مجموع یا وتد مقرون کہتے ہین جیسے دیا۔
لیا وغیرہ اور اگر حرف اول و آخر متحرک اور حرف وسط ساکن ہو تو اُسے وتد مفروق کہتے ہین جیسے ہَارا اور پَان
اور جَان اور بَخت اور تَخت اور دَردا اور زَرد مین حرف ثالث ساکن نہین اسلیے کہ عروضیون کی اصطلاح مین حرف ساکن
اُس حرف کو کہتے ہین جسکے ماقبل حرف متحرک ہو پس جس حرف ساکن کا ماقبل بھی ساکن ہے اُسکو اصلا ساکن نہین
جانتے بلکہ متحرک کے حکم مین رکھتے ہین اور وجہ اسکے مرزا قتیل نے چہار شربت مین اس طرح لکھی ہے کہ عروضی
ساکن ایسے حرف کو کہتے ہین جس سے ابتدا محال و ممتنع ہو پس جس حرف ساکن کا ماقبل بھی ساکن ہو اُسکے ساتھ
ابتدا کرنا محال نہین بخلاف ایسے حرف ساکن کے جسکا ماقبل متحرک ہے مثلاً مصرع کچھ آگ دہکتی تھی سو عاشق کا
دل بنا ؛ ظاہر ہے کہ کچھ آگ مفعول بضم لام کے وزن پر ہے اور اگر مفعول مضموم اللام کی جگہ مفعول بسکون لام
پڑھین تو درست نہو اسلیے کہ تقطیع مین یہ وزن لام کے ضمہ سے آتا ہے بلکہ مفعول سکون لام سے رسائل عروض مین
آیا ہی نہین ہے اور اگر عروضیون سے خلاف کیا جائے تو حسرت کے اس مصرع کا کیا حال ہوگا جو اسی وزن مین ہے
مصرع نازک دلون کے زخم کو مرہم کبھو نہو ؛ کہ دال دلونکی مفعول کے لام اور آگ کی کاف کے مقابل واقع ہوئی ہے
پس ایسے کاف کو ساکن نہ کہنا چاہیے یہی حال ہارا اور پان اور جان اور بخت اور تخت اور درد اور زرد وغیرہ کے
حرف سوم کا ہے غرضکہ عروضی جس حرف کو ساکن قرار دیتے ہین وہ کبھی تقطیع مین متحرک نہین ہو سکتا جیسے ب۔ تو جاکا۔ حرف دوم گو دو حرف
جو دوسرون کے نزدیک ساکن ہی متحرک ہو جاتا ہے پس جو حرف ساکن ایسا ہے کہ اُسکا ماقبل بھی ساکن ہے وہ اس گروہ کے نزدیک
متحرک ہے مثلاً مصرع بدقت اشک اب نکلے ہے شاہ ؛ اشک کا کاف مفاعیلن کے میم کے مقابل واقع ہوا ہے
پس اگر ساکن ہوتا تو ابتدا رکن کی اسکے ساتھ کس طرح جائز و ممکن ہوتی اور اگر دراصل متحرک نہوتا تو مصرع ناموزون
پڑھا جاتا صاحب بصیرت پر یہ بات روشن ہے کہ جب واقف عروض یہ مصرع سنتا ہے تو بدقت اش مفاعیلن
اُسکے ذہن مین گذرتا ہے اور بعد اسکے کاب نکلے مفاعیلن ذہن مین آتا ہے اگر مصرع مین کاف کی حرکت پڑھنے مین
ظاہر نہو اور سرکی رائے مہملہ کی طرح ساکن قطعی قرار پائے تو مصرع کا موزون ہونا ممتنع ہو جائے فاصلہ بھی
دو طرح پر ہے اگر چار حرف کا کلمہ ایسا ہو کہ اُسمین تین حرف اول متحرک ہون اور چوتھا ساکن تو اُسکو فاصلہ صغرے
اور فاصلہ صولت کہتے ہین جیسے عربی مین اَحَدٌ تنوین کے ساتھ (یعنی اَحَدُن) اور فارسی مین صنما اور
چکنم ہندی مین کوئی لفظ ایسا دیکھنے مین نہین آیا البتہ ترکیب کے ساتھ حاصل ہو سکتا ہے جیسے نگیا اور نہ رہا
کہ نون نفی کا ہے اور گیا اور رہا صیغہ ماضی کا ہے کی زبان مین سجنی بمعنی معشوق چتوت بمعنی دیکھتی ہے یا دیکھتا ہے
نبری بمعنی دُلھن وغیرہ کلمات پائے جاتے ہین اور اگر پانچ حرف ایسے ہون جن مین چار حرف متصل متحرک ہون

اور پانچوان ساکن اُسکو فاصلۂ کبرےٰ کہتے ہین اور بعض اُسکو فاصلۂ ضبط کہتے ہین ہندی مین اسکی مثال نہین البتہ عربی مین ہے جیسے سَمَکَۃٌ بحالت تنوین یعنے سَمَکَتُنْ بعض کہتے ہین کہ چار حرف کا کلمہ سبب ثقیل اور سبب خفیف سے بنا ہے اور پانچ حرف کا کلمہ سبب ثقیل اور وتد مقرون سے مرکب ہے اور فاصلہ علحدہ کوئی چیز نہین۔ مولوی صہبائی بھی کہتے ہین کہ یہی حق ہے لیکن جمہور نے اس جزو ثالث کا بھی اعتبار کیا ہے چنانچہ رکن متفاعلن مین بعضونکے نزدیک وتد مجموع پر فاصلۂ صغرےٰ مقدم ہے اور جو لوگ فاصلے کے قائل نہین وہ کہتے ہین کہ وتد مجموع کے پہلے ایک سبب ثقیل اور ایک سبب خفیف ہے اور مفاعلتن مین بھی کہ اسکا عکس ہے وہی ترکیب برعکس ہے یعنی فاصلہ یا ایک سبب ثقیل اور ایک سبب خفیف پر وتد مجموع مقدم ہے اور بعضون نے فاصلے کو مانا ہے لیکن سبب ثقیل کے قائل نہین مرزا قتیل کی بھی یہی رائے ہے اور حق یہ ہے کہ عروض عجم مین فاصلہ نہین سبب ثقیل و خفیف یا سبب ثقیل و وتد مجموع کی ترکیب قرار دی جائے گی اور عروض عرب مین فاصلہ معتبر ہے مثلاً اَحَدُنْ لفظ عربی کو عروضیان عرب فاصلۂ صغرےٰ بتلینگے اور ہمکو عروضیان فارس سبب ثقیل اور سبب خفیف سے مرکب بتلاوینگے سَمَکَتُنْ کو عربی عروض والے فاصلۂ کبرےٰ کہینگے اور فارسی والے ایک سبب ثقیل اور ایک وتد مجموع پس سبب اور وتد عربی و فارسی مین مشترک ہین اور فاصلہ عربی کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے فارسی مین اسکا اعتبار نہین علی ہذا القیاس ریختہ مین۔ بعض فاصلۂ کبرےٰ کو فاضلہ بضاد معجمہ اور فاصلۂ صغرےٰ کو فاصلہ بصاد مہملہ کہتے ہین اور بعضے دونونکو بضاد معجمہ قرار دیتے ہین فائدہ شاعر کو اس امر کا لحاظ ضرور ہے کہ ایک بیت مین فقط اسباب یا اوتاد یا فواصل ہی نہون بلکہ سب کا جمع کرنا لازم ہے گو شعرائے قدیم نے اصول سہ گانہ مین اشعار مفرد کہے ہین لیکن وہ پسند طبائع نہوے جیساکہ۔

میر

گُل آشفتہ اُس کے رو کا | سُنبل اک زنجیری مُو کا

اس شعر مین سبب خفیف جمع ہوے ہین کیونکہ وزن اس کا فعلن فعلن فعلن فعلن بسکون عین دوبار ہے

بہادر سنگھ کام بدایونی

یہ تھوڑی تھوڑی مونہ سے کلائی موڑ موڑ کر | بھلا ہو تیرا ساقیا پلا دے خم نچوڑ کر

اس شعر مین تمام وتد جمع ہوے ہین اسلیے کہ اس کا وزن یہ ہے مفاعلن مفاعلن مفاعلن مفاعلن دوبار

ظفر

مرا دشمن اگرچہ زمانہ رہا | ترا یونہی مین دوست یگانہ رہا

اس شعر مین تمام فاصلے جمع ہوے ہین اسکا وزن یہ ہے فعلن فعلن فعلن فعلن بکسر عین۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ارکان مذکورۂ بالا مین سے فعولن مین وتد مجموع ایک سبب خفیف پر مقدم ہے
اور فاعلن مین عکس اس کا ہے مفاعیلن مین وتد مجموع کے بعد دو سبب خفیف ہین مفعولات (بضم تا و بسکون)
مین اول دو سبب خفیف ہین پھر وتد مفروق ہے اور متفاعلن مین بعضونکے نزدیک فاصلہ صغرے وتد مجموع پر
مقدم ہے بعضونکے نزدیک ایک سبب ثقیل اور ایک سبب خفیف کے بعد وتد مجموع ہے مفاعلتن مین اس کا
عکس ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا مستفعلن متصل مین دو سبب خفیف مقدم ہین ایک وتد مجموع پر مس تفع لن
منفصل مین ایک وتد مفروق درمیان دو سبب خفیف کے ہے۔ اور فاعلاتن متصل مین وتد مجموع درمیان
دو سبب خفیف کے ہے اور فاع لاتن منفصل مین وتد مفروق مقدم ہے دو سبب خفیف پر متصل اور منفصل کا فرق
بسبب کتابت کے ہے یعنے مستفعلن منفصل مین عین لفظ لن سے اور فاعلتن منفصل مین عین لفظ لاتن سے
جدا لکھا جاتا ہے اس وجہ سے منفصل قرار پائے اور مستفعلن اور فاعلاتن متصل مین ملا ہوا ہے اسلیے یہ متصل کہلائے
ہندی مین اتصال اور انفصال نہین ہوتا یہ فرق اعتباری ہے مس تفع لن منفصل بحر خفیف۔ مجتث۔ جدید۔ بدیل
صغیر اور حمیم مین آتا ہے اور فاع لاتن منفصل بحر مضارع۔ قریب۔ مشاکل۔ صریم۔ قلیب اور اصیم مین واقع ہوتا ہے۔
جب بیان ارکان کا ہو چکا تو ہم یہان پر بحرونکے اوزان بیان کرتے ہین یاد رکھو کہ سات مفرد بحرون مین سے
بحر ہزج مین رکن مفاعیلن کی تکرار ہے اور اسکا وزن یہ ہے مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن دو بار۔
اور بحر رمل مین رکن فاعلاتن کی تکرار ہے اور اسکا وزن یہ ہے فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن دو بار۔ اور
بحر رجز کا وزن یہ ہے مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن دو بار۔ اور بحر کامل کا یہ وزن ہے متفاعلن متفاعلن متفاعلن
متفاعلن دو بار۔ اور بحر وافر کا یہ وزن ہے مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن دو بار۔ اور بحر متقارب کا یہ وزن ہے
فعولن فعولن فعولن فعولن دو بار۔ اور بحر متدارک کا یہ وزن ہے فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن دو بار۔ اور بحور مرکبہ سے
بحر منسرح کا یہ وزن ہے مستفعلن مفعولات مستفعلن مفعولات دو بار۔ اور بحر مقتضب کا یہ وزن ہے مفعولات مستفعلن
مفعولات مستفعلن دو بار۔ اس بحر کو بحر منسرح سے نکالا ہے اسلیے کہ بحر منسرح مستفعلن مفعولات مستفعلن مفعولات ہے اور
بحر مقتضب مفعولات مستفعلن مفعولات مستفعلن ہے دونون ارکان ایک ہی ہین لیکن ترتیب مین فرق ہے بحر مضارع کا
یہ وزن ہے مفاعیلن فاع لاتن مفاعیلن فاع لاتن دو بار اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے بحر مجتث کا یہ وزن ہے
مس تفع لن فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن دو بار اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے بحر طویل کا یہ وزن ہے فعولن مفاعیلن
فعولن مفاعیلن دو بار بحر مدید کا یہ وزن ہے فاعلاتن فاعلن فاعلاتن فاعلن دو بار بحر بسیط کا یہ وزن ہے
مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن دو بار۔ بحر سریع کا یہ وزن ہے مستفعلن مستفعلن مفعولات دو بار بحر خفیف کا یہ وزن ہے
فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن دو بار اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے بحر جدید کا یہ وزن ہے فاعلاتن فاعلاتن مس تفع لن

دو بار اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے بحر قریب کا یہ وزن ہے مفاعیلن مفاعیلن فاع لاتن دو بار اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے بحر مشاکل کا یہ وزن ہے فاع لاتن مفاعیلن مفاعیلن دو بار اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے

فائدہ بحور مستحدثہ سے تین بحرین اور ہین کہ انکو عروضیان پارسی نے ایجاد کیا ہے وہ یہ ہین ایک بحر عریض اسکا وزن مفاعیلن فعولن مفاعیلن فعولن دو بار ہے صاحب معیار الاشعار کہتے ہین کہ اسکا نام مقلوب طویل رکھا ہو تو ظاہر ہے کہ یہ عکس طویل ہے دوسری بحر عمیق اسکا وزن فاعلن فاعلاتن فاعلن فاعلاتن دو بار ہے یہ مقلوب مدید ہے اور عریض کو مستطیل اور عمیق کو ممتد بھی کہتے ہین تیسری بحر مفاعلاتن مفاعلاتن مفاعلاتن مفاعلاتن دو بار ہے اسکے رکن سالم مین آٹھ حرف ہین م ف اع ل ا ت ن مگر اس بحر کا کوئی نام نہین رکھا گیا ہے اور حقیقت مین یہ وزن رجز مثمن مخبون مرفل یا کامل مثمن موقوص مرفل ہے اور ابو عبداللہ قرشی نے نو بحرین اور دائرہ منعکسہ سے استخراج کی ہین مگر اہل فن مثل بہرامی سرخسی وغیرہ کے نزدیک یہ بحرین مقبول نہین کیونکہ بحور قدیمہ مشہورہ مین مندرج ہین غور کیا جاتا ہے تو تغایر کلی نہین پایا جاتا جیسا کہ حدائق العجم مین غایۃ العروضین سے نقل کیا ہو اور وہ بحرین یہ ہین بحر صریم اس بحر کا وزن مفاعیلن فاع لاتن فاع لاتن دو بار ہے اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے بحر کبیر اسکا وزن مفعولات مفعولات مستفعلن دو بار ہے بحر بدیل اس کا وزن مس تفع لن مس تفع لن فاعلاتن دو بار ہے اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے بحر قلیب فاع لاتن فاع لاتن مفاعیلن دو بار ہے اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے بحر حمید اسکا وزن مفعولات مستفعلن مفعولات دو بار ہے بحر صمیم فاعلاتن مفاعیلن فاع لاتن دو بار ہے اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے بحر سلیم مستفعلن مفعولات مفعولات دو بار ہے بحر صغیر مس تفع لن فاعلاتن مس تفع لن دو بار ہے اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے بحر حمیم فاعلاتن مس تفع لن مس تفع لن دو بار ہے اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے —

ایک شخص معاصر حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ عاشق صادق نام نے اپنے رسالہ جامع الصنائع مین دو رکن متفاعلتن اور مفعولاتن ہشت حرفی تازہ اختراع کیے ہین اور تین بحرین اور ایجاد کی ہین لیکن نظر غور سے دیکھا جاتا ہے تو متفاعلتن اجتماع دو فعلتن بکسر عین کا ہے اور مفعولاتن دو فعلن ساکن العین کا اجتماع ہے اول بحر متدارک مخبون ہے اور دوسری متدارک مقطوع اور وہ تین بحرین یہ ہین اول **رکفت** متفاعلتن متفاعلتن متفاعلتن متفاعلتن دو بار دوم **زلل** مفتعلاتن مفتعلاتن مفتعلاتن مفتعلاتن دو بار یہ وزن رجز مثمن مطوی مرفل معلوم ہوتا ہے جسکو بعض رسالہ والون نے بحر منسرح مین ذکر کیا ہے اور یہ انکی غلطی ہے بہرکیف مفتعلاتن رکن مستفعلن کی فرع ہے چنانچہ آگے چلکر معلوم ہوگا سوم **اوفر** مفعولاتن مفعولاتن مفعولاتن مفعولاتن دو بار اور صاحب جوامع القواعد نے ایک رکن مفعولاتن ایجاد کرکے مفنون نام رکھا ہے اور دوسرا مفتعلات ثاے فوقانی کے فتحہ اور عین کے کسرہ سے اور

تاے فوقانی آخر کے ضمے سے ایجاد کرکے اسکا نام اثقل رکھا ہے کہ مفعولاتن دو فعلن کا اعین کا اجتماع ہے اور مفتعلن فعولن فعول کے وزن پر ہے اور یہ دونون فعولن کی فرع ہین اول اثرم ہے اور دوم مقبوض ہے علاوہ انکے اور بھی بحرین ہین خبب مفعول فعال مفعول فعال دوبار موا سع فاعلتن مفعول فعولن فاعلتن فعول فعولن دوبار مرین مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن فعلاتن دوبار گویا ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف پر فعلاتن بڑھا دیا ہے۔ غرض یہ ہے کہ اصول محصور ہین نہ فروع یعنی ارکان افاعیل دس سے زیادہ نہین ہوسکتے اور جو رکن پایا جائیگا وہ انہی کی ترکیب و کمی بیشی وغیرہ سے پیدا ہوگا اور فروع کی شکلین اور بحروں کے تغیرات محصور نہین چنانچہ عرب اور متقدمین شعراے عجم کے یہان بھی ایسی ایسی شکلین ارکان کی مستعمل ہین جو ریختہ مین نہین دیکھی جاتین پس ہم جسقدر فروع بیان کرینگے وہ وہ ہین جو غالبًا موجود ہین اور انکے سوا کا بھی حاصل ہونا ممکن ہے۔

دائرون کا بیان

انہی بحرون مین سے ایک بحر کے سبب اور وتد و فاصلے کو مقدم اور موخر کرین تو اس سے دوسری بحر نکل سکتی ہے اور نکلنا اسطرح کا ہوتا ہے کہ اُس وزن کے الفاظ کل آتے ہین پھر اُن الفاظ کی جگہ اصلی ارکان رکھدیتے ہین اور اس امر کو فکِ بحور کہتے ہین اور اسکے واسطے دائرے بھی مقرر ہین یعنی ارکان کو ایک دائرے مین لکھتے ہین پس مدور جگہ مین لکھنے سے ایک رکن کا جزو آخر دوسرے رکن کے جزو اول کے متصل ہونا بے تکلف معلوم ہوجاتا ہے اور جو بحرین باہم سبب و وتد و فاصلے کی تقدیم و تاخیر سے نکلتی ہین اُن کو کہتے ہین کہ ایک دائرے سے ہین۔

مثلًا رکن مفاعیلن کو کہ اس مین اول وتد مجموع پھر دو سبب خفیف ہین اگر چار بار پڑھین تو بحر ہزج ہے اور اگر دونون سبب خفیف وتد مجموع پر مقدم کرکے عیلن مفا چار بار پڑھین تو بروزن مستفعلن بحر رجز ہوجائے اور وتد مجموع کو دونون سببون کے بیچ مین ڈالدین اور لن مفاعی چار بار پڑھین تو بروزن فاعلاتن بحر رمل ہوجائے پس یہ تینون بحرین ایک دائرے سے نکل سکتی ہین اور چونکہ اُس دائرے مین ارکان کے سبب اور وتد اور فاصلے کو ایک جگہ سے دوسری جگہ رکھتے ہین اسلیے اس کام کا نام مجتلبہ رکھا گیا ہے کیونکہ جلب کے معنی کھینچنے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ رکھنے کے ہین صورت

اُس دائرے کی یہ ہے —
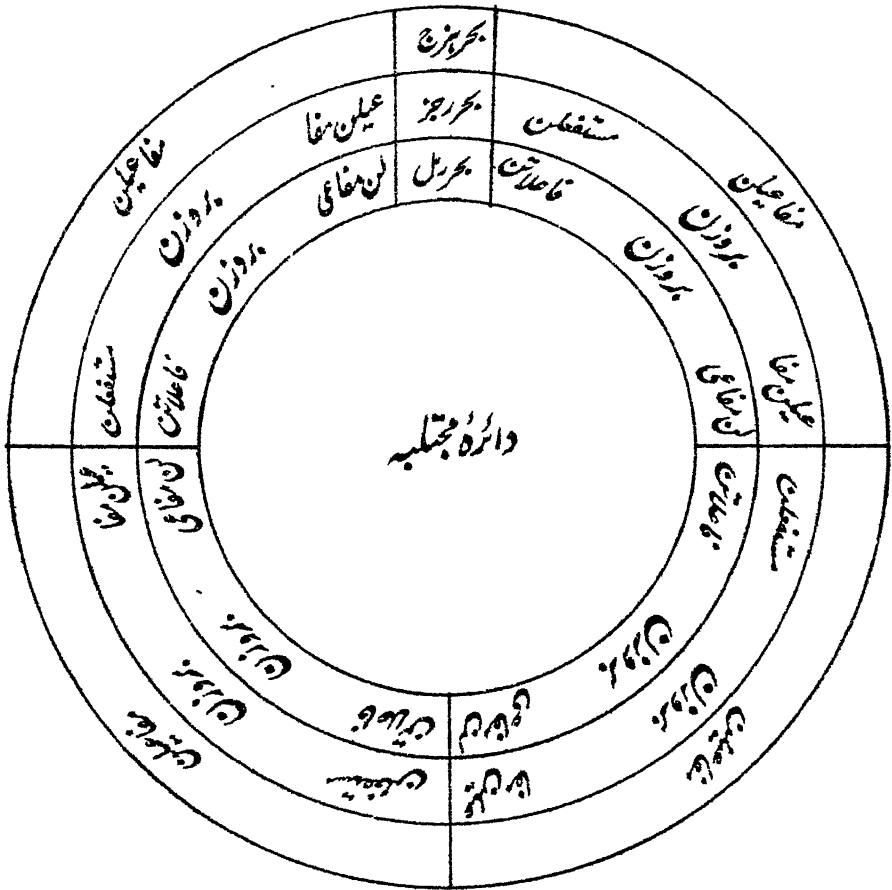
ایسے ہی رکن متفاعلن کو کہ اُس میں فاصلۂ صغرے وتد مجموع پر مقدم ہے اگر چار بار پڑھیں تو بحر کامل ہے اگر اُس کے برعکس وتد مجموع کو فاصلۂ صغرے پر مقدم کریں اور چار بار پڑھیں تو علن متفا بروزن مفاعلتن بحر وافر ہے پس یہ دو بحریں بھی ایک ہی دائرے سے نکلتی ہیں اور اُس دائرے کا نام موتلفہ ہے اس لیے کہ اُلفت سے ماخوذ ہے اور ان دونوں بحروں کے ارکان میں اُلفت ہے یعنے جیسے بحر طویل کا رکن متفاعلن فاصلۂ صغرے اور وتد مجموع سے مرکب ہے اسی طرح بحر وافر کا رکن مفاعلتن

وتد مجموع اور فاصلۂ صغرے سے بنا ہی - اُسی دائرے کی صورت یہ ہے
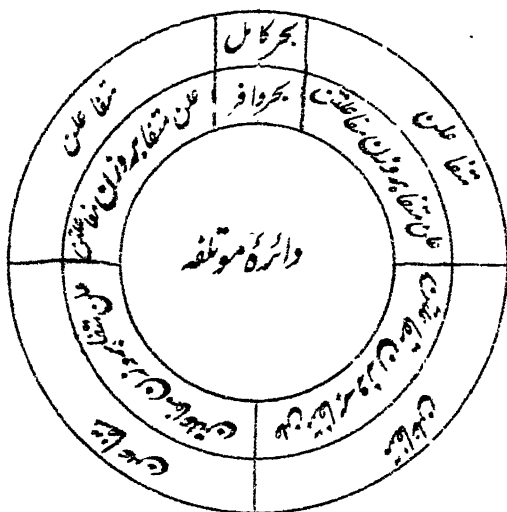
اسیطرح اگر رکن فعولن کو چار بار پڑھین تو بحر متقارب ہی اور جو سبب خفیف یعنی لن کو فعو پر کہ وتد مجموع ست مقدم کرکے لن فعو چار بار پڑھین تو بروزن فاعلن بحر متدارک بنتی ہی اس دائرے کا نام متفقہ ہی اسلیے کہ دونون بحر دنکے رکن وتد اور سبب سے مرکب ہونے مین اتفاق رکھتے ہین صورت دائرے کی ذیل مین لکھی جاتی ہی پہلے اس دائرے سے صرف بحر تقارب حاصل ہوئی تھی اور منفرد ہ نام تھا بعد خلیل بن احمد کے جب اخفش نے بحر متدارک ایجاد کی تو اس دائرہ کا نام متفقہ رکھا -
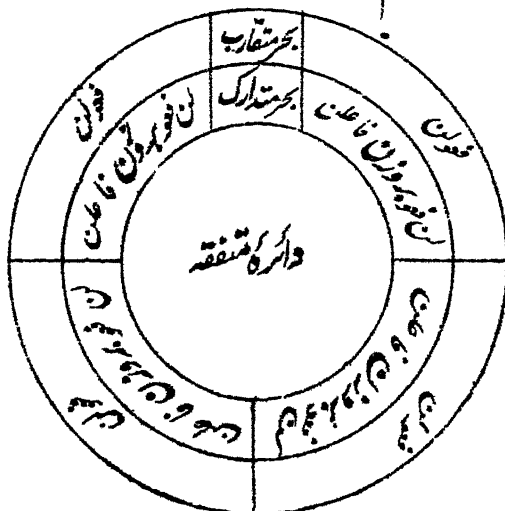
بحر طویل اور بحر مدید اور بسیط بھی ایک دائرے سے ہین یعنی بحر طویل مرکب ہی فعولن مفاعیلن سے یہ رکن چار بار

آتے ہین پس اگر فعولن کے سبب خفیف سے شروع کرین ا ور وتد مجموع کو آخر مین ڈالدین تو لن مفاعیلن فعو چار بار بوزن فاعلاتن فاعلن چار بار یہ بحر مدید ہے اور اگر مفاعیلن کے پہلے سبب خفیف سے شروع کرین اور وتد مجموع یعنے مفا کو آخر مین ذکر کرین تو عیلن فعولن مفا چار بار بوزن مستفعلن فاعلن چار بار ہو جاے یہ وزن بحر بسیط کا ہے اور بعض عروضیون نے بحر عریض اور عمیق کو بھی اسی دائرے سے انفکاک کیا ہے بحر عریض مفا سے شروع کرکے مفاعیلن فعولن چار بار ہے اور بحر عمیق لن سے شروع ہوکر لن فعولن مفاعی چار بار بروزن فاعلن فاعلاتن چار بار ہے اس حساب سے پانچ بحرین ایک دائرے سے نکلتی ہین اور دائرہ کا نام مختلفہ ہے کیونکہ ارکان باہم مخالف ہین کوئی خماسی ہے کوئی سباعی اس دائرے کی صورت یہ ہے۔
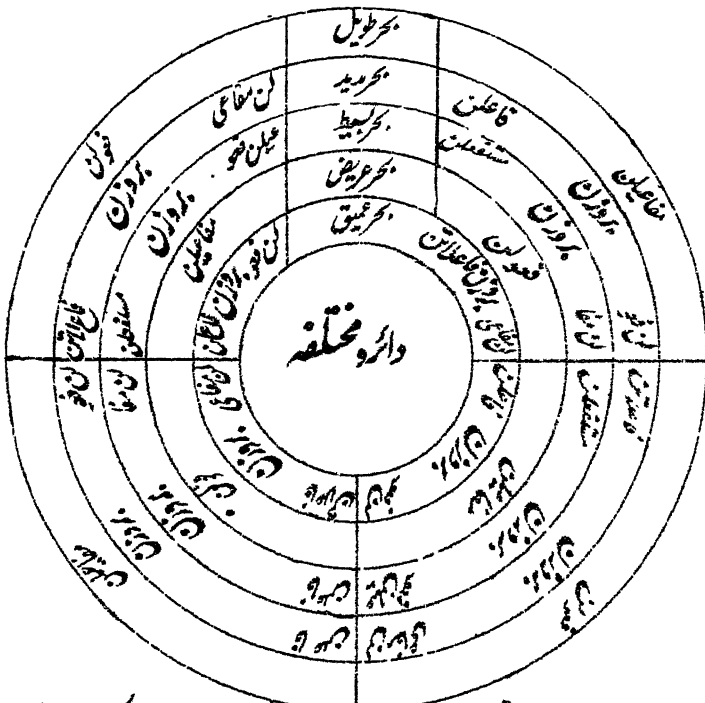
بحر منسرح اور مجتث اور مضارع او مقتضب اور سریع اور خفیف بھی ایک دائرے سے جسکو دائرہ مشتبہ کہتے ہین نکلتی ہین مگر اس صورت مین کہ بحر منسرح کا چوتھا رکن اور مقتضب کا تیسرا رکن مفعولاتُ اور بحر مجتث کا تیسرا رکن مستفعلن اور بحر مضارع کا چوتھا رکن فاعلاتن نکالکر مثل بحر سریع اور خفیف کے مسدس قرار دے لیا جاے کیونکہ یہ بحرین مثمن ہین اور سریع و خفیف مسدس الاصل ہین مثلاً بحر سریع کا یہ وزن ہے مستفعلن مستفعلن مفعولاتُ دو بار اگر دوسرے مستفعلن سے شروع کرین اور اول کو پیچھے ڈالدین تو مستفعلن مفعولاتُ مستفعلن دو بار ہو جاے یہ بحر منسرح مسدس ہے اور اگر دوسرے مستفعلن کے سبب خفیف ثانی سے شروع کرین اور ماقبل کو آخر مین لائین تو

تفعلن مفعولات مستفعلن مس بروزن فاعلاتن مستفعلن فاعلاتن دوبار بحر خفیف ہو جائے اور اگر مستفعلن ثانی کے
وتد مجموع سے پڑھین تو علن مفعولات مستفعلن مستف دوبار بروزن مفاعیلن فاعلاتن مفاعیلن ہو جائے
اور یہ بحر مضارع مسدس ہے تنبیہ بحر خفیف مین مس تفع لن اور بحر مضارع مین فاع لاتن منفصل ہین اسلیے کہ بحر
خفیف مین عو کے وزن پر مس اور لاتُ کے وزن پر تفع اور مف کے وزن پر لن ہے یون مستفعلن بنا ہے اور
بحر مضارع مین لاتُ کے وزن پر فاع اور مف کے وزن پر لاتن ہے اس طرح فاعلاتن حاصل ہوا ہے اور
بحر سریع کو مفعولات سے شروع کیا جاوے تو مفعولاتُ مستفعلن مستفعلن دوبار بحر **مقتضب** مسدس
ہو جائے اور اگر مفعولات کے دوسرے سبب خفیف سے ابتدا کرین تو عولاتُ مستفعلن مستفعلن مف
دوبار بروزن مستفعلن فاعلاتن فاعلاتن دوبار بحر **مجتث** مسدس ہو جائے (اس مین بھی
رکن مس تفع لن منفصل ہے اس لیے کہ عو اور لاتُ اور مس کے مقابل مس اور تفع اور لن واقع ہوا ہے)
بحر جدید اور قریب اور مشاکل بھی اسی دائرے سے نکلتی ہین یعنے اگر بحر سریع کے مستفعلن اول کے
سبب ثانی سے پڑھین تو تفعلن مستفعلن مفعولاتُ مس دوبار بروزن فاعلاتن فاعلاتن مس تفع لن
دوبار ہو جاے یہ بحر **جدید** ہے اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے اس لیے کہ عو کے مقابل مس اور
لاتُ کے مقابل تفع اور مس کے مقابل لن واقع ہوا ہے اور اگر مستفعلن اول کے وتد مجموع سے
شروع کرین اور سببونکو مؤخر کرین تو علن مستفعلن مفعولات مستف دوبار بروزن مفاعیلن مفاعیلن
فاعلاتن بحر **قریب** ہو جائے اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے کیونکہ لاتُ مستف کے مقابل
واقع ہوا ہے اور اگر مفعولاتُ کے وتد مفروق سے شروع کرین تو لاتُ مستفعلن مستفعلن مفعو دوبار
بروزن فاعلاتن مفاعیلن مفاعیلن دوبار بحر **مشاکل** ہو جائے اس بحر مین بھی فاع لاتن
منفصل ہے کیونکہ فاع مقابل لاتُ کے اور لاتن مقابل مستف کے واقع ہوا ہے اسی سبب سے
بعضون نے اس دائرے کا نام وتدر کھا ہے یعنے اس دائرۂ مشتبہ مین وتد مفروق واقع ہین
اور وجہ اشتباہ بھی اس مین یہی ہے کہ مس تفع لن اور فاع لاتن دونون متصل اور منفصل
واقع ہوے ہین پس دونون مین شبہ پڑتا ہے اور سہروردی نے لکھا ہے کہ بحرین اس کی
مشتبہ ہین فائدہ میر شمس الدین فقیر حدائق البلاغت مین کہتے ہین کہ بحر جدید اور
بحر قریب اور بحر مشاکل کو کہ متاخرین کی اختراع سے ہین اساتذہ نے استعمال نہین کیا اور
نہ یہ بحور پانچون دائرون مین سے کسی دائرے سے نکلتی ہین یہ لکھنا اُن کا صحت کے خلاف ہے
اس لیے کہ یہ تینون بحرین دائرۂ مشتبہ سے بموجب تشریح مندرجہ بالا نکلتی ہین۔

صورت دائرے کی یہ ہے۔
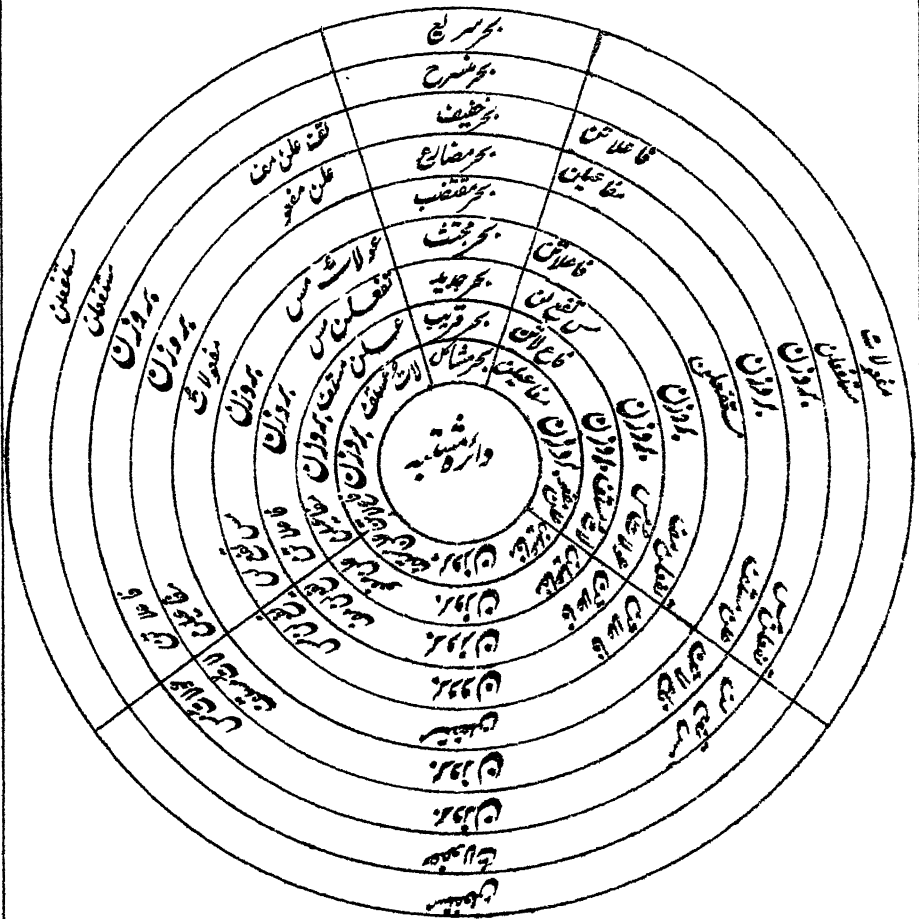
تعجب ہے ان اہل خرد سے کہ بحور مسدس اور مثمن کو ایک دائرے سے انفکاک کرنے کے لیے بڑا نقصان گوارا کرتے ہین اسکی بعینہ نظیر یہ ہے کہ ایک عضو کی اصلاح کے واسطے دوسرا عضو صحیح اور سالم کاٹ ڈالا جائے اور پھر بھی کوئی نفع معتدبہ مترتب نہو یہ نہین سوچتے کہ جب مثمن بحرین مسدس ہوگئین باوجودیکہ وہ بیشتر مثمن ہی مستعمل ہین تو ایک دائرے سے نکالنے سے کیا فائدہ حاصل ہوا لطف انفکاک اُس صورت مین ہے کہ اصل رکن بحر کے محذوف نہون اور اسکی صورت یہ ہے کہ مثمنات کے واسطے علیحدہ ایک دائرہ تجویز کیا جائے اور مسدسات کے واسطے جداگانہ دائرہ قرار دیا جائے اسلیے ہم دو دائرے لکھتے ہین کہ جن سے بحور بی مثمن بحرین

با ہم جداگانہ منفک ہوسکتی ہین اور مسدس جُداگانہ اور نام بھی اُن کے مناسب حال تجویز کرتے ہین ۔
بحر منسرح اور مجتث اور مضارع اور مقتضب دائرۂ متوافقہ سے نکلتی ہین مثلاً بحر منسرح کا یہ وزن ہے مستفعلن مفعولاتُ مستفعلن مفعولاتُ دو بار اگر مستفعلن کے وتد مجموع سے پڑھین تو علن مفعولاتُ مستفعلن مفعولاتُ مستف بروزن مفاعیلن فاعلاتن مفاعیلن فاعلاتن ہوجائے اور یہ بحر مضارع ہی اور اس بحر مین فاعلاتن منفصل ہے اسواسطے کہ لاتُ کے وزن پر فاع اور مستف کے وزن پر لاتن ہے اسطرح فاعلاتن حاصل ہوا پھر اور بحر منسرح کو اگر مفعولات سے شروع کرین تو مفعولات مستفعلن مفعولات مستفعلن بحر مقتضب مثمن ہوجاے اصل یہ ہے کہ اس بحر کو بحر منسرح ہی سے نکالا ہے اسلیے کہ بحر منسرح مین مستفعلن سے شروع کرکے مفعولات پر تمام کرتے ہین اور مقتضب مین مفعولات سے شروع کرکے مستفعلن پر تمام کرتے ہین ان دونون مین ارکان ایک ہی ہین صرف فرق ترتیب مین ہے اور اگر مفعولات کے دوسرے سبب خفیف سے ابتدا کرین تو عولات مستفعلن مفعولات مستفعلن مف بروزن مستفعلن فاعلاتن مستفعلن فاعلاتن بحر مجتث مثمن ہوجائے اور اس مین بھی کن مس تفع لن منفصل ہے اسلیے کہ عوا ور لات اور مس کے مقابل مس اور تفع اور کن واقع ہے اور نام اس دائرے کا متوافقہ اس نظر سے رکھا گیا ہے کہ ارکان اس دائرے کی بحرونکے سباعی ہونیکے سبب سے باہم متوافق ہین ۔

بحر سریع اور خفیف اور قریب اور جدید اور مشاکل دائرہ متضائفہ سے نکلتی ہین مثلاً بحر سریع کا یہ وزن ہے مستفعلن مستفعلن مفعولات اور اگر مستفعلن اول کے سبب ثانی سے شروع کرین تو تفعلن مستفعلن مفعولات مس بروزن فاعلاتن فاعلاتن مستفعلن ہو جاے یہ بحر جدید ہے اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے عولات مس کے مقابل مستفعلن واقع ہوا ہے اور اگر اسی مستفعلن کے وتد سے شروع کرین اور اسباب کو مؤخر کر دین تو علن مستفعلن مفعولات مستف بروزن مفاعیلن مفاعیلن فاع لاتن بحر قریب ہو جاے اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے کیونکہ لاتُ مستف کے مقابل واقع ہوا ہے اور اگر دوسرے مستفعلن کے سبب خفیف ثانی سے شروع کرین اور ماقبل کو آخر مین لائین تو تفعلن مفعولات مستفعلن مس بروزن فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن بحر خفیف ہو جائے اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے اسلیے کہ عو کے وزن پر مس اور لاتُ کے وزن پر تفع اور مس کے وزن پر لن ہے یون مستفعلن بنا ہے اور اگر مفعولاتُ کے وتد مفروق سے شروع کرین تو لاتُ مستفعلن مستفعلن مفعو بروزن فاعلاتن مفاعیلن مفاعیلن بحر مشاکل ہو جاے اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے کیونکہ فاع مقابل لاتُ کے اور لاتن مقابل مستف کے واقع ہوا ہے اس دائرے کا نام متضائفہ اس اعتبار سے رکھا ہے کہ اسکی سب بحرین مسدس الاصل ہونیکی وجہ سے باہم نسبت رکھتی ہین

بحر سریع
بحر جدید
بحر قریب
بحر خفیف
بحر مشاکل
دائرہ متضائفہ

بحر کبیر۔ قلیب حمید۔ حمیم وغیرہ جنکو ابو عبد اللہ قریشی نے استخراج کیا ہے وہ دائرہ منعکسہ سے نکلتی ہین اس دائرے کی ہر ایک بحر دو وتد مجموع اور چار وتد مفروق پر مشتمل ہے برعکس دائرہ مشتبہ کے کہ اس کی ہر بحر چار وتد مجموع اور دو وتد مفروق کو شامل ہے اسی واسطے نام بھی اسکا منعکسہ رکھا ہے صریم۔ قلیب۔ اصیم مین فاع لاتن منفصل ہے اور بدیل۔ صغیر۔ حمیم مین مس تفع لن منفصل واقع ہوا ہی یہ نو ون بحرین دائرۂ منعکسہ سے اس طرح نکلتی ہین (۱) بحر صریم کا وزن یہ ہے مفاعیلن فاعلاتن فاعلاتن اس مین فاع لاتن منفصل ہے (۲) اگر مفاعیلن کے وتد مجموع کو مؤخر کرکے پہلے سبب خفیف سے شروع کرین عیلن فاع لاتن فاع لاتن مفا بروزن مفعولاتُ مفعولاتُ مستفعلن ہو جاے یہ بحر کبیر ہے (۳) اگر مفاعیلن کے دوسرے سبب خفیف سے شروع کرین اور ماقبل کو آخر مین لائین تو لن فاع لاتن فاع لاتن مفاعی بروزن مستفعلن مستفعلن فاعلاتن بحر بدیل ہو جاے اس بحر مین مس تفع لن منفصل واقع ہوا ہے اس لیے کہ فاع کے مقابل تفع پڑا ہے (۴) اگر پہلے فاع لاتن سے شروع کرین اور مفاعیلن کو پیچھے کر دین تو فاع لاتن فاع لاتن مفاعیلن بحر قلیب ہو جاے اس مین فاع لاتن منفصل ہے (۵) اگر پہلے فاع لاتن کے پہلے سبب خفیف سے شروع کرین اور وتد مفروق کو آخر مین لے آئین تو لاتن فاع لاتن مفاعیلن فاع بروزن مفعولاتُ مستفعلن مفعولاتُ بحر حمید ہو جاے (۶) اگر پہلے فاع لاتن کے دوسرے سبب خفیف سے شروع کرین اور اول کو آخر مین لائین تو تن فاع لاتن مفاعیلن فاعلا بروزن مستفعلن فاعلاتن مستفعلن بحر صغیر ہو جائے اس مین مس تفع لن منفصل ہے اس لیے کہ فاع کے مقابل تفع واقع ہوا ہے (۷) اگر دوسرے فاع لاتن سے شروع کرین اور اُس کے ماقبل کو مؤخر کر دین تو فاع لاتن مفاعیلن فاعلاتن ہو جاے اور یہ بحر اصیم ہے اس مین فاع لاتن منفصل ہے (۸) اگر اسی فاع لاتن کے پہلے سبب خفیف سے شروع کرین اور وتد مفروق کو پیچھے پڑھین تو لاتن مفاعی لن فاع تن فاع بروزن مستفعلن مفعولاتُ مفعولاتُ ہو جاے اور یہ بحر سلیم ہے (۹) اگر دوسرے فاع لاتن کے دوسرے سبب خفیف سے شروع کرین اور پہلے تمام اجزا کو پیچھے کر دین تو تن مفاعیلن فاع لاتن فاع لا بروزن فاعلاتن مس تفع لن مس تفع لن بحر حمیم ہو جائے اور اس مین مس تفع لن منفصل ہے کیونکہ فاع کے مقابل تفع واقع ہوا ہے ۔
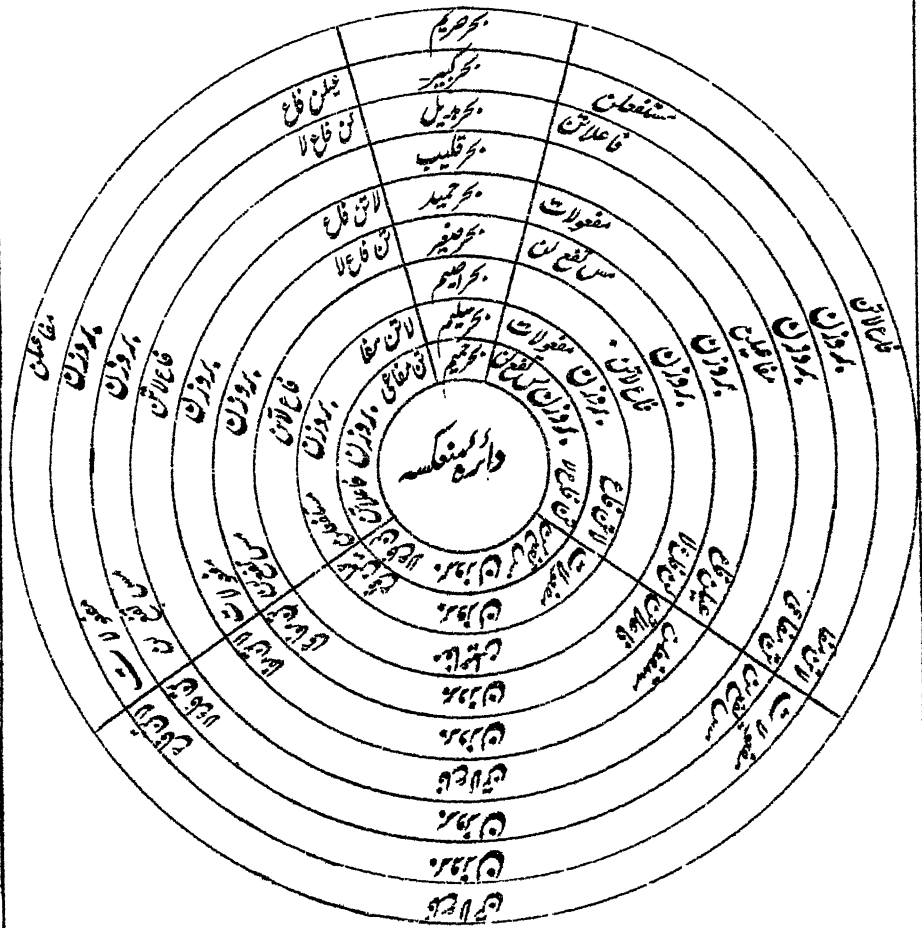
تیسرا شہر زحافونکے بیان مین

مخفی نرہے کہ جو رکن اوپر بیان کیے گئے اور جو بحرین لکھی گئین ہمیشہ اسی صورت یعنی اصل وضع پر انکا استعمال نہین ہوتا بلکہ اکثر ارکان کے حروف مین کمی بیشی تسکین و تبدیل وغیرہ کرتے ہین جس سے ایک بحر سے کئی بحرین اور ایک رکن سے کئی ارکان جنکو فروع کہتے ہین پیدا ہو جاتے ہین اور یہ تغیر کبھی

کسی حرف کے ساکن کرنے سے کبھی کم کرنے سے کبھی کچھ زیادہ کرنے سے ہوتا ہے اور اس تغیر ارکان کا نام زحاف ہے اور زحاف جمع زحف کی ہے اور زحف بالفتح کے معنے لغت مین تیر کے نشانے سے ٹیڑھا جانے اور کسی چیز کے اصل سے دور[1] ہو جانیکے ہین اور بعض کے نزدیک زحاف حرف اول کے کسرے سے لغت مین تیر کے نشانے کے پاس پہونچ جانے کے معنے مین ہے اور اصطلاح علم عروض مین تغیر و تبدیل و کمی بیشی اور ساکن کرنے حروف ارکان کو کہتے ہین اگر زحاف کو زحف کی جمع قرار دیا جاے تو یہ جمع مفرد کی جگہ مستعمل ہے اور دوسری صورت مین زحاف لفظ مفرد ہوگا نہ جمع اور نہایۃ الراغب سے بھی یہی ثابت ہے[2] اور ارکان کا متغیر ہونا تین طرح پر ہے یا متحرک کو ساکن کر دینا یا بعض حروف کو کم کر دینا یا بعض حروف رکن مین بڑھا دینا متاخرین تمام تغیرات کو زحاف کہتے ہین اور متقدمین کے نزدیک اس تغیر کا نام زحاف ہے جو حرف آخر سبب خفیف یا ثقیل مین واقع ہو اگر وتد یا فاصلے یا سبب کے حرف اول مین کسی قسم کا تغیر ہوگا تو علل[3] ہے لیکن متقدمین کا قول آج کل مشہور نہین علی العموم ہر ایک تغیر کو زحاف ہی کہتے ہین ہم بھی طریقہ مروجہ کو پسند کر کے عام طور پر زحاف سے بحث کرتے ہین اور بے فائدہ ناظرین کتاب کو خلجان مین نہین ڈالتے بعض اہل فن نے زحاف و علل کو علیحدہ علیحدہ قرار دیکر دونون کی تفصیل جدا جدا کی ہے لیکن اپنے ہی قول سے مخالف ہو کر زحاف کو علل مین اور علل کو زحاف مین داخل کر دیا ہے تمامی زحاف دو قسم ہین منفردہ اور مزدوجہ منفردہ وہ کہ کسی رکن مین ایک ہی تغیر واقع ہو مثلاً خرم اسے کہتے ہین کہ اس وتد مجموع سے جو رکن کے اول مین واقع ہو پہلا حرف گرا دینا اور کف یہ ہے کہ رکن کے ساتوین حرف ساکن کو ساقط کر دینا مزدوجہ وہ ہے کہ ایک سے زیادہ تغیر ایک رکن مین واقع ہون اور نام ایک ہو اور تغیرات مزدوجہ مین سے بعض ثنائی ہین بعض ثلاثی ثنائی وہ کہ دو تغیر سے مرکب ہون اور ثلاثی وہ کہ تین تغیر سے مرکب ہون ان مین سے بعض کے لیے لقب خاص یعنی لفظ مفرد موضوع ہوتا ہے مثال ثنائی کی خرب ہے کہ اجتماع خرم و کف کا نام ہے اور مثال ثلاثی کی جمم ہے کہ یہ اجتماع کف و عقل و خرم کا نام ہے پس جمم تین تغیرات سے مرکب ہے ایک خرم دوسرے کف تیسرے عقل اور بعض کے لیے کوئی لقب خاص مقرر نہین ہوتا بلکہ ترکیب مفردات کے موافق اُسے تعبیر کرتے ہین جیسے مقبوض مسبغ زحاف منفردہ بائیس ہین اذالہ - اضمار - ترفیل - تسبیغ - تشعیث - ثلم - جب - جدع - حذذ - حذف - خبن - خرم - رفع - صلم - طی - عصب - عضب - قبض - قصر - قطع - کف -

---

[1] دریائے لطافت ۱۲

[2] غیاث اللغات ۱۲

[3] علت کی جمع ہے ۱۲

وقف۔ اور زحاف فردوجہ اکیس ہین۔ بتر۔ شرم۔ جحف۔ جمم۔ خبل۔ خرب۔ خزل۔ خلع۔ ربع۔ ذلل۔ شتر۔ تشکل۔ عقص۔ عقل۔ قصم۔ قطف۔ کسف۔ نحر۔ نقص۔ وقص۔ ہتم۔
انمین سے بعض مخصوص کسی ایک بحر سے ہین بعض مشترک ہین چند بحر و نمین اور بعض عروض عربی سے مخصوص ہین اور بعض عروض فارسی کے ساتھ خصوصیت رکھتے ہین بعض مشترک ہین دونون مین اس کتاب مین انھین زحاف کا ذکر ہوگا جو ریختہ مین مستعمل ہین اور ریختہ مین زیادہ وہی زحاف مستعمل ہین جو شعرائے فارس کے استعمال مین ہین کیونکہ اُردو کی شاعری اُنھی کا فیضان ہے۔ مگر تکمیل فن کی غرض سے بعض وہ زحاف بھی کہین کہین ذکر کیے جائینگے جو ریختہ مین مستعمل نہین ہوے زحافات کے بعد جو فرع حاصل ہوتی ہین انکے دو قسمین ہین ایک مؤلف ایک غیر مولف مؤلف اُس فرع کو کہتے ہین جسکی تعبیر دو کلموںسے ہوتی ہو جیسے مقبوض مسبغ اور غیر مؤلف وہ ہے کہ اُسکی تعبیر دو کلموںسے نہو اگرچہ اُسکا مصداق دو تغیر سے مرکب ہو مگر لفظا مین مفرد ہو جیسے اخرب کہ عبارت ہے اخرم و مکفوف سے۔ یہ بیان مجمل زحاف کا تھا اب مفصل بقید ارکان کے لکھا جاتا ہے اور تفصیل ارکان کی ہم پہلے اس سے بیان کر چکے ہین اور سب رکن باعتبار ترکیب و تحریر کے دس قرار دیے ہین۔

زحافات مفاعیلن

رکن مفاعیلن کے بارہ زحاف ہین۔ خرم۔ کف۔ قصر۔ قبض۔ شتر۔ حذف۔ خرب۔ ہتم۔ زلل۔ جب۔ بتر۔ تسبیغ۔
خرم بفتح خاے معجمہ و سکون راے مہملہ لغت مین اسکے معنے اونٹ کے نتھنے مین حلقہ ڈالنے کے ہین اور اصطلاح مین مراد ہے اسقاط حرف اول وتد مجموع سے جو رکن کے اول مین واقع ہو پس مفاعیلن سے فاعیلن رہتا ہے اسکی جگہ مفعولن رکھدیتے ہین کیونکہ اہل عروض کا قاعدہ ہے کہ جو رکن مزاحف بے معنے یا غیر مانوس رہجاتا ہے اُسکو لفظا مانوس متفق الوزن سے بدل لیا کرتے ہین اور جہان تک ممکن ہوتا ہے اس رعایت کو ملحوظ رکھتے ہین اور جہان ممکن نہین ہوتا ناچار لفظ مہمل کے ساتھ تعبیر کرتے ہین جیسے فع۔
کف بفتح کاف و تشدید فا اسکے لغوی معنی باز رکھنا ہین اور اصطلاح علم عروض مین رکن کے ساتوین حرف ساکن کے گرانے کو کہتے ہین پس مفاعیلن سے مفاعیلُ بضم لام رہجاتا ہے۔
قصر بفتح قاف و سکون صاد مہملہ و راے مہملہ اسکے لغوی معنی چھوٹا کرنا ہین اور اصطلاح مین مراد ہو ساقط کرنا حرف ساکن سبب خفیف کا جو آخر رکن مین واقع ہوا ہو اور ساکن کرنا اُسکے ماقبل کا پس مفاعیلن سے لن سبب خفیف کا ساکن گر پڑا اور لام ساکن ہوگیا مفاعیل رہا فائدہ ہر چند کہ مفاعیل کا لام عروضیوں کے نزدیک

متحرک ہے اسلیے کہ وہ حروف موقوف کا اعتبار نہین کرتے یعنی جس حرف کا ماقبل ساکن ہو اُسکو متحرک مانتے ہین مگر چونکہ قصر مصرع کے آخر مین واقع ہوتا ہے اور حرف آخر مین سکون کو چاہتا ہے اسلیے حرف مذکور کو ضرورۃً ساکن مان لیتے ہین میزان الافکار مین لکھا ہے کہ مفاعیل بسکون لام کی جگہ فعولان بہتر ہے تاکہ مفاعیل مکفوف کے ساتھ کتابت مین التباس پیدا نہو۔

قبض بفتح قاف وسکون باے موحدہ وسکون ضاد معجمہ اسکے لغوی معنی نیچے سے پکڑ لینا ہین اور اصطلاح مین عبارت ہے اس سے کہ رکن کے پانچوین حرف ساکن کو جو سبب مین ہو گرا دینا پس مفاعیلن کا پانچوان حرف ساکن یاے تحتانی ہے اُسکو گرانے سے مفاعلن رہجاتا ہے۔

شتر بفتح شین معجمہ و فتح مثنات فوقانی وسکون راے مہملہ لغت مین اسکے معنی پلک کے پھر جانے اور کٹ جانیکے ہین اور عروضیونکی اصطلاح مین عبارت ہے اجتماع خرم وقبض سے پس بسبب خرم کے حسب مندرجہ بالا مفاعیلن سے میم گرا اور بسبب قبض کے یاے تحتانی کہ حرف پنجم ہے ساقط ہوئی تو فاعلن رہگیا۔

حذف بفتح حاے حطی وسکون ذال معجمہ فلاسکے معنے ڈالدینا ہین اور اصطلاح مین مراد ہے اسقاط سبب خفیف سے جو رکن کے آخر مین ہو پس مفاعیلن سے لن کہ آخر کا سبب خفیف ہے گر پڑا مفاعی رہا اسکو اسکے ہموزن فعولن سے بدل لیا۔

خرب بفتح خاے معجمہ وسکون راے مہملہ و باے موحدہ اسکے معنی ویران کرنا ہین اور اصطلاح عروض مین مراد ہے اجتماع خرم وکف سے پس میم مفاعیلن کا بسبب خرم کے اور نون بسبب کف کے گرا دیا تو فاعیل رہگیا اُسکو مفعول سے بدل لیا۔

ہتم بفتح ہاے ہوز وسکون تاے فوقانی ومیم اسکے معنے جڑ سے دانت توڑنا ہین اور یہان مراد ہے اجتماع حذف وقصر سے پس مفاعیلن سے لن بسبب حذف کے گرا اور یاے تحتانی بسبب قصر کے گر کر عین ساکن ہوگیا تو مفاعل رہا اُسکو فعول لام ساکن سے بدل لیا یہ زحاف مصرعہ کے آخر مین آتا ہے۔

جب جیم مفتوح اور باے موحدہ کی تشدید سے اسکے لغوی معنی خصی کرنا ہین اور اصطلاح عروض مین دو سبب خفیف جو آخر رکن مین ہون اُنکے حذف کرنے کو کہتے ہین پس مفاعیلن سے عی اور لن دو سبب گر کر مفا رہ گیا اُسکی جگہ فعل رکھدیا لام ساکن سے یہ زحاف بھی مصرع کے آخر مین آتا ہے اور بعض جب کی تعریف یون کرتے ہین کہ رکن مفاعیلن مین دو مرتبہ حذف کو عمل مین لانا جب ایک مرتبہ مفاعیلن کے آخر سے سبب خفیف ساقط کیا تو مفاعی رہا اور دوسری مرتبہ سبب خفیف کے حذف کرنے سے مفا رہگیا جسکو فعل سے بدل لیا پہلی صورت مین زحافات مفردہ سے ہوگا اور دوسری تقدیر پر زحافات مزدوجہ مین سے۔

زَلَل بفتح زاے معجمہ و لام اول و سکون لام دوم اسکے لغوی معنی ران کا بے گوشت ہونا ہین اور اصطلاح مین اجتماع خرم و ہتم کو کہتے ہین پس مفاعیلن سے بسبب خرم کے فاعیلن اور بسبب ہتم کے فاع باقی رہ گیا۔
بَتْر بفتح باے موحدہ و سکون تاے فوقانی و راے مہملہ لغت مین دم کاٹنے اور جڑ سے اُکھیڑنے کو کہتے ہین اور اصطلاح مین مراد اجتماع خرم و جب سے ہے پس میم بسبب خرم کے اور دونون سبب بسبب جب کے حذف ہو گئے فاعیلن سے فا باقی رہا اُسکو فع سے بدل لیا۔
تَسْبِیغ بفتح تاے فوقانی و سکون سین مہملہ و کسر باے موحدہ و یاے تحتانی معروف اور سکون غین معجمہ سے لغت مین اسکے معنی تمام کرنا ہین اور اصطلاح مین مراد ہے اس سے کہ ایک سبب خفیف کے بیچ مین جو آخر رکن مین واقع ہوا ہو الف زیادہ کرنا پس مفاعیلن سے مفاعیلان ہو گیا یہ زحاف آخر مین اپنے اصلی رکن مفاعیلن کے ہموزن گنا جاتا ہے اسی طرح مفاعیل اور فعولن ہموزن شمار کیے جاتے ہین اور فعول و فعل باہم اور فاع و فع آپس مین ایک وزن مین خیال کیے جاتے ہین بشرطیکہ آخر مصرع مین واقع ہون وسط کلام مین کمی و بیشی درست نہین پس یہ بارہ زحاف مفاعیلن کے ہوے اور فرع اسکی اٹھارہ ہین یعنی رکن مفاعیلن اصل ہے اور بعد واقع ہونے زحاف کے اٹھارہ صورتین اسکی ہو جاتی ہین مفعولن اخرم ہے مفاعیلُ لام مضموم سے مکفوف ہے مفاعیل لام ساکن سے مقصور ہے مفاعلن مقبوض ہے فاعلن اشتر ہے مفعول لام کے ضمے سے اخرب ہی فعولن محذوف ہی فعول لام ساکن سے اہتم ہے فعل بفتح عین و سکون لام مجبوب ہی فاع ازل ہے فع ابتر ہے مفاعیلان مسبغ ہے مفاعلان مقبوض مسبغ ہی یہ فرع دو زحافون کے جمع ہونے سے بنی ہے اس طرح کہ مفاعیلن قبض کی وجہ سے مفاعلن ہوا اور جب مفاعلن مین تسبیغ کی وجہ سے ایک الف زیادہ کیا گیا تو مفاعلان ہو گیا اسلیے مفاعلان کو مقبوض مسبغ کہتے ہین مفعولان اخرم مسبغ ہے یہ فرع خرم اور تسبیغ کے جمع ہونے سے بنی ہی خرم کی وجہ سے مفاعیلن فاعیلن ہوا اسکو مفعولن سے بدل لیا اور تسبیغ کی وجہ سے اس مین ایک الف زیادہ کر کے مفعولان کر لیا فاعلان اشتر مسبغ ہے اسلیے کہ مفاعیلن شتر کی وجہ سے فاعلن ہوا اور تسبیغ کی وجہ سے فاعلن فاعلان بن گیا ہے فعولان محذوف مسبغ ہے حذف کی وجہ سے مفاعیلن مفاعی ہوا اسکو فعولن سے بدل لیا اور تسبیغ سے فعولن فعولان بنگیا غیاث اللغات مین اسی طرح لکھا ہے حالانکہ یہ اور مقصور یعنی مفاعیل دقف لام سے ایک ہی وزن ہے فعلن بسکون عین اخرم محذوف ہے یہ فرع خرم اور حذف کے جمع ہونے سے حاصل ہوتی ہی اسلیے کہ مفاعیلن خرم کی وجہ سے فاعیلن ہو جاتا ہے اور حذف کے سبب سے فاعی رہتا ہے اسے فعلن سے بدل لیتے ہین فعلان بسکون عین اخرم مقصور ہے اسلیے کہ خرم کی وجہ سے مفاعیلن فاعیلن ہوا اور قصر کے سبب فاعیل لام ساکن سے رہا اُسکو فعلان سے بدل لیا

زحافاتِ فاعلاتن

فاعلاتن متصل کے دس زحاف ہین خبن۔ کف تشعیث۔ قصر تسکل۔ حذف۔ بتر۔ ربع۔ جحف تسبیغ

خَبْن بفتح خاے معجمہ وسکون باے موحدہ وسکون نون اسکے لغوی معنی چھپا دینا یا لپیٹ دینا اور دامن کا سیدینا ہین اصطلاح عروض مین مراد ہے اسقاط حرف ساکن سبب خفیف سے جو رکن کے اول مین ہو پس فاعلاتن سے فعلاتن رہگیا **فائدہ** یہ زحاف بحر مضارع کے فاعلاتن مین نہین آتا اس سبب سے کہ خبن سبب خفیف کے ساتھ مخصوص ہے اور مضارع مین جو فاع لاتن ہے اُسکے اول مین وتد مفروق ہے کیونکہ وہ منفصل ہے۔

کف کاف کے فتح اور فے کی تشدید سے باز رکھنا یہان مراد ہے اسقاط ساکن ہفتم سبب خفیف سے پس فاعلاتن فاعلاتُ بضم تا رہگیا۔

قصر بفتح قاف وسکون صاد مہملہ و راے مہملہ رکن کے آخر سے سبب خفیف سے حرف ساکن کے گرانے اور اُسکے ماقبل کے ساکن کرنے کو کہتے ہین پس بسبب قصر کے فاعلاتن سے نون کہ سبب خفیف کا حرف ساکن ہو گرا اور اُسکے ماقبل کی تاے فوقانی ساکن ہوکر فاعلات بسکون تا رہگیا اور فاعلان سے بدل لیا تاکہ فاعلات مضموم التا سے التباس نہ ہو۔

تشعیث بفتح تاے فوقانی وسکون شین معجمہ وکسر عین مہملہ وسکون یاے معروف وثاے مثلثہ موقوف لغت مین اسکے معنی پراگندہ کرنے کے ہین اصطلاح مین وتد مجموع کے دو حرف متحرک مین سے پہلے حرف کے گرانے کو کہتے ہین اور یہ قول اخفش کا ہے اور قطرب کا قول ہے کہ تشعیث وتد مجموع سے حرف ساکن کے گرانے اور اُسکے ماقبل کے ساکن کرنے سے مراد ہے اور خلیل کہتا ہے کہ وتد مجموع کے دوسرے متحرک کے گرانے کا نام تشعیث ہی پس فاعلاتن مین علا وتد مجموع ہے بسبب تشعیث کے فالاتن یا فاعِلْتُن بسکون لام یا فاعاتن رہا ان کو مفعولن سے بدل لیا اور زجاج کہتا ہے کہ تشعیث زحافات مزدوجہ مین سے ہو کہ اول فاعلاتن مین خبن کرتے ہین یعنی سبب خفیف اول کے ساکن کو گرا دیتے ہین بعد اُسکے وتد مجموع کے حرف اول کو ساکن کر دیتے ہین پس الف اول کے حذف کرنیکے بعد فعلاتن عین کے کسرے سے رہجاتا ہے اور عین کو ساکن کردینے کے بعد فَعْلاتن بن جاتا ہے جس کو مفعولن سے بدل لیتے ہین **فائدہ** محقق طوسی نے بیان کیا ہے کہ جب کسی سبب خفیف کے حرف ساکن کو حذف کردینے کے بعد اُسکا حرف متحرک وتد مجموع سے ملکر تین حرف متحرک جمع ہو جائین اور جب درمیان کے حرف متحرک کو جو وتد مجموع کا پہلا حرف ہوتا ہے ساکن کیا جائے تو اس تغیر کو ہم تسکین کہتے ہین اور تسکین کا شمار زحافات مزدوجہ مین ہوگا اگرچہ تسکین حقیقت مین یہ ہے کہ وتد کے متحرک اول کو ساکن کردین اور یہ بسیط ہے مگر چونکہ اس کا وقوع۔

ایک تغیر سابق پر موقوف ہے اور وہ سبب خفیف کے حرف ساکن کو حذف کرنا ہے اسلیے تسکین کو مرکبات
مین داخل کیا گیا۔ زجاج مفعولن کو مخبون مسکن نہین کہتا بلکہ مشعث کہتا ہے مشعث مین اگرچہ چار قول ہین
لیکن ظاہر یہ ہے کہ وہ بھی عبارت مخبون مسکن سے ہے پس مخبون مسکن عین مشعث ہے اور مشعث عین
مخبون مسکن ہے یہ زحاف بحر مضارع کے رکن فاع لاتن مین نہین آتا اس سبب سے کہ اُس مین وتد مجموع
نہین ہے۔

شَکْل بفتح شین معجمہ وسکون کاف ولام اسکے معنے لغت مین چوپائے کے پاؤن رسی سے باندھنا ہین
اور اصطلاح عروض مین مراد اجتماع خبن وکف سے ہے پس فاعلاتن سے بسبب خبن کے الف گر کر فعلاتن اور
بسبب کف کے نون گر کر فعلاتُ بضم تا باقی رہگیا یہ بھی بحر مضارع مین نہین آتا اسلیے کہ خبن وکف کے جمع ہونیکا نام
شکل ہے اور بحر مضارع کے فاع لاتن مین خبن ہی نہین ہوتا۔

حَذْف بفتح حاے حطی وسکون ذال معجمہ وفا بمعنی دُور ڈالدینا اسلیے اصطلاحی معنی حذف کرنا سبب خفیف کا ہین جو
رکن کے آخر مین واقع ہو پس فاعلاتن سے تن گر کر فاعلا رہگیا اسکی جگہ فاعلن رکھدیا۔

بَتْر بفتح باے موحدہ وسکون تاے فوقانی وراے مہملہ موقوف اسکے لغوی معنی دُم کاٹنا ہین اور اصطلاح مین
حذف وقطع کے جمع ہونے کو کہتے ہین پس فاعلاتن سے بسبب حذف کے فاعلا رہا اور قطع کی وجہ سے الف گر کر
اُسکا ماقبل ساکن ہوگیا تو فاعل بنا اسکو فعلن ساکن العین سے بدل لیا بعض اسکو بجاے ابتر کہنے کے مقطوع
محذوف کہتے ہین اور بعض اسکو صرف مقطوع بولتے ہین اور ان کا قول ہے کہ فاعلاتن مین قطع ایسے
واقع ہوتا ہے کہ آخر سے سبب خفیف کو مع ساکن وتد مجموع کے گرا دیا جاتا ہے اور اسکے حرف ماقبل کو ساکن کر دیا جاتا ہے
تنبیہ قطع رکن فاع لاتن منفصل مین نہین آتا اسلیے کہ اس مین وتد مجموع نہین اور اس زحاف کے واسطے رکن مین
وتد مجموع کا ہونا شرط ہے اور یہ بھی خیال رہے کہ مفعولن مشعث کے محذوف کرنے سے بھی فعلن پیدا ہوتا ہے
یعنے مفعولن سے بسبب حذف کے لن گرا مفعو رہا اسکو فعلن سے بدل لیا پس ایک فعلن ابتر ہے اور ایک مشعث
محذوف اور فعلن مخبون محذوف مسکن بھی ہے یعنی فعلاتن مخبون سے بسبب حذف کے تن گرا فعلا عین
متحرک سے ہوا اور بسبب تسکین کے عین ساکن ہوگیا پھر اسکو فعلن ساکن العین سے بدل لیا اور خواجہ نصیر الدین
طوسی کے نزدیک یہی بہتر ہے کیونکہ اس جگہ خبن لازم ہے۔

رَبْع بفتح راے مہملہ وسکون باے موحدہ ووقف عین مہملہ بمعنی چار ہونا مراد ہے اجتماع خبن وبتر سے
پس فاعلاتن سے بسبب خبن کے فا کے بعد کا الف گر گیا اور بسبب بتر کے آخر کا سبب یعنی تن اور اُسکے ماقبل کا
الف گر کر لام ساکن ہوگیا اس صورت مین فعل ساکن اللام باقی رہا بعض لوگون نے اسکی ترکیب اسطرح بھی لکھی ہے

جسکا مآل یہی ہے جو ہمنے بیان کیا تفصیل کا فرق ہے اور یہ زحاف چونکہ مرکب ہے خبن اور حذف اور قطع سے اسلیے بعض اسکو مخبون محذوف مقطوع بھی کہتے ہین۔

جحف بفتح جیم وسکون حاے حطی دو وقف فا بمعنی نقصان کرنا اور کھال اُتارنا اور گیند کا اُچک لینا عروضیون کی اصطلاح مین مراد ہے فعلاتن مخبون کے فاصلۂ صغرے کے حذف کرنے سے پس فعلاتن سے تن باقی رہا اسکی جگہ فع نقل کرلیا۔

تسبیغ تفعیل کے وزن پر مراد ہے اس سے کہ سبب خفیف جو آخر رکن مین واقع ہوا ہو اُس مین الف زیادہ کرین پس فاعلاتن سے فاعلاتان ہوا اسکی جگہ فاعِلیّان استعمال کرتے ہین یہ رکن آخر مین اپنے اصلی رکن فاعلاتن کا ہموزن شمار کیا جاتا ہے اور رکن محذوف اور مقصور بھی ایک ہی وزن مین محسوب ہوتے ہین یہ دس زحاف فاعلاتن کے ہوے اور اُسکی فروع سولہ ہین فعلاتن بکسر عین مخبون ہے **فاعلاتُ** بضم تا مکفوف ہے **مفعولن** مشعث یا مجنون مسکن **فاعلان** بسکون نون مقصور **فعِلاتُ** بکسر عین وضم تا مشکول **فاعلن** محذوف **فعلن** بسکون عین ابتر یا مشعث محذوف یا مجنون محذوف مسکن یا مقطوع یا مقطوع محذوف **فعِل** بکسر عین وسکون لام مربوع **فع** مجحوف **فاعِلیّان** مسبغ **فعِلن** بکسر عین مخبون محذوف یہ فرع دو زحافونکے جمع ہونے سے بنی ہے اس طرح کہ فاعلاتن خبن کی وجہ سے فعلاتن ہوگیا اور حذف کی وجہ سے فعلاتن کے آخر سے تن گر گیا تو فعلا عین کے کسرے سے رہا اسکو فعِلن سے بدل لیا **فعِلاتْ** بکسر عین وسکون تاے فوقانی مخبون مقصور ہے یہ فرع دو زحافونکے جمع ہونے سے بنی ہے فاعلاتن کو خبن نے فعلاتن کردیا اور قصر کی وجہ سے فعلاتن کا نون حذف ہوکر تاے فوقانی ساکن ہوگئی اس طرح فعلات حاصل ہوگیا اس کو فعلان سے بھی بدل لیتے ہین فعلان بسکون عین وسکون نون مخبون مسکن مقصور ہے یہ فرع کئی زحافون کے جمع ہونے سے بنی ہے فاعلاتن خبن کی وجہ سے فعِلاتن بکسر عین ہوا اور فعلاتن مخبون کے عین کو ساکن کرنے سے فعلاتن ہوگیا اور پھر قصر کی وجہ سے اس کے آخر کا نون ساقط ہوکر نون کے ماقبل کی تا ساقط ہوگئی پس فعلات بسکون عین وتا کو فعلان بسکون عین ونون سے بدل لیا اور اس فرع کو مشعث مقصور بھی کہ سکتے ہین یعنی فاعلاتن مین تشعیث اور قصر کے جمع ہونے سے بھی فعلان حاصل ہوسکتا ہے اس طرح کہ تشعیث کی وجہ سے فاعلاتن فاعاتن یا فالاتن یا فاعلتن رہ جاتا ہے اور جب قصر اس مین آتا ہے تو آخر کا نون حذف ہوکر تاے فوقانی ساکن ہو جاتی ہے پھر فاعات یا فالات یا فاعِلتْ فعلان سے بدل جاتا ہے اور یون بھی کہ سکتے ہین کہ تشعیث کی وجہ سے فاعلاتن فعلاتن بسکون عین سے ہو جاتا ہے جیسا کہ زجاج کا مذہب ہے اور قصر کے باعث سے فعلات تاے ساکن سے رہتا ہے اسکو فعلان سے بدل لیتے اسکو مقطوع مسبغ بھی کہتے ہین اور ابتر مسبغ بھی بولتے ہین اسلیے کہ زحاف قطع یا بتر کے واقع ہونے سے

فاعلاتن فعلن بسکون عین بنتا ہے اور فعلن مین تسبیغ کے آنے سے فعلان ہو جاتا ہے اور خواجہ نصیر الدین کے نزدیک چونکہ یہان خبن لازم ہے اسلیے مجنون مسکن و مقصور ہی سمجھنا چاہیے **فاع** مجحوف مسبغ ہی یہ فرع دو زحافونکے جمع ہونے سے بنی ہے اس طرح کہ جحف کی وجہ سے فاعلاتن فع ہوگیا اور فع تسبیغ کے سبب سے فاع بنگیا **فعلیّان** بکسر عین و کسر لام و تشدید یاے تحتانی مجنون مسبغ ہے خبن کی وجہ سے فاعلاتن فعلاتن بکسر عین ہوا اور اسمین تسبیغ کے آنے سے فعلاتان ہوگیا جسکو فعلیان سے بدل لیا **مفعولان** مشعث مسبغ ہی تشعیث کی وجہ سے فاعلاتن مفعولن ہوتا ہے اور تسبیغ کے سبب سے مفعولن مفعولان بن جاتا ہے اس کا نام مجنون مسکن مسبغ بھی ہے کیونکہ فاعلاتن خبن و تسکین کی وجہ سے فعلاتن سکون عین سے ہو جاتا ہے اور تسبیغ کے باعث سے یہ فعلاتان بن جاتا ہے پھر مفعولان سے بدل لیتے ہین۔

زحافات فاع لاتن

فاع لاتن منفصل کے تین زحاف ہین۔ کف۔ قصر۔ حذف۔

کف۔ مراد ہے گرانے ساکن ہفتم سبب خفیف سے پس فاع لاتن سے فاع لاتُ بضم تا رہگیا۔

قصر کہتے ہین ساکن سبب خفیف رکن آخر کے گرانے اور اُسکے ماقبل کے ساکن کرنے کو پس فاع لاتن سے فاع لات بسکون تا باقی رہا اُسکو **فاع لان** سے بدل لیتے ہین تاکہ فاع لاتُ مضموم التا سے امتیاز رہے۔

حذف اُس سبب خفیف کے گرانے کو کہتے ہین جو رکن کے آخر مین ہو پس فاعلا رہا اسکو فاع لن سے بدل لیا اور اُسکی فروع بھی تین ہین **فاع لاتُ** بضم التا مکفوف **فاع لان** بسکون نون مقصور **فاع لن** محذوف۔

زحافات مستفعلن

رکن مستفعلن متصل مین نو زحاف آتے ہین۔ خبن۔ طی۔ قطع۔ خبل۔ خلع۔ رفع۔ حذذ۔ اذالہ۔ ترفیل۔

خبن یعنی حذف کرنا حرف ساکن سبب خفیف کا جو رکن کے اول مین آیا ہو پس مستفعلن سے بسبب خبن کے سین گر کر مُتَفْعِلُنْ رہا اسکو مفاعلن سے بدل لیا۔

طے بفتح طاے حُطّی و تشدید یاے تحتانی بمعنی لپیٹنا اصطلاح مین مراد ہے اسقاط ساکن چہارم دو سبب خفیف مین سے جو رکن کے اول مین بے فاصلہ واقع ہون پس مستفعلن سے بسبب طے کے حرف فا گر کر مُسْتَعِلُنْ رہا اُسکو مفتعلن بکسر عین سے بدل لیا یہ زحاف مس تفع لن منفصل مین نہین آتا کیونکہ اُسمین چوتھا ساکن وتد مین ہے نہ سبب خفیف مین اور طے کے واسطے دو سبب خفیف کا اول رکن مین بے فاصلہ واقع ہونا شرط ہے۔

قطع بفتح قاف و سکون طاے مہملہ و عین مہملہ اصطلاح مین مراد ہے حرف ساکن وتد مجموع کے حذف کرنے اور اُسکے ماقبل کے ساکن کرنے سے بشرطیکہ رکن کے آخر مین واقع ہوا ہو پس مستفعلن سے بسبب قطع کے نون گر کر

لام ساکن ہوگیا اور مستفعل باقی رہا اسکی جگہ مفعولن سے آئے ۔
خَبْل بفتح خائے معجمہ وسکون بائے موحدہ ولام اسکے لغوی معنی ہاتھ پاؤن کاٹنا ہین درِ اصطلاح مین اجتماع خبن
وطے کا نام ہے پس مستفعلن سے بسبب خبن کے حرف سین اور بسبب طے کے فٰ گرکر مُتَعِلُن رہا اسکو فَعِلَتُن بفتح عین و
لام سے بدل لیا ۔
خَلْع بفتح خائے معجمہ وسکون لام و عین مہملہ اسکے لغوی معنی کپڑے اُتارنے کے ہین اور یہان مراد ہے اجتماع خبن
و قطع سے پس مستفعلن سے بسبب خبن کے بموجب تشریح مندرجہ بالا سین اور بسبب قطع کے نون گرکر لام ساکن ہوا
اور مُتَفْعِل رہا اسکی جگہ فعولن رکھدیا ۔
رَفْع بفتح رائے مہملہ وسکون فا و عین مہملہ اس کے لغوی معنی اُٹھانے کے ہین اصطلاح مین ایک سبب خفیف کے
حذف کرنے کو کہتے ہین اُس رکن سے جس کے اول مین دو سبب خفیف واقع ہوے ہون پس مستفعلن سے تفعلن رہا
اسکو فاعلن سے بدل لیا ۔
حَذَذ بفتح حائے حطی و ذال منقوطہ اول مفتوح و ذال منقوطہ دوم ساکن بمعنی چھوٹا ہونا دم کا اصطلاح مین
عبارت ہے اسقاط وتد مجموع سے جو آخر رکن مین واقع ہو پس مستفعلن سے مستفْ رہا اس کی جگہ فعلن بسکون عین
رکھدیا اور یہ زحاف مستفعلن منفصل مین نہین آتا اسلیے کہ اُسمین وتد مجموع نہین ہے ۔
اِذَالہ بکسر الف و فتح ذال نقطہ دار وسکون الف دوم و فتح لام بمعنی دامن دراز کرنا اصطلاح مین عبارت ہے
ایک الف وتد مجموع مین قبل از ساکن زیادہ کرنے سے بشرطیکہ وتد رکن کے آخر مین واقع ہوا ہو پس مستفعلن سے
مستفعلان ہوگیا یہ زحاف مستفعلن منفصل مین نہین آتا اس لیے کہ اُس مین ایک وتد مفروق درمیان دو سبب
خفیف کے ہے ۔
ترفیل بفتح تائے فوقانی وسکون رائے مہملہ وکسر فا وسکون یائے تحتانی ولام بمعنی دامن کھینچنا اور
دراز کرنا اور بزرگ کرنا یہان مراد ہے وتد مجموع آخر رکن پر سبب خفیف زیادہ کرنے سے پس مستفعلن سے
مستفعلن تن ہوگیا اس کو مستفعلاتن سے بدل لیا یہ زحاف بھی مستفعلن منفصل مین نہین آتا کیونکہ اس مین وتد مجموع
نہین ہے فائدہ فارسی اور اُردو مین یہ زحاف کم آتاہے عربی مین بکثرت ۔
یہ نو زحاف مستفعلن کے ہوے اور فروع یہ ہین یعنی زحاف کے بعد ایسی شکلین اور نام پیدا ہوتے ہین ۔
مفاعلن مخبون مفتعلن مطوی مفعولن مقطوع فَعِلَتُن مخبول فعولن مخلع فاعلن مرفوع فعْلن بسکون عین
محذوذ مستفعلان مذال مستفعلاتن مرفل مفاعلان مخبون مذال یہ فرع دو زحافون کے جمع ہونے سے
بنی ہے اس طرح کہ مستفعلن خبن کی وجہ سے مفاعلن ہوا اور مفاعلن اذالہ کی وجہ سے مفاعلان ہوگیا مفتعلان

مطوی مذال ہے مستفعلن طی کی وجہ سے مفتعلن ہوا اور مفتعلن اذالہ کے سبب سے مفتعلان بن گیا **فعلتان** عین اور لام کی تحریک سے مخبول مذال ہے اس فرع مین خبل اور اذالہ جمع ہوے ہین خبل کی وجہ سے مستفعلن فعلتن ہوا اور فعلتن اذالہ کے باعث سے فعلتان ہوگیا **فاعلان** مرفوع مذال ہے یہ فرع زحاف رفع اور اذالہ کے جمع ہونے سے بنی ہے رفع کی وجہ سے مستفعلن فاعلن ہوگیا اور فاعلن اذالہ کے باعث سے **فاعلان** بن گیا **مفاعلاتن** مخبون مرفل ہے خبن کی وجہ سے مستفعلن مفاعلن ہوگیا اور ترفیل کے سبب سے اس کے آخر مین تن زیادہ ہوکر مفاعلن تن بنا جسکو مفاعلاتن سے بدل لیا **فع** محذوذ محذوف ہے اس فرع مین حذذ و حذف یہ دو زحاف جمع ہوے ہین مستفعلن حذذ کی وجہ سے مستف ہو کر فعلن بسکون عین سے بدلا گیا پھر فعلن کے آخر سے بوجہ حذف کے سبب خفیف ساقط ہوگیا پس فع رہگیا **فاع** محذوذ مقصور ہے یہ فرع حذذ اور قصر کے جمع ہونے سے بنی ہے حذذ کی وجہ سے مستفعلن مستف رہا اور قصر کی وجہ سے مستف کے پچھلے سبب خفیف کا حرف ساکن ساقط ہو کر اُسکا ماقبل ساکن ہوگیا پس فے کے حذف ہو کر تلے فوقانی کے ساکن ہونیکے بعد مُسْتْ رہا اسکو فاع سے بدل لیا۔

زحافات مس تفع لن

زحافات مس تفع لن منفصل کے پانچ ہین۔ خبن۔ قصر۔ شکل۔ تسبیغ۔ کف۔

خبن سے حرف ساکن سبب خفیف جو رکن کے اول مین ہو گرجاتا ہو پس تفع لن سے سین گرکر متفع لن رہا اسکو مفاعلن سے بدل لیا۔

قصر سے حرف آخر سبب خفیف کا جو آخر رکن مین ہو گرجاتا ہے اور ماقبل اُسکا ساکن ہو جاتا ہے پس مس تفع لن سے مس تفعْلْ حرف آخر کے سکون سے رہگیا اسکی جگہ مفعولن رکھدیا۔

شکل سے مراد اجتماع خبن و کف کا ہو پس مس تفع لن سے بسبب خبن کے حرف سین اور بسبب کف کے حرف نون گرکر متفعلُ بضم لام رہا اسکو مفاعلُ مضموم اللام سے بدل لیا۔

تسبیغ سے یہ مراد ہے کہ سبب خفیف کے درمیان مین جو رکن کے آخر مین واقع ہو ایک الف زیادہ کردینا پس مس تفع لن سے مس تفع لان ہو گیا جیساکہ صاحب میزان الافکار نے حدائق البلاغت سے نقل کیا ہے مستفعلن متصل مین مستفعلان مذال کہلاتا ہے اور یہان مسبغ۔

کف اصطلاح مین اُسے کہتے ہین کہ رُکن کے ساتوین ساکن کو کہ سبب خفیف مین ہو گرادین پس مس تفع لن سے مس تفعلُ لام کے ضمے سے رہجاتا ہے۔ اور فروع مس تفع لن کے یہ ہین **مفاعلن** مخبون **مفعولن** مقصور **مفاعلُ** بضم لام مشکول **مس تفع لان** مسبغ **مستفعلُ** بضم لام مکفوف **فعولن** مخبون مقصور

یہ فرع مس تفع لن مین خبن و قصر کے جمع ہونے سے حاصل ہوئی ہے اسطرح کہ خبن کی وجہ سے مس تفع لن متفع لن ہوا اور پھر قصر کی وجہ سے پچھلے سبب خفیف کا حرف ساکن ساقط ہو کر اُسکا پہلا حرف کہ لام ہے ساکن ہوگیا اور اب متفعل رہگیا جسکو فعولن سے بدل لیا مفاعلان مخبون مذال ہے مس تفع لن سے بوجہ خبن کے مفاعلن حاصل ہوا اور جب بوجہ اذالہ کے آخر کے وتد مجموع مین ساکن سے ماقبل ایک الف بڑھایا تو مفاعلان ہوگیا۔

زحافات مفعولات

زحاف مفعولات بضم تائے فوقانی کے نو ہین۔ وقف۔ طی۔ خبن۔ خبل۔ کسف۔ رفع۔ صلم۔ جدع۔ نحر

وقف بفتح واو و سکون قاف و فا بمعنی کھڑا ہونا اصطلاح مین مراد ہے اسکان تائے مفعولات سے پس مفعولات بسکون تا رہ گیا اور مفعولان سے بدل کیا اور یہ بدل لینا محض واسطے امتیاز مفعولات غیر موقوف کے ہے ورنہ مفعولات بھی غیر مانوس نہین۔

طی مراد ہے سبب خفیف ثانی کے حرف ساکن کے دور کرنے سے پس بسبب طی کے واو گر کر مفعلات بضم رہا اسکی جگہ فاعلات بضم تائے آئے۔

خبن سبب خفیف اول کا ساکن گرانا پس بسبب خبن کے فے گر کر مفعولات سے معولات بضم تا رہا اسکو فعولات یا مفاعیل سے بدل لیا اور ان دونون کا حرف آخر مضموم ہے۔

خبل یعنے اجتماع خبن و طی کا پس مفعولات سے بسبب خبن کے فے اور بسبب طی کے واو گر کر معلات رہا اسکو فعلات تائے مضموم سے بدل لیا۔

کسف بفتح کاف و سکون سین مہملہ و فا کپڑا بیونتنے اور اونٹ کی ایڑی کاٹنے کے معنے مین ہے۔ اور بعض کہتے ہین کہ کشف شین معجمہ سے برہنہ کرنے کے معنے مین ہے لیکن صاحبان کشاف و قسطاس و قاموس و مفتاح اُسے پہلے لغت سے تصحیح بتاتے ہین اور اصطلاح مین مراد ہے اس سے کہ وتد مفروق کے دوسرے متحرک کو گرادین یس تائے آخر کے سقوط کے بعد مفعولات سے مفعولا باقی رہتا ہے اسکو مفعولن سے بدل لیتے ہین اور صاحب مفتاح کے نزدیک کسف اجتماع وقف و کف کا نام ہے پس مفعولات بسبب وقف کے مفعولات بسکون تا رہا اور بسبب کف کے تائے ساکن گر کر مفعولا رہا اس کی جگہ مفعولن رکھدیا پہلے قول کے مطابق کسف زحافات مفردہ مین سے ہوگا اور دوسرے قول کے موافق زحافات مزدوجہ سے

رفع بمعنی اُٹھانا یہان مراد ہے دور کردینا سبب خفیف کا جو اول رکن مین واقع ہو پس مفعولات سے عولات رہگیا اسکی جگہ مفعول لام مضموم سے رکھدیا۔

صَلْم صاد مہملہ کے فتح اور لام اور میم کے سکون سے اسکے معنی جڑ سے ناک کان کاٹنے کے ہین اصطلاح مین مراد ہے وتد مفروق کے حذف کرنے سے پس مفعولاتُ بسبب صلم کے مفعو رہا اسکو فعلن ساکن العین سے بدل لیا۔

جَدْع فتح جیم وسکون دال وعین مہملہ سے بمعنی ناک یا کان یا ہاتھ یا ہونٹ کاٹنا اور اصطلاح مین مراد ہے اسقاط دو سبب خفیف سے اور حرف آخر وتد مفروق کے ساکن کرنے سے پس مفعو حذف ہوکر لاتُ بضم تا رہا پھر لاتُ کی تائے فوقانی ساکن ہوکر لات بسکون تا ہوا اسکی جگہ فاعْ لکھدیا۔

نَحْر بفتح نون وسکون حائے حطّی و رائے مہملہ سینہ کاٹنا اور اونٹ کو مار ڈالنا اصطلاح مین عبارت ہے بعد جدع کے اسقاط الف سے پس مفعولاتُ بسبب جدع کے لات بسکون تا رہا تھا اور اس سے الف ساقط ہوا تو لت رہ گیا اسکو فعْ سے بدل لیا یہ نو زحاف مفعولاتُ کے ہین اور فروع اسکے اسقدر ہین **مفعولان** یا علان بنون موقوف **فاعلاتُ** بضم التا مطوی **مفاعیلُ** بضم اللام مخبون **فعلاتُ** بضم عین تا مخبول مفعولن مکسوف **مفعولُ** بضم لام مرفوع **فعلن** بسکون عین اصلم **فاعْ** مجدوع **فعْ** منحور فائدہ مجدوع اور منحور بموزن شمار کیے جاتے ہین **فاعلان** بسکون مطوی موقوف یہ فرع طی اور وقف کے جمع ہونے سے بنی ہے مفعولاتُ طی کی وجہ سے مفعلاتُ بضم تا ہوگیا اور وقف کی وجہ سے حرف آخر ساکن ہوگیا اس کو فاعلان سے بدل لیا **مفاعیل** بسکون لام مخبون موقوف ہے خبن کی وجہ سے مفعولاتُ معولاتُ بضم تا رہا اور وقف کی وجہ سے اسکا حرف آخر ساکن ہوگیا جس کو مفاعیل سے بدل لیا **فاعلن** مطوی مکسوف ہے اس فرع مین طی اور کسف دونون زحاف جمع ہوے ہین مفعولاتُ طی کی وجہ سے مفعلاتُ ہوا اور کسف کی وجہ سے مفعلا رہگیا اسکو فاعلن سے بدل لیا **فَعُلات** بضم عین وسکون تائے فوقانی مخبول موقوف ہے یہ فرع خبل اور وقف کے جمع ہونے سے بنی ہے مفعولات بسبب خبل کے معلات بضم تا رہا اور وقف کی وجہ سے حرف آخر ساکن ہوگیا اسکو فعلات سے بدل لیا اسکی جگہ فعلان عین متحرک کے ساتھ بھی استعمال کرتے ہین **فعلان** عین ساکن کے ساتھ مخبول موقوف مسکن ہے **فَعِلُن** بکسر عین مخبول مکسوف ہے خبل کی وجہ سے مفعولاتُ معلاتُ بفتح میم وضم عین وضم تائے فوقانی رہگیا اور کسف کی وجہ سے تائے فوقانی گرگئی اور معلا باقی رہا اسکو فعلن سے بدل لیا **فعولن** مخبون مکسوف ہے مفعولات خبن کی وجہ سے معولاتُ بضم تا رہگیا اور کسف کی وجہ سے حرف آخر گرکر معولا ہوگیا جس کو فعولن سے بدل لیا **فعولان** مخبون موقوف ہے اس لیے کہ خبن ووقف کی وجہ سے معولات بسکون تا ہوگیا اس کو فعولان سے بدل لیا۔

زحافات مفاعلتن

مفاعلتن کے آٹھ زحاف ہین ۔ عصب ۔ عضب ۔ قصم ۔ عقل ۔ جمم ۔ نقص ۔ عقص ۔ قطف ۔

عَصْبُ بفتح عین مہملہ وسکون صاد مہملہ وبائے موحدہ اسکے لغوی معنی فراہم کرنا شاخہائے درخت کا کاٹنے کے لیے اور خشک ہونا تھوک اور زبان کا منھ مین پیاس کی وجہ سے ہین ۔ اصطلاح مین عبارت ہے اسکان لام مفاعَلَتُن سے پس بسبب عصب کے مفاعِلْتُن بسکون لام رہا اسکو مفاعیلن سے بدل لیا ۔

عَضَبْ بفتح عین مہملہ وفتح ضاد معجمہ وسکون بائے موحدہ اسکے لغوی معنی شاخ کا توڑنا ہین اصطلاح مین رکن مفاعلتن مین خرم کرنے سے مراد ہے یعنی اُس وتد مجموع کا جو رکن کے اول مین ہو پہلا حرف گرا دینا تو یہان میم گرکر فاعِلَتُن رہا اسکی جگہ مفتعلن نقل کرلیا ۔

قصم بفتح قاف وفتح صاد مہملہ وسکون میم اسکے معنی دانت توڑنا ہین اور مراد ہی اجتماع خرم اور عصب بصاد مہملہ سے پس مفاعلتن سے بسبب خرم کے میم گرا اور بسبب عصب کے لام ساکن ہوگیا فاعِلْتُن رہا اسکو مفعولن سے بدل لیا ۔

عَقْلُ بفتح عین مہملہ وسکون قاف ولام لغوی معنی اس کے اونٹ کے بازو اور ساق باندھنے کے ہین اصطلاح مین اجتماع عصب بصاد مہملہ اور قبض کو کہتے ہین پس مفاعلتن کا بسبب عصب کے لام ساکن ہوا اور بسبب قبض کے گر پڑا مفاعتن رہا اسکو مفاعلن سے بدل لیا ۔ اور مولوی سعد اللہ نے قول المانوس فی صفات القاموس مین یون لکھا ہے کہ عقل مفاعلتن مین عصب اور قبض کے جمع ہونے کا نام ہے پس مفاعلتن بسبب عصب کے مفاعیلن ہوگیا اور پھر معصوب مذکور قبض کی وجہ سے یائے تحتانی گرکر مفاعلن بن گیا غرض کہ مولوی صاحب اول مفاعلتن کا لام عصب کی وجہ سے ساکن کرکے مفاعیلن سے بدلتے ہین اور پھر مفاعیلن کی یائے تحتانی کو قبض کی وجہ سے گراتے ہین اور ہمارے پہلے قول مین یہ بیان ہے کہ مفاعلتن کا لام بسبب عصب کے ساکن ہوجاتا ہے اور اُسکو بغیر مفاعیلن سے بدلے ہوے بوجہ قبض کے لام ساکن کو گرا دیتے ہین پس مفاعتن رہتا ہے وہ مفاعلن سے بدل دیا جاتا ہے مطلب ایک ہی ہے طرز بیان مین فرق ہے اور صاحب خزرجیہ لکھتا ہے کہ عقل عبارت ہے اس سے کہ مفاعلتن کے سبب ثقیل کے دوسرے متحرک کو کہ پانچوان حرف رکن کا یعنی لام ہے گرا دین پس مفاعتن کو مفاعلن سے بدل لیتے ہین اور اس صورت مین عقل زحافات مفردہ مین سے ہوگا **فائدہ** یہ مفاعلن مشابہ ہے ساتھ اُس مفاعلن کے جو مفاعیلن سے بسبب قبض کے حاصل ہوتا ہے لیکن امتیاز یہ ہے کہ یہ مفاعلن معقول سوا بحر وافر کے نہین آتا اس لیے کہ زحاف عقل رکن مفاعلتن سے خصوصیت رکھتا ہے اور رکن مفاعلتن مخصوص ہے بحر وافر سے ۔

جَمَمُ بفتح جیم تازی و میم اول و سکون میم دوم اسکے لغوی معنی مرد کا لڑائی مین بے نیزہ ہونا ہین اور اصطلاح عروض مین مراد ہے اجتماع عقل و خرم سے پس مفاعلتن سے بسبب عقل کے لام ساکن ہوکر گر گیا اور بسبب خرم کے میم متحرک حذف ہوئی فاعلتن باقی رہا اسکو فاعلن سے بدل لیا۔

نقص بمعنی کم کرنا مراد اجتماع عصب بہ صاد مہملہ و کف سے ہے پس بسبب عصب کے مفاعلتن کا لام ساکن ہوا اور بسبب کف کے نون ساکن گر پڑا مفاعلتُ بضم تا باقی رہا اسکو مفاعیلُ بضم لام سے بدل لیا۔

عَقَصُ بفتح عین و سکون قاف و صاد مہملہ بمعنی زلفونکے بال لپیٹنا اور اصطلاح مین عبارت ہے اجتماع خرم و نقص سے پس بسبب خرم کے مفاعلتن سے میم گرا اور بسبب نقص کے لام ساکن ہوکر نون حذف ہوا فاعلتُ بضم تا رہ گیا اسکی جگہ مفعولُ بضم لام لے آئے۔

قَطفُ بفتح قاف و سکون طاے مہملہ و فا اسکے لغوی معنی انگور وغیرہ کا خوشہ کاٹنا ہین اصطلاح عروض مین مراد ہے اجتماع عصب بصاد مہملہ اور حذف سے پس مفاعلتن سے بسبب عصب کے لام ساکن ہوا اور بوجہ حذف کے آخر کا سبب خفیف گر گیا مفاعل لام کے سکون سے رہا اسکی عوض مین فعولن لے آئے۔

یہ آٹھو زحاف مفاعلتن کے ہوے اور فروع کے یہ نام ہین معصوب بصاد مہملہ سے مفاعیلن اعضب ضاد معجمہ سے مفتعلن اقصم مفعولن معقول مفاعلن اجم فاعلن منقوص مفاعیلُ بضم لام اعقص مفعولُ بضم لام۔ مقطوف فعولن۔

زحافات متفاعلن

زحاف رکن متفاعلن کے سات ہین۔ اضمار۔ وقص۔ خزل۔ قطع۔ حذذ۔ اذالہ۔ ترفیل۔

اِضمار۔ بکسر الف و سکون ضاد معجمہ و میم و الف و راے مہملہ اسکے لغوی معنی گھوڑے کا دبلا کردینا ہین اور اصطلاح مین مراد ہے ساکن کرنے تاے متفاعلن سے پس متفاعلن بسکون تا کی جگہ مستفعلن لکھتے ہین۔

وقص بفتح واو و سکون قاف و صاد مہملہ اسکے معنی گردن توڑنا ہین اور یہان مراد ہے اجتماع اضمار و خبن سے پس بسبب اضمار کے متفاعلن کی تے ساکن ہوئی اور بسبب خبن کے گر پڑی مفاعلن رہ گیا فائدہ مفاعلن مین شبہ ہوتا ہے کہ وہ مفاعلن ہوگا جو مستفعلن سے بسبب خبن کے حاصل ہوا ہے یعنی مستفعلن سے بھی بسبب خبن کے سین گر کر مُتَفعِلُن رہتا ہے اور متفعلن مفاعلن سے منقول ہو جاتا ہے پس پہچان یہ ہے کہ مفاعلن موقوص متفاعلن کا سوا بحر کامل کے نہین آتا اسلیے کہ رکن متفاعلن بحر کامل سے مخصوص ہے

خزل خاے معجمہ کے فتحہ اور زاے معجمہ کے سکون اور لام کے سکون سے اسکے معنی کٹ جانے کے ہین یہان عبارت ہے اجتماع اضمار و طی سے پس متفاعلن سے بسبب اضمار کے لام ساکن ہوا اور بسبب طی کے جو تھا حرف

ساکن حذف ہو گیا مُتْفَعِلُنْ رہ گیا اسکی جگہ مفتعلن رکھدیا۔

قطع بفتح قاف وسکون طاے مہملہ وعین مہملہ یعنی رکن کے آخر سے ساکن وتد مجموع کو گرا کر اُسکا ماقبل ساکن کرنا پس متفاعلن سے متفاعل لام ساکن سے رہا اسکو فعلاتن عین مکسور سے بدل لیا۔

حذذ بفتح حاے حطی وفتح ذال نقطہ دار اول وسکون ذال نقطہ دار دوم بمعنی دم کا چھوٹا ہونا اصطلاح مین مراد ہے رکن کے آخر سے وتد مجموع کا ساقط کرنا پس متفاعلن سے متفا رہا اسکو فعلن عین مکسور سے بدل لیا قاموس وصراح وغیرہ کتب لغت وعروض مین حذذ حاے حطی ودو ذال منقوطہ سے لکھا ہے لیکن مولوی صہبائی جَذ جیم مفتوح اور ایک ذال منقوطہ سے لکھتے ہین اور کہتے ہین کہ جس رکن مین یہ زحاف واقع ہو اسکو اجذ کہینگے اور میر شمس الدین فقیر کا بھی یہی مقولہ ہے اور باعتبار لغوی معنی کے بھی دونون لفظ مترادف ہین اور یہ جو میزان الافکار مین لکھا ہے کہ بعضے اسے جیم اور دال مہملہ سے کہتے ہین انتہی تو یہ اُنکی غلطی ہے۔

اذالہ یعنی وتد مجموع مین جو رکن کے آخر مین ہو ایک الف زیادہ کرنا پس متفاعلن سے متفاعلان ہو گیا۔

ترفیل آخر رکن کے وتد مجموع پر ایک سبب خفیف اور بڑھانا پس متفاعلن سے متفاعلن تن ہوا اسکو متفاعلاتن سے بدل لیا۔

یہ سات زحاف متفاعلن کے ہوئے ور فروع اسکی یہ ہین مستفعلن مضمر مفاعلن موقوص مفتعلن مخزول فعلاتن مقطوع فَعِلن بکسر عین محذو ذیا اجذ متفاعلان مذال متفاعلاتن مرفل مستفعلان مضمر مذال یہ فرع اضمار اور اذالہ کے جمع ہونے سے بنی ہے اس طرح کہ متفاعلن مین اضمار کی وجہ سے تاے فوقانی کو سکون ہو گیا اور اذالہ کے سبب سے نون سے پہلے ایک الف بڑھگیا اس طرح مُتْفَاعلان بن گیا جسکو مستفعلان سے بدل لیا اور یہ بھی کہہ سکتے ہین کہ متفاعلن اضمار کی وجہ سے مستفعلن سے بدلا گیا اور اذالہ کے سبب سے مستفعلن مستفعلان بن گیا مفاعلان موقوص مذال ہے یہ فرع ان دو زحافون کے جمع ہونے سے بنی ہے وقص و اذالہ متفاعلن وقص کی وجہ سے مفاعلن ہو گیا اور پھر مفاعلن اذالہ کی وجہ سے مفاعلان بن گیا مفتعلان مخزول مذال ہے متفاعلن خزل کی وجہ سے مُتْفَعِلُنْ ہو کر مفتعلن سے بدل گیا اور اذالہ کی وجہ سے مفتعلن مین نون سے قبل ایک الف زیادہ ہو کر مفتعلان ہو گیا فعلان بکسر عین محذو ذ مذال ہے حذذ کی وجہ سے متفاعلن سے علن گر گیا تو متفا کو فعلن مکسور العین سے بدل لیا اذالہ کی وجہ سے اس مین ایک الف نون سے قبل زیادہ ہو کر فعلان بن گیا مستفعلاتن مضمر مرفل ہے یہ فرع اضمار اور ترفیل کے جمع ہونے سے بنی ہے اضمار کی وجہ سے متفاعلن کی تے ساکن ہو گئی پھر ترفیل کے سبب سے ایک سبب خفیف اُسکے آخر مین اضافہ ہوا تو متفاعلن تن ہو کر مستفعلاتن سے بدل گیا مفاعلاتن موقوص مرفل ہے

وقص کی وجہ سے متفاعلن مفاعلن ہوگیا اور ترفیل کے باعث سے ایک سبب خفیف اُسکے آخر مین بڑھ گیا
تو مفاعلن تن ہوا اسکو مفاعلاتن سے بدل لیا مفتعلاتن مخزول مرفل ہے متفاعلن خزل کی وجہ سے
مُتْفَعِلُن ہوگیا تاے فوقانی کے سکون سے اور ترفیل کے باعث سے اُسکے آخر مین ایک سبب خفیف زائد ہوکر
مُتْفعلن تن ہوا جسکو مفتعلاتن سے بدل لیا مفعولن مقطوع مضمر ہے زحاف قطع کے آنے سے متفاعلن
متفاعل لام ساکن سے ہوگیا اور اضمار کی وجہ سے متفاعل کی تاے فوقانی ساکن ہوئی پھر اسکو مفعولن سے
بدل لیا فعْلن بسکون عین محذوذ مضمر ہے حذذ کی وجہ سے متفاعلن متفا تاے متحرک سے رہ گیا اور
اضمار کے سبب سے تا ساکن ہوگئی تو مُتْفا کو فعلن سے بدل لیا۔

زحافات فعولن

رُکن فعولن کے ساتھ زحاف ہین۔ قبض۔ قصر۔ حذف۔ ثلم۔ ثرم۔ بتر۔ تسبیغ۔

قبض یعنی ساکن پنجم سبب کا نون گرانا پس فعولن سے فعولُ بضم لام رہا

قصر یعنی ساکن سبب خفیف کا آخر رکن سے گرانا اور اُسکا ماقبل ساکن کرنا پس فعولن سے فعول بہ سکون لام ہوجاتا ہے۔

ثلم بفتح ثاے مثلثہ وسکون لام ومیم بمعنی سوراخ کرنا اصطلاح مین مراد ہے رُکن فعولن مین خرم کرنے سے یعنی وتد مجموع سے کہ رکن کے اول مین ہو حرف اول متحرک کو حذف کردین پس فعولن سے فے دور ہوکر عولن رہا اسکی جگہ فعْلن بسکون عین رکھا گیا۔

ثرم بفتح ثاے مثلثہ وراے مہلہ مفتوح ومیم ساکن یعنی آگے کے دانت توڑنا اور اصطلاح عروض مین مراد اجتماع قبض وخرم سے ہے پس بسبب خرم کے فے اور بسبب قبض کے نون فعولن کا گر پڑا عولُ لام مضموم سے رہ گیا اسکو فَعْلُ عین ساکن اور لام مضموم سے نقل کرلیا اور رفاع بھی اسکی جگہ رکھ سکتے ہین۔

بتر بفتح باے موحدہ وسکون تاے فوقانی وراے مہلہ بمعنی جڑ سے اُکھیڑنا اور دُم کاٹنا اصطلاح مین عبارت ہے اجتماع حذف وقطع سے پس فعولن سے سبب خفیف بوجہ حذف کے گر گیا اور واو بسبب قطع کے گر کر عین ساکن ہوگیا اس طرح فع باقی رہا بعض اسکی جگہ فل تجویز کرتے ہین اور ابن قیس کے نزدیک بتر یہ ہے کہ فعولن کا وتد گرا دین پس لن باقی رہتا ہے اس صورت مین مرکب نہوگا۔

تسبیغ یعنے سبب خفیف کے درمیان مین الف بڑھانا پس فعولن سے فعولان ہوگیا۔

یہ سات زحاف فعولن کے ہوے اور اسکی فروع یہ ہین فعولُ بضم لام مقبوض فعول بسکون لام مقصور فَعَلُ بفتح عین وسکون لام محذوف فعْلُن بسکون عین اثلم فَعْلُ یا فاع اثرم فع ابتر فعولان مسبغ

فعلان بسکون عین اثلم مسبغ اس فرع مین دو زحاف جمع ہوے ہین ایک ثلم جسکی وجہ سے فعولن سے عولن ہو جاتا ہے اور تسبیغ کی وجہ سے نون ساکن کے پیشتر ایک الف بڑھکر فعلان سے بدل لیا جاتا ہے اور یون بھی کہہ سکتے ہین کہ اول عولن کو فعلن سے بدل لیتے ہین پھر فعلن مین نون تسبیغ کا اضافہ ہو کر فعلان بن جاتا ہے

زحافات فاعلن

رکن فاعلن کے چھ زحاف ہین خبن ۔ قطع ۔ خلع ۔ حذذ ۔ اذالہ ۔ ترفیل

خبن یعنی ساکن سبب خفیف کو حذف کر دینا جو رکن کے اول مین ہو پس فاعلن سے فعلن عین مکسور سے ہا

قطع یعنی ساکن وتد مجموع کو گرا کے اسکے ماقبل کو ساکن کرنا پس فاعلن سے فاعل رہا اسکی جگہ فعلن بسکون عین لے آئے اور بعض کا یہ مذہب ہے کہ وتد مجموع کے دوسرے متحرک کو حذف کر دینا چاہیے اس صورت مین لام گر جائیگا اور فاعن رہیگا اسکو بھی فعلن سے بدل لینگے۔

بعض کہتے ہین کہ فعلن بسکون عین مخبون مسکن ہے یعنی فاعلن مین خبن کے بعد تین حرف متحرک جمع ہو گئے پھر بسبب تسکین کے درمیانی حرف کو ساکن کر دیا کہ وہ وتد مجموع کا پہلا حرف ہے پس فعلن بسکون عین حاصل ہوا وجہ اسکی یہ ہے کہ رکن مقطوع صرف مصرعون کے آخر مین آتا ہے اور فعلن بحر متدارک مین اور جگہ بھی آجاتا ہے اس تقدیر پر یہ فرع مخبون مسکن کہلائے گی اور بحر متدارک کے ساتھ خاص ہو گی فعلن کو فاعلن سے مقطوع کہنے کی صورت مین علت تغیر اور ہے اور مخبون و مسکن کہنے کی حالت مین علت تغیر دوسری چیز ہے اور پہلی صورت مین فاعلن کا نون اور لام کی حرکت گر کر فعلن حاصل ہوتا ہے اور دوسری صورت مین الف اور عین کی حرکت محذوف ہو کر فعلن بنا ہے خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب تمام شعر فعلن بسکون عین کے وزن پر ہو تو اسکو مخبون مسکن کہنا چاہیے اور اگر عروض و ضرب مین فعلن واقع ہو تو اُسے مقطوع سمجھنا چاہیے اور مخبون مسکن متدارک کے سوا دوسری جگہ نہ آئیگا اور مقطوع بسیط مین بھی آتا ہے۔

خلع یعنے اجتماع خبن و قطع کا پس فاعلن سے الف بسبب خبن گرا اور نون بسبب قطع کے گر کر لام ساکن ہوا فعل بکسر عین و سکون لام ہو گیا۔ یہ قول ابن قیس کا ہے صاحب مخزن الفوائد نے جو خلع خبن و قصر کا اجتماع قرار دیا ہے اور فعلن کو مخبون مقصور لکھا ہے یہ غلط ہے اسلیے کہ قصر اصطلاح مین عبارت ہے اسقاط ساکن سبب خفیف و اسکان ماقبل سے اور فعلن مخبون مین سبب نہین کیونکہ یہ رکن فاعلن سے حاصل ہوا ہے اور اسمین سبب خفیف کے بعد وتد مجموع ہے غرض کہ نہ اصل رکن فاعلن مین سبب کا وجود ہے نہ فعلن مخبون مین جو قصر آسکے۔

حذذ یعنے وتد مجموع کا ساقط ہونا پس فاعلن سے وتد مجموع گر کر فا رہا اسکو فع سے بدل لیا۔

اذالہ یعنی آخر رکن کے وتد مجموع مین ساکن سے ماقبل الف بڑھانا پس فاعلن سے فاعلان ہوگیا
ترفیل وتد مجموع پر سبب خفیف زیادہ کرنا پس فاعلن سے فاعلن تن ہوا اس کو فاعلاتن سے بدل لیا۔

یہ چھ زحاف فاعلن کے ہوے اور فروع اسکی یہ ہین فعلن بکسر عین مخبون فعلن بسکون عین مقطوع فعل بکسر عین وسکون لام مخلع قع محذوذ فاعلان مذال فاعلاتن مرفل فعلان عین کے کسرے سے مخبون مذال یہ فرع دو زحافونکے اجتماع سے بنی ہے ایک خبن دوسرے اذالہ خبن کی وجہ سے فاعلن سے فعلن مکسور العین بنا اور اذالہ کی وجہ سے نون سے پیشتر ایک الف زیادہ ہوکر فعلان ہوگیا اور بعض کہتے ہین کہ فاعلان مذال مین سے الف بسبب خبن کے گرنے کے بعد فعلان ہوجاتا ہے فعلان سکون عین سے مقطوع مذال قطع کی وجہ سے فاعلن فاعل رہ کر فعلن ساکن العین سے بدل گیا اور اذالہ کی وجہ سے ایک الف اضافہ ہوکر فعلان ہوگیا۔ اور بعض فعلان کو مخبون مسکن مذال کہتے ہین۔

بیان معاقبہ ومراقبہ ومکانفہ

مُعاقبہ بضم میم وفتح قاف وبائے موحدہ اسکے لغوی معنی ایک دوسرے کے پیچھے آنا ہین اور اصطلاح عروض مین اُسے کہتے ہین کہ ایک شعر مین جب دو سبب خفیف جمع ہون تو ان دونون کو چاہین ایک ساتھ رہنے دین یا ایک کو رکھین ایک کو گرائین مثلاً بحر مجتث مین رکن مستفعلن کی سین اور نون کا ایک ساتھ گرانا جائز نہین خواہ دونون کو ثابت رہنے دین خواہ ایک کو گرا کر ایک رکھین اور دو سبب خفیف کے جمع ہونے کے ایک شعر مین تین طور ہین یا یہ کہ بہ حسب وضع کے اصل ترکن مین دو سبب خفیف جمع ہونگے جیسے مفاعیلن مستفعلن اور مفعولات مین یا بعد مزاحف ہونے کے دو سبب اکٹھے ہوجائین جیسے متفاعلن مضمر ہوکر مستفعلن اور مفاعلتن معصوب ہوکر مفاعیلن ہوجاتا ہے یا دو رکن ملکر دو سبب خفیف پیدا ہونگے جیسے بحر رمل فاعلاتن فاعلاتن کہ یہان رکن اول کا آخر اور رکن ثانی کا اول ملکر تن فا دو سبب خفیف ہوگئے پس یا تو ان دونون سببون کو سالم رکھکر تن فا پڑھتے ہین یا سبب اول کے نون کو حذف کرکے ت فا حاصل کرتے ہین یا دوسرے سبب کے الف کو دور کرکے تن ف پڑھتے ہین ان تینون صورتونکو معاقبہ کہتے ہین اور ت ف کہنا جائز نہین اس لیے کہ دونون سببونکے حروف ساکن حذف کر دینے سے ثقل پیدا ہو جائے گا اور یہ فاصلہ کبرے ہے جیسے عروضی ثقیل جانتے ہین۔

مُراقبہ بضم میم وفتح قاف وبائے موحدہ اسکے لغوی معنی ایک دوسرے کی نگہبانی کرنا ہین اور اصطلاح مین اُسے کہتے ہین کہ جب دو سبب خفیف جمع ہوجائین تو دونون کا گرانا اور دونون کا ثابت رکھنا ایک ساتھ جائز نہین

بلکہ ایک کو ضرور گرلتے ہین اور یہ رکن مفاعیلن اور مفعولاتُ اور مستفعلن مین واقع ہوتا ہے شلاً بحر مضارع مین رکن مفاعیلن کی ی اور ن کا ایک ساتھ رکھنا اور ایک ساتھ گرانا جائز نہین۔

مُکانفہ بضم میم و فتح نون و فا اسکے لغوی معنی ایک دوسرے کو پکڑ لینا ہین اور اصطلاح مین اُسے کہتے ہین کہ جب دو سبب خفیف جمع ہو جائین تو دونون کا ایک ساتھ گرانا جائز ہو یعنی چاہین تو دونون کو ایک ساتھ رکھین چاہین گرا دین یا ایک ہی کو رکھین اور یہ حذف کرنا حرف ساکن کا بسبب کسی زحاف کے زحافون متذکرۂ بالا سے ہوتا ہے چنانچہ رُکن مفعولاتُ مین بسبب جدع کے دونون سبب خفیف گر جاتے ہین یہ بھی معلوم رہے کہ یہ تینون صورتین ارکان سے کچھ خصوصیت نہین رکھتی ہین بلکہ بحرون سے متعلق ہین یعنے ایک رکن مین کسی بحر کے درمیان معاقبہ ہے مراقبہ نہین اور اسی رکن مین کسی دوسری بحر مین مراقبہ ہے معاقبہ نہین اسلیے ہم لکھے دیتے ہین کہ معاقبہ مدید منسرح رمل وافر ہزج خفیف طویل کامل و مجتث مین آتا ہے مگر کامل و وافر مین ایسی حالت مین واقع ہوتا ہے کہ مضمر و معصوب ہو کر آئین اور مراقبہ مشاکل قریب جدید اور مضارع مین لازم ہے اور سریع و منسرح مین غالبًا ہوتا ہے اور بحر خفیف مین جائز ہے اور مکانفہ سریع منسرح بسیط اور رجز مین آتا ہے۔

کون کون زحاف کس کس زبان اور بحر سے خصوصیت رکھتا ہے

ناظرین پر مخفی نرہے کہ اگرچہ کُل زحاف اڑتالیس ہین جن مین سے گیارہ زحاف عصب بصاد مہملہ عضب بضاد معجمہ۔ عقل۔ نقص۔ قطف۔ قصم۔ جمم۔ عقص۔ اضمار۔ وقص۔ خزل عربی سے مخصوص ہین اور اہل فارس کے استعمال مین بہت ہی کم ہین۔ اور یہ تیرہ زحاف اہل فارس کی ایجاد سے ہین جب۔ ہتم۔ زلل۔ بتر۔ جدع۔ نحر۔ جحف۔ ربع۔ درس۔ عرج۔ طمس۔ سلخ۔ رفع۔ عربی مین مستعمل نہین اور یہ چوبیس زحاف خبن۔ طی۔ قبض۔ کف۔ خبل۔ شکل۔ خرم۔ ثلم۔ خرب۔ شتر۔ ثرم۔ قطع۔ حذذ۔ اذاله۔ ترفیل۔ خلع۔ وقف۔ کسف۔ صلم۔ قصر۔ حذف۔ تسبیغ۔ بتر۔ تشعیث۔ مشترک ہین جو بتر اہل فارس کی ایجاد سے ہے وہ رکن مفاعیلن سے مخصوص ہے اور بتر مشترک فعولن اور فاعلاتن سے مخصوص ہے مگر ہمنے اُنہی زحافات کو بیان کیا جو زبان اُردو مین کثرت سے مستعمل ہین خواہ وہ عربی سے مخصوص ہون یا فارسی سے اور جو زحاف ان زبان کے اشعار مین جاری نہین اُن کا ذکر خاصکر مع تفصیل بے سود ہے اور زحافات کی تقسیم بھی باعتبار خصوصیت کے جو انکو عربی و فارسی سے حاصل ہے اس کتاب مین بالکل فضول ہے مگر بسبیل شذوذ کہین ایسا بھی ہو گیا ہے خصوصًا فارسی کے تیرہ زحافون مین سے کل چار زحاف جب۔ ہتم۔ زلل۔ بتر رباعی سے مخصوص ہین کسی

رباعی کا عروض وضرب اُنسے خالی نہین ہوتا لیکن اساتذہ نے رباعی کے وزن مین غزل کہنی بھی جائز رکھی ہے اسلیے یہ زحاف غزل کے عروض وضرب مین بھی آ سکتے ہین باقی نو زحاف بہت ہی کم مستعمل مین اور تعریف وتفصیل اُس زحاف کی زیادہ مفید ہوتی ہے جو زحاف کئی رکنون مین مشترک ہوتا ہے اور اگر غور سے دیکھو تو مستفعلن متصل مین مفعولان جسے اہل فارس اعرج کہتے ہین مقطوع مسبغ ہے اسلیے کہ مستفعلن مقطوع ہوکر مفعولن ہوجاتا ہے اور مفعولن تسبیغ سے مفعولان ہوسکتا ہے مگر اس سبب سے کہ اس حالت مین رکن کے آخر ہی مین کمی بھی اور بیشی بھی ماننی پڑے گی اور یہ معیوب ہے اسلیے ایک نیا زحاف ماننا پڑا اور مستفعلن کے لام کی تسکین کے قائل ہوے اور اسکو مفعولان سے بدل لیا اسی طرح مستفعلن متصل مین فعلان بسکون عین کو جو یہ مطموس کہتے ہین ہم اسے محذوذ مسبغ بول سکتے ہین کیونکہ مستفعلن محذوذ ہوکر فعلن بسکون عین رہجاتا ہے اور فعلن مسبغ ہوکر فعلان ہوسکتا ہے مگر یہان بھی اسی خوف سے ایک نیا زحاف جس مین وہ عیب نہ ہو ماننا پڑا جسکا نام طمس یعنے اسقاط عین ولام کے قائل ہوے اور مستفن کو فعلان سے بدل لیا پس اعرج کو اعرج اور مطموس کو مطموس کہنا چاہیے نہ اعرج کو مقطوع مسبغ اور مطموس کو محذوذ مسبغ ہرچند کہ یہ دونون زحاف ایک ہی رکن مین ہوتے ہین اور انکی نظیر کہین پائی نہین جاتی مگر ان کا انکار نہین ہوسکتا کس لیے کہ ان دونون زحافون نہین بلکہ سلخ اور ذرس مین بھی کہ اول فاع لاتن منفصل مین اور دوم فاعلاتن متصل مین فاع ہوکر آتا ہے ایک ایسا نیا تغیر ہوتا ہے جو سواے مستفعلن متصل اور فاع لاتن منفصل اور متصل کے کسی اور رکن مین نہین ہوتا یہان سے ثابت ہوا کہ محقق طوسی نے جو تشعیث کے بیان مین خلیل کے مذہب پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اسکی نظیر کہین پائی نہین جاتی بیجا ہے کیونکہ بہت سے تغیرات ایسے ہین جن کا نظیر کہین پایا نہین جاتا اسیطرح مشعث مین بھی ایک ایسا نیا تغیر ہوتا ہے کہ سواے فاعلاتن کے اور کہین پایا نہین جاتا ۔

جبکہ اول مجمل بیان زحاف کا کیا گیا اور پھر ہر ایک رکن کے ساتھ زحافونکی شرح ہوئی تو اب ہر ایک زحاف کا حال بہ تخصیص بحور لکھا جاتا ہے ۔ زحاف اذالہ بحر رجز و متدارک وبسیط وکامل اور سریع ومنسرح ومقتضب ومدید وجدید مین آتا ہے اور اکثر عروض وضرب مین واقع ہوتا ہے حشو مین کم اور صدر وابتدا مین بالکل نہین آتا اور یہ ہم تیسرے موتی مین بیان کر چکے ہین کہ مصرع اول کے پہلے جز کو صدر اور مصرع ثانی کے پہلے جز کو ابتدا ومطلع کہتے ہین اور مصرع اول کے پچھلے جز کو عروض اور مصرع ثانی کے پچھلے جز کو ضرب وعجز بولتے ہین اور دونون مصرعونکے بیچ مین جو اجزا ہین انکا نام حشو ہے اضمار اور وقص اور خزل یہ زحاف بحر کامل سے مخصوص ہین ترفیل یہ زحاف فارسی وریختہ مین نادر الوقوع ہے عربی مین بحر کامل سے اختصاص رکھتا ہے کبھی رجز مین بھی آتا ہے تسبیغ بحر ہزج رمل متقارب مضارع مجتث مدید خفیف ان آٹھ بحرونمین آسکتا ہے تشعیث بحر رمل مجتث مدید خفیف چار بحرونمین آتا ہے

ثلم یہ زحاف بحر متقارب مین واقع ہوتا ہے اور طویل مین بھی آتا ہے **جَبّ** یہ زحاف بحر ہزج اور مضارع مین آتا ہے
جدع منسرح مقتضب سریع تین بحرونمین آتا ہے **حذذ** بحر رجز و کامل و متدارک و بسیط مین بہت آتا ہے
باقی بحرونمین اگرچہ مستفعلن متصل ہو بہت کم آتا ہے **حذف** بحر ہزج رمل متقارب مضارع مجتث طویل مدید
خفیف۔ مشاکل قریب مین آتا ہے **خبن** بحر رمل رجز متدارک منسرح مقتضب مجتث مدید بسیط سریع خفیف
جدید گیارہ بحرونمین آتا ہے **حجف** بحر رمل اور مجتث اور خفیف مین واقع ہوتا ہے **خلع** بسیط اور رجز اور
متدارک مین آتا ہے **خرم** بحر ہزج اور مضارع اور قریب مین واقع ہوتا ہے **رفع** رجز و منسرح دو بحرونمین آتا ہے
صلم بحر منسرح و مقتضب و سریع مین آتا ہے **طی** بحر رجز منسرح مقتضب بسیط سریع پانچ بحرونمین واقع ہوتا ہے
اور بشرط اضمار بحر کامل مین بھی آتا ہے **قبض** بحر ہزج متقارب مضارع طویل چار بحرون مین آتا ہے **قصر**
بحر ہزج رمل متقارب مضارع مجتث طویل مدید مشاکل خفیف جدید مین واقع ہوتا ہے **قطع** بحر رجز کامل رمل
متدارک مقتضب مدید بسیط سریع خفیف نو بحرونمین آتا ہے چونکہ قطع رکن مستفعلن متفاعلن فاعلن مین آتا ہے
اور اول سے مفعولن دوسرے سے فعلاتن عین مکسور سے تیسرے سے فعلن بسکون عین بعد قطع کے حاصل
ہوتے ہین اور مفعولن و فعلاتن و فعلن اور ارکان سے بھی اور زحافات کی وجہ سے پیدا ہوتے ہین پس خیال رکھنا
چاہیے کہ مفعولن سوائے بحر مضارع و مجتث کے سب بحرونمین مقطوع ہے اور ان دونون بحرونمین مقصور ایسے ہی
فعلاتن صرف بحر کامل مین مقطوع ہے اور فعلن صرف بحر متدارک مین مقطوع ہے مگر متدارک مین فعلن کو خواجہ
نصیر الدین طوسی کی رائے کے موافق مقطوع نہین کہہ سکتے۔ اور دوسرون کے نزدیک کہنا درست ہے
کف ہزج۔ رمل۔ مضارع۔ مجتث۔ طویل۔ مدید۔ خفیف۔ قریب۔ جدید۔ مشاکل مین آتا ہے۔
بتر یہ زحاف تین طرح پر ہے یعنی اجتماع ثلم و حذف کو بھی بتر کہتے ہین جیسے فعولن سے فاع اور اجتماع حذف
و قطع کو بھی بتر کہتے ہین جیسے فاعلاتن سے فعلن اور اجتماع خرم و جب کو بھی بتر کہتے ہین جیسے مفاعیلن سے فع
پس بعض رکن مین اس کا لقب ابتر ہوتا ہے اور بعض مین مقطوع و محذوف کہتے ہین اور بعض مین اخرم و مجبوب
بولتے ہین اور یہ زحاف حسب تشریح ارکان مذکورۂ بالا بحر ہزج و رمل و متقارب و مضارع و مجتث و خفیف
مدید مین آسکتا ہے **شرم** بحر طویل و متقارب مین واقع ہوتا ہے **خبل** چار بحر
منسرح اور رجز اور بسیط اور سریع مین آتا ہے **خرب** بحر ہزج و مضارع و قریب مین آتا ہے **ربع** بحر رمل
و مضارع مین آتا ہے **زلل** بحر ہزج اور مضارع مین آتا ہے **شتر** بھی بحر ہزج اور مضارع مین واقع ہوتا ہے **تشکیل** یہ زحاف
بحر رمل و مجتث و مدید و خفیف مین آتا ہے۔ آٹھ زحاف **عصب** بصاد مہملہ **عضب** بضاد منقوط **جمم** **عقل**
عقص **قصم** **قطف** **نقص** بحر وافر سے مخصوص ہین ان آٹھ زحاف مین سے چار زحاف عضب

بضاد معجمہ۔ قصم۔ جمم۔ عقص۔ صدر و مطلع سے مختص ہین اور تین زحاف عصب بصاد مہملہ۔ عقل۔ و نقص عام ہین اور قطف عروض و ضرب مین آتا ہے کسف و نحر یہ زحاف بحر منسرح مقتضب اور سریع تین بحرون مین آتا ہے اور وقف بحر منسرح۔ مقتضب۔ سریع تین بحرون مین آتا ہے ہتم یہ زحاف بحر ہزج اور مضارع مین واقع ہوتا ہے۔

باوجودیکہ اضمار بحر کامل سے خصوصیت رکھتا ہے اور عصب بحر وافر سے مخصوص ہے لیکن نواب سید محمد خان رند تخلص شاگرد خواجہ حیدر علی آتش نے ان دونون زحافونکو ایک بحر مین جمع کیا ہے۔ س

مدت ہوئی نہین دیکھا دلدار کو قیامت ہے	تدبیر کچھ نہین بنتی کیا موت سے ندامت ہے

تقطیع مدت ہوئی مستفعلن نہین دیکھا مفاعیلن دلدار کو مستفعلن قیامت ہے مفاعیلن تدبیر کچھ مستفعلن نہین بنتی مفاعیلن کیا موت سے مستفعلن ندامت ہے مفاعیلن۔

تنبیہ ارکان افاعیل مین سے فاعلن اور فعولن مفاعیلن کی فرع واقع ہوے ہین اور مفاعیلن مفاعلتن کی فرع ہے اور مستفعلن متفاعلن کی پس یہ چارون بہ نسبت اپنے اُصول کے فرع ہونگے اور اپنی فروع کے مقابلے مین اُصول ہونگے۔

یہ بھی جاننا چاہیے کہ زحاف تین قسم کے ہین ایک وہ جو بیت مین سب جگہ آتے ہین اور وہ یہ چھ ہین خبن۔ طی۔ قبض۔ کف۔ خبل۔ شکل۔ مگر کف اور شکل اور خبل عروض و ضرب مین نہین آتے یہ زحاف چونکہ کسی خاص مقام سے خصوصیت نہین رکھتے اس وجہ سے ان کو عام کہتے ہین۔

دوسرے وہ کہ صدر و مطلع سے مخصوص ہین اور باقی ارکان مین نہین آتے اور وہ پانچ ہین خرم۔ ثلم خرب شتر ثرم مگر استعمال عرب مین یہ پانچون زحاف صدر و مطلع سے مخصوص ہین اہل فارس و ریختہ نے انکو کسی مقام سے مخصوص نہین رکھا یہانتک کہ کبھی کبھی خرم و ثلم کو عروض و ضرب مین بھی استعمال کر جاتے ہین البتہ جس وقت حشو وغیرہ مین خرم کرتے ہین تو اُس وقت خرم نہین کہتے تخنیق کہتے ہین اور رکن کو بجاے اخرم کہنے کے مخنق بولتے ہین اور تخنیق خاے نقطہ دار اور نون کے ساتھ گلا گھوٹنے کے معنے مین ہے حدائق عجم مین اسی طرح لکھا ہے لیکن علامۂ نقشبند نے شرح خزرجیہ مین حاے مہملہ اور باے موحدہ کے ساتھ بیان کیا ہے اور تحبیق کے معنے جمع کرنا ہین اور اس صورت مین رکن کو محبق کہنا چاہیے مگر مشہور خاے نقطہ دار و نون ہی سے ہے اور باقی چار زحافونکا نام بھی نہین بدلتے پس اہل فارس و ریختہ کے استعمال مین بجاے چھ زحاف کے گیارہ زحاف عام ہین

تیسرے وہ جو عروض و ضرب سے مخصوص ہین اور باقی ارکان مین نہین آتے اور وہ یہ تیرہ ہین قطع۔ حذذ۔ اذالہ۔ ترفیل۔ خلع۔ وقف۔ کسف۔ صلم۔ قصر۔ حذف۔ تسبیغ۔ بتر۔ تشعیث پچھلی دونون قسمونکے زحاف خاص کہلاتے ہین۔

چوتھا شہر تقطیع کے بیان اور حروف ملفوظی و مکتوبی کے ذکر مین

مخفی نرہے کہ لغت مین تقطیع کے معنے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے ہین اور صطلاح علم عروض مین جزو شعر کو ارکان افاعیل سے ہموزن و برابر کرنے کو کہتے ہین تقطیع مین تخصیص نہین کہ حرکات باہم یکسان آئین اسی قدر کافی ہے کہ متحرک اور ساکن مقابل ہو جائین یعنی یہ ضرور نہین کہ ضمہ مقابل ضمے کے اور فتحہ مقابل فتحے کے اور کسرہ مقابل کسرے کے ہو حرکت کا مقابل حرکت کے اور سکون کا مقابل سکون کے ہونا شرط ہے مثال

	ذوق	
عدو آیا ہے بنکر نامہ بر لکھا نصیبون کا		کرینگے لیکے کیا خط مدعی سے مدعا سمجھے

تقطیع عدو آیا مفاعیلن ہ بنکر نا مفاعیلن مہ بر لک کا مفاعیلن نصیبو کا مفاعیلن کرے گے لے مفاعیلن ک خط کا مد مفاعیلن دعی سے مد مفاعیلن و عا سمجھے مفاعیلن۔

	ایضاً	
دل عبادت سے چرانا اور جنت کی طلب		کام چور اس کام پر کس منہ سے اُجرت کی طلب

تقطیع دل عبادت فاعلاتن سے چرانا فاعلاتن اور جنت فاعلاتن کی طلب فاعلن ٭ کام چور اس فاعلاتن کام پر کس فاعلاتن منہ سے اُجرت فاعلاتن کی طلب فاعلن ٭ الفاظ بے معنے اکثر اشعار کے تقطیع کرنے مین مقابل ارکان کے واقع ہوتے ہین اگر بامعنے ہون تو بہتر ہے مگر یہ کچھ ضرور نہین ہے۔

اس شعر مین ذوق کے ہر رکن کے مقابل الفاظ بامعنے آتے ہین۔

مرے دل مین جو حسرت ہو نکالو نہین کہان اُسکو		نہ وہ زیر فلک نکلے نہ وہ زیر زمین نکلے

تقطیع مرے دل مین مفاعیلن جو حسرت ہے مفاعیلن نکالو نہین مفاعیلن کہان اُس کو مفاعیلن نہ وہ زیرے مفاعیلن فلک نکلے مفاعیلن نہ وہ زیرے مفاعیلن زمین نکلے مفاعیلن۔

اس امر کا بھی لحاظ مستحسن بلکہ واجب ہے کہ جزو شعر کا جو مقابل جزو بحر کے واقع ہو وہ مضحکہ انگیز نہ ہو جیسے میر حسن کے اس شعر مین۔

الگ ہم سے یون رہنا اور چھوٹنا	یہ او پر ہی او پر مزے لوٹنا

عروض وضرب مین ٹنا مقابل فعل کے واقع ہے اگرچہ اساتذۂ کرام و بلغاے عظام کی نظر بیشتر بلندی مضامین وایجاد لطائف معانی و مراعات علم بیان و بدیع وغیرہ امور معظم پر مقصور ہوتی ہے اور نگاہ التفات امور رکیکہ اور کسی جزئیات کی طرف کم ہوتی ہے اور ارتکاب اس قسم کے عیوب کا کلام کو پایۂ اعتبار سے ساقط اور مرتبۂ کمال متکلم کو پست بھی نہین کرتا تاہم ایسی ترکیبون سے احتراز اولے ہے کیونکہ اکثر ارباب دل اور صاحبان فراست کے سامنے خجل ہونا اور خفت اُٹھانا پڑتا ہے چنانچہ مشہور ہے کہ ایک شاعر نے کسی بادشاہ کی مدح مین قصیدہ لکھکر پیش کیا بادشاہ نے ندرت معنی و پختگی عبارت و خوبی تشبیہ و محاسن استعارات سے محظوظ ہوکر چاہا کہ صلۂ لائق و جائزہ فائق عطا کرے دربار مین ایک حاسد بھی حاضر تھا اُسنے شاعر کے حق مین بادشاہ کی یہ عنایت دیکھکر ازراہ حسد عرض کیا کہ فلان شعر کی تقطیع کرانا چاہیے اتفاقاً اُس شعر مین تاج دولت برسرت واقع تھا تقطیع کی تولت برسرت نہ باہر آیا حاسد نے وہین عرض کیا قبلۂ عالم ملاحظہ ہو حضور کی شان مین کیسی گستاخی کی ہے بادشاہ کو نہایت غصہ آیا اور بہت خواری و ذلت کے ساتھ وہان سے نکلوا دیا بیچارے خفت کے مارے کو بجز صلۂ ناکامی کچھ ہاتھ نہ لگا۔

تقطیع کے واسطے اول جاننا ارکان و بحور کا اور واقفیت اوزان بحور کی ضرور ہے تاکہ تقطیع حقیقی چھوڑکر غیر حقیقی نکرے تقطیع حقیقی اُسکو کہتے ہین کہ تقطیع مین بحر کے رکن مطابق و صحیح آئین جیسے اس شعر کی تقطیع مین

ذوق

وحشت گئی نہ بعد فنا بھی مرا غبار	باتین کرہی سقف سپہر کہن کے ساتھ

تقطیع وحشت گ مفعولُ ای ن بعد فاعلاتُ فنابی م مفاعیلُ راغبار فاع لان + باتے ک مفعولُ رے ہ سقف فاعلاتُ سپہرے کُ مفاعیلُ ہن کے سات فاع لان + یہ وزن بحر مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور کا ہے۔ اور تقطیع غیر حقیقی وہ کہ جو اُسکے مخالف ہو مثلاً اُس شعر کی تقطیع اس طرح یہ کی جاے وحشت گئی مستفعلن نہ بعدفعول فنا بی فعولن مراغبار مفاعلان + باتے کرے مستفعلن ہ سقف فعولن کہن ک سات مفاعلان + یہ رکن کسی بحر خاص کے نہین ہین اور یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ تقطیع مین حروف غیر ملفوظی شامل نہ کیے جائین اور جو حروف کہ لکھے نہین جاتے مگر پڑھنے مین آتے ہین وہ تقطیع مین شمار کر لیے جائین یعنی حروف مکتوبی غیر ملفوظی تقطیع سے ساقط کر دیے جاتے ہین اور حروف ملفوظی غیر مکتوبی داخل کیلیے جاتے ہین۔

بیان حروف مکتوبی غیر ملفوظی

مثال حروف مکتوبی غیر ملفوظی کی فارسی مین لفظ خودداری ہے کہ واؤ اُسکی تقطیع مین نہین آتی ۔

اکبر

دہ ادا کی کہ قضا آگئی خودداری کی	وہ نظر کی کہ اثر کر گئی جادو کی طرح

تقطیع وُ ادا کی فعلاتن کہ قضا آ فعلاتن گ ءِ خُدْ فعلاتن دا ری کی فعلن ✤ وُ نظر کی فعلاتن کہ اثر فعلاتن گ ءِ جادو فعلاتن ک طرح فعلن ۔ اسیطرح خورشید کی واو تقطیع مین نہین آتی ۔

ارشد

پیمانۂ مے ہاتھ مین ساقی کے نہین تھا	خورشید کو پنجے مین لیے ماہ مبین تھا

تقطیع پیمان مفعول ءِ مے ہات مفاعیل م ساقی ک مفاعیل نہی تا فعولن ✤ خُرشید مفعول کُ پنجے م مفاعیل لیے ماہ مفاعیل مبی تا فعولن اور ہندی مین ہاے مخلوط التلفظ معتبر نہین ہوتی جیسے گھر اور تجھ اور جھنبلا کی ہا اسی طرح انشا کے اس شعر مین لفظ کھولے اور کھڑے اور گھونگھٹ اور پھر کی ہا تقطیع مین ساقط ہوتی ہے ۔

کھولے جب چاند سے اُس کھڑے کا گھونگٹ عاشق	کیون نہ پھر لیوے بلائین تری جٹ پٹ عاشق

تقطیع کول جب چا فاعلاتن دِ سِ اُس مُکْ فعلاتن ڑِ ک گو گٹ فعلاتن عاشق فعلن ✤ کون پ رلے فاعلاتن وِ بلائے مفعلاتن تر جٹ پٹ فعلاتن عاشق فعلن ✤ ان اشعار مین سولے حروف مذکورۂ بالا کے اور حروف بھی تقطیع کے وقت نکال ڈالے جاتے ہین اوردون پنڈول اوردا نوسے وغیرہ الفاظ کا بھی معتبر نہین ہوتا اور جہان الفاظ عربی پر الف لام وارد ہو وہان الف تقطیع مین نہین آتا جیسے بوالہوس اور انا الحق اور ابوالحسن اور عبد الحمید وغیرہ ان اشعار کی تقطیع سے سب کی مثالین معلوم ہوسکتی ہین ۔

ناسخ

غضب ہے سرو باندھا اُس پری کے قد گلگون کو	یہ کس شاعر نے ناموزون کیا مصرع موزون کو

تقطیع غضب ہے سر مفاعیلن و باداُس مفاعیلن پری کے قد مفاعیلن ءِ گلگو کو مفاعیلن ✤ یہ کس شاعر مفاعیلن ن ناموزو مفاعیلن کیا مصر مفاعیلن ع موزو کو مفاعیلن ۔

امانت

ہین اُنکی گھائیون مین چلکتی کی پھرتیان	پالٹ کی چوٹ دیتے ہین سر کاٹ کے اٹھا

تقطیع ہی انک مفعول گا یُو م فاعلات چکیتی ک مفاعیل پرتیا فاعلن ✤ پالٹ ک مفعول چوٹ دیت

فاعلات وہ سر کاب مفاعیل تاک بات فاعلان –

دبیر

بانو سر اصغر کے قریب آکے پکاری	ای لال جھنڈ وے ترے بالونیہ مین واری

تقطیع بانوس مفعول ر اصغر کِ مفاعیل قریبا کِ مفاعیل پکاری فعولن + ای لال مفعول جھنڈولے ت مفاعیل ر بالوپ مفاعیل م واری فعولن –

مومن

رقیب بوالہوس نے رو نما مین تیرے کب جان دی	وہ نووارد ہی کیا جانے دیار عشق کی رسمین

تقطیع رقیبے بل مفاعیلن ہوس نے رو مفاعیلن نما مے تے مفاعیلن رکب جادی مفاعیلن وُنووارد مفاعیلن ہ کا جانے مفاعیلن دیارے عش مفاعیلن ق کی رسمین مفاعیلان +

دبیر

خود فتنہ و شر پڑھ رہے ہین فاتحہ خیرا	کہتے ہین انا العبد لرز کر صنم و دیر

تقطیع خُد فتن مفعول اُ شر پڑھ رمفاعیل ہ ہیتے فات مفاعیل حَ ئے خیر مفاعیل + کہتے ہَ مفعول اَنَل عبد مفاعیل لرز کر ص مفاعیل نمو دیر مفاعیل + کبھی الف لام دونون تقطیع مین گر جاتے ہین جیسے اس شعر مین –

آسمان جاہ انجم

بت الصنم کو چھوڑ کے کعبے کو جائین کیون	زاہد تو ہی بتا ہے وہان کیا دھرا ہوا

تقطیع بتص ص مفعول نم ک چوڑ فاعلات کِ کعبے کُ مفاعیل جائے کون فاعلان اور یہ عام قاعدہ ہے کہ نون غنہ لفظ ہین اور مین اور وہان اور جہان اور کہان اور کہین اور کہون اور جون اور ہون اور نون جمع وغیرہ کے مصرع کے بیچ مین تقطیع مین نہین آتے چنانچہ یہ بات اوپر کی مثالونسے بھی ظاہر ہوئی اور امثلہ ذیل سے بھی معلوم ہو سکتی ہے –

صفیر

جب مین کہتا ہون کہ ہین کسکے پیارے عارض	کیا چمک کر وہ ہین کہتے کہ ہمارے عارض

تقطیع جب م کہتا فاعلاتن ہ ک ہے کس فعلاتن ک پیارے فعلاتن عارض فعلن + کا چمک کر فاعلاتن وُ ہَ کہتے فعلاتن ک ہمارے فعلاتن عارض فعلن + اس شعر مین لفظ مین اور ہین اور ہون کے نون غنہ تقطیع مین نہین شمار کیے جاتے –

ذوق

سینے کا چاک سینے کی فرصت کہان کہ ہین | مصروف زخم دل کی مگس رانیون مین ہم

ولہ

جہان دیکھا کسی کے ساتھ دیکھا | کبھی ہمنے تجھے تنہا نہ پایا

ان شعرون مین الفاظ کہان اور رانیون اور جہان وغیرہ مین نون تقطیع مین شمار نہین کیا جاتا اور نون غنہ جسکا اوپر ذکر ہوا آخر مصرع مین ہو تو اُسکے گرانے اور رکھنے کا اختیار ہے اور اس کا حال بحور کے بیان مین معلوم ہوگا اور اگر وسط مصرع مین ایسا لفظ آئے کہ اُسکے آخر مین سوا نون کے اور کوئی حرف ساکن ہو اور اُس حرف ماقبل بھی ساکن ہو اور اسکے حرف علت ہونے کی قید نہو تو اُس حرف کو موقوف کہتے ہین اور وہ حرف اکثر اسطرح تقطیع مین آتا ہے کہ اسپر کوئی حرکت قرار دے لی جاتی ہے اور جو آخر مین واقع ہو تو اُسکو بحالہ ساکن رکھتے ہین جیسا کہ ہمنے قصر وغیرہ کے بیان مین اوپر لکھا ہے کہ عروضیونکے نزدیک جس حرف کا ماقبل ساکن ہو وہ ساکن نہین متحرک کے حکم مین ہے اور آخر مصرع مین بدرجۂ مجبوری اُسکو ساکن مانتے ہین کیونکہ آخر مین ہر ایک لفظ سکون چاہتا ہے مثال لفظ موقوف کی تلاش معاش خشم خشم زرد درد دید سیر وغیرہ —

شعور ہلی

پھرتا رہے ہے چار پہر مضطر آفتاب | روشن ہے یہ کہ محو ہوا تجھپہ آفتاب

اس شعر مین چار کی را اور آفتاب کی فا اور محو کی واو تقطیع مین متحرک ہو جاتی ہین اور آفتاب کی بائے موحدہ ساکن رہتی ہے تقطیع پرتار مفعول ہے ہ چار فاعلات پہر مضطر مفاعیل رآفتاب فاعلان + روشن ہ مفعول ہے کہ محو فاعلات ہوا تج پ مفاعیل رآفتاب فاعلان —

مہدی علیخان جلیس

پاس ہے کا بھلا ہمسے رونے کا کیا کام | اب تو غیر دنکو سمجھتے ہین وہ اچھا دلمین

اس شعر مین پاس کا سین متحرک رکھا گیا ہے کیونکہ درمیان مین واقع ہوا ہے اور لفظ کام اور مین آخر مصرع مین واقع ہوے ہین ایک مین میم موقوف ایک مین نون غنہ حرف آخر ہے اور دو نون ساکن ہی لکھے گئے ہین (کا کام) اور (دل مین) فعلان کے وزن پر ہین اور بسبب اسکے کہ نون غنہ پڑھنے مین نہین آتا فعلان کی جگہ فعلن بھی درست ہے۔ اگر وسط مصرع مین تین ساکن آجائین تو اول کو بحال خود رکھتے ہین اور دوسرے کو متحرک کر لیتے ہین تیسرے کو تقطیع مین شمار نہین کرتے ہین اور اگر آخر مصرع مین ہو تو حرف اول و دوم کو بحال خود ساکن رکھتے ہین اور تیسرے کو گراتے ہین —

غالب

دوست غمخواری میں میری سعی فرمائیں گے کیا	زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ جائینگے کیا

اس شعر میں لفظ دوست کی واو ساکن اور سین متحرک ہوگا اور تاے فوقانی ساقط ہو جائے گی
تقطیع دوس غم خا فاعلاتن ری م میری فاعلاتن سعی فرما فاعلاتن ئِ گ کا فاعلن + زخم کے بر فاعلاتن
نے تلک نا فاعلاتن خن ن بڑھ جا فاعلاتن ئِ ںگ کا فاعلن ۔

سعد اللہ شاہ

وابستہ ہو تجھسے اپنی یاں زیست	جب تو ہی نہیں تو پھر کہاں زیست

اس بیت میں لفظ زیست آخر میں واقع ہے حرف یا اور سین ساکن ہیں اور تاے فوقانی ساقط ہوتی ہے
تقطیع وابست مفعول ہ تجس اپ مفاعلن ن یاں زیس مفاعیل جب تو ہ مفعول ہی نہی ت پ مفاعلن کہا
زیس مفاعیل + اور یاے تحتانی کیاری اور نیو لا اور کیون وغیرہ الفاظ کی اور اکثر لیے تحتانی لفظ پیار
اور خیال کی تقطیع میں نہیں آتی ۔

انشا

بولی نرگس کی جو کیاری میں دکھلائی	ہے ہماری ہی طرح تجھکو بھی بیماری روزہ

تقطیع بول نرگس فاعلاتن کی ج کا ری فعلاتن م ن دیکا فعلاتن یا ئی فعلن ہے ہماری فاعلاتن ہی طرح
تج فعلاتن کُ ب کا ری فعلاتن روزہ فعلن +

گلزار نسیم

جا تاک یہ ہے شگون نرالا	بولا کپڑا آستین میں پالا

تقطیع جا تاک مفعول ہے ہے شگو مفاعلن نرالا فعولن + بولا پ مفعول کڑ استی مفاعلن م
پالا فعولن ۔

میر تقی

عشق بڑے ہی خیال پڑا ہے چین گیا آرام گیا	جی کا جانا ٹھہر گیا ہے صبح گیا یا شام گیا

تقطیع عشق فعل بڑے ہی فعولن خیال فعل پڑا ہے فعولن چین فعل گیا آ فعولن رام فعل گیا فعل + دل کا
فعلن جانا فعلن ٹھیر فعل گیا ہے فعولن صبح فعل گیا یا فعولن شام فعل گیا ۔

انشا

کھول آغوش نہ تو مجھ سے رُکاوٹ سے لپٹ	اب جو لیٹا ہے تو آ پیار کی کروٹ سے لپٹ

تقطیع کول اُاغو فاعلاتن سش ن توج فعلاتن س رکاوٹ فعلاتن س لپیٹ فعلن + اب ج لپٹا فاعلاتن ہ تُ اُ آیا فعلاتن رک کروٹ فعلاتن س لپیٹ فعلن +

یکرنگ

کیون ہوے ہو تم کہو دشمن ہمارے اس قدر	دوست کا ہوتا ہے دشمن کوئی پیارے اسقدر

تقطیع کو ہوے ہو فاعلاتن تم کہو دش فاعلاتن من ہمارے فاعلاتن اسقدر فاعلن + دوس کا ہو فاعلاتن تاہ دشمن فاعلاتن کوئی پارے فاعلاتن اس قدر فاعلن + جو حرف اپنے ماقبل کی حرکت کے اظہار کے لیے ہو وہ حرف بھی مکتوب غیر ملفوظ ہے یعنی تقطیع مین نہ آئیگا جیسے ہاے مختفی نالہ اور لالہ اور بقچہ اور غنچہ کی

حسن علی خان اثر

سُن کے غُل شب تا در زندان وہ آکر پھر گیا	شیون زنجیر خواب بخت کو افسانہ تھا

تقطیع سنک غل شب فاعلاتن تادرزن فاعلاتن داؤ آکر فاعلاتن پر گیا فاعلن + شیون زن فاعلاتن جیر خابے فاعلاتن بخت کو اف فاعلاتن سان تا فاعلن + اور بہت سی جگہ یاے تحتانی جیسا اور ایسے اور اُسے اور اِسے اور میرے اور تیرے اور تمھارے اور ہمارے اور پیشانی اور نورانی وغیرہ الفاظ کی اور اکثر موقعون پر ہا لفظ وہ اور شہ وغیرہ کی اور واو جو اور ہو اور کو اور تو وغیرہ کی تقطیع کرتے وقت خارج کر دیتے ہین اور یہ باتین امثلہ صدر مین بخوبی ظاہر ہین اور اشعار ذیل سے بھی واضح ہوتی ہین - ۵

ہاے وہ دل جسے ہم سمجھے تھے فلک کے مول	دولت عشق سے بکتا ہے یہان خاک کے مول

تقطیع ہاے وہ دل فاعلاتن جس ہم سم فعلاتن جت افلا فعلاتن کِ کِ مول فعلان + دولتے عش فاعلاتن قس بکتا فعلاتن ہ یہا خا فعلاتن ک ک مول فعلان + اس شعر مین یاے تحتانی الفاظ جسے اور تھے اور ہے کی تقطیع مین محسوب نہین اسلیے کہ پڑھنے مین نہین آتی - راحت مصرعہ بل ہم سے وہ ہر بات مین کر جاتے ہین کیسے تقطیع بل ہم س مفعول وہر بات مفاعیل م کر جات مفاعیل ہ کیسے فعولن + اس مصرع مین ہم سے اور کر جاتے کی یاے تحتانی اور وہ کی ہا شمار تقطیع مین نہ آئی -

ہمایون قدر امین

حاجت نہین ہے شمع کی میرے مزار پر	ہر شب ہے سوز آہ سے روشن چراغ دل

تقطیع حاجت ن مفعول ہی ہ شمع فاعلات کِ میرے م مفاعیل زار پر فاعلن ہر شب ہ مفعول سوز آ ہ فاعلات س روشن چ مفاعیل راغ دل فاعلن + اس شعر مین ہے اور کی اور سے کی یاے تحتانی تقطیع مین ساقط ہوتی ہے -

بیدار

نہ گئی تیری سرکشی ظالم | ہمنے ہرچند جبہ سائی کی

تقطیع نہ گئی تے فعلاتن ری سرکشی مفاعلن ظالم فعلن ہمن ہرچن فاعلاتن د جبہ سا مفاعلن ئی کی فعلن + اس شعر مین تیری اور ہمنے کی یاے تحتانی تقطیع سے گرتی ہے **امانت** بات پیشانی کی جو کچھ ہے سو پیش آنی ہے + تقطیع بات پیشا فاعلاتن ن ک جو کچ فعلاتن ہ س پیشا فعلان نی ہے فعلن اس مصرع مین پیشانی ادر کی ادر ہے کی یاے تحتانی اور سو کی واو تقطیع مین ساقط ہوتی ہے۔

غالب

غیر کو یارب وہ کیونکر منع گستاخی کرے | گر حیا بھی اُسکو آتی ہے تو شرما جاے ہے

تقطیع غیر کو یا فاعلاتن رب و کو کر فاعلاتن منع گستا فاعلاتن خی کرے فاعلن + گر حیا بی فاعلاتن اُس ک آ تی فاعلاتن ہے ت شرما فاعلاتن جاے ہے فاعلن + اس شعر مین ہا وہ کی اور واو اُسکو اور تو کی گرتی ہین۔

سید علی احسن اشک

قوس ابرو کی حمایت سے ہین بل پر آنکھین | توڑ کرتی ہین جو تیرونکی برابر پلکین

تقطیع قوس ابر و فاعلاتن ک حمایت فعلاتن س ہ بل پر فعلاتن اا کین فعلان توڑ کرتی فاعلاتن ہ ج تیر و فعلاتن ک برابر فعلاتن پلکین فعلان + اس شعر مین کی اور سے کی یاے تحتانی اور جو کی واو تقطیع مین محسوب نہین اسلیے کہ تلفظ مین نہین آتین۔

میر حسن

مین اس طرح کا دل لگاتی نہین | یہ شرکت تو بندی کو بھاتی نہین

تقطیع مصرع ثانی ے شرکت فعولن تُ بندی فعولن کُ باقی فعولن نہین فعول اس مصرع مین تو اور کو کی واو تقطیع مین نہین آتی اسلیے کہ وہ پڑھی نہین جاتی۔

الف بھی اکثر لفظ سے گر جاتا ہے۔ اشعار ذیل پر غور کرو۔

میر

کدورت بیان کیا کرون مین کہے تو | یہ دل گرد کلفت کا اک کاروان ہے

تقطیع کدورت فعولن بیان کا فعولن کرو مَیْ فعولن کہے تو فعولن یہِ دل گر فعولن د کلفت فعولن کَ اک کا فعولن روا ہے فعولن + گرد کلفت کا سے الف محذوف ہوتا ہے۔

گویا

چمن مین کیجے اشارہ جو سوے نخل حنا	تو ساتھ اشارے کے انگلی برنگ مرجان ہے

تقطیع چمن م کی مفاعلن ج اشارہ فعلاتن جُ سوے نخ مفاعلن ل حنا فعلن ءتُ سات شا مفاعلن رِیکِ انگ لی فعلاتن برنگ مر مفاعلن جا ہے فعلن دوسرے مصرع مین اشارے کا الف ساقط ہوتا ہے اور اور بھی کئی حروف ساقط ہوتے ہین۔

محمد حسین آزاد

دفعۃً دیکھا کہ اک پیر کہن سال آئے	پر عجب شان سے وہ مرد خوش اعمال آئے

تقطیع دفعتن دے فاعلاتن ک کا اک پی فعلاتن رکہن سا فعلاتن لاآئے فعلن پر عجب شا فاعلاتن ن س وہ مر فعلاتن دخش اعما فعلاتن لاآئے فعلن دیکھا کا الف حذف ہوتا ہے اسکے سوا اور بھی دوسرے کئی حرف ساقط ہوتے ہین۔

ولہ

گر تا خرمن ہے تو ہی بکھرے ہوے دانون کو	تو ہی اک دانے سے ہے پالتا سو جانون کو

تقطیع کرت خرمن فاعلاتن ہ ت ہی بک فعلاتن رہوے دا فعلاتن نو کو فعلن + تو ہِ اک دا فاعلاتن ن س ہے پا فعلاتن لت سوجا فعلاتن نو کو فعلن + اس شعر مین علاوہ کئی حروف کے کرتا اور پالتا کے الف تقطیع مین گرتے ہین۔ واو عاطفہ بھی کبھی پڑھنے مین نہین آتی اور کبھی اپنے ماقبل کے ضمے کے ظاہر کرنیکا کام دیتی ہے پہلی صورت مین تقطیع مین شمار نہین کیا جاتی اور دوسری صورت مین شمار کی جاتی ہے۔

ذوق

جو سمجھین حسن بتان کو ایمان انھین دین و کفر و دین ہے یکسان	سہو سمجھتے کعبہ ہین وہ مسلمان ہمیشہ چین و فرنگ ہو کر

تقطیع ج سمج جنے فعول فعلن بتاک ایما فعول فعلن انُنے رہے کت فعول فعلن رُدی ءُ یک سا ن فعول فعلان + سمجت کعبہ فعول فعلن ء وہ مسلما فعول فعلن ہمیش چینو فعول فعلن فرنگ ہو کر فعول فعلن اس شعر مین جو اور کو کی واو اصلی اور کفر و دین کی واو عاطفہ تقطیع مین نہین آتین اس لیے کہ پڑھی نہین جاتین اور چین و فرنگ کی واو عاطفہ تقطیع مین حرف ساکن شمار ہوتی ہے۔

بیان حروف ملفوظی غیر مکتوبی

اب یہان سے اُن حرفون کا بیان کیا جاتا ہے جو لکھے نہین جاتے اور تقطیع مین شمار کیے جاتے ہین ان کو حروف

ملفوظی غیر مکتوبی کہتے ہین جیسے الف ممدودہ کو بجائے دو حرف الف کے شمار کرتے ہین اور صورت مد کی یہ ہے سہ جس حرف پر یہ نشان ہوتا ہے اُسکو کھینچکر پڑھتے ہین جیسے آ ویگا بروزن مفعولن۔

میر ضیاء الدین ضیا

صاف تھا جبتک تو ہمکو بھی جواب صاف تھا	ابتو خط آنے لگا شاید کہ خط آنے لگا

تقطیع صاف تا جب فاعلاتن تک تُ ہمکو فاعلاتن بی جوابے فاعلاتن صاف تا فاعلن + اب تُ خطا اٗ فاعلاتن نے لگا شا فاعلاتن ید کہ خط اٗ فاعلاتن نے لگا فاعلن + حروف مشدد بھی دو حروف گنے جاتے ہین کیونکہ تشدید ایک حرف کے دو دفعہ پڑھنے کو کہتے ہین اور صورت اُسکی یہ ہے سّ جس حرف پر یہ علامت ہوگی وہ دو مرتبہ پڑھا جائیگا اور دو حرف تقطیع مین آئینگے جیسے مُہَذَّب بروزن فعولن اسکو تقطیع کے وقت یون لکھینگے مُہَذْذَب۔

واسطی

سوزِ عشق قدِ جانان نے کیا کسکو نہ خشک	سوکھ کر گلزار مین ہر سرو کانٹا ہوگیا

تقطیع سوزِ عشقے فاعلاتن قدِ جانا فاعلاتن نے کیا کس فاعلاتن کو نہ خشک فاعلان + سوکھ کر گل فاعلاتن زار مے ہر فاعلاتن سرو کانٹا فاعلاتن ہو گیا فاعلن + فائدہ مرزا قتیل نے دریاے لطافت مین لکھا ہو کہ حروف ملفوظی غیر مکتوبی ہندی مین نہین آتے یہ بات خالی سہو سے نہین کس لیے کہ بہت سے الفاظ ہندی مین ایسے دیکھے جاتے ہین جن مین ان قسم کے حروف موجود ہین جیسے آجاؤ اور رتّی اور گتّا اور نتّی اور بھدّا اور بتّی وغیرہ امثلہ ذیل پر غور کرو۔

امانت

کشتۂ رخ ہون جلاؤ نہ اگر کی بتّی	چاہیے قبر پہ کا فور سحر کی بتّی

سودا

ہو یہ کتوال تو وہ مانے دور	یہ تو مچھّر کی جھول کا ہے چور

ولہ

ہو نہ سکے شاعر اور شعر پہ یہ دل دیا	اپنا تخلص ندان بنیے کا الو کیا

عظم

اتنا بھی بےکھیے حوصلہ فوّارہ سان تنگ
چُلّو ہی بھر جو پانی مین گز بھر اُچھل چلے

ہ

تم اپنے فیل مست کو نکالو | مرے ہاتھی سے دو ٹکر لڑالو

آرشد

دوپٹہ آب رواں کا پڑا ہے سینے پر | بھلا کسی نے بھی دیکھے حباب در تہ آب

تمیز

ایک دن ایک کوا آ بیٹھا | بے گمان جیسے ہوا آ بیٹھا

ولہ

مینھ مین کیون نہ بھیگیے یک سر | پھونس بھی تو نہین ہے چھپر پر

ولہ

پیکر اپنی خدا نے رکھی ہے | ڈانس اک بک جیسے مکھی ہے

ولہ

کتونکی جستجو مین ہوا روڑا باٹ کا | دھوبی کا کتا ہے کہ نگھر کا نہ گھاٹ کا

ولہ

غرض افسوس کی جگہ بلی | اب کہان گو کہ چھپایئے دلی

ثبات

نصیحت کا نگوڑا ہر گھڑی کیون پیسنا پیسے | بڑا دانا جو ہو چکی مین کیا چھوٹو نکو دل ڈالے

ولہ

بڑ منھوا سا جو ایک ہے پٹھا | اسکا پالی مین ہے بندھا لٹھا

اسیر

دل لٹنے زلفونمین لٹک کر جو لگائی چکر | چرخ پوچھے گا حسینو کا تماشا ٹھہرا

ضیا

بادہ نوشی مین جو زلف یار کا ذکر آ گیا | حلق مین ایسا پڑا پھندا کہ اچھو لگ گیا

سید صغر علی آبرو

حال ہان ملک عدم کا کوئی پوچھے اُنسے
عقل کو جنکی ہے مضمون کمر مین چکر

ظفر

رات کو گھر کے کواڑ اُنکے نہ کھل سکتے مگر ❊ اور اُلفت سے دیے ہمنے جو دھکے کھل گئے

ولہ

اُڑا دینے کو خاک آندھی ہمین وہ جوشِ وحشت ہے ❊ کہ جسکے سامنے دم بند ہو صحرا مین جھکڑ کا

ولہ

ہے ترے ہاتھونسے عاشق کا گلا کاٹا ہوا ❊ اور پھر پوچھے ہے تو یہ کیسا گھبراتا ہوا
سہم کر اس ناتوان کا ہوگیا بس دم ہوا ❊ صید افگن تیرے ناوک کا یہ سناٹا ہوا
کھینچے ہے دامن مرا خار جنون جب دشت مین ❊ پوچھے ہے آہو سے مجنون کیا یہ جھگڑا ہوا

حاتم

مارنے کو رقیب کے حاتم ❊ شیر ہے ببر ہے دھنتر ہے

تنوین بھی جو آخر کلمات مین آتی ہے اور لکھی نہین جاتی دوسرا حرف قرار دیجاتی ہے اور تقطیع مین محسوب ہوتی ہے کیونکہ تنوین نون ساکن کا نام ہے

درد

ذکر میرا ہی وہ کرتا تھا صریحاً لیکن ❊ مین جو پوچھا تو کہا خیر یہ مذکور نہ تھا

تقطیع ذکر میرا فاعلاتن وہ کرتا فعلاتن ت صریحن فعلاتن لیکن فعلن ہوئے مَ جو پوچھا فاعلاتن تو کہا خے فعلاتن ر یہ مذکور فعلاتن رن تا فعلن کو الحاصل جو حرف پڑے اور بولے جاتے ہین اگرچہ لکھے نہ جاتے ہون تقطیع مین شمار کیے جائینگے جیسے لفظ طاؤس و کاؤس مین دو واو اور اُس کسرے مین جو کھینچ کر پڑھا جاوے ایک یاے تحتانی اور ہاے مختفی وغیرہ مین وقت اضافت جانب کلمۂ دیگر ایک ہمزہ متحرک محسوب کرتے ہین اور جو ہمزہ کھینچکر پڑھا جائے وہ بمنزلے ایک حرف مستقل کے گنا جاتا ہے۔

منشی

سُنی شاہ کاؤس نے یہ خبر ❊ کہ تر کون نے کاٹا سیاوش کا سر

تقطیع سُنی شا فعولن ہ کاؤ فعولن س نے یے فعولن خبر فعل کہ تر کو فعولن ن کاٹا فعولن سیا وش فعولن ک سر فعل لفظ کاوس مین دو واو شمار کی گئی ہین۔

محمد سعید خان سعید

دیکھا نہین ہے مار کو طاؤس مارتے ❊ گیسو پڑا ہے پیچھے دل داغدار کے

تقطیع دیکھا مفعول ہی ہے مار فاعلات کو طاؤس مفاعیل مارتے فاعلن گیسو پ مفعول ڑا ہے پیچ فاعلات

دلے داغ مفاعیل دار کے فاعلن اس شعر مین طاؤس مین دو واو شمار کی گئین اور دل کے لام کے بعد ایک یاے تحتانی اضافہ کی گئی جو کسرۂ اضافت کے کھینچنے سے پیدا ہوئی ہے۔

ذوق

بندہ سکا ہمسے نہ مضمون دہان تنگ کا		ہاتھ اپنا فکر مین زیر زنخدان ہی رہا	

تقطیع بن سکا ہم فاعلاتن سے ن مضمو فاعلاتن اس دہانے فاعلاتن تنگ کا فاعلن ہاتھ اپنا فاعلاتن فکر مے نیے فاعلاتن رے زنخدا فاعلاتن ہی رہا فاعلن اس شعر مین لفظ دہان تنگ اور زیر زنخدان مین کسرہ کھینچ کر پڑھا جاتا ہی اور یاے تحتانی شمار کیجاتی ہی اور دال اور ہا لفظ بندہ سے اور نون لفظ مضمون اور زنخدان سے خارج کر دیے جاتے ہین۔

ایضاً

طلسم طرفہ تر آنسو نے میرے مردمان باندھا		کہ ہے اک اک گرہ مین حاصل صد بحر و کان باندھا

تقطیع طلسمے طر مفاعیلن فتر آنسو مفاعیلن ن میرے مر مفاعیلن دُما بادا مفاعیلن کہ ہے اک اک مفاعیلن گرہ مے حا مفاعیلن صلے صد بح مفاعیلن رکا بادا مفاعیلن اس شعر مین بھی طلسم طرفہ تر اور حاصل صد بحر کے کسرے کے کھینچنے سے یاے تحتانی پیدا ہوتی ہے اور نون اور یاے تحتانی وغیرہ چند حروف گرتے ہین

انشا

نالۂ مرغ سحر نے اُسے بیدار کیا		کہین ڈر ہے کہ خفا مجھسے وہ دلدار نہو	

تقطیع نالئے مر فاعلاتن غ سحر نے فعلاتن اُس بیدا فعلاتن ر کیا فعلن کہ کہ ڈر ہے فعلاتن کہ خفا فعلاتن مس وُہ دلدا فعلاتن ر نہو فعلن اس شعر مین لفظ نالۂ مرغ سحر مین ہاے مختفی کے مرغ کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے ایک ہمزہ پیدا ہوتا ہے اور تقطیع مین وہ ایک حرف علحدہ شمار کیا جاتا ہے۔

پانچوان شہر بحور کی تشریح مین

جسقدر بحرین دوسرے شہر مین بیان کی گئین اُن مین سے بعض بحرین اشعار عرب سے خصوصیت رکھتی ہین جن مین شعراے عجم نے طبع آزمائی نہین کی اور بعض فارسی شعر ہی انکے ساتھ مخصوص ہین عرب مین مستعمل نہین اور بعض مشترک ہین اور بحور مستعملۂ فارسی مین سے بعض ایسی ہین جن مین متقدمین نے اشعار کہے ہین اور متاخرین نے انکو متروک کیا ہے یا اس طرح پر اُن کا استعمال نہین کرتے ہین یا جو بحر مسدس و مربع استعمال

کہجاتی تھی اب اُسکو مثمن کے سوا نہین لاتے غرضکہ ایسے ہی اختلاف واقع ہو گئے ہین اور ان سب بحور مستعملۂ عرب وعجم مین سے بعض ایسی ہین جو ریختہ مین مستعمل ہین اور بعض ایسی ہین جنکو ریختہ والون نے متروک کیا ہے پس یہ کتاب جو عروض وقافیہ ریختہ کی ہے اس مین وہی بحرین اور وہی تشکلین بحرونکی بہ تشریح لکھی جائینگی جو ریختہ مین مستعمل ہین اگر ضرورۃً کوئی ایسی بحر لاوینگے جو شعر عربی یا فارسی کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہے تو اُسکی طرف اشارہ کردینگے اور اس کتاب مین ہر ایک مقام اور ہر ایک فن مین زبان ریختہ سے بحث کی جائیگی۔

ناظرین کتاب کو یہ بات اول معلوم ہو چکی ہے کہ بعض بحرین مفرد ہین بعض مرکب پس یہان بنظر اور امور سے قطع نظر کرکے اول بحور مفردہ کا پھر بحور مرکبہ کا حال مع وجہ تسمیہ لکھا جاتا ہے۔

بیان بحورِ مفردہ

(۱) بحر ہزج

بحر ہزج مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن دوبا ہزج بفتح ہا وفتح زائے معجمہ وسکون جیم لغت مین اچھی آواز اور گانے کی آواز کو کہتے ہین چونکہ عرب مین اکثر اسی وزن کے اشعار گائے جاتے ہین اس لیے بحر کا نام ہزج رکھا گیا۔ بحر ہزج کی اصل مسدس ہے مگر شعرائے فارس وریختہ مثمن بھی استعمال مین لاتے ہین حدائق البلاغت کے ترجمے مین مولوی صہبائی کا یہ قول کہ اصل اس بحر کی اٹھ رکن ہین دو رکن کم کرکے مسدس بھی استعمال کرتے ہین مسامحت سے خالی نہین شعرائے عرب اس بحر کو مربع بھی استعمال مین لائے ہین مثمن ہونے کی صورت مین سالم اور مزاحف دونون طرح آتی ہے بخلاف مسدس کے کہ اکثر مزاحف آتی ہے سالم نہین آتی اور عروض وضرب اسکے سالم یا مقصور یا محذوف ہوتے ہین اور رباعی مین اور طرح بھی آتے ہین چنانچہ رباعی کی بحث مین وہ اوزان بیان کیے جائینگے اور صدر اور ابتدا اور حشو مین زحاف بہت آتے ہین اور اُنسے بہت سے وزن حاصل ہوتے ہین۔

ہزج مثمن سالم مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن دوبار مثال اسکی۔

عبدالغنی خان جاوید

خموشی اسلیے دیوانگی مین ہمنے حاصل کی	خدا جانے وہ کیا پوچھے ہمارے مُنہ سے کیا نکلے

تقطیع خموشی اس مفاعیلن لیے دیوا مفاعیلن نگی مے ہم مفاعیلن ن حاصل کی مفاعیلن ۱؎ خدا جانے مفاعیلن وُ کا پوچے مفاعیلن ہمارے مو مفاعیلن س کا نکلے مفاعیلن ۲؎

اسد بسمل ہی کس انداز کا قاتل سے کہتا ہی **غالب** تو مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

اور عروض و ضرب مفاعیلان مسبغ بھی آتے ہین۔

میر محمد زکی متخلص بزکی

بُرا ہونا مرادی کا رولایا ہے لہو برسون ۔ کے دلمین ہی ہے داغ ہنگر آرزو برسون

جناب شاد وزیر اعظم حیدر آباد

توکل پر ہی تکیہ عقل سے ہم کام لیتے ہین ۔ اِدھر تقدیر رکھتے ہین اُدھر تدبیر رکھتے ہین

ان دونون شعرون مین عروض و ضرب مفاعیلان واقع ہے عروض مسبغ ضرب سالم یا بالعکس بھی آسکتا ہے جیسے

نواب مرزا ظہیر

یہ سب کہنے کی باتین ہین ہم اُنکو چھوڑ بیٹھے ہین ۔ جب آنکھین چار ہوتی ہین مروت آ ہی جاتی ہے

عروض مفاعیلان ہے اور ضرب مفاعیل

واجد علی شاہ

یہی منظور ہی دم بھر نہون وہ دور آنکھون سے ۔ مری آنکھونکی پتلی کی طرح وہ پاس ہر دم ہون

اس شعر مین عروض مفاعیلن اور ضرب مفاعیلان ہے۔ محقق طوسی معیار الاشعار مین کہتے ہین کہ ایسے دو ساکنونکے واقع ہونے کی وجہ سے مسبغ نہ سمجھنا چاہیے کیونکہ الف اور نون غنہ دو حرف نہین بلکہ ایک حرف کے قائم مقام ہین جیسا کہ درمیان ابیات مین ایسے دو حرف ایک حرف کے حکم مین شمار کیے جاتے ہین اگر کہا جاے کہ درمیان ابیات مین چونکہ اشباع نہین ہو سکتا اسلیے وہان ایسے دو حرف ایک قرار دے لیے جاتے ہین بخلاف اواخر ابیات کے کہ وہان اشباع ہوتا ہے پس یہان مسبغ نہ ماننے کا کیا سبب ہے جواب اسکا یہ ہے کہ اگرچہ اواخر ابیات محل تسبیغ ہے لیکن دائرے سے خروج لازم آتا ہے اسلیے یہان بھی دو ساکنونکو ایک ہی ساکن قرار دینا چاہیے البتہ مجزو مین مضائقہ نہین لیکن خواجہ کا یہ قول نون غنہ مین جاری ہو سکتا ہے حالانکہ متاخرین ساکن زائد غیر غنہ بھی لاتے ہین اور وہ سوائے تسبیغ کے دوسری تاویل کی گنجایش نہین رکھتا مولوی سعد اللہ نے شرح مین اسی طرح لکھا ہے مثلاً۔

سید محمد خان رند

گلیم فقر کو کیون دوش پر ہم ڈالتے ای رند ۔ اگر کمل سے بہتر جانتے کمخواب و شبنم کو

سدا تصویر کی صورت جو حیران رہتے ہوئی رند ۔ کسی آئینہ رو سے کیا کبھی پھر دل لگایا ہے

یگانے زندگی تک ہین عزیز و اقربا ای رند ۔ **ولہ** ۔ لحد مین سوئے جب جا کر نہ رشتہ ہے نہ ناتا ہے

تینون شعرونکے عروض مسبغ ہین۔

قاضی یوسف مرگھٹے متخلص بہ یوسف

رسول اللہ کے فرزند علیؑ کے لاڈلے دلبند | ہین زہرا کے جگر پیوند محی الدین جیلانی

عروض مسبغ ہے۔

امیر مینائی

ترے آگے زمین مین گڑ گیا سرو چمن واللہ | خرامان تو ہوا کبک دری بھولا چلن واللہ
غضب گرمی بلا شوخی قیامت بانکپن واللہ | تری کیا بات ہے اے شاہد پاک سخن واللہ

عجب انداز ہے ناز وادا کا چال کا قد کا

چارون مصرعونکے عروض وضرب مسبغ ہین کیونکہ واللہ کا حرف آخر اشباع کے ساتھ پڑھا جاتا ہی جیسے کہ دبیر کے اس قول سے ثابت ہے ع واللہ کلاہ سر شبیر یہی ہی۔ واللہ مفعول کے وزن پر ہے

گلزار نسیم

بولا وہ خدا خدا کرو واہ | ہے جملہ جہان کا مالک اللہ

صبر شاگرد تسلیم لکھنوی

فلک ظالم بری قسمت جہان دشمن وہ بت بیدرد | ابتا تو بھلا پھر کس سے جا کر مین کرون فریاد

عروض وضرب دونون مسبغ ہین
بعض شعرا نے بحر ہزج مثمن سالم کو مضاعف بھی استعمال کیا ہے مثال اسکی

از معیار البلاغت

چمن مین وہ نگار سبز خط گیسو پریشان راست قد خوش چشم مہ سیما جو آکر جلوہ گر ہووے
بنفشہ جا پڑے سودا مین سنبل پیچ کھائے یا بگل شمشاد ونرگس زرد و گل چاک جگر ہووے

ہزج مثمن سالم محذوف الآخر یا مقصور الآخر مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن فعولن یا مفاعیل دوبار حذف مراد ہے اسقاط سبب آخر کن سے پس مفاعیلن سے مفاعی محذوف رہا اسکو فعولن سے بدل لیا اور قصر مراد ہے اسقاط حرف ساکن سبب خفیف اور اسکان ماقبل سے پس مفاعیل مقصور رہا۔ محذوف کی مثال ۔ ہ

ظفر

بتو پنہر جان جاتی ہے خدا مارے کہ چھوڑے | انھین کی طرز بھاتی ہو خدا مارے کہ چھوڑے

تقطیع بتویر جا مفاعیلن ن جاتی ہے مفاعیلن خدا مارے مفاعیلن کہ چوڑے فولن ؕ اُنی کی طرح مفاعیلن ز باتی ہے مفاعیلن خدا مارے مفاعیلن کہ چوڑے فولن ؕ مثال مقصور کی ۔

ولہ

کہاں ہین رخ پہ بالے کے گہر نزدیک نزدیک	ستارے ہین یہ نزدیک قمر نزدیک نزدیک
حنائی ناخن پا زیر سرو قامت یار	پڑے دس پانچ ہین گلبرگ تر نزدیک نزدیک

دونون بیتونمین عروض وضرب مقصور یعنی مفاعیل کے وزن پر ہین باقی بدستور ہے اور اجتماع دونوںکا ایک غزل مین جائز ہے جیساکہ ولہ

بجز بزم بتان دشمن دین و دل و جان	کوئی صحبت ہمین بھاتی خدا مارے کہ چھوڑے

عروض مقصور رہے اور ضرب محذوف باقی بدستور مگر محقق طوسی کی رائے کے مطابق عروض بھی محذوف ہے
ہزج مثمن مقبوض مفاعلن مفاعلن مفاعلن مفاعلن دوبار قبض مراد ہے اسقاط حرف پنجم سے جو ساکن ہو پس مفاعیلن سے مفاعلن مقبوض رہا مثال اسکی یہ شعر بہادر سنگھ کام بدایونی کا۔ ۵

یہ تھوڑی تھوڑی مے نسے کلائی موڑ موڑ کر	بھلا ہو تیرا ساقیا پلا دے خم نچوڑ کر

تقطیع یہ توڑ تو مفاعلن ڑمے نسے مفاعلن کلائی مو مفاعلن ڑ موڑ کر مفاعلن ؕ بلا ہ تے مفاعلن رسا قیا مفاعلن پلا دخم مفاعلن نچوڑ کر مفاعلن فائدہ مفاعلن مفاعیلن سے بسبب قبض کے حاصل ہوا ہے اور مستفعلن سے بھی بسبب خبن کے مفاعلن بنتا ہے جیساکہ اوپر زحافون کے بیانمین معلوم ہوا ہوگا پس رجز مخبون اور ہزج مقبوض دونون کا ایک وزن ہوا لیکن اس وزن کو بحر ہزج مین شمار کرنا زیادہ مناسب ہے اسلیے کہ یہ رکن مفاعلن مفاعیلن سے بہ آسانی پیدا ہوتا ہے بہ نسبت مستفعلن کے کیونکہ اسمین صرف حرف یا اسقاط کیا گیا ہے اور اسمین حرف سین گرا کر مستفعلن کو مفاعلن سے بدلا ہی۔

ہزج مثمن اشتر فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن دوبار شتر مراد ہی اجتماع خرم وقبض سے یعنی حرف اول وتد مجموع وحرف پنجم ساکن کو گرا نا پس مفاعیلن سے فاعلن اشتر بنالیا

ناسخ

برق شعلہ زن چمکی ابر بھی خروشان ہے	گرم اس گھڑی ساقی بزم دُرد نوشان ہے

تقطیع برق شع فاعلن ل زن چمکی مفاعیلن ابر بی فاعلن خروشا ہے مفاعیلن ؕ گرم اس فاعلن گھڑی ساقی مفاعیلن بزم در فاعلن و نوشا ہے مفاعیلن

کیا مضائقہ اسمین ہم بھی گر ہوئے رسوا	ہادی شوق تھا بڑا تمکو اپنی خودنمائی کا

غالب

عشق سے طبیعت نے زیست کا مزا پایا
درد کی دوا پائی درد لادوا پایا

ولہ

ذکر اُس پری وش کا اور پھر بیان اپنا
بنگیا رقیب آخر تھا جو رازدان اپنا

فگار

قد ہی جو دقیامت تھا جو زلف کیون بڑھائی ہے
اور ساتھ محشر کے اک بلا لگائی ہے

ان سب اشعار مین صدر وابتدا اشتر ہے اور عروض وضرب سالم اور حشو مین ایک رکن اشتر ایک سالم ہے اور عروض یا ضرب یا مسبغ بھی آتے ہین جیسے حیا کے شعر مین ؎

بتکدے سے ہم اُٹھکر اُلٹے پاؤن گھر آئے
اپنے نقش پا کو تھا سجدہ ہر قدم کے بعد

تقطیع بتکدے س اُٹ کر فاعلن مفاعیلن اُلٹے پا و گر آئے فاعلن مفاعیلن اپنے نقش پا کو تا فاعلن مفاعیلن سجدہ ہر قدم کے بعد فاعلن مفاعیلان صدر وابتدا اشتر ہے اور حشو مین بھی ایک ایک رکن اشتر ہے اور ایک ایک سالم اور عروض بھی سالم مگر ضرب مسبغ واقع ہوئی ہے اسی وزن مین ہے یہ شعر منعم کا ؎

وان اشارۂ ابرو مطلع ہلالی ہے
ہے یہ آہ کا مصرع مقطع فغانی یان

ہزج مثمن اخرب مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن دوبار خرب مراد ہے اجتماع خرم وکف سے یعنے بسبب خرم کے حرف اول اور بسبب کف کے حرف ہفتم گرایا تو مفاعیلن سے فاعیل اخرب رہا اس کو مفعول سے بدل لیا مثال۔

مغل

خورشید جو نکلا ہی اسوقت یہ لرزان ہو
کوٹھے پہ کھڑا شاید وہ ماہ لقا ہوگا

تقطیع خورشید مفعول ج نکلا ہے مفاعیلن اس وقت مفعول ی لرزا ہو مفاعیلن کوٹھے پ مفعول کھڑا شاید مفاعیلن وہ ماہ مفعول لقا ہوگا مفاعیلن صدر وابتدا اخرب ہے اور عروض وضرب سالم اور ایک رکن حشو کا بھی اخرب ہے اور ایک سالم۔

عبدالرسول نثار

جب حرف محبت کے باہم سے گئے گذرے
ہم تم سے گئے گذرے تم ہمسے گئے گذرے

اور عروض وضرب مسبغ بھی لانا درست ہے جیسے سودا کے اشعار مین ؎

مت پوچھ کہ کس شے پہ بڑی قرض پیے ہیں تند
سینے سے کھنچے کیونکر عاشق کے خدنگ عشق
اک شیخ نمونے کی دستار نظر میں ہے
جز داغ کہیں اُس کا سوفار نظر میں ہے

میر محمدی بیدار

کس طرح کچھ ادھر کو دست شباب حسن
یوں مہر سے فرمایا اُس ماہ نے وقت صبح
کھینچے ہوئے آتا ہے تلوار خدا حافظ
ہم جاتے ہیں اب تیرا بیدار خدا حافظ

چارون شعرون مین عروض مسبغ ہین اور ضرب سالم۔ اس وزن مین درمیان مصرع مین مفاعیلن کی جگہ مفاعیلان سکون نون کے ساتھ آسکتا ہے لیکن مصرع زبان پہ کھٹکتا ہے اور اسکو سکتہ کہتے ہین سی قسم سے ہے
بابو غلام محمد طور کی ایک نظم سے

معبود تھے جب صنم مفقود تھا حق کا نام
اسدم علم اسلام تجھ سے ہوا اونچا ہے

تقطیع معبود مفعول تھے جب صنم مفاعیلان مفقود مفعول تھا حق کا نام مفاعیلان اسدم ع مفعول علم اسلام مفاعیلان تجھ سے ہُ مفعول وا اونچا ہے مفاعیلن۔

ہزج مثمن اخرب مکفوف سالم الآخر مفعول مفاعیل مفاعیل مفاعیلن دوبارہ خرب مراد ہے اجتماع خرم وکف سے یعنے حرف اول و حرف ہفتم کو گرانا پس مفاعیلن سے فاعیل اخرب ہوا اسکو مفعول مضموم اللام سے بدل لیا اور کف مراد ہے اسقاط حرف ہفتم سے پس مفاعیلن سے مفاعیل مکفوف ہا یہ وزن ریختہ مین مروج نہین بہر صورت مثال ہے۔ سے

تا عکس رخ یار کو سینے مین رکھے اپنے
ہے دلمین اُڑانے کی مرے پرنے گریبان کو
آئینے کو اس واسطے سیماب سے ربط ہیگا
ہمدم تجھے کیا فکر رفو ساز کا خبط ہیگا

صدر و ابتدا اخرب اور حشو مکفوف اور عروض و ضرب سالم ہین تقطیع تا عکس مفعول رخِ یار مفاعیل کُ سینے م مفاعیل رکھے اپنے مفاعیلن ۂ آئین مفعول کُ اس واس مفاعیل طے سیماب مفاعیل سِ ربطیگا مفاعیلن ان شعرون مین ہیگا کی ہا بھی ساقط ہوتی ہے۔ سے

تینے تو مجھے زخم کا ہرگز نہین خطرہ ہے
پرڈر ہے کہین تیرے نہ پیکان کے ٹکڑے ہون

اس شعر مین ضرب مفاعیلان مسبغ ہے اور عروض بدستور ہے۔

ہزج مثمن مکفوف محذوف الآخر مفاعیلُ مفاعیلُ مفاعیلُ فعولن کف مراد ہے اسقاط حرف ہفتم سبب خفیف سے پس مفاعیلن سے مفاعیل بضم لام مکفوف ہوا اور حذف کہتے ہین اسقاط سبب خفیف کو آخر رکن سے پس مفاعیلن سے مفاعی محذوف رہا اسکو فعولن سے بدل لیا مثال

طالب

تپ ہجر سے اے یار دل زار جلا ہے	ذرا دیکھ دل زار نیا باغ کھلا ہے

تقطیع تپے ہجر مفاعیل س اے یار مفاعیل دلے زار مفاعیل جلا ہے فعولن ۔ اگر اس وزن مین ایک مصرع اخرب مکفوف مقصور یا محذوف ہو تو شعر ناموزون ہوگا جیسے ۔ ۵

احباب تو یون کہتے ہین کچھ چیز تو کھالو	اگر خون جگر جسکی غذا اُسکی غذا کیا

پہلے مصرع کا یہ وزن ہے مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن اور دوسرے مصرع کا یہ وزن ہے مفاعیل مفاعیل مفاعیل فعولن ۔ ۵

یہ دم لیتا ہے او پر کے کہا ہنسکے اگرچہ	پر ہستی سے لے راہ عدم دیکھیے کس وقت

پہلے مصرع کا یہ وزن ہے مفاعیل مفاعیل مفاعیل فعولن اور دوسرے کا یہ وزن ہے مفعول مفاعیل مفاعیل مفاعیل

ہزج مثمن اخرب مکفوف مقصور الآخر مفعولُ مفاعیلُ مفاعیلُ مفاعیلُ دوبار خرب سے مُراد ہے اجتماع خرم و کف کا یعنی حرف اول و ہفتم کو گرا کر مفاعیلن سے مفاعیلُ اخرب بنا اُسے مفعول سے بدل لیا اور کف مراد ہے اسقاط حرف ہفتم سبب خفیف سے پس مفاعیلن سے مفاعیلُ بضم لام مکفوف ہوا قصر سے مراد ہے اسقاط حرف ساکن سبب خفیف سے جو آخر رکن مین ہو اور ساکن کرنے اُسکے ماقبل سے پس مفاعیلُ سے مفاعیل بسکون لام مقصور رہا مثال ۔

عشقی

تو جسکو کمر سمجھا ہے شیشے مین وہ ہی بال	آئینے مین چھپا لالہ ہے نہین ہے گل تر ناف

تقطیع تو جسکُ مفعول کمر سمجھَ مفاعیل ہ شیشے م مفاعیل وُہی بال مفاعیل ۔

ناسخ

تیرے لب جان بخش ہوے پان سے جب سُرخ	عالم نے کہا چشمۂ حیوان مین لگی آگ

آتش

اُس رشک مسیحا کا جو کرتا ہی کوئی ذکر	ہو تا ہے مرا صورت بیمار عجب روپ

ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف الآخر مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن دوبار

میر درد

مقدور ہمین کب ترے وصفون کے رقم کا	حقا کہ خداوند ہے تو لوح و قلم کا

نواب محبت خان

جسکو تری آنکھون سے سروکار رہے گا	بالفرض جیا بھی تو وہ بیمار رہے گا

لمولفہ

کیون کرتے ہو چشم بت عیار کا چرچا	بیمار سے اچھا نہین بیمار کا چرچا

ولہ

طوطے کی طرح آنکھ بدل جاتا ہے سب سے	یہ گنبد دوّار نہین یار کسی کا

ولہ

ای چارہ گرد کرتے ہو تدبیر دوا کیا	باقی تن رنجور مین اب میرے رہا کیا

اگر عروض و ضرب مختلف ہون یعنی ایک مقصور دوسرا محذوف تو شعر ناموزون ہوگا جیسے اس شعر مین۔

قائم

تھامون مجھے آمد مین کوئی اُسکی کہ ناگاہ	لیجائے نہ گھر سے کہین باہر تپش دل

صدر و ابتدا اخرب ہے اور حشو مکفوف ہے اور عروض مقصور اور ضرب محذوف

انشا

ہم معتکف خلوت تنہا نہین اے شیخ کہکر گئے آتا ہون کوئی دم مین مین تم پاس	جاتا ہے تو جا تو ہی طواف حرم اچھا پھرتے چلے کل کی طرح سے مجکو دم اچھا

اگر حشو مین ایک رکن سالم اور ایک اخرب یعنی مفاعیلُ مفاعیلُ کی جگہ مفاعیلن مفعولُ آجاوے تو درست ہے مثال۔

لمولفہ

شیدا نہین ہوتا ہون کسی بت پہ اسی سے	مین آپ ہی مجنون ہون مین آپ ہی لیلا

پہلا مصرع اس وزن پر ہے مفعول مفاعیلُ مفاعیلُ فعولن اور دوسرا مصرع اس وزن پر ہو مفعولُ مفاعیلن مفعولُ فعولن تقطیع یون ہے مَن آپ مفعول ہِ مجنو ہو مفاعیلن مے آپ مفعول ہِ لیلا فعولن صدر و ابتدا اخرب اور عروض و ضرب محذوف اور مصرع اول کا حشو مکفوف اور مصرع ثانی کے حشو مین ایک رکن سالم اور ایک اخرب ہے۔

ہزج مثمن اخرب مقبوض ازل مفعول مفاعلن مفاعیلن فاع دو بار فاع رکن مفاعیلن مین اجتماع خرم وہتم سے حاصل ہوتا ہے اسکو اصطلاح مین ازل کہتے ہین مثال اسکی سید غضنفر علی خان حکیم پسر سید مظفر علیخان

اسیر کہتے ہیں ؎

کیا خوب چھپا ہے واسطی کا دیوان		ہر دل کو حکیم یہ سخن ہی مقبول	

تقطیع کا خوب مفعول چھپا ہٗ وا مفاعلن سطی کا دی مفاعیلن وان فاع ہ ہر دل کو مفعول حکیم یہ مفاعلن سخن ہے مق مفاعیلن بول فاع ۔

ہزج مثمن اخرم اشتر مکفوف مجبوب مفعولن فاعلن مفاعیل فعل دوبارہ مفعولن اخرم ہے اور فاعلن اشتر ہے اور مفاعیل بضم لام مکفوف اور فعل بفتح عین وسکون لام مجبوب ہے ۔

ہزج مثمن اخرب اہتم مفعول مفاعیلن مفعول فعول دوبار مفعول اخرب ہے اور فعول اہتم ۔ مثال ہر دو وزن

حکیم

پوچھا جس وقت مجھسے ہاتف نے کہی		تاریخ چھپا دیوان فضل رسول	

مصرع اول کا یہ وزن ہے مفعولن فاعلن مفاعیل فعل اور مصرع دوم کا یہ وزن ہے مفعول مفاعیلن مفعول فعول تقطیع ہر دو مصرع پوچھا جس مفعولن وقت مج فاعلن سے ہاتف ن مفاعیل کہی فعل تاریخ مفعول چھپا دیوا مفاعیلن نے فضل مفعول رسول فعول ۔

ہزج مسدس سالم مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن دوبار مثال اسکی یہ ہے ۔

مولفہ

کیا کیوں زلف کو قربان ٹکڑے پہ وہ اُلٹی لگ گئے ہمسے قسم لینے		بلائیں گر صنم لیتے تو ہم لیتے جو سچ پوچھو قسم لیتے تو ہم لیتے	

تقطیع کیا کو زل مفاعیلن ف کو قربا مفاعیلن ن ٹکڑے پہ مفاعیلن الخ ۔

ہزج مسدس مقبوض مفاعلن مفاعلن مفاعلن دوبار قبض سے مراد ہے اسقاط حرف ساکن پنجم پس مفاعیلن سے مفاعلن رہگیا مثال اسکی ۔

طالب

روا نہ میرے گھر سے جب ہوا صنم		ہوا ستم ہوا ستم ہوا ستم	

تقطیع روان ہے مفاعلن رگرس جب مفاعلن ہوا صنم مفاعلن

لمولفہ

کہو تو یہ شب کو تم رہے کہاں		سحر تلک پڑا رہا میں نیم جاں	

ہزج مسدس مقصور الآخر مفاعیلن مفاعیلن مفاعیل دوبار مثال

میر ممنون

نہین دیتی دکھائی صورت زیست	غضب صورت ہوں آیا دیکھکر آج

عروض وضرب مقصور ہین باقی ارکان سالم تقطیع نہی دیتی مفاعیلن دکھا ئی صو مفاعیلن رتے زیست مفاعیل اسی وزن میں ہے یہ شعر آتش کا

محبت کوڑیون کے ہو اگر مول	بنی آدم نہ لے یہ درد سر مول

ہزج مسدس محذوف الآخر مفاعیلن مفاعیلن فعولن دوبار مثال۔

ذوق

مقدر ہی پہ گر سود و زیان ہے	تو ہم نے یان نہ کچھ کھویا نہ پایا
کہے کیا ہاے زخم دل ہمارا	دہن پایا لب گویا نہ پایا

لمؤلفہ

عبث سامان ہے غافل برس کا	بھروسا ہے نہین یان اک نفس کا
ہوس باقی رہی دل مین نہ کوئی	مگر اک نام باقی ہے ہوس کا
خیال دل ہی آخر ہم نے چھوڑا	کہ یہ ظالم نہین ہے اپنے بس کا

سب شعر وئمین عروض وضرب محذوف ہے یعنی مفاعیلن سے سبب خفیف گرا دیا مفاعی محذوف رہا اسکو فعولن سے بدل لیا اگر عروض وضرب مین ایک جگہ مفاعیل مقصور دوسری جگہ فعولن محذوف لایا جائے تو ہوسکتا ہے مثال اسکی

صدق

بدقت اشک اب نکلے ہے شاید	ہوا آنکھوںمین ہے لخت جگر بند

ہزج مسدس اخرب مقبوض مسبغ مفعول مفاعلن مفاعیلان دوبار مفاعیلن سے بسبب خرب کے مفعول اخرب حاصل ہوا اور بسبب قبض کے مفاعیلن سے مفاعلن اور تسبیغ سے مراد ہے آخر سبب خفیف مین ایک الف بڑھانے سے پس مفاعیلن سے مفاعیلان ہوا۔

مولوی صہبائی

کہتا ہے کہ اب نہ کھینچ تو آہین	ہین دل سے ترے تو ہم تنگ لا ہین

تقطیع کہتا کہ مفعول کہ اب ن کے مفاعلن چ تو آہین مفاعیلان الخ اس وزن مین جو حاف بھی مل جاتے ہین یعنے صدر وابتدا وحشو وعروض وضرب مین باہم کچھ فرق بھی ہو جاتا ہے جیسے اس شعر مین مولوی صہبائی کے

بٹیھا وہ رقیب کے جو پہلو مین	اُٹھا یہ درد دل کہ کھینچی آہ

تقطیع بیٹا وُ مفعول رقیب کے مفاعلن ج پہلو مین مفاعیلان اُٹ ٹھا یہ مفعولن درد دل فاعلن کہ کیھی آ ہ مفاعیلان صدر اخرب اور ابتدا اخرم اور عروض و ضرب مسبغ واقع ہوے ہین اور پہلے مصرع کا حشو مقبوض اور دوسرے کا حشو اشتر۔

ہوس

جی مین ہے کسی کو مُنھ نہ دکھلاؤن	اک کھینچ کے آہ سرد مر جاؤن
مفعول مفاعلن مفاعیلان	مفعول مفاعلن مفاعیلان

اگر نون غنہ کو اعتبار نکرین تو بجاے مفاعیلان مسبغ مفاعیلن سالم کہہ سکتے ہین مسبغ کی مثال بے خلاف یہ ہے ؎

کیا کیا نہین مجھپر کر چلے بیداد	اسد سے ہے بتو مجھے فریاد

تقطیع کا کان مفعول مجھ پر کر مفاعلن چلے بیداد مفاعیلان الخ۔

ہزج مسدس اخرب مقبوض مفعول مفاعلن مفاعلن دو بار مثال ؎

گل پھولے جو تھے چمن کے جھڑ گئے	وہ نقش و نگار سب بگڑ گئے

تقطیع گل پھول مفعول ج تھے چمن مفاعلن ک جڑ گئے مفاعلن وہ نقش مفعول نگار سب مفاعلن بگڑ گئے مفاعلن اگر اس شعر مین جھڑ گئے اور بگڑ گئے مین ہمزہ مکسور کو ساقط کر کے حرف کاف فارسی کو مفتوح اور یاے تحتانی کو ساکن پڑھین تو یہ وزن ہو جائے مفعول مفاعلن فعولن یہ شعر ہوس نے مثنوی لیلی مجنون مین اسی وزن مین لکھا ہے اور دقت و تکلف سے خالی نہین اور ہمنے جس وزن کی مثال مین وارد کیا ہے وہ بے تکلف ہے۔

ہزج مسدس اخرب سالم الآخر مفعول مفاعلن مفاعیلن دو بار مثال ؎

کہتے ہین کہ وہ نگار آتا ہے	کیا فائدہ جی ہی تن سے جاتا ہے

تقطیع کہتے ہ مفعول وہ نگا مفاعلن ر آتا ہے مفاعیلن کیا فا مفعول ء دہ جی ہ تن مفاعلن س جاتا ہے مفاعیلن اور اس وزن مین عروض و ضرب مسبغ اور سالم جمع کرنا بھی جائز ہے۔

ہزج مسدس اخرب مکفوف مقصور مفعول مفاعیل مفاعیل دو بار ؎

جب تک ہے جہان مین گل و گلزار	یا رب رہے وہ گوشۂ دستار

تقطیع جب تک ہ مفعول جہان مے گ مفاعیل ل و گلزار مفاعیل یا رب ر مفعول ہے وہ گوش مفاعیل

بہ ستار مفاعیل ہا

ہزج مسدس اخرب مقبوض محذوف الآخر مفعول مفاعلن فعولن دوبار مثال

محمد شاکر

کیا پوچھے ہے حال بلبلون کا گل چین تجھے کیا تری بلا سے	جو انپہ گذرنی ہے گذرلے گل توڑکے تو تو گود بھر لے

مولوی محمد حسن کاکوروی

بیضاوی صبح کا بیان ہے	تفسیر کتاب آسمان ہے

تقطیع بیضا و مفعول سے صبح کا مفاعلن بیان ہے فعولن ۞ تفسیر مفعول کتاب آ مفاعلن سمان ہے فعولن

لمولفہ

اے خانہ خراب یہ خرابی یکسان نہین دور چرخ ایدل	دیکھ آپ کو اے دل اور سنبھل کچھ خوش باش کہ آج کچھ ہے کل کچھ

ہزج مسدس اخرب مقبوض مقصور الآخر مفعول مفاعلن مفاعیل دوبار مثال

مولوی محمد حسن

انوار بیاض مطلع صاف	والفجر کے حاشیہ پہ کشاف

ہیبت قلی خان حسرت

فرہاد سے ہمسری کرے کون	سرکس کا پھرا ہے یون مرے کون

ہزج مسدس اخرم اشتر محذوف الآخر مفعولن فاعلن فعولن دوبار خرم سے مراد ہے اسقاط حرف اول وتد مجموع سے پس مفاعیلن سے فاعیلن رہا اسکو مفعولن سے بدل لیا اور شتر و حذف کا حال اوپر معلوم ہوچکا فاعلن اشتر اور فعولن محذوف ہے

نسیم

کاٹا دن تو تڑپ تڑپ کر	آفت کی رات سر پہ آئی

تقطیع کاٹا دن مفعولن تو تڑپ فاعلن تڑپ کر فعولن ۞ آفت کی فعولن رات سر فاعلن پہ آئی فعولن

انشا

گویا خرطوم اژدہا تھی
صورت دیوار قہقہا تھی

ترانۂ شوق

ٹٹی دھوکے کی ہے یہ مانو	صبح کاذب کو دن نہ جانو

ہزج مسدس اخرم اشتر مقصور الآخر مفعولن فاعلن مفاعیل دوبار

انشا

جس پر ہو جائیں غش بدونیک	چنچل پیاری تھی مادہ فیل ایک

تقطیع چنچل پا مفعولن ریت ما فاعلن، فیلیک مفاعیل، جسپر ہو مفعولن جائے غش فاعلن بدنیک مفاعیل فائدہ یہ چارون وزن یعنی مسدس اخرب مقبوض محذوف اور مسدس اخرب مقبوض مقصور اور مسدس اخرم اشتر محذوف اور مسدس اخرم اشتر مقصور ایک ہی شمار کیے جاتے ہین اور انکو شاعر ایک غزل مین جمع کرے تو جائز ہے۔

ناظم

ناظم رندو ہین پارسا ہے	پڑھتا ہے شراب پی کے لاحول

مصرع اول ہزج مسدس اخرم اشتر مقصور ہے اور دوسرا مصرع ہزج مسدس اخرم اشتر محذوف

روشن وہ کرے مراد کی شمع	انشا	خاطر مستو نکی جس سے ہو جمع

پہلا مصرع ہزج مسدس اخرم اشتر مقصور ہے اور دوسرا مصرع ہزج مسدس اخرب مقبوض مقصور

احسن کاکوروی

دل نے مرے ساتھ دشمنی کی	تجھ سے دشمن کو دوست جانا
مفعول مفاعلن فعولن	مفعولن فاعلن فعولن
کعبے والون نے رہزنی کی	خال ابرو نے مار ڈالا
مفعولن فاعلن فعولن	مفعولن فاعلن فعولن
نکلی حسرت نہ اپنے جی کی	جی بھی نکلا تو وائے حسرت
مفعولن فاعلن فعولن	مفعولن فاعلن فعولن
کچھ ہم سے کہو تو اپنے جی کی	احسن کیون چپ ہو کسکی ہے یاد
مفعول مفاعلن فعولن	مفعولن فاعلن فعولن

اوزان مذکورہ بالا کا کلیہ یہ ہے کہ اگر صدر و ابتدا اخرب (مفعول) آوے تو حشو مقبوض (مفاعلن) آوے گا اور اگر اخرم (مفعولن) آوے تو حشو اشتر (فاعلن) آویگا اور عروض و ضرب محذوف یا مقصور اس

اس اختلاف کو کہ زحاف مین واقع ہوتا ہے عوام سکتہ کہتے ہین۔

ہزج مسدس اشتر محذوف الآخر فاعلن فاعلن فعولن دو بار مثال۔ ۵

آج ہے یار سے جدائی	پھر بلا سر پہ لینے آئی

تقطیع آج ہی فاعلن یار سے فاعلن جدائی فعولن پھر یہ بلا فاعلن سر پہ لے فاعلن نے آئی فعولن ۔ صدر و ابتدا اور حشو اشتر ہی اور عروض ضرب محذوف ۔

ہزج مسدس اشتر مقصور الآخر فاعلن فاعلن مفاعیل دو بار مثال ۔ ۵

بادہ ایسا کہ ہو اولو العزم	جسکو پیکر سنوار ون اک بزم
جس پہ للچائے زاہد خشک	جس سے شرمائے نافۂ مشک

صدر و ابتدا اور حشو اشتر ہے اور عروض و ضرب مقصور فائدہ عروض ضرب مین ایک ہی بیت مین یا کئی اشعار مین بمقابلے فعولن کے مفاعیل بھی آسکتا ہے۔

ہزج مربع سالم مفاعیلن مفاعیلن دو بار اس وزن پر نہایت مؤثر مضمون کا ایک بھجن ہندی زبان مین دیکھا گیا ہے اسمین سے دو شعر ہم یہاں پر درج کرتے ہین۔ ۵

سجن جگنے کی باری ہے	عجب سدھ بدھ بساری ہے
بھجن بن کام جاتا ہے	سجن من بول بھلا ہی ہے

فرمان علی سوجان پوری

ہلال عید جان افزا	دکھائی دے گیا ہر جا

جہان مین غلغلہ اٹھا
کہ روز عید ہست امروز

جوان و پیر گلتے ہین	نہین پھولے سماتے ہین

نقاب غم اٹھاتے ہین
کہ روز عید ہست امروز

اس مربع مین گرہ کے شعر کے آخر مین مفاعیلان واقع ہے اس جگہ ایسا ہی لکھا ہے لیکن حقیقت مین مثمن مسبغ ہے

ہزج مربع مقبوض مفاعلن مفاعلن دو بار مثال

المؤلفہ

دل و جگر کو چھین کر	وہ بے وفا گیا کدھر

ہمارے حال زار سے — اُسے ذرا نہین خبر

تقطیع دو جگہ مفاعلن کی جین کہ مفاعلن ہو وُسے و فا مفاعلن گیا کدر مفاعلن

ہزج مربع اخرب مفعول مفاعیلن دوبار محمد حسین آزاد کی یہ نظم غیر مقفے اسی وزن پر ہے ؎

مہنگامۂ ہستی کو — گر غور سے دیکھو تم
ہر خشک و تر عالم — صنعت کے تلاطم مین

ہزج مربع اخرب مقصور محذوف مفعول مفاعیل یا فعولن دوبار مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر ارشاد فرماتے ہین ؎

آیا ہون وطن سے — ناشاد دکن سے
ہان آہ جنبر دار — نکلے نہ دہن سے
برخاست ہوئی شمع — دنیا کی لگن سے
آنسو ہین کہ موتی — آئے ہین عدن سے
مردے کو سرو کار — ہے گور و کفن سے
لیکر مرے دل کو — رکھیے گا جتن سے

فرزند کا غم آہ — لایا ہے وطن سے
بلبل گئی اُڑ کر — افسوس چمن سے
ہے مجکو شکایت — اس چرخ کہن سے
اس عشق کو پوچھو — نل اور دمن سے
منصور کو ہے کام — ہان دار و رسن سے
واقف ہے تو اے شاد — کیا شعر کے فن سے

(۴) بحر رمل

بحر رمل فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن دوبار رمل بفتح رائے مہملہ و فتح میم و سکون لام لغت مین دوڑنے اور بوریہ چلنے کے معنے مین ہے چونکہ یہ بحر جلدی اور سرعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے اسلیے اس کو رمل کہتے ہین بعض نے وجہ تسمیہ اسکی یہ لکھی ہے کہ رمل لغت مین بوریا بننے کو کہتے ہین چونکہ اس بحر کے رکن مین دو سبب کے درمیان مین وتد ہے اور وتد رسی کو کہتے ہین تو گویا سبب کو وتد سے بن دیا ہے اور اس تقدیر پر میم کے سکون سے ہونا چاہیے مگر مشہور میم کے فتح سے ہے چنانچہ سید انشا کہتے ہین ؎

گر تو مشاعرے مین صبا آج کل چلے — کہیو عظیم سے کہ ذرا وہ سنبھل چلے
اتنا بھی حد سے اپنی نہ باہر نکل چلے — پڑھنے کو شب جو یار غزل در غزل چلے

بحر رجز مین ڈال کے بحر رمل چلے

اس بحر کو شعرائے عرب نے مثمن استعمال نہین کیا ہے اور فصحائے عجم و ریختہ نے مثمن اور مسدس دونون طرح استعمال کیا ہے اور عروض و ضرب اس بحر کے اشعار اُردو مین سالم نہین آتے اسلیے کہ اُن کے سالم ہونے سے شعر بے لطف ہو جاتا ہے جیسے ؎

تاب بر آتا نہین مطلق دل بیتاب جواب	پیچ کیا کھانے لگین نہ لفین تمھاری ان نون مین
خانہ جنگی کی تری شہرت مچی ہے اسقدر	مہر کے بھی ہاتھ مین دہشت سے ہے شمشیر طلائی
دی بیان غم نے میرے کوہ کو یان تک گداز ہے	آخرش سن سن کے رشک آبگینہ ہوگیا وہ
تیرے دیوانے کی خاطر زلف کی زنجیر سے لب	اے پری جوش جنون مین کچھ تو زیور چاہیے ہے

اسلیے اکثر محذوف یا مقصور یا مقطوع یا مشعث یا مسبغ لاتے ہین اور اس مین لو زحاف آتے ہین خبن۔ کف۔ شکل۔ حذف۔ قصر۔ تشعیث۔ تسبیغ۔ ربع۔ جحف۔

رمل مثمن محذوف فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن دوبار بسبب حذف کے فاعلاتن سے سبب خفیف آخر کا گر کر فاعلن سے بدل لیا گیا۔

مولوی شاہ محمد طالب

چیرے سینے کو شق کیجے دل دلگیر کو	یہ ہی دو جا گہ ہے اور کیا کھا گیا مین تیر کو

تقطیع چیرے سی فاعلاتن نے کے شق کی فاعلاتن جے دلے دل فاعلاتن گیر کو فاعلن یہ ہیے دو جا فاعلاتن گا ہے اور کا فاعلاتن کا گیا مے فاعلاتن تیر کو فاعلن

جرأت

کیا غضب ہے اُسکی تو مرضی ہے اسکو ٹالدو	اور مین کہتا ہون کوئی پاؤن اُسکے ڈالدو

قلندر

قصد خونریزی کا گر دلمین ترا بیجان ہے	تیغ کرلے تیر کچھ مشکل نہین آسان ہے

ذوق

حق تو یہ ہے یہ انانیت عجب غلطان ہے	قصہ پہونچا یا زبان دارتک منصور کا

لمولفہ

کردیا زندہ ہمین ٹھوکر لگا کرناز سے	بعد مرنے کے دکھایا معجزہ رفتار کا

ولہ

عالم مستی مین ہم جو بوسہ بازی کر گئے	واقعی اُس وقت وہ بندہ نوازی کر گئے

ولہ

اگرچہ ہے مطلوب جان خریکے واسطے	منت منع کھینچیے کیون ساتگین کے واسطے

رمل مثمن مقصور فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلات دوبار بسبب قصر کے فاعلاتن کا ساکن ہفتم گر کر

اور اسکا ما قبل ساکن ہو کر فاعلات رہا اسکو فاعلان سے بدل لیا مثال ۔

قدرت

جرم پر تیری محبت کے ہمین کرتے ہین قتل — حفظ جان کے واسطے گر کیجیے انکار حیف

امانت

نقش پا سے ہے خجل حسن و جمال آفتاب — یار کے منھ پر چڑھے کب ہے مجال آفتاب

لمولفہ

کوئی تو مے خواریان ڈوبا ہی دریاے حسن — پھوڑتے ہین سر جو اپنا جام معکوس حباب

اور وزن محذوف کو مقصور کے ساتھ جمع بھی کر سکتے ہین مثال

اقبال

اس چمن مین مرغ دل گاۓ نہ آزادی کا گیت — آہ یہ گلشن نہین ایسے ترانے کے لیے

رجب علی سرور

یا تو ہم پھرتے تھے اُنین یا ہوا یہ انقلاب — پھرتے ہین آنکھوں مین ہر دم کو چہاے لکھنو

لمولفہ

شب بسر کرنے لگے اختر شماری مین ام
اسقدر اجلاف سے ہو گردش ایام ساز — عقد پروین کو سمجھ کر خوشۂ انگور ہم
خان دوران زبان ہر اک کمینہ ہو گیا

سب شعرو نمین عروض مقصور اور ضرب محذوف ہے اور اُسکے بالعکس کی مثال یہ ہے ۔

ناسخ

دشمنی کرتا ہے جس سے ہو اُمید دوستی
بیٹھتے دیکھا نہین ہر گز کسی نے ایک دم — روشنی کی جا جلاتی ہے مراکاشانہ شمع
گنتی ہے اس بزم کو ایسا مسافر خانہ شمع

لمولفہ

کھوۓ ہے بلبل جو غنچہ غنچہ کا منقار سے — یا الٰہی اس مین کیا رکھا ہو رخت باغبان

حضرت ظفر علیہ الرحمتہ نے بحر رمل کو معشر بھی استعمال کیا ہے یہ اُنکا کلام ہے ۔ ۵

ہو کے خاک اپنا مٹا دینا جسے منظور ہو وہ خاکسار — خاک رہ ہو خاک پا ہو یہ بھی ہو ورہ بھی ہو اور کچھ نہ ہو

بروزن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلان دو بار عروض مقصور ہے اور ضرب محذوف
رمل مثمن مخبون فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن دو بار بسبب خبن کے حرف دوم ساکن سبب خفیف کا

گر کر بجاے فاعلاتن فعلاتن رہگیا اگرچہ یہ وزن بحر کامل مقطوع سے مشتبہ ہے اسلیے کہ اُسکا رکن قطع کے بعد متفاعل رہتا ہے جسکو فعلاتن سے بدل لیتے ہین مگر اس وزن کا رمل مین شمار کرنا بہتر ہو کیونکہ رمل مین فعلاتن بدل کر نہین آتا ہے مثال ظفر کے مخمس کا بنا حکیم سنائی کی غزل فارسی پر۔

گنہ و جرم پہ بھی کرتا ہے تو رزق رسانی	ترے الطاف سے محروم نہ میخوار نہ زانی
کہ تو ستار ہے سب واقف اسرار نہانی	ہمہ را عیب تو پوشی ہمہ را غیب تو دانی

ہمہ را رزق رسانی کہ تو موجود عطائی

تقطیع گنہ و جر فعلاتن م پہ بی کر فعلاتن تا ہ تو رز فعلاتن ق رسانی فعلاتن اور عروض و ضرب مین فعلاتن کے عوض فعلیان مسبغ بھی درست ہے۔

ولہ

ظفر اسوقت مین خاموش ہو کیا غنچہ کی مانند	کہ یہ اشعار مناجات کے یاد آئے اُسے چند
اگرے توصیف مین کسطرح تری اپنی زبان بند	لب و دندان سنائی ہمہ توحید تو گویند

مگر از آتش دوزخ بودش زود رہائی

اور رکن اول سالم بھی آتا ہے اور یہ دلیل ہے اس بات پر کہ ارکان شش حرفی ارکان اصلی دائرے مین نہین ہین بلکہ سباعی کی فرع ہین اسلیے کہ جب اکثر ارکان سداسی پاے گئے اور ایک سباعی اور سباعی سے زحاف خبن کی وجہ سے سداسی بنتے ہین تو معلوم ہوا کہ ارکان سداسی دائرے مین دراصل سباعی ہین پس جن عروضیون نے رمل سالم اور رمل مخبون کو علیحدہ علیحدہ بحر قرار دیا ہے یہ اُنکی رائے تحقیق کے خلاف ہے۔ مثال

مین شہید اُس لب لعلین کا ہون ہمدم مرے خوش ہے	سنگریزہ دہن بھی ہو لعل بدخشان کی سی نوک
ہمسا جانباز بھی ہو کوئی بشر دیکھین تو جانان	رکھدے اُس تیغ جفا کے تلے سر دیکھین تو جانان

پہلے شعر کے عروض و ضرب مین فعلاتن ہے اور دوسرے شعر مین فعلیان واقع ہوا ہے۔

رمل مثمن مخبون مشعث مقصور فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلان بسکون عین و بار بسبب خبن کے فاعلاتن سے فعلاتن رہگیا اور تشعیث سے مراد یہ ہو کہ وتد مجموع کے پہلے حرف متحرک کو اور ایک قول کے موافق وتد مجموع کے دوسرے حرف متحرک کو گرا دیتا اور ایک قول کے مطابق وتد مجموع کے ساکن کو گرا کر اسکے ماقبل کو ساکن کر دینا اور ایک قول کے مطابق اول فاعلاتن مین خبن کر کے پھر وتد مجموع کے حرف عل کو ساکن کر دینا پس فاعلاتن سے فالاتن یا فاعاتن یا فاعلتن بسکون لام یا فعلاتن بسکون عین رہا اور بسبب قصر کے وزن گر کر فالات یا فاعات یا فاعلت بسکون تا و لام یا فعلات بسکون عین مشعث مقصور ہوا اسکو فعلان ساکن العین سے بدل لیا خواجہ نصیر الدین محقق طوسی کے قول کے موافق فعلان کو

مشعث مقصور نہین کہہ سکتے اسلیے کہ یہان خبن لازم ہے پس فعلاتن مخبون کو مسکن و مقصور کیا ہے مثال ۵

نظیر

یہی دل ہے کہ ہوا تھا نہ کبھی بھی غمناک	وہی دل ہے کہ ہوا تیغ قضا سے صد چاک

تقطیع یہی دل ہے فعلاتن کہ ہوا تا فعلاتن ن کبی بی فعلاتن غمناک فعلان وہی دل ہے فعلاتن کہ ہوا تے فعلاتن غ قضا سے فعلاتن صد چاک فعلان

غالب

غم شبیر سے ہو سینہ یہان تک لبریز	کہ رہین خون جگر سے مری آنکھین رنگین

رمل مثمن مخبون مقصور فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلان عین کے کسرے سے دو بار

غالب

تپش دل نہین بے رابطۂ خوف عظیم	کشش دم نہین بے ضابطۂ جر ثقیل

تقطیع تپشے دل فعلاتن نہ وبے را فعلاتن بطئے خو فعلاتن ف عظیم فعلان کشش دم فعلاتن ن وبے ضا فعلاتن بطئے جر فعلاتن ثقیل فعلان

رمل مثمن مخبون محذوف مسکن فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن بسکون عین دو بار خواجہ نصیر الدین طوسی کا قول ہے کہ یہان فعلن کو ابتر کہنا نہ چاہیے اسلیے کہ ابتر محذوف مقطوع ہوتا ہے بدون خبن کے اور اس جگہ خبن لازم ہے پس بہتر یہ ہے کہ مخبون محذوف مسکن کہین فعلاتن مخبون کو محذوف کیا تو فعلا بکسر عین رہا اور مسکن کرنے سے فعلا کا عین ساکن ہو گیا اسکو فعلن بسکون عین سے بدل لیا۔

مصحفی

مرض عشق سے گر ابکی سنبھل جاؤنگا	تو مین دو چار برس کو کہین ٹل جاؤنگا

عروض و ضرب مخبون محذوف مسکن ہے اور باقی تمام رکن پہلے شعر کی طرح ہین

رمل مثمن مخبون محذوف فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن عین کے کسرے سے دو بار فعلن مخبون محذوف ہے مثال

غالب

ہوس گل کا تصور مین بھی کھٹکا نہ رہا	عجب آرام دیا بے پر و بالی نے مجھے

تقطیع ہوسے گل فعلاتن ک تصوور فعلاتن م بھی کھٹکا فعلاتن نہ رہا فعلن عجبا را فعلاتن م دیا بے فعلاتن پر بالی فعلاتن ن مجے فعلن۔

کنور سین مضطر

خلل انداز وفا کو نا غمّاز ہوا
جو جواب خط مضطر قلم انداز ہوا

ان چارون وزنونکے واسطے ایک حکم ہی اور اجتماع ایک غزل مین روا ہے اور اگر سب مین پہلا رکن سالم ہو وے یا صدر سالم ہووے اور ابتدا مخبون یا اُسکے برعکس تو بھی شعر ناموزون نہوگا اور یہ اکثر مستعمل ہے۔

عباس علی خان بیتاب

بھاگیا اپنے زبس قتل کا ایا ہم کو
بعد مردن بھی ہے مرنے کی تمنا ہمکو

لمولفہ

یاد مین پائے نگارین کے ترے اے گلرو
جس کو دیکھا کف افسوس ہی ملتے دیکھا

صدر و ابتدا ساکن ہی اور عروض و ضرب مخبون محذوف مسکن

مولوی شاہ محمد عرف حافظ شیرازی طالب

قاصد سنتے ہی اُس عہد شکن کا پیغام
دل مرا آج پیمبر کی قسم ٹوٹ گیا

صدر و ابتدا ساکن ہی اور عروض مخبون مسکن مقصور اور ضرب مخبون محذوف۔

داغ

روکش اُس چین جبین سے خم گیسو نہوا
نہوا مد مقابل بجز ابرو نہ ہوا

صدر سالم اور ابتدا مخبون اور عروض و ضرب مخبون محذوف

منّولال صبا لکھنوی

چرخ کو کب یہ سلیقہ ہی ستمگاری مین
کوئی معشوق ہی اس پردۂ زنگاری مین

صدر و ابتدا سالم اور عروض و ضرب مخبون مسکن مقصور

ناسخ

گو پہنتا نہین جز جامۂ رنگین تو آج
کفن اک روز ملےگا تجھے خود کام سفید

صدر سالم اور ابتدا مخبون اور عروض مخبون مسکن مقصور ہی اور ضرب مخبون مقصور ہی

لمولفہ

نور رخ زلف سے چمکا تو جھکے سجدے کو
لیلۃ القدر سمجھ کر در و دیوار تمام

صدر و ابتدا سالم ہی اور عروض مخبون محذوف مسکن اور ضرب مخبون مقصور۔
یہ بھی ہو سکتا ہی کہ حشو مین مفعولن بجاے فعلاتن لایا جاۓ مثال اسکی

انشا

کیا فقط اُن کے بچھاور کے لیے لے انشا ۔۔۔ اپنی مٹھی مین ہر اک غنچہ زر لیتا ہے

پہلا مصرع بدستور ہی اور دوسرے مصرع کی تقطیع یہ ہے اپنی مٹ ٹھی فاعلاتن م ہر اک غن فعلاتن چہ زر لے مفعولن تا ہے فعلن

وله

اردلی کے جو گرانڈیل ہین ہونگے سب جمع ۔۔۔ کرنا بچھونکے گا جسوقت کہ آ سکھ درشن

جو وزن پہلے شعر کے دوسرے مصرع کا ہی وہی اس شعر کے دوسرے مصرع کا ہے تقطیع یون ہے کرن بچھ کے فاعلاتن گا جس وق مفعولن ت ک آ سک فعلاتن درشن فعلن۔ جبکہ حشو مین بجاے فعلاتن کے مفعولن لانا جائز ٹھہرا اور اساتذہ نے اسکا استعمال کیا تو ہم بکشادہ پیشانی کہہ سکتے ہین کہ بیچارے امانت سے ہرگز خطا و غلطی نہین ہوئی بلکہ جن لوگون نے اعتراض کیا ہے اُن کی غلطی و نافہمی ہی۔ اُنکے اس شعر کو ۔ ٥

اس پہ راضی ہو تو قرآن اُٹھالاؤن مین ۔۔۔ رکھ تو لاے مصحف رُو ہاتھ قسم کھاؤن مین

ایک صاحب نے اپنے رسالے مین درج کرکے زور طبیعت دکھایا ہے اور بے تکلف قلم اُٹھاکر لکھدیا ہی کہ انمین اضافت زائد ہے ہم اُنسے کہتے ہین کہ اگر اضافت ہی نہ قرار دیجاے تو کیا مضائقہ ہی اُنکو چاہیے کہ حضرت سعدی علیہ الرحمۃ کے اس شعر فارسی مین بھی غلطی نکالین ۔ ٥

زر بدہ مرد سپاہی را تا سر بدہد ۔۔۔ وگرش زر ندہی سر بنہد در عالم

تقطیع شعر امانت اس پہ راضی فاعلاتن ہو تُ قُرا آ فعلاتن ن اُٹھالا فعلاتن ؤمین فعلان ؛ رک تُ لے مُص فاعلاتن حفِ رُو ہا مفعولن ت قسم کا فعلاتن ؤمین فعلان ؛ تقطیع بیت فارسی زر بدہ مر فاعلاتن د سپاہی فعلاتن را تا سر مفعولن بدہد فعلن ؛ وگرش زر فعلاتن ندہی سر فعلاتن بنہد در فعلاتن عالم فعلن

وزن رمل مثمن مجنون کو خواجہ عصمت اللہ بخاری وغیرہ نے مضاعف بھی استعمال کیا ہی اور بسبب طوالت کے عوام اُسے بحر طویل کہتے ہین لیکن اُردو مین کم مستعمل ہی یہ قصیدہ شہید کا اُسی وزن پر ہی ۔ ٥

یہ سحر کیسی ہے پر نور کہ جمہور ہین مسرور ہر اک باغ مین معمور ہے سامان بہار
گل جھمکتا ہے چمن زور مہکتا ہے ٹپکتا ہے ہر اک شاخ تر و تازہ سے فیضان بہار
کیا جھکڑے سے چلی آتی ہے سرمست دمائل شوخی حیا نکہت گل مست گریبان بہار
تا کسی خار سے اُلجھے نہین با نہ سگے گرد زمین ہاتھ مین کھولونکے ہی دامان بہار

پہلے شعر مین صدر مجنون ہی اور ابتدا سالم اور دوسرے شعر مین صدر و ابتدا دونون سالم ہین اور عروض

وضرب دونون شعر کا مجنون مقصور اور حشو مجنون ہے۔
رمل مثمن مشکول فعلات فاعلاتن فعلات فاعلاتن دو بار شکل مراد ہی اجتماع خبن وکف سے بسبب خبن کے الف فاعلاتن کا گرا اور بسبب کف کے ساکن ہفتم یعنے نون گرا پس فعلات مشکول رہ گیا مثال

آتش

چلے تھے حرم کو رہ مین ہوا کُی صنم یہ عاشق		نہ ہوا ثواب حاصل یہ لیا عذاب اُلٹا

تقطیع چلِ تے حَ فعلاتُ رم کُ رَہ مے فاعلاتن ہُوا کِ صَ فعلات نم یہ عاشق فاعلاتن نَہ ہوا ثُ فعلات واب حاصِل فاعلاتن یِ لیا عَ فعلات ذاب اُلٹا فاعلاتن +

مرزا احمد بیگ قیس

دل مضطرب کا دیکھا عجب اضطراب اُلٹا		ہوا اور مضطر اُسنے جو ذرا نقاب اُلٹا

غالب

ترے وعدے پر جیے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا		کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا
کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیر نیم کش کو		یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا
یہ مسائل تصوف یہ ترا بیان غالب		تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

تمام اشعار مین صدر و ابتدا مشکول ہے اور عروض وضرب سالم اور حشو مین ایک رکن مشکول اور ایک سالم ہے۔ اور عروض وضرب مین فاعلیان مسبغ بھی درست ہے

بندرابن راقم

مری بد شرابیوں سے کرین توبہ میگساران		رہے وہ عمل کہ ہووے سبب نجات یاران

صدر و ابتدا مشکول ہے اور عروض وضرب مسبغ ہے اور حشو مین ایک رکن سالم ہے اور ایک مشکول ہے
تقطیع مرِ بد ش فعلات رابیوں سے فاعلاتن کرِ توبَ فعلات مے گساران فاعلیان رہِ وہُ عَ فعلات مل ک ہووے فاعلاتن سببے ن فعلات جاتِ یاران فاعلیان

آتش

یہ نگہ یہ منھ یہ رنگت یہ مسی یہ لعل خندان		غضب اور تسپہ لینا یہ زبان بزیر دندان

اگر الف اور نون غنہ کو ایک حرف مانا جائے تو فاعلیان کی جگہ فاعلاتن لایا جاے بہر صورت مسبغ کی مثال یہ ہی۔ ؎

کٹی عمر میری ساری جیسے شمع باد کے بیچ	میر	یہی رونا جلنا گلنا یہی اضطراب تجھ بن

عروض مسبغ ہی اورضرب سالم
رمل مسدس سالم فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن دوبار مثال۔

قتل عالم کرچکا غمزہ تو بولے	کیا کیا اے خانمان برباد تونے

تقطیع قتل عالم فاعلاتن کرچکا غم فاعلاتن زۂ تُ بولے فاعلاتن ۳ کاکیا لے فاعلاتن خان ماںبر فاعلاتن باد تونے فاعلاتن ۶ اور عروض وضرب مسبغ یعنی فاعلیان بھی لاسکتے ہین جیسے۔ ھ

بے محابا چاک کرتا ہے گریبان	کس کے آنے سے ہوا ہی گل پریشان

میر کی مثنوی زبان زد عالم کے اس شعر کی تقطیع بھی اس وزن مین ہوسکتی ہے۔ ھ

جب بڑون سے مارنا ہموار کھائین	کج خرامی سے تب اپنی باز آئین

تقطیع جب بڑو سے فاعلاتن مارنا ہم فاعلاتن وار کائین فاعلیان ۳ کج خرامی فاعلاتن سے تب اپنی فاعلاتن باز آئین فاعلیان ۶ اگر الف اور نون غنہ کو ایک حرف مانا جاے تو فاعلیان کی جگہ فاعلاتن آئیگا مثال ذیل مین فاعلیان ہونے مین کوئی شبہ نہین۔ ھ

فندقی انگشت سے وہ کرتا ہی رنگ	اوریان دل پر ہی غم کے ہاتھ سے سنگ

رمل مسدس مقصور فاعلاتن فاعلاتن فاعلان دوبار

ناسخ

ہے یہان کس کو شب فرقت مین ہوش	ہوچکی ہوگی ہزارون بار صبح

تقطیع ہے یہا کس فاعلاتن کو شبے فر فاعلاتن قت مِ ہوش فاعلان ۳ ہو چکی ہو فاعلاتن گی ہزار و فاعلاتن بار صبح فاعلان

لمولفہ

طاق ابرو پر نہین اُس بت کے خال	خانۂ حق مین موذن ہے بلال

رمل مسدس محذوف فاعلاتن فاعلاتن فاعلن دوبار مثال

خواجہ وزیر

خط یہ خط لائے جو میرے نامہ بر	بولا ان مرغون کا دڑبہ کھل گیا

نواب یوسف علی خان ناظم

ہے لڑائی ابتو آؤ سامنے
صلح مین ہمسے بہت پردہ کیا

لمولفہ

ایک کو گالی ہے بوسہ ایک کو	ان بتون کا یہی بدل کام ہے
حشم کے خس خانے مین رہ برق وش	سرو تر ہے خطۂ کشمیر سے
راہ گم کی زلف کے کوچے مین جب	آہ سوزان شمع دکھلانے لگی

عروض وضرب مین ایک جگہ فاعلان مقصور اور ایک جگہ فاعلن محذوف بھی جمع کرنا درست ہے

نواب مصطفے خان شیفتہ

کھول جلد ای شیفتہ آغوش شوق	یہ صدا آئی لب سوفار سے

لمولفہ

پائون کیون پڑتی ہی میرے بار بار	کیا خطا صادر ہوئی زنجیر سے

رمل مسدس مخبون فعلاتن فعلاتن فعلاتن دوبار مثال

تجھے عاشق کی کبھی ای یار خبر ہے	کہ ترے واسطے وہ خاک بسر ہے

تقطیع تج عاشق فعلاتن کب لے یا فعلاتن رخبر ہی فعلاتن کہ ترے وا فعلاتن سطے وہ خا فعلاتن ک بسر ہے فعلاتن۔

رمل مسدس مخبون مسبغ فعلاتن فعلاتن فعلیان دوبار مثال ؎

نالے کا دیکھ مرے باغ مین انداز	کب نکل سکتی ہے بلبل سے پھر آواز

صدر وابتدا سالم ہین اور حشو مخبون اور عروض وضرب مخبون مسبغ

رمل مسدس مخبون محذوف مسکن فعلاتن فعلاتن فعلن بسکون عین دوبار

شہید

کبھی آنکھون پہ بٹھا لیتی تھی	کبھی سینے سے لگا لیتی تھی

تقطیع کب آ نکھو فعلاتن پ بٹھا لے فعلاتن تی تی فعلن الخ

رمل مسدس مخبون محذوف فعلاتن فعلاتن فعلن بکسر عین دوبار

شہید

در و دیوار سے آتی تھی صدا	کہ حلیمہ یہ ہوا فضل خدا

تقطیع در و دیوا فعلاتن رس آتی فعلاتن ت صدا فعلن۔

ان اوزان کے عروض وضرب مین فعلان عین کے کسرے اور سکون سے بھی آسکتا ہی اور صدر وابتدا مین

بجاے فعلاتن مخبون کے فاعلاتن سالم بھی آتا ہے ۔

جرأت

ناصحو آپ مین جرأت نرہا — اب سمجھکر اُسے سمجھائیے گا

خواجہ وزیر

سر مرا کاٹ کے پچتائیے گا — کسکی پھر جھوٹی قسم کھائیے گا

دونون شعرونمین صدر و ابتدا سالم ہین اور حشو مخبون اور عروض وضرب مخبون محذوف ہے۔

مصحفی

شیشۂ مے کی طرح اے ساقی — چھیڑ لو مت کہ بھرے بیٹھے ہین

ولہ

تم ذرا چشم نمائی کردو — شوخیان ہم سے ہرن کرتے ہین

دونون شعرونمین عروض وضرب مخبون محذوف مسکن اور صدر و ابتدا سالم ہین

غالب

اہل تدبیر کی واماندگیان — آبلون پر بھی حنا باندھتے ہین

صدر و ابتدا سالم اور عروض وضرب مخبون محذوف یعنی فعلن عین کے کسرے سے

لمولفہ

دل کو ہم اُنپہ فدا کرتے ہین — جانپر اپنی جفا کرتے ہین

اِس شعرمین عروض وضرب دونون مخبون محذوف مسکن ہین باقی بدستور

راغب

مُنہہ دوپٹے سے چھپایا اُسنے — دلکو پردے مین لُبھایا اُسنے

لمولفہ

شوق ہو جسکو گلو سے بلبل — دیکھ لے آکے بہار عارض

ان دونون شعرونمین بھی عروض وضرب مخبون محذوف مسکن ہین

مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر شاد

ہاے کیا جور ہے کیسی بیداد — کس سے مین جلکے کرون اب فریاد

فاعلاتن فعلاتن فعلان	فاعلاتن فعلاتن فعلان
دن دہاڑے مین لُٹی ای لوگو	آسمان نے کیا مجکو برباد
فاعلاتن فعلاتن فعلن	فاعلاتن فعلاتن فعلان
دے گیا داغ مرا لخت جگر	مرا پیارا مرا آصف پرشاد
فاعلاتن فعلاتن فعلن	فاعلاتن فعلاتن فعلان
دیکھتا تھا جو تجھے باپ ترا	دل ہی دل مین وہ ہا کرتا تھا شاد
فاعلاتن فعلاتن فعلن	فاعلاتن فعلاتن فعلان
ابتو وہ دام الم مین ہے اسیر	کہین اس دام سے ہو جلد آزاد
فاعلاتن فعلاتن فعلان	فعلاتن فعلاتن فعلان

جرأت

پردہ مت مُنھ سے اُٹھانا یکبار	مُجھ مین اوسان نہین رہنے کا
فاعلاتن فعلاتن فعلان	فاعلاتن فعلاتن فعلن
تو چلا اور یہ جی اس تن مین	کسی عنوان نہین رہنے کا
فاعلاتن فعلاتن فعلن	فاعلاتن فعلاتن فعلن
ہجر کے غم سے نہ گھبرا جرأت	اتنا حیران نہین ہو رہنے کا
فاعلاتن فعلاتن فعلن	فاعلاتن فعلاتن فعلن

عروض پہلے شعر مین مخبون مسکن مقصور ہو اور باقی مین عروض اور سب مین ضرب مخبون محذوف مسکن ہے ہمنے ان تمام شعروں مین نون غنہ کو علٰحدہ حرف ساکن نہین مانا ہے اگر ضرورۃً حشو مین بجائے فعلاتن کے مفعولن ہو تو بھی درست ہو مثال اسکی

ادھر آؤ جانی اب نہ ستا	بس نہ اتنا بھی عاشق کو کڑھا

تقطیع ادرا ؤ فعلاتن جانی اب مفعولن ن ستا فعِلُن بس ن اتنا فاعلاتن بی عاشق مفعولن ک کڑھا فعلن

رمل مربع مقصور یا محذوف فاعلاتن فاعلان یا فاعلن دوبار مثال۔

ظفر

بوسہ رخ دو ہمین	دل ہم اپنا دین تمھین

درد دل اپنا صنم	کیون نہ ہم تم سے کہین
چپ رہا جاتا نہین	کب تلک چھپکے رہین
وہ عبث ہین کوستے	آے بن کیو نکر مرین
اس غزل پہ سب ظفر	آفرین تجکو کہین

ان تمام اشعار مین عروض وضرب کو محذوف قرار دینا چاہیے اور نون غنہ کو علیحدہ ساکن نہ ماننا چاہیے جیساکہ محقق طوسی کا مذہب ہی مقصور کی مثال اشعار ذیل کے عروض ہین

شاد وزیر اعظم حیدرآباد

اس نے میرے ساتھ حیف	کیا کہون مین کیا کیا
اس نے صد ہا گھر کو آہ	دم مین ویران کردیا
باپ سے بیٹے کو حیف	کردیا اُس نے جدا
باپ کا بیٹے کو رنج	اس ستمگر نے دیا
دے گا وہ دل کی مراد	کردعا صبح و مسا
کیسی شادی کیسا رنج	ہونا جو تھا ہوگیا

رمل مربع مخبون فعلاتن فعلاتن دوبار

انشا

اری موتی ادھر آتو	کہ سکھائے ہنر آتو
مرے دل کی بھی خبر ہے	تجھے اری بخبر آتو

پہلے رکن کا سالم ہونا بھی جائز ہے مثلاً

ولہ

مارئے کیا ہی کو دکے	جاوے اپنے جو گھر آتو

ولہ

ہو جہان خوش وہین جاؤ	جگنون مین نہ اُڑاؤ
آگ دل مین نہ لگاؤ	بس نہ انشا کو کڑھاؤ

اور یہ بھی جائز ہی کہ ایک شعر کے صدر وابتدا مین رکن سالم ومخبون کو جمع کیا جائے جیسے۔

ولہ

رہ گئی دیکھ انکھین کل	اُکڑا اپنا جگر آتو

کوئی کمبخت نہ ہو گی		کہین تجھ سی کٹر آ تو
	ولہ	
ادھر آؤ نہ ستاؤ	.	پاس اپنے نہ بلاؤ
	ولہ	
سیکھیے کیا ہی انداز یہ کیا ہو گر انشا سے تجھے ہان		دیوے چھٹی اگر آ تو دیکھ لے بھر نظر آ تو

رمل مربع مشعث مقصور فا علاتن فعلان بسکون عین دوبارہ یہ تمکو پہلے بتادیا گیا کہ جمہور فعلان کو مشعث مقصور کہتے ہین اور محقق طوسی کی رائے کے مطابق اسکو مخبون مسکن مقصور کہنا چاہیے مثال اسکی ۵

ناز مت کر لے سرو	لعبت چوب ہے تو

عروض مشعث مقصور ہے اور ضرب مخبون محذوف یعنی فعلن کسرہ عین سے کس لیے کہ فا علاتن سے بسبب خبن کے فعلاتن ہوا اور اسکے آخر سے سبب خفیف گرا بسبب حذف کے پس فعلا کو فعلن سے بدل لیا

رمل مربع مشکول فعلات فا علاتن دوبار مولوی محمد اسمعیل نظم غیر مقفے مین کہتے ہین۔ ۵

وہ غریب کھیت والے کہ کھڑی ہے جن کی کھیتی کہین گہ رہا ہے خرمن یون ہی شام سے سحر تک	وہ امید وار دہقان کہین کھیت کٹ رہا ہے نہین آنکھ اُن کی جھپکی ہین تمام رات جاگے

یہ چارون شعر اس وزن پر ہین فعلات فاعلاتن دوبار

(۳) بحر رجز

مستفعلن مستفعلن مستفعلن دوبار رجز بفتح رائے مہملہ و فتح جیم و سکون زائے معجمہ اُن اشعار کو کہتے ہین جو معرکہ جنگ مین اور فخر کے موقع پر اپنی قوم کی مردانگی اور شرافت کے جتانے کو پڑھتے ہین اور چونکہ اکثر ایسے اشعار اس بحر مین ہوتے ہین اس لیے اس بحر کا نام رجز رکھدیا یا رجز کے معنے اضطرابی اور شتابی کے ہین اور اشعار بہادری جو میدان جنگ مین پڑھے جاتے ہین وہ وقت اضطراب کا ہوتا ہے اس وجہ سے اس کا نام رجز رکھا ہے اور بعض نے وجہ تسمیہ یہ لکھی ہے کہ رجز اونٹ کی ایک بیماری کا نام ہے جو اُسکے چوتڑ دن مین ہوتی ہے اور اُسکی وجہ سے چلنے مین کانپتا ہے چلتا ہے اور کھڑا ہو جاتا ہے چونکہ اس بحر کے پہلے دو سبب خفیف ہین اس وجہ سے حرکت کے بعد سکون واقع ہے اس مناسبت سے اس بحر کا نام رجز رکھا ہے اس بحر کو فصحائے فارس

و ریختہ نے اکثر مثمن سالم استعمال کیا ہے بخلاف شعراے عرب کے کہ مثمن استعمال نہین کرتے مسدس اور مثلث اور مثنے بیشتر استعمال مین لاتے ہین اور شعراے فارس و ریختہ مسدس مستعمل نہین کرتے لیکن بدیعی بلخی نے فارسی مین مثلث کا بھی جواب دیا ہے چنانچہ اول اُس کا یہ ہے۔ ع

نو شد جہان زین نو بہار و سال نو

بروزن مستفعلن مستفعلن مستفعلن اور یہ تمام ایک بیت ہی جس مین دو مصرع نہین۔ اور مُوحد اسی بحر سے مخصوص ہی اور بحر موحد نہین ہوتی اور سواے خبن و طے کے اور کسی زحاف کا استعمال کم کرتے ہین اور اس بحر مین پانچ زحاف آتے ہین خبن۔ طے۔ قطع۔ اذالہ۔ ترفیل۔

مومن خان

دنرات فکر جور مین یون رنج اُٹھانا کب تلک	مین بھی ذرا آرام لون تم بھی ذرا آرام لو

تقطیع دنرات فک مستفعلن رے جو رمے مستفعلن یو رنج اُٹھا مستفعلن نا کب تلک مستفعلن مے بی ذرا مستفعلن آرام لو مستفعلن تم بی ذرا مستفعلن آرام لو مستفعلن۔

ولہ

مومن تم اور عشق بتان ای پیر و مرشد خیر ہے	یہ ذکر اور منھ آپ کا صاحب خدا کا نام لو

میر تقی

مستی مین لغزش ہو گئی معذور رکھا چاہیے	اے اہل مسجد اس طرف آیا ہون مین بہکا ہوا

اور رُکن سالم کے مقابل رُکن مستفعلان مذال بھی آسکتا ہے اذالت عبارت ہے ایک الف وتد مجموع مین بڑھانے سے ذوق کا ایک مخمس ہے۔ ع

انوار عرفان سے ترا سینہ ہوا ہے ایسا صاف	جسکی پہونچتی روشنی ہے قاف سے لے تا بہ قاف
خورشید و مہ کو روبرو تیرے کہان مقدور لاف	کرتے ہین دونون روز و شب آ کر ترے در کا طواف

ای قبلۂ روشن دلان ای کعبۂ اہل صفا

تیری ثنا کب ہو سکے لے خسرو والا نگاہ	اب یہ دُعا ہے ذوق کی حق مین ترے شام و پگاہ
جب تک زمین پر ہے فلک اور رہین فلک پر مہر و ماہ	فرخ ہمیشہ عید ہو تجھکو شہا با عز و جاہ

بدخواہ ہو تیرا اسد اِ رنج و الم مین مبتلا

ہر اک بند کے چارون مصرعونکے عروض و ضرب مذال ہین۔ اگر آخر مین نون غنہ ہوتا تو یہ کہہ سکتے تھے کہ وہ تقطیع مین علحدہ محسوب نہین ہوتا لیکن یہان زائد غیر غنہ ہے اور اس صورت مین دائرے سے خروج

لازم آتا ہے۔

اُستاد عبدالوسع ہانسوی نے رجز مثمن کو دو چند بھی استعمال کیا ہو اور قصیدہ مسجع لکھا ہو اگرچہ ریختہ مین
مستعمل نہین مگر مولوی غلام امام شہید نے ایک قصیدہ مسجع لکھا ہے اُسکے اشعار یہ ہین ؎

آئی بہار اب ہر چمن ہو بلبل و گل کا وطن دیر و حرم سے نعرہ زن آتے ہین شیخ و برہمن
زاہد سے کہدو یہ سخن ہو فصل گل توبہ شکن گرچاہے عیش جان و تن میخوار و نکاسے سیکھے چلن
آئی بہار جانفزا لائی گلستان مین صبا پیغام وصل دلربا گل کھل کھلا کر ہنس پڑا
موج ہوا نے وا کیا ہر غنچے کا بند قبا بلبل یہ کرتی ہے صدا اب مین ہون اور سیر چمن

رجز مثمن مطوی مفتعلن مفتعلن مفتعلن مفتعلن دو بار طے اُسے کہتے ہین کہ اُن دو سبب خفیف مین سے
جو رکن کے اول مین ہون چوتھے ساکن کو گرا دیا پس مستفعلن سے مستعلن مطوی ہوا اس کو مفتعلن سے بدل لیا
مثال اُسکی ؎

خواب مین اک بوسہ رنگ کف پا ہاتھ لگا	رات اندھیری مین مرے دزد حنا ہاتھ لگا

تمام ارکان مطوی ہین تقطیع خاب مِ اک مفتعلن بو سہ رن مفتعلن گے کف پا مفتعلن ہات لگا مفتعلن
اسی طرح دوسرا مصرع ہے

رجز مثمن مطوی مرفل مفتعلاتن مفتعلاتن مفتعلاتن مفتعلاتن دو بار ترفیل اسے کہتے ہین کہ آخر
رکن کے وتد مجموع پر ایک سبب خفیف زیادہ کردیا پس مفتعلن کے آخر مین کہ مطوی ہو تن بڑھایا تو مفتعلن
تن ہوا اسکو مفتعلاتن سے بدل لیا۔

ذوق

تو سر دنیا ظل الٰہی حکم ترا تا ماہ بماہی	تحت ترا ہو تا بہ ثرے اور فوق ہو تیرا تا بہ ثریا
حکم پہ حاضر نظم پہ ناظر تیرے جلوس جشن کی خاطر	فوج سکندر لشکر دارا تخت فریدون مسند کسرےٰ
جلوے سے تیرے ہو نہ منور شام سحر آفاق تو کیونکر	مہ ہو دو لے دیدہ شپر مہر ضیا لے حیرت حربا
تیری شمیم خلق سے طاری تیری نسیم طبع سے جاری	باد بہاری مشک تتاری عود قماری عنبر سارا

تقطیع تو سر دنیا مفتعلاتن ظل الٰہی مفتعلاتن حکم ترا تا مفتعلاتن ماہ بماہی مفتعلاتن ٭ تحت ترا ہے
مفتعلاتن تا بہ ثرے ار مفتعلاتن فوق ہ تیرا مفتعلاتن تا بہ ثریا مفتعلاتن ۔ یہ وزن متقارب مثمن مضاعف
اثرم سالم فعل فعولن سے ملتا ہے اور جہان ایسا اتفاق ہوا کہ ایک بحر کا زحاف دوسری بحر کے زحاف کے
مطابق پڑھا جائے تو فرق وہان اس طرح ہوگا کہ جہان ارکان اصلی مزاحفات مخصوصہ ایک بحر کے ساتھ

پائے جائینگے تو وہ بحر ممتاز و متعین ہو جائیگی پس جبکہ بحر متقارب اثرم سالم مین رکن اصلی بھی رکن اثرم کے ساتھ موجود ہی تو بہتر یہ ہی کہ اس وزن کو اُسی مین داخل رکھنا چاہیے۔

رجز مثمن مطوی مخبون مفتعلن مفاعلن مفتعلن مفاعلن دوبار مفتعلن مطوی ہی اور مفاعلن مستفعلن سے بدلا ہوا مخبون ہے مثال

اوسی

باغ مین گلعذار ہو فصل بہار ہو نہ ہو	مین ہون غزل سرا وہان بُلبل زار ہو نہ ہو

تقطیع باغ مِ گل مفتعلن عذار ہو مفاعلن فصل بہا مفتعلن ر ہو نہ ہو مفاعلن اسی طرح دوسرے مصرع کی تقطیع ہوتی ہے

لمولفہ

آؤ نہ تم تو مجھی خستہ جگر کو لو بلا مجھی یا وہ کس سے کہہ دیوے ہمین بھی جام مے	کوئی تو بات ان لو یہ نہ سہی تو یہ سہی کیونکہ بتنگ ہین بہت نشہ کے انتظار سے

حشو یا عروض یا ضرب کا مخبون مذال یعنی مفاعلان لانا جائز ہے مثال

ذوق

تا کہ یہ گبر اور ہنود طاق پرست یون باز	چھوڑ دین شرک پوجنا آتش و آب و خاک باد

تقطیع تاک یہ گب مفتعلن ر اَو ر ہنود مفاعلان طاق پرس مفتعلن ت یون باز مفاعلان ئ چھوڑ دِ شر مفتعلن ک پوجنا مفاعلن آتش اَ مفتعلن خاک باد مفاعلان ئ مصرع اول کا حشو اور مصرع ثانی مین عروض و ضرب مخبون مذال واقع ہوے ہین یعنی مفاعلن مخبون مین بسبب اذالت کے سبب خفیف کے درمیان الف اور بڑھ گیا ہے۔ غالب

مین نے کہا کہ بزم ناز چاہیے غیر سے تہی	سُنکے ستم ظریف نے مجکو اٹھا دیا کہ یون

انشا

کھیل کھلاڑی کے یہ دیکھ کیا ہی بہم ہو گئے جان پڑی غشی مین ہی ایسی کشاکشی مین ہے	ایک پا ایک مہربان آتش و باد و آب و خاک کیا کرین ہاے بے زبان آتش و باد و آب و خاک

ایک رکن مطوی اور ایک مخبون یا ایک مطوی اور ایک مخبون مذال علی الترتیب واقع ہوے ہین۔

رجز مثمن مخبون مطوی یعنی رکن مخبون کو مقدم اور رکن مطوی کو موخر لانا مفاعلن مفتعلن مفاعلن مفتعلن دو بار شعراے ریختہ نے اسکو استعمال نہین کیا ہمرحج یہ شعر اس وزن پر ہی۔

جو اُٹھ گیا رشک پری دکھا کے مجھے اپنی ادا	تو کیا کہوں میرے وہیں جو اس سے جاتے رہے

تقطیع جو اُٹ گیا مفاعلن رشک پری مفتعلن دکا مجے مفاعلن اپن ادا مفتعلن تو کا کہو مفاعلن میرو ہی مفتعلن حواس سے مفاعلن جات رہے مفتعلن

رجز مسدس سالم مستفعلن مستفعلن مستفعلن دو بار مثال۔

ہمکو ملا جو لطف کوے یار کا	کب وہ صبا کو لطف ہی گلزار کا

رجز مسدس مطوی مفتعلن مفتعلن مفتعلن دو بار مثال۔

ظلم کا اب جس سے گلہ لطف ہی کیا	جو نہ سُنے شکوے کا کیا فائدہ

رجز مربع سالم مستفعلن مستفعلن دو بار

واجد علی شاہ اختر

اس عشق نے رُسوا کیا	مین کیا بتاؤن کیا کیا
آہ دل ناشاد نے	اور آسمان پیدا کیا

اس بحر مین شعرا ے عرب ایسے ایسے زحاف استعمال کرتے ہین کہ شعرا ے فارسی و رخیال بندان ریختہ وہ صورتین استعمال نہین کرتے۔

(۴) بحر کامل

متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن دو بار یہ بحر جیسی دائرے مین وضع کی گئی ہے ویسی ہی مستعمل ہے اسلیے اسکو کامل کہتے ہین مثال

رفیق

رہ عشق کے کج و پیچ مین جو رفیق تھے سو جدا ہوے	مگر ایک نالۂ و آہ کو مرے دم سے ہم سفری رہی

تقطیع رہ عشق کے متفاعلن کج پیچ مے متفاعلن جو رفیق تے متفاعلن سُو جدا ہوے متفاعلن مگر ایک نا متفاعلن لئو آہ کو متفاعلن مرے دم سے ہم متفاعلن سفری رہی متفاعلن

نعیم

ہمین یہ امید نہ تھی صبا کہ یہ خاک یون اُڑے جا بجا	ترے در بدر کے پھرانے کو بھلا کیا مراہی غبار تھا

شیخ مداری

وہ ابھی ہی نو گل آرزو وہ ہنوز تازہ بہار ہے	نہ کچھ آئنے سے اُسے خبر نہ حنا سے کچھ سروکار ہے

حسرت

یہ بھی اک ستم ہی کہ خواب مین مجھے شکل آکے دکھا گئے	کبھی نیند بر سو نین آئی تھی سو اسی بہانے جگا گئے

عروض وضرب مذال بھی درست ہو جیسا کہ مرزا جعفر علی فصیح کے اس شعر مین ۔

علی اصغر آ بھی تھا جان طلب عبث اُسکو مار العین نے تیر

وہ حباب سا سر آب تھا تھی ہوا سی جان حباب مین

عروض مذال ہے اور باقی اجزا بدستور ہین اگرچہ عروض وضرب کے مذال ہونے کی صورت مین دائرے سے خروج لازم آتا ہے مگر جبکہ اساتذہ نے استعمال کیا ہو تو اسمین مضائقہ نہین ۔

اذالت مراد ہے وتد مجموع مین الف زیادہ کرنے سے پس متفاعلان مذال ہے اور یہ بحر زبان فارسی وریختہ مین مزاحف مستعمل نہین الا شاذ ونادر بعض بعض شعرائے طبع آزمائی کی ہو مگر ایک دو بیت سے زیادہ نہین لسکے زحافو نمین مضمر بہتر ہے اگر تمام ارکان مضمر ہونگے تو رجز کی طرف رجوع کر جائے گی ہم بھی بطور مثال کے دو ایک وزن لکھتے ہین ۔

کامل مثمن مضمر متفاعلن مستفعلن متفاعلن مستفعلن دوبار اضمار سے تائے متفاعلن کا ساکن کرنا مراد ہے پس متفاعلن مضمر ہوا اُسکو مستفعلن سے بدل لیا مثال

طالب

نہ ہوئی کبھی مجھ سے خطا نہوا کرو مجھپر خفا	نہ دیا کرو تم گالیان نہ کیا کرو مجھپر جفا

ایک رکن سالم اور ایک مضمر ہے علی الترتیب تقطیع نہ ہُئی کبی متفاعلن مجھ سے خطا مستفعلن نہوا کرو متفاعلن مجھ پہ خفا مستفعلن الخ اور اگر اسکو مقلوب کرین تو یہ وزن ہو گا مستفعلن متفاعلن مستفعلن متفاعلن دوبار ہہر بیچ بعض رکن سالم اور بعض رکن مضمر بلا ترتیب لانا اور کامل سالم ومضمر کا جمع کرنا بھی درست ہے مثال اسکی یہ ہے ۔

اُس خوب روکو جو دیکھے یہ مجال کیا ہے حور کی	کہ وہ سیمتن تمام خدا تصویر ہو ڈھلی نور کی

تقطیع اُس خوب رو مستفعلن کُ جُ دیکھ لے متفاعلن یہ مجال کا متفاعلن ہو حور کی مستفعلن کہ وہ سیمتن متفاعلن تمام خدا مستفعلن تصویر ہو مستفعلن ڈھل نور کی متفاعلن

ضامن

ہی مکان اپنا لا مکان سونشان اپنا ہی بے نشان	اب ضامن آکرے کیا بیان کہ خود بھی وانیہ دھری رہی

تقطیع ہ مکان اپ متفاعلن نا لا مکا مستفعلن سُ نشان اَپ متفاعلن الخ باقی تمام ارکان سالم ہین

حامد علی رضوی بتاب

حامد علی ہیولے گے گناہ بخشدے اے خدا	بطفیل احمد مجتبے تری شان جل جلالہ

مصرع اول کا یہ وزن ہی مستفعلن مستفعلن متفاعلن متفاعلن

کامل مسدس مضمر مذال متفاعلن مستفعلن مستفعلان دوبار مثال

ترے ہجر سے آئی ہی لب پہ جان نزار	یہ بتا مجھے تو تھا کہاں اے گلعذار

تقطیع ترے ہجر سے متفاعلن آ ای ہ لب مستفعلن پہ جان زار مستفعلان ؎ یہ بتا مجھے متفاعلن تو تا کہا مستفعلن اے گلعذار مستفعلان ؎ صدر و ابتدا سالم ہین اور حشو مضمر اور عروض وضرب مضمر مذال ہے

کامل مربع متفاعلن متفاعلن دوبار مؤلف نے اس بحر کو بطور اہل عرب کے مربع بھی استعمال کیا ہے

دل وسینہ لئیے فگار ہین	تری پلکین ہین کہ کٹار ہین
وہی خوش نصیب شہید ہین	ترے کو مین جنکے مزار ہین
کبھی ایک بھی نہ وفا کیا	ترے جھوٹے سارے قرار ہین
کہا مین نے ایک دن اے صنم	ترے غم مین زار و نزار ہین
لگا کہنے ہنسکے کہ تجھ سُن	یونہی پھرتے ہزار ہین

(۵) بحر وافر

مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن دوبار وافر کے کسرے سے اسلیے کہتے ہین کہ اس بحر مین شعر بہت کہے گئے ہین یا اس بحر مین حرکات کثرت سے ہین یہ بحر عربی سے خصوصیت رکھتی ہی ریختہ مین مستعمل نہین بعض شعرائے فارس نے بہ تکلف اسمین شعر کہے ہین۔

وافر مثمن سالم طالب کہتا ہی۔

ذرا کے کہا بلا سے بلا خفا جو ذرا ہوا وہ صنم	مرا بھی ذرا گلہ نہ رہا ہنسا جو گیا مجھے یہ ستم

تقطیع ذرا کہا مفاعلتن بلا سے بلا مفاعلتن خفا جو ذرا مفاعلتن ہوا و صنم مفاعلتن ؎ مرا بھ ذرا مفاعلتن گلہ نہ رہا مفاعلتن ہسا جُ گیا مفاعلتن مجے یہ ستم مفاعلتن ؎

(۶) بحر متقارب

فعولن فعولن فعولن فعولن دوبار یہ بحر اکثر مثمن سالم مستعمل ہی اور تقارب اور متقارب اسلیے کہتے ہین کہ اس مین وتد اور سبب نزدیک ہین کیونکہ لغت مین تقارب تفاعل کے وزن پر باہم نزدیک ہونے کے معنی مین ہے اور متقارب ضم میم اور فتح تاے فوقانی اور کسر راے مہملہ سے ایک دوسرے سے نزدیک ہونیوالے کو کہتے ہین

عروض وضرب اس بحر کے سالم یا مقصور یا محذوف ہرطرح مستعمل ہوتے ہین اور اسکو شعرائے فارسی نے بہت استعمال کیا ہے اور شعرائے ریختہ بھی اس کو پسند کرتے ہین اور اس کے زحاف چھ ہین۔ قبض۔ قصر۔ حذف۔ ثلم۔ ثرم۔ بتر۔

متقارب مثمن سالم الآخر فعولن فعولن فعولن فعولن دو بار۔

انشا

سُنی تھی کسی سے جو بحر تقارب	اُسے کر لیا گھنگرو ون کا تفنن
کہ تو سے ہے اپنے سبق پر یہ کہکر	فعولن فعولن فعولن فعولن

تقطیع سنی تی فعولن کسی سے فعولن جُ بحرے فعولن تقارب فعولن ۃ اُسے کر فعولن لیا گُگ فعولن رو دکا فعولن تفنن نن فعولن

رند

عدو غیر نے تجھکو دلبر بنایا	کوئی جوڑ تجھپر مقرر بنایا
نہ گنتا تھا کوئی حسینون مین اُوبت	تجھے دے کے دل مین نے دلبر بنایا
شکر لب کہا مین نے کڑوے ہوے تم	عبث مُنھ کو مجھپر ستمگر بنایا

لمولفہ

جو ہے کہربا رنگ رُخسار تیرا	ہوا کیا کہین دل گرفتار تیرا
کٹی عمر مثل حباب آہ اپنی	بجا ناکہ اس بحر فانی مین کیا ہے

متقارب مثمن مسبّغ فعولن فعولن فعولن فعولان دو بار مثال

نواب سید جعفر علیخان جعفر

لیے ہین سلیمان کی ہے کے عدد بیس	تھین تو رہ چارہ بالکل تھی مسدود

عروض وضرب دونون مسبغ ہین

سید علمدار حسین واسطی

مُبارک تمھین تاجداری شہنشاہ	مُبارک یہ دربار رداری شہنشاہ
مُبارک تمھین بختیاری شہنشاہ	مُبارک زبان پہ ہماری شہنشاہ

شہنشاہ کی عمر وعزّت زیادہ

چارون مصرعونکے عروض وضرب مسبغ ہین اور کاتب کا تصرف یہان نہ سمجھنا چاہیے یعنی یہ نہ خیال کرنا چاہیے

کہ اصل مین شہنشہ تھا کاتب نے شہنشاہ لکھدیا ہے اسلیے کہ مصنف نے ریاست پٹیالہ کے قصبہ بنوڑ مین
۱۲ دسمبر ۱۹۱۱ء کو ایک جلسے کے اندر اپنی زبان سے شہنشاہ پڑھا تھا

سحاب

پڑا اُنکی چوٹی مین کوڑے کا موباف ‌ ‌ ‌ نظر آئے دو سانپ اک کیچلی مین

ناسخ

لب گنگ بیتابی ایسی ہے بے یار ‌ ‌ ‌ کبھی وار مین ہون کبھی پار مین ہون

رند

چڑھاؤنگا گل گور مجنون پہ اے رند ‌ ‌ ‌ نظر جب وہ لیلی شمائل پڑے گی

ولہ

کرم کیجیے آئیے حضرت عشق ‌ ‌ ‌ ہے خون جگر میہمانی تمھاری

ان اشعار کے عروض مسبغ ہین اور ضرب سالم اسکے برعکس کی مثال یہ ہے

جعفر

پسر کو پدر کا ملا ارث یکسر ‌ ‌ ‌ حکومت ہو عثمان علی خان کو مسعود
وراثت کی آیت کو نقطی مین لکھکر ‌ ‌ ‌ نکالے ہین جعفر نے اعداد مقصود
یہ تاریخ بھی ترجمہ ہے اُسی کا ‌ ‌ ‌ سلیمان ہوا وارث تاج داؤد

محقق طوسی کہتے ہین کہ یہ ناپسندیدہ ہے اسلیے کہ حرف آخر عروض و ضرب کا دائرے سے باہر ہے پس اسی وجہ سے
عروض و ضرب کے نون غنہ کو مع اُسکے ساکن ماقبل کے ایک حرف شمار کرتے ہین

امانت

کشش لذت شوق وصلت کی دیکھو ‌ ‌ ‌ لبون سے وہ میری زبان کھینچتے ہین

منشی میر محمود جان اوج

کہون کیا مین اُس چشم جادو کی باتین ‌ ‌ ‌ لڑایا مجھے آنکھ سب سے لڑا کر

شعرا نے متقارب مثمن سالم کو مضاعف بھی استعمال کیا ہے چنانچہ یہ شعر ذوق کا اسی وزن مین ہے

تمنا نہین ہے کہ امداد کو تیس کا صلہ ہو کہ مزد قلق ہو ‌ ‌ ‌ ابھی حق ہے قاتل اگر حق دلائے یہ بسمل تڑپ کر تو خونریز جان بحق ہے

نظام ساکن جاورہ

یہ عمان معنی وہ ہے شک حیوان کہ ہر حرف جسکا ہے اک دُرِ مکنون ‌ ‌ ‌ لگاتی ہے غوطہ جدھر طبع موزون اُٹھا لاتی ہے گوہر تازہ مضمون

متقارب مثمن محذوف الآخر فعولن فعولن فعولن فعل دو بار فعولن بسبب حذف کے فعو رہ گیا اسکو فعل سے بدل لیا مثال۔

میر حسن

پہ حُسن و جوانی اور اس پہ یہ غم	ستم ہے ستم ہے ستم ہے ستم

تقطیع پہ حُسنو فعولن جوانی فعولن اَرُاُس پہ فعولن یہ غم فعل + ستم ہی فعولن ستم ہی فعولن ستم ہی فعولن ستم فعل +

امیر مینائی

تصور مژہ کا تری رات بھر	رگِ جان مین نشتر چبھوتا رہا

برہم

لہو مین ہمارے جو پیسی گئی	بہت شوخ رنگ حنا ہو گیا
خدا ایک یہ بت بھی ہین پہونچے ہوے	کہ جو کچھ زبان سے کہا ہو گیا

متقارب مثمن مقصور الآخر فعولن فعولن فعولن فعول دو بار شاہ رؤف احمد رافت مثنوی یوسف وزلیخا مین لکھتے ہین۔ ـ ہ

پلا ساقیا مجکو جائے شراب	وہ پانی کہ ہو جس مین موتی کی آب
یہی ہے مری آبرو کی سبیل	لگا دے مرے لب سے دریائے نیل
نہلانے کو جاتا ہے وہ سوے آب	کہ ہر نقش پا جس کا ہے آفتاب

سب بیتو نمین عروض وضرب مقصور ہو۔

اوج

نہ غیرو نپہ کر اے ستمگار ناز	اُٹھائین گے ہرگز نہ اغیار ناز

اجتماع قصر وحذف کا ایک شعر مین درست ہے ـ مثال

میر

کوئی ناامیدانہ کرتے نگاہ	سو تم ہم سے منھ بھی چھپا کر چلے

عروض مقصور ہو اور ضرب محذوف۔

سعید رامپوری

سعید اُنکے غم مین ہوا دن بسر	خدا جانے اب کیا دکھائے گی رات

عروض محذوف ہو اور ضرب مقصور۔ قدما نے اس وزن کے صدر و ابتدا کو اثلم یعنی فعلن بسکون عین بھی بہ ندرت استعمال کیا ہو لیکن شعرائے ریختہ کے کلام مین ایسے اشعار نظر سے نہین گذرے بہر صورت مثال یہ ہو۔

لمولفہ

مہمان نوازی بہت خوب ہے	خدا کو بھی یہ بات مرغوب ہے

تقطیع مہما فعلن نوازی فعولن بہت خو فعولن ب ہے فعل ٭ خدا کو فعولن بی یہ با فعولن ت مرغو فعولن ب ہے فعل۔

متقارب مثمن اثلم سالم الآخر فعلن فعولن فعلن فعولن دو بار فعلن مین عین ساکن ہو ثلم مراد ہو فعولن کے حرف اول کو گرانے سے پس عولن اثلم رہا اسکو فعلن سے بدل لیا۔

انشا

دست جنون سے ای ولے ویلا	سونے نپائے ٹک پانؤن پھیلا
ابر و ہوا ہے چمکے ہے بجلی	مت روٹھ ساقی لا جام مے لا

صدر و ابتدا اثلم اور عروض و ضرب سالم ہے اور حشو مین بھی ایک جزو اثلم ہے اور ایک سالم۔ تقطیع دستے فعلن جنون سے فعولن ای وا فعلن ویلا فعولن ٭ سونے فعلن نپائے فعولن ٹک پا فعلن ؤن پھیلا فعولن۔ حشو مین بجاے فعولن سالم فعولان مسبغ لانا بھی جائز ہے خواہ ایک مصرع مین خواہ دونون مین جیسے

انشا

جام مے عشق مونہ آنکھ ری جا	ہے ایک ہی گھونٹ کڑوا کسیلا

اس شعر کا وزن یہ ہو فعلن فعولان فعلن فعولن دو بار

ولہ

کرتے تھے مذکور میرا تمہارا	فرہاد و شیرین مجنون و لیلے

اس شعر کے پہلے مصرع کا وزن یون ہے فعلن فعولان فعلن فعولن اور دوسرے مصرع کا وزن یہ ہے فعلن فعولن فعلن فعولن۔

سوز

ای سوز وہ دیکھ آتا ہے قاتل	ٹک چونک ظالم اتنا بھی غافل
دین و دل و جان و صبر و تحمل	سب کچھ لیا چھین تیر بھی بیدل
کس کس کو روؤن مین اب یاد کر کر	ای اشک ای چشم ای آہ ای دل

کوچے مین اُسکے لاکھون پڑے ہین | مذبوح مجروح مقتول بسمل

پہلے اور چوتھے اور چھٹے اور آٹھوین مصرع کا یہ وزن ہی فعلن فعولان فعلن فعولن باقی مصرعونکا یہ وزن ہے فعلن فعولن فعلن فعولن

متقارب مثمن اثلم فعلن فعلن فعلن فعلن بسکون عین دوبار میر جوش عشق مین کہتے ہین۔ ۵

دیکھ اُس رخ کی نوراحشانی | شمع مجلس پانی پانی

تقطیع دیکھس فعلن رخ کی فعلن نورف فعلن شانی فعلن ۲ شمع فعلن مجلس فعلن پانی فعلن پانی فعلن ۲

منہ

کیا ہے اُس کے آب و گل مین | خواہش اُس کی سب کے دل مین
خون باری سے چہرہ گلگون | حلق بسمل چشم پرخون

متقارب مثمن اثرم سالم الآخر فعل فعولن فعل فعولن دوبار یا فاع فعولن فاع فعولن دوبار فعل اور فاع کو خواہ اثرم کہین خواہ اثلم مقبوض یعنی اگر بسبب ثرم کے فا و نون فعولن کا گرا دیا تو عول لام کے ضمے سے اثرم رہا اسکو فعل یا فاع مضموم الآخر سے بدل لیا اور اگر بسبب ثلم کے حرف اول یعنی فا کو گرایا اور بسبب قبض کے نون حرف پنجم ساکن کو گرا دیا تو بھی عول لام کے ضمے سے اثلم مقبوض رہا اسکو فعل یا فاع سے بدل لیا اور فعولن سالم ہے پس اس بحر کو خواہ اثرم سالم کہین خواہ اثلم مقبوض سالم کہین مثال۔

شاہجہان بیگم شیرین

باغ و بہار جاہ و مناسب | نقش و نگار مسند و ثروت

صدر و ابتدا اثرم اور عروض و ضرب سالم اور حشو مین ایک رکن اثرم اور ایک سالم ہے۔

تقطیع باغ فعل بہارے فعولن جاہ فعل مناصب فعولن ۲ نقش فعل نگارے فعولن مسن فعل دثروت فعولن

مومن خان

شعر روان سے اشک روان ہو | راگ سُننے سے مشق فغان ہو
درد روان نے پیر نکالا | عمر ابد نے مار ہی ڈالا

میر

چشم کرو انصاف کی گردا | یوسف و شیرین لیلی و عذرا

مومن

عیش وطن اندوہ غریبان | دست جنون سے چاک گریبان

زلف مسلسل سلسلہ جنبان	حلقۂ کاکل یا در زندان

اس وزن مین رکن فعل وفعولن اثرم وسالم کے ساتھ رکن اثلم یعنی فعلن بسکون عین بھی آتا ہے اور خلط ان ارکان کا ایک وزن مین روا بلکہ کثرت سے شائع ہو چنانچہ میر کی مثنوی مسمی بجوش عشق کے ان اشعار مین ۔ ٥

صبر نے چاہی دل سے رخصت	تاب نے ڈھونڈہی اک دم فرصت
فعل فعولن فعلن فعلن	فعل فعولن فعلن فعلن
خواب وخورش کا نام نہ آیا	ایک گھڑی آرام نہ پایا
فعل فعولن فعل فعولن	فعل فعولن فعل فعولن
گل آشفتہ اُس کے رو کا	سنبل اک زنجیری مو کا
فعلن فعلن فعلن فعلن	فعلن فعلن فعلن فعلن
جب وہ چہرہ تابندہ ہو	ماہ وو ہفتہ شرمندہ ہو
فعلن فعلن فعلن فعلن	فعل فعولن فعلن فعلن
چشم بہ رہ سارا چمن اُس کا	نقش قدم تھا یاسمن اُس کا
فعل فعولن فعل فعولن	فعل فعولن فعل فعولن
چشم کرشمہ جان تغافل	شایان اُس کے شان تغافل
فعل فعولن فعل فعولن	فعلن فعلن فعل فعولن
سر پر اُس کے سنگ ہمیشہ	جی پہ عرصہ تنگ ہمیشہ
فعلن فعلن فعل فعولن	فعلن فعلن فعل فعولن
تھا دیکھا یک رہ پردے مین	برق خرمن مہ پردے مین
فعلن فعلن فعلن فعلن	فعلن فعل فعولن فعلن
ہنسنے مین وہ صفائے دندان	برق خرمن عالم امکان
فعلن فعل فعولن فعلن	فعلن فعلن فعل فعولن
رشک سحر کو صافی تن پر	خون صراحی اُس گردن پر
فعل فعولن فعلن فعلن	فعل فعولن فعلن فعلن

اس وزن مین عروض وضرب مین فعل بفتح عین وسکون لام لو قع اور فعول بھی واقع ہوتے ہین فعل محذوف ہے

اور فع ابتر اور فعول مقصور سے ۵

ظفر

گذرے جو ہم پر کیا کہوین
فعل فعولن فعلن فع
پوچھ نہ دلبر کیا کہوین
فعل فعولن فعلن فع

ہمتو ازل سے غم کش ہین
فعل فعولن فعلن فع
تجھکو مقدر کیا کہوین
فعل فعولن فعلن فع

تیری کدورت سنگدلی
فعل فعولن فَعَلُ فَعَلُ
خاک اور پتھر کیا کہوین
فعلن فعلن فعلن فع

زلف و رخ ہے شام و سحر
فعلن فعلن فَعَلُ فَعَلُ
یہ نہ کہین گر کیا کہوین
فَعَلُ فعولن فعلن فع

رخ کو تیرے خورشید کہین
فَعَلُ فعولن فَعَلُ فَعَلُ
ماہ اور کیا کہوین
فعلن فعلن فعلن فع

جھوٹی وہ تو بناتے ہین
فعلن فعل فعولن فع
باتین ظفر پر کیا کہوین
فعل فعولن فعلن فع

ولہ

جی کا ضرر دو دن سے ہے
فعلُ فعولن فعلن فع
درد جگر دو دن سے ہے
فعل فعولن فعلن فع

اُس کو سکھاتا کیا شہ
فعلُ فعولن فعلن فع
کوئی بشر دو دن سے ہے
فلع فعول فعلن فع

پھرتا ہے وہ ماہ کہان
فعلن فعلن فعل فعل
خالی گھر دو دن سے ہے
فعلن فعلن فعلن فع

اشک فشانی کرتے کیون
فعلن فعولن فعلن فع
یہ چشم تر دو دن سے ہے
فعل فعولن فعلن فع

پھرتا قاتل تیغ بکف
فعلن فعلن فعل فعل
آٹھ پہر دو دن سے ہے
فعل فعولن فعلن فع

بیٹھا عاشق مرنے پر	باندھے کمر دودن سے ہے
فعلن فعلن فعلن فع	فعلُ فعولن فعلن فع

یہ وزن دوچند بھی مستعمل ہے مثال اُسکی یہ ہے

احمد مرسل کان رسالت جان ولایت ملک ملت	ساقی کوثر شافع محشر مجکو دکھادو اپنی زیارت

بروزن فعل فعولن آٹھ بار ایک رکن اثرم ہر ایک سالم علی الترتیب

میر تقی

عشق کیا سر دین گیا ایمان گیا اسلام گیا	دل نے ایسا کام کیا کچھ جس سے مین ناکام گیا
کن کن اپنی کل کو رووے ہجران مین بیکل اُس کا	خواب گئی ہے تاب گئی ہے چین گیا آرام گیا

تقطیع عشق فعلُ کیا سر فعولن دین فعلُ گیا ای فعولن مان فعلُ گیا اس فعولن لام فعلُ گیا فعلُ دل نے فعلن ایسا فعلن کام فعلُ کیا کچ فعولن جس سے فعلن مے نا فعلن کام فعلُ گیا فعلُ

آغا لکھنوی

لوٹ لی میری دولت ایمان کعبۂ دلکو توڑ ڈھاکے	ہان ذرا بھی اوبت کافر تجھکو خدا کا خوف نہ آیا

تقطیع لوٹ فعلُ لی میری فعولن دول فعل تا یما فعولن کعب فعل یہ دل کو فعولن تونے فعلن ڈاکے فعلن ہا ذ فعلُ را بی فعلن او ب فعلُ ت کافر فعولن تج کو فعلن خدا کا فعولن خوف فعلُ نہ آیا فعولن جلد اول خمخانۂ جاوید مین پہلے مصرع کے ابتدا مین ہان ہی لکھا ہے جو حرف ایجاب ہے اگر ہاے ہو جو رنج و افسوس کا کلمہ ہے تو پھر تقطیع یون ہوگی ہاے فعل ذرا بھی فعولن

شاہ نصیر

شب کو کیونکر تجھکو سے پھبتا سر پر طرہ ہار گلے مین	جون پروین وہالہ مہ تھا سر پر طرہ ہار گلے مین

تقطیع شب کو فعلن کو کر فعلن تجھ کو فعلُ ذ پبتا فعولن سر پہ فعلن طرّہ فعلن ہا ر فعل گلے مین فعولن جو پر فعلن وینو فعلن دہالہ فعلُ دمہ تا فعولن سر پہ فعلن طرّہ فعلن ہار فعل گلے مین فعولن

ولہ

رونق سر این داغ جنون ہو اشک مسلسل زیب گلو ہو	چاہیے تجھکو غیرت لیلے سر پر طرہ ہار گلے مین

تقطیع رون فعل ق سر یا فعولن داغ فعل جنو ہے فعولن اشک فعل مسلسل فعولن زیب فعل گلو ہو فعولن جاہ فعل یے تج کو فعولن غیر فعل ت لیلے فعولن سر پہ فعلن طرّہ فعلن ہا ر فعل گلے مین فعولن۔

رشک چمن تو سیر کرے گا جب کہ کنار حوض و لب جو | ولہ | فوارہ اور پھول رکھے گا سر پہ طرہ ہار گلے مین

تقطیع رشک فعل چمن تو فعولن سیر فعل کرے گا فعولن جب کِ فعل کنارے فعولن حوض فعل لبے جو فعولن ئو فوّ دا فعلن رہ اَر فعلن پھول فعل رکّے گا فعولن سر پہ فعلن طُر رہ فعلن ہا ر فعل گلے مین فعولن ۔

ولہ

عکس شعاع مہر نہین یہ بیل چنبیلی لپٹی ہے | | سرو چمن نے کیا ہی پیدا سر پہ طرہ ہار گلے مین

تقطیع عکس فعل شعلے فعولن مہر فعل نہی ہے فعولن بیل فعل چنبیلی فعولن لپٹی فعلن ہے فع ؛ سرو فعل چمن نے فعولن کیا ہے فعولن پیدا فعلن سر پہ فعلن طُر رہ فعلن ہار فعل گلے مین فعولن ؛

انشا

لالہ کھلا سو کوس سراسر رعد و ہوا کا وہ عالم | | ولولہ دل کا معرکہ آرا آہ گروہ اہل صلاح

تقطیع لال فعل کلا سو فعولن کوس فعل سراسر فعولن رعد فعل ہوا کا فعولن وہ عا فعلن لم فع ؛ ولو فعل دل کا فعولن معر فعل کہ آرا فعولن آہ فعل گروہ فعولن اہل فعل صلاح فعول ۔

متقارب مثمن مقبوض اثلم فعول فعلن فعول فعلن دوبارہ قبض سے مراد ہی گرانا حرف پنجم ساکن کا پس فعولن سے فعول مقبوض ہے اور ثلم سے مقصود ہے گرانا حرف اول کا پس فعولن سے عولن اثلم ہوا اسکو فعلن ساکن العین سے بدل لیا ۔

طالب

تڑپ رہا ہون مین نیم بسمل | | خبر لے میری شتاب قاتل

دو رکن مقبوض ہین دو اثلم تقطیع تڑپ رَ فعول ہا ہو فعلن مَ نیم فعول بسمل فعلن ؛ خبر ل فعول میری فعلن شتاب فعول قاتل فعلن

یہ عشق اب کیا بسا ہے دل مین | | کہ بحر خون بہ رہا ہے دل مین

یہ وزن مولوی جامی نے دو چند سولہ رکن پہ مبنی کیا ہی اور ریختہ مین بہت مستعمل ہی ۔

انشا

جو کوئی ہم سے ستم کشون کو عبث ستا کر خفا کرے گا | | یہی کہینگے کہ جاؤ صاحب خدا تمہارا بھلا کرے گا

محب علی حالی

عوض مین بوسے کے دے رہے گالی سوال دیگر جواب دیگر | | یہ طرز تو نے نئی نکالی سوال دیگر جواب دیگر

لمولفہ

تماشا ایسا نہ دیکھا ہوگا کسی نے ہمدم کہین کبھی بھی   کہ مرپلاتا تھا ہمکو ساقی نہ بہکے ہم وہ بہک رہا تھا

رؤف احمد رآفت

یہ کسکی مژگان کے آہ یارب چبھے ہین بر ہین ہماری ہین   کہ مثل غربال پڑ گئے ہین ہزار روزن دل وجگر مین

خواجہ امام الدین اثر

وہ ہمسے چھپتا ہین ہم اُنسے چپ ہین منانیوالے منا رہے ہین   شکایتین دل کی ہورہی ہین مزے محبت کے آرہے ہین

شاہ نصیر

سدا ہر اس آہ وچشم ترسے فلک پہ بجلی زمین پہ باران   نکل کے دیکھو تماشا اپنے گھر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران
نہان ہر کب چشم ہر بشر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران   ہر اُس نگہ سے اس اشک تر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

ضیائی بیگم

تمھارا ہم سے ہمارا تم سے نہ اُٹھ سکے گا عتاب ہرگز   اُٹھے تو کیونکر اُٹھے بتاؤ کہ تم ہو نازک ہم ناتوان ہین

لمولفہ

نظر نہ آیا جو کوئی تجھ سا زمین کے اوپر فلک کے نیچے   اسی سبب سے ہے تیرا چرچا زمین کے اوپر فلک کے نیچے
بھبوت نسے تیری ہلال ترسان خرام سے زلزلہ ہر لرزان   کیے ہین تونے یہ فتنے برپا زمین کے اوپر فلک کے نیچے

راقم الحروف نے اس وزن سے چار رکن گھٹا کر بحر کو بارہ رکن پر بھی مبنی کیا ہر –

لمولفہ

حریف و بے مہر و شوخ و دل کا ستانے والا   صنم رکھائے ہین کیسے کیسے یہ نام تمنے
عجب نہین ہر فلک جو لیوے زمین کا بوسہ   کیا ہے ناز و ادا سے جانان خرام تمنے

بجائے فعلن اثلم کے فعلان اثلم مسبغ اظہار نون کے ساتھ بھی لا سکتے ہین مگر مصرع کا نون کو ناموزون معلوم ہوتا ہے اور اُسکو سکتہ کہتے ہین مثال سے

مین تیرے قربان مرا کہا مان تو چل مرے ساتھ تو الے یار   کہ کھائین گلفام ہولے گلزار شراب کا شغل رکھینگے دلدار

بروزن فعول فعلان فعول فعلان فعول فعلان فعول فعلان در بار شیخ علی حزین مرحوم کی ایک غزل فارسی وزن متقارب مقبوض اثلم پر ہر اور اُسکے تین مصرعونکے درمیان فعول فعلان بجائے فعول فعلن واقع ہوا ہے چنانچہ یہ مصرع اُسی غزل کا ہر مصرع اگرچہ صد سال زیب خود یہا بخاک راحت فتادہ باشم + تقطیع اگرچہ صد سال فعول فعلان زیبے خدیہا فعول فعلن بخاک راحت فعول فعلن فتادہ باشم فعول فعلن –

خواجہ عصمت اللہ بخاری نے متقارب مثمن مقبوض اثلم مضاعف کو بھی دوچند کیا ہے اور ایک ایک مصرع کی بنا سولہ رکن پر ڈالی ہے مگر اشعار اردو اس وزن مین نہین دیکھے گئے۔

(۷) بحر متدارک

متدارک بضم میم و فتح تاے فوقانی و کسر راے مہملہ کے معنے ملنے والے کے ہین چونکہ یہ بحر بعد خلیل بن احمد کے اخفش نے نکالی ہے اور اسکی بحر وزن ملگئی ہے اسلیے اسکا نام متدارک رکھا گیا اور اسکو رکض الخیل اور غریب بھی کہتے ہین اس بحر مین یہ چار زحاف بہت آتے ہین خبن۔ قطع۔ تسکین۔ حذف۔ اور اسکے ارکان اصلی یہ ہین فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن دوبار۔

متدارک مثمن سالم طالب کا شعر ہے۔ ؎

کیا کرون مین گلہ یار نے کیا کیا	دل مرا چھین کر مفت ہے لے لیا

تقطیع کا کرو فاعلن مے گلہ فاعلن یار نے فاعلن کا کیا فاعلن ؛ دل مرا فاعلن چھین کر فاعلن مفت ہے فاعلن لے لیا فاعلن۔

رشک

رشک نے مصرع سال رحلت کہا	شعرگوئی اٹھی لکھنو سے دلا

تقطیع رشک نے فاعلن مصرعے فاعلن سال رح فاعلن لت کہا فاعلن ؛ شعرگو فاعلن ای اُٹھی فاعلن لک ن اُ فاعلن سے دلا فاعلن۔

متدارک مثمن مذال فاعلان فاعلن فاعلان فاعلن دوبار مثال

لمؤلفہ

میرے ساتھ باغ کو کل وہ رشک گل گیا	بس تمام دفتر درد و رنج دھل گیا

تقطیع میرِ سات فاعلان باغ کو فاعلن کل و رشک فاعلان گل گیا فاعلن الخ ایک رکن مذال ہے اور ایک سالم۔

متدارک مثمن محذوف فاعلن فاعلن فاعلن فع دوبار مثال اسکی یہ اشعار غزل مؤلف کے۔ ؎

اپنی صورت ذرا تم دکھا دو	میرے دل کی لگی کو بجھا دو
مر رہا ہون خبر لو مسیحا	اپنے مردے کو آکر جلا دو
اُس کو جنت کی پروا ہی کیا ہے	جس کو تم اپنے کوچے مین جا دو
اُن کے در پر جو مین بیٹھتا ہون	تو یہ کہتے ہین اس کو اٹھا دو

تقطیع اپنِ صو فاعلن رت ذرا فاعلن تم دکا فاعلن دو فع ٭ میرِ دل فاعلن کی لگی فاعلن کو بجا فاعلن دو فع ٭ یہ وزن مضاعف بھی مستعمل ہے اور چوتھا رکن ہر مصرع کے حشو میں محذوف آتا ہے مثال اسکی یہ اشعار نوحے کے ہے

جان دیتی ہوں درد کے دیکھو آنکھیں کھولو ذرا منھ سے بولو	اپنی بیکس بہن کی خبر لو میرے ماجائے مظلوم بھائی
پیاس میں تمنے گردن کٹائی تمنے جنگل میں بستی بسائی	کربلا کی زمین تمکو بھائی میرے ماں جائے مظلوم بھائی

تقطیع جان دے فاعلن تی ہُ رو فاعلن روکِ دے فاعلن کو فع ٭ اک کو فاعلن لو ذرا فاعلن مُنہ سِ بو فاعلن لو فع ٭ اپنِ بے فاعلن کس بہن فاعلن کی خبر فاعلن لو فع میرِ ما فاعلن جائے مظ فاعلن لوم بھا فاعلن ئی فع ٭

متدارک مثمن مخبون فعِلن فعِلن فعِلن فعِلن دوبار عین کے کسرے سے

ظفر

مرا دشمن اگرچہ زمانہ رہا	ترا یوں ہی میں دوست یگانہ رہا
نہ تو اپنا رہا نہ یگانہ رہا	جو رہا سو کسی کا فسانہ رہا
مرا سینہ و دل مرا جان و جگر	ترے تیر نگہ کا نشانہ رہا
رہی کثرت داغ بدولت غم	مرے پاس ہمیشہ خزانہ رہا
گیا موسم گردش ساغر مے	نہ وہ دور رہا نہ زمانہ رہا
رہیں خانہ خرابیاں جسکے لیے	وہ رقیب کا رونق خانہ رہا
ظفر اسکی تو زلف میں دل ہے مرا	مرے پاس بلا سے رہا نہ رہا

جمیع اجزا مخبون ہیں تقطیع مرا دش فعِلن مَنَ گر فعِلن چ زما فعِلن ن رہا فعِلن ٭ ترا یو فعِلن ہ مَ دو فعِلن س یگا فعِلن ن رہا فعِلن۔ یہ وزن دوچند بھی مستعمل ہے چنانچہ۔

مرزا صادق شرر

گئے دونوں جہاں کے کام سے ہم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے	نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

فعِلن سولہ بار

مولوی سید اکبر حسین اکبر

نہ گلو میں گلو کی سی بو وہ رہی نہ عزیز و غریب لطف کی خو وہ رہی	نہ وہ آن رہی نہ امنگ رہی وہ رندی و زہد کی جنگ رہی
نہ جبیں میں رنگ نہ فا وہ رہا کہیں اور کی کیا وہ [illegible]	سو قبلہ نگاہ ہوں کے رخ نہ رہے در دیر پہ نقش جبین نہ رہے

واجد علی شاہ اختر

دل جان سے فدا تھا جو تجھپہ صنم گیا عشق مین وہ سوا کی عدم | بھلا اور کا شکوہ تو کیا کرین ہم مرے مرنے کا تجھکو بھی غم نہ ہوا

سلیمان خان اسد

ہوئے ہسے جو عاشق زار ترے یہ سمجھ لے انھین کہ مرے تو جیے | جو مریض محبت و عشق ہوے نہین انکو دوا و شفا سے غرض

فائدہ فعلن مکسور العین کی جگہ بعض رکن فعلن ساکن العین بھی جائز ہے جیسے۔

گویا

جو ہو بجدسے کے بن مین گداز مرلکھے کانٹو نسے جسم نزار مرا | کر و عضو ہر ایک فگار مرا تحقین قیس برہنہ پا کی قسم

تقطیع کر عض فعلن (بکسر عین) وہرے فعلن (بکسر عین) ک ڈگا فعلن (بکسر عین) ر مرا فعلن (بکسر عین) تم تے فعلن (بکسر عین) س برہ فعلن (بکسر عین) نا پا فعلن (بسکون عین) ک قسم فعلن (بکسر عین) اور اگر برہنہ پا کو اضافت کے ساتھ پڑھا جائے تو اگرچہ فعلن بکسر عین کے وزن پر ہو جائے گا مگر اضافت زائد ماننا پڑے گی اور یہ عیب ہے کیونکہ ایسی ترکیب کی دو حالتین ہوتی ہین ایک قول کے مطابق پہلا اسم صفت مقدم ہے اور دوسرا اسم موصوف موخر ہے اور ایسی صفت جو اپنے موصوف حقیقی پر مقدم ہو اُس کا حرف آخر ساکن ہوتا ہے اور دوسرے قول کے مطابق پہلا اسم تمیز مقدم ہے اور دوسرا ممیز موخر اور اس صورت مین برہنہ پا کے معنے یہ ہونگے کہ برہنہ از روے پا جیسے بلند پایہ اور خوبرو اور بدشکل یعنی بلند از روے پایہ اور خوب از روے رو اور بد از روے شکل۔ اور ممیز و تمیز کے درمیان بھی کسرۂ اضافت نہین آتا یا یہ کہ ایسی ترکیب قائم مقام اضافت لفظی کی ہو اور یہان کسرہ آخر مضاف کا دور ہو جاتا ہے بخلاف اضافت معنوی کے۔

متدارک مثمن مقطوع فعلن فعلن فعلن فعلن دو بار عین کے سکون سے چونکہ قطع اواخر مصاریع سے مخصوص سمجھا گیا ہے اور اس جگہ تمام بیت مین ہوتا ہے لہذا اس کو مخبون مسکن بھی کہتے ہین یعنی فعلن مخبون مکسور العین کو ساکن العین کر لیا ہے۔ مثال۔

طالب

ہر دم کرتا ہون مین زاری | دیکھی بس بس تیری یاری

تقطیع ہر دم فعلن کرتا فعلن ہوں مے فعلن زاری فعلن ؛ دیکی فعلن بس بس فعلن تیری فعلن یاری فعلن
تنبیہ یہ وزن متقارب مین بھی داخل ہو سکتا ہے اور وہان اسکو متقارب مثمن اثلم کہینگے اسلیے کہ فعولن سے فعلن اثلم ہو کر آتا ہے پس دونون وزنوں مین مابہ الامتیاز یہ ہے کہ متقارب مثمن اثلم مین فعل اور فعولن اور فعول بھی جمع ہو سکتے ہین فعولن رکن سالم ہے اور فعل اثرم ہے اور فعول مقبوض ہے اور متدارک مین نہ فعولن آ سکتا ہے

اور نہ فعل واقع ہو سکتا ہی اور نہ فعول کیونکہ رُکن سالم اسکا فاعلن ہے اور رکن فاعلن سے کوئی فرع نہ فَعْلُ آتی ہے اور نہ فعول اور نہ فعولن میر کی مثنوی جوش عشق بحر متقارب مین ہی اور اُسکے بعض شعر پورے پورے وزن متدارک مثمن مقطوع مین تقطیع ہو سکتے ہین جیسے۔

شمع مجلس پانی پانی	دیکھ اُس رخ کی نورافشانی
مشبّک اک زنجیری مو کا	گل آشفتہ اُس کے رو کا

متدارک مقطوع کو ہزج اخرم اور رمل مشعوث کے مطابق بھی تقطیع کر سکتے ہین کیونکہ یہ دونون وزن مفعولن مین جو دو فعلن کی برابر ہے پس جب متدارک مثمن مقطوع کو اخرم یا رمل مشعوث کے مطابق تقطیع کرین گے تو ہر مصرع دو مفعولن اور ایک فعلن کے وزن پر ہوگا اور اس وزن کو ہزج مسدس اخرم محذوف یا رمل مسدس مشعث محذوف کہا جائے گا۔ حدائق البلاغۃ مین میر شمس الدین فقیر نے لکھا ہے کہ وزن متدارک مثمن مقطوع کا نام **صوت الناقوس** بھی ہے اور وجہ تسمیہ حضرت عبداللہ بن جعفر انصاری سے اسطرح منقول ہی کہ ایک دن حضرت امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ ملک شام کو تشریف لیے جاتے تھے راہ مین ایک ترسا ناقوس بجا رہا تھا آپنے فرمایا کہ ناقوس کہتا ہی حقا حقا حقا حقا۔ صدقا صدقا صدقا صدقا۔ اور یہی فعلن فعلن فعلن فعلن کا وزن ہے۔

یہ وزن مثمن مضاعف بھی مستعمل ہے اور بعض رُکن کا مخبون اور بعض کا مخبون مسکن (مقطوع) لانا بھی ہو سکتا ہی

امانت

ہمدم یہ پھڑکنے کی ہی جگہ ہم دام مین آ کر دم سے چھٹے	صیاد کے جب پھندے مین پھنسے مرنیکا بہانہ کیا ہمنے

تقطیع صیّا فعلن (مخبون مسکن) دِکِ جب فعلن (مخبون) پھندے فعلن (مخبون مسکن) مِ پھنسے فعلن (مخبون) مرنے فعلن (مخبون مسکن) کبہا فعلن (مخبون) نکیا فعلن (مخبون) ہمنے فعلن (مخبون مسکن) ہمدم فعلن (مخبون مسکن) یہ پھڑ فعلن (مخبون) کنے کی فعلن (مخبون مسکن) ہ جگہ فعلن (مخبون) ہم دا فعلن (مخبون مسکن) مِمَ آ فعلن (مخبون) کردم فعلن (مخبون مسکن) سیچھٹے فعلن (مخبون)

شیخ نبی بخش عاشق

تو چلنا پھرنا سہو ہوا اور آنکھ لڑانا بھول گئے	جب اعضا گل کر خاک ہوے اور اُڑ گیا بالکل تو نظر

تقطیع جب آع فعلن (مخبون مسکن) ضا گل فعلن (مخبون مسکن) کر خا فعلن (مخبون مسکن) ک ہوے فعلن (مخبون) اُر اُڑ فعلن (مخبون مسکن) گیے بِل فعلن (مخبون) کُل تو فعلن (مخبون مسکن) ن نظر فعلن (مخبون) تو چل فعلن (مخبون مسکن) نا پھر فعلن (مخبون مسکن) نا سہ فعلن (مخبون مسکن) وَ ہوا فعلن

(مجنون) اُرُ اُرْ فعلن (مخبون مسکن) ک لڑا فعلن (مخبون) نا بو فعلن (مخبون مسکن) ل گئے فعلن (مخبون)

متدارک مثمن مخبون مسکن محذوذ فعلن فعلن فعلن فع دوبار مثال

کیا سے کہیے کیسا کچھ تھا		القصہ ایسا کچھ تھا

تقطیع کا کہ فعلن ہیے گئے فعلن ساکچ فعلن تا فع ۂ اَلقِص فعلن صَاکُے فعلن ساکچ فعلن تا فع اس کو مضاعف بھی استعمال کیا ہے چنانچہ یہ بیت ذوق کی اسی وزن میں ہے ؎

قطرہ قطرہ آنسو جسکی طوفان شدت سے ہے		پارہ پارہ دل ہے جس میں تودہ تودہ حسرت ہے

تقطیع قطرہ فعلن قطرہ فعلن آ سو فعلن جسکی فعلن طوفا فعلن شِدْ دَتْ فعلن ہے فع الخ

اور اس وزن کو اسطرح بھی مضاعف کرتے ہیں کہ حشو میں بھی چوتھا رکن محذوذ ہوتا ہے۔

متدارک مسدس مخلع فاعلن فاعلن فَعِلُ دوبار۔

انشا

بس مرا سر نکھا ارے		دور ہو چل پچخے پرے
سیر کا ہے مزہ ابھی		کھیت ہیں سب ہرے بھرے
تو ہی بتلادے اے صنم		کوئی اب تجھسے کیا کرے
دیکھ انشا سے مجھے بھلا		سانس ٹھنڈی نکیوں بھرے

تقطیع بس مرا فاعلن سر نکا فاعلن اَرِے فَعِلُ ۂ دور ہو فاعلن چل پچخے فاعلن پرے فعل۔

بحور مرکبہ کا بیان

(۸) بحر منسرح

منسرح بضم میم وسکون نون و فتح سین مہملہ وکسر رائے مہملہ وسکون حائے حُطّی اسکے معنے آسان کیے ہوے کے ہیں چونکہ یہ بحر آسان ہے اسلیے اسکا نام منسرح رکھا گیا اور مولوی صہبائی لکھتے ہیں کہ اس بحر کا نام اسلیے منسرح ہے کہ انسراح کے معنی کپڑے اُتار لے کے ہیں چونکہ اس بحر میں کبھی ایسا اختصار ہوتا ہے کہ شعرائے عرب دو ہی رکن مستفعلن مفعولاتُ کو ساری بیت اعتبار کر لیتے ہیں اس نقصان کو کپڑے اُتارنے سے تشبیہ دیکر اسکا نام منسرح رکھ لیا اور وزن اسکا یہ ہے مستفعلن مفعولاتُ مستفعلن مفعولاتُ بضم تا دوبار یہ بحر مزاحف مستعمل ہے نہ سالم اور شعرائے عرب نے مسدس استعمال کیا ہے مگر شعرائے فارسی و ریختہ مثمن استعمال کرتے ہیں اور اس بحر میں عروض وضرب موقوف یا مکسوف یا مجدوع یا منحور آتے ہیں اور اسمیں چودہ زحاف واقع ہوتے ہیں منجملہ انکے پانچ مستفعلن

متعلق ہین طے۔ قبض۔ حذذ۔ تسبیغ۔ رفع۔ اور نو مفعولاتُ سے علاقہ رکھتے ہین خبن۔ طے۔ اجتماع خبن ووقف۔ اجتماع خبن و کسف۔ اجتماع طے و کسف۔ اجتماع طے و وقف۔ رفع۔ جدع۔ نحر۔

منسرح مثمن مطوی موقوف مفتعلن فاعلات مفتعلن فاعلات دوبار مفتعلن مطوی ہے مستفعلن کا اور بسبب وقف کے مفعولاتُ بضم تا سے مفعولات بسکون تا رہا اور بسبب طے کے اُس سے واوُ گر پڑی مفعلات مطوی موقوف ہوا اسکو فاعلات بسکون تا سے بدل لیا۔

	نیاز	
دلمین ہم اپنے نیاز رکھتے ہین سو طرح راز		سو مجھے ہے اُسکو یہ بھید جسکی نہو چشم کور

تقطیع دل م ہمپ مفتعلن نے نیاز فاعلات رکتِ ہ سو مفتعلن طرح راز فاعلات سوجِ ہ اُس مفتعلن کو ہے بید فاعلات جس کِ نہو مفتعلن چشم کور فاعلات۔

منسرح مطوی مکسوف مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلن دوبار فاعلن مطوی مکسوف اسلیے کہ مفعولاتُ مین سے بسبب طے کے واو گر پڑی اور بسبب کسف کے تے گر پڑی پس مُفعُلا رہا اس کو فاعلن سے بدل لیا مثال

	ناصر جنگ	
یاس و غم و آرزو و جمع یہ سب چیز ہے		بلبے ترا حوصلہ دل بھی عجب چیز ہے

اس شعر مین چار رکن مطوی ہین اور چار مطوی مکسوف تقطیع یاس و غمو مفتعلن آرزو فاعلن جمع یہ سب مفتعلن چیز ہے فاعلن بلبے ترا مفتعلن حوصلہ فاعلن دل بِ عجب مفتعلن چیز ہے۔

	محمد روشن جوشش	
یار کو قاصد مرے جاکے اگر دیکھنا کہہ جو اُسے دیکھ کر ہوگئے ہم بیخبر		میری طرف سے بھی تو ایک نظر دیکھنا ہنسکے وہ کہنے لگا پھر بھی ادھر دیکھنا

یہ بھی جائز ہے کہ حشو مین دوسرا رکن فاعلن (مطوی مکسوف) واقع ہو اور عروض و ضرب مین فاعلات (مطوی موقوف) آئے جیسے

	انشا	
کسکو سنا کر کہا آپنے ادب بے لحاظ ہونٹھ ہی مل ڈلیے ہے یہ ٹھٹھی دلمین خیر		تجھسے نہ لتنے اجی ہوتے رہو بے لحاظ اُسکو مجھے لکے تم کہنے تو دو بے لحاظ

تقطیع کس کِ سنا مفتعلن کر کہا فاعلن (مطوی مکسوف) آپ ن ادو مفتعلن بے لحاظ فاعلات (مطوی موقوف) مجس نَ لِتُ مفتعلن نے اجی فاعلن (مطوی مکسوف) ہوت رہو مفتعلن بے لحاظ فاعلات (مطوی

موقوف) دونون شعر وںمین رکن مستفعلن مطوی یعنی مفتعلن آیاہے اور رکن مفعولاتُ عروض وضرب مین مطوی موقوف ہے اور حشو مین مطوی مکسوف ہے غرضکہ یہ بات جائز ہے کہ حشو مین یا عروض وضرب مین مطوی مکسوف فاعلن اسی طرح تینون جگہ مطوی موقوف فاعلات لائین اور انکو باہم جمع کرین

انیاز بریلوی

خاک کے پتلے نے دیکھ کیا ہی مچایا ہی شور	جن وملک کے اُپر کررکھاہے اپنا زور

تقطیع خاک کِ پتَ مفتعلن لے ن دیکھ فاعلات کا ہِ مچا مفتعلن یا ہ شور فاعلات جن و ن ملک مفتعلن کے اُپر فاعلن کر رکھ ہے مفتعلن اَپ ن زور فاعلات مصرع اول مین حشو مطوی موقوف یعنے فاعلات ہے اور مصرع ثانی مین حشو مطوی مکسوف یعنے فاعلن آیا ہے اور عروض وضرب مطوی موقوف ہے ۔

نزاکت

کیون نہ مین قربان ہون جب وہ کہے ناز سے	ہمکو جفا کا ہے شوق اہل وفا کون ہے

یہان عروض وضرب مین بجاے فاعلات مطوی موقوف کے فاعلن مطوی مکسوف واقع ہے اور مصرع اول کے حشو مین بھی مطوی مکسوف ہے اور مصرع ثانی کے حشو مین مطوی موقوف ہے ۔

سودا

سُنکے سیاہی یہ بات دلمین بہت خوش ہوا	لیک بظاہر یہ حرف تند ہو اُسنے کہا

حشو مین دونون مصرعونکے فاعلات مطوی موقوف ہی اور عروض وضرب مین فاعلن مطوی مکسوف ہے اس وزنمین اختلاف زحاف کا بھی جائز ہے مثلاً ۔ ٥

حال دل خستہ آہ مین نے جو اُن سے کہا	تو بولے یہ چپ ہی رہ سُننے کی طاقت کہان

مصرع اول اس وزن پر ہے مفتعلن فاعلات مفتعلن فاعلن اور دوسرا مصرع اس وزن پر ہے مفاعلن فاعلن مفتعلن فاعلات مصرع اول مین مفتعلن مطوی اور فاعلات حشو مین مطوی موقوف ہے اور عروض مطوی مکسوف اور مصرع ثانی مین ابتدا مخبون اور ایک رکن حشو کا مطوی مکسوف اور ضرب مطوی موقوف ہے تقطیع حالِ دلے مفتعلن خستَ آہ فاعلات مین ن جُ اُن مفتعلن سے کہا فاعلن تو بولِ یے مفاعلن چپ ہ رہ فاعلن سُن ن کِ طا مفتعلن قت کہان فاعلات ۔

منسرح مثمن مطوی منحور مفتعلن فاعلات مفتعلن فع دوبار مفتعلن اور فاعلات مطوی ہین اور نحر سے مراد یہ ہی کہ مفعولات کے دو سبب خفیف اول اور الف کو گرا کر تاے آخر کو ساکن کردین بس مفعولات سے لت منحور حاصل ہوا اسکو فع سے بدل لیا انشاء اللہ خان نے ایک غزل اس وزن مین لکھی ہے ۔ ٥

کوئی نہین آس پاس خوف نہین کچھ	ہوتے ہو کیون بیحواس خوف نہین کچھ
یہ نہین فلتنے کا عطر جس سے کہ ڈر ہو	آتی ہے پھولونکی باس خوف نہین کچھ
کچھ یہ نہین جو کیدار جس سے جھجک ہو	ٹیلہ ہے اور اُسپہ گھاس خوف نہین کچھ
باندھیو انشا نہ دھیان آگ دھوین کا	چھوٹے ہوئی ہین پلاس خوف نہین کچھ

تقطیع کوئی نہی مفتعلن آس پاس فاعلات خوف نہی مفتعلن کچ فع ٭ ہوت ہو کو مفتعلن بے حواس فاعلات خوف نہی مفتعلن کچ فع۔

غالب

آکہ مری جان کو قرار نہین ہے	طاقت بیداد انتظار نہین ہے
دیتے ہین جنت حیات دہر کے بدلے	نشہ باندازۂ خمار نہین ہے
تونے قسم میکشی کی کھائی ہے غالب	تیری قسم کا کچھ اعتبار نہین ہے

تقطیع آک مری مفتعلن جان کو ق فاعلات رار نہی مفتعلن ہے فع ٭ طاقت بے مفتعلن دا دانت فاعلات ظار نہی مفتعلن ہے فع۔

منسرح مثمن مطوی مجدوع مفتعلن فاعلات مفتعلن فاع دوبار۔ جدع اسے کہتے ہین کہ مفعولات کے دو سبب خفیف کو ساقط کر کے وتد مفروق کے متحرک آخر کو ساکن کر دین اس صورت مین مفعولات سے لات لبسکون تا مجدوع رہتا ہے اس کو فاع سے بدل لیتے ہین۔ انشا کے چارون شعرون مین عروض و ضرب منحور ہے اسلیے کہ ہاے مخلوط التلفظ خواہ شعر کے آخر مین واقع ہو یا درمیان مین تلفظ مین نہین آتی اور تقطیع مین بھی ساقط کر دیجاتی ہے مثال اسکی یہ ہے۔

منھ تو ٹک اپنے کو دیکھ لیویگا یہ مول	یہ بھی ہوا لون تیل سے ہے جسے تول

تقطیع موت ٹک اپ مفتعلن نے کُ دیک فاعلات ے وِگ یہ مفتعلن مول فاع ٭ یلے ب ہوا مفتعلن لون تیل فاعلات سے ہ جسے مفتعلن تول فاع ٭ ان دونون وزنون مین حشو مطوی مکسوف یعنی فاعلن بھی درست ہے مثلاً۔

شعر تو بے ربط و پوچ کہنے سے ہے شوق	رتبہ انھین خلق مین شہرے سے ہے ذوق

تقطیع شعر ت بے مفتعلن ربط پوچ فاعلات کہن س ہے مفتعلن شوق فاع ٭ رتب انھے مفتعلن خلق مے فاعلن شہر س ہے مفتعلن ذوق فاع۔

عروض و ضرب مین منحور و مجدوع کا جمع کرنا بھی جائز ہے جیسے۔

کان ہین اُسکے زبس نالون سے مملو		حال دل زار کب کرتا ہے مسموع	

تقطیع کان ہ اُس مفتعلن کے زبس فاعلن نال سِ مَم مفتعلن لو فع ۔ حال دِ لے مفتعلن زار کب فاعلن کرتَ ہ مَس مفتعلن موع فاع ۔ مفتعلن مطوی اور فاعلن مطوی مکسوف اور فاع مجدوع اور فع منحور ہے۔

منسرح مسدس مطوی مفتعلن فاعلات مفتعلن دو بار مثال۔ ۵

نالۂ دل نارسا ہے یار تلک		اپنی پہونچ کب ہے گلعذار تلک	

تقطیع نالۂ دل مفتعلن نارسا ہ فاعلات یار تلک مفتعلن ۔ اپنِ پہونچ مفتعلن کب ہ گلعُ فاعلات ذار تلک مفتعلن اس بیت مین سب اجزا مطوی ہین۔

منسرح مسدس مطوی مقطوع مفتعلن فاعلات مفولن دو بار مفتعلن اور فاعلات مطوی ہین اور مفولن مقطوع ہے یعنے مستفعلن سے بسبب قطع کے حرف آخر وتد مجموع یعنی نون گر کر اُسکا ما قبل یعنی لام ساکن ہوگیا تو مستفعل مقطوع رہگیا اسکو مفعولن سے بدل لیا مثال اسکی۔ ۵

آنکھون مین مے کا خمار اتبک ہے		سچ کہین ہم کو تو آپ پر شک ہے	

تقطیع آنکُ مِ نے مفتعلن کا خمار فاعلات اتبک ہے مفولن ۔ سچ کہِ ہم مفتعلن کو تُ آپ فاعلات پر شک ہے مفولن عروض و ضرب مقطوع ہے اور باقی مطوی اور یہ دو نون وزن شعراے فارس و ریختہ مین کمتر مستعمل ہین۔

(۹) بحر مُقتَضَب

مقتضب بضم میم و سکون قاف و فتح تاے فوقانی و فتح ضاد معجمہ و سکون باے موحدہ اسکے معنے ایک چیز سے نکلا ہوا اور کاٹا ہوا ہین چونکہ یہ بحر منسرح سے نکالی اور کاٹی ہے یعنی اُس بحر کا عکس ہے اسلیے اسکا نام مقتضب رکھا گیا وزن اسکا یہ ہے مفعولات مستفعلن مفعولات مستفعلن دو بار یہ بحر کلام عرب مین مجزو مستعمل ہے یعنے آخر کا جزو اُس سے گرا کر استعمال کرتے ہین اور اس بحر مین اتنے زحاف آتے ہین۔ خبن۔ طے۔ قطع۔ صلم۔ وقف۔ کسف۔ جدع۔ پس انمین سے خبن اور طے اور وقف اور کسف اور جدع اور صلم رکن مفعولات سے علاقہ رکھتے ہین اور قطع واذا مستفعلن سے تعلق رکھتے ہین۔ اس بحر مین مفعولات کے واو اور فے مین مراقبہ ہے یعنی معاً دو نون کا گرانا یا ثابت رکھنا جائز نہین اگر فے ساقط کی جائے تو واو ثابت رکھینگے اور اگر واو ساقط کی جاے تو فے ثابت رہے گی شعراے قدیم نے اس بحر کے ایک دو وزن مثمن اور مسدس مین طبع آزمائی کی ہے مگر وہ شعر ثقیل ہونے کے سبب سے لپسند طبائع نہوے نازک خیالان عرب و فارس نے اکثر اس بحر کو مربع استعمال کیا ہے

اور خیال بندان ریختہ نے اس وزن کو مثمن بھی پسند فرمایا ہے۔

مقتضب مثمن سالم صفی کہتا ہے۔

ان بالون مین اب کیون نہین ہوتا شانہ کیا ہی صنم	تیرے گیسو الجھے مرا دل آشفتہ ہوا ای صنم

تقطیع ان بالوم مفعولاتُ ب کو نہی مستفعلن ہوتا شان مفعولاتُ کا ہی صنم مستفعلن تیرے گیس مفعولاتُ الجھے مرا مستفعلن دل آشفتَ مفعولاتُ ہوا ای صنم مستفعلن۔

مقتضب مثمن مطوی فاعلات مفتعلن فاعلات مفتعلن دوبار مفعولات سے فاعلات مطوی ہی اسلیے کہ مفعولات مین طے اس طرح واقع ہوتا ہے کہ سبب خفیف ثانی کے حرف ساکن کو دور کر دیتے ہین اور مفعولات کو فاعلات سے بدل لیتے ہین اور مفتعلن مستفعلن سے مطوی ہو کر آیا ہے کیونکہ مستفعلن مین طے سے یہ مراد ہے کہ دوسرے سبب خفیف کے ساکن کو گرا دین اور مستعلن کو مفتعلن سے بدل لیتے ہین۔ مثال۔

سحر

تجھ بغیر رشک پری کب خوش آئی سیر چمن	گل ہو خار دل کو مرے دیتے ہین زیادہ الم

تقطیع تج بغیر فاعلات رشک پری مفتعلن کب خشای فاعلات سیر چمن مفتعلن ہ گل ہ خار فاعلات دلک مرے مفتعلن دیتِ ہی ز فاعلات یا دالم مفتعلن ۔ اور یہ بیت بھی اسی وزن مین ہے۔

یار نے وفا سے ہمین کب امید وصل ہوئی	شوخ دلربا سے ہمین کب امید وصل ہوئی

اسمین بھی جمیع اجزا مطوی ہین تقطیع یار نے وفا فاعلات فاس ہمے مفتعلن کب امید فاعلات وصل ہوئی مفتعلن شوخ دل ر فاعلات باس ہمے مفتعلن کب امید فاعلات وصل ہوئی مفتعلن۔

مقتضب مثمن مطوی مقطوع فاعلات مفعولن فاعلات مفعولن دوبار فاعلات مطوی ہی مفعولات سے اور مفعولن مقطوع ہی مستفعلن سے مثال۔

غالب

کارگاہ ہستی مین لالہ داغ ساماں ہے ہمسے رنج بے تابی کس طرح اٹھایا جائے	برق خرمن راحت خون گرم دہقان ہے داغ پشت دست عجز شعلہ خس بدندان ہے

تقطیع کار گاہ فاعلات ہستی مے مفعولن لال داغ فاعلات ساما ہی مفعولن ۔ برق خرم فاعلات نے راحت مفعولن خون گرم فاعلات دہقا ہے مفعولن ۔ یا درکھو کہ یہ بحر بحر ہزج مثمن اشتر سے مل جاتی ہے اس لیے کہ بحر ہزج مثمن اشتر کا یہ وزن ہے فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن دوبار مثلاً شعر مذکورہ صدر کو بحر ہزج مثمن اشتر مین یون تقطیع کر سکتے ہین تقطیع کار گا فاعلن ہ ہستی مے مفاعیلن لال دا فاعلن غ ساما ہی مفاعیلن

بر ق خر فاعلن سے نے رہت مفاعیلن ہون گر فاعلن م وہتا ہے مفاعیلن مگر خیال یہ ہے کہ مقتضب مثمن مطوی مقطوع مین کبھی مستفعلن مطوی ہوکر یعنے مفتعلن بن کر اور کبھی سالم بھی آجاتا ہے اور یہی بحر ہزج مثمن اشتر اور بحر مقتضب مطوی مقطوع مین باعث تمیز ہے چنانچہ دریاے لطافت مین مرزا قتیل کے کلام سے اور زر کامل العیار مین منشی مظفر علی اسیر کے قول سے یہی بات پیدا ہوتی ہے مثلاً اس شعر مین مہری شیرازی کے یہ بات صاف معلوم ہو جاتی ہے۔ ؎

در فراق او مہری فرض کن کہ شبہا را	میتوان بروز آورد روز را کسے چہ کند

تقطیع اسکی یہ ہے در فراق فاعلات او مہری مفعولن فرض کن ک فاعلات شبہارا مفعولن ہوئے تو اب فاعلات روزا ورد مفعولان روز را ک فاعلات سے چ کند مفتعلن ہُوے پس اگر ہم اس بحر کو ہزج مثمن اشتر مین کہین اور پچھلے مصرع کی یون تقطیع کرین تقطیع میتوا فاعلن بروزا ورد مفاعیلان روز را فاعلن کسے چکند مفاعلتن تو ہم پر یہ اعتراض ہوگا کہ مفاعیلن کی فرع مفاعلتن کہان آئی ہے بلکہ مفاعلتن کی فرع بحر وافر مین مفاعیلن آتی ہے بس فرق درمیان بحر ہزج مثمن اشتر اور بحر مقتضب مثمن مطوی مقطوع کے ظاہر ہو گیا اس مقام پر ہمکو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جو اعتراض خان آرزو نے شیخ علی حزین کے چند اشعار پر باعتبار بحر ہزج مثمن اشتر کے کیا ہو اور مولوی امام بخش صہبائی نے قول فیصل مین اُس کا جواب دیا ہے ذکر کرین کیونکہ یہ بات فائدے سے خالی نہین شیخ کے اشعار یہ ہین۔ ؎

شب کہ با ہزار افغان در فراق یوسف خویش	داشتم بسینہ دلے رشک پیر کنعانے
غیر تم صلا زد و گفت دلشے بزن بجہان	تا کجے فرو ماندہ در طلسم حیرانے
فکر زاد راہ طلب رسم رہ نوردان نیست	بس بود شکستہ دلی با درست پیمانے
زین سروش فرخندہ ہوش در سماع آمد	تن ز شوق جانان شب پاے تا بسر جانے
از ادب بجاے قدم دیدہ قطرہ زن کردم	ناگہان بپیش آمد سہمگین بیابانے

خان آرزو نے سب اشعار کو بوزن فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن بحر ہزج مثمن اشتر مین قرار دیکر شیخ کی غلطی نکالی ہے اور کہتے ہین کہ پہلے مصرع مین (یوسف خویش) کی فے اور دوسرے مصرع مین (بسینہ دلے) کی اور تیسرے مصرع مین (زد و گفت) کی اور چوتھے مصرع مین (شکستہ دلی) کی دال اور تیسرے مصرع مین (بجہان) کی جیم اور پانچوین مصرع مین (راہ طلب) کی طوے اور نوین مصرع مین (بجاے قدم) کا قاف ساکن ہون اور تیسرے مصرع مین (گفت) کی تے ساقط کی جاے جب یہ وزن درست ہو مولوی صہبائی لکھتے ہین کہ ان اشعار کو بحر ہزج مثمن اشتر مین شمار کرنا بڑی غلطی ہے یہ ساری غزل بحر مقتضب مین ہے اور بحر مقتضب کے

اصلی ارکان یہ ہین مفعولات مستفعلن مفعولات مستفعلن دو بار ان اشعار مین مفعولات مطوی ہوکر ہر جگہ فاعلات
آیا ہے اور مستفعلن بعض مقام پر مطوی ہوکر مفتعلن ہے اور بعض جا مطوی مسبغ مفتعلان اور بعض جا مقطوع ہوکر
مفعولن اور بعض جا مقطوع مسبغ ہوکر مفعولان آیا ہے اور یہ بات تمام عروضیونکے نزدیک جائز ہے اور
تقطیع یون ہے تقطیع شب کہ باہ فاعلات زاز فغا مفعولن ور فراق فاعلات یوسف خویش مفتعلان ؎
داشتم ب فاعلات سین وسے مفتعلن رشک پیر خا علات کنعانی مفعولن ؎ غیر تم ص فاعلات لا ز دُ گفت
مفتعلان و امنے ب فاعلات زن بجہان مفتعلان ؎ تا بکیف فاعلات رو ماندہ مفعولن در طلسم فاعلات
حیرانی مفعولن ؎ فکر زاد فاعلات راہ طلب مفتعلن رسم رہ نَ فاعلات دُز دانیست مفعولان ؎ بس بود ش
فاعلات کست دلی مفتعلن با درست فاعلات بیجانی مفعولن علی ہذا القیاس اور شعرونکی بھی تقطیع ہوتی ہے
یہانسے ثابت ہے کہ ما بہ الامتیاز بحر ہزج مثمن اشتر اور بحر مقتضب مثمن مطوی مقطوع مین مفتعلن مطوی
و مفتعلان مطوی مسبغ وغیرہ کا آجانا ہے ورنہ بحر ہزج مین وہا نپر مفاعلتن لانا پڑے گا حالانکہ مفاعلتن
بحر ہزج کی فروع مین سے ہے ہی نہین۔

(۱۰) بحر مضارع

مفاعیلن فاع لاتن مفاعیلن فاع لاتن دو بار جاننا چاہیے کہ مضارع بضم میم و فتح ضاد معجمہ و کسر رائے مہملہ
و سکون عین مہملہ کے معنے مشابہ کے ہین چونکہ یہ بحر منسرح سے اور بقول بعض بحر ہزج سے مشابہ ہے اس لیے
اسکا نام مضارع ہے اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے یہ بحر سالم مستعمل نہین مزاحف مستعمل ہے اور اس بحر کو
جب مجزو یعنے مسدس کرتے ہین تو فاع لاتن گراتے ہین نہ مفاعیلن کو جیسا کہ مثمن سے مسدس کرتے وقت
معلوم ہوگا اور اس بحر کے رکن مفاعیلن مین یا اور نون مین مراقبہ ہے یعنی دونون کا ساقط کرنا یا
ثابت رکھنا جائز نہین اور اسکے زحاف سات ہین کف۔ خرم۔ خرب۔ قصر۔ حذف۔ قبض۔ تسبیغ۔
بعض رسالونمین تین زحاف سلخ اور طمس اور تخنیق اور بھی لکھے ہین اس صورت مین بحر مضارع کے
زحاف دس ہوجاے۔ مخفی نرہے کہ سَلْخ بفتح سین مہملہ و سکون لام و خاے معجمہ لغت مین پوست کھینچنے کے
معنے مین ہے اور اصطلاح مین مراد ہے فاع لاتن مین دو سبب خفیف کے حذف کرنے اور عین کے ساکن کرنیسے
پس فاع عین موقوف سے باقی رہے گا اور بعض فاع کو مجبوب موقوف کہتے ہین کیونکہ جب یہ ہے کہ دو سبب
خفیف جو رکن کے آخر مین ہین گرادیے جائین پس جب کے بعد فاع بکسر عین رہے گا اور وقف سے مراد
حرف آخر وتد مفروق کا ساکن کرنا ہے اس صورت مین فاع سکون عین سے باقی رہا اور طمس بفتح اول و سکون

میم و نون بمعنی ناپدید کرنا اور مونڈنا اصطلاح مین اُسے کہتے ہین کہ فاع لاتن کے دو سبب خفیف کو مع عین کے گرا دین اس صورت مین فا رہا اسکو فع سے بدل دیتے ہین پس اس بحر مین فع مطموس ہے اور بحر ہزج مین ابتر ہے اور بعض اس کو مجبوب مکشوف کہتے ہین کیونکہ زحاف جب کی وجہ سے فاع لاتن فاع رہجاتا ہے اور کشف عبارت ہے اس سے کہ وتد مفروق کا حرف آخر ساقط کر دیا جائے اس صورت مین فا رہ جائے گا جسے فع سے بدل لینگے اور تخنیق بفتح تاے فوقانی و سکون خاے معجمہ و کسر نون و سکون یاے تحتانی و قاف موقوف لغت مین گلا گھونٹنے کے معنے مین ہے اور اصطلاح مین خرم کا قائم مقام ہے اور وہ یہ ہے کہ مفاعیلن کے وتد مجموع کے حرف اول کو گرا دینا پس مفاعیلن سے فاعیلن رہتا ہے اس کو مفعولن سے بدل لیتے ہین اشعار عرب مین خرم ابتداے شعر کے سوا نہین آتا اور شعراے فارس نے جمیع اجزاے بیت مین اسکا لانا جائز رکھا ہے جو کہ مفعولن مفاعیلن سے مشتق ہے اسلیے اگر شروع مین ہو تو اخرم کہینگے اور باقی اجزاے بیت مین مخنوق بولا جاتا ہے مگر متاخرین اس تفریق کی پابندی کم کرتے ہین اور یہ لفظ خاے معجمہ اور نون مُشدّد مفتوح کے ساتھ ہے حدائق المعجم وغیرہ سے اسی طرح ثابت ہی لیکن شرح خزرجیہ مین علامہ نقشبندی کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ یہ لفظ حاے حطی اور باے موحدہ سے ہی اور یہ مشتق ہی تجبیق سے جو جمع کرنے کے معنے مین ہے۔ بہر صورت کف۔ قصر۔ سلخ۔ طمس۔ حذف۔ فاع لاتن سے علاقہ رکھتے ہین اور کف۔ خرم۔ خرب۔ قصر۔ جب۔ زلل۔ تخنیق۔ قبض۔ تسبیغ رکن مفاعیلن سے تعلق رکھتے ہین۔

مضارع مثمن اخرب مفعول فاع لاتن مفعول فاع لاتن دو بار۔ خرب کہتے ہین اجتماع خبن و کف کو یعنی رکن کے حرف اول اور حرف ہفتم کا گرانا پس مفاعیلن سے فاعیل بضم لام اخرب رہا اس کو مفعول سے بدل لیا مثال

		راجہ بہادر	
یہ زخم دل ہمارے مرہم تلک نہ پہونچے		ہم اُن تلک نہ پہونچے وہ ہم تلک نہ پہونچے	

تقطیع یہ زخم دل ہمارے مفعول فاع لاتن مرہم تلک نہ پہونچے مفعول فاع لاتن + ہم اُن تلک نہ پہونچے مفعول فاع لاتن وہ ہم تلک نہ پہونچے مفعول فاع لاتن۔ رکن مفاعیل اخرب ہے اور فاع لاتن سالم آیا ہے

		انشا	
صاحب کے ہرزہ بن سے ہر ایک کو گلہ ہی دین گالیان ہزارون سن مطلع اس غزل کا		مین جو نباہتا ہون میرا ہی حوصلہ ہے کہنے لگا کہ انشا اس کا یہی صلہ ہے	

محشر

دل کا پتہ نپایا زلفون کو کھول دیکھا	گیسو کو ڈھونڈھ مارا اڑّہ ٹٹول دیکھا

المولفہ

اُلجھے ہوے دلونمین دیتے ہین ادر گرہین	کاکل کو تاب دیکر سنبل سے بال والے
ہر کام پر دکھا کر ناز و ادا سے جلوہ	دل چھین لے چلے ہین غنچہ و لال والے
اشعار کا سُنانا نادان کو ہے حماقت	رمز سخن کو سمجھین نازک خیال والے

عروض وضرب مسبغ یعنے بجاے فاع لاتن فاع لیان بھی آسکتاہے خواہ ایک مین فاع لاتن ور دوسرے مین فاع لیان ہو مثال۔

میر

رہیے بغیر تیرے اے رشک ماہ تا چند	آنکھون مین یون ہماری عالم سیاہ تا چند

عروض وضرب مسبغ ہین

ولہ

خط سے جو ہے گرفتہ وہ مہ نہین نکلتا	مانند چشم اختر ہم دیکھین راہ تا چند

عروض مین فاع لاتن اور ضرب مین فاع لیان ہی

میر

شرم و حیا کہان کی ہر بات پر ہی شمشیر	اب تو بہت وہ ہمسے بیباک ہو گیا ہی
زیر فلک بھلا تو رووے ہی آپکو میر	کس کس طرح کا عالم یان خاک ہو گیا ہی

ولہ

یوسف سے لیکے تا گل پھر گل سے لیکے تا شمع	یہ حسن کسکو لیکر بازار تک نہ پہونچا

تینون شعرونکے عروض مسبغ ہین اور ضرب سالم

سودا

اے چرخ سفلہ پرور اے آسمان بے مہر	واڑون ہو عقل تیری اوندھا ہی تو جنم سے

میر حسن

مین حال دل کہون ہون تم شکوہ سمجھو ہو وہ	کہتا ہون مین کہانی سُنتے ہو تم کدھر کی
جون آئنہ سراپا کس کا ہون محو دیدار	نے پاؤنکی خبر ہے مجھکو نہ اپنے سر کی

مضارع مثمن اخرب محذوف مفعول فاع لاتن مفعول فاع لن دوبار فاع لن محذوف ہے فاع لاتن سے۔ مثال

رکھتا نہین ہی مطلق تاب عتاب دل		سہلو مین ہو گیا ہے مثل کباب دل	

تقطیع رکھتا ن مفعول ہی ہ مطلق فاع لاتن تا بےع مفعول تاب دل فاع لن ہ سہلوم مفعول ہو گیا ہے فاع لاتن مثلے ک مفعول باب دل فاع لن۔

مضارع مثمن مکفوف مقصور مفاعیل فاع لات مفاعیل فاع لان دوبار بسبب کف کے مفاعیلن سے مفاعیل مکفوف حاصل ہوا اور بسبب کف کے فاع لاتن سے فاع لات بضم تا مکفوف رہا اور بسبب قصر کے فاع لاتن سے فاع لات بسکون تا رہا اسکی جگہ فاع لان رکھدیا مثال۔ مثال

ارے دل کہا تو مان نہ زلف دوتا کو چھیڑ		خبردار کیا کرے ہے نہ کالی بلا کو چھیڑ	

تقطیع ارے دل ک مفاعیل ہا تُ مان فاع لات نہ زلفے دُ مفاعیل تاک چھیڑ فاع لان ۂ خبردار مفاعیل کاکرے ہَ فاع لات نہ کالی ب مفاعیل لاکُ چھیڑ فاع لان یہان پر مفاعیلن کی فرع مفاعیل مکفوف اور فاع لاتن منفصل کی فرع لات مکفوف اور اسی کی فرع فاع لان مقصور ہے اور اگر حشو مین بجاے فاع لات کے فاع لن آجائے تو بھی جائز ہے مثال۔ مثال

ہو مواج جبکہ سینے مین غم کا شط سیاہ		ہو پھر کیون نہ اُس مین دلکی شناور بط سیاہ	

تقطیع ہُ مُوَاج مفاعیل جبک سی فاع لن م غم کا ش مفاعیل طے سیاہ فاع لان ہُ پھر کیو ن مفاعیل اُس م دِل کِ فاع لات شنا ور ب مفاعیل طے سیاہ فاع لان۔ اور عروض وضرب مین بھی فاع لن درست ہے مثال۔ مثال

مرے استخوان یار کا اخگر سمجھ کے کہا		کہین جل نہ جائے انسے یہ تیرا دہان ہما	

تقطیع مرے است مفاعیل خان یار فاع لات دا خگرس مفاعیل مج کِ کا فاع لن کہی جل ن مفاعیل جاے ان س فاع لات ی تیرا د مفاعیل ہا ہما فاع لن ۔

ایضاً

رہی سیر جب مقابلہ چرخ پیر تھا		کہ گردون ہدف تھا اور مرا نالہ تیر تھا	

مضارع مثمن اخرب مکفوف مفعول فاع لات مفاعیل فاع لاتن دوبار بسبب خرب کے مفاعیلن سے مفعول اخرب حاصل ہوا اور بسبب کف کے ساکن مفتم نون گر کر فاع لاتن سے فاع لات اور مفاعیلن سے مفاعیل مکفوف باقی رہا مثال۔ مثال

اے عشق تجھکو میرے ستانے سے فائدہ کیا	جب دل ہی جل چکا ہو جلانے سے فائدہ کیا

تقطیع اے عشق مفعول تجکو میر فاع لات ستانے س مفاعیل فائدہ کا فاع لاتن جب دل ہ مفعول جل چکا ہُ فاع لات جلانے س مفاعیل فائدہ کا فاع لاتن ؛

دیگر

سینے پہ داغ آئنہ کے اس سبب سے آئے	پرچھائین پڑگئی یہ کسی رشک ماہ کی ہے

تقطیع سینے پ مفعول داغ آای فاع لات ن کے اس س مفاعیل بَبْ س آئے فاع لاتن پرچا ءِ مفعول پڑگئی ی فاع لات کسی رشک مفاعیل ماہ کی ہے فاع لاتن +

مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور مفعول فاع لات مفاعیل فاع لان دو بار مثال

مکرم الدولہ غالب

رہتے ہین آینہ سے ہمیشہ دو چار آپ	تنہا ہی لوٹتے ہین یہ ساری بہار آپ

تقطیع رہتے ہ مفعول آئینے س فاع لات ہمیشہ دُ مفاعیل چار آپ فاع لان ؛ تنہا ہِ مفعول لوٹتے ہَ فاع لات یہ ساری ب مفاعیل ہار آپ فاع لان

لمولفہ

ساقی یہ لاش مست کی ہے مت زمین مین داب	اسکو خم شراب کے تو تہ نشین مین داب

ایک مصرع کے حشو مین بجاے فاع لات مکفوف کے فاع لاتن سالم اور بجاے مفاعیل مکفوف کے مفعول اخرب لائین اور دوسرا مصرع وزن سابق پہ ہو تو جائز ہی جیساکہ منیر کے شعر مین ہے

ہر حکم تو گرہ دل اعدا کی کھولدین	رکھتے ہین چشم ناخن سے انتظار ہاتھ

پہلا مصرع اس وزن پر ہو مفعول فاع لات مفاعیل فاع لن اور دوسرا اس وزن پر مفعول فاع لاتن مفعول فاع لان تقطیع ہو حکم مفعول تو گرہ دِ فاع لات لِ اعداک مفاعیل کولدے فاع لن ؛ رکتے ہَ مفعول چشم ناخن فاع لاتن سے انت مفعول ظار ہات فاع لان ؛

انشاء اللہ خان

کیا کام ہمکو سجدۂ دیر و حرم کے ساتھ	مستو نکا سر جھکے ہی صراحی کے خم کے ساتھ
مفعول فاع لات مفاعیلُ فاع لان	مفعول فاع لات مفاعیل فاع لان

وحشی تری نگہ کا بیابان کعبہ دیکھ		بھرنے لگا شلنگ غزال حرم کے ساتھ	
مفعول فاع لاتُ مفاعیل فاع لان		مفعول فاع لاتُ مفاعیل فاع لان	
کم قوت ایسے ہم نہین اوقات اپنی یار		پنجہ ہی کرتے گذرے ہے شیر اجم کے ساتھ	
مفعول فاع لاتُ مفاعیل فاع لان		مفعول فاع لاتُ مفاعیل فاع لان	

مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف مفعول فاع لات مفاعیل فاع لن دوبار مثال۔

سودا

آدم کا جسم جبکہ عناصر سے مل بنا		کچھ آگ رہ گئی تھی سو عاشق کا دل بنا

تقطیع آدم کی مفعول جسم جبک فاع لات عناصر س مفاعیل مل بنا فاع لن کچھ آگ مفعول رہ گئی تِ فاع لات س عاشق ک مفاعیل دل بنا فاع لن

مناصاحب

جسم صنم تو ناز و نزاکت سے مل بنا		پر یہ بڑا غضب ہے کہ پتھر کا دل بنا

حسرت

نازک دلوں کے زخم کو مرہم کبھو نہ ہو		پیراہن حباب پھٹے تو رفو نہ ہو

لمولفہ

قاتل نے جبکہ تن سے مرے سر جدا کیا		اتنا کوئی نہ بولا کہ ظالم یہ کیا کیا
ہرگز نہ آگ سینۂ پرسوز کی بجھی		گو سیل اشک آنکھوں سے میری بہا کیا
کیا مال تھا جو دل اُسے مجھی نہ دے سکا		ناچیز چیز کے لیے ناحق خفا کیا

تمام شعر و نمین صدر و ابتدا اخرب و عروض و ضرب محذوف ہے اور حشو مکفوف عروض فاع لن محذوف اور ضرب فاع لان مقصور اور بالعکس بھی درست ہے اول کی مثال جان صاحب کو ماس کہتا ہے۔ ع

سودا ہو زلف یوسف ثانی کا اسقدر		روتے ہین ہم کھڑے سر بازار زار زار

عروض فاع لن محذوف ہے اور ضرب فاع لان مقصور ہو بالعکس کی مثال سلیمان خان اسد کہتا ہے۔ ع

کیا کیا نہ ذلتین ہوئین اس عشق مین نصیب		عزت گئی وقار گیا مال و زر گیا

مضارع مسدس اخرب مکفوف سالم الآخر مفعول مفاعیل فاع لاتن دوبار مفاعیلن سے مفعول اخرب ہو اور اسی سے مفاعیل مکفوف ہو اور فاع لاتن سالم مثال

شکوہ ہو کسی کا نہ ہمکو اے دل		دے بیٹھے جان اب تو اسکو دے دل

تقطیع شکوہ ہ مفعول کسی کان مفاعیل ہمک لے دل فاع لاتن ہ دے بیٹ مفعول ہ جانب ت مفاعیل اُس کُ دے دل فاع لاتن یہان ایک رکن فاع لاتن اصل مثمن سے حشو مین کم کر دیا ہے
مضارع مسدس اخرب مکفوف سالم الآخر بطور دیگر مفعول فاع لاتُ مفاعیلن دوبار مثال

گل مین نے چھیڑ چھاڑ جو کی اُن سے	بولے کہ چلیے چھیڑ نہ تو ہم کو

تقطیع گل مین مفعول چھیڑ چاڑ فاع لات جُ کی اُن سے مفاعیلن بولے کِ مفعول چلیے چھیڑ فاع لات نہ تو ہمکو مفاعیلن یہان مفعول خرب ہے اور فاع لات مکفوف اور مفاعیلن سالم اور پہلے بیان کر دیا گیا ہے کہ اس بحر کا جب کوئی جز گرائینگے تو فاع لاتن ہی گرائینگے نہ مفاعیلن۔
مضارع مسدس اخرب مکفوف مقصور مفعول مفاعیل فاع لان دوبار مفعول اخرب ہے مفاعیل مکفوف ور فاع لان مقصور اور عروض وضرب مین محذوف ومقصور کا جمع کرنا بھی جائز ہے یعنے عروض مین فاع لن اور ضرب مین فاع لان لانا ممکن ہے مثال۔

کیون چاک گریبان گل نہ ہو	ہے تنگ قبا لے شکست رنگ

تقطیع کیون چاک مفعول گریبان مفاعیل گل نہو فاع لن ہے تنگ مفعول قبا لِے ش مفاعیل کست رنگ فاع لان صدر وابتدا اخرب اور حشو مکفوف اور عروض محذوف اور ضرب مقصور ہے۔
مضارع مسدس اخرب مکفوف محذوف مفعول فاع لاتُ فعولن دوبار مثال۔

تا صبح نیند آ ئی نہ دم بھر	تو چسکیان چلین مرے سرپر

تقطیع تا صبح مفعول نیند آ ئی فاع لات ن دم بر فعولن + تو چاک مفعول یاچلی م فاع لات رسر پر مفعولن۔
مضارع مسدس اخرب مکفوف مقصور مفعول فاع لات مفاعیل دوبار۔

بہتے ہین اشک چشم جگر بار ہر بار چشم سے نگرے اشک دل چھوڑ کر کے جاتا نہ ہر بار	دل کھینچتا ہے آہ شرر بار برسے ہمین ہے ابر گہر بار ہوتا نہ بزم یار مین گر بار

(۱۱) بحر مجتث

مس تفع لن فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن دوبار اجتثاث لغت مین بمعنی جڑ سے اُکھاڑنے کے ہے چونکہ اس بحر کے مسدس کو بحر خفیف سے نکالا ہے اسلیے مجتث بضم میم وسکون جیم و فتح تاے فوقانی وسکون ثاے مثلث

نام رکھا ہو گویا بحر مجتث بحر خفیف ہے کہ جڑ سے اُکھاڑی ہوئی ہو پس مجتث مثمن مس تفع لن فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن دوبار ہوا اور مجتث مسدس مین مس تفع لن مقدم ہے دو فاعلاتن پر اور بحر خفیف مین مس تفع لن دو فاعلاتن کے بیچ مین ہے گویا بحر خفیف کے مس تفع لن کو بیچ مین سے اکھاڑ کر اول مین رکھ کر مجتث مسدس کو حاصل کر لیا ہے یہان سے معلوم ہوا کہ مجتث اصل مین مسدس کا نام ہے لیکن مثمن کو مجازاً کہتے ہین اور اس بحر کو شعرائے عرب مسدس اور مربع استعمال کرتے ہین اور فصحائے عجم مثمن کے سوا نہین لاتے پوشیدہ نرہے کہ اس بحر مین رکن مس تفع لن منفصل کی سین اور نون مین معاقبہ ہے یعنی معاً گرانا دونون کا جائز نہین اور اس بحر مین زحاف طے نہ آسکے گا اسلیے کہ طے اُسے کہتے ہین کہ دو سبب سے کہ رکن کے اول مین بے فاصلہ واقع ہوے ہون چوتھا ساکن گرادیا جائے اور اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے جسمین دو سبب خفیف کے درمیان ایک وتد مفروق ہے اور اس بحر مین نو زحاف آتے ہین۔ خبن۔ قصر۔ حذف۔ کف۔ ربع۔ جحف۔ تسبیغ۔ تشعیث۔ تشکیل انمین سے مس تفع لن کا ایک زحاف خبن ہے باقی سب زحاف فاعلاتن کے ہین اور قطع اگر اس بحر مین آئے گا تو فاعلاتن مین آئیگا نہ مس تفع لن مین ۔

مجتث مثمن مخبون مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلاتن دوبار مس تفع لن بسبب خبن کے مفاعلن ہوا اور فاعلاتن بسبب خبن کے فعلاتن ہوگیا۔ مثال۔

	رند	
فراق روح کا قالب سے اتفاق نہوتا		موافقت مین عناصر کی گر نفاق نہوتا

تقطیع موافقت مفاعلن م عناصر فعلاتن ک گر نفا مفاعلن ق نہوتا فعلاتن ۱ فراق رو مفاعلن ح ک قالب فعلاتن س ات تفا مفاعلن ق نہوتا فعلاتن ۲

	مرزا غالب	
حذر کرو مرے دلسے کہ اسمین آگ دبی ہے		تم اپنے شکوے کی باتین نہ کھود کھود کے پوچھو
نہ گریۂ سحری ہے نہ آہ نیم شبی ہے		دلا یہ درد الم بھی تو مغتنم ہے کہ آخر

تمام اجزا مخبون ہین اور فعلاتن کی جگہ مفعولن بھی آسکتا ہے اسکو سکتہ کہتے ہین۔ مثال + ۵

سبب ہے کیا اب ایدل جو اضطراب نہین ہے		تو ایک عمر سے بیچین و بیقرار پڑا تھا

تقطیع تُ ایک عم مفاعلن ر س بے چے فعلاتن نُ بے قرا مفاعلن ر پڑا تا فعلاتن ۱ سبب ہ کا مفاعلن اب اید مفعولن ل جُ اضطرا مفاعلن ب نہی ہے فعلاتن ۔

مجتث مثمن مخبون مقصور مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلان (فعلان بحرکت عین ہے)

ظفر

لگا نہ خط سے رخ شوخ پر عتاب کو عیب	وگرنہ لگتا گہن سے ہے آفتاب کو عیب
اگر شراب کی موجین بنین سراب مین سانپ	خط شعاع سے لہرائین آفتاب مین سانپ

تقطیع لگا نہ خط مفاعلن س رخے شو فعلاتن خ پر عتا مفاعلن ب ک عیب فعلان عین متحرک سے الخ عروض وضرب مخبون مقصور ہوا اور باقی مخبون

مجتث مثمن مخبون محذوف مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعِلن عین کے کسرے سے دو بار

عالی

صریح اُسکو اگر حال دل جتا نہ سکے	تو کیا غزل مین بھی پڑھ پڑھ کے ہم سُنا نہ سکے

عروض وضرب مخبون محذوف ہے۔

	المولفہ	
جگر مین زخم کا شاید کہ اب نشان نہ رہا		جو اپنی چشم سے سیلاب خون وان نہ رہا
جنون کی پردہ دری سے جہان تین پر فلک		کسی طرح سے مراراز دل نہان نہ رہا
جہان ہم اُسکے لیے جاکے جبہ سا ہوے		کوئی زمانے مین ایسا تو آستان نہ رہا

مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن بسکون عین دو بار فعلن عین کے سکون سے ابتر اور مقطوع بھی کہلاتا ہے مگر محقق طوسی اسکے مخبون محذوف مسکن ہی کہنے کو ترجیح دیتے ہین مثال

عشرت

شب وصال مین دلبر قلق ابھی سے ہے	سحر ہے دور مرا رنگ فق ابھی سے ہے
کسی نے شام کے آنے کو کیا کہا عشرت	کہ پھولی آپکے مُنھ پر شفق ابھی سے ہے

دونون بیتونمین عروض وضرب مخبون محذوف مسکن ہو۔

مجتث مثمن مخبون مسکن مقصور مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلان (عین کے سکون سے) دو بار مثال

ظفر

غضب ہی اپنا ہے اُس شوخ خشمگین پر دانت	جو پیستا ہے سدا عاشق حزین پر دانت
رہا ہی شانہ صفت کش مکش مین وہ اک عمر	رکھا ہے جسنے تری زلف عنبرین پر دانت

عروض وضرب مخبون ہے جسے مشعث مقصور بھی کہتے ہین۔

یاد رکھو کہ یہ چارون وزن متحد شمار کیے جاتے ہین اور ایک غزل مین جمع ہونا انکا جائز ہے مثال

غلام محی الدین مبتلا

کہے ہے سنکے وہ یون مبتلا کے قصے کو	کہ خواب ناز کو تازہ یہ اک فسانہ ہوا

اس بیت مین عروض مخبون محذوف مسکن ہے اور ضرب مخبون محذوف

ظفر

جہان مین دل عاشق کو ہو کہان آرام	سمجھتا عشق مین ہی کون اضطراب کو عیب

عروض و مخبون مسکن مقصور ہے اور ضرب مخبون مقصور

نعیم

شکست چرخ سے ہے اپنے آبگینے کی	الٰہی ٹوٹے کہین گردن اس کمینے کی
میان گلاب ہے یا عطر یا کہ نافۂ مشک	عجب ہی لطف کی بو ہے ترے پسینے کی
ہر ایک شخص کو دے بیٹھنا دہین دشنام	میان یہ بات سجی ہے کچھ بھلا قرینے کی

لمولفہ

یہ کسکی ساق بلورین کی تاب در تہ آب	کرے ہے ماہی کا خانہ خراب در تہ آب
پھڑک کہین ترے نتھنے کی دیکھ لی شاید	جو مچھلیون کو ہوا اضطراب در تہ آب
نہین ہی ناف وہ آب روان کی کرتی مین	الٹ گیا ہے کوئی یہ حباب در تہ آب
سمجھ نہ تو عرق آلودہ اسکے مکھڑے کو	ہوا ہے جلوہ فزا آفتاب در تہ آب
جلے ہوے کی جو آتی ہی بو یہ دریا سے	کلیجہ ہو تلے ہے کسکا کباب در تہ آب

ولہ

حرم مین کعبے مین بت خانے مین کلیسا مین	تمھارے حسن کا چرچا کہان کہان نہ رہا

ولہ

سمجھ کے ہاتھ لگانا کہ عاشق جانباز	نہ ہو گا مجھ سا زمانے مین جانمن پیدا

جرأت

اجل گر اپنی خیال جمال یار مین آئے	تو پھر بجاے فرشتہ پری مزار مین آئے
بھلا پھر اسکے اٹھانے مین کیون نہ دیر لگے	کسی کی موت کسی کے جو انتظار مین آئے

فغان پھر اُسکی ہو لبریز یاس کیونکہ نہ آہ	بزیر دام جو مرغ چمن بہار مین آئے
ٹلین نہ ولنسے اگر ہمکو گالیان لاکھون	وہ دینے غیرت گل ایک کیا ہزار مین آئے
اُٹھے جہان سے نہ جرأت اُٹھا کے درد فراق	الٰہی موت بھی آئے تو وصل یار مین آئے

مجتث مثمن مشعث مخبون محذوف یا مسکن مقصور مفاعلن مفعولن مفاعلن فعلن بسکون عین یا فعلان بسکون عین دوبار فاعلاتن سے مفعولن کرنے کو تشعیث کہتے ہین اور اس زحاف کی کئی ترکیبین ہین بعض فاعلاتن کا عین ساقط کرتے ہین اور بعض لام حذف کر کے اُسکی جگہ مفعولن رکھ دیتے ہین اور بعض فاعلاتن بسکون لام بناکر اسکو مفعولن سے بدلتے ہین اور زجاج نحوی کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ اول فاعلاتن مخبون کیا جائے بعد اُس کے عین کو ساکن کرین اس صورت مین فعلاتن عین ساکن سے رہا اُسکو مفعولن سے بدل دیا جائے مثال اسکی

شاد

کسی کو ہرگز اپنا نہ جانیو ای شاد	کہ دشمن جان ہوتا ہی بھائی بھائی کا

تقطیع کسی کہ ہر مفاعلن گز اپنا مفعولن نہ جانیو مفاعلن اے شاد فعلان بسکون عین ہٗ کہ دشمنے مفاعلن جا ہوتا مفعولن ہ بابہا مفاعلن ئی کا فعلن بسکون عین؛ صدر و ابتدا دونون مصرعونمین مخبون اور عروض مسکن مقصور اور ضرب مخبون محذوف مسکن اور حشو کا ایک جز مخبون ہی اور ایک جز مشعث۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ ایک مصرع کے حشو مین فعلاتن ہو اور دوسرے کے حشو مین مفعولن مثال اسکی

شاد

کسی کا جاہ و ثروت نظر نہین آتا	خراب ہو جیو خانہ یہ خود نمائی کا

مصرع اول مین حشو کا ایک جز مخبون ہے اور ایک جز مشعث اور دوسرے مصرع کا حشو مشعث نہین

تقطیع کسی کہ جا مفاعلن ہو ثروت مفعولن نظر نہی مفاعلن آتا فعلن بسکون عین؛ خراب ہو مفاعلن جیو خانہ فعلاتن سے خود نما مفاعلن ئی کا فعلن بسکون عین؛

لمولفہ

بنا سمجھ کے خم زلف عنبرین کا تو	اثر کرے نہ کہین زہر مار شیشے مین

تقطیع بنا سمج مفاعلن کے خم زل مفعولن فِ عنبری مفاعلن کا تو فعلن بسکون عین؛ اثر کرے مفاعلن نہ کہی زہ فعلاتن ر مار شی مفاعلن شے مے فعلن بسکون عین؛

(۱۲) بحر طویل

فعولن مفاعیلن فعولن مفاعیلن دوبار اس بحر کا طویل اس سبب سے نام ہوا کہ اول واضع نے اس سے بڑی کوئی بحر وضع نہین کی تھی مثال کنہیالال مولف رسالہ بحر العروض کا شعر ؎

نکرتو جفا کاری نکر تو یہ عیاری	خدا سن سبھی مین ہے خدا سن سبھی مین ہے

تقطیع نکرتو فعولن جفا کاری مفاعیلن نکرتو فعولن سے عی یاری مفاعیلن + خدا سن فعولن سبی مے مفاعیلن خدا سن فعولن سبی مے ہی مفاعیلن ؏

صفی امروہوی

تمھاری جدائی مین لبون پہ دم آیا ہی	کوئی تنگ جی سے یون مسیحا کم آیا ہے

تقطیع تمھاری فعولن جدائی مے مفاعیلن لبو پہ فعولن دمایا ہے مفاعیلن ہ کوئی تن فعولن گ جی سے یو مفاعیلن مسیحا فعولن کمایا ہے مفاعیلن ؏ اس بحر مین قبض۔ کف۔ قصر۔ حذف۔ ثلم۔ ثرم۔ تسبیغ یہ زحاف آتے ہین اور فعولن مین قبض ثلم۔ ثرم۔ حذف یہ چار زحاف واقع ہوتے ہین اور مفاعیلن مین قصر۔ قبض۔ کف۔ حذف۔ تسبیغ یہ پانچ زحاف آتے ہین ریختہ مین مستعمل نہین فارسی مین بھی بہ تکلف بعض بعض نے اس مین اشعار کہے ہین یہ بحر عربی سے مخصوص ہے **فائدۂ جلیلہ** جو لوگ تحقیق سے بہرہ نہین رکھتے وہ ہر اُس وزن کو بحر طویل کہتے ہین جسمین رکن زیادہ ہون مثلاً شہید کے اس شعر مین ؎

یہ سحر کیسی ہے پہ نور کہ جمہور ہین مسرور ہر اک باغ مین معمور ہی سامان بہار
گل جھمکتا ہی چمن زور مہکتا ہی ٹپکتا ہی ہر اک شاخ تر و تازہ سے فیضان بہار

اسی طرح نظیر کے اس قول کو بحر طویل مین ایک مصرع سمجھتے ہین۔

اک دن باغ مین جاکر چشم حیرت زدہ وا کر جامۂ صبر قبا کر طائر ہوش اُڑا کر شوق کو راہ نما کر مرغ نظارہ اُڑا کر دیکھی لٹکت جو چمن کی خوبی نسرین و سمن کی شکل غنچے کے دہن کی تازگی لالے کے تن کی نازکی گل کے بدن کی کشت سبزے کی ہری تھی نہر بھی لہر بھری تھی ہر خیابان مین تری تھی ڈالی ہر گل کی ہری تھی خوش نسیم سحری تھی سرو و شمشاد و صنوبر سنبل و سوسن و عرعر نخل میوے سے لبے بھر نقش پا و معنبر در و دیوار معطر کہین قمری کھتی طوق کہین انگور معلق نالے بلبل کے مدقق کہین غوغائی کی بق بق اس قدر شاد ہوا دل مثل غنچہ کی گیا کھل غم ہوا کشتہ و بسمل شادی خاطر سے گئی مل خورمی ہوگئی حاصل روح بالیدہ ہوا آئی شان قدرت نے دکھائی جان سی جان مین آئی باغ کیا تھا گویا اللہ نے اُس باغ مین جنت کو اُتارا ہو

اور انشاکے اس قول کو بحر طویل جانتے ہین ۔

بخداوندی ذلتے کہ رحیم ست وکریم ست وعلیم ست وحلیم ست وحکیم ست وعظیم ست وسلیم ست وقدیم ست وشریف ست لطیف ست وخبیر ست وبصیر ست ونصیر ست وکبیر ست ورؤف ست وغفور ست وشکور ست وودود ست وامر خلق نمود ست وبود خالق آفاق قسم ہے خورم اکنون کہ مرا ہیچ زہجو تو سرو کار نبود ست ولے از طرفت گشت شروع این ہمہ اقوال مزخرف شنولے مردک نادان اندر دہنت شاشۂ عالم الخ

(۱۳) بحر مدید

فاعلاتن فاعلن فاعلاتن فاعلن دوبار مدید بروزن امیر کے معنے کھینچے ہوے کے ہین چونکہ اس بحر کے رکن سباعی مین اول وآخر وتد مجموع کے ایک ایک سبب کھینچا ہوا واقع ہے اسلیے اسکو مدید کہا یہ بحر اکثر سالم آتی ہی شعرائے عرب کے یہان کثرت سے اور شعرائے فارس مین کمتر مستعمل ہی اور ریختہ مین بالکل مستعمل نہین شاذونادر کسی کسی نے طبع آزمائی کی ہی اور نون فاعلاتن اور الف فاعلن کے درمیان معاقبہ ہی ابن جنی وغیرہ اس بحر کو مسدس الاصل بتاتے ہین مگر صحیح قول اول ہی۔

مدید مثمن سالم قدیر کہتا ہے۔

پرنہ اُس کوچے کی بازآیا اب تک سیر سے	اور تو باتین بُری چھوڑ دین سب خیر سے

تقطیع اور تو با فاعلاتن تے بری فاعلن چھوڑ دی سب فاعلاتن خیر سے فاعلن پر یہ نہ اُس کو فاعلاتن چے کی با فاعلن ز آئے ابتک فاعلاتن سیر سے فاعلن ۔

صفی

آؤ جانی اب ہمین طاقت فرقت نہین	ہجر مین یہ حال ہی زیست کی صورت نہین

تقطیع ہجر مے یے فاعلاتن حال ہی فاعلن زیس کی صو فاعلاتن رت نہی فاعلن الخ

اور عروض وضرب مین مذال یعنے فاعلن کی جگہ فاعلان بھی درست ہے اور شعرائے عرب اس وزن سے ایک فاعلن گراکر مسدس بھی استعمال کرتے ہین اور اہل فارس نے بھی بہ تکلف اس وزن مین موافق اور بحور مخصوصۂ عرب کے شعر کہے ہین اور اس صورت مین عروض وضرب فاعلاتن سالم اور فاعلان مقصور اور فاعلن محذوف اور فعلن بہ تحریک عین مخبون محذوف اور فعلن بسکون عین ابتر مختلط وغیر مختلط دونون طرح روا ہین اور معیار الاشعار مین ایک جگہ خواجہ نصیر الدین کے قول سے مستفاد ہوتا ہی کہ عروض وضرب فعلان بہ تسکین عین بھی جائز ہی جیسے اس شعر مین ۔ ؎

خاک مین ملکر ہوے برباد	دل لگانے کی ملی کیا داد

بر وزن فاعلاتن فاعلن فعلان دوبار لیکن اسپر صاحب میزان الافکار شارح معیار الاشعار اعتراض کرتے ہین اور کہتے ہین کہ فعلان اگرچہ فاعلاتن کی فرع مین سے ہی لیکن بحر مدید مین نہین واقع ہوتا زر کامل عیار ترجمہ معیار الاشعار مین منشی مظفر علی اسیر لکھتے ہین کہ فعلان مدید مین کیون نہین آتا کہ محقق علیہ الرحمۃ بحر مدید مین لکھتے ہین کہ در مجزو عروض محذوف یا مخبون محذوف وضرب مخبون محذوف یا ابتر بکار داشتہ اند پس فعلن اور فعلان ایک ہی اور الف اور نون آخر مین بجاے یک حرف ہی اور نہ زیادت یک ساکن بھی مغیر وزن نہین ہے اور خود محشی لکھتا ہی کہ فعلان از فروع فاعلاتن ست اور بحر مدید مین خود حاشیہ لکھا ہی کہ بعضے خبن در فاعلان مقصور جائز نمے دارند مگر صواب جواز آن ست اور تسکین وسط سب جگہ جائز ہے اور رسالہ عبد الواسع مین فعلان مقطوع مسبغ بحر مدید مین لکھا ہے فتامل۔ اور مربع اس بحر کا بسبب اسکے کہ رمل سے ملتا ہوا ہی خوشنما ہی ظفر کی یہ غزل ع اس غزل پر سب ظفر آفرین تجھکو کہین۔ اسی وزن مین ہی۔

لمؤلفہ

درد کی حالت مری	کہدو جاکے یار سے
رات بھر بگڑا کیا	سر تری دیوار سے
پوچھتے ہو حال کیا	عاشق بیمار سے
فتنہ برپا ہو گیا	یار کی رفتار سے
شاد کیجیے ایک دن	وعدۂ دیدار سے
رات بھر تڑپا کیا	فرقت دلدار سے

بر وزن فاعلاتن فاعلن دوبار یہ وزن بعینہ رمل مربع محذوف الآخر ہے اور فاعلان یہان آخر مین مذال ہی نہ مقصور

(۱۴) بحر بسیط

مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن دوبار بسیط بفتح اول اور طاے حطی آخر مین اسکے معنے بچھے ہوے کے ہین چونکہ اس بحر کے ارکان مین اول سبب بچھے ہوے ہین پھر وتد مجموع ہین اسلیے اسکو بسیط کہا ہی عروض اس بحر کی مخبون اور سالم اور مقطوع مستعمل ہے اور ضرب مخبون اور مذال اور سالم اور مقطوع بھی آتی ہے مگر فاعلن سے فعلن اور مستفعلن سے مفعولن۔ اور میزان الافکار مین مولوی سعد اللہ مرحوم نے مفعول بھی لکھا ہے مگر مخبول

اس بحر مین کوئی ضرب نہین بالجملہ یہ اوزان ریختہ مین مستعمل نہین زبان عربی مین اسمین اشعار کہے جاتے ہین۔

بسیط مثمن سالم مثال اسکی۔ ۵

گھبرا گیا گھر مین دل	الفت ہوئی وحشت سے	بہلائین دل اے جنون	جنگل کی اب گشت سے

تقطیع گبرا گیا مستفعلن گرم دل فاعلن الفت ہوئی مستفعلن وحشت سے فاعلن بہلاے دل مستفعلن اے جنو فاعلن جنگل کی اب مستفعلن گشت سے فاعلن

صفی

ناحق بلا مین پڑا	کیون دل تجھے کیا ہوا	کاکل کی ہے مار مین	کیا سودا ہوا

بسیط مثمن مخبون مفاعلن فعلن مفاعلن فعلن (عین کے کسرسے) دوبار مثال۔

گویا

دکھادے شکل ذرا	صنم برائے خدا	یہ ہے سوال مرا	گلہ رہے نہ ذرا

تقطیع دکھادِ شکل مفاعلن ل ذرا فعلن صنم برا مفاعلن ءِ خدا فعلن یہ ہے سوا مفاعلن ل مرا فعلن گلہ رہے مفاعلن نہ ذرا فعلن تمام اجزا مخبون ہین۔

بسیط مسدس مطوی مفتعلن فاعلن مفتعلن دوبار مفتعلن مطوی ہے مستفعلن سے

گویا

دیکھ کے تجکو پری	ایک ذری	ہوگئی مجکو وہین	بےخبری

تقطیع دیک ک تج مفتعلن کو پری فاعلن ایک ذری مفتعلن ہوگئی مج مفتعلن کو وہی فاعلن بےخبری مفتعلن۔

(۱۵) بحر سریع

مستفعلن مفعولات مستفعلن مفعولات دوبار سریع بروزن امیر مشتق ہے سُرعت سے سُرعت کے معنی شتابی کے ہین چونکہ یہ بحر جلد بڑھی جاتی ہے لہذا اسکا نام سریع ہوگیا اور یہ بحر مثمن سالم استعمال مین نہین آتی بلکہ مسدس مستعمل ہے اور اصل سے ایک رکن مفعولات کم کردیتے ہین اور مستفعلن مستفعلن مفعولات لاتے ہین اور شعراے فارسی و ریختہ اکثر مطوی لاتے ہین اور عروض و ضرب اکثر مطوی موقوف یا مکسوف ہوتے ہین اور اس بحر مین نو زحاف آتے ہین طے خبن خبل۔ وقف۔ کسف۔ صلم۔ نحر۔ جدع۔ قطع ان مین سے طے خبن خبل قطع مستفعلن سے متعلق ہین اور خبل کشف وقف صلم جدع نحر مفعولات مین آتے ہین۔

سریع مسدس مطوی مکسوف مفتعلن مفتعلن فاعلن دوبار طے مراد ہے اسقاط حرف ساکن چہارم

دو سبب خفیف مین سے جو رکن کے اول مین ہون پس مستفعلن بسبب طے کے مستعلن مطوی رہا اسکو مفتعلن سے بدل لیا اور مفعولات کا واو بسبب طے کے گر کر مفعلات رہتا ہے اور بوجہ کسف کے اُسکی تاے فوقانی دور ہوجاتی ہے اور مفعلا مطوی مکسوف رہجاتا ہے اسکو فاعلن سے بدل لیتے ہین مثال۔

شیفتہ

غیر بھی کیون تجھ سے نباہینگے گر	جُرم وفا قابل تعزیر ہے	

تقطیع غیرب کو مفتعلن تجھ س نبا مفتعلن ہینگ گر فاعلن ۂ جرم وفا مفتعلن قابل تع مفتعلن زیر ہے فاعلن ۂ

نشاط

شرک سے دل جبکہ جُدا ہو گیا	سنگ سے بُت بُت سے خُدا ہو گیا	

مجیب

مُشک ختن زُلف کو مین نے کہا	مجھ سے یہ اِک کارِ خطا ہو گیا	

لمولفہ

چشم کو جو اپنی نہین کھولتا	کس کا یہ دل طالب دیدار ہے	
مار سیہ یا کہ ہے کالی بلا	زُلف ہے یا کوئی شب تار ہے	
مردون کو ٹھوکر سے جلاتا ہے وہ	ہے یہ کرامات نہ رفتار ہے	

سریع مسدس مطوی موقوف مفتعلن مفتعلن فاعلان دوبار مفعولاتُ سے بسبب طے کے مفعلاتُ بضم عین وتا رہا اور بسبب وقف تے ساکن ہوئی مَفعُلاتْ رہا اسکو فاعلان سے بدل لیا مثال یہ دو شعر غفلت کے ایک قاضی کی ہجو مین۔ ع

مرد سے بولے کہ نکر دو نکاح	زن سے کہے چار ہین شوہر مُباح	
دے کوئی ہندو گر اسے ایک دام	گائے مسلمان پہ یہ کر دے حرام	

عروض و ضرب مطوی مکسوف کے ساتھ مطوی موقوف جمع کرنا بھی درست ہے مثلاً تسیم دہلوی کے شعر مین ع

آپ کے وعدون کو ہمارا سلام	دیکھ چکے خوب اجی جاؤ بھی	

اِس فن مین زحاف بدل بھی جاتے ہین چنانچہ غلام امام شہید کے اس قول مین۔ ع

جس گھڑی اللہ اکبر کہا	کٹتا تھا لوگون کا چھُری سے گلا	
مفتعلن مفعولن فاعلن	مفتعلن مفتعلن فاعلن	

پہلا مصرع مطوی مقطوع مکسوف ہے اور دوسرا مطوی مکسوف مفعولن مستفعلن سے مقطوع ہو قطع سے مراد یہ ہے
کہ مستفعلن کے وتد مجموع کے حرف ساکن کو گرا کر اُسکے ماقبل کو ساکن کردین پس نون گر کر لام ساکن ہو گیا
مستفعل رہا اسکو مفعولن سے بدل لیا تقطیع جب گر اُل مفتعلن لا ہو اک مفعولن بر کہا فاعلن ٹو ٹ
تَت لو مفتعلن گو ک چری مفتعلن سے کلا فاعلن ۔ ظفر نے ایک غزل لکھی ہے جس مین زحافات کی بڑی تبدیلی
واقع ہوئی ہے اور اُسمین بعض اجزا مرفوع بھی آگئے ہین اور رفع رکن مستفعلن مین ہے کہ اُسکی وجہ سے مستفعلن کا
پہلا سبب خفیف حذف ہو کر تفعلن رہتا ہے اور اُسکی جگہ فاعلن لے آتے ہین پس صدر و ابتدا مین یا حشو مین
فاعلن مرفوع ہوگا اور عروض و ضرب مین مطوی مکسوف و کہین عروض صرف مکسوف اور کہین فقط موقوف
واقع ہوا ہے اگرچہ اہل عروض نے زحاف رفع کے بحر سریع مین واقع ہونے کی تصریح نہین کی ہے لیکن
ظفر کی غزل مین جب تک رفع نہ مانا جائے گا وزن درست نہوگا وہ غزل یہ ہے ؎

کی تھی کیا مجھ سے مرے یار شرط
مفعولن مفتعلن فاعلان
کچھ بھی ہے یاد ستمگار شرط
مفعولن مفتعلن فاعلان

صدر و ابتدا مقطوع ہے اور حشو مطوی اور عروض و ضرب مطوی موقوف ؎

دین و ایمان و دل و جان لیکر
مفعولن مفتعلن مفعولن
دینا بوسہ بھی ہو اکبار شرط
مفعولن مفتعلن فاعلان

صدر و ابتدا مکسوف ہے باقی بدستور کسف سے مراد یہ ہے کہ مفعولات کی تائے مضموم کو ساکن کر کے حذف کر دیتے ہین پس
مفعولا کو مفعولن سے بدل لیتے ہین۔

شمع کی طرح رہ اُلفت مین
فاعلن مفتعلن مفعولان
سرکٹانا بھی ہے سو بار شرط
فاعلن مفتعلن فاعلان

صدر و ابتدا مرفوع ہے اور حشو مطوی اور عروض فقط موقوف اور ضرب مطوی موقوف
وقف سے مراد یہ ہے کہ مفعولات کی تائے مضموم کو ساکن کردین پھر اسکو مفعولان سے بدل لیتے ہین ؎

در پہ اُسکے نہ فغان کر اتنی
فاعلن مفتعلن مفعولن
ہے ادب بھی دل بیمار شرط
فاعلن مفتعلن فاعلان
چہکا نہ رہ مرغ چمن دام مین
مفتعلن مفتعلن فاعلان
کچھ ہی نہ کچھ تجھکو ہے گفتار شرط
مفتعلن مفتعلن فاعلان
راز نہان گریہ سے کھل جائیگا
ہووے گا رسوا سر بازار شرط

مفتعلن مفتعلن فاعلن		مفتعلن مفتعلن فاعلان

صدر ابتدا اور حشو کا مخبون ہونا بھی جائز ہے اور خبن مستفعلن میں اس طرح ہوتا ہو کہ سین کو حذف کرکے مفاعلن سے بدل لیتے ہین مثلاً ۔ ؎

دل و جگر سوز سے تھے داغ داغ		گھر مین نرکھتا تھا وہ گھر کا چراغ

تقطیع دلو جگر مفاعلن سوز سے تے مفتعلن داغ داغ فاعلان ٭ گرم نرک مفتعلن تات و گر مفتعلن کا چراغ فاعلان ٭ واو عطف کو تلفظ مین لانے سے یہی بہتر ہے ۔

سریع مسدس مطوی مقطوع مجدوع مفتعلن مفعولن فاع دوبار مفتعلن مطوی ہو اور مفعولن مقطوع اور یہ دو نون مستفعلن کی فرع ہین اور جدع مراد ہو اس سے کہ مفعولات کے دو سبب خفیف حذف کرکے تے آخر کو ساکن کر دیا جائے پس مفعولات سے لات بسکون تا مجدوع حاصل ہوا اسکو فاع سے بدل لیا ۔ مثال ۔ ؎

نالہ ہمارا ہے موزون		سنگ کو بھی کرتا ہے خون	

تقطیع نالہ ہما مفتعلن را ہے مو مفعولن زون فاع ٭ سنگ کبی مفتعلن کرتا ہے مفعولن خون فاع حدائق البلاغت مین لکھا ہے کہ بجائے مفعولن مقطوع کے مستفعلُ مضموم اللام مکفوف بھی جائز ہے تمکو اس بات سے تعجب ہوگا کہ مستفعلن کے زحافات مین ہمنے کف نہین لکھا ہے پھر یہان کیسے آسکتا ہے تو جواب اسکا یہ ہے کہ بعض محققین کا یہ مذہب ہو کہ کف رکن کے ساتوین ساکن کے گرانے کا نام ہے جو سبب خفیف مین ہو اس صورت مین کف کا آنا سوائے مس تفع لن منفصل کے نہین ہوسکتا ہو لیکن زمخشری اور صاحب مفتاح کے نزدیک کف سبب سے خصوصیت نہین رکھتا بلکہ مطلقاً رکن کے ساکن ہفتم کے حذف کرنے کا نام ہے خواہ وہ سبب مین ہو یا وتد مین پس اس صورت مین اُس کا آنا مستفعلن متصل مین بھی جائز ہے اور جبکہ مستفعلن کا ساتوان ساکن گر جائے تو مستفعلُ لام مضموم سے باقی رہے گا اور اس مذہب کے مطابق بحر سریع مین مستفعل مکفوف کا آنا روا ہوا ہو جیسے اس بیت کے مصرع ثانی مین

	ازمعیار البلاغت	

تو ہے سراپا حسن اور ناز		مین ہون مجسم سوز و گداز

تقطیع تو ہ سرا مفتعلن پاحسنُ مفعولن ناز فاع ٭ مین ہُ مجس مفتعلن سم سوزُ گُ مستفعلُ داز فاع

سریع مسدس مطوی مقطوع منحور مفتعلن مفعولن فع دوبار نحر سے مراد ہو دو سبب خفیف اور حرف

آخر کے گرانے سے پس مفعولاتُ سے مفعوا ورتُ گر کر لا متحرک باقی رہا اسکو فع سے بدل لیا مثال۔ ع

عشق کا دیوانہ ہو دل	ابروسے اُسکی جان بسمل

تقطیع عشق ک دی مفتعلن وانہ ہے مفعولن دل فع ؛ ابرُس اِس مفتعلن کی جانبس مفعولن مل فع

سریع مسدس مخبون مکسوف مستفعلن مستفعلن فعولن دو بار بسبب خبن کے مفعولاتُ معولاتُ بضم تا مخبون رہا اور بسبب کسف کے تے گر کر معولا مخبون مکسوف ہو گیا اسکو فعولن سے بدل لیا مثال۔ ع

اے دل بخا ز لفوں میں اُس صنم کی	ہر چین اُسکی قید ہے ستم کی

عروض وضرب مخبون مکسوف ہے اور باقی سالم یہ وزن فارسی و اُردو میں مستعمل نہیں۔

تقطیع لسے دل بخا مستفعلن ز لفوم اُس مستفعلن صنم کی فعولن ؛ ہر چین اُس مستفعلن کی قید ہے مستفعلن ستم کی فعولن ؛

(۱۶) بحر خفیف

خفیف کے معنے ہلکے کے ہیں چونکہ اس بحر کے سب ارکان ہلکے ہیں بسبب اسکے کہ دو سبب خفیف وتد مجموع کو گھیرے ہوئے ہیں اسلیے اس بحر کا نام خفیف رکھا ہے اس بحر کو متاخرین شعرائے فارسی اور شعرائے ریختہ نے سوائے مسدس مزاحف کے اور کسی طرح استعمال نہیں کیا ہے اور تمام اجزا سالم مستعمل نہیں مگر صدر و ابتدا سالم بھی استعمال میں آتے ہیں اور مخبون بھی اور عروض و ضرب کبھی مخبون کبھی مخبون مسبغ کبھی مخبون مقصور کبھی مشعث مقصور جسکو مخبون مسکن مقصور بھی کہتے ہیں کبھی مخبون محذوف کبھی مقطوع جسکو مخبون محذوف مسکن بھی کہتے ہیں آتے ہیں اور اس بحر میں کتنے زحاف واقع ہوتے ہیں خبن۔ شکل۔ قصر۔ حذف۔ تشعیث۔ جحف۔ تسبیغ۔ کف۔ رکن مس تفع لن میں خبن قصر کف شکل واقع ہوتے ہیں اور فاعلاتن میں خبن کف شکل حذف تشعیث جحف اور تسبیغ آتے ہیں چونکہ اس بحر میں مس تفع لن منفصل ہے اسلیے زحاف طے نہیں آسکتا کیونکہ اسکے لیے رکن کے اول میں دو سبب خفیف کا ہونا ضرور ہے اور یہاں اول میں ایک ہی سبب خفیف ہے اسی طرح قطع بھی اس بحر کے رکن مس تفع لن میں نہیں آسکتا اگر آسکتا ہے تو فاعلاتن میں آسکتا ہے اور اس بحر کے اصلی رکن یہ ہیں فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن دو بار متقدمین فارس نے مثمن بھی استعمال کیا ہے اور مزاحف لائے ہیں اور مثمن ہونے کی صورت میں آخر میں ایک مس تفع لن کا اضافہ ہوتا ہے زبان اُردو میں اسکے استعمال کی جو صورتیں ہیں وہ ہم بیان کرتے ہیں اور درمیان نون فاعلاتن اور سین مس تفع لن کے اسی طرح درمیان نون مس تفع لن اور الف فاعلاتن کے اور نون فاعلاتن اور الف فاعلاتن کے معاقبہ ہے۔

خفیف مسدس مخبون فعلاتن مفاعلن فعلاتن دوبار فعلاتن مخبون ہے فاعلاتن سے اور مفاعلن مخبون ہے مس تفع لن سے مثال

لمولفہ

دل مضطر تڑپ رہا ہے و لیکن	نظر آتی نہین وصال کی صورت

تقطیع دِل مضطر فعلاتن تڑپ رہا مفاعلن ہ ولیکن فعلاتن ؛ نظر آتی فعلاتن نہی وصا مفاعلن لکِ صورت فعلاتن ؛ اس بحر کے اوزان مین صدر و ابتدا خواہ فاعلاتن سالم ہون یا فعلاتن مخبون آوین ایک حکم مین ہین چنانچہ یہ شعر اسی وزن مین ہے

لمولفہ

مثل گل رنگ چہرے کا ہوا فق ہے	غنچہ سان درد سے جگر ہوا شق ہے

تقطیع مثل گل رن فاعلاتن گ چہرِ کا مفاعلن ہُوَ فق ہے فعلاتن ؛ غنچ سادر فاعلاتن د سے جگر مفاعلن ہُوَ شق ہے فعلاتن

مرزا غالب

وہ فراق اور وہ وصال کہان ہے	وہ شب و روز و ماہ و سال کہان ہے
فرصت کاروبار شوق کسے ہے	ذوق نظارۂ جمال کہا ن ہے

یہ دونون شعر مرزا غالب کے ہین اور درستی مثال کے واسطے اصل مصرعو نپر لفظ ہے بڑھا دیا ہے
خفیف مسدس مخبون مسبغ فاعلاتن مفاعلن فعلیان دوبار خبن کی وجہ سے فاعلاتن فعلاتن بکسر عین ہو گیا اور اس مین تسبیغ آنے سے فعلاتان بن گیا جسکو فعلیان بہ تشدید یائے تحتانی سے بدل لیا مثال ۔

پاس سے اُسکے دور کرکے فلک آہ	یون ہنسا کر ہمین رلاتا تھا اے واہ

تقطیع پاس سے اُس فاعلاتن ک دور کر مفاعلن کے فلک آہ فعلیان ؛ یوہسا کر فاعلاتن ہمے رُ لا مفاعلن تَ تَا اے واہ فعلیان

خفیف مسدس مخبون مقصور فعلاتن مفاعلن فعلان بکسر عین دوبار مثال

قلق

اگر اُس جان بلب کی سنکے یہ بات	ابھی ہو جاتی ہے حضور حیات

تقطیع اگر اُس جا فعلاتن ن بلب کِ سن مفاعلن کِ یہ بات فعلان ؛ اَبِ ہو جا فعلاتن تِ ہے حضو مفاعلن ر حیات فعلان ؛ صدر و ابتدا سالم کی یہ مثال ہے۔

یار علی خان مستمند

نزع تک وصل کی ہے یار امید	ہے مثل ایک دم ہزار امید

خفیف مسدس مخبون محذوف فعلاتن مفاعلن فعلن دوبار عین کے کسرے سے۔

قلق

انھین باتون نے تھا وہ شک چمن	کہ جو لتنے مین قبل قطع سخن

تقطیع ان با تو فعلاتن م تا وہ ش مفاعلن ک چمن فعلن کہ جو استنے فعلاتن م قبل قط مفاعلن ع سخن فعلن صدر و ابتدا سالم کی مثال

برہان الدین زار

چرخ کے کیسے انقلاب ہوے	پر کبھی ہم نہ کامیاب ہوے

لمؤلفہ

آپ مارا قضا کا نام کیا	واہ جی واہ خوب کام کیا

خفیف مسدس مخبون محذوف مسکّن فاعلاتن مفاعلن فعلن بسکون عین دوبار

غالب

شکن زلف عنبرین کیون ہے	نگہ چشم سرمہ سا کیا ہے

تقطیع شکن زل فعلاتن ف عنبری مفاعلن کو ہے فعلن نگہے چش فعلاتن م سر مسا مفاعلن کا ہے فعلن اور صدر و ابتدا سالم اس وزن مین یون ہے۔

حالی

سب کمالات اور ہنر ان کے قوم کیا کھکے ان کو روے گی	قبر مین ان کے ساتھ جائینگے تام پر کیونکہ جان کھوے گی

مست

آج دلبر کو خواب مین دیکھا	نور حق کا حجاب مین دیکھا

خفیف مسدس مخبون مسکّن مقصور فعلاتن مفاعلن فعلان بسکون عین دوبار۔

قلق

کہ گھڑی بھر مین چھوڑ کر گھر بار	نکل آئی تو اے جگر افگار

تقطیع کِ گرڑی بر فعلاتن ہم چوڑکر مفاعلن گر بار فعلان ہُ نکلا ئی فعلاتن ٹ لے جگر مفاعلن انگار فعلان + صدر و ابتدا سالم کی مثال

تسلیم

چشم بد دور وہ نشیلی آنکھ	صفت علینی ہے رسیلی آنکھ

اگر ایک مصرع کے آخر کے رکن مین فعلان اور فعلن عین مکسور سے اور دوسرے مصرع کے آخر کے رکن مین فعلان اور فعلن عین کے سکون سے لائے جائین تو موزون ہے اور ایک غزل مین جمع ہوتے ہین چنانچہ شعرا پہ بخوبی روشن ہے۔ مثال اسکی

عنبر شاہ خان شگفتہ

زندہ مانند شمع پھر نہ اُٹھا	اُسکی محفل مین جاکے جو بیٹھا

عروض محذوف ہے اور ضرب مخبون مسکن محذوف

احمد علی نسبت

ہر کسی سے جو بل یہ کرتی ہے	کسی بانکے سے کیا لڑی ہے آنکھ

شاہ حاتم

اُسکے کوچے مین مجکو پھرتا دیکھ	رشک کھاتی ہے آسیا میرا

عروض مخبون مسکن محذوف ہے اور ضرب مخبون مسکن مقصور ہے۔

درد

دیکھنے کو رہے ترستے ہم سب کے جو ہر نظر مین آئے درد	نہ کیا تونے رحم پر نہ کیا بے ہنر تونے کچھ ہنر نہ کیا

لمولفہ

ہو گیا جو فنا حباب آسا چشم سے اشک نے نکل کے کیا بحر ہستی مین جو کوئی آیا	وہی دریاے غم سے پار رہا دل کے جانے کا پا تراب شتاب مٹ گیا جلد وہ بسان حباب

(۱۷) بحر جدید

فاعلاتن فاعلاتن مس تفع لن دو بار اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے یہ بحر نئی ہے اور بعد

خلیل بن احمد کے ایجاد ہوئی ہے اسکو جدید کہتے ہین اور بزرجمہری بھی مشہور ہے اسلیئے کہ بزرجمہر قمی نے ایجاد کیا ہے
اس بحر مین فقط چار زحاف کف اور خبن اور قصر اور اذالہ آتے ہین ۔ فاعلاتن مین خبن و کف واقع ہوتے ہین
اور مس تفع لن مین خبن و قصر و اذالہ آتے ہین ۔ قدمائے عجم اسکو مربع بھی کرتے تھے مگر متوسطین اور متاخرین نے
متروک فرمایا ۔

جدید مسدس سالم فاعلاتن فاعلاتن مس تفع لن دو بار مثال

لمولفہ

لے گیا وہ بیمروت آرام دل	کچھ نہین باقی رہا اب جز نام دل

تقطیع لے گیا وہ فاعلاتن بے مروت فاعلاتن آرام دل مس تفع لن کچھ نہی با فاعلاتن قی رہا
اب فاعلاتن جز نام دل مس تفع لن

جدید مسدس مخبون فعلاتن فعلاتن مفاعلن دو بار فعلاتن فاعلاتن سے اور مفاعلن مس تفع لن سے
مخبون ہے اس وزن مین انشا نے ایک غزل لکھی ہے

غزل

مجھے حاصل ہو جو ٹک بھی فراغ دل	تو رہے کیون تپش و درد و داغ دل
تجھے لازم ہے تغافل یہ ساقیا	کہ عشرت سے ہتی ہو ایاغ دل
نہ مجھے یاد مخالف سے تو کبھی	یہ مرا بار رہنا یا چراغ دل
غزل اب اور بھی بحر و زمین کھکے پڑھ	نہ ملا اس مین بھی انشا سراغ دل

تقطیع مجھ حاصل فعلاتن ہو جو ٹک بی فعلاتن فراغ دل مفاعلن تو رہے کو فعلاتن تپشو در فعلاتن
د داغ دل مفاعلن ۔

انشا

ارے دل کچھ انکھین تیری خبر نہین	تری چاہت مین نگوڑے اثر نہین

ولہ

نکرون شکوہ شکایت سو کیون بھلا	مری حالت پہ تجھے کچھ نظر نہین
جو کبھی ایک گھڑی ہان بھی ہو گئی	تو رہی پھر وہی دو دو پہر نہین
جو کہا مین نے کہ غش ہون تو وہ پری	یہ لگی کہنے کہ کچھ اس کا ڈر نہین
ابھی اڑنے لگے قارون کی طرح	یہی افسوس ہے انشا کے پر نہین

جدید مربع مکفوف فاعلاتُ مس تفع لن دوبار فاعلاتُ مکفوف ہی کف اُسے کہتے ہین کہ فاعلاتن کا ساتوان حرف ساکن جو سبب خفیف مین ہی گرا دین پس فاعلاتن سے فاعلاتُ بضم تا رہگیا اور مس تفع لن سالم ہے اور اصل بحر سے یہان ایک فاعلاتن کم ہوگیا ہے مثال ۔ ع

اعتبار رکھو تو رکھو	اتنے بدگمان مت ہنو

تقطیع اعتبار فاعلاتُ کچ تو رکومس تفع لن ؛ اتن بدگ فاعلاتُ مامت ہنومس تفع لن ۔

(۱۸) بحر قریب

چونکہ اس بحر کے ارکان بحر مضارع و بحر ہزج کے قریب قریب ہین اسلیے اسکو قریب کہتے ہین اصل اس بحر کی مفاعیلن مفاعیلن فاع لاتن دوبار ہے اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے اور یہ بحر مزاحف مستعمل ہی اور اسمین پانچ زحاف آتے ہین کف ۔ خرم ۔ خرب ۔ قصر ۔ حذف پہلے تین زحاف مفاعیلن مین آتے ہین اور دو پچھلے فاع لاتن مین ۔

قریب مسدس مکفوف مفاعیل مفاعیل فاع لاتن دوبار مفاعیلن سے بسبب کف کے مفاعیل بضم لام رہ گیا ہے مثال ۔ ع

ترے غم مین پیارے نکل گیا دل	شرارے سے ہے فرقت کے جل گیا دل

تقطیع ترے غم م مفاعیل پیارے ن مفاعیل کل گیا دل فاع لاتن ؛ شرارے س مفاعیل ہ فرقت ک مفاعیل جل گیا دل فاع لاتن ۔

قریب مسدس مکفوف محذوف یا مقصور مفاعیل مفاعیل فاع لن یا فاع لان دوبار مثال ۔ ع

کرون شکوہ شکایت نہ کیون بھلا	مرے غم سے اُسے ہے خبر نہین

تقطیع کرو شکو مفاعیل شکایت ن مفاعیل کو بلا فاع لن ؛ مرے غم س مفاعیل اُسے ہے خ مفاعیل برنہی فاع لن ؛

قریب مسدس اخرب مکفوف مفعول مفاعیل فاع لاتن دوبار مفاعیلن سے مفعول بضم لام اخرب ہے اور مفاعیل بضم لام مکفوف ہی جیسا کہ اوپر معلوم ہوچکا اور فاع لاتن سالم ہے مثال ۔ ع

کیون کرتا ہے مجکو تو یار رسوا	پھر تجھکو ملے گا نہ مجھ سا شیدا

تقطیع کو کرتا مفعول ہ مجکو تُ مفاعیل یار رسوا فاع لاتن ؛ پر تجکُ مفعول ملے گا ن مفاعیل مجہ س شیدا فاع لاتن ؛

قریب مُسدس اخرب مکفوف مقصور مفعول مفاعیل فاع لان دوبار مفاعیلن سے مفعول بضم لام اخرب ہے اور مفاعیل بضم لام اُسی سے مکفوف ہے اور فاع لاتن سے فاع لان مقصور ہے۔ ؎

اُس شوخ سے پیدا ہو کیسے ربط | گستاخ ہین ہم اور وہ بد مزاج

تقطیع اُس شوخ مفعول سِ پیدا ہُ مفاعیل کیسِ ربط فاع لان ٭ گستاخ مفعول ہ ہم اور وُ مفاعیل بدمزاج فاع لان۔

قریب مسدس اخرب مکفوف محذوف مفعول مفاعیل فاع لن دوبار فاع لن فاع لاتن سے محذوف ہے مثال۔ ؎

اے یار چلو باغ سیر کو | پر ساتھ نہ لے چلنا غیر کو

تقطیع اے یار مفعول چلو باغ مفاعیل سیر کو فاع لن ٭ پر سات مفعول نہ لے چلن مفاعیل غیر کو فاعلن ٭

قریب مسدس اخرم اخرب مفعولن مفعول فاع لاتن دوبار خرم مراد ہے اسقاط حرف اول وتد مجموع سے پس مفاعیلن سے فاعیلن اخرم رہا اسکو مفعولن سے بدل لیا اور خرب مراد ہے اجماع خرم وکف سے پس مفاعیلن مین حرف اول وتد مجموع بسبب خرم کے اور حرف ہفتم بسبب کف کے گر کر فاعیل لام مضموم سے حاصل ہوا اس کو مفعول سے بدل لیا مثال۔ ؎

دُکھ بھگتے اس عشق کی بدولت | مدت تک پائی نہ ہمنے راحت

تقطیع دُک بُگتے مفعولن اس عشق مفعول کی بدولت فاع لاتن ٭ مُد دت تک مفعولن پائی ن مفعول ہمنے راحت فاع لاتن ٭

قریب مسدس اخرب اخرم مفعول مفعولن فاع لاتن دوبار مناسب یہ ہے کہ یہان اخرم کو مخنق کہین ؎

جانی چلو جلدی اُٹھ کھڑے ہو | من جاؤ اتنی خفگی سے کیجیے

تقطیع جانی چ مفعول لو جلدی مفعولن اُٹ کھڑے ہو فاع لاتن الخ

(۱۹) بحر مشاکل

اس بحر کی اصل فاع لاتن مفاعیلن مفاعیلن دوبار ہے اور مشاکل بضم میم وفتح شین معجمہ وکسر کاف وسکون لام اس سبب سے نام ہوا کہ مشاکل کے معنے مانند کے ہین اور یہ بحر بحر قریب کی مانند ہے تھوڑا سا فرق ہو اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے شعراے ریختہ نے اس بحر کو کم استعمال کیا ہو اور اس بحر مین تین زحاف کف۔ قصر۔ حذف

واقع ہوتے ہین کف فاعلاتن اور مفاعیلن دو نون کا زحاف ہی اور حذف و قصر صرف مفاعیلن کے

مشاکل مسدس مکفوف مقصور فاع لاتُ مفاعیلُ مفاعیل دو بار مثال ـ ۵

بار غم کو اُٹھانا ہی پڑا آہ		داغ ہجر کو کھانا ہی پڑا آہ	

تقطیع اس طرح ہی بار غم کُ فاع لات اُٹھانا ہ مفاعیل پڑا آ ہ مفاعیل ۲ داغ ہجر فاع لات کُ کھانا ہِ مفاعیل پڑا آہ مفاعیل ۲ بسبب کف کے رکن فاعلاتن سے فاع لاتُ بضم تا اور پہلے مفاعیلن سے مفاعیلُ بضم لام رہا ہے اور دوسرے مفاعیلن سے بسبب قصر کے نون حذف ہو کر اُس کا ماقبل یعنی لام ساکن ہوا ہی اور عروض و ضرب مین فعولن محذوف بھی درست ہی محمد بن قیس نے اپنے رسالے مین لکھا ہے کہ بعض شعرائے قدیم اس بحر کو مثمن کرکے اشعار کہا کرتے تھے مگر چونکہ وہ پڑھنے مین نہایت ثقیل ہوتے تھے اسلیے وزن مثمن کو ترک کر دیا ـ

مشاکل مثمن مکفوف مقصور فاع لات مفاعیل فاع لات مفاعیل دو بار فاع لاتن سے فاع لاتُ بضم تا مکفوف ہے اور مفاعیلن سے مفاعیلُ بضم لام مکفوف ہے اور پچھلا مفاعیل بسکون لام مقصور ہے اور یہ بھی مفاعیلن کی فرع ہی مثال ـ ۵

لوٹتے ہین شب و روز مست یون بسر خاک		جون بہار مین انگڑائیان لین شجر تاک	

تقطیع لوٹتے ہُ فاع لات شب و روز مفاعیل مست یوب فاع لات سرے خاک مفاعیل ۲ جو بہار فاع لات م انگڑا ءِ مفاعیل یان لے ش فاع لات جرے تاک مفاعیل ـ

یہ اُن انیس بحرون کا بیان ہوا جو خلیل بن احمد کے عہد مین اور اسکے بعد اخفش اور بزرجمہر وغیرہ نے ایجاد کی ہین اور شعرائے فارسی و ریختہ نے انکو استعمال کیا ہے باقی گیارہ بحرین عریض و عمیق وغیرہ جو عروضیان پارسی نے نکالی ہین چونکہ زبان ریختہ مین مستعمل نہین اسلیے انکا ذکر مجملاً کیا جاتا ہے ارکان ان کے پہلے معلوم ہو چکے اب اس قدر جان لینا چاہیے کہ بحر صریم کے دو وزن نہایت ہلکے ہین ایک مکفوف مقصور مفاعیل فاع لات فاع لان دوسرا اخرب مفعول فاع لاتن فاع لاتن مگر پہلا وزن ہزج مکفوف اشتر مقبوض مسبغ مفاعیل فاعلن مفاعلان سے ملتا ہے اور دوسرا مضارع اخرب اشتر مطموس مفعول فاع لاتن فاعلن فع سے ملتا ہی یاد رکھو کہ فع بحر مضارع مین مطموس ہے نہ مجحوف کیونکہ اس بحر مین زحاف جحف واقع نہین ہوتا وجہ یہ ہے کہ اس مین فاع لاتن منفصل ہے جس مین خبن نہین آتا اور جحف کے لیے اول خبن کا ہونا ضرور ہی پس جس نے یہان فع کو مجحوف کہا ہی یہ اسکی سخت غلطی ہی ہان فع کو مجبوب مکشوف کہہ سکتے ہین اور اس صورت مین یہ وزن مضارع اخرب اشتر مجبوب مکشوف کہلائے گا اور بحر کبیر کے بھی بہت خفیف

دو وزن ہین ایک مطوی فاعلات فاعلات مفتعلن یہ وزن وافر اجم معقول فاعلن مفاعلن مفاعلتن سے ملتا ہے اور دوسرا مخبون مذال مفاعیل مفاعیل مفاعلان یہ وزن بعینہ وزن ہزج مکفوف مقبوض مسبغ ہی اور بحر مدیل کے خفیف ترین اوزان سے مخبون ہی مفاعلن فعلاتن مگر یہ وزن بعینہ وزن کامل موقوص مقطوع ہے اور بحر قلیب کے دو وزن نہایت سبک ہین ایک مکفوف مقصور فاع لات فاع لات مفاعیل اور دوسرا محذوف فاع لاتن فاع لاتن فعولن پہلا وزن مدید مکفوف مخبون مسبغ سے نکلتا ہے چنانچہ اُسکے یہ رُکن ہین فاعلات فاعلن فعلیان اور دوسرا مدید مسبغ فاعلاتن فاعلن فاعلیان کا ہموزن ہے اور بحر حمید کے بھی اخف یہ دو وزن ہین مطوی موقوف فاعلات مفتعلن فاعلان سو یہ وزن بعینہ مقتضب مسدس کا وزن ہی اور مخبون مکسوف مفاعیل مفاعلن فعولن یہ وزن اور بحر ہزج کا وزن مکفوف مقبوض محذوف ایک ہی ہین اور بحر اصیم کا سبک تر وزن فعلاتن مفاعلن فعلاتن مخبون مقبوض ہے لیکن حقیقت مین یہ وزن خفیف مسدس مخبون ہے کسی طرح کا تفاوت نہین اور شعرا اس بحر کو کبھی اخرم مقصور یا محذوف یعنے فاع لاتن مفعولن فاع لان اور فاع لاتن مفعولن فاع لن استعمال مین لاتے ہین مگر یہ وزن بحر رمل کو مشعث مقصور اور محذوف کرکے بھی نکال سکتے ہین اور مفعولن کو جو ہمنے یہان اخرم کہا ہے بہتر یہ ہے کہ اسکو مخنق بولین جیسا کہ ہم بحر مضارع مین بیان کر آئے ہین اور بحر سلیم کا اخف وزن مطوی موقوف مفتعلن فاعلات فاعلان ہے مگر یہ وزن منسرح مطوی مکسوف مخبون مذال سے بھی پیدا ہوتا ہے جو یہ ہے مفتعلن فاعلن مفاعلان اور مطوی مکسوف مفتعلن فاعلات مفعولن بھی آتی ہے مگر حقیقت مین یہ وزن بحر منسرح کا مطوی مقطوع ہی اور اس بحر کا ایک وزن نہایت خفیف مخبون موقوف مفاعلن مفاعیل مفعولان ہے جو بعینہ بحر ہزج کا وزن مقبوض مکفوف مقصور ہے اور بحر صغیر کا سب سے زیادہ خفیف وزن مفاعلن فعلاتن مفاعلن مخبون ہے لیکن یہ وزن مجتث مسدس سے بھی نکلتا ہے اسی طرح اس بحر کے وزن سالم کا حال ہی اور بحر حمیم کا سبکتر وزن مخبون ہی جسکے رکن یہ ہین فعلاتن مفاعلن مفاعلن لیکن یہ وزن کامل مقطوع موقوص اور مشاکل مخبون مقبوض سے متحد ہی کچھ بھی تفاوت نہین اور یہ بحر ایک رکن کی کمی سے مجزو بھی مستعمل ہی چنانچہ فاعلاتن مس تفع لن اور فعلاتن مس تفع لن مگر یہ دونوں وزن بحر خفیف کو بھی مجزو کیے سے حاصل ہو سکتے ہین اسی واسطے ہمنے مثالین ترک کر دین

تتمہ عیوب عروض مین

(۱) تخلیع وزن نامطبوع و ناخوش و لدکان ثقیل مین شعر لکھنا عیوب کلام سے ہے اور اس عیب کو تخلیع

بفتح تائے فوقانی بسکون خائے معجمہ وکسر لام ویائے معروف وعین موقوف کہتے ہین -

(۲) تحریف بحائے حطی بروزن تفعیل بحر کے اختلاف وتغیر کو کہتے ہین شاعر کو احتیاط چاہیے کہ ایک بحر سے دوسری بحر پر نقل نکر جائے کیونکہ جو بحرین آپس مین متشابہ ہین اور جن مین تفاوت بہت کم ہے اُنمین شاعر دھوکا کھا جاتے ہین اور بعض شعر ایک بحر مین اور بعض دوسری بحر مین کہہ جاتے ہین جیساکہ مرزا عظیم بیگ عظیم شاگرد شاہ حاتم سے جو سودا کے شاگرد بھی مشہور ہین ایسا ہوگیا تھا کہ بحر ہزج کے ساتھ بحر رمل کو ملا دیا تھا اور انشاء اللہ خان نے جلسۂ مشاعرہ مین اعتراض کیا تھا ہان اگر اشارہ کر دیتے تو کچھ مضائقہ نہین اور شعرا اکثر ایسا کرتے ہین -

انشا

کہا لیلی نے کچھ شعلے سے جو اُسکو یہان لپٹے	یہ خو ہے اُنکی سادیسی جہان لپٹے وہان لپٹے
بدل کر بحر کو انشا غزل طرحی کی بھی اب پڑھ	کہ اہل ذوق باہم جس لیے ہین خوشہ سان لپٹے
گلے سے تیرے کدھر کوئی اہل دل لپٹے	یہان تو آٹھ پہر رہتے ہین مخمل لپٹے
اگرچہ ہمسے وہ سو بار متصل لپٹے	پر ایسے ڈھب سے نہ لپٹے کہ دل سے دل لپٹے

گستاخ لکھتا ہے کہ وحشت کے اس شعر کا

سنبھالے ہین مرے نالون نے بھلے	فلک اپنی پشت خمیدہ کو تھامے

مصرع اول ہزج مسدس اور مصرع ثانی تقارب مثمن ہے مگر مؤلف کی دانست مین دونون مصرع وزن تقارب مثمن مین ہین پہلے مصرع مین سے ایک سبب خفیف کا تبان کو رسواد کی غلطی سے قلم انداز ہوگیا ہے شاید یون ہو مصرع -

سنبھالے ہین اب میرے نالون نے بھلے

مولوی سید محمد عبدالرشید متخلص برشید شعر غالب کے تکملے مین کہتے ہین ؎

ہستی کے مت فریب مین آجائیو اسد	عالم تمام حلقۂ دام خیال ہے
دیّار دوسرا ہی کب دہر مین بتا تو	پھر کیا یہ تو تو مین ہی کیا قیل وقال ہے

تیسرے مصرع کا یہ وزن ہی مفعول فاع لاتن مفعول فاع لاتن اور باقی مصاریع کا یہ وزن ہے مفعول فاع لات مفاعیل فاع لن - میرے نزدیک تیسرے مصرع کے آخر مین تو غلط لکھ گیا ہے -

(۳) اختلاف غیر معتاد بھی عروض بحر مین عیب ہی جیسے استعمال عروض محذوف یعنی فعولن کا بحر طویل مین اور عروض مقطوع یعنی فعلاتن کا بحر کامل مین کہ حسب مذہب سکاکی صاحب مفتاح کے معتاد نہین ہے اور

اس عیب کا نام اقعاد ہے اور حسب مذہب صاحب قصیدۂ خزرجیہ کے اختلاف مطلق معتاد و غیر معتاد کو کہتے ہین بحر رمل مین پس نظیر معتاد کی یہ ہے کہ شاعر عروض سالم یعنی متفاعلن سے طرف عروض محذوذ یعنے فعلن (بکسر عین) کے انتقال کرے

چھٹا شہر رباعی کے بیانمین

عرب مین رباعی کا دستور نہ تھا شعرائے عجم نے یہ بحر ہزج مین سے نکالی ہو معیار البلاغت مین لکھا ہے کہ موجد اسکا رودکی ہے ایک روز راہ مین چلا جاتا تھا اثنائے راہ مین امیر یعقوب بن لیث صفار کا بیٹا یازدہ سالہ لڑکون مین جوز بازی کر رہا تھا یعنی چند جوز کو گوچی مین ڈالنا چاہتا تھا ایک بار چہ جوز گوچی مین جا پڑے اور ایک جو باقی رہا تھا وہ بھی لڑھک کر جا پڑا تب وہ خوش ہو کر کہنے لگا مصرع غلطان غلطان ہمے رود تا بن گو ہ استاد رودکی کو یہ کلمات فصیح بہت اچھے معلوم ہوے اور غور کیا تو علم عروض مین موزون پایا پھر اس سے چوبیس وزن اختراع کیے مگر یہان ایک امر قابل غور و تردد ہے وہ یہ کہ امیر یعقوب بن لیث صفار نے بقول مؤلف تذکرۂ خزانۂ عامرہ ۲۵۱ ہجری مین نام وری حاصل کی تھی اور بروایت ضعیف عہد اسلام مین نظم فارسی کا موجد وہی ہے چنانچہ اُس کا ایک مصرع اور بقولے ایک شعر نقل کرتے ہین اور اُستاد رودکی نے چوتھی صدی کے اوائل مین عرصۂ ظہور مین قدم رکھکر معارج طبع کی مدد سے اقسام شعر کی بنا ڈالی ہے۔ بعض کتابون مین اُس لڑکے کا نام نہین لکھا ہے مطلقاً لڑکے کا لفظ لکھدیا ہے اور رودکی کو رباعی کا موجد ماننے کے لیے یہی بہتر ہے تذکرۂ دولت شاہ مین یون بیان کیا ہے کہ یعقوب بن لیث صفار جسنے سب سے اول ملک عجم مین خلفائے بنی عباس پر خروج کیا تھا اُسکا بیٹا عید کے دن چند لڑکون کے ساتھ جوز بازی کرتا تھا امیر بھی اسکے پاس کھڑے ہو کر تماشا دیکھنے لگا امیرزادے نے جوز گوچی کی طرف پھینکے جن مین سے سات گوچی مین چلے گئے اور ایک اُچھل کر باہر کی طرف آگیا امیرزادہ نا امید ہو گیا تھوڑی دیر کے بعد وہ بھی لڑھک کر اندر چلا گیا اس خوشی مین امیرزادے کے منھ سے یہ الفاظ نکلے مصرع غلطان غلطان ہمی رود تا لب گو ہ یعقوب کو یہ کلام پسند آیا اور اپنے مصاحبون کو حکم دیا کہ اسکو جانچین کہ شعر کی قسم سے ہے یا نہین ابودلف اور زینت الکعب نے متفق ہو کر تقطیع کی تو بحر ہزج مین موزون پایا اور ایک مصرع اسکے ساتھ لگا دیا پھر ایک بیت بڑھا کر دوبیتی کہنے لگے اور یہی نام مشہور ہو گیا تھوڑے عرصے کے بعد یہ نام موقوف کر کے رباعی نام

مقرر کیا۔
ابن قیس نے حدائق مین بیان کیا ہے کہ خواجہ امام حسن قطان نے کہ آئمۂ خراسان سے ہوا ان چوبیس اوزان کے منضبط ہونے کے لیے دو شجرا ایجاد کر کے اُنمین لکھا غرضکہ زحاف اس مین تو آتے ہین خرب خرم قبض کف۔ ہتم۔ جب۔ بتر۔ شتر۔ زلل۔ اور ارکان مزاحف یا مزاحف و سالم باہم مرکب ہو کر بعض کے نزدیک اٹھارہ اور بعض کے نزدیک چوبیس وزن حاصل ہوتے ہین اور اُن سب کا جمع کرنا جائز اور روا ہے اگرچہ بعضون نے لکھا ہے کہ پہلا مصرع وزن اخرب مین ہو تو اور دوسرے مصاریع بھی انہی اوزان مین چاہیین اور جو مصرع اول اخرم ہو تو اور تینون مصرعون کو بھی اسی وزن مین لکھین یعنی اخرم کو اخرب کے ساتھ جمع نکرین بعض عروضیون کے نزدیک جیسے اخرب کے بارہ وزن اخرم کے بارہ وزنون کے ساتھ جمع نہین ہو سکتے اسی طرح وہ اوزان جن کے عروض و ضرب مین فعول اور فاع ہین اُن اوزان کے ساتھ بھی جن کے عروض و ضرب فعل اور فع واقع ہوے ہین جمع نہین ہو سکتے مگر اساتذہ کے کلام مین اسکی قید کم دیکھی گئی اور اُنکے نزدیک جائز ہے کہ اُن اوزان مین سے ایک وزنپر چارون مصرع ہون یا ہر مصرع اُن اوزان مین سے ایک ایک وزنپر ہو خواہ بعض مصرع ایک وزنپر ہون اور بعض ایک وزنپر ہون جیسا کہ ان رباعیون مین۔

میر تقی

جانان نے ہمین کبھو نہ جانا افسوس	جو ہمنے کہا سو وہ نمانا افسوس
تب آنے مین دیر کی قیامت آہ تو	آیا نزدیک جی کا جانا افسوس

پہلا اور دوسرا مصرع اس وزن پر ہے مفعول مفاعلن مفاعیلن فاع اور تیسرا مصرع اس وزن پر ہے مفعول مفاعلن مفاعیلن فع چوتھا مصرع اس وزنپر ہے مفعولن فاعلن مفاعیلن فاع ؁

نواب یوسف علی خان ناظم

سجادہ ہے میرا فلک نیلی فام	تسبیح کواکب آفتاب اُس کا امام
تارے گنتا ہون مین سحر تک ناظم	تسبیح امام تک پہونچکر ہو تمام

پہلا مصرع اس وزنپر ہو مفعول مفاعیل مفاعیلن فاع اور دوسرا اور چوتھا اس وزنمین ہو مفعول مفاعلن مفاعیل فعول اور تیسرے کا یہ وزن ہو مفعولن فاعلن مفاعیلن فع ؁

منشی اسمعیل حسین منیر

جس روز سے دخل بے لبسی نے پایا	ہونٹوں نکا نہ قرب بھی ہنسی نے پایا

اپنا ساتھی تمام دُنیا مین منیر	ڈھونڈھا تو مجھی کونے کسی نے پایا

اس رباعی کا پہلا اور دوسرا اور چوتھا مصرع اس وزن پر ہے مفعول مفاعلن مفاعیلن فع اور تیسرا مصرع اس وزن پر ہی مفعولن فاعلن مفاعیل فعول۔

امانت

ہر گُل کو خجل داغ جگر سے پایا	بلبل کو ندیم شور و شر سے پایا
دیکھا دم سرد سے صبا کو ٹھنڈا	پانی شبنم کو چشم تر سے پایا

پہلا مصرع اس وزن پر ہے مفعول مفاعیل مفاعیلن فع اور دوسرا اور تیسرا اس وزن پر مفعول مفاعلن مفاعیلن فع اور چوتھا اس وزن پر مفعولن فاعلن مفاعلن فع۔

غالب

جن لوگونکو ہی مجھسے عداوت گہری	کہتے ہین مجھے وہ رافضی اور دہری
دہری کیونکہ ہو جو کہ ہووے صوفی	شیعی کیونکہ ہو ماوراء النہری

پہلے مصرع کا یہ وزن ہے مفعول مفاعیل مفاعیلن فع اور دوسرے کا یہ وزن ہے مفعول مفاعلن مفاعیلن فع اور تیسرے و چوتھے مصرع کا یہ وزن ہے مفعولن فاعلن مفاعیلن فع۔
الحاصل اس بحر کا نام بحر رباعی ہے کیونکہ رباعی سوا اس بحر کے اور بحر مین نہین کہی جاتی اور قصیدہ و غزل کا رباعی کے وزن مین کہا جانا درست ہی پس جو لوگ ناواقف ہین وہ عوام کی طرح ہر اک وزن کی دو بیت قافیہ دار کو رباعی نہ کہینگے لیکن منتہے العروض کے مولف کا یہ قول کہ جو رباعی اوزان مذکورہ بالا سے خارج ہو تو اُسکو قطع کہنا چاہیے نہ رباعی تعریف قطع کے مقابلے مین تردد سے خالی نہین اور یہ جو کہا ہے کہ رباعی ان چوبیس وزن سے خالی نہین ہوتی تو اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ رباعی کا انحصار انہی مین ہی بلکہ رباعی اتحاد و اختلاف اوزان مصاریع کے اعتبار سے بہت سے وزن رکھتی ہے مطلب اُس قول سے یہ ہوتا ہے کہ اُسکا کوئی مصرع ان وزنون سے خالی نہین ہوتا اور مولف غیاث کی اس تعریف مین بھی کہ رباعی کا وزن خاص لاحول ولا قوۃ الا باللہ ہے اگر اس وزن مین نہو تو قطع کہینگے مسامحت ہے کیونکہ رباعی کے چوبیس وزن ہین انمین سے ایک وزن لاحول ولا قوۃ الا باللہ بھی ہی پس وزن رباعی اسی مین منحصر نہین جیسا کہ اُسنے سمجھا ہے۔

واسطی

عاشق مین ہوا ہون اک بت کا ناگاہ	کچھ کام نہین ہی مجکو جز نالہ و آہ
اب کفر سے مطلب ہی نہ اسلام سے کام	لاحول ولا قوۃ الا باللہ

وہ دس ارکان جن سے باہم ترکیب ہو کر رباعی کے چوبیس وزن حاصل ہوتے ہین یہ ہین کہ مفاعیلن سالم ہے اور مفعولن اخرم ہے جسکو مخنق بھی کہتے ہین اور مفعولُ بضم لام اخرب ہے اور مفاعلن مقبوض ہے اور مفاعیلُ مکفوف ہے لام مضموم سے اور فعول اہتم ہے لام موقوف سے اور فعَلُ مجبوب ہے اور فع ابتر ہے اور فاعلن اشتر ہے اور فاع ازل ہے اُن چوبیس اوزان مین سے بارہ وزن کا صدر و ابتدا اخرب ہے یعنی مفعولُ اور باقی بارہ وزن کا صدر و ابتدا اخرم یعنی مفعولن آتا ہے اور یہ چوبیس اوزان تشریح کے واسطے دائرہ مین لکھے جاتے ہین اور بلحاظ اخرم و اخرب کے بارہ بارہ اوزان کے واسطے علیحدہ علیحدہ دائرے مقرر ہین ۔

دائرہ اخرب الصدر والابتدا کے اوزان کی تفصیل یہ ہے

اول یہ کہ ایک جز حشو کا مقبوض اور ایک سالم اور عروض و ضرب ازل ہون دوم یہ کہ ایک جز حشو کا مکفوف اور ایک سالم اور عروض و ضرب ازل ہون سوم یہ کہ دونون جز حشو کے مکفوف اور عروض و ضرب مجبوب ہون چہارم یہ کہ حشو کا ایک جز سالم اور ایک اخرم اور عروض و ضرب ازل ہون پنجم یہ کہ ایک جز حشو کا مقبوض اور ایک سالم اور عروض و ضرب ابتر ہون ششم یہ کہ حشو کا ایک جز مکفوف اور ایک سالم اور عروض و ضرب ابتر ہون ہفتم یہ کہ ایک جز حشو کا سالم اور دوسرا اخرب اور عروض و ضرب اہتم ہون ہشتم یہ کہ حشو کا ایک جز سالم اور دوسرا اخرم اور عروض و ضرب ابتر ہون نہم یہ کہ حشو کا ایک جز سالم اور دوسرا اخرب اور عروض و ضرب مجبوب ہون دہم یہ کہ حشو مکفوف ہو اور عروض و ضرب اہتم ہون یازدہم یہ کہ حشو مین ایک جز مقبوض ایک جز مکفوف ہو اور عروض و ضرب اہتم ہون دوازدہم یہ کہ حشو مین ایک جز مقبوض اور ایک جز مکفوف اور عروض و ضرب مجبوب ہون ۔

صورت دائرے کی صفحہ مابعد مین درج ہے ۔

دائرۂ اخرب الصدر والابتدا

مثال۔
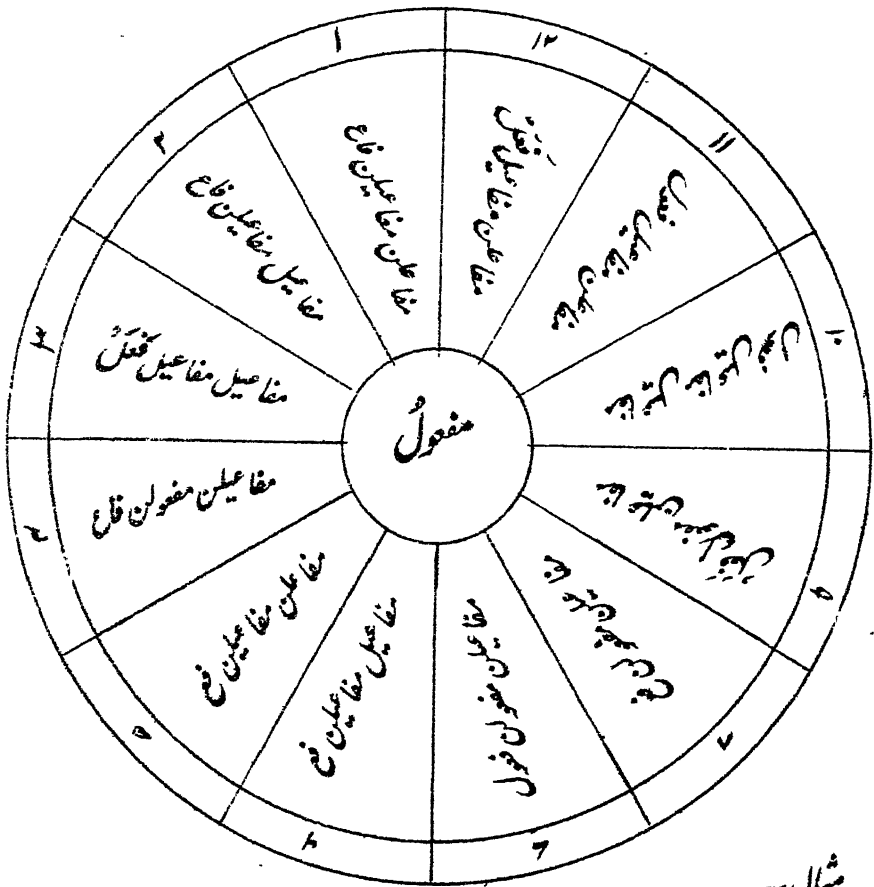
	عزیز بریلوی	
ہے شبنم حیران کو مجھ سے یہ حجاب		آنکھو نکو کرے چار نہین یہ کسے تاب
حیرت کو مری غور اگر کرتا ہے		آئینے کی آنکھو نمین بھر آتا ہے آب

تقطیع ہے شبنَ مفعول ہم حیران مفاعیل کو مج سے مفاعیل حجاب فعول ہُوا اور اس مصرع کی تقطیع یون بھی ہو سکتی ہے شبنَ مفعول ہم حیرا کو مفاعیلن مج سے مفعول حجاب فعول ہُوا اور دوسرے مصرع کی تقطیع یون ہے آنکو نکو مفعول کرے چار مفاعیل نہی یہ کس مفاعیل سے تاب فعول ہُوا تیسرے مصرع کی تقطیع یون ہے حیرت کو مفعول مری غور مفاعیل اگر کرتا مفاعیلن ہے فع اور چوتھے مصرع کی تقطیع یون ہے آئی ن مفعول

کِ ادُ کو م مفاعیل برانک ہے مفاعیلن آئب فاع

امیر مینائی

بالفرض حیات جاودانی تم ہو	بالفرض کہ آب زندگانی تم ہو
ہم سے نہ ملو تو خاک سمجھین تمکو	لین نام نہ پیاس کا جو پانی تم ہو

چارون مصرع اس وزن پر ہین مفعول مفاعلن مفاعیلن فع تقطیع بالفرض مفعول حیاتِ جا مفاعلن ودانی تم مفاعیلن ہو فع ؛؛ بالفرض مفعول کہ آب زن مفاعلن دگانی تم مفاعیلن ہو فع ؛؛ ہم سے ن مفعول ملوت خا مفاعلن ک سمجھے تم مفاعیلن کو فع ؛؛ لے نام مفعول ن پاس کا مفاعلن ج پانی تم مفاعیلن ہو فع ؛؛

مولوی محمد اسمعیل

تیزی نہین منجملۂ اوصاف کمال	کچھ عیب نہین اگر چلو دھیمی چال
خرگوش سے لے گیا ہے کچھوا بازی	ہان راہ طلب مین شرط ہے استقلال

تقطیع تیزی ن مفعول ہِ منجم مفاعیل ل اوصا مفاعیلن کمال فعول ؛؛ کچھ عیب مفعول نہی اگر مفاعلن چلو دی می مفاعیلن چال فاع ؛؛ خرگوش مفعول س لے گیا مفاعلن ہ کچوا با مفاعیلن زی فع ؛؛ ہا راہ مفعول طلب م شر مفاعلن ط ہے استق مفاعیلن لال فاع۔

ناسخ

وہ خط نہین لکھتا تو ہو کیون دل تنگی	تازہ یہ زمانے کی نہین نیرنگی
ہمنے بھی کیا نامے کا لکھنا موقوف	اب اپنے قلم کو بھی ہے عذر لنگی

تقطیع وہ خط ن مفعول ہِ لکتاتُ مفاعیل ہُ کو دل تن مفاعیلن گی فع ؛؛ تازہ یے مفعول زمانے ک مفاعیل نہی نے رن مفاعیلن گی فع ہمنے ب مفعول کیا نامِ مفاعیل ک لکنا مو مفاعیلن قوف فاع اب اپن مفعول قلم کو بہ مفاعیل ہ عذر لن مفاعلن گی فع ؛؛

ولہ

ہے جسم مرا ور نہ جان سے ہے باقی	تربت مین نہ کوئی استخوان ہے باقی
کرتا ہے خدا تو امتحان تادم زیست	پربت کا ہنوز امتحان ہے باقی

تقطیع ہے جسم مفعول مرا ور مفاعیل نہ جاہ ہ با مفاعلن قی فع ؛؛ تربت م مفعول ن کوی اس مفاعلن تخاہے با مفاعیلن قی فع ؛؛ کرتاہ مفعول خدات ام مفاعلن تحاتا د مفاعیل م زیست فعول ؛؛ پربت ک

مفعول ہیوزا م مفاعلن تحا ہے با مفاعیلن قی فع

رند

عید رمضان ہے واہ کیا روز سعید اللہ وزیر ہند کو رکھے شاد		عالم مین ہین خرمی کے آثار پدید ہر شب ہو شب برات ہر روز ہو عید	

تقطیع عیدے رمفعول مضاہ وا مفاعلن ہ کا روز مفاعیل سعید فعول ٭ عالم م مفعول ہ خرمی مفاعلن کِ آثار مفاعیل پدید فعول ٭ اللہ ہ مفعول وزیرے ہن مفاعیلن دکورکِ کے مفاعیلن شاد فع ٭ ہر شب ہ مفعول شب برا مفاعلن ت ہر روز مفاعیل ہ عید فعول ٭

تفصیل اوزان دائرۂ اخرم الصدر والابتدا

اخرم الصدر والابتدا سے مُراد وہ ہے جسکے صدر وابتدا مین مفعولن آتا ہے پہلا یہ کہ حشو کا ایک جزاشتر ایک سالم اور عروض وضرب ازل ہون دوسرا یہ کہ ایک جز حشو کا اخرب اور ایک سالم اور عروض وضرب ازل ہون تیسرا یہ کہ حشو کا ایک جزاشتر اور ایک مکفوف اور عروض وضرب مجبوب ہون چوتھا یہ کہ حشو اخرم اور عروض وضرب ازل ہون پانچوان یہ کہ حشو اخرم اور عروض وضرب ابتر ہون چھٹا یہ کہ حشو کا ایک جزاشتر اور ایک سالم ہو اور عروض وضرب ابتر ہون ساتوان یہ کہ حشو کا ایک جزاخرب ہو اور ایک مکفوف ہو اور عروض وضرب اہتم ہون آٹھوان یہ کہ حشو کا ایک جزو اخرب اور ایک سالم اور عروض اور ضرب ابتر ہون نوان یہ کہ حشو کا ایک جزاخرم اور ایک اخرب اور عروض وضرب مجبوب ہون دسوان یہ کہ حشو کا ایک جزاخرب اور ایک جز مکفوف اور عروض وضرب مجبوب ہون گیارھوان یہ کہ حشو کا ایک جزاشتر ایک جز مکفوف اور عروض وضرب اہتم ہون بارھوان یہ کہ حشو کا ایک جز اخرم اور ایک جزاخرب اور عروض وضرب اہتم ہون۔

صورت دائرے کی صفحہ مابعد مین درج ہے۔

مثال ـ
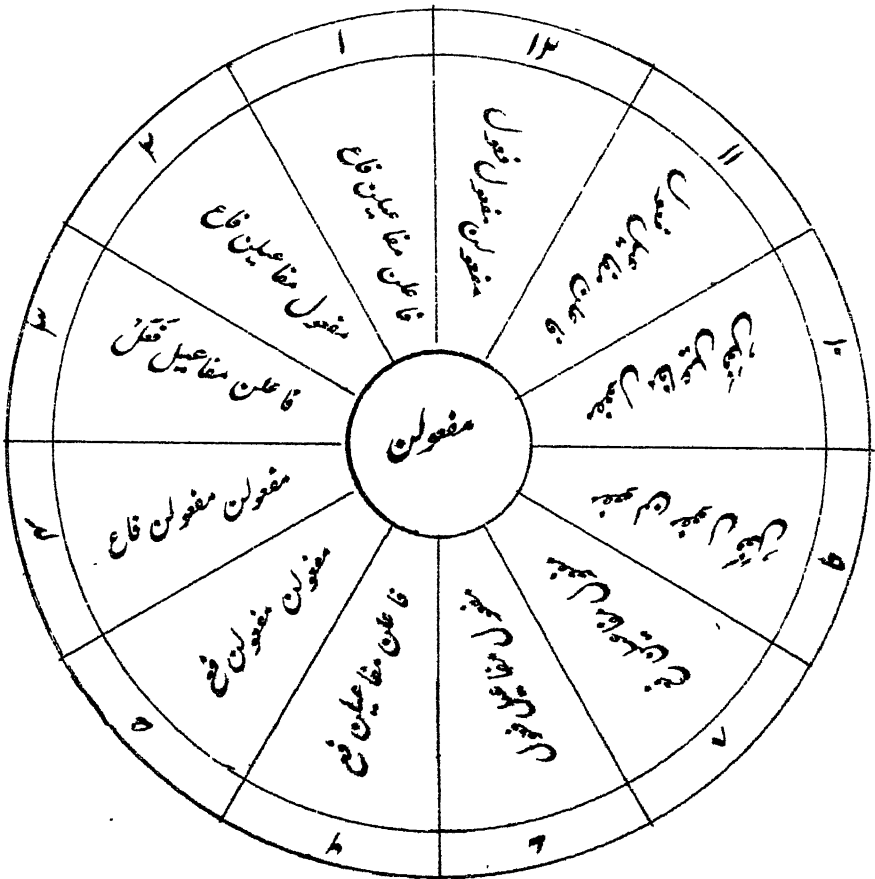
	عزیز	
لازم ہے انسان کو ہوس سے جدا		ہوتا ہے مشہور رہے جو تنہا
وحدت سے ہے فروغ خورشید فلک		شہرت غزلت مین ہے مثال عنقا

تقطیع لازم ہے مفعولن انسان مفعول کو ہوس سا مفاعیل جدا فعَل ۱۲ ہوتا ہے مفعولن مشہور رہے جو تن مفاعیلن ہا فع ۱۲ وحدت سے مفعولن ہے فرو فاعلن غ خرشید مفاعیل فلک فعل ۱۲ شہرت غز مفعولن لت م ہے فاعلن مثالے عن مفاعیلن قا فع ۱۲

ولہ

ہین باغ عالم مین کیا کیا گُل و خار
بینائی آنکھوننمین نرگس کے ہو
لیکن ہے دیدۂ بصیرت درکار
گلشن مین تب کرے تماشاے بہار

تقطیع ہے باغے مفعولن عالم مے مفعولن کا کا گُ مفعول لُ خار فعول ؤ لیکن ہے مفعولن دیدیۓ فاعلن بصیرت در مفاعیلن کار فاع ؤ بینائی مفعولن آنکو مے مفعولن نرگس کے مفعولن ہو فع ؤ گلشن مے مفعولن تب کرے فاعلن تماشاے مفاعیل بہار فعول۔

ان اوزان مین سے وہ وزن خفیف اور مطبوع ہے جسکے اسباب واوتاد مین اعتدال ہو اور جس وزن مین سبب و وتد زائد ہونگے وہ ثقیل و نامطبوع ہوگا یہی سبب ہے کہ دائرۂ اخرب کے اوزان دائرۂ اخرم کے اوزان سے سُبک اور مطبوع زیادہ سمجھے جاتے ہین۔ اوزان اخرب مین سب سے زیادہ ثقیل مفعول مفاعیلن مفعولن فع ہے کیونکہ اسمین تھوڑے سبب پے درپے جمع ہوے ہین اور اخرم کے اوزان مین سب سے زیادہ ثقیل وزن مفعولن مفعولن مفعولن فع ہے کہ اسمین سب سبب جمع ہوے ہین اور اخرب کے اوزان مین سب سے ہلکا وزن مفعول مفاعلن مفاعیل فعل ہے اور اخرم کے اوزان مین سب سے سُبک یہ وزن ہے مفعولن فاعلن مفاعیل فعول کیونکہ اسمین چار سبب اور چار وتد آگئے ہین۔

یہ اُن چوبیس اوزان رباعی کی تشریح ہے جن کو اُستاد رودکی نے ایجاد کیا تھا اور اسکے بعد دوسرے شعرا نے بحر ہزج مسدس اخرب مقبوض محذوف پر فعلن بکسر عین اور فعلن بسکون عین اور فعلات بسکون عین بڑھا کر تین وزن نکالے ہین وہ یہ ہین مفعول مفاعلن فعولن فعلن بکسر عین مفعول مفاعلن فعولن فعلن بسکون عین۔ مفعول مفاعلن فعولن فعلات علی ہذا القیاس اگر بحر ہزج اخرم اشتر محذوف پر بھی تینون رُکن بڑھاے جائین تو یہ وزن اور پیدا ہو سکتے ہین مفعولن فاعلن فعولن فعلن بکسر عین اور مفعولن فاعلن فعولن فعلن بسکون عین اور مفعولن فاعلن فعولن فعلات لیکن بنظر تامل دیکھا جائے تو یہ وزن اُن چوبیس اوزان سے علحدہ نہین صرف تباین ارکان ہے چنانچہ مفعول مفاعلن فعولن فعلن بکسر عین کا وزن مفعول مفاعلن مفاعیل فعَل ہے بوجہ ناواقفی کے مفاعیل کے آخر سے لام کم کرکے فعولن بنا لیا ہے اور اُس لام کو فعل سے ملا کر فعِلن بکسر عین کر لیا ہے اسی طرح مفعول مفاعلن فعولن فعلن بسکون عین کا وزن مفعول مفاعلن مفاعیلن فع ہے مفاعیلن کے آخر سے ایک سبب خفیف کم کرکے مفاعیلن کو فعولن بنایا ہے اور اس سبب کو فع سے ملا کر اُسکو فعلن بسکون عین سے بدل لیا ہے اور تعجب یہ ہے کہ غالب جیسے سخن سنج نے بھی یہان دھوکا کھا کر بحر ہزج مسدس مقبوض محذوف پر ایک فعلن کی زیادتی کو رباعی مین

مان لیا ہے اور مفعول مفاعلن فعولن فعلات بر وزن مفعول مفاعلن مفاعیلن فاع ہے اسی طرح اوزان اخرم مین قیاس کرلینا چاہیے جب ارکان مذکورۂ بالا مین اوزان رباعی کا انحصار ہو سکتا ہو تو انکے ہموزن نئے رُکن بڑھانا بالکل فضول ہے۔

الغرض بارہ بارہ وزنونکے جو دو حصّے کیے ہین انمین ہر حصّے کی رباعیان اختلاف وزن اور ترتیب مصاریع سے اکتالیس ہزار چار سو بہتّر ہو سکتی ہین تفصیل اسکی یہ ہے کہ جب ایک حصّے کے بارہ وزنونمین سے ہراک وزن کے پہلے مصرع کے ساتھ دوسرا مصرع بارہ بارہ طرح سے لگایا جائے گا تو اس دوسرے مصرع کے ملنے سے یعنے بارہ کو بارہ مین ضرب دینے سے ایک سو چوالیس ثنائی شکلین پیدا ہونگی صورت ضرب کی یہ ہے۔

۱۲
۱۲
۲۴
۱۲
۱۴۴

اور جب ان ایک سو چوالیس شکلونمین سے ہر ایک شکل کے ساتھ تیسرا مصرع چوبیس چوبیس طرح سے لگایا جائیگا تو اس تیسرے مصرع کے ملنے سے یعنے چوبیس کو ایک سو چوالیس مین ضرب دینے سے تین ہزار چار سو چھپن ثلاثی شکلین پیدا ہونگی صورت ضرب کی یہ ہے

۱۴۴
۲۴
۵۷۶
۲۸۸
۳۴۵۶

اور جب ان تین ہزار چار سو چھپن شکلونمین سے ہر ایک شکل کے ساتھ چوتھا مصرع بارہ بارہ طرح سے لگایا جائیگا تو اس چوتھے مصرع کے ملنے سے یعنے بارہ کو تین ہزار چار سو چھپن مین ضرب دینے سے اکتالیس ہزار چار سو بہتر کامل شکلین پیدا ہونگی صورت ضرب کی یہ ہے۔

۳۴۵۶
۱۲
۶۹۱۲
۳۴۵۶
۴۱۴۷۲

اور جب ایک حصّے کی اکتالیس ہزار چار سو بہتر شکلین ہوئین تو ظاہر ہی کہ دونون حصّونکی اس سے دُگنی یعنے بیاسی ہزار نو سو چوالیس شکلین ہونگی جنکے وزن یا ترتیب مصاریع مین کچھ نہ کچھ فرق ہو گا۔ الحمد للہ بحور کا اختتام ہوا۔

دوسرا جزیرہ علم قافیہ مین

اس جزیرے مین پانچ شہر پُر لطافت ہین

پہلا شہر حروف قافیہ کے بیان مین

علم قافیہ ایک ایسا علم ہے جسمین شعر کے لفظ آخر کے تناسب اور عیوب سے بحث کی جاتی ہو اور غرض اُسکی یہ ہے کہ ایسا ملکہ حاصل ہو جائے کہ شعر ایسے قافیونکے ساتھ بنا سکین جو مقام کے مناسب ہون اور ایسے عیوب سے خالی ہون جن سے طبع سلیم کو تنفر پیدا ہو اور غایت اُسکی یہ ہے کہ قافیہ مین خطا سے احتراز رہے اور مبادی اُسکے وہ مقدمات ہین جو اشعار کے قافیونمین تلاش کرنے سے حاصل ہوتے ہین اور بعض نے کہا ہے کہ قافیہ ایک ایسا علم ہے کہ اُسمین مرکبات موزون سے انکے اواخر ابیات کی حیثیت کے ساتھ بحث کی جاتی ہے۔ لغت مین قافیے کے معنے پیچھے آنے والے کے ہین اور اصطلاح مین قافیہ چند حروف معین کا نام ہے جو مطلع غزل و قصیدہ و ابیات مثنوی کے ہر مصرع کے آخر مین اور قطعہ و باقی اشعار غزل و قصیدہ کے مصرع ثانی کے آخر مین الفاظ مختلفہ کے اندر مکرر آتے ہین اور مستقل نہین ہوتے جیسے ان شعرونمین امیر کے

وقت رفتار ہے زر ریز عجب فیض قدم	نقش پا راہ مین بن جاتے ہین دینار و درم
در دولت کی وہ عظمت ہے کہ جس سے ہر دم	ہو لگائے ہوئے ہے لام ہو یا واو قسم
تنگدل وہ ہے عدو نام جو اُسکا ہو رقم	ساحت لوح یہ سمٹے کہ ہو میدان قلم

پہلے شعر مین لفظ قدم اور درم کے آخر کی میم اور دوسرے شعر مین لفظ ہر دم اور قسم کی میم اسی طرح تیسرے شعر مین رقم اور قلم کے آخر کی میم حرف قافیہ مین سے ہے اور غیر مستقل ہے یعنی علحدہ نہین آ سکتی بخلاف ردیف کے کہ وہ بعد قافیہ کے کلمۂ مستقل ہوتا ہے کہین متحد المعنے کہین مختلف المعنی مگر اختلاف لفظ ردیف کا روا نہین اور اسکا بیان مفصلاً آگے آئیگا اصل قافیے کا اطلاق نو حروف پر ہوتا ہے۔

ردف ۔ قید ۔ تاسیس ۔ دخیل ۔ روی ۔ وصل ۔ مرید ۔ خروج ۔ نائرہ ۔ لیکن ان سب حروف کا جمع ہونا ضرور نہین ایک خواہ دو خواہ تین یا زیادہ جس قدر چاہین جمع کرین اور یہ بھی خیال رہے کہ حرف روی اصل قافیہ ہے اسی پر قافیہ منحصر ہے باقی آٹھ حرفون کے لانے نہ لانے کا شاعر کو اختیار ہے بخلاف حرف روی کے کہ اُسکے لانے مین شاعر مجبور ہے اسکا ترک اُسکے اختیار سے باہر اور دور ہے جیسے اشعار بالا مین میم حرف روی ہے غرضکہ حرف روی کی رعایت تمام ابیات مین ضرور ہے ۔

روی کا بیان

روی رائے مہملہ کے فتح اور واو کے کسر اور یائے معروف سے لفظ کے اُس حرف اخیر کو کہتے ہین جو مصرع یا بیت کے آخر مین واقع ہوا ہو اور یہ حرف مکرر آتا ہے اور قافیہ کی بنیاد اسی پر ہوتی ہے اور یہ حرف اکثر اصلی ہوتا ہے جیسے امیر کے اشعار مین حرف میم کبھی حرف زائد کو بھی حرف اصلی کے حکم مین کر لیتے ہین مثلاً

مرزا محمد تقی خان ہوس

مزرع مین ہے میرے خشک سالی	جو کوئی صدف ہو دُر سے خالی

خشک سالی مین یائے زائد ہے اور خالی مین یائے اصلی ۔

ولہ

محنت زدۂ ستم رسیدہ	از دفتر دوستان جریدہ

رسیدہ مین ہا زائد ہے اور جریدہ مین اصلی ۔

میر حسن

نظر جو کہ پڑتی تھی بوٹی جڑی	ہر ایک عالم شوق مین تھی کھڑی

انیس

کس مرتبہ تھا لطف و کرم ربّ غنی کا	تھا زہد یہ اور زور تھا خیبر شکنی کا

دبیر

جنبش مین ہوا روضۂ رسول عربی کا	اک ہاتھ نکل آیا ہے مرقد سے نبی کا

باقی آٹھ حرفون مین سے منجملہ نو حروف قافیہ کے چار حرف ردف ۔ قید ۔ تاسیس دخیل روی سے پہلے آتے ہین اور اصلی ہوتے اور وصل و مزید و خروج و نائرہ حروف روی کے بعد ملحق ہوتے ہین اور زائد ہوتے ہین پس جب تک کہ کوئی حرف بعد حرف روی کے ملحق نہو گا حرف روی ساکن ہو گا اس

صورت مین اسکو روی مقید کہینگے جیسے سرشار بریلوی کے ان اشعار مین ۔ ؎

مری جانب سے چھاتی تمنے کرلی یار پتھر کی پگھلتا ہی نہین وہ سنگدل عاشق کی باتونسے	بنائی ہے دلونکے درمیان دیوار پتھر کی مگر کرلی ہے چھاتی صورت دیوار پتھر کی

یار دیوار کے قسار مین حرف روی رائے مہملہ ساکن ہی اور جس صورت مین کہ حرف روی متحرک ہو یعنی اسکے بعد حرف وصل مل جائے تو اُسکو روی مطلق کہتے ہین مثال ۔

سودا

نے بلبل چمن نہ گل نو دمیدہ ہون	مین موسم بہار مین شاخ بریدہ ہون

اس شعر مین دال مہملہ متحرک روی مطلق ہے ۔

انیس

پرسان کوئی کب جوہر ذاتی کا ہے	ہر گل کو گلہ کم التفاتی کا ہے

اس شعر مین تائے فوقانی متحرک روی مطلق ہی ۔

مین دیوانہ ہون اے ساقی کسی کی چشم میگون کا کیا خاموش دعوی بانو نمین اُس گل نے اک ہنسی	المؤلفہ	پلا دے آج تو ساغر شراب ارغوانی کا بہت دعوی تھا بلبل کو بھی اپنی خوش بیانی کا

اُن حروف کا بیان جو روی سے قبل آتے ہین

ردف کا بیان

جاننا چاہیے کہ ردف بکسر اول وسکون دال مہملہ وفا دو قسم ہے ردف مطلق اور ردف زائد ردف مطلق اُسے کہتے ہین کہ ایک ساکن قبل حرف روی کے بلا فاصلہ واقع ہو اُسکے اور روی کے درمیان کوئی اور حرف واسطہ نہو اور وہ حرف ساکن حروف مدہ مین سے ہوتا ہے جیسے یار اور نور اور تیر مین الف اور واو اور یائے ساکن اور جو یائے تحتانی اور واو کے ماقبل فتح ہو تو ردف نہین جیسے واو دور اور جور کی اور یائے تحتانی خیر اور سیر کی مگر بعض اہل فن جیسے ابن قطاع وغیرہ نے واو اور یائے ساکن ماقبل مفتوح کو بھی ردف شمار کیا ہے اور جمہور کا اتفاق مذہب اول پر ہے فائدہ الف اور واو اور یائے ساکن کو حروف علت کہتے ہین پس اگر اُنکے ماقبل کی حرکت ان کے موافق ہو تو حروف مدہ ہین جیسے یار اور نور اور تیر اور جو موافق نہو جیسے دور اور خیر مین تو لین بروزن دین کہلاتے ہین اور جہان کہین الف ساکن آئیگا اُسکے ماقبل فتح ہی ہوگا پس الف ہمیشہ ہی مدہ رہتا ہے مگر یہ ضرور نہین کہ جہان فتح ہو بعد اسکے الف ہی ہو

بلکہ کبھی واو اور کبھی یا اور سوا اسکے اور حرف حروف صحیحہ مین سے آسکتا ہے خواہ ساکن ہو خواہ متحرک جس وقت الف کے ماقبل فتحہ ہوگا اُس فتحہ کو فتحہ طویل کہینگے جیسے باپ یارا اور اگر بعد فتحہ کے کوئی اور حرف ہوگا تو وہ فتحہ قصیر کہلاتا ہے جیسے قلم گرم سفر حضر وغیرہ اور حروف واو اور یا کی دو صورتین ہین ایک معروف ایک مجہول واو معروف و مجہول سے قبل ضمہ ہوتا ہے اور یاے معروف و مجہول کے قبل کسرہ فرق اسقدر ہے کہ معروف کا ضمہ اور کسرہ خوب کھینچکر پڑھا جاتا ہے اور مجہول کا ضمہ اور کسرہ زیادہ کھینچا نہین جاتا خلاصہ کلام یہ ہے کہ حروف ردف غالبًا اصلی ہوتے ہین کیونکہ حروف روی بھی اصلی ہوتا ہے اور اگر حرف روی زائد ہوا اور حکم مین حرف اصلی کے کرلیا جائے تو بالضرور حرف ردف بھی زائد ہوگا جیسے زرین اور قالین مین

قلق

چار سو فرش مخمل و قالین	بیچ مین ایک مسند زرین

چونکہ نون غنہ زرین کا قالین کے نون کے مقابل حرف روی کے حکم مین معتبر ہوا تو یاے تحتانی زرین قالین کے مقابل ردف ٹھہری حالانکہ قالین مین یاے تحتانی اصلی اور زرین مین زائد ہے اور یہ دونون حرف زر کی نسبت کے واسطے لاحق ہوے ہین۔

لمولفہ

شوق سے نام صنم کو دل پہ کندہ کیجیے	کیونکہ ہر وہ نقش زیبا اس نگین کے واسطے
عمر ضائع کی ہوا و حرص دنیا مین عبث	کام کیا اے دل کیا خلد برین کے واسطے
مثانہ سان ہمنے کیا ہے دلکو اپنے چاک چاک	اُس پری پیکر کی زلف عنبرین کے واسطے
عشق سے دلکو جلا سینے مین خاکستر کیا	ہمنے اب رہنے کو آہ آتشین کے واسطے

اِس قسم کے ردف کو ردف مطلق اس لیے کہتے ہین کہ اسکے اور حرف روی کے درمیان کسی حرف کا واسطہ نہین ہے۔

ردف بالالف کی مثال۔

مظفر علی اسیر

زمانہ رنج دیتا ہے بقدر حال انسان کو
گدا کو فکر نان اندیشۂ عالم ہے سلطان کو

انسان اور سلطان مین آخر کا نون حرف روی ہے اور اسکے ماقبل کا الف ردف اصلی۔

نواب میر محبوب علی خان بہادر آصف

انصاف اپنا لے بتِ عیار ہو چکا	جب تو ہوا عدو تو خدا یار ہو چکا

عیار اور یار مین رلے مہملہ حرف روی ہی اور الف ردف -

ردف بالواو اور ردف بالیا دو طرح پر ہی ایک معروف کہ اسکے ماقبل کا ضمہ اور کسرہ کھینچکر پڑھا جائے جیسے نور اور تیر - واو معروف کی مثال -

ذوق

شوق نظارہ ہی جب اُس رُخ پُر نور کا	ہے مرا مرغ نظر پروانہ شمع طور کا

نور اور طور کی رلے مہملہ حرف روی ہی اور واو معروف ردف -

حسرت

گو کوئی دشمن سے بھی کرتا ہے اسلوب سلوک	دوستی کرکے کیا ہمسے میاں خوب سلوک

یلے معروف کی مثال

مذاق

ہوئی جب جسم آدمؑ کے لیے تخمیر مٹی کی	فلک سے اور ملک سے بڑھ گئی توقیر مٹی کی

خمیر اور توقیر کی رلے مہملہ حرف روی ہی اور یاے تحتانی ردف شاد -

گر بن آتی مری تقدیر سے تدبیر نہین کیا ترے دید سے غافل ہون کسی دم ایجان	کیا ہوا تالے کو اسمین بھی تو تاثیر نہین کیا مری آنکھ مین پھرتی تری تصویر نہین

مؤلفہ

پھر ہولے کوچۂ قاتل گریبان گیر ہے ہرزہ گردی دربدر کی دن کو رہتی ہی مجھے کس طرح چپکے سے اُس کا ہو میسر پاے بوس	کس طرح جائین نہ ہم وان خواہش تقدیر ہے رات بھر شور درون ہے نالۂ شبگیر ہے ہر قدم پر یان جھنکتی پاؤن کی زنجیر ہے

اُسکے در پر چلو اور کچھ دوا مطلق نہ دو
جو مریض عشق ہے اُسکی یہی تدبیر ہے

دوسرے مجہول کہ اُسکے ماقبل کا ضمہ اور کسرہ کھینچکر نہ پڑھا جائے جیسے زور اور دیر - واو مجہول کی مثال -

جوشش

توانائی تو کر بیٹھی جدا آغوش سے ہم کو	کرامت دیکھو لے ناتوانی دوش سے ہمکو

آغوش اور دوش مین حرف شین روی ہی اور واو مجہول ردف ۔

یاے مجہول کی مثال

سرشار بریلوی

پرہیز ہمسے اور اُنھین غیروں سے میل ہے	قدرت کا تیری قادر مطلق یہ کھیل ہے
آنسو مین میرے خون جگر کا جو میل ہے	دامان تر کے حاشیے پہ سُرخ بیل ہے

میل اور کھیل اور بیل مین حرف لام روی ہی اور یاے مجہول ردف ۔

واو اور یاے معروف و مجہول کا قافیہ مین باہم جمع کرنا

شعراے فارس نے اکثر بلکہ بیشتر معروف کو مجہول کے ساتھ قافیہ کر لیا ہی اور مجہول کو معروف پڑھنا اُنکے یہان جائز ہے مگر ریختہ مین ایسا قافیہ کرنا معیوب ہے گو فارسی کی تقلید سے بعض بعض فصحاے ریختہ نے بھی ایسا کیا ہے لیکن بنظر غور و انصاف دیکھا جائے تو خالی عیب سے نہین کیونکہ انکا لہجہ یہ ہرگز نہین کہ مجہول کو معروف پڑھتے ہون اس باب مین ہمکو تحقیق مرزا قتیل کی پسند ہے یہان چند شعر بطور مثال کے قافیہ معروف و مجہول کے لکھے جاتے ہین جو کہگئے اُنسے تعرض نہین آیندہ کہنے والونکو نصیحت ہے ۔

ذوق

وادی ظلمت مین اپنی دخل ہی کب نور کا	مہر اک شعلہ سا ہے سو بھی چراغ دور کا
تیرے کوچے مین تن لاغر ترے رنجور کا	اک غبار ناتوان ہے کاروان مور کا
عشق کے مکتب مین ہو فرہاد سے تیز ذہن	تین دن جاتے اگر تعویذ میری گور کا

حافظ شیرازی طالب

ابتو یہ عزت ملی اس نالۂ پُر شور سے	دیکھکر مجھکو اُٹھا شور قیامت دور سے

احمد خان غفلت

علو شان ترے ہاتھی کی ہو رقم کیونکر	نمود ارض و سماوات ہے یہ جسکے حضور

گر اُسپہ چڑھ کے تلے دیکھیے تو آئے نظر
فرشتہ شکل عصا فیر آدمی جون مور

دبیر

خاموش دبیر اب نہین لکھنے کا ہی مقدور	رن مین ہین بہتر شہدا بیکفن و گور

میر حسن

نکلے اُس کنوین کے یکایک نصیب	کہ آیا وہ اُس مین مہ دلفریب

مومن خان

وہ گردن دیکھ یہ حالت ہوئی تغیر شیشے کی	کہ تھمتی ہی نہین ہچکی ہوئی ہے دیر شیشے کی
مدام اُس دلبر میکش کے منھ لگتا ہی ای ساقی	بنائی ہائے کیا اللہ نے تقدیر شیشے کی

سودا

سالہا ہم نے صنم نالہ شبگیر کیا	آہ اک روز ترے دل مین نہ تاثیر کیا
حشر مین بھی نہ اُٹھے بسکہ اذیت کھینچی	زندگانی نے دو عالم کی سبھے سیر کیا

ولہ

ہوے دیکھ حیران صغیر و کبیر	جب آگے سے اُٹھ بھاگے قالین کے تبر

ناسخ

ہم نماز و نہین جو تا دیر کھڑے رہتے ہین	سامنے یہ بت بے پیر کھڑے رہتے ہین

کبھی اُس یاے تحتانی کو جو کلمات عربی مین الف کے املے سے پیدا ہوئی ہو یاے ردف کے ساتھ جمع کرتے ہین جیسے اس شعر مین سودا کے ۔

معشوق تمثل عاشق جنکی رکیب مین تھے	اُس یار دل ستان کے وے بھی جلیب مین تھے

میر شمس الدین فقیر کا یہ قول ہے کہ جس الف کو امالہ کر کے یاے ردف کر لیتے ہین وہ معروف نہین آتی یہی مرزا تقی سپہر نے براہین العجم فی قوانین المعجم مین فرمایا ہی اور اس باب مین تائید بلیغ کی ہی مگر صاحب انجمن آراے ناصری املاے کے بیان مین کہتا ہے کہ آذیرا و رادبیر جو آذار و ادبار کا امالہ ہین دونون کا تدبیر کے ساتھ قافیہ کیا ہے ۔

ردف زائد وہ حرف ساکن ہی جو حرف مدہ یعنی ردف مطلق اور روی کے درمیان واقع ہو جیسے دوست کا سین مہملہ اور تاخت کی خاے نقطہ دار پس جو ردف ایسا ہی کہ اسمین اور روی مین حرف ساکن واسطہ ہوتا ہی اُسکو ردف اصلی کہتے ہین اور اُس حرف ساکن کو ردف زائد بولتے ہین اور جو ردف کہ اُسمین اور روی مین کسی حرف کا واسطہ نہو اُسکو علی الاطلاق ردف کہتے ہین اور خواجہ نصیر الدین محقق طوسی نے ردف زائد کو ردف مین داخل نہین کیا بلکہ روی مین داخل کیا ہی اور روی مضاعف یعنی دوچند نام رکھا ہی

محمد بن قیس عروضی خوارزمی اور مُلّا جلال نے بھی یہی لکھا ہے اس صورت مین حروف قافیہ دس ہوتے ہین کیونکہ روی مفرد سمیت نو حرف پہلے ہی تھے جب ایک حرف یہ (روی مضاعف) بڑھا تو دس ہوگئے غرضکہ خواجہ کے نزدیک ایک حرف والی روی کا نام روی مفرد ہے اور دو حرف والی روی کا نام روی مضاعف اور جمہور کے نزدیک صرف اول روی ہے اور دوم ردف زائد اور ردف زائد کے چھ حرف مخصوص ہین انکے سوا نہین آتے (۱) نون (۲) خاے معجمہ (۳) سین مہملہ (۴) شین معجمہ (۵) راے مہملہ (۶) فا۔ پس جبکہ ردف مطلق کے تین حرف ہوے واو۔ الف۔ یا۔ اور ردف زائد کے چھ اور جب چھ کو تین مین ضرب دیا تو اٹھارہ ہوے لیکن یہ اٹھارہ صورتین تمام علے الترتیب کسی زبان مین نہین آتین بلکہ فارسی مین سوا تیرہ کے اور نہین دیکھی گئین ہم اُردو کی مثالین لکھتے ہین اول نون مثال اُس نون کی جو الف کے ساتھ ہو چاند اور ماند۔

انشا

کہون اُسکی جبین کو کس طرح چاند	کہ اُس سے لاکھ حصہ چاند تھا ماند

میرحسن

غلافون پہ بانات کے پردہ ٹانک	شتابی سے نقارون کو سینک سانک

امین

خورشید ترا دیکھ کے مُنھ کانپ کے نکلا	مہ چادر مہتاب مین مُنھ ڈھانپ کے نکلا

سودا

ٹھگ نہ تنہا چڑھے ہے اُسکے اَنٹ	مل رہی ہے اُنکو تسے بھی سانٹ

ولہ

مال صندوق مین رہے کس بھانت	تن کے کپڑو نپہ چوہون کا ہے دانت

مثال اُس نون کی جو یاے معروف کے ساتھ ہو چھینک اور سینک۔

انشا

اور کچھ چھینکنا عبث مت چھینک	تیز بینی کو دیکھ لے چھینک

مثال اُس نون کی جو یاے مجہول کے ساتھ ہو سینک اور پھینک

مرزا اختر یار خان شباب ساکن تجاورہ

چوٹ کا دل کے نہین اس سے کوئی بہتر علاج	آتش رخسار مہرویان سے اسکو سینک لے

بدنصیبی سے نہ یہ تدبیر ممکن ہو شباب — چیر کر پہلو سے بہتر ہو کہ دلکو پھینک دے

مثال اُس نون کی جو واو معروف کے ساتھ ہو بوندا اور موند۔ سونس اور گھونس

میر تقی

رہگیا مین پیکے لوہو کا سا گھونٹ — یعنی دیکھون بیٹھے ہو کس کل یہ اونٹ

ولہ

اُن نے جو ماریان ہین گھونسین دھونس — موش دشتی ہوا ہے کو سے گھونس

ولہ

ان نے ماری ہین ایسی کتنی دھونس — گھونس دیکھے تو ہو وے کو سے گھونس

انشا

پی آب حیات عیش کے گھونٹ — یکبار گی ناچنے سے لگے اونٹ

مثال اُس نون کی جو واو مجہول کے ساتھ ہو گوندا اور توند بمعنی بڑا پیٹ

انشا

ماری بلبل نے جون ہی اک چونچ — دامن مین گل کے لگ گئی کھونچ

ولہ

وہ جو میرے چھیڑنے کو تجھکو آ کر چونپ دے — اُسکی دُم مین باندھ نمدہ چاندنی کو سونپ دے

دوسرا خے نقطہ دار مثال اُس خے کی جو الف کے ساتھ ہو شناخت اور تاخت بمعنی حاصل مصدر جورو زمرّہ اُردو مین مستعمل ہے۔

شباب

آرزو و حسرت و ارمان نہون پامال شوق — ملک دلپر غمزہ و ناز و ادا کی تاخت ہے
چھوڑنا ہرگز نہ دامن ہمت و صبر و شکیب — ہان اسی اکبات کی تو غور و پرداخت ہے
ایسی بے بنیاد چیزو پر نہ دل لانا شباب — لاکھ جان سے اُس پہ ہو قربان کہ جسکی ساخت ہے

اسی قبیل سے ہے

میر

بدنمائی اُسکی ہے بے ساختہ — کیا ہے یان میشش بچہ انداختہ

اس شعر مین خاے معجمہ ردف زائد ہے سلہ و تاے فوقانی روی اور ہاے ہوز حرف وصل جسکی تفصیل

آگے آتی ہو۔
مثال اُس خے کی جو واؤ کے ساتھ ہو جیسے سوخت اور دوخت بمعنی حاصل مصدر نہ بمعنی صیغۂ ماضی کہ یہ دونون لفظ دونون معنے مین زبان فارسی کے ہین لیکن اُردو مین حاصل مصدر کے معنے مین الفاظ تاخت اور شناخت کی طرح استعمال کیے جاتے ہین چنانچہ کہتے ہین فلان نے ازراہ سوخت یعنے حسد کے یہ بات کہی - فلان درزی کی دوخت عمدہ ہے۔

شباب

سخت باتون سے جو اُنکی کبھی پھٹ جاتا ہے	سوزن مژہ سے کر دیتے ہین وہ دوخت دل
زاہد خشک اُسے کون کہے گا انسان	تھا جس کو میسّر شرف سوخت دل

اسی قبیل سے ہے

بیدار

تیرے ہی رُخ سے یہ شمع نگہ افروختہ ہو	رشتۂ دید سے اور و نکی نظر دوختہ ہے
نذر مین اُس شہ خوبان کی کرون کیا بیدار	دل ہے سو داغ ہی جان ہی سو غم اندوختہ ہے

وہ خے کہ یاے تحتانی کے ساتھ ہو گوش زد نہین ہوئی اگر کوئی کہے کہ لفظ ریخت بھی ریختہ مین مستعمل ہے تو اسکے دو جواب ہین اول تو ریختہ کو اُردو مین علحدہ بولتے ہی نہین بلکہ شکست و ریخت کہتے ہین دوسرا جواب یہ ہے کہ ریخت کے مقابل قافیہ کے واسطے کونسا لفظ اور ایسا لائینگے جو اُردو مین مستعمل ہو تیسرا سین مہملہ مثال اُس سین کی جو الف کے ساتھ ہو۔

انشا

مدت اُنکی ہی اور درخواست	تھی ویسی ہی صاف بے کم و کاست

میر حسن

دکھائی اُنھون نے ہمین راہ راست	کرتا ہو نہ اُس راہ کی بازخواست

سودا

اے انجلب جو پوچھے تو سودا سے حرف راست	گھونٹون سے اب چبائیے تجھ منھ کو لگے ہاتھ

اور وہ سین جو واؤ کے ساتھ ہو جیسے دوست اور پوست۔

محسن

وحدت ہی چمن مین مغز تا پوست	صادق ہے بہار پر ہمہ اوست

سودا

کل کبابی چلا جو گھر کو دوست | پیاز کا اُسکے ہاتھ مین تھا پوست

ولہ

اور غذا اُسکو یہ بتلائی دوست | ماش کی روٹی سے تو کھا ساگ پوست

اور دہ سین کہ یاے تحتانی کے ساتھ ہو سواے لفظ زیست کے اور کوئی لفظ اُس کے مقابل زبان اُردو مین نہین سُنا گیا مگر میر کے بند کے ایک مصرع مین قافیہ بیست لفظ مستعمل فارسی ہے اور ایک مصرع مین زیست مروجہ اُردو اور باقی دو مصرعون مین نیست اور رنگی ست قافیہ آیا ہے۔ ع

میران مستو نمین کوئی نہین پابستۂ زیست | کیونکہ یہ زیست بہت ہووے تو دہ روزہ کہ بیست
جتنے یہ ہست نظر آتے ہین اب سب ہین نیست | کہ ترا نیز باین فرقہ سر یک رنگی ست

محمد حسین حلمی

دس برس کی عمر جسدن ہو گئی یا بیست کی | آدمی کو چاہیے کچھ قدر سمجھے زیست کی

چوتھا شین نقطہ دار دہ شین کہ الف کے ساتھ ہو جیسے برداشت بمعنی تحمّل اور چاشت بمعنے سورج نکلنے اور دوپہر کے درمیان کا وقت نو بجے کے قریب اور کاشت بمعنی کھیتی کرنا۔ بوجوت زراعت۔ برداشت اور کاشت دونون ماضی کے صیغے ہین اور حاصل مصدر کے معنے مین مستعمل ہوتے ہین۔

شایان

غرض ایکدن بھکم دو ہر تراشت | بیاس و بدر اور سب وقت چاشت

شباب

خواہش وصل بتان ترغیب دیتی ہے اگر | آرزو و حسرت و ارمان کی دل مین کاشت ہو
شیخ صاحب پھر نہین دشوار وصل مہوشان | خاطر اقدس مین اس سختی کی گر برداشت ہو

اور دہ شین کہ واو کے ساتھ ہو جیسے گوشت اگرچہ یہ لفظ زبان اُردو مین مروج بلکہ کثیر الاستعمال ہے مگر قافیہ کے واسطے کوئی اور لفظ اسکے مقابل نہین اور وہ شین کہ یاے تحتانی کے ساتھ ہو مثال اُسکی سُننے مین نہین آئی پانچوان رلے مہملہ چونکہ یہ حرف اشعار اُردو مین ردف زائد کی جگہ نہین آیا اسکی مثال اُردو مین نہین اگر کوئی تکلف سے چھری کو کارد اور آٹے کو آرد باندھے تو تمام اشعار مین یہی قافیت کرنا ہو گی چھٹا فے وہ فے جو الف کے ساتھ ہو جیسے یافت بمعنی فائدہ پانا اور وہ فے جو واو کے ساتھ ہو

جیسے کوفت بمعنی اندوہ اسکے مقابل کوئی لفظ دوسرا اُردو مین مستعمل نہین اور دوسرے جو یاے تحتانی کے ساتھ ہو اُسکی کوئی مثال نہین۔

قید کا بیان

یہ حرف بھی ساکن ہوتا ہے سواے ردف کے (یعنی سواے حروف مدہ کے) جو ساکن بے فاصلہ روی کے قبل آئے اُس کا نام قید ہے جیسے ابر گبرا ور چتر ستر بفتح اول وسکون تاے فوقانی بمعنی چھپانا۔ شرمگاہ کا ڈھکنا اور وجد نجد اور نحو محو اور بخت تخت اور صدر قدر اور جذب عذب بفتح عین مہملہ وسکون ذال نقطہ دار وباے موحدہ بمعنی آب شیرین خوش مزہ و خوشگوار اور ہر ایک کھانے پینے کی چیز جو خوش مزہ اور خوشگوار ہو اور سرد درد اور بزم رزم اور پست مست اور خشم چشم اور اصل فصل اور قطع لطع اور لعل جعل اور نغز مغز اور جفت مفت اور نقل عقل اور ذکر فکر اور حلم علم اور شمع جمع اور بند پند اور غور جور (ماقبل واو کے فتح سے) اور زہر قہر اور سیر خیر (ماقبل یاے تحتانی کے فتحہ سے) الفاظ مذکورہ مین سے نحر بفتح نون وسکون حاے حطی وراے مہملہ بمعنی قربانی شتر اور بحر بمعنی دریا اور عذب گو قوافی مین نہ پائے جاتے ہون مگر انکے اُردو ہونے مین شبہ نہین کیونکہ خواص اُردو کی زبان پر جاری ہین اور اُردو نام لفظ مروج کا ہے خواہ ہندی ہو خواہ فارسی خواہ عربی خواہ ترکی خواہ فرنگستانی اور جو لفظ ایسا ہو اُسکو شعر مین باندھ سکتے ہین البتہ لفظ نطع بفتح نون وسکون طاے مہملہ وعین مہملہ بمعنی فرش وفرش حرمین اور وہ چمڑا جو درویش کمر پر باندھتے ہین اہل اُردو کی زبان پر جاری نہین پس شعر اُردو مین باندھ لینے سے داخل اُردو نہین ہو سکتا کیونکہ لفظ کا شعر مین آنا معتبر نہین بلکہ مشہور ہونا شرط ہے پس اسکے اُردو کہنے مین تامل ہے۔

مخفی نرہے کہ بعض اہل فن نے واو اور یاے ساکن ماقبل مفتوح کو بھی ردف مین داخل کیا ہے جیسا کہ ہم ردف مطلق کی بحث مین بیان کر آئے ہین مگر تحقیق یہ ہے کہ جو حرف ساکن روی کے قبل بے فاصلہ آئے اور حروف مدہ سے نہو وہ قید مین داخل ہے خواہ واو ماقبل مفتوح اور یاے تحتانی ماقبل مفتوح ہو خواہ سوا انکے اور حرف اور جن لوگون نے حروف قید کا حصر صرف دس حرفون مین کیا ہے

	باو خاو را و زا و سین و شین		عین و فاو نون و یا میدان یقین	

انکا استقرا ناقص ہے۔

فائدہ حروف مخصوصۂ فارسی یعنی پ چ ژ گ اور حروف مخصوصۂ ہندی یعنی ٹ ڈ ڑ بسبب ثقالت کے حروف قید نہین ہوتے اب حروف قید کی مثالین نظم مین بھی واسطے فائدے کے لکھتے ہین

آتش

پاس رسوائی سے دلبر مرے کا سا جبر ہے | ضبط نالہ ہجر کی شب مین فشار قبر ہے
صاف میرے آنسوؤنکا تار ہی اسکی جھڑی | دیدۂ تر کا کسی عاشق کے رومال ابر ہے
پہلے پروانے سے مغز شمع مین لگتی ہی آگ | بے تامل حسن بھی ہی عشق اگر بے صبر ہے

مومن حسین صفی

خرم وخرب اور قبض وکف اور ہتم | اشتر ابتر وجب وذلل بس ختم

فصیح

طعنون پہ ذوالفقار کی چالونکو وجد تھا | لیلی تھی آپ قیس عدو دشت نجد تھا

حسن

بعد اسکے پڑھ تو علم صرف ونحو | لے سبق جتنا کر تو اُس کو محو

سودا

محبت کا جہان سر سبز ہو نخل | من وتو کے ثمر کو کیا ہے وان فعل

میرحسن

مبارک تجھے اے شہ نیک بخت | کہ پیدا ہوا وارث تاج وتخت

لمولفہ

بلبلو کیون کر نہو سرسبز بخت باغبان | لا رہا ہے کیا ہی پھل اور پھول درخت باغبان
سبزۂ وگل دیکھ کے بلبل یہ مانگے ہے دعا | حشر تک قائم رہے یہ تاج وتخت باغبان
گل کی خاطر ہی مجھے بھی جو کچھ کہتا نہین | اسلیے سُنتا ہون ہردم نرم وسخت باغبان

سودا

وہ بیٹھے جب صف محشر کے آصدر | وفور لرزنے سے آمرزش ہو بے قدر

دبیر

یہ بھوک یہ پیاس اور جہان کا ستم دعذر | ان عارضون عارضون کا یہ توہ ہی بدر

نفیس

اسی تنا مین بشرا اپنی عمر صرف کرے | سخن کو رشک وہ گوہر شگرف کرے
مثال آئنہ شفاف دل کا ظرف کرے | کلام صاف کرے پاک دل حرف کرے

عبرت

کسی نے ایسا دیکھا ہے اولوالعزم
کہ جا ے رزم کو سمجھے ہے نت بزم

منشی

سُنی اور دیکھی بہت رزم و بزم
پر اب سُنیے سہراب و رستم کی رزم

امانت

رُتبہ شانون کا بڑا جانتے ہین حسن پرست
واژگون جام کہون انکو تو مضمون ہی پست
اس سے بہتر کوئی مضمون نہین ملتا سر دست
تن کی کرسی پہ غضب ہے ڈھونڈھنے پائی ہی شکست

میر حسن

آنا محال ہوش مین ہے مجھ سے مست کا
مدہوش ہو چکا ہون مین روز الست کا

اُلفت مظفر نگری

ہمیشہ کہتے تھے اُلفت کو لوگ زشت نصیب
سو آج کوچے مین تیرے ہوا بہشت نصیب

میر حسن

بہے شمع سان کیون کوئی اشک سے
جلے کس لیے آتش رشک سے

سوز

حاجیو طوف دل مستان کرو تو کچھ ملے
ورنہ کعبے مین دھرا ہے کیا بغیر از سنگ و خشت
ناصحا گر یار ہے ہمسے خفا تو تجھکو کیا
چین پیشانی ہی ہے اسکی ہماری سرنوشت
سوز نے دامن جو ہین پکڑا تو وہین چھین کر
کہنے لگا ان دنون کچھ زور چل نکلا ہی بہشت

عشرت

غرض اک سال اُس جا یون رہا وصل
کہ کس کس چین سے گذری اُنھین فصل

ہوس

بے نشتر و بے طبیب و بے قصد
چھٹنے لگی اُسکے ہاتھ کی فصد

لاحد

جو شمع تھی شب کو زینت نطع
گلگیر نے اُس کا سر کیا قطع

نسیم

بولا وہ کہ دیکھ کر گیا جل ٹز
طائر بھی کہین سے نگلتے ہین لعل

میر حسن

ٹکورے وہ نوبت کے اور اُنکے بعد | گرجنا وہ دھونسون کا مانند رعد

منشی

نہین اس سے چارہ کوئی اور نغز | کہ سانپون کو دے آدمی کا تو مغز

عبرت

تماشا ہاتھ آوے گا تجھے مُفت | ملے گا سہل مین تیرا وہان جفت

منشی

وہ یک دست تھا سُرخ و زرد و بنفش | رکھا نام پھر کاویانی درفش

وله

مُعرّا تھا ضحاک جو عقل سے | ہوا خرم و شاد اس نقل سے

مثنوی ظل ہما

ہو کس سے خدا کا ذکر مشکل | آسان نہین ہے یہ فکر مشکل
القصّہ یہ طول ہو گیا ذکر | مطلب سے اُڑا ہے طائر فکر

سودا

جو دیکھی والدین کی اُسنے یہ شکل | حرام اُنپر ہوا کیا شرب کیا اکل

وله

اگر بالفرض تھی وہ عید کی سلخ | شب ماتم سے بھی گذری نپٹ تلخ

یار محمد خان شوکت

پڑے قافلے پر جو ترکان بلخ | لگا لُٹنے سامان ہوا عیش تلخ

جوہر

کہین ہے تمنائے تحصیل علم | کہین ہے خیال بزرگی و حلم

عشرت

وہ دونون تھا عاشق و معشوق ہو جمع
سب جلے یکبار جون پروانہ و شمع

مرزا محمد علی فدوی معروف بہ مرزا ہجو دہلوی

	گو کرے کوئی بند بند جدا		تجھ سے ہوتے ہین دردمند جدا

میر حسن

	ولیکن چمکتا ہے ہر رنگ مین		نہ گوہر مین ہے اور نہ ہی سنگ مین

لمولفہ

بکھرے ہین بال چہرے کا کچھ رنگ اور ہے	بگڑی دھڑی بہا ہوا کاجل نہین فقط
اے کشتگان ناز یہ اور ننگ اور ہے	مرقد پہ اپنے کشتے کے بیٹھے نہ کس لیے
چلنا مجھے ابھی کئی فرسنگ اور ہے	دشت جنون کی سیر کو پائے پر آبلہ
تجھی خیال کیجیو یہ جنگ اور ہے	دل کو ترے بزور لیا پھر دیا لیا

محمد امان نثار

	اے ساکنان مے کدہ یہ دور اور ہے		گردش کا اس نگاہ کی اب طور اور ہے

میر حسن

	کیا پاس جا خیمہ اک نہر کے		وہ نزدیک پہونچے جب اُس شہر کے

انیس

	سبزہ بھی سلکے عشق مین کھلئے ہوئے تھا زہر		دریا مجل تھا سبز پھر یرے مین تھی یہ لہر

انشا

آؤ کعبے ہی کو ہو آئین چلو سیر تو ہے	چند مدت کو فراق صنم و دیر تو ہے
جرم و تقصیر و گنہ واسطہ کیون خیر تو ہے	کس سبب کس لیے کیا فائدہ چھیڑو ہو مجھے
ہان یہ سچ واقعی انشا سے تمھین بیر تو ہے	دوستی کا جو گمان تمسے ہو اس کا کیا دخل

فائدہ اکثر ایسا دیکھا گیا ہے کہ بعض شعرا حرف قید کے مقابل قافیے مین غلطی کا خیال نہین کرتے ناجائز الفاظ لے آتے ہین حالانکہ یہ بات اُنکی سخنوری کو بٹہ لگاتی ہے جیسے نگار صاحب مثنوی اُردو یوسف زلیخا کے اس شعر مین سے

بری کیا مجھ مین ہے ای سرو خوش قد
جو دلمین مجھسے تو ہے گا مکدر

تھانیسری

ولیکن قوی ہے شریعت کی حد | اسی واسطے ان کو کہتے ہین عبد

یار محمد خان شوکت

پیاپے تھا حملہ کنان بے ادب | چلی ہاتھ سے اُسکے ہفتاد ضرب

وله

کہ موتہ مین اسدم ہے جنگ وجدل | ز جیش محمد ز فوج ہرقل

مفتون

آج ہے وہ شاہ والا زیب تخت | جس سے شاہان جہان کی ہیبت

تاسیس کا بیان

یہ الف ساکن کا نام ہے جو قبل روی کے ہو اور اس حرف کے اور روی کے درمیان ایک حرف متحرک فاصل ہوتا ہے جیسے جاہل اور عاقل - داور اور چاکر تساہل اور تغافل قافیے مین تاسیس کی رعایت تمام ابیات مین واجب نہین بلکہ مستحسن ہے اگر نہ ہو تو قباحت نہین عاقل کا دل اور کافر کا سر قافیہ بہت آتا ہے -

ذوق

ہے کان اُسکے زلف معنبر لگی ہوئی | لٹکے گی یہ نہ بال برابر لگی ہوئی

محکم

عطر سے جبکہ معطر سونگھی کاکل یک بیک | ہو گیا بس سونگھتے ہی مست سنبل یک بیک

محشر

وقت قتل اتنی ندی فرصت کہ کھلوں دل کی بات | سانس بھی لینے نہ پایا کیا کہون قاتل کی بات

وله

گر تجھسے بیوفائی مین ہے گل کا اتفاق | ہے تجھسے دادخواہی مین بلبل کا اتفاق

دینے مین پیچ وتاب دل ناتوان کے | موے کمر کے ساتھ ہے کاکل کا اتفاق

الغرض قافیہ جو لفظ بلفظ مقابل ہو اُس کو شعرا نے صنعت مین داخل کیا ہے اور اس صنعت کا نام اعنات (بکسر اول و سکون عین مہملہ و نون والف و تاے فوقانی

موقوف) ہے اور لزوم مالایلزم بھی کہتے ہین یعنے لزوم ایسی چیز کا جو لازم نہ ہو اور صرف لزوم بھی بولتے ہین —

راحت صاحب مثنوی نلدمن اُردو

مثل کہتے ہین یہ اُستاد کامل	کہ دیوانہ بکار خویش عاقل

میر سوز

اہل ایمان سوز کو کہتے ہین کافر ہو گیا	آہ یا رب راز دل اُنپر بھی ظاہر ہو گیا

سعید

عجب کیا ہے اگر مین بھی اسیر چاہ بابل ہون	کسی زہرہ شمائل کی زنخدان پر دل سے مائل ہون

ناسخ

آج دعوے اُسکی یکتائی کا باطل ہو گیا	بحث کرنے کو جو آئینہ مقابل ہو گیا

فائدہ حرف تاسیس کا عربی مین ہونا ضرور بلکہ واجبات سے ہے —

دخیل کا بیان

یہ وہی حرف متحرک ہے جو تاسیس اور روی کے درمیان حائل ہوتا ہے جیسے ہاے ہوز اور قاف جاہل اور عاقل مین اور واو اور کاف واورا ور چاکر مین اور ہاے ہوز اور فا سا ہل اور تغافل مین اور ایک شعر مین اگر حرف دخیل مختلف ہو تو کچھ قباحت نہین اس کی موافقت مستحسن ہے نہ واجب مثلاً شامل و کامل و واصل و حاصل عاقل و ناقل نسیم دہلوی جلد اول الف لیلے مین کہتے ہین —

وہ بولی وہ قلندر یون ہے ناقل		کہ جب سب کہہ چکے وہ مرد عاقل
طلب کی تسے ہر اک نے اجازت	سودا	کہ چلیے اب نہین اتنی تمازت

منشی

تمنائے دل کچھ نہ حاصل ہوئی	بملک عدم جان واصل ہوئی

انیس

ناخن تجھے مہ نو سے جو بالاے انامل	سو قید مین بڑھ بڑھ کے ہوے وہ مہ کامل

اعضا مین عوض خون کے حرارت ہوئی شامل — تھی ضعف کی تصویر بدو دُکھ درد کی حامل

نواب یوسف علیخان ناظم

جو لوگ میسر فیض سے کے ہین سائر — ہوتے ہین قبور اوصیا کے زائر
خورشید کو جس طرح سے ہو سیر بروج — حق بارہ امامون مین ہے یون ہی دائر

نواب کی ساری غزل اسی قبیل سے ہے۔

شریعت پہ ہو جسکی خوب استقامت — وہ کیونکر نہو اہل کشف و کرامت
یہی دونون کام آتے ہین عاقبت مین — رہین دین و ایمان اپنے سلامت

اُنکی یہ غزل بھی اسی صنعت مین ہے۔

یا الٰہی بانکی صورت پر کوئی مائل نہ ہو — زخمی تلوار ہوا ابرو کا پر گھائل نہ ہو
روے جانان دیکھکر مہتاب کا ہو رنگ زرد — زلف کالی گورے مکھڑے پر اگر حائل نہو

مولوی محمد اسمعیل

اک قطرہ جو تھا بڑا دلاور — دریاے محیط کا تھا دور

مؤلف نے ایک غزل کہی ہے جسکے ہر قافیے مین حرف تاسیس کے لانے کا التزام کیا ہے اور حرف دخیل کی موافقت کا بھی التزام رکھا ہے یہ اشعار اُسی غزل کے ہین۔

صاف سینہ ہے غضب قہر نکیلی پستان — طرفہ تر کرتی ہے محرم کی کساوٹ ہے نئی
پانی ہو جائے نہ کیون رشک سے ساونکی جھڑی — چشم خونبار کی نجھی یہ مہاوٹ ہے نئی

اُن حرفون کا بیان جو بعد حرف روی کے آتے ہین اور زائد ہوتے ہین

اول وصل یہ حرف بعد روی کے بلافاصلہ آتا ہے اور اگر سوا حرف وصل کے کوئی اور حرف خروج و مزید وغیرہ نہ ملا ہو تو یہ حرف وصل روی کو متحرک کر دیتا ہے اور خود ساکن ہو جاتا ہے ورنہ قاعدہ کلیہ نہین متحرک بھی ہوتا ہے اور ساکن بھی رہتا ہے اگر یہ حرف حذف کر دیا جائے تب بھی کلمہ بامعنی باقی رہتا ہے بخلاف روی کے کہ اگر اسکو دور کر دین تو کلمہ مہمل و بے معنے ہو جائے گا جیسے نپٹ اور لپٹ مین تاے ثقیل کے دور کرنے سے لفظ بے معنے ہو جائیگا مثال وصل کی بیقراری غفلت شعاری موڑا چھوڑا وغیرہ۔

امانت

رکھے محفوظ خدا عشق کی بیماری سے		موت بہتر ہی کہین دل کی گرفتاری سے

لفظ سے ردیف اور یاے تحتانی وصل اور راے مہملہ حرف روی ہی

سودا

ہمیشہ جون رگ تاک بریدہ		ہو آنسو تا سر مژگان رسیدہ

میر

لگے سگے دست دے ہم آغوشی		ہم سری ہم کناری ہم دوشی

ولہ

بوسہ اُس بُت کا لیکے منھ موڑا		بھاری پتھر تھا چوم کر چھوڑا

ہوس

گھر بار سے تو نے منھ کو موڑا		کیا جی مین ٹھنی جو سب کو چھوڑا

دونون شعر مین راے ثقیل روی ہی اور الف حرف وصل

نعیم

مین نے دشمن سے دوستداری کی		اپنے ہاتھون سے اپنی خواری کی

ولہ

داد پائی نہ یہان سے کسی فریادی نے		کر دیے گھر کئی ویران تری بیدادی نے

دوسرا خروج یہ حرف بلافاصلہ حرف وصل کے بعد آتا ہی جیسے آنا اور جانا کہ آ اور جا کا الف ساکن روی ہی اور نون حرف وصل اور اُسکے بعد کا الف خروج۔

مذاق

آج آتے ہین وہ کچھ آنکھون مین فرماتے ہوے		سحر اور اعجاز اک پردے مین دکھلاتے ہوے

فرماتے اور دکھلاتے مین الف حرف روی ہے اور حرف تا وصل اور یاے تحتانی خروج اور لفظ ہوے ردیف۔

میر

جو اس شور سے میر روتا رہے گا		تو ہمسایہ کاہے کو سوتا رہے گا

روتا اور سوتا مین واو حرف روی اور تے حرف وصل اور الف خروج ہی اور رہو گا ردیف ہی۔

ولہ

مرغ لڑتے ہین ایک دو لاتین | سیکڑون ان سفیہون کی باتین

لاتین اور باتین مین تاے فوقانی روی اور یاے تحتانی وصل اور نون خروج۔

ولہ

خون جگر ہو سے بہنے لاگا | پلکون ہی پہ رہنے لاگا

بہنے اور رہنے مین ہا روی ہے اور نون وصل اور یا خروج

سودا

عاشق کی بھی کٹتی ہین کیا خوب طرح راتین | دو چار گھڑی رونا دو چار گھڑی باتین

مثنوی سعدین

ناخن غم کی کاوشین ہونگی | اشک ترکی تراوشین ہون گی

حالی

دیس کو بن مین جی بھٹکتا رہا | دلمین کانٹا سا اک کھٹکتا رہا

بھٹکتا اور کھٹکتا مین کاف حرف روی ہی اور تاے فوقانی حرف وصل اور الف خروج

انیس

پروا تیغ زبان کو بجنے کی نہین | حاجت طبل سخن کو بجنے کی نہین
دربار ہے ابر طبع لیکن ہون خموش | عادت ہے برسنے کی گرجنے کی نہین

مولانا یوسف عروضی نے خروج کا ذکر نہین کیا لہذا محقق طوسی نے انکی اتباع سے فرمایا ہے کہ درست ہے کہ خروج فارسی مین نہین ہے کیونکہ حرف وصل متحرک نہین ہوتا مولوی صہبائی کہتے ہین کہ مولانا یوسف عروضی نے حرف خروج کو حرف وصل مین شمار کیا ہے جس طرح جمہور متاخرین حرف بعد نائرہ کو نائرہ کہتے ہین۔

تیسرا مزید یہ حرف بعد خروج کے بلا فاصلہ آتا ہے جیسے کہے گا اور رہے گا مین ہاے ہوز حرف روی اور یاے تحتانی حرف وصل اور کاف فارسی خروج اور الف مزید ہے۔

انیس

پیارے تو اسی خاک پہ گھوڑے سے گریگا | ہے ہے یہین خنجر تری گردن پہ پھرے گا

گریگا اور پھریگا مین راے مہملہ روی ہے اور یاے تحتانی وصل اور کاف فارسی خروج اور الف مزید

میرحسن

کدھر سے تم آئے کہاں جاؤگے	دیا اپنی ہمیں بھی فرماؤگے

جاؤگے اور فرماؤگے مین الف روی ہے اور واو وصل اور کاف فارسی خروج اور یاے تحتانی مزید

وله

کہا ہم ہین مشتاق کچھ گائیے	سماں بین کا ہمکو دکھلائیے

گائیے اور دکھلائیے مین الف روی ہے اور ہمزہ وصل اور یاے تحتانی متحرک خروج اور یاے تحتانی ساکن مزید

سودا

بولے مرزا بُرا نہ مانوگے	اپنا اُستاد مجکو جانوگے

مانوگے اور جانوگے مین نون روی ہے اور واو وصل اور کاف فارسی خروج اور یاے تحتانی مزید

وله

پر اب اس حال سے گھر کیونکہ جاؤن	بھلا وان جا کے منھ کسکو دکھاؤن

جاؤن اور دکھاؤن مین الف روی ہے اور ہمزہ مضموم وصل اور واو ساکن خروج اور نون مزید

وله

تری مہندی کو مین ملسکے دھوؤن	تری کلفت کو سرتاپا ہی کھوؤن

دھوؤن اور کھوؤن مین واو اول روی ہے اور ہمزہ مضموم وصل اور واو ثانی خروج اور نون مزید

مصحفی

ہوے حملہ آور جو تورانیان	تو بہونچے ادھر سے بھی ایرانیان

تورانیان اور ایرانیان مین پہلا نون روی ہے اور یاے تحتانی وصل اور الف خروج اور نون ثانی مزید ہے

میرحسن

کہون کیا مین اُس سب کی خوبیان	پرندون مین کب ہون یہ محبوبیان

سودا

بلبل چمن مین کسکی یہ ہین بدسرا بیان	ٹوٹی پڑی ہین غنچونکی ساری گلا بیان

میرتقی

تلوار غرق خون مین آنکھین گلابیان ہین	دیکھین تو تیری کب تک یہ بیجا بیان ہین

ان تینون شعرون مین بائے موحدہ حرف روی یائے تحتانی وصل الف خروج نون مزید ہے۔
چوتھا نائرہ یہ بعد مزید کے بلا فاصلہ آتا ہے جیسے کہونگا اور رہونگا کہ یہان واو حرف وصل ہے اور نون خروج اور گاف مزید اور الف نائرہ ہے۔

دبیر

ہم اُنکو نچھوڑینگے ہمین چھوڑینگے عباس	تم پوچھ لو بابا سے کمر توڑینگے عباس

رائے ثقیل حرف روی ہو اور یائے تحتانی اول وصل نون مزید کاف فارسی خروج یائے ثانی نائرہ۔

ولہ

پرسش مین اماموں کی علیؑ پیچھے رہینگے	قائل جو ہمارے ہین یہ وہ آپ کہینگے

رہینگے اور کہینگے مین حروف ہا روی یائے تحتانی وصل نون خروج کاف فارسی مزید یائے آخر نائرہ۔

انیس

تار کی زندان مین نہ اس طرح سے گھٹینگے	یوسف تو چھٹے قید سے کیا ہم نہ چھٹینگے

گھٹینگے اور چھٹینگے مین تائے ہندی روی ہے اور یائے تحتانی وصل اور نون خروج اور کاف فارسی مزید اور یائے آخر نائرہ۔

ولہ

ان باغیونکے زور کو دم بھر مین توڑینگے	ہم سایۂ رسول خدا کو نہ چھوڑینگے

توڑینگے اور چھوڑینگے مین رائے ہندی روی ہے اور یائے تحتانی وصل اور نون خروج اور کاف فارسی مزید اور یائے آخر نائرہ۔

سودا

جاوے کے کاندھے جب یہ جاوے گا	توشہ کی روٹی کو بھی کھاوے گا

الف جاویگا اور کھاویگا مین روی ہو اور واو حرف وصل اور یائے تحتانی مزید اور گاف خروج اور الف آخر کا نائرہ۔

میر

ناچار ہم تو تجھ بن جی مار کر رہینگے	پر اس روش کو تیری یہ لوگ کیا کہینگے

مولوی امام بخش صہبائی نے لکھا ہو کہ ان چار حرفوں مین سے بجز حرف وصل کے اور کوئی حرف اشعار اُردو مین واقع نہین ہوتا اور وہ بھی اغلب کہ اُنھی الفاظ مین ہوتا ہو جو فارسی ہین جیسے خفتہ اور نہفتہ مین

تے حرف روی ہے اور ہا حرف وصل مگر یہ قول تحقیق کے خلاف ہے مرزا قتیل نے دریاے لطافت مین ثابت کیا ہے کہ زبان ہندی مین بھی چارون حرف زائد آتے ہین اور اسی پر محققین کا اتفاق ہے چنانچہ اساتذہ کے کلام مین دیکھا گیا ہے اور اوپر کی مثالون سے واضح ہوا بلکہ نائرے کے سوا ایک دو حرف اور بھی آتے ہین لیکن قافیہ کی فرع یہی چارون حرف ہین اور وہ حرف زائد نائرے کی فرع ہین اور بقول خواجہ نصیرالدین طوسی یہ حروف داخل ردیف ہین خواہ کلمہ مستقل ہو یا غیر مستقل (مثال ایک حرف زائد کی) جلادیگا اور گلادیگا مین جل اور گل صیغۂ امر لازم ہے اور الف کی زیادتی سے متعدی ہوگیا پس لام روی ہے اور الف وصل اور واو خروج اور یاے تحتانی مزید اور کاف فارسی نائرہ کی فرع ہے۔

عبدالرسول نثار

ہاتھ سے ان جامہ زیبونکے نکل جاوینگے ہم	یہ گریبان دامن صحرا کو دکھلاوینگے ہم

سودا

کیا ترے بعد کرے کھاوینگے	جبکہ کسب اپنا بھول جاوینگے

میرحسن

بہت آپ اُس سے اُٹھاوینگے حظ	بہت ہین سے اُسکی پاوینگے حظ

میرتقی

نور نظر کو کھوکے مین سُووُنگا دیکھیو	دل بھر رہا ہے خوب ہی روؤونگا دیکھیو

مثال دو حرف زائد کی جلاوینگے اور گلاوینگے الف حرف وصل اور واؤ خروج اور یاے تحتانی مزید اور نون نائرہ اور کاف فارسی اور یاے تحتانی آخر کی نائرے کی فرع ہین۔

حالی

ہر آفت مین سینہ سپر کرنے والے	فقط ایک اللہ سے ڈرنے والے

کرنیوالے اور ڈرنیوالے مین راے مہملہ روی ہے اور نون وصل اور یاے تحتانی خروج اور واؤ مزید اور الف نائرہ اور لام اور یاے آخر نائرے کی فروع۔

	ایضاً	
بہت آگ چلمون کی سلگانے والے	ایضاً	بہت گھانس کی گٹھریان لانے والے

اگر کوئی کہے کہ نون غنہ عروضیونکے نزدیک حرف مین داخل نہین ہے تو پھر نون غنہ جلاوینگے اور گلاوینگے وغیرہ مین کسطرح محسوب ہوا ہم اسکا جواب یہ دینگے کہ اہل قافیہ اُن حرفونکو جنکو عروضی تقطیع مین نہین لاتے قافیہ مین معتبر

سمجھتے ہین اور اگر ایسا نہوتا تو پھر کیون الفاظ سینک اور چھینک اور چاند اور ماند اور اونٹ اور گھونٹ اور جھینک اور چھینک اور چوبخ اور کھونج وغیرہ کو شان رد نت مرکب مین داخل کرتے۔

روی کی قسمین

حرف سوی جب ساکن ہو جیسے وہن اور رزق مین نون تو اُسکو روی مقید[1] کہتے ہین کیونکہ اُسکا سکون ایک قید ہے کہ اُسکو جاری ہونے سے روکتا ہو اور جب حرف وصل سے ملکر متحرک ہو جائے جیسے کرے اور دھرے مین رائے مہملہ متحرک ہو تو اُسکو روی مطلق[2] بولتے ہین کیونکہ اُسمین اطلاق اور روانی ہوتی ہو جیسا کہ اوپر بیان ہوا پس روی مطلق ہو یا مقید دو قسم پر ہو (۱) اگر اسکے ساتھ کوئی دوسرا حرف قافیہ کا شامل نہو تو اُس کو روی مجرد[3] کہتے ہین اُن حروف قافیہ مین سے یہ چار حرف ایسے ہن کہ روی کے اول مین آتے ہین ردف۔ قید۔ تاسیس۔ دخیل اور یہ تین حرف روی متحرک کے آخر مین متصل ہوتے ہین مزید۔ خروج۔ نائرہ پس ایسی روی کو جس کے ساتھ کوئی دوسرا حرف قافیہ کا نہ آئے ساکن ہونیکی حالت مین روی مقید مجرد کہینگے اور متحرک ہونے کی صورت مین روی مطلق مجرد بولینگے۔

روی مقید مجرد کی مثال

بقاء اللہ خان بقا

بہت رات آئی نہ آیا پیارا چھپا مُنھ کو دامن سے دیتے ہو بوسہ	ترازو ہوا نیم شب کا ستارا یہ بوسہ ہے کیسا نہ آدھا نہ سارا

ان اشعار مین رائے مہملہ کے بعد الف روی مجرد ہو کیونکہ یہان روی کے سوا کوئی اور حرف قافیہ کا نہین ہو اور بسبب ساکن ہونیکے روی مقید بھی ہو اسلیے روی مجرد مقید کہینگے۔

شاہ حاتم

یار کا مجکو اس سبب ڈر ہے	شوخ ظالم ہے اور ستمگر ہے

[1] مفعول ہو تقئید کا ۱۲

[2] مفعول ہو اطلاق کا ۱۲

[3] مفعول ہو تجرید کا ۱۲

ڈرا اور ستمگر مین رائے مہملہ روی مجرد مقید ہے۔

اشرف علیخان فغان

کیا اب ہو گیا آخر کو کچھ برُا نہ ہوا | محبت دل ہی جلا تو بھی سنے مزا نہ ہوا

برا اور بے مزا کا حرف آخر روی مجرد مقید ہی۔

مصحفی

عاشقی نے سے شب میرے وہ ترک تیغ زن بگڑا | سپاہی زادونکا بھی کچھ مین دیکھون ہون چلن بگڑا

تیغ زن اور چلن مین نون روی مجرد مقید ہی۔

مثال روی مطلق مجرد

غفلت

کوڑی کوئی ہاتھ پر اس کے دھرے | نوح کی کشتی مین یہ رخنہ کرے

قلق

اُن سے سرگرم دلبری ہو گا | محو مشق ستمگری ہو گا +

پہلے شعر مین دھرے اور کرے اور دوسرے مین دلبری اور ستمگری کی رائے مہملہ حرف یائے تحتانی کے ساتھ ملی ہوئی روی مطلق مجرد ہے۔

غلام حسینخان خیال

مژگان کی یہ کاوش نہین ناوک فگنی ہے | ابرو کی اشارت نہین شمشیر زنی ہے

فگنی اور زنی کا نون یا کے ساتھ ملکر روی مطلق مجرد ہی۔

شوق شاگرد سودا

دامن کو تیرے خون نہ ہے بن بھرے مرے | چھوٹے نہ اپنا عشق تو قاتل مرے مرے

بھرے اور مرے مین رائے مہملہ مع یائے تحتانی کے روی مطلق مجرد ہی۔

(۲) اگر کوئی حرف قافیہ کا اول یا آخر مین شامل ہو تو روی کو اُسکے ساتھ منسوب کر دیتے ہین جسکی تفصیل یہ ہے۔

(الف) مقید مردف یعنی روی ساکن کے ساتھ حرف ردف ہوا ور مردف مفعول کا صیغہ ہے ارداف سے۔

مشیر

پہچان کے زینب کی صدا کو بدل زار | دوڑا سوئے ہمشیر ید اللہ کا دلدار

اس شعر مین نزار اور دلدار کی رائے مہملہ روی مقید مع ردف کے ہے۔

محبت

ہوتا ہی ابھی حاصل سب کام محبت کا	دے اُس کو خداوند اتو جام محبّت کا

کام اور جام مین میم روی مقید مع ردف کے ہی اور محبت کا ردیف ہی۔

آتش

پری پسند طبیعت پہ ہے نہ حور پسند	تمھارے بندے ہین ہم کو ہین حضور پسند

رائے مہملہ روی مقید مع ردف کے ہی اور پسند ردیف ہی۔

جرأت

ای جنون آباد رہیو تو کہ وحشت نے مری ہمکو بھی جرأت کے مرنیکا بڑا افسوس ہے	بعد مجنون پھیر بسایا خانۂ زنجیر کو کی بہت تدبیر لیکن کیا کرین تقدیر کو

ان اشعار مین رائے مہملہ روی مقید مع ردف کے ہی اور کو ردیف ہی۔ اور حرف قید بھی اس مین داخل ہی مثلاً۔

بقاء اللہ خان بقا

مژگان تر کے نیچے یون دل کا لخت دم لے	جون آنکر مسافر زیر درخت دم لے

لخت اور درخت مین تائے فوقانی روی مقید مع قید کے ہے اور دم لے ردیف۔

رافت

وہ گردن کا موتی صُراحی کی شکل	چھٹے جسکے نظارے سے شرب و اکل

شکل و اکل مین لام روی مقید مع قید کے ہے۔

انیس

کچھ کچھ کے جلے ساری نراعت مین آب نہر اسمین یہ نہر بھی ہی جو ہی فاطمہ کا مہر	محروم ابن ساقی کوثر یہ کیا ہے قہر شہرہ ہی تا زیون کی تواضع کا شہر شہر

نہر اور قہر اور مہر اور شہر مین رائے مہملہ روی مقید مع قید کے ہی۔

قلندر

طالب نہین ہون مین کا نہ دنیا پرست ہون	عاشق ہون درد کش ہون قلندر ہون مست ہون

تائے فوقانی روی مقید مع قید کے ہی اور ہون ردیف ہی۔

مومن

اب پریشان ہوئین خاطر جمع	رات دن تاب مہر و شعلۂ شمع

جمع اور شمع مین مین روی مقید مع قید کے ہے۔

محبت

گر یاد سوز دل کو مرے کھینچی ایک آہ	دیکھا جو اُسنے شمع پہ جلتے پتنگ رات
شب تیری خوب کھائین محبت نے گالیان	کیا کیجیے اُس کا جاتا رہا عار و ننگ رات

پتنگ اور ننگ مین کاف فارسی روی مقید مع قید کے ہے اور رات ردیف ہی۔

(ب) مقید موسس یعنی روی ساکن کے ساتھ حرف تاسیس و دخیل ہو مثلاً۔

ہوس

تھا عشق سے یہ کچھ اُسکو حاصل	تھا چارۂ عاشقان پہ مائل

اس شعر مین حاصل اور مائل مین لام روی مقید مع تاسیس و دخیل کے ہی۔

انیس

وہ شان وہ شوکت وہ تہوّر وہ جلالت	چھپتے ہین کہین جوہر شمشیر اصالت
طینت مین کرم طبع مین انصاف و عدالت	اقبال غرفے سے شان شہنشاہ رسالت

چارون مصرعون مین تاے فوقانی روی مقید مع تاسیس دخیل کے ہے۔

(ج) مطلق مردف موصول غیر مخرج یعنے روی متحرک کے ساتھ ردف و وصل ہو مگر حرف خروج نہو۔

فغان

مبتلاے عشق کو اے ہمدمان شادی کہان	آ گئے ہاتھ تو گرفتاری مین آزادی کہان
کاش آ جاے قیامت اور کھلے دیوان حشر	وہ فغان جو ہے گریبان چاک فریادی کہان

شادی اور آزادی اور فریادی مین دال روی مطلق ہی اور یاے تحتانی وصل اور دال کے قبل الف ردف

داغ

دشمنو نسے دوستی غیرونسے یاری چاہیے	خاک کے پتلے بنے تو خاکساری چاہیے

اسمین بھی یہی صورت ہے۔

مومن

اک غلو ہوش پہ بیہوشی کا ہے	عالم اک اپنی فراموشی کا

شین بیہوشی اور فراموشی مین روی مطلق مع ردف کے ہے اور یاے آخر وصل -

بیدار

رشتۂ دوستی اور وسے جو چاہون ٹوٹے	ہر کوئی بات ہی تجھ سے مری الفت چھوٹے
مجکو ہر روز یہی خوف ہے ای طفل مزاج	شیشۂ دل نہ کہین ہاتھ سے تیرے پھوٹے

ٹوٹے اور چھوٹے اور پھوٹے مین تاے ثقیل روی مطلق مع ردف کے ہی اور یاے تحتانی وصل

محشر

نرگس کی طرح شوق مین سب تن مین دیدہ ہون	حیرت سے گل کے رنگ گریبان دریدہ ہون
قمری کی طرح طوق بگردن سے دل مرا	ان خوش قدون کا بندۂ بے زر خریدہ ہون

دیدہ اور دریدہ اور خریدہ مین دال آخر کی روی مطلق ہی اور یاے تحتانی ردف اور ہاے آخر وصل

انشا

تھی جو دریا کے گرد کی ریتی	وان ہوئی زعفران کی کھیتی

ریتی اور کھیتی مین تاے فوقانی روی مطلق ہی اور ماقبل کی یاے تحتانی مجہول ردف اور آخر کی یا معروف وصل

خوشتر

نہ دکھلائے خدا رنج غریبی	کہ ہے رہنا وطن کا خوش نصیبی

غریبی اور نصیبی مین باے موحدہ روی مطلق ہی اور اُسکے ماقبل کی یاے معروف ردف ہی اور آخر کی یاے معروف وصل اور حرف قید بھی ردف کے شمار مین ہی -

مومن

تکلیف کن سیاہ مستی	مفتی طریق مے پرستی

مستی اور مے پرستی مین تاے فوقانی روی مطلق مع قید کے ہی اور یاے تحتانی حرف وصل

خوشتر

برادر کی یہی سے نیک بختی	سے ہے پیش برادر وقت سختی

نیک بختی اور سختی مین تاے فوقانی روی مطلق مع قید کے ہی اور یاے تحتانی حرف وصل

تسلیم

وان کے پاکیے مین نیرنگی	جلوہ پرداز شوخی و شنگی

نیرنگی اور شنگی مین کاف فارسی روی مطلق مع قید کے ہی اور یاے تحتانی وصل

(۴) مطلق مردف موصول مخرج یعنے حرف وصل کے ساتھ خروج وغیرہ بھی ہون مثلاً۔

سودا

عاشق کی بھی کٹتی ہین کیا خوب طرح راتین | دو چار گھڑی رونا دو چار گھڑی باتین

راتین اور باتین مین الف ردف ہی اور تاے فوقانی روی مطلق اور یاے تحتانی وصل اور نون خروج

میرحسن

کہون کیا مین اُس اسپ کی خوبیان | پرندون مین کب ہون یہ محبوبیان

خوبیان اور محبوبیان مین واو ردف ہے اور باے موحدہ روی مطلق اور یاے تحتانی حرف وصل اور الف خروج اور نون مزید۔

سودا

بلبل چمن مین کسکی یہ ہین بدشرابیان | ٹوٹی پڑی ہین غنچونکی ساری گلابیان

شرابیان اور گلابیان مین باے موحدہ روی مطلق ہی اور اُسکے ماقبل کا الف ردف اور یاے تحتانی وصل اور الف و نون خروج و مزید۔

انیس

ان باغیونکے زور کو دم بھر مین توڑینگے | ہمسایۂ رسول خدا کو نہ چھوڑینگے

توڑینگے اور چھوڑینگے مین واوُ ساکن ردف ہی اور رلے ہندی روی مطلق اور یاے تحتانی وصل اور نون خروج اور کاف فارسی مزید اور آخر کی یا نائرہ۔

تسلیم

بات بگڑی ہوئی سنوارونگی | اڑی چوٹی یہ جان وارونگی

سنوارونگی اور وارونگی مین الف حرف ردف ہے اور رلے مہملہ روی مطلق اور واو حرف وصل اور نون خروج اور کاف مزید اور یاے تحتانی نائرہ۔

(۵) مطلق موسس موصول غیرمخرج

نگار

کہا یوسف نے یہ بے حاصلی ہے | تری یہ آرزو سب جاہلی ہے

حاصلی اور جاہلی مین الف تاسیس ہی اور صاد و ہا دخیل اور لام روی مطلق اور یاے تحتانی وصل

(۶) مطلق موسس موصول مخرج یعنی حرف وصل کے ساتھ خروج وغیرہ دوسرے حروف بھی

آئین جیسے ۔

تسلیم

ناخن غم کی کاوشین ہونگی	اتنا ترکی تراوشین ہون کی

کاوشین اور تراوشین مین الف تاسیس ہی اور واو دخیل اور شین روی مطلق اوریاے تحتانی وصل اور نون خروج ۔

تنبیہ قافیہ کے باعتبار حرفونکے یہ نام ہو ۔

اگر قافیہ مین روی کے ساتھ کوئی اور حرف جمع نہو روی تنہا ہو تو اُسے قافیہ مجردہ کہتے ہین اور اگر روی کے ساتھ کوئی اور حرف بھی قافیہ کا شامل ہو تو دیکھنا چاہیے کہ یہ حرف اُن حروف مین سے ہی جو روی کے قبل آتے ہین یا اُن حروف مین سے ہی جو اُسکے بعد آتے ہین پس اگر اُن حروف مین سے ہی جو روی سے پہلے واقع ہوتے ہین تو ایسے قافیہ کو قافیہ مردفہ اور قافیہ مؤسسہ کہتے ہین اور اگر اُن حروف مین سے ہے جو روی کے بعد آتے ہین تو ایسے قافیہ کو قافیہ موصولہ بولتے ہین جو قافیہ حرف قید کے ساتھ ہو اُسکو بھی قافیہ مردّفہ کہتے ہین کیونکہ قید بھی ردف کے قبیل سے ہی اور جو قافیہ دخیل کے ساتھ ہو اُسکو بھی مؤسسہ کہتے ہین اسی طرح جو قافیہ خروج اور مزید اور نائرہ کے ساتھ ہو اُسکا نام بھی موصولہ ہے اور جس قافیے مین روی ساکن ہو اُسے قافیہ مقیدہ کہتے ہین اور اگر روی متحرک ہو تو قافیہ مطلقہ کہتے ہین خواجہ نصیرالدین طوسی رسالۂ معیارالاشعار مین لکھتے ہین کہ جو کچھ وصل کے بعد ہو وہ ردیف ہی خواہ مستقل ہو خواہ غیر مستقل اور جمہور کا مذہب یہ ہی کہ جو کچھ روی کے بعد آئے اگر مستقل نہو ردیف نہین ہے ۔

استعمال قافیہ کی صورتین

قافیہ جو اُن حرفونکی ہیئت مجموعی سے مراد ہی جن کا ذکر اوپر ہوا تین حال سے خالی نہین

(۱) یا الفاظ اور معنی دونو نین مختلف ہوگا جیسے درد اور زرد وغیرہ

میر

دل عشق کا ہمیشہ حریف نبرد تھا	اب جس جگہ ہی داغ یہان پہلے درد تھا
عاشق ہین ہمتو میر کے بھی ضبط عشق کے	دل جل گیا تھا اور نفس لب پہ سرد تھا

واسطی

یہ اہل کبر مٹے یادگار تک نہ رہا — مکان ایسے کسی کا مزار تک نہ رہا
ہوائے تندی نے کیسا غضب کیا پس مرگ — کہ اُس گلی مین ہمارا غبار تک نہ رہا

داغ

اب بھی گر پڑکے ضعف سے نالے — ساتوان آسمان سے لیتے ہین
مستعد ہوکے یہ کہو تو سہی — آئیے امتحان سے لیتے ہین

(۲) یا فقط معنی مین مختلف ہو اور الفاظ مین متفق اور یہ صنائع مین شمار کیا جاتا ہی۔

عظیم

اِک دو غزل کے کہنے سے بن بیٹھے ایسے طاق — دیوان شاعرونکے نظر سے رہے بہ طاق
ناصر علی نظیری کی طاقت ہوئی ہی طاق — ہرچند ابھی نہ آئی ہے تمیز جفت و طاق

وجیہ

تسکین درد دل کو نہ آج ہو نہ کل ہو — بے یار بیکلی ہے وہ ہی ملے تو کل ہو

جرأت

حسرت مین مر گئے ہم ہمدم تلک نہ پہونچے — دم ہم تلک نہ پہونچا ہم دم تلک نہ پہونچے

غالب

بھیجی ہے جو مجکو شاہ جمجاہ نے دال — ہے لطف و عنایات شہنشاہ پہ دال
یہ شاہ پسند دال بے بحث و جدال — ہے دولت و دین و دانش و داد کی دال

بیدار نے ایک غزل لکھی ہی اور اسمین لفظ قافیہ مع التجنیس کا التزام کیا ہی یہ اُسکے شعر ہین۔

کون ہے بازار خوبی مین ترے ہم سنگ ہی — حسن کی میزان مین تیرے مہر و مہ پاسنگ ہے
مین جو دیوانہ ہوا سرخیل ارباب جنون — ہاتھ مین پتھر لیے ہر طفل میرے سنگ ہے
جائے تکیہ عاشقون کا جائمن بروقت خواب — زیر سر کوچے مین تیرے خشت ہی یا سنگ ہے

حسرت کی غزل مین قافیہ لفظ دم ہی مگر معنے مین تغائر ہے۔

کٹ نہین چلتی شب غم اور کوئی ہمدم نہین — یا یہ شب ہے سخت دل یا صبح تجھ مین دم نہین
جو لچک داری چڑھانے مین تری ابرو کے ہی — سچ کہون قاصد کسی شمشیر مین یہ دم نہین
دم مجھے دیتا ہی تو یعنی ترا ہون آشنا — غیر سے پھر بولتا کیون ہے اگر یہ دم نہین

قلق

کچھ پتہ ملتا نہین عشق ذقن کی چاہ کا | پانی نا پایا آشنایون نے بہت اس چاہ کا

راقم الحروف نے بھی ایک غزل اسی صنعت مین لکھی ہو چنانچہ اُسکا مطلع یہ ہے۔

کس مصوّر نے بھرا پیکر مین تیرے رنگ ہے | آفرین ہو اُسکو اور صنعت کو اُسکی رنگ ہے

برق

سینہ داغون سے رشک باغ ہوا | جسنے دیکھا وہ باغ باغ ہوا

(۳) قافیہ لفظون مین متغائر ہو اور معنے مین متفق ہون جیسے سرد اور برد بمعنے سرد اور قرآن و فرقان اور زاغ اور کلاغ اور عجائب و غرائب۔

تپش

جلاتا تھا مردے کو عیسے نمط | تھا اعجاز اُسکا مسیحا نمط

مذاق

واعظ بتو نکے آگے نہ قرآن نکالیے | صورت سے انکی معنیٔ فرقان نکالیے

میر

جگر کیا ہی یہ زن ہوا اس بن مین زاغ | یہ زہرہ نہین رکھتے کوئی کلاغ

اشرف بیگ خان اشرف

اسی امید پہ کیا کیا ہے پروتا گوہر | اسی امید پہ اپنا ہے دکھاتا جوہر

یہ بھی معلوم ہو کہ جہان ردیف نہین ہوتی وہان قافیہ آخر مین ہوتا ہے کیونکہ اسکے لغوی معنی پیچھے آنیوالے کے ہین مثال اسکی۔

انشا

صبح دم مین نے جو لی بستر گل پہ کروٹ | جنبش باد بہاری سے گئی آنکھ اُچٹ

اسمین قافیہ آخر مین ہے ۔

درد

ہر طرح زمانے کے ہاتھون مین ستم دیدہ
گر دل ہو تو آزردہ خاطر ہو تو رنجیدہ

حسرت

ہوش جسکا ہو نہ کی عقل رسا طبع فہیم	سمجھے بن بولے نہ ہرگز رکھے گو نطق کلیم
مقتضائے بشریت ہو نہ بس سہو وخطا	منفعل سہو پر اپنے ہو بہت طبع سلیم
داد حق گرچہ ہو شیرینی ومضمون سخن	فن و لے شعر کا آتا نہین ہے بے تعلیم
علم کتنے ہین کہ اس فن کے تئین لازم ہین	ورنہ بے علم کا احوال ہے مانند سقیم
لغزشین لاکھ جگہ پاوے زبان شاعر کی	جب تلک صحت الفاظ سے ہووے نہ علیم
فن مہمل نہین یہ اُسمین جو سے لکھیے واہی	رکھتے تھے پاس بلاغت وہ جو شاعر تھے قدیم

اور اگر بعد قافیہ کے ردیف بھی ہو تو قافیہ حکم اخیر مین ہوتا ہے مثال اسکی

نصر اللہ خان سلطان

اُس لب سے کیا لعل کا جب رنگ برابر	دیکھا تو نہین اُسکے یہ پاسنگ برابر

اسمین قافیہ حکم آخر مین کہا جاتا ہو اور ردیف آخر مین ہو۔

غالب

دھوتا ہون جب مین پینے کو اُس سیم تن کے پانون	رکھتا ہو ضد سے کھینچ کے باہر لگن کے پانون

الغرض قافیہ الفاظ مختلفہ کے اندر مکرر واقع ہوتا ہو اور مستقل نہین ہوتا یعنی بغیر ملائے دوسرے لفظ کے نہین آتا کیونکہ مستقل ہونا ردیف کے واسطے لازم ہے جیساکہ اوپر بیان ہو چکا مثلاً۔

انیس

خورشید نے جو رخ سے اُٹھائی نقاب شب	در کھل گیا سحر کا ہوا بند باب شب

اس شعر مین نقاب اور باب کے اندر بائے موحدہ اور الف قافیہ ہو اور یہ دونون علیحدہ نہین آسکتے دونون نقاب اور باب کے ضمن مین آئے ہین

آتش

امانت کی طرح رکھا زمین نے روز محشر تک	نہ اک مو کم ہوا اپنا نہ اک تار کفن بگڑا
لگے منھ بھی چڑانے دیتے دیتے گالیان صاحب	زبان بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجیے دہن بگڑا

ان اشعار مین کفن اور دہن کے نون قافیہ ہین اور وہ بغیر ملے دوسرے حروف کے نہین آسکتے۔

ذوق

رکھتا بہر قدم ہو وہ یہ ہوش نقش پا	ہو خاک عاشقان نہ ہم آغوش نقش پا

اس شعر مین ہوش اور آغوش کے اندر واو اور شین قافیہ ہی اور وہ غیر مستقل ہین یعنی دوسرے حروف کے ساتھ آتے ہین۔

مولوی سید اکبر حسین اکبر

اونچا نیت کا اپنی زینہ رکھنا	احباب سے صاف اپنا سینہ رکھنا
غصہ آنا تو نیچرل ہے اکبر	لیکن ہے شدید عیب کینہ رکھنا

اس رباعی مین زینہ اور سینہ اور کینہ کا حرف آخر قافیہ ہی اور وہ غیر مستقل ہے یعنے تنہا مستقل نہین ہوسکتا۔

وزیر

عبث چھوا ترے گیسوے عنبرین کا سانپ	ہوا ہے ہاتھ مرا میری آستین کا سانپ

عنبرین اور آستین مین یاے تحتانی اور نون قافیہ ہے اور وہ غیر مستقل ہین کہ بغیر ملے اور الفاظ تنہا کام نہین دیسکتے۔

آغا علیخان مہر

ترے منھ کی کنہ پاے نہین ایسا منھ کسی کا	ترے پانوکی صفت مین کسے طاقت بیان ہے
ترے منھ کے آگے بالکل نہین قدر سوسن وگل	وہ زبان بے دہن ہی یہ دہان بے زبان ہے

ان اشعار مین الف اور نون قافیہ ہے اور وہ غیر مستقل ہی۔

لمولفہ

اور دا الفت کا ان آنکھون مین اثر تھا کہ نہ تھا	قطرۂ اشک ہمارا ابھی گہر تھا کہ نہ تھا
کبھی اس آہ دل سرد کی کچھ گرمی تھی	غیرت برق کہو اس کا شرر تھا کہ نہ تھا
تو ہی کہدے کہ کف پاے بت غیرت مہر	حسن وخوبی مین فزون تجھسے قمر تھا کہ نہ تھا
جبہ سا جبکہ نہ تھے ہم تو یہ تم ہی کہدو	سجدہ گاہ دو جہان آپ کا در تھا کہ نہ تھا
چیر سینے کو مرے ہو کے خفا یون بولا	اس سیہ بخت کے پہلو مین جگر تھا کہ نہ تھا

ان اشعار مین رلے مہملہ قافیہ ہی اور وہ غیر مستقل ہی کہ بغیر ملے اور الفاظ سے تنہا کام نہین دیسکتا۔

میر

کہین اودھر یہ شیر جاتا تھا	پھیرتا منھ یہ سپ نیچے آتا تھا

جانا اور آتا میں تین تین حرف پچھلے قافیہ ہین یعنی دو دو الف ساکن اور ایک ایک تاے فوقانی مفتوح قافیہ مین شمار پاتے ہین مگر غیر مستقل ہین۔

ولہ

گھر تے آئے داغ سیاہی	کام جگر کا کرنی تباہی

سیاہی اور تباہی مین الف ساکن اور ہاے ہوز اور یاے تحتانی قافیہ ہین اور ظاہر ہے کہ یہ تنہا مستعمل نہین ہو سکتے۔

ولہ

شب و روز فریاد کرنا اُسے	کئی بار اک دم مین مرنا اُسے

کرنا اور مرنا مین راے مہملہ اور نون والف قافیہ ہے اور وہ بغیر ملے دوسرے حروف کے استعمال مین نہین آسکتے۔

امیر مینائی

ہماری بیخودی تمہید ہو تیرے نمایش کی	مٹا کر نقش ہم اپنا ترا نقشہ جماتے ہین
امیر افسردہ ہو کر غنچۂ دل سوکھ جاتا ہی	وہ میلے ہمکو قیصر باغ کے جب یاد آتے ہین

جماتے اور آتے مین الف اور تاے فوقانی اور یاے تحتانی قافیہ ہین اور ظاہر ہی کہ بغیر ملے دوسرے حروف کے قابل استعمال نہین۔

ولہ

ہٹاؤ آینہ ہمکو بھی دیکھنے دوگے	کہ خود ہی دیکھوگے حسن اپنی خودنمائی کا
بہار آئی ہے پھر خیر ہو خدا وندا	جنون کے ہاتھ نہین دامن ہے پارسائی کا

خودنمائی اور پارسائی مین الف ساکن مع یاے مصدری اور ہمزہ کے قافیہ ہے اور اس مین یہ صلاحیت نہین کہ بے ضم ضمیمہ کے آسکے یاے مصدری پر ہمزہ کے ہونیکی یہ وجہ ہی کہ جب یاے مصدری یا یاے نسبت ایسے کلمے کے آخر مین آتی ہین جس کے مابعد کا حرف الف مدہ ہوتا ہے تو انکے الحاق کے وقت ایک ہمزہ اُنسے پہلے بڑھا دیتے ہین۔

قافیہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تمام کلمہ تمام کلمے کے مقابل آتا ہی جیسے عاقل اور کامل۔

امانت

مثل ہاروت اسیر چہ بابل ہووے	دل اگر زہرہ جبینون پہ نہ مائل ہووے

مومن

دیکھی جو ادھر سے یون لگاوٹ | سمجھا نہ کہ سب یہ ہے بناوٹ

اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جزو کلمہ ایک کلمۂ مستقل کے مقابل آتا ہے جیسے قن عاقل کا دل کے مقابل مین۔

محمد علی خان عرف آغا حیدر

مین تو قائل ہون عشق کامل کا | مرتبہ اور ہو گیا دل کا

سودا

آوے جو کھینچ سامنے تلوار | جب تلک پہونچے اُسکا اُس تک وار

نثر و مثنوی مین دو قافیونکے سوا گنجایش نہین اسلیے کہ مثنوی مین ہر بیت جُدا گانہ ہوتی ہے اور نثر مین دو فقرونسے زیادہ قلت کے ساتھ حاصل ہوتے ہین مگر اسکو نظم مین قافیہ اور نثر مین سجع کہتے ہین اور باعتبار اس لفظ کے نظم کو مقفے اور نثر کو مسجع کہا جاتا ہو اور قرآن شریف کی آیتونمین فاصلہ بولتے ہین اخفش کے نزدیک بیت کے آخر کا تمام کلمہ قافیہ مین داخل ہو۔

دوسرا شہر حروف قافیہ کی حرکتون کے بیان مین

قافیہ کی حرکتین چھ قسم پر ہین۔ توجیہ۔ مجرے۔ رس۔ اشباع۔ حذو۔ نفاذ۔

بیانِ توجیہ

توجیہ بفتح تاے فوقانی وسکون واو وکسر جیم تازی وسکون یاے تحتانی معروف وہاے ہوز روی کے ماقبل کی حرکت کو کہتے ہین بشرطیکہ روی ساکن ہو جیسے دہن اور ذقن مین حرکت ہاے ہوز اور قاف کی مثال

صادق عظیم آبادی

وہ ہو عرق سے یار کے چاہ ذقن مین آب | دیکھے تو خضر کے بھی بھر آئے دہن مین آب

آصف

تری تیغ جب اہم علم دیکھتے ہین | وہین سر کو اپنے قلم دیکھتے ہین

جو جلوہ صنم تجھ مین ہم دیکھتے ہین گذرتے ہین سو سو خیال اپنے دلمین	خدا کی خدائی مین کم دیکھتے ہین کسی کا جو نقش قدم دیکھتے ہین

ان اشعار مین میم حرف روی ہی اور اُسکے ماقبل کے حروف کی حرکتونکا نام توجیہ ہی اور وہ فتح ہی۔

میر اکبر علے اختر

تماشے کی ہی جا فرنگ نسے جو لخت جگر نکلا	عجب یہ نخل ہی حسین کہ تشکل گل ثمر نکلا

ثمر اور جگر مین رائے مہملہ روی ہی اور اُسکے ماقبل کے حرف کی حرکت کا نام توجیہ ہی اور وہ فتح ہی۔

داغ

عرصۂ حشر مین اللہ کرے گم مجکو غیرت ماہ کیے خسرو انجم مجکو	اور پھر وہ ڈھونڈتے گھبرائے ہوئے تم مجکو نام کو داغ ہون کیا جانتے ہو تم مجکو

ان اشعار مین میم حرف روی ہی اور اُسکے ماقبل کی حرکت ضمہ کا نام توجیہ ہی۔

بیان مجرے

مجرے بفتح میم و سکون جیم تازی و فتح رائے مہملہ اور آخر مین الف مقصورہ جو یائے تحتانی کی شکل پر لکھا جاتا ہے لغوی معنی اُسکے جاری ہونے اور روان ہونے کے ہین اصطلاح مین روی متحرک کی حرکت کو کہتے ہین جیسے

داغ

کہان تک آہ لکھون اسکا حال بربادی کسی کو قید محن سے نہین ہے آزادی	کہان تک آہ کہون آسمان کی جلادی کہ داغ داغ ہے دل ہر کوئی ہی فریادی

دال مہملہ حرف روی ہی اور یائے تحتانی حرف وصل پس دال کی حرکت کسرہ کا نام مجرے ہی۔

غیور

تحسین بھی نکلی شیرین نے کچھ تیشہ زنی پر	پتھر پڑے ہین فرہاد تری کوہ کنی پر

نون حرف روی ہی اُسکی حرکت کسرہ کا نام مجرے ہی۔

بقا

مے کشی غیر کی محفل مین جو کرنی ہو تو یار محتسب ہمسے نہو روزہ گری ماہ صیام	باخبر رہیو کہ ہی نیمبری شیشے مین شام کو مے سے تر کھین سحری شیشے مین

دونون شعرونمین رائے مہملہ کی حرکت کسرہ کا نام مجرے ہے

سودا

تجھکو بخشی ہے خلق کی خوبی سُن کے باہم تری وفاداری	حق نے ایسی کہ بہ زمحبوبی نجھے ہو عمرِ خضر مین یاری

پہلے شعر مین بائے موحدہ کی حرکت اور دوسرے شعر مین رائے مہملہ کی حرکت کا نام مجرے ہے ۔

میرحسن

سُنو جانی اپنے پہ جو کوئی مرے	تو دل پہلے اپنا بھی صدقے کرے

مرے اور کرے مین رائے مہملہ حرف روی ہو اور یائے تحتانی وصل جسکے متصل ہونیسے رے مکسور ہوگئی ہے اسی کسرے کو مجرے کہتے ہین ۔

حالی

طلسم ورع ہر مقدس کا توڑا	نہ مُلّا کو چھوڑا نہ صُوفی کو چھوڑا

توڑا اور چھوڑا مین رائے ثقیل حرف روی ہی حرف وصل کے ملنے سے مفتوح ہوگئی ہی اسی حرکت فتحہ کا نام مجرے ہے ۔

میر

راہ پہ بیٹھا وہ سرگشتہ آگے تھا کب ہجران دیدہ	دیکھے راہ عمر گذشتہ آہ وہ تازہ ظلم رسیدہ

پہلے شعر مین تائے فوقانی کی اور دوسرے شعر مین دال مہملہ کی حرکت کا نام مجرے ہے ۔

بیان رس

رس بفتح رائے مہملہ وسکون سین مہملہ الف تاسیس کے ماقبل کی حرکت کا نام ہی جیسے برابر اور سراسر مین حرکت پہلے بائے موحدہ اور سین مہملہ کی مثال

ناسخ

آہ تو سے جو وہ خورشید مقابل ہوئے	یہ یقین ہے کہ نظر آتے ہی کامل ہووے

مقابل اور کامل مین قاف اور کاف کی حرکت کا نام رس ہو اس حرکت کا اختلاف ممکن ہی نہین ہمیشہ فتح ہوتا ہو اور حرف مین موافقت کی قید نہین ۔

بیان اشباع

اشباع بکسر الف وسکون شین معجمہ وفتح باے موحدہ وسکون الف وعین مہملہ موقوف لغت مین پیٹ بھرنیکے معنے مین ہی اور اصطلاح قافیہ مین حرف دخیل کی حرکت کا نام ہی جیسے حرکت واو اور دال مہملہ کی ڈاور اور چادر مین اور حرکت باے موحدہ اور میم کی مقابل اور کامل مین۔

سودا

کہ اس حسن تکلم پر طوالت	مبادا ہو کسی دل کو ملالت

طوالت اور ملالت کی لام کے فتح کا نام اشباع ہی۔

بیانِ حذو

حذو بفتح حاے حطی وسکون ذال معجمہ وواو موقوف لغت مین اسکے معنے دو چیز کا باہم برابر کرنا ہین اور اصطلاح مین ردف اور قید کے ماقبل کی حرکت کا نام ہی پس یہ حرکت ردف مین الف کے قبل زبر اور واو کے قبل پیش اور یاے تحتانی کے قبل زیر ہوتا ہے۔ الف کی مثال۔

قدرت اللہ قاسم

مین مدِ نظر اپنے کچھ کام نہین رکھتا	آغاز محبت یان انجام نہین رکھتا

کام اور انجام مین میم کے ماقبل کا الف ردف ہی اور الف کے ماقبل فتح ہے۔

ارمان پسر جعفر علی حسرت

تا سر بالین اُسے آنا قیامت شاق ہے	یہ دل بیمار جسکا نزع مین مشتاق ہے

شاق اور مشتاق مین الف ردف ہے اور شین وتا کے فتحون کا نام حذو ہی۔

واو مجہول کی مثال

سراج

کیا شراب محبت نے دل کے خم مین جوش	عجب نہین جو قیامت تلک رہون مدہوش

واو ردف ہی اور اُسکے ماقبل کے ضمون کا نام حذو ہی۔

واو معروف کی مثال۔

میر

ہنگامہ گرم کن جو دل ناصبور تھا
پیدا ہر ایک نالے سے شور نشور تھا

ناصبور اور نشور میں واو ردف ہو اور اُسکے قبل ضمہ ہو جسکو حذو کہتے ہیں۔

یاے مجہول کی مثال

دبیر

گرتی تھی کوند کر جو وہ برق شرارہ ریز چلنے میں تیغ تیز فرس تیز با تھ تیز	دوزخ کھلی تھی بند تھے سب کوچہ گریز رہ رہ کے گرم ہوتا تھا ہنگامۂ ستیز

ریز اور گریز وغیرہ میں یاے مجہول ردف ہو اور اُسکے ماقبل جو کسرہ ہے وہ حذو کہلاتا ہے

یاے معروف کی مثال

مرزا علی نقی محشر

جان منتظر ہے آنکھوں میں وقت رحیل ہے	جلدی پہونچ کہ تیرے ہی آنے کی ڈھیل ہے

رحیل اور ڈھیل میں یاے معروف ردف ہے اور اُسکے ماقبل کا کسرہ حذو ہی۔ یہ تمام مثالیں اُس حذو کی تھیں جو ردف کے ساتھ ہو۔ اب اُس حذو کی چند امثلہ پر غور کرو جو قید کے ساتھ ہوتا ہے۔

حالی

روح تھی بادہ دوشینہ سے اپنی بدست	تھا ترقی پہ ابھی نشۂ صہباے الست

تاے فوقانی روی ہو اور سین ساکن قید میم اور لام کی حرکت کا نام حذو ہے۔

ولہ

ناتوان ٹھہرے کوئی کوئی تنومند بنے	ایک تو گر بنے اور ایک خداوند بنے

تنومند اور خداوند میں میم اور واو کی حرکت کا نام حذو ہی۔

خوشتر

کسی کا خوش نہین آتا اسے عیش	براے جنگ پھر تلے ہے جیش

عیش اور جیش میں عین اور جیم کی حرکت کا نام حذو ہی۔

گلزار نسیم

بولا وہ کہ دیکھ کر گیا جعل	طائر بھی کہیں سنگتے ہیں نعل

جعل اور نعل میں جیم اور لام کی حرکت کا نام حذو ہے۔

مومن

مجھ پہ بھی تجھکو رحم نہین یہ کرخت دل	کم ہوئے گا جہان مین تجھ سا بھی سخت دل

کرخت اور سخت مین رائے مہملہ اور سین کی حرکت کا نا حذو ہی

سودا

اُٹھایا زخت غم وان سے بصد جبر	کیا صرف گریبان رشتہ صبر

جبر اور صبر مین جیم اور صاد کی حرکت کا نام حذو ہی۔

محمد حسین آزاد

رنگ سنولائے ہوے چہرے تھے گرد آلودہ	دل تھے کلفت زدہ اور سینے تھے درد آلودہ

درد اور گرد مین گاف اور دال کی حرکت کا نام حذو ہی۔

مومن

ہائے کعبہ نے کنشت پرست	بتلئی لیک سنگ و خشت پرست

کنشت اور خشت مین نون اور خا کی حرکت کا نام حذو ہی۔

ولہ

جب ہوئی خاطر پریشان جمع	پھر تو ہر شب بسان شعلہ شمع

جمع اور شمع مین جیم اور شین کی حرکت کا نام حذو ہی۔

مثنوی سعدین

ایسی اس مادے مین صاحب فکر	ہر زبان ہر مکان مین اُن کا ذکر

فکر اور ذکر مین فے اور ذال کی حرکت کا نام حذو ہی۔

داغ

پئین جو آب بقا بھی تو زہر ہو جائے	جو چاہین رحمت باری تو قہر ہو جائے

زہر اور قہر مین زائے معجمہ اور قاف کی حرکت کا نام حذو ہی۔

شایان

نمایان ہوے اسقدر علم رزم
کہ تحسین کہتے تھے سب اہل بزم

رزم اور بزم مین رائے مہملہ اور بائے موحدہ کی حرکت کا نام حذو ہی۔

بیانِ نفاذ

نفاذ بفتح نون و فتح فا و سکون الف و ذال معجمہ موقوف نام ہو حرف وصل و خروج و مزید کی حرکتونکا اور چونکہ زبان اُردو مین نائرے کے بعد بھی ایک دو حرف آتے ہین اور نائرہ متحرک ہو جاتا ہو اس لیے نائرے کی حرکت بھی نفاذ کے قبیل سے ہوگی یہان چارونکی مثالین ترتیب وار بیان کی جاتی ہین۔

(۱) وصل کی مثال جیسے حرکت واو کی آوے اور جاوے مین

مرزا ابراہیم بیگ شرر

جھوٹی ہو محبت تم یان کسکو جتاتے ہو | تقریر مین لکنت ہو کیون باتین بنلتے ہو

جتاتے اور بنلتے مین تاے فوقانی مفتوح ہو اور یہ حرف وصل ہو اس کسرے کو نفاذ کہتے ہین۔

حالی

دیس کو بن مین جی بھٹکتا رہا | دل مین کانٹا سا اک کھٹکتا رہا

بھٹکتا اور کھٹکتا مین تاے فوقانی مفتوح ہو اور یہ حرف وصل ہو پس اس فتح کا نام نفاذ ہی۔

داغ

حسرتین لیگئے اس بزم سے چلنے والے | ہاتھ ملتے ہی اُٹھے عطر کے ملنے والے

چلنے اور ملنے مین نون حرف وصل ہو اور اسپر جو کسرہ ہو اسی کا نام نفاذ ہو۔

مومن

واو پڑھتے تو ہونٹ کاٹتے ہم | لام آتا تو لب کو چاٹتے ہو

کاٹتے اور چاٹتے مین تاے فوقانی حرف وصل ہو اور اسکی حرکت نفاذ کہلاتی ہو۔

(۲) خروج کی مثال جیسے حرکت یاے تحتانی کی جا لیا اور آلیا مین

مصحفی

تیغ نے اُس کی کلیجہ کھا لیا | اُسنے آتے ہی مجھے سنگوا لیا

کھالیا اور سنگوا لیا مین یاے تحتانی خروج ہو اسکی حرکت کو نفاذ کہتے ہین۔

میر

کہین تجھکو سائے مین ٹھہرا لیئے | جو دم ٹھہرے تو آگے لیجا لیئے

ٹھہرا لیئے اور لیجا لیئے مین الف ردی ہو اور ہمزہ مکسور وصل اور اُسکے بعد کی یاے تحتانی مکسور خروج ہو اسکے

کسرے کا نام نفاذ ہو اور دوسری یاے تحتانی مزید ہے۔

میرحسن

یلا تو جوانو بڑھے جائیو	دو جانب سے باگین لیے آئیو

جائیو اور آئیو مین الف روی ہو اور ہمزۂ مکسور وصل اور یاے تحتانی مضموم خروج اور واؤ مزید ہیں یاے مضموم کے ضمے کا نام نفاذ ہو۔

رنگین

بولی اس رستے سے اُسکو لائیو	تگ کے آگے اُسکے پر تو آئیو

(۲) مزید کی مثال جیسے حرکت کاف فارسی کی جاویگا اور آویگا مین۔

مذاق

یہ کیا خبر تھی کہ پیغام اپنی بیعت کا	یزید ابن پیمبر کو یون سُنائیگا
اُجاڑ ہوگی مدینے کی بستی آبادی	حسین چھاؤنی کرب و بلا مین چھائیگا

(۳) نائرے کی مثال جیسے حرکت کاف فارسی کی جلاویگا اور گلاویگا مین

سودا

کیا ترے بعد کرکے کھاوینگے	جبکہ کسب اپنا بھول جاوینگے

کھاوینگے اور جاوینگے مین وا وحرف وصل ہو اور یاے تحتانی اول خروج اور نون مزید اور کاف فارسی نائرہ اور یاے دوم نائرہ کی فرع پس کاف فارسی کے کسرے کا نام نفاذ ہو۔

مولوی صہبائی لکھتے ہین کہ از بسکہ حرف خروج کا اشعار اُردو کے قافیے مین خود ہی نہین واقع ہوتا اسی لیے یہ حرکت بھی نہین واقع ہوسکتی یہ قول سراسر تحقیق کے خلاف ہو اور اسکی تفصیل اوپر ہو چکی ہو۔

تیسرا شہر عیوب قافیہ کے بیان مین

قافیے کے عیب مجملاً تین قسم کے ہین ایک قسم ایسی ہو کہ اُسکا استعمال عندالضرورت بھی جائز نہین ہے اور دوسری قسم ایسی ہے کہ عندالضرورت جائز ہے مگر قبیح ہے اور تیسری قسم ایسی ہے کہ بے ضرورت بھی روا ہے مگر قبیح ہے اور عیوب مذکورہ مین بعض کے القاب مخصوص ہین اور بعض کے القاب نہین ہین بہرکیف یہ نو ہین۔ اقواء۔ اکفاء۔ اجارہ۔ تحریف روی۔ سناد۔ ایطاء۔ معمول۔ غلو۔

تضمین۔ تغییر۔

بیانِ اقواء

اقواء بکسر اول وسکون قاف لغت مین بے توشہ ہونیکو کہتے ہین اور اصطلاح قافیہ مین توجیہ کے اختلاف کا نام ہے یعنی روی کے ماقبل کی حرکت کا مختلف ہونا چونکہ یہ عیب اسلیے ہوتا ہی کہ شاعر کا توشہ جو قافیہ صحیح ہی تمام ہوجاتا ہی اسلیے اقوا کہتے ہین جیسے گل بالضم کا قافیہ چل بالفتح سے کرنا اسطرح کا قافیہ لانا ناروا ہے جیسے مرزا غالب کے ان اشعار مین ۔

یاد ہی شادی مین بھی ہنگامۂ یارب مجھے	سبحۂ زاہد ہوا ہے خندہ زیر لب مجھے
دل لگا کر آپ بھی غالب مجھی سے ہوگئے	عشق سے آتے تھے مانع میرزا صاحب مجھے

لفظ صاحب کی حائے حطی باعتبار قواعد صرف کے مکسور ہی اور لب و یارب مین لام اور رے مفتوح اگر کوئی کہے کہ محاورے مین صاحب کی حائے حطی بھی مفتوح ہی تو ہم جواب دینگے کہ شعرائے متقدمین ومتاخرین نے بکسر حائے حطی لکھا ہے۔

سودا

مین جو پوچھا سبب کہا مت پوچھ	بات کہنی یہ نامناسب ہے
لیکن اسواسطے مین کہتا ہون	درد سُننے کا تو جو طالب ہے
ہے جو کچھ نظم و نثر عالم مین	زیر ایرادِ میر صاحب ہے
ہر ورق پر ہے میر کی اصلاح	لوگ کہتے ہین سہو کاتب ہے

انشا

ہین فارسی مین کلاک صاحب	وہ خاص حضور کے مصاحب

قلق

کہیے تو آپ کون صاحب ہین	کونسی شئے کے مجھسے طالب ہین

انیس

دونون تھے اسی بھائی کے آرام کے طالب	جانے وہی جس شخص پہ گذرین یہ مصائب
وسواس کا یہ کونسا ہنگام ہے صاحب	پہچان ہوے ہے یہ علی اکبر کے مصاحب

راقم نے شہر رامپور مین سنہ ۱۳۰۲ ہجری مین نواب مرزا خانصاحب داغ سے اس باب مین استفسار کیا

توجواب دیا کہ غالب نے مقولۂ غیر بیان کیا ہی اور مثال مین یہ شعر نواب یوسف علی خان ناظم کا پڑھا۔ ؎

غلطی غیر کی گفتار کی دیکھی ناظم	مین جو آتا ہون تو کہتا ہی نواب آتے ہین

اور حق یہ ہی کہ اب روزمرہ اُردو مین صاحب اعلام کے ساتھ بفتح حاے حطی بیشتر مستعمل ہی ہمکو اس سے کیا مطلب کسی کی زبان مین کچھ ہو جو الفاظ ہم لوگونکی زبانپر جاری ہونگے وہی صحیح سمجھے جائینگے جیسے آتش کے اس شعر مین۔ ؎

دختر رز مری مونس ہی مری ہمدم ہے	مین جہانگیر ہون وہ نورجہان بیگم ہے

لفظ بیگم کاف فارسی کے فتحہ سے واقع ہوا ہے اور اُردو مین یہی مُروج ہے اگرچہ یہ لفظ ترکی ہے اور اہل زبان کاف پر کسرہ بولتے ہین اور امیر آدمی کی بی بی کو اور ہر عمدہ عورت کو بیگم کہتے ہین اور یہ لفظ کاف کے فتحہ سے امیر من کے معنے مین آتا ہے جیسا کہ غیاث اللغات مین لکھا ہی۔ ہان جس وقت لفظ صاحب عربی عبارت مین لکھین یا تلفظ کرین اُس وقت اُنکی زبان کی پابندی لازم ہی۔ قافیہ مین البتہ صحت لفظی ضرور ہی۔

خواجہ الطاف حسین حالی

غالب ہے نہ شیفتہ نہ نیر باقی	وحشت ہی نہ سالک ہی نہ انور باقی
حالی اب اسی کو بزم یاران سمجھو	یارون کے جو کچھ ہین داغ دلپر باقی

نیر بفتح نون و تشدید یاے تحتانی مکسور مبالغے کا صیغہ ہی بسیار نور کنندہ کے معنے مین اس کو انور کے ساتھ قافیہ کرنا صحیح نہین۔

نثار شاگرد شاہ حاتم

یہ سودا تو دیکھو کہ دل بیچتا ہون	لے شیشے کو زیر بغل بیچتا ہون

گلزار نسیم

بولا کہ وہ رات کو اُفق مین	خورشید تھا آتش شفق مین

اُفق بضمتین ہی اور شفق بفتحتین۔

گویا

تھے جو نادان اسمین اگر گھر گئے	تھے جو دانا وہ کنارہ کر گئے

شہیدی

پھینکینگے مثل تقویم کہن دیوان ہزاروں کے	ہوا عالم مین شہرہ میرے اشعار مجدد کا
زمین کے شاعرونکو کب مجال گفتگو مجھ سے	ترے صدقے سے مین مشہور رہتا ہون عطارد کا

عطارد لغت کی رو سے عین کے ضمے اور رے مہملہ کے کسرے سے ہے اور مجدد مین پہلی دال مہملہ مشدد و مفتوح ہے

مثنوی زائر

در پیش ہے مجکو ایک حاجت	دینار و درم کی ہے ضرورت

سودا

کہدیا مستسقی سے جا فصد کر	لکھدیا مجنون کو شیر شتر

ولہ

کردے لب میرے کو اس ساغر سے تر	آ کے پھر قدرت خدا کی سیر کر

میر

کہون کیونکہ یکبار وہ جل گیا	کف خاک ہو خاک مین مل گیا

خوشتر

پھرے ہم چار سو لے نیک باطن	نیا پی انتہا سے فوج دشمن

نگار صاحب مثنوی یوسف زلیخا

تجھے گودی مین اپنی پرورش کی	ہمیشہ جان اپنی مین نے خوش کی

ولہ

یہ سچ ہے پوچھیے گر خوب دردل	کہ دل لگنے سے بس ہوتی ہے بیکل

ولہ

حکیمون نے کہا اب ہے یہ لازم	کرو نشتر بلا فصاد اس دم

ولہ

کسے ہے عاشقون مین یہ میسر	کہ معشوق اسکی خدمت مین ہو حاضر

ولہ

ولیکن اب بھی ہے یہ بات ظاہر	رکھا ہے جو مجھے اس قید اندر

حکیم سید اکبر علی گوالیاری

سرخیل دبیران جہان میرا قلم ہے رستم لکھون طاقت مین تو رستم سے زیادہ	رتبہ یہ ہے اُسکو کہ وہ اوصاف رقم ہے مدہوش ہون اس جا پہ حواس اپنا بھی گم ہے

مرزا دبیر

ہان جلد سردست مرتب کرو منبر سب شہری و صحرائی سب انصار و مہاجر	سلطان و گدا پیر و جوان مومن و کافر سب جاہل و عاقل سبا کا بر سب اصاغر

انشا

اے خداوند مہ و مہر و ثریا و شفق صدقے اس بندہ نوازی کے تری ہم جائین	لمعۂ نور سے ہے تیرے جہان کو رونق باپ مان ہوتے ہین کب ایسے شفیق و مشفق

ولہ

عداوت پہ تو سب کی مستعد ہے	خصوصًا عاشقوں سے اسکو کد ہے

انیس

اصحاب سے فرماتے تھے یہ احمد مرسل	جو حضرت جبریل ہوے عرش سے نازل

رحمت صاحب مثنوی نلدمن اُردو

اسی صورت سے دل مین کر تصور	جُدا کر لی دمن کی نصف چادر

علی

غرض ہر کہین سیر کرتی ہوئی	چلی آئی ہر سمت پھرتی ہوئی

ولہ

کھڑی رہگئی ہے یہ گرتی ہوئی	دم سرد سینے سے بھرتی ہوئی

عشرت در مثنوی بیدماوت

شہ زرّین کلاہ چرخ چارم	ہوا رونق فزاے تخت عالم

کہ اسمین وہ پری پروازطائر
پدم کے پاس پہونچا نامہ لے کر

منشی طوطارام شایان در طلسم شایان

کہ جب تک آہ مین آؤنگا پھر کر	یہ حمزہ آہ رہ جائیگا مر کر

اور اگر حرف روی متحرک ہووے یعنی بسبب حرف وصل کے روی متحرک ہو جائے تو حرکت توجیہ کا اختلاف مضائقہ نہین رکھتا جیسے

میر تقی

جو سیل سرشک کا چلے ہے	دریا کے بھی ہو نٹھ جا ملے ہے

اس شعر مین حرف لام روی ہے اور یائے تحتانی وصل ہے پہلے مصرع مین روی کا ماقبل مفتوح ہے اور دوسرے مصرع مین مکسور

میر حسن

کہ یہ سنگ اُکھڑے یہان سے ہلے	کسی طرح چھاتی سے پتھر ٹلے

فگار

نہین موج حوادث سے ٹلے وہ	کہ جب تک پیالے اپنے سے ملے وہ

دبیر

غلہ جو مرے خیمے مین ہے آہ جلے گا	فاقہ شکنی کے لیے وہ تمکو ملے گا

میر

جنون میرے کی باتین دشت و در گلشن مین جب چلیان	نہ چوب گل نے دم مارا نہ چھڑیان بید کی ہلیان

فائدہ بعض کتابون مین اقواء اختلاف مجرے کا نام لکھا ہے۔

بیان اکفا

اِکفا بکسر الف وسکون کاف تازی و فتح فا اِسے کہتے ہین کہ حرف روی مختلف ہو اور حرف روی کا اختلاف بہت معیوب ہے جیسے بال کو پان سے قافیہ کرنا مثنوی یدماوت مصنفہ میر ضیاء الدین عبرت کی اس بیت مین یہ عیب ہے ۔

صنم کا ہوا گرچہ آہنین دل وہ آہن کو ہے بالتخصیص کھینچے	یہ عاشق کا اگر ہو جذب کامل برنگ سنگ مقناطیس کھینچے
نہین کوئی عمل مین اسکے قزاق ولہ	بغیر از غمزہ چشم ستمناک

چار باغ رنگین

سن کے یہ بات زاہد سے کش | بولا تم سب ہو پلے بند ہوس

میر مونس کے ایک قلمی مرثیے مین یہ بند نظر سے گذرے ہین ۔

عمل خیر سے بہکا نہ مجھے او ابلیس | یہی کونین کا مالک ہی یہی اس کا رئیس
کیا ابھی مجھے دیگا تو احاکم ملعون و خبیث | کچھ تردد نہین کہدے کہ لکھین یہ چپ نویس

ہان سوے ابن شہنشاہ نجف جاتا ہون
اے ستمگر جو نجاتا تھا تو اب جاتا ہون

اور یہ بھی اسی قبیل سے ہی کہ حروف عربی و فارسی و ہندی کو قافیہ مین جمع کرین مثلاً تب اور کب۔ راج اور ناچ۔ رسگ اور شک۔ غور اور دوڑ وغیرہ۔

دل چلے ہے پھر لینے کو بوسہ ترے لب کا | محشر | کیا کیجیے بے طرح پڑا اب تو یہ لپکا
دل لینے کا وہ اور یہی شیوہ الفت | | ہم یار بُرے کب ہین جو تو یار ہی سب کا

مفت اٹھنے کے نہین یار کے کوچے سے فقیر | ستم | ایک بوسے کیلیے باندھکے اڑ بیٹھ گئے
پیر و مرشد کی قسم ہی کہ وہی لینگے وہی | | جبکہ بستر یہ جم آکھول کمر بیٹھ گئے

مثنوی پدماوت از عشرت

سوا اُسکی لئے پردہ لطلے چوتڑ | غرض اب مستعد بیٹھا ہے ہر طور

یار محمد خان شوکت

عنان سمند صبا دم پکڑ | جو کاوے پہ ڈالا کمر راست کر

فگار

زمین تک کسے جو سہرے کا لڑ تھا | خدا کے نور کا وہ اک شجر تھا

سودا

ستون اسکے تلے یہ پانون ہین چار | لرے ہے دو دانت آگے سو ہین اٹھوار

ولہ

الغرض اس طرح سے کشتی ٹ | ڈال ہیکل گلے کا پانون پر

نواب بہادر ذکی

دن جو گذرا تو یہ دھڑکا ہی کہ شب آتی ہے | عشق کے نام سے اب تو مجھے تپ آتی ہے

میرحسن

اسی طرح مدت گئی جب اُسسے	چڑھی گرمی عشق کی تپ لُسے

تپ بائے فارسی سے مستعمل ہی اسلیے ان دونون شعرونمین شب اورجب کے ساتھ قافیہ نادرست ہے انشانے ایک غزل مین اس کا قافیہ بائے فارسی ہی سے کیا ہے۔ ۵

شب خواب مین دیکھا تھا مجنون کو کہین اپنے	دل سے جو کراہ اُٹھی لیلی کو لیا تپ نے
ہی جنس پری ساکچھ آدم تو نہین اصلا	اک آگ لگا دی ہی اس امرد خوش گپ نے

تراب

اُسکی چشم مست نے کیا مجھکو حیران کردیا	نرگس ادھر دیکھتی ہی کیون تو آنکھین پھاڑپھاڑ
لے جنون وہ کیون نہ دامنگیر ہو تیرا کبھی	ہاتھ سے تیرے ہوا جسکا گریبان تار تار

ولہ

لب پہ ہی تلخی فغان کی دلپہ ہی شیرین کا شور	تن مین ہی صفر کا غلبہ من مین ہی سودے کا زور
اب کرم کر کب تلک غم سے ترے روتا رہون	آستین رکھدے مری آنکھونپہ یا دامن نچوڑ

گو قدمانے کاف فارسی اور کاف تازی اور زائے فارسی اور زائے تازی اور بائے فارسی اور تازی اور جیم فارسی اور تازی وغیرہ کو بعض جگہ قافیہ مین جمع کرلیا ہے مگر اہل بلاغت اُسے معیوب جانتے ہین اگر ایسا نہوتا تو نگاہ اور گناہ۔ اعتراض اور التذاذ اور احتراز۔ احتیاط اور اعتماد۔ الغیاث اور التماس اور اخلاص کہ ابتدا مین شعرائے فارس جمع کرتے تھے درست ہوتے مگر درست نہین بلکہ انکا جمع کرنا عیب فاحش ہی اگرچہ دونون حرف قریب المخرج ہون خاص کر ہائے ہوز اور حائے حطی کا اختلاف تو ہرگز مناسب ہی نہین۔

محقق طوسی کے نزدیک اختلاف حرف روی کلیہً اختلاف قرب مخرج کے اکفا ہے یعنی اعتبار قرب مخرج کا اسمین ضرور نہین قریب المخرج ہون یا نہون اور یہی ابن حاجب نے مقاصد الجلیل مین کہا ہی اور باعتبار قرب مخرج کے اجازہ ہے اس صورت مین اکفا عام ہے اور اجازہ خاص لیکن صاحب مفتاح اور خزرجیہ کے نزدیک اکفا اختلاف روی کا ہی بشرطیکہ مخرج مین متقارب ہون اور جو قرب مخرج نہو تو اجازہ ہے

بیان تحریف روی

وہ یہ ہے کہ صیغۂ مستعمل سے حرف روی کو ایسے صیغے کے ساتھ تبدیل کرین جو شایستگی قافیہ کی

پیدا کرے مثالیں اس مقام کی صاحب رسالہ مطلع خورشید نے یہ لکھی ہین جیسے بائے موحدہ خواب کی واؤ کے ساتھ بدلکر گاؤ کے ساتھ قافیہ کرین۔

مولوی

گر خرے دیوانہ شد یک دم گاؤ	بر سرش چندان بزن کاید بخواو

عمادالدین اسفرنگی

بروزین معرفتهاے پراز ریو غلط کردم درین صورت کہ گفتم	سر مارا مکن لے شیخ کالیو زنخدان نگار خویش راسیو

لفظ سیو کو کہ اصل مین سیب ببائے موحدہ تھا واؤ کے ساتھ بدل کر سیو کردیا اور ظاہر کردیا کہ مین نے غلطی کی اس صورت مین کہ زنخدان یار کو سیو کہا اور یہ مصرع ذومعنے ہے مشترک باظہار اختلاف حرف روی و تشبیہ لستھے مولف کہتا ہے کہ اُسکی مثال اُردو مین مثنوی لیلی مجنون کے یہ شعر ہوسکتے ہین۔ ؎

تازیست جدا مین اُس سے کد ہون رحلت مین کرون گا دہر سے جد	وہ روح ہے اور مین جسد ہون ہووے گا تو جا نشین مسند

کد اور جد کو کہ اصل مین بائے موحدہ سے تھے بسبب جسد اور مسند کے دال کے ساتھ بدلکر کد اور جد کردیا

انشا

آنے کا ترے خیال جد سے گذرا کب تک دیکھا کرون بھلا بیٹھا راہ	دل صبر و حیا سے اپنی تد سے گذرا بس یار کہ انتظار حد سے گذرا

اسی قبیل سے ہے۔

میر

عجب نہین ہو بجانے جو میر چاہ کی ریت ہزار شانہ و مسواک و غسل شیخ کرے	سنا نہین ہو مگر یہ کہ جوگی کس کے میت ہمارے عندیہ مین تو ہو وہ خبیث و پلیت

میرے نزدیک اشعار ذیل بھی تحریف روی مین داخل ہوسکتے ہین۔

غالب

آمد سیلاب طوفان صدائے آب سے بزم مے وحشت کدہ ہے کسکی چشم مست کا	نقش پا جو کان مین رکھتا ہے انگلی جادہ سے شیشے مین نبض پری پنہان ہے موج بادہ سے

یہانپر دوسرے شعر پر نظر کرنے سے معلوم ہوسکتا ہی کہ قافیہ بادہ اور جادہ ہی لیکن پہلے شعر مین اُردو ترکیب کے اعتبار سے جادے سے چاہیے نہ کہ جادہ سے اور اسلیے قافیہ غلط ٹھیرتا ہی۔

منشی

شکستہ کیے یکسر آتش کدہ	کیا ژند و استا کو آتش زدہ

بیانِ سناد

بکسر سین مہلہ و فتح نون و سکون الف و وقف دال مہلہ اشباع (یعنے حرف دخیل کی حرکت) اور حذو (یعنے ردف و قید کے ماقبل کی حرکات) کے اختلاف کا نام ہے اسی نام سے مشہور ہی اختلاف حروف ردف اور قافیہ کا تفصیل اسکی یہ ہی۔

(۱) اشباع یعنے حرف دخیل کی حرکت کا اختلاف ہی۔

غلام سرور

کشتی جو ڈوبی غرق تھی سالم نکل آئی	ویسی ہی بحکم مشر عالم نکل آئی

فگار

کہا ہر ایک نے اُس دم یکا یک	عجب آدم ہے یہ تشکل ملایک

ولہ

پری رویان بہت گانے مین ماہر	وہان تھین صف بہ صف حاضر برابر

ایاز محمد خان بھوپالی

جواہر سبھی رام حاضر کئے	گل زر کو عاقل نے نچھاور کیے

سودا

نہ ہے تعدیر ہے اُسکی سراسر	ہے کیا دانش جو ہووے اُسپہ دائر

تراب

کیا نام خدا در دُبھری اُس کی صدا ہے جو اہل ارادت ہین سو مرشد کی طلب مین	کوئی فکر کرے بوجھے تو کیا اُتی ہی سارس کوئی ہند کو آتے ہین کوئی جاتے ہین فارس

میر حسن

وہ ظاہر مین ہر چند ظاہر نہین	پہ ظاہر کوئی اُس سے باہر نہین

باہر محاورۂ اُردو مین ہائے ہوز کے فتحہ سے مستعمل ہو چنانچہ آتش کہتے ہین ۔ ع

باغ سے کونسا نکلا ہے گل تر باہر	آپ سے ہو گئے ہین سرو صنوبر باہر
شہر مین جی نہین لگتا کسی صورت میرا	مرد سودائی ہون پھرتا ہون مین باہر باہر

نامۂ قلق

پوچھے طرزِ لباس کیونکر ہے	کبھی جامے سے اپنے باہر ہے

مومن

سنتے ہی اُس کے مین آنے کی خبر	پردے کے واسطے آیا باہر

داغ

رشک کہتا ہو کہ قاصد کے ملا اُسنے عطر	کہ مرے نام کا خط اب بکے معطر آیا
شب وعدہ نہوا ایک جگہ مجکو قرار	صبح تک مین کبھی گھر مین کبھی باہر آیا

اگر روی کے ساتھ حرف وصل ملکر متحرک ہو جائے تو حرکت اشباع کا اختلاف جائز ہو جیسے حاضری اور داوری ۔

(۲) ردف کے ماقبل کی حرکت کا اختلاف اور یہ ردف بالالف مین ممکن ہی نہین باقی صورتون مین روا ہی جیسے نور بالضم کا قافیہ دور بالفتح سے اور دِیر بالکسر کا قافیہ سَیر بالفتح سے ۔

مثال اختلاف حذو کی ردف باواؤ ور دف بالیا مین ۔

اشرف خلف تفسیر سورۂ یوسف

کرامت ہو عبرت ہو ہیبت ہو زور	محبت امانت ہے کر تو یہ غور

یار محمد خان شوکت

سپہدار حارث تے با زور و شور	بہت جب کیا پست کرنے کا طور

غوث

کوئی مال چھینے کسی کا بزور	کسی پر کرے تھا کوئی ظلم و جور

علی مصنف خجستہ لقا

بٹیر و نکے بیٹھے درختون پہ جوق	پھرین قمریان ڈال گردن مین طوق

سودا

ایک دن مرزا گئے کرنے کو سیر	ہو گئی اس مین ٹک اک طعمہ کو دیر

ولہ

تھا غرض ہر جانور پر کیا وہ شیر	گر پرند اس سے بچا سو ہے وہ طیر

(۳) قید کے ماقبل کی حرکت کا اختلاف جیسے۔

علی

وہ لپشواز کی چین آفت کی لہر	گرے جس سے گرداب حیرت مین مہر

بلاقی داس مصنف رسالہ دلشاد جہان

پوچھا کھانے کو کہا اُس نے کہ زہر	نوش باد اُسنے کہا از روے مہر

ملشی

ہوئی بعد سلطان پوران دخت	وہ شش مہ رہی بیب دیہیم و تخت

سودا

اُٹھ گیا افسوس اپنے عصر سے	کم نہ تھا وہ بھی عزیز مصر سے

میر

نہ کلنگ نہ تیتر رہا دشت مین	نہ غمخوار کا آیا نظر کشت مین

تنبیہ جو مثالین ہم نے ردف مین ذکر کی ہین وہ قید مین بھی وارد ہو سکتی ہین۔
اگر حرف روی متحرک ہو جائے تو اختلاف حذو خواہ ردف مین ہو یا قید مین مضائقہ نہین ورنہ ناجائز ہے۔

(۴) حرف ردف کا اختلاف اشعار عرب مین جائز اور شائع ہے لیکن زبان فارسی مین کسی طرح جائز نہین اور ریختہ مین بھی کار کو دور کے ساتھ قافیہ نہین کرتے بلکہ اختلاف ردف کو بیحد معیوب سمجھتے ہین جیسے ؎

یار کے ساتھ غیر کو دیکھا	پہلوے گل مین خار کو دیکھا

(۵) حرف قید کا اختلاف معیوب ہے لیکن قدماے فارسی و ریختہ کے کلام مین بہت پایا جاتا ہے خواہ دونون لفظ مختلف قریب المخرج ہون یا نہون اور اول بہت معیوب نہین۔ مثال۔

سودا

نہایت اک کنیز کہنۂ عصر	کہ دلکش نظم سے جس کی ہر اک نثر

ولہ

چنانچہ مین جو یہ قصہ کیا نظم	کہ ہووے تا قیامت رونق بزم

یار محمد خان شوکت

دوبالا ہوئی آتش جنگ گرم	نہ دیکھی تھی بہرام نے بھی یہ رزم

منشی

ہوا بلخ مین چینیان کو جو دخل	کیا بلخیون کو اسیر اور قتل

قلق

فرش کی جا ہے فرش دامن دشت	زیب دیتی ہی صدر بیخودی کی نشست

عبرت

برہمن کو وہان ہے رزق حاصل	ہے بدکار و نکو اُس سے فسق حاصل

علی

زمانے مین ہے آج یکتاے عصر	کرون کیا بیان خوبی نظم و نثر

محمد بخش مہجور مولف نورتن

اور جن کو نہین ہے اس مین دخل	اپنے نزدیک ہین وہی سب بے عقل

مرزا ابوالقاسم ابن مولوی محمد عباس رفعت

ایک زبان کہتے ہین سب اہل عقل	ہیگی بہت خوب یہ واللہ نظم
عرش سے تا فرش یہ ہے غلغلہ	روح فزا نظم ہے تاریخ ختم

فگار

ہزارون اشتر و فیل سیہ مست	کہ ہو دریاے نیل اس فیل سے پست

مثنوی سعدین

سب حسینوں سے اُسکی وضع نئی
بخدا بانکپن کی قطع نئی

شاہ یار

ورق رد کش شعلۂ مہر ہو	بھرا خالی نقطون مین اک سحر ہو
سمجھتا تھا وہ ہر برہمن کی قدر	لکھا ایک تھا جو کچھ کیا اُس کی نذر

انیس

نے سر تھا ازل سے تھی خطا اصل مین جسکی	مارا اُسے ویندار نہ تھا نسل مین جسکی

بعض اختلاف حذو اور اختلاف اشباع کو داخل اقوا کہتے ہین اور بعض محققین نے اختلاف توجیہ کو بھی اسناد مین داخل کیا ہی اور ہمنے جو اختلاف توجیہ کا نام اقوا لکھا ہے وہ اُن کے نزدیک اختلاف مجرے کا نام ہے۔

بیان ایطا

ایطا بکسر الف ویاے معروف وطاے مہملہ پامال کرنا صاحب کشف اللغات نے جو ابطا بباے موحدہ لکھا ہی خطا کی ہی اور اصطلاح مین اُسے کہتے ہین کہ قافیہ مین معنی واحد پر تکرار حروف زائدکی مع بغیر موافقت روی کے اور اُسکی دو قسمین ہین خفی اور جلی **ایطاے خفی** وہ ہی کہ حرف زائد کی تکرار خوب ظاہر نہو جیسے دانا اور بینا کہ اگرچہ الف انمین زائد اور مکرر ہی لیکن بسبب کثرت استعمال کے جزو کلمہ معلوم ہوتا ہی اسی مثال مین صاحب غیاث نے آب وگلاب بھی لکھا ہے۔

سودا

دال روٹی اگر جو گھر مین پکے	پوچھ بھر گھی کبھی نہ اُس مین رُپے

پکے اور رُپے مین یاے تحتانی حرف زائد ہی اسکو حذف کردین تو روی مین اختلاف ہو جائیگا۔

دبیر

بستی مین بسے یا کوئی جنگل مین بسے ہین	خدمت کو کوئی پاس ہی یا سب سے چھٹے ہین

بسے اور چھٹے مین یاے تحتانی حروف زائد ہی جسکے حذف کردینے سے حرف روی کی موافقت باقی نہین رہتی بلکہ توجیہ کا بھی اختلاف ظاہر ہو جاتا ہے۔

ناسخ

معطر اُسکے نہانے سے بسکہ آب ہوا	حباب بحر ہر اک شیشۂ گلاب ہوا

اسی قبیل سے ہی چلو اور رہو کا قافیہ کرنا کیونکہ جمع امر کی علامت حذف ہوجانیکے بعد جو وفا وی مین

موافقت باقی نرہے گی اور **ایطاے جلی** وہ ہے کہ اُس مین تکرار ہوتی ہے جیسے چلتا ہی اور کہتا ہی۔ جانے والا اور رونے والا۔ قادران اور فاضلان دیکھے اور جاوے چاہنا اور مانگنا پس تا ہی چلتا ہی اور کہتا ہی مین اور نے والا جانے والا اور رونیوالا مین اور وے دیکھے اور جاوے مین اور نا چاہنا اور مانگنا مین اور الف و نون قادران و فاضلان مین مکرر زائد واقع ہوے ہین اگر ان کو حذف کر دین تو حرف روی مین اختلاف ہو جائے گا اور ایطا مین یہی قاعدہ کلیہ ہی کہ جب حروف زوائد علامت کو کسی کلمے کے آخر سے دور کر دیا جائے تو قافیہ درست نرہے اسطرح کے الفاظ کا ایک بیت کے قافیہ مین لانا درست نہین ہان اسطرح اگر قافیہ کیا جائے تو درست ہی جلتا ہی چلتا ہی جانے والا آنے والا دیکھے لیوے چاہنا کراہنا فاضلان فاصلان اس قسم کے الفاظ کا قافیہ بے عیب ہی اگر کوئی حرف زائد ان سے گرا دیا جائے تو بھی روی کی موافقت مین فرق نہ آئے گا ذریعے لطافت مین لکھا ہی کہ جو حروف روی پر زائد ہون اُن کو گرا دینے کے بعد اگر روی دونون مصرعون مین موافق نرہے تو قافیہ کے معیوب اور غلط ہونے مین شبہ نہین اس وجہ سے یہ کہنے کا حق حاصل نہین کہ متقدمین فارسی مین ایسا قافیہ لائے ہین اور بعضون نے کہا ہی کہ اختلاف تصریف کا نفی اور اثبات مین جیسے کر اور مت کر مقتضی تکرار قافیہ نہین۔

میرتقی

دیکھے سب لوگ پھر کے چارون اُلگ
شخص ہمت کے دل کے ہاتھ نہ مانگ

مردمی ناتلی ہو عجائب سوانگ
مانگے ہی تو جو کچھ خدا سے مانگ

جو کہے ہی سو تو علی سے کہہ

مرزا نوشہ غالب نے لکھا ہی کہ ایطا اُسے کہتے ہین کہ دو کلمے ایک صورت کے ہون جیسے الف فاعل گویا اور بینا اور شنوا کا اور ایسا ہی الف و نون جمع مثل چراغان و جوانان کے اور ایسا ہی الف و نون مانند گریان و خندان کے پس اگر یہ مطلع مین آپڑے تو ایطاے جلی ہے اور اگر غزل یا قصیدے مین بطریق تکرار قافیہ آئے تو ایطاے خفی ہی اہل خرد نے خاک اُڑائی ہی اور بات بنائی ہی اور خفی و جلی کی تفسیر مین وہ لکھا ہی کہ صاحب طبع سلیم کبھی اُسکو نہ سمجھے چہ جائے آنکہ ملنے مثال **ایطاے جلی** کی۔

سودا

نکی مشرف کے گھر لگاؤن گا
اور پیچھن تر انکالون گا

لگاؤ نکالا اور نکال تو نکا مین الف اور لام روی ہین کیونکہ دراصل لگا اور نکال ہین اور اُنکے مابعد کے

حروف زائد ہین جنکے حذف کر دینے سے حروف روی مین موافقت نہ رہیگی۔

شاہ رحمان

بوقت سحر اُس کو مار رینگے ہم	لہو خاک مین اُسکا ڈالینگے ہم

مارینگے اور ڈالینگے مین (ینگے) حروف زائد ہین جنکے حذف کر دینے کے بعد روی مین اختلاف پیدا ہو جائیگا۔

اسی قبیل سے ہے یہ بند امانت کے مخمس کا۔

اُدھر سے اُجڑے ہوے کاروان جو گذرینگے	ہر اک کو ہنے مسافر کا ہم پتا دینگے
نہ کب تلک دل گم گشتہ کی خبر لینگے	پھرا جو کوچہ کاکل سے کوئی پوچھینگے

اُسکا ہو لٹ گیا رستے مین قافلہ دلکا

ناسخ

کتنی ہی جھلیون مین لپٹا ہے	صدمون سے امن مین وہ رہتا ہی

لپٹا اور رہتا مین تاے ثقیل اور ہاے مختفی روی ہین اور مابعد انکے حروف زائد ہین۔

؎

ہمیشہ دست دل سے پاے کوبان	پریشان مثل زلف ماہرویان

دونون مصرعون مین الف و نون زائد کو گرا دینے کے بعد حروف روی مین موافقت نہین رہتی۔

سخن مؤلف سروش سخن

لا ساقی وہ شراب کہ جسمین ہون مستیان	پی کر جسے مین توڑون سبو اور گلابیان

مستیان اور گلابیان مین (یان) حروف زائد ہین جو حذف کر دینے سے دونون قافیون کی روی مختلف ہو جاتی ہے۔

میر شیر علی افسوس

رکھے سیپارۂ گل کھول آگے عندلیبون کے	چمن مین پھول گویا آج ہین تیرے شہیدون کے

عندلیبون اور شہیدون مین (ون) زائد ہین جن کے حذف ہونے کے بعد روی مین اختلاف آجائیگا۔

معصوم علی

تو انیس دل غریبان ہے	مرحم زخم سینہ ریشان ہے

دونون مصرعون مین الف اور نون جمع کی تکرار ہے۔

انقلاب ٹرکی مولفۂ ہاتف

نہین دیکھتے دوست دشمن کی آنکھین	لگی ہین رقیبون کی کیا کیا نہ گھاتین

عبرت

رکھین مالن نے پیش شاہ خوبان	یہ رکھ کے عرض کی پھولونکی چھڑیان

خوبان اور چھڑیان مین (ان) زائد ہین۔

سودا

پٹکا گاڑھے کا کب تلک باندھون	موٹی شلوار تا کجا پہنون

باندھ اور پہن۔ کے حروف زوائد کو حذف کردیا جائے تو رویین موافقت باقی نرہے۔

ولہ

پیراہن تیس گز کا باندھون گا	سرخ ہی باندھنوکا پہرون گا

اگر باندھونگا اور پہرونگا کے حرف زائد کو حذف کردیا جائے تو روی مین موافقت باقی نرہے متعارف نسخون مین پہرونگا ہو اگر اسکی جگہ پہنون گا ہو تب بھی وہی قباحت باقی ہے۔

ولہ

تو مین جامہ بھی اُس کا بنواؤن	اونچی چولی کا تنگ سلواؤن

بن اور سل مین نون اور لام حروف اصلی ہین باقی زوائد جنکے حذف کرنے کے بعد حرف روی کی موافقت باقی نہین رہے گی۔

اسی قبیل سے ہے

انیس

ہر سمت تھی سنان پہ سنان مثل خارزار	ہر صف مین تھی سپر پہ سپر مثل لالہ زار

زار کلمہ زائد ہے جس کے دور کردینے سے روی کی مطابقت نہین رہتی اور زار کا زائد اور مکرر ہونا خوب ظاہر ہے۔

منشی

لیا خسروِ نامور نے خراج ۔۔۔ دیا اُس کو ہر تاجور نے خراج

نامور اور تاجور مین در کلمۂ زائد کے دور کرنے سے حرف روی کی مطابقت نہین رہتی اور ور کا زائد اور مکرر ہونا ظاہر معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی ایطاے جلی کے قبیل سے ہی کہ قافیہ مین کلمۂ واحد کی معنی واحد پر تکرار ہو یعنی ایک لفظ ایک معنے مین مکرر لایا جائے جیسا کہ اس مطلع مین۔

میر درد

مدرسہ یا دیر تھا یا کعبہ یا بتخانہ تھا ۔۔۔ ہم سبھی مہمان تھے وان وہ ہی صاحب خانہ تھا

دیوان نعیم کے قلمی نسخے مین ایک غزل دیکھی ہی جسکے مطلع مین ایطا ہے۔

جفا پیشہ ہو جو کوئی کسی کا درد کیا جانے ۔۔۔ تکلف برطرف ظالم کسی کا درد کیا جانے
کسی نے اُس سے پوچھا میرے تئین یہ کون ہی سچ کہہ ۔۔۔ کہا ہنسکر مین کیا جانون اسے میری بلا جانے

بشیر خان لکنت

ہزارون ہمنے گل کھلائے بدن پر ۔۔۔ فدا جب سے ہوے اُس گلبدن پر

اور یہ کہنا کہ گل بدن اسماے معشوق مین سے ہی تفرقہ معنی ہو کر قافیہ جائز ہی درست نہین اگرچہ شعرا بسبب زور طبیعت کے ایک لفظ کو ایک ہی معنی پر قافیے مین کئی طرح سے لاتے ہین لیکن مطلع غزل وقصائد اور اشعار مثنوی وقطعات مین جائز نہین چنانچہ انشا نے ایک غزل اسی قسم کی لکھی ہی لیکن اُسمین قافیہ کا مطلع مین مکرر نہ لانیکا اشارہ کر دیا ہے کہتے ہین۔ ؎

اس زمین مین وہی اک بلغ لگا ہی انشا ۔۔۔ جو کہ طوبے کی بھی چوٹی کو کتر لیتا ہے
یعنی اور ایسی غزل لکھ کہ بس اک مطلع چھوٹ ۔۔۔ جس مین ہر بحر کے یہی آوے تبر لیتا ہے

میر یار علی متخلص بہ جان صاحب اس غزل کے قافیہ مین ایک لفظ کو ایک ہی معنی مین بار بار لایا ہی ؎

مر جاؤن تو نہ آئے وہ بندی کی گور پر ۔۔۔ کیا ہون گدھی مین جان دون بہرام گور پر
پر ولنے باجی صبح سے مرتے ہین شام تک ۔۔۔ روتی ہی شمع رات کو عاشق کی گور پر

کل غزل کا یہی طور ہی بجز مطلع کے کہ اس مین لفظ گور تجنیساً واقع ہی اور مصرعون مین بجز معنی فرق نہین ہین۔ خواجہ محمد مرتضے خان بقا نے چودہ شعر کی غزل لکھی ہی جسمین تین مطلع ہین تیسرے شعر کے دوسرے مصرع مین سو قافیہ ہی اور جائیگا ردیف باقی تمام شعرون مین یہی قافیہ اور ردیف ہے اور اس قافیہ کو بارہ شعرون مین نئے نئے مضامین کے ساتھ باندھا ہی۔ ؎

ہوش ہر مایۂ افساد کا کھو جائے گا
آپ جاگینگے تو فتنہ ابھی سو جائیگا
دل کی بیتابی کا قصہ مین سناؤن کسکو
ایک ہشیار وہ عیار ہی سو جائیگا

مولوی عبداللہ کانپوری عزم تخلص کی ایک غزل ہی جسکا مطلع یہ ہی ۔

سُنا جو تار عنقا کی نظر کا
پری وہ بال ہے تیری کمر کا

گیارہ شعر کی غزل ہی باقی تمام شعرونمین قافیہ کمر ہی یہ دو شعر بھی اُسی کے ہین ۔

نہ ہو جو عضو وہ عیب بدن ہے
نہونا وصف ہے یان تو کمر کا
جسے کہتے عدم ہین وہ یہی ہے
مین سمجھا مرکے یہ نکتہ کمر کا

امانت کی ایک غزل بیس شعر کی ہی مطلع مین تو جان اور ہڈیان قافیہ ہی باقی تمام شعرونمین ٹہان قافیہ کیا ہی رباعی اور مسدس وغیرہ اقسام مسمط کے بندونمین ایطا بالکل جائز ہی جیسے مرزا دبیر کے مرثیے کا ان بندونمین

اب عقل ہماری یہی کرتی ہی گوارا
لشکر پسر فاطمہؑ کا کٹ گیا سارا
عباس بھی پیارا ہی اور اکبر بھی ہی پیارا
ان دونون کا مرنا نہوا شہ کو گوارا

ولہ

اب مرحِ چشم حر کی نکیون فرض عین ہو
جسپر کہ عین عفو جناب حسینؑ ہو
مدِ نظر جسے دل زہرا کا چین ہو
وہ عین کیون نہ شیعونکو پھر فرض عین ہو

ولہ

کہنے لگا پکار کے یون شمر بد شعار
بس رو چکے اسیر مون اونٹونپہ اب سوار
تاکید کر رہے تھے ہزارون ستم شعار
پر چھوڑتی تھین لاش کو بیوین نہ زینہار

انیس

چار آئنہ والونکو نہ تھا جنگ کا یارا
چورنگ تھا سینہ تو کلیجہ تھا دو پارا
کہتے تھے زرہ پوش نہین جنگ کا یارا
بچ جائین تو جانین کہ ملی جان دوبارا

جوشن کو سنا تھا کہ حفاظت کا محل ہے
اس کی نہ خبر تھی کہ یہی دام اجل ہے

امانت

عشق کے نام سے آگے نہ خبر تھی واللہ
حال یون دل کا نہ تھا حسن پرستی سے تباہ
چھیپتی آنکھ حسینو نسے سدا تھی واللہ
دیکھتا تھا کسی معشوق کو بھر کر نہ نگاہ

کوئی کہتا تھا جو عاشق تو مین کٹ جاتا تھا
اچھی صورت پہ کبھی دل نہ تڑپ جاتا تھا

رباعی ناسخ

وہ مومن افضال آلٰہی سے ہین
ہے مصرعۂ تاریخ بقول ناسخ
خورش رات دن افضال الٰہی سے ہین
وہ مومن افضال الٰہی سے ہین

اس رباعی کا مصرع اول وچہارم ایک ہی اسلیے ایطاے جلی واقع ہوا ہی اور مصرع ثالث مین بقول ناسخ لکھدینے سے عیب کا تدارک کچھ ہو گیا ہی - خواجہ نصیر الدین طوسی کے قول سے معلوم ہوتا ہی کہ مثنوی اور مسدس وغیرہ اقسام مسمط مین اگر ایطا واقع ہو تو مضائقہ نہین چنانچہ فرماتے ہین "در قوافی مسجھا و مثنویہا وخانہاے مربع و مسمط استقصاے بسیار نکنند و استعمال بعضے عیوب روا دارند" الغرض ایطاے جلی سخت عیب ہے اور ایسے قافیے کا استعمال بہت نازیبا و قطعاً ناروا ہی لیکن غزل خواہ قصیدے مین چودہ شعر کے بعد لانے کا مضائقہ نہین اور تکرار ایسے قافیے کی ردیف والی غزل مین یکبار اور قصیدے مین تین بار تک روا ہے مگر مطلع مین قبیح محض ہی اور تکرار قافیے کی جتنی زیادہ قریب ہوتی ہی اُتنی ہی معیوب زیادہ ہوتی ہی پس سات بیت سے کم کے بعد تکرار قافیے کی نکرنی چاہیے اگر سات بیت کے بعد تکرار واقع ہو تو زیادہ معیوب نہین کیونکہ کم سے کم اشعار قصیدہ کی تعداد سات شعر ہے پس جبکہ سات بیت کے بعد قافیہ مکرر آئیگا تو یہ فرض کیا جائیگا کہ گویا اعادہ دوسرے قصیدے مین ہوا ہی اور اگر لفظ کی تکرار دوسرے معنے مین ہو تو وہ ایطا نہین بلکہ تجنیس ہے جیسے۔

تسلیم

کبھی دیکھے سُنے نہ ایسے کان
لکھون کانون کو نازکی کی کان

میر

وہین مچھلی بکتی تھی دمڑی کی سیر
و لیکن نہ کھاتا تھا ہو کوئی سیر

ہادیعلی بیخود

یہ کافر ہی درخشان آسمین وہ مانگ
دل مجنون کو جو لیلی سے لے مانگ

صاحب برہان قاطع شاگان خفی وجلی کی تفسیر کے بعد جو فارسی مین ایطاے خفی جلی کے نام ہین لکھتا ہی کہ ایسا قافیہ غزل بلکہ قصیدہ بھر مین ایک جگہ لانا جائز ہی مثلاً جس قصیدے مین کہ قافیہ نہان و گران

اور جہان ہو روا ہی کہ اسپان لائین اسلیے کہ فقط ایک جگہ سے تکرار معنی لازم نہین آتی اور پھر خران لانا جائز نہوگا کیونکہ الف و نون اسپان و خران مین ایک معنی مین ہی اور رضا قلی خان ہدایت انجمن آرای ناصری مین لکھتا ہی کہ مفرد کو جمع کے ساتھ قافیہ کرنے کو شائگان جلی کہتے ہین جیسے دلبران اور مردمان کو جان اور زبان کا قافیہ کرین اور مفرد کو اسم فاعل کے ساتھ قافیہ کرنے کو شائگان خفی کہتے ہین جیسے گویا اور بینا اور شنوا کو معما اور زلیخا اور یغما کے ساتھ قافیہ کرنا۔

محمد بن قیس کا قول ہی کہ جس قافیے مین روی حرف اصلی نہو وہ شائگان نہین ہی جیسے دلبرا اور فنا اور حرف زائد اُس وقت شائگان ہی جب قوافی مقید مین واقع ہو نہ قوافی موصول مین۔

پس میر کے اس شعر مین ؎

وقت یکسان تو نہین ای دوستان	اب یہی ہی ہر زمان ورد زبان

ایطاے جلی ہے۔ کیونکہ دوستان جمع ہے اور زبان مفرد ہے۔

بہت ہمنے دیکھے وزیر و شہان	ولہ	شکار ایسے دستور سے تھا کہان

شہان جمع ہی اور کہان مفرد۔

وحید

زیر و زبر مین ناوک سرکردہ کمان	ہین پیش نہ اہوا رونکی گویا کنوتیان

کمان مفرد ہی اور کنوتیان جمع ہے اور مرزا دبیر کے اس شعر مین ایطاے خفی ہے۔

مین اُسکا پسر ہون جو خدا کا ہی شناسا	فرزند ہون اُسکا جو نبی کا ہی نواسا

کیونکہ شناسا مین الف فاعلیت کیلیے ہی اور نواسا کا الف اصلی ہے۔

نسیم

شہ نے کہا سُن وزیر دانا	لے دیکھے سُننے کو کس نے مانا

حالی

حنین ابن اسحاق قیس دانا	ضیا ابن بیطار راس الاطبا

ناسخ

تا نبات و شجر مین لے دانا	مادے میوونکے ہون سب پیدا

اور خواجہ نصیر الدین طوسی نے لکھا ہی کہ جب قافیہ مرکب سے ایک جز مکرر واقع ہو اور سب جگہ معنی واحد پر آئے اُس قافیہ کو شائگان کہتے ہین جیسے الف و نون جمع اور الف فاعلیت کا اور یاے تنکیر

ومصدری وغیرہ اور مراد شائگان سے کثرت نامحدود ہے اسواسطے کہ گنج شائگان اُس گنج کو کہتے ہین جسمین مال بہت اور بیحد ہو اور قافیہ شائگان مین بھی تکرار ایک معنی کی بکثرت ہی اور شائگان کے معنے لغت مین بیگار کے بھی ہین یعنی وہ کام جو حاکم کے حکم سے بے مزدوری کیا جائے اور جس طرح بیگار کا کام ناقص و خراب ہوتا ہے اسیطرح اس قسم کا قافیہ بھی بسبب بے اہتمامی اور نقصان و خرابی کے بیگار سے مشابہ ہی یا یہ امر بھی بے مزدوری کے کام کی طرح تکلم کا ہے اور تعلق شاہ و حاکم سے رکھتا ہے مردف شعر مین شائگان کا ردنا حرف گیری کے قابل نہین رہتا کیونکہ ردیف عیب قافیہ کو چھپا دیتی ہی جیسے

حالی

فسون جب یہ پڑتی نہین کارگرہ	تو کرتی ہے آخر کو دریوزہ گر ہو

ولہ

پڑا غلغلہ جنکا تھا کشورون مین	وہ سوتے ہین بغداد کے مقبرون مین

پہلے شعر مین علامت فاعلیت کی تکرار ہے اور دوسرے شعر مین علامت جمع کی تکرار ہی اور دونون جگہ ردیف نے تکرار کے عیب پر پردہ ڈالدیا ہے ؎

طاوس کو ناچنا بتایا	کوئل کو الاپنا بتایا

ناچنا اور الاپنا مین علامت مصدر کی تکرار ہی غزل اور قصیدے مین قافیہ اول مصرع کا چاہیے کہ اور ابیات کے مصرع اول مین مکرر لائین کہ اسکو ذوالمطالع کہتے ہین اور یہ خارج ہی عیب ایطاسے جیسے

ذوق

کیا غرض لاکھ خدائی مین ہون دولت والے	انکا بندہ ہون جو بندے ہین محبت والے
چاہین گر چارہ جراحت کا محبت والے	بیچین الماس و نمک سنگ جراحت والے
گئے جنت مین اگر سوز محبت والے	تو یہ جانو رہے دوزخ ہی مین جنت والے

ناسخ

پہنے وہ صنم جو پیرہن زرد	ہو جائے سفید یاسمن زرد
پہنا ہے جو تونے پیرہن زرد	یان ہے یرقان غم سے تن زرد

ولہ

مستی سے ہوتا ہے جو اُس کا دہن کبود	یان سنگ کو دکان سے ہی سارا بدن کبود
مستی سے کرتے ہو ہمیشہ تم دہن کبود	نازک یہ ہو مجھ ہین کہ گیت گا سخن کبود

داغ

دل نہ ہا سینے مین دم کی طرح تم مرے دل مین رہو دم کی طرح	ٹوٹ گیا تیری قسم کی طرح دم نہ سہی حسرت و غم کی طرح

لیکن مصرع دوم مین بچا ہیے ورنہ ایطا ہوگا۔

بیان معمول

معمول اُسے کہتے ہین کہ ایک جگہ قافیہ لفظ واحد ہو اور ایک جگہ ترکیب سے حاصل ہو مرزا قتیل نے چہار شربت مین لکھا ہی کہ معمول مین بنا قافیہ کی تلفظ پر ہوتی ہی لہذا اُسکی بیشی حروف کی کتابت کی رو سے قابل اعتبار نہین اور مرزا موصوف نے رسالے لطافت مین کہا ہی کہ اگرچہ معمول کو آج کل صنائع مین شمار کرتے ہین مگر در اصل قافیہ کا عیب ہے بہرکیف یہ دو طرح پر ہی ایک ترکیبی دوسرا تحلیلی ترکیبی اُسے کہتے ہین کہ قافیہ پورے دو کلموں سے مرکب ہو مثلاً۔

مرزا دبیر

صادق مثال شمس و قمر کی نہ آئے نہ	کیا تاب مُنھ تو دیکھو جو بر رو ہو آئنہ

خوشتر

خوش آئی رام کو جب خاکساری	ملی اسپنے بدن پر خاک ساری

امانت

یا نون آخر کو مرا اور تری پشیمانی ہے	جو مین کہتا ہون وہ اک دن ترے پیش آئی ہے

غالب

نکتہ چین ہی غم دل اُسکو سُنائے نہ بنے مین بلاتا تو ہون اُس کو مگر اے جذبۂ دل	کیا بنے بات جہان بات بنائے نہ بنے اُسپہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

ضمیر

کس سے ای چرخ کہون جا کے تری بیدادی	جو ہی دنیا مین سو کہتا ہی مجھے ایذا دی

دبیر

مین اُسکا پسر ہون جو خدا کا ہی شناسا	فرزند ہون اُسکا جو نبی کا ہی نواسا
جان اُسکی ہون پانی نہ ملا جسکو ذرا سا مین وہ ہون پدر جسکا ہوی ورد سے پیاسا	

مومن

ایک دن جی زیادہ گھبرا یا
جانِ بیتاب کو نہ صبر آیا

ناسخ

آیا نہین وہ ماہ مہینے گذر گئے
رویا مین اسقدر کہ سفینے گذر گئے

پیہم جو لُٹنے کی صف عشاق پر نگاہ
پلیٹون سے تیر توڑ کے سینے گذر گئے

ہی حشر سے زیادہ جلو خانہ آپ کا
مجرائیون کے سر سے پسینے گذر گئے

وہ یار ہم پیالہ وہ ساقی وہ مے کہان
سب اپنی میکشی کے قرینے گذر گئے

پوچھا جو رو کے یار نے ناسخ کے حال کو
ہنسکر کہا رقیب شقی نے گذر گئے

منت

مدعی اُس سے سخن ساز بہ سالوسی ہے
پھر تمنا کو یہان قرد کہ پابوسی ہے

تہمت عشق عبث کرتے ہین منت مجھپر
ہان مگر ملنے کی خوبانسے تو اک خو سی ہے

تحلیلی وہ ہی کہ ایک لفظ کے ٹکڑے کئے سے قافیہ حاصل ہوتا ہے یعنے ایک لفظ کے ایک جز کو قافیہ مین شمار کرین اور ایک جز کو ردیف مین داخل کرین جیسے قاتل قضا اور بسمل قضا اور بالقضا بسمل قافیہ قاتل اور بسمل کے مقابل کیا اور قضا کو ردیف مین داخل کیا جیسا کہ میر درد کی اس غزل مین شررا اور نظر وغیرہ قافیہ ہی اور سے ردیف ہے

ہمچشمی ہے وحشت کو مری چشم شرر سے
آتی ہی نظر پھر وہین غائب ہو نظر سے

کیون تیغ تری دشمنی کرتی ہی مرے ساتھ
مجکو تو نہین کام کسو کی بھی کمر سے

اسطرح کے رونے سے تو دل پھٹ کے ہی
ایکاش یہ ابر مژہ دل کھول کے برسے

بر قافیہ ہی مقابل نظر اور شرر اور کمر کے اور سے ردیف ہی۔

دلاور خان بیرنگ

نہین مطلب سمجھے کچھ باغبان اور
دوانا ہون مین گل کے رنگ و بو کا

سدا بیرنگ رہ غفلت سے مدہوش
مثل مشہور ہے سو یا سو چوکا

ذوق

ساقیا ہون جو صبوحی کی تہ عادت والے
صبح محشر کو بھی اٹھین ترے متوالے

ہے جون شیشہ و ساعت وہ مکدر دونون
کبھی مل بھی گئے سو دل جو کدورت والے

کس مرض کی ہین دوا یہ لب جان بخش ترے	جان بلب ہین ترے آزار محبت والے

مومن

کسے ہو چھیڑنے کو میرے گر سب ہین مرے بس مین	نہ دون ملنے کسی معشوق او عاشق کو آپس مین
اگر مشہور ہوا افسانہ اپنی بت پرستی کا	برہمن کیا عجب ایمان لے آئین بنارس مین
رقیب بوالہوس نے رونما مین تیرے کب جان دی	وہ نو وارد ہے کیا جانے دیا رعشق کی رسمین
نہ مین اپنا نہ دل اپنا نہ تم میرے نہ جان میری	اثر کس کس کو ہو یہ بھی اگر فریاد بے کس مین
ذرا سمجھو تو جان من وصال غیر پر ہر دم	مر یجان کون ہو یہ کسکی جھوٹی کھاتے ہو قسمین

امانت

رفتار کے چلن سے غضب دل لبھا لیے	چھوٹے سے سن مین یار بڑے تم ہو چلبلے

انشا

سمند ناز پہ وہ شہسوار جو نکلا	تو غل سا مچ گیا بازار بیچ بیچ کا
لچک سی آگئی ہو شاخ گل کے شانے مین	خدا کے واسطے اپنی کمر تو مت لچکا
جو خوب سوچو تو ہو نام جسکا استغنا	وہی تو اصل ہو انشا ہزار لاچ کا

سوز

جو دل کہ تھا الہی اُس دلربا کے گھر سا	خالی پڑا ہے اب یون اُجڑا ہوا نگر سا
ساتون فلک کے دلمین سوراخ دیکھیے کچھ	نکلی اگر جگر سے یہ آہ عرش فرسا
شاید کہ اپنے گھر کی دی اُسنے خاک ردبی	خورشید کی کلہ پر کچھ تو دھرا ہو میا

جرأت

دیکھ زخمی مجھے اب کو چہٴ قاتل والے	ہنسکے کہتے ہین کہ آزخم جگر سلوالے
عشق کا جو ہو دل افگار سو بچتا ہی نہین	گرچہ قسمت سے ہون جان بر مرض سل والے
اب بجز حشر ملاقات ہماری معلوم	ٹک دم تیغ کوئی اُس سے ہمین لگوالے
آج گلشن مین مبارکباد بہاری آئی	غنچہٴ دل کو ہمارے بھی کوئی کھلوالے

نوا

اُس پہ پے حنائی پر نظر کھتا ہون جو مین سر کو
کس ناز سے وہ ہنسکر کہتا ہو کہ بس سر کو

آتش

ہاتھ سے تیرے لکھی ہو جو نوِیِ قاتل قضا
دل نہ دونگا پیشتر سے دیکھا ہون یار کو
زندگی سے تنگ ہین ہم بھی رضینا بالقضا
جان حاضر ہے جو مجھسے ہوتی ہو سائل قضا

دے دو پٹہ تو اپنا ململ کا
در دسر مین جو سر رگڑتا ہون
لکھون ناسخ جو وصف چشم سیاہ

ناسخ

ناتوان ہون کفن بھی ہو ہلکا
تیرا دروازہ کیا ہے صندل کا
ہو سیاہی مین طور کا جل کا

آتش

آئے بہار جائے خزان ہو چمن درست
پر چھاوان اُن کا عاشق و معشوق پر پڑے
سجدہ کرین تجھے بت و زنار توڑ کر
بیمار سال بھر کے نظر آئین تندرست
برسون رہا معاملہ روح و بدن درست
چاہین حقیقت اپنی اگر برہمن درست

ظفر

واہ کیا طرز ستم تجھکو ستمگر یاد ہے
کھیلتا ہے تو جو اُس مارسیاہ زلف سے
اک جہان تیرے ستم سے کر رہا فریاد ہے
کیا تجھے اے دل کوئی کالے کا منتر یاد ہے

ایسا قافیہ ایطا کی طرح غزل مین ایکبار اور قصیدے مین تین بار تک گنجائش رکھتا ہو اور مطلع مین بھی آپڑے تو صحیح ہی بخلاف ایطا کے کہ مطلع مین اُسکا واقع ہونا نہایت معیوب ہو۔

بیانِ غلو

غلو غین منقوطہ اور لام کے ضمّون سے یہ ہے کہ ایک مصرع مین حرف روی ساکن ہو اور دوسرے مین متحرک مثال

مومن

مین اگر آپ سے جاؤن تو قرار آجائے
کر ذرا اور بھی اے جوش جنون خوار و ذلیل
ٹھہر جا جوش جنون ہے تو تڑپنا لیکن
حسنِ انجام کا مومن مجھے بارے ہو خیال
پر یہ ڈرتا ہون کہ ایسا نہو یار آجائے
مجھسے ایسا ہو کہ ناصح کو بھی عار آجائے
چارہ ساز و نگین ذرا دم دلِ زار آجائے
یعنی کہتا ہے وہ کافر کہ تو مارا جائے

اس غزل مین رائے مہملہ روی ہو اور تمام اشعار مین وہ ساکن ہو مگر مقطع مین مفتوح ہو۔

جرأت

کیونکہ بستر پہ کرے پانون وہ رنجور دراز		جسکی خود رفتگی بھی ہو سفر دور دراز	

اس غزل مین رنجور دیجور بطور قافیہ اور دراز ردیف ہے اور اس شعر کے مصرع ثانی مین دور و دراز جو قافیہ اور ردیف ہے اس مین یہ نقصان ہے کہ باعتبار محاورہ اصلی کے دور کی رے کا ساکن کرنا جائز نہین اسلیے کہ دور و دراز عطف کے ساتھ ہو پس پہلے مصرع مین روی ساکن ہو اور دوسرے مین متحرک ہو جیسے اس شعر مین۔

میر دوست محمد صانع

بیا بیکی ق ہم نتوان رسیدن از حرم او		رہ دور و دراز ست اے کبوتر بال و پر بشکن	

اور محاورہ فارسی مین اُردو والے داخل نہین کر سکتے۔ حافظ علیہ الرحمۃ کا یہ مطلع

صلاح کار کجا و من خراب کجا		ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا	

اسی قبیل سے ہے لیکن چونکہ اُنھون نے آگاہ کر دیا پس وہ عیب جاتا رہا اور یہ ایک عجیب نکتہ ہو حاصل یہ ہے (ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا) یعنی فرماتے ہین دیکھنا کتنا تفاوت ہو ایک جگہ حرف روی ساکن ہو اور ایک جگہ متحرک۔ مگر یہان معترض کو گنجایش ہو کہ کہے تفاوت کو ہم جانتے ہین سوال یہ ہو کہ تفاوت تمنے کیون رکھا اسکا جواب پہلا مصرع ہو (صلاح کار کجا و من خراب کجا) یعنی مین عاشق زار دیوانہ ہون صلاح کار سے مجکو کیا کام۔ شعرا کے یہان یہ قاعدہ علے العموم جاری ہو کہ اگر مطلع مین یا اور اشعار مین غزل و قصیدے کے کوئی نقص آجائے اور اسکی اطلاع کر دین تو وہ عیب جاتا رہتا ہے جیسا کہ مذاق بدایونی نے اپنی اس غزل کے مقطع مین ایک امر کی طرف اشارہ کیا ہو۔ ع

	زیارت گاہ ہے وہ کعبۃ اللّٰہی کنشتی کا	کرین شیخ و برہمن اللہ اللہ رام رام آکر
	خضر ہے نام اے خواجہ ترے گھر کے بہشتی کا	ترا نامی گرامی گھر تو ابن ساقی کوثر
	زمین شعر تر مین قافیہ لاؤن مین کشتی کا	مذاق اعجاز خواجہ سے چلاؤن ناؤ خشکی مین

مطلب یہ ہو کہ باوجودیکہ اصل لغت مین کشتی بفتح کاف تازی ہو اور قافیہ مین یہ لفظ یہان پر نہین آسکتا لیکن اعجاز خواجہ سے مین قافیے مین لاؤنگا گو یا ناؤ خشکی مین چلاؤن گا یعنے ناؤ خشکی مین چلانا اور ایسے الفاظ کا قافیہ ایسے موقع پر لانا دونون امر محال ہین لیکن اعجاز خواجہ سے یہ بات ممکن ہے

مولوی صہبائی لکھتے ہین کہ یہ بھی عیوب قافیہ سے ہے اور قریب غلو کے ہے کہ ایک مصرع مین روی حرف اصلی ہو دوسرے مصرع مین حرف زائد تو حرف اصلی کے حکم مین کر لیا ہو جیسے کہ یاے تحتانی لالی کی بمقابلہ یاے اصلی کالی کے۔

فراست نامۂ رنگین

اگر حد سے زیادہ ہووے لالی	اور اُس لالی پہ چتی ہووے کالی

محشر

صف مژگان مین ترے پہلے ہی تیرونگالی ہی	لیکے تاراج کو اُمڈی ہو یہ فوج دکنی

پہلے مصرع مین روی یاے اصلی ہو اور دوسرے مین یاے نسبت زائد۔

میر حسن

زبس شعر کہتے ہین وہ فارسی	ہر اک شعر اُن کا ہے جون آرسی

یاے تحتانی آرسی کی اصلی ہے اور یاے تحتانی فارسی کی زائد ہے کیونکہ نسبت کے واسطے لاحق ہوئی ہے

جرأت

اب بجا مین جان بلب اسوقت ایجا نا نہ ہون
اپنا حال اپنے ہی سے کہتا ہون مین تنہائی مین
اُسکی محفل مین اگر کچھ ڈھب نبے اے دوستو
منھ نہ موڑو نگا تری شمشیر سے قاتل لگا

تیرے اُٹھ جانے سے کافر ہون اگر مر لیتوں ہون
آپ ہی افسانہ گو ہون آپ ہی افسانہ ہون
کیجیو مذکور میرا اُس سے مین ہون یا نہون
نام ہو جرأت مرا اس بات کو مردانہ ہون

حالی

یہان اور ہین جتنی قومین گرامی
تجارت مین ممتاز دولت مین نامی

خود اقبال ہے آج اُن کا سلامی
زمانے کی ساتھی ترقی کی حامی

ولہ

طبیعت مین جو اُسکے جوہر تھے اصلی	ہوے سب تھے مٹی مین ملکر وہ مٹی

میر

آفرین صناع لو گو آفرین
کیا لگایا باغ آکر کا غذین

بقاء اللہ خان بقا

جب دل صد چاک تیرے عشق سے ہمخانہ تھا | کوچہ ہائے زلف مین شبگیر مثل شانہ تھا
ہائے جس گلشن کی ہم کرتے تھے سیرین پیش سال | اب یہ ہوتا ہی گمان سبزہ ہی گویا وان نہ تھا

نواب کلب علی خان والی رامپور

ملا ہزار وسوسے مین مجھسے اک زمانہ ملا | مگر خدا کی قسم تم سا بے وفا نہ ملا
ملا ہی یار تو نواب اتنے خوش کیون ہو | خدا ملا کوئی دولت ملی خزانہ ملا

آتش

رو سے مژہ ان آنکھون نے دلکو دکھا دیا | صیاد نے شکار چھری سے لڑا دیا
تشبیہ دی جو چہرۂ قاتل کے خال سے | گولی نے بے تفنگ نشانہ اڑا دیا
کافر سے بھی نہ ہو جو کیا ناز حسن نے | عاشق کے دل کو توڑ کے کعبے کو ڈھا دیا
ٹھہرا حضور یار نہ ماہ چہار دہ | دن ہو گیا نقاب جو شب کو اٹھا دیا
سودا نے زلف یار کی سر مین جگہ ہوئی | دام بلا مین دل کو قضا نے پھنسا دیا
خط سے ہانہ حسن رخ یار کا فروغ | بجھنے نے اس چراغ کے دلکو بجھا دیا
پوچھا ہے عارفون سے جو ہمنے ہم کہان | آنکھونکو بند کر کے ہے دل کا پتا دیا

ان اشعار مین دکھا اور لڑا اور اڑا اور ڈھا اور اٹھا اور پھنسا اور بجھا اور پتا قافیہ ہی اور دیا ردیف اور الف جو حرف روی ہے کہین حرف اصلی ہے کہین زائد یہ بھی غلو کے قبیل سے سمجھنے کے قابل ہو کہ ایک جگہ روی حرف ملفوظ و مکتوب ہو اور دوسری جگہ حرف ملفوظ غیر مکتوب مثلاً چمنش مصنف بہار دانش کے شعر مین ۔ ۵

بلا لایا گھر مین اُسے دفعۃً | کہا اسے گنی کر کچھ اس کا جتن

ولہ

ہوا سُنکے خوشنود شہ یہ سخن | کیا حکم خرگوش کو دفعتہً

شاعر نے تنوین کو جو نون خطّی ہو نون اصلی کے مقابل روی ٹہرایا ہے تنوین اصطلاح صرف مین نون ساکن زائد کا نام ہے جو لفظ کے آخر مین تاکید کے لیے آتا ہے علامت اُس کی ایک سی

دو حرکتین ہین اسطرح کہ لکھنے مین کسی حرف پر دو فتحے یا دو کسرے یا دو ضمے کر دیتے ہین دو نون حرکتین پڑھنے مین نون ساکن معلوم ہوتی ہین لیکن نون لکھا نہین جاتا میزان الافکار مین لکھا ہی کہ نون تنوین حقیقت مین حرف جدا گانہ ہی جسکو پڑھتے ہین اور لکھتے نہین ہین اور تنوین کے جتانے کے لیے جو دو حرکتین لکھ دیتے ہین یہ مبتدیون کے سمجھانے کے لیے ہے حقیقت مین نون تنوین کی یہ شکل نہین بہر صورت اہل لغت نون تنوین کو نہین لکھتے بخلاف عروضیون کے کہ وہ نون تنوین کو لکھتے ہین اسطرح فعلن (فعلٌ) آتش کے اس شعر مین بھی روی کا مدار تلفظ پر ہی۔ ؎

ہاتھ سے تیرے لکھی ہی جو کوئی قاتل قضا		زندگی سے تنگ ہین ہم بھی رضینا بالقضا

بیانِ تضمین

قافیہ کی اصطلاح مین تضمین جس عیب کا نام ہی وہ اُس تضمین سے جو شاعری مین متعارف ہی جدا ہی یعنے ایک مصرع مین ایسا قافیہ لانا کہ اُسکے معنی مصرع ثانی پر موقوف ہون اگرچہ اس کا عیب مین داخل ہونا کوئی وجہ نہین رکھتا اور حق وہی ہی جو مولوی امام بخش صہبائی لکھ گئے ہین مگر ناچار بہ تقلید گذشتگان ہمنے بھی عیوب مین لکھدیا مثال اسکی۔

دبیر

تا چند سہی کم سہی رستے مین ہین الّا ہاتھ اُن کا پکڑ کر حسنِ پاک کو سونپا		بابا نے غلامون کے بھی حق مین کہا کیا عباس غلامون سے بھی کم مرتبہ ٹھہرا

میراث کی خواہش ہی نہ ورثے کی طلب ہے
پر بھائیون مین میری حقارت تو غضب ہے

لفظ الّا کے واقع ہونے سے دریافت ہونا معنے کا اُسکے مابعد پر منحصر ہی۔

مومن

کچھ نہ کچھ کر گئے اثر طعنے کئی دن بعد ایک شب تنہا		کہ ہوا مہرباں فلک یعنے اتفاقاً ملی وہ مہ سیما

انیس

صغرا کی تو وطن سے کچھ آئی نہین خبر اکبر نے عرض کی کہ ہین سب خیر سے مگر		جلدی کہو کہ منھ سے نکلتا ہے اب جگر لٹتا ہے کوئی آن مین خیر النسا کا گھر

ملتی نہین رضا ہین آنسو بہاتے ہین
بابا گلا کٹانے کو میدا ہین جاتے ہین

میر

جگر مین اپنے باقی روتے روتے	اگرچہ کچھ نہین اے ہم نشین پر
کبھی جو آنکھ سے چلتی ہے آنسو	تو پھر جاتا ہے پانی سبزہ مین پر

منشی

تو مائل ہوا سوے کشتی اگر	تو ہان مین بھی کشتی کو حاضر ہون پر
نہین چاہتا یہ کہ تجھ ساجوان	مرے ہاتھ سے کشتہ ہووے یہان

یہ بھی اسی قبیل سے ہو کہ ایک لفظ مفرد کے دو جز کر کے بعض کو مصرع اول کے قافیے مین اور بعض کو مصرع ثانی کے ابتدا مین لے آتے ہین اشعار عرب مین ایسا قافیہ کثیر الاستعمال ہو صاحب قصیدۂ بردہ فرماتے ہین۔

محمد سید الکونین والثقلے	ن والفریقین من عرب ومن عجم

مصرع پہلا یاے ثقلے پر تمام ہوا اور نون مصرع ثانی مین شامل ہو۔ مگر فارسی اور اردو مین یہ امر نہایت معیوب ہے ایسا کوئی نہین کرتا مگر بسبیل ظرافت اور ہزل کے جیسے مولوی جامی کی رباعی مین ؎

اے شادی عید چون بکام دل اع	دایم شدہ محبوس درین عمدہ مع
ذورم براہل دل کز آزادی مح	بوس ست برسم عید ہم از تو طمع

مصرع اول کے آخر اور مصرع دوم کے اول جز سے اعدایم اور مصرع دوم کے جزو آخر اور مصرع سوم کے جزو اول سے معذورم اور مصرع سوم کے جزو آخر اور مصرع چہارم کے جزو اول سے محبوس حاصل ہوتا ہے اردو مین ایسی تو کوئی مثال نہین ملتی مگر اس کے قریب قریب مولوی محمد اسمعیل کا یہ شعر ہوسکتا ہے ؎

جو ہین آفتاب تابان	نے چھپایا اپنا جلوہ

بیان تغیر

یعنے اشعار مین قافیہ بدل ڈالنا یہ بھی عیب ہے مگر اشارہ کر دینے سے کوئی عیب باقی نہین رہتا اور شعراے ریختہ اکثر مقطع مین اس امر کا اشارہ کر دیتے ہین اسکی مثال یہ ہو۔

انشا

آدمی چیز ہے کیا اُسنے بھنجوڑے پتھر		پھونکے جس جلوے نے سب طور کے روڑے پتھر
لکھ غزل اور بدل قافیہ انشا کہ شرار	ولہ	نکل آئے ہین بہت تونے یہ پھوڑے پتھر
کھاوین ہر چند کہ بارش کے تڑیڑے پتھر		پر سہین کب مرے اشکون کے وہ ریڑے پتھر
لکھ غزل اور بہ تبدیل قوافی انشا	ولہ	تونے آخر تو ہین اس بحر کے چھیڑے پتھر
فوج لڑکون کی جڑے کیون نہ تڑا تڑ پتھر		ایسے خبطی کو چبا جائے جو کڑ کڑ پتھر

ولہ

غزل انشا اور بھی ایک لکھ اسی بحر و ردیف کی	کہ زبر کے قافیے جسمین ہین مجھے نفرت آگئی زیر سے
نہ تو کام رکھیے شکار سے نہ تو دل لگائیے سیر سے	بس اب آگے حضرت عشق جی چلے جا گھر ہی کو خیر سے

جرأت

نہ جی کو دل کی خبر ہو نہ دل کو جی کی خبر		ترے بغیر کسی کو نہین کسی کی خبر
بدل کے قافیہ کہیے غزل اک اور اے طبع		جو ہووے تجھے شاعرون تک اپنی شاعری کی خبر
بتاؤن ہم نفسان کیا مین گلستان کی خبر	مطلع	قفس مین مجکو نہین اپنے آشیان کی خبر
بسان شمع کرین سوز دل بیان کیا خاک		زبان رکھتے ہین لیکن نہین زبان کی خبر

حسن

آتے آتے آج گر وہ گلبدن رہجائیگا		بیکلی سے مرکے تو یہ خستہ تن رہجائیگا
گر کہے گا یان بدلکر قافیہ اور اک غزل		شاعرون مین نام تیرا اے حسن رہجائیگا
آشیانسے باغ مین اپنا نشان رہجائیگا	مطلع	ہم چلے جاوینگے ور یہ آشیان رہجائیگا

ہا اور الف کا قافیے مین جمع کرنا

شعرائے ریختہ بعض جا ہاے آخر الفاظ کو قافیے مین الف سے بدل دیتے ہین جیسے۔

ہوس

ہون عشق پیر سے غم رسیدا	آگاہ کرو کہ یہ ہوا کیا

دیگر

پردہ رہے نامۂ عمل کا	کھلجائے نہ قبر مین لفافا

رند

خوار کرتا ہے جوانمردوں کو سفلوں کو عزیز — سن تو چرخ پیر کیا تو بھی کمینا ہو گیا
وقت فکر شعر اگر آیا بناوٹ کا خیال — گل رخ رنگین ہوا شبنم پسینا ہو گیا
کب محیط غم مین ڈوبا جسکا تو حامی ہوا — ہر حباب اسکے لیے گویا سفینا ہو گیا
اس مہینے مین بھی مہ رو سے ہا پہلو تہی — عید کا بھی چاند خالی کا مہینا ہو گیا
گھر ہوا ہے عشق کا اس عرش مسند کے یہ دل — آسمان کوٹھے کا جسکی ایک زینا ہو گیا
دوسرا مجھ سا نہو گا کوئی برگشتہ نصیب — کی محبت مین نے جس سے اسکو کینا ہو گیا
اب کہان وہ ایذا ناستونکا وہ ہو حق کہان — ساقیا موقوف جب سے مے کا پینا ہو گیا
اب نہین دل مین کدورت رند حاصل ہے صفا — جیسے اشراقی کا سینہ میرا سینا ہو گیا

لیکن یہ بھی شرط ہے کہ وہ لفظ کسی اور لفظ سے ترکیب نہ دیا گیا ہو ورنہ قافیہ غلط ہوگا۔ جیسے ان شعروں مین مرزا دبیر کے ۔

مین سوزن مژگان سے ترے زخم سیو نگا — موجود مرا رشتۂ جان ہے پئے بخیہ

ولہ

کہتی تھی کہ آئے نہ یہان شاہ مدینہ — گذرا ہمین رستے مین محرم کا مہینا

ولہ

اصغر کو ماں کی گود مین چوتھا مہینا تھا — عابد کو تب تھی زرد جمال سکینہ تھا

ولہ

خاموش دبیر اب کہ ہے جی تن سے روانا — اللہ سے کر عرض کہ اے رب زمانا
از بہر حسینؑ و حسنؑ اے خالق دانا — جو مجھسے جلین تو انھین دوزخ مین جلانا

سیو نگا اور پئے بخیہ۔ رب زمانہ اور دانا۔ شاہ مدینہ اور مہینا اور جمال سکینہ کا قافیہ جائز نہین بسبب مضاف الیہ ہونے بخیہ اور مدینہ اور زمانہ اور سکینہ کے (مستفاد از تحقیقات مولوی عبد الغفور خان نساخ)

میر

گئے پاس اسکے وہ شیخ زمانہ — رکھا پھر اسکے آگے لاکے کھانا

شیخ زمانہ اور کھانا کا قافیہ جائز نہین بسبب مضاف الیہ ہونے لفظ زمانہ کے۔

مرزا محمد سعید الدین احمد خان طالب

ملایک کو مری مٹی عزیز اور محترم ہوتی مجھے میری نظر مین جلوۂ کون و مکان کیونکر	اگر مین خاک در ہوتا معین الدین چشتی کا کہ مین ہون محو نظارہ معین الدین چشتی کا

بات اور رات وغیرہ کو قافیہ مین ہاتھ اور ساتھ کے ساتھ جمع کرنا

شعرا بات اور رات اور سہات اور گات وغیرہ کا قافیہ ساتھ اور ہاتھ بھی کر لیتے ہین مگر غور کیا جائے تو ایسا قافیہ درست نہین کیونکہ ہاتھ اور ساتھ مین ہائے مختفی بھی ہی اور رات اور بات اور گات اور سہات مین نہین ۔

علی محمد خان علی تخلص

دھیان مین لاتے ہین جب اُبھری کسی کی گات ہم	مارتے ہین تب ہین چھاتی پہ دونون ہاتھ ہم

ہمت رامپوری

عجب گردش مین اپنی ان دنون اوقات کٹتی ہے	غنیمت ہو کوئی ساعت جو تیرے ساتھ کٹتی ہے

دلیر شاہ دلیر

پھر بھی یارب وہ کبھی دن رات ہو	یار ہو مے ہو گلے مین ہاتھ ہو

دبیر

دن کھینچینگے حضور ایسی کوئی بات نہو گی	روح آپکی بیمار کے کیا ساتھ نہو گی

اسی قبیل سے ہی سودا کے ان اشعار مین باٹ کا قافیہ ٹھاٹھ کے ساتھ جسکے آخر مین تائے ہندی کے تلفظ مین ہا مخلوط ہی جیسا کہ نفائس اللغات مین مذکور ہی ۔ ہ

مظہر کا شعر فارسی اور ریختہ کے بیچ آگاہ فارسی تو کہے اُسکو ریختہ	سودا یقین جان کہ روڑا ہی باٹ کا واقف جو ریختہ کے ذرا ہووے ٹھاٹھ کا

چوتھا شہر اقسام قافیہ مین باعتبار وزن کے

طلسم کشایان گنجینۂ سخن تحریر کرتے ہین کہ موافق قول خلیل بن احمد عروضی کے حدّ قافیہ کی باعتبار وزن شعر کے حرف آخر ساکن سے اُسکے ماقبل کے حرف ساکن تک ہی برابر ہی کہ کلمہ کا جز ہو یا پورا کلمہ ہو یا

ایک کلمہ پورا اور دوسرے کلمے کا جز ہو یا پورے دو کلمے ہوں لیں مصحفی کے اس شعر مین۔ ع

تیغ نے اُسکی کلیجہ کھا لیا	اُس نے آتے ہی مجھے سُنگوا لیا

کھالیا اور سنگوا لیا مین دو الف اور دو حرف متحرک کہ اُنکے درمیان مین واقع ہین قافیہ ہین چنانچہ کھا لیا مین دو الف اور اُنکے درمیان کا لام اور یاے تحتانی متحرک اور سنگوا لیا مین دو الف اور اُسکے درمیان کا لام اور یاے تحتانی متحرک قافیہ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ خلیل کے نزدیک کھا لیا مین کاف عربی کی حرکت اور سنگوا لیا مین واؤ کی حرکت بھی قافیہ مین شمار ہوتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہو کہ کاف عربی اور واؤ قافیہ سے خارج ہین مگر سکاکی اور صاحب خزرجیہ نے لکھا ہے کہ یہ دونون بھی خلیل کے نزدیک قافیے مین داخل ہین اور انیس کے ان شعرونمین بھی قافیہ کا یہی حال ہو۔ ع

ہاتھونمین لے چلے جو اُسے شاہ اتقیا	بانو پکاری لونڈی کو صاحب جلا لیا
سمجھانے یہ حسین کے بانو نے رو دیا	دیکھا فلک کو یاس سے اور سر جھکا لیا

ولہ

یہ وہ ہے رہا راہ خدا مین جو مجاہد	یہ سابق الایمان ہے یہ ہی عابد و زاہد
پیدا ہوا جب خلق مین اُسکا ہون مین شاہد	سجدہ نکیا اور کو جز خالق واحد

مجاہد اور عابد اور شاہد اور واحد مین الف اور دال اور اُنکے درمیان کے حروف قافیہ ہین اور دوسرے قول کے مطابق جیم اور راے مہملہ اور شین منقوطہ اور واؤ کی حرکات بھی قافیے مین شامل ہین پس حرف ساکن تک جسقدر فاصلہ زیادہ ہوتا جائے گا قافیہ کا نام بھی علیحدہ بدلتا جائے گا جیساکہ ہم آگے بیان کرینگے اور اس قول کے موافق قافیہ نو حرفونمین منحصر نرہا اور ان حرفونکا کچھ نام نہین ہے اور اگر آخر بیت مین دو حرف ساکن واقع ہون تو وہ دونون ساکن اور اُنکے ماقبل کی حرکت قافیہ ہے جیسے۔

رضا

خواہ نزدیک رکھو خواہ رکھو دور ہمین	دیکھنا ایک نظر تمکو ہے منظور ہمین

کہ یہان دور مین واو اور را اور دال کا ضمہ قافیہ ہے اور منظور مین واؤ اور را اور ظاے معجمہ کا ضمہ قافیہ ہو۔

خلیق

گر مخون مین وفا کا پاس نہین	جون گل کاغذی مین باس نہین

پاس اور باس کا الف اور سین قافیہ ہی اور بائے عربی اور بائے فارسی کی حرکت بھی قافیے مین داخل ہی۔ اور اخفش کے نزدیک شعر کا تمام کلمۂ آخر قافیے مین داخل ہے اور بعضے تنہا حرف روی کو قافیہ اعتبار کرتے ہین اور بعض حرف ماقبل روی کو بھی قافیے مین شامل کرتے ہین پس جبکہ خلیل کے نزدیک قافیہ دو ساکن مین منحصر رہا تو اُسکی پانچ صورتین ہوئین اول مترادف یعنی لفظ قافیہ کے آخر مین دو ساکن بلافصل آوین جیسے نوک چوک۔ نور حور دوم متواتر جس مین درمیان دو حرف ساکن کے ایک حرف متحرک ہو جیسے دلبرا نگر۔ بہتر بہ تر سوم متدارک جس مین درمیان دو حرف ساکن کے دو حرف متحرک واقع ہون جیسے طنطنہ غلغلہ۔ حوصلہ و لولہ۔ باخبر بے ہنر چہارم متراکب یعنی وہ قافیہ جس مین دو حرف ساکن کے درمیان تین حرف متحرک واقع ہون جیسے قبلہ من کعبۂ من بستر غم خار الم پنجم متکاوس یعنی وہ قافیہ جس مین درمیان دو ساکن کے چار حرف متحرک واقع ہون اس کی مثال اُردو مین نہین یہ قسم عربی سے مخصوص ہے فارسی مین بھی مستعمل نہین۔

قافیہ مترادف

یہ قافیہ آٹھ بحر دن مین آتا ہی ایک بحر ہزج اس مین جب آوے گا کہ عروض و ضرب مقصور ہون یعنے مفاعیل یا اہتم ہون یعنی فعول یا ازل ہون یعنی فاع یا مسبغ ہون یعنی مفاعیلان یہان مجملاً مثال قافیۂ مترادف کی دیجاتی ہی۔

سودا

ضعیفی سے کرون اُسکی مین کیا بات (مفاعیل)	کہ جسنے کی تھی بڑھیا آگ کی بات (مفاعیل)

ولہ

چلا آیا ہی اول سے یہی قول (مفاعیل)	یقینی ہی کسی عارف کا یہ قول (مفاعیل)

ولہ

یہی خورشید ہووے اور یہی ماہ (مفاعیل)	یہی وضع زمانہ اور یہی راہ (مفاعیل)

مومن

ای خواجۂ خواجگان دم خشم و عتاب (فعول)
کیا تاب کہ دیسکے کوئی تجھکو جواب (فعول)

ولہ

یہ کچھ رہ سُنّت نہ طریق توحید (فاع)		پھر کیا ہو ضرور سبکی یکسان فہمید (فاع)

ذوق

قلم اُرستی شیشہ ہو اور کاغذ صفا آئین (مفاعیلان)	قلم زن تا ہو مشاک افشان و کاغذ خط سے مشک آگین (مفاعیلان)
زبان پر تا سخن ہو اور سخن مین معنی رنگین (مفاعیلان)	سخن کا داد چاہے ورنا اہل سخن تحسین (مفاعیلان)

فائدہ یہ قول بعض مؤلفین کا کہ قافیہ مترادف بحر ہزج مین جب آئے گا کہ عروض ضرب مقصو ر یا ا ہتم ہون ازراہ انحصار نہین ہے کیونکہ اس بحر مین جب عروض و ضرب ا زل یا مسبغ ہون تو بھی آسکتا ہے جیسا کہ اوپر کی مثالون سے واضح ہوا دوسرا بحر رمل اس مین جب آتا ہے کہ عروض و ضرب مقصور یا مسبغ ہون اور قصر و تسبیغ رکن سالم مین ہون یا مزاحف مین مثال قافیہ مترادف کی بحر رمل مین

اُس سے ملنے کی نہین مرنا محال (فاعلان)	مومن	ہر طرح سے ہم ہین محروم وصال (فاعلان)	

یہان قصر رکن سالم مین ہے اس لیے کہ فاعلاتن سے فاعلات مقصور ہے جس کو فاعلان سے بدل لیا ہی۔

فکر و اندیشۂ انجام و مآل (فعلان)	ولہ	وہم ناکارہ و بے صرفہ خیال (فعلان)

یہان قصر رکن مزاحف مین ہو اسلیے کہ فعلاتن مخبون کو مقصور کرنیسے فعلات عین کے کسرے سے بنا ہی جسکو فعلان سے بدل لیا ہی۔

کچھ پشیمان کہ کیون کی تھی چاہ (فعلان)	ولہ	اُسکا انجام نہ کیون سوچے آہ (فعلان)

عروض و ضرب مین تسبیغ رکن مزاحف مین واقع ہوئی ہے اس لیے فعلن (بسکون عین) مقطوع یا ابتر کو مسبغ کرنے سے فعلان حاصل ہوتا ہو اسکو مخبون مسکن مقصور اور مشعث مقصور بھی کہتے ہین۔

ولہ

فندقی انگشت سے دہ کرتا ہو رنگ (فاعلیان)		اور یان دلبر ہو غم کے ہاتھ سے سنگ (فاعلیان)

عروض و ضرب مین فاعلیان سالم مسبغ ہی۔

فائدہ مولوی امام بخش صہبائی قافیہ مترادف کے بیان مین لکھتے ہین کہ بحر رمل مین جب ہوتا ہی کہ مقصور ہو یعنی فاعلات تے کے سکون سے یا مشعث ہو یعنی مفعولن فاعلتن سے بدلا ہو اکیونکہ فاعلتن بسبب سکون لام کے مستعمل نہ تھا بد انست ناقص مولف کے فاعلات مقصور کا ذکر تو بجا ہو لیکن مفعولن مشعث کا لکھنا سہو سے خالی نہین کیونکہ فاعلات کے آخر مین الف ساکن پھر تے ساکن ہو اور قافیہ مترادف کی بھی یہی تعریف ہے

کہ اُسکے آخر مین دو حرف ساکن بلا فصل واقع ہون پس مفعولن مشعث مین یہ بات نہین اس لیے کہ اسمین واؤ ساکن پھر لام متحرک وسط مین فاصل پھر نون ساکن ہے تعجب ہے کہ مسبغ یعنی فاعلیان اور مشعث مقصور یعنے فعلان بسکون عین کے ذکر کو تو چھوڑ دیا اور مفعولن مشعث کو لکھدیا جو مفید مدعا نہین

تیسری بحر مضارع اسمین جب آوے گا کہ عروض و ضرب مقصور یعنی فاع لان یا مسبغ یعنے فاع لیان ہون مثال قافیہ مترادف کے بحر مضارع مین آئیگی۔

میر تقی

لایق تری صفت کے میری ہی مجال (فاع لان)
آشفتہ طبع شاعر خستہ کی کیا مجال (فاع لان)

ولہ

کیا ظلم کیا تعدی کیا جور کیا جفائین (فاع لیان)
اس چرخ نے کری ہین ہمسے بہت ادائین (فاع لیان)

فائدہ یہ تشریح بعض محققین کی کہ بحر مضارع مین قافیہ مترادف جب آتا ہے کہ عروض و ضرب مقصور یا مسبغ ہون کیونکہ بحر مضارع مسدس کا رکن آخر مفاعیلن مقصور ہوکر مفاعیل اور مسبغ ہوکر مفاعیلان ہوجائیگا کچھ ٹھیک نہین معلوم ہوتی اسلیے کہ اول تو بحر مضارع ریختہ مین مسدس مستعمل ہی نہین مثال کے طور پر کچھ وزن مسدس عروض کی کتابون مین لکھدیے جاتے ہین دوسرے اور جو مستعمل ہے اُس مین رکن فاع لاتن کو آخر مین لاتے ہین مفاعیلن آخر مین نہین واقع ہوتا تیسرے مثمن بہت مستعمل ہے اور اُسمین رکن آخر فاع لاتن کے قصر و تسبیغ کی حالت مین قافیہ مترادف کا آنا ممکن ہے جیساکہ اوپر کی مثالون مین معلوم ہوا چوتھی بحر سریع اسمین قافیہ مترادف جب آئیگا کہ عروض و ضرب مطوی موقوف یعنے فاعلان ہون یا مجدوع یعنی فاع مثال۔

غفلت

مردسے بولے کہ نکر دو نکاح (فاعلان)
رن ہے کہے چار ہین شوہر مباح (فاعلان)

قدیر

عشق محمد مین کٹن رات (فاع)
رہوے مری صرف اوقات (فاع)

پانچوین بحر منسرح اس مین قافیہ مترادف جب آئے گا کہ عروض و ضرب مطوی موقوف یعنے فاعلات یا مجدوع یعنے فاع ہون مثال۔

شاہ نیاز احمد

خاک کے پتلے نے دیکھ کیا ہی مچایا ہی شور (فاعلات)
جن و ملک کے اوپر کر رکھا ہی اپنا زور (فاعلات)

قدیر

کلبۂ احزان مین آپ لائے جو تشریف (فاع)
بندہ نوازی کی کیا ہو سکے تعریف (فاع)

چھٹی بحر رجز اسمین جب آتا ہی کہ عروض و ضرب مذال یعنی مستفعلان ہون مثال

ظفر

و اللہ بغیر از پنجتن یارا کسی کو یہ کہان (مستفعلان)
جو اس بلا کو ٹالدے ہووے شفیع عاصیان (مستفعلان)
باور نہ آتا ہو جسے دیکھے عیان کا کیا بیان (مستفعلان)
لکھتے ہین دروازے اوپر تا گھر رہے دارالامان (مستفعلان)

ساتوین بحر تقارب اسمین جب آتا ہے کہ عروض و ضرب مقصور یعنے فعول یا مسبغ یعنے فعولان یا اثلم مسبغ یعنے فعلان بسکون عین ہون۔

میر حسن

شگفتہ اسی سے سوال و جواب (فعول)
سدا روبرو اسکے غم کی کتاب (فعول)

ولہ

گلابی مین غنچے کی مجکو شتاب (فعول)
پلا ساقیا کیتکی کی شراب (فعول)

مومن

صبح جدائی شام غریبان (فعولان)
کام دل ناکام رقیبان (فعولان)

میر

خون باری سے چہرہ گلگون (فعلان)
حلق بسمل چشم پر خون (فعلان)
ہنستے مین وہ صفائے دندان (فعلان)
برق خرمن عالم امکان (فعلان)

آٹھوین بحر کامل اس مین اُس وقت آتا ہے کہ عروض و ضرب مذال یعنی متفاعلان یا مضمر مذال یعنے مستفعلان ہون جیسے۔

امیر مینائی

وہ نسیم گلشن کن فکان وہ شمیم روضۂ جاودان (متفاعلان)
وہ قمر خدم فلک آستان وہ قضا علم وہ قدر نشان (متفاعلان)

صبر رامپوری

کسی دوست کو شب غم نہ تھی مرے جینے کی ذرا بھی امید (متفاعلان)
جو سُنا دیا کہ وہ آتے ہین نہ مرض رہا ہوئی سب کو عید (متفاعلان)

لا اعلم

ترے ہجر سے آئی ہے لب پہ جان زار (مستفعلان)	یہ بتا مجھے تو تھا کہان اے گلعذار (مستفعلان)

قافیہ متواتر

چھ بحرون مین آتا ہی ایک بحر ہزج اسمین جب آئیگا کہ عروض وضرب سالم یعنی مفاعیلن یا محذوف یعنے فعولن ہون مثال قافیہ متواتر کی بحر ہزج مین ۔

ذوق

گلستان مین ہو تا گل اور گل سے شاخ ہو زیبا (مفاعیلن)
نیستان مین ہو تلنے اور نے سے نغمہ ہو پیدا (مفاعیلن)
نہال تاک مین انگور ہوا انگور مین صہبا (مفاعیلن)
نشہ صہبا مین ہوا ور ہو نشہ جب تک نشاط افزا (مفاعیلن

مومن

نگاہ لطف سے کیا کیا اشارے (فعولن)	کہ منظور نظر ہو تم ہمارے (فعولن)

دوسری بحر رمل اسمین جب آتا ہی کہ عروض وضرب سالم یعنی فاعلاتن یا مخبون یعنی فعلاتن یا مخبون محذوف مسکن یعنی فعلن عین کے سکون سے بادن ۔ مثال اول سے

میری آنکھ اب نہین مہر و محبت (فاعلاتن)	ہی فقط اک دور کی صاحب سلامت (فاعلاتن)
گر حذر میرا نہین ہی شیشہ خالی (فاعلاتن)	تیغ ہی اسمین شراب پرتگالی (فاعلاتن)

قطعہ

نہ پرستش کا تو محتاج نہ محتاج عبادت (فعلاتن) | نہ عنایت تجھے درکار کسی کی نہ حمایت (فعلاتن)

مثال سوم۔

مومن

وہی صحبت وہی ہائے عالم (فعلن) | وہی ہنسنا وہی رونا باہم (فعلن)

تیسری بحر رجز اسمین جب آتا ہے کہ عروض وضرب مقطوع یعنے مفعولن ہون مگر ایسا وزن ریختہ مین دیکھا نہین گیا شاید کسی نے لکھا ہو چوتھی بحر مضارع اسمین قافیہ متواتر جب آتا ہے کہ عروض وضرب سالم یعنے فاع لاتن ہون مثال۔

میر

آیا ہے ابر جب کا قبلے سے تیرہ تیرہ (فاع لاتن)
مستی کے ذوق مین ہین آنکھین بہت سی خیرہ (فاع لاتن)

پانچوین بحر متقارب اسمین جب آتا ہے کہ عروض وضرب سالم یعنے فعولن ہون جیسے۔

میر

سنو سرگذشت اب ہماری زبانی (فعولن) | سنی گرچہ جاتی نہین یہ کہانی (فعولن)

مومن

لیگئی میرا چین وہ بالکل (فعولن) | ساتھ سدھارے صبر وتحمل (فعولن)

چھٹی بحر متدارک اسمین جب آئیگا کہ عروض وضرب مقطوع یعنی فعلن بسکون عین ہون جیسے۔

طالب

ہردم کرتا ہون مین زاری (فعلن) | دیکھی بس بس تیری یاری (فعلن)

اور رباعی مین بھی آتا ہے بشرطیکہ عروض وضرب ابتر یعنی فع ہون کیونکہ فع کے قبل مفاعیلن آتا ہے یا مفعولن پس ان دونونکا حرف آخر ساکن بمنزلہ حرف ساکن ماقبل فاے فع کے ہو گیا اور دو ساکنونکے درمیان ایک سے فے متحرک ہو گئی مثال۔

مومن

یہ چار منافق سراپا بدعت (فع)
بتلاتے ہین بدعتی امام حق کو (فع)

ہے کفر وضلال وفسق جنکی طینت (فع)
گویا کہ جہاد ہے خلاف سنت (فع)

قافیہ متدارک

نو بحروں مین آتا ہے ایک بحر ہزج اس مین جب آئے گا کہ عروض و ضرب مقبوض یعنے مفاعلن ہون جیسے۔

ظفر

مین ہون ضعیف و ناتوان و رہی یار کی گلی (مفاعلن)
اُسکی ہوائے وصل پھر مجکو اُڑا کے لے چلی (مفاعلن)
میرا علاج درد سر یہ ہے جو تجھ سے ہو سکے (مفاعلن)
سر سے تو میرے باندھ دے اپنا دوپٹہ صندلی (مفاعلن)

دوسری بحر رمل اسمین جب آئیگا کہ عروض و ضرب محذوف یعنی فاعلن ہون جیسے۔

مومن

عاشقو نیز ناصحون کا ولولہ (فاعلن)
محتسب کا میکدے مین غلغلہ (فاعلن)

تیسری بحر رجز اس مین قافیہ متدارک جب آئے گا کہ عروض و ضرب سالم یعنے مستفعلن یا مخبون یعنے مفاعلن ہون۔
مثال اول۔

نظیر اکبر آبادی

جو اور کی بستی رکھے اُس کا بھی بستا ہے پُرا (مستفعلن)
جو اور کے مارے چھُری اُس کے بھی لگتا ہے چھرا (مستفعلن)

حافظ بانکی پوری

اے ابطحی و یثربی اے محتشم اے محترم (مستفعلن)
اے مخزن صدق و صفا اے معدن جود و کرم (مستفعلن)

مثال دوم

مومن

صبح ہوئی تو کیا ہوا ہے وہی تیرہ اختری (مفاعلن)
کثرت درد سے سیاہ شعلۂ شمع خاوری (مفاعلن)

چوتھی بحر کامل اس مین جب آتا ہے کہ عروض و ضرب سالم یعنی متفاعلن یا مضمر یعنی مستفعلن ہون مثال اول ۔

امیر مینائی

شب جشن خالق بحر و بر جو طلب ہوے تو بندھی کمر (متفاعلن)
صف انبیا تھی ادھر اُدھر وہ نجوم مین صفت قمر (متفاعلن)

ولہ

کیے خلق حق نے جو انبیا اُنھین ایک ایک شرف ملا (متفاعلن)
جو کلیم کو ید بیضیا تو مسیح کو دم جان فزا (متفاعلن)

مثال دوم ۔

طالب

نہ ہوئی کبھی مجھسے خطا نہوا کرو مجھپر خفا (مستفعلن) ندیا کرو تم گالیان نہ کیا کرو مجھپر جفا (مستفعلن)

پانچوین بحر متقارب اس مین جب آتا ہے کہ عروض و ضرب محذوف یعنی فعل عین مفتوح و لام ساکن سے ہون اور اس مین دو ساکن اس طرح ہوتے ہین کہ فعل کے قبل فعولن آتا ہے اور اسکا نون ساکن ہے پس فعولن کا نون ساکن بمنزلے ساکن ماقبل فا کے ہے تو نون ساکن اور لام ساکن کے درمیان فا و عین متحرک ہوے جیسے اس شعر مین ۔

میر حسن

وحوش و طیور ون تلک بے محل (فعل)
وہ ہاتھون مین سونے کے موٹے کڑے (فعل)
پڑے آشیانون سے اپنے نکل (فعل)
جھلک جس کی ہر ہر قدم پر پڑے (فعل)

چھٹی بحر متدارک اسمین جب آتا ہے کہ عروض و ضرب سالم ہون جیسے اس شعر مین قطعہ تاریخ رحلت شیخ امام بخش ناسخ مرحوم کے ۔

رشک

رشک نے مصرع سال رحلت کہا (فاعلن)
شعر گوئی اُٹھی لکھنؤ سے دلا (فاعلن)

ساتوین بحر منسرح اسمین جب آتا ہے کہ عروض و ضرب مطوی مکسوف یعنی فاعلن آوین جیسے ۔

سودا

اتنے لیے صاجو آگے یہ ہم سے اڑے (فاعلن)		تا کوئی جانے انھیں یہ بھی ہین شاعر بڑے (فاعلن)

آٹھوین بحر مضارع اس مین جب آتا ہے کہ عروض وضرب محذوف یعنے فاعلن ہون جیسے۔

میر

آداب سلطنت سے نہ تھا مجکو رابطہ (فاعلن)		حرکت ہوتی مجھسے کوئی غیر ضابطہ (فاعلن)

نوین بحر سریع اس مین قافیہ متدارک جب آتا ہے کہ عروض وضرب مطوی کسوف یعنے فاعلن ہون جیسے۔

شہید

مجکو نہین چاہیے باغ ارم (فاعلن)		سرہو مزار درہ خاک قدم (فاعلن)

قافیۂ متراکب

یہ قافیہ دو بحر دنین آتا ہے۔
ایک بحر رجز مین جبکہ عروض وضرب مطوی یعنی مفتعلن ہون جیسے۔

قدیر

اب نہین طاقت کہ سہے خون شدہ دل رنج و تعب (مفتعلن)
لطف کرو لطف کرو چھوڑ دو سب قہر و غضب (مفتعلن)

دوسری بحر رمل اس مین اُس وقت آتا ہے کہ عروض وضرب مخبون محذوف یعنی فعلن بکسر عین ہون اور یہان دو ساکنون کے درمیان تین متحرکون کے جمع ہونے کی یہ صورت ہے کہ فعلن کے پہلے فعلاتن آتا ہے اور اس کا نون ساکن ہے پس فعلاتن کا نون ساکن بمنزلہ الساکن ماقبل فعلن کے ہو تو فعلاتن کے نون ساکن اور فعلن کے نون ساکن کے درمیان تین حرف متحرک یعنے ف ع ل ہوے۔ جیسے مومن کے اس شعر مین۔

جگر و سر زنش نشتر غم (فعلن)		سینہ وقف خلش خارا لم (فعلن)

فائدہ ان چارون قسمون کا قافیہ بحور مذکورۂ بالا مین واقع ہونا بر سبیل حصر کے نہین اور ابیات مردف مستثنے ہین اور قافیہ متکاوس چونکہ عربی سے مخصوص ہے اور اشعار فارسی مین بھی قلتمش

وشکنمش قافیہ نہین کرتے اسلیے کہ فاصلۂ کبرے ہے لہذا اُسکا بیان فضول ہے یہ مثالین جو تمام قافیونکی دی گئین اور اشعار ہر قسم کے برعایت مجور لکھے گئے اس سے یہ مطلب نہین ہر کہ ایک قصیدہ یا غزل وغیرہ مین ایک ہی قسم کا قافیہ ہونا چاہیے نہین بلکہ یہ مُراد ہے کہ قافیہ عربی مین ان پانچ قسمو نسے اور ریختہ مین پہلی چار قسمونسے زیادہ نہین ہو سکتا خواہ ایک غزل و قصیدہ مین چند طرح کا قافیہ لائین اور ایک مطلع مین ایک مصرع کا قافیہ ایک قسم کا ہو اور دوسرے مصرع کا قافیہ دوسری قسم کا۔ جیساکہ علی العموم شائع ہے۔

اوپر کی مثالونمین اس قسم کے اشعار تلاش کرکے لکھے گئے ہین جنکے دونون مصرعون مین ایک قسم کا قافیہ ہے اور شاعر اگر اسکا التزام کرے اور دونون مصرعون مین مطلع کے یا ہر ایک شعر مین غزل و قصیدہ کے ایک قسم کا قافیہ لائے تو لزوم مالایلزم کے قبیل سے ہے۔

تنبیہ یہان یہ سوال پیش آتا ہے کہ نون غنہ محققین اہل عروض کے نزدیک حرف مین داخل نہین ہے اسوجہ سے اسکو تقطیع مین نہین لکھتے ہین پھر اس شعر مین نون غنہ کا کیون اعتبار کیا ہو جواب اسکا یہ ہے کہ اہل قافیہ کے نزدیک نون غنہ معتبر ہے اور اُسکو ایک علٰحدہ حرف سمجھتے ہین چنانچہ مرزا قتیل نے دریاے لطافت مین کہا ہے کہ نون غنہ عروضیونکے نزدیک حرف مین داخل نہین اسوجہ سے اسکو تقطیع مین نہین لکھتے اسی طرح جو حرف تلفظ مین نہ آئے یا جہان کوئی حرف دو حروف کی ترکیب سے حاصل ہوا نمین سے ایک کو شمار نہین کرتے جیسے واؤ خود کی اور تا و دال راست دار کی اور نون چاند کا اور اہل قافیہ ان حروف کا اعتبار کرتے ہین

پانچوان شعر ردیف کے بیانمین

پوشیدہ نرہے کہ ردیف کو شعراے عجم نے اختراع کیا ہو شعراے عرب کے یہان مانند رباعی اور تخلص کے اسکا دستور نہین لیکن مکالی نے شعراے عجم کی اتباع سے چند غزلین مردف کہی ہین اور رباعی کو اُس سے بھی پہلے دوسرے شعراے عرب نے شعراے عجم کی تقلید سے اختیار کیا ہے۔

ردیف اس لفظ کا نام ہی جو قافیے کے بعد آتا ہو اور دو قسم پر ہوتا ہے ایک مستقل کہ باعتبار استقلال حقیقی آخر آبیات میں بقید تکرار واقع ہو دوسرا غیر مستقل یعنی مستقل حکمی وہ ہے جو قافیہ معمول تحلیلی میں پایا جائے کہ نصف لفظ کو قافیہ اور نصف کو ردیف ٹھہرائیں مگر باتفاق جمہور یہ لفظ خواہ کلمہ ہو یا کلام مستقل اور متحد اللفظ والمعنے ہوتا ہے اور معنے شعر کے اس سے ایسے متعلق رہتے ہین کہ بے اسکے تمام نہین ہوتے

مثال ردیف متفق اللفظ والمعنے کی۔

سودا

جو گذری مجھپہ اُسے مت کہو ہوا سو ہوا
بلاکشان محبت پہ جو ہوا سو ہوا

مُبادا ہو کوئی ظالم ترا گریبان گیر
مرے لہو کو تو دامن سے دھو ہوا سو ہوا

پہلے شعر مین کہو اور جو اور دوسرے شعر مین دھو قافیہ ہی اور ہوا سو ہوا ردیف

نثار

زخمی کو محبت کے سب سے راحت ہے
گر لون بھی تو چھڑکے تو سنگ جراحت ہے

راحت اور سنگ جراحت قافیہ ہی اور ہے ردیف ہے۔

نواب احمد علی خان رند

حشر کو جب حساب مانگینگے
الامان شیخ و شباب مانگینگے

اپنے ساقی لا اُبالی سے
رندوان بھی شراب مانگینگے

پہلے شعر مین حساب اور شباب اور دوسرے شعر مین شراب قافیہ ہے اور مانگینگے ردیف۔

حالی

ہین یار رفیق پر مصیبت مین نہین
ساتھی ہین عزیز لیک ذلت مین نہین

اُس بات کی انسان سے توقع ہی عبث
جو نوع بشر کی خود جبلت مین نہین

پہلے مصرع مین مصیبت اور دوسرے مین ذلت اور چوتھے مین جبلت قافیہ ہے اور مین نہین ردیف خواجہ نصیر الدین طوسی کے نزدیک لفظون کی تکرار مشروط ہے نہ معنی کی یعنی اگر دوسرے شعر مین یہ کلمہ دوسرے معنی مین آجائے تو درست ہی جیساکہ مرزا سلیمان شکوہ کے ان دو شعر مین ہے۔

گالیان سیکڑون ہر بات پہ اب دینے لگے
دیکھو جھڑتے ہین کیا منھ سے مرے یار کے پھول

کسطرح لون مین بلائین کرون کیونکر تعظیم
دست و پا اپنے گئے دیکھتے ہی یار کے بھول

غالب

صبحدم دروازۂ خاور کھلا	مہر عالمتاب کا منظر کھلا
خسروِ انجم کے آیا صرف مین	شب جو تھا گنجینۂ گوہر کھلا
وہ بھی تھی اک سیمیاکی سی نمود	صبح کو رازِ مہ و اختر کھلا
ہین کواکب کچھ نظر آتے ہین کچھ	دیتے ہین دھوکا یہ بازی گر کھلا
بزم سلطانی ہوئی آراستہ	کعبۂ امن و امان کا در کھلا
تاج زرین مہر تابان سے سوا	خسروِ آفاق کے منھ پر کھلا

جرأت

پڑا از گوہر سرشک چشم سے دامان تر پایا	تری دولت سے بس اے عشق ہمنے خوب بھر پایا
سکھادی پردہ داری حسن نے اُسکو خاموشی	کہین قسمت سے ہمسایہ جو اُسکے ہمنے گھر پایا
جوازراہ تلطف پانون وہ رشک ملک رکھے	تو پہونچے کرسی دل کا ہمارے عرش پر پایا

خواجہ نصیرالدین طوسی کا یہ بھی قول ہے کہ مستقل ہونا ردیف کا بھی ضرور نہین ہے کلمہ ردیف مستقل ہو یا غیر مستقل دونون طرح درست ہے لیکن ردیف غیر مستقل سے خواجہ کی مراد وہ حروف قافیہ ہین جو بعد حرف وصل کے آتے ہین مثل خروج اور مزید اور نائرہ کے مگر اتفاق جمہور قول اول ہی پر ہے یعنے مستقل ہونا ردیف کا شرط ہو پس ان اشعار مین۔

حالی

وہ نبیون مین رحمت لقب پانے والا	مرادین غریبونکی بر لانے والا
مصیبت مین غیرونکے کام آنے والا	وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

خواجہ کے نزدیک پانیوالا اور لانے والا اور آنے والا اور کھانے والا کے حرف ی وال ا ردیف مین داخل ہین کیونکہ یاے تحتانی خروج ہے اور واو مزید اور الف نائرہ اور لام اور الف نائرے کی فرع ہین اور جمہور کے نزدیک یہ قافیے مین داخل ہین۔

شیخ امام بخش ناسخ کے کلام مین غلطی کا گمان بہت کم کیا جاتا ہو ایک مرتبہ دیوان[۱] دوم کے مطالعہ کا اتفاق ہوا ردیف الہا مین یہ غزل نظر پڑی۔ ؎

کردیے خط نے ترے عارض پہ نور سیاہ	ہوگیا مشک کی مانند یہ کافور سیاہ

[۱] مطبوعۂ مطبع نولکشور ماہ فروری ۱۸۹۵ء بار ہفتم ۱۲

غرض کہ اس ساری غزل مین دور طور کا قافیہ اور سیاہ ردیف ہے دوسرا شعر ہے ؎

یاد ساقی مین ٹپکتی ہو شراب اشک کی جا
اٹھین مرے دیدۂ تر یا کہ مین ابر سیاہ

اس شعر مین رلے مہملہ کی کسرۂ توصیفی چاہتی ہے مگر محاورۂ اردو مین بعض موقع پہ ساکن پڑھنا بھی جائز ہو۔ جو قیاس لغوی کے خلاف ہے ہو۔ شیخ مقطع مین فرماتے ہین ؎

پاس جو بیٹھے پڑھتے تھے غزل وہ گئے دن
اب تو ناسخ کبھی کرتے ہین ہم دور سے آہ

مقام غور ہے کہ لفظ سیاہ مین لفظ آہ جز بھی نہین کیونکہ لفظ سیاہ مین یاے تحتانی متحرک اور الف ساکن ہے اور شیخ مقطع کی ردیف مین سے ازکا ترجمہ اور آہ الف ممدودہ سے لائے ہین میر نے اس سے بھی ایک عجیب کام کیا ہے کہتے ہین ؎

اثر ہوتا ہماری گر دعا مین
لگ اٹھتی آگ سب ارض و سما مین
کفن کیا عشق مین مین نے ہی پہنا
کھپے لوہو مین بہتیر مرے جامے
ضعیف و زارشگی سے ہین ہر چند
ولیکن میر اڑتے ہین ہوا مین

ساری غزل مین دعا اور سما اور ہوا وغیرہ قافیہ اور مین ردیف ہے مگر دوسرے شعر مین جامے کو لاکر جا کو قافیہ کے مقابل لانا ہے اور مے کو ردیف کے باوجودیکہ اور جگہ مین تین حروف کا کلمہ ہو اور آخر مین نون غنہ ہے ایسی ردیف نہایت معیوب ہو۔

میر سید حسین

کوچہ ترا اے سرو روان رشک چمن ہے
بلبل کی روش کوچے مین عاشق کا وطن ہے گلا ہی گویا
عاشق جو شب وصل ہوا طالب بوسہ
ہو جاتے ہین خاموش وہ ہر ایک سخن مین اقرار ہی گویا

شعر اول مین لفظ ہے ردیف ہو اور باقی اشعار مین لفظ مین ردیف واقع ہولے ہے اور یہ ناجائز ہے ہان اگر اس امر کا اشارہ کردین تو مضائقہ نہین چنانچہ شعراے ریختہ کے یہان یہ دستور ہو کہ مقطع مین غزل آخر کے اختلاف ردیف کا اشارہ کردیتے ہین چنانچہ انشا کہتا ہو ؎

بدل اب ردیف کو اک غزل کہو انشا بحر کوئی بڑھا
کہ یہ ہے ہی عرش عظیم سے بھی کچھ اس گھڑی تو دماغ و دل
غم و درد و تاسف و یاس و الم سے دلا مجھے آہ فراغ کہان
مری جان نے جلانے خراب یہ کیسے خم دہ کدھر ہی ایاغ کہان

ولہ

کل بھی محفل سے تری ہم نہ ٹلے بیٹھ گئے
بورے اٹھ اٹھ سبھی یان تک کہ ترے گلے بیٹھ گئے

کہو دلا اور بہ تبدیل ردیف ایک غزل — قافیے اسکے بھی لحسب آپ نے بیٹھ گئے
تپش دل ہی سے ہم ملکے گلے بیٹھے ہین — چھیڑ مت شعلۂ گل نبکہ جلے بیٹھے ہین

جائز ہے کہ تمام شعر یا تمام مصرع قافیہ اور ردیف ہو جیسے —

ظفر

صنما ہم کہین تو کیا کہوین — بخدا ہم کہین تو کیا کہوین
مدعی کہنے ہی نہین دیتے — مدعا ہم کہین تو کیا کہوین

گلزار نسیم

بے رُخ ترے واسطے ہوئی مین — فرخ ترے واسطے ہوئی مین

وله

رنجور جو ہون تو مین تحقین کیا — مجبور جو ہون تو مین تحقین کیا

منشی انوار حسین تسلیم

زاہدون کے طفیل سے یارب — عابدون کے طفیل سے یارب

وله

سونا سوگند ہوگیا اُس کو — رونا سوگند ہوگیا اُس کو

درد

اے درد بہت تو نے ستایا ہمکو — اے درد بہت تو نے ستایا ہمکو

سید منصور علی رامپوری

کسنے مجھے چین سے کیا بے چین — اسنے مجھے چین سے کیا بے چین
بیچین کرے آسے بھی کوئی یارب — جسنے مجھے چین سے کیا بے چین

مومن

کیا مناسب تجھے یہ بے باک سخن — نامناسب تجھے یہ بے باک سخن

ناسخ

عشق بد ہے اے دل نادان سمجھ — یہ سند ہو اے دل نادان سمجھ

گم نہ ہو ظلمات کاکل مین نہ جا قول ناصح منع شغل عشق مین	نابلد ہے لے دل نادان سمجھ مستند ہے اے دل نادان سمجھ

ردیف کا جو لفظ زائد واقع ہو کہ معنے سے کچھ تعلق نہ رکھتا ہو اُسے ردیف معیت سے کہتے ہین خاقانی کے عہد سے مرزا صائب کے زمانے تک تمام شاعرون کے کلام مین یہ ردیف پائی جاتی ہے مگر متاخرین نے اسے فضول سمجھ کر یک قلم ترک کر دیا خاصکر مطلع مین ایسی ردیف کا آنا زیادہ تر معیوب سمجھا ہے جیسا کہ اس شعر مین مرزا دبیر کے – ع

چلائی سکینہ کہ خدا را ارے لوگو	بتلاؤ نہین ضبط کا یارا ارے لوگو

دونون مصرعون مین پہلی ردیف بیکار ہے –

حافظ عمر دراز فائض

ساقیا بادۂ دوشینہ کا اک جام پلا	مین نہین معتقد کفر نہ اسلام پلا

پچھلے مصرع کی ردیف زائد ہے –

محمد حسین آزاد

اس تیرہ شب مین شاعر روشن دماغ ہے	بیٹھا اندھیرے گھر مین جلائے چراغ ہے

پہلے مصرع مین ردیف زائد ہے اسلیے کہ شاعر روشن دماغ مبتدا ہے اور بیٹھا خبر ہے دوسرے مصرع مین رابطہ ہے درمیان مبتدا و خبر کے پس پہلے مصرع مین ہے کی ضرورت نہین اور جلائے چراغ حال ہے اور اس تیرہ شب مین اور اندھیرے گھر مین خبر سے متعلق ہین –

آتش

کہے جو یوسف اُنھین کوئی تو یہ کہتے ہین	ہمین بھی سمجھے ہو تم بیچنے کے قابل کا

لفظ کا کہ ردیف ہے بیکار ہے –

خواجہ وزیر

کیون نہ انگشت شہادت سے ہون بسمل قاتل	تیر دستی مین نہین تیری انامل قاتل

دل ترا قتل پہ کیونکر نہ ہو مائل قاتل
آب شمشیر عناصر مین ہے داخل قاتل

ایک ایک ردیف بیکار ہے –

ولہ

اُس صنم کو خدا کہون کیونکر	ہے سخن گو مگو خدا حافظ

ردیف زائد ہے۔

میروزیرعلی صبا

نقد دل ہاے چرا کر بُت پُرفن کیسا	چھپکے بیٹھا ہی جھکائے ہوے گردن کیسا

دوسری ردیف بیکار ہی۔

ولہ

دیکھ کر رنگین ترا رخسار قیصر باغ مین	گل سے بلبل ہوگئی بیزار قیصر باغ مین

دوسری ردیف زائد ہی۔

مُنیر

مرجع روح ملک ثانی عقل اول اُنکی تصنیف ہین کیا کیا کتب مبسوطہ	زائر حضرت شاہ شہدا ہے ہے واے باقیات الصلحا شمس ضحا ہے ہے واے

دوسرے شعر مین ردیف فضول ہی۔

حسرت

دل اُسکی سیہ زلف کا مارا نہ جیے گا	ابھی جوڑے سے کچھ نہین چارا نہ جیے گا

دوسری ردیف بیکار ہی۔

ضامن

چشم گریان سینہ بریان سیکڑون	ہین ترے کوچے مین جانان سیکڑون

دوسری ردیف فضول ہی۔

فائق

ترے عارض سے ہین شرمندہ اے مہ جبین دو تین پانچون	گل و آئینہ و خورشید و ماہ و نسترن پانچون

جس شعر مین ردیف ہو اُسے مُردّف کہتے ہین اور یہ مفعول ہو تردیف کا اور جسمین ردیف نہ ہو صرف قافیہ ہو اُسے مقفّےٰ بولتے ہین فائدہ واجب ولازم ہے کہ غزل و نظم مین ردیف پر ہرگز کفایت و حصر ہے جسطرح پر دائم کے شعر و تخین جو طبقۂ شعراے متقدمین سے ہے۔

تجھ قد کی طرح سرو گلستان مین نہین ہے
مانند لب تعل بدخشان مین نہین ہے

مت لطف ہلا اپنین غریبون کا ہے دل قید
کچھ آس بھی چھٹنے کی غرض آہین نہین ہے

بدخشان وخراسان وگلستان قافیہ اور مین نہین ردیف قرار دیے مصرعہ رابعہ مین قافیہ نہ رکھا اور ردیف پر اکتفا کی۔

جرأت

دیدۂ حسن کو بھی دید کی ہو جسکے ہوس
ساق پا ہو یہ بلورین نہ چلے اسپہ ہوس

اگر لفظ اسپہ کو یون لکھین اُس پے تو عیب رفع ہو جائیگا۔ مگر بے معنی ہو جائیگا۔

سودا

عاشق تو نامراد ہین بس اس قدر کہ ہم
دل کو گنوا کے بیٹھ رہے ہین صبر کر کے ہم

اس شعر مین بھی اگر لفظ اس قدر کہ ہم کی کاف کو یون لکھین (کے) تو عیب نہ رہے گا۔ مگر بے معنے ہو جائیگا۔

ولہ

محمد باعث ایجاد افلاک
محمد علت غائی افلاک

بدھ سنگھ قلندر

نہین ہے وصل ہمارے نصیب یا قسمت
بنے ہین غیر کے ہی وے نصیب یا قسمت

تھی جن لبون سے طمع بوسہ گالیان بھی نہین
اب ایسے پھوٹ گئے یہ نصیب یا قسمت

ملا تھا یار ٹک اک غیر اگر نہ بہکا وے
یہ ویسی میری کہان ہین نصیب یا قسمت

نہین جو فضل قلندر تو کیون ہون نومید
کہین اُلٹ نہین سکتے نصیب یا قسمت

فائدہ متقدمین کا قاعدہ تھا کہ واحد کے لیے وہ اور یہ ہا کے ساتھ استعمال کرتے تھے اور جمع کیلیے وے اور یے حرف اول کے کسرے سے لاتے تھے اسی بنا پر قلندر کی غزل کا قافیہ معلوم ہوتا ہے اور اس صورت مین عیب نہ رہے گا ان قافیون مین ایک غلطی یہ ہے کہ حرف ماقبل روی کی حرکت کا اختلاف ہے۔

آج کل جو لوگ انگریزی شاعری کی کورانہ تقلید کرتے ہین وہ تو سرے سے قافیہ ہی کو بیکار کہتے ہین ردیف کا ذکر کیا شاید انگریزی زبان کی ساخت اسی قسم کی ہو جیسا کہ عربی مین ردیف نہایت

بدنما معلوم ہوتی ہے لیکن فارسی اور اُردو مین تو ردیف نہایت لطف پیدا کر دیتی ہے البتہ ردیف کے التزام کے لیے بہت بڑا قادر الکلام ہونا ضروری ہے ورنہ ردیف کے التزام کے ساتھ آمد اور بے ساختگی قائم نہین رہتی لیکن اگر یہ خوبی ہاتھ سے نہ جانے پائے تو ردیف سے شعر چمک جاتا ہے ان دونون شعرون پر غور کرو ؎

ساقیا عید ہی لا بادہ و مینا بھر کے	کہ مُے آشام پلیسے ہین مہینا بھر کے

وله

چاہنا خلق کو صہبا و صنم سے محروم	ایسی نیت پہ بہشت آپکو واعظ معلوم

دونون شعر اپنی اپنی حیثیت سے لاجواب ہین لیکن پہلے شعر کو ردیف نے کسقدر چمکا دیا ہے۔

تیسرا جزیرہ فصاحت و بلاغت مین

فصاحت کلمہ اور کلام دونون مین پائی جاتی ہے یعنے کلمہ بھی فصیح ہوتا ہے اور کلام بھی۔ کلمے کی فصاحت یہ ہو کہ اُسمین جو حروف آئین اُن مین تنافر نہ ہو اور مخالفت قیاس لغوی اور غرابت لفظی سے پاک ہو اور نہ ایسا ہو کہ اُسکے سُننے سے کراہیت معلوم ہو اور کلام فصیح وہ ہے جو ضعف تالیف۔ تنافر کلمات۔ تعقید۔ لفظ واحد کی کثرت تکرار پے درپے اضافت۔ ابتذال تغیر اتقال۔ تناقض وغیرہ عیوب نہ رکھتا ہو اور ان عیوب کا ذکر مفصل انشاء اللہ ہم آگے بیان کرینگے۔

بلاغت سے کلام متصف ہوتا ہو نہ کلمہ۔ کلام بلیغ وہ ہو جو فصیح ہو یعنی عیوب سے خالی ہو اور مقتضائے حال کے بھی مناسب ہو مقتضائے حال کے مناسب ہونا ایسا جامع لفظ ہے جسمین بلاغت کے تمام انواع و اسالیب آجاتے ہین مثلاً جہان تاکید کی ضرورت ہو وہان اختصار نکیا جائے اور جس جگہ اختصار و ایجاز چاہیے وہان اطناب و طوالت نہو مبتدا اور خبر کہان مقدم لائے جائین اور کہان مؤخر کہان معرفہ ہو کہان نکرہ کہان مذکور ہو کہان محذوف اسناد کہان حقیقی ہو کہان مجازی جملہ کہان خبریہ ہو کہان انشائیہ اور فقرونین کہان وصل ہو کہان فصل غرضکہ کلام مناسب موقع

ومقام کے ہو یہان سے معلوم ہوا کہ فصاحت کو بلاغت ضرور نہین ہے بلاغت کو فصاحت ضرور ہے
یعنے جہان فصاحت ہو وہان بلاغت ضرور نہین اور جس جگہ بلاغت ہوگی وہان فصاحت ضرور ہوگی
لیکن کلام کی فصاحت کے مدارج مین اختلاف ہے بعض الفاظ فصیح ہین بعض فصیح تر بعض اُن سے
فصیح تر لیکن کلام کی بلاغت مین صرف لفظ کا فصیح ہونا کافی نہین بلکہ یہ بھی ضرور ہے کہ جن الفاظ
کے ساتھ وہ ترکیب مین آئے اُسکی ساخت ہیئت نشست سُبکی اور گرانی کے ساتھ اُسکو خاص تناسب
اور توازن ہو نزد طبع اور اصول شاعرانہ قائم ہو اور جو لفظ جس مصرع کا حق ہو اُسمین آئے ورنہ فصاحت
قائم نرہیگی مثلاً میر کہتے ہین۔ ؎

ابر اُٹھا تھا کعبے سے اور جھوم پڑا میخانے پر | بادہ کشون کا جُھرمُٹ ہوگا شیشہ اور پیمانے پر

اگرچہ اصل محاورہ ابر قبلہ ہو اور وہ یہان آبھی سکتا ہے لیکن کعبے سے ذرا مصرع کی ترکیب
گرم ہوگئی ہے۔

کیفیت چشم اُسکی مجھے یاد ہے سودا | سودا | ساغر کو مرے ہاتھ سے لیجو کہ چلا مین

اگر یہان ساغر کی جگہ پیالے کا لفظ آئے باوجودیکہ دونون ہم معنی ہین تو شعر پایہ فصاحت و بلاغت سے
گرجائےگا میر انیس کا مصرع ہے ع۔

فرمایا آدمی ہے کہ صحرا کا جانور

صحرا و جنگل دو ہم معنے الفاظ ہین لیکن اگر اس مصرع مین صحرا کے بجاے جنگل کا لفظ آئے تو خود یہی لفظ
غیر فصیح معلوم ہو اور انہی کا ایک شعر ہے۔ ؎

طائر ہوا مین مست ہرن سبزہ زار مین | جنگل کے شیر گونج رہے تھے کچھار مین

یہان جنگل کے لفظ نے جو فصاحت پیدا کی ہے وہ صحرا سے نہین ہو سکتی۔ اُنہی کا ایک شعر ہے۔

کھا کھا کے اوس اور بھی سبزہ ہرا ہوا | تھا موتیون سے دامن صحرا بھرا ہوا

اوس اور شبنم ہم معنے ہین اور دونون فصیح ہین مگر یہان اوس کی جگہ شبنم کا لفظ لایا جائے تو یہی لفظ
غیر فصیح ہو جائیگا لیکن یہی شبنم کا لفظ اس شعر مین نہایت فصیح ہے۔ ؎

خواہان تھے زیر گلشن زہرا جو آب کے | شبنم نے بھر دیے تھے کٹورے گلاب کے

اگر یہان شبنم کے بجاے اوس لائین تو فصاحت بالکل جاتی رہے۔

پنجھیڑ اسے نکہت باد بہاری راہ لگ اپنی | انشا | تجھے اٹکھیلیان سوجھی ہین ہم بیزار بیٹھے ہین

یہان لگ کی جگہ لے لکھنے سے شعر کی گرمی جاتی رہیگی۔ صاحب کمال کی یہ بات ہے کہ جو لفظ جس مقام پہ

اُسنے جھادیا ہے اُسی طرح رہے تو ٹھیک ہوتاہے نہین تو شعر رتبے سے گرجاتا ہے۔ اور متکلم کی یہی فصاحت وبلاغت ہو کہ مضمون کو ایسے الفاظ مین بیان کرے جو عیوب کلام سے پاک اور مقتضاے حال کے موافق ہون اور اپنے زور طبعی سے لفظونکو پس وپیش سے اس بند وبست کے ساتھ ترکیب دے کہ پڑھنے سے لطف معلوم ہو۔

کلام فصیح وبلیغ مین کبھی کچھ صنائع لفظی ومعنوی بھی پائی جاتی ہین جو زیادہ تر باعث خوبی کلام ہوتی ہین اور بلاغت کلام کا مرجع دو باتونکی طرف ہے جب تک وہ دونون باتین حاصل نہون بلاغت حاصل نہین ہوسکتی جس طرح بغیر دولت کے حاصل ہوے سخاوت حاصل نہین ہوسکتی اُن دونون باتون سے ایک یہ ہے کہ معنی مقصود کے ادا کرنے مین غلطی سے بچے دوسری بات یہ ہے کہ کلام فصیح وغیر فصیح مین تمیز کرسکے۔ بغیر غلطی سے بچے اور لفظ فصیح وغیر فصیح مین تمیز حاصل ہوے کسی کا کلام بلاغت کے رتبے کو نہین پہونچ سکتا۔

اگر کوئی شخص مضمون کو ایسے الفاظ مین اداکرے جو مقتضاے حال کے مطابق نہون یا مقتضاے حال کے تو مطابق ہون لیکن فصیح نہون تو وہ بلیغ نہین سمجھا جائیگا۔

کلام فصیح اور غیر فصیح مین تمیز علم لغت۔ صرف۔ نحو۔ اور حس سے حاصل ہوسکتا ہو کیونکہ علم لغت سے یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ لفظ فصیح ہے اور یہ غریب ہے اسی طرح علم صرف سے یہ ظاہر ہوجاتا ہے کہ لفظ کو اس طرح استعمال مین لانا قیاس لغوی کے مطابق ہے اور اس طرح استعمال کرنا قیاس لغوی کے مخالف ہے اور علم نحو سے ضعف تالیف اور تعقید لفظی کی کیفیت روشن ہوجاتی ہے اور بعض چیزونکو حس معلوم کرلیتا ہے چنانچہ حروف اور کلمات کا تنافر حس سے معلوم ہوجاتا ہے مگر ان چارون سے یہ نہین معلوم ہوسکتا کہ معنی مقصود کو ادا کرنے مین خطا سے کیونکر بچ سکتے ہین اور نہ تعقید معنوی کا حال معلوم ہوسکتا ہے اسلیے علمانے معنی مقصود کو ادا کرنے مین خطا سے بچتے رہنے کے لیے علم معانی ایجاد کیا اور تعقید معنوی کو جاننے کے واسطے علم بیان نکالا ان دونون کو علم بلاغت کہتے ہین اور صنائع لفظی ومعنوی کو پہچاننے کے واسطے بھی ایک علم علٰحدہ ایجاد کرکے اُس کا نام علم بدیع رکھا اور یہ علم معانی وبیان کا تابع ہے کیونکہ صنائع وبدائع بلاغت کے تابع ہین یہان پر تینون علمون کا بیان علٰحدہ علٰحدہ جزیرے کا مناسبت سے ایک ایک شہر مین کیا جاتا ہے

پہلا شہر علم معانی کے بیانمین

علم معانی ایسے قواعد کا نام ہی جن سے یہ بات معلوم ہوجاتی ہی کہ یہ لفظ مقتضاے حال کے مطابق ہی یا نہین اور اگر اُن قواعد پر لحاظ رکھین تو کسی لفظ کے معنی مراد لینے مین خطا و غلطی واقع نہوگی اور یہ بات معلوم ہوجائے گی کہ یہ کلام فصیح و بلیغ ہے یا نہین کلام اُن دو یا زائد کلمون کو کہتے ہین جو باہم اسناد رکھتے ہون یعنی اُن کے درمیان مین نسبت ہو جیسے نسبت فعل و فاعل یا مفعول بہ کی یا نسبت مضاف و مضاف الیہ یا موصوف وصفت کی اور کلام دو حال سے خالی نہین یا سکوت متکلم کا اُس پر صحیح ہو اور سننے والے کو اُس کلام سے فائدہ حاصل ہوجائے یا اُسپر سکوت درست نہو اور اس قدر کلام سے کچھ مطلب نہ معلوم ہوتا ہو قسم اول **کلام مفید و تام** اور قسم ثانی کو **کلام غیر مفید و ناقص** کہتے ہین مثال کلام تام کی زید کھڑا ہے عمرو سوار ہو مثال کلام غیر مفید کی زید کا گھوڑا۔ صاحب کی گھڑی۔ چالاک گھوڑا بے حیا آدمی. کلام مفید و تام کو جملہ بھی کہتے ہین جیساکہ مفصل مین زمخشری کے کلام سے ظاہر ہے لیکن تساوی کلام و جملہ مین اختلاف ہے شیخ جمال الدین بن ہشام مغنی مین کہتا ہی کہ کلام جملے سے خاص ہی مرادف نہین کیونکہ کلام اُس قول کو کہتے ہین جو مفید بالقصد ہو اور جملہ عبارت ہے فعل اور فاعل اور مبتدا و خبر اور اُس چیز سے جو بمنزلے مبتدا یا خبر کے ہو اور عموم کی وجہ یہ ہے کہ جملے مین افادت شرط نہین ہے بخلاف کلام کے کہ اُسمین یہ امر شرط ہے اسی سبب سے جملہ شرط اور جملہ جزا اور جملہ صلہ کہا کرتے ہین اور کلام نہین کہتے کیونکہ کہنے والے کو اُس سے فائدہ حاصل نہین ہوتا اور تہذیب النحو کی شرح مین لکھا ہے کہ کلام سے جملہ خاص ہی اسلیے کہ کلام خداے پاک کو جملہ نہین کہتے کلام کہتے ہین مگر اکثر نحاۃ کی راے یہی ہے کہ کلام اور جملہ مترادف ہین۔ بالجملہ اسکی دو قسمین ہین خبریہ اور انشائیہ خبریہ اُسے کہتے ہین کہ مدلول کلام ایک ہی وقت مین صدق و کذب دونون کا احتمال رکھتا ہو صدق سے مراد نفس الامر اور واقع کے

مطابق ہونا ہو اور **کذب** یہ ہے کہ واقع اور نفس الامر کے ساتھ مطابقت نہو اور بعض نے خبر کی یون تعریف
کی ہے کہ اُسکے کہنے والے کو ایک وقت مین جھوٹا یا سچا کہ سکین اور فرق دونون تعریفون مین یہ ہے
کہ پہلی تعریف کے مطابق غیر مصدق جملہ خبریہ ہوگا اسلیے کہ احتمال صدق و کذب جملۂ خبریہ کا وصف ہے
اُسی کے نفس مفہوم سے تعلق رکھتا ہے اور دوسری تعریف کے مطابق احتمال صدق و کذب جملۂ خبریہ کا
وصف نہین ہوسکتا اسلیے کہ یہان صدق و کذب بالذات کہنے والے کا وصف ہے اور جملۂ خبریہ کا وصف
کہنے والے کے ذریعہ سے ہے مثال اسکی یہ ہے زید کھڑا ہے خالد چلا گیا شیخ الٰہی بخش کو مارو سوال آفتاب
ایک نورانی کرہ ہے اور زمین نارنگی کی طرح چپٹی ہے اور عالم حادث ہے اور اللہ معبود ہے اور خدا
ایک ہے اور محمد اللہ کے رسول ہین یہ تمام جملۂ خبریہ ہین لیکن انمین جھوٹ کا احتمال نہین پس ان پر
خبر کی تعریف صادق نہین آتی جواب انمین لفظونکے معانی کذب کا احتمال رکھتے ہین گو مسند الیہ
یا مسند کی خصوصیت کی وجہ سے کذب کا احتمال نہین ہے اسی طرح کبھی کہنے والے کی خصوصیت کی وجہ سے
کذب کا احتمال اُٹھ جاتا ہے چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خبر مین کذب کا احتمال نہین ہے
غرضکہ اگر صرف خبر کے مفہوم کو دیکھا جائے تو وہ ضرور ایک وقت مین دونون احتمال رکھتا ہے اور
مسند الیہ یا مسند یا متکلم کی خصوصیت اُمور خارجیہ مین سے ہے اور خبر کے سچا ہونے کی دلیل تواتر ہے
لیکن شرط یہ ہے کہ غرض اور استہزا سے خالی ہو کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اہل غرض اپنے فائدے کیلیے
امیرونکے سامنے جو دن بھر مکانمین بیٹھے رہتے ہین اور دوسرے مقامات کی خبرین سُنکر دل خوش کرتے ہین
جھوٹی خبرین اپنی طرف سے گڑھکر بیان کرتے ہین یا بطور ظرافت کے گپین مارتے ہین مثلاً آج جامع
مسجد کے پاس ایک گھوڑی ہاتھی کا بچہ جنی ہے اور اکثر ایسا دیکھا گیا ہے کہ اس قسم کی خبر عوام مین
مشہور ہو جاتی ہے اور لوگ تماشا دیکھنے کے لیے جاتے ہین **انشا** وہ ہے جسکے مضمون مین صدق
و کذب کا احتمال نہو کیونکہ مخبر عنہ نہونے کی وجہ سے اُس سے خبر مقصود نہین ہوتی اور جس چیز مین خبر مقصود
نہو اسمین صدق و کذب کا احتمال کیونکر ہو سکتا ہے کیونکہ احتمال کا مدار اسپر ہے کہ مخبر عنہ سے
خبر و بجائے اور جملۂ انشائیہ کا بولنے والا اپنی طبیعت سے ایک مضمون ایجاد کرتا ہے چنانچہ کسی کو
کہنا کہ یہ کام کر یا مت کر- اور ہر جملے مین مسند الیہ اور مسند کا ہونا ضرور ہے خواہ وہ اسناد خبری ہو
یا انشائی **مسند الیہ** وہ جسکی طرف کوئی امر منسوب ہو **مسند** وہ جسکو کسی کی طرف منسوب کرین
اور ان دونون مین جو نسبت ہوتی ہے اسکو **اسناد** کہتے ہین اور بہ وقوع و لا وقوع کو کہ عبارت
نسبت تامہ ایجابیہ و سلبیہ سے ہے حکم کہتے ہین اگرچہ نسبت مرکب غیر مفید مین بھی ہوتی ہے

مگر وہ مخاطب کو فائدہ تام نہین دیتی یعنی سُننے والا اُسکو سُنکر خاموش نہین رہ سکتا بلکہ اس سے
مقصود دوسری چیز ہوتی ہے اور مرکب مفید مین جو نسبت ہوتی ہے وہ مخاطب کو پورا فائدہ
دیتی ہے اور اُسکو پھر کیا اور کون کی احتیاج نہین رہتی - کیا کی احتیاج اُسوقت ہوتی ہے
کہ ذات کو بغیر صفت کے بیان کیا جائے یعنے کیا سے صفت کا سوال ہوتا ہے اور کَون کی احتیاج
اُس حالت مین ہوتی ہے کہ صفت کو بغیر ذات کے بیان کیا جائے یعنے کون سے ذات کا سوال
ہوتا ہے پس پورا فائدہ اُسی وقت حاصل ہو سکتا ہے کہ ذات صفت کے ساتھ اُسی طریق سے
بیان ہوا ور بدون اسکے مطلب ور مفہوم بخوبی نہین سمجھا جا سکتا جیسے اس مثال مین زید کھڑا ہے
زید مسند الیہ ہے اُسکی طرف کھڑے ہونے کی نسبت کی گئی ہے اور کھڑا مسند ہے کہ اُسکو زید کی طرف
منسوب کیا ہے اور جو نسبت زید مین اور کھڑا ہونے مین ہے اُس کا نام اسناد ہے یا جیسے زید عمرو کو مارتا ہے
زید مسند الیہ ہے کہ اُسکی طرف مارنا عمرو کا منسوب کیا گیا ہے اور مارنا مسند ہے کہ اُسکو زید کی طرف
منسوب کیا ہے اور نسبت جو زید اور مارنے مین ہے وہی اسناد ہے - مسند الیہ اور مبتدا اور
مخبر عنہ تینون ایک چیز کے نام ہین اسی طرح مسند اور خبر اور مخبر بہ سے ایک چیز سمجھی جاتی ہے
سوائے مسند الیہ اور مسند کے جملے مین جو اور کلمات ہون خواہ مفرد ہون خواہ مرکب ناقص یا تام
اُنکو زوائد و توابع و لواحق و ملحقات کہتے ہین - مبتدا و خبر ملحق بہ فاعل کہلاتے ہین اور
حال و تمیز و مستثنے ملحق بہ مفعول کیونکہ یہ تینون مثل مفعول کے فضلہ ہین اور کلام انکے بدون
تمام ہو جاتا ہے اس وجہ سے انھین مشتبہ بمفعول بھی کہتے ہین اور مبتدا و خبر و فاعل عمدہ ہین
اور مبتدا مشتبہ بفاعل اور خبر مشتبہ بفعل بھی کہلاتے ہین -
الحاصل علم معانی مین آٹھ چیزون سے بحث کی جاتی ہے - اسناد خبری - مسند الیہ - مسند - متعلقات فعل
قصر - انشا - وصل و فصل - ایجاز و اطناب و مساوات - ان آٹھون چیزونکو شہر کے لحاظ سے
ہم ایک ایک باغ مین بیان کرتے ہین -

پہلا باغ اسناد خبری کے بیان مین

اسناد یعنی جو نسبت باہم کلمتین مین ہوا اور اس سے مخاطب کو کوئی خبر معلوم ہوتی ہو اُس سے خبر
کئی فائدے حاصل ہوتے ہین (۱) یا تو متکلم کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ سامع ناواقف کو کسی امر سے
مطلع کرے اسکا نام فائدہ خبر ہے جیسے کہے عمرو زید کا بیٹا ہے سامع کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ کون شخص ہے

اسیلیے اُسکو خبر دی یعنی مطلع کیا کہ وہ زید کا بیٹا ہے۔شاہ نیاز کہتے ہین۔

ادھر کی نہین جانتے رسم و راہ	میان ہمتو باشندے ہین یار کے

اسمین خبر دی کہ ہم ادھر کی رسم و راہ سے واقف نہین غیر ملک کے رہنے والے ہین اور یہ شعر مذاق صوفیہ مین اور ہی معنے دیتا ہے اور وہی منشا شاعر کا ہے مگر یہان اُسکے بیان کا موقع نہین۔

حالی

عرب کچھ نہ تھا اک جزیرہ نما تھا	کہ پیوند ملکون سے جس کا جدا تھا
نہ وہ غیر قومون پہ چڑھ کر گیا تھا	نہ اُس پر کوئی غیر فرمان روا تھا

تمدن کا اُسپر پڑا تھا نہ سایا
ترقی کا تھا وان قدم تک نہ آیا

قبیلے قبیلے کا بُت اک جُدا تھا	کسی کا ہُبل تھا کسی کا صفا تھا
یہ عزے پہ وہ نائلہ پر فدا تھا	اسی طرح گھر گھر نیا اک خدا تھا

نہان ابر ظلمت مین تھا مہر انور
اندھیرا تھا فاران کی چوٹیون پر

(۲) یا متکلم کا اپنے علم سے مخاطب کو آگاہ کرنا مقصود ہوتا ہے اسکو لازم فائدہ خبر کہتے ہین مثلاً کوئی کسی شخص کسی آدمی کی تعریف کرے اور دوسرا شخص کہے کہ وہ آدمی بہت اچھا ہے یعنے مین بھی اُس سے واقف ہون۔

المؤلفہ

اے چرخ تو گذر یو نہ کینے سے آجکل	واقف ہین ہم بھی تیرے قرینے سے آجکل

متکلم نے آسمان کو اس بات سے مطلع کیا کہ مین آج کل تیری کینہ پردازی کی روش سے واقف ہون جو کچھ تجھ سے میری خرابی کی تدبیر ہو سکے اُس سے درگذر نکرنا۔

غالب

جانتا ہون ثواب طاعت و زہد
پر طبیعت ادھر نہین آتی

میر

قدر والا تمھاری ہے معلوم اس سعادت سے جو ہے محروم	خلق خادم ہے اور تو مخدوم ہے یقینی کہ وہ اُلاغ ہی شوم

حشر کو ہوگا مرکب دجال

عزّت

پھرتے ہو ہمسے روٹھے نہین مانتے ہو بات	ہم جانتے ہین تم کو کسی نے سکھا دیا

(۴۲) یا فائدہ خبر اور لازم فائدہ خبر کے واقف کو انجان قرار دیکر کوئی بات کہی جاتی ہے جیسے کوئی شخص عبادت الٰہی مین تساہل کرے اور فوائد عبادت کرنے کے جانتا ہے اُس سے کہا جائے کہ عبادت کرنا بہت اچھی بات ہے —

سودا

پیارسے نہ بُرا مانو تو اک بات کہون مین	کس لطف کی اُمید پہ یہ جور سہو نین

ہرچند یہ شخص جانتا ہے کہ معشوق کو عاشق پر لُطف کرنا اور نہ کرنا اپنا معلوم ہے لیکن تنبیہًا اُسکو یاد دلاتا ہے گویا کہ وہ لینے لطف کرنے اور نکرنے پر مطلع نہین ہے اور یہ منظور ہے کہ شاید اسوقت تنبیہ ہو کر لطف کرنے لگے —

واجد علی شاہ

لگا ٹھوکر نہ پاے ناز سے تو	کبھی تاج سر ہندوستان تھے

انیس

قاسم کو غرض کیا جو سنین گریہ وزاری اللہ تو ہے گر کوئی غمخوار نہین ہے	مین کون سکینہ ہی چچا جان کو پیاری مٹّی مری کچھ قبر کو دشوار نہین ہے

یہ بات حضرت صغرےٰ نے کہی تھی حالانکہ جن لوگونسے ایسا کہا تھا وہ اُنکو بہت عزیز رکھتے تھے چونکہ بیمار ہونیکی وجہ سے اُنکو ساتھ نہین لیے جاتے تھے اسلیے اُنھون نے بطور شکوے کے ایسا کہا

غالب

تو مجھے بھول گیا ہو تو پتا بتلا دون	کبھی فتراک مین تیری کوئی نخچیر بھی تھا

میر حسن

لگے جو کوئی اُس سے ہے رُک جائیے	جُھکے جو کوئی اُس سے جُھک جائیے

ان باتونکو بدر منیر جانتی تھی مگر چونکہ وہ اسپر عمل نہین کرتی تھی اسلیے نجم النسا نے اُسے انجان قرار دیکر ایسا کہا۔

ولہ

سُنو جانی لیتے پہ جو کوئی مرے	تو دل سچلے اپنا بھی صدقے کرے
اگر آپ پہ کوئی شیدا نہ ہو	تو پھر چاہیے اُس کی پروا نہو

یہ بات نجم النسا نے بدر منیر سے اُسوقت کہی تھی جب کہ بے نظیر کا آنا موقوف ہو گیا تھا۔

دبیر

مین اُسکا پسر ہون جو خدا کا ہے شناسا	فرزند ہون اُس کا جو نبی کا ہے نواسا
جان اُسکی ہون پانی نہ ملا جسکو ذرا سا	مین وہ ہون پدر جسکا ہو دو روز سے پیاسا

دلدار ہون خاتون قیامت کے پسر کا
ٹکڑا ہون محمد کے کلیجے کے جگر کا

یہ بات حضرت علی اکبر بن امام حسینؑ نے فوج یزید سے کہی تھی۔

(۴) یا متکلم کو اپنی شان و شوکت کا اظہار مقصود ہوتا ہو جیسے ایک مشہور و معروف آدمی کہے کہ ہمارے پاس ہزارون روپیے ہین حضرت امام حسینؑ کی زبان سے ایس کہتے ہین۔ ۵

مین ہون سردار شباب چمن خلد برین	مین ہون انگشتر پیغمبر خاتم کا نگین
مین ہون خالق کی قسم دوش محمدؐ کا مکین	مجھسے روشن ہو فلک مجھسے منور ہی زمین

غالب

آج مجھ سا نہین زمانے مین	شاعر نغز گوئے خوش گفتار

مصحفی

سب خوشہ ربا ہین مری خرمن کے جہا مین	کیا شعر پڑھے گا کوئی موزون مرے آگے

چونکہ مصحفی مسلم الثبوت شاعر تھا اور اہل لکھنؤ اُسکو جہان اُستاد مانتے تھے اسلیے اُسکا یہ کہنا پہلی قسم مین داخل نہین ہو سکتا۔

دبیر حضرت امام حسینؑ کی زبانی

آگے جو رسولان ہدایت شیم آئے	لیکر خبر آمد خیر الامم آئے

گمراہ مگر راہ پہ اُس سے بھی کم آئے — اللہ کو سب جان گئے جب کہ ہم آئے

ہر شرک کے طوفان رُکے اپنے قدم سے
بُت خاک پہ سجدے کو جھکے اپنے قدم سے

نفیس حضرت علی اکبر کی زبانی

صدا یہ دی کہ بڑھے رن سے لشکر گمراہ — وہ مین ہون جسکا ہو جد نائب رسول اللہ

(۵) یا تحزن وتحسر مقصود ہوتا ہے جیسے۔

مصحفی

مین افتادہ یارب سر خاک ہون — ستم دیدۂ دور افلاک ہون

انشا

بسان بید مرے بند بند جکڑے ہین
تگرگ کی مثال بس گھلا ہی جاتا ہون
نفس کو تنگ کیا ہو حرارت دل نے

وفور درد یہانتک کہ ہون تسبیح سطیح
بوضع برگ کے ہون مرتعش بصد مہیج
ہلادے مروحہ لطف تک پئے ترویج

سودا

مین ہون گر قابل نار جہنم — پہ تیرے فضل کا دریا ہے کیا کم

تپش

مین الکن ہون اور سخت عاجز بیان — تکلم مین لُٹجے ہے میری زبان

اگرچہ ان مثالونمین خبر کے الفاظ اپنے معنون مین مستعمل ہین لیکن نہ یہان مخاطب کو حکم کی خبر دینا منظور ہو اور نہ متکلم کا مخاطب کو اپنے علم سے آگاہ کرنا مقصود ہے کیونکہ مخاطب خدائے تعالی ہو جو ان دونون باتونکا عالم ہو پس یہ الفاظ تحزن وتحسر کے واسطے ہین۔

(۶) یا خبر سے شکر گذاری مقصود ہوتی ہو جیسے سودا جناب باری کی طرف خطاب کرکے کہتا ہے۔

عطا کی جب سے مشت خاک کو جان
رکھے ہو کام مین جب تک زبان تر
برائے پوشش تن بھی بہر حال
ہمارے واسطے اے ربّ معبود

فراوان ہے دم آب و لب نان
نمک کا ہے چکھا وے گا وہ شکر
کبھی کمل اُڑھاتا ہے کبھی شال
کرم ماں باپ سے تیرا ہے افزود

بیان کیا کیجیے تیری عنایت	دیے ہین چشم اور نور بصارت
کہ تا معلوم ہو شام و سحرگاہ	چلین پستی بلندی دیکھ کر راہ
زبان کو ذائقے سے دی ہے تسکین	کیا معلوم جس نے ترش و شیرین

(۷) یا خبر مدح و ثنا کیلیے ہوتی ہے جیسے۔

انشا

نسیم فضل و کرم مین ترے وہ ہی بو باس	نہ پہونچے گرد کو جسکی کبھی شمیم مسیح

یہ خطاب جناب باری سے ہے۔

جرأت

محمدؐ سے ہی ممدوح ذات کبریائی کا	کرے بندہ ثنا اُسکی تو دعوے ہی خدائی کا

رند

شان ارفع ہے تری مرتبہ اعلی تیرا	تو ہے یکتا کوئی ثانی نہین حقا تیرا

ظفر

پانی مین اُسنے راہ بری کی کلیم کی	آتش مین وہ ہوا چمن آرا خلیل کا
اُسکی مدد سے فوج ابابیل نے کیا	لشکر تباہ کعبے پہ اصحاب فیل کا

درد

ارض و سما کہان تری وسعت کو پا سکے	میرا ہی دل ہے وہ کہ جہان تو سما سکے

(۸) یا خبر طنز کے طور پر استعمال کی جاتی ہے جیسے

میر حسن

یہ سُن سُن کے وہ نازنین مسکرا	لگی کہنے اچھا بھلا ری بھلا
مین سمجھی ترا دل گیا ہے اُدھر	بہانے تو کرتی ہے کیون مجھپہ دھر
لگی کہنے ہنس ہنس کے وہ ماہ وش	ہوئی تھی اُسے دیکھ مین ہی تو غش
تمھین نے تو چھڑکا تھا مجھپر گلاب	بھلا میری خاطر بلا لو شتاب

بدر منیر شاہزادہ بے نظیر کو دیکھکر عاشق ہو گئی تھی مگر جب نجم النسا نے اُس سے کہا کہ بے نظیر کو بلا کر اُس سے حظ جوانی حاصل کر تو بدر منیر نے جواب دیا کہ دل تو تیرا چاہتا ہے اور بہانے مجھپر دھرتی ہے جس کا جواب نجم النسا نے بطور طنز کے یہ دیا کہ مین ہی بے نظیر کو دیکھ کر غش

ہوگئی تھی اور مفعین نے مجھپر گلاب چھڑکا تھا پس یہان خبر سے بہ مخبر کو وا تعف کرنا مقصود نہین کیونکہ وہ اپنے غش ہو جانے اور نجم النسا کے اُسپر گلاب چھڑکنے سے بخوبی آگاہ تھی بلکہ غیاث اسناد خبری سے ثابت سے فائدے نکلتے ہین مگر انمین سے پہلے دونون معنے تو حقیقی ہین اور باقی سب مجازی۔

یاد رکھو کہ جب مخاطب حکم سے خالی الذہن ہو اور نہ اُسکو حکم مین تردد ہو تو اسناد پر مؤکدات کو نہ لانا چاہیے کیونکہ حکم بغیر مؤکدات کے بھی اُس کے ذہن نشین ہو جائے گا اور اگر مخاطب کو شک و تردد ہو تو اس وقت کوئی مؤکد لا کر اُس کو تقویت دینا جائز بلکہ مستحسن ہے کہ اس مؤکد کی وجہ سے اُس کا تردد دُور ہو جائے اور حکم ذہن نشین ہو جائے اور اگر مخاطب حکم کا منکر ہو تو اس صورت مین حکم کی تاکید کرنا اور اسناد پر مؤکدات کا لانا واجب ہے پس جبکہ خبر کے ساتھ کوئی تاکید کا لفظ نہ ہو تو ایسے ابتدائی کہتے ہین اور جبکہ بطور استحسان کے تاکید آئے تو طلبی بولتے ہین اور جبکہ بطور وجوب کے اُس کی تاکید کی جائے تو انکاری نام رکھتے ہین اور اس قسم کا کلام مقتضائے ظاہر حال کے مطابق سمجھا جاتا ہے۔ اور اگر بغیر تردد و انکار کے اسناد پر مؤکدات لائین تو ایسا کلام مقتضائے ظاہر حال کے خلاف ہوگا مگر ہان کبھی غیر منکر کے ساتھ منکر کا سا برتاؤ کرتے ہین اور یہ اُس صورت مین ہوتا ہے جبکہ علامات سے یہ معلوم ہو جاے کہ یہ انکار رکھتا ہے جیسے۔

منشی

وہ کہنے لگا سُن کے یہ داستان	کہ شاید تو ہے رستم پہلوان
وہ بولا کہ زنہار رستم نہین	مین اُس کا ہون اک چاکر کمترین

سہراب کو مخاطب کے رستم ہونیکا انکار نہ تھا مگر چونکہ وہ رستم کے نشان اُسمین پاتا تھا یہ علامت اس بات کی تھی کہ وہ اُسکے رستم ہونیکا معتقد ہے اسلیے سہراب کو بمنزلے منکر کے قرار دیکر زنہار کا لفظ تاکید کیلیے ذکر کیا۔ تاکید کے الفاظ بہت ہین جیسے بیشک اصلا ضرور ہرگز وغیرہ اور قسم سوگند کے تمام الفاظ مثال اسکی۔

اسیر

جوہر تمھاری ابروؤن کے چلتے ہین ہم	یکتا یہ تیغے ہین قسم ذوالفقار کی

تیغوں کے یکتا ہونیکی تاکید ذوالفقار کی قسم سے کی ہے۔

ولہ

گوپُے صبرائے قسم تو یہ مگرائے شاہزادۂ عالم	ہاتھ آئی ہے آپ کی تصویر دل نہین مانتا خدا کی قسم

شاہزادی نے اپنے عشق کا اظہار کیا ہے اور پھر بنظر رفع شک قسم سے تاکید کی تاکہ بخوبی معلوم ہوجائے کہ شاہزادی عاشق ہوگئی اور کسی طرح کا شک نرہے۔

سروش سخن

سر تک بھی اگر کاٹ کے پھینکو گے ہمارا	ہم آپ کے قدمون کی قسم اُف نکرینگے

اصغر علی آبرو

جو مین چشم سیاہ یار کی لکھون صفت اے دل	تو بیشک دائرہ بیر ہو گمان چشم غزالان کا

ذوق

یہ تو یون مضطرب اور سینے مین لاکھون روزن	جی کا رہنا نظر آتا نہین اصلا ہمکو

داغ

جو و کھاؤ بھی نہ دیکھون رُخ پُر حجاب ہرگز	یہ وہ آنکھ ہو کہ دیکھا نہین جسنے خواب ہرگز

بقا

مری چشم سے کیون نہ خونناب اُترے	کہ البتہ دریا مین سُرخاب اُترے

مولوی سید حسین احمد بیباک

تو کوچۂ دلدار اگر دیکھ لے واعظ	واللہ کبھی نام نہ لے خُلدِ برین کا

حالی

سات پردون مین اگر عیب کسی کا ہو چھپا	نہ ہوا آج تو کل ہوگا مقرر رُسوا

کمال

بل جو رُخسار و نپہ کھاتے ہین یہ دلبر گیسو	قتل عاشق کو کرینگے یہ مقرر گیسو

آفاق

خوب بل کھاتے ہین تُنہیر ترے دلبر گیسو
ہو یقین پیچ کوئی ڈالینگے ہمپر گیسو

آصف والی دکن

نہین ہم تو واقف خدا جانتا ہے	کہو پھر تو گھبرا کے ذکر عدو پر

آصف الدولہ

ٹک اسکی روح تو خوش ہو نہ دلمین لا وسواس	وہ قبر سے نہ نکل آئے گا مرا ذمہ

مرا ذمہ تاکید کے لیے ہے۔

حکیم عبد الکریم بزہم

سچ تو یہ ہے کچھ نہین انسانین	صرف اک تار نفس پر ہے مدار

مولفہ

رنگ ہو نیلو فری جو لعل شکر بار کا	ہو سبب کچھ اور مسّی کی دھڑی مطلق نہین

مطلق تاکید کے لیے ہو۔ کبھی منکر حکم کو غیر منکر مانکر خبر کو بغیر تاکید کے لاتے ہین بشرطیکہ منکر کو اُسکے ایسے دلائل وشواہد معلوم ہون کہ اگر اُنمین غور وتامل کرے تو انکار کی وجہ باقی نہ ہے مثلاً منکر اسلام سے کہا جاسے کہ اسلام حق ہو اور اس کلام کے ساتھ کوئی تاکید کا لفظ نہ لایا جائے ظاہر ہو کہ منکر اسلام کو وہ دلائل معلوم ہین جو حقیقت اسلام پر دلالت کرتے ہین اور وہ قرآن کا معجزہ وغیرہ ہو اگر یون کہا جائے کہ تحقیق اسلام حق ہو تو مقتضائے ظاہر کے مطابق ہو جائے۔

سودا

جسے کہ کہیے اولوالامر ہے حسینؑ شہید
امام برحق ومعصوم پاک از اجداد

ایک شخص امام حسینؑ کو باغی اور یزید کو اولوالامر قرار دیتا تھا اُسکو حضرت امام حسین کی اولوالامری کا غیر منکر مانکر قائل نے کہا مصرع۔

جسے کہ کہیے اولوالامر ہے حسین شہید

اس خبر کے ساتھ کوئی تاکید کا لفظ نہ لایا کیونکہ منکر ایک مولوی تھا جسے یزید کی بیدینی کا حال اور حضرت حسینؑ کے اولوالامر ہونے کے دلائل معلوم تھے جنپر وہ غور نہین کرتا تھا اگر غور کرتا تو ضرور اپنے عقیدے سے پھر جاتا۔

اسناد حقیقی عقلی و مجازی عقلی

حقیقت و مجاز جسطرح مفرد مین جاری ہوتے ہین جملے مین بھی جاری ہوتے ہین برابر ہے کہ جملہ انشائیہ ہو یا خبریہ اور اس سے بحث علم معانی مین کرتے ہین جس طرح مفرد کے حقیقت و مجاز سے علم بیان مین بحث ہوتی ہے کبھی مفرد مین حقیقت و مجاز کو لغوی کے ساتھ مقید کر دیتے ہین یعنی حقیقت لغوی اور مجاز لغوی کہتے ہین اور اس قید سے مقصود احتراز جملے کے حقیقت و مجاز سے ہوتا ہے۔ اور جملے مین حقیقت و مجاز کو عقلی کے ساتھ مقید کرتے ہین تاکہ مفرد کے حقیقت و مجاز سے احتراز ہو۔ اور جملے کے حقیقت و مجاز کو کبھی حکمی بھی بولتے ہین گو نسبت اضافی مین بھی کیونکہ حکم اشرف ہے جو اُسکی ایک فرد ہے یا یہ کہ حکم عقل کی طرف منسوب ہے اور کبھی حقیقت و مجاز فی الاثبات بھی کہتے ہین اگرچہ نفی مین واقع ہو اسلیے کہ بلغا کے کلام مین نفی اثبات کی تابع ہوتی ہے اور اکثر کی یہ راے ہو کہ ہر ایک حقیقت و مجاز اسناد کی صفت ہو نہ کلام کی اور کلام کا اتصاف اسکے ساتھ اسناد کی وجہ سے ہو۔

غرضکہ حقیقت عقلی ایک جملہ ہو کہ اُسمین فعل یا وہ چیز جو فعل کے معنے مین ہو جیسے مصدر و اسم فاعل و اسم مفعول و صفت مشبہ اُس چیز کی طرف مسند ہو جو اُس فعل یا معنی فعل کے ساتھ بظاہر متصف ہو جیسے فعل معروف مین فاعل کی طرف مثلاً۔

ذوق

نسیم صبح گلشن مین اگرچہ ہو دم عیسے
ترا بیمار غم تجھ بن سموم جانگزا سمجھے

اور فعل مجہول مین مفعول بہ کی طرف جیسے

غالب

سہرا لکھا گیا ز رہ امتثال امر
دیکھا کہ چارہ غیر اطاعت نہین سمجھے

پس یہ دونون مثالین اسناد حقیقی کی ہین فعل مجہول مین مفعول بہ فاعل کا قائم مقام سمجھا جاتا ہو پہلی مثال مین سمجھنے کی اسناد بیمار غم کی طرف ہو جو اُسکا فاعل ہو اور دوسری مثال مین لکھا گیا کی نسبت سہرے کی طرف ہو جو مفعول اور بمنزلے فاعل کے ہو پہلی مثال مین بیمار غم کو سمجھنے کا اتصاف حاصل ہو اور دوسری مین سہرے کو لکھے جانے کا پس یہ اسناد حقیقی ہو۔

ہوس

مجھے محرم راز قیس جو جو عاشق کا بھی ماجرا سنایا	سب حال کہا اُنھون نے رو رو معشوق کا بھی پتا بتایا

محرم راز سب حال کہنے اور عاشق کا ماجرا سُنانے اور معشوق کا پتا بتانے کے فاعل ہین اور یہ سب فعل معروف ہین ۔

انیس

مارا گیا سفر مین غلام شہ امم	فریاد ہے کہ رانڈ ہوئی ہین اسیر غم

مارا گیا فعل مجہول ہی اسکی نسبت غلام شہ امم کی طرف ہی جو مفعول بہ ہی اور بظاہر کی قید سے اس تعریف مین اقوال کاذبہ داخل رہتے ہین جیسے جاہل کا قول کہ دوا نے بیمار کو اچھا کر دیا اور یہ قول کہ زید آگیا اُس حالت مین کہ زید کے نہ آنیکو کہنے والا جانتا ہو نہ مخاطب پس یہ دونون قول بحسب ظاہر حال کے حقیقت ہین باوجودیکہ دراصل کاذب ہین نہ صادق کیونکہ پہلا قول واقع کے خلاف ہی اسلیے کہ درحقیقت اچھا کرنیکا فاعل خدائے تعالے ہی نہ دوا مگر اتنا ہی کہ یہ قول جاہل کے اعتقاد کے مطابق ہی اور اُسکے نزدیک یہ صفت دوا مین پائی جاتی ہی اسلیے اُسنے اپنے اعتقاد کے مطابق اچھا ہونیکو دوا کی طرف منسوب کیا برخلاف دوسرے قول کے (یعنی زید آگیا ہی) کہ وہ نہ واقع کے مطابق ہی اور نہ اعتقاد کے موافق ہی خلاصۂ کلام یہ ہی کہ حقیقت عقلی کی چار قسمین ہین (۱) وہ جو واقع اور اعتقاد دونون کے مطابق ہو جیسے ایک مومن کہے خدا نے بیمار کو اچھا کر دیا اسی قبیل سے ہی ۔

شایان

دکھائی خدا نے وہ قدرت کی شان بنایا سراپا مین ہر عضو خوب عنایت کیے دیدۂ دوربین	کہ مٹی کے پتلے کو بخشی ہے جان نہین اُسکی صنعت مین داخل عیوب کہ آئینہ ہو حال روے زمین

مومن

ہر جا پہ ہے تیرا جلوہ لیکن یان عقل ہے گم کہ بس تجھی کو تو واحد و بے نظیر و ہمتا تجھکو بھی نہ کہہ سکین ترا مثل	دیکھا تو کہین نظر نہ آیا پایا ہر شے مین پر نہ پایا تو حاکم و خالق برایا یا تنک نقش دوئی مٹایا

(۲) جو صرف اعتقاد کے مطابق ہو اور واقع کے مطابق نہو جیسے جاہل کا قول کہ دوا نے بیمار کو

اچھا کر دیا۔

شایان

دیا آدمی کو شرف اس قدر	ہوے آپ ظاہر بہ شکل بشر
مٹا مچھ اوتار سے یہ فساد	ہوا دفع سنکھاسُر بدنہاد
جو کچھب کا اوتار آیا پسند	تو مدھا اور کٹیک کو پہونچی گزند
جو ہرناچھ نے ظلم کی راہ لی	سزا آپنے بن کے باراہ دی
جو نرسنگھ بنکر ہوے آشکار	مٹا نام ہرناکس بدشعار
ہوئی بل کی جسدم سخاوت عیان	لبنے آپ باون سپے امتحان
پرسرام بن کے سہساورکو	دیا صفحۂ دہر سے نام کھو
سری رام بن کر ہوے جب عیان	مٹا صاف راون کا نام ونشان

ان اشعار مین بیان کیا ہے کہ خدا نے کبھی مچھ یعنی مچھلی کی شکل مین کبھی کچھب یعنی کچھوے کی شکل مین کبھی باراہ یعنی سور کی شکل مین کبھی نرسنگھ یعنی ایسے جانور کی شکل مین کہ اُس مین کچھ حصہ شیر کا ہوا اور کچھ آدمی کا اور کبھی بونے کی شکل مین اور کبھی پرسرام کی شکل مین اور کبھی رام چندر کی شکل مین ظہور کیا اور یہ امور قائل کے اعتقاد کے مطابق ہین اور واقع کے مطابق نہین کیونکہ غیر مین حلول کرنا اور داخل ہونا صفات جسم سے ہے اور اللہ تعالے جسم سے منزہ ہو کیونکہ جسم کے واسطے مکان کا ہونا ضرور ہو اور جب واجب الوجود مکان مین ہو تو اُسکا امکان اور مکان کا وجوب لازم آیا دوسرے جسم مرکب ہوتا ہے اور خداے تعالے ترکیب سے منزہ ہے اسلیے کہ ترکیب کو حدوث لازم ہے اور ہر مرکب اپنے اجزا کا محتاج ہوتا ہے اور اجزا مین اور اُس مین مغائرت ہوا کرتی ہے اور جسکو غیر کی طرف احتیاج ہو وہ خدائی کے شایان نہین تیسرے صفات اجسام کیساتھ متصف ہونا لازم آتا ہو (۲۳) وہ کہ نہ واقع کے مطابق ہوا اور نہ اعتقاد کے جیسے اُس شخص کا یہ قول کہ زید آگیا ہو جو جانتا ہو کہ وہ ابھی نہین آیا ہو اسی قبیل سے ہو۔

ہوس

کب مین نے قصد بے سبب کیا ہو	لیلی نے تجھے طلب کیا ہے

یہ قول مجنون کے باپ کا ہے اُسنے اول مجنون کو سمجھایا کہ اب میرے ہمراہ گھر کو چل کب تک تجھکو آدمیون سے نفرت و وحشت رہیگی اور جنگل مین پھرتا رہے گا جب مجنون نے باپ کی نصیحت نہ مانی تو اُسنے اپنی طرف سے دروغ اُس سے کہا کہ چل تجھکو لیلی نے طلب کیا ہے پس مجنون کا باپ لیلی کے نہ طلب کرنے کو

جانتا تھا مصلحتہً ایسا کہدیا جس سے مجنون اُس کے ساتھ شہر کو چلا گیا کیونکہ مجنون یہ بات نہین جانتا تھا کہ میرا باپ جھوٹ بول رہا ہو اسی قبیل سے ہے یہ قول رُستم کا سُہراب کے سامنے کہ مین رُستم نہین ہون۔

منشی

وہ کہنے لگا سُن کے یہ داستان	کہ شاید تو ہے رُستم پہلوان
وہ بولا کہ زنہار رستم نہین	مین اُس کا ہون اِک چاکر کمترین

(۴) وہ قول جو اعتقاد کے مطابق نہو صرف واقع کے مطابق ہو جیسے مولچند منشی کے یہ اشعار نعت سرور کائنات جناب رسالتمآب علیہ التحیۃ والصلوۃ مین۔ ع

شفیع گناہان بروز جزا	کشائندۂ عقدۂ مدعا
فرازندۂ رایت سروری	درخشندہ خورشید پیغمبری
وہ ہو خاص خاصان پروردگار	کہ جسنے کیا دین کو استوار
قدم اُسنے معراج پر جب رکھا	تو پایہ بڑھا اور معراج کا
میسر ہوا جبکہ قرب حضور	نظر اُسکو آیا وہ تابندہ نور

یہ جو کچھ قائل نے کہا ہے اعتقاد کے مطابق نہین اگر ایسا ہوتا تو وہ مسلمان ہو جاتا مرتے وقت تک ہندو کیون رہتا بلکہ صرف اکبر شاہ کے خوش کرنے کو ایسا کہا ہے اسی قبیل سے ہے یہ قول دیا شنکر نسیم لکھنوی کا گلزار نسیم مین۔ ع

ہر شاخ مین ہو شگوفہ کاری	ثمرہ ہو قلم کا حمد باری
کرتا ہے یہ دو زبانسے یکسر	حمد حق و مدحت پیمبر
پانچ انگلیون مین یہ حرف زن ہے	یعنے کہ مطیع پنجتن ہے

نسیم نے جو کچھ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور اُنکی آل کی نسبت لکھا ہے یہ کلام اُسکا اعتقاد کے مطابق نہین ہے محض شاہان لکھنؤ کے خوش کرنے کو لکھا ہے کیونکہ وہ دم آخر تک ہندو رہا اور شاہان لکھنؤ کے خوش کرنے پر دلیل یہ ہے کہ اُسنے خلفاے رسول کی تعریف نہین کی کیونکہ شاہان لکھنؤ و امراے لکھنؤ سب شیعہ تھے صرف پنجتن کی نسبت لکھکر خاموش ہو گیا بخلاف مولچند کے کہ اُسنے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی بھی تعریف لکھی ہے کیونکہ اکبر شاہ سُنی تھے۔ اور یہی النّاس علی دین ملوکہم کی طرف اشارہ ہے۔۔

چونکہ نفی اثبات کی تابع ہوتی ہے اسلیے منفی حقیقی عقلی بھی ہیں

مجاز عقلی وہ جملہ ہے جسمین فعل یا معنی فعل کو ایسی چیز کی طرف نسبت کرین جو اُس کے ساتھ متصف نہو چنانچہ فعل معروف ہو تو غیر فاعل کی طرف اور مجہول ہو تو غیر مفعول بہ کی طرف نسبت کی جائے پس یہ غیر مسند الیہ مجازی ہوتا ہے اور اُسکی طرف فعل یا معنی فعل کی نسبت کسی علاقے کی وجہ سے ہوتی ہے اور علاقے سے مُراد یہ ہے کہ مسند الیہ حقیقی کے ساتھ اُسکو کسی قسم کی مشابہت حاصل ہوتی ہے اس مشابہت کی وجہ سے فعل اُسکی طرف بھی منسوب ہو سکتا ہے —

امیر مینائی

لالہ کہتا ہے کہان موسٰے ہین آکر دیکھ لین
صاف جلوہ ہے چراغ طور کا مجھ مین عیان

کہنے کی نسبت لالے کی طرف مجازاً ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ یہ فاعل حقیقی سے مشابہت اس بات مین رکھتا ہے کہ جسطرح اُس کے ساتھ فعل کا تعلق ہو سکتا ہے اسی طرح اسکے ساتھ بھی ہو سکتا ہے۔

ولہ

ڈری یہ ذات کو میری سیہ بختی کی ظلمت سے
دعاے نور پڑھکر اپنے اوپر شمع نے دم کی

ڈرنے اور پڑھنے کی نسبت شمع کی طرف مجازاً ہے کیونکہ یہ فاعل سے مشابہت رکھتی ہے اسوجہ سے کہ فعل معروف کا تعلق دونون سے ہو سکتا ہے پہلے شعر مین کہنے کی نسبت غیر فاعل کی طرف ہے اسی طرح دوسرے شعر مین ڈرنے اور پڑھنے کی نسبت غیر فاعل کی طرف ہے اور ایسے موقع پر کسی ایسے قرینۂ لفظی یا معنوی کا ہونا ضرور ہے جس سے یہ معلوم ہو سکتا ہو کہ فعل یا معنی فعل اپنے مسند الیہ حقیقی کی طرف منسوب نہین ہوا ہے بلکہ مسند الیہ غیر حقیقی کی طرف منسوب ہوا ہے —

چنانچہ ان دونون مثالون مین یہ قرینہ ہے کہ عقل کسی طرح تجویز نہین کرتی کہ کہنے کا فعل گل لالہ کے ساتھ قائم ہو اور ڈرنے اور پڑھنے کا فعل شمع کے ساتھ قائم ہو کیونکہ یہ باتین ذی روح کی شان سے ہین اور یہ دونون چیزین غیر ذی روح ہین —

اسی قبیل سے حضرت شاد کے شعر مین کہنے کی نسبت حسرت کی طرف ہے

حسرتین اکبر کی کہتی تھین یہ اسپے وقت مرگ
حیف ہے خالی یون ہی مقصد کا پیمانہ رہے

اور قرینے کا ہونا اسلیے ضروری قرار دیا گیا ہے کہ بغیر قرینے کے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فعل اپنے مسند الیہ حقیقی کی طرف منسوب ہے جیسے نہر جاری ہے اس جگہ مسند الیہ غیر حقیقی ہے جو مسند الیہ حقیقی یعنی پانی کے ساتھ فعل کے تعلق مین مناسبت اور ملابست رکھتی ہے پس جاری ہونے کا تعلق پانی کے ساتھ تو اس لیے ہے

کہ پانی کے ساتھ اسکو قیام حاصل ہے اور نہر کے ساتھ اسلیے تعلق ہے کہ جاری ہونا نہر مین واقع ہوتا ہے اور غیر عام ہے اس سے کہ نی الواقع غیر ہو یا بظاہر متکلم کے نزدیک غیر ہوا ور اس قید سے اقوال کاذبہ جو نہ واقع کے مطابق ہون نہ اعتقاد کے مجاز عقلی کی تعریف سے نکل گئے اور اگر کسی نے یون کہا کہ فصل خزان نے باغ کو سرسبز کردیا تو یہ نہ حقیقت مین داخل ہے نہ مجاز مین حقیقت مین نہ داخل ہونے کی وجہ تو ظاہر ہے اور مجاز مین اس لیے داخل نہین کہ مجاز کے لیے علاقے کا ہونا ضرور ہے پس ایسے قول کے قائل کے حق مین یہ کہا جائے گا کہ اُسنے اپنی بے عقلی اور حماقت سے یہ بات مُنھ سے نکالی ہے۔ مجاز عقلی کے علاقے بھی مجاز مفرد کے علاقون کی طرح ہوتے ہین اور یہ کثرت سے استعمال مین ہے۔

کبھی ملابست کی وجہ سے فعل کو مکانی کی طرف منسوب کرتے ہین مثلاً۔

مولوی محمد اسمعیل

قطرون ہی سے ہوگی نہر جاری	چل نکلینگی کشتیان بھاری

جاری ہونیکو نہر کی طرف منسوب کردیا حالانکہ درحقیقت پانی جاری ہوتا ہے۔

پانی سے بھرے ہوے ہین جل تھل	ہے گونج رہا تمام جنگل

گونجنے کی نسبت جنگل کی طرف کی ہے ورنہ حقیقت مین جنگل کے رہنے والے گونج رہے تھے۔

باغون نے کیا ہے غسل صحت	کھیتونکو ملا ہے سبز خلعت

غسل کرنے اور خلعت ملنے کی نسبت باغون اور کھیتونکی طرف کی ہے اور درحقیقت غسل درختان باغ نے کیا ہے اور سبز خلعت اُن نباتات کو ملا ہے جو کھیتونمین اُگے ہوے ہین۔

انیس

دُنیا سے انتقال ہوا نور عین کا	ہنگامہ ظہر تھا لٹا گھر حسین کا

لٹنے کی نسبت گھر کی طرف کی ہے اور مراد اس سے یہ ہے کہ گھر مین جو چیز تھی وہ ظہر کے وقت لٹی اور وہ چیز فرزند ہے۔

حالی

شہر مین قحط کی دہائی ہے	جان عالم لبون پہ آئی ہے

لبونپر جان آنے کی نسبت عالم کی طرف کی ہے حالانکہ درحقیقت اُن لوگون کی جان لبونپر آئی ہے

جو عالم مین رہتے ہین۔

مثنوی زائر

کیا ہوگا یہی تھی فکر ہردم	کل اُڑدے گا یان تمام عالم

میر حسن

اُچھلتے تھے فوارے جو اُسکے وان	گیا سب نکل اُن کا تاب و توان

اُچھلنے کی نسبت فوارونکی طرف کی ہو حالانکہ پانی اُچھلتا ہے جو اُنکے اندر رہتا ہو۔ ۵

دریا تجھ بن سسک رہے تھے	اور بن تری راہ تک رہے تھے

سسکنے اور راہ تکنے کی نسبت دریا اور بن کی طرف کی ہے جو مکان ہین حالانکہ دریا کے جانور بغیر برسات کے سسک رہے تھے۔ ۵

ندی نالے چڑھے ہوے ہین	تیراکون کے دل بڑھے ہوے ہین

چڑھے ہوے ہونے کی نسبت ندی نالون کی طرف کی حالانکہ پانی چڑھتا ہے جو اُنمین (مکان) رہتا ہے۔

محمد حسین آزاد

یعنی زمین پہ جل رہے ہیں تیرے چراغ ہین	اور آسمان پہ کھلتے ستارونکے باغ ہین

جلنے کی نسبت چراغ کی طرف کی ہو حالانکہ بتّی اور تیل جلتا ہو اسی طرح کہتے ہین پرنالہ بہتا ہو حالانکہ بہنے والا پانی ہو چونکہ پرنالے اور پانی مین مناسبت ہو مجازاً اُسی کی طرف منسوب کر دیا۔

ظفر علی خان

موسلا دھار ہوئی ہوگی کم ایسی بارش	بام قدرت سے مگر بہنے لگے پرنالے

اسی قسم سے ہو آگ جلتی ہو حالانکہ جلنے والی لکڑی ہو ہانڈی پک رہی ہے حالانکہ پکنے والی وہ شے ہو جو اُسکے اندر ہے۔

حالی

نصیب اُنکا اشبیلیہ مین ہے سوتا	شب و روز ہے قرطبہ اُن کو روتا

رونیکی نسبت قرطبہ کی طرف مجازاً ہے۔ ۵

دولت جو زمین مین تھی مخفی	آگے ترے اُسنے سب اُگل دی

دولت اُگلنے کی نسبت زمین کی طرف کی ہی جو اُسکا مکان ہی ورنہ درحقیقت یہ فعل اللہ کا ہی۔

امیر

جسطرف دیکھو زرِ گل باغ مین انبار ہے ۔ شکل فوارہ اُگلتی ہے زمین گنج نہان

کبھی فعل زمانیکی طرف منسوب ہوتا ہے جیسے۔

سودا

زمانہ دلکو مرے اور عہد یار کو اب ۔ شکست سے نہین دیتا ہے ایک آن قرار

لمولفہ

زمانے نے مچھ قدر دانی نکی ۔ نظر جانب جان فشانی نکی

قدر دانی نکرنے اور نظر نکرنے کے فعل کو زمانیکی طرف منسوب کیا ہے حالانکہ اُن شخصون سنے جو زمانے کے اندر ہین قدر داتی اور نظر نہین کی ہی۔

حالی

ایک ہین وہ کہ زمانہ کرے انصاف اگر ۔ اور کھلجا ئین کمالات کبھی اُنکے سب

بظاہر انصاف کرنے کی نسبت زمانے کی طرف ہے اور حقیقت مین اُن لوگون کی طرف ہے جو اُسمین موجود ہین۔

داغ

زمانے نے یکایک چھوڑدی سب ظلم کی عادت ۔ فلک نے یک قلم موقوف کی طرز ستمگاری

کبھی فعل سبب کی طرف منسوب ہوتا ہے جیسے۔

منشی

نہ رُستم نہ سیمرغ نے زال زر ۔ کشندہ ہے تو پور کا اے پدر

اسفندیار کے باپ سے اسفندیار کی بہنون نے ایسا کہا تھا اسلیے کہ اُسنے اسفندیار کو رستم کی جنگ کیلیے بھیجا تھا جہان وہ کام آیا پس باپ بیٹے کے قتل کا سبب ہی۔

ولہ

یہ سُن کر اُسے غیرت آئی وہین
وہ غیرت سر رزم لائی وہین

غیرت کسی کے لڑائی مین آنیکا سبب ہوتی ہی۔

ولہ

دیا شہ نے ترتیب اک خانہ باغ | ہوا رشک سے جسکے لالے کو داغ

باغ کا ترتیب دینا بادشاہ کا کام نہین عملے کا کام ہے بادشاہ سبب ہی حکم دینے والا۔

آتش

اگر یہ شادی میناسے ہے ظاہر ہوتا | حال پر صوفیونکے خندہ زنی جام کرین

خندہ زنی کرنیکا فعل جام کی طرف منسوب کیا ہی حالانکہ جام خندہ زنی کرنیکا سبب ہی۔

میرحسن

سخاوت یہ ادنے سی اک اُسکی ہے | کہ اک دن دو شالے دیے سات سے

دو شالے دینے کا فعل ممدوح (یعنی نواب آصف الدولہ والی اودھ) کی طرف منسوب کیا حالانکہ اُسکے حکم سے اُسکے نوکرون نے دیے تھے مگر ممدوح سبب ہے حکم دینے والا۔

ولہ

یہ چاہا کہ خلقت کسی ڈھب جیے | کئی لاکھ ایک ایک دن مین دیے

ایک ایک دن مین کئی لاکھ دینے کے فعل کو ممدوح کی طرف منسوب کیا ہی جو سبب آمر ہی ورنہ حقیقت مین اُسکے حکم سے اُسکے نوکرون نے دیے تھے۔

حالی

سب جنہنے یوسف کی داستان ہی سُنی | جانتا ہوگا روئداد اُس کی
مصر مین قحط جب پڑا آکر | اور ہوئی قوم بھوک سے مضطر
کھتیان اور کوٹھے کھولدیے | مفت سارے ذخیرے تولدیے

کھتیان اور کوٹھے کھولدینے اور ذخیرے تولدینے کی نسبت ذات یوسف علیہ السلام کی طرف کی ہے حالانکہ یہ کام اُنکے نوکرون نے کیا تھا وہ سبب آمر تھے۔

ولہ

کبھی نادر نے قتل عام کیا
کبھی محمود نے غلام کیا

قتل عام کرنیکی نسبت نادر کی طرف کی ہے اور غلام کرنیکی نسبت محمود کی طرف حالانکہ اُن کے حکم سے اُنکی سپاہ نے یہ کام کیے تھے۔

امیر مینائی

فیض شبنم نے دیے اشجار کو آبی لباس	برمین ہی مردم گیا کے جامۂ آب روان

دراصل اللہ نے اشجار کو آبی لباس دیے ہین اور شبنم سبب ہی۔
کبھی فعل کی نسبت مصدر کی طرف ہوتی ہے جیسے۔

میر حسن

غضب سے غضب اُسکے کانپا کرے	تہور سے ہیبت بھی اُس کے ڈرے

کانپا کرے کی نسبت غضب کی طرف کی ہی اور ڈرنیکی نسبت ہیبت کی طرف کی ہی اور نسبت حقیقی یہ تھی کہ یہ دونون فعل شخص کی طرف نسبت کیے جاتے جو اُنکا فاعل حقیقی ہوتا یعنے یون کہتا کہ اُسکے غضب سے صاحب غضب کانپا کرتا ہی اور اُسکے تہور سے صاحب ہیبت ڈرا کرتا ہی مگر جو مبالغہ کلام مین اس طرح کہنے سے پیدا ہوا وہ اسطرح کہنے سے پیدا نہوتا چونکہ غضب اور ہیبت فاعل سے مشابہت رکھتے تھے اس وجہ سے کہ فعل کا تعلق دونون سے ہوسکتا ہی اسلیے اسناد فعل کی دونونکی طرف مجازاً صحیح ہی۔

غالب

آگہی دام شنیدن جسقدر چاہے بچھاے	مدعا عنقا ہے اپنے عالم تقریر کا

سنّے کا جال بچھانیکی نسبت مجازاً آگہی کی طرف ہی اور حقیقت مین اُس شخص کی طرف ہوتی ہی جو اُسکا طالب ہے۔

اسناد مجازی خبر سے خصوصیت نہین رکھتی بلکہ انشا مین بھی جاری ہوتی ہے جیسے بہار دانش منظوم مین تپش کہتا ہی کہ بادشاہ نے وزیرونکو حکم دیا۔

کہا شہ نے پھر اُس سے بہتر ہی کیا	کرو اُس کا سامان جو کچھ کہا
وزیرون نے فی الفور تدبیر کی	دربارگہ پر وہ تعمیر کی

بادشاہ نے وزیرونکو مکانکی تعمیر کیلیے حکم دیا جو اُنھون نے تعمیر کیا اور ظاہر ہی کہ مکانکا تعمیر کرنا وزیرونکا کام نہین بلکہ عملے کا کام ہے وہ تو سبب ہین حکم دینے والے۔

قرینۂ مجاز عقلی

یہ ہم پہلے بیان کرچکے ہین کہ مجاز عقلی کیلیے کوئی قرینہ ایسا ہونا ضرور ہے جس سے معلوم ہو کہ معنی حقیقی

یہان مراد نہین کیونکہ بغیر قرینے کے معنی حقیقی مفہوم ہوتے ہین اور وہ قرینہ کئی طرح کا ہوتا ہی کبھی لفظی ہوتا ہی جیسے سودا کے اس قول مین ۔

اُٹھ گیا بہمن و دے کا چمنستان سے عمل	تیغ اُردی نے کیا ملک خزان مستاصل
سجدۂ شکر مین ہی شاخ ثمر دار ہر ایک	دیکھ کر باغ جہان مین کرم عز و جل

ملک خزان کو مستاصل کرنیکی نسبت تیغ اُردی کی طرف مجازاً ہے اور قرینہ اسپر شعر ثانی ہی کیونکہ یہ شعر اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ اللہ تعالی نے اپنی مہربانی اور کرم سے بہار بھیجکر خزان کو دور کردیا پس اسناد مستاصل کرنیکی تیغ اُردی کی طرف تاول کے طریق پر ہی تاول اُسے کہتے ہین کہ کلام کو ظاہر سے خلاف ظاہر کی طرف پھیرنا یہان تاول کی صورت یہ ہی کہ موسم بہار سبب ہی خزان کے جاتے رہنے کا ورنہ حقیقت مین خزان کا دور کرنا اللہ کا کام ہے

محمد حسین آزاد

ای دوست تیرا حکم تھا جاری جہان مین	اور روشنی تھی عام زمین آسمان مین

اس شعر مین آفتاب کی طرف خطاب ہی ۔

ولہ

دولاب چرخ پر مگر اپنا مدار ہے	چلتا اسی پہ دور خزان و بہار ہی

ان دونون شعرون مین اسناد مجازی ہی اور قرینہ لفظی اسپر شعر آئندہ ہی ۔

ولہ

دن ہے خدا نے ہمکو دیا کام کے لیے	اور رات کو بنایا ہے آرام کے لیے

اور کبھی قرینہ معنوی ہوتا ہی اور اسکی بھی کئی صورتین ہین ایک یہ کہ عقل کسی طرح تجویز نہین کرتی کہ مسند الیہ مذکور کے ساتھ فعل حقیقۃً قائم ہوسکے جیسے ۔

آبرو

تمھاری لف پیچان نے سبھی کو مجھی اُدرکھا ہی	تماشا دیکھتے ہو کیا مرے حال پریشان کا

زلف کے ساتھ مارنیکا قیام محال ہی ۔

جلیل

عشق گیسوے بتان نے سانس بھی لینے دی	اژدہا بیٹھا رہا گنج دل ناکام پر

عشق کے ساتھ سانس نہ لینے دینے کا قیام محال ہو۔

ظفر

دل تجھ سے تیرا اس کا یہ کہتا ہو کہ لے	جذبۂ شوق ترا کھینچکے لایا مجھکو

جذبۂ شوق کے ساتھ کھینچ کے لانیکا قیام محال ہو اسیطرح تیر کے ساتھ کہنے کا قیام محال ہو۔

امیر مینائی

لالہ کہتا ہو کہاں موسےٰ ہین آکر دیکھ لین	صاف جلوہ ہو ترا غ طور کا مجھ مین عیان

کہنے کا قیام لانیکے ساتھ عقلاً محال ہے۔

میر تقی

کیا کیا اے عاشقی ستایا تونے اول کے سلوک مین کہین کا نرکھا	کیسا کیسا ہمین کہا یا تو نے آخر کو ٹھکانے ہی لگایا تونے

ان تمام افعال کا قیام عاشقی کے ساتھ عقلاً محال ہو۔

داغ

کون مرنے کو ترے کوچے مین خود آتا ہے کوچۂ یار مین یہ حسرت دیدار مجھے	پر یہ بیتابی دل ہو کہ اٹھا لاتی ہے روز لیجا کے نئی سیر دکھلاتی ہے

میر امانت علی ممنون

اے واے کہ تیرے لیے اس خاک نشین کو	جون بادہ لیے پھرتی ہو گھر گھر تپش دل

دوسرے یہ کہ عادۃً فعل کا قیام مسند الیہ مذکور کے ساتھ محال ہے جیسے اس شعر مین حالی کے۔ ؎

کبھی نادر نے قتل عام کیا	کبھی محمود نے غلام کیا

یہ بات عادۃً محال ہو کہ ایک فرد بشر قتل عام کرے پھر غلام بنالے اگرچہ عقلاً ممکن ہے۔
تیسرے یہ کہ صدور کلام کا موحد کی زبان سے ہو جیسے ؎

ہین شکر گذار تیرے برسات گلشن کو دیا جمال تو نے طاؤس کو ناچنا بتایا	انسان سے لے کے تا نباتات کھیتی کو کیا نہال تو نے کویل کو الاپنا بتایا

امرت سا ہوا مین بھر دیا کچھ	اک رات مین کچھ سے کر دیا کچھ
جو دل نے تھے خاک مین پریشان	سب آکے چڑھائے تونے پروان

گویا

بنایا ہند کو گلشن بہار نے ایسا	کہ شوق سیر مین سرو چمن خرامان ہے
نہال گلشن تصویر تک ثمر لائین	بہار کا چمن دہر مین یہ فرمان ہے
بہار باغ مین کیا کیا کھلا رہی ہے گل	شگفتہ غنچۂ منقار عندلیبان ہے

چونکہ یہ قوال موحدونسے سرزد ہوے ہین اسلیئے ثابت ہوا کہ انکے کہنے والونکا انکے ظاہر اسناد پر اعتقاد نہ تھا پس ان اسنادونکو مجاز سمجھا جائیگا ہان اگر یہ بات یقین کو پہونچ جائے کہ وہ انکے ظاہر کے معتقد تھے تو ان قولونکا وہی حال ہوگا جو جاہل کے اس قول کا تھا کہ دوائے بیمار کو اچھا کر دیا گو احتمال اس بات کا ہے مگر یہ احتمال ضعیف ہے اسلیئے کہ کوئی موحد ایسی اسناد کو حقیقی نہین جانتا بلکہ یہ سمجھتا ہے کہ برسات اور موسم بہاران کاموںکے سبب ہین اور حقیقت مین یہ فعل اللہ کے ہین۔

مجاز عقلی کی شناخت

مجاز عقلی کی شناخت یہ ہے کہ اُسکے لیے فاعل و مفعول ہوتا ہے کہ جب اُنکی طرف اُس فعل کی نسبت کر دی جاتی ہے تو اسناد حقیقی ہو جاتی ہے مگر اس فعل و فاعل کے ہونیکے دو طور ہین یعنے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ یہ فعل و فاعل جلد معلوم ہو جاتے ہین جیسے

مولوی محمد اسمعیل

غرا کے شیر کرتا ہے جب جوش و خروش	جنگل تمام ہوتا ہے سنسان اور خموش

یعنے جنگل کے تمام جانور خاموش ہو کر سنسان ہو جاتا ہے۔

مولوی محمد اسمعیل

قطرون ہی سے نہر ہوگی جاری	چل نکلینگی کشتیان تمہاری

یعنے قطرون ہی سے جمع ہو کر پانی نہر مین جاری ہو جائیگا۔

لمولفہ

زمانے نے کچھ قدر دانی کی	نظر جانب جان فشانی کی

یعنے اہل زمانہ نے کچھ قدر دانی اور جانفشانی کی طرف نظر کی۔

اور کبھی بڑی غور و فکر کے بعد سمجھ مین آتے ہین جیسے۔

ذوق

کرے آہ رسا میری جو سیر عالم بالا ۔۔۔ فلک کو بھی یون ہی اک آبلہ سازیر پا سمجھے

یعنے جب مین آہ کھینچون تو اللہ تعالے اُس کو اتنی طاقت بخشے کہ وہ آسمان سے بھی آگے نکلجائے ۔۔

ناسخ

اہل زمین نے کیا ستم نو کیا کوئی ۔۔۔ نالہ جو آسمان کہن سے نکلگیا

یعنے اللہ تعالے نے نالے کو اتنی تاثیر و طاقت بخشی کہ وہ آسمان کے پار ہوگیا ۔

ناسخ

جان بچنے کی کوئی صورت نظر آتی نہین ۔۔۔ لے چلی فردوس کو فرقت مجھے اک حور کی

یعنے دلربا کی جدائی مین اللہ تعالے نے مجھے مرنیکے قریب پہونچا دیا ہی ۔

داغ

کیا شب ہجر مرے سر پہ بلا لاتی ہے ۔۔۔ اپنے ہمراہ اجل کو بھی لگا لاتی ہے

یعنے اللہ تعالی شب ہجر مین مجھپر بلا لاتا ہی اور اُسکے ساتھ اجل کو بھی بھیجدیتا ہی ۔

مجاز عقلی اور استعارہ بالکنایہ مین فرق

سکاکی مجاز عقلی کو نہین مانتا اُسکے نزدیک اسکی تمام مثالین استعارہ بالکنایہ کے قبیل سے ہین جسمین مشبہ بہ متروک ہوتا ہے اور مشبہ مذکور رہوتا ہے اور جو شے کہ مشبہ بہ کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہی اُسکو مشبہ کے واسطے ثابت کرتے ہین مثلاً "دوا نے بیمار کو اچھا کیا" اُس مین دوا سے استعارہ شافی حقیقی کی ذات کا کیا ہے اور غرض اس سے تشبیہ مین مبالغہ منظور ہے اور اچھا کرنیکی نسبت دوا کی طرف استعارے کے لیے قرینہ مانا ہے پس جب یہ کہتے ہین کہ "دوا نے بیمار کو اچھا کیا" تو مراد اس سے یہ ہوتی ہے کہ شافی حقیقی نے بیمار کو اچھا کیا ہے اور اچھا کرنا جو فاعل حقیقی کی خصوصیات سے ہی اُسکو دوا کی طرف منسوب کردیا ہے اِسی طرح اور امثلہ کو قیاس کرلو خلاصۂ کلام یہ ہی کہ فاعل مجازی کو فاعل حقیقی کے ساتھ فعل کے متعلق ہونے کی وجہ سے تشبیہ دیجاتی ہی یعنی جس طرح فاعل حقیقی کے ساتھ اچھا کرنے کا فعل متعلق ہے اُسی طرح فاعل مجازی کے ساتھ متعلق کیا جاتا ہے اگرچہ فاعل حقیقی کے ساتھ وہ فعل بطور ایجاد کے متعلق ہوتا ہے اور فاعل مجازی کے ساتھ بطور سبب کے

یعنے خدا ئے تعالے اچھا کرنے کا موجد ہے اور دوا اچھا کرنے کا سبب ہی پھر تنہا فاعل مجازی کو ذکر کرکے اُس سے فاعل حقیقی مراد لیتے ہین اور جو چیز فاعل حقیقی سے خصوصیت رکھتی ہو اُس کو فاعل مجازی کے لیے ثابت کرتے ہین - مگر یہ قول سکاکی کا صحیح نہین معلوم ہوتا اس لیے کہ اس قول مین ــ

غالب

فلک نہ دور رکھ اُس سے کہ مین ہی نہین	دراز دستی قاتل کے امتحان کے لیے

استعارہ بالکنایہ کوئی معنے محصل نہین رکھتا کیونکہ اگر اللہ تعالے کے نامونکو توفیقی مانا جائے یعنے اُس ذات پاک پر کسی نام کا اطلاق حقیقۃً اور مجازاً بغیر اذن شارع کے درست نہین تو اس صورت مین خدا کو فلک نہین کہہ سکتے جس کی طرف دور رکھنے کی نسبت کی ہو اور اگر توقیفی نہ مانا جائے تب بھی یہ شرط ہے کہ ایسے نام کا اطلاق جناب باری پر کرنا چاہیے جس سے کوئی برابری لازم نہ آئے اور ظاہر ہے کہ فلک برگشتہ اور متغیر وآشفتہ حال ہے اور نیز دہریون کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے جنکے نزدیک مدار دُنیا کے کامون کا فلک پر ہے اور اُن کا اعتقاد ہے کہ جو کچھ جہان مین ہوتا ہے سب گردش فلکی سے ہوتا ہے اور خدا تعالی کے وجود کے وہ قائل نہین پس اُن کے نزدیک دور رکھنے کی نسبت فلک کی طرف حقیقی ہو اور اہل حق کا قول ہی کہ قادر مطلق ایزد بیچون ہو اور فلک سبب ہو پس دور رکھنے کی نسبت فلک کیطرف مجاز عقلی مین داخل ہی

سوال مجاز عقلی مین بھی دہریون کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے
جواب ایسا نہین اس لیے کہ استعارہ بالکنایہ مین فعل کی نسبت حقیقی ہے اور کلمہ مستعار کی ذات سے دوسرے معنے مراد ہوتے ہین بخلاف مجاز عقلی کے کہ اس مین اسناد حقیقی نہین ہوتی
سوال عرف عام مین جو ایسے جملے مذکور ہوتے ہین کہ فلان آدمی کے مکان کو آگ نے جلایا یا طاعون نے لاکھون آدمیون کا کام تمام کیا یا برف نے ایکی سال بڑا نقصان پہونچایا وغیرہ وغیرہ ــ

عشق نے غالب نکما کر دیا	ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

یہ سب مجاز عقلی مین داخل ہین کیونکہ اہل حق کے نزدیک ہر کام کا فاعل اللہ تعالی ہے حالانکہ اہل عرف مین سے کوئی بھی بولنے کے وقت اس بات کا خیال نہین رکھتا
جواب اسمین شک نہین کہ اکثر اہل عرف جاہل ہین فاعل حقیقی اور سبب مین فرق نہین کر سکتے

اور جو لوگ کہ ذہن سلیم اور فکر مستقیم رکھتے ہین وہ ایسے جملونکے بولنے کے وقت ضرور اسکا خیال رکھتے ہین یا ایسے جملے فہم کے قصور کی وجہ سے حقیقت عرفی ہوگئے ہین یعنی عرف کے لحاظ سے حقیقت ہین ورنہ فی الواقع مجاز عقلی ہین -

دوسرا باغ مسندالیہ کے حالات مین

مسندالیہ جس کی تعریف اوپر کی گئی (یعنے وہ کلمہ جسکی طرف دوسرا کلمہ منسوب ہو) اسکے حالات دو قسم کے ہین ایک یہ کہ مقتضائے ظاہر حال کے موافق ہوتے ہین دوسرے یہ کہ مقتضائے ظاہر حال کے خلاف ہوتے ہین ہم انکو دو چمنونمین بیان کرتے ہین -

چمن اول اُن اُمور کے بیان مین جو مقتضائے ظاہر حال کے موافق ہین

مسندالیہ کا ذکر جملے مین ضرور ہی **یا** بلحاظ اس امر کے کہ وہ جملے مین اصل ہی مثلاً

گویا

چشم جانان کو دل زار نے سونے نہ دیا	رات بیمار کو بیمار نے سونے نہ دیا

پہلے مصرع مین دل زار فاعل ہی اور چشم جانان مفعول اور سونے نہ دیا فعل ہی جسکی نسبت دل زار کی طرف واقع ہی اور دوسرے مصرع مین پہلا بیمار مفعول ہی اور دوسرا فاعل ہی -

غالب

نہ پوچھ نسخۂ مرہم جراحت دل کا	کہ اسمین ریزۂ الماس جزو اعظم ہے

چونکہ اپنی ایذا دوستی کا اظہار مقصود تھا اسلیے زخم دل کے مرہم مین ریزۂ الماس کا نام لیا کیونکہ ریزۂ الماس سے زخم اور بھی بڑھ جاتا ہی چونکہ ریزۂ الماس جملے مین اصل ہی اور کوئی مقتضی اُسکے ذکر سے عدول کا ہی نہین اسلیے اُسکو ذکر کیا ہے -

یا اس سبب سے کہ اپنا مطلب بخوبی واضح ہو جائے جیسے -

فضل الدین فیاض

رہ گئے حضرت سید کے جو ارمان دلمین	پورے ہوتے وہ اب ارمان نظر آتے ہین

دوسرے مصرع مین ارمان کو ایضاح کے لیے ذکر کیا ہی -

انیس

مین ہون سردار شباب چمن خلد برین | مین ہون انگشتر پیغمبر خاتم کا نگین

دوسری جگہ ضمیر متکلم کو ایضاح کیلیے ذکر کیا ہی۔

سودا

خانہ پرورد چمن ہین آخر اے صیاد ہم | اتنی فرصت دے کہ ہولین گل سے ٹک آزاد ہم

دوسرے مصرع مین ضمیر متکلم ایضاح کا فائدہ دیتی ہی۔
یا اس خیال سے کہ سامع کند ذہن اور غبی ہو تو بھی مطلب سمجھ جائے جیسے۔

سودا

حدیث فاطمہ کے حق مین بضعۃ منی | ہوئی زبان محمدؐ سے بار ہا ارشاد
حدیث یہ جو مکرر نبی نے فرمائی | سو اس حدیث کے فرمانے سے یہی ہے مراد

دوسرے شعر مین لفظ نبی مقصود بالتمثیل ہی۔
یا ایسا ہوتا ہی کہ متکلم جانتا ہی کہ سامع مسند الیہ کو سمجھتا ہی مگر دوسرونپر اُس کا غبی ہونا ظاہر کرنیکو مسند الیہ کا ذکر کرتا ہے۔

شباب

پوچھا عدو نے یار نے کیا جھک کے دیدیا | مین نے کہا کہ یار نے بوسہ دیا مجھے

باوجودیکہ سامع کو سوال کے سُننے اور اُس کے سمجھنے سے غفلت نہ چاہیے مگر مجیب نے اس غرض سے کہ لوگو نپر یہ ظاہر ہو جائے کہ یہ شخص غبی ہے جواب مین مسند الیہ یعنے یار کا ذکر کیا تاکہ لوگ سمجھ لین کہ اس سے اسیطرح گفتگو کرنی چاہیے۔
یا مسند الیہ کے ذکر سے اُسکے مدلول کی تعظیم مقصود ہوتی ہی بشرطیکہ وہ تعظیم پر دلالت کرتا ہو جیسے۔

میر حسن

کسی شہر مین تھا کوئی بادشاہ | کہ تھا وہ شہنشاہ گیتی پناہ

سودا

بس اب تو کہہ دل خیر النسا ہی اُس سے خوش | حسینؑ کے جو کرے قتل سے دل اپنا شاد

داغ

نواب نے کی جو قدر دانی میری | اے داغ گذر گئی جوانی میری

غالب

بھیجی ہی جو مجھکو شاہ جمجاہ نے دال
ہو لطف و عنایات شہنشاہ پہ دال

منشی

درِ دولتِ شاہِ عالم پناہ
فقیر و غنی کا ہے امید گاہ

خواجہ امام الدین اثرؔ

معین ملت معین دین ہو بھلے بُرے کے تمھین دھنی ہو
تمھارے قدمونمین سر دیا ہو تمھاری بستی مین آبسے ہین

یا اُسکے ذکر سے اہانت مقصود ہوتی ہے جیسے۔

سودا

صدر کے بازار مین ہو اک دبنگ
عار اطبا و طبابت کا ننگ

ولہ

بھلا اس شان کا ہاتی کہین ہے
کہ جس پہ ہر کوئی ایسا لعین ہے

ولہ

سجدہ کرے ہین مہر و ماہ در پہ اُنھونکے روز و شب
مبرہین اُس سے یون ہوا داغی ہین یہ غلام دو

ولہ

غرض کہ مولوی سادہ نے اُسکو سُنی جان
عقیدے اپنے کی باتین سب اُس سے کین الستاد

یا مسند الیہ کو تبرک کیلیے ذکر کرتے ہین جیسے۔

میر تقی

ہادی علیؓ رفیق علیؓ رہنما علےؓ
یاور علیؓ مدد علیؓ آشنا علےؓ

مرشد علیؓ کفیل علیؓ پیشوا علےؓ
مقصد علیؓ مراد علیؓ مدعا علےؓ

جو کچھ کہو سو ہے تو ہان مرتضیٰ علی

سودا

محمدؐ کنت کنزاً کی گواہی
محمدؐ عالم علم الٰہی

محمدؐ جگ مین سالار رسل ہو
محمدؐ ماہر ہر جزو کل ہے

یا حظ طبع مقصود ہوتا ہی جیسے۔

مذاق

جسکی طفلی جانیوالی اور شباب آنیکو ہے	مژدہ ای رندو کہ وہ مست شراب آنیکو ہے

خواجہ درد

اُن لبون نے نکی مسیحائی	ہم نے سو طرح سے مر دیکھا

سوز

خدا کیلیے میرے اے ہم نشینو	وہ بانکا جو جاتا ہے اُسکو بلالو

یا کلام کو طول دینے کی غرض سے جہان سُنانا مطلوب ہو مسند الیہ کو ذکر کرتے ہین اور مقصود اس سے یہ ہوتا ہی کہ سامع اُسکے حال کو سُنے اور دیر تک اُس سے ہم کلامی حاصل رہے اسی لیے دوستونکے ساتھ اور نیز اُن لوگونکے ساتھ جنسے بات چیت کرنیکو اچھا جانتے ہین طول کلامی کی جاتی ہی جیسے۔ ؎

کیسے لگا تھا یہ دل ایسے لگا تھا یہ دل	کچھ مین نے ابتدا کی کچھ تمنے ابتدا کی

پہلے مصرع مین دل کا لفظ کہ مکرر آیا ہے مقصود یہی ہو۔

انیس

یہ سخن کہ کے مخاطب ہوے اعدا سے امام تم پہ کرتا ہے حسین آخری حجت کو تمام	اے سپاہ عرب و مصر و رے و کوفہ و شام پسر مصحف ناطق ہون سُنو مجھسے کلام

ولہ

سامنے ہند گئی اور کیا جھک کے سلام ترک آداب ہی ہر چند یہ بتلایئے نام	جوڑ کر ہاتھ یہ کی عرض کہ اے عرش مقام کہا مولا نے کہ مظلوم و غریب و ناکام

قیدی ہون ظلم رسیدہ بھی ہون نادار بھی ہون
اس لُٹے قافلے کا قافلہ سالار بھی ہون

یہ وہ موقع ہے کہ ہند یزید کی بیوی قید خانیکے دیکھنے کے لیے گئی ہے وہان امام زین العابدین کو قید مین دیکھ کر نام و نسب پوچھا تو امام نے جواب اس طول کلامی کے ساتھ دیا ہی تاکہ اُس کی توجہ اپنی طرف کھینچین۔

ولہ

بولا کوئی کہ کون ہی تو اے نحیف و زار اک آہ سرد بھر کے یہ بولی وہ دل فگار	دل ہو گیا ہے تیری صدا سُن کے بیقرار آفت زدہ اسیر و پریشان و سوگوار

چھوٹے سے سن مین قیدی زندان شام ہون
مین دختر حسین علیہ السلام ہون

پوتی ہون اُسکی جو کہ ہے کونین کا امیر	شیر الہ بادشہ آسمان سریر
ایسا کریم تھا وہ دو عالم کا دستگیر	جسنے ہزارون قید سے چھڑوا دیے اسیر

شہرت جہان مین ہمت مشکل کشا کی ہر
ہم آج ہین اسیر یہ قدرت خدا کی ہے

بی بی سکینہ سے مجلس کے ایک محافظ نے نام پوچھا تو اُنھون نے اس وجہ سے کہ وہ انکے حال پر رحم کرے اس طول کلامی سے جواب دیا۔

یا اُسکے ذکر سے تخویف اور دھمکی منظور ہوتی ہے جیسے۔

میر

اُسکی خاطر کھینگے خرد و کلان	سعی اس مین کرینگے عمر سے بجان
دوست اُسکو رکھے ہین پیر و جوان	لے گا منت علے محمد خان

رکھنا ان پیسون کا ہے کسکی مجال

پہلے چارون مصرعون مین مسند الیہ کا ذکر تخویف کیلیے ہے۔

منشی

یہ کہکر لگا کہنے پھر یون ہجیر	کہ رستم ہے مرد شجاع و دلیر

رُستم کے ذکر سے ہجیر کی غرض سُہراب کو ڈرانا تھی۔

یا تعجب کے لیے ذکر کرتے ہین جیسے۔ ۵

دل لگا کر آپ بھی غالب مجھی سے ہوگئے	عشق سے آتے تھے مانع میرزا صاحب مجھے

مسند الیہ کی تعریف

اصل یہ ہے کہ مسند الیہ معرفہ ہو جیسا کہ خبر کی اصل یہ ہے کہ نکرہ ہو اور غرض اس سے متکلم کی یہ ہوتی ہے کہ مخاطب کو کامل فائدہ حاصل ہو جائے اور مسند الیہ کی تعریف کئی طریق سے ہوتی ہے جسکی تفصیل یہ ہے۔

مسند الیہ کی تعریف ضمیر کے ساتھ

مسند الیہ کی تعریف ضمیر کے ساتھ کی جاتی ہے اور یہ تین حال سے خالی نہین یا متکلم ہوتا ہے یا مخاطب یا غائب اگر مسند الیہ غائب ہو تو اُسکے لیے مفرد ہو یا جمع وہ اور تہ و ضمیر ہے اور بعض وے بھی جمع کے لیے استعمال کرتے ہین مگر فصحا کے نزدیک مقبول نہین وہ اسکو مُلّاہاے مکتبی کی زبان جانتے ہین اور واحد مخاطب کے لیے تو ہے اور یہی فصیح ہے اور قدما تین بھی بولتے تھے اور تم جمع مخاطب کیلیے ہے اور مین واحد متکلم کے لیے اور ہم جمع متکلم کے لیے ان سات لفاظ کے سوا اور بھی الفاظ ضمائر کے لیے آتے ہین مثلاً تجھے تجھکو تمھین تمکو مجکو ہمین ہمکو اُسے اُس کو اُنھین اُن کو یہ بارہ الفاظ مفعول کی ضمیرین ہین اور اُسنے اُنّے انھون نے تو نے تمنے ہمنے مین نے یہ چھ لفظ فاعل کی ضمیرین ہین اور چھ لفظ ضمیر کے حروف سے تعلق رکھتے ہین مثلاً اُس سے اُن سے تجھسے تمسے مجھسے ہمسے اسی طرح چھ لفظ اضافت کے لیے آتے ہین چنانچہ تیرا ہمارا تیرا تمھارا اُس کا اُن کا اور مین نے کی جگہ مین غیر فصیحون کا لفظ ہے جیسے مین نے کیا یا کیا مین نے کی جگہ مین کیا یا کیا مین بولین ضمائر کا الف نیے اور واسطے کے ساتھ یاے مجہول سے بدل جاتا ہے اور اُردو مین یہ دونون لفظ مضاف شمار ہوتے ہین اور خاطر کے ساتھ یاے معروف سے تبدیل ہوتا ہے جیسے میرے لیے اور تیرے واسطے اور تیری خاطر اور اس صورت مین یہ الفاظ ضمائر اضافی مین داخل ہین اُن اور انھون کے واسطے اور انھونکی خاطر کیجاے اُنکے واسطے اور اُنکی خاطر زبان غیر فصیحونکی ہی اور کتنے بمعنی نزدیک بھی واسطے اور لیے کیطرح عمل کرتا ہے اور انھین سے در اصل اُن ہی سے ہے لیکن اب اصل سے نقل کا استعمال اچھا ہے۔ ضمیر غائب کیلیے مرجع کا ہونا ضرور ہے۔ مرجع اُس اسم کو کہتے ہین جسکی جگہ ضمیر آتی ہے اور یہ مرجع ہمیشہ ضمیر سے پہلے ہوتا ہے جیسے نیرنگ خیال کی اس عبارت مین ”سچ کا عجب حال ہے کہ اتنا تو اچھا ہے مگر پھر بھی لوگ اسے ہر وقت اچھا نہین سمجھتے“ اسے کا مرجع سچ ہے۔

حالی

کہ کل فخر تھا جن سے ہندوستان کو	ہوئے آج سب ننگ ہندوستان وہ

کبھی مرجع لفظاً مذکور نہین ہوتا بلکہ ذہن مین ہوتا ہے چنانچہ غزلیات مین معشوق کی طرف جو ضمائر راجع ہوتی ہین وہ اسی قبیل سے ہین۔ مثلاً

جرأت

وہ گیا کس طرف اُٹھ جانے سے جسکے یارب	دل کسی اور طرف جائے ہے جان اور طرف

وہ کی ضمیر معشوق کی طرف راجع ہے اور وہ عبارت مین مذکور نہین لیکن سیاق کلام اور قرینۂ مقام سے معلوم ہو جاتا ہے بخلاف اسماے ظاہر کے کہ اگرچہ غائب کے لیے موضوع ہین لیکن اُن مین یہ شرط نہین کہ اُس کا ذکر پہلے ہو چکا ہو اور ضمیر غائب کا اسم ظاہر کی طرف رجوع کرنا وضع مذکور پر قرینہ ہے جیسے زید آیا۔

خطاب مین اصل یہ ہے کہ معیّن کے لیے ہو کیونکہ معارف اسیلیے وضع ہوے ہین کہ معین مین استعمال کیے جائین دوسرے خطاب یہ ہے کہ کلام کو حاضر پر بہونچایا جائے مگر کبھی خطاب غیر معین کے ساتھ کیا جاتا ہے تاکہ خطاب بطور بدل کے ہر مخاطب کو عام ہو سکے اور ہر مخاطب کہ متکلم نے یہ بات مجھ سے کہی ہے۔

حالی

کام ہین سب بشر کے ہم وطنو	تم سے بھی ہو سکین جو مرد بنو
چھوڑو افسردگی کو جوش مین آؤ	بس بہت سوے اٹھو ہوش مین آؤ
قافلے تم سے بڑھ گئے کوسون	رہے جاتے ہو سب سے پیچھے کیون
تم اگر ہاتھ پاؤن رکھتے ہو	لنگڑے لولونکو کچھ سہارا دو
تم اگر چاہتے ہو ملک کی خیر	نہ کسی ہم وطن کو سمجھو غیر

جبکہ ضمیر مستتر کے سوا کوئی اور لفظ فعل کا فاعل ہو اُس وقت ضمیر کو صرف صیغے کی علامت اعتبار کرینگے جیسا کہ زید آیا۔ مین آیا۔ تم آئے۔ عورتین آئین۔ زید مین تم عورتین فعل کے فاعل ہین اور ضمائر مستتر علامت صیغہ ہین ورنہ لازم آئے گا کہ ایک فعل دو فاعلون کی طرف مسند ہو اور یہ محض غلط ہے بعضون کے نزدیک ضمیر بارز اور اسم ظاہر ضمائر متصل کی تاکید کے واسطے مستعمل ہوتے ہین اور فائدہ ضمیر بارز اور دوسرے اسم ظاہر کے ذکر کرنے مین یہ ہے کہ سامع کو معلوم ہو جاتا ہے کہ نسبت فعل کی بالضرور اسی فاعل کی طرف ہے۔

مسند الیہ کی تعریف علمیت کے ساتھ

مسند الیہ کی تعریف علمیت کے ساتھ بھی کی جاتی ہے اور عَلَم وہ ہے کہ نام ہو شخص معین اور خاص چیز کا اور غرض اس سے یہ ہوتی ہے کہ سامع کے ذہن مین ابتدا سے بعینہٖ حاضر ہو جائے تاکہ اُسکو پھر کسی اور کے ساتھ شبہ باقی نہ رہے جیسے۔

ترانۂ شوق

اللہ کی حمد ہے زبان پر — ہے آج دماغ آسمان پر
وصف اُسکے لکھین جو لکھنے والے — کونین کے دو ورق ہون کالے

دوسرے شعر مین ضمیر نے آکر ذات معینۂ الٰہی کو بعد علم کے دوبارہ حاضر کر دیا۔
کبھی علمیت سے مسندالیہ کی عظمت و شوکت کا اظہار مقصود ہوتا ہے جیسے۔

انشا

وہ سعادت علی عالی اعلےٰ جو ہے — معدن جود و سخا لجۂ احسان و کرم

یہان یہ خیال کرنا چاہیے کہ سعادت علی کو اظہار عظمت مین دخل نہین بلکہ اُسکے اوصاف اسپر دلالت کرتے ہین کیونکہ عظمت ایک ایسا امر ہے جو کمی بیشی کو قبول کرتا ہے اس صورت مین جو کچھ سعادت علی سے مستفاد ہوتا ہے صفات سے اسمین زیادتی پیدا ہوتی ہے۔

ولہ

الامان بول اُٹھین قیصر روم و خاقان — گر کہین ہاتھ مین تو لیکے اُسے جاوے ڈپٹ

سودا

شیر یزدان شہ مردان علی عالی قدر — وصی ختم رسل اور امام اول

علی سے جو عظمت مستفاد ہوتی ہے عالی قدر سے اُسمین زیادتی پیدا ہوتی ہے۔

ناموس

کہان ہے جم اور کہان سکندر کہان ہے قیصر کہان ہے دارا
یہ سب کے سب خاک کے تھے پتلے بگاڑ ڈلے بنا بنا کر

مصحفی

خاموش ہین ارسطو و افلاطون مرے آگے — دعوے نہین کرتا کوئی موزون مرے آگے

گویا

ہے ایک ترا آئنہ بردار سکندر
دارا ترے دروازے کے دربانکے برابر

کبھی اظہار علمیت کا تعظیم نظیر کیلیے ہوتا ہے جیسے۔

مومن

تری غلامی کی دولت سے خاک پاے بلال	سفیدۂ رُخ فغفور چین و قیصر روس

فغفور چین و قیصر روس جو عالی قدر بادشاہ ہین اس لیے مذکور ہوے ہین کہ خاک پاے بلال کی عظمت ظاہر ہو اور بلال کا اسلیے ذکر کیا گیا کہ ذات ممدوح یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور بزرگی بیان ہو۔
کبھی اظہار علمیت سے کنایہ علم کے معنی اصلی کی طرف ہوتا ہی جیسے۔

مولوی محمد حسین آزاد

آزاد نے قدم نرکھا قید حرص مین	سچ ہے کہ دی خدا نے ہو کیا ہی سمجھ اُسے

آزاد اصل لغت مین غیر بندہ او بے قید اور بے تعلق کو کہتے ہین پس یہان پر کنایہ ہے اسکے حرص دُنیا سے آزاد ہونے کی طرف وضع اول کی وجہ سے اور وضع ثانی کے اعتبار سے محمد حسین کا تخلص تھا پس معنی لغوی قرینہ ہین انتقال کے معنی ثانی کی طرف اور وہ ہوا و ہوس دُنیا سے آزادی ہے پس ملزوم سے اور وہ ذات آزاد ہی لازم کی طرف اور وہ ہوا و ہوس دنیا سے آزاد ہونا ہے انتقال باعتبار وضع اول کے ہوتا ہی۔

حافظ عبد الرحمن احسان

شہر وہ کیا کہ جس شہر مین احسان نہو	قلعہ وہ کیا ہو کہ جس قلعہ سے احسان گیا

یہ اُس قطعہ کا شعر ہے جو احسان نے اکبر شاہ ثانی کی خدمت مین اُس موقع پر پیش کرایا تھا جب دشمنون نے انکی طرف سے کان بھر کر قلعہ معلی مین آمد و رفت سلام و مجرا سب بند کرا دیا تھا۔

مومن

آج ہوتا کمال تو کہتا	اب تخلص سزا ہی نقصانی

کمال ایک ایرانی شاعر کا تخلص ہی اور یہان پر اس لفظ کے معنی اصلی کی طرف اشارہ ہی چنانچہ نقصانی کا لفظ اس امر پر دلالت کرتا ہی۔ اسی قبیل سے ہی شعر ذیل مین مومن کا لفظ

مومن

گر ترے کوچے سے دی کعبے کو نسبت کیا گناہ	مومن آخر تھے کبھی لے دشمن اسلام ہم

اگرچہ مومن شاعر کا تخلص ہی مگر یہان اُسکے معنی اصلی کی طرف کنایہ یہ ہی کہ اُس چیز کے تصدیق کرنیوالے کہتے ہین جسکی نسبت یہ معلوم ہو جائے کہ اُسے محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے پاس سے لائے ہین۔

ولہ

سے نام آرزو کا تو دل کو نکال دین
مومن نہون جو ربط رکھین بدعتی سے ہم

ولہ

ہے نام جو کچھ تابع فرمان کرو نہین
مومن ہون تو تجھکو کبھی مسلمان کرو نہین

وزیر

بگاڑا بنا گدا کہکے مجکو لے شہ حسن
فقیر ہون ترے در کا وزیر نام نہین

اسی قبیل سے ہی گویا کے اس مقطع مین اگرچہ علم مسند ہی نہ مسند الیہ۔

گر ترے اُٹھنے نہ دینے سے بگڑ بیٹھا وہ
تو تو گویا تھا کوئی بات بنائی ہوتی

واجد علی شاہ غلام رضا نام اپنے ایک مصاحب کے حق مین کہتے ہین۔

نام ایسا جگر کا ایسا سخت
تھا غلام رضا وہ کب کمبخت

اسی قبیل سے ہی بحر کا یہ مقطع جسمین علم منادی ہی۔

سنگ ودرہ بننے کے سبب کوچہ جانان چھوڑا
بحر تم رک گئے خاشاک سے دریا ہوکر

سودا شاہ عالم کی تعریف مین کہتا ہی۔

ترقی ہو اُسے : بخواہ عالم
کہا دے تا ابد یہ شاہ عالم

جرأت

مُنھ نہ موڑونگا تری شمشیر سے قاتل ذرا
نام ہی جرأت مرا اس بات کو مردانہ ہون

اس مقطع مین علم مسند الیہ نہین بلکہ مسند ہی۔
کبھی اظہار علمیت سے سامع کا حیران و مشوش کر دینا مقصود ہوتا ہی جیسے اس شعر مین۔

غالب

اسد اللہ خان تمام ہوا
اے دریغا وہ رند شاہد باز

انیس

غل ہوتا ہی ہر سمت جدا ہوتی ہی زینب
ہر اک کے گلے ملتی ہی اور روتی ہی زینب

ولہ

علی اکبر کی جوانی کلٔ ہے جانکاہ الم | زانو پر مارتے ہین دست تاسف ہر دم

کبھی اظہار علمیت سے حظ طبع مقصود ہوتا ہے جیسے اس شعر مین میر حسن کے۔

کہا میری نجم النسا تو ہے جان | اری تیرے صدقے مری مہربان

جبکہ نجم النسا وزیر زادی بہت مدت کے بعد شہزادی بدر منیر سے آکر ملی تو اُسنے یہ کہا تھا اس کلام مین نجم النسا کا نام صرف حظ طبع کے واسطے ذکر کیا گیا ورنہ درصورتیکہ وہ خود شاہزادی کے سامنے حاضر تھی اسقدر کہنا کافی تھا کہ اری مین تیرے صدقے جاؤن میری جان تو ہی ایسے موقع پر نام لینا ضرور نہ تھا چنانچہ یہ بات کتاب توبۃ النصوح مصنفۂ مولوی نذیر احمد دہلوی کے اس فقرے سے ظاہر ہوتی ہو "کلیم نے وہان جا آواز دی تو کچھ دیر بعد مرزا صاحب ننگ دھڑنگ جانگیہ پہنے باہر تشریف لائے اور کلیم کو دیکھ کر شرمائے اور بولے آہا آپ ہین معاف کیجیے گا مین نے سمجھا کوئی اور صاحب ہین" الخ آہا آپ ہین کہا کلیم کا نام نہ لیا۔

نفیس

کہ فرزند میرا جہاندار شاہ | جو ہے وارث تخت و تاج و کلاہ

انیس

علی اکبر مری محنت کی طرف دھیان کرو | امان واری مری بستی کو نہ ویران کرو

ماں نے سامنے علی اکبر سے یہ بات کہی تھی۔
اسی غرض کیلیے شعر ذیل مین فرخ فرخ واقع ہوا ہو۔

گلزار نسیم

شہ نے جو وزیر آتے دیکھا | فرخ فرخ پکار اٹھا

کبھی اظہار علمیت بیان حسرت وافسوس کے لیے ہوتا ہے جیسے مرزا غالب اپنے ایک خط مین لکھتے ہین "وہی بالا خانہ ہے وہی مین ہون سیڑھیون پر نظر ہے کہ وہ میر مہدی آئے وہ میر سرفراز حسین آئے وہ یوسف مرزا آئے وہ میرن آئے وہ یوسف علی خان آئے مرے ہوؤن کا نام نہین لیتا بچھڑے ہوؤن مین سے کچھ گنتے ہین انتہا۔"

میر

گیا قیس ناشاد اس عشق مین — کبھی جان فرہاد اس عشق مین
ہوئی اس سے شیرین کی حالت تباہ — کیا اس سے لیلی نے خیمہ سیاہ
سنا ہوگا وامق پہ جو کچھ ہوا — نل اس عشق مین کس طرح سے موا
جو عذرا پہ گذرا سو مذکور ہے — دمن کا بھی احوال مشہور ہے

غالب

ہان اے فلک پیر جوان تھا ابھی عارف — کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا کوئی دن اور

ہوس

بیٹھا تھا جہان یہ چشم پرخون — وارفتہ عشق یعنے مجنون

دبیر

تم بھی نہ رہے عون و محمد بھی سدھارے — اب کون اٹھائے گا جنازے کو ہمارے

ولہ

لاشے سے پسر کے نہ جدا ہووے گی مادر — بیٹھونگی مین جس بن مین رہینگے علی اکبر

داغ

میر و غالب و آزردہ سے پھر لوگ کہان — داغ اب یہ ہین غنیمت ہمہ دان دہلی

کبھی اظہار علمیت تحقیر کے واسطے ہوتا ہے جیسے۔

انوار حسین تسلیم

سوکھے منھ باتین کرتی ہو روکھی — وہ فقیر د بھی بھک منگی بجو کی

قلق

کس سڑی کا ابھی یہ تھا مذکور — کون مجنون جو قیس تھا مشہور

عاشقی کا مزہ وہ کیا جانے
نام مہر و وفا وہ کیا جانے

یعنے قیس کو عاشقی کا کیا سلیقہ تھا۔
کبھی سامع کو ترحم پر برانگیختہ کرنیکے لیے علم کو بیان کرتے ہین جیسے۔

مومن

کہ ترے صدقے مری جان مومن	جان مومن ترے قربان مومن

ولہ

مومن زار کہ تھا گرم بیان	سوزش سینہ سے تھا شعلہ فشان

مظہر

لوگ کہتے ہین موا مظہر بیکس افسوس	کیا ہوا اُسکو وہ اتنا بھی تو بیمار نہ تھا

مظہر کے ساتھ بیکس کی قید سے یہ فائدہ ہے کہ سامع رحم کیلیے زیادہ برانگیختہ ہو۔

انیس

تم پہ کرتا ہے حسین آخری حجت کو تمام	پسر مصحف ناطق ہون سنو مجھسے کلام

محتشم

حال دل کچھ مختصر کہتا ہی محتشم تک تو سن	اے بُت سنگین دل اپنے عاشق بیدل کی بات

نظام رامپوری

ترے کرم سے ہو نومید کسطرح سے نظام	کہ حسب حال ہے یہ قول عارف باللہ

دبیر عباس کی زبانی

نا چیز ہی کم سہی رتبے مین مین الا ہاتھ اُن کا پکڑ کر حسین پاک کو سونپا	بابا نے غلامونکے بھی حق مین کہا کیا کیا عباس رضی غلامونسے کبھی کم مرتبہ ٹھہرا

اسی فائدے کیلیے بکاؤلی کا ذکر دوسرے شعر مین ہے۔

گلزار نسیم مین بکاؤلی کی زبانی

گل کا سا لہو بھرا گریبان	سبزے کا سا تار تار دامان

دکھلا کے کہا سمن پری کو
اب چین کہان بکاؤلی کو

مسند الیہ کی تعریف خطاب و لقب و کنیت کے ساتھ

کبھی مسند الیہ کی تعریف کنیت و لقب سے کی جاتی ہے اور اس سے یا تو توصیف مسند الیہ کی منظور ہوتی ہے جیسے اس مثال مین۔

مذاق

مرتضیٰ و بوتراب و بوالحسن بوالاولیا	بوالائمہ سید والا علی مشکل کشا

اس مثال سے کنیت و لقب دونون ظاہر ہین۔

گویا

جو دوستونکو سمجھتے ہین دشمنان علیؑ	تو انکے سر کو کرے تیغ بوتراب قلم

میر تقی

ہے کریم اب بھی وزیر ابن وزیر	آصف الدولہ فلک قدر و جناب

حالی

یہی شفقت تھی کہ جب اُسنے سوچا انجام	شیخ فاروق نے بیٹے کا کیا کام تمام

یا تحقیر مسند الیہ کی مراد ہوتی ہے جیسے ان مثالونمین۔

سودا

یہ کہا شیخ نے شیطان سے کہ آہستہ چل	آشنا مت ہو تو سودا سے خراباتی کا

ولہ

اتفاقاً بزم رندان مین ہوا وارد جو شیخ	بہ نتیجہ اتحاد م بدم داڑھی کا اسکی شانہ تھا

ولہ

کام اُس گلی مین سر سے یہ سودا گذر چکا	کیا تاب یک قدم جو اُدھر بوالہوس چلے

ولہ

پیوند ہو زمین کا یارب شتاب ناصح	سی سی مرا گریبان اُن نے تو جان مارا

نیاز

ٹھانی ہی یہان منچون نے اپنے یہ دلمین	واعظ جو ملے اُسکے عمامے کو اتارو

ظفر

منھ یہ چڑھنا نہین شمشیر ستم کے آسان	بوالہوس بھاگے نہ کیون عشق کے میدان سے دور

سودا

ٹھہرا نہ گالیوں سے ترے کوئی بوالہوس	اِک مین ہی رہ گیا ہون دعاگو قدیم کا

ولہ

حافظ یہ چاہے عہد سے اُسکے بر آ ئین	پیادے کو دے کے تین روپے نو روپے سوار

شیخ اور ناصح اور واعظ اور بوالہوس اور حافظ الفاظ واسطے تحقیر کے ذکر کیے گئے۔

مسندالیہ کی تعریف اسماے اشارہ کے ساتھ

مسندالیہ کی تعریف اسماے اشارہ کے ساتھ بھی کی جاتی ہے اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ اُسکی خوب وضاحت ہوجائے۔
فرق معنوی ضمیر اور اسم اشارہ مین یہ ہی کہ اشارہ اُمور حسّی کیلیے موضوع ہی اور ضمیر حسّی اور غیر حسّی دونون کیلیے بنی ہے جیسے کہتے ہین زید سے مین ملا تھا وہ نہایت عمدہ آدمی ہی لفظ وہ ضمیر ہے جو زید کی طرف راجع ہی اور زید محسوسات سے ہے غیر حسی کی مثال۔ ؎

وہ الحق کہ ایسا ہی معبود ہے	قلم جو لکھے اُس سے افزود ہے
اگرچہ وہ بے فکر و غیور ہے	ولے پرورش سب کی منظور ہے

دونون شعر دمین وہ لفظ ضمیر ہے اور خدا کی طرف راجع ہی جو غیر محسوس ہے اور بعض نے کہا ہی کہ مرجع ضمیر کا ذہنی ہوتا ہی حسّی نہین ہوتا یعنی اعضاے ظاہر سے تعلق نہین رکھتا اور اشارہ باعتبار معنی حقیقی اپنے کے صرف محسوس حاضر کی طرف ہوتا ہے اور یہ اعضاے ظاہر آنکھ بھون ہاتھ پانون اور دل وغیرہ سے تعلق رکھتا ہی اور اگر کہین غیر محسوس غیر حاضر کی طرف اشارہ کیا جائے تو مجاز پر محمول ہوتا ہے کہ غیر محسوس کو محسوس حاضر تصور کرکے اُس کی طرف اشارہ کرتے ہین چنانچہ منشی شاہنامہ اُردو کی نسبت کہتا ہے ؎

کہ واللہ یہ نامۂ دلپذیر	بہت خوب ہے بلکہ ہے بے نظیر

یعنی یہ کتاب کہ ذہن میں معقول و متصور ہوا اور ابتک وجود میں نہ آئی ہو بشرطیکہ خطبۂ الحاقی نہو سیلم اشارہ فاعل لازم اور مبتدا کے لیے واحد ہو یا جمع یہ مقرر ہو اور جمع کیلیے بھی قدما کے ہاں درست تھا مگر اب متروک ہے / اور فاعل متعدی اور مفعول اور متعلق بہ حرف کے لیے اُن مستعمل ہو جیسے آپنے مجھے بہت ستایا اور اُنکو میں بہت چاہتا ہوں اور اُس سے مجھے کچھ غرض نہیں / اور فاعل کی جمع کے لیے اُنھوں نے اور مفعول کی جمع کیلیے اُنھوں کو اور اُن کو استعمال کرتے ہیں اور یہ پچھلا لفظ افصح ہو اور متعلق بہ حرف کے لیے اُنھوں سے اور اُن سے لاتے ہیں اور پچھلا لفظ فصیح تر ہو اور اُس نے کی جگہ اُنھوں نے بھی استعمال کرتے ہیں اور لفظ یہ اشارہ قریب کے لیے ہے اشارۂ بعید کے لیے اُردو میں وہی لفظ مستعمل ہو جو ضمیر واحد غائب کے لیے آتا ہے انشاء اللہ خان سے دریاے لطافت میں یہ بات فروگذاشت ہو گئی ہے اور ثبوت اس کا یہ ہو کہ اسم اشارہ مشار الیہ کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے اور اسم ضمیر مرجع کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا پس ان اشعار میں ـ

سید اصغر علی آبرو ساکن ٹونک

اُس زلف سیہ کا ہی یہ نقشا مرے آگے | یا کھیل رہا ہو کوئی کالا مرے آگے

شاہ مبارک آبرو

افسوس ہو کہ مجھکو وہ یار بھول جائے | وہ شوق وہ محبت وہ پیار بھول جائے

اسکا زلف اور وہ کا یار اور شوق و محبت کے ساتھ جمع ہونا دلیل ہو اس بات پر کہ یہ دو لفظ یہاں اشارہ بعید کیلیے مستعمل ہوئے ہیں اور اِس اور اِن الف مکسور کے ساتھ اشارۂ قریب کے لیے ہیں اور اُس اور اُن الف مضموم کے ساتھ اشارہ بعید کیلیے ـ

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مسند الیہ کی تعریف اسم اشارہ کے ساتھ یا تو زیادتی مدح کے لیے ہوتی ہے جیسے

عشرت

ارادہ سیر کا کرتا ہے جبکہ وہ گلرو | یہ نازکی کہ جبین پر عرق ابھی سے ہے

یعنی اُسکی نازکی بہت بڑھی ہوئی ہے ـ

محمد افضل خان افضل

یہ خط یہ بر یہ شرخی یہ شان تیغ — یہ گھات یہ تراش یہ پہلو یہ آن تیغ

غالب

یہ مسائل تصوف یہ ترا بیان غالب — تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

انیس

سب تھک گئے مگر نہ تھکے تیغ زن کے ہاتھ — وہ معرکہ رہا اسی گل پیرہن کے ہاتھ

یعنی وہ معرکہ عظیم الخ۔

ولہ

وہ سرد ہوا نور کی وہ صبح کا عالم — اور زمزمے مرغان خوش الحان کے وہ باہم
وہ سبزۂ صحرا پہ پڑے گوہر شبنم — اور صبح کی نوبت کی صدا آئے وہ ہردم

ولہ

چلنا وہ باد صبح کے جھونکون کا دمبدم — مرغان باغ کی وہ خوش الحانیان بہم
وہ آب و تاب و نہر وہ موجون کا پیچ و خم — سردی ہوا مین پر نہ زیادہ بہت نہ کم
وہ نور صبح اور وہ صحرا وہ سبزہ زار — تھے طائروں کے غول درختوں پہ بے شمار
چلنا نسیم باد سحر کا وہ بار بار — کوکو وہ قمریون کی وہ طاؤس کی پکار
وہ دشت وہ نسیم وہ جھونکے وہ سبزہ زار — پھولوں پہ جا بجا وہ گہر ہائے آبدار

میر حسن

وہ نکھرا فلک اور وہ مہ کا ظہور — لگا شام سے صبح تک وقت نور
وہ سنسان جنگل وہ نور قمر — وہ براق سا ہر طرف دشت و در
وہ اُجلا سا میدان چمکتی سی ریت — اُگا نور سے چاند تاروں کا کھیت

نظیر

وہ بہارین وہ فضائین وہ ہوائین وہ سرور — وہ طرب وہ عیش کچھ جسکا نہین حد و حساب

یا کثرت منظور ہوتی ہے جیسے۔

انیس

بانو کو قسمین دے کے چلا شاہِ نامدار	وہ پیاس اور وہ دھوپ کا صدمہ وہ اضطرار

ذوق

شمیم عیش سے ہی یہ زمانہ عطر آگین	کہ قرص عنبر اگر ہے زمین تو گرد عبیر

یا تحقیر کیلیے جیسے۔

چھٹرا اگر ترا تجھ سے شہر و دیار	یہ بندی ہی لائی ہے تقصیر وار

مولوی محمد اسمعیل

یہ تن و توش اور یہ رفتار	ایسی رفتار پر خدا کی مار

پہلا اسم اشارہ تعظیم کیلیے ہے اور دوسرا تحقیر کیلیے۔

نفیس

وہ نحس و بد کہ اُڑے جس کا سایہ دیکھکے بوم	وہ تیرہ رنگ کہ جس سے سواد شام ہو دوم

یا باعتبار قرب و بعد کے اُسکا حال بیان کرنا مقصود ہوتا ہی جیسے۔

احسن

اشک گلگون کو نہین لعل و گہر سے پیوند	یہ رکھے سنگ سے نسبت وہ جگر سے پیوند

وجاہت جھنجھانوی

دور کر سکتا نہین جہل جو ہو علم سوا	جتنا یہ بڑھتا ہی وہ اُتنا ہی گھٹ جاتا ہی

انیس

جنت انعام کر کہ دوزخ مین چلا	وہ رحم ترا ہے یہ عدالت تیری

مسند الیہ کا معہود ہونا

کبھی نکرہ معہود ہونیکی وجہ سے معرفہ ہو جاتا ہی اور معہود اُسے کہتے ہین جو ایک شی معین اور مقرر ہو اور وہ دو قسم پر ہی ایک معہود خارجی وہ نکرہ ہے کہ بقرینۂ مقالیہ یا کسی خاص وجہ سے ذات خاص پر دلالت کرتا ہے مثلاً۔

منشی

گیا گیو وہین گذرباں کے پاس	گذرباں لگا کرنے گفتار یاس

مصرع دوم مین گذرباں سے وہی گذرباں مراد ہی جسکا ذکر مصرع اول مین ہوا ہی مگر اسقدر ہی کہ مصرع اول مین گذرباں مسندالیہ نہین ہے۔

ناسخ

تاریخ اس ضریح کی مطلوب جب ہوئی	بولے ملک ضریح قبول امام ہی

مقصود بالتمثیل ضریح ہی جو مصرع اول مین مسندالیہ نہین۔

ایجاد رنگین

ایک اندھا مرد بینا کا تھا یار تھی پرانی نجی اک اندھے کے پاس	ربط تھا دونون مین باہم بے شمار کچھ سفر کٹنے کی تھی جس سے نہ آس

اندھا معہود ہی جو دوسرے شعر مین مسندالیہ نہین۔

دوسرا معہود ذہنی وہ نکرہ ہی جو متکلم اور مخاطب مین معلوم اور معین ہو اور کوئی شخص اُس سے واقف نہو اور اُسکا ذکر بھی پہلے نہوا ہو مثلاً کسی کا دشمن سامنے سے آئے اور وہ دیکھکر کہے کہ موذی آیا اور اُس سے مراد ایک شخص معین ہو جسے متکلم اور مخاطب جانتے ہون تو لفظ موذی اگرچہ نکرہ تھا لیکن بسبب ہونے معہود ذہنی کے معرفہ ہوگیا اسیطرح بادشاہ وزیر سے کہے کہ دشمن کی فوج آپہونچی اگرچہ نام نہین لیا مگر دونون اُس دشمن کو اور اُسکی دشمنی کے کامون کو اچھی طرح جانتے ہین مرزا غالب ایک دوست کو لکھتے ہین کہ اُردو کا دیوان غاصب ناانصاف سے ہاتھ آگیا" غاصب ناانصاف سے شخص معین مراد ہی جس کو متکلم و مخاطب جانتے تھے اور غاصب ناانصاف مجرور ہی۔ فرق معہود ذہنی اور خارجی مین یہی ہی کہ معہود ذہنی کو صرف متکلم اور مخاطب ہی جانتے ہین اور کوئی نہین جانتا بولنے والا اگرچہ عام لفظ بولتا ہی مگر حقیقت مین ایک خاص معنی مراد لیتا ہی اور معہود خارجی وہ ہی جسے اور لوگ بھی جانین جیسے لفظ خلیل سے جسکے معنے دوست کے ہین حضرت ابراہیم سمجھے جاتے ہین۔

اکبر

قدیم وضع پہ قائم رہون اگر اکبر	تو صاف کہتے ہین سید یہ رنگ ہے میلا

لفظ سید سے سید احمد خان سمجھے جاتے ہین اور یہ لفظ مسندالیہ ہے۔

آتش

ہر جمعہ کو ظہور کا رہتا ہوں منتظر	مشتاق ہوں امام کے پیچھے نماز کا

امام سے حضرت امام مہدی سمجھے جاتے ہیں جو مسند الیہ نہیں۔ اسی قبیل سے ہے غالب کے شعر میں حضور کا لفظ۔ ~

مجھے جنون نہیں غالب ولے بقول حضور	فراق یار میں تسکین ہو تو کیونکر ہو

غالب کے عہد میں حضور سے بہادر شاہ دوم سمجھے جاتے تھے جو شاہان تیموریہ کے سب سے پچھلے برائے نام تاجدار تھے اور لفظ حضور مضاف الیہ مجرور ہے۔

مسند الیہ کی تعریف موصول بنا کر

کبھی مسند الیہ کی تعریف اُس کو موصول بنا کر کی جاتی ہے اُردو میں اسم موصول کی علامت یہ ہے کہ جونسا واحد مذکر کے لیے اور جونسی واحد مؤنث کے لیے اور جونسے جمع مذکر کے لیے اور جونسیاں جمع مؤنث کے لیے اور فصیح لوگ جمع مؤنث کے لیے بھی جونسی بولتے ہیں اور جو اور جس نے اور جن نے اور جنھوں نے اور جس کو اور جن کو اور جس سے اور جن سے بھی اسم موصول کے الفاظ ہیں اور جسکی جگہ جس کسی اور جن کنھی بھی درست ہے اور جو کی جگہ سو بھی عورتوں میں مستعمل ہے اور کونسا اور کوئی بھی موصولات کیلیے آتے ہیں۔

اور اسم اشارہ بھی کاف بیانیہ کے لانے سے موصولات کے حکم میں ہو جاتا ہے اور اپنی حقیقت پر باقی نہیں رہتا اور کبھی اسم اشارہ کے ساتھ جو بھی آتا ہے جو سولے شرط کے بیان کا بھی فائدہ دیتا ہے اور اسطرح تعریف کئی سبب سے کیجاتی ہے۔

یا تو اسلیے کہ سامع مسند الیہ کے دوسرے خاص خاص حالات سے واقف نہیں ہوتا صرف صلے سے واقف ہوتا ہے پس اُسکے جتانے کے لیے مسند الیہ کو اس طرح ذکر کرتے ہیں تاکہ صلے کی وجہ سے جو ایک جملۂ خبریہ ہوتا ہے اور اُسمیں بیان اُسی موصول کا ہوتا ہے سامع کو معلوم ہو جائے مثلاً جو لڑکا کل غیر حاضر تھا آیا جو لڑکا اسم موصول کل غیر حاضر تھا یہ جملۂ خبریہ اُسکا صلہ ہے۔

نظام رامپوری

تمھارے پاس جو گھوڑا کمیت رنگ کا ہے	وہ بخشیے مجھے لد بخشیے لد

جو کمیت لنگ کا گھوڑا موصول اور تمھارے پاس موجود ہی جملۂ خبریہ اُسکا صلہ ہی موصول صلے سے ملکر مبتدا خبر اسکی دوسرا مصرع ہی۔

ظفر

سوتا تھا جو شب کھکے ترے سر کے تلے ہاتھ		بیٹھا ہی زندان کے سو وہ دھر کے تلے ہاتھ

جو معمول ہے سوتا تھا شب کھکے ترے سر کے تلے ہاتھ صلہ ہی موصول صلے سے ملکر مبتدا اور دوسرا مصرع خبر ہی

مسدس حالی

وہ حصہ جو تھا ایک ڈھوروں کا گلہ		گران کر دیا اُسکا عالم مین پلہ
	وله	
وہ قومین جو ہین آج غمخوار انسان		درندونکی اور انکی طینت تھی یکسان
	منه	
نوکرون کی تمھارے جو ہے غذا		اُن کو وہ خواب مین نہین ملتا
	شایان	
مویشی جو چرتے تھے سوے شمال		پکڑے گئے انکو یہ بدخصال
	ناسخ	
دشت غربت مین مرے مرہٹے کو		جو گڑھا آیا نظر وہ گور ہے
	وله	
جو غذا توڑتے ہین آگے ہین		جو چباتے ہین اُنکے پیچھے ہین

یا مسندالیہ کی تعظیم مطلوب ہوتی ہی جیسے۔

غالب

قیامت ہے کہ ہووے مدعی کا ہمسفر غالب		وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہی مجھ سے

وہ کافر موصول جو بیان کے لیے اور مابعد صلہ ہی۔

انیس

چڑھائین عدو اُسکو نیزے پہ آہ		محمدؐ کے زانو پہ جو سر رہے

جو سر مسندالیہ موصول ہی اور محمدؐ کے زانو پہ رہے صلہ رہے۔

قاسم علی شوکت

کاٹ سے ہے جو ابروے خمدار مین | ہے یہ بُرش کب کسی تلوار مین

جو کاٹ مسند الیہ اور موصول ہے اور ابروے خمدار مین ہے صلہ ہے اور یہان موصول کی تعظیم مقصود ہی۔

تسلیم

وہ ملیدہ جو وان سے آیا تھا | وہ ملیدہ جو مین نے کھایا تھا
نام اُسی کا ہے لذّتِ دینا | نام اُسی کا ہے نعمت دُینا

یا مسند الیہ کی تحقیر منظور ہوتی ہی جیسے۔

امیر مینائی

جو کربلا مین شاہ شہیدان سے پھر گئے | کعبے سے منحرف ہوے قرآن سے پھر گئے

جو لوگ اسم موصول ہی شاہ شہیدان سے پھر گئے صلہ ہے موصول صلے سے ملکر مبتدا ہوا اور دوسرا مصرع خبر ہی اور یہان موصول کی تحقیر منظور ہے۔

اقبال

قطرے جو تھے مرے عرق انفعال کے | موتی سمجھ کے شان کریمی نے چن لیے

جو قطرے اسم موصول اور میرے عرق انفعال کے تھے صلہ ہے اور یہان صلہ سے موصول کی تحقیر نکلتی ہے۔

تراب

جو گھر گھر پھرے سیم وزر کے لیے | مرے کون اُس سیم بر کے لیے

غلام دستگیر نامی

اُصول اُخوّت سے جو بیخبر ہین
وہ اسلام کے واسطے پُر خطر ہین

یا اسلیے کہ اُسکا ذکر کرنا صراحت کے ساتھ اچھا نہین معلوم ہوتا جیسے

حالی

پھر گئے بھائیو تم سے جب بھائی	جو نہ آنی تھی وہ بلا آئی

یہان مسند الیہ کا ذکر صراحت کے ساتھ کرنا اچھا نہین معلوم ہوتا ہو کیونکہ وہ کوئی خوبی کی چیز نہ تھا اسلیے موصول بنا کر لائے۔

ولہ

سزاوار ہے انکو جو نا سزا ہے	روا ہو انھین سب کو جو نا روا ہے

ولہ

وہ جو کچھ کر سکین کہہ سکے کون انکو	بنایا ندیمون نے فرعون انکو

ولہ

معلوم ہے جو مورد نیہ اسپین مین گذری	جسوقت از بلا ہوئی وان صاحب افسر

یا اس بات کی طرف اشارہ منظور ہوتا ہو کہ خبر اس قسم کی ہوگی جیسے۔

ذوق

زمین یہ نور نہ کے گرنے مین صاف اظہار روشنی ہے	کہ جو ہین روشن ضمیر انکو فروغ انکی فروتنی ہو

جب یہ کہا کہ جو لوگ روشن ضمیر ہین تو اس موصول اور صلے سے اس بات کی طرف اشارہ ہوا کہ اس مبتدا کی خبر ایسی چیز پر مبنی ہوگی جو روشنی اور فروغ کی قسم سے ہوگی۔

مومن

وہ جو ہم مین تم مین قرار تھا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو	وہی یعنی وعدہ نباہ کا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

جب یہ کہا وہ قرار جو ہم مین تم مین تھا تو اس موصول اور صلے سے اس بات کی طرف اشارہ ہوا کہ اس مبتدا کی خبر مین کوئی بات قرار کے یاد رکھنے یا نہ رکھنے کے متعلق بیان ہوگی۔

حالی

پا کبازونکو نہین عہد مین میرے کھٹکا	جو لنگوٹے ہین وہی مجھسے کھٹکتے ہین سدا

موصول مع صلے کے یعنی جو لوگ لنگوٹے ہین اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اسکے بعد کوئی ایسی چیز آئیگی جو مجرمونکے مناسب حال ہوتی ہو۔

ولہ

جو ہنرمند ہین دل انکا بڑھاتا ہون مین	خوبیان انکی زمانے مین جتاتا ہون مین

امیر

برہمن کو بُت سے تجھے تو اے صنم	جس نے جو مانگا خدا سے مل گیا

اوا جد علی شاہ اختر

اے دل یہ نصیحت کسی ناصح کی ہے سن لے	بھولے جو تجھے اُسکو بھی تو یاد نکرنا

ناسخ

جو ترے عشق مین ہلاک نہین	زندگانی کا لطف خاک نہین

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس ایما کے ذریعہ سے شان خبر کی تعظیم بھی مستفاد ہوتی ہو مثلاً جو آسمان کا پیدا کرنیوالا ہے اُسنے ہمارے لیے مکان بنایا اس مثال مین موصول مع صلہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ خبر مین کوئی تعمیر کا ذکر ہوگا اور یہ ایما اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ مکان عالی شان ہوگا کیونکہ اُسکا بنانیوالا وہ ہے جسنے آسمان کو پیدا کیا ہے۔

حالی

جسنے صورت تک عدالت کی کبھی دیکھی نہ تھی بیگناہونکے لیے وہ رات دن چکر مین تھا	ہاتھ سے جسنے بڑونکی آن تباب دی تھی یا نوٗن اک اُسکا عدالت مین تھا اور اک گھر مین تھا

شاعر کے اس قول مین (کہ جو شخص اتنی عظمت رکھتا تھا کہ اُسکو عدالت تک جانے کا کام نہ پڑا تھا اور وہ اپنے اسلاف کی طرح نہایت وقار سے رہتا تھا اور جس طرح اُسکے بڑے عدالت مین جانے کو عار سمجھتے تھے اسی طرح وہ بھی سمجھتا تھا) ایما ہے اس بات کی طرف کہ خبر جس چیز پر مبنی ہے وہ کوئی ایسا امر ہے جس مین عدالت کی قسم کی کوئی بات ہوگی پھر اس مین یہ بات بھی پیدا ہوتی ہو کہ جبکہ ایسا عالیشان آدمی بیگناہون کے لیے رات دن چکر مین تھا اور عدالت مین پے درپے جاتا تھا تو وہ کوئی اہم معاملہ ہوگا۔

اُنھون کو صاحب خرمن کبھی سمجھتے ہین	**مصحفی**	جو مصحفی کے ہین کہلاتے خوشہ چینون مین

شاعر کے اس قول مین کہ جو مصحفی کے خوشہ چین یعنے شاگرد ہین اس بات کی طرف ایما ہے کہ اس کی خبر مین کوئی ایسا ذکر ہوگا جو خوشہ چینی کے مناسب ہوگا اور یہ ایما اس بات پر دلالت کرتا ہو کہ ایسے لوگون کے خرمن یعنے دیوان نہایت عمدہ ہون گے کیونکہ وہ مصحفی جیسے شاعر کامل کے خوشہ چین ہین۔

کبھی یہ ایما غیر خبر کی شان کی عظمت پر دلالت کرنیکا ذریعہ ہوتا ہو جیسے۔

از بہر حسینؑ و حسنؑ اے خالقِ دانا	دبیر	جو تجھسے جلین تو اُنھین دوزخ مین جلانا

جو مجھسے جلین موصول مع صلہ کے ہے اور اس مین ایما ہے اس بات کی طرف کہ خبر مین کوئی عذاب و عقاب کی قسم کا مضمون ہوگا اور اس ایما مین متکلم کی شان کی تعظیم سمجھی جاتی ہو کیونکہ اُسکے ساتھ حسد رکھنے کی وجہ سے حاسدون کے عذاب دینے کی دعا کی گئی ہے۔

	میر تقی	
جو کہ خود سر رکھتے اُستادون سے عار		اُنکے تئین ہرگز نہ ہوتا اعتبار

موصول مع صلہ یعنی مصرع اول ایما ہے اس بات کی طرف کہ خبر کوئی ایسی چیز ہوگی جس مین تحقیر موجود ہوگی اور اس سے اُستادون کی تعظیم بھی نکلتی ہے اس لیے کہ اُن سے عار رکھنے کی وجہ سے بے اعتباری پیدا ہوتی ہو۔

	نفیس	
مقابلہ مرا جس نے کیا وہ ہارا ہے		اسد کی اصل ہو کیا اژدہون کو مارا ہے

جسنے میرا مقابلہ کیا یہ موصول مع صلہ ہے اور یہ ایما ہے اس بات کی طرف کہ خبر مین کوئی ایسی چیز ہوگی جس مین مقابلہ کرنیوالے کی ناکامی کا حال ہوگا اور اس سے اُس شخص کی عظمت پیدا ہوتی ہو جس سے مقابلہ کیا جاتا ہو اور وہ متکلم ہو۔

	ظفر	
جو حب آل نبی اور صحابہ سے رکھے		ظفر اُسے نہین ڈر حشر کی تباہی کا

کبھی یہ ایما شان خبر کی اہانت کا ذریعہ ہوتا ہے مثلاً۔

	شباب	
جنکو موزون شعر کا پڑھنا بھی ہو کار اہم		فکر دیوان نے بنا رکھا ہو دیوانہ اُنھین

پس یہان موصول مع الصلہ اشارہ ہو اس بات کی طرف کہ خبر مین کوئی ایسی چیز ہوگی جو شعر سے تعلق رکھتی ہوگی اور یہ ایما اس بات پر بھی دلالت کرتا ہے کہ ایسے شخص کا دیوان مبتذل ہوگا۔

	مسدس حالی	
وہ شعر و قصائد کا ناپاک دفتر		عفونت مین سنڈاس سے ہو جو بڑھکر

زمین جس سے ہے زلزلے مین برابر — ملک جس سے شرماتے ہین آسمان پر

ہوا علم دین جس سے تاراج سارا
وہ علمون مین علم ادب ہی ہمارا

وہ شعر و قصائد کا ناپاک دفتر موصول ہے اور جو بیان صلہ کے لیے ہے اور عفونت مین سنڈاس سے بدتر وغیرہ صلہ ہے اور یہ موصول وصلہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خبر مین کوئی ایسی چیز ہوگی جو علم انشا پردازی سے تعلق رکھتی ہوگی اور یہ ایما اس بات پر بھی دلالت کرتا ہے کہ ایسا علم ادب نہایت خراب ہوگا۔

کبھی یہ ایما غیر خبر کی شان کی اہانت کا ذریعہ ہوتا ہے مثلاً جو لوگ شیطان کی اتباع کرتے ہین وہ عذاب پاتے ہین موصول مع صلہ کے اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ خبر خرابی اور بے بہرگی کے قبیل سے ہوگی اور اس سے یہ بات بھی پیدا ہوتی ہے کہ شیطان حقیر و ذلیل ہے اُس کی اتباع کرنا گناہ ہے کیونکہ جب اُس کی متابعت پر عذاب مترتب ہوتا ہے تو ضرور محقر ہوگا۔

مذاق

دنیا و دین مین رہتا ہے آلودہ جو فقیر — دھوبی کا کتا ہے وہ نہ گھر کا نہ گھاٹ کا

جو فقیر موصول اور دنیا و دین مین آلودہ رہتا ہے اُس کا صلہ ہے موصول مع صلہ کے اس بات کی طرف ایما ہے کہ خبر مین زیان اور ناکامیابی کی قسم کی کوئی بات ہوگی اور اس سے یہ امر بھی ثابت ہوتا ہے کہ دُنیا و دین بُری چیز ہین کیونکہ ان کی محبت مین مبتلا رہنا فقیر کے لیے محرومی درجات کا سبب ہے۔

علمی

اور کیا ترک اسکو جسنے ہو عذاب اسکو بڑا — ہے یہ مضمون احادیث شریف مصطفٰے

جسنے اسکو ترک کیا موصول مع صلہ کے اس بات کی طرف ایما ہو کہ اسکی خبر مین کوئی تہدید اور سزا کا مضمون ہوگا اور یہ امر نماز جمعہ کے ترک کرنیکی برائی پر دلالت کرتا ہی۔

ولہ

ہو کے مومن جو ادا کرتا نہین اس فرض کو — ہو بھلا اُسکے جنازے کی ادا کیونکر نماز

موصول مع صلہ کے (یعنے جو شخص مومن ہوکر اس فرض کو ادا نہین کرتا ہی) اس بات پر ایما ہی

کہ اُسکی خبر مین پاداش بیان کی جائیگی اور پاداش کے ذکر نے فرض کے ترک کرنیکی بُرائی ثابت کی۔

	ظفر	
جو پینگے شراب بے موقع		وہی ہون گے خراب بے موقع

فائدہ اگرچہ جملہ صلہ تقیید کی وجہ سے بظاہر موصول کے زیادہ واضح کرنیکا موجب ہوتا ہے لیکن یہ اُس تعیین و تشخیص کو جو اسم اشارے مین ہوتی ہو کم کر دیتا ہے سبب اسکا یہ ہو کہ موصول مین تعیین عقلی ہوتی ہو اور اسم اشارے مین تعیین حسی۔ اسم موصول معنی کلی کے لیے موضوع ہے اور معنی جزوی پر مبہم طور پر دلالت کرتا ہے پس اسکا مدلول عقلی ہوگا، اور اسم اشارے کا حسی اور ظاہر ہے کہ تعیین حسی اعرف ہو تعیین عقلی سے کیونکہ اُمور عقلیہ کلیہ ہوتے ہین اور اُمور کلی کے ابہام مین شک نہین غایت یہ ہو کہ اُمور مذکورہ کے جمع ہونے سے تعیین حاصل ہوجاتی ہو مگر تعیین حسی کے درجے کو نہین پہنچتی اس صورت مین بظاہر اسم موصول نکرہ موصوفہ سے بڑھکر او۔ اسم اشارہ سے کمتر ہوگا جیسا کہ معہود ذہنی و خارجی کی تعریف کا حال ہے۔

مسند الیہ کی اضافت

مسند الیہ کی تعریف اضافت کے ساتھ بھی کیجاتی ہو کیونکہ یہ طریقہ مسند الیہ کے ذہن مین لانیکا بہت ہی مختصر ہو اس سے متکلم یا سامع کا مقصود نہایت اختصار کے ساتھ مستفاد ہوجاتا ہو مثلاً۔

گلزار نسیم

رستے مین ہے گلشن نگارین
رہتا ہے وہین مرا وہ گلچین

گلچین مضاف ہو اور مرا مضاف الیہ یہان اضافت کی وجہ سے اختصار پیدا ہوا کیونکہ بغیر اضافت کے یون کہنا چاہیے جسنے میرا گل چنا ہو یا جو میرا گل چننے والا ہو کیونکہ بوجہ جلدی اور رنج و ملال کے بکاؤلی کو طول طویل عبارت لکھنے کی فرصت نہ تھی اور اختصار مطلوب تھا اسلیے گلچین کو کہ مسند الیہ ہو مضاف بناکر عبارت کو مختصر کر دیا بکاؤلی کا مقصود یہ تھا کہ وہان گلچین رہتا ہو پس اگر وہ تاج الملوک کا نام لیتی یا صرف یہ کہتی کہ وہ وہان رہتا ہے تو علم کے لانے یا ضمیر کے ظاہر نکرنے سے یہ فائدہ حاصل نہین ہوسکتا کہ وہ میرا گلچین ہو۔

جرأت

ناتوانی سے گرسے لیسے کہ پھر اُٹھ نہ سکے | ہو گیا جزو بدن ضعف سے بستر اپنا

بستر کی اضافت اپنا کی طرف ہے پس بستر اپنا کہنا یہ کہنے سے مختصر ہے کہ بستر جو اپنی ملک ہو گویا

تیرا ہی مکان کعبۂ ایمان کے برابر

مراد یہ ہی کہ جو مکان تیری ملک ہو اضافت سے جو اختصار پیدا ہو گیا وہ اسمین کہان ہی۔

میرحسن

جہانتک کہ سرکش تھے اطراف کے | وہ اُس شے کے رہتے تھے قدمون لگے

اطراف کے سرکش اسقدر عبارت کا اختصار ہی جو لوگ اطراف مین سرکشیان کرتے تھے۔
یا مضاف کرنے سے مضاف کی تعظیم مقصود ہوتی ہی او۔ مضاف مسند الیہ ہوتا ہی جیسے۔

انیس

ہندی چلی ہی شام کو آل رسول کی | دیکھو یہی بہو ہے علیؑ و بتولؑ کی

آل کی اضافت رسول کی طرف اور بہو کی اضافت علی و بتول کی طرف ہی اور یہان مضافون کی تعظیم مقصود ہی لیکن علی و بتول کی بہو مسند الیہ نہین بلکہ مسند ہی۔

راجہ اندر کا اکھاڑا صحبت اقدس ہی برق | برق | نام رکھا ہی پرستان بزم عشرت گاہ کا

اکھاڑے کی اضافت سے راجہ اندر کی طرف اُسکی تعظیم مقصود ہی اسی طرح صحبت کی اضافت سے اقدس یعنے واجد علی شاہ کی طرف صحبت کی تعظیم مقصود ہی صحبت اقدس مسند الیہ ہی اور راجہ اندر کا اکھاڑا مسند ہی

حالی

مگر حیف اہی فخر عالم کی اُمت | ہوئی آدمیت بھی ساتھ اُسکے رخصت

فخر عالم کی امت جو مشادے ہی اسمین اضافت تعظیم کے لیے ہی۔
یا مضاف الیہ کی (یعنی جسکی طرف مسند الیہ مضاف ہوتا ہی) تعظیم منظور ہوتی ہی جیسے۔

میرحسن

عجب شہر تھا اُس کا مینو سواد
کہ قدرت خدا ہی کی آتی تھی یاد

شہر کی اضافت سے ضمیر غائب کی طرف مضاف الیہ کی تعظیم مقصود ہی کیونکہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اُسکے تصرف مین ایک اعلےٰ درجے کا شہر تھا۔

مہاراجہ کشن پرشاد شاد

ہون گدائے نیچتن اے شاد دیتا ہون دعا	اوج پر آصف کا یہ دربار شاہانہ رہے

دربار شاہانہ کی اضافت آصف کی طرف ہے اور اس سے مضاف الیہ کی تعظیم مقصود ہے۔
یا مضاف یعنی مسند الیہ کی تحقیر منظور ہوتی ہے جیسے۔

سودا

مظہر کا شعر فارسی اور ریختہ کے بیچ	سودا یقین جانیو روڑا ہے باٹ کا

شعر کی اضافت مظہر کی طرف ہے اور یہان مضاف کی تحقیر منظور ہے۔

غالب

اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا	جام جم سے یہ مرا جام سفال اچھا ہے

جام کی اضافت سے سفال کی طرف مضاف کی تحقیر پیدا ہوتی ہے۔
یا مضاف الیہ یعنی اس چیز کی جسکی طرف مسند الیہ مضاف ہو تحقیر نکلتی ہے جیسے۔

ہوس

اے نیچبران مین بد بلا ہون	انسان خورندہ اژدہا ہون

یہان اژدہا مضاف الیہ ہے اور اسکی تحقیر اس اضافت سے نکلتی ہے مگر اس قدر ہے کہ اژدہا غیر مسند الیہ کا مضاف الیہ ہے۔

سودا

ہائے ایسا غم نہین ابتک ہوا	میرزا جی کا ولی نعمت موا

ولی نعمت مضاف ہے اور میرزا جی مضاف الیہ۔
اور یہان مضاف الیہ کی ہجو مقصود ہے اسلیے کہ چپکٹ کو ولی نعمت کے لفظ سے یاد کیا ہے۔
کبھی تھوڑی سی مناسبت کی وجہ سے ایک کو دوسرے کی طرف مضاف کرتے ہین یعنی تھوڑے سے تعلق کی وجہ سے مضاف مضاف الیہ کی ملک ہو جاتا ہے اور یہ کمال اختصاص کے ظاہر کرنے کے لیے ہوتا ہے یا باعتبار مجاز کے ایسا کرتے ہین جیسے۔

شیخ محمد اقبال

سارے جہان سے اچھا ہندوستان ہمارا	ہم بلبلین ہین اسکی یہ گلستان ہمارا

پربت وہ سب سے اونچا ہمسایہ آسمان کا		وہ سنتری ہمارا وہ پاسبان ہمارا

دیکھو شاعر ہندوستان کے ایک شہر کے ایک محلے کے ایک مکان مین رہتا ہو اس ذراسی مناسبت سے تمام ہندوستان کو اپنی ملک بنالیا۔ یہی حال سنتری ہمارا اور گلستان ہمارا اور پاسبان ہمارا کا ہو۔

	ناسخ	
یہ اعلی مرے لکھنؤ کی ہے شان		زمین ہے جہان آسمان لکھنؤ
	سودا	
جو کچھ کہا ہو تو نے یہ تجھکو سب مبارک		مین اور میرے سر پر میر سنت خان ہم
	رند	
نا غم ہو جائے ذکر کیا ہے		قرآن ابوالظفر بہادر
	داغ	
کس مصیبت سے بسر ہم شب غم کرتے ہین		رات بھر ہائے صنم ہائے صنم کرتے ہین

شب غم مین اضافت بادنی ملابست ہو۔ اور یہ مسند الیہ نہین ہے۔

مسند الیہ کا نکرہ ہونا

مسند الیہ نکرہ بھی ہوتا ہو اور نکرہ اسم غیر معین کو کہتے ہین جو ایک جنس کی تمام افراد پر بولا جائے اور اُسکے واسطے کئی لفظ مقرر ہین۔ کوئی۔ کسے۔ ہر۔ جو۔ ایک۔ کچھ۔ وغیرہ انمین سے ہر اور جو حصر کا بھی فائدہ دیتے ہین اور تنکیر مسند الیہ سے کئی فائدے نکلتے ہین۔

یا اُن افراد مین سے جنپر اُس نکرہ کا مفہوم صادق آتا ہے ایک فرد غیر معین مراد ہوتی ہو جیسے۔

	غالب	
غیر پھرتا ہے لیے یون مرے خط کو کہ اگر		کوئی پوچھے کہ یہ کیا ہو تو چھپائے نہ بنے

یعنی اگر کوئی ایک بھی پوچھے تو چھپایا نہ جائے۔

انیس
کوئی سید کا نہین آہ بچانے والا
جب لاکھون ہین اور اک زخم اُٹھانیوالا

ذوق

کہا پتنگ نے یہ دار شمع پر چڑھ کر — عجب مزہ ہے جو مرے کسی کے سر چڑھ کر

مراد پتنگ غیر معین ہے۔

ولہ

اول سے ہی بشر کو ہے رغبت خلاف سے — لیتا تھا کام منھ کا شکم میں یہ ناف سے

حالی

اس عہد میں انسان ہی نہیں ظلم سے محفوظ — مظلوم نہ اب بیل نہ گھوڑا ہے نہ خچر

یعنے اس عہد میں ہر آدمی ہی ظلم سے محفوظ نہیں بلکہ کوئی بیل اور کوئی گھوڑا اور کوئی خچر بھی مظلوم نہیں ہے اگر یہ نکرہ جمع کا صیغہ ہو تو اُسکے معنی میں سے جماعت غیر معین مقصود ہوتی ہے کیونکہ اُس جمع کے مفہوم کی ایک فرد ہوتی ہے جیسے۔

حالی

جب بیٹون نے زندگی اسطرح سے پائی — دی زندگی اک اور انھیں علم پڑھا کر

یعنے بیٹون کی ایک جماعت غیر معین نے

محمد باقر

رہ میں سادات نے بھی تاخت کیا — اُس کا مال و متاع لوٹ لیا

یعنے سیدونکے ایک گروہ نے۔

احسن

خال ابرو نے مار ڈالا — کعبے والون نے رہزنی کی

یعنے کعبے والونکی ایک جماعت نے۔

یا اُس نکرے کی جو اسم جنس ہوتا ہے ایک نوع غیر معین مقصود ہوتی ہے جسطرح تنکیر وحدت شخصی پر دلالت کرتی ہے اسی طرح وحدت نوعی پر بھی دلالت کرتی ہے جیسے۔

آرائش محفل

ہر اک گل کا ہے رنگ و عالم جدا — نہیں لطف سے کوئی خالی ذرا

یعنی پھول کی ہر ایک نوع کا رنگ و عالم جدا ہے الخ۔

آزاد

دم بدم علم ہو کرتا عمل ایجاد نئے	آتے ہین کارگہ دہر مین اُستاد نئے

یا نکرے کی وہ تمام افراد جنپر وہ صادق آتا ہو مقصود ہوتی ہین جیسے۔

انیس

اُس نور کے قطرو نسے پیمبر ہوے پیدا	دریاے نبوت سے یہ گوہر ہوے پیدا

یعنے تمام پیغمبر پیدا ہوے۔
یا تعظیم مقصود ہوتی ہو جیسے۔

گلزار نسیم

ہر چند سنا گیا ہے اُس کو	اُردو کی زبان مین سخن گو

افسانۂ گل بکاؤلی کا نثر مین لکھنے والا خاص ایک شخص معین ہو بس سخن گو کا لفظ جو نکرہ ہے اُسکے نام کی جگہ بغرض تعظیم کے لایا ہو۔

ذوق

چلتا نہین ہو پنجۂ مژگان کا کچھ عمل	ہے ایسی چشم تر سے بہم آشنا گرہ

گرہ مین تنکیر عظمت کے لیے ہو۔

ناسخ

تو نہین ساقی تو میخانے مین اک برپا ہو حشر	شیشۂ مے مین نظر آتا ہو نقشہ صور کا

اک حشر سے مراد حشر عظیم ہو۔

ولہ

بستر رنج و کنج تنہائی	رات کیا آئی اک بلا آئی

سید آغا علی خان مہر

حسن تھا اُس کا بہت عالم فریب	خط کے آنے پر بھی اک عالم رہا

ولہ

دل کو مرے تسخیر کیا اک عربی نے	کی مدنی ہاشمی و مطلبی نے

یا تکثیر کے لیے۔ تعظیم مین اور اُسمین یہ فرق ہو کہ وہان ارتفاع شان و علو مرتبہ مطلوب ہوتا ہے اور یہان مقدار اور تعداد مین زیادتی مقصود ہوتی ہو جیسے۔

غالب

کوئی ویرانی سی ویرانی ہے ۔ دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا

یعنے دشت اسقدر ویران ہو کہ اُسکو دیکھکر گھر کی ویرانی یاد آتی ہو یا دشت اسقدر ویران ہے کہ اُسکو دیکھکر بوجہ خوف کے گھر یاد آتا ہے۔

آرائش محفل

ہے اس مملکت کی عجب گُل زمین ۔ کہین پھول یان کے سے ہوتے نہین

یعنے پھول یہان نہایت کثرت سے ہوتے ہین۔

یا تحقیر کا فائدہ بخشتا ہو۔

ناسخ

ہو گئی ہے شمع تیرے سامنے خجلت سے آب ۔ شمعدان گویا تری محفل مین فوارہ ہوا

آتش

یون مدعی حسد سے نہ دے داد تو نہ دے ۔ آتش غزل یہ تو نے لکھی عاشقانہ کیا

میر

متصل ایسے کام کرتے حریص ۔ کام اپنے تمام کرتے حریص

یا تقلیل کا فائدہ بخشتا ہو جیسے

انیس

یہ سب غلط سُنا تھا کہ ہو لشکر کثیر ۔ کچھ نوجوان ہین طفل ہین کچھ اور کچھ ہین پیر

ناسخ

آتش عشق وہ ہو جسمین سمندر جلجائے ۔ اک شرر جائے جو پتھر مین تو پتھر جلجائے

اک شرر مین تنکیر تقلیل کا فائدہ دیتی ہو۔

مصحفی

مصاحب ایسے اگر کچھ کسی سے لغزش ہو ۔ تو اُسکے رفع کی ہر گز نہ کر سکین تدبیر

یعنی ذرا سی لغزش ہو- نواب یوسف علی خان ناظم کے اس شعر مین بھی تنکیر تقلیل کے لیے ہی ؎

اک مزہ البتہ ملتا ہی سو وہ بھی مشترک	بوسہ کیا شی ہے کہ جسکے دینے مین تکرار ہو

یا تنکیر اسواسطے ہوتی ہو کہ مخاطب ایک بات کو جانتا ہی مگر اُسپر عمل نہین کرتا اُسکو بمنزلہ نادان کے ٹھہرا کر ایسا کہدیتے ہین جیسے مولوی رکن الدین مکمل کے شعر مین - ؎

اتنی بھی جفا نکر تو اے بت	ہم بھی ہین کسی خدا کے بندے

مخاطب جو رحم نہین کرتا تو اُسکو جتاتے ہین کہ تیرے عاشق ہین تو کیا ہوا آخر کسی خدا کے بندے تو ہین پس بندگان خدا پر رحم کرنا چاہیے مگر یہان تنکیر مسند الیہ مین نہین ہے دوسری مثال تنکیر مسند الیہ کی یہ ہی -

غالب

ریختے کے تمھین اُستاد نہین ہو غالب	کہتے ہین اگلے زمانے مین کوئی میر بھی تھا

یا تنکیر سے تجدید مقصود ہوتی ہی یعنی نیا شخص نئی چیز مراد ہوتی ہی جیسے -

مومن

کوئی کہتا ہی حاشا ہے یہ گرمی غب خالص کی	اسی جانسوز شعلے نے دھوان دل کا اڑایا ہے
کوئی کہتا ہی ترکیب اور غالب خلط بلغم ہے	رطوبت گر نہین تو کیون پسینے مین نہایا ہے

یعنے کوئی کچھ کہتا ہو کوئی کچھ کہتا ہو ایک کہنے والا اور ہوا اور دوسرا اور ہی -

کبھی مسند الیہ علم کو نکرہ کر لیتے ہین یعنی ذات معین اُس سے مراد نہین ہوتی مثلاً کہین ایسی لڑائی مین کوئی رستم ہو جب فتح ہو یہان رستم سے مراد بڑا بہادر جری ہی یا ہر فرعون کے لیے ایک موسے ہوتا ہے یہان فرعون و موسےٰ کی علمیت مراد نہین بلکہ فرعون سے مراد سرکش اور موسےٰ سے مراد سرکوب ہی -

میر

زال دنیا کو جس نے چھوڑ دیا	وہی نزدیک اپنے رستم ہے

قلندر

حاتم ہے یہ گرچہ ہے قلندر	پر خانہ خراب کر گیا دل

توصیف مسند الیہ

مسند الیہ موصوف بھی ہوتا ہی پس کبھی صفت کی قید اتفاقی ہوتی ہی جیسے اس شعر مین -

غالب

توڑ بیٹھے جبکہ ہم جام و سبو پھر ہمکو کیا		آسمان سے بادۂ گلفام گر برسا کرے

حسرت

مین کہا جان بخش عیسے یا مے گلفام ہے		بولا دو نوسے زیادہ کچھ مری دشنام ہے

بادے اور مے کے ساتھ گلفام کی قید اتفاقی ہے۔

ذوق

زمین پہ گرتے ہی لے آئے دانہ برگ و ثمر		جو ٹوٹے ہاتھ سے زاہد کے سبحۂ تزویر

تزویر قید اتفاقی ہے۔

دبیر

کیا کیا کمال رکھتی تھی شمشیر خوش نہاد		جوہر کمند نوک سنان خود وہ برق و باد

خوش نہاد قید اتفاقی ہی۔

ولہ

دُنبہ ریاض خلد سے لے آئے جبرئیل		فدیہ ہوا ذبیح کا حیوان بے عدیل

بے عدیل کی قید اتفاقی ہی۔

ولہ

کونین سے افضل ہی شہنشاہِ خوش انجام		پڑھتے ہین درود اُنپہ ملائک سحر و شام

خوش انجام قید اتفاقی ہی۔

فیاض

الٰہی بخشدے فیاض کی خطاؤنکو		جمال احمد مختار باوقار دکھا

کبھی وہ صفت کچھ فائدہ دیتی ہی پس اُس سے لتنے فائدے حاصل ہوتے ہین۔

(۱) مسند الیہ کی توضیح کرتی ہی جیسے اس مثال مین۔

ناسخ

پڑے عکس اُسکے لب سُرخ کا گر ساغر مین		ہو خجالت سے وہین بادۂ گلفام سفید

اس مثال مین لب کے لیے سرخ کی اور بادے کے لیے گلفام کی قید توضیح کے لیے ہی اور ان کا ہونا ضروری ہی کیونکہ لب سُرخ کے رشک سے شراب سرخ کا سفید ہو جانا فرض کیا ہی۔

مومن

اڑتے ہی رنگ رخ مرا نظروں سے تھا نہاں | اس مرغ پر شکستہ کی پرواز دیکھنا

پر شکستہ کی قید مرغ کے لیے اسلیے ضرور ہی کہ اس سے پرواز مین مبالغہ اور تعجب پیدا ہوتا ہی اسلیے کہ با وجود پر شکستہ ہونیکے اڑنا ایک تعجب خیز بات ہی

غالب

فلک سے ہمکو عیش رفتہ کا کیا کیا تقاضا ہی | متاع بردہ کو سمجھے ہوے ہین قرض رہزن پر

عیش کے ساتھ رفتہ کی اور متاع کے ساتھ بردہ کی قید توضیح کے لیے ہی مگر موصوف مسند الیہ نہین

میر حسن

یہ خالق کی سن قدرت کاملہ | تماشے کو نکلی زن حاملہ

حاملہ کی قید ضروری ہے اس لیے کہ شاہزادے کی سواری کا ایسا لطف تھا کہ زن حاملہ بھی دیکھے بغیر نہ رہ سکی۔

عصمت

پستان ہین جو نورس تو بس انگیا کو اتارو | کھلتی نہین چڑھتی ثمر خام کے اوپر

ثمر کے ساتھ خام کی قید ضروری ہی کیونکہ پستان نورس کو انکے ساتھ تشبیہ دی ہی۔ مگر مسند الیہ نہین ہی۔

(۲) مدح وذم کا فائدہ دیتی ہے اور یہ اُس صورت مین ہے کہ موصوف پہلے سے متعین ہو اور مخاطب اُسے جانتا ہو اور اگر متعین نہ ہوگا تو صفت تخصیص کے لیے سمجھی جائے گی اور یہ ہمیشہ معارف کے ساتھ آتی ہے۔

مثال اول

انیس

بولے ملازمون سے یہ عباس باوفا | دریافت تو کرو کہ ارادہ ہو اُن کا کیا

باوفا کی قید مدح کے لیے ہی۔

منشی

گیا پھر وہ سہراب فرخ نہاد
طرف اپنے لشکر کے خندان وشاد

مثال دوم

انیس

ارزق رکاب سبز قدم سرگروہ تھا	اہانت یک پیل زور تہمتن شکوہ تھا

سبز قدم مذمت کے لیے ہے۔

مصحفی

رہا خموش سمجھ کر یہ بازی تقدیر	اگرچہ بازی نشاء بے حمیت کو

بے حمیت مذمت کے لیے ہی اور یہان موصوف مسند الیہ نہین ہی۔

منشی

کہ ہے کردگار و غفور الرحیم	سرنامہ حمد خدائے کریم

یہان کریم خدا کی صفت ہے اور اُس کی مدح کے لیے ہونے مین کوئی شبہ نہین ہو سکتا کیونکہ خدا مین تعدد کی گنجائش نہین بخلاف کسان مسمّے بہ عباس کے کہ اُن مین تعدد کو گنجایش ہے اور خدا مین تعدد ناپید ہے اسی قبیل سے ہے شیطان لعین اور ابلیس گمراہ کہ ان صفات کی مذمت کیلیے ہونے مین کوئی شبہ نہین کیونکہ ابلیس ایک ہی پس اُس کی صفت کے محض مذمت کے لیے ہونے مین کوئی کلام نہین۔

عین الدین احمد متخلص بہ احمد

صف آرا ہوا شاہ گردون سریر	ہوا جبکہ تابندہ مہر منیر

مہر منیر صفت مدح کے لیے ہی اور مہر ایک ایسا علم ہی جسمین تعدد کی گنجائش نہین۔

محمد اکبر خان اکبر

دوش ملک پہ دیکھ کے نعش شہید عشق
حورونکو یہ گمان ہے عرش برین نہو

برین صفت مدح کے لیے ہی اسلیے کہ عرش مین تعدد کی گنجائش نہین۔

(۳) تخصیص کا فائدہ دیتی ہی بشرطیکہ مسند الیہ نکرہ ہو اور تخصیص سے مراد یہ ہی کہ مسند الیہ تن جو جو شریک ہوتے ہین اُنکو کم کر دیتی ہی جیسے۔

انیس

نکلی جو رن مین تیغ حسینی غلاف سے | اُڑنے لگے شرر دم خارا شگاف سے

تیغ موصوف اور نکرہ ہی اور یہ ہر قسم کی تیغ پر صادق آتا ہی جب تیغ حسینی کہا تو اُن تیغون سے امتیاز ہو گیا جو غیر حسینی ہون۔

سودا

نہ پوچھ مجھ سے کدھر ہی خزان کہان ہی بہار | کہ بلبل قفسی کو ہی گل سے کیا سروکار

(۴) صفت محض ترحم کا فائدہ دیتی ہی جیسے فرہاد غمگین۔

مولوی محمد اسمعیل

اور کچھوا غریب آہستہ | چلا سینے کو خاک پر گھستا

انیس

ہے ہے سنان سے جان گئی میہمان کی | میت کدھر کو ہی مرے کڑیل جوان کی

ولہ

سُن کر یہ سخن بانوے ناشاد پکاری | مین لُٹتی ہون کیسا سفر اور کیسی سواری

میر تقی

ستایا میر بیکس کو کسی نے | کہ پھر اب عرش تک جاتے ہین نالے

میر موصوف ہے اور بیکس صفت اور یہ صفت ترحم کا فائدہ دیتی ہے اور یہ مرکب توصیفی مفعول ہی نہ مسند الیہ۔

(۵) صفت ضمیر مخاطب کی جگہ واقع ہوتی ہی جیسے ذات گرامی مغتنم ہی اور جب نام نامی بانز آتا ہے تو میر انطق میرے دہان کے بوسے لیتا ہی۔

میر

ربط کا دعوے تھا جنکو کہتے تھے مخلص ہین ہم | جانتے ہین ذات سامی ہی کو ہم سب خالصاً لله

یہان ذات سامی مفعول بہ ہی۔

سودا

بے مرضی شریف قضا گر کرے کچھ امر | جاری کسو طرح نہو اسکی زبان تلک

مرضی شریف مجرور ہو۔

(۶) صفت محض تاکید کیلیے آتی ہو اور یہ اُسوقت مین ہو کہ موصوف مین صفت کے معنی ضمناً موجود ہون جیسے شمشیر تیز

لمولفہ

فرہاد کو کیا چاہیے تھا تیشۂ فولاد		مرنے کو تو عاشق کے لیے آہ بھی بس ہے

صفت فولاد تیشے کے ساتھ محض تاکید کے لیے ہو۔

سودا

خلاف اپنے بزرگونکا جو کرے اُس کا		اگر کٹا تو کٹا سر ز خنجر فولاد

موصوف وصفت مجرور ہین۔

مثنوی سعدین

ناخن غم کی کاوشین ہونگی		اشک تر کی تراوشین ہون گی

اشک کے ساتھ تر کی قید محض تاکید کے لیے ہو۔

اسیر

شکر ہے وہ لب شیرین تو تل ہی خال سیاہ		بجا ہے تل شکری کا گمان ہو تو نیز

خال کے ساتھ سیاہ کی قید محض تاکید کے لیے ہی۔

(۷) صفت صرف تفصیل کا فائدہ بخشتی ہو جیسے اکبر کے دربار مین علماے عربی وعجمی موجود تھے۔

داغ

یہ وہ سرکار عالی ہو کہ جسمین فیض پاتے ہین یہ وہ درگاہ والا جاہ ہو جسکے سلامی ہین		بدخشانی و تورانی و شیرازی و بغدادی حجازی اور عراقی رومی و چینی و تاتاری

بدخشانی وغیرہ صفات کا موصوف محذوف ہے اور اگر موصوف کو محذوف نہ مانا جائے تو ترکیب اضافی ہو اور اس صورت مین یہ مثال اس محل کے مناسب نہین مگر حق یہ ہے کہ موصوف کا محذوف ماننا ضرور ہے۔ اس کی صاف اور صریح مثال یہ ہے۔

وحید

ہنہنانے فرس ابلق و خنگی و کمیت
[illegible] گئے تیر صفین ٹوٹ گئین بولے کرمیت

(۸) صفت محض استہزا کے لیے ہوتی ہو جیسے۔

ذوق

زاہد تو نہ ہو حق کرلے شیخ مناجاتی		سوتے ہوئے چونکینگے رندان خراباتی

مناجاتی کی تقئید محض تمسخر کے لیے ہی۔

غالب

جراحت تحفہ الماس ارمغان داغ جگر ہدیہ		مبارک باد آسد غمخوار جان دردمند آیا

یعنے اسد تمکو غمخوار جان دردمند کا آنا مبارک ہو کیونکہ اس سے تمکو جراحت بطور تحفے کے اور الماس بطور ارمغان کے اور داغ جگر بطور ہدیے کے ملے گا یا تحفے مین جراحت اور ارمغان مین الماس اور ہدیہ مین داغ جگر لے اسد تمکو مبارک ہو اسلیے کہ تمھاری جان دردمند کا غمخوار آیا ہی اُس سے یقین یہ چیزین حاصل ہونگی پس غمخوار جان دردمند صفت بطور استہزا کے واقع ہی اور موصوف محذوف ہی اور وہ معشوق کی ذات ہی۔

سودا

اک قصہ مین سُنا تھا مرم سے یہ قضارا		بیت الخلا گیا تھا مرزا علی پیارا

پیارا کی قید محض تمسخر کے لیے ہی اسوجہ سے کہ آگے چلکر بہت سخت اور مضحکہ انگیز ہجو کی ہی۔

حالی

باپ کا حکم نہین مانتے فرزند رشید		اور نوکر نہین دیتے کبھی آقا کو رسید

رشید کی تقئید محض استہزا کے لیے ہی۔

ناسخ

دیکھو ناسخ سر شیخ معمم کی طرف		کیا کلس مسواک کا ہی گنبد دستار پر

معمم کی تقئید محض استہزا کے لیے ہی اور شیخ معمم مسند الیہ نہین۔

حالی

طالع مشفق کے پیغام عتاب آنے لگے		تیرہ بختی کے نظر یارونکو خواب آنے لگے

طالع کی صفت مشفق کے ساتھ محض استہزا کے لیے ہی۔

کبھی صفت و موصوف مین اجنبی کا فصل ہوتا ہی جیسے۔

صورت وہ جو دیکھی پیاری پیاری	ہوس	دل مین لگا تیر عشق کاری

یعنے وہ پیاری پیاری صورت

مسند الیہ کی تاکید

مسند الیہ مؤکد ہوتا ہے اور تاکید اُسکی یا تو اسلیے ہوتی ہو کہ سامع کو یہ گمان پیدا نہو کہ متکلم نے مجازاً مسند الیہ کا نام لے دیا ہے جیسے آب حیات مین میر درد کے حالات مین لکھا ہے شاہ عالم بادشاہ نے خود اُنکے ہان آنا چاہا اور اُنھون نے قبول نکیا خود کے لفظ سے یہ معلوم ہوگیا کہ شاہ عالم کی طرف آنیکی نسبت مجازاً نہین ہے پس اس لفظ نے یہ توہم اُٹھا دیا کہ آنیکی نسبت شاہ عالم کی طرف مجازاً ہے اُنکے کسی آدمی نے آنا چاہا ہوگا۔

مرزا جعفر اوج

پردہ اُٹھ جائے گا جب روے تجلی سے کلیم ۔۔۔ آپ خود مُنھ سے کہینگے ابھی دیکھا کیا ہے

مصحفی

مین آپ فاقہ کش اتنا مجھے کہان مقدور ۔۔۔ کہ فکر اور کرون کچھ بغیر آش شعیر

سودا

کیا جب آپ تم نے یہ انصاف ۔۔۔ مین بھی کرتا ہون عرض رکھیے معاف

یا یہ منظور ہوتا ہے کہ سامع کو یہ توہم پیدا نہو کہ کہنے والے نے سہواً مسند الیہ کا ذکر کیا ہے جیسے۔

انیس

ولی ولی کی صدا تھی جہان جہان پہونچا ۔۔۔ علی علی نظر آئے جدھر جدھر دیکھا

دوبارہ جو علی کا نام لیا تو اس سے یہ بات بخوبی یقین کو پہونچگئی کہ نظر آنے کی نسبت علی کی طرف سہواً نہین ہوئی ہے بلکہ ضرور علی نظر آتے تھے اور دوسرا ولی بھی پہلے ولی کی تاکید کرتا ہے اور اس قسم کی تاکید دفع توہم مجاز کے لیے بھی ہو سکتی ہے کیونکہ توہم مجاز تاکید لفظی و معنوی دونون سے دفع ہو سکتا ہے مگر توہم سہو صرف تاکید لفظی سے دفع ہوتا ہے۔

انشا

ضعف پیری سے مجھے دیا کن نے ۔۔۔ اے جوان تو نے اے جوان تو نے

مہربانی یہ کن نے فرمائی
مہربان تو نے مہربان تو نے

قلندر

کیون توڑتے ہو آئنۂ دل کو بیگناہ ۔۔۔ یان دوسرا کہان ہے پیارے تمھین ہو تم

ولہ

ہم نہین تم ہو تم نہین ہم ہین ۔۔۔ اور کوئی نہین ہمین ہم ہین

ولہ

کر جفا من مانتی اس بات سے بیغم ہین ہم ۔۔۔ تو ہمین کوئی بوالہوس مت بوجھ آخر ہم ہین ہم

یا یہ مدعا ہوتا ہے کہ مسند الیہ کا مفہوم اچھی طرح متحقق اور ثابت ہو جائے غیر کے شبہ کی گنجائش نہ رہے مثلاً اُسی مثال مین مصرع

علی علی نظر آئے جدھر جدھر دیکھا

یا تاکید اسلیے ہوتی ہے کہ سامع یہ نہ سمجھ جائے کہ مسند الیہ اپنے تمام افراد کو شامل نہین ہے جیسے ان اشعار مین گلزار نسیم کے۔

شہزادے نے اک مکان بتایا ۔۔۔ اک ایک اُٹھا اُدھر کو آیا
سب اُٹھ گئے پر وہ چارون باغی ۔۔۔ بیٹھے رہے فرش گل پہ داغی

سب کا لفظ تاکید کے واسطے ہے یعنی سوائے اُن چار کے سب اُٹھ گئے کوئی نہ بیٹھا رہا۔

ولہ

گذرا تھا جو کچھ بیان کیا سب ۔۔۔ پنہان تھا جو کچھ عیان کیا سب

آزاد

دفعتہً چاندنی دربار پہ چھائی یکسر ۔۔۔ ہو گئے سب در و دیوار طلائی یکسر

منشی

دلیر و قوی پنجہ سہراب نام ۔۔۔ زبون اُس سے ہین پہلوان سب تمام

سب کا لفظ کہنے سے قبل یہ احتمال باقی تھا کہ بعض پہلوان زبون نہون جب سب کا لفظ کہا تو یہ بات جاتی رہی پھر زبون ہونے مین تفرقے کا احتمال باقی رہا جب تمام کہا تو اس تاویل کو بھی گنجائش باقی نہ رہی کیونکہ لفظ تمام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ سب پہلوان بالاجماع زبون تھے۔

عطف بیان

کبھی مسند الیہ کے بعد عطف بیان لاتے ہین تاکہ اُسکی وضاحت ہو جائے اور کوئی احتمال باقی نہ رہے

اور جو اسم اسکی توضیح کرتا ہو وہ کبھی معرفہ ہوتا ہو کبھی نکرہ مگر اُس سے کچھ نہ کچھ خصوصیت ضرور رکھتا ہو اور یہ اختصاص حقیقی نہین ہوتا بلکہ نسبی ہوتا ہے۔ اور عطف بیان صفت کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے یعنے جیسا کہ صفت موصوف کو واضح کرتی ہے اسی طرح عطف بیان مبین کی توضیح کرتا ہے لیکن صفت یا تعریف کے لیے ہوتی ہے یا تخصیص کے لیے اور عطف بیان محض تفسیر و بیان کے لیے ہوتا ہے حاصل یہ ہے کہ ایک اسم کو ذکر کرتے ہین اور چونکہ وہ اسم مشہور نہین ہوتا اُس کو ظاہر کرنے اور روشن کرنے کے لیے ایک دوسرا اسم ذکر کرتے ہین جس سے پہلا اسم واضح ہو جاتا ہے اور عطف بیان کے لیے یہ ضرور نہین کہ اسم مسند الیہ سے زیادہ واضح ہو کیونکہ غرض ایضاح ہے اور جائز ہے کہ دونون کے مجموعے سے یہ بات حاصل ہو جائے اور عطف بیان نام یا کنیت یا لقب یا تخلص مین حاصل ہوتا ہے مثلاً سودا کا تخلص زیادہ شہرت رکھتا ہو اور اُسکے نام کو جو مرزا رفیع ہو اتنی شہرت حاصل نہین اگر مرزا رفیع کہین تو معلوم نہ ہوگا کہ کون شخص ہے اور جبکہ علم کے بعد سودا ذکر کر دین اور کہین مرزا رفیع سودا نے یہ قصیدہ لکھا ہے تو معلوم ہو جائے گا کہ وہی شاعر مشہور مراد ہے یا کہین حضرت نعمان ابو حنیفہ نے فرمایا ہے اور یہ اُس حالت مین ہے کہ کنیت علم سے زیادہ مشہور ہو اور اگر علم زیادہ مشہور ہو تو کہین گے ابو حفص عمر دوسرے خلیفہ ہین اسی طرح جلال الدین اکبر بہت بے تعصب بادشاہ تھا اور یہ اُس وقت ہو کہ لقب علم سے زیادہ مشہور ہو۔

مثنوی

گمان ہے تجھے یہ مرا ہے پدر ۔۔۔ جہان پہلوان رستم نامور

یہ قول سہراب کا ہو پس مرا ہو پدر مین ہو اور جہان پہلوان رستم نامور عطف بیان ہو۔

پیش

کہ فرزند میرا جہاندار شاہ ۔۔۔ جو ہے وارث تخت و تاج و کلاہ

واجد علی شاہ

اک زن فاحشہ تھی گنا نام
راحت جان بھی تھی وہ خوش انجام

اک زن فاحشہ مین ہو اور گنا نام عطف بیان ہو۔

ولہ

یعنے کاُن ہے ایک گنا نام — خوبصورت ہے اور ہے گلفام

یہی حال بعض اعلام مرکبہ کے جزو ثانی کا ہے جیسے سید علی شاہ قاسم گل جانینگے کبھی عطف بیان ایسے اسم کے ساتھ ہوتا ہے جو مبین یعنے مسند الیہ کے ساتھ خصوصیت نہین رکھتا مثال۔

مہابھارت منظوم مصنفہ شایان

تخلص ہے مشہور عالم اسیر — نہین اُن کا ہندوستان مین نظیر

تخلص مبین ہے اور اسیر عطف بیان ہے اور اسیر تخلص کا ایضاح کرتا ہے اور اُس کا اسم مختص نہین اسلیے کہ تخلص اسیر پر بھی صادق آتا ہے اور غیر اسیر پر بھی چنانچہ بہت سے شاعرونکا تخلص ہے مگر اسیر نہین اسیطرح اسیر تخلص پر بھی صادق آتا ہے اور دوسری چیز پر بھی چنانچہ قیدی پر اسیر کا لفظ صادق آتا ہے اور تخلص یہان صادق نہین آتا پس دونوںمین عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے مگر دونون کے جمع ہونے سے بیان حاصل ہوتا ہو۔

گلزار نسیم

سب اُٹھ گئے پر وہ چارون باغی — بیٹھے رہے فرش گل پہ داغی

چارون باغی مبین ہو اور داغی عطف بیان ہو اور داغی باغیونکا اسم مختص نہین البتہ اُنکا ایضاح کرتا ہو داغی اُن چارون باغیونپر بھی صادق آتا ہو اور اُنکے سوا دوسرونپر بھی اسی طرح ان داغیون پر بھی باغی ہونا صادق آتا ہو اور اُنکے سوا دوسرونپر بھی۔

ولہ

حمالہ نام دیونی ایک — چھوٹی بہن اُس کی تھی بڑی نیک

حمالہ مبین ہو اور دیونی عطف بیان ہو اور دیونی حمالہ کا اسم مختص نہین اسلیے کہ حمالہ دیونی کا بھی نام ہوسکتا ہو اور غیر دیونی کا بھی اسی طرح دیونی حمالہ بھی ہوسکتی ہو اور غیر حمالہ بھی۔

ولہ

فرخ کہنے تک آدمی تھی — پھر وہ ہی بکاؤلی پری تھی

بکاؤلی مبین ہے اور پری عطف بیان غیر مختص ہو۔

غالب

لب خشک در تشنگی مردگان کا	زیارت کدہ ہون دل آزردگان کا

دل آزردگان عطف بیان ہو اُن لوگونکا جو تشنگی مین مرگئے ہین یعنی مین لب خشک ہون اس لیے کہ اُن لوگونکا جو تشنگی مین مرگئے ہین اور دل آزردہ ہین زیارت کدہ ہون۔
کبھی عطف بیان غیر ایضاح کے لیے بھی ہوتا ہو مثلاً داغ

میر محبوب علی خان شہ فرخندہ شیم

شہ فرخندہ شیم عطف بیان ہو میر محبوب علی خان کا اور مدح کے لیے آیا ہو نہ ایضاح کے لیے۔

میر

یہ قدر تھی تری مرے مولا ہوا تو جب	رونق فزائے کعبہ محمد کا جانشین

یہان عطف بیان یعنے محمد کا جانشین مدح کے لیے ہو نہ ایضاح کے لیے۔

مبدل منہ وبدل

کبھی مسند الیہ مبدل منہ ہوتا ہو اُسکے واسطے بدل لاتے ہین جس سے اُسکا مفہوم بہت اچھی طرح سامع کے ذہن نشین ہو جاتا ہو اور پھر غیر کے گمان کی گنجائش باقی نہین رہتی جیسے اس مثال مین۔

تسیم

دیکھا تو وزیر زادہ بہرام	ہوتے ہین تھا تشکل نقرۂ خام

وزیر زادہ مبدل منہ ہو اور بہرام بدل ہو پس جو کچھ مبدل منہ سے مفہوم ہوتا ہو وہی بدل سے بھی مفہوم ہوتا ہو کیونکہ بہرام کی ذات عین ذات وزیر زادہ کی ہو اگرچہ تعبیر مین فرق ہو مگر مفہوم مکرر ہین پس اس تکرار نے سامع کے ذہن مین مدلول کو ثابت و متحقق کردیا۔ اسی قبیل سے ہو۔

ولہ

حسن آرا اُس پری کی مادر	باپ اُس کا بادشہ مظفر
قدمون پہ گرے کہا ادب سے	حسرت رہی آپ کے سبب سے

ولہ

فردوس کا بادشہ مظفر	روح افزا جسکی ہو نہین دختر

سردار کروڑ دیوؤن کا ہے	منشی	سلطان ارم مرا چچا ہے
گمان ہے مجھے یہ مرا ہی پدر		جہان پہلوان رستم نامور

جہان پہلوان مبدل منہ ہی اور رستم نامور بدل۔

صاحب طبل و علم مالک شمشیر و قلم	داغ	میر محبوب علی خان شہ فرخندہ شیم

لفظ میر مبدل منہ ہی اور محبوب علیخان بدل ہی۔

تسلیم سہسوانی

بیڑی اور طوق اُس کا گہنا ہی		میان مجنون نے اسکو پہنا ہے
رکھتے ہین اور صنعتون مین بھی	منیر	قاری آغا علی نموداری
جرعہ مے کے لیے یہ اضطراب	ممنون	میر ممنون پارسائی ہو چکی

یاد رکھو کہ فائدہ بدل کل کا مبدل منہ کی توضیح اور اسناد مین مبالغہ اور سامع کے نشاط کو تازہ کرنا ہی اسلیے کہ اول جب کوئی عبارت اجمال کے ساتھ کہی جاتی ہی تو سامع کا ذہن آئندہ کا مشتاق ہو جاتا ہی اور اُسکے ذکر سے لذت حاصل ہو جاتی ہی مثلاً مثال اول مین جب وزیر زادہ کہا تو طبیعت مشتاق اُسکے ذکر کی ہوئی کہ وہ کون ہی بعد اسکے پھر نام اُسکا لیا گیا تو ایک قسم کا حظ حاصل ہوا اور بخوبی وضاحت ہو گئی اور تکرار اسناد سے مبالغہ اسناد مین حاصل ہو جاتا ہی۔
کبھی مدح کے لیے ہوتا ہی جیسا کہ اس قول مین۔

عزیز دولت و دین بادشاہ عالمگیر	سودا	ضعیف کفر سدا جس سے اور قوی اسلام
مرشد پاک روان فخر الدین	ظفر	قبلہ و کعبہ جان فخر الدین
شاہ روشن دل بہادر شہ کہ ہے	غالب	راز ہستی اُس پہ سر تا سر کھلا

داغ

امیر المسلمین کلب علی خان خسرو دوران	وہ فیّاض زمان جس سے ہی چشمہ فیض کا جاری

نعیم

اے ابر تو تو کیا ہے جو ہو مرے مقابل	رونے کو میرے حضرت یعقوب جانتے ہین

یہ قسم بدل کل کہلاتی ہی اسلیے کہ بدل تمام اُس چیز پر دلالت کرتا ہی جسپر مبدل منہ دلالت کرتا ہے پس جو کچھ مبدل منہ سے مفہوم ہوتا ہی وہ تمام بدل سے بھی معلوم ہوتا ہی اسلیے کہ بدل کی ذات مین مبدل منہ کی ذات ہوتی ہی اگرچہ دونونکے مفہوم مختلف ہوتے ہین۔

اسکی تین قسمین اور بھی ہین (۱) بدل بعض (۲) بدل اشتمال (۳) بدل غلط۔ بدل البعض اور بدل اشتمال اُردو مین مستعمل نہین البتہ بدل غلط پایا جاتا ہی اُسکی دو قسمین ہین ایک یہ ہی کہ سبقت لسانی اور بھول چوک کی وجہ سے زبان سے ایک غلط لفظ نکل جاتا ہے پھر اُس کا تدارک دوسرا صحیح لفظ لا کر کرتے ہین یہ قسم عوام کے روزمرہ مین ہوتی ہے فصحا اور بلغا کے تلفظ مین نہین کیونکہ ایسا بدل غلطی کی وجہ سے واقع ہوتا ہی اور فصحا و بلغا سمجھ کر کلام کرتے ہین اسلیے ایسی غلطی کرنے سے محفوظ رہتے ہین پس اس سے اجتناب واجب ہے اسلیے کہ نہایت مکروہ ہی دوسری قسم یہ ہے کہ فصحا و بلغا پہلے ایک معنے بیان کرتے ہین پھر اُس سے انحراف کرکے دوسرے معنی کا قصد کرتے ہین اس سے بظاہر یہ شبہ ہوتا ہے کہ اول غلطی کی تھی دوبارہ اُس کا تدارک کیا اور درحقیقت اس طرح بیان کرنے سے غرض ترقی ادنی سے اعلی کی طرف ہوتی ہے یہ قسم بلغا کے کلام مین بہت واقع ہوتی ہے شعرا بھی مبالغے اور تفنن کے طور پر اسکو کثرت سے استعمال کرتے ہین جیسے غلام امام شہید کی اس عبارت مین "محراب کا خم ابروسے اشارہ کر رہا ہے کہ اندر جا کر ذرا بہار کا عالم دیکھیے نہین غلطی ہوئی مجھسے بلکہ محراب کا اشارہ یہ ہی کہ پہلے حواس کو یہان طاق پر رکھ جایے تب آگے قدم بڑھایے"

یار محمد خان شوکت

چوار ژنگ داکوان وہ عفریت تھا	غلط بلکہ جرأت مین اُنسے سوا

ولہ

صدا کوس کی تا بچرخ اثیر
غلط بلکہ تا گوش کیوان وتیر

آزاد

جہاز عمر روان پر سوار بیٹھے ہین	-	سوار خاک ہین بے اختیار بیٹھے ہین

شیخ رضی کہتا ہو کہ بدل کل اور عطف بیان مین مجھے کوئی فرق نہین معلوم ہوتا عطف بیان بھی میرے نزدیک بدل کل ہو اور تمام نحاۃ اسطرح فرق کرتے ہین کہ بدل نسبت سے مقصود ہوتا ہو بخلاف اپنے متبوع کے بخلاف عطف بیان کے اسلیے کہ عطف بیان اپنے متبوع کا بیان ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ بیان مبین کی فرع ہے پس عطف بیانمین مقصود اول ہے نہ دوسرا شیخ رضی کی طرف سے جواب یہ ہے کہ ہم یہ تسلیم نہین کرتے کہ بدل مین صرف دوسرا مقصود ہوتا ہے اور سند یہ ہے کہ مبدل منہ منسوب الیہ ظاہر مین ہو اور اُسکے ذکر مین فائدہ ضرور ہے جو بدون ذکر کے حاصل نہین ہوسکتا تھا چنانچہ فصحا کے کلام مین لغو سے بچنے کے لیے مذکور ہوتا ہے سید شریف نے اسکے جواب مین فرمایا ہے کہ نحاۃ نے جو کہا ہو کہ مبدل مقصود نہین ہوتا تو مراد اس سے یہ ہے کہ مقصود اصلی نہین ہوتا نہ یہ کہ اصلا مقصود نہین ہوتا دریاے لطافت مین انشاء اللہ خان نے دونون مین اس طرح فرق بیان کیا ہے کہ عطف بیان مین قید علمیت کی واجب ہے جیسے ہندوستان کے بادشاہ اڈورڈ ہفتم ہین اور بدل مین ایسا نہین ہوتا اسلیے کہ تیرا بھائی زید آیا اور زید بھائی تیرا آیا دونون برابر ہین پہلی عبارت مین تیرا بھائی مبدل منہ ہے اور زید بدل ہے اور دوسری عبارت مین زید مبدل منہ اور بھائی تیرا بدل ہے لیکن اسقدر تفاوت سے طالب کی تشفی نہین ہوسکتی اسلیے کہ اس عبارت مین کہ مین رستم کی ناک مڑوڑ نیوالا احسن بیگ ہون اگر حسن بیگ کو کہ عطف بیان ہو بدل کہا جائے تو بھی جائز ہے۔

عطف حقیقی

کبھی مسند الیہ پر عطف ہوتا ہو یعنی ایک امر مین مسند الیہ کے ساتھ کسی دوسری چیز کو شریک کرتے ہین پہلے لفظ کو معطوف علیہ اور دوسرے کو معطوف کہتے ہین اور دونونکے درمیان اُن حروف مین سے جو عطف کا فائدہ دیتے ہین ایک حرف واقع ہوتا ہو اسی لیے اسکو عطف بحروف بھی کہتے ہین اور جب مطلق عطف کا لفظ بولتے ہین تو یہی عطف مراد ہوتا ہو اسی لیے عطف بیان کے ساتھ بیان کی قید لگائی گئی ہے۔ اور یہ کئی طرح کا فائدہ دیتا ہو۔

یا تفصیل مسند الیہ کی اور اختصار مسند کا منظور ہوتا ہے جیسے زید و عمرو و بکر آئے مسند الیہ تین ہین اور مسند ایک ہے۔

داغ

وہ تیرا عہد ہے علم و عمل سے شاد رہتے ہین	فقیہ و مفتی و صوفی و شیخ و حافظ و قاری

نسیم

معمول سے بزم مین ہوے جمع	مینا و کباب و مجمر و شمع

باقی

کاٹے کھاتے ہین غم ہجر صنم مین باقی	شمع سیارے ستارے شب دیجور چراغ

انیس

اقبال و تندرستی و آسائش و قرار علم و سکون و راحت و آرام و اختیار	امن و امان و صبر و توانائی و وقار رعب و ثبات و سرکشی و قدر و اقتدار

آثار قہر حق انھین معلوم ہو گئے
سب تیغ کے چمکتے ہی معدوم ہو گئے

جب معطوف علیہ اور معطوف مین اختلاف تذکیر و تانیث کا ہوتا ہے یعنے جب ایک مؤنث ہو اور ایک مذکر اس صورت مین اکثر مسند کو جمع لاتے ہین جیسے زید و زینب آئے تھے۔

یا مسند الیہ کے عطف سے حصر پیدا ہوتا ہے جیسے۔

حسرت

یون ریختہ کہنے کو شاعر تو ہزارون ہین	بدنامی کو اک حسرت اک میر ہے اور ہم ہین

یعنے اور کوئی تیسرا بدنام نہین۔

مومن

عشق کے دیکھے ہین سہنے عالم	عشق جانے ہمین اور عشق کو ہم

سودا

اگر کیجیے انصاف تو کین زور وفا مین	خط آتے ہی سب چل گئے اب آپ ہین یا مین

انیس

زہرا ہین نہ حیدر نہ پیمبر نہ حسن ہین	اب اُنکی جگہ آپ ہین یا شاہ زمن ہین

بشارت لمدیتاب

جہان مین جس کا نہین اعتبار دم بھر کا	ہماری تو بہ ہی وہ یا کسی کا پیمان ہے

کیسے دنیا کا جسکو باغ جنان	حالی	وہ فرانس ہو آج یا ہے انگلستان

یا معطوف علیہ و معطوف مین التزام ہوتا ہو جیسے۔

میر شمس الدین ثنا

چمن مین خندۂ گل ہے و مینا ہو اور تو ہو		فغان ہو نالۂ و فریاد ہو زاری ہو اور مین ہون

یعنے تجھکو وہ لازم ہو اور مجکو یہ لازم ہو۔

زینت

شب مہتاب مین تا صبح زینت		خیال ماہ روسے اور ہم ہین

ذوقی

ملنے سے تصور مین کچھ کم نہ مزہ دیکھا		گر وہ نہ ہوا اُسکی تصویر ہے اور مین ہون

مہاراجہ کشن پرشاد

تیر ہے اور سینۂ حساد		تیغ ہے اور فتح و نصرت ہے

غالب

تو اور آرائش خم کاکل لاف تمکین فریب سادہ دلی		مین اور اندیشہاے دور و دراز ہم ہین اور رازہاے سینہ گداز

ولہ

تو اور سوے غیر نظرہاے تیز تیز		مین اور دکھ تری مژہاے دراز کا

ظفر

تم ہو اور غیر ہین اب و رہی گلگشت چمن		ہم ہین اور آبلہ اور خار بیابانکی خلش

سودا

ہے جو کچھ جس کنے ہے اُسکی عطا دیکھ کر خلق جس کو بولے ہے		آصف الدولہ اور جہان ہووے تو ہو اور عمر جاودان ہووے

مومن

بعد یک چندے گر خدا چاہے		مین ہون اور تیرے در کی دربانی

یا تخویف کے واسطے ہوتا ہی جیسے۔

مُنشی

اگر جنگ کی دل مین ہی کچھ ہوس	تو سر تیرا اور تیغ بُرّان ہی بس

اس موقع پر عطف حصر کا فائدہ دیتا ہی یعنی سوا اسکے کچھ نہین صرف تیغ بران ہی اور تیرا سر ہے اس حصر سے جو عطف سے پیدا ہوا تخویف پیدا ہوتی ہی۔

ولہ

ترے شیدا نے مجھ سے چاہی نبرد	نہین مین ہون نامرد گر وہ ہی مرد
سحر وہ ہی اور مین ہون اور تیغ تیز	کرون ساتھ اُسکے مین تنہا ستیز

ذوقی شاہ ذوقی

رکھ ہاتھ دہ قبضے پہ برہم ہو لگا کہنے	اب تو ہی ترا سر ہی شمشیر ہی اور مین ہون

یا مسندالیہ کے عطف سے فائدہ تعجب اور استبعاد کا نکلتا ہی جیسے

غالب

مین اور بزم مے سے یون تشنہ کام آؤن	گر مین نے کی تھی توبہ ساقی کو کیا ہوا تھا

یعنے بڑے تعجب کی بات ہی کہ مین بزم مے سے تشنہ کام آیا۔

مومن

مومن تم اور عشق بتان اے پیرو مرشد خیر ہی	یہ ذکر اور مُنھ آپکا صاحب خدا کا نام لو

یعنی مومن تمھاری ذات سے عشق بتان نہایت بعید ہے اور تمھارے مُنھ سے یہ ذکر بڑے تعجب کی بات ہی۔

ولہ

در بتخانہ و عشق بتان اور آپ اے مومن	یہ حضرت آگئی یکبار کیا طبع مقدس مین

ضیاءالدین آزاد

دعوی آب و تاب اور اُس اشک مہر سے
مُنھ کو بھی آئنے سے دکھایا نہ جائیگا

انشا

ناداں کہاں طرب کا سرانجام اور عشق
پوچھا کسی نے قیس سے تو ہے محمدی

کچھ بھی تجھے شعور ہی آرام اور عشق
بولا وہ بھر کے آہ کہ اسلام اور عشق

حسرت

زنّار اور بُت ہے میرے دلخواہ
مین اور تسبیح استغفراللہ

داغ

تم اور آرزو مرے ملنے کی روزحشر
مین اور گفتگو ستمِ بیحساب کی

قاسم علیخان قاسم

واہ کس ناز سے کہتا ہے وفا اور معشوق
ملگیا ہون ارے قاسم تیری قسمت سے مین

قائم

قائم اور تجھ سے طلب بوسے کی کیونکر کہیے
ہے وہ نادان پر اتنا تو بدآموز نہین

یا مسندالیہ کے عطف سے مساوات و برابری مقصود ہوتی ہی جیسے۔

حالی

لاکھ مضمون اور اُسکا ایک ٹھٹول
سو تکلف اور اُسکی سیدھی بات

یعنے لاکھ مضمون اور اُسکا ایک ٹھٹول برابر ہین الخ۔

یا مسندالیہ کے عطف سے یہ غرض ہوتی ہے کہ مخاطب جو حکم مین خطا کرتا ہی اُسکو صواب کی طرف پھیرے۔

مومن

قابل ترک تھی خوے ستم آرا نہ کہ مین
لائق سہو تھی یہ رنجش بیجا نہ کہ مین

مخاطب کو اعتقاد تھا کہ متکلم قابل ترک ہے نہ خوے ستم آرا اور متکلم لائق سہو ہے نہ رنجش بیجا یا اُسکا یہ اعتقاد تھا کہ دونون قابل ترک ہین اور دونون بھول جانے کے لائق ہین اس لیے متکلم نے اُسکے اُس اعتقاد کے بدلنے کے لیے سمجھایا کہ ترک کے قابل خوے ستم آرا ہے نہ مین اور سہو کے قابل رنجش بیجا ہی نہ مین۔

ولہ

لائق جور و جفا ہے وہ نہ مین | مفتری فتنہ بلا ہے وہ نہ مین

یا متکلم کو شک ہونیکی وجہ سے عطف کیا جاتا ہے یا متکلم کی غرض یہ ہوتی ہے کہ مخاطب شک مین پڑ جائے اگرچہ وہ خود شک مین نہین ہوتا۔

میر حسن

برس پندرہ یا کہ سولہ کا سن | جوانی کی راتین مرادونکے دن

مومن

ثابتہ سنجون سے جی مین ہر پوچھو | کہ مین شہری ہون یا بیابانی

بیباک

عیش و عشرت مین گذرتی ہو عجب راحت مین ہون | محفل جانان مین ہون یا جیتے جی جنت مین ہون

امیر

دمبدم رک رک کے ہو منھ سے نکل پڑتی زبان | وصف اسکا کہ چلے فوارے یا کہنے کو ہین

یا ابہام مطلوب ہوتا ہے جیسے۔

انیس

اصغر ہو یا کہ تم ہو مجھے سب سے یاس ہے | رخصت گلا کٹانے کی لومان تو پاس ہے

حالی

تربیت یافتہ ہین جو یان کے | خواہ بی اے ہون انمین یا ام اے

ولہ

قوم کی خاطر ان کے ہین سب کام | خواہ اس مین سفر ہو خواہ مقام

سجاد

ایک دل رکھتے ہین جو چاہے سو لیجائے اوسے | خواہ خط اور خواہ ابرو خواہ مژگان خواہ زلف

حالی

ہو کسی شے سے انکی گرمی بزم
ہے فقط روشنی سے انکو کام | داستان ہو وہ یا کہ نالۂ صور
موم ہو اصل شمع یا کافور

غالب

جب میکدہ چھٹا تو پھر اب کیا جگہ کی قید | مسجد ہو مدرسہ ہو کوئی خانقاہ ہو

یعنے خواہ کوئی مسجد ہو یا مدرسہ ہو یا کوئی خانقاہ ہو اُن مین سے اب جس مقام مین شراب ملجائے پی لین۔

یا تخییر و اباحت مقصود ہوتی ہے تخییر مین مخاطب کو مختار کردیا جاتا ہے کہ معطوف علیہ اور معطوف دونون مین سے جسکو چاہے اختیار کرے اور اباحت مین معطوف علیہ و معطوف کا جمع کرنا جائز ہے تخییر مین دونون جمع نہین ہوسکتے اور یہ دونون مقام انشا مین ہوتے ہین نہ خبر مین اسلیے کہ انشا مین ابتداءً کلام ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے پس اُس مین شک کا احتمال نہین ہوسکتا کیونکہ شک کا محل خبر ہے نہ انشا لیکن تخییر یا اباحت کی تعیین مدلول لفظ سے نہین ہوتی بلکہ قرینۂ خارجیہ سے ہوتی ہے۔

مثال اول

امیر

زاہد اس تسبیح مین زنار کا ڈورا نہ ڈال | یا برہمن کی طرف ہو یا مسلمانکی طرف

سودا

کتنے سخن واقعی مین عرض کیے ہین | خواہ اُنکو گہر سمجھے تو اب خواہ اُنھین سنگ

کپتان الگزینڈر ہیڈرلی آزاد شاگرد عارف

جان تم اپنی بچاؤ گے کہا تک آزاد | یا مرو عشق مین یا عشق کا دعوے چھوڑو

مثال دوم

عباس علیخان بیتاب

یا جند ناصحو نکی زبان کرے اے خدا | یا مجکو دے یہ صبر کہ بیٹھا سنا کرون

یا عطف سے یہ غرض ہوتی ہو کہ ایک محکوم علیہ سے حکم کو پھیر کر دوسرے کے واسطے ثابت کیا جائے

جیسے زید آیا بلکہ عمرو یا زید نہ آیا بلکہ عمرو کیونکہ بلکہ اضراب کا فائدہ دیتا ہو یعنی معطوف علیہ سے اعراض کرکے حکم تابع یعنی معطوف کے لیے ثابت کیا جاتا ہو اور معطوف علیہ سے اعراض کرنیکے یہ معنی ہین کہ معطوف علیہ کو مسکوت عنہ کے حکم مین قرار دے لیا جاتا ہے اور یہ مطلب نہین کہ قطعی طور پر اُس سے حکم کی نفی کی جاتی ہے جسکا مفاد یہ ہے کہ آنے کا حکم زید سے متعلق نہین اور متکلم کو اُس کے آنے اور نہ آنے کے حال سے کوئی خبر نہین اور زید کا لفظ متکلم کی زبان سے سبقت لسانی کی وجہ سے نکل گیا ہو اسی وجہ سے اس سے کلمہ بلکہ کے ساتھ پھر گیا اور آنے کا حکم عمرو سے متعلق ہے جمہور کا مذہب یہی ہے مگر ابن حاجب کا مذہب یہ ہے کہ اُس سے حکم کی قطعاً نفی کی جاتی ہے پس مثبت ہونے کی صورت مین تو حکم کے پھیرنے کے معنے دونون کے نزدیک ظاہر ہین اسلیے کہ معطوف علیہ جمہور کے نزدیک تو مسکوت عنہ کے حکم مین ہوگا اور ابن حاجب کے نزدیک اُس سے حکم کی قطعی طور پر نفی ہوگی لیکن منفی ہونے کی حالت مین حکم کے پھیرنے کے یہ معنے مبرد اور ابن حاجب کے نزدیک تو بن سکتے ہین اور جمہور کے نزدیک اشکال سے خالی نہین وجہ اسکی یہ ہے کہ مبرد نے کہا ہے کہ منفی ہونیکی حالت مین حکم کی نفی معطوف سے کرکے معطوف علیہ مسکوت عنہ سمجھا جاتا ہے اور ابن حاجب کہتا ہے کہ معطوف سے حکم کی نفی کرکے معطوف علیہ کے لیے حکم کا ثبوت قطعاً ہوتا ہے پس زید نہین آیا بلکہ عمرو اسکے معنے مبرد کے نزدیک تو یہ ہونگے کہ تحقیق عمرو نہین اور زید کا آنا اور نہ آنا احتمال مین ہے اور ابن حاجب کے نزدیک زید کا آنا قطعاً ثابت ہے اور جمہور کے نزدیک منفی ہونیکی حالت مین حکم کے پھیرنے کے معنے یہ ہین کہ معطوف علیہ سے حکم کی نفی ہوکر معطوف کے لیے حکم کا ثبوت ہوتا ہے پس انکے نزدیک اس قول کے کہ زید نہین آیا بلکہ عمرو یہ معنے ہوتے ہین کہ تحقیق عمرو آیا ہو اور اس تقدیر پر نہ آنے کا حکم زید سے عمرو کی طرف نہین پھرتا ہے اسلیے کہ عمرو سے نہ آنا پایا نہین گیا اس اشکال کا جواب یون ممکن ہے کہ یہان حکم کے پھیرنے سے مراد حکم کا متغیر کرنا ہے اور وہ یہان موجود ہے اسلیے کہ اس قول مین کہ زید نہین آیا بلکہ عمرو معطوف علیہ کے حکم منفی کو حکم مثبت کی طرف پھیرا جاتا ہے اور اسقدر کافی ہو۔ کتب فارسیہ مین لکھا ہو کہ کبھی اضراب مین حکم معطوف علیہ اور معطوف دونوں سے متعلق ہوتا ہو اور معطوف مین ترقی کا فائدہ دیتا ہے جیسے۔

میر

بلکہ اے جان او رآہ نہ کی	بات شکوے کی ہمنے گاہ نہ کی

حکم نکرنیکا شکوے کی بات اور آہ دونوں سے متعلق ہے لیکن آہ نکرنے مین ترقی ہو۔

مولوی محمد اسمعیل

ریل ہون برق ہون چھلاوا ہون		بلکہ مین ریل کا بھی باوا ہون
	ظفر	
کیا گریبان ہی بنا اُس ماہ کا شکل ہلال		بلکہ تکمہ بھی گریبان کا ہی اختر سا بنا
	ذوق	
فیض تعلیم سے جو تیرے ہو منکر انسان		احمق الناس اُسے مانیے بلکہ نسناس

بعض کے نزدیک ایسا بلکہ جسکے بعد مفرد ہو حروف عاطفہ مین سے نہین ہے بلکہ جو کچھ اُسکے مابعد ہی بدل غلط ہے ماقبل سے اور بدل غلط بغیر اسکے فصیح نہین اسلیے کہ بلکہ اس غلط کے تدارک کیلیے موضوع ہے جیسے ۔

	شوکت	
صدا کوس کی تا بہ چرخ اثیر		غلط بلکہ تا گوش کیوان وتیر

اور جسکے مابعد جملہ ہو وہ حروف عاطفہ مین سے ہی اسی قبیل سے ہے یہ بھی ۔

	ظفر	
پھیر نیکے منھ نہین این شعلہ خو ہم سخت جان		بلکہ تیری تیغ آتش دم کا منھ پھر جائیگا
	ولہ	
چشمۂ حیوان خجل ہو لب سے اُسکے کیا ظفر		بلکہ دیکھا تو لب کوثر پہ پانی پھر گیا

مسند الیہ کی ضمیر منفصل سے تاخیر

کبھی مسند الیہ کو ضمیر منفصل سے مؤخر کر دیتے این اور غرض اس سے یہ ہوتی ہی کہ مسند کی تخصیص مسند الیہ کے ساتھ ہو جائے یعنے جس مسند کی اسناد عقلاً افراد متعددہ کی طرف صحیح ہوتی ہے اگر اُسکی اسناد ایک کی طرف کرکے ضمیر منفصل لائی جائے گی تو یہ مسند خاص اُس ایک پر مقصور ہو جائیگا جیسے ۔

	میرحسن	
رہ حمد مین تیری عز وجل		تجھے سجدہ کرتا چلون سر کے بل

یعنے مین سجدے کے لیے تجھکو مخصوص کرلون سوا تیرے کسی کو سجدہ نکرون اور یہ مراد نہین

کہ تو سجدے کے ساتھ مختص ہے اور اسی ایک چیز پہ تو مقصور ہے اسکے سوا کوئی اور تیرا وصف اور حال نہین۔

المولفہ

سنے تجھے جانے ہر دم سمیع و بصیر	تجھی سے کرے عرض مافی الضمیر
سمجھے تجھے وہ ذات حاجت روا	تجھی سے کہے جو کہے مدعا

مسند الیہ کی تقدیم

مسند الیہ مقدم ہوا کرتا ہے کیونکہ اسکا ذکر ضروری ہوتا ہو اور اسکی کئی وجہین ہین۔
یا تو اسلیے کہ اسکا پہلے لانا اصل ہو کیونکہ حکم اسی پر کیا جاتا ہو پس ذہن مین اس کا حکم سے پہلے متحقق ہونا ضرور ہو اسلیے اسکو محکوم بہ سے پہلے لاتے ہین اور اس سے عدول کرنیکی کوئی چیز مقتضی بھی نہین ہوتی ہان اگر ایسا ہو تو اسکو موخر کردیتے ہین جیسے زید آیا۔

میر حسن

وہ نجم النسا اور وہ فیروز شاہ	حیا سے کیے اپنی نیچی نگاہ

نجم النسا اور فیروز شاہ مسند الیہ ہین اور کیے مسند۔

آصف

مین اگر غم کہون جدائی کا	شور محشر مین ہو دہائی کا
نالہ کیا لب تک آکے رہجاتا	پاس ہے عرش کبریائی کا

پہلے شعر کے مصرع اول مین ضمیر متکلم مسند الیہ ہو اور غم جدائی مفعول بہ اور کہون مسند اور دوسرے مصرع مین دہائی کا شور مسند الیہ ہو اور مچ جائے مسند محذوف ہو اور محشر مین مفعول فیہ ہو جو مچ جانے سے متعلق ہو اور دوسرے شعر کے مصرع اول مین نالہ مسند الیہ ہو اور آکے رہجاتا مسند ہو اور دوسرے مصرع مین مسند الیہ مقدر ہو اور عرش کبریائی کا پاس مسند ہے۔

بیر ہر راجہ ہرکشن سنگھ بیدار

آپ بیدار کو کہین کچھ بھی	ہم تو سے یار سانہین سکتے

یا اسلیے کہ سامع کے دلمین محکوم بہ خوب جم جائے کیونکہ جب مسند الیہ کو پہلے لائینگے تو اسکے دلمین خبر کا شوق پیدا ہو جائیگا جیسے۔

سودا

اور میرا سخن آفاق مین تا یوم قیام — رہے گا سبز بہر مجمع و ہر یک دنگل

میرا سخن مسند الیہ ہی اور سبز رہیگا مسند ہے۔

عاشق

ترے فقیر نے وحشت مین کی مذمت مال — اڑا ئین دامن دولت کی دھجیان کیا کیا

یا ذکر اسکا اہم ہوتا ہی کیونکہ وہ مطلوب ہوتا ہی اسوجہ سے اسکو اول لاتے ہین جیسے۔

سودا

دماغ آشفتہ یان ہوتا ہی غنچے کے چٹکنے سے — چمن مین ہمسے ای بلبل پڑے ٹک جلکے چہہ چہہ کر

ولہ

علیؓ خلیفہ تھا عثمان بعد یا کوئی اور
علیؑ خلیفہ چہارم درست ہے کہ نہین — جو کوئی اور تھا تو لاکتب سے تو اسناد
محمدؐ اور وہ آپس مین تھے برادر زاد

ولہ

محتسب سے چلے ہے مست رگڑ کر کندھا — مغبچہ آیا چلا قاضی کے آگے ندھڑک

مغبچہ کو اسلیے اول لائے ہین کہ اسکا ذکر اہم تھا۔

ولہ

دل یار کی ہرگز نہ سر زلف سے چھوٹا

رند

یار اندھیرے مین نکل آتا ہی چھپکر میرے پاس

انیس

قاسم نے ڈانڈ ڈانڈ پہ مارا بچا کے سر — دو واژدھے گتھے تھے نکلے ہوے سپر

یا اُسکے ذکر سے لذت حاصل ہوتی ہی اسلیے اول لاتے ہین۔

میر حسن

کہا سب نے صاحب چلو تو سہی
یہ بیٹا تمھارا وہی ہے وہی

مقصود بالتمثیل مصرع دوم ہی۔

تپش

جو ہے وارث تخت وتاج وکلاہ		کہ فرزند میرا جہاندار شاہ

یا اظہار تعظیم کے لیے جیسے۔

انیس

ہان اب نہ جانے دیجیو احسنت مرحبا		عباسؑ نامدار نے پہلو سے دی صدا

سودا

دیدۂ تحقیق مین یہ عرش کا پایہ کہان		کرسی اُس گھر کی جو کچھ رکھے ہے قدر و منزلت

گلزار نسیم

خلعت سادیا لباس اُن کا		شہزادے نے کرکے پاس اُن کا

ولہ

جدول ہون حصار سحر خوانی		نقطے ہون سپید خوش بیانی

میرحسن

سو وہ ہوگئے بڑھکے بدر کمال		وہ ناخن جو تھے اُسکے مثل ہلال

فگار

سرایت عشق نے کی اُسکی جان مین		محمدؐ جب ہوا پیدا جہان مین

سودا

علیؑ ہے زور بازوے فتوت علیؑ کے آگے دو جگ سرنگون ہے علیؑ کان سخا بحر مروت		علیؑ ہے دین کے ارکان کی قوت علیؑ برحق نمونہ بے نمون ہے علیؑ ہے مظہر فیض فتوت

داغ

رہتا وگرنہ ایک زمانہ کو داغ داغ		مولا نے اپنے فضل وکرم سے بچا لیا

یا اظہار تحقیر کے لیے جیسے۔

ذوق

مفسد و حاسد و غماز و عدوے سرکش
زیر شمشیر غضب تیرے ہون یہ ون چورنگ جا

امانت

غیر نے جب سے ہے اُس گل کو پنھائی پوشاک — دل ہی جامے سے وہ باہر کہ جسے کہتے ہین

شاہ مبارک آبرو

لکھن میان خفا ہین پھرنکے حال پر — آتا ہے اُنکو جوش جمالی کمال پر

سودا

درد کس کس طرح ہلاتے ہین — کرکے آواز منحنی و حزین

ولہ

خط نے ترے حسن سب گنوایا — یہ سبز قدم کہان سے آیا

تراب

تو ارباب ملامت کی صلاحیت سے کیا واقف — بغل مین جنکے شیشے اور ہاتھون مین پیالے ہین
تو کیا جانے کسے مجذوب کہتے ہین کسے مجنون — کہان اندھے کو سوجھے ہے یہ گورے ہین کہ کالے ہین

یا مسرت مین تعجیل مقصود ہوتی ہے بطور نیک فالی کے جیسے۔

میرحسن

آہا رام جی کی ہے تجھے ہیر دیا — چندر مان سا بالک تجے ہوئیگا

چندر مان سا بالک مسند الیہ ہے اسکی تقدیم تفاول کے لیے ہے۔

سودا

نوید نیر فلک مین ہوئی ہے شہرۂ عام — ہلال عید ہوا اور گیا یہ ماہ صیام
نشاط و جشن و طرب خرمی و من و امان — خوشی و خوشدلی و عیش و عشرت ایام
صباح عید یہ حاضر ہین تہنیت کیلیے — اُس آستانیہ کہ ہیگا وہ سجدہ گاہ انام

ولہ

محبوب اور بسنت و لطافت تھے یکطرف — یک سو کھا میر سید علی مستعد کا۔

پہلے مصرع مین تینون مسند الیہ ایسے نام ہین جنکے معانی مین مسرت پیدا کرنیکی کیفیت ہے۔

انشا

جشن و نشاط و خوش دلی و عشرت نعم — عیش و خوشی مین چین سے خوش وقت ہو بہم
فرخندگی بخت پہ نازان تھے اپنے سب — ہر ایک نغمہ سنج تھا با طوطی ازم

ولہ

خوبی و خرمی و راحت و آرام و سرور | تیرے دروازے کی تا حشر نچھوڑین چوکھٹ

ولہ

فتح وفیروزی وشادی ہین سب اُسکے نصیب | طبع اقدس کے ملالت نہ پھرے پیرامن

ناسخ

ظفر و فتح مبارک ہو تجھے اے ناسخ | کر گیا معرکے سے دشمن غدّار گریز

امیر مینائی

فصل گل آئی ہوا گلزار جنت بوستان | بڑھ کے رضوان سے ہوا ان روزون باغ آسمان
فیض شبنم نے دیے اشجار کو آبی لباس | بر مین ہے مردم گیاکے جامۂ آب روان

داغ

جشن نوروز ہے دربار شہ والا ہے | اہل دربار ہزارون ہین یہان کم سے کم

رند

سرِ عرش سے ہاتف نے فوراً صدا دی | خوش اقبال و مسعود پیدا ہوا آج

نظام رامپوری

یہ شادی یہ شادی کا سامان مبارک | تجھے ذوالفقار علی خان مبارک

یا برائی مین تعجیل مقصود ہوتی ہے پس بطور بد فالی کے مسند الیہ کو پہلے ذکر کرتے ہین مثال

سودا

کشتن خلق اُس کا سدا کام ہے | مرگ و قضا مفت مین بدنام ہے

مرگ و قضا کو کہ مسند الیہ ہین اسلیے پہلے بیان کیا کہ بُرائی مین تعجیل مقصود تھی۔

ولہ

مردہ سنو مولود یو تابوت گر | گھیرتے ہین آن کے روز اُس کا در

یا اُسکی تقدیم تخصیص کا فائدہ بخشتی ہے جیسے۔

انیس

مین ہون سردار شباب چمن خلد برین
مین ہون انگشتر پیغمبر خاتم کا نگین

داغ

نواب نے کی جو قدر دانی میری لیکن یہ خبر نہ تھی کہ وقت پیری	اے داغ گذر گئی جوانی میری مر مر کے کٹے گی زندگانی میری

مقصود بالتمثیل لفظ نواب ہے۔

حذف مسند الیہ

مسند الیہ کو حذف بھی کر دیتے ہین اور اُسکے حذف کرنے مین یا تو یہ فائدہ ہوتا ہو کہ عبث چیز کے ذکر سے بچین مثلاً توبۃ النصوح مین لکھا ہو ضرورت کی کُل چیزین تو کھانسے بہم پہونچاتا تھا ہمارے توشہ خانۂ عام سے مگر اسپر تیری ہیکڑی تھی کہ گویا ہم تیرے قرضدار ہین" اس عبارت کے اس جملے مین ہمارے توشہ خانۂ عام سے لفظ تو مسند الیہ محذوف ہو اور ساتھ ہی مسند بھی محذوف ہو یعنی تو ہمارے توشہ خانۂ عام سے ضروریات کی کل چیزین بہم پہونچاتا تھا۔ چونکہ ضمیر مخاطب پہلے جملۂ سوال مین آچکی تھی اسلیے اب اُسکا ذکر عبث و بے فائدہ سمجھا۔

ظفر

جو تجھسے ہو سکے تو خانۂ عقبےٰ کو دے تزئین	نکر آرائش دنیا کہ یہ گھر کیا ہو یون ہی ہو

یعنے یہ گھر یون ہی ہو۔

میر حسن

سو وہ کونسی راہ شرع بنی	کہ رستے کو جنت کے سیدھی گئی

یعنے وہ راہ شرع بنی ہو۔

غالب

کیون نہ درکار ہو مجھے پوشش کچھ خریدا نہین ہو اب کی سال	جسم رکھتا ہون ہے اگرچہ نزار کچھ بنایا نہین ہے اب کی بار

چونکہ متکلم نے پہلے شعر مین اپنی ذات کو کھولدیا ہو اسلیے خریدا اور بنایا کے مسند الیہون کو ذکر نہین کیا کیونکہ دوبارہ ذکر کرنا عبث تھا۔

یا متکلم اس حذف سے سامع کے فہم و خیال مین ڈالنا چاہتا ہو کہ اُسنے دلیل قوی کی طرف عدول کیا ہو جو عقلی ہے کیونکہ مطالب کے سمجھنے اور سمجھانے کے لیے دو ہی دلیلین ہین ایک عقلی

دوسری لفظی انمین سے دلیل عقلی قوی ہے کیونکہ لفظ اُس کی طرف محتاج ہوتا ہے اور سامع کے فہم وخیال مین ایسا ڈالنا اُس کے لیے نشاط کا سبب ہوتا ہے کیونکہ جب سامع مسند الیہ کے معلوم کرنے کے لیے عقل کو کام مین لاتا ہے تو اُس فکر و غور کے بعد مسند الیہ معلوم ہو جانے سے اس کو ایک طرح کا نشاط حاصل ہوتا ہے اور اُس کو مسند الیہ کی طرف زیادہ توجہ کرنا پڑتی ہے ۔

غالب

روے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیاہ ۔ سودا انھین جنون نہین وحشت نہین مجھے

یعنی مین روسیاہ ہوؤن ۔

نسیم

پوشاک جو لینی ہو تو پہنو جاؤ ۔ بولین وہ چلو کہا قسم کھاؤ

کہا کا مسند الیہ کہ تاج الملوک ہے محذوف ہے

ولہ

کیا کہتی وہ دیونی کہا جاؤ ۔ دیوون سے کہا کہ تخت کو لاؤ

ولہ

وہ چونک کے بول اُٹھا کہ واللہ ۔ بتلاؤ کہان ہے وہ کہا آہ

ولہ

پوچھا کہ کدھر کہا بہت دور ۔ بولا وہ کہ پھر کہا کہ مجبور

انشا

کیا ہاتھ ہلا کے پوچھتے ہو ہے خوش ۔ ہم جیسے ہین خوش کبھی نہوگا کے خوش

پہلے مصرع مین لفظ خوش کا مسند الیہ محذوف ہے ۔

ناسخ

قاصدا جھوٹ کہا گھر مین وہ مغرور نہین ۔ کس طرح گلشن جنت مین بھلا حور نہین

کہا کا مسند الیہ محذوف ہے ۔

مہر

شبیہ زلف پریشان جو ہم بنانے لگے ۔ رکے ہین اُلجھے ہین بگڑے ہین مارتے بیٹھے ہین

فائدہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ہمنے جو مسند الیہ کے حذف کرنے کے یہ دو سبب مرجح بیان کیے ہین ایک یہ کہ عبث سے بچنا منظور ہوتا ہی دوسرے متکلم سامع کے وہم وخیال مین یہ واقع کرنا چاہتا ہے کہ مین نے زیادہ قوی دلیل کی طرف عدول کیا ہی سو یہ دونون سبب ایک مقام پر جمع بھی ہوسکتے ہین البتہ خالی انسے نہین ہو سکتا مثلا مثنوی ترانۂ شوق کے ان شعرونمین سے

پانی کو روان کیا روان ہے		آندھی کو دوان کیا دوان ہے	
دو وقت ملاے ملتے ہین روز		پھول اُسنے کھلاے کھلتے ہین روز	

حذف ان دونون سببونسے مانا جا سکتا ہی یعنی یہ جو نہین کہا کہ آندھی دوان ہوا اور پانی روان ہے اور پھول روز کھلتے ہین اور دو وقت روز ملتے ہین اسکا سبب عبث سے بچنا بھی ہوسکتا ہی اور سامع کے وہم وخیال مین یہ ڈالنا بھی کہ اقوی الدلیلین کی طرف رجوع کیا ہی۔

یا متکلم کو یہ مقصود ہوتا ہی کہ سامع کا امتحان کرے کہ آیا وہ باوجود قرینہ موجود ہونیکے مسند الیہ سے متنبہ ہوتا ہی یا نہین کیونکہ متکلم کو یہ گمان پہلے سے ہوتا ہی کہ سامع قرینے کی وجہ سے مسند الیہ کو جانتا ہی اسلیے اُسکا امتحان کرکے اس بات کا یقین حاصل کرنا چاہتا ہے کہ وہ مسند الیہ کے حال سے واقف ہو گیا ہے جیسے۔

	شمس العلما آزاد	
ایسا سیاہ ہی کہ نظر آتا کچھ نہین		لکھتا ہون سب حساب پڑھا جاتا کچھ نہین

چونکہ رات کی تاریکی کا بیان ہی اسلیے سیاہ کا مسند الیہ محذوف ہی۔

	داغ	
بج رہی تھی کس کی جھوٹی جام مین		جنگ ہی ایک ایک مے آشام مین
	ولہ	
گدلے میکدہ ہون ہر طرح کی ہی پیالے مین		آنکھون ہون لاکھ مستانہ ادا مین میرے نالے مین
	مولوی نذیر احمد	
تو ایسی طب کو سلام اور سلام اور سلام		بنی جب آن کے جانو نپہ اور رہے عاجز

چونکہ مرض کی وجہ سے جانو نپر مصیبت کے آنیکا بیان ہی اسلیے عاجز رہنے کا مسند الیہ محذوف ہی

یا مسند الیہ کے حذف کرنے سے سامع کی مقدار ذکاوت کا امتحان مقصود ہوتا ہی اسلیے کہ وہ حذف کرکے دیکھنا چاہتا ہی کہ قرائن خفیہ پر متنبہ ہو سکتا ہے یا نہین چنانچہ زید کے پاس دو شخص

حاضر ہون جن مین سے ایک بہ نسبت دوسرے کے زیادہ ہم صحبت اور خدمت گذار ہوا سوقت زید یہ کہے خدا کی قسم سلوک کرنے کے لیے زیادہ استحقاق رکھتا ہے اور مراد اس قول سے زید کی وہ شخص ہو جو زیادہ ہم صحبت اور خدمت گذار ہے اور اس طرح کا کلام کرنے سے زید کی یہ غرض ہو کہ مخاطب کی طبیعت کی ذکاوت معلوم ہو جائے کہ آیا وہ اس محذوف کو سمجھ سکتا ہے یا نہین اور قرینہ یہان ہے مگر خفی ہے اور وہ قرینہ یہ ہے کہ سلوک اُسکے ساتھ کرنا لائق ہے جو قدیم الخدمت اور قدیم الصحبت ہے۔

(دوسری مثال) ایک امیر آدمی اپنے ایک مصاحب کے ساتھ ایک حوض کے کنارے بیٹھا ہوا تھا اُس امیر نے مصاحب سے دریافت کیا کہ تمکو کونسا کھانا زیادہ پسند ہے مصاحب نے جواب دیا کہ بریانی دوسرے سال پھر اُس حوض کے کنارے پر دونون جمع ہوے اور امیر نے مصاحب سے کہا کہ کس چیز کے ساتھ پسند ہے عرض کیا کہ بورانی کے ساتھ امیر ذکاوت اور تیز فہمی سے بہت متعجب ہوا۔

یا اُس غرض سے اُسکا ذکر چھوڑا جاتا ہے کہ اگر موقع آجائے تو متکلم اپنی جان بچانیکے لیے کہدے کہ میری مراد اس قول سے یہ شخص تھا جیسے کوئی زید کی نسبت کہے کہ فاسق و فاجر ہے بشرطیکہ قرینہ اس بات پر قائم ہو کہ مراد اس سے زید ہے

یا اس وجہ سے مسند الیہ کا ذکر چھوڑتے ہین کہ وہ متعین ہوتا ہے اور جو حکم کیا جاتا ہے اُس سے وہی مراد ہوتا ہے دوسرے کی طرف ذہن نہین جاتا جیسے معبود ہے خلاق ہے یہان اللہ کا نام محذوف کر دیا اسلیے کہ وہ متعین ہے ذہن اسکے سوا دوسری چیز کیطرف نہین جاسکتا کیونکہ نہ کوئی اُسکے سوا عبادت کے قابل ہے نہ کوئی سوا اُسکے پیدا کر سکتا ہے۔

مہا بھارت مولفہ شایان

نگارندۂ نقش لوح و قلم	خداوند ملک حدوث و قِدم
علیم و خبیر و سمیع و بصیر	کریم و رحیم و غفور و قدیر

یا متکلم کو اُسکے متعین ہونیکا دعوے ہو جیسے کوئی شخص سلطان کو کہے لکھ بخش ہے متکلم نے یہان مسند الیہ کو چھوڑ دیا کیونکہ اُنکی دانست مین وہ متعین ہے اسلیے کہ وہی اتنی دولت بخشتا ہے۔

انیس

وہ شاہ کہ شاہون نے لیا باج نبی	اور عرش پہ تھا شریک معراج نبی
فرماتے ہین مین تن ہون علی سر سرا	اب کہیے کہ زیبا ہے کسے تاج نبی

یعنے نبی فرماتے ہین۔

حالی

جہالت کی رسمیں مٹا دینے والے	کہانت کی بنیاد ڈھا دینے والے
سر احکام دین پر جھکا دینے والے	خدا کے لیے گھر لٹا دینے والے
ہر آفت میں سینہ سپر کرنے والے	فقط ایک اللہ سے ڈرنے والے

یہان مسند الیہ کو چھوڑ دیا ہی کیونکہ متکلم کی دانست مین وہ متعین ہی اور وہ اصحاب رسول ہین کیونکہ یہ وصاف وہی رکھتے تھے
یا یہ خیال ہوتا ہے کہ اغیار اُسکے حال سے واقف نہو جائین مثلاً کہین رات آیا تھا اور بوجہ قرینے کے مراد یہ ہو کہ یار آیا تھا۔
یا فرصت کے فوت ہو جانے کے خوف سے مسند الیہ کا ذکر چھوڑ دیا جاتا ہے جیسے کوئی آدمی شکاری سے کہے ہرن ہی یعنی یہ ہرن ہی پس تم شکار کرو جلدی کی وجہ سے مسند الیہ کو حذف کر دیا۔

ناسخ

رات کو چوری چھپے پہونچا جو مین	غل مچایا اُسنے دوڑو چور ہے

یا گھبراہٹ کی وجہ سے مسند الیہ حذف ہو جاتا ہے جیسے۔

مہابھارت

ہلبان سے لپٹے ہوا تر زبان	کہان ہی کہان ہی کہان ہی کہان

میدان جنگ مین گھبراہٹ کی وجہ سے ارجن کی زبان سے جرجودھن کا نام فوت ہو گیا۔
یا رنج و ملال کی وجہ سے طول کلامی کو دل نہین چاہتا جیسے کوئی بیمار سے پوچھے تمھارا کیا حال ہی وہ جواب دے کہ علیل ہون اُسنے یہ نہین کہا کہ مین علیل ہون کیونکہ مرض کی وجہ سے جو ملال اور تنگدلی حاصل ہی اُسنے مسند الیہ کا ذکر چھوڑ دیا۔

انیس

پرسا تمھین شہید کا دینے کو آئے ہین	کس کس کے داغ آج جگر پر اُٹھائے ہین

یہ وہ موقع ہی کہ حضرت علی اکبر شہید ہو چکے ہین اور حضرت امام حسین زنانے مین تشریف لیگئے ہین اور حضرت زینب سے علی اکبر کی شہادت کا واقعہ بیان فرماتے ہین اس موقع پر بسبب رنج و غم کے مسند الیہ کے ذکر کو چھوڑ دیا ہی اور وہ ضمیر جمع متکلم ہے۔

ولہ

رخصت طلب ہے شاہ سے اکبر سا لالہ فام	شہزادہ مرنے جائے سلامت رہے غلام

یعنے یہ غلام۔
یا وزن شعر اور رعایت قافیہ کی وجہ سے نظم مین یا رعایت سجع کی وجہ سے نثر مین مسندالیہ حذف کر دیا جاتا ہی جیسے۔

انیس

بیکس ہون تشنہ لب ہون فلک کی ستائی ہون	کچھ اپنا حال تجھسے مین کہنے کو آئی ہون

پہلے مصرع مین وزن شعر کی وجہ سے مین بیکس ہون مین تشنہ لب ہون مین فلک کی ستائی ہون نہ کہہ سکے۔

غالب

ہم موحد ہین ہمارا کیش ہے ترک لزوم	ملتین جب مٹ گئین اجزاے ایمان ہوگئین

بسبب رعایت وزن کے یہ نہ کہہ سکے ملتین اجزاے ایمان ہوگئین۔

میرتقی

ہے تو اللہ کا مجسم نور	جانتے ہین جنکو کچھ ہے عقل و شعور

یعنی وہ جانتے ہین۔
یا مسندالیہ فاعل ہو اُس کو حذف کر کے فعل مسند کو مجہول کر دیتے ہین اور مفعول پر اقتصار کرتے ہین جیسے۔ ؎

بات اب طول کھنچی راہ گذر بند ہوے	کھڑکیان چھاپی گئین روزن در بند ہوے

یہان صرف اس امر کا بیان مقصود تھا کہ کھڑکیان اور روزن در بند ہوگئے اب ملاقات غیر ممکن ہے اس سے غرض نہین کہ کسنے در بند کیے اور کسنے کھڑکیان چھاپین اسلیے مسندالیہ فاعل کو ذکر نکیا۔

انیس

قاصد جو میرے نام کا خط لیکے آتے ہین	سر کاٹ کر درختو نمین لٹکاے جاتے ہین

فائدہ اسمین یہ ہی کہ سامع کو فقط قاصدونکا حال دریافت کرنا منظور تھا اور اس سے غرض نہ تھی کہ کون اُنکو مار کر درختونمین لٹکاتا ہی اسلیے فعل کو مجہول بنایا گیا۔

ولہ

مارا گیا سفر مین غلام شہ امم	فریاد ہے کہ رانڈ ہوئی مین اسیر غم

یا مسندالیہ فاعل کو اسلیے حذف کرتے ہین کہ فاعل عالی شان ہوتا ہی اور مفعول کم قدر ایسے موقع پر

اسکا ذکر مناسب نہین معلوم ہوتا جیسے۔

محسن

خرقہ ہے نصیب یاسمن کو		عمامہ ملا ہے نارون کو

نارون پھول ہو کھلے چمن سے مدور شکل عمامہ اُسکو عمامہ ملنا بسبب مشابہت کے کہا گیا ہو یعنی بارگاہ باری تعالی سے اس پھول کو عمامہ ملا ہو پھول اک ادنی چیز ہے بمقابلے اُس فاعل حقیقی کے اسلیے کچھ ذکر فاعل کا ضروری نہ سمجھا گیا۔

غالب

سبزہ و گل کے دیکھنے کے لیے		چشم نرگس کو دی ہے بینائی

نثر مین اسکی مثال یہ ہو کہ فلان مجرم بری کیا گیا اور فلان چوکیدار کو انعام ملا یعنی حاکم وقت نے مجرم کا قصور معاف کیا اور چوکیدار کو انعام مرحمت فرمایا۔

یا فاعل مسند الیہ کم مرتبہ ہوا اور مفعول عالی مقدار تو مسند الیہ کو حذف کر دیتے ہین اور بخیال عظمت شان مفعول کے فاعل کو ذکر نہین کرتے جیسے کہین لارڈ میو صاحب بہادر جزیرۂ انڈمان مین مارے گئے ظاہر ہو کہ اُن کو ایک ادنی قیدی نے مجروح کیا جس سے اُنھون نے وفات پائی پس بہانیر ذکر کرنا ادنے رتبے کے فاعل کا بمقابلے مفعول صاحب عظمت کے نامناسب سمجھا گیا۔

رند

نام کیا کیا آپ نے رکھوائے ہین		بیمروت خود غرض ناآشنا

اور مقام تحذیر مین یعنی ڈرانے کے موقع پر بھی اکثر مسند الیہ محذوف ہوتا ہو اور مُحَذَّر منہ کے ذکر پر اکتفا کی جاتی ہو جیسے کہین سانپ سانپ یا چور چور یعنی تم بچو سانپ سے یا تم چور کو پکڑو یہانپر فعل مسند اور مخاطب مسند الیہ کو ذکر نکیا۔

انشا

لہر مین چوٹی کے تیرے ڈر کے مارے کانپ کانپ		چونک چونک اُٹھتی ہون مین یا تو نکو کہکر سانپ سانپ

بہرحال قرینے کا ہونا حذف مسند الیہ مین ضرور ہی

تاخیر مسند الیہ

کبھی مسند الیہ کو مسند سے مؤخر کر دیتے ہین اور جو نکات تقدیم مسند اور تاخیر مسند الیہ کے ہین انکو ہم

مسند کے بیان مین بتائینگے کیونکہ یہ امر اُسی کے مقتضائے حال سے ہے۔

چمن دوم مقتضائے ظاہر حال کے خلاف مین

یہ جو کچھ بیان ہوا مقتضائے ظاہر حال کے مطابق تھا کبھی کلام مقتضائے ظاہر حال کے خلاف چلایا جاتا ہے کیونکہ باطن حال اُسکا مقتضی ہوتا ہے جسکی تفصیل اسطرح ہے۔

(۱) مضمر کے مقام پر مظہر کو لانا

جہان ضمیر لانیکی ضرورت ہے وہان اسم ظاہر لایا جائے تو اسے وضع مظہر موضع مضمر کہتے ہین اس صورت مین کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو اسم ظاہر پہلے آتا ہے اُسیکا اعادہ کیا جاتا ہے اسے وضع مظہر موضع مضمر بلفظہ کہتے ہین اور کبھی غیر لفظ لاتے ہین جو پہلے لفظ کا ہم معنی ہوتا ہے اسکو وضع مظہر موضع مضمر من غیر لفظہ بولتے ہین اور کبھی مظہر ثانی سے وہ مراد نہین لیتے جو پہلے مظہر سے لیتے ہین ہر صورت مضمر کی جگہ مظہر کئی فائدونکے واسطے مستعمل ہوتا ہے (۱) سامع کو ثابت اور متحقق کرانے کے لیے تاکہ کسی طرح کا ابہام باقی نرہے کیونکہ مضمر کی دلالت ابہام سے خالی نہین ہوتی بخلاف مظہر کے خصوصاً اُس حالت مین کہ مظہر ایسا لفظ ہو جو اشتراک کو بالکل دور کردیتا ہو جیسے علم پس جبکہ ایسا لفظ سامع کے سامنے بیان کیا جائیگا جسمین ابہام نہو تو اُسکے ذہن مین مسند الیہ اچھی طرح جم جائیگا مثال۔

ناسخ

مکتوب جو آیا تو ہوا مین بیتاب	پیراہن پیچیدہ ہے گویا مکتوب

انیس

ہم جس کی ہو شیدا وہ برادر نہ ملیگا	پھر گھر مین جو ڈھونڈو گی تو اکبر نہ ملیگا

حسرت

رقیبونکے حوالے کرکے خط کو نامہ بر آیا	عزیزو کیا کہون قاصد تو میرا کام کر آیا

ضمیر

جاکے میدان مین کس طرح یہ محبوب لڑے	یہ تو کہیے کہ غلام آپ کے کچھ خوب لڑے

سودا

علی خلیفہ تھا عثمانؓ بعد یا کوئی اور	جو کوئی اور تھا تو لا کتب سے تو سند او

علی خلیفہ چہارم درست ہے کہ نہین		محمدؐ اور وہ آپس مین تھے برادرزاد
	اکبر	
کیا اچھا جنون نے دار پر منصور کو کھینچا		کہ خود منصور کو جینا تھا مشکل رازدان ہوکر

مصرع اول مین منصور مفعول ہی۔

(۲) سامع کے دلمین ہیبت اور رعب ڈالنا منظور ہوتا ہی جیسے۔

	عشقی	
وہ کہنے لگا سن کے یہ داستان وہ بولا کہ زنہار رستم نہین		کہ شاید تو ہے رستم پہلوان مین اُس کا ہون اک چاکر کمترین

تیسرے مصرع مین لفظ رستم وضع مظہر موضع مضمر ہی اور مقصود اس سے سامع کے دلمین رستم کے خوف وہیبت کا داخل کرنا ہی مگر اسقدر ہی کہ مسند الیہ نہین بلکہ مسند ہی۔

(۳) تعظیم وتکریم کا فائدہ دیتا ہی جیسے۔

	ضمیر	
وہ سب تو ایک طرف پر امام اچھے ہین		کہو حسین علیہ السلام اچھے ہین

لفظ حسین وضع مظہر موضع مضمر مین غیر لفظ ہی اور یہ تعظیم کا فائدہ دیتا ہی۔

	انیس	
رخصت طلب ہی شاہ سے اکبر سا لالہ فام		شہزادہ مرنے جاکے سلامت رہے غلام
	وله	
مقتل مین کیا ہجوم تھا اُس نور عین پر		پروانے گر رہے تھے چراغِ حسینؑ پر
	دبیر	
معراج پیمبر کی تو روشن ہی حقیقت اُترا ہے نبی کے لیے یہ کاسۂ نعمت		یان دیکھو تہ عرش جبین حشم کی زینت ہم صحبت وہم کاسہ ہین معبود سے حضرت
	خلیق	

گذری بہار عمر خلیق اب کہینگے سب
باغ جہان سے بلبل ہندوستان گیا

پچھلے چارون شعر وضع مظہر موضع مضمر مسند الیہ مین نہین ہی۔

مثنوی نادر

جب اُسکی صدا سُنی علی نے — لکھے وہین چار سو ولی نے

(۴) مقصود اس سے تحقیر ہوتی ہے جیسے۔

حبیب علی سرور

کرے گا تو مرے نالوں کی ہمسری بلبل — شعور اتنا تو کر جا کے جانور پیدا

لفظ جانور وضع مظہر موضع مضمر من غیر لفظہ ہے اور مقصود اس سے بلبل کی اہانت ہے۔

(۵) داعی مامور کی تقویت کے لیے ہوتا ہے مراد اس سے یہ ہے کہ ایک شخص کو کسی کام کے کرنیکا حکم دیا جاتا ہے تو جو امر شخص مامور کو حکم کی تعمیل پر آمادہ کرنیوالا ہوتا ہے مظہر ثانی سے اُسکو تقویت پہونچتی ہے اور وہ آمادہ کرنیوالا امر داعی ہے اور مظہر ثانی اُسکو تقویت دینے والا ہے مثلاً بادشاہ اپنے کسی نوکر سے کوئی کام کرانا چاہے اور یون کہے کہ مابدولت واقبال تجھکو اس کام کے کرنے کے لیے حکم دیتے ہین یہان مابدولت واقبال وضع مظہر موضع مضمر ہے اور مقتضاے ظاہر کے خلاف ہے کیونکہ مقتضاے ظاہر تو یہ تھا کہ کہتا ہم حکم دیتے ہین اسلیے کہ مقام تکلم کا ہے پس اس شخص کو اُس کام کے کرنے پر آمادہ کرنے والی بادشاہ کی ذات ہے اسلیے کہ اُسکو یہ گمان ہے کہ اگر حکم کی تعمیل نکرونگا تو بادشاہ سزا دیوے گا اور بادشاہ کا اس طرح تعبیر کرنا کہ مابدولت واقبال تجھکو اس کام کے کرنے کے لیے حکم دیتے ہین اُس حکم کی تعمیل کرنے کے خیال کو تقویت دیتا ہے پس داعی خوف سزا کا گمان ہے اور اُسکو تقویت بخشنے والا لفظ مابدولت واقبال ہے۔

خلیق

مرتا ہے باپ اے علی اکبر ابھی نہ جا — دل مانتا نہین مرے دلبر ابھی نہ جا
اے لال سوے نیزہ و خنجر ابھی نہ جا — ہے ہے نہ جا شبیہ پیمبر ابھی نہ جا

دوسرے مصرع مین مرے دلبر سے علی اکبر مراد ہین موقع یہان ضمیر مخاطب کے لانیکا تھا مرے دلبر اسلیے لائے کہ اُنکو باپ کے حکم کی فرمانبرداری کی طرف رغبت ہو اور اُسکو ماننے کے لیے مجبور ہوں اسی فائدے کے لیے تیسرے مصرع مین لال اور چوتھے مصرع مین شبیہ پیمبر کہا ہے۔

(۶) طلب رحمت و شفقت کیلیے جیسے۔

انیس

تم سے بڑی اُمید ہے زہراؑ کی جائی کو — بھیّا تمھین سے لیگی بہن اپنے بھائی کو

اول حضرت زینب نے لپٹ کے آپکو زہرا کی جائی کہا اور پھر کہا بہن اپنے بھائی کو تمہین سے لیگی پس یہان طلب شفقت منظور ہے اگر یہ منظور نہوتا تو کہتین مین تمہین سے اپنے بھائی کو لونگی۔

ولہ

اب کس پہ مین ہن صاحب آزار کو چھوڑون	اس حال مین کس طرح سے بیمار کو چھوڑون

صاحب آزار اور بیمار مفعول ہین نہ مسندالیہ۔

ولہ

عابد کی طرف دیکھ کے دوڑے علی اکبر	آنکھونکو ملا ہاتھونسے قدمونپہ رکھا سر
سجاد نے فرمایا کلیجے سے لگاکر	گردن مین مری ڈالدو باہونکو برادر

(۲) التفات

علماے معانی کی اصطلاح مین التفات یہ ہی کہ ایک ذات کو ایک طریق سے منجملہ طرق ثلثہ یعنی تکلم و خطاب و غیبت کے یاد کرکے ان تینون طریقونمین سے کسی دوسرے طریق پہ یاد کرین بشرطیکہ مخاطب ایک ہو اور دوسری تعبیر مقتضاے ظاہر کلام کے خلاف ہو اور سامع مقتضاے ظاہر کا انتظار کرتا ہو پس اس صورتمین یہ اقوال مین زید ہون تو عمرو ہی تعریف التفات سے خارج ہو جاتے ہین گو انمین سے پہلی مثال مین ایک ذات کو بطریق غیبت کے تعبیر کیا ہی بعد اسکے کہ اسکو پہلے دوسرے طریق یعنی تکلم کے ساتھ یاد کیا تھا اور دوسری مثال مین ایک ذات کو غائب کے ساتھ تعبیر کیا ہی بعد اسکے کہ اول اسکو خطاب کے ساتھ تعبیر کیا تھا مگر یہان تعبیر ثانی مقتضاے ظاہر کلام کے موافق ہے اور سامع اسکا منتظر بھی تھا اسلیے کہ جب متکلم نے مین اور تو ضمائر کے الفاظ زبان سے نکالے تو سامع کو سنتے ہی اس بات کا انتظار ہو گیا کہ انکے بعد اسم ظاہر مذکور ہو گا جو انکی خبر ہو گا کیونکہ ضمیر کی خبر اسم ظاہر ہی واقع ہوتا ہی۔

انیس کہتے ہین ؎

یہ تو نہین کہا کہ شہ مشرقین ہون	مولا نے سر جھکا کے کہا مین حسینؑ ہون

مین کی خبر حسینؑ ہی۔

گلزار نسیم

تجھ سے مری خاطر اب کہان جمع	تو آتش شعلہ مین رگ شمع
تو برق دمان مین خرمن خار	تو سیل روان مین خستہ دیوار

تو جو شش یم مین مورنے پر | مین نقش قدم تو باد صرصر

اسیطرح ان اقوال مین۔

غالب

اور وہ مین ہون کہ گر جی مین کبھی غور کرون | غیر کیا خود مجھے نفرت مری اوقات سے ہے

میر نثار علی شہرت

تم وہ ہو علم مدن سارے جہان کو دیدیا | وہ ہی تو ہو حرفت صنعت کبھی بتلا گئے

غافل

کیا تعجب ہے اگر تیری کمر معدوم ہے
تو وہ ہو آئینۂ شفاف جسمین مو نہین

وزیر علیخان

ہم وہ نہ قلم تھے کسی مالی کے لگائے | نرگس کی نہالو نہین تھے آنکھ کے پلے ہم

داغ

مین وہ ہون آتش قدم جس سے پگھلتے ہین پہاڑ | موم ہو جاتا ہے جو آتا ہے پتھر زیر پا

التفات نہین گو پہلے شعر مین غائب سے انتقال تکلم کی طرف ہو اور دوسرے اور تیسرے شعر مین خطاب سے غیبت کی طرف انتقال ہو اور چوتھے اور پانچوین شعر مین تکلم سے غیبت کی طرف انتقال ہوا ہے اور وجہ اسکی کہ یہان التفات نہین یہ ہو کہ یہ مقتضاے ظاہر کلام کے موافق ہو اسلیے کہ اخبار ہے ظاہر کے ساتھ اور سامع کو جسکا انتظار تھا اُسکے خلاف بھی نہین ہو۔

التفات کے حسن و خوبی کی وجہ یہ ہو کہ جب کلام ایک طریق سے دوسرے طریق کی طرف منتقل ہوتا ہو تو اس سے سامع کو نشاط تازہ پیدا ہو جاتا ہو اور اس صورت مین اُسکو کلام کے سننے کی طرف ترغیب ہوتی ہو کیونکہ ہر تازہ بہ تازہ چیز مین لذت ہوتی ہو پس وہ لذت کی وجہ سے باقی کلام کی طرف ملتفت رہتا ہو اور التفات کی چھ صورتین ہین ایک یہ کہ غیبت سے خطاب کی طرف التفات کرین دوسرے یہ کہ غیبت سے تکلم کی طرف التفات کرین تیسرے یہ کہ تکلم سے غیبت کی طرف متوجہ ہون چوتھے یہ کہ تکلم سے خطاب کی طرف توجہ کرین پانچوین یہ کہ خطاب سے تکلم کی طرف چھٹے خطاب سے غیبت کی طرف

غیبت سے خطاب کی طرف التفات کی مثال

مومن امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مدح مین کہتا ہو۔

بڑھایہ پایۂ اسلام رائے صائب سے	کہ مشورے پہ ہوئی اُسکے وحی بھی نازل
یقین کہ راہ نمائی ہو پیر زری اُس کی	نہین تو سائے سے کیون بھاگتا ہو دیو مضل
مثال عدل مین نوشیروان کو تجھ سے غلط	کہ بت پرست کہان فارق حق و باطل

اول ممدوح کو غائب فرض کرکے اوصاف بیان کیے پھر غیبت سے خطاب کی طرف التفات کیا یعنے حاضر فرض کرکے تعریف کرنا شروع کی۔

ایضاً در مدح امیر المومنین حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ

شبہ کیا عصمت لختِ جگر احمد مین	جب مسلم ہو کہ معصوم ہو جزو معصوم
نہ وہ خالق ہو مگر ہو اثر باعث خلق	نہ وہ رازق ہو مگر قاسم رزق مقسوم
السلام اے روش آموز طریق اسلام	السلام اے خضر جادۂ جنت ملزوم
وہ ترا رتبہ ہو اے شاہ جوانان بہشت	کہ ہوئی حرمت پیری کی تمنا محروم

رند

سُنتے ہی پیر خرد سے وہین فی الفور کہا	اُسکی شوکت مین زبانسے اسی مطلع نے ظہور
آستانے کا ترے ناصیہ سا ہے فغفور	ہیچ ہو ہمت حاتم تری ہمّت کے حضور

غیبت سے تکلم کی طرف التفات کی مثال

ان اشعار مین مثنوی طلسم الفت مصنفہ قلق کے۔

میرا پیش نگاہ حال رہے	داری اتنا ذرا خیال رہے
کہ یہ مان گور کے کنارے ہے	بے سہارے ہو بے سہارے ہے
تمکو تو لائیگا خدا پھر یان	مین یہان چند دن کی ہون مہمان

اول غائب فرض کرکے یہ کہا گیا کہ یہ مان گور کے کنارے ہو اور بے سہارے ہو پھر متکلم کی طرف التفات کرکے یہ کہا کہ مین چند دن کی مہمان ہون۔

ایضاً

تم سے امید یہ نہ تھی بیٹا	مان پہ کچھ رحم بھی نہین آتا
سہ سکونگی مین داغ فرقت کا	کیا نتیجہ یہی ہے الفت کا

اول مان کو غائب فرض کرکے کہا مان پہ رحم نہین آتا پھر اُسی کو متکلم قرار دیا اور کہا کہ کسطرح داغ فرقت سہ سکونگی۔

غالب

جنس بازار معاصی اسد اللہ اسد — کہ سوا تیرے کوئی اُسکا خریدار نہین
شوخی عرض مطالب مین ہو گستاخ طلب — ہو ترے حوصلۂ فیض پہ ازبسکہ یقین
دے دعا کو مری وہ مرتبۂ حُسن قبول — کہ اجابت کہے ہر حرف پہ سو بار آمین

میر

تھا کُتّے کا بچہ اک درویش پاس — باش و بود اُسکی تھی مجھ دلریش پاس

انیس

تم پہ کرتا ہے حسین آخری حجت کو تمام — لیسر مصحف ناطق ہون سُنو مجھسے کلام

دبیر

لاشے سے پسر کے نہ جدا ہوئے گی مادر — بیٹھونگی مین جس بن مین ہینگے علی اکبر

متکلم سے غیبت کی طرف التفات کی مثال

قلق

مجکو اب روکیے نہ ای خوش ذات — کہ خدا کو بُری لگے گی یہ بات
یہ بھی تھا خانہ زاد کا مقدور — کہین جائے بغیر حکم حضور

ہوس

جاتا نہین مجھسے غم کا آزار — تو جان کہ مر چکا یہ بیمار

سودا

کعبے کو نہ پوجون مین ہنر مند وہ نکے ہوتے — ای شیخ یہ بندہ تو پرستار ہنر ہے

شہید

مری اولاد سب اکبار مرے — یہ حلیمہ جگر افگار مرے

ذوق

خسروا مین جو کہون سب ترے اوصاف نکو — تو سدا منھ سے مرے پھول جھڑین یا گوہر

ذوق کرتا ہے دعائیہ پہ اب ختم سخن — تاکہ ہو سنگ سے لعل آب سے پیدا گوہر

میر

اب کے جو ترے کوچے سے جاؤنگا تو سنیو — پھر جیتے جی اس راہ وہ بدنام نہ آیا

انشا

نہ تو کچھ دین سے بہرہ نہ تجھے دنیا سے — سن لے اس بندۂ انشا کی بھی اے میرے حق

انیس

صغرا نے کہا آپکی باتوں کے میں قربان — تم جان بچا لو کہ میں لونڈی ہوں پھوپھی جان
بیٹی ہوں علی کی مری مشکل کرو آسان — جیتی رہی صغرا تو نہ بھولے گی یہ احسان

سودا

خصوص میں کہ مقدر ہے یہ مری خاطر — کہ ہر گرہ میں ہزاروں ہیں جوں انار گرہ
بس اب بتا کہ اس الجھیڑے کی سوا تیرے — کھلا وے کس کنے جا کر وہ خاکسار گرہ

برق

اسی بہانے سے پوچھا تو جاؤنگا اے برق — ہزار شکر کہ بندہ گنا ہگار رہا

تکلم سے خطاب کی طرف التفات کی مثال

مومن

رکھے مجکو جیسا میں اس کو عزیز — نہ معشوق و عاشق میں ہووے تمیز
مہیا ہوں عشرت کے سامان سب — نکالے مرے دل کے ارمان سب
بس اب چپ کہ مومن دعا ہو چکی — بہت زاری و التجا ہو چکی

اول کہا گیا کہ مجکو یہ بات نصیب ہو اور میرا یہ ارمان نکلے پھر خطاب کیا گیا اور کہا گیا کہ چپ رہ

رند

وہ شوخ تو کاہے کو بھلا آئیگا ہم تک — اگر ہو سکے تو پہونچ تو ہی اسکے قدم تک

نطق

چاہتا ہوں میں ترا قرب جوار حق میں — اے تو امید بر آری میں زمانے میں مثل
روز نون سے جو بچھنے لو زوہ مجھ پر سے — اپنے ہمسائے میں دنیا کو کی جنت میں محل

نطق رکھو خامہ بس اب ہاتھ سے تسبیح اُٹھا — تم بالخیر علے السید نا احمد صل

ان اشعار مین پہلے متکلم بنکر یہ کہا گیا کہ مین ایسا چاہتا ہون کہ یون ہو اور وون ہو پھر اُسی ذات کو حاضر فرض کر کے خطاب کیا کہ بس قلم ہاتھ سے رکھدے ۔

خطاب سے تکلم کی طرف التفات کی مثال

انشا

اب دعائیہ پہ کر ختم قصیدہ انشا — کہ بہانے تھے مضامین بہت شاق آتش

پاسبانی کرو تم میرے متاع دین کی — کہین ایسا نہووے چپکے سے سراق آتش

اولاً خطاب کیا کہ قصیدے کو دعا پر ختم کر پھر متکلم بنکر عرض کیا کہ میرے متاع دین کی پاسبانی کرنا ۔

ایضاً

بس اب دعا پہ کر انشا اس قصیدے کو ختم — الٰہی اُس سے نزاکت رہے سدا غٹ پٹ

مدام عقدہ کشا رکھو اُسے زمانے مین — اُسی کے ہاتھ ہے میرے دلکی سلجھاوٹ

محسن

محسن اب کیجیے گلزار مناجات کی سیر — کہ اجابت کا چلا آتا ہے گھر تا بادل

سب سے اعلےٰ تری سرکار ہے سب سے افضل — میرے ایمان مفصل کا یہی ہے مجمل

خطاب سے غیبت کی طرف التفات کی مثال

مومن

مومن اب ختم کر دعا پہ سخن — تا کجا لافہائے طولانی

اس شعر مین خطاب ہی مومن کی طرف دو شعر کے بعد مومن غائب فرض کیا گیا کہتے ہین ۔

ترا اقبال روز افزون ہو — جیسے مومن پہ لطف رحمانی

ناسخ

مسیحا بہر بیعت آئیگا چرخ چہارم سے — نہین موسیٰ سے کم رتبہ ترے جلوے کے بیخود کا

جو نزدیک اُس سلیمان زمان کا دور آئیگا — بیابان تو نہین ہوگا ایک مسکن دام اور دد کا

حالی

اے نازش برطانیہ اے فخر بریزک	اے ہند کے گلے کی شبان ہند کی قیصر
یہ سچ ہے کہ فاتح کوئی تجھ سا نہیں گذرا	محمود نہ تیمور نہ دارا نہ سکندر
تسخیر فقط ملکون نے عالم کو کیا تھا	اور تونے کیا ہے دلِ عالم کو مسخر
بندلے ہے فرائض سے مسلمان ہین نہ ہندو	معمور مساجد ہین تو آباد ہین مندر
بجتا ہے فقط چرچ مین اتوار کو گھنٹا	سنکھ اور اذان گونجتے ہین روز برابر
گو منت قیصر سے ہے ہر قوم گرانبار	احسان مگر اسلام پہ ہین اُس کے گرانتر

مثنوی سعدین

سُن تو رے دل مین کیا سمایا ہے	تونے کس بات پر دھرا یا ہے
چربی آنکھون مین تیری ہے چھائی	نہین دیتا ہے تجھکو دکھلائی

بعد اسکے مخاطب کو غائب کے ساتھ تعبیر کرنا شروع کیا۔

ہاتھ ٹوٹین جو مجکو ہاتھ لگائے	مچھیان لے تو میری بھتی کھائے
ٹوٹے اسیر ستم جو نوچے ہمین	وہ اُجڑ جائے جو دبوچے ہمین

تنبیہ تعریف التفات مین جو وحدانیت مخاطب کی قید لگائی ہے یعنی ہمنے جو شرط کی ہے کہ مخاطب واحد ہو اس سے غزلیات اس قاعدے سے خارج ہو گئین خواہ پہلی بیت مین خطاب ہو اور دوسری مین غیبت اور تیسری مین تکلم یا اس کے برعکس وجہ خروج کی یہی ہے کہ مخاطب ایک نہین ہوتا۔ مثلاً۔

مومن

غیر کو سینہ کہے سیم بر دکھلا دیا	تمنے کیا کچھ کسکو اتنی بات پر دکھلا دیا
زرد منھ دکھلا دیا غم کا اثر دکھلا دیا	آج ہمنے اُسکو اپنا زور و زر دکھلا دیا
صبح سے تعریف ہے صبر و سکون غیر کی	کسنے شب مجکو تڑپتے پیش در دکھلا دیا
موت کے صدقے کہ دے بے پردہ آکے لاش پر	جو نہ دیکھا تھا تماشا عمر بھر دکھلا دیا

پہلی بیت مین خطاب ہے اور دوسری و تیسری بیت مین تکلم ہے اور چوتھی بیت مین غیبوبت ہے اور تکلم بھی ہے۔

امیر مینائی

گلشن مین سرو فوج مین مشل نشان ہے	عالم مین سربلند رہے ہم جہان ہے

حاتم کا داستانو نمین اتبک ہی تذکرہ	وہ کام کر کہ نامور ونمین نشان بسے

پہلے شعر مین تکلم ہی اور دوسرے شعر مین خطاب ہے۔

انشا

مجھے کیون نہ آوے ساقی نظر آفتاب اُلٹا	کہ پڑا ہے آج خم مین قدح شراب اُلٹا
یہ عجیب ماجرا ہے کہ بروز عید قربان	وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب اُلٹا
کھڑے چپ ہو دیکھتے کیا مرے دل اُجڑ گئے کو	وہ گنہ تو کہدو جس سے یہ دہ خراب اُلٹا

پہلے شعر مین تکلم ہی اور دوسرے شعر مین غیبوبت ہی اور تیسرے شعر مین خطاب ہی۔
غزل مین اکثر یہ ہوتا ہی کہ پہلے ایک شخص کو خطاب کرتے ہین پھر دوسرے کو جو مخاطب ہی غیبت سے یاد کرتے ہین ہان اگر مخاطب ایک ہو تو وہ اشعار غزل کے بھی التفات کے قبیل سے ہونگے اور خلاف مقتضاے ظاہر سمجھے جائینگے۔ بعض اہل فن کے نزدیک التفات یہ بھی ہی کہ مضمون تمام ہو جائے پھر تمثیل یا دعا کے ساتھ اُسے ختم کرین۔ مثال اول۔

سودا

گالی نہین بے بوسہ مرے دل کو گوارا	جھوٹا کوئی کھاتا ہو تو میٹھے ہی کے لالچ

مثال دوم

ذوق

کہتے ہین آج ذوق جہان سے گذر گیا	کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے

مصرع دوم بیت اول مین اور خدا مغفرت کرے بیت دوم مین التفات ہی مگر خان آرزو موہبت عظمے مین اسکے التفات ہونے سے انکار کرتا ہی۔

(۳) معنی مستقبل کی ماضی کے ساتھ تعبیر

یہ بھی خلاف مقتضاے ظاہر سے ہے کہ معنی مستقبل کو ماضی کے ساتھ تعبیر کرین اور اس سے اس بات پر تنبیہ ہوتی ہی کہ اس معنی کا وقوع متحقق ہی جیسے مہر کے قول مین۔

آج یہ جوبن گیا یا کل گیا
اے مہ خورشید رو دن ڈھل گیا

یعنی آج یہ جوبن جائیگا یا کل جائیگا۔

منشی

ذرا تاب جنبش نہین اب مجھے	درندون نے چھوڑا بھلا کب مجھے

یعنی درندے بھلا مجھے کب چھوڑینگے۔

نظام رامپوری

عادت ہی ہوگئی ہے انکی نظام کچھ اور	اُس بزم سے عدو بھی سا صبح وشام نکلا

غالب

یون ہی گر روتا رہا غالب تو اے اہل جہان	دیکھنا ان بستیونکو تم کہ ویران ہوگئین

یعنی تم ان بستیونکو دیکھنا کہ ویران ہو جائینگی۔

حالی

دل آباد مفت بے ہنران	ہوچکا خانہ ہنر معمور

یعنے خانہ ہنر آباد نہو گا۔

میرحسن

کوچے سے اپنے ہمکو اُٹھاتا ہی جابر کیون	کو آج ہم گئے نہ گئے سینو کل گئے

ہوس

جب اپنی حدود پر مین آیا	دیکھے گا کہ فتنہ پھر اُٹھایا

داغ

مجھ گنہگار کو جو بخشش دیا	تو جہنم کو کیا دیا تو نے

کبھی روایات وحکایات گذشتہ مین صیغۂ حال کو استعمال کرتے ہین جیسے فاتح بنگالہ محررہ دیوان کشن گوپال شیدا کی یہ عبارت غنیم ابتک منگیر کا محاصرہ کیے ہوے ہے تو ڈرمل ابھی تک عقلمندی سے قلعہ کو بچاے ہوے ہین اندرناتھ روز بروز کامیابی حاصل کر رہا ہے جب کبھی موقع پاتا ہے اپنے سوارون ہی سے دشمن کو پریشان کردیتا ہے جہان کہین غنیم کی تھوڑی فوج سُن پاتا ہے مہاراجہ کی اجازت لے کر بےخبر اس پہ جا پڑتا ہے قبل ازانکہ کمک پہنچے اُن کو تباہ کر کے قلعہ مین آجاتا ہے اس طرح متواتر زکین پاکر دشمن گھبرا اُٹھے ہین قلعہ مین نئے افسر کی جنگی لیاقت۔ حوصلہ اور جوانمردی کی ہر طرف تعریفین ہوتی ہین غرضکہ روز بروز اندرناتھ کی بہادری مشہور ہوتی جاتی ہے۔

دبیر

روکے فرماتے ہین یہ فوج ستمگار سے شاہ | ذبح ہونیکی مجھے عید ہی خالق ہی گواہ

روکے فرماتے ہین کہا اور درحقیقت یون چاہیے تھا روکے فرماتے تھے۔

(۴) ضمائر مین وحدت وجمعیت کا اختلاف

مقتضاے خلاف ظاہر کی قسم سے یہ بھی ہی کہ ضمائر مین وحدت وجمعیت کا اختلاف کرین مقتضاے ظاہر کے موافق تو یہ ہی کہ جب ایک قسم کی دو ضمیرین برابر واقع ہون تو وحدت اور جمعیت مین مطابقت ہو اور اختلاف کرنا مقتضاے ظاہر کے خلاف ہی جیسے۔

اختر

دل وجان سے فدا تھا جو تجھپہ صنم گیا عشق مین وہ سوے ملک عدم
بھلا اور کا شکوہ تو کیا کرین ہم مرے مرنے کا تجھکو بھی غم نہوا

میر

قدر والا تمھاری ہی معلوم | خلق خادم ہے اور تو مخدوم

سوز

سر شوق ظلم تمنے کیا مجکو واہ وا | تقصیر یہ ہوئی کہ ترا آشنا ہوا

انیس

بولا وہ اشہد باللہ بجا کہتے ہین شاہ | محسن ومنعم وآقا ہی مرا وہ ذیجاہ

ایاز

قاتل نے لگایا نہ مرے زخم پہ مرہم | حسرت یہ رہی جی ہی کی جی مین گئے مرہم

اسی قبیل سے ہی۔

دبیر

اکبر نے کہا صبر کرو اے شہ عالم | ہم آپکی آغوش مین مہمان ہین کوئی دم
بندے کو تو کچھ مرگ جوانی کا نہین غم | افسوس کہ حضرت ہوے بے مونس وہمدم

ایک مصرع مین اپنی نسبت ہم اور ایک مصرع مین بندہ جو بمنزلے مجکو کے ہی استعمال کیا ہی اگر غزلیات مین مختلف شعر دیکھین ایسا ہو تو وہ مقتضاے ظاہر کے خلاف نہ سمجھنا چاہیے جیسے۔

غالب

عشق مجکو نہین وحشت ہی سہی — مری وحشت تری شہرت ہی سہی

دوسری بیت مین کہتے ہین۔

قطع کیجے نہ تعلق ہمسے — کچھ نہین ہے تو عداوت ہی سہی

(۵) ضمیر بے مرجع

ضمیر بے مرجع ذکر کرنا بھی خلاف مقتضاے ظاہر کے اقسام سے ہی جیسے۔

ناسخ

واہ کیا حسن سے بال اُسنے لپیٹے سر سے — خوشنما ایسے نہ دیکھے کسی دستار کے پیچ

غالب

وہ آئین گھر مین ہمارے خدا کی قدرت ہے — کبھی ہم اُنکو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہین

دونون شعرون مین ضمائر غائب کا مرجع کوئی نہین اور یہ غزلیات مین کثرت سے واقع ہی اور یہ اسوجہ سے ہے کہ مرجع ایسا مشہور ہوتا ہی کہ سامع کا ذہن اُسکے غیر کی طرف منتقل نہین ہوسکتا یا متکلم کے ذہن مین مرجع حاضر ہوتا ہی اُسی کی طرف خطاب کرتا ہی۔

(۶) اضمار قبل الذکر

کبھی ضمیر غائب اپنے مرجع سے مقدم آتی ہے اور اس مین عامہ نکتہ یہ ہے کہ جب مخاطب یا سامع ایک ضمیر سُنتا ہے تو وہ متردد ہو جاتا ہے کہ مرجع اس کا مذکور نہین اور جب مرجع سُن لیتا ہی تو نفس کو ایک قسم کی لذت حاصل ہوتی ہے کیونکہ انتظار کے بعد جب ایک چیز حاصل ہوتی ہی تو زیادہ تر لذیذ ہوتی ہے۔

غالب

دیا ہے اور کو بھی تا اُسے نظر نہ لگے — بنا ہے عیش تجمل حسین خان کے لیے

اُسے کا مرجع تجمل حسین خان ہے۔

جرأت

کیا کیا اُسے دیکھ آئے ہی جرأت نہین حسرت — مایوس جو پھر آتا ہے پیغام برا پنا

اُسے کا مرجع پیغامبر ہے۔

نا سخ

نام اُسنے جو سُنا عشق کی بیماری کا	میرے در پہ سے پھر آکے مسیحا اُلٹا

اُسنے کا مرجع مسیحا ہی۔

راوی

اُس سے نہ ملے بوسہ وہ آغوش مین آئے	منحوس کمر سے ہو زیادہ دہن اُس کا

احسان دہلوی

پل مین مریض وہ کرے دم مین شفا یہ دے مجھے	آہ وہ چشم مے پرست واہ وہ لعل بادہ نوش

واجد علی شاہ

ساقی اُسی سے رکتے ہین شمشیر غم کے وار	جام شراب سے کوئی بڑھکر سپر نہین

ذوق

وہ کہے صل علی یہ کہے سبحان اللہ	دیکھین مکھڑے پہ جو تیرے مہ اختر سہرا

ولہ

یہ تو یون مضطرب اور سینے مین لاکھون ہی وزن	جی کا رہنا نظر آتا نہین اصلا ہمکو

مصحفی

مرے دم اُلٹنے کی جو خبر اُسکو دی کسی نے	وہین نیم رہ سے قاصد بصد اضطراب اُلٹا

سودا

کرین پاک اُسکو کب تک ہم کہ چشم نم سیاہ ہو	رکھے ہے ڈھب ہمارا دیدۂ خونبار رونیکا

ناسخ

ہون مین دست نگر اُسی کا ہر دم	ہین مثل گدا ہون شاہ قاصد

نواب کلب علیخان

خوشبو ہو یا رب اسکی تو اُسکا سُرور ہو	پیدا کر ایسی شئے کہ بہم ہون گل و شراب

وزیر

جنبش اُدھر اُسکو ہی تو گردش اِدھر اسکو
ابرو ہو کہ شمشیر سپر ہے کہ پھری آنکھ

آتش

یار کو دے مکھینگے پہنا کے شب مین اُسے	ملگیا کوئی اگر پھولون کا گہنا بہتر

کبھی اضمار قبل الذکر کراہیت طبع کی وجہ سے ہوتا ہی جیسے۔

میر

مین گریبان پھاڑتا ہون وہ سلا دیتا ہی میر	خوش نہین آتی نصیحت گر کی غمخواری مجھے

چونکہ طبیعت کو ناصح سے کراہیت تھی اس واسطے اس کا ذکر مؤخر کیا۔ اور اسی قسم مین داخل ہے یہ بھی۔

ولہ

کچھ نکی اُن نے جسکو چاہا ہے	یون تو اپنا کیا نباہا ہے

چونکہ مرجع کی مذمت منظور تھی ذکر اُسکا پیچھے ڈالدیا۔

داغ

جو وہ سمجھے ماہ کنعان تو ہے مہر عالم امکان	ہوا ہی تجھ مین اور یوسف مین فرق خواب و بیداری

چونکہ یوسف کو ممدوح سے گھٹانا منظور تھا اسلیے اُنکے ذکر کو آخر مین ڈالدیا۔

ولہ

کہانتک آہ لکھون اُس کا حال بربادی	کہان تک آہ کہون آسمان کی جلادی

چونکہ طبیعت کو آسمان سے کراہیت تھی اسلیے اُسکا ذکر موخر کیا۔

مومن

وہ ہے خالی تو یہ خالی یہ بھرے تو وہ بھرے
کاسۂ عمر عدو حلقۂ آغوش ہوا

عدو سے چونکہ طبیعت ناراض ہی اسلیے اُسکی عمر کے ذکر کو موخر کر دیا ہی اور حلقۂ آغوش کا موخر کرنا صرف پہلے نکتے کی وجہ سے ہی۔

(۷) استطراد

استطراد بھی خلاف مقتضاے ظاہر کی قسم سے ہے اُسکے معنے یہ ہین کہ ایک کلمے کو از دواج کی وجہ سے ذکر کرنا اس حیثیت سے کہ مطلب مین اُسکا دخل نہو جیسے۔

ہوس

اُلفت کا ہے جرم تیری گردن | ورپے ہین ہزار دوست دشمن

دشمن درپے ہوتے ہین دوست کا لفظ استطراداً واقع ہوا ہی۔

پیش

نکل جاؤنگا دیس پردیس مین | امیت اور جوگی کے ہو بھیس مین

پردیس مین نکلتے ہین دیس کا لفظ استطرادیہ ہے۔

نسخی

سُنی اور دیکھی بہت رزم و بزم | پراب سُنیے سُہراب و رستم کی رزم

چونکہ سُہراب و رستم کی رزم دکھانا منظور رہا اسلیے پہلے مصرع مین رزم ہی کا ذکر کافی تھا مگر استطراداً بزم کا ذکر بھی کر دیا۔

مصحفی

یہ افترا ہے بنایا ہوا سب انشا کا | کہ بزم و رزم مین ہی پائے تخت کا وہ مشیر

بزم ہر مجلس عموماً و مجلس عیش و نشاط خصوصاً یہان لفظ رزم استطراداً واقع ہوا ہے مقصود صرف مجلس ہی جسکے لیے لفظ بزم کافی ہی۔

آزاد

شغل مین اپنے ہر اک شخص تھا مشغول وہان | چُنتا تھا راحت و آرام کے پھل پھول وہان

پھل کا لفظ استطراداً ہے کیونکہ چُننا پھول مین مستعمل ہوتا ہی نہ پھل مین۔

یہ کبھی کمال پرہیز پر دلالت کرتا ہے چنانچہ کہتے ہین ہم اسکے بھلے بُرے کے ذمہ دار نہین مدعا مخاطب کا اس امر کو ظاہر کرنا ہے کہ ہم اُس کی بُرائی کے ذمہ دار نہین اور کمال پرہیزی کی راہ سے کہدیا کہ ہم دونون صورتون مین خواہ بھلا ہو خواہ بُرا ضامن نہین ہین حالانکہ بھلائی کی ذمہ داری ہر کوئی کرسکتا ہے لیکن یہان یہ امر جتانا منظور ہی کہ جب ہم نیک کے ذمہ دار نہین تو بد کے کیون بننے لگے اور بھلا زائد ہے صرف بُرے کے مقابلے کے لیے واقع ہوا ہے تاکہ زوجیت بھلے بُرے کی حاصل ہو جائے۔

انشا

تاکہ مشغول عبادت رہے انشاء اللہ | ضائع اوقات کو کھویا نکرے حق ناحق

حق لفظ ناحق کی زوجیت کیلیے استطراداً واقع ہوا ہے۔

(۸) کلام کو برخلاف مراد قائل کے حمل کرنا

خلاف مقتضاے ظاہر کے اقسام مین سے ایک یہ بھی ہے کہ کلام کو برخلاف مراد متکلم کے حمل کیا جائے بشرطیکہ وہ حمل کرنا صحیح ہو اور حمل کرنے والے کا مدعا یہ ہو کہ اگر اس کلام کے یہ معنے تمھارے نزدیک ہون تو بہتر ہے۔

مثنوی قضا و قدر

اُسنے کہا آپ کا تکیہ کدھر | بولے کہ تکیہ مرا اللہ پر

سائل کی مراد تکیے سے وہ مکان ہے جس مین فقرا رہتے ہین اور مخاطب تکیے کو بھروسے پر حمل کرتا ہے اور قرینہ صارفہ اس مین اللہ پر ہے یعنے ہم اللہ پر بھروسا رکھتے ہین جہان اُسنے رکھا وہین رہ پڑے جبکہ ہمارا بھروسا اللہ پر ہے تو رہنے کے لیے مکان کیون مقرر کرین کیونکہ اس صورت مین اللہ پر سے بھروسا اُٹھ جائے گا اور حق یہ ہے کہ یہ قاعدہ صنعت ایہام سے ماخوذ ہو جسکا بیان صنائع معنوی مین آئیگا۔

(۹) قلب

اسکی دو قسمین ہین ایک قلب مُظہِر دُوسرا وہ قلب صفت و موصوف کا ہو اگرچہ موصوف کا حق یہ ہو کہ مقدم ہو کیونکہ وہ متبوع ہو مگر زبان اُردو مین فصیح یہ ہو کہ صفت مقدم ہو پس چالاک گھوڑا کہنے مین جو لطف ہو وہ گھوڑا چالاک کہنے مین نرہے گا۔

مہر

سیہ چوٹی زرافشان مانگ سبز اُسپر دوشالا ہو | تماشا ہے پر طاؤس نے کالے کو پالا ہے

منشی

کواکب ہین سب اس سخن کے گواہ | کہ مشعلچی اسکا ہے رخشندہ ماہ

سودا

تا زنگہ مین اُسکی کیونکر چھپے نہ یہ دل
آنکھون نے جسکی لاکھون وحشی غزال باندھے

دوسرا قلب شاذ اور وہ کم مستعمل ہوتا ہے جیسے غالب کے اس شعر مین۔

پھر مجھے دیدۂ تر یاد آیا	دل جگر تشنۂ فریاد آیا

جگر تشنہ بمعنے تشنہ جگر یعنے آرزو مند مطلب یہ ہے کہ دیدۂ تر کی یاد نے پھر دل کو فریاد کا آرزومند بنا دیا۔

شایان

ہوئی بر طرف فوج رنج و الم	ہوا دور ارجن پسر کا بھی غم

یعنے پسر ارجن کا۔

حسرت

قصاب پسر کہ اسیر ہے جان فدا	افسوس کہ اُسنے بن چھُری ذبح کیا

نشاط

بنا سینہ وہ فوراً خاک تودہ	ترے تیر نگہ نے جسکو تاکا

ناسخ

جاں دین کیونکر نہ اُس مطرب پسر کے عشق مین	تان کا سُننا ہماری جان کو سم ہو گیا

نکتہ عامہ ترکیب قلب مین یہ ہے کہ جب کلام دوسرے اسلوب پر اور ترکیب تازہ کے ساتھ لایا جاتا ہے تو سُننے والے کو کسی قدر نشاط حاصل ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ ارجن پسر قصاب پسر اور مطرب پسر بہ نسبت پسر ارجن پسر قصاب اور پسر مطرب کے اور شکرین لب بہ نسبت لب شکرین کے زیادہ دلچسپ ہین۔

کبھی قلب سے تعقید پیدا ہو جاتی ہے جیسے غلام سرور کے اس قول مین ۵

مرے سینے مین کردو نقش تم اسم محی الدین	کہ روشن ہو تمھارے نام سے دلکا نگین میرا

ذوق

نُطق شیرین سے ترے عام حلاوت ہو اگر	ثمر تلخ ہو حنظل کا مبوے شربت

(۱۰) تجرید

تجرید کے معنی یہ ہین کہ ایک کلمے کو معنو نفسے مجرد کرکے پھر وہی معنی زیادت ایضاح کے واسطے دوسرے کلمے مین ذکر کرین جیسے تعظیم کرنا تعظیم کے معنی کسی کو بڑا جانتا ہین جب تعظیم خود مصدر ہے تو اُسکے بعد کرنا کہ مصدر ہے کہنا داخل تجرید ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جزو معنی کی تاکید ہو۔

ناسخ

کرے گا جب کہ وہ اتمام آکر حجت حق کو | زمانے مین نہ رہے گا نام ملحد کا نہ مرتد کا

اتمام کریگا مین تجرید ہی۔

ہوس

وا کر کے در خزینہ فی الحال | انعام کیا جو تھا زر و مال

انعام کیا مین تجرید ہے۔

ولہ

رمال و نجومیون کو بلوا | خلعت دیے اُن کو از سراپا

سراپا خلعت کو کہتے ہین اور تمام کے معنے مین بھی آیا ہے یعنے اول سے آخر تک اور خلعت بکسر اول اُن سلے ہوے کپڑون کو کہتے ہین جو اُمرا اور ملوک دوسرے شخصون کو بخشین اور وہ کم تین کپڑون سے نہین ہوتے اور ظاہر ہے کہ سر سے پاؤن تک کے کپڑے اُس مین ہوتے ہین پس شاعر نے خلعت کے معنے مین تجرید کی اور صرف امیرانہ کپڑے اُس سے مراد لے کر دوسرے معنی لفظ از سراپا مین ذکر کیے۔

کبھی جمع کے صیغے کو مجرد کرکے پھر جمع اُسکی بناتے ہین جیسے۔

حسن مؤلف سمجھ بوجھ

مساکینون کو کردے صاحب تاج | شہنشاہون کو کردے دم مین محتاج

ولہ

اپنے اعدایون سے گو مایوس ہون | غم نہین کچھ غوث کا پابوس ہون

شیخ نیاز علی عجز

چرچے کرتی ہین یہ ساری حوریان | آج نزہت پر ہے کیا باغ جنان

حور جمع حورا کی ہی اُسکو مجرد کرکے جمع بنائی ہی۔

ناسخ

غلمان و حوریان ہین تصور مین بیشمار
ہے روبروے وسعت دل مختصر بہشت

انیس کے اِس مصرعہ مین بھی یہی بات ہی۔ مصرعہ گرتے تھے طیوران ہوا ڈوبے ہوے پر

طیور جمع عربی ہے اُس کو مجرد کرکے فارسی کے طور پر جمع بنائی ہے جیسے حکیم حاذق کے شعر مین ۔ س ۵

بدام زلف توگہ آدمی وگاہ ملک	گہے وحوش گرفتار گہ طیورانند

اسی قبیل سے میر حسن کے شعر مین طیورون ہی ۔

وحوش وطیورون تک بے محل	پڑے آشیانون سے اپنے نکل

فائدہ اگرچہ اس چمن مین خلاف مقتضاے ظاہر کی بحث اُتنی ہی لانی تھی جتنی مسند الیہ کے حالات سے تعلق رکھتی تھی لیکن کئی باتین اس مقام پر ایسی بھی بیان کردی گئین جو مسند الیہ کے حالات سے نہین ہین اور اسیطرح خلاف مقتضاے ظاہر کے اکثر مباحث ایک جگہ جمع ہوگئے اسیطرح چمن اول کے بعض مباحث مین بعض بعض مثالین ایسی لکھدی گئی ہین کہ اُن کا تعلق مسند الیہ سے نہین ہے لیکن مناسب موقع سمجھکر ایسا کیا گیا ہے کہین اشارہ کردیا ہو اور کہین ناظرین کے فہم پر اعتماد کرکے اشارہ نہین کیا ہو اور غرض اس سے یہ ہو کہ ہر مطالب کے حالات پر بخوبی روشنی پڑجاے ۔

تیسرا باغ مسند کے احوال مین

مسند جسکی تعریف اوپر ہو چکی یعنے وہ کلمہ جو مسند الیہ کی طرف منسوب ہو وہ یا اسم ہوگا یا فعل کے اقسام سے اگر اسم ہوگا تو یہ بات معلوم ہوگی کہ یہ صفت مسند الیہ کی ذات مین ثابت ہے جیسے زید کھڑا ہے اس سے پایا گیا کہ زید مین کھڑے ہونے کی صفت ثابت ہے اور اس سے مبالغہ مدح وذم وغیرہ مین پیدا ہوتا ہی ۔

غالب

تاب لاتے ہی بنے گی غالب	واقعہ سخت ہے اور جان عزیز

واقعہ مسند الیہ ہی اور سخت مسند ہی اسیطرح جان مسند الیہ ہی اور عزیز مسند ہی پہلے مسند سے مذمت مین مبالغہ منظور ہی اور دوسرے سے مدح مین ۔

امیراللہ تسلیم

دید کے قابل ہی جوبن سبزۂ رخسار کا	معجزہ ہی سبز ہونا آگ پر گلزار کا

سبزۂ رخسار کا جوبن مسند الیہ ہی اور دید کے قابل مسند ہی اور گلزار کا آگ پر سبز ہونا مسند الیہ ہے اور معجزہ مسند ہی اور دونون جگہ مدح مین مبالغہ منظور ہی ۔

حالی

ہین سراسر فریب و وہم و گمان	تاج فغفور و تخت خاقانی
لفظ مہمل ہے نطق اعرابی	حرف باطل ہے عقل یونانی
ایک دھوکا ہے لحن داؤدی	اک تماشا ہے حسن کنعانی

مصرع اول مین فریب و وہم و گمان مسند ہین اور تیسرے مصرع مین لفظ مہمل مسند ہے اور چوتھے مصرع مین حرف باطل مسند ہے اور پانچوین مصرع مین دھوکا مسند ہے اور چھٹے مصرع مین تماشا مسند ہے اور اگر فعل ہوگا تو یہ بات معلوم ہوگی کہ صفت مسند الیہ مین پہلے نہ تھی اب موجود ہوئی جیسے زید سو گیا اس سے ظاہر ہی کہ پہلے جاگتا تھا اب سو گیا۔

آتش

ہزارون حسرتین جاوینگی میرے ساتھ دنیا سے	شرار و برق سے بھی عرصۂ ہستی کو کم پایا

اس سے ظاہر ہی کہ حسرتین پہلے نہین گئی تھین اب جاوینگی اسی طرح عرصۂ ہستی کو پہلے کم نہ پایا تھا اب پایا ہی۔

امیر

نہال عشق کو رو رو کے ہم سرسبز کرتے ہین	نہین آنکھین یہ دو ہزین ہین اپنے گلشن دل کی

اس سے ظاہر ہی کہ نہال عشق کو آگے سرسبز نہین کیا تھا اب کرتے ہین۔

برق

دیکھ لین ہم بھی کہ دل لیتا ہی کیونکر کوئی	ہان اشارہ کرے وہ چشم فسونگر اپنا

دیکھ لین مسند ہی ہم مسند الیہ اور لیتا ہی مسند ہی اور کوئی مسند الیہ اور کرے مسند ہی چشم فسونگر مسند الیہ الحاصل مسند اقسام مذکورۂ بالا سے خواہ کسی قسم کا ہو جتنی قیدین اُسمین بڑھائی جائینگی اُسی قدر زیادہ خصوصیت پیدا ہوگی اور یہ بات نہایت مستحسن ہی پس اکثر مسند فعل کو اور جو فعل کے مشابہ ہی جیسے اسم فاعل اسم مفعول۔ صفت مشبہ۔ اسم تفضیل) مفعول بہ۔ مفعول مطلق۔ مفعول فیہ۔ مفعول لہ۔ مفعول معہ۔ حال۔ تمیز۔ استثنا۔ سے مقید کرتے ہین اور اس سے زیادہ وقوف حاصل ہوتا ہی جیسے اس شعر مین۔

داغ

رُخ روشن کے آگے شمع رکھ کر وہ یہ کہتے ہین	اُدھر جاتا ہی دیکھین یا اِدھر پروانہ آتا ہے

رکھکر فعل مسند وہ ضمیر فاعل مسند الیہ شمع مفعول بہ رخ روشن بترکیب توصیفی مضاف الیہ
آگے ظرف مکان مضاف پس مضاف مضاف الیہ سے ملکر مفعول فیہ یعنی ظرف مکان فعل اپنے فاعل
اور مفعول بہ اور مفعول فیہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ ہوا یہ اسم اشارہ مشار الیہ اسکا
مضمون مصرع دوم کیونکہ جب اسم اشارہ ایسے جملے پر آتا ہے جو شروع مین کاف بیانیہ
لفظاً یا تقدیراً رکھتا ہو تو اُسکا مشار الیہ اُس جملے کا مضمون ہوتا ہے پس اسم اشارہ
مع مشار الیہ کے مفعول بہ ہے۔ کہتے ہین فعل فاعل اِس کا ضمیر مستتر جو مسند الیہ مذکور کی طرف
راجع ہے فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا دوسرے مصرع مین جانے اور آنیکا
فاعل پروانہ بطریق تنازع کے ہے اور اُدھر اور اِدھر ظروف مکان ہین اور دیکھین اگرچہ فعل ہے
مگر یہان شک کا فائدہ دیتا ہے اِس لیے مجازاً یا تغلیباً حرف شک سمجھا جاتا ہے اور یہی فائدہ
حرف عطف سے مقصود ہے اور چونکہ شک مین مبالغہ منظور تھا اس لیے تاکیداً دو حرف شک کو
استعمال کیا۔

امیر مینائی

کہہ رہی ہے حشر مین وہ آنکھ شرمائی ہوئی		ہائے کیسے اس بھری محفل مین رسوائی ہوئی

کہہ رہی فعل اور حشر مین مفعول فیہ یعنی ظرف مکان اور وہ آنکھ ذوالحال اور شرمائی ہوئی حال ہے
حال ذوالحال سے ملکر فاعل کہہ رہی کا ہے اور جملہ دوم مقولہ ہے کہہ رہی کا۔

میر حسن

یہ کہہ اُسنے رو رو اُتارا سنگار		کیا اپنی پشواز کو تار تار

یہ کہہ مین کر جو عطف کا فائدہ دیتا ہے محذوف ہے یعنے یہ کہکر مقصود ہے مطلب یہ ہے کہ اول یہ کہا
پھر اُسنے رو رو کر اپنا سنگار اُتارا اور اپنی پشواز کو تار تار کیا اُس نے ذوالحال ہے رو رو
حال ہے حال ذوالحال سے ملکر فاعل ہے اوتارا کا سنگار مفعول بہ ہے جس کی علامت یعنی لفظ کو
محذوف ہے فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ ہے اور
حرف عطف دونون مصرعونکے درمیان سے محذوف ہے اپنی پشواز کو بترکیب اضافی مفعول اول کیا
فعل ماضی مطلق مشتق کرنے سے ضمیر مستتر اس کی راجع ہے مسند الیہ کی طرف جو اسکا فاعل ہے
تار تار دوسرا مفعول ہے دونون مفعول مل کر مفعول بہ ہوا یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ پہلے مفعول کے بعد
علامت مفعولیت کی لاتے ہین اور دوسرے کے بعد نہین لاتے مگر دونونکو ملاکر مفعول بہ سمجھتے ہین

فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملۂ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف ہوا معطوف معطوف علیہ سے ملکر جملہ معطوفہ ہوا۔

ذوق

پر کترنے کو جو صیاد نے چاہی مقراض		ہاتھ ملتی تھی مرے حال پہ کیا ہی مقراض

پر کترنیکے بعد کو واسطے کے معنی مین ہے جو بیان علت وسبب کے لیے ہے پس پر کترنے مفعول لہ ہے اور جو حرف شرط ہے صیاد نے فاعل چاہی فعل مقراض مفعول بہ فعل اپنے فاعل اور دونون مفعولونسے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر شرط ہے اور دوسرا مصرع جزا ہے۔

ظفر

کسی نے اُسکو سمجھا یا تو ہوتا		کوئی یان تک اُسے لایا تو ہوتا

کسی نے فاعل اُسکو مفعول بہ سمجھا یا تو ہوتا فعل پس فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ ہوا اسیطرح دوسرا جملہ فعلیہ ہے۔

ناسخ

نہا رہے ہین وہ غیرونکے ساتھ گنگا مین		نہامین ہم بھی نکیون آنسوؤنکے دریا مین

نہا رہے ہین فعل وہ فاعل غیرونکے ساتھ مفعول معہ گنگا مین مفعول فیہ فعل اپنے فاعل اور مفعول معہ و مفعول فیہ سے ملکر جملہ فعلیہ ہوا۔

سودا

جھینکنا جاڑے کا جو جھینکین ہین		اک سخن ہے تو لاکھ جھینکین ہین

جھینکنا مفعول مطلق ہے جھینکین کا جھینکنا مضاف ہے اور جاڑا مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے ملکر مفعول مطلق ہے اور جھینکین ہین فعل حال ہے ہم فاعل مستتر ہے پس فعل اپنے فاعل اور مفعول مطلق کے ساتھ ملکر جملۂ فعلیہ ہوا۔

مثنوی سعدین

چل گئی یان چھری چلی وہ چال		دل بیتاب ہو گیا پامال

چال مفعول مطلق ہے چلی کا جو مسند ہے۔

انشا

نصیحت کا نگوڑا سہر گھڑی کیون پیسنا پیسے		بڑا دانا جو ہے چکی مین کیون چھو ٹونکو دل ڈالے

مہر

مثال بت سب کے سب ہین بے حس یہ دیکھو قہر خدا کی نیندین

یہ جاگے تھے ابتدا مین کس دن جو سوئے ہین انتہا کی نیندین

دوسرے مصرع مین نیندین سوئے ہین کا جو مسند ہے مفعول مطلق من غیر لفظہ ہے۔

مسند فعلی کی تقیید شرط کے ساتھ

مسند جبکہ فعل یا شبہ فعل ہوتا ہے تو کبھی اُسکو جملۂ شرطیہ کے ساتھ مقید کر دیتے ہین اور اُس سے بہت سے فائدے حاصل ہوتے ہین جو حروف شرط کی وجہ سے پیدا ہوتے ہین۔ یاد رکھو کہ علماے عربیت کے نزدیک کلام جزا ہے اور شرط کو کلام مین کوئی مداخلت نہین وہ صرف حکم جزا کے واسطے بطور قید کے ہے جیسے دوسرے فضلات پس جو حال ظرف اور مفعول وغیرہ کا ہے وہی اُس کا ہے پس کلام جزا ہی ہے شرط ایک قید ہے بمنزلے حال یا ظرف کے اور وہ کلام جس حالت پر شرط سے قبل ہوتا ہے اُسی حالت پر شرط کے بعد بھی رہتا ہے پس اگر جزا جملۂ خبریہ ہوگی تو شرط کی قید لگنے سے خبریہ ہی رہیگی اور اگر انشائیہ ہوگی تو شرط کے بعد بھی انشائیہ ہی رہیگی اور قید کے بعد جملہ شرطیہ خبریہ یا جملہ شرطیہ انشائیہ بولینگے غرضکہ شرط کو جزا مین کوئی دخل نہین ہے وہ ایک قید ہے جزا کیلیے پس اس مثال مین

جرأت

گر نہ دیکھونگا تمھین تو اور ہونگا بیقرار | اسمین رسوائی ہے کچھ ملنے مین رسوائی نہین

یہان جزا (اور بیقرار ہونگا) ہے اور یہ جملۂ خبریہ ہے تو مع شرط کے بھی وہی جملہ خبریہ رہیگا۔

غالب

نفس نہ انجمن آرزو سے باہر کھینچ | اگر شراب نہین انتظار ساغر کھینچ

یہان انتظار ساغر کھینچ جزا ہے اور یہ جملہ انشائیہ ہے۔

ولہ

فنا کو سونپ گر مشتاق ہے اپنی حقیقت کا | فروغ طالع خاشاک ہے موقوف گلخن پر

فنا کو سونپ جزا ہے اور یہ جملہ انشائیہ ہے۔

شکستہ

قد و کاکل کے دلبر کے اگر مضمون باندھوگے | اسے لکھنا الف اور لام کی تفسیر پہ رکھو

الف اور لام کی تفسیر پر رکھو جواب شرط یعنی جزا ہو اور یہ جملہ انشائیہ ہو۔
نفس شرط اگر جملہ خبریہ ہو تو حرف شرط اسپر داخل ہوکر اس کو مرکب ناقص بنا دیتا ہو اسی طرح اگر جملہ انشائیہ ہو تو اسکو بھی مرکب ناقص کر دیتا ہے پس یہ دونون قسم کے جملے حرف شرط کے آنے کے بعد خبریت اور انشائیت پر باقی نہین رہتے بلکہ مرکب ناقص بن جاتے ہین جو کلام اور مرکب تام سے خارج ہو اور منطقین کے نزدیک شرط و جزا دونون خبریت سے خارج ہو جاتے ہین کیونکہ حرف شرط دونونکو انکی اصل سے خارج کر دیتا ہو پس ان کے نزدیک حکم جزا کا بھی اعتبار نہین رہتا بلکہ شرط و جزا دونون کا مجموعہ کلام خبری سمجھا جاتا ہے اور دونون مین ملازمت ہوتی ہے پس ذوق کے اس شعر مین ۔ ط

ہوتی گر عقدہ کشائی نہ ید اللہ کے ساتھ	ذوق حل کیونکہ مرا عقدہ مشکل ہوتا

اہل عربیت کے نزدیک ذوق کے عقدہ مشکل کے حل ہونیکا حکم ید اللہ کے ساتھ عقدہ کشائی ہونیکے وقت یا حال مین ہو پس محکوم علیہ ذوق کا عقدہ مشکل ہے اور حل ہونا محکوم بہ ہو اور شرط کو اس مین کوئی دخل نہین وہ ایک قید ہو محکوم علیہ و محکوم بہ کے حکم کے لیے اور منطقین کے نزدیک ذوق کے عقدہ مشکل کے حل ہونے کے لزوم کا حکم ید اللہ کے ساتھ عقدہ کشائی ہونے کے ساتھ ہو پس اس وقت مین محکوم علیہ ید اللہ کے ساتھ عقدہ کشائی ہونا ہے اور محکوم بہ عقدہ مشکل کا حل ہونا ہے۔ جملہ شرطیہ مین زمانے کی قید حکم ثبوت اور دوام کا رکھتی ہو اور ماضی و مضارع اپنے معانی کو چھوڑ دیتے ہین پس جب سورج نکلے گا دن ہے اور جب سورج نکلا دن ہو ان دونون جملونکے ایک معنی ہین مستفاد از موہبت عظمے ۔ یاد رکھو جملہ شرطیہ مین پہلے جملے کو شرط اور دوسرے کو جواب شرط کہتے ہین اور جواب شرط مین ایک حرف جزا کا ضرور آتا ہو اور وہ اردو مین تو ہو جیسے اگر تم آؤگے تو مین پانچ روپے دونگا اور کبھی اس حرف کو حذف بھی کر دیتے ہین ۔

حروف شرط کی تفصیل یون ہو۔

اگر اور گر ایسی چیز کے لیے لگاتے ہین جس کے ہونے یا نہونے کا یقین نہو اگر یقینی ہو تو اگر نہین لگاتے ۔

انیس

	گر آنکھ سے نکل کے ٹھہر جائے راہ مین پڑ جائین لاکھ آبلے پائے نگاہ مین	

دیکھو آنکھ سے نکل کے راہ مین ٹھہر جانا یا نہ ٹھہر جانا یقینی نہین اگر یقینی ہوتا تو اگر نہین لگاتے یہی سبب ہے کہ اگر ہمیشہ فعل مستقبل پر آتا ہے اسلیے کہ جو چیز ابھی ظہور مین نہ آئی ہو اُس کے ہونے یا نہونے مین کلام ہوتا ہی۔

میر فخر الدین فخر

اگر یہ شوخ چشم آنکھین لڑائین اپنی آنکھون سے
تماشا پتلیون کا ہم دکھائین اپنی آنکھون سے

آنکھون کا لڑانا اور نہ لڑانا یقینی نہین۔

منشی ریاض احمد ریاض

تو وہ آہو چشم ہے جائے اگر گلزار مین	گل وہین شاخین نکالین نرگسِ بیمار مین

گلزار مین جانا اور نہ جانا یقینی نہین۔

(۲) ماضی اور حال پر وہان آتا ہی جہان امر یقینی نہو بلکہ ہوجانا یا نہو جانا فرضی ہو جیسے

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی	ذوق	تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی
وہ از خود رفتہ ہون جسکی خودی نے	حسن	خدائی مین اگر ڈھونڈا نپایا
جی اگر اُس سے لگا یار شک سے دل جل گیا	آتش	دل اگر اُس کو دیا دل ہاتھ سے جاتا رہا
کام ہمت سے جوانمرد اگر لیتا ہے		سانپ کو مار کے گنجینۂ زر لیتا ہے

(۳) کبھی اگر کو یقین کے محل پر لاتے ہین مگر شک کا ادعا بھی بسبب نارسائی اور حسرت بسیار کے موجود ہوتا ہے جیسے۔

ہمنشین گر مری یہ شب کٹ جائے	تو مین جانونگا اک پہاڑ کٹا

شب کا کٹ جانا یقینی ہے مگر درازی شب کی وجہ سے عاشق کو حسرت و یوسی پیدا ہوئی اس لیے ایسا کہا۔

مثنوی یوسف و زلیخا

اگر جان ہے ترے غم مین سدا ہی	دگر دل ہے سدا تشہیر غمہا

جان کا اور دل کا ہونا یقینی ہے مگر چونکہ معشوق کا وصل حاصل نہین ہوتا تھا اس لیے حسرت بسیار کی وجہ سے ایسا کہا۔

ذوق

پھر اگر آسمان تو شوق سے تیرے ہی سر گردان		اگر خورشید نکلا تیرا گرم جستجو نکلا

مخاطب خدا تعالےٰ ہے اور یہ دونون امر اگرچہ یقینی ہین مگر قائل نے اپنی نارسائی کی وجہ سے اگر شرطیہ کے ساتھ ذکر کیا اور یہ مطلب صوفیہ کے مذاق کے موافق پورا ہوتا ہے کیونکہ وہ ہر شے مین باری تعالیٰ کا عشق مانتے ہین پس کسی منکر کو یہان ان باتون کے غیر یقینی ہونے کی نسبت اعتراض کرنے کی گنجایش نہین۔

یا تجاہل عارفانہ کی وجہ سے ایسا کیا جاتا ہے مثلاً خالد زید سے دریافت کرے کہ تمھارا آقا کہان ہے باوجودیکہ وہ جانتا ہے کہ مکان مین ہے مگر آقا کے خوف سے یہ کہے کہ اگر مکان مین ہوے تو اطلاع دیتا ہون اسلیے کہ آقا نے اُس سے یہ کہدیا ہو کہ جو کوئی تجھ سے میرا حال پوچھے تو بغیر میرے مشورے کے اُس سے نہ کہنا۔

حالی

یہ لکھتے ہین حضرت انسان جو بڑائی مین قدم مالکون کے اُنھین گر جھیلنے پڑتے ہین ستم		گاؤ خر انسے ہین کیا جانیے کس بات مین کم ذلتین انکے لیے بھی ہین مہیا ہر دم

ولہ

کھیت سے اپنے بچھڑنے کا ہو گر انکو ملال		مدتین گذرین کہ لوٹا گیا یان عیش وصال

ولہ

انکی گردن مین اگر قید کی رسی ہے پڑی		اپنی بے بال و پری کی بھی کہانی ہے بڑی

ولہ

یان اگر بزم تھی تو اُسکی بزم		یان اگر ذات تھی تو اُسکی ذات

سودا للاشۃ حضرت امام حسین کی زبانی

قضا کی تیغ سے مین بھی جواب کرتا تو کٹتا		اگر کٹے تو کٹے رکھین دست و پائے حسین

ولہ

اگر مرا ہے محاسن تبھی ہوسے لال		تو یہ دعا ہو کہ تو سرخرو ہو روز قتال

یہ تجاہل علم معانی کے نکات مین اسلیے شمار پایا ہے کہ حال اسکا مقتضی ہی اور اگر اسکا ایراد بطور ظرافت کے ہوتا تو علم بدیع کے قبیل سے تھا۔
یا غرض اس سے عار دلانا اور توبیخ ہوتی ہی جیسے۔

حالی

ہین ملے تم کو جو چشم و گوش اگر	لو جو لی جائے کو رو کر کی خبر
تم اگر ہاتھ پانون رکھتے ہو	لنگڑے لولونکو کچھ سہارا دو

ولہ

خلف اُنکے الحق اگر یان یہی ہین	سلف کے اگر فاتحہ خوان یہی ہین
اگر یادگار عزیزان یہی ہین	اگر نسل اشراف و اعیان یہی ہین

تو یاد اسقدر انکی رہجائے گی یان
کہ اک قوم رہتی تھی اس نام کی یان

یا اسوجہ سے اگر کو یقین کے محل مین لاتے ہین کہ مخاطب کو وقوع اور لا وقوع شرط کا یقین نہین ہوتا پس اُسکے اعتقاد کے مقتضا کے مطابق کلام کیا جاتا ہی جیسے۔

مومن

اگر دیتی ہون اسکین دم مین تجھکو	ہو تیغ علیؓ کی مار مجھکو

خوشتر

قسم ہے رام کی گر جان مانگو	تو حاضر ہے نہین افسوس مجھکو

اسی قبیل سے یہ قول درد کا بھی سمجھنا چاہیے۔

تمنا ہے تیری اگر ہے تمنا	تری آرزو ہے اگر آرزو ہے

یا وقوع و لا وقوع شرط کے عالم کو جاہل قرار دیکر اسطرح کلام کیا جاتا ہی اور یہ اُس حالت مین ہوتا ہے کہ وہ مقتضائے علم کے خلاف کام کرتا ہو جیسے کوئی اپنے باپ کو ستائے تو اُسکو کہا جائے کہ اگر یہ تیرا باپ ہے تو اُسکو ایذا نہ دینا چاہیے مخاطب خوب جانتا ہے کہ یہ میرا باپ ہے اور مقتضا اس جاننے کا یہ تھا کہ باپ کو نہ ستاتا مگر چونکہ ستاتا ہے تو اُسکو بمنزلے جاہل کے قرار دیکر اگر کے ساتھ تعبیر کیا۔ ایک شخص اپنے حریف کے ظلم سے نالان ہوکر کہتا ہو کہ اگر خدا ہے تو یہ بھی اپنے کیے کی سزا پائیگا تم جانتے ہو کہ شرط امر مشکوک پر ہوتی ہے اسی واسطے امر یقینی پر شرط نہین

اگاتے چنانچہ یہ نہین کہتے کہ اگر آدمی ہو تو مین نے تجھکو بھائی بنایا مگر حسب اعتقادی یا مسلمہ امر کو شک مین ڈالکر تقریر کرتے ہین تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ مخاطب متنبہ ہو جائے کیونکہ وہ بھی اُن باتون کا معترف ہوتا ہے مگر جبکہ اپنے علم کے بموجب عمل نہین کرتا تو اُس کے ڈرانے کے لیے اس طرح اسلوب کلام اختیار کیا جاتا ہو اگر خدا ہے تو یہ بھی اپنے کیے کی سزا پائے گا ورنہ مطلب اسکا یہ ہو کہ جس طرح خدا مسلم ہے ایسے ہی اس ظالم کے لیے سزا مقرر ہے اسی قبیل سے ہو حالی کے ان شعرون مین

برا شعر کہنے کی گر کچھ سزا ہے	عبث جھوٹ بکنا اگر ناروا ہے
تو وہ محکمہ جس کا قاضی خدا ہے	مقرر جہان نیک و بد کی جزا ہے

گنہگار وان چھوٹ جائینگے سارے
جہنم کو بھر دینگے شاعر ہمارے

بُرے شعر کہنے ولے شاعر اس بات کو خوب جانتے ہین کہ ایسے شعر کہنے کی سزا خدا کے ہان ضرور ملیگی اور عبث جھوٹ بکنا بیشک ناروا ہے مگر چونکہ وہ اپنے علم کے مقتضا کے خلاف کام کرتے ہین یعنی ایسے شعر کہنے سے احتراز نہین کرتے اسلیے اُنکو بمنزلے جاہل کے قرار دیکر اگر کے ساتھ بیان کیا۔

ولہ

اُسی کے غضب سے ڈرو گر ڈرو تم	اُسی کی طلب مین مرو گر مرو تم

علمی

ہین یہان زربفت کے کمخواب کے سو پیرہن	اور وہان لیجائیگا یان سے اگر کچھ تو کفن
ہمنشین صدہا یہان پر ہین حسین و بے نظیر	ایک بھی وان پر نہین گر ہین تو ہین منکر نکیر

(۴) جب صیغۂ ماضی استمراری پہ آتا ہو تو منفی کو مثبت اور مثبت کو منفی کر دیتا ہو جیسے۔

میر حسن

تمھاری اُسے چاہ ہوتی اگر	تو ابتک وہ تمکو نہ آتا نظر

یعنے اُسے تمھاری چاہ نہین ہو ورنہ وہ تمکو ضرور نظر آتا۔

غالب

تری نازکی سے جانا کہ بندھا تھا عہد بودا
کبھی تو نہ توڑ سکتا اگر استوار ہوتا

تو نے عہد کو توڑ ڈالا اسلیے وہ استوار نہ تھا۔

ترے وعدے پہ جیے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا | کہ خوشی سے مرنجاتے اگر اعتبار ہوتا

خوشی سے نہ مرے اسلیے کہ اعتبار نہ تھا۔

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا | اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا +

یعنے نہ اور جیتے نہ انتظار ہوتا۔

ذوق

ذبح ہونے کا مزہ جانتا گر صید حرم | آپ گردن پہ چھری پھیر کے بسمل ہوتا

چونکہ صید حرم ذبح ہونیکا مزہ نہ جانتا تھا اسلیے آپ گردن پر چھری پھیر کر بسمل نہوا۔

امانت

تری مژہ پہ نہ ہوتا اگر یہ دل مائل | جگر کا آبلہ کیون نوک خار پہ ہوتا

مولوی قدرت اللہ قدرت

زُلفون مین اگر دل یہ گرفتار نہوتا | یون روز مرا آہ شب تار نہ ہوتا

جو یہ کبھی استقبال مین وہی معنی پیدا کرتا ہے جو اگر کرتا ہے یعنے وہان آتا ہی جہان شرط کے واقع ہونے اور واقع نہونے کا یقین نہو جیسے۔

جرأت

کوئی آتش کا پرکالہ جو وقت خواب یاد آگئے | تو مجھین کیون نہ انگارے پہ گھلائے نہالی ہم

سودا

جو ناتوان نکرین دستگیری دشمن | تو خار و خس نکرین شعلے کو کبھو برپا

اور جو ماضی و حال مین آتا ہی تو یقین کا فائدہ دیتا ہی مثلاً۔

آتش

ہوتا ہے سن کے زرد جو نامرد مدعی | رستم کی داستان ہے ہمارا افسانہ کیا

جرأت

رکھا جو تو نے قدم سر پہ یاد از رہ لطف | دماغ عرش پہ اس خاکسار کا پہونچا

احمد کین

خیال زلف بتان مین جو پیچ کھاتے ہین | مروڑے ہوہو کے پیچش کے دست آتے ہین

آتش

جبین پر اپنے افشان کو جو اُس محبوب نے چھڑکا | کتاب چہرہ نے نقشہ دکھایا لوح قرآن کا

اصالت

بوسہ جو مانگتا ہون تو انداز و ناز سے | مجکو دکھاتے ہین وہ انگوٹھا اٹھاکے ہاتھ

امیر

ذرے افشان کے جبین پہ جو دمکتے دیکھے | اختر طالع خورشید چمکتے دیکھے

اسیر

بحر عالم مین ہے آفت لازم اہل کمال | ٹوٹنے کا خوف ہے قطرہ جو گوہر ہو گیا

اور جب اسکا مدخول ماضی تمنائی ہوتا ہے تو اسکا وہی حکم ہے جو اگر کا ہے کہ مثبت کو منفی بنا دیتا ہے اور منفی کو مثبت کر دیتا ہے مثلاً۔

غالب

اُسے کون دیکھ سکتا کہ یگانہ ہے وہ یکتا | جو دوئی کی بو بھی ہوتی تو کہین دوچار ہوتا

یعنے چونکہ اُسمین دوئی کی بو نہین اسلیے دوچار نہین ہوتا۔

امانت

نمو جو سبزۂ خط کا بہار مین ہوتا | نہ بند یار کا طوطی ہزار مین ہوتا

جب یہ کلمہ اگر استقبال پر آتا ہے تو وہی شرط کا فائدہ دیتا ہے اور اس سے تعیین زمانی مقصود ہوتی ہے اسمین اور اگر مین یہی فرق ہے۔

انشا

جب ہوا کھاکے گھر آئینگے تو دیکھینگے ناچ | وضع یہ ہند کی ہے باغ مین جسکا مسکن

ظفر

وہ شکار انداز جب لے ہاتھ مین اپنے تفنگ
برق ٹھہرا جائے رنگت دیکھکے اُڑتی ہوئی

اور جب ماضی و حال پر آتا ہے تو جزم و یقین اُس سے مطلوب ہوتا ہے جیسے۔

ذوق

مین نے ذوق کے قربان کہ مستی مین محبت کی
بلایا کسنے اسکو جب وہ آیا بیطلب آیا

آتش

جب مین جاتا ہون تو منھ پھیر کے یون کہتے ہین
نیند آئی ہو ہمین آپ کبھی آرام کرین

مومن

جب سے وہ گئے ادھر نہین یاد کیا
پوچھی نہین کچھ خبر نہین یاد کیا

میر حسن

کئی دن جب اسیہ گئے اور بھی
بگڑنے لگے طبع سر تو کچھ طور بھی

جب تک عموم از منہ کیلیے ہو جیسے۔

میر تقی

جب تک کہ ترا گذر نہ ہووے
جلوہ مری گور پہ نہ ہووے

ناسخ

جب تک نہ آپ پاک وہان بنکے چیا
اس تیر کے نہ دلمین خیال آیا تیر کا

درد

مرا دل ہے جب تک تری جستجو ہے
زبان جب تلک ہے یہی گفتگو ہے

جو کہ مین ایسین دونون امرون مین شدت التزام اور امر ثانی کا اول پر بشدت مترتب ہونا بھی مقصود ہوتا ہی جیسے۔

ناسخ

دم بلبل اسیر کا تن سے نکل گیا
جھونکا نسیم کا جو چمن سے نکل گیا

ظفر

سر تلک دست ستم جو مین ترا قاتل بڑھا
خون جسم ناتوان تل تل گھٹا تل تل بڑھا

جب کبھی یہ تعیین زمان کے واسطے آتا ہے اگر استقبال پر آئیگا تو وہی شرط کا فائدہ دیگا اور اگر ماضی وحال پر آئیگا تو اس سے وقوع فعل مین یقین پایا جائیگا جیسے

جب کبھی جوش پہ آجاتا ہے دریاے الم
کشتی مے کے وسیلے سے گذر جاتا ہون

جسوقت ظرف زمان ہے مجازاً شرط کے لیے استعمال کر لیتے ہین مگر وقت اس سے ساقط نہین ہوتا

بلکہ تعیین زمان کا فائدہ دیتا ہو جب شرط کے لیے ہوتا ہو تو جواب شرط پر جزا کا حرف ہوتا ہے مذکور ہو
یا مقدر جیسے جسوقت تم آؤگے مین بھی آؤنگا یعنے میرا آنا اُس وقت ہوگا جب تمھارا آنا وقوع مین آئیگا
مدعا یہ ہو کہ اپنے آنے کا زمانہ متعین کر دیا اور اگر صرف زمانہ مقصود ہوتا ہو تو جزا کا حرف اُسپر نہین آتا یہی حال
حرف جب کا ہو۔ بعض یہ کہتے ہین کہ شرط کے لیے استعمال پاتا ہو تو وقت کا لحاظ نہین ہوتا کیونکہ اگر
وقت کا بھی لحاظ ہوگا تو حقیقت و مجاز کا ایک استعمال مین جمع ہونا لازم آئیگا مگر یہ اعتراض صحیح نہین
اسلیے کہ درحقیقت استعمال اُس کا وقت ہی کے لیے ہوتا ہے اور شرط کے معنے بطور تضمن کے لازم
آجاتے ہین اس طرح کہ طرز کلام سے ایک جملے کے مضمون کا حصول دوسرے جملے کے ساتھ
مقید ہوجاتا ہو۔

انیس

کچھ ہوگا نہ ہاتھ پانون لے سے انیس	جسوقت گذر جائے گا پانی سر سے

اور جب یہ لفظ ماضی و حال پر آئیگا تو اس سے یقین پایا جائیگا۔

ذوق

تیرہ روئی نے تری مہر جہانتاب کا نور	دیا جسوقت اُڑا کر مگس شب تاب بنا

جہان تعمیر زمان کے واسطے آتا ہو جیسے میر کے اس شعر مین۔

کبھی دل کی نہ کہنے پائے اُس سے	جہان بولے لگا کہنے کہ بس بس

یعنی جسوقت الخ کبھی تعمیم مکان بھی اس سے منظور ہوتی ہو جیسے غالب کے اس شعر مین۔

جہان تیرا نقش قدم دیکھتے ہین	خیابان خیابان ارم دیکھتے ہین

یعنے جس جگہ الخ۔

میر حسن

جہان بیٹھنا پھر نہ اُٹھنا کسے	محبت مین دن رات گھٹنا اُسے

غالب

حریف جوشش دریا نہین خودداری ساحل	جہان ساقی ہو تو باطل ہو دعوے ہوشیاری کا

ہر چند اور اگرچہ اور گو جس جملے پر داخل ہوتے ہین تو اُسکا مضمون متوہم ہوجاتا ہو
اسلیے لیکن یا کوئی دوسرا لفظ اسکا مرادف استدراک کے لیے اُسکے جواب پر لفظاً یا تقدیراً لانا
واجب ہوتا ہے۔

طالب امپوری

ہر چند رو سیہ ہین بے نور و بے بصر تھا
لیکن برنگ سرمہ منظور ہر نظر تھا

مظہر

گرچہ الطاف کے قابل یہ دل زار نہ تھا
لیکن اس جور و جفا کا بھی سزاوار نہ تھا

میر حسن

اگرچہ وہ بیفکر و غیور رہے
ولے پرورش سب کی منظور ہے

غالب

گو مین رہا رہین ستمہاے روزگار
لیکن ترے خیال سے غافل نہین رہا

حالی

گو منت قیصر سے ہی ہر قوم گرانبار
احسان مگر اسلام پہ ہین اسکے گرانتر

فوائد متفرق حرف شرط کو کبھی حذف بھی کر دیتے ہین اسیطرح حرف جزا کو بھی مثلاً۔

غالب

رہے نہ جان تو قاتل کو خونبہا دیجے
کٹے زبان تو خنجر کو مرحبا کہیے

یعنے اگر زبان کٹے اور اگر جان نہ رہے تو ایسا ایسا کرنا چاہیے۔

دلسوز

وہ منھ زلفوں سے ڈھانکے ہین تو ہم آنسو بہاتے ہین
وہ دن کو رات کہتے ہین تو ہم تارے دکھاتے ہین

جناب شاد دام بالقابہ

تم بھی بانکے ہوا ابھی ہے تمھاری بانکی
کوزہ و جام بنائیگی تو کبھی خاک مری
تم اگر بات نہین کہتے ہو سیدھی نہ سہی
اسکے بھی کام کی گر یہ نہین مٹی نہ سہی

حسرت

سرو کرے جو سرکشی قد کشیدہ کو دکھا
گل جو دکھاوے پیرہن کھول قبا کہ اس طرح
گر کوئی تجھ سے یہ کہے رات کی دن ہو کس طرح
جلد سے تو نقاب کو منھ سے اٹھا کہ اس طرح
گر کہے کوئی بہشت مین کیونکہ یہ لوگ جائینگے
پیار سے عاشقونکو تو گھر مین بلا کہ اس طرح
پوچھے جو شیخ کیونکہ دل حسرت زار کا لیا
اسکو بھی تو دکھا دے یار ایک ادا کہ اسطرح

ظفر

اگر دجولے شہسوار آئی نظر اڑتی ہوئی	تیرے آنے کی ہمین پہونچی خبر اڑتی ہوئی

(ب) کبھی مسند کی شرط پر جزا کو مقدم کر دیتے ہین جیسے۔

غالب

تجھسے تو کچھ کلام نہین لیکن اے ندیم	میرا سلام کہیو اگر نامہ بر ملے

صحت

محفل مین رہ گئے کف افسوس ملکے ہم	پردے مین نازسے جو چھپائے دکھاکے ہاتھ

محشر

تحفہ لخت جگر جائیو مجنون کو لیے	اگر تو اے قاصد شک ایکے بیابان کو چلا

نحویان بصرہ یہ کہتے ہین کہ اگر جزا مقدم ہو تو شرط کیلیے اور جزا مقدر مانتے ہین اور جزائے مقدم کو اس پر دلالت کرنیوالا جانتے ہین اور کوفیونکے نزدیک جزائے مقدم ہی کو شرط موخر کی جزا مانتے ہین اور دونونکے نزدیک ایسی حالت مین کہ جزا مقدم ہو شرط کا ماضی ہونا لازم ہی لیکن یہ لزوم عربی با تشبیہ مخصوص ہی اُردو مین باوجود جزاکے مقدم ہونیکے شرط غیر ماضی بھی ہوتی ہے جیسے۔

	انشا	
اپنی شنگینین جھلکتی ہوئی دکھلاسے مینگے		آپڑے کی جو کہین نہر پہ سورج کی کرن

غالب

نہ سنو گر برا کہے کوئی روک لو گر غلط چلے کوئی	نہ کہو گر برا کرے کوئی + بخش دو گر خطا کرے کوئی

(ج) کبھی بوجہ قرینۂ دالّہ کے جزا کو حذف کر دیتے ہین اور اسکے مؤکدات کو قائم مقام کرلیتے ہین۔ جیسے

حالی

چرخ کو دے اگر وہ حکم سکون	ہو غلط نسخۂ سنین و شہور

یعنی اگر وہ آسمان کو ٹھہرنے کا حکم دے تو ٹھہر جائے اور اُسکے ٹھہرنے سے سیارونکی گردش موقوف ہو جائیگی اسلیے سال و ماہ کا حساب جاتا رہیگا اور زمانیکا انتظام بگڑ جائیگا نسخۂ سنین و شہور کا غلط ہونا جزا کا مؤکد ہی۔

وله

کہا در ہو یہ بھی اگر بندہ اسیر	کہا اُسیہ بجلی کا گرنا ہے بہتر

پہلے مصرع کے بعد جزا محذوف ہوا اور مصرع دوم اُسکا موکد ہی۔

ذوق

ای ذوق شہید اُسکو کرتے ہین کبی عاشق	کرنی ہی اگر سبقت کیا دیر لگائی ہی

یعنی اگر سبقت کرنی ہے تو کیا دیر لگائی ہی جزا اس مین محذوف ہے اور کیا دیر لگائی ہی جو اُسکا موکد اسکی جگہ رکھا گیا۔

احسان شاہجہان پوری

کوچۂ یار مین مرنا ہے تو پھر دیر ہے کیا	تجھکو سمجھا ئینگے ہم لے دل شیدا کب تک

عاشق

دانتون مین زلف کو جو دباتے ہو بار بار	کاٹیگا خاک سانپ کا جب سر کچل گیا

جزا محذوف اور دوسرا مصرع اُسکا موکد ہی۔
کبھی بغیر موکدات کے قائم مقام کیے ہوے باعتبار قرینۂ سابقہ کے حذف کر دیتے ہین جیسے۔

گلزار نسیم

جسوقت وہ گل چمن سے لایا کہنے لگی لو مُرا د پائی	محمود اخوش ہوئی کہ آیا بولا کہ جو یا ن سے ہو رہائی

یعنی اگر یہانسے رہائی ہو تو جانین کہ مراد پائی نہین تو نہین چونکہ جزا مقدم مذکور ہو چکی تھی اسواسطے اُسے حذف کر دیا تاکہ عبث سے احتراز ہو۔

امیر مینائی

جمع ہین سینے مین پیکان تیر کے	سیکڑون دل ہین اگر اک دل گیا

یعنی اگر اک دل گیا تو کیا ہوا۔

میر

اُس تیغزن سے کیو قاصد مر یطرف سے	اب اک ہی نیم جان ہی گر قصد امتحان ہو

جب تک جزا کلام مین معتبر ہو سکے تو اُسکے حذف کا قائل نہونا چاہیے اسلیے کہ اصل ہی مگر جبکہ قطعی طور پر معلوم ہو کہ یہ قائل کی مراد نہین ہی۔
کبھی جزا کو حذف کر دیتے ہین اور اُسکی علت کو اُسکی جگہ رکھدیتے ہین زیادتی قوت کے لیے کہ گویا مفہوم مثل جملہ ہی

نسیم

بیچا تو ٹکے کا جانور ہون	گر ذبح کیا تو مشت پر ہون

یعنے اگر بیچا تو کچھ فائدہ نہوگا کیونکہ ٹکے کا جانور ہون اور اگر ذبح کیا تو کچھ فائدہ نہ ہوگا کیونکہ مشت پر ہون۔

غالب

جان دی دی ہوئی اُسی کی تھی	حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

یعنی اگر جان دی تو اچھا ہوا کیونکہ اُسی کی دی ہوئی تھی۔

ولہ

رزم کی داستان گر سُنیے	ہے زبان میری تیغ جوہردار
بزم کا التزام گر کیجے	ہے قلم میری ابر گوہربار

کبھی فعل شرط بھی محذوف ہوتا ہے جیسے۔

ناسخ

لازم ہے کرو مسافرونکا اعزاز	اعزاز نہین تو آؤ اضرار سے باز

یعنی اگر اعزاز نہین کرتے تو اضرار سے باز آؤ۔

چونکہ شرط ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ معلق کرنا ہے اسلیے یہ چاہیے کہ شرط و جزا مین اختلاف لفظی نہو اسطرح کہ ایک ماضی ہو اور دوسرا مستقبل و علی ہذا اگر کبھی کسی نکتے کے واسطے شرط و جزا کے صیغون مین اختلاف ہوتا ہے جسکی تفصیل یہ ہے

(۱) غیر حاصل کو معرض حاصل مین ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ استقبال کے معنی کو کہ ابھی حاصل نہین ہوے ہین ایسے لفظ کے ساتھ جو اُن معنی پر دلالت کرتا ہے جو فی الحال حاصل ہین مثلاً حال کا صیغہ یا زمانہ گذشتہ مین حاصل ہو چکے ہین جیسے ماضی کا صیغہ ظاہر کرتے ہین اور وجہ اسکی یہ ہوتی ہے کہ جبکہ غیر حاصل کے اسباب قوی ہوتے ہین تو وہ حاصل مان لیا جاتا ہے مثلاً۔

غالب

یہی ہے آزمانا تو ستانا کس کو کہتے ہین
عدو کے ہو لیے جب تم تو میرا امتحان کیون ہو

شرط مین ماضی ہے اور جزا مین استقبال تو نکتہ اسمین یہ ہے کہ غیر حاصل کو حاصل ظاہر کرنا منظور ہے یعنی گو معشوق ابھی تک عدو کا نہین ہو لیا ہے مگر بوجہ قوت سبب کے یعنے عدو کا ہو لینے کے اسباب قوی موجود ہونیکی وجہ سے اُسکو عدو کا ہو لیا ظاہر کیا۔

حالی

تن آسانیاں چاہین اور آبرو بھی + وہ قوم آج ڈوبے گی گر کل نہ ڈوبی

(۲) یہ ظاہر کرنیکو کہ جزا کا وجود بخوبی ثابت و مقرر ہے جیسے۔

دبیر

کیا خوب دلیل ہے یہ خوبی کی دبیر | سمجھے جو برا آپکو اچھا وہ ہے

یہان مناسب یہ تھا کہ جزا مین بھی استقبال کا صیغہ ہوتا مگر اُس نکتہ بدیعی کی وجہ سے ایسا کہا۔

مومن

نچوڑینگے ہم اپنا دامن تر | جہنم مین ہے ای واعظ اگر آگ

وزیر

مر ہی جاؤنگا اگر صبح کا تارا نکلا | یاد آئے کا کسی مہ کا دُرِ گوش مجھے

مومن

بالطبع گر کرم ہو تو مفلس بھی ہے کریم | ہوتا ہے سائے کا شجر بے ثمر سے فیض

ظفر

کہون مین حسن مین گر تجھکو رشک ماہ کنعانی | تو جھوٹ اسمین بتا ای ماہ پیکر کیا ہی یون ہی ہے

(۳) معنی مستقبل کو جملۂ شرطیہ مین ماضی کے ساتھ اس لیے تعبیر کرتے ہین کہ اُس معنی کی شان وقوع کی طرف مائل ہوتی ہے پس اُسے ایسے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے جو واقع شدہ پر دلالت کرتا ہے کیونکہ جو ثمرہ اُس چیز سے جو واقع ہو مترتب ہوتا ہے وہی ثمرہ فی الجملہ اس سے بھی مترتب ہوتا ہے اور یہ بھی غیر حاصل کو معرض حاصل مین دکھانے کی ایک صورت ہے جیسے مریض کہے کہ اگر مین مر گیا تو اچھا ہوگا۔

مولوی نذیر احمد

دوا کا حیلہ ہے گر وقت ابھی نہین آیا | تو ہوتے دیکھا ہے چنگی سے خاک کی آرام

میر

کہان پھر شور و شیون جب گیا میر | یہ ہنگامہ ہے اُس ہی نوحہ گر تک

گلزار نسیم

ہو تجھ سی پری جو خصم جانی | انسان کی ہے مرگ زندگانی

(۴) سننے والے سے تفاول منظور ہوتا ہے کیونکہ متکلم جس چیز کا خواہش مند ہوتا ہے اُسکو ایسے لفظ سے تعبیر کرتا ہے جو اُسکے حصول پر دلالت کرتا ہے جیسے کوئی کہے اگر حسن خاتمہ نصیب ہو تو بہت ہی اچھا ہوگا۔

مومن

ہو حق وفا ادا قضا نے چاہا — کعبے کا سفر بخت رسا نے چاہا
ہے ترک علاج ان بتون کا مومن — دیکھو چاہینگے گر خدا نے چاہا

میر

باقی یہ داستان ہے اور کل کی رات ہے — گر جان میری میر نہ آپہونچی لب تلک

امین تخلص حافظ محمد امین

امین ایثار ہا ثابت جو ایمان — یہ توشہ آخرت کے ہے سفر کا

رئیس الدولہ بیدار

اگر عالم رویا مین ہوا وصل کا سامان — یارب ہو عیان خواب کی تعبیر کسی وقت

حالی

ہان مگر کچھ اُمید بندھتی ہے — تیرے زمرے مین گر ہوا محشور
جب ترے کاروان مین جا پہونچا — پھر رہا باب خلد کتنی دور

(۵) وقوع شرط پر اظہار رغبت کیلئے ایسا کیا جاتا ہے

فدا

وصف چشم شوخ کا آیا اگر مجھکو خیال — مرغزار طبع مین مضمون ہرن ہو جائے گا

سوز

جب تلک آنکھین کھلی ہین دکھ پہ دکھ دیکھینگے ہم — مند گئین جب انکھڑیان تب سبھی آنند ہین

میر بہادر علی محبت

اگر حنا ترا ہاتھون سے خون بہا دل کا — تو ہوگا دست نگارین سے خونبہا دل کا

آتش

نالہ بلبل شیدا مین اگر ہے تاثیر
دست صیاد مین گلچین کا گریبان ہوگا

ذوق

عبث جان منتظر ہو ٹو نیہ ہو وہ شوخ کب آیا	اگر چہلم کو بھی آیا تو ہم جانینگے اب آیا

کبھی جزا مین وہی فعل آتا ہے جو شرط مین ہوتا ہے اور مفہوم مخالف پیدا ہوتا ہے اور جملۂ شرطیہ فرض پر محمول ہوتا ہے۔

وزیر

یار پھر جائے تو پھر جائے پر اپنا دل زار	صفت قبلہ نما رہتا ہے یک سو ہو کر

یعنے اگر بالفرض یار پھر جائے مگر اپنا دل زار الخ۔

میر

مر گئے ہم تو مر گئے تو جی +	دل گرفتہ تری بلا ہووے

یعنے بالفرض ہم مر گئے تو تو جیتا رہ حرف شرط اسمین محذوف ہے۔ اسیطرح۔

میر حسن

وگر مر گئی تو بلا سے موی	تو یون جانیو مجھپہ صدقے ہوئی

سودا

دیگچی جبکہ چاٹ کر چھوڑے	منھ کو کھانے سے موڑے تو موٹے

ظفر

کیون ستاتے ہو ناصحو مجھکو	گر ستاوے تو وہ ستانے دو
سر کی پروا نہین ہے شمع صفت	گر جلاوے مجھے جلانے دو

ذوق

کسی بیکس کو اے بیداد گر مارا تو کیا مارا	جو آپ ہی مر رہا ہو اُس کو گر مارا تو کیا مارا

ولہ

اُسے ہمنے بہت ڈھونڈا نپایا	اگر پایا تو کھوج اپنا نہ پایا

ذکر مسند

مسند کا ذکر اس لیے کرتے ہین کہ وہ اصل ہے اور اس بات سے عدول کرنے کے لیے کوئی مقتضی نہین ہوتا۔

مولوی سید اکبر حسین

وہ دور چرخ آرہا ہی اکبر کہ اہل تقوے ہین زار و مضطر	بزرگ بھی طفل دلکو اپنے سکھائے ہین گناہ کرنا

دور چرخ مسند الیہ ہی اور آرہا ہی مسند ہی اہل تقوے مسند الیہ ہی اور زار و مضطر مسند ہی بزرگ مسند الیہ ہی اور سکھا رہے ہین مسند ہی اپنے طفل دلکو پہلا مفعول ہی اور گناہ کرنا دوسرا مفعول انمین سے کوئی مسند ایسا نہین کہ قابل حذف و ترک ہوتا۔

یا قرینے پر اعتماد کمزور ہوتا ہی تو احتیاطاً ذکر کرتے ہین۔

غالب

کچھ خرید انہین ہی ابکی سال	کچھ بنایا نہین ہے ابکی بار

کچھ خرید انہین ہی اور کچھ بنایا نہین ہی مین نے کی خبرین اگرچہ دونون قریب قریب ہین مگر یہان قرینے پر اعتماد کمزور تھا اسلیے ایک کو حذف نہین کر سکے۔

یا سامع کی غباوت پر تعریض منظور رہوتی ہے مثلاً کوئی پوچھے کہ تمھارے نبی کون ہین تو جواب دے ہمارے نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہین پس یہان ہمارے نبی کو کہ مسند ہی محمدؐ کے ساتھ جو علم ہے ذکر کیا حالانکہ قرینۂ سوال سے معلوم ہو سکتا تھا اس ذکر کرنے سے اس بات کی طرف اشارہ منظور ہے کہ مخاطب غبی ہی قرینے سے نہین سمجھ سکتا۔

یا ترحم کیلیے مثلاً حضرت علی اصغرؑ کے پیاس سے جان بلب ہونیکے وقت اُنکی مان کہنے لگین۔

انیس

کیا ہو گیا اس صاحب اقبال کو میرے	ہے ہے لیے جاتی ہے اجل لال کو میرے

ایضاً

کچھ حق مین اس کنیز کے فرما کے جائیے	صاحب کسی جگہ مجھے بٹھلا کے جائیے

یہ بات حضرت امامؑ کی رخصت کے وقت شہر بانو نے فرمائی تھی۔

یا غیر سائل کے سُنانیکے لیے مثلاً۔

انیس

شہ کی مظلومی پہ گریان ہوئی ظالم کی سپاہ	عمر سعد نے کی مڑکے رُخ حُر پہ نگاہ
بولا وہ اشہد باللہ بجا کہتے ہین شاہ	محسن و منعم و آقا ہے مرا وہ ذیجاہ

حُر نے جو مسند کو بیان کیا اُسکی وجہ یہ تھی کہ اُس کی بات کو غیر سائل بھی سُن کر امام کی طرفداری پہ آمادہ ہو جائیں۔
یا تہدید کیلیے ذکر کرتے ہین۔

منشی

جدھر قلب مین شاہ کاؤس تھا	اُدھر جا کے سہراب نے یون کہا
سواران ایران کو میدان مین	تہ تیغ کھینچون مین اِک آن مین

مین مسند الیہ ہی اور تہ تیغ کھینچون مسند اور غرض مسند کے ذکر سے ایرانیونکو ڈرانا ہے۔

ولہ

وہ مین ہون دلاوریل ناجو	کہ دیو سپید سیہ کار کو
کیا کشتہ اک دم مین ہنگام جنگ	نہ جانبر ہوے مجھ سے شیر و پلنگ

وہ مین مسند الیہ ہی اور دلاوریل ناجو مسند ہی اور تخویف کیلیے اسے یہان ذکر کیا ہی اور دوسرے شعر مین متکلم کی دلاوری کا بیان ہی۔

ہوس نوفل کی زبانی اقربائے لیلی کو

لے ہیجران مین بدبلا ہون	انسان خور نہ داژدہا ہون

بدبلا اور انسان خور نداژدہا مسند ہین کہ تہدید کیلیے ذکر کیا ہے۔

نفیس

کہا شقی نے ڈرین جن جو میری تیغ چلے	پکڑ لون شیر کی گردن اگر تو سانس نہ لے
جسے مین غیظ سے دیکھون نہ موت سے سر ٹلے	جری وہ مین ہون کہ کاٹے ہین سیکڑون کے گلے

ولہ

وہ مین ہون ضیغم نر سب سے زور مین بالا	علی کے شیرون نے آغوش مین جسے پالا
لہو بہا کے تجھے اب جہان سے کھوتا ہون	حسین کا ہون بھتیجا علی کا پوتا ہون

گلزار نسیم

کانٹو نمین اگر نہ ہوا اُلجھنا	تھوڑا لکھا بہت سمجھنا

آئیگا تو درگذر کرونگی
ورنہ مین بہت ساشر کرونگی

شایان

پھر ون اُنسے اسوقت مین حیف ہے — یہ خنجر ہے یہ گرز یہ سیف ہے

یا اسولسطے ذکر کرتے ہین کہ معین کر دین کہ مسند اسم ہے یا فعل پس اگر فعل ہوگا تو تجدد کا فائدہ دے گا تجدد سے مراد حدث ہے یعنے نیا کام کرنا جو پہلے فاعل کی ذات مین موجود نہ ہو اور فعل مسند کسی ایک زمانے کے ساتھ مقید ہوتا ہے اور زمانے تین ہین ماضی مستقبل حال ماضی وہ زمانہ ہے جو زمان تکلم سے پہلے ہو اور مستقبل وہ جو زمان تکلم سے پیچھے ہو اور حال اجزاے آخر ماضی و اول مستقبل ہے جو ایک دوسرے کے پیچھے بدون مہلت کے واقع ہون چنانچہ زید نماز پڑھتا ہی حالانکہ بعض اجزا نماز کے اُسنے ختم کر لیے ہین اور بعض باقی ہین پس جو فعل آنات بسیار یعنی بہت دقتون مین بدون فاصلہ اور مہلت کے واقع ہوتا ہے اُس کو حال قرار دے لیتے ہین فعل جسکی فراے ظہور پاتا ہے وہ اُس کا فاعل ہے اور جس زمانے مین ظاہر ہوتا ہے اُس کی طرف اور فاعل کی طرف منسوب ہوتا ہے اور اُس مین حدث یعنی معنی مصدری مستقل ہوتے ہین اور نسبت غیر مستقل اور اس سے معلوم ہوا کہ فعل مین تین چیزین ہوتی ہین ایک معنی مصدری دوسرے زمانہ تیسرے نسبت فاعل کی طرف ۔

ناسخ

جو دل ہی ٹوٹ گیا کیا ہو شعر تر پیدا — ہوا ہے شاخ شکستہ سے کب ثمر پیدا

دل ٹوٹ گیا اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ دل مین جو ٹوٹنے کی صفت پہلے نہین پائی جاتی تھی وہ اب پائی جاتی ہے ۔

شیخ حیدر علی صفیر

کوئی تسخیر ہے فسون ہی یا اعجاز آنکھو ن مین — لبھا لیتا ہے دلکو وہ بُت طناز آنکھو ن مین

لبھا لیتا ہی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اُس بُت طناز مین لبھا لینے کی صفت موجود ہی نہ یہ کہ پہلے نہ تھی اور اب ہو گئی ۔

داغ

تاریکی لحد سے نہین دل جلو نکو خوف
روشن رہیگا تا بقیامت چراغ داغ

روشن رہیگا اس امر پر دلالت کرتا ہی کہ چراغ مین روشن ہونے کی صفت نہ پہلے پائی جاتی تھی

اور نہ فی الحال موجود ہے بلکہ زمانہ آئندہ مین موجود ہوگی۔
اور اگر مسند اسم ہوگا تو ثبوت کا فائدہ دیگا ثبوت سے یہ مراد ہے کہ مقرر کر دین کہ مسند الیہ مین یہ صفت ہے

اقبال

منزل صنعت کے رہ پیما ہین دست و پاے قوم	قوم گویا جسم ہے افراد ہین اعضاے قوم

قوم مسند الیہ ہے اور جسم مسند ہے اور یہ ثبوت کا فائدہ دیتا ہے یعنے مسند الیہ مین جسم ہونیکی صفت ثابت ہے اسی طرح اعضاے قوم مسند الیہ ہے اور افراد مسند ہے اسی طرح دست و پاے قوم مسند الیہ ہی اور منزل صنعت کے رہ پیما مسند۔

امیر مینائی

لاکھ بانکون کا بانکپن صدقے	ایک سیدھی نگاہ پہ تیری

بانکپن مسند الیہ ہی اور صدقے مسند اور بانکپن مین صدقے ہونیکی صفت ثابت ہی۔

امداد علی بحر

ہم اُسکے ہین ہدف وہ ہمارا نشانہ ہی	اُسکی نگاہ قہر ہے اپنی نگاہ مہر

اُسکی نگاہ مسند الیہ ہی اور قہر مسند ہے۔ اپنی نگاہ مسند الیہ ہی اور مہر مسند۔ ہم مسند الیہ ہی اور اُسکے ہدف مسند۔ وہ مسند الیہ ہی اور ہمارا نشانہ مسند ہی۔

بقا

دریا مین سرنگون ہی پیالہ حباب کا	اُس کف مین دیکھ ساغر نازک شراب کا

حباب کا پیالہ مسند الیہ ہی اور سرنگون ہے مسند ہے۔ فعل کبھی تجدد استمراری پر دلالت کرتا ہے چنانچہ حال مثلاً۔

ایک آتا ہے ایک جاتا ہے	ایک مہمان سرا ہے دُنیا بھی

یعنی نیا ہی شخص آنیوالا ہی اور نیا ہی جانے والا اور یہ آنا جانا استمرار یعنی ہمیشہ کیلیے ہی اور اسیطرح مضارع مین بھی تجدد استمراری کبھی پایا جاتا ہی چنانچہ۔

میر

جو ای میر اس طرح روتا رہے گا
تو ہمسایہ کاہے کو سوتا رہے گا

اور کبھی محض تجدد ہوتا ہی استمرار نہین ہوتا چنانچہ۔

جرأت

حبث تب خون مرا ہی پیتا ہے	غم بہت اُسکا مجھپہ شیر ہے کچھ

یعنی لحظہ بہ لحظہ میرا خون پیتا ہے۔ اور نفی اثبات کی تابع ہے یعنی جو حال فعل مثبت کا ہوگا وہی منفی کا ہوگا اگر کہا جائے کہ جب کسی کلام مین کوئی قید ملحوظ ہو اور اُسی کلام پر نفی آجائے تو وہ نفی قید کی طرف راجع ہوتی ہے ارباب تحقیق کا یہی قول ہے پس اس قاعدے کی رو سے کوئی یہ کہتا ہے کوئی وہ کہتا ہے مین نفی تجدد یا استمرار کی ہوگی نہ نفی فعل کی کیونکہ مثال مذکور مین دو صفتین ہین ایک تجدد کی دوسرے استمرار کی سو نفی کرنے سے دونون وصف زائل ہوگئے زیادہ توضیح کیلیے ہم کہتے ہین کہ فعل کی تین حالتین ہین یا تو اُسمین قید تجدد اور استمراری کی یا فقط تجدد کی ہوگی یا فقط استمرار کی ہوگی پس اگر ان تینون حالتون مین نفی کرینگے تو وہ نفی ان قیدون کی ہوگی نہ نفی فعل کی ہم اسکا جواب دیتے ہین کہ یہ قاعدہ درست اور مسلم ہے لیکن یہ بات بیان کرنی باقی ہے کہ اگر مسند مین تجدد یا استمرار ہو تو ایسا ہوتا ہے مگر اُسکی بھی دو صورتین ہین ایک یہ کہ نفی تجدد یا استمرار کی مع نفی فعل کے ہو چنانچہ نہ کوئی آتا ہے نہ کوئی جاتا ہے دوسرے نفی فقط تجدد یا استمرار کی ہو نہ نفی فعل کی اور اگر مسند مین کوئی قید نہو تو دلالت کرتا ہے کہ واضع نے خود فعل منفی وضع کیا ہے۔

اصغر

اتنی رہا ہو پر نہ نکلی حسرت بسمل ذرا	سینہ تیرو نسے ہے چھلنی تیغ سے دل چاک تھا

حسرت بسمل مسند الیہ ہے اور نہ نکلی مسند سو مسند مین نہ نفی تجدد کی ہے نہ استمرار کی بلکہ اصل وضع نے یہ فعل منفی وضع کیا ہے۔ کبھی مسند ایک فعل واقع ہوتا ہے اور ظاہر مین وہ زائد معلوم ہوتا ہے مگر فی الحقیقت وہ اثبات تردد اور محنت کا کرتا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ متکلم پر اُسنے ظلم یا رحم کرنے مین کیا کیا تردد کیا ہے جیسے۔

ظفر

کاٹ کر رکھدون سر اپنا اب یہ ہے مرضی تری	تو نے رکھدی لاکے جو شمشیر میرے روبرو

جاننا چاہیے کہ لفظ کے اضافت کے واسطے آتا ہے اور کبھی قائم مقام عطف کے آتا ہے اس صورت مین فائدہ اختصار کا دیتا ہے چنانچہ زید آکے چلا گیا اور دیکھ کے کہنے لگا یعنی آیا اور چلا گیا اور دیکھا اور کہنے لگا اور کر بھی اسی قسم سے ہے اور اسی موقع پر بولا جاتا ہے پس تو نے رکھدی لاکے یہ معنی ہین کہ تو جو لایا اور رکھدی اور مطلب فقط اتنی عبارت مین ختم ہو سکتا تھا تو نے جو شمشیر رکھدی میرے سامنے

لیکن لایا سے اثبات تردد وسعی کا منظور ہے یعنے میرے مارنے کے لیے شمشیر ڈھونڈھ کر لایا اور مجھپر ظلم کرنیکے لیے اُسے یہ تکلیف اُٹھانی پڑی ۔

مسند کا فعلی اور سببی ہونا

مسند دو قسم ہے ایک فعلی وہ کہ بغیر توسط کسی دوسری چیز کے مسند الیہ کی طرف منسوب ہو جیسے زید کھڑا ہے اور زید آیا دوسرا سببی وہ کہ کسی دوسرے کے ذریعہ سے مسند الیہ کی طرف منسوب ہو جیسے زید اُس کا باپ کھڑا ہے اس مثال میں کھڑا ہونے کی نسبت بالذات زید کی طرف نہین بلکہ اُسکے باپ کی طرف جو کھڑے ہونے کی نسبت ہے اُس کو زید کی طرف منسوب کیا ہے یعنے کھڑا ہونا زید کی طرف اُسکے باپ کے ذریعہ سے منسوب ہوا ہے اور غرض اس سے حصول لذت ہے اسلیے کہ اسناد کسی فعل مین جب واضح اور مبین ہو اگر اُسکو دوسرے طریق پر ذکر کرین تو نفس کو سُننے کے بعد ایک قسم کی لذت حاصل ہوتی ہے کیونکہ مسند کا ذکر کیا جاتا ہے تو مخاطب کے نفس کو زعم ہوتا ہے کہ مسند فعلی ہی ہوگا جیسے کہ عادت روزمرہ کی ہے جب اُسکو دوسرے طریق پر ذکر کرین تو نعمت غیر مترقبہ حاصل ہوتی ہے چنانچہ زید اُس کا باپ کھڑا ہے اگر فعلی ہوتی تو یون کہا جاتا کہ زید کا باپ کھڑا ہی سببی اسکو اسلیے کہتے ہین کہ سبب کی طرف منسوب ہے اور وہ سبب ضمیر ہے چنانچہ زید اُسکا باپ کھڑا ہو اسمین سبب لفظ اُس ہو لغت مین سبب رسّی کو کہتے ہین چونکہ ضمیر سے صلات اور صفات ربط پاتے ہین جیسا کہ رسّی سے چیزین باندھی جاتی ہین اسلیے ضمیر کو سبب کہنے لگے ۔

ترک مسند

مسند کے ذکر نکرنے سے وہی فوائد منظور ہوتے ہین جو مسند الیہ کے باب مین ذکر کیے گئے یعنے (۱) عبث کے ذکر سے بچنے کے لیے کسی قرینے کی وجہ سے اور اسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ مقام مین گنجائش ہو جیسے زید آیا اور عمرو بھی پس یہان عمرو کا مسند بوجہ عبث کے محذوف ہے باوجودیکہ مقام مین گنجائش ہے (توبہ النصوح) یہ دار المحن انسان کے رہنے کے لائق ہو صدہا مخمصے ہزار ہا بکھیڑے روز کے جھگڑے آئے دن کی مصیبت یہان مسند محذوف ہو اور وہ لفظ موجود ہے دوسری صورت یہ ہے کہ مقام مین گنجائش نہو وزن اور قافیکی وجہ سے مسند نہ آسکتا ہو اور قرینہ یہان یا محذوف سے پیچھے ہوتا ہے یا پہلے ۔

مثال اول

انیس

تب شمر نے کہا کہ فصاحت سے کیا حصول | بیعت انھین تو صلح ہمین بھی نہین قبول

یعنی اگر بیعت انھین قبول نہین۔ قرینۂ ثانی کی وجہ سے مسند محذوف ہی۔

ذوق

تیرے انصاف سے ہی بزم جہا نین تنا ہا | شمع گل گیر سے اور شمع سے محفوظ پتنگ

مثال دوم

ولہ

طاقت ہو جسکے دل مین وہ دو چار دن رہے | ہم ناتوان عشق تمھارے کہان تلک

یعنے ہم ناتوان عشق تمھارے کہان تک رہین مصرع اول مین رہے آچکا تھا اس قرینے کی وجہ سے دوسرے مصرع مین ترک کیا گیا۔

مولوی محمد اسمعیل

مگر دریا کی باقی ہے وہی آن | وہی رونق وہی عظمت وہی شان

قرینۂ اول کی وجہ سے وہی رونق اور وہی عظمت اور وہی شان کا مسند محذوف ہی۔

بحر

حلاوت زندگی کی ہے ملاقات احبا مین | مزہ مرنے کو تنہائی کا ہی زندے کو صحبت کا

یعنی زندے کو صحبت کا مزہ ہی قرینۂ اول کی وجہ سے مسند محذوف ہی۔

ممنون

ممنون کا درد دیکھ کے فرمائے ہے مسیح | عاجز ہے اس مرض سے دوا اور دوا سے ہم

یعنی ہم دوا سے عاجز ہین۔

امیر

دریا سے موج موج سے دریا نہین الگ | ہمسے جدا نہین ہے خدا اور خدا سے ہم

یعنے دریا سے موج الگ نہین ہے اور خدا سے ہم جدا نہین ہین پہلے مصرع مین قرینۂ ثانی کی وجہ سے

مسند محذوف ہے اور دوسرے مصرع مین قرینۂ اول کے سبب سے۔

سودا

دیکھین تو کسکی چشم سے گرتے ہین لخت دل	تو اسطرح سے روسکے لے ابر تر کہ ہم
اتنا کہان ہے سوز طلب دل پتنگ کا	رکھتی نہین ہے شمع بھی ایسا جگر کہ ہم
سودا نکہتے تھے کہ کسی کو تو دل ندے	رسوا ہوا پھرے ہے تو اب دربدر کہ ہم

(۲) بلحاظ کثرت استعمال کے حذف کر دیتے ہین جیسے مزاج مقدس یہان کیسا ہے بسبب کثرت استعمال کے حذف کر دیا ہے۔

محسن

موقوف حدیث شب کی تصحیح	رکھ دیجیے کتاب پر مصابیح

یعنی حدیث شب کی تصحیح موقوف کرو۔

سودا

سبزہ و ابر و ہوا گل نہ سدا ہون اک جا	ساقیا جام کہ ہین یہ کوئی دم چار دن ایک

داغ

ہمت اے خاک ہان مدد اے ضعف	کوئی دامن بچائے جاتا ہے

وله

پھر یہ کہا آج کدھر کس طرف	بولے ہوا حکم خدا جس طرف

مرزا غالب ایک رقعہ مین لکھتے ہین پیر و مرشد آداب۔

مولوی احمد آزاد

کیا کہون سینے مین تھا جو دل بیتاب کا حال	جس گھڑی کہلے وہ اسد نگہبان گئے

(۳) یا متکلم یہ چاہتا ہے کہ سامع کے خیال مین یہ ڈالے کہ دلائل عقلی و نقلی مین سے دلیل عقلی اختیار کی ہے جو دلیل نقلی سے قوی ہوتی ہے۔

غالب

لاکھون لگاؤ ایک چرانا نگاہ کا	لاکھون بناؤ ایک بگڑنا عتاب مین

یعنی دوست کی لاکھون لگاوٹین ایک طرف ہین اور ایک نگاہ کا چرانا ایک طرف ہے اور لاکھون بناؤ سنگار ایک طرف ہین اور ایک عتاب مین بگڑنا ایک طرف ہے۔

سودا

لگے کہنے نہین شراکت نیک	میرے سو لقمے اور تیرا ایک

یعنے میرے سو لقمے اور تیرا ایک لقمہ برابر نہین -

(۴) یعنے دلیل کی وجہ سے خبر کا نام منھ پر نہین لاسکتے کیونکہ تحسر کی وجہ سے تنگی مقام ہوتی ہی

فسانۂ آزاد

حسن آرا بولی اچھا جاؤ معاف کیا کوئی اسطرح روتا ہی اللہ جانتا ہی ہم سمجھے کہ خدانخواستہ کوئی بیمار ہوگیا یا عزیز و نہین تو یہان مرگیا کا لفظ جو مسند ہی تحسر مقام کی وجہ سے محذوف ہی۔

آزاد

اکبر تو دل پہ کھاکے سنان خلد کو گئے	شہ کہتے رہ گئے مرے دلبر کہان کہان

یعنے کہان گئے یا کہان جاتے ہو۔

خواجہ وزیر

نکلا ذبح کیا چھوڑ کے بسمل قاتل	دہن زخم پکارا کیا قاتل قاتل

(۵) بوجہ مخالفت وزن کے اختصار مطلوب ہوتا ہی اور ساتھ ہی اُسکے مسند قریب الفہم ہوتا ہی۔

میرحسن

چمن سے بھرا باغ گُل سے چمن	کہین نرگس و گل کہین یاسمن

یعنی کہین نرگس و گل موجود تھے کہین یاسمن موجود تھا۔

(۶) تکثیر فائدہ کے لیے یہ وہان ہوتا ہی جہان کلام کئی معنی کا احتمال رکھتا ہو کہ اُس کو جسپر چاہین حمل کرسکین پس اگر ایک مسند ذکر کردیا جائے تو یہ فائدہ فوت ہو جائے۔

نالۂ تسلیم

اجازت و خیال قاصد دل	کہ آپہونچا دم تکلیف مشکل

یہان مسند الیہ اور مسند دونون محذوف ہین یعنی اجازت چاہتا ہون مین یا اجازت دے مجکو یا اجازت عطا کر۔

سودا

تم جنکی ثنا کرتے ہو کیا بات ہے اُنکی	لیکن ٹک اِدھر دیکھیو اے یار بھلا مین

(۷) مسند واجب الستر ہوتا ہی اسلیے کلام مین ذکر نہین کیا جاتا۔

کیا پوچھتے ہو وصل کا جو شوق ہے مجکو	قابو مین مرے پیارے تم آجاؤ تو پھر مین

مین مسند الیہ ہی اور اسکا جو مسند ہی وہ اس قابل نہین کہ علانیہ بیان کیا جائے۔

انشا

سرہلانے سے بھروسا نہین پڑتا کسوقت	کس جگہ کب وہ کدھر یان کہ وہین منھہ سے تو کھوٹ

ہم بستری اور مجامعت کا سوال کرتا ہی اور مسند الیہ و مسند دونون محذوف ہین۔

(۸) کراہیت کی وجہ سے حذف کرتے ہین چنانچہ آپ ہی یہ کہا کرتے ہین اور آپ ہی وہ یعنے گوہ کھاتے ہین اور جھک مارتے ہین۔

سوز

دعا دی تو لگا کہنے کہ چپ ہو	سُنی مین نے دعا تیری دعا کی

ولہ

کہا مین نے کہ کچھ خاطر مین ہے گا	تمھارے ساتھ جو مین نے وفا کی
گریبان مین ذرا منھہ ڈال دیکھو	کہ تمنے اس وفا پر ہم سے کیا کی
تو کہتا ہے کہ بس بس چونچ کر بند	وفا لایا ہے دمت تیری وفا کی

(۹) کبھی مسند کو حذف کرکے اسم اشارہ پر اکتفا کرتے ہین تاکہ اوصاف متعددہ پر دلالت کرے اور یہ اکثر صفت و موصوف مین واقع ہوتا ہی کہ اسمین اختصار ہی۔

ذوق

جب تک تھے گرہ مین احمقونکے پیسے	سب کہتے تھے انکو آپ ایسے ایسے

ایسے ایسے قائم مقام صفت کیلیے ہے اور فائدہ اسمین یہ ہے کہ اسمین اختصار کامل ہو سکتا ہے

(۱۰) مقام مدح مین مسند کو حذف کردیتے ہین جیسے آپ کا وعظ آپکا فرمانا یعنی آپکا وعظ اور آپکا فرمانا بہت اچھا ہی یا بڑا اثر ہے۔

غالب

یہ مسائل تصوف یہ ترا بیان غالب	تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

یعنی یہ مسائل تصوف نہایت عمدہ ہین اور یہ ترا بیان غالب بڑا پُر اثر ہی۔

میرحسن

وہ دولھا کا مسند پہ آ بیٹھنا	برابر رفیقون کا جا بیٹھنا

دونون مصرعون مین خبر کلیۃً محذوف ہی

(۱۱) مقام تعظیم مین مسند حذف ہو جاتا ہی جیسے

تسنیم

پل مارنے کی ہوئی جو دیری اُشتر کئی جلتے تھے اُدھر سے	سُبحان اللہ شان تیری پر آر دو روغن و شکر سے

یعنی سُبحان اللہ تیری شان بڑی ہی۔

مومن

اللہ ری تیری بے نیازی	یعقوب کو مدتون رُلایا

اللہ ری اگرچہ مرکب ہی حرف ندا اور منادی سے اسلیے کہ ری ندا کے لیے اور اللہ منادی ہی مگر یہان اصلی معنوں پر محمول نہین بلکہ کلمات تقدیس کا قائم مقام ہی اللہ اکبر کے معنی ہین یعنی اللہ اکبر تیری بے نیازی بڑی ہی۔ تیری بے نیازی مسند الیہ ہی اور بڑی ہی اُسکی خبر ہی اور مصرع ثانی بیان ہی بے نیازی کا۔ دیکھو آئینہ جو کہتا ہے کہ اللہ رے مین | اُسکا مین چاہنے والا ہون بقا واہ رے مین

اللہ رے قائم مقام اللہ اکبر کا ہی تقدیس کیلیے مین مبتدا بڑا حسین ہون خبر محذوف۔

(۱۲) تفخیم کے محل پر بھی محذوف ہوتا ہی جیسے بقا کے پچھلے مصرع مین واہ رے مین کیونکہ واہ رے تفخیم کیلیے ہی مین مسند الیہ ہی بڑا خوش نصیب ہون اسکی خبر محذوف ہی۔

ذوق

بل بے وحشت اب تلک بھی شاخ آہو کی طرح	پیچ کھاتا ہے دھوان میرے چراغ گور کا

بل بے کلمہ تفخیم ہی یعنی بڑی وحشت ہی۔

زین العابدین نجات

آنکھین پتھرا گئین اور تسپہ بھی ٹپکے آنسو	بل بے ہجران تری وحشت کہ نچوڑے پتھر

غفلت

بلبے سیاد ستی بلبل سے پوچھتا ہون	گلشن میان گل ہی یا گل میان گلشن

(۱۳) تحقیر کے موقع پر بھی محذوف ہوتا ہی جیسے

حالی

پر بچا اک محمود خان کے دم سے تھی ہیئت قوم کی	اُٹھ گیا وہ بھی جہان سے آہ قسمت قوم کی

یعنی قسمت قوم کی بُری ہی۔

سودا

اسکو ہرگز نہین حیلے سے لگاؤ	جائے تو یہ کہے پڑا ڈوپڑا و

(۱۴) تحذیر کے موقع پر بھی محذوف ہوتا ہی جیسے۔

حالی

پانی ہے گھرمین جب دھوان تو	آگ آگ کا غل کرے ہے وان تو

فائدہ چونکہ حذف اصل کے خلاف ہے اسلیے کوئی ایسا قرینہ ہونا لابد ہے جو محذوف پر دلالت کرتا ہو اور یہ قرینہ کئی طرح کا ہوتا ہی۔

(الف) جواب سوال محقق مین واقع ہو جیسے کوئی کہے کون آیا اُسکے جواب مین کہا جائے زید یہان آیا مسند بقرینۂ سوال محذوف ہی۔

مثنوی قضا وقدر

نام جو پوچھا تو فداے خدا	کام جو پوچھا تو رضاے خدا

اسی قبیل سے ہی سودا کے شعر مین۔ ع

سودا نہ کہتے تھے کہ کسی کو تو دل نہ دے	رسوا ہوا پھرے ہی تو اب دربدر کہ ہم

جرأت

اتنا بتلا سب مجھے ہرجائی ہون مین یار کہ تو	مین ہر اک شخص سے رکھتا ہون سرو کار کہ تو

اکبر

پوچھا لقمان سے جیا تو کتنے دن	دست حسرت ملکے بولا چند روز

(ب) یا جواب سوال مقدر مین واقع ہو جیسے۔

غالب

نہین کہ مجکو قیامت کا اعتقاد نہین	شب فراق سے روز جزا زیاد نہین

یہان سوال مقدر ہی گویا شاعر سے کسی نے سوال کیا تمکو قیامت کا اعتقاد نہین شاعر جواب دیتا ہی کہ یہ قول صحیح کہ مجکو قیامت کا اعتقاد نہین آلخ۔

(ج) کبھی سواے سوال کے دوسرا کوئی قرینہ لفظی یا معنوی ہوتا ہی معنوی کی مثالین تو اوپر بہت سی گذر چکین لفظی کی مثال یہ ہی۔

سودا

جا کے مطبخ پہ یہ پڑا اس طرح | مین بیان اس کا اب کرون کس طرح
لاٹھیان لے لے ہاتھ پیر و جوان | کرتے ہی رہ گئے سبھی ہان ہان

ہان کے بعد مسند مع مسند الیہ کے محذوف ہو اکثر ایسے جملے کے شروع مین ایک اور یا ہان واقع ہوتا ہی یا ہان یا اور کی تکرار ہوتی ہی۔

غالب

مرتا ہون اس آواز پہ ہر چند سر اڑ جائے | جلاد سے لیکن وہ کہے جائین کہ ہان اور

داغ

کیون صرفہ نگاہ مری جان ہو گیا | اک تیر اور مین ترے قربان ہو گیا

تنکیر مسند

کبھی مسند نکرہ ہوتا ہو اور کئی فائدے دیتا ہے۔
(۱) قائل کی یہ مراد ہوتی ہو کہ مسند منحصر مسند الیہ مین نہین اور نہ اُسمین تعین ہی جیسے زید شاعر ہے پس اس قول سے متکلم زید کے صرف شاعر ہونیکی خبر دیتا ہے شاعری کا اُسمین حصر نہین کرتا اور نہ یہ غرض رکھتا ہو کہ زید کسی خاص قسم کی شاعری سے متصف ہو۔

مثنوی اثر

شمشیر غنا کا ایک گھائل | اک یہ ہوا شیر حق سے سائل

یہان مقصود بالتمثیل سائل ہو مگر سائل کا حصر مسند الیہ مین منظور نہین اور نہ سائل کا تعین مقصود ہی

مومن

کب تک چشم سے خون ہو جاری | کب تک درد کرے دل داری

خون مسند الیہ ہو اور جاری مسند ہو جاری ہونیکا حصر مسند الیہ مین منظور نہین اور نہ تعین مقصود ہو۔

ذکی

ہو اصفائے تبسّم گوش سے وہ گوہر صاف | تجلی سحری سے ہون جیسے اختر صاف

گوہر و اختر مسند الیہ ہین اور صاف مسند ہے اور صفائی کا حصر گوہر و اختر مین منظور نہین اور نہ تعین مقصود ہو۔

ولہ

ایک دن ہم موافق معمول	تھے نشاط و سرور مین مشغول

ہم مسند الیہ ہی اور مشغول مسند ہی لیکن مشغولی کا حصر مسند الیہ مین مقصود نہین اور نہ تعین مقصود ہی

درد

ہر چند کہ سنگدل ہی شیرین	لیکن فرہاد کوہ کن ہے

سنگدلی کا حصر شیرین مین اور کوہکنی کا حصر فرہاد مین مقصود نہین اور نہ تعین مقصود ہی

ثابت

مہلے سے فزون ہی حسن خسار	بہار تازہ تر سے لطف اظہار

پہلے مصرع مین حسن رخسار مسند الیہ ہی اور فزون مسند ہی اور دوسرے مصرع مین لطف مسند الیہ اور اظہار مسند ہی اور فزونی کا حصر حسن دلدار مین نہین ہی اسیطرح اظہار کا حصر لطف مین نہین ہی اور نہ تعین مطلوب ہے

میر

جانور رنگ باختہ سب ہین	یعنی حیران فاختہ سب ہین

رنگ باختہ ہونیکا حصر جانورونمین اور حیران ہونیکا حصر فاختہ مین مقصود نہین اور نہ تعین مقصود ہی

سودا

سخن حضرت ہمارے کا ہے معقول	یہین سے جو اُنھون کا ہو گا مقبول

(۲) کبھی فائدہ تعظیم مسند الیہ کا دیتا ہی جیسے کہین احمد ایک عقلمند آدمی ہی یا صاحب بہادر ایک بڑے ہین

محشر

یہ کل کی بات ہی تھا طفل مکتب عشق کا محشر	پر اب دیکھا تو اس فن مین ہوا ہی ایک علامہ

حالی

مرد ہو تو کسی کے کام آؤ	ورنہ کھاؤ پیو چلے جاؤ

یعنی اگر تم اعلیٰ درجے کے مرد ہو۔

ولہ

تھا بساط سخن مین شاطر ایک	ہم کو چالین بتائے گا اب کون

شاطر ایک مسند ہی اور مسند الیہ مقدر ہی۔
(۳) کبھی فائدہ تحقیر کا نکلتا ہی جیسے کہین زید ایک بدمعاش ہی۔

میر

جو رو گھر مین رکھے ہے اک شتاہ | دین چشمک کرے کہین وہ نگاہ

وله

تیل کی کپیّ سیے ہین خوش کھڑے | ایک بھڑوے ہوتے ہین چکنے گھڑے

غالب

اک کھیل ہے اورنگ سلیمان مرے آگے | اک بات ہے اعجاز مسیحا مرے آگے

(۴) کبھی فائدہ تفخیم کا نکلتا ہے جیسے۔

مومن

سچ ہے کہ ایک بیوفا ہین | جتنے ہین حسین بڑی بلا ہین

داغ

اک کوہ گران ہے عشق لیکن | اس کو دل ناتوان بہت ہے

تخصیص مسند

کبھی مسند کو مضاف یا موصوف بھی لاتے ہین اسکا نام تخصیص ہے اور غرض اس سے یہ ہوتی ہے کہ فائدہ اتم ہو کیونکہ خصوص کی زیادتی اتمیت فائدہ کا موجب ہے۔

مثال مسند کی تخصیص کی اضافت کے ساتھ

غالب کہتا ہے۔

جس جا نسیم نافہ کش زلف یار ہے | نافہ دماغ آہوے دشت تتار ہے

نسیم مسند الیہ جس جا مفعول فیہ نافہ کش مضاف زلف یار مضاف الیہ اور یہ مرکب اضافی مسند ہے اور دوسرے مصرع مین نافہ مسند الیہ اور دماغ مضاف آہو مضاف الیہ اور پھر مضاف طرف دشت کے اور دشت مضاف الیہ ہو کر پھر مضاف ہے تتار کی طرف اور یہ مرکب اضافی مسند ہے۔

ناسخ

قیامت کیون نہ ہو جسدم چڑھاوے آستین قاتل | صفاے ساعد سیمین صفاے صبح گردن ہے

صفاے ساعد سیمین مسند الیہ ہے اور صفاے صبح گردن مسند ہے۔

مہر

ناف ہے ساغر مراد اے گل — بادۂ حسن کا ہے مینا پیٹ

حالی

لفظ مہمل ہے نطق اعرابی — حرف باطل ہے عقل یونانی

نالۂ تسلیم

دل مشتاق پابند الم ہے — نفس تار کمند صید غم ہے
حریف نالۂ بیداد ہوں میں — شریک صحبت فریاد ہوں میں

صبا

پئے مزار جو مر کر میں اشکبار ہوا — سفینہ نوح کا ہر تختۂ مزار ہوا

ہر تختۂ مزار مسند الیہ ہے اور نوح کا سفینہ مسند ہے۔

درد

بجاؤں گا جب تک مرے جی میں جی ہے — ترا غم پیارے مرا یار جانی

مرا یار جانی مسند ہے۔

ولہ

گر خاک مری سرمۂ ابصار نہووے — تو کوئی نظر قابل دیدار نہووے

مثال مسند کی تخصیص صفت کے ساتھ

سودا کا شعر ہے۔

نے بلبل چمن نہ گل نو دمیدہ ہوں — میں موسم بہار میں شاخ بریدہ ہوں

مصرع اول میں مسند الیہ محذوف ہے بلبل چمن اور گل نو دمیدہ مسند اول میں تخصیص اضافی ہے اور دوم میں تخصیص توصیفی اور دوسرے مصرع میں میں مسند الیہ ہے اور شاخ بریدہ مسند ہے۔

محشر

محشر سرشک خون نے دیا ہے مجھے بہا
کیا پوچھتا ہے کشتی طوفاں رسیدہ ہوں

میں مسند الیہ محذوف ہے اور کشتی طوفان رسیدہ خبر ہے۔

حکیم مرزا آغا حسن انل

پیر ہون مین نہ دستگیر ہون مین | خانہ بردوش اک فقیر ہون مین

دوسرے مصرع مین مین مسندالیہ ہی اور اک فقیر خانہ بردوش مسند ہی۔

صاحبزادہ محمد سعید خان رئیس ٹونک سعید تخلص

کیا لکھون وصف مطلع ابرو | مصرعۂ لاجواب ہین دونون

یعنے دونون ابرو ین مصرعۂ لاجواب ہین مصرعۂ لاجواب مسند ہے جو صفت کے ساتھ تخصیص رکھتا ہے۔

وزیر

آئینہ دیکھا تو اپنے خط پہ آنکھ اُسکی پڑی | کاغذی باوام اُس خط کا لفافہ ہوگیا

اُس خط کا لفافہ مسندالیہ اور کاغذی باوام مسند ہی۔

تعریف مسند

کبھی مسند کو معرفہ لاتے ہین اور غرض اس سے یہ ہوتی ہی کہ سامع کو جو امر معلوم ہی اُس پر ایک حکم کا اضافہ ایک ایسی چیز کے ساتھ کیا جائے جو مثل اُسکے ہو جو سامع کو معلوم ہی اور مثل سے یہ مُراد نہیں کہ دونون متحد نہون کیونکہ اگر مسندالیہ اور مسند کے مفہومین مغائرت نہوگی تو کلام سے فائدہ حاصل نہوگا اور تعریف کے کئی طریق ہین مثلاً مسند علم یا ضمیر یا موصول یا اسم اشارہ ہو مگر جبکہ مسند معرفہ ہوگا تو مسندالیہ بھی ضرور معرفہ ہوگا مثال۔

انیس

یہ تو نہین کہا کہ شہ مشرقین ہون | مولا نے سر جھکا کے کہا مین حسین ہون

مین مسندالیہ اور حسین مسند ہی۔

نسیم

بولی وہ ارے مبشر یہ ہی | روح افزا کیا بکاؤلی ہے

حافظ عبدالرحمن خان احسان

اُس کو بھی حکم ہو نکل آئے
صبر کب تک ہو مین نہین ایوب

قدرت

مر قدین دو تین بتلا کے لگی کہنے مجھے یہ سکندر ہے یہ دارا ہے یہ کیکاؤس ہے

جرأت

اُف نکرون نام کو جرأت ہون مین چھیڑے اگر عشق کا آزار مجھے

انیس

ہرگز غلط نہین جو مجھے اشتباہ ہی
زینب کشتہ تعین ہو خالق اکبر گواہ ہی

واجد علی شاہ

یہانتک دل و جان سے مفتون تھا مین کہ لیلی تھی وہ اور مجنون تھا مین

امانت

مین وہ ہون رند اگر دیر و حرم مین جاؤن گبر آنکھو نپہ بٹھا لین تو مسلمان سر پہ
مین مسند الیہ ہی اور وہ رند ہون مسند ہی۔

ذوق

مین وہ ہون گمنام جب دفتر مین نام آیا مرا رہ گیا بس منشی قدرت جگہ وان چھوڑ کر

ناسخ

وہ ہمین ہین عشق سے لڑتے ہین جو خم ٹھونک کر ورنہ ناسخ اسقدر کس پہلوان مین زور ہے

ظرفیت مسند

کبھی مسند کو ظرف لاتے ہین اور اختصار مسند کا مقصود ہوتا ہی جیسے اس شعر مین۔

ناسخ

کونسا تن ہے کہ مثل روح اُسمین تو نہین کون گل ہے جو ترا اسکن برنگ بو نہین
یعنے وہ کونسا تن ہی جسمین تو مانند روح کے موجود نہین۔

سودا

سجدہ شکر مین ہے شاخ ثمردار ہر ایک دیکھکر باغ جہان مین کرم عز و جل

یعنی ہر ایک شاخ ثمردار سجدۂ شکر مین مصروف ہے۔

نشاط

[illegible] ہے چمن اور خانہ [illegible]	تری آنکھین تری پلکین ترے خمدار ابرو

[illegible] سجدے [illegible] موجود ہین

یوسف علی خان عزیز لکھنوی

اب دل مین ہے خیال جو گیسوے یار کا	عالم ہی روز ہجر مین شبہاے تار کا

یعنی اب جو گیسوے یار کا خیال دلمین موجود ہی تو شبہاے تار کی کیفیت روز ہجر مین پائی جاتی ہی۔

نواب ظفر یاب خان راسخ

بے خم ابرو ترے یہ ماہ نو	دیدۂ مشتاق مین خنجر ہوا

یعنی یہ ماہ نو دیدۂ مشتاق مین خنجر ثابت ہوا۔

مہاراجہ کشن پرشاد شاد

داغ الفت ہو جگر مین خانۂ دلمین ہو یاد	یہ چمن پھولا پھلا آباد ویرانہ رہے

یعنے داغ الفت جگر مین موجود ہو اور خانۂ دلمین یاد موجود ہو۔

فغان بیخبر جب تک معنی سخن مین اور سخن حرف مین اور حرف خط مین اور خط جان قالب کتاب مین ہو دانشمندونکا تعویذ جان اس کتاب کا ہر ایک باب ہو یہ دعا بیخبر کی مستجاب ہو۔

عطف مسند

کبھی مسند معطوف ہوتا ہی اور عطف سے تفصیل مسند کی اور اختصار مسند الیہ کا پیدا ہوتا ہی جیسے۔

منشی

توانا ہے وہ آپ اور زورمند	قوی ہے خدا وند پست و بلند

وہ آپ مسند الیہ توانا اور زورمند معطوف علیہ اور معطوف مسند۔

ولہ

گنہگار ہون اور عصیان شعار	ولے تو ہے غفار و آمرزگار

حالی

عدالت کے زیور سے سب تھے مزین	پھلا اور پھولا تھا احمد کا گلشن

غالب

خانہ زاد اور مرید اور مداح	تھا ہمیشہ سے یہ عریضہ نگار

انشا

فیض سحاب فرح سے تھی مزرع امید	گل گل شگفتہ تازہ و شاداب و سبز و نم

مزرع امید مسند الیہ واحد ہی اور شگفتہ و تازہ و شاداب و سبز و نم معطوف علیہ معطوف ہوکر مسند ہین

مومن

تو واحد و بے نظیر و یکتا	تو حاکم و خالق برایا

تو دونون مصرعون مین مسند الیہ ہی اور انکا مابعد مسند ہے۔

تاخیر مسند

مسند جو مسند الیہ سے پیچھے ہوتا ہی تو اُسکی وجہ یہ ہی کہ مسند الیہ کا ذکر نہایت ضرور اور اہم ہوتا ہی جیسا کہ مسند الیہ کے بیان مین مذکور ہوا۔

میرحسن

درختون کے پتے سب جھکتے ہوے	خس و خار سارے جھلکتے ہوے

رند

مرغان باغ بیٹھے ہین تجھ بن مرے ہوے	نرگس کھڑی ہی آنکھون مین آنسو بھرے ہوے

انیس

مطبخ ہے سرد آگ کا ہمین نہین ہے نام	بچے ہولے گرم سے بیتاب ہین تمام

ظفر

کسی نے اُسکو سمجھایا تو ہوتا	کوئی یا تنک اُسے لایا تو ہوتا

معصوم علی

مین سزاوار نار تو ہے نور	مین گنہگار تو خدا اے غفور

تقدیم مسند

کبھی مسند کو مسند الیہ پر مقدم لاتے ہین اور اُسکے مقدم لانے سے کئی طرح کے فائدے حاصل ہوتے ہین۔

(۱) زائد اہتمام اُسکا مقصود ہوتا ہی یعنی اُسکا بیان ضرور و اہم ہوتا ہی تاکہ تقدیم ایسی چیز کی جسکا حق یہ ہی کہ مؤخر ہو اہمیت پر دلالت کرے چنانچہ ۔

ناسخ

طائر روح کو کر دیتے ہین کیونکر بسمل	تیر رکھتے ہین پر یہ وہ نہ کمان رکھتے ہین

چونکہ بے تیر و کمان کے طائر روح کا بسمل کرنا ایک تعجب کی بات ہی اور اُسکا بیان اہم و ضرور تھا اسلیے اُسکو اول بیان کیا اور پر یہ و مسند الیہ کو پیچھے ذکر کیا ۔

میر

شریف مکہ رہا ہے تمام عمر اے شیخ	یہ میر اب جو گدا ہی شراب خانے کا

مدعا یہ ہے کہ زمانہ سابق کی عظمت و قدر بیان کی جائے سو وہ شریف بننے سے پائی جاتی تھی اسواسطے اس کو مقدم کر دیا ۔

ولہ

دوست اُسکو رکھے ہین پیر و جوان	لے گا منت علی محمد خان

مومن

بیٹھین نہ اُسسے یہ کھو لکر بال	رووین نہ یہ منھ پہ دھر کے رومال

غالب

مندگئین کھولتے ہی کھولتے آنکھین ہی ہی	خوب وقت آئے تم اس مرغ گرفتار کے پاس

ولہ

مشہد عاشق سے جا اُگتی ہی کوسون تک حنا	کسقدر یا رب ہلاک حسرت پابوس ہے

ولہ

ہین زوال آمادہ اجزا آفرینش کے تمام	مہر گردون ہے چراغ رہگذار بادیان

نظیر

تا ابد آزاد ہین دام و قفس کے جور سے	بلبل تصویر و طاؤس خیال آئنہ

ذوق

ٹھانی تھی دل مین اب نہ کسی سے ملینگے ہم	پر کیا کرین کہ ہو گئے ناچار جی سے ہم

جب ایک چیز مین دو وصف موجود ہون اور سامع سمجھے کہ یہ شی ایک ہی صفت رکھتی ہے نہ دو

یہانتک کہ جائز سمجھے کہ یہ دونوں وصف خارج میں متعدد چیزوں کے ہیں پس جس صفت کو سامع جانتا ہو اور بحسب زعم متکلم کے طالب اس بات کا ہو کہ دوسری صفت کا حکم اوسپر لگائے گا ایسے موقع پر واجب ہے کہ اُسی لفظ کو مقدم کریں مگر کسی نکتے کے واسطے چنانچہ اہتمام شان مسند وغیرہ اور یہ اس مثال سے روشن ہو سکتا ہے۔

سوز

سر قد و نہیں دیکھتے ہیں اپنی ان آنکھوں سے ہم	یہ برادر یہ پدر یہ خویش یہ فرزند ہیں

پس اگر مخاطب مشار الیہ کو جانتا ہو مگر یہ نہ جانے کہ یہ برادر ہے یا کوئی اور اسی طرح یہ نہ جانے کہ یہ پدر ہی یا کوئی اور اور یہ نہ جانے کہ یہ خویش یا فرزند ہی یا کوئی اور تو اس موقع پر کلمہ یہ مقدم ہوگا اور اگر برادر اور پدر اور خویش اور فرزند کو تو جانے مگر یہ نہ جانے کہ برادر اور پدر اور خویش اور فرزند یہی ہیں یا کوئی اور اس موقع پر برادر اور پدر اور خویش اور فرزند کو مقدم کرینگے اور یہ کو مؤخر۔

محمد اسمعیل

عجب قدرتی شامیانہ ہے یہ	نظر کی پہونچ کا ٹھکانا ہے یہ

سامع یہ تو جانتا ہے کہ سر پر نیلی نیلی ایک شئے موجود ہی مگر اسکا قدرتی شامیانہ ہونا نہ جانتا تھا اسلیے اُس شئے کو مقدم کرکے یہ کو مؤخر کیا۔

گویا

سر قلم کیجیے ادا ہے یہ	اپنی قسمت کا بس لکھا ہے یہ

معشوق سر کاٹنا تو جانتا تھا مگر یہ نہ جانتا تھا کہ سر کاٹنا ادا ہے اسلیے ادا کو مقدم کرکے یہ کو مؤخر کردیا

ولہ

قد جانان نہیں قیامت ہے	زلف جانان نہیں بلا ہے یہ

سامع معشوق کی زلف کو تو جانتا تھا مگر اُسکا بلا ہونا نہ جانتا تھا اسلیے بلا کے ذکر کو مقدم کرکے یہ کو مؤخر کیا

(۲) تفاول کے لیے مسند کو مقدم کرتے ہیں تاکہ مخاطب اول ہی سے اُس شئے کو سُن لے جو اُسکو خوشی پہونچائے گی۔

ناسخ

شُدے نامہ برآکے در پہ دستک	پہونچے مجھے مکتوب یکا یک یارب

مخفی تفاول کے لیے دونوں مصرعوں کی ترکیبوں کو بدل دیا در اصل یوں کہنا چاہیے تھا کہ

نامہ بر در پر آکے دستک دے اور مکتوب یکایک پہونچے مگر تفاول کے لیے مسند کو مقدم کر دیا۔

ولہ

بر آئے ترے قدم کی دولت | اُمید اُمیدوار قاصد

ولہ

آئے یارب جلد در پہ نامہ بر | دے مجھے مکتوب دلبر نامہ بر

محمد اسمعیل

تھی قحط سے پائمال خلقت | اُس منھ سے ہوئی نہال خلقت

تفاول کے لیے خلقت اُس منھ سے نہال ہوئی کو یون کر دیا اُس منھ سے ہوئی نہال خلقت

مومن

مسرور ہوئی تمام خلقت | ہر کوچے بجی خوشی کی نوبت

میر حسن

اُسی سال مین یہ تماشا شگوفہ | رہا حمل اک زوجۂ شاہ کو

گئے نو مہینے جب اُسکو گذر
ہوا گھر مین شہ کے تولد پسر

انشا

مجھ سے سنکھ ہو کہا دولت بیدار ہو تمین | خواب غفلت سے بسل ب چونک گلے میرے لپٹ

مقصود بالتمثیل لفظ دولت بیدار ہی۔

رند

آن پہونچا وعدۂ دیدار یار | مژدہ باد اے عاشقان باوفا

سودا

ہے خوشی نام مرا مین ہون عزیز دلہا | نہ لگے شوق مین جسکے کبھی شائق کی پلک

امیر

ہے مبارک فال کوئی ہونے والی ہی خوشی | ہر چراغ لالہ جوش رنگ سے ہی گل فشان

داغ

کیا جوان بخت جوان سال ہوا ہی عالم | فلک پیر بھی کھاتا ہی جوانی کی قسم

ولہ

ترقی پر مرا طالع بلندی پر مرا اختر
ہوئی معدوم میرے بخت کی اترونکی نگونساری

تلافی ہو گئی عسرت کی عشرت ہو گئی قسمت
مبدل ہو گئی آسانی سے میری دشواری

(۴۲) کبھی بُرائی کے اظہار مین جلدی مقصود ہوتی ہے اسلیے مسند مقدم کیا جاتا ہے جیسے

خوشتر

مشعبد ہے عجب یہ پیر گردون
کہ ہر دم اسکی ہے صورت دگرگون

جفا پیشہ ستمگر فتنہ خو ہے
برائے رنج ہر کس حیلہ جو ہے

مشعبد اور جفا پیشہ اور ستمگر اور فتنہ خو خبر مقدم ہے اور غرض اس سے فلک کی بُرائی بیان کرنے مین تعجیل مقصود ہے۔

ولہ

اگرچہ پیر ہے لیکن ہے بے پیر
ہمیشہ منقلب ہے اسکی تدبیر

کسی کا خوش نہین آتا ہے عیش
برائے جنگ پھرتا ہے لیے جیش

مومن

کوئی اس دور مین جیے کیونکر
ملک الموت ہے ہرا یک بشر

قادر

خوش ہون دولت دُنیا سے زمانے والے
روئینگے صورت فوارہ خزانے والے

سودا

اک قصہ مین سُنا تھا مرے سے یہ قضا را
بیت الخلا گیا تھا مرزا علی پیارا

نسیم

زنبور سیاہ خال اُس کے
برگد کی جٹائین بال اُس کے

زنبور سیاہ مسند ہے اور خال اُسکے مسند الیہ اور برگد کی جٹائین مسند ہے اور بال اُسکے مسند الیہ مسندونکی تقدیم یہان بُرائی کے اظہار مین تعجیل کی غرض سے ہے۔

مومن

خرس کی پشم اشعار خمیدہ
سخت غبار آلا تہ و لیدہ

ہدایت اللہ شیدا

اچھے نہیں لگتے نہیں یہ دسنگ تمھارے	بگڑے ہوے آتے ہین نظر تنگ تمھارے

(۴) کبھی مسرت مین تعجیل مقصود ہوتی ہے جیسے۔

انیس

پہونچے انھین لیکر جو وہ ظالم سر دربار	خدام نے کی عرض کہ حاضر ہین گنہگار

چونکہ صاحبزادگان حضرت مسلم کی گرفتاری مین کدتھی اسلیے دربار مین لیجا کر اُنکے حاضر ہونے کو پہلے ذکر کیا تاکہ گرفتار کرانیوالا جلد مسرور ہوجائے۔

میر حسن

خواصون نے خواجہ سراؤن نے جا مبارک تجھے اے شہ نیک بخت	وہین نذرین گذرانیان اور کہا کہ پیدا ہوا وارث تاج و تخت

چونکہ مسرت مین تعجیل مقصود تھی اس لیے پیدا ہوا کو جو مسند ہی اول بیان کیا اور وارث تاج وتخت کو جو مسندالیہ ہی پیچھے ذکر کیا اور یہی وجہ لفظ مبارک کی تقدیم کی ہی۔

(۵) یا مسند کو مقدم کرنے سے سُننے والے کو مسندالیہ کا شوق دلانا مقصود ہوتا ہی کیونکہ مسند مین طول ہوتا ہی اسلیے کہ وہ مسندالیہ کے وصف پر مشتمل ہوتا ہی پس یہ طول سُننے والے کے نفس مین کر مسندالیہ کیطرف شوق پیدا کرتا ہی اسلیے مسندالیہ کو نفس مین وقعت اور قبولیت حاصل ہوتی ہی کیونکہ جو چیز طلب کے بعد حاصل ہوتی ہی اُسکو بہ نسبت اُسکے جو بلا تکلیف حاصل ہوجائے زیادہ عزت حاصل ہوتی ہی۔

غالب

جام جہان نما ہے شہنشاہ کا ضمیر	سوگند اور گواہی کی حاجت نہین مجھے

جام جہان نما بترکیب اضافی مسند مقدم ہی اور شہنشاہ کا ضمیر بترکیب اضافی مسندالیہ موخر۔

رشک

سامنے چشم تصور کے ہین او خانہ خراب	تری آنکھین تری پلکین ترے خمدار ابرو

شیدا

منھ لگے ہین ترے رسا ہین بال	سر چڑھے ہین بُری بلا ہین بال

غلام مصطفی فروغ

تجھپہ پڑتی ہی یار سب کی آنکھ	چشم بد دور ہے غضب کی آنکھ

حیدر علی صفیر

کوئی تسخیر ہی افسون ہی یا اعجاز آنکھوں ہین	لبھا لیتا ہے دلکو وہ بت طناز آنکھوں ہین

لبھا لیتا ہی خبر مقدم ہی اور وہ طناز مسند الیہ موخر ہی۔

منشی

کان اُس شوخ کے بھر دین تو عجب کیا ایدل	گوش جاناں کے قرین رہتے ہین اکثر گیسو

اُس شوخ کے کان بھر دین اور گوش جاناں کے قرین رہتے ہین مسند مقدم اور گیسو مسند الیہ موخر مسند کو یہان مقدم اسلیے کیا ہی کہ سامع کو مسند الیہ کے سُننے کا شوق پیدا ہو کہ یہ کسکا ذکر ہی اور جب معلوم ہوا کہ یہ گیسو کا بیان ہی تو لذت حاصل ہوئی

آرائش محفل

خوش آیندہ ہے نکہت رائے بیل	ہے بزم مین اُس سے نت ریل پیل

خوش آیندہ مسند مقدم ہی اور نکہت رائے بیل مسند الیہ موخر۔

قائم

دو چیز ہین یادگار دوران	تیر استم اپنی جانفشانی

پہلا مصرع مسند مقدم ہی اور دوسرا مسند الیہ موخر۔

حضرت شاد

آئنہ بھی ہی تو ہی شخص تو ہی عکس تو ہی	اصل مین ایک ہین سب تیری قسم غیر نہین

آئنہ اور شخص اور عکس مسند مقدم ہین اور مخاطب مسند الیہ موخر۔

محشر

ہم ترے کوچے مین سب چھوڑ کے تنہا بھاگے	دل و دین صبر و خرد طاقت و آرام تمام

امانت

ہے جو سرگرم سلیمان جہان باد و نبر	ٹوٹے پڑتے ہین پریزاد پریزادون پر

تنبیہ جو قواعد و فوائد ہمنے مسند الیہ اور مسند کے باب مین ذکر کیے ہین جیسے تعریف اور تنکیر اور تقدیم اور تاخیر اور اطلاق اور تقئید اور ابدال اور تاکید اور عطف اور ذکر اور حذف یہ انہی دونون کے ساتھ مخصوص نہین ہین بلکہ جو کوئی ماہر سخن غور و خوض کرے گا تو اُسے معلوم ہو جائے گا کہ یہ چیزین مفعول بہ اور حال اور تمیز اور مجرور اور مضاف الیہ مین بھی واقع ہو سکتی ہین۔

چوتھا باغ متعلقات فعل کے بیانمین

بطور تمہید کے یاد رکھنا چاہیے جو کہ صلاحیت مسند ہونے کی رکھے اور معنی مستقل پر دلالت کرے اور علاوہ معنی مصدری کے جو کہ اُسکے جوہر مین ہین تین زمانون مین سے کوئی زمانہ اُسکے ساتھ پایا جائے وہ **فعل** ہے اور ہر فعل کے لیے ضرور ہے کہ کوئی اُسکا فاعل یعنی کرنیوالا ہوے پس اگر فعل صرف فاعل ہی کو چاہے اور فاعل کے سوا اور چیز کا محتاج نہو تو اُسے **لازم** کہتے ہین جیسے احمد آیا اس مثال مین آیا فعل احمد فاعل ہے فعل آنے کا احمد پر تمام ہوا جو کہ فاعل فعل تھا اور اگر فاعل کے سوا متعلق کا محتاج ہو (اور متعلق لام کے فتح سے وہ شے ہے کہ فاعل کا فعل اُسپر واقع ہو یا بنزلے واقع ہونیکے ہو اور واقع ہونا فعل کا یا بنزلے واقع ہونیکے ہونا مفعول پر ہوتا ہے) تو اُسکو **متعدی** کہتے ہین جیسے احمد نے اپنے بھائی کو مارا پہلے نسے معلوم ہوا کہ فاعل کو متعلق فعل کا نہین کہہ سکینگے اور اسی واسطے فاعل کے حق مین کہتے ہین کہ فعل اُس سے سرزد ہوا یا اُسکے ساتھ قائم ہے یا اُسکی طرف مسند ہے اور یون نہ کہینگے کہ اُس سے متعلق ہے اور یہ بات اصطلاح کی رو سے ہے نہ لغت کی رو سے اور ہمارا یہ کہنا کہ بنزلے واقع ہونیکے ہو اسلیے ہے کہ احمد فیروز کو لیگیا یا احمد فیروز کو نہ لے گیا یا احمد نے یہ بات کہی تینون چیزین تعریف مین داخل ہین پہلی مثال مین وقوع فعل کا فیروز پر ظاہر ہے اور دوسری مثال مین فعل لیجانے کا خود واقع نہین ہوا کیونکہ اُسکی نفی کی گئی ہے بلکہ قائم مقام واقع ہونیکے ہے اس سبب سے کہ اگر فعل مثبت ہوتا ہے تو یون کہتے ہین کہ فعل اُسپر واقع ہوا اور جب نفی کا حرف فعل پر لاکے تو وہ فعل منفی ہو گیا اور باعتبار تاویل کے یون کہا گیا کہ فعل منفی اُسپر واقع ہے اور تیسری مثال مین کہنا بات کا ہے نہ کہنے کا واقع کرنا بات پر لیکن اُسکو بھی از روے تاویل کے وقوع سے تعبیر کرتے ہین اور فاعل اُسکو کہتے ہین جسکی طرف فعل کی اسناد بطور قیام کے کی جائے مراد اسناد سے یہ ہے کہ فعل قائم ہو فاعل کے ساتھ اور کہین کہ یہ فعل فلان شخص نے کیا ہے وہ کرنیوالا فاعل کہلائیگا **مفعول بہ** وہ ہے کہ جسپر فاعل کا فعل واقع ہوا ہے یا قائم مقام واقع کرنے کے ہے بعض فعل دو مفعولونکو چاہتے ہین جب فعل اپنے فاعل کی طرف منسوب ہوتا ہے تو اُسے نسبت کہتے ہین اور اگر کسی اور کی طرف منسوب ہوتا ہے تو **تعلق** بولتے ہین جیسے فعل متعدی کا تعلق مفعول بہ سے ۔ ہر فعل کو فاعل سے ناگزیر ہے کیونکہ پیدا ہونا کسی امر کا بدون پیدا کرنیوالے کے محال ہے مگر اتنا فرق ہے کہ فعل معروف کا فاعل معلوم ہوتا ہے اور فعل مجہول کا نامعلوم یہان مفعول بہ کو فاعل کا قائم مقام کرکے فعل کی اسناد اُسکی طرف کر دیتے ہین جسکو **مفعول مالم یسم فاعلہ** کہتے ہین ۔

کبھی ایک اسم ظاہر کی طرف دو فعل مسند ہوتے ہین اسے **باب تنازع** کہتے ہین اور تنازع
چار حالتون سے خالی نہین۔

(۱) دونون فعل چاہتے ہون کہ اسم ظاہر اُنکا فاعل ہو مثلاً۔

ذوق

اُڑتی ہو زیر برقعہ فانوس تاک جھانک | پروانے سے ہے شمع برابر لگی ہوئی

فعل کرتی ہو اور لگی ہوئی کا فاعل شمع ہو اور یہ دونون فعل چاہتے ہین کہ شمع ہمارا فاعل بنے۔

رند

زُلف اُس مہ کی دکھالایا | دل مری جان پہ بلا لایا

فعل دکھالانے اور بلالانے کا فاعل دل ہو۔

بیخود

اُڑ کر ہوا سے آتی ہے ہردم عذار پر | منہ چڑھتی ہو ترے نہ کہین منہ کی کھلئے زلف

اُڑ کر آتی اور چڑھتی اور کھلئے کا فاعل زلف ہو۔

ظفر

اہے ظفر جامۂ گُل پر نکرے ناز کبھی | دیکھے رنگین اگر اُس شوخ کی پوشاک بہار

(۲) دونون فعل چاہتے ہون کہ اسم ظاہر اُنکا مفعول ہو۔

منشی

مرے ملک سے خصم کو دور کر | الم سے چھُڑا مجکو مسرور کر

چھُڑا اور کر یہ دونون فعل یہ چاہتے ہین کہ مجکو ہمارا مفعول بنے۔

ذوق

مقدر ہی پہ گر سود و زیان ہے | تو ہمنے یان نہ کچھ کھویا نہ پایا
نظیر اُس کا کہان عالم مین اے ذوق | کہین ایسا نہ پائے گا نہ پایا

شعر اول مین کھویا اور پایا دو فعل ہین اِن دونون کا مفعول کچھ بمعنی کوئی چیز ہو اور دوسرے شعر مین نہ پائیگا اور نہ پایا دو فعل ہین اور اُنکا مفعول نظیر ایک ہو۔

(۳) پہلا فعل چاہتا ہو کہ اسم ظاہر میرا فاعل ہو اور دوسرا فعل چاہتا ہو کہ اسم ظاہر مذکور میرا مفعول ہو جیسے۔

ناسخ

| ترے ناخن کی برابر ہوسکے کیا ماہ رو | حسن مین کرتا ہی مدھم یہ ستارا چاند کو |

چاند ہوسکے کا فاعل ہی اور کرتا ہی کا مفعول۔

غالب

| وفاداری بشرط استواری اصل ایمان ہی | مرے تبخانے مین تو کعبے مین گاڑون برہمن کو |

مرے کا برہمن فاعل ہی اور گاڑون کا مفعول۔

آصف

| ہوتا چلا ہے رنگ گلابی نقاب کا | چھپتا ہے کب چھپائے سے چہرہ عتاب کا |

چہرۂ عتاب چھپتا ہے کا فاعل ہی اور چھپائے کا مفعول ہی۔

امیر

| جلتے ہین مجھسے جان و دل و سینہ و جگر | چارون طرف ہی آگ بجھاؤن کہان تلک |

آگ محل تنازع مین ہی کیونکہ اپنے جملے کا مبتدا ہی اور بجھاؤن کا مفعول ہی۔

(۳) پہلا فعل یہ چاہے کہ اسم ظاہر میرا مفعول ہو اور دوسرا فعل اُسکی فاعلیت کی خواہش کرے چنانچہ

احسان رامپوری

| کھا تو لین ہجر مین گر ڈر ہے | زہر قاتل شکر نہو جائے |

زہر قاتل کھالین کا مفعول ہی اور شکر نہو جائے کا فاعل ہی۔

گویا

| پھینکدیگا ہاتھ سے اپنے اگر گل کرکے یار | مرکے بل گر کر کرے گی سجدۂ شکرانہ شمع |

گل کرکے پھینکدینے کا شمع مفعول ہی اور سجدہ کرنیکا فاعل۔

مرزا کاظم حسن

| یہی اک رند باقی تھا صد افسوس | خدا بخشے حسن نے بھی قضا کی |

حسن بخشے کا مفعول ہی اور قضا کی کا فاعل۔

آصف

| کشتے کو لینے قاتل دے ہاتھ سے جو لینے | خلعت سے ہو زیادہ اُسکو کفن مبارک |

کفن محل تنازع مین ہو کہ دے کا مفعول بھی ہی اور اپنے جملے کا مبتدا بھی واقع ہوا ہی۔

داغ

بات کی شاخ مین بھی آج ہے وہ استحکام
توڑنا چاہین تو توڑین نہ کبھی قول و قسم

قول و قسم توڑنا چاہین کا مفعول ہین اور توڑین کا فاعل۔

درد

دیدہ و وا دیدہ ہوئی دور سے میری اُسکی
پر جو مین چاہے تھا وہ بات نہونے پائی

بات چاہے کا مفعول ہو اور نہونے پائی کا فاعل۔
اِن صورتون مین تنازع کا رفع کرنا اگرچہ فعل اول و ثانی دونونکے عمل دینے کے ساتھ بالاتفاق جائز ہے
مگر اختلاف اختیار مین ہو چنانچہ بعض فعل ثانی کو عمل دیتے ہین جیسے ان شعرونمین۔ ۵

تیرے ناخن کی برابر ہو سکے کیا ماہرو
حسن مین کرتا ہو مدھم یہ ستارا چاند کو

ولہ

وفاداری بشرط استواری اصل ایمان ہو
مرے بتخانے مین تو کعبے مین گاڑو ن برہمن کو

فعل ثانی کو عمل دیا ہو یعنی علامت مفعول کی آئی ہو اور فعل اول مین فاعل کی ضمیر ہو اور اضمار
قبل الذکر اُردو مین جائز ہے۔ اسی قبیل سے ہے۔

امیر

تڑپ کے رو گئے اُس محفل مین دونو نے کیا رسوا
دل نادان کو سمجھاتے کہ چشم تر کو سمجھاتے

سہیل

ضد سے عاشق کی یہ ہر بار اُلجھ جاتے ہین
کہد و مشاطہ سے گیسو کو نہ سلجھائے بہت

اور بعض فعل اول کو عمل دیتے ہین اور فعل ثانی کے واسطے ضمیر لاتے ہین مثلاً

نادر

خاک شہید ناز سے جتنا اُٹھا غبار
قشقہ لگانے کو ترے سیندور ہو گیا

فعل اول یعنے اُٹھا کو عمل دیا جائے گا اور دوسرے مصرع مین ہو گیا کیلیے ضمیر لائی جائیگی یعنی وہ سیندور ہو گیا۔

برق

بحر عالم مین رہی کشتی اُمید تباہ
دم بدم موج حوادث نے تپانچہ مارا

مقصود بالتمثیل لفظ کشتی اُمید ہے۔
یاد رکھو کہ فعل کو مفعول بہ کے ساتھ ذکر کرنا ایسا ہے جیسا کہ فاعل کے ساتھ اُسکو ذکر کرنا اسلیے کہ فعل کے ساتھ

فاعل یا مفعول بہ کو ذکر کرنے سے سامع کو یہ معلوم ہو جاتا ہی کہ اس فعل کو فاعل و رمفعول کے ساتھ تعلق ہے فاعل کے ساتھ تو اسوجہ سے تعلق ہی کہ فعل اُسکی ذات سے وقوع مین آتا ہے اور مفعول بہ کے ساتھ اسلیے تعلق ہی کہ اُسپر واقع ہوتا ہے جیسے احمد بخش نے عبد اللہ کو مارا احمد بخش سے مارنے کا فعل وقوع مین آیا ہی اسلیے وہ فاعل ہی اور عبد اللہ پر یہ فعل واقع ہوا ہے اس لیے وہ مفعول بہ ہے۔ اور فعل کے ساتھ ان دونونکے ذکر کرنے سے یہ غرض نہین ہوتی کہ فعل فی نفسہ واقع ہوا یا ثابت ہی بغیر اسکے کہ یہ معلوم ہو کہ کس سے وقوع مین آیا اور کس پر واقع ہوا پس جب فاعل اور مفعول کو فعل کے ساتھ ذکر کرتے ہین تو یہ غرض ہوتی ہی کہ فعل اُس سے واقع ہوا ہی اور اسپر واقع ہوا ہی ایسا کبھی نہین ہوتا کہ ان دونون کا صرف جاننا منظور ہو یا صرف فعل کا وقوع اور ثبوت مقصود ہو اگر اس بات کا افادہ منظور نہو کہ فعل کس سے واقع ہوا اور کس پر واقع ہوا تو یہ کہا جائے کہ مارنا وقوع مین آیا یا مارنا پایا گیا یا مارنا ثابت ہوا اور فاعل و مفعول کا ذکر چھوڑ دیا جائے کیونکہ جب اُن کا جاننا منظور نہین تو اُنکا ذکر عبث ہی۔

پس اگر فعل متعدی کے ساتھ مفعول مذکور نہو اور غرض صرف یہ ہو کہ فعل کا فاعل کے لیے ثابت ہونا یا نہ ثابت ہونا معلوم ہو جائے تو فعل متعدی کو بمنزلے لازم کے بنا لیتے ہین۔

اور حذف مفعول کی دو صورتین ہین ایک یہ کہ اُسکو مقدر بھی ماننے کی ضرورت نہو کیونکہ مقدر مذکور کی طرح سمجھا جاتا ہی کیونکہ قرینہ اُسکے وجود پر دلالت کرتا ہی اور سامع جسطرح ترکیب مین صریح مفعول کو سمجھتا ہے اسیطرح دلالت قرینہ سے بھی مفعول مقدر کو سمجھ لیتا ہی پس ایسے فعل متعدی کو مفعول مقدر سے کچھ تعلق کی احتیاج نہین ہوتی جیسے لفظ لو شعر ذیل مین۔

	وحید	
لو آمد اسد کا تلاطم سنو بس اب		مضطر زمین ہی خوف سے لرزان ہے فوج سب
	ولہ	
میدان مین لو وہ آگیا نیزہ سیلے قلم		اُلٹی وہ فوج وادی قرطاس مین بہم
	ہاتفی	
جوڑے کی اُس پری کے گرہ آج وا ہوئی		لو اور شام تک تو قیامت بپا ہوئی
	ذوق	
پیش دشمن نگذرد حق سے نہین سانچ کو آنچ		دیکھا ہی آتش نمرود گلستان خلیل

دیکھو کو یہان مفعول کی احتیاج نہین صرف تنبیہ کیلیے ہی۔ اسی قبیل سے ہی دیکھو شعر ذیل مین۔

وحید

دیکھو جو تھم نہ جاوہ نہ زندہ رہےگا آج	کچھ رنگ کہہ رہا ہے کہ یان خون بہیگا آج

ظفر

نہین دیکھ بہتر ستانا کسی کا	کڑھانا کسی کا کڑھانا کسی کا

غالب

کہان تلک کہون ساقی کہ لا شراب تو دے	نہ دے شراب ڈبو کر کوئی کباب تو دے

لا کے لیے مفعول مطلوب نہین ظاہر ہی کہ ان تمام افعال مذکورہ کے ساتھ کوئی مفعول مذکور نہین ہے اور نہ ہم مقرر کر سکتے ہین کہ انکا مفعول ہے پس لا بدیہی کہنا پڑتا ہے کہ یہ فعل صرف مخاطب کے متوجہ کرنے اور حوصلہ دلانے اور سست کو ہوشیار کرنے کے لیے آتے ہین مفعول کی ضرورت نہین

دوسری صورت حذف مفعول کی یہ ہے کہ وہ عبارت مین مقدر ہو اور فعل کا تعلق مفعول غیر مذکور سے لابد ہو اور اس مفعول مقدر کے لیے دو شرطین ہین ایک یہ کہ اُسکے متعین کرنے کے واسطے کوئی قرینہ موجود ہو دوسری شرط یہ ہے کہ اُس کے حذف کرنے کے لیے کوئی غرض بھی ہو پس تفصیل اغراض کی یہ ہے۔

(۱) مفعول کو اس وجہ سے حذف کر دیتے ہین کہ ابہام کے بعد اُسکا بیان کیا جاتا ہے اور خفا کے بعد اُسکو ظاہر کیا جاتا ہے اور یہ اکثر فعل چاہنے اور ارادہ کرنے اور کہنے اور فرمانے اور پسند کرنے اور محبت کرنے مین محذوف ہوتا ہے بشرطیکہ یہ افعال شرط واقع ہون پس شرط مین مفعول کو مخفی رکھکے جزا مین کھولدیتے ہین پس یہ جزا اُسپر دلالت کرتی ہی اور اُس کو بیان کر دیتی ہے مثلاً اگر کہیے تو مین کل آؤن۔ اگر فرمائیے تو مین کھانا لاؤن۔ مین اگر چاہتا تو چلا جاتا۔ اگر مین پسند کرونگا تو تمکو پڑھاؤنگا یعنی اگر آنے کو کہیے اور اگر کھانا لانے کو فرمائیے اور اگر مین چلا جانا چاہتا اور اگر مین تمکو پڑھانا پسند کرونگا۔ ظاہر ہے کہ مبہم ہونیکے بعد بیان زیادہ موثر ہوتا ہے۔

محشر

اگرتے ہوے گردونکو تو چاہے تو سنبھالے	تجھ سا نکوئی صاحب اوسان سنا ہے

یعنی اگر تو گرتے ہوے گردونکو سنبھالنا چاہے تو سنبھالے جب چاہے فعل ذکر ہوا تو سامع نے جانا کہ کوئی ایسا مفعول ہے جو چاہنے سے متعلق ہے جب جواب شرط مین کہا سنبھالے تو سامع کو معلوم ہو گیا کہ وہان سنبھالنا محذوف ہوا ہی پس سنبھالے جزا سے توضیح مفعول کی ہو گئی۔

	مومن	
بعد یک چندے گر خدا چاہے		مین ہون اور تیرے در کی دربانی

یعنے اگر خدا مجھسے تیرے در کی دربانی کرانا چاہے تو مین ہمیشہ تیرے در کی دربانی کرتا رہونگا ۔

	المولفہ	
جو فرماؤ تو دکھلا دون تماشا تمکو رونے کا		گمان رہوے نہ صاحب کو مری پنبہ دہانی کا

یعنے جو رونے کے لیے فرماؤ الخ ۔

(۲) اس توہم کے دفع کرنے کے واسطے حذف کر دیتے ہین کہ سامع پہلے سے اُس چیز کا ارادہ نکرے جو مراد نہین ہی یعنے اُسکے حذف سے یہ مقصود ہوتا ہی کہ سامع یہ نہ خیال کرے کہ اہم بیان کرنا اسیکا ہی بس جبکہ اسکو حذف کر دیتے ہین تو اسکی اہمیت جاتی رہتی ہی جیسے ۔

	امانت	
وہ سوختہ ہون مین کہ نہ پاوینگے بعد مرگ		سگہائے کوے یار مرے استخوان تلک

یعنی گوشت کو ہڈی تک نہ پاوینگے پس گوشت جو مفعول بہ ہی اُسکو حذف کر دیا ہی اسلیے کہ اگر اُسکو ذکر کیا جاتا تو سامع کو ما بعد کے ذکر سے قبل یہ شبہ ہوتا کہ سگہائے کوے یار ہڈی کو پاوینگے پس ہڈیان نہ جلی ہونگی بلکہ گوشت کا کچھ حصہ جلا ہوگا اور اس سے یہ ثابت ہوگا کہ آتش عشق نے اسمین پورا اثر نہین کیا اور یہ نقصان ہی جو عاشق کامل کی شان سے بعید ہے اور جب یہ کہا کہ ہڈی تک نہ پاوینگے اور گوشت کا ذکر اُڑا دیا تو اس توہم کی گنجائش نرہی کیونکہ کوئی چیز جب کسی چیز مین حائل ہو تو بغیر اُس حائل کے جلے دوسری چیز تک آنچ نہین پہونچ سکتی پس معلوم ہوا کہ آتش عشق جب تک گوشت کو نہ جلالیگی ہڈی تک نہین پہونچ سکتی مولف کے یہ شعر بھی اسی قبیل سے ہین ۔ ۵

شعلۂ عشق سے عشاق نہین ہین واقف		پھونک دیتا ہی وہ اک دم مین خس و خار تلک
ایک ساغر کے لیے پیر مغان سے کہدو	ولہ	تسبیح رکھتا ہے گرو جبہ و دستار تلک
اے چشم تو نے رو رو کے فرقت مین رات دن		آخر بہا دیے مرے لخت جگر تلک

(۳) اسلیے حذف کرتے ہین کہ اُس محذوف کا ذکر دوبارہ دوسرے محل پر دوسرے فعل کے ساتھ مقصود ہوتا ہی پس اسواسطے پہلے فعل کے ساتھ اُسکو ذکر نہین کرتے دوسرے کے ساتھ ذکر کرتے ہین اگر پہلے کے ساتھ ذکر کر دیا جاتا تو دوبارہ فعل اُسکی ضمیر پر واقع کرنا پڑتا اور چونکہ دوسرے فعل کے اُسپر واقع کرنیکا نہایت قصد و اہتمام ہوتا ہے اسلیے متکلم اس امر پر راضی نہین ہوتا کہ پہلے فعل کے ساتھ اُسکو ذکر کرکے

دوبارہ دوسرے فعل کو اُسکی ضمیر پر واقع کرے گو ضمیر اُسی سے کنایہ ہوتی ہے جیسے کہین مین نے بہت ڈھونڈھا مگر سخاوت و شجاعت مین کہین آپکا نظیر نہ پایا یعنی مین نے بہت کچھ آپکے نظیر کو ڈھونڈھا پہلے فعل کے ساتھ نظیر کو نہ لائے اگر اُسکے ساتھ ذکر کیا جاتا تو آگے یون کہنا پڑتا مگر مین نے اُسکو کہین نہ پایا اور اس سے وہ غرض فوت ہو جاتی جو یہان مدّ نظر تھی ـــ

	میر	
تھا کرم پہ اُسی کے شرب مدام		میرے اعمال آہ مت پوچھو
تم بھی لے ما لکان روز جزا		بخشدو اور گناہ مت پوچھو

یعنے بخشدو گناہ پس بخشدو کا مفعول کہ گناہ ہے حذف کر دیا کیونکہ اسکو دوسرے فعل کا دوسرے مقام مفعول بنانا منظور تھا اور وہ مت پوچھو ہے اگر پہلے لے آتے تو دوسرے فعل کو ضمیر پر واقع کرنا پڑتا جس سے غرض فوت ہوتی اور پوچھنے کی غرض نہی کا صریح لفظ گناہ پر واقع کرنا تھا پس اگر صریح لفظ گناہ پر بخشدو کے فعل کو واقع کر دیتا تو مت پوچھو کے فعل کو گناہ کی ضمیر پر راجع کرنا پڑتا اور غرض یہ نہ تھی کیونکہ قائل کو اپنے گناہوں کی معافی مین انتہا درجے کی تاکید منظور ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اُنکی پرسش ہی نہو جو معافی سے بھی بڑھکر ہے اس صورت مین نرے گناہ کا تو ہم بھی باقی نہین رہ سکتا اگرچہ ضمیر سے بھی یہ بات حاصل ہو سکتی تھی مگر جو مبالغہ معافی مین صریح لفظ گناہ پر مت پوچھو کا فعل واقع کرنے مین ہے وہ ضمیر پر واقع کرنے مین نہین ہو سکتا

	سودا	
مولوی جی سے اب کوئی جاکے مرا پیام دو		کتنے کہا کہ یہ غزل پڑھنے کو اذن عام دو
لکھ لکھ لے سے ہر ایک کو صبح سے تابہ شام دو		مجھسے جو پوچھو شعر ہی کہنے کو انصرام دو
	گھوڑے کو دو ندو لگام منھ کو ذرا لگام دو	

پانچوین مصرع مین دو ندو لگام مین ندو گے بعد لگام کو ذکر کیا اسلیے کہ اگر دو کے بعد ذکر کرتا تو غرض فوت ہو جاتی اور وہ یہ ہے کہ ندینے کا ایقاع صریح لفظ لگام پر ہو کیونکہ اس مین مخاطب کی مذمت زیادہ ثابت ہوتی ہے اگر ضمیر ذکر کرتا تو اسمین یہ بھی احتمال تھا کہ شاید دوسری شی کی طرف پھرتی ہو اور اگرچہ معنی مراد مقام کی وجہ سے متعین ہو سکتے تھے مگر مبالغہ ہجو مین اسکے مناسب تھا کہ ندو کا واقع کرنا صریح لفظ مفعول پر ہوتا ـ

	انیس	
مجھ سے یہ نہو دیگا کہ امت کو مٹا دون		اللہ سزا دیگا مین کیا اُنکو سزا دون

اللہ سزا دیگا کا مفعول بھی اُن کو ہے مگر اس کو یہان حذف کرکے دوسرے فعل کے بعد اُسی فائدے کی غرض سے ذکر کیا ہے۔

ولہ

کہتے تھے اعدا کہ بچے بھی علیؑ کے شیر ہین | جب بڑھاتے ہین تو پھر پیچھے قدم رکھتے نہین

یعنی جب قدم بڑھاتے ہین تو پھر اُسکو پیچھے نہین رکھتے دیکھو پہلے فعل کے ساتھ مفعول کو ذکر نہین کیا

شایان

تمنا ہے یہی دے بے تشویش و پیچ | پلا دو آتشہ تا دور ہو رنج

دے کے بعد دو آتشہ کو ذکر نکیا پلا کے بعد ذکر کیا اُسی نکتے کے واسطے۔

(۴) مفعول کے حذف سے تعمیم اختصار کے ساتھ مطلوب ہوتی ہی اگرچہ صیغہ عموم کے ساتھ مفعول کو ذکر کرنے سے بھی تعمیم حاصل ہوسکتی ہے مگر اس صورت مین اختصار فوت ہوتا ہے۔

مثنوی قضا و قدر

آنے کو محتاج نہ جانے دیا | اُسنے دیا اُس کو خدا نے دیا

یعنے اُسنے عموماً تمام آنے والونکو دیا پس اس مثال مین عموم بطور مبالغہ کے مقصود ہی کیونکہ مقام مبالغہ کا ہے

احسان شاہجہان پوری

گئی ہین عرش تک آہین نیاز مندونکی | ہو سنی نہ تم ہین نے خدا کے بندونکی

یعنے خدا کے بندونکی کوئی فریاد نہ سُنی یہان عموم بطور مبالغے کے مقصود ہی۔

مہابھارت منظوم

عنایت کیے فضل سے وہ کمال | نمایان ہوئی قدرت ذوالجلال

یعنی تمام بندون کو فضل و کمال عنایت کیے پس مثال اول و دوم عموم کا فائدہ مبالغۃً دیتی ہے اور مثال سوم تحقیقاً یہ فائدہ بخشتی ہی۔ مثال ذیل مین بھی تعمیم کے لیے مفعول محذوف ہی۔

غالب

دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو | میری سنو جو گوش نصیحت نیوش ہے

یعنے میری تمام باتون اور نصیحتونکو سنو یہان عموم کا افادہ مبالغۃً ہوتا ہے۔

(۵) حذف مفعول سے صرف اختصار مطلوب ہوتا ہی کوئی دوسرا فائدہ معتبر نہین ہوتا جیسے مرزا غالب ایک خط مین لکھتے ہین دو قبلہ آپ بیشک ولی صاحب کرامت ہین کم و بیش ایک ہفتہ گذرا ہوگا کہ ایک

امر جدید مقتضی اسکا ہوا کہ آپکو اُسکی اطلاع دون خانہ کاہلی خراب آج لکھون کل لکھون اب کون لکھے کل صبحکو لکھونگا صبح ہوئی غالب اسوقت نہ لکھو سہ پہر کو لکھیو۔

(۶) یا محافظت وزن اور رعایت قافیہ کی وجہ سے مفعول کو حذف کر دیا جاتا ہی۔

انیس

برچھیان کھاتے چلے جاتے ہین تلوارونمین	مار یو پیاسے کو ہے شور ستمگارون مین

ماریو کا مفعول وزن کی وجہ سے محذوف ہی اور اُسکی صفت مذکور ہی۔

تراب

گر نہ شوخی سے اُلجھتی اُس مین کنگھی بار بار کسطرح شانے سے چھیڑون زلف ناگن یار کی	کیون نکلتی زلف کے مُنھ سے صدلے مار مار یار کے مُنھ سے نکلتی ہے صدلے مار مار

ان دونون شعرونمین قافیہ وزن کی وجہ سے مار مار کا مفعول محذوف ہی۔

حالی

کھاؤ تو پہلے لو خبر اُن کی پہنو تو پہلے بھائیون کو پہناؤ	جن پہ پڑتا ہے نیستی کی پڑی کہ ہے اُترن تمھاری جن کا بناؤ

کھاؤ اور پہنو اور پہناؤ کے مفعول محذوف ہین۔

(۷) مفعول کا چھپانا منظور ہوتا ہی تو اسلیے بھی حذف کر دیتے ہین جیسے۔

ظفر

مین خطاوار ہون خط کیونکہ لکھون ای صاحب	جیسا لوگون نے سکھایا مرا جی جانتا ہی

لوگون نے جو کچھ سکھایا چھپانے کی غرض سے اُسکا ذکر چھوڑ دیا کیونکہ اُس کے ذکر سے قائل کو ندامت ہوتی تھی۔

(۸) اسلیے ذکر نہین کرتے کہ اگر کوئی دباؤ واقع ہو تو کہدیا جائے کہ ہمنے اسے بُرا نہین کہا ہی مثلاً جب خالد کے سامنے اُسکے دشمن زید کا ذکر آئے تو کہدے لعنت بھیجو اور مراد اس سے زید ہے بوجہ قیام قرینہ کے تو یہان محض اس وجہ سے اُسکا نام ترک کیا گیا کہ ضرورت کے وقت کہدیا جائے کہ میری مراد اس قول مین زید نہین ہی۔

(۹) متعین ہونیکی وجہ سے بھی مفعول کا ذکر ترک کر دیا جاتا ہی اور اس تعین کی دو صورتین ہین ایک یہ کہ حقیقۃً متعین ہو جیسے سجدہ کرتا ہون یعنے خدا کو سجدہ کرتا ہون۔

ناسخ

جب وہ مسجد مین ادا کرتے ہین | سب نماز اپنی قضا کرتے ہین

ادا کرتے ہین کا مفعول یہان متعین ہی اور وہ نماز ہی۔

حضرت آصف

میخانے مین کیا لطف ہی کیا مال ہی ساقی | آواز چلی آتی ہے لا اور پلا اور

دوسرے یہ کہ ادعاءً متعین ہو جیسے اس عبارت مین فسانۂ آزاد کی جلد اول کی میان خوجی جو گرمائے تو چھپر کھٹ سے اٹھ ہی کھڑے ہوے اور لپک پڑے اب آؤ دیکھتے ہین نہ تاؤ گلا پھاڑ پھاڑ کے چلا رہے ہین لینا لینا لینا" اسی قبیل سے ہی ذوق کے دوسرے مصرع مین سمجھے کے مفعول کا حذف

ستم کو ہم کرم سمجھے جفا کو ہم وفا سمجھے | ناسخ | اور اسپر بھی نہ سمجھے وہ تو اُس بت سے خدا سمجھے

(۱۰) ادب کی وجہ سے مفعول کو ترک کر دین جیسے مین ہر وقت یاد کرتا ہون یعنی جناب سرور کائنات کو

(۱۱) اسلیے محذوف کر دیتے ہین کہ زبان اُس کے ذکر سے آلودہ نہو جیسے اسد نے تکبر کی پاداش مین دائمی لعنت کا مستوجب کیا یہان شیطان کو محذوف کر دیا ہی۔

(۱۲) مفعول کا ذکر بُرا معلوم ہونیکی وجہ سے متروک کر دیتے ہین جیسے۔

ذوق

یہ کہکے ملائک ہین فلک پر روتے
غفلت مین بھی رہتا ہے یہ اتنا ہشیار

اے کاش کہ انسان سے ہم بھی ہوتے
شیطان کے چلا دیتا ہی سوتے سوتے

چلا دیتا ہی کا مفعول بسبب کراہیت کے محذوف ہے یعنی شیطان کی شرمگاہ مین آلہ تناسل سوتے سوتے چلا دیتا ہی بسا اوقات خواب مین شیطان آدمی کے پاس عورت کے بھیس مین اپنے آپکو پہونچاتا ہی یہی سبب احتلام ہونیکا ہی بعض افعال متعدی ایسے ہین کہ ایک مفعول کی خواہش کرتے ہین اور بعض دو مفعولونکو چاہتے ہین متعدی بیک مفعول مین جو نسبت فعل کو مفعول کے ساتھ ہوتی ہے ویسی نسبت متعدی بدو مفعول کو اپنے ہر ایک مفعول کے ساتھ ہوتی ہی پس معلوم ہوگیا کہ متعدی بیک مفعول مین ایک نسبت ہوتی ہی اور متعدی بدو مفعول مین دو نسبتین۔

حالی

سکھائے معیشت کے آداب اُن کو | پڑھائے تمدن کے سب باب اُنکو

سکھائے کی پہلی نسبت اُنکو کیطرف ہی اور دوسری نسبت معیشت کے آداب کی طرف اسیطرح پڑھائے کی

پہلی نسبت اُنکو کی طرف ہی اور دوسری نسبت تمدن کے سباب کی طرف ـ

ہر اک شہر و قریہ کو یونان بنایا — حالی — مزہ علم و حکمت کا سب کو چکھایا

بنایا کی پہلی نسبت ہر اک شہر و قریہ کیطرف ہے اور دوسری نسبت یونان کی طرف اسیطرح چکھایا کی پہلی نسبت سب کی طرف ہی اور دوسری نسبت علم و حکمت کے مزے کی طرف ـ

مثنوی لیلی مجنون

گذرے بد عاجب اُسکو یک چند — بخشا اُسے حق نے ایک فرزند

بخشنے کی نسبت پہلی اُسی کی طرف ہی اور دوسری فرزند کی طرف ـ

ولہ

کہتی نہین خامشی کا یارا — عقرب نے مجھے ہے نیش مارا

ناسخ

ہمنے نظارہ دردندان یار سے — تار نظر کو رشتہ گوہر بنا دیا

بنا دیا کی نسبت پہلی تار نظر کی طرف ہی اور دوسری نسبت رشتہ گوہر کی طرف ـ
اور جب ایک نسبت سے تجرید چاہتے ہین اور منفرد کرنا منظور ہوتا ہی تو پہلی نسبت پر ہی اکتفا کرتے ہین

غیاث الدین عزت مولف غیاث اللغات

بھرتے ہو ہمسے روٹھے نہین مانتے ہو بات — ہم جانتے ہین تمکو کسی نے سکھا دیا

یہان سکھا دیا کا مفعول ثانی یعنی کچھ ہمارے خلاف محذوف ہی تمکو مفعول اول ہے اور جب مقام مقتضی مدح کا ہوتا ہے تو تعمیم اور شمول افراد کے واسطے مفعول ثانی کو حذف کر دیتے ہین تعمیم اور شمول افراد سے یہ غرض ہی کہ جو کچھ سامع کے دلمین آجائے وہی اُس سے مراد لی جائے چنانچہ ـ

جرأت

جرأت اب بند ہے تنخواہ تو یون کہتے ہین — کہ خدا دیوے نہ جب تک تو سلیمان کب دے

دے کا مفعول مال و دولت زر و جواہر رزق ـ انعام و اکرام وغیرہ ہو سکتا ہی ـ
کبھی ان دونون مفعولون مین سے کوئی ایک حقیقت مین صفت یا موصوف ہوتا ہی اور جو انمین سے موصوف ہونیکی صلاحیت رکھتا ہی یعنے اسم ذات ہوتا ہی اُسکو مفعول اول بناتے ہین اور جو صفت ہونیکی صلاحیت رکھتا ہے یعنی اسم صفت ہوتا ہی اُسے دوسرا مفعول قرار دیتے ہین مگر لفظاً موصوف و صفت واقع نہین ہوتے ـ

آتش

رُخ مہرومہ اُسنے تابان کیا

رُخِ مہرومہ حقیقت مین موصوف ہی اور تابان اُسکی صفت۔

شایان

ہستی مٹی تو پردے مین یک رنگ ہوگیا | گو عشق نے کرکے کیا بےنشان مجھے

مجھے مفعول اول موصوف اور بےنشان مفعول دوم وصفت۔

ظفر

صورت سے میری کیونکہ نہ آزردہ ہووہ شوخ | تونے فلک بنایاہے اندوہگین مجھے

مجھے مفعول اول موصوف اور اندوہگین مفعول دوم وصفت۔

مولفہ

دلکو میرے گُل خندان جو کرنا تھا تجھے | اے فلک غنچۂ تصویر بنانا کیون تھا

دلکو مفعول اول موصوف اور گل خندان مفعول دوم وصفت۔

ولہ

جیب و دامان کو سدا اشک سے گلگون دیکھا | تجھسے دیکھا یہ جو کچھ دیدۂ پرخون دیکھا

جیب و دامان مفعول اول موصوف اور گلگون مفعول دوم وصفت۔

ذکی

کیا جلوہ سبزخط سے رُخ یار نے کیا | حیرت ہے روشن آئنہ زنگار نے کیا

آئنہ مفعول اول وموصوف اور روشن مفعول دوم وصفت ہی۔

بشیشر ناتھ انور لکھنوی

دیکھے جو باغ مین عرق آلودہ روے یار | شبنم گلونکو آب خجالت سے تر کرے

گلون کو مفعول اول وموصوف اور تر مفعول دوم وصفت۔

مولوی محمد اسمعیل

مجکو غافل مگر نہ جانیے گا
بندہ پرور برا نہ مانیے گا

مجکو مفعول اول موصوف اور غافل مفعول دوم وصفت۔

غشی

مرے خامے کو کر تو گوہر فشان	زبان کو مری کر فصیح اللسان

معمولات فعل کی تقدیم

فعل کے معمول سے مراد مفعول بہ اور مفعول لہ اور مفعول معہ اور مفعول فیہ اور جار و مجرور و ظرف و حال اور تمیز ہین مگر یہان انمین سے بعض کی تقدیم کا بیان کیا جاتا ہی اُسپر دوسرون کو قیاس کر سکتے ہین۔

تقدیم مفعول بہ

اصل مفعول بہ کی یہ ہی کہ فعل کے بعد ذکر کیا جائے لیکن کبھی اس کو مقدم لاتے ہین اور اس سے کئی باتین مطلوب ہوتی ہین جنکی تفصیل یہ ہے —

(۱) مفعول کی تخصیص پیدا ہوتی ہی جیسے—

قلق

آپ کو دیکھ دیکھ کر بے آس	ہوئی جاتی ہے سب غلامونکو یاس

یعنے خاص آپکو نے آس دیکھکر ہم لوگ بہت گھبرائے جاتے ہین —

غالب

فلک کو دیکھکے کرتا ہون اُسکو یاد اسد	جفا مین اُسکی ہے انداز کار فرما کا

یعنی خاص فلک کو دیکھکر وہ یاد آتا ہی کیونکہ جو کچھ ستم فلک کرتا ہی اُسی کے حکم سے کرتا ہی۔

ناسخ

خورشید کو دیکھو آسمان کو دیکھو	اتنے بڑے خوان مین ہی اک گردہ نان

اصحف

کشتے کو اپنے قاتل نے ہاتھ سے جو اپنے	خلعت سے ہو زیادہ اُسکو کفن مبارک

گویا

گنہ گویا کے یارب بخشدے تو	بحق آل و یاران محمد

لیلی مجنون میر غلام علی تجلی

تجھے بھیج مکتب مین پچھتائے ہم	تر تیرے لکھنے پڑھنے سے باز آئے ہم

گویا

عروس فکر کو دکھلائے گا شباب قلم		کرے مداد سے کیونکر نہ اب خضاب قلم

مولوی نذیر احمد

سکنجبین کو فرمایا قاطع صفرا		مریض بس کو تبلایا روغن بادام

منشی

شبستان دل کو مرے سر بسر مجھے اپنے گنجینۂ فیض سے		چراغ خرد سے منور تو کر دُر دانش و گوہر عقل دے

سید امداد امام اثر

ہمین بزم عدو مین وہ بلاتا ہی تمنا سے		کرم ایسا بھی ہوتا ہی ستم ایسا بھی ہوتا ہی

انیس

بانو کو قسین دیکے چلے شاہ نامدار		وہ پیاس اور وہ دھوپ کا صدمہ وہ اضطراب

شیفتہ

جفا کو ترک کرو تم وفا کو مین چھوڑون		کچھ اشتہار تمھین ہو کچھ اشتہار مجھے

چونکہ جفا کو معشوق سے خصوصیت ہی اور وفا کو عاشق کے ساتھ اختصاص ہی اسلیے دونو نکا ذکر مقدم کیا شہادت استقرا اور حکم ذوق سے ثابت ہی کہ اکثر صورتون مین تقدیم مفعول سے تخصیص ضرور پیدا ہوتی ہی اور کبھی ایسا نہین بھی ہوتا ہی۔

(۲) مفعول کی شان کا اہتمام منظور ہوتا ہی اور تخصیص منظور نہین ہوتی جیسے۔

غالب

آئینہ دیکھ اپنا سا منھ لیکے رہ گئے		صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

یہان صرف اہتمام شان مفعول مقصود ہی اسلیے کہ دیکھنے کا تعلق آئینے سے اہم ہی۔

آصف

جلانے والونکو اسدیون جلاتا ہی		رقیب یہ ہی وہ پروانہ شمع زہو کر

گویا

یہ خوف شرع ہی ظاہر مین کچھ کی نام نہ لے
سدا شراب کو لکھتا ہے آفتاب قلم

مرزا احمد علی ندیم

صف مژگان کو چڑھایا ہی خدا خیر کرے		نوک رہجائے اگر نکلے ظفر کی صورت
	مومن	
تجھکو بھی نہ کہہ سکین ترا امثل		یان تک نقش دوئی مٹایا
	رند	
دوش دایہ کو نہ جانو نہین کنارِ مادر		پرورش یافتہ ہون دامن صحرا تیرا
کعبے کو نہ پوجو نہین ہنر مند و نکے ہوتے		اے شیخ یہ بندہ تو پرستارِ ہنر ہے
	غالب	
ہے پرے سرحدِ ادراک سے اپنا مسجود		قبلے کو اہل نظر قبلہ نما کہتے ہین

(۳) اس لیے مقدم کرتے ہین کہ تبرک مین تعجیل مقصود ہوتی ہے جیسے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے اپنا محبوب کیا۔

(۴) تقدیم مفعول سے لذت حاصل کرنے مین تعجیل مقصود ہوتی ہی جیسے۔

	غالب	
بوسہ دیتے نہین اور دل پہ ہی ہر لحظہ نگاہ		جی مین کہتے ہین کہ مفت آئے تو مال اچھا ہی
	آصف	
نرگس جادو دکھا کر کوئی جادو گر گیا		دوستو لینا خبر میرا دل مضطر گیا
	سودا	
بادے کو ہاتھ سے زاہد کے نہ بہوے ملّا		پر یہ راضی ہی کہ کپڑو نپہ جو چھڑکے تو چھڑک
	ولہ	
تجھے دل مین تو رکھ لو نہین ہے یہ رشک		اُسی مین جان ہو اُس مین ہی تو ہو

(۵) مسرت مین تعجیل مقصود ہوتی ہی۔

	میر	
برقع کو اٹھا چہرے سے وہ بت اگر آئے		اللہ کی قدرت کا تماشا نظر آئے
	نسیم	
پوشاک جو لینی ہو تو پہونچاؤ		بولین وہ چلو کہا قسم کھاؤ

سودا

خوش دلی ایک سی مین پاتا ہون	ہم غریب و غریب پرور مین

(۶) بڑائی مین تجیل مقصود ہوتی ہی جیسے

غالب

شیر کو کیونکر وہ یارب منع گستاخی کرے	گرحیا بھی اُس کو آتی ہو تو شرما جائے ہے

سودا

یزید کو تو مسلمان گنے ہے لے نسناس	پھر اُسکو لکھکے اولوالامر مین کرے ہے یاد

ولہ

الو حوالے کیا با تونکی میزان مین تول	قرض کے دو سو بچا سو کی جڑ بی اور دھول

(۷) کبھی مفعول کے مقدم لانے سے اُسکی شان کی تعظیم مقصود ہوتی ہی۔

میرحسن

پیمبر کو بھیجا ہمارے لیے	وصی اور امام اُسنے پیدا کیے

شاد

ذات کو اسم وصفت مین جو نہ دیکھے کوئی	دیدہ اُسکا بخدا دیدۂ بینا نہ ہوا

مقصود بالتمثیل لفظ ذات ہی۔

قصۂ حلیمۂ سعدیہ

یعنے اُس شاہ کو لائی گھر مین	نور اللہ کو لائی گھر مین

نسیم

انسان کو کیا ہے حق نے فائق	ہے عقل سے اشرف الخلائق

(۸) تقدیم مفعول مین فاعل کی بڑائی و عظمت نکلتی ہے جیسے اس شعر مین قصۂ شاہ روم کے ع

جسے چاہے تو ہی دیتا ہی عزت	جسے چاہے تو ہی دیتا ہے ذلت

یعنے تو ایسا عالی شان و صاحب عظمت ہے کہ جسکو چاہتا ہی عزت دیتا ہی جسکو چاہتا ہی ذلت دیتا ہی خواہ بادشاہ ہو خواہ فقیر۔

ممتاز گنگوہی

مردونکو زندہ غلامان نبی کرتے ہین	معجزہ آپکا اے حضرت عیسیٰ کیا ہی

سمجھ بوجھ

مساکینونکو کردے صاحب تاج | شہنشاہونکو کردے دم مین محتاج

تپش

شرر کو چھپایا ہر اک سنگ مین | نہان بوے گل کی ہر اک رنگ مین
گل و شمع کو اُسنے بخشی نمود | دیا مرغ و پروانہ کو بھی وجود

منشی

کبھی ناتوانونکو بخشے وہ زور | سلیمان کو گاہے کرے مثل مور
جن و دیو وانسان و حور و پری | مہ و مہر اور زہرہ و مشتری
کیے اُسنے قدرت سے پیدا تمام | نہان تھے ہوے سب ہویدا تمام
دلیرونکو اُس نے کیا ہے دلیر | کیا نرہ شیرونکو اُسنے ہے شیر

غالب

دونون جہان دیکے وہ سمجھے یہ خوش رہا | یان آپڑی یہ شرم کہ تکرار کیا کرین

مثنوی مرزا کرم

عیسے کو جگہ ملی فلک مین | قارون کو گرا دیا درک مین
فرعون کو نیل مین کیا غرق | رکھا موسے کے تاج بر فرق

مولوی محمد اسمٰعیل

بکرم کی سبا کو تری صحبت نے بھلایا | اور عوج کا شہرہ تری شہرت نے بھلایا
ارجن کو تری ہمت و جرأت نے بھلایا | اسکندر و جم کو تری شوکت نے بھلایا

گویا

اُٹھائے سر جو ترے حکم کے بغیر کبھی | سر فلک کو کرے تیغ آفتاب قلم

مقصود بالتمثیل سر فلک ہے۔

(۹) تقدیم مفعول سے تخصیص کے علاوہ حصر بھی پیدا ہوتا ہے جیسے۔

میر حسن

رہ حمد مین تیری عز و جل
تجھے سجدہ کرتا چلون سر کے بل

مذاہب الاسلام

تجھے سمجھے دِ زات حاجت روا — تجھی سے کہے جو کہے مدعا
تجھے جانے ہر دم سمیع و بصیر — تجھی سے کرے عرض مافی الضمیر

ذوق

تجھسے دیکھا سبکو اور تجھکو نہ دیکھا جون نگاہ — تو رہا آنکھو نمین اور آنکھو نسے پنہان ہی رہا

غالب

تھک تھک کے ہر مقام پہ دو چار رہ گئے — تیرا پتا نپائین تو ناچار رہ گئے

تقدیم مفعول دوم کی مفعول اول پر

پہلے مفعول کا حق یہ ہے کہ دوسرے پر مقدم ہو مگر جہان مفعول دوم کی شان کا اہتمام منظور ہوتا ہے وہان اُسی کو مقدم کرتے ہین ۔

شرمندہ کیا لب نے عقیق یمنی کو — وحشی کیا آنکھون نے غزال ختنی کو

حقیقت مین شرمندہ اور وحشی مفعول دوم ہین اور مفعول اول کی صفت ہین لیکن صفت کا بیان کرنا متکلم کے نزدیک اہم تھا اس واسطے مقدم کیا ۔

ہوس

دولت یہ کسے کسو نے دی ہے — نعمت ہمین جو کہ تو نے دی ہے

دولت و نعمت کا بیان اہم تھا انکو پہلے بیان کیا باوجودیکہ مفعول دوم ہین اور کسے اور ہمین مفعول اول کو موخر کیا

صفیر

سحر پر آئے اگر بھان متی کی صورت — پر کبوتر کو کرے پر کو کبوتر گیسو

پہلی جگہ پر مفعول دوم ہے اور کبوتر مفعول اول اور دوسری جگہ پر مفعول اول ہے اور کبوتر مفعول دوم

شیفتہ

جو بیگانہ جانے تجھے خلق کیا غم — اگر آشنا آشنا جانتا ہے

تپش

روانی مرے نطق کو کر عطا
سلاست طلاقت سے کر آشنا

ه

کشتۂ ناز آج سرو ہوا	مژدہ پہونچاؤ میرے قاتل کو

نسیم

لیلی مین نے تجھے بنایا	مجنون مجھے خطاب دیدے

وله

یہ اُسکے اشارے سے بٹھایا	بادام بنفشہ کو دکھایا
طوق اُسکو طلسم کا پنھایا	قمری اُسے سرو نے بنایا

گلزار علی اسیر

خط کبوتر کو دیا لاکھ طرح کے ہین خیال	خاطر وسوسہ پہ راز کا دیوانہ ہون

تقدیم حال کی صاحب حال پر

حال وہ لفظ ہی کہ فاعل یا مفعول بہ کی کیفیت اور حالت کو ظاہر کرتا ہی جبکہ فاعل سے فعل صادر ہو یا اُسکی ذات سے قائم ہو اور مفعول بہ پر فاعل کا فعل واقع ہو جسکی حالت معلوم ہوتی ہی اُسے ذوالحال یا صاحب حال کہتے ہین اصل یہ ہی کہ حال صاحب حال سے پیچھے ہوا کرتا ہے کبھی حال کو صاحب حال پر مقدم کر دیتے ہین اور اُس جگہ زیادہ اہتمام شان کا پایا جاتا ہی۔

نسیم

جب پردۂ صبح ہو گیا فاش	خندان خندان اُٹھا وہ بشاش

خندان خندان حال ہی اسی کا زیادہ ترجتانا منظور تھا اسلیے مقدم کیا۔

آصف

گھلتے گھلتے عاشق بیمار تیرا مر گیا	دلمین زہر عشق آخر کام اپنا کر گیا

ہوس

آزردۂ دگر یہ ناک دیدۂ غم	سب آئے یہ حیف کرتے باہم

مولوی مظہر علی حضوری

کل جو غصے سے مجھے اُسنے دکھائی آنکھین
روتے روتے مری آشوب کر آئی آنکھین

ظفر

ہون وہ گلے کے ہار اگر اُنسے پوچھیے | بکھرے ہوئے پڑے ہین یہ کیون ہار مین کے پھول

تقدیم ظرف

کبھی ظرف کو اُسکے متعلقات پر مقدم لاتے ہین اور ظرف کی شان کا اہتمام منظور ہوتا ہی جیسے۔

لمؤلفہ

سچ تو یہ ہے اچھی سوجھی پیر مغان کو مستی مین | کعبے مین جا ناقوس بجایا دیر کا جا کے طواف کیا

کعبہ مکان تبرک عبادت گاہ اسلامیان ہی اُسمین ناقوس کا پھونکنا ایک امر عجیب تھا اور اُسکا بیان ضروری تھا اسلیے اُسکو مقدم کیا اور اُسکا ذکر اول مناسب سمجھا۔

نعیم

کعبہ مین نہین پایا تو دیر مین جاتا ہون | کہتا ہون کہ شاید وہ بیرحم یہان ہوگا

ناسخ

باغ مین آج جو اُس گل کی سواری آئی | شور بلبل نے کیا باد بہاری آئی

غالب

بینس مین گذرتے ہین جو کوچے سے وہ میرے | کندھا بھی کہارون کو بدلنے نہین دیتے

ولہ

اُس بزم مین مجھے نہین بنتی حیا کیے | بیٹھا رہا اگرچہ اشارے ہوا کیے
صحبت مین غیر کی نہ پڑی ہو کہین یہ خو | دینے لگا ہے بوسہ بغیر التجا کیے

ولہ

اپنی گلی مین دفن نہ کر مجکو بعد قتل | میرے پتے سے خلق کو کیون تیرا گھر ملے

گلزار نسیم

واقف اُس بت کدے سے تھین وہ | سنگدیپ اُس کو لے گئین وہ
بتخانے مین تھا طلسم کا ڈر | شش در ہوا چار سمت پھر کر

ذوق

دل بدخواہ مین تھا مارنا یا چشم بد بین مین | فلک پر ذوق گر تیر دعا مارا تو کیا مارا

مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر شاد

جو وابستہ ہین گیسو سے ترے یہ اُنکی زینت ہے | گلے مین طوق ہی اور پانو مین زنجیر رکھتے ہین

پانچوان باغ قصر کے بیان مین

قصر کے معنی روکنے کے ہین چنانچہ اللہ فرماتا ہی حُوْرٌ مقصوراتٌ فِی الخیام یعنی حورین ہین خیمون مین رُکی ہوئین اور اصطلاح علم معانی مین یہ ہی کہ ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ ایک خاص طریق پر مخصوص کرنا اور اسکی دو قسمین ہین ایک **حقیقی** اور وہ یہ ہے کہ ایک شئے کو دوسری شے کے ساتھ نفس الامر اور حقیقت مین مخصوص کر دینا اسطرح کہ پہلی شے دوسری شے سے غیر کی طرف کسی طرح متجاوز نہو جیسے خاتم الانبیا محمدؐ ہی ہین اس مین ختم نبوت کا قصر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات پر ہو گیا اور یہ کام اُنسے دوسرے کی طرف متجاوز نہین ہو سکتا دوسرا **غیر حقیقی** جسکو اضافی بھی کہتے ہین اور وہ یہ ہی کہ ایک شے کی تخصیص دوسری شے کے ساتھ بہ نسبت کسی شے کے ہو اسطرح کہ اس تیسری شے تک وہ متجاوز نہو سکے اگرچہ یہ ممکن ہو کہ اُسکے سوا کسی اور چوتھی شے تک بعض امثلہ مین متجاوز ہو جائے پس قصر حقیقی مین ایک شے دوسری شے سے کبھی کسی کی طرف متجاوز نہین ہو سکتی اور قصر غیر حقیقی مین بھی اگرچہ ایک شے دوسری شے سے تیسری شے کی طرف متجاوز نہین ہو سکتی ہے مگر اس کے سوا کسی اور شے کی طرف متجاوز ہو سکتی ہے جیسے زید کھڑا ہی ہے اس سے معلوم ہوا کہ کھڑا ہونا بیٹھنے کی طرف متجاوز نہین ہو سکتا اور یہ نہین ہے کہ کھڑا ہونا زید سے کسی اور کی طرف متجاوز نہو سکے عمرو کا یا خالد کا کھڑا ہونا جائز ہے کیونکہ یہان کھڑے ہونیکی تخصیص زید کے ساتھ بہ نسبت بیٹھنے کے ہوتی ہے کہ کھڑا ہونا بیٹھنے کی طرف نہین پہونچ سکتا مگر بیٹھنے کے سوا اور اشیا تک کھڑا ہونا متجاوز ہو سکتا ہی۔ اور انمین سے ہر ایک کی دو قسمین ہین (**الف**) **قصر موصوف کا صفت پر** اور وہ یہ ہے کہ موصوف اُس صفت سے دوسری صفت کی طرف متجاوز نہو سکے لیکن یہ جائز ہے کہ اُس صفت سے اور شے بھی متصف ہو سکے (**ب**) **قصر صفت کا موصوف پر** اور وہ یہ ہے کہ وہ صفت اس موصوف سے کسی اور موصوف کیطرف تجاوز نکر سکے لیکن یہ جائز ہے کہ اُس موصوف کے لیے اور صفات بھی ہون۔ اور قصر کی بحث مین **صفت** سے مراد صفت معنوی ہے یعنی وہ معنی جو غیر کے ساتھ قائم ہون اور صفت نحوی مراد نہین نحویونکے نزدیک صفت اُس تابع کو کہتے ہین کہ ایسے معنے پر دلالت کرتا ہو جو ذات متبوع مین موجود ہون جیسے چالاک گھوڑا اس لفظ چالاک نے اُس چیز پر دلالت کی جو گھوڑے مین موجود ہے یعنی چالاکی یا ایسی چیز پر دلالت کرتا ہی جو متبوع کے متعلق مین ہوتی ہے جیسے طفل خوبروپس خوب اُس شے پر دلالت کرتا ہے جو طفل کے متعلقات مین سے ہی اور وہ رو ہے لیکن اس اعتبار سے کہ وہ طفل کا متعلق ہے

صفت طفل کی ہوگیا اسی کو نعت اور وصف بھی کہتے ہین۔

اقسام قصر حقیقی

اسکی دو قسمین ہین (۱) وہ قصر حقیقی جسمین قصر موصوف کا صفت پر ہو (۲) وہ قصر حقیقی جسمین صفت کا قصر موصوف پر ہو۔

مثال قصر موصوف کی صفت پر مولوی صاحب فقیہ ہی ہین یعنی صرف اسی صفت سے مخصوص ہین اور کوئی صفت اُنمین نہین ہے اس قسم کا قصر لینے بلیغ سے جو صدق کا متلاشی ہو واقع نہین ہوتا کیونکہ کوئی چیز ایسی نہین کہ اُسکی صفات کا احاطہ ہو سکے تاکہ کسی صفت کا اُس کے لیے ثابت کرنا اور اُسکے سوا کا اُس سے بالکل نفی کرنا ممکن ہو بلکہ ایسا کر سکنا محال ہے اس لیے کہ صفت منفیہ کے لیے بھی نقیض ہے اور وہ ایسی صفات مین سے ہے کہ نفی اُسکی ممکن نہین اسلیے کہ نقیضین کا ارتفاع ممتنع ہے مثلاً جب ہمنے کہا کہ زید شاعر ہی ہے اور یہ ارادہ کیا کہ اور کوئی صفت اُسمین نہین پائی جاتی سوا شاعر ہونے کے تو اس سے یہ لازم آئیگا کہ وہ کھڑے ہونے کے ساتھ اور کھڑے ہونے کے نقیض کے ساتھ بھی متصف نہو اور یہ محال ہے۔

مثال قصر صفت کی موصوف پر اور یہ قسم بہت جگہ آتی ہے جیسے مکانمین سوا زید کے کوئی نہین یعنی مکانمین موجود ہونا ایک ایسی صفت ہے جو زید پر مقصور ہے اسی طرح خدا ہی عالم الغیب ہے یعنے اور کوئی اس صفت سے موصوف نہین اسی طرح محمدؐ ہی خاتم الانبیا ہین۔

کبھی قصر حقیقی کو مبالغے کے واسطے بیان کرتے ہین اور صفات متعددہ کو بمنزلے معدوم کے خیال کرتے ہین سو یہ کبھی قصر موصوف کا صفت پر ہوتا ہے چنانچہ کہتے ہین زید دیوانہ ہی ہے یعنی اور جتنی صفات ہین دیوانگی کی ایسی مغلوب ہوگئی ہین کہ گویا معدوم ہین اسی طرح میر صاحب مرثیہ گو ہی ہین یعنے اُنکی تمام صفات مرثیہ گوئی کے مقابلے مین کالعدم سمجھی گئی ہین اور کبھی قصر صفت کا موصوف پر ہوتا ہے مثلاً میر ہی شاعر ہین۔

اس حساب سے قصر حقیقی کی چار قسمین ہوئین۔

(الف) وہ قصر حقیقی جسمین موصوف کا قصر صفت پر غیر ادعائی ہو۔

(ب) وہ قصر حقیقی جسمین موصوف کا قصر صفت پر ادعائی طور پر ہو۔

(ج) وہ قصر حقیقی جسمین صفت کا قصر موصوف پر غیر ادعائی ہو۔

(د) وہ قصر حقیقی جسمین قصر صفت کا موصوف پر ادعائی طور پر ہو۔

اقسام قصر غیر حقیقی

اسکی دو قسمین ہین (۱) قصر موصوف کا صفت پر (۲) قصر صفت کا موصوف پر اور پھر انمین سے ہر ایک مین مخاطب یا تو افراد کا یا قلب کا یا تعیین کا اعتبار کرتا ہے پس یہ چھ قسمین ہونگی۔

(الف) قصر موصوف کا صفت پر بطریق افراد کے۔
(ب) قصر موصوف کا صفت پر بطریق قلب کے۔
(ج) قصر موصوف کا صفت پر بطریق تعیین کے۔
(د) قصر صفت کا موصوف پر بطور افراد کے۔
(ر) قصر صفت کا موصوف پر بطور قلب کے۔
(س) قصر صفت کا موصوف پر بطور تعیین کے۔

قصر حقیقی اور غیر حقیقی مین فرق یہ ہے کہ حقیقی مین متکلم کے نزدیک جمیع صفات مسلوب ہوتے ہین اور یہ شرط اسمین نہین ہوتی کہ مخاطب افراد کا یا قلب کا یا تعیین کا اعتبار کرے اور یہ سلب مقتضی اس بات کا ہے کہ تعدد صفات نہوا اور غیر حقیقی مین واجب ہے کہ ان تینونمین سے کسی ایک کا اعتبار کیا جائے اور عدم تعدد صفات کو اسمین دخل نہین اور افراد اور قلب اور تعین بحسب مقام معلوم ہو سکتے ہین۔

اب ہم اسلیے کہ یہ امر بخوبی خاطر نشین ہو جائے ان چھوؤن صورتون کو چھ مثالونمین بیان کرتے ہین (۱) مخاطب کو اس بات کا اعتقاد ہے کہ زید منجم بھی ہے اور شاعر بھی ہے تو اسوقت متکلم کے یہ کہنے سے کہ زید منجم ہی ہے اسکا یہ اعتقاد باطل ہو جائیگا کہ زید دونون صفتونمین شریک ہے اور [illegible] یہ مثال ہے قصر موصوف کا صفت پر باعتبار افراد کے ہے (۲) مخاطب کو اس بات کا اعتقاد ہو کہ زید اور بکر دونون فقیہ ہین تو متکلم کے یہ کہنے سے کہ زید ہی فقیہ ہے مخاطب کا یہ اعتقاد باطل ہو جائیگا کہ دونون صفت فقہ مین شریک ہین اور جان لیگا کہ بکر فقیہ نہین صرف زید ہی فقیہ ہے یہ مثال صفت کے قصر کی موصوف پر باعتبار افراد کے ہے۔ یہ دونون صورتین قصر افراد کی ہین۔ (۳) مخاطب کو اس بات کا اعتقاد ہو کہ زید کھڑا ہے تو متکلم کے یہ کہنے سے کہ زید بیٹھا ہے نہ کھڑا مخاطب کا یہ اعتقاد کہ زید کھڑے ہونے کی صفت کے ساتھ متصف ہے باطل ہو جائیگا اور یہ صورت قصر موصوف کی ہے صفت پر (۴) اگر مخاطب کو یہ اعتقاد ہو کہ زید کھڑا ہے نہ خالد تو متکلم کے یہ کہنے سے کہ خالد کھڑا ہے نہ زید مخاطب کا وہ اعتقاد باطل ہو جائیگا یہ مثال قصر صفت کی ہے موصوف پر۔ یہ تیسری اور چوتھی مثال

قصر قلب کہلاتی ہی کیونکہ انمین متکلم مخاطب کا تمام حکم بدل ڈالتا ہی بخلاف قصر افراد کے کہ اُس مین
بعض حکم مخاطب کا متکلم ثابت رکھتا ہی اور بعض کی نفی کرتا ہی (۵) مخاطب منجملہ دو صفتون کے
کسی ایک صفت کے ساتھ زید کے متصف ہونیکا معتقد ہو مگر اُسکے نزدیک یہ متعین نہو کہ خاص
اسی ایک صفت کے ساتھ متصف ہی نہ دوسری کے چنانچہ ایک شخص یہ تو جانتا ہی کہ فن شعر یا فقہ کے ساتھ
زید متصف ہی مگر اُسکے نزدیک یہ متعین نہین کہ انمین سے خاص کس کے ساتھ متصف ہی تو متکلم کے
یہ کہنے سے کہ زید شاعر ہی ہی اُسکا یہ شبہ رفع ہوجائیگا یہ قصر تعین کی وہ قسم ہی جس مین موصوف کا
قصر صفت پر ہوتا ہی (۶) مخاطب کو یہ اعتقاد ہو کہ فن شاعری کے ساتھ زید اور خالد
دونون مین سے ایک شخص بالضرور متصف ہی مگر صاف صاف یہ نجانتا ہو کہ خاص یہی ایک شخص
متصف ہی پس متکلم کے کہنے سے کہ فقط زید ہی شاعر ہے اُسکو متعین ہوجائیگا کہ زید شاعر ہے
خالد شاعر نہین یہ مثال قصر تعیین کی اُس قسم کی ہے جس مین صفت کا قصر موصوف پر ہوتا ہے اور
یہ دونون قسمین قصر تعیین کہلاتی ہین کیونکہ انمین اُس حکم کو جو مخاطب کے نزدیک معین نہو
معین کیا جاتا ہی اور اُسکا شبہ دور کردیا جاتا ہی۔

پس یہ چھ قسمین قصر غیر حقیقی کی ہین اور چار قسمین قصر حقیقی کی ہین سب ملکر دس قسمین ہوئی۔

سوال اگر کہا جائے کہ یہان ایک اور قسم بن سکتی ہی کیونکہ جب سامع کو تردد زید اور عمرو کے آنے مین ہو
اور متکلم کہے کہ نہ زید آیا ہے نہ عمرو بلکہ بکر آیا ہے پس یہ نہ تو قصر قلب ہی نہ قصر تعیین کیونکہ قصر قلب مین
شرط ہے کہ مخاطب مفہوم کلام متکلم کے برعکس اعتقاد رکھتا ہو اور قصر تعیین مین شرط ہی کہ تصور
موجود ہو اور اشتباہ اس بات مین ہو کہ آیا کون شخص دونون مین سے آیا ہے سو یہان تو بکر کا
مخاطب کو تصور بھی نہ تھا۔

جواب اگر سامع کو تردد اس بات مین تھا کہ جو شخص آیا ہی وہ زید ہی یا عمرو ان دونون مین سے
ایک کے سوا اور کوئی شخص نہین تو اس وقت یہ قصر قلب ہوگا کیونکہ متکلم کا کلام سامع کے اعتقاد کے
برعکس ہی اور اگر مساوات کا ارادہ رکھتا تھا کہ زید آیا ہی یا بکر یا عمرو یا کوئی اور شخص پس بیشک یہ قصر
تعیین ہوگا کیونکہ اُسکا خاص یہ مطلب نہ تھا کہ زید ہی آوے یا عمرو یا بکر بلکہ اُسکا یہ مطلب تھا کہ کوئی ہوا ور
مطلب اُسکا طلب تعیین اور رفع اشتباہ تھا سو وہ بکر کے کہنے سے حاصل ہوگیا اگر اُس صورت مین اسکا جواب مشکل ہے
کہ سامع خالی الذہن ہو اور ان دونون مین سے کسی کا تصور نرکھتا ہو پھر بھی کہہ سکتے ہین کہ اس قسم کی مثالین
بہت کم واقع ہوتی ہین ــ یہ مختصر طور پر بیان قصر افراد اور قصر تعیین اور قصر قلب کا ہی۔

شرائط قصر

قصر افراد مین جو قصر موصوف کا صفت پر ہو شرط ہے کہ دونون صفات باہم متنافی و متبائن نہون پس اس صورت مین یہ نہین کہا جائیگا کہ زید بینا ہے نہ نابینا کیونکہ قصر افراد مین شرط ہے کہ مخاطب اعتقاد شرکت کا رکھتا ہوا اور کوئی عاقل یہ اعتقاد نہین کر سکتا کہ زید ایک ہی حالت مین بینا بھی اور نابینا بھی اور قصر قلب مین جو قصر موصوف کا صفت پر ہو یہ شرط ہے کہ مخاطب ایسے معنونکا اعتقاد رکھتا ہو کہ ایک نوع کی تنافی اُن مین پائی جاے پس یہ نہین کہا جا سکتا کہ زید کھڑا ہے نہ شاعر ہے کیونکہ قصر قلب مین شرط ہے کہ مخاطب مفہوم کلام متکلم کے برعکس اعتقاد رکھتا ہو اور یہ اُس صورت مین ممکن ہے کہ دونون امر ایسے ہون کہ اُن مین ایک نوع کی تنافی پائی جائے جیسا کہ کہین زید کھڑا ہے نہ بیٹھا اور شاعری ایک صفت علیحدہ ہے اور کھڑا ہونا صفت علیحدہ اور اُس قصر قلب مین جس مین قصر صفت کا موصوف پر ہو یہ شرط جاری نہین ہو سکتی پس جو شخص اس بات کا اعتقاد رکھتا ہو کہ زید آیا ہے نہ عمر تو اُس کو یون جواب نہین دیسکتے کہ زید ہی آیا ہے نہ عمرو اسلیے کہ آنے کے وصف مین دو موصوفون کا جمع ہونا ممکن ہے پس اس مین تنافی ہونا شرط نہین بلکہ کبھی تنافی نہین پائی جاتی جیسے اس مثال مین کہ زید ہی آیا ہے نہ عمرو اور کبھی پائی جاتی ہے جیسے سواعمرو کے زید کا باپ نہین اسلیے کہ یہ قصر صفت کا ہو موصوف پر قصر قلب کے قبیل سے اور یہ ممکن نہین کہ دو موصوف زید کا باپ بننے کی صفت مین جمع ہون اور قصر تعیین مین کبھی قصر افراد کی شرط پائی جاتی ہے اور کبھی قصر قلب کی یعنی کبھی قصر قلب کی طرح دونون صفات باہم متنافی ہوتے ہین اور کبھی قصر افراد کی طرح متنافی نہین ہوتے پس قصر تعیین کی مثالونمین سے بعض مثالین قصر قلب کی ہو سکتی ہین اور بعض قصر افراد کی۔

قصر کے استعمال کے طریق

قصر کا استعمال سات طور پر ہوتا ہے (۱) عطف کے ساتھ (۲) نفی و استثنا سے (۳) کلمۂ ہی کے ساتھ (۴) تقدیم و تاخیر سے (۵) مسند الیہ کی تکرار سے (۶) چند اشیا کی نفی کے ساتھ کسی شی کو ثابت کرنے سے (۷) بعض الفاظ سے۔

اب اس اجمال کی تفصیل مفصل ذکر کیجاتی ہے۔

(۱) عطف کے ساتھ قصر

مثال قصر افراد مین قصر موصوف کی صفت پر یہ ہے کہ زید منجم ہے نہ شاعر۔

مصحفی

مزاج انکا ٹھٹول اسقدر پڑا ہے کہ وہ | ہنسی سمجھتے ہین اس بات کو نہ جُرم کبیر

وہ موصوف ہے اور ہنسی سمجھنا اور جُرم کبیر سمجھنا صفات ہین پس انمین سے پہلی صفت پر موصوف کا قصر کیا ہے۔ اور عبدالحلیم شرر کی اس عبارت مین "برٹش حکومت نے اُردو کو عدالت کی کرسی تک نہین پہونچایا بلکہ یون کہنا چاہیے کہ خاک سے اُٹھایا اور آسمان پر پہونچایا"۔ بلکہ جب نفی کے بعد آتا ہے تو تابع کے لیے اثبات کا فائدہ دیتا ہے اس وجہ سے حصر پیدا ہوتا ہے بخلاف اسکے کہ اثبات کے بعد آتا ہے تو متبوع سے اثبات کا رفع نہین کرتا بلکہ اُسکو مسکوت عنہ کے حکم مین کر دیتا ہے اسلیے قصر کا فائدہ نہین بخشتا پس مثال مذکور مین عدالت کی کرسی تک پہونچنے کی اُردو سے نفی ہوتی ہے اور خاک سے اُٹھائے جانے اور آسمان تک پہونچائے جانے کا اسکے لیے اثبات ہوا ہے۔

ترجمہ مثنوی روم مولفہ راسخ

یہ نہین اپنے لیے تیری قسم | بلکہ تیرے واسطے ہے رنج و غم

ظفر

رُخ کو تیرے کہون برق نہ شعلہ نہ قمر | بلکہ خورشید جہانتاب کے تو کہدون

نوبہار امید

لکھنے کے وقت نہ تھا اُسکے قلم کا وہ صریر | بلکہ تھا اُسکے لیے بہجت و شادی کا صفیر

تپش

نہ مار اب مجھے بلکہ دے مجکو کھول | وہی گفتگو پیار کی مجھسے بول

میر

شہر مین جو نظر پڑا اُسکا
کشتہ ناز یا تغافل تھا

کسی کو یہ اعتقاد ہو کہ شہر کے لوگ بہت سے اوصاف سے موصوف ہونگے تو یہ کہنے سے کہ ہر شخص کو اُسکے ناز یا تغافل کا کشتہ پایا یہ اعتقاد اُس کا باطل ہو جائے گا اور تمام اہل شہر کا قصر ان دو صفات مین قرار پائیگا۔

قصر قلب مین قصر موصوف کا صفت پر

لمؤلفه

گریہ زیبا ہے نہ خندہ تجھکو | حال پر میرے ارے او بدخو

معشوق موصوف ہے اور گریہ و خندہ دو صفات ہین اور ان دونون مین تنافی ہی پس انمین سے صرف ایک ہنسنے کی صفت پر قائل نے معشوق کا قصر کر دیا۔

ہادی

دل ہوا ہادی نہ آگہ سُنکے حال رفتگان | بلکہ بہر خواب غفلت یہ بھی اک افسانہ تھا

دل موصوف ہی اور حال رفتگان سُنکر آگہ ہونا اور خواب غفلت کے لیے افسانہ ہونا یہ دو صفات متنافی ہین کیونکہ خواب غفلت کے لیے افسانہ ہونے سے مراد غافل ہو جانا ہے اور ظاہر ہے کہ آگہ یعنے ہوشیار ہونے اور غافل ہو جانے مین تنافی ہی۔

مولوی محمد اسمعیل

نہین قصّہ یہ دل لگی کیلیے | بلکہ عبرت ہے آدمی کیلیے

قصہ موصوف ہے اور دل لگی اور عبرت یہ دو صفات متنافی ہین پس انمین سے صرف دوسری صفت پر موصوف کا قصر کردیا نسیم کا یہ شعر بھی اسی مثال مین ہی۔ ۵

سوچین وہ کہ یہ نہین سلجھتی | ہے بلکہ بہ تاب زلف اُلجھتی

بکاؤلی جسکی طرف وہ کی ضمیر راجع ہی موصوف ہے اور سلجھتی اور اُلجھتی دو صفات متنافی ہین جن مین سے دوسری صفت پر اُسکا قصر کر دیا ہے۔

مولوی محمد اسمعیل

باہنر تو سرکشی کرتے نہین | بلکہ سر کو اور دیتے ہین جھکا

سرکشی کرنا اور سر کو جھکانا دو صفات متنافی ہین جن مین سے دوسری صفت پر باہنر کا قصر کیا ہے۔

ظفر

دیکھے دل اُس زلف کے کیمنے نہ کچھ پایا فائدہ
بلکہ اِس سودے مین ہمکو ہمنشین گھاٹا ہوا

فائدہ اور گھاٹا دو صفات متنافی ہین جنمین سے دوسری صفت پر متکلم نے اپنا قصر کیا ہی۔

لام کاف آپ ذرا چھوڑئیے اسکا نہین وقت	بلکہ یہ وقت ہی اسکا کہ بندھے شرق پہ لام

قصر افراد اور قصر قلب کے لیے ہمنے علیحدہ علیحدہ مثالین اسلیے ذکر کی ہین کہ موصوف کے صفت پر
قصر مین قصر افراد کی مثال قصر قلب کے قابل نہین ہو سکتی اسلیے کہ قصر افراد مین یہ شرط ہے کہ دونون
صفات مین باہم منافات نہو۔ اور قصر قلب مین یہ شرط ہے کہ دونون صفات مین کسی قسم کا تقابل
اور منافات ہو گریہ اور خندہ۔ ہوشیار نہونا اور غافل ہونا دل لگی اور عبرت۔ سرکشی کرنا اور سر جھکانا
سلجھتی اور اُلجھتی۔ فائدہ اور گھاٹا۔ وقت ہونا اور وقت کا نہونا ایسے وصف مین کہ باہم منافات
رکھتے ہین اس لیے یہ قصر قلب کے قبیل سے ہین اور زید کے منجم و شاعر ہونے مین تنافی نہین
اور نہ ہنسی سمجھنے اور جرم کبیر سمجھنے مین منافات ہے۔ اور نہ قلم کا صریر ہونے اور بہجت و
شادی کا سفیر ہونے مین تنافی ہے اور نہ عدالت کی کرسی تک پہونچانے اور خاک سے اُٹھا کر
آسمان پر پہونچانے مین منافات ہی اور نہ اپنے لیے ہونے اور تیرے لیے ہونے مین منافات ہی اور نہ رخ کو
برق و شعلہ و قمر کہنے اور خورشید جہانتاب کہنے مین اور نہ مارنے اور رکھو لدینے مین منافات ہے
پس یہ تمام مثالین قصر افراد کی ہین اسیطرح میر کے شعر مین بھی کشتۂ ناز ہونے اور کشتہ تغافل ہونے مین
منافات نہین اسلیے وہ بھی قصر افراد کے قبیل سے ہی۔

مثال قصر صفت کی موصوف پر زید شاعر ہے نہ خالد یہ مثال قصر افراد مین بھی کام آسکتی ہی
اور قصر قلب مین بھی جیسا موقع ہوگا وہان ویسا اعتبار کر لیا جائے گا اگر قصر افراد کا موقع ہوگا
تو اُس کو قصر افراد کی مثال مان لینگے اور اس کی صورت یہ ہے کہ کسی کو یہ اعتقاد ہو کہ صفت
شاعری کے ساتھ زید اور خالد دونون متصف ہین تو متکلم نے یہ کہکے کہ اس صفت سے زید ہی
متصف ہے خالد کو شاعری نہین آتی اُسکے اس اعتقاد کو باطل کر دیا کہ دونون شاعر ہین
پس یہان افراد کا قصر شاعری پر ہو گیا اور اگر قصر قلب کا موقع ہوگا تو اُس کی مثال
مان لینگے اور اس کی صورت یہ ہے کہ کسی شخص کو یہ اعتقاد ہو کہ خالد شاعر ہے زید شاعر نہین
تو قائل کے یہ کہنے سے کہ زید شاعر ہے نہ خالد اُس کا وہ اعتقاد باطل ہو جائے گا اور
اس مین قلب اور عکس اُس کے اعتقاد کا ہے کیونکہ جس کو وہ شاعر جانتا تھا متکلم نے
اُس کی شاعری کو باطل کر دیا اور جس کو شاعر نہ جانتا تھا اُس کو شاعر مانا پس اُس
ایک مثال کے دونون جگہ کام آنے کی تخصیص تفصیل معلوم ہو گئی اسی طرح اور بھی جو مثال

قصرِ افراد کی ہوگی وہ قصرِ قلب مین اور بالعکس کام آسکے گی بشرطیکہ قصرِ صفت کا موصوف پر ہو
کیونکہ صفات کی تنافی قصرِ قلب مین اور عدمِ تنافی قصرِ افراد مین صرف موصوف کے صفت پر
قصر مین شرط ہے اور صفت کے موصوف پر قصر مین اس کی ضرورت نہین کیونکہ یہان خود
دونون موصوفون مین علانیہ تنافی موجود ہوتی ہے پس یہان دونون قصرون کا فرق
مخاطب کے اعتبار کے موافق ہوتا ہے ۔ ۵

یون ریختہ کہنے کو شاعر تو ہزارون ہین	بدنامی کو لے حسرت اک میر ہین اور ہم ہین

جن لوگونکو یہ اعتقاد تھا کہ فن شاعری مین بہت سے لوگ کمال رکھتے ہین تو قائل نے یہ کہکر
کہ اس فن مین بدنام یعنی نامور ہم دو ہی شخص ہین انکے اس اعتقاد کو باطل کر دیا اور اس فن کے
کمال کا قصر دو شخصونکے ساتھ کر دیا اور یہ قصرِ افراد کی صورت ہے اور قصرِ قلب کی صورت یہ ہے کہ
کسی شخص کو یہ اعتقاد ہو کہ فن ریختہ گوئی مین میر اور حسرت نامور نہین انکے سوا دوسرے شاعر نامور ہین تو
قائل کے یہ کہنے سے کہ میر اور ہم اس فن مین نامور ہین اُسکا وہ اعتقاد باطل ہو جائیگا اور ہمین اُسکے اعتقاد کو قلب کر دیا ہے

مومن

لائق جور و جفا ہے وہ نہ مین	مفتری فتنہ بلا ہے وہ نہ مین

ہر مصرع مین موصوف وہ اور مین ہین اور انکا ماقبل صفت ہے پہلے مصرع مین لائق جور و جفا ہونیکی
صفت کا قصر اُسپر ہے اور دوسرے مصرع مین مفتری فتنہ بلا ہونیکی صفت کا قصر اُس پر ہے
اگر معشوق کا یہ اعتقاد ہو کہ وہ اور متکلم دونون لائق جور و جفا اور مفتری فتنہ بلا ہین تو اس
اعتقاد کے مقابلے مین یہ قول قصرِ افراد ہوگا اور اگر معشوق کا یہ اعتقاد ہو کہ وہ لائق جور و جفا اور
مفتری فتنہ بلا نہین متکلم ایسا ہی ہو تو اُس اعتقاد کے مقابلے یہ قول قصرِ قلب ہوگا ۔

ولہ

قابل ترک تھی خوے ستم آرا نہ کہ مین	لائق سہو تھی یہ رنجش بیجا نہ کہ مین

پہلے مصرع مین خوے ستم آرا اور مین دو موصوف ہین اور قابل ترک ہونا ایک صفت ہے جسمین
دونون موصوف شریک سمجھے گئے ہین اور دوسرے مصرع مین رنجش بیجا اور مین دو موصوف ہین
اور لائق سہو ہونا ایک صفت ہی جسمین دو شریک سمجھے گئے ہین پس قائل نے قابل ترک کا قصر
خوے ستم آرا پر کر دیا اور لائق سہو ہونے کا قصر رنجش بیجا پر کر دیا ۔
یہ صورت قصرِ افراد کی ہے اور اگر اس اعتقاد کے مقابل مانا جائے کہ متکلم قابل ترک تھا

نہ خوے ستم آرا اور متکلم لائق سہو تھا نہ تحسین بیجا تو یہ قصر قلب ہو گا۔

ولہ

چھوڑ دینا تھا تمھیں جھوٹ قسم کو نہ مجھے	دل سے کھونا تھا اس انداز ستم کو نہ مجھے
بھول جانا تھا جفاے پیہم کو نہ مجھے	نیست کر دینا تھا اندوہ و الم کو نہ مجھے

غالب

گرنی تھی ہم پہ برق تجلی نہ طور پر	دیتے ہین بادہ ظرف قدح خوار دیکھکر

اور یہ ظاہر ہی کہ جو مثال قصر افراد اور قصر قلب کی ہی وہ قصر تعیین کی بھی مثال ہو سکتی ہی کیونکہ یہ باعتبار اشتراط کے دونوں سے عام ہے۔

(۲) نفی و استثنا سے قصر

استثنا کے معنی لغت مین نکالنے کے ہین اور اہل نحو کی اصطلاح مین استثنا نکالنا ایک چیز کا ہے اُس حکم مین سے جسمین اُس کا غیر داخل ہے کلمہ استثنا کے ذریعہ سے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اُس نکلی ہوئی چیز کی طرف وہ حکم منسوب نہین ہے جو غیر کے ساتھ نسبت کیا گیا ہے جس مین سے نکالتے ہین اُس کو مستثنےٰ منہ کہتے ہین اور جس کو نکالتے ہین اُس کو مستثنےٰ بولتے ہین اور جن حرفون سے استثنا کا فائدہ حاصل ہوتا ہی وہ حروف استثنا کہلاتے ہین اور استثنا مین نفی سے اثبات اور اثبات سے نفی ہوتی ہے یعنے اول منفی ہو تو دوسرا مثبت ہوتا ہے اور اگر اول مثبت ہو تو دوسرا منفی ہوتا ہے مگر یہ نفی و اثبات ضمنًا و اشارۃً سمجھے جاتے ہین الفاظ کلام سے مقصود نہین ہوتے مقصود تو صرف اُن افراد پر حکم ہوتا ہے جو استثنا کے بعد باقی رہتے ہین کیونکہ اہل نحو کا اتفاق ہے اس بات پر کہ استثنا مین تین چیزین ہوتی ہین ایک مستثنےٰ کا مستثنےٰ منہ سے نکالنا دوسرے استثنا کے بعد جسقدر افراد باقی رہتے ہین اُن پر حکم کا ہونا مقصود ہونا بغیر اسکے کہ قدر مستثنےٰ مین نفی و اثبات کا قصد کیا جائے اگرچہ یہ لازم ہوتے ہین تیسرے نفی سے اثبات کا اور اثبات سے نفی کا ضمنًا و اشارۃً سمجھا جانا بغیر قصد و عبارت کے اور علماے معانی کہتے ہین کہ استثنا تشریک کی نفی کے لیے موضوع ہی یعنے مستثنےٰ منہ کے افراد مین سے جو کوئی مستثنےٰ سے غیر ہے وہ حکم مین مستثنےٰ کا شریک نہین ہوتا اور اس سے تخصیص لازم آتی ہو یعنی حکم کا ثبوت مستثنےٰ کے لیے لازم آتا ہو اور اُن افراد کے لیے جو مستثنےٰ کے ماسوا ہین حکم کی نفی لازم آتی ہو علماے معانی

اس تخصیص کو قصر کہتے ہین پس قصر اُسی استثناء سے ہوتا ہی جو نفی کے بعد ہو اگر ایجاب کے بعد ہوگا تو وہ قصر کے لیے نہین بلکہ اُس سے حکم ایجابی کی تصحیح مقصود ہوتی ہے پس وہ صرف حکم کیلیے بمنزلۂ تاکید ہے پس جیسے مرزا ان عالم آئے قصر کا فائدہ نہین بخشتا اسیطرح آدمی آئے مگر جاہل قصر کا فائدہ نہ بخشے گا اور اگر یون کہینگے کہ نہین آیا مگر زید تو قصر کا فائدہ حاصل ہوگا اسلیے کہ مقصود اس سے یہ ہے کہ حکم زید پر مقصور کیا جائے اور اگر صرف تحصیل حکم منظور ہوتی تو یون کہا جاتا کہ زید آیا۔

مثال قصر موصوف کی صفت پر قصر افراد مین

مثنوی عابد

راہ مین اُس کو نہ تھی کچھ فکر اور — ہان مگر ہر بات مین کرتا تھا غور

یہان قصر موصوف کا صفت پر ہی اسطرح کہ کسی کو اس بات کا اعتقاد تھا کہ عابد کو راہ مین بہت سی چیزون کی فکر ہوگی پس یہ کہکر کہ صرف غور کرتا تھا اسکے سوا کسی چیز کی فکر نہ تھی اُسکے اعتقاد کو باطل کردیا۔

مومن

نہ وہ خالق ہے مگر ہے اثر باعث خلق — نہ وہ رازق ہی مگر قاسم رزق مقسوم

سامع کو یہ اعتقاد تھا کہ وہ خالق اور اثر باعث خلق ہے پس یہ کہکر کہ خالق نہین مگر اثر باعث خلق ہے اُسکے اس اعتقاد کو باطل کردیا اسی طرح سامع کو یہ اعتقاد تھا کہ وہ رازق بھی ہے اور قاسم رزق مقسوم بھی ہے متکلم نے جب یہ کہا کہ وہ رازق نہین مگر قاسم رزق مقسوم ہے تو اُس کا وہ اعتقاد باطل ہوگیا۔

قادر شاگرد طالب علیخان عیشی

جو کہ موسی کو تجلی کا تماشا دکھلائے — کوئی شے دوسری ایسی نہین اِلّا ہی وہ رُخ

محشر

محشر نہین ہی عرصۂ عالم مین بالیقین — غیر از علی جوان بجز ذوالفقار تیغ

حالی

کچھ نہین زاد راہ پاس اپنے — مگر اُمید عفو رب غفور

مثال قصر موصوف کی صفت پر قصر قلب مین

خلق

سب طرح خوش تھا وہ خجستہ نہاد	غم نہ تھا کچھ بجز غم اولاد

یہان قصر موصوف کا صفت پر اسطرح بنتا ہی کہ کسی کو اعتقاد اس بات کا ہو کہ غم اولاد کا اور اُسکے سوا دوسری چیز کا بھی ہوگا پس جب قائل نے یہ کہا کہ سوائے غم اولاد کے اور کوئی غم نہ تھا اولاد ہی کا غم تھا تو قصر موصوف کا صفت پر ہو گیا اور چونکہ غم ہونے اور غم نہونے مین تنافی ہی اسلیے قصر قلب ہی۔

غلام حسین شکیبا دہلوی شاگرد میر

نیم بسمل اُسنے گر چھوڑا شکیبا غم نہین	ہر یہ غم ہی اعتبار دست قاتل اُٹھ گیا

شاعر نے مخاطب کے اس اعتقاد کو باطل کیا ہی کہ اس نیم بسمل کو متعدد چیزونکا غم ہوگا پس جب شاعر نے یہ کہا کہ سوائے اسکے اور کوئی غم نہین کہ دست قاتل کا اعتبار اُٹھ گیا تو قصر موصوف کا صفت پر ہو گیا اور غم نہونے اور غم ہونے مین تنافی ہی۔

ذوق

نہ آیا خاک بھی رستہ سمجھ مین عمر رفتہ کا	مگر سمجھے تو داغ معصیت کو نقش پا سمجھے

متکلم موصوف ہی اور سمجھ مین آنے اور سمجھ مین نہ آنیکی دو صفتین ہین جو دونون باہم تنافی ہین پس استثنا کرنے سے قصر موصوف کا صفت پر ہو گیا۔

غالب

حال دل نہین معلوم لیکن اسقدر یعنے	ہمنے بارہا ڈھونڈا تمنے بارہا پایا

یہان قصر موصوف کا صفت پر یہ ہی اسطرح کہ مخاطب کو اس بات کا اعتقاد تھا کہ قائل کو دل کے بہت سے حال معلوم ہین تو اُسنے یہ کہکر کہ دل کا صرف یہی حال معلوم ہی اُن حالات کا قصر کر دیا اور دلکا حال معلوم ہونے اور نہونے مین منافات ہی اسلیے قصر قلب ہی۔

انشا

فضل حیدر سے رہا غم نہین وہ وہ تن تن تو مجھے کچھ نہو معلوم مگر اتنا ہو	کہ کبھی کھینچلے گر تیغ بھی دشمن مارے چھڑی پھولونکی جیسے کوئی سمدھن مارے

یہان قصر موصوف کا صفت پر یہ ہی کہ اگر مخاطب کا یہ اعتقاد ہو کہ قائل نہایت کمزور ہی کسی صدمے کی برداشت نہین کر سکتا تو یہ کہکر کہ مجھے دشمن کی تلوار سمدھن کی پھولونکی چھڑی کی طرح معلوم ہوگی اُسکے اس اعتقاد کو باطل کر دیا۔ معلوم نہونے اور معلوم ہوتے مین تنافی ہی اس سبب سے قصر قلب ہی۔

مثال قصر صفت کی موصوف پر خواہ قصر افراد ہو یا قصر قلب

میر حسن

نہین ہمسر اُس کا کوئی جز علیؑ	کہ بھائی کا بھائی وصی کا وصی

یہ اُس شخص کے اعتقاد کے باطل کرنیکے لیے ہے جسکا اعتقاد یہ ہو کہ پیغمبر کا ہمسر علیؑ اور کوئی اور بھی ہے یا صرف اور کوئی شخص انکا ہمسر ہے پس اگر اس اعتقاد کے مقابلے مین مانا جائے کہ پیغمبر کا ہمسر علی اور کوئی دوسرا شخص بھی ہی تو قصر افراد ہوگا اور اگر اس اعتقاد کے مقابلے مین مانا جائے کہ اُن کا ہمسر فقط اور شخص ہی تو قصر قلب ہوگا۔

مہر

جز آہوے چشم ابلق یار	ابلق کوئی ہرن نہ دیکھا

حالی

اُمید نہین ہند کے راحت طلبو نکو	راحت کی کسی سائے مین جز سایۂ قیصر

ہوس

جز آہ نہ تھا رفیق کوئی	جز گریہ نہ تھا شفیق کوئی

سودا

واقف اسرار اُسکا کون چھٹ اسرار حق	رازہ کا اُسکے نہین جز راز حق کے رازدان

حسرت

فلک نے کوئی اسباب طرب باقی نہین چھوڑا	مگر باقی ہی غم اُسکا بڑی یہ شادمانی ہے

ناسخ

سوا ے مکر زمانے مین رسم وراہ نہین	وہ کون جا ہے جہان چاہ زیر کاہ نہین

(۲) قصر کلمۂ ہی کے ساتھ جو مفید حصر ہے

جب ہی کے ساتھ ضمائر منفصلہ اور اسم اشارہ کے الفاظ ملتے ہین جیسے یہ ۔ وہ ۔ اُس تو اکثر حرف ہا گر جاتا ہے اور جب لفظ ہم اور تم اور اُن ملتے ہین تو آخر مین ایک نون غنہ اور بڑھ جاتا ہے۔

مثال قصر موصوف کی صفت پر قصر افراد مین

زید شاعر ہی کسی شخص کو یہ اعتقاد ہو کہ زید شاعر بھی ہی اور فقیہ بھی ہی تو اُسکے اس اعتقاد کے باطل کرنے کے لیے کہا جائیگا کہ زید شاعر ہی یعنے اس صفت کے سوا کوئی اور صفت نہین رکھتا

جُرأت

اُس گلعذار بن تو عزیزو چمن کے بیچ	کچھ لطف سیر ہمکو نہین ہی بہار کا
روتے ہی اور تڑپتے ہی گذرے ہی روز و شب	بچنا محال ہے دل زار و نزار کا

عزیزونکو یہ اعتقاد تھا کہ متکلم کو روز و شب روتا اور تڑپتا اور دوسرے کام کرتے گذرتا ہوگا تو اُنکے اس اعتقاد کے باطل کرنیکے لیے متکلم نے کہا کہ مجھے روز و شب روتے اور تڑپتے ہی گذرتا ہی۔

حالی

شاعرون مین بھی ہے یہی تکرار	خوشنویسونکو ہے یہی آزار

لوگونکو اعتقاد تھا کہ شاعرونمین کئی قسم کی تکرار رہا اور خوشنویسونکو کئی آزار ہین تو قائل نے شاعرونکی تکرار اور خوشنویسونکے آزار کا ایک ایک چیز مین قصر کر دیا۔

کٹتے ہین اثر ہیگا رونے مین یہ ہین باتین	اک دن بھی نہ یار آیا روتے ہی کٹین راتین

سامع کو اعتقاد تھا کہ متکلم کی راتین سوتے اور ہنستے اور روتے یا کسی اور طرح کٹی ہونگی قائل نے یہ کہکر کہ راتین روتے ہی کٹین اُسکے اعتقاد کو باطل کر دیا اور اپنی راتونکے کٹنے کا ایک صفت مین قصر کر دیا۔

ہوس

ہے بس یہی لطف چشمۂ آب	تا تشنہ جگر ہو کوئی سیراب

چشمۂ آب موصوف ہی اور تشنہ جگر کو سیراب کرنا صفت ہی سامع کو اعتقاد تھا کہ چشمۂ آب کے لطف متعدد ہین پس قائل نے یہ کہکے کہ اُسکا صرف یہی لطف ہی کہ تشنہ جگر اُس سے سیراب ہو اس صفت مین اُسکے لطف کا قصر کر دیا۔

مثال قصر موصوف کی صفت پہ قصر قلب مین

غالب

دل ہی تو ہی نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیون	روئینگے ہم ہزار بار کوئی ہمین ستائے کیون

سامع کو یہ اعتقاد تھا کہ اُسکے دل نہین سنگ و خشت ہی پس متکلم نے اُسکے اس اعتقاد کو باطل کرنیکے لیے کہا کہ دل ہی ہے سنگ و خشت نہین پس یہان قصر موصوف کا صفت پہ ہو گیا یہ قصر قلب ہے کیونکہ دلمین

اور سنگ وحشت مین تنافی ہے۔

ولہ

ہم بھی دشمن تو نہین ہین اپنے	غیر کو تجھ سے محبت ہی سہی

معشوق کو یہ اعتقاد تھا کہ عاشق رقیب کو میرا دشمن جانتا ہی حالانکہ وہ مجھسے محبت رکھتا ہے پس عاشق نے یہ کہکر کہ ہم اسکو تسلیم کرتے ہین کہ عدو کو تجھ سے دشمنی نہین محبت ہی معشوق کے اُس اعتقاد کو باطل کردیا چونکہ دشمنی و محبت مین منافات ہی اسلیے یہ قصر قلب ہی۔

قصر صفت کا موصوف پر

ذوق

کام یہ تیرا ہی تھا لے ابر رحمت ہے تجھے	ورنہ جائے داغ عصیان میرا دامان چھوٹکر

ابر کے اس اعتقاد کے باطل کرنے کو کہ داغ عصیان میرے سوا دوسرے سے بھی زائل ہو سکتے ہین شاعر نے اس کام کا قصر ابر پر کردیا یہ قصر افراد ہی اور اگر یہ اعتقاد تھا کہ داغ عصیان دوسرے ہی سے زائل ہو سکتے ہین تجھسے زائل نہین ہو سکتے تو ابر پر اسکا قصر کرنے سے قصر قلب ہوگا۔

درد

جگ مین آکر ادھر اُدھر دیکھا	تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا

نظر آنے کی صفت کا قصر مخاطب پر کردیا ہی پس اگر اس اعتقاد کے مقابل سمجھا جائے کہ مخاطب اور اُسکے ساتھ دوسری چیزین متکلم کو نظر آتی ہین تو یہ قصر افراد ہوگا اور اگر اس اعتقاد کے مقابل مانا جائے کہ مخاطب تو نہین نظر آتا دوسری چیزین نظر آتی ہین تو اب قصر قلب ہو جائیگا۔

نسیم

تیرا ہی تو ہے فساد مردار	داماد کو گل دیا مجھے خار

یعنے اور کسی کا فساد نہین تیرا ہی فساد ہے۔

انیس

خادم شہ دین کے ہین تو عباس علی ہین	اس عہد کے لائق جو اگر ہین تو وہی ہین

ولہ

صولت یہی شوکت یہی جلال یہی ہے	ثروت یہی حشمت یہی اقبال یہی ہے

گوہر یہی یاقوت یہی لال یہی ہے	سرمایہ یہی نقد یہی مال یہی ہے

ذوق

دلِ بیمار کے ہین دو ہی عیادت والے	کبھی افسوس ہو آتا کبھی رونا آتا

واجد علی شاہ

کبھی اُس کو بھی سمجھایا تو ہوتا	مجھی کو وا عظا پند و نصیحت

سودا

اُسی کو صاحب سیف و قلم رکھ	فزود اُسکا سدا جاہ و حشم رکھ

قلق

یہی برج شرف ہے اُس مہ کا	برج شاہی دکھا کے کہنے لگا

غالب

تمھین کہو کہ جو تم یون کہو تو کیا کہیے تمھین بتاؤ یہ انداز گفتگو کیا ہے	کہون جو حال تو کہتے ہو مدعا کہیے ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے

داغ

کیا ہی جھنجلا کے وہ بولے کہ ہمین اچھے ہین	جب کہا اور بھی دُنیا مین حسین اچھے ہین

(۴) ایسی چیز کی تقدیم سے قصر حاصل ہوتا ہے جسکا حق یہ ہے کہ وہ موخر ہو

(**الف**) مسند کو مسند الیہ پر مقدم کر دینے سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہی بشرطیکہ مسند الیہ معرفہ ہو اگر نکرہ ہوگا تو یہ فائدہ حاصل نہوگا۔

سودا

آفاق مین خاقانی ثانی تو ہے پہ نطق کا خلاق معانی تو ہے	سودا جہان اپنی زبانی تو ہے ذی نطق کا ہر چند نہین تو خالق

اپنی زبانی اور خاقانی ثانی اور خلاق معانی مسند ہین اور تو ضمیر مخاطب منفصل مسند الیہ ہے اور یہان اس تقدیم سے قصر مخاطب کا اپنی زبانی اور خاقانی ثانی اور خلاق معانی پر ہوتا ہے اور یہ قصر صفت کا موصوف پر ہی اور یہان قصر افراد اور قصر قلب دونون بن سکتے ہین کیونکہ اگر متکلم کا یہ قول اس اعتقاد کے باطل کرنے کے لیے ہے کہ خاقانی ثانی اور خلاق معانی اور اپنی زبانی ہونے مین سودا کے شریک

دوسرے شعرا بھی ہین تو یہ قصر افراد کی صورت ہے اور اگر اس اعتقاد کے رد کے لیے ہو کہ سوا خلاق معانی اور خاقانی ثانی اور بجہان اپنی زبانی نہین ہے تو قصر قلب ہوگا کیونکہ اسمین متکلم نے اُس تمام اعتقاد کو بدل ڈالا ہے ۔

حالی

جان اور مال سے نمرود کو کھویا تونے — اور فرعون کو دریا مین ڈبویا تونے
مصر مین قید سے یوسف کو نکالا مین نے — اور ایوب کے بیڑے کو سنبھالا مین نے

(ب) بعض معمولات فعل کی تقدیم سے دوسرے معمولات پر قصر کا فائدہ حاصل ہوتا ہی جیسے ۔

نظیر

طاق ابرو مین صنم کے کیا خدائی رہ گئی — اب تو پوجینگے اُسی کافر کے بتخانے کو ہم

پوجینگے کا فاعل ہم ہی اور اسکا مفعول اُسی کافر کا بتخانہ ہی اور مفعول کی تقدیم فاعل پر قصر کا فائدہ بخشتی ہی

ناسخ

کیا مگس بیٹھے بھلا اُس شعلہ رو کے جسم پر — اپنے داغوں سے جلا دیتے ہین پروانے کو ہم

طور

شب وصل صنم مین رات بھر مانگی دعا مین نے — الٰہی آج نکلے مہرتابان سے قمر پہلے

دعا مفعول ہی اور مین نے اسکا فاعل ہی ۔

صفیر

کوئی تسخیر ہے افسون ہی یا اعجاز آنکھو نمین — لبھا لیتا ہے دلکو وہ بُت طناز آنکھو نمین

دل کو مفعول ہی اور بت طناز اُسکا فاعل ہی

ظفر

چمن سے ڈھونڈھتا آوے ہزار تا بازار — نیا دے رنگ پریدہ کے پر سُراغ کو گُل

رنگ پریدہ کا سُراغ مفعول ہی گُل فاعل ہی ۔

امیر

توبہ مے سے کیا پشیمان ہین — زاہد وہ دیکھ کر گھٹا ئین ہم

بعض محققین کہتے ہین کہ مفعول کی تقدیم فاعل پر قصر کا فائدہ نہین دیتی یہی قول مرجح ہے ۔

(ج) فعل پر مفعول کی تقدیم سے قصر کا فائدہ حاصل ہوتا ہی جیسے ۔

میرحسن

رہے حمد مین تیری عز و جل
تجھے سجدہ کرتا چلون سر کے بل

قصہ شاہ روم

خدا کو یاد کر ایسے پتلۂ خاک
بنایا جسنے تجھکو ایسا چالاک

تجھے ... مقصود یا تسہیل ہی۔

(و) حال کی تقدیم سے بھی فعل پر قصر پیدا ہو جاتا ہی مثلاً۔

ہوس

روتا ہوا وہ بحالت وجد
فریاد کنان گیا سوے نجد

جواد علیخان ہوس

خندان خندان جدھر پھرا وہ
گریان گریان اُدھر گئے ہم

نواب محبوب علی خان آصف

گھلتے گھلتے عاشق بیمار تیرا مر گیا
دلمین زہر عشق آخر کام اپنا کر گیا

(ز) فعل پر مجرور کے مقدم کر دینے سے بھی قصر پیدا ہوتا ہی جیسے۔

داغ

زلال لطف کی تاثیر سے مٹ جائے شور ایسا
یقین ہی اب نہ نکلے حشر تک کوئی کنوان کھاری

تاثیر مضاعت زلال لطف بترکیب توصیفی مضاف لیا اور یہ مرکب اضافی مجرور ہی اور حرف سے جو سبب کا فائدہ دیتا ہی جار رہے اور یہ جار مجرور سے ملکر متعلق ہی مٹ جائے سے جو فعل ہی۔

شاہ غلام اعظم افضل

جب سے کہ ترے نور رخ صاف کو دیکھا
خواہش نہین اے رشک وہ ماہ کسی کی

جب بمعنے جسوقت مجرور ہی اور سے حرف جار ہی۔

امداد

زلف مین کرتا ہے اغیار جو اُسکے شانہ
پھر کہو دل یہ پریشان رہے یا نہ رہے

زلف مجرور اور مین جار ہی۔

میر علی سجاد

ان آنکھون سے دم نکل رہا ہی
تجھپر نہ نکال یار آنکھین

ان آنکھون مجرور ہی اور یہ حرف جار ہے۔

(۵) مسند الیہ کی تکرار سے قصر کا فائدہ حاصل ہوتا ہے

انیس

علی علی نظر آئے جدھر جدھر دیکھا	ولی ولی کی صدا تھی جہان جہان پہونچا

علی مسند الیہ ہی اور نظر آئے مسند ہی اور علی کی تکرار قصر کا فائدہ دیتی ہی یعنی علی کے سوا کوئی نظر نہین آیا

(۶) چند اشیا کی نفی کے ساتھ کسی شے کا ذکر بطریق اثبات کے کیا جاتا ہے تو وہان بھی قصر پیدا ہوتا ہے

سراج

نہ خرد رہا نہ خطر رہا مگر ایک بے خطری رہی	کیا خاک آتش عشق نے دل بینوائے سراج کو

اس مثال مین کوئی یہ خیال نہ کرے کہ مگر کے لفظ سے قصر پیدا ہوا ہی کیونکہ بغیر اُسکے بھی قصر ثابت ہی بنظر مزید احتیاط دوسری مثال دیجاتی ہے۔

محسن

نہ خطا ہی نہ ختن ہے نہ یہ عنبر سر ہے	کشور کاکل پر پیچ و خم سرور ہے

میر حسن

کل شہر سے راہ جنگل کی لی	نہ سدھ بدھ کی لی اور نہ منگل کی لی

(۷) قصر ان الفاظ سے ہوا کرتا ہے

فقط۔ صرف۔ تنہا۔ اکیلا۔ محض۔ خاص۔ وغیرہ۔

نواب مرزا شوق

شوخی چالاکی مقتضا سن کا	ناک مین نیم کا فقط تن کا +

انشا

تب خوش ہو مرا دل کہ جب اُس بات کی ٹھہرے	کب چاہوں ہون مین صرف ملاقات کی ٹھہرے

مومن

تھا مین اس گھات مین کہ گر اک آن عذر تحریک اضطراب کرون	ملے تنہا وہ راحت دل و جان شکوۂ جوشش پیچ و تاب کرون

شہید

دیکھا کیلے کے درختو نمین چھپا	ایک لڑکا ہے اکیلا بیٹھا

غالب

خاص وہ آم جو نہ ارزان ہو	نو بر نخل باغ سلطان ہو

لمؤلفہ

ہے جو تجھکو اُمید وصل دلبر وہی چاہے تو اُس سے کچھ دور نہین	محض تری خام خیالی ہے مگر تجھی رکھ تو خدا کی قدرت پہ نظر

تنبیہ جیسا کہ مسند الیہ و مسند مین قصر واقع ہوتا ہی ویسا ہی فعل اور فاعل اور فاعل و مفعول وغیرہ مین بھی قصر واقع ہوتا ہے فعل و فاعل مین قصر ہونیکی مثال یہ ہے "نہین آیا مگر زید" اور فاعل و مفعول مین قصر کی مثال یہ ہے "زید نے نہین مارا مگر عمرو کو" اور "نہین مارا عمرو کو مگر زید نے" اور دو مفعولونکے باہم قصر ہونیکی مثال یہ ہے "مین نے نہین دیا زید کو مگر گھوڑا" ایسے استثنا مین مقصور علیہ کو مع حرف استثنا کے مقصور کے بعد لاتے ہین پس اگر فاعل پر قصر مقصود ہوگا تو کہینگے "نہین مارا عمرو کو مگر زید نے" یہان فاعل مقصور علیہ ہے اور مفعول مقصور اور اگر قصر مفعول پر مقصود ہوگا تو کہینگے نہین مارا زید نے مگر عمر کو یہان مفعول مقصور علیہ ہی اور فاعل مقصور۔

اگر کہا جاے کہ قصر کی دو صورتین ہین ایک صفت کا قصر موصوف پر ہوتا ہی دوسرے موصوف کا قصر صفت پر ہوتا ہے حالانکہ فاعل و مفعول دونون ذات ہین نہ صفت پس ان مین قصر کیسے صحیح ہو سکتا ہے تو ہم جواب دینگے کہ فاعل کے قصر سے مفعول پر اور مفعول کے قصر سے فاعل پر یہ مراد ہے کہ جو فعل فاعل کا مسند ہوتا ہے اور جس فعل کے ساتھ مفعول متعلق ہوتا ہے اُن کا قصر ہوتا ہے نہ یہ کہ فاعل یا مفعولون کی ذاتون کا قصر ہوتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مقصور علیہ اور حرف استثنا کو مقصور پر مقدم کر دیتے ہین اور اسوقت مین بھی حرف استثنا مقصور علیہ سے موخر رہتا ہے جیسے "نہین مارا مگر عمرو کو زید نے" اس مثال مین فاعل کا قصر مفعول پر ہے اور "نہین مارا مگر زید نے عمرو کو" اس مثال مین مفعول کا قصر فاعل پر ہے اور استثنا مین عام ہونا چاہیے

تاکہ اخراج اُس سے ثابت ہو جائے اور یہ بھی شرط ہے کہ مستثنےٰ منہ جنس وصفت مین مستثنےٰ سے مناسبت رکھتا ہو چنانچہ سولے زید کے اور کسی کو نہین مارا اس مثال مین کسی کو مستثنےٰ منہ ہے اور وہ عام ہی زید کا اخراج اُس سے ہو سکتا ہے اور جب مستثنےٰ منہ کی نفی کی جاتی ہی تو قصر پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ سولے مستثنےٰ کے جنس مذکور مین کوئی شامل نہین رہتا۔

چھٹا باغ انشا کے حال مین

یاد رکھو کہ انشا کا اطلاق دو چیزون پر ہوتا ہے ایک اُس کلام پر جسکی نسبت کیلیے جو اُس سے مفہوم ہوتی ہے امر خارجی جسکے ساتھ اُس کلام کی مطابقت یا غیر مطابقت کا قصد کیا جا سکے نہو دوسرے اُسکا اطلاق متکلم کے فعل پر ہوتا ہے اور وہ اس کلام کا القا ہی اور یہان انشا سے مراد یہ دوسرے معنی ہین پہلے معنے پس انشا طلب کو متضمن ہو تو اسمین یہ لحاظ ضرور رکھنا چاہیے کہ طلب کے وقت مطلوب غیر حاصل حاصل ہووے کیونکہ حاصل کی طلب محال ہی چنانچہ اگر مردے کو کہین کہ مرجا تو یہ محال ہے کیونکہ مرا ہوا کیا مرے گا یا بیٹھے ہوے آدمی سے کہا جائے کہ بیٹھ غرض یہ ہے کہ طلب کے جتنے اقسام ہین سب مین یہ عادت ضرور رہنی چاہیے پس اگر مطلوب ایسا ہی کہ پہلے حاصل ہو چکا ہی تو ایسے موقع پر اُسکو اُسکے حقیقی معنو پر حمل نہین کیا جاتا بلکہ اُس کے اور معنے لیے جاتے ہین چنانچہ استفہام انکاری کہ فی الحقیقت خبر ہے لیکن بظاہر انشا ہے اور نکتہ عامہ اس مین یہ ہے کہ مطلب اس قدر واضح ہے کہ گویا مخاطب بھی اُسکو جانتا ہی یہانتک کہ متکلم اُس مطلب کا اُس سے سوال کرتا ہی اور طلب کی پانچ قسمین ہین تمنا۔ استفہام۔ امر۔ نہی۔ ندا۔

بیانِ تمنا

تمنّا اِسے کہتے ہین کہ کسی شی کے حصول کی طلب محبت کے طور پر کرنا اور اُس مین شرط نہین کہ متمنی ممکن الوجود ہی ہو کیونکہ اکثر اوقات انسان طلب محال کی بھی کر لیتا ہی اور وہ محال یا محال عقلی ہو گا مثلاً

جرأت

ہو جائے کاش شکل مری اُس رقیب کی	نا لوفِ طبع جس سے ہو یا رب حبیب کی

ظفر

دیوے مجکو بھی بنا داور داور طیر	نسر طائر بھی اُنھین دیکھکے کہتا ہی کاش

انشا

پیالیان گل کی جو دھوئین تو بلا سے باجی
کاش دھبّے کو بھی لگے مرے کچھ دھوتی صبح

ولہ

کاش مستو نکو نہ ملتی داڑھی اُگتے اُسکی جا
پنبۂ مینائے صہبائے کہن کے رونگٹے

مومن

پہونچتے وان تو اُس پردہ نشین کو دیکھتے
کاش ہوتے چشم نرگس دیدۂ بادام ہم

ناظم

ہے شب وصل نہو کاش سحر آج کی رات
عمر ساری مری ہو جائے بسر آج کی رات

نواب کلب علیخان

آرزو ہے تہ خنجر یہی بسمل ہو کر
کاش یہ بھی مرے پہلو مین لپٹے دل ہو کر

ذوق

جا سکتے ضعف سے نہین کوچے مین اُسکے آہ
بہجائین کاش گریہ کی طغیانیون مین ہم

یا محال عادی ہو گا جیسے۔

داغ

بیکسی صدمۂ ہجران کی مجھے تاب نہین
کاش دشمن ہی چلے آئین جو احباب نہین

میر

کاشکے دل دو تو ہوتے عشق مین
ایک رہتا ایک کھوتے عشق مین

ولہ

دلخواہ اگر ملاپ ہوتا ملتے
ای کاشکے عشق اختیاری ہوتا

اور کبھی متمنی ممکن ہوتا ہی مگر اُسوقت مین بھی بالضرور اُسکے وقوع کی امید اور توقع نہین ہوتی اگر ایسا نہو تو وہ تمنا نہین رہے گی ترجی ہو جائیگی بہرصورت اسکی مثال یہ ہی۔

شہیدی

ہوئی ہی ہمت عالی مری معراج کی طالب
میسّر ہو طواف ای کاش محبوب تیرے مرقد کا

مومن

ای اجل کاش اُلٹ جائین شب ہجر آئین
وہ دعائین کہ تری جان کو ہم دیتے ہین

ناسخ

اسکی ہر دم کی نصیحت سے مین تنگ آیا ہون	کاش ناصح سے کبھی آنکھ اُسنے لڑائی ہوتی

غالب

کھیل سمجھا ہی کہین چھوڑندے بھول نجائے	کاش یون ہی ہو کہ بن میرے ستائے نہ بنے

انشا

یہ جو بُوڑھا سا ہی دربان تمھارا ایکاش	کوئی چور آئے اور اسکی کوئی گردن مارے

عاشق

سامنے میرے اگر وہ بے حجاب آتے نہین	کاش یہ کہکر بلا لین آؤ پردہ ہو گیا

خان آرزو نے موہبت عظمےٰ مین لکھا ہی کہ جب کلمہ کاش یا کاشکے ماضی استمراری کے ساتھ جمع ہوتا ہی تو ندامت وحسرت کا فائدہ بخشتا ہے مثلاً۔

غالب

منظر اِک بلندی پر اور ہم بنا سکتے	عرش سے اُدھر ہوتا کاشکے مکان اپنا

نواب کلب علیخان

غش مین بیٹھے رہے وہ سر کو لیے زانو پر	کاش تا حشر نہ مین آپ مین آیا ہوتا

سوز

جنکے نامے پہونچتے ہین تجھ تک	کاش مین اُن کا نامہ بر ہوتا

اور بھید یہ ہی کہ جو ماضی ضروری الوجود ہی کہ معدوم ہو لئی اور امتداد رکھتی ہے پس جب تک دلالت اُسکی نفی کی استمرار پر نہو گی طلب ثبوت فعل کی ایک بار بھی کہ مقتضا طلب غیر حاصل کا ہے وقوع مین نہ آئیگی برخلاف حال واستقبال کے اسلیے کہ اول بضرورت معلوم ہی کہ نہین کیا ہے طلب کی وجہ سے اور جو نکہ مستقبل ابھی تک نہین آیا ہی وہ بھی اسی قیاس پر ہی۔

بیان استفہام

ذہن مین حصول صورت شے کے طلب کرنے کا نام استفہام ہی اور حصول سے مراد ادراک ہے اور صورت سے مراد وہ مفہوم ذہنی ہے جو ذہن مین حاصل ہو کر انکشاف وادراک کا موجب ہوتا ہی یہی علم ہے اسی کو صورت کہتے ہین یہی موجود ذہنی ہے کیونکہ جسطرح حقائق اشیا کا وجود

خارج مین ثابت ہے اسی طرح ان اشیا کا وجود ذہن مین بھی ہوا کرتا ہے اشیا خارج مین اعیان ہین اور ذہن مین صورتین اشیا کے جسقدر آثار و احکام مترتب ہوتے ہین وہ سب وجود خارجی پر مترتب ہوتے ہین پس ہر ایک چیز کیلیے جو خاص مفہوم ذہن مین ہوتا ہے وہی اُس کا وجود ذہنی ہے جسکی وجہ سے وہ چیز ذہن مین معلوم و متمیز ہوتی ہے پس اگر وہ صورت نسبت کی درمیان دو چیزون یعنی مسند الیہ اور مسند کے خواہ واقع کے مطابق ہو یا نہو تو اس نسبت کے ذہن مین مدرک ہونیکو تصدیق کہتے ہین اگر وہ نسبت نہو بلکہ موضوع یعنی مسند الیہ یا محمول یعنی مسند یا نسبت یا انمین سے دو چیزین یا تینون ہون بغیر لحاظ تعلقات باہمی کے تو اُسکو تصور بولتے ہین اور یہان نسبت سے مراد خالی نسبت ہے یعنی بغیر لحاظ درمیان دو چیزونکے۔

استفہام کی دو قسمین ہین حقیقی مجازی۔

(۱) استفہام حقیقی وہ ہو کہ متکلم مخاطب سے طلب خبر کرے عام اس سے کہ درحقیقت متکلم اُس سے علم نرکھتا ہو یا تجاہل عارفانہ کرتا ہو۔

مثال اول جیسے اس فقرے مین غالبؔ کے "کو صاحب اب وعدہ وفا کب کروگے علائی کو کب بھیجوگے ابھی تو شب کے چلنے اور دنکے آرام کرنیکے دن ہین"۔

مولوی ہادی علی اشکؔ شاگرد برقؔ

اب کیا ہوئی وہ آپکی آنکھونکی مو ہنی ۔۔۔ بالو تمین تھا جو سحر کا عالم کہان گیا

سوداؔ

کسی کی دلشکنی سے جو خوش کرے دلکو ۔۔۔ وہ کون قوم ہین کیسے ہین کیا ہین مجکو بتا

داغؔ

شریک ہُو رہے بزم عدو مین خاک ہُوتے ہم ۔۔۔ کسی نے رات بھر اتنا نہ پوچھا تم یہان کیون ہو

تسلیانؔ

کہ تو کون ہے تیرا کیا کام ہے ۔۔۔ نشان دے مجھے تیرا کیا نام ہے
کس اُستاد سے تو نے سیکھا یہ فن ۔۔۔ بلا شبہ یکتا ہے ناوک فگن

مثال دوم جیسے اس شعر مین آتشؔ کے۔

بنینگے کسکا نور چاند سورج
گرھا کرتے ہین کیون گرچاند سورج

شاعر کو معلوم ہے کہ معشوق کا زیور بینگے مگر بطور تجاہل عارفانہ کے سوال کرتا ہے۔

نوا

کھولی تھی چین زلف سے کسنے گرد کنار بحر	موج رواں مین ہر حباب نافۂ مشکبار تھا

شاعر خوب جانتا ہے کہ معشوق نے چین زلف سے گرد کھولی تھی مگر تجاہل عارفانہ کرکے سوال کرتا ہے۔

مثنوی سعدین

کیا اسی کام کو بلایا تھا	اسی خاطر محل بنایا تھا

ولہ

کہو کس بات پر آڑے ہو تم	یا کون بے وجہ کیون پڑے ہو تم

ولہ

کیون جی کب تھا تمھین یہ عشق کا جوش	تن بدن کا نتھا تمھین کو ہوش

داغ

راہ مین وعدہ کرین جاؤن جو گھر پر تو نہین	کون ہے کسنے بلا اسے کیو نکر آیا

احمد علیخان صادق

ہین کہان وہ عاشقان باغ شعر اے ذوق و غالب و داغ و امیر	اب نہین سنتے ہین ہم انکی فغان چھوڑکر اسکو گئے ہین خود کہان

(۲) استفہام مجازی دو قسم پر ہے۔
(الف) اقراری یا تقریری یعنی اسکے مدعا ثابت کیا جاتا ہے اور مخاطب سے اس بات کا اقرار طلب کیا جاتا ہے جو متکلم کے نزدیک ثابت ہوتی ہے اسمین بظاہر انکار ہوتا ہے اور حقیقت مین اثبات مقصود ہوتا ہے جیسے۔

شہید

لوگون نے کہا ہے یہ شہید آپ کا مضطر	فرمایا کہ کیا وہ مرے ہمراہ نہین ہے

یعنے وہ ضرور میرے ہمراہ ہوگا۔

حضرت شاد دام بالقابہ

کب ترے جلوے نے حیران کیا عالم کو
حشر کس دن ترے دیدار سے برپا نہ ہوا

دونون مصرعون مین استفہام ثبوت کا فائدہ دیتا ہے۔

شیفتہ

ہرجائی اپنے وحشی کو کس منھ سے کہتے ہو	کیا آپکا نشان قدم کو بکو نہین

یعنے آپکا نشان قدم بھی کوبکو ہی اور آپ بھی ہرجائی ہین۔

اوج

سلامی سوز ماتم سے نہ سرگرم فغان کیون ہو	مضمون آتش فشان نلاے تو مجلس مین دھوان کیون ہو

یعنی سلامی سوز ماتم کی وجہ سے ضرور سرگرم فغان ہو۔

ناسخ

کیونکر قسیم نار و جنان ہو نہ مرتضےٰ	نائب ہے وہ جناب بشیر و نذیر کا

(ب) انکاری جس سے انکار پایا جاتا ہے اِس مین بظاہر اثبات معلوم ہوتا ہے اور درحقیقت نفی ہوتی ہے جیسے۔

آباد

سبزۂ خط ہے طلسم حسن سے رخ پہ عیان	ورنہ کب ممکن ہی شعلے پہ ٹھہرنا کاہ کا

یعنے کاہ کا شعلے پہ ٹھہرنا ممکن نہین۔

محسن

کیسی پژمردگی کیا بات ہے مرجھانیکی	غنچہ کہتا ہی بجا بو سے کہ گلشن سے نکل

یعنے کوئی بات پژمردگی اور مرجھانیکی نہین ہے۔

نواب امجد علیخان یوسف

کون ہی نازک بدن تجھ ماہرو سا دوسرا	پھول کی بدھی جو پہنی دردشانہ ہو گیا

کرم اللہ خان فردمند

کنارے سے کنارا کب ملے ہے بحر کا یا رو	پلک لگنے کا مضمون دیدۂ پرآب کیا جانے

اگر غور سے دیکھا جائے تو استفہام انکاری و تقریری جملہ خبریہ کے اقسام سے ہین مگر چونکہ اُنمین مطلب اسقدر واضح ہوتا ہے کہ متکلم اور مخاطب دونون خوب جانتے ہین اور متکلم بنظر اس کے کہ زیادہ وضاحت ہو جائے مخاطب سے استفہام اور استفسار کرتا ہے اسلیے داخل اقسام انشا ہوے کلمات جو استفہام کے واسطے موضوع ہین یہ ہین۔ آیا۔ کیا۔ کون۔ کیون۔ کسلیے۔ کسواسطے۔ کسطرح۔ کیونکر۔ کیسے۔ کیسی۔ کیسا۔ کب۔ کبھی۔ کدھر۔ کہان۔ کے۔ کتنی۔ کتنا۔ مگر۔ وغیرہ۔

آیا الف ممدودہ سے کبھی طلب تصور کے لیے آتا ہے جیسے کہین آیا مکان مین زید ہے یا عمرو اور کبھی طلب تصدیق کے لیے آتا ہے جیسے کہین آیا تو نے زید کو مارا ہے یا عمرو کو اور فرق ان دونون مین بحسب قرینے ہوتا ہے اسلیے کہ اگر شک ذات فعل مین ہوگا یعنی مارنا کہ مخاطب سے صادر ہے اور زید پر واقع ہے اسکے طلب کرنیکا ارادہ کریگا اُسوقت مین مخاطب سے صدور فعل کی تصدیق مطلوب ہوگی اور طلب تصور اسکے خلاف ہوتا ہے اور ذوق طبیعت اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کلمہ آیا قضایا شرطیہ منفصلہ پر آتا ہے اور بغیر ملاحظۂ انفصال کے نہین ہوتا اگرچہ دوسرا جز درمیان مین نہ ہو اور وہ جز و اول کے قرینے سے معلوم ہو جاتا ہے چنانچہ آیا زید آیا ہے اس قول مین اگر شک نفس فعل مین ہوگا تو دوسرا جز یا نہین آیا ہے ہوگا اور اگر شک فاعل مین ہوگا تو دوسرا جز یا عمرو ہوگا۔

انشا

کعبے کا کرون طوف کہ بتخانے کو جاؤن کیا حکم ہے مجکو	ارشاد مرے حق مین کبھی کچھ ہو ویگا آیا اے پیر طریقت

میر

شب درد و غم سے عرصہ مرے جی پہ تنگ تھا	آیا شب فراق تھی یا روز جنگ تھا

کیا طلب تصور کے لیے آتا ہے اور ذوی العقول اور غیر ذوی العقول مین مستعمل ہوتا ہے اور طلب عام اور طلب حقیقت کے لیے ہے خواہ حقیقی ہو جیسے انسان کیا ہے یعنی اُسکی حقیقت کیا ہے یا ادعائی یعنی با وجود علم کسی چیز کے اُسکی حقیقت سے سوال کیا جاتا ہے ذوی العقول کی مثال۔

غالب

نہ شعلے مین یہ کرشمہ نہ برق مین یہ ادا	تمھین بتاؤ کہ وہ شوخ تند خو کیا ہے

غیر ذوی العقول کی مثال۔

جرأت

شب کو زاری مری سُن کہتے ہین لُچ ہمسایہ	کوئی پوچھو تو کہ اس شخص کو آزار ہے کیا
طرفہ تر بات یہ سُنتا ہون کہون کس سے کہ یار	مرے ساتھ اُس بُت عیار کی گفتار ہے کیا

کون طلب تصور کیلیے آتا ہے اور ذوی العقول مین مستعمل ہوتا ہے جیسے۔

غالب

پوچھتے ہین وہ کہ غالب کون ہے
کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائین کیا

بدھ سنگھ قلندر

دیکھتے دیکھتے یہان سے کون لے گیا دل کو مار آنکھوں مین

کبھی غیر ذوی العقول مین مستعمل ہوتا ہے۔ جیسے

ناسخ

وہ کون جا ہے جہان جاہ زیر کاہ نہین

میر

کون گل چہرۂ رنگین کا نہین دیوانہ باغ غنچہ ہے ترے چاک گریبانونکا

کبھی لفظ سا بھی کون کے ساتھ ملتا ہے اور اسوقت مین اگر مجرد ہوتا ہے تو غیر ذوی العقول سے خصوصیت رکھتا ہے اور جب دوسرا لفظ اسکے ساتھ ملتا ہے تو ذوی العقول اور غیر ذوی العقول مین مشترک ہو جاتا ہے بہرصورت دوسرے لفظ کے ملاے بغیر ذوی العقول پر صادق نہین آتا بخلاف غیر ذوی العقول کے مثلاً یہ کونسا ہے اسکے معنی یہ کون آدمی ہے صحیح نہین بلکہ یہ کونسا مینڈھا ہے یا کونسا مرقع تصاویر ہے کے معنے مین لے سکتے ہین۔

آزردہ

گیا کونسا صید افگن ادھر سے کہ خالی پڑے آشیانے بہت ہین

لمؤلفہ

کونسا رشک چمن گلشن مین ہے آیا ہوا جسکی گرمی سے صبا ہر گل ہے مرجھایا ہوا

سہراب بیگ دہلوی

کس دن نہین خیال وہان شکر مجھے وہ روز کونسا ہے جو سیر عدم نہین

داغ

پڑ گئی کیونکر الٰہی دلمین اس بت کے گرہ بچ رہا تھا کونسا عقدہ مری تقدیر سے

کبھی کیا اور کون مطلب تصدیق کیلیے بھی آجاتے ہین چنانچہ استفہام انکاری جو ادعاے کمال وضوح مطلب کیلیے آتا ہے یعنی مطلب یہانتک واضح ہوتا ہے کہ مخاطب بھی سمجھ جاتا ہے اور پھر اس سے سوال کرتا ہے۔

آتش

طبل و علم ہی پاس ہے اپنے نہ ملک و مال ہمسے خلاف ہوکے کریگا زمانہ کیا
ترچھی نظر سے طائر دل ہو چکا شکار جب تیر کج پڑیگا اڑیگا نشانہ کیا

یوسف

کون ہی نازک بدن تجھ ما ہر وسا دوسرا | پھول کی بدھی جو پہنی درد شانہ ہو گیا

کیون اور کسلیے اور کس واسطے - طلب سبب کے واسطے آتے ہین -

غالب

وعدہ آنیکا وفا کیجے یہ کیا انداز ہے | تمنے کیون سونپی ہی میرے گھر کی دربانی مجھے

مضطر

ایجان غم دشمن مین یہ شوریدہ سری کیون ہے | ہم تو ابھی زندہ ہین تو یہ جامہ دری کیون ہے

قلق

تمھارا اُنھی گیسو تھا آگے کالا سانپ | بنایا کسلیے افشان سے کوڑیالا سانپ

مومن

کھون گر غیر سے مت مل تو کھوے طعن سے ترک کر | یہ کیون کس واسطے ہم ایسے ترے ہو گئے بس مین

ذوق

شانہ کا دل چاک پسند آپ کو آیا | کس واسطے ان سینہ فگارونسے تو کھچے

کسطرح اور کیونکر طلب وضع کے واسطے آتے ہین جیسے

میر حسن

کسطرح سے زیست ہووےگی بھلا اے دوستو | ابتو قاصد بھی اُدھر کو آنے جانے سے رہے

طپش

لگ کہنے طپش مین گھر سے باہر کسطرح نکلون | اندھیری رات ہی برسات ہی بجلی چمکتی ہے

محبت

کسطرح آہ بنے اُس سے ملاقات کا ڈھب | جس سے ہرگز نہ ملا آہ کبھی بات کا ڈھب

غالب

کہتے ہین جب رہی نہ مجھے طاقت سخن | جانون کسی کے دل کی مین کیونکر کہے بغیر

امانت

اسپ جانان کو لکھون گرم عنان مین کیونکر | توسن فلک کو یارا نہین جولانی کا

کیسا اور کیسے اور کیسی طلب وضع اور کیفیت اور حال اور کام کرنیکی روش کے واسطے آتے ہین

شہیدی

در پردہ ستم ہم پہ وہ کر جاتے ہین کیسے | جب پوچھو تو پھر صاف مکر جاتے ہین کیسے

محسن

کیسی پژمردگی کیا بات ہی مرجھا نیکی | غنچہ کہتا ہے بجا لوسے کہ گلشن سے نکل

مومن

وہ جو زندگی مین نصیب تھا وہی بعد مرگ رہا قلق | یہ قلق ہی کیسا کہ ہی ستم گئی جان پہ نگیا قلق

ظفر

یہ کیسا زمانہ برا آگیا ہے | جہان دیکھو ہین وان برائی کی باتین

کب طلب تعین زمانہ کے واسطے آتا ہی۔

شاد

کب موسم بہاران آئیگا میرے ساقی | رندونکے واسطے کب دور شراب ہوگا
دیر و حرم مین جلوہ دیکھینگے اسکا کب ہم | ای شاد دور ِسے کب یہ حجاب ہوگا

رند

کب مٹا عشق کا نشان دلسے | زخم اچھا ہوا تو داغ رہا

مومن

عمر رفتہ کی جستجو کب تک | اپنے مرنے کی آرزو کب تک

اور کبھی بھی طلب تعین زمانہ کے واسطے آتا ہے جیسے معظم شاگرد ناد رکے شعر مین۔

یہ فیض اُسی زلف معنبر کا ہی سارا | ڈوبی تھی کبھی عطر مین باد سحر ایسی

کہان اور کدھر طلب تعین مکان کے واسطے آتے ہین۔

مشتاق

کہان اتنی بلاؤنسے بچا سکتا ہی کوئی دل | قیامت قد غضب آنکھین نگہ جادو بلا کاکل

میر

رو چکا خون جگر سب اب جگر مین خون کہان | غم سے پانی ہوکے کب کا بہ گیا مین ہون کہان

میر وزیر علی صبا

نقاب اُلٹ کے وہ منہ پہ سے اپنے کہتے ہین | کہان ہی ماہ کہان آفتاب رہتا ہے

ملاق

طریق دیر و حرم جا کے کل بگاڑ چکے		چلے ہو آج خدا کے لیے کدھر بنکر

نعیم

کیون اب کدھر گئی وہ تری شاعری نعیم		سنکر تو اُسکی ایک ہی دشنام رہگیا

میر حسن علیخان جولان

کنج قفس مین دیکھ کے بے بال و پر مجھے		ای ہم صفیرو چھوڑ گئے تم کدھر مجھے

کس طلب تعین کے واسطے آتا ہی اگر تنہا ہو تو غیر ذوی العقول پر صادق نہین آتا اور جو دوسرا کوئی لفظ اسکے ساتھ ملا دیا جائے تو ذوی العقول کے ساتھ خصوصیت باقی نہین رہتی جیسے ۔

غالب

رشک کہتا ہی کہ اُسکا غیر سے اخلاص حیف		عقل کہتی ہی کہ وہ بے مہر کس کا آشنا
گرد راہ یار ہی سامان نازِ زخم دل	ولہ	ورنہ ہوتا ہے جہانمین کسقدر پیدا نمک
شور جولان تھا کنارِ بحر پر کس کا کہ آج		گرد ساحل ہے بزخم موجۂ دریا نمک

نعیم

مانگا مین دل جو اُس سے تو کہنے لگا نعیم		کس کو دیا ہے تونے کوئی ہی گواہ بھی

ذوق

کس دم نہین ہوتا قلق ہجر ہے مجکو		کس وقت مرا منھ کو کلیجا نہین آتا

کن یہ بھی طلب تعین کے واسطے آتا ہی اور کس کے معنے مین ہے اور یہ مشترک ہی ذوی العقول اور غیر ذو العقول مین بخلاف کس کے کہ ذوی العقول کے ساتھ مختص ہے مگر دوسرے لفظ سے ملکر غیر ذوی العقل مین بھی استعمال پاتا ہی اور کن دونون مین مستعمل ہی مگر غیر ذوی العقول کیلیے یہ شرط ہی کہ مکرر آئے ۔

میر تقی

وفا کن نے ان ناقصون مین سے کی		موا سوئے کس کا کہ وہ پھر نہ جی

کن کن چیزون سے دُنیا مین رہ کے پرہیز کیجیے ۔ اور تری کن کن باتون کا گلہ لے بیٹھیے ۔
غیر ذوی العقول کیلیے جیسے ۔

میر

کن کن اپنی کل کو روئے ہجران مین بیکل اُس کا		خواب گئی ہی تاب گئی ہے چین گیا آرام گیا

اور کنھون نے اسکی جمع ہی اور یہ ذوی العقول کیلیے مخصوص ہی جیسے مغلون کی جو آپ ہجو کرتے ہین یہ فرمائیے کہ ہندوستان کو انکے سوا کنھون نے سر کیا ہی کنھون نے تلوار ماری ہی یا اور قوم نے" یہ لفظ اصل مین پنجابی ہی اکثر فصیحان اردو اس سے اجتناب کرتے ہین اور اسکی جگہ کن اور کس استعمال کرتے ہین

کہین طلب تعیین وقت کا فائدہ دیتا ہی جیسے۔

ذوق

زیادہ ہوگا تو کل سے بھی کہین روزہ	کہ اسمین آیا تو روزی ہی اور نہین روزہ

یہان استفہام انکاری ہی۔

آبرو

آبرو تذکرۂ زلف رسا خوب نہین	باتون باتون مین نہ دیکھو کہین الجھن ہو جائے

کرم

زلف مژگان سے لپٹی ہی خدا خیر کرے	مشک آلودہ کہین خنجر برّان ہوگا

کے اور کتنا اور کتنے اور کتنی طلب کمیت عدد کے واسطے آتے ہین مثلاً کہتے ہین کے روپیہ ہین یا کتنے آدمی ہین

اکبر

پوچھا لقمان سے جیا تو کتنے دن	دست حسرت ملکے بولا چند روز

غالب

ہوتی ہی تراویح سے فرصت کب تک	سنتے ہو تراویح مین کتنا قرآن

مولوی نذیر احمد

خدا ہی جانے ہوئین کتنی عورتین بیوہ	خدا ہی جانے ہوے بچے کسقدر ایتام

مولوی سید اکبر حسین اکبر

نہین کچھ اسکی پرسش الفت اللہ کتنی ہی	یہی سب پوچھتے ہین آپکی تنخواہ کتنی ہے

مگر یہ لفظ شکیہ ہر طلب تصدیق کے واسطے آتا ہی جیسے۔

غالب

مین نے مانا کہ تو ہی حلقہ بگوش	غالب اسکا مگر غلام نہین

یعنی کیا غالب اسکا غلام نہین ہی۔

اصل استفہام مین یہ ہی کہ حقیقی ہو مگر کبھی کلمہ استفہام سے مجازاً کوئی اور معنی بھی مقصود ہوتے ہین جیسا کہ انکار

چنانچہ اسکا حال اوپر معلوم ہوچکا اور اُسکے سوا مناسب مقام اور بھی معانی کا فائدہ بخشتا ہے اور یہ معانی قرائن سے معلوم ہوجاتے ہین اور اُسوقت مین حرف استفہام اپنی حقیقت پر باقی نہین رہتا چنانچہ کبھی حرف استفہام افادہ تعظیم و عظمت کا دیتا ہے جیسے۔

محسن

کیسی تصویر کہ سب صلّ علی کہتے ہین | کیسی تصویر کہ سب جل علی کہتے ہین

یعنی بڑی صاحب عظمت اور بڑی مقدس تصویر ہے۔
کبھی حرف استفہام فائدہ تعریف و تحسین کا دیتا ہو جیسے۔

ناسخ

عبث ان غافلون کو رات دن فکر عمارت ہے | کرین عبرت کہ کیا کیا قصر و ایوان ہو گئے خالی

یعنے کیسے اچھے اچھے قصر و ایوان

انیس

کیا ہاتھ تھا کیا تیغ تھی کیا ہمّتِ عالی | دم بھر مین نمودار صفین ہوتی تھین خالی

یعنی کیا اچھا ہاتھ تھا اور کیا اچھی تیغ تھی اور کیا ہمّت بلند تھی۔

ولہ

حضرت نے مسکرا کے یہ ہر ایک سے کہا | دیکھو تو کیا ترائی ہے کیا سیر کیا فضا

نسیم

کیا پھول ہے کیا اثر ہے اسمین | ہو جاتی ہین روشن اندھی آنکھین

ولہ

بولا وہ فسردہ دل سحرگاہ | کیا ٹھنڈی ہوا ہے واہ وا ہواہ

مومن

کیا تن تہ خاک اللہ اللہ | کیا صورت پاک اللہ اللہ

مشتاق

اشکون سے تر ہے مژگان نکلے ہے آہ دل سے | بجلی کی کیا چمک ہو عالم ہو کیا گھٹا کا

امانت

نور رخ کیا جلوہ گر ہے یار کی مندیل مین | ہو چراغ طور روشن یار کی قندیل مین

چھاتیان زیبا ہین کیا اُسکے چھریرے ڈیل مین | دو کنول بلّور کے روشن ہین اک قندیل مین

کبھی حرف استفہام سے اظہار تمسخر و خوش طبعی کا ہوتا ہے۔

نسیم

بولا وہ جہ خوش تم ایسی کیا ہو
ڈرنے کا نہین مین کیا بلا ہو

کبھی حرف استفہام سے تحقیر ظاہر ہوتی ہے۔

نسیم

بُلبل اُسی رشک گُل کی ہو نہین | تم کیا ہو ہزار مین کہون مین

ولہ

مر جاؤن اگر طلب مین تیری | مین کیا کہ خبر نہ پہونچے میری

طاہر

باغ عالم مین قد یار کا ہمسر کیسا | سرو کس باغ کی مولی ہے صنوبر کیسا

مرزا حاجی شہرت

کیا وہ جگر کہ جسمین نہین داغ جان گداز | کیا دل وہ بیقرار جو آٹھون پہر نہین

سودا

کیا مُنھ مرا اور کیا لب و لہجہ ہو کہ اُس کا | لون نام مفصل نہین آداب کا یہ ڈھنگ

غالب

پیون شراب اگر خم بھی دیکھ لون دو چار | یہ شیشہ و قدح و کوزہ و سبو کیا ہے

ناسخ

بارہا بیٹھ کے کعبے مین لُنڈھائی ہے شراب | محتسب کیا ہے خدا کا ہمین جب پاس نہین

کبھی حرف استفہام سے زجر و توبیخ منظور ہوتی ہے جیسے

معروف

کچھ تو سمجھ لیا ہے جو اُسکو دیا ہے دل
کیون ناصحا عبث ہمین سمجھائے جائے ہے

یعنے کیون سمجھاتا ہے چپ کیون نہین رہتا ہے مت سمجھا۔

ذوق

بغل سے لیگئے دل کو نکالکر وہ صریح | جو مانگا تو کہا آنکھین نکال کر کیسا

انشا

لوگون کے چرچے کا انشا جو تجھے ڈر ہوتا | تیری کیون آنکھین بھلا پھوٹ ہین منھ سے تو پھوٹا

کبھی حرف استفہام سے تعجب مقصود ہوتا ہی جیسے۔

غالب

کہان مئے خانے کا دروازہ غالب اور کہان واعظ | پر اتنا جانتے ہین کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے

ولہ

عشق و مزدوری عشرتکدہ خسرو کیا خوب | ہمکو تسلیم نکونامی فرہاد نہین

نسیم

بولی کہو کیا کیا کہا خوب | بے کچھ کیے پھر بھی آئی کیا خوب

کیا خوب تعجب کیلیے ہے۔

وصل کی شب کو تو پھر ہیسے ہٹاوتے تھین | کوکب | پہلی تاریخ کو یہ چاند گہن کیسا ہی

کبھی حرف استفہام سے تفصیل مطلوب ہوتی ہی جیسے غالب کی اس عبارت مین "بندہ پرور میرا کلام کیا نظم کیا نثر کیا اُردو کیا فارسی کبھی کسی عہد مین میرے پاس فراہم نہین ہوا"

مومن

کیا کردن اللہ سب ہین بے اثر | ولولہ کیا نالہ کیا فریاد کیا

کبھی حرف استفہام سے دو متغائر چیزون مین برابری اور مساوات منظور ہوتی ہے اور بعض نے کہاہے کہ لفظ کیا کے خواص مین سے ہے کہ جب مکرر آتاہے تو مساوات کا فائدہ دیتا ہی جیسے ذوق کے اس مصرع مین۔

کیا صوفی ہو کیا میکش قائل ہے دونون ہین

قلندر

مست ہی رہتے ہین دن کیا رات کیا | ہمسے بد مذہب کی یارب ذات کیا

سودا

کیا کبوتر کیا ٹٹیری کیا بزے | قمری اور تیتر لوے اور اڑتے

ولہ

کیا قصیدہ کیا غزل کیا قطعہ بند	جو ردیف و قافیہ کیجے پسند
آپ کہکر مجکو بھی فرمائیے	جسکو جی چاہے اُسے دکھلائیے

کبھی حرف استفہام سے دو چیزونمین تفریق منظور ہوتی ہی جیسے۔

برق

دولت دنیا کجا و جُرأت و ہمت کجا	شیر قالین فرش سے شیر ژیان ہوتا نہین

حاجی سید محمد اکبر شاہ اکبر

لیلی ہے کہان اور تر ادشت کہان ہے	ای قیس تجھے عشق نہین ہی خفقان ہے

مصحفی

سو تاب ذرہ کہان نور آفتاب کہان	کہان وہ سطوت شاہی کہان غرور فقیر
مقابلہ جو برابر کا ہو تو کچھ کہیے	کہان دہقی و دیبا کہان پلاس و حریر

صفا

بیجا ہے اُسکو سرو ریاض ارم کہون	قدِ صنم کہان شجر بے ثمر کہان

کبھی حرف استفہام سے کثرت مقصود ہوتی ہی۔

امیر

توبہ ہی سے کیا پشیمان ہین	زاہدو ن دیکھ کر گھٹائین ہم

مجیب

کتنے نازک خیال ہین ہم بھی	کمر یار لفظ لا سمجھے

مصحفی

آرسی ہاتھ سے یکدم نہین چھٹتی ہرگز	کتنہ وارفتہ ہی وہ شوخ بھی خود بینی پر

کبھی حرف استفہام سے تاسف و تحسر منظور ہوتا ہی جیسے۔

سودا

کہان بہار کہان ساقی اور کہان ہی شراب	کہان مغنی و مطرب کدھر ہے ناخن و تار

رند

حیف بازار دہر مین اے رند	کیا مین لینے گیا تھا کیا لایا

غالب

آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک	کون جیتا ہی تری زلف کے سر ہونے تک

مومن

کہان وہ ربط بتان اب کہ اسکو تو مومن	ہزارون سال ہوے سیکڑون برس گذرے

کبھی حرف استفہام کو حذف بھی کر دیتے ہین کیونکہ جب قرینہ دالہ موجود ہوتا ہی تو ذکر کرنیکی کچھ حاجت نہین ہوتی جیسے

نسیم

تو قید جفا مین ہے کہ ہم ہین	تو دام بلا مین ہے کہ ہم ہین

یعنی آیا تو قید جفا مین ہی یا ہم ہین مراد یہ ہی کہ تو ہی قید جفا مین ہی۔

ہوس

مکتب کی طرف کبھی وہ آکر	کہتا تھا انیسون کو سُنا کر
لیلی کو نہین ہوئی رہائی	پڑھنے کو وہ اب تلک نہ آئی

یعنے کیا لیلی کو رہائی نہین ہوئی یہ

مثنوی سعدین

تمھین ہو جیب چاک کرتے تھے	تمھین ہو آہ سرد بھرتے تھے
تمھین آنسو بہاتے تھے صاحب	تمھین چیخین لگاتے تھے صاحب
تمھین جی کھوتے جان گنواتے تھے	تمھین و نزات غل مچاتے تھے

قلق

مثال اُس شوخ کی آنکھوں نے اندھا ہی کوئی دیگا	یہ چتون یہ شرارت یہ نگہ ہی چشم آہو مین

بیانِ امر

امر موضوع ہو کسی چیز کی طلب کے واسطے جو بطریق استعلا و بزرگی کے کی جائے اور دلیل استعلا و بزرگی کی یہی ہے کہ جب سامع امر کے صیغے کو سُنتا ہے تو اُس کے ذہن مین فی الفور گذرتا ہے کہ متکلم مجکو اس کام کے واسطے مامور کرتا ہے اور خود آمر بنتا ہے اور شک نہین کہ آمر مامور سے بزرگتر ہوتا ہے بعض علما سے جو یہ منقول ہے کہ امر اپنے صیغے کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہی اس سے مراد یہ ہوگی کہ جو لفظ وجوب فعل کا فائدہ دیسے وہی امر ہے اور اگر اُنکے قول سے یہ معنی سمجھے جائین کہ امر ایسے

کلمے کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہی کہ جو طلب کیلیے موضوع اور اصطلاح مین امر کا صیغہ کہلاتا ہو تو یہ بات درست نہو گی اسلیے امر کا امر کرنا اس صیغے سے مخصوص نہین اور دوسرے لفظ سے بھی اُس کی مراد حاصل ہو سکتی ہی پس جو لفظ طلب فعل پر استعلا اً دلالت کرتا ہر خواہ اسم ہو یا فعل امر ہو یا فعل مضارع ہو وہ امر ہے چنانچہ صیغہ مصدر اس شعر مین طلب فعل پر دلالت کرتا ہی ۔ ۵

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُسنے کہا	مین نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی ہی میرے لیے

نسیم

سُنبل مرا تا نہ یا نہ لانا	شمشاد انھین سولی پہ چڑھانا

اسیطرح شعر ذیل مین صیغہ مضارع طلب فعل پر دلالت کرتا ہی

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی سے معاف	آج کچھ درد مرے دلمین سوا ہوتا ہے

رکھیو دراصل رکھے تھا کہ مضارع واحد غائب کا صیغہ ہے اُسمین واؤ زیادہ کردی ہی ۔

ولہ

ناکردہ گناہونکی بھی حسرت کی ملے داد	یارب اگر ان کردہ گناہونکی سزا ہے

ملے صیغہ مضارع ہی اور یہان دعا کیلیے مستعمل ہوا ہی ۔

آتش

جب مین جاتا ہون تو منھ پھیر کے یون کہتے ہین	نیند آئی ہی ہمین آپ بھی آرام کرین

یعنے آرام کرو ۔

میر

میر نہین پیر تم کاہلی اللہ ری	نام خدا ہو جوان کچھ تو کیا چاہیے

امانت

فوق دیتے ہیں قد دلدار کو شمشاد و نیز
کوئی آوازہ کسا چاہیے آزاد و نیز

کیا چاہیے اور کسا چاہیے وغیرہ افعال کا نام صاحب دریاے لطافت نے فعل تحریصی اور ضروری رکھا ہی ایسے افعال امر کی جگہ استعمال پاتے ہین اور ضرورت پر مستعمل ہوتے ہین اگر حاضر کے ساتھ کلام کرنیکا اتفاق ہو تو امر حاضر کے حکم مین ہین اور اگر غائب کے حق مین مستعمل ہون تو امر غائب کے حکم مین ہوتے ہین اور اگر متکلم کے نفس کی طرف اشارہ ہو تو کہنے والے کے نفس کی تحریک سمجھی جائیگی ۔

ترآب

اگر اسکو نہین باور کروگے ۔ تو اک قصہ مین کہتا ہون سنوگے

یعنی اگر اس کو باور نہین کرتے ہو تو اک قصہ مین کہتا ہون اُسکو سُنو ۔ امر کا صیغہ مصدر کی علامت دور کر دینے سے حاصل ہوتا ہی اور اسمین تذکیر و تانیث کی ایک صورت ہی جیسے کرنا سے کر اور جب اسکے آخر مین واو زیادہ کر دین تو جمع کا صیغہ بن جاتے جیسے کرو اور اگر صیغہ مفرد کے آخر مین واو یا یاے تحتانی مجہول ہو تو واؤ کو ہمزہ سے بدل دیتے ہین اور یا محذوف ہو جاتی ہے جیسے بوے بو اور موے سو اور کے سے لو اور دے سے دو اور اگر یاے تحتانی معروف ہو تو وہ باقی رہتی ہی جیسے سی سے سیو اور پی سے پیو اور امر مفرد کے بعد ہمزہ اور یاے تحتانی مجہول لگانے سے بھی جمع کا صیغہ حاصل ہوتا ہے جیسے اُٹھ سے اُٹھیے اور بیٹھ سے بیٹھیے اور بعض صیغون مین ہمزہ کے ماقبل جیم مکسور بھی اضافہ کر دیتے ہین جیسے لیجیے اور کیجیے اور دیجیے اصل کیجیے کی کریے ہے ہمزہ کے ماقبل جیم مکسور اضافہ کر کے را مہملہ کو یاے معروف سے بدل لیا ہے اور چونکہ یاے معروف اور جیم مکسور کے قبل فتح کاف کا ثقیل معلوم ہوتا ہے اس لیے اُسکو کسرے سے بدل دیا ہے اور جیم مکسور کے بعد سے ہمزہ کو گرا بھی دیتے ہین بلکہ یہ زیادہ فصیح ہے جیسے کیجے دیجے و دیجیے جب کیجیے اور لیجیے وغیرہ کے آخر مین گا لگا دیتے ہین تو صیغہ فعل مستقبل مفرد کے معنے دیتا ہے اور چونکہ اُن معنی مین تعظیم بھی ہوتی ہے اس لیے جمع کے ساتھ مشابہت رکھتا ہی اور مصدر دینا کا امر بھی امر اور اُسکی ضد یعنی نہی کے صیغے کے آخر مین زیادہ کر دیا جاتا ہی جیسے پھینکدے اور جب امر کے آخر مین دیا لگا دیتے ہین تو وہ ماضی بن جاتا ہے جیسے پھینکدیا ڈالدیا بڑھادیا یہ صیغہ فعل کے تمام ہونے پر دلالت کرتا ہی بخلاف پھینکا اور ڈالا اور بڑھایا کے مثلاً اس مقام مین کہ اُسنے جس وقت کوٹھے پر سے روپیہ پھینکا مین نے زمین پر گرنے ندیا ہاتھ مین لیا اگر پھینکدیا کہون تو اچھا نہوا اور اس جگہ کہ زید نے غصے کے مارے عمرو کو مجلس سے اُٹھا دیا ۔ اُٹھایا مستحسن نہو

امر کا صیغہ کئی معنون مین مستعمل ہی جو قرینے سے معلوم ہو جاتے ہین ۔

(۱) طلب فعل پر بطور علو شان کے جیسے ۔

نسیم

حمالہ جلی ہون کیا کہون مین ۔ داماد کو لا تو ٹھنڈی ہون مین

(۲) تسویہ کے لیے مگر اسمین یہ شرط ہی کہ نہی کا اُسپر عطف ہو جیسے

سودا

گھوڑے کو وونده لگام منھ کو ذرا لگام دو

(۳) دعا کیلیے جیسے ۔

مومن

خدا یا شکر اسلام تک پہونچا کہ آ پہونچا
لبونپر دم ملا ہی جوش خون شوق شہادت کا

انیس

یا رب چمن نظم کو گلزار ارم کر
اے ابر کرم خشک زراعت پہ کرم کر

(۴) تمنا کیلیے جیسے ۔

قلق

جب نہ پاتا تھا راه وه دلگیر
ہر بگولے سے تھی یہی تقریر

تو ہی اب مجکو راستہ بتلا
کشور یار کا پتا بتلا

چونکہ بگولہ راستہ نہین بتلا سکتا لهذا اسکو تمنا کہینگے نہ ترجی ۔

نسیم

بلبل تو چہک اگر خبر ہے
گل تو ہی مہک ۔ بتا کدھر ہے

بکاؤلی کو کمال اشتیاق ہی کہ گل کا سراغ کہین سے ملے اسلیے بلبل و گل سے بتا بتانیکی درخواست کرتی ہی لیکن یہ محال ہی کہ یہ دونون بتا بتا سکین لیکن چونکہ کمال اشتیاق پر محمول ہی اسکو ہم اسلیے تمنا کہینگے نہ ترجی ۔ فرق تمنا و ترجی مین یہ ہی کہ ممکن چیز کی آرزو کو ترجی کہتے ہین اور محال و ممکن دونون کی آرزو کو تمنا بولتے ہین

(۵) ترجی کیلیے جیسے ۔

لاله بہادر سنگھ دلخوش

ہون ترے ہجر مین جون دیدۂ نرگس حیران
چشم پوشی نکرا پنے گنہگار سے دل

آغا شاعر قزلباش دہلوی

آنکھون مین ہی دم آؤ خدا کے لیے آؤ
پھر یہ نہ گلہ ہو مرا رستا نہین دیکھا

عاشق

اکبار ہی تو خواب مین آؤ
کب سے مشتاق ہم تمھارے ہین

(۶) تہدید یعنی غصے سے ساتھ خطاب کرنے کے لیے ۔

ذوق

نہین یہ شیشہ مے ہی کسی میخوار کا دل
محتسب دیکھ نکر دلشکنی خوب نہین

ہمارا مطلب دیکھنے سے ہی (مستفاد از فائض المعانی)

سودا

یزید کیونکہ اولوا الامر ہے بتا ملعون
کیا یہ فرض ہوئی اُسکو جاہ جون شداد

نسیم

بیجا وہ ہوا کہا کہ جا جا
اکسی رانی کمان کا راجہ

(۷) عرض کے واسطے مستعمل ہوتا ہی عرض اُس طلب کا نام ہی جو بخلاف استعلاء کے عاجزی و انکساری سے کیجائے مگر شرط یہ ہی کہ دعا کی حد تک نہ پہونچے کیونکہ دعا بارگاہ ایزدی سے مخصوص ہی مثال

نسیم

حمالہ کو بھیج لے کے لیجائیے
شاید سے مجھے زندہ پائے پہونچائیے

وله

کی عرض رضا ہے جو خوشی ہو
مشکین زلفون سے مشکین کسواؤ
تلوار سے ہو جو قتل منظور
زندان مین جو زندہ بھیجنا ہو

عاشق کی سزا جو پوچھتی ہو
کالے ناگون سے مجکو ڈسواؤ
ابرو کے اشارے سے کرو چور
اپنے دل تنگ مین جگہ دو

ہوس

کہہ تو ہی مدد کسی کو اپنا
کب بجائے ہی درد و غم مین پھنسا

(۸) کبھی امر برابری کے موقع پر بھی استعمال مین آتا ہی جیسے۔

حالی

بیٹھے بیفکر کیا ہو ہم وطنو
مرد ہو تو کسی کے کام آؤ

اٹھو اہل وطن کے دوست بنو
ورنہ کھاؤ پیو چلے جاؤ

اس قسم کو علمائے تازی التماس کہتے ہین مگر محاورہ اہل ہند و فارس مین التماس اُس طلب کو کہتے ہین جو بزرگون سے کرین۔

(۹) تخویف کیلیے لاتے ہین جیسے۔

نسیم

حضرت یہ وہی تو ہین خبردار	جا اُنسے بولیو خبردار

یعنے یہانسے چلا جانہ بولیو اور خبردار کے کہنے سے ظاہر ہو گیا کہ امر یہان تخویف کے واسطے لائے ہین ۔

امیر

چل سوے گور غریبان اے حریص مال خوار	دیکھ کتنی آرزوئین نذر مدفن ہوگئین

کبھی محال چیز کی نسبت امر کیا جاتا ہو ۔

انیس

دیکر صدا غرور نے دی سر کے بل چلو	بولی سلامتی کہ سلامت نکل چلو

سر کے بل چلنا محال ہے لیکن بسبب ادب اور تعظیم کے امر کیا گیا اور تمنا کے واسطے جو امر کا صیغہ استعمال کیا جاتا ہو وہ بھی اسی قسم سے ہی ۔
کبھی امر کو حذف کر دیتے ہین اور مفعول کو قائم رکھتے ہین مدعا اس سے یہ ہوتا ہے کہ اہمیت مفعول کی ثابت ہو ۔

سودا

اُسکو ہرگز نہین حیا سے لگاؤ	جاے تو یہ کہے پلاؤ پلاؤ

لاؤ صیغہ امر کا محذوف ہی جو کہ لفظ پلاؤ کا ذکر کرنا اہم تھا اسلیے امر کو حذف کر کے اُسکی تکرار کی
کبھی بغیر اسکے بھی صیغہ امر محذوف ہوتا ہی ۔

تراب

خاتمہ بالخیر اُسکا بے تکلف ہو تراب	جو کہین مرجاے جھٹ پٹ کہتے کہتے یار یار

کبھی امر کو مکرر لاتے ہین اور اس سے علاوہ تاکید کے ایک لطف پیدا ہوتا ہی جیسے ۔

دبیر

سر پاؤن پہ پڑتا ہو لے جلد سنبھل چل	نقارے دمادم یہی کہتے ہین کہ چل چل

رباعی

ادبار کا کھٹکا حشم و جاہ مین ہے اُٹھو اُٹھو یہ خواب غفلت کبتک	جاگو جاگو کہ خوف اسی راہ مین ہے دیکھو دیکھو اجل کمین گاہ مین ہے

	انشا		
مرتا ہون اجی زبان سے بولو	بولو تجھے قسم جان سے بولو		
	انیس		
مرے پیارے مرے جانی مرے دلبر اٹھو	ہم یہ تنہائی ہے اٹھو علی اکبر اٹھو		
	تپش		
الٰہی تپش کی مناجات سن	سن اس ملتجی عبد کی بات سن		

بیان نہی

نہی اُسے کہتے ہین کہ بطریق استعلا و بزرگی کے قطعی طور پر ترک فعل کا طلب کرنا یا کسی فعل سے روکنا اس حیثیت سے کہ اسلوب کلمہ سے وہ ترک طلب اور روکنا سمجھا جائے اگر اسلوب کلمہ سے نہ سمجھا جائے گا تو وہ نہی نہوگی پس ہٹ جا جو اس شعر مین واقع ہے اس قسم مین داخل نہوگا ـ

	ذوق		
سرد مہری سے کسی کی آگے ہی دل سرد ہے	ہٹ جا یانسے دھوپ ہو ابر بہاران چھوڑ کر		

کیونکہ یہان نہی ذات کلمہ سے مستفاد ہوتی ہے نہ اسلوب کلمہ سے بلکہ یہ صیغہ امر کا ہے اور مراد اس سے اپنے سامنے سے ہٹا دینا اور دور کر دینا ہے اور یہ رعایت امر مین بھی ملحوظ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ نہی یہ ہے کہ غیر کو کہین کہ یہ کام مت کر اور بعض نے یون لکھا ہے کہ نہی عدم فعل کی طلب کو کہتے ہین مگر یہ صحیح نہین اس لیے کہ عدم فعل ازل سے مستمر ہے پس وہ مخاطب کی قدرت مین نہوگا پھر مخاطب سے اُس کا طلب کرنا کیسے متصور ہو سکتا ہے اور استعلا سے مراد یہ ہے کہ متکلم اپنی ذات کو بڑا سمجھے گو واقع مین بڑا نہو ـ نہی کا صیغہ امر کے قبل نون مفتوح کے بڑھانے سے بڑھ جاتا ہے جیسے کر سے نکر اور مت کے ساتھ بھی نہی کے صیغے کو استعمال کرتے ہین کہ امر پر اُسکے آنیسے امر نہی ہو جاتا ہے جیسے کر سے مت کر انشاء اللہ خان دریائے لطافت مین لکھتے ہین کہ بزبان ملاہائے مکتبی شاہ جہان آباد و بعضے ہنود مت حرف نہی باشد مانند مت جا لیکن اُنہون نے اسکو شعرائے مستند کے کلام مین دیکھا ہے ـ

نہی اُس طلب ترک فعل پر دلالت کرتی ہے جو فی الفور ظہور مین آئے پس یہی سبب ہے کہ حال مین مستعمل ہوتی ہے اور ماضی و مستقبل مین نہین ـ اور نہی کبھی اپنے اصلی معنون کے سوا اور معنون مین بھی مستعمل ہوتی ہے ـ

(۱) دعا جیسے ـ

لالہ ہندولال طالع

مت پوچھ کچھ حساب یونہین بخشدے مجھے
مجرم تو ہون پہ عفو سراسر سے ہی غرض

ظفر

گر خوشی اس دل مغموم سے چاہی آمیز
وصل مین ہجر تو مت کیجو الٰہی آمیز

رند

انکر عوض مرے جرم و گناہ بیحد کا
الٰہی تجھکو غفور الرحیم کہتے ہین

غالب

آتا ہے داغ حسرت دل کا شمار یاد
مجھسے مرے گنہ کا حساب اے خدا نہ مانگ

(۲) تسویہ کیلیے مگر اسمین یہ شرط ہی کہ امر کا اُسپہ عطف ہو جیسے۔

میر محمدی بیداد

فتراک سے باندھ خواہ مت باندھ
اب تیرے شکار ہو گئے ہم

(۳) تہدید و زجر و توبیخ کیلیے جیسے۔

زور آور خان دل

مت پھرا سر مرا اے ناصح جاہل آکر
پھر کبھی جاتا ہی نصیحت سے کہین دل آکر

نسیم

بھولے سے بھی کر نہ یاد آدم
پھر گھر وہی۔ تو وہی۔ وہی ہم

(۴) عرض کیلیے جیسے۔

مذاق

ہیبت سے ہجر کی دل وزہرا ہوا ہی آب
مت رکھ بروح فاطمہ زہرا فراق مین

عرض ہی جناب امیر علیہ السلام مین۔

ہوس مجنونکی زبانی باپ سے

بہتر ہے پر اب یہ اے خردمند
کچھ مجکو نکر نصیحت و پند
اب نوع دگر ہے حال میرا
زنہار نکر خیال میرا

(۵) برابری کیلیے ہم مرتبہ سے ترک فعل طلب کرنیکو جیسے۔

دوستو مجھسے جو لیتے ہو نہ تو یار سے مل
اُسکو سمجھاؤ کہ تو بھی تو نہ اغیار سے مل

(۶) تخویف کیلیے جیسے

میر

آخانہ خرابی اپنی مت کر	تجربہ ہے یاس سے گھر نہ ہوگا

نہی کو امر کی طرح ٹکر ربھی لاتے ہین جیسے۔

وزیر

نہ پوچھو تم مرے آنسو نہ پوچھو	کہے گا کوئی تمکو خوشہ چین ہے

بیان ندا

طلب توجہ کو کہتے ہین اور جس اسم کے مسمے کی توجہ طلب کی جاتی ہو وہ منادی کہلاتا ہے اور وہ جملہ متضمن اظہار پکارنیکی غرض کا کہ منادی کے ساتھ واقع ہوتا ہو مقصود بالندا یا جواب ندا کہلاتا ہے اُردو مین اسکے واسطے بہت سے حروف مقرر ہین۔ اے۔ او۔ ارے۔ اری۔ ابے۔ او بے ہوت۔ اجی۔ او رے۔ او ری۔ او جی۔ یہ حروف منادے کے ساتھ آتے ہین یعنے جس کو توجہ مطلوب ہوتی ہے اُسکے نام کے اول یا آخر مین اُن حرفون مین سے کوئی حرف لگایا جاتا ہے ان مین سے اجی معرفہ کے لیے آتا ہے جیسے اجی مرزا محمد علی صاحب باقی تمام نکرہ کے لیے آتے ہین یا ایسے معرفہ کیلیے آتے ہین جو غیر معلوم ہوا ور معرفہ غیر معلوم عبارت ہو شخص کے کسی صفت کے ساتھ متصف ہونے سے یا دوسرے سے کسی نشان کے ساتھ ممتاز ہونے سے مثال نکرہ جیسے او بھیا یا او میان ارے آدمی یا اری لڑکی یا او رے چھوکرے یا ابے لڑکے اور اے بھائی وا او جی بی صاحب اور جب منادے کی تحقیر و تذلیل منظور ہوتی ہے یا کم قدر کو منادے کرتے ہین تو یہ حرف معرفہ کے ساتھ بھی مستعمل ہوتے ہین جیسے اوے بیل اور اری رنے بیل درانے بیل ہوت یا او جی بی مکھویا اے چنبیلی یا او ری ملسمین اسیطرح مذکر کیلیے مثلاً او مٹروا اور ارے کلوا اور ابے نکھوا ور اوبے کریم بخش اور کریم بخش ہوت مثال معرفہ غیر معلوم کی او جانے والے یا او لال پگڑی والے یا ارے انا کے لڑکے یا ارے گگڑ یون والے ہوت یا انا جی ہوت یا اجی سرخ دوپٹے والی ذرا ادھر تو دیکھوا ور فارسی کا الف ندا بھی زبان ریختہ مین مستعمل ہے جیسے ناصحا۔ ساقیا۔ جانا۔ یعنے اے ناصح۔ اے ساقی اے جان۔

سودا

خدا کے واسطے خاموش ناصحا بیہود	لگے ہے بات تری مجکو تیر سی دل مین

درد

ساقیا یان لگ رہا ہی چل چلاؤ	جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

عبد السبحان خان سبحان

جان و دل سے قبول سب جانا	پہ گلی مین تری ہمین آنا

اور جبکہ ندا کے یہ معنی ہین کہ کسی کی توجہ کو اپنی طرف طلب کرنا تو شرط ہی کہ منادے حاضر ہو نہ غائب مگر کبھی غائب کو بھی حاضر تصور کرکے ندا کرتے ہین جیسے اس شعر مین ناظم کے ۵

ای اہل شام تمکو خوف خدا نہ آیا	پرچم کیا علم کا کس زلف عنبرین کو

نواب یوسف علی خان ناظم رام پور ملک روہیلکھنڈ کے رئیس تھے اور سنہ ۱۲۸۲ ہجری مین وفات پائی ہے اور حضرت امام حسین کو اہل شام نے سنہ ۶۱ ہجری مین شہید کیا تھا مگر نواب صاحب نے اہل شام کو حاضر سمجھ کے ایسا کہدیا۔

سودا

دماغ جھڑ گیا آخر ترا نہ اے نمرود	چلا نہ پشّے سے کچھ بس تری خدائی کا

کبھی طلب کے صیغے کو غیر طلب کے موقع پہ استعمال کرتے ہین جسکی تفصیل یہ ہی۔
(۱) کبھی مدح منظور ہوتی ہی جیسے۔

حالی

ای نازش برطانیہ اے فخر برنزک	ای ہند کے گلے کی شبان ہند کی قیصر

غالب

ای شہنشاہ فلک منظر و بے مثل و نظیر	ای جہاندار کرم شیوہ و بے شبہ و عدیل

امیر

ای خوشا وہ سرزمین جائین جدھر اُسکے قدم	ای خوشا کشور پھرے جسکی طرف اُسکی عنان

داغ

تلافی ہو گئی عسرت کی عشرت لے نہ ہے قسمت	مبدل ہو گئی آسانیوں سے میری دشواری

(۲) تاسف و تحسّر منظور ہوتا ہی جیسے

انیس

ای روشنی خانۂ زہرا ترے صدقے	اے باپ کے عاشق مرے شیدا ترے صدقے

اے تشنہ لب اے بیکس و تنہا ترے صدقے	لے رہرو فردوس معلے ترے صدقے

اگر کہا جاے کہ ترے صدقے اور تشنہ لب اور بیکس و تنہا اور رہرو فردوس معلی سے تحسر و افسوس مستفاد ہوتا ہے پس لفظ لے کو اس باب مین دخل نہ ہوگا تو ہم جواب دینگے کہ تحسر و افسوس ایک ایسا امر ہے جو کمی بیشی کو قبول کرتا ہے اس صورت مین جو کچھ اُن الفاظ سے مستفاد ہوتا ہے لفظ لے سے اُسمین زیادتی پیدا ہو جاتی ہے۔

ولہ

بانو سر اصغر کے قریب آکے پکاری	اہ لال جھنڈولے ترے بانو نہ مین واری

(۳) کبھی شفقت منظور ہوتی ہے جیسے۔

میر حسن

اری چارون کے یہ ہین آشنا	ملا دل کو آخر کرے ہین جُدا

(۴) کبھی تمسخر اور خوش طبعی کے واسطے آتا ہے۔

ارشد

اجی شیخ جی زر سے ہے میکشی	جو مفلس ہوا پارسا ہو گیا

یہان ندا تمسخر و استہزا کے لیے ہے۔

میر حسن

یہ سُن سُن کے وہ نازنین مُسکرا	لگی کہنے اچھا بھلا ری بھلا
مین سمجھی ترا دل گیا ہے اُدھر	بہانے تو کرتی ہے کیون مجھپہ دھر

یہان ندا خوش طبعی کیلیے ہے۔

(۵) برانگیختہ کرنے کیلیے جیسے۔

تعلق

ارے او بے مروت او جلاد	ارے او ظالم او ستم ایجاد

یہان ایک تو لفظ ارے ہے اور دوسرا او پس اگر ایک ندا کے لیے مانا جائے تو ایک لفظ کو زائد ماننا پڑے گا۔

طولہ

ارے اے بیمروت تجھکو دل دینا نہین لازم	کوئی پیدا تو کرلیوے ہمارا سا جگر پہلے

مرزا جابر جابر

گوکہ دشمن ہی ترا دوست ہی پر اپنا سا	دشمنوں سے تری سازش ہی ارے او دشمن

ذوق

جو یہ قضا ہو تو اے غافلو قضا سمجھو	نفس کی آمد و شد ہے نماز اہل حیات

(۶) کبھی حقارت و تذلیل منظور ہوتی ہے جیسے۔

جوشش شاگرد مصحفی

بولا کہ ابے ترا وقت ہی جنم گذرا	مین نے جو کہا تجھ بن کیا کیا نہ الم گذرا

(۷) کبھی واسطے کمال بے طاقتی اور کثرت شوق کے کہ ایک قسم کا جنون اُس سے ظاہر ہوتا ہے استعمال کرتے ہین اسی قبیل سے ہے یہ کہ صبا۔ عشق۔ نسیم اور دل وغیرہ کو منادے ٹھہراتے ہین مثال اسکی۔

درد

اے آئنہ کس کے گھر گئے ہم	حسن اہل صفا بتا تو ہمکو

حالی

دھرنا یا کدارے کے دھوکو اے پہاڑون کی دلفریب فضا یہ وطن مین تھے تم کچھ ادر ہی چیز	اے نسیم بہار کے جھونکو اے لب جو کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا یون تو ہر حال مین ہوئیے عزیز

نسیم

شمشاد انھین سولی پہ چڑھانا مشکین کس لین نہ تو نے سنبل خوشبو ہی سونگھا پتا نہ بتلا گل تو ہی مہک بتا کدھر ہی	سنبل مرا تازیانہ لانا او خار پڑا ترا نہ چنگل او باد صبا ہوا نہ بتلا بلبل تو چہک اگر خبر ہے

گفتگو مین منادے پر حرف ندا انھین لگاتے ہین۔ جناب خانصاحب۔ یا جناب قبلہ یا جیسا مخاطب ہو ویسا خطاب کرکے بولتے ہین کسی کے گھر جاکر پکارتے ہین جناب میر صاحب خانصاحب۔

مولوی غلام غوث وحید

باد صبا تجھکو یہ کیا ہو گیا	زلف کی بو اور دماغ عدو

یعنی اے باد صبا تجھکو یہ کیا ہو گیا کہ اُسکی بو دماغ عدو تک پہونچائی ۔

نشاط

ہے مرغ دل کی اسیری کے واسطے گلدام ۔ نہیں ہیں نشہ کے ڈورے جنا آپ تجھے بچیڑ

صنعت

قتل ناحق کیا تونے جسے تلوار گھسیٹ ۔ لاش کو اُسکی نہ ظالم سر بازار گھسیٹ

زیادہ تر حرف ندا علم پہ نہیں لگتے اسلیے کہ علم کثرت سے منادے ہوتا ہی لیس اگر حرف ندا حذف بھی ہو جائےگا تب بھی خصوصیت میں فرق نہیں آئیگا ۔

انیس

خیال خاطر احباب چاہیے ہر دم ۔ انیس ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو

میر صادق علی صفدری

صفدری قد کو کہیں اُسکے کہا تھا گل سرو ۔ سیدھی اُس شوخ نے کیا کیا نہ سنائیں مجکو

منادے جمع ہو تب بھی حرف ندا نہیں لاتے ۔

ذوق

گلو یہ کہہ گئی کیا کان میں تمھارے صبا ۔ کہ لوٹے جاتے ہو پھولے نہیں سماتے ہو

حالی

مقبلو مدبروں کو یاد کرو ۔ خوش دلو غمزدوں کو شاد کرو

سوز

سوز سے مت دل لگاؤ مشفقو پچھتاؤ گے ۔ کاہش جان ہی عزیز و میہمان کا اختلاط

کبھی منادے بھی حذف ہو جاتا ہی اور اسکے کئی سبب ہوتے ہیں ۔
یا رعایت وزن کے لیے بشرطیکہ قرینہ سیاق کلام موجود ہو ۔

مصحفی

مصحفی آج دعا مانگے ہی تجھسے یا رب ۔ اہ کہ ہے ذات تری سب پہ غفور اور رحیم

یا اسلیے کہ سننے والے کا ذہن جس طرف چاہے میل کرے ۔

سودا

ای وہ ہے تیرے عدل کی نسبت نجاشی و حاتم ۔ نوشیروان پہ عدل کا گویا ہے اتہام

یعنے اے ممدوح یا ای معظم یا ای نواب یا ای عادل دوران وغیرہ وغیرہ اسی قبیل سے ہی۔

غالب

اے ترا غمزہ یک قلم انگیز	اے ترا ظلم سر بسر انداز

یعنے ای معشوق یا ای پیارے یا ای دلبر وغیرہ وغیرہ۔
کبھی جواب ندا محذوف ہوتا ہی جیسے۔

انیس

آواز دی زمین نے کہ یا حافظ جہان	دہشت سے تھرتھرا گیا مریخ آسمان

اور تکرار منادے کے موقع پہ ہمیشہ جواب ندا محذوف ہوتا ہی جیسے۔

تراب

خاتمہ بالخیر اُسکا بے تکلف ہو تراب	جو کہین مرجائے جھٹ پٹ کہتے کہتے یار یار

ہوس

لیلی لیلی جو تو پکارا	تب راز ہوا یہ آشکارا

بیانِ دعا

خدا کے سامنے عاجزی و انکسار ظاہر کرکے کوئی چیز مانگنے کو دعا کہتے ہین دعا کے واسطے جو صیغہ مخصوص ہی وہ بحث مضارع کے صیغۂ واحد غائب سے بنتا ہی اکثر حرف آخر کے بعد واؤ اور لگا دیتے ہین جیسے کرے سے کریو اور سُننے سے سنیو اور دیکھے سے دیکھیو وغیرہ اور جب کبھی آخر مین واؤ لگاتے ہین تو حرف سوم مضارع کو جیم سے بدل لیتے ہین مثلاً دیوے سے دیجیو اور لیوے سے لیجیو وغیرہ مثال دعا کی۔

غالب

بزم شاہنشاہ مین اشعار کا دفتر کھلا	رکھیو یارب یہ در گنجینۂ گوہر کھلا

ولہ

جس زخم کی ہو سکتی ہو تدبیر رفو کی	لکھ دیجیو یارب اُسے قسمت مین عدو کی

کبھی دعا کے صیغہ کو اور موقع پہ بھی استعمال مین لاتے ہین چنانچہ امر بطریق استقبال کے معنی مین آتا ہی امر بطریق استقبال کے معنی یہ ہین کہ امر کے صیغے مین معنی امر کے بحال ہین مگر ظہور فعل کا آیندہ پہ موقوف ہو اور صیغہ اُسکا دعائیہ یا مصدر ہوتا ہی۔

غالب

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی سے معاف	آج کچھ درد مرے دل مین سوا ہوتا ہی

اسیطرح نہی کے مقام پر دعا کا صیغہ آتا ہے جیسے جوش۔

توانائی تو کرے نہ کبھی جُدا آغوش سے ہمکو	اگر امت و بھولے ناتوانی دوش سے ہمکو

غالب

ہان کھائیو مت فریب ہستی	ہر چند کہین کہ ہے نہین ہے

تکملہ

وجہ حصر انشاے طلبی کی یہ ہو کہ انشاے طلبی کا تقاضا یہ ہے کہ مطلوب ممکن ہو یا یہ کہ غیر ممکن پس دوسری قسم تمنا ہے اور پہلی صورت مین اگر اُس کے ساتھ کسی شی کا حصول مطلوب ہو صیغہ ترجی کے ساتھ تو اُسے ترجی کہتے ہین اور اگر بغیر ترجی کے طالب کے ذہن مین وہ مطلوب ہے تو استفہام کہتے ہین اور اگر اُسکے ساتھ کسی امر کا حصول خارج مین منظور ہے تو دو حالت سے خالی نہین کہ اگر وہ امر کسی فعل کا انتفا ہے تو وہ نہی ہے اور اگر کسی کا ثبوت ہے تو اس صورت مین اگر کسی حرف ندا کے ساتھ اُس کا ثبوت ہے تو اُسے ندا کہتے ہین اور اگر حرف ندا کے ساتھ نہین تو دعا کہلاتا ہے اور دعا بھی علماے نحو کے نزدیک امر و نہی مین داخل ہے اور فرق علماے معانی و منطق نے کیا ہے نحوی اس فرق کو نہین مانتے یہ اُنکی خاص اصطلاح ہی۔

کبھی جملۂ خبریہ جملۂ انشائیہ کے موقع پر آتا ہی اور یہ کثیر الاستعمال ہی جیسا کہ کہتے ہین اُمید ہے کہ کل آپ کچہری مین ملینگے اور مطلب اس سے یہ ہی کہ تم کل کچہری مین ملنا اور اس حیثیت مین اسواسطے کہتے ہین کہ مخاطب کو گوارا نہین کہ مین دروغ گو ٹھہرون یعنی ملنے کا وعدہ کرون اور نہ مل سکون اور کبھی جملۂ شرطیہ دعا کے محل مین واقع ہوتا ہی چنانچہ تائیدات قصائد مین اس قسم کے جملے بہت ہوتے ہین۔

ذوق

سر ہفت آسمان جب تک کہ دور ہفت اختر ہو	الٰہی یہ بہادر شاہ شاہ ہفت کشور ہو

ساتوان باغ فصل و وصل کے بیان مین

فصل اصل ہی اور وصل اُسپر طاری اور عارض ہے اسلیے کہ کسی حرف کی زیادتی سے

وصل پیدا ہوتا ہے لیکن ہم وصل کو اسلیے پہلے بیان کرتے ہین کہ وہ بمنزلے ملکے کے ہے اور فصل بمنزلے عدم کے اور ظاہر ہے کہ اعدام بغیر اپنے ملکات کے سمجھ مین نہین آسکتے پس جاننا چاہیے کہ عطف کبھی ایک مفرد کا دوسرے مفرد پر ہوتا ہے اور کبھی ایک جملے کا دوسرے جملے پر ایک مفرد کے دوسرے مفرد پر اور ایک جملے کے دوسرے جملے پر عطف کرنیکو وصل کہتے ہین جس پر عطف کیا جاتا ہے معطوف علیہ اور جسکا عطف کرتے ہین معطوف کہلاتا ہے اور فصل اسے کہتے ہین کہ جسکی شان سے عطف ہو اُسکا عطف ترک کردینا مفرد کی مثال۔

ظفر

ترے دندان و لب نے کر دیا بے قدر عالم مین	گہر کو لعل کو یاقوت کو ہیرے کو مرجان کو

دندان معطوف علیہ ہے اور لب معطوف اور دونون فعل کردیا کے فاعل ہین اور یہی مناسبت عطف کی ہے

انس

صبح اُمید و شب وصل کو یک جا دیکھا	آگئے جب ترے عارض پہ برابر گیسو

صبح اُمید معطوف علیہ اور شب معطوف ہے اور یہ دونون دیکھا کے مفعول ہین اور عطف کی یہی مناسبت ہے اور عطف ایک جملے کا دوسرے جملے پر چار حال سے خالی نہین۔

(۱) خبریہ کا خبریہ پر جیسے۔

حالی

کھو دیا ہم نے نشان سلطنت شخصی کا	اور ڈھیلے سے غلامی کو مٹا کر چھوڑا

اس شعر مین پہلا مصرع معطوف علیہ ہے اور دوسرا معطوف اور دونون جملے فعلیہ ہین۔

(۲) انشائیہ کا انشائیہ پر جیسے۔

تپش

خدا جانے اُسکے تغافل مین کیا	لے اب جام مے اور مجکو پلا

جام مے لے معطوف علیہ ہے اور مجکو پلا معطوف۔

مومن

نالہ اک دم مین اُڑا دیوے دھوئین	چرخ کیا اور چرخ کی بنیاد کیا

چرخ کیا معطوف علیہ ہے اور چرخ کی بنیاد کیا معطوف اور دونون جملے انشائیہ ہین کیونکہ استفہام کو متضمن ہین

(۳) خبریہ کا انشائیہ پر۔

(۴) انشائیہ کا خبریہ پر۔ پہلی اور دوسری قسم تو بہت شائع ہی تیسری اور چوتھی قسم عربی مین مختلف فیہ ہی اور فارسی مین قلت کے ساتھ قدما کے کلام مین پائی جاتی ہی اُردو مین بھی یہی حال ہی۔

میر

شست و شو کا اُسکے پانی جمع ہو کر بنا	اور منھ دھونے چھینٹو نکلے یہ تمارے دیکھیے

پہلے مصرع مین جملہ خبریہ ہی اور دوسرے مین جملہ انشائیہ اور انشائیہ کا عطف خبریہ پر کیا ہے۔

ولہ

رونے کی ہے جا کہ آہ کریے	اور دل مین ترے اثر نہووے

پہلا جملہ انشائیہ ہے کیونکہ کریے امر حاضر کی جمع کا صیغہ ہی اور دوسرا جملہ خبریہ ہی کیونکہ نہووے مضارع واحد غائب کا صیغہ ہی جو اس جملہ اسمیہ مین رابطۂ زمانی واقع ہوا ہی اور عطف جملۂ خبریہ کا انشائیہ پر درست نہین لیکن اُس صورت مین کہ انشا خبر کے معنے مین ہو چنانچہ ع

رونیکی ہی جا کہ آہ کریے

اس مصرع کے یہ معنی ہین رونیکی جا ہی کہ آہ کرین۔

جملونمین فصل اور وصل کس کس حالت مین واجب ہے

(۱) جب ایک جملہ دوسرے جملے کے بعد آئے تو دیکھنا چاہیے کہ پہلا جملہ اعراب کے محل مین ہی یا نہین اور محل اعراب مین ہونے سے یہ مُراد ہے کہ مبتدا کی خبر ہو یا حال ہو یا صفت یا مفعول ہو پس اگر اعراب کے محل مین ہی تو اُسوقت پھر خیال کرنا چاہیے کہ اگر اُس سے یہ مقصود ہے کہ دوسرے جملے کو پہلے جملے کے اعراب کا حکم لگائین مثلاً پہلا مبتدا کی خبر ہی اور دوسرے کو بھی اُسی مبتدا کی خبر بنائین یا پہلا صفت ہے اور دوسرے کو بھی صفت بنائین یا پہلا حال ہی اور دوسرے کو بھی حال بنائین یا پہلا مفعول ہی اور دوسرے کو بھی مفعول بنائین تو ضرور ہی کہ پہلے پر دوسرے کا عطف مثل مفرد کے کرین پس اگر واو عطف یا کلمہ اور کے ساتھ عطف کیا جائے تو شرط عطف قبول کرنیکی یہان ایک مناسبت ہو گی جسکی وجہ سے دونون جملے جمع ہو سکینگے اور مفردو نیز عطف مین بھی یہی مناسبت ضرور ہوتی ہی اس مناسبت کو علماے معانی جہت جامع کہتے ہین اور اگر جہت جامع حکم اعراب مین نہو گی تو فصل متعین ہے عطف نہین کیا جائیگا مثال وصل کی۔

لیجائیگا غرض کہ جو کچھ ہاتھ آئیگا	آزاد	دیکھو کما یا کس نے ہے اور کون اُٹھائیگا

کسنے کہا یا ہی پر کون اڑا ئیگا کا عطف کیا ہی کیونکہ دونون جملے دیکھو کے مفعول ہین پس یہان دوسرے جملے کو پہلے جملے کے اعراب کا حکم لگا نیکے یہی معنے ہین کہ پہلا مفعول ہی تو دوسرے کو بھی مفعول بنایا ہی۔ یہی حال جرأت کے شعر مین ہی۔

دیکھا جو کل اُسنے میرے جی کا کھونا	اور کھینچے آہ سرد ہر دم رونا

امیر

موت کہتی ہی کہ دیتے تو حسینونپہ ہین جان	اور مجھے مفت لیے مرتے ہین مرنیوالے

ذوق

تو جو ہو حامی اسلام تو بتخانے مین	بت کرے قصد نماز اور کہے ناقوس اذان

کہے ناقوس اذان کا عطف بت کرے قصد نماز پر کیا ہی کیونکہ دونون ایک شرط کے جزا ہین۔ چونکہ واو عطف مین جہت جامع کا ہونا ضرور ہی اس بنا پر کہہ سکتے ہین کہ نذر محمد خان بی اے اسسٹنٹ انسپکٹر مدارس دہلی کے اس شعر مین۔

بینش جسے ہو اُسکا ہی عالم مین راج ہی	اُسکی مراد حاصل و روشن چراغ ہے

عطف معیوب ہی اسلیے کہ اُسکی مراد حاصل ہونے اور چراغ روشن ہونے مین کوئی مناسبت نہین پس یہ عطف غیر مقبول ہی یہی وجہ ہی کہ انشا نے ان ترکیبونمین عطف نہین کیا ہی۔

فروغ مے سے نکیونکہ ہووے ایاغ روشن مراد حاصل	مثل یہ مشہور ہی جہانمین چراغ روشن مراد حاصل

اسی طرح فلان پانی پیتا ہے اور شعر کہتا ہے یہ عطف بھی نامقبول ہی فصحا کے کلام مین ایسا عطف نہین ہوتا اور جامع سے مراد وصف خاص ہے ورنہ اُسکی مراد حاصل ہونے اور چراغ روشن ہونے مین اسی طرح پانی پینے اور شعر کہنے مین بھی امر جامع موجود ہے لیکن انمین کوئی خاص وصف پایا نہین جاتا۔

اسی قبیل سے ہین یہ اشعار ناسخ کے۔

یعنے چھلتا ہے کھوے سے وان کھوا	اور صدا لاتی ہی کالونمین ہوا
سود ہی نقصان مین اے خوش صفات	ولہ اور شہید و نکو فنا مین ہے حیات

(۲) اگر دوسرے جملے کو پہلے کے اعراب کا حکم لگانا اور دوسرے کو پہلے کے حکم مین شریک کرنا مقصود نہو تو اس موقع پر فصل کرنا چاہیے کیونکہ ایسے جملونمین دوسرے کا مقصود بالنسبتہ ہونا مقصود نہین ہوتا اسلیے کہ یہان پہلے اور دوسرے کے درمیان کوئی نسبت

نہین ہوتی جیسے۔

غالب

آئینہ دیکھ اپنا سا منھ لیکے رہ گئے	صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

اس شعر مین مصرع ثانی کا عطف پہلے پر نہین تاکہ مفعول کے اختصاص مین شریک نہو جائے کیونکہ مفعول اور ظرف وغیرہ کی تقدیم اختصاص کا فائدہ بخشتی ہو پس اگر عطف کرینگے تو لازم آئے گا کہ معشوق کو خاص آئینہ دیکھنے کی حالت مین دل نہ دینے پر غرور تھا حالانکہ یہ مقصود نہین۔

وله

مین نے مانا کہ کچھ نہین غالب	مفت ہاتھ آئے تو بُرا کیا ہے

مصرع ثانی پہلے مصرع پر معطوف نہین اگر معطوف کیا جائے تو لازم آتا ہو کہ اسکو مانا کا مفعول ٹھہرائین سو یہ ہرگز مراد نہین پس ترک عطف کیا گیا تاکہ یہ وہم نہو کہ متکلم کے ماننے ہو ونین سے ہو۔

وله

صحبت مین غیر کی نہ پڑی ہو کہین یہ خو	دینے لگا ہے بوسہ بغیر التجا کیے

بوسہ بغیر التجا کیے دینے لگا ہو پہلے جملے پر معطوف نہین تاکہ یہ دوسرا جملہ پہلے کے ساتھ اختصاص بالظرف مین شریک نہو جائے کیونکہ ظرف کی تقدیم نے پہلے جملے کو خصوصیت بخشی ہو یعنی بوسہ دینے کی عادت کا پڑنا غیر کی صحبت کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہو دوسرے جملے مین یہ منظور نہین کہ بغیر التجا کے غیر کی صحبت مین وہ بوسہ دینے لگا ہو اسلیے کہ یہان بوسہ بغیر التجا دینا بغیر خصوصیت کے منظور ہے

جان صاحب

کون کہتا ہے ہم سے بولو تم	منھ تو گھونگھٹ سے اپنا کھولو تم

دوسرے مصرع کا عطف ہم سے بولو تم پر نہین اسلیے کہ اگر اُسپر عطف کرینگے تو یہ بھی کون کہتا ہے کا مفعول ہونے مین اُس کا شریک ہو جائے گا اور قائل کا یہ مقصود نہین وہ تو یہ چاہتا ہے کہ معشوق اگر زبان سے نہ بولے تو منھ ہی دکھلا دے۔

(۳) اگر پہلے جملے کے لیے محل اعراب سے نہو اور پہلے جملے کا دوسرے کے ساتھ ربط مقصود ہو تو عطف کرتے ہین مگر اُس حرف کے ساتھ جو واو یا اور کے سوا ہو جیسے کہتے ہین زید آیا پس عمرو آیا زید گیا پھر عمرو گیا اور ایسے عطف کے لیے کوئی دوسری شرط نہین ہوتی کیونکہ حروف عاطفہ مین سے واو یا اور شرکت اور جمعیت کیلیے ہین اور ترتیب یعنی تقدیم و تاخیر مقصود نہین ہوتی اور نہ معیت

مقصود ہوتی ہے مثلاً جب کہتے ہین میرے پاس زید اور عمرو آئے تو یہ فرق نہین کرتے
کہ کون آگے آیا اور کون پیچھے اور نہ یہ لحاظ ہوتا ہے کہ ساتھ آئے اور واو یا او ر
کے سوا دوسرے حروف عاطفہ سوائے اشتراک کے دوسرے معانی بھی دیتے ہین چنانچہ
پس فائدۂ جمعیت باترتیب وبے مہلت کا دیتا ہے یعنے اس بات پر دلالت کرتا ہے
کہ معطوف بلحاظ ترتیب کے معطوف علیہ کی نسبت مین شریک ہے مگر مہلت اور تاخیر نہین ہوتی
گو عرف مین اس ترتیب کو تاخیر خیال کیا جاتا ہے اور حکم کا ثبوت معطوف علیہ کے لیے معطوف سے
قبل ہوتا ہی اور اس قبلیت کی دو قسمین ہین۔

(۱) باعتبار وجود کے اور اسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ صرف تعقیب کیلیے آتا ہے دوسری
صورت یہ کہ تفریع کیلیے ہوتا ہی تعقیب یہ ہی کہ معطوف کو صرف باعتبار زمانیکے تاخیر ہوا اور اول کو
ثانی کے وجود مین کوئی دخل نہو جیسے زید آیا پس عمرو جبکہ اول زید آیا ہو اُسکے بعد عمرو بغیر مہلت کے آیا ہو
لفظ پس اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ عمرو بلحاظ ترتیب کے زید کی نسبت مین شریک ہی مگر ایک کا آنا
دوسرے کے آنیکی شرط وعلت نہین بلکہ تقدیم وتاخیر اتفاقی ہی تفریع یہ ہی کہ معطوف علیہ باوجود
تقدم ذاتی وزمانی دونونکے معطوف کے وجود مین دخل ہو مثال اسکی۔

	امیر الدین شوخ	
اولیا و قطب رہتے ہین فقیری بھیس ہین	پس غریبونسے بہت لازم ہی ملنا عید کا	

اولیا و قطب کے فقیری بھیس مین رہنے کو غریبونسے ملنے کے اوپر تقدم ذاتی اور زمانی ہے
اور اولیا و قطب کا فقیری بھیس مین رہنا سبب ہے غریبونسے ملنے کا۔

(۲) صرف باعتبار ذکر لفظی کے معطوف علیہ معطوف سے قبل ہوتا ہی وجود زمانیکی وجہ سے
تقدیم وتاخیر نہین ہوتی اور یہ وہان ہوتا ہی جہان عطف مفصل کا مجمل پر ہو جیسے فعل باعتبار اصالت کے
دو قسم پر ہی ایک ماضی دوسرا مضارع پس ماضی وہ ہی جو گذرے ہوے زمانے پر دلالت کرے اور
مضارع وہ ہی جو زمانہ موجودہ اور آیندہ پر دلالت کرے۔

پھر فائدہ جمعیت کا مع ترتیب ومہلت کے دیتا ہی اور یہ عام ہی اس سے کہ باعتبار عطف زمانیکے ہو
جیسے زید گیا پھر عمرو گیا جبکہ عمرو کا جانا زید کے جانیکے بعد مہلت کے ساتھ وقوع مین آیا ہو۔

	معبود شاہ رند	
کھو گیا ہے فقیر کا جامہ	بچھر بتا گیا ہی اُسکا عمامہ	

یعنے پہلے یہ تبا پھر وہ تبا۔

نظیر

یہ کچھ بہروپ ہین دیکھو کہ ننکر شکل وانکی	بکھرنا سبز ہونا لہلہانا پھر سمٹ جانا

ظفر

پہلے تو دلمین محبت کا شجر پیدا ہوا	پھر لگے حسرت کے گل غم کا ثمر پیدا ہوا

یا باعتبار ارتفاع مرتبہ کے ترتیب ہو جیسے اس شعر مین میرکے۔

کیا کیا نہ گیا اُس بن صبر ورداغ ودل	رونق گئی بشرے کی پھر نور بھی یدونکا

سودا

یزید کو تو مسلمان کہے ہی ناسپاس	پھر اُسکو سمجھے اولوا الامر مین کسے ہی یاد

یا باعتبار انحطاط مرتبہ کے ترتیب ہو جیسے وسیرا ئے آگئے پھر اُنکا اسٹاف آیا۔

فائدہ کلمہ یا جو تردید کے واسطے آتا ہی جب دو جملہ انشائیہ کے درمیان واقع ہو تو ہرچند یہ دونون جملے صورت مین منفصلہ ہون لیکن پہلا جملہ بحال رہتا ہی اور حرف عطف کے حذف کردینے پر دوسرا جملہ شرطیہ متصلہ بن جاتا ہی چنانچہ

مہتاب رائے تاب

یا تنگ نکر ناصح ناداں سنجھے اتنا	یا چلکے دکھا دے دہن ایسا کمر ایسی

کیونکہ مطلب یہ ہی کہ یا تو مجھے تنگ نکر اگر تنگ کرتا ہی تو مجھے ایسا دہن اور ایسی کمر دکھا دے۔

خواجہ اکبر حسین اکبر

یا پھینک دیجے چیر کے پہلو سے دلکو آپ	یا دل کے سب نکال کے ارمان جائیے

مطلب یہ ہی کہ یا تو آپ پہلو کو چیر کے دل پھینک دیجیے اگر ایسا نہین کرتے تو دل کے سب ارمان نکال کے جائیے
یاد رکھو کہ اگر جملے مین محکوم علیہ و محکوم بہ مفرد ہونگے تو اُس کو قضیہ حملیہ کہینگے اور اگر مفرد نہ ہون تو اُس کی دو حالتین ہین اگر حکم اتصال کا ہے تو شرطیہ متصلہ کہین گے اور اگر حکم انفصال کا ہی تو شرطیہ منفصلہ بولینگے اتصال سے مراد یہ ہے کہ شرطیہ مین ایجاب کی حالت مین ایک نسبت کے ثبوت کا حکم دوسری نسبت کے ثبوت کی تقدیر پر ہو جیسے اگر زید انسان ہی تو حیوان ہے اور سلب کی حالت مین ایک نسبت کی نفی کا حکم دوسری نسبت کی نفی کی تقدیر پر ہوا ور انفصال یہ ہے کہ دو نسبتون مین حالت ایجاب مین منافات کا حکم ہو اور سلب کی حالت مین نفی منافات کا حکم ہو

مثلاً کہین کہ یہ عدد جفت ہے یا طاق ہے ظاہر ہے کہ کسی عدد مین زوجیت اور فردیت
جمع نہین ہو سکتین اور نہ دونون مرتفع ہو سکتی ہین - خلاصۂ کلام یہ ہو کہ جب کہ دوسرا جملہ پہلے پر
ایسے عاطف کے ساتھ جو واؤ یا اور کا غیر ہو عطف کیا جائے گا تو فائدہ حاصل ہو جائیگا اور وہ فائدے
کہ ان حروف کے معانی ظاہر ہو جائین گے بخلاف واؤ کے کہ وہ صرف جمعیت اور اشتراک کا فائدہ
بخشتا ہے پس یہ اُسی مین ظاہر ہو گا جس کے لیے حکم اعراب ہو جیسے مفردات اور وہ جملے جنکے لیے
محل اعراب ہو پس اِس تفصیل سے ثابت ہو گیا کہ عطف سوائے واؤ یا اور کے دوسرے حرف کے ساتھ
اپنے فائدہ بخشنے مین درمیان معطوف علیہ اور معطوف کے اُس مناسبت کے ہونے کا محتاج نہین
جس کا نام ہمنے جہت جامع رکھا ہے اور وہ فائدہ جو مناسبت کا محتاج نہین خود ان حروف کے
معانی ہین بخلاف اُس عطف کے جو واؤ یا اور کے ساتھ ہو کہ اُس سے صرف معطوف علیہ و معطوف
کے درمیان جمعیت و اشتراک کا فائدہ حاصل ہوتا ہے پس جب پہلے جملے کے لیے اعراب سے
محل ہو گا تو مشترک فیہ بھی ظاہر ہو جائے گا اور وہ حکم ہے جیسا کہ مفردات مین پس اِس کے
عطف سے فائدہ حاصل ہو جاتا ہے اور اگر اُس جملے کے لیے محل نہین ہوتا تو مشترک فیہ
ظاہر نہین ہوتا پس اس وقت ایسے جامع مخصوص کی طرف محتاجی واقع ہوتی تو دونون جملونمین
مشترک ہوتا ہے اور دونون کو جمع کرتا ہے اور اس جامع کا سمجھنا اُنہی چیزون کے سمجھنے پر
موقوف ہے کہ دونون جملون کے درمیان کمال انقطاع یعنی انفصال یا کمال اتصال بدون ایہام خلاف
مقصود کے ہے یا نہین اور خلاف مقصود کے ایہام نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ جب دو جملون مین
فصل کیا جائے تو اُس سے خلاف مقصود کا ایہام حاصل نہو بلکہ فصل کرنے سے مراد بخوبی حاصل ہو سکتی ہو
یا اُن دونون جملون کے درمیان کمال انقطاع اور کمال اتصال کے ساتھ مشابہت بھی ہے
یا نہین اگر کمال انقطاع یا کمال اتصال کے ساتھ مشابہت اُنمین موجود ہے فصل کرنا چاہیے
وصل نکرنا چاہیے کیونکہ وصل ایک حیثیت سے مغایرت کو چاہتا ہے اور دوسری حیثیت سے مناسبت کو
چاہتا ہے اور ظاہر ہے کہ مغایرت نہ تو کمال اتصال کو اور نہ کمال اتصال کے ساتھ مشابہت کو
چاہتی ہے اور مناسبت نہ تو کمال انقطاع کو اور نہ کمال انقطاع کے ساتھ مشابہت کو
چاہتی ہے یا اُن دونون جملون کے درمیان نہ کمال انقطاع ہے نہ کمال اتصال اور نہ ان دونون
کمالون کے ساتھ مشابہت ہے بلکہ اوسط درجے کی حالت ہے تو وصل کرنا چاہیے کیونکہ وصل
ایسے ہی دو جملون کے درمیان واقع ہوتا ہے جن مین سے ایک کو دوسرے کے ساتھ مغایرت اور

مناسبت دونون باتین حاصل ہون اور ان باتون کا جاننا وقت سے خالی نہین اور جس کے لیے حکم اعراب ہے اگرچہ وہ بھی جہت جامع پر موقوف ہے لیکن اس مین دقت نہین ہے کیونکہ اُس مین جہت جامع ایسی چیزونکے جاننے پر موقوف نہین ہی۔

حاصل کلام یہ ہی کہ جب دو ایسے جملے جمع ہون کہ نہ انکے لیے اعراب سے محل ہو اور نہ پہلے جملے کیلیے کوئی ایسا حکم ہو جسکا دینا دوسرے جملے کو مقصود ہو یا حکم ہو اور دوسرے کو بھی اُس حکم دینا مقصود ہو یعنے جس طرح اُس حکم کو پہلے جملے کے لیے لگا سکتے ہین اُسی طرح دوسرے جملے کے لیے بھی لگا سکین تو ایسے جملونکے چھہ حال ہین۔

(۱) اُن دونونمین انقطاع و انفصال اس بات کے ایہام کے بدون ہو کہ اگر فصل کیا جائیگا تو مقصود کا خلاف لازم آئیگا۔

(۲) دونون مین کمال اتصال ہو۔

(۳) دونونمین کمال انقطاع کی مشابہت ہو۔

(۴) کمال اتصال کی مشابہت ہو۔

(۵) کمال انقطاع اس بات کے ایہام کے ساتھ ہو کہ اگر فصل کیا جائے گا تو مقصود کا خلاف لازم آئے گا۔

(۶) دونون کمالونکے درمیان توسط ہو۔

پس انمین سے چھٹی اور پانچوین حالت مین دونون جملونمین وصل کرنا چاہیے اور باقی پہلی چار حالتونمین دونونکے درمیان فصل کرنا چاہیئے اب ان چھوون حالات کی تفصیل پر غور کرو۔

کمالِ انقطاع بدون ایہام کے

کمال انقطاع دو جملونمین کئی وجہ سے ہوتا ہی۔

ایک اس وجہ سے کہ دونون لفظاً و معناً مختلف ہوتے ہین مثلاً پہلا انشائیہ ہو اور دوسرا خبریہ یا پہلا خبریہ ہو اور دوسرا انشائیہ سوائن دونون مین وصل نہین ہوتا جیسے غالب کے اس قول مین جناب چودھری صاحب آؤ ہم تم صاحب عالم کے پاس چلین پہلا جملہ انشائیہ ہی اور دوسرا خبریہ پس ہم تم صاحب عالم کے پاس چلین آؤ گے اور پر عطف نہین کیا اسلیے کہ یہ خبر ہے لفظاً و معناً اور آؤ لفظاً و معناً انشا۔ ظفر کہتا ہے۔ مصرع

ہے خدا جانے کہان مدت ہوئی اُسکو گئے

اس مصرع مین دو جملے ہین پہلا استفہام استخباری کو متضمن ہے اسوجہ سے لفظاً و معناً انشائیہ ہے

اور دوسرا لفظاً و معناً خبریہ ہی۔

ظفر

ہم اپنا عشق چمکائین تم اپنا حسن چمکاؤ
کہ حیران دیکھکر عالم ہمین بھی ہو تمھین بھی ہو

ہم اپنا عشق چمکائین جملۂ خبریہ ہے اور تم اپنا حسن چمکاؤ جملۂ انشائیہ ہی پس ان دونونکے درمیان عطف نہین کیا گیا اسی مثال مین ہی نسیم کا مصرع۔

سفر ہی دشوار خواب کب تک بہت بڑی منزل عدم ہی

سفر ہے دشوار لفظاً و معناً جملہ خبریہ ہے اور خواب کب تک لفظاً و معناً جملہ انشائیہ ہے اسلیے کہ استفہام استخباری کو متضمن ہی اور بہت بڑی منزل عدم ہی لفظاً و معناً جملہ خبریہ ہی اسلیے ان تینون جملونمین عطف نہین کیا کیونکہ کمال انقطاع ہی۔

یہ مثالین دونون جملونکے درمیان کمال انقطاع کی ہین کیونکہ دونون لفظاً و معناً خبر و انشا ہین اور نہ دونون کو اعراب سے محل حاصل ہی۔

دوسرے کمال انقطاع اس وجہ سے ہوتا ہے کہ دونون مین سے ایک معناً خبر ہو اور دوسرا معناً انشا اگرچہ لفظاً دونون صرف انشائیہ ہون یا صرف دونون خبریہ ہون یہان بھی وصل نہین ہوسکتا پس یہان چار صورتین متصور ہین۔

(**الف**) پہلا معناً خبریہ ہو اور دوسرا معناً انشائیہ ہو اور دونون لفظاً خبریہ ہون جیسے آج زید مرگیا اللہ اُسکو بخشے اللہ اُسکو بخشے کا عطف زید مرگیا پر نہین کیا کیونکہ معنے کی رو سے انشائیہ ہے اور زید مرگیا خبریہ ہی اگرچہ لفظاً دونون خبریہ ہین۔

مرزا کاظم حسن

یہی اک رند باقی تھا صد افسوس
خدا بخشے حسن نے بھی قضا کی

جملۂ یہی اک رند باقی تھا معناً خبر ہی اور خدا بخشے معناً انشا ہی کیونکہ دعا ہی پس خدا بخشے کا عطف یہی اک رند باقی تھا پر نہین گیا گو کہ دونون جملے لفظاً خبر ہین۔

(ب) پہلا معناً خبریہ ہو اور دوسرا معناً انشائیہ ہو اور لفظاً دونون انشائیہ ہون جیسے۔

نواب کلب علیخان

ڈوب مرنے کو مرے داغ جگر کیا کم تھا	چشم تر نے کیے کیون سات سمندر پیدا

اس شعر مین پہلا مصرع معنًا خبریہ ہو اسلیے کہ استفہام انکاری ہی جو خبر کی تاویل مین ہوتا ہی اور بظاہر انشا ہوتا ہی اور دوسرا مصرع معنًا انشائیہ ہی اسلیے کہ استفہام استخباری ہی اور لفظًا دونون انشائیہ ہین۔

(ج) پہلا معنًا انشائیہ ہو اور دوسرا معنًا خبریہ ہو اور لفظًا دونون خبریہ ہون مثلاً۔

غالب

یہ لاش بیکفن اسد خستہ جانکی ہی	حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

پہلا جملہ حق مغفرت کرے دوسرے جملے عجب آزاد مرد تھا سے نہایت منقطع ہی اسلیے دوسرے کو پہلے پر عطف نہین کیا پہلا جملہ معنًا انشائیہ ہی کیونکہ دعا ہی اور دوسرا معنًا خبریہ ہے اور لفظًا دونون جملے خبریہ ہین۔

(د) پہلا معنًا انشائیہ ہو اور دوسرا معنًا خبریہ ہو اور لفظًا دونون انشائیہ ہون جیسے۔

نواب کلب علیخان

کوستے کیون ہو مجھے آج کھڑے مقتل ہین	ذبح کرنے کو نہین کیا کوئی خنجر پیدا

اس شعر کے دونون مصرعون مین دونون جملے استفہامیہ ہین اس لیے لفظًا انشائیہ ہین مگر پہلا معنًا بھی انشائیہ ہے کیونکہ استفہام استخباری ہی بخلاف دوسرے کے کہ وہ معنًا خبریہ ہے اسلیے کہ استفہام تقریری دراصل خبر ہی۔

قائم

سلہ بتون کی دید کو جاتا ہون دیر مین قائم	مجھے کچھ اور ارادہ نہین خدا نکرے

جملۂ مجھے کچھ اور ارادہ نہین دوسرے جملے خدا نکرے سے نہایت منقطع ہے اس لیے دوسرے کو پہلے پر عطف نہین کیا پہلا جملہ معنًا خبریہ ہی اور دوسرا معنًا انشائیہ ہی کیونکہ دعا ہی اور لفظًا دونون خبریہ ہین

غلام علیخان وحشت

مرے مرنیکی خبر غیر کو یون دیتے ہین	مر گیا وحشت جانباز تری جانسے دور

حکیم میر محمدی طاہر

نہ بھاتی تھی جس شخص بن دلکو سیر	سو آیا ہی اے لو وہ یادش بخیر

تیسرے کمال انقطاع اسلیے ہوتاہے کہ دونون جملونمین کوئی جامع نہین ہوتا اور جامع سے مراد ایسا وصف ہی جو نہایت خصوصیت رکھتا ہو اور یہ جامع دو حال سے خالی نہین ہوتا۔

سلہ بیان سے اسکے کہ دنیا مین بتونکی صورت [illegible] ۱۲

(الف) یا تو صرف جملونکے مسند الیہونمین نہین ہوتا جیسے زید بڑا ہی جا تو چھوٹا ہی یہان فقط مسند الیہون مین کوئی جامع نہین ہے اسلیے دوسرے کا عطف پہلے پر نہین ہو سکتا حالانکہ دونون جملے خبریہ ہین اور بڑے اور چھوٹے مین جامع موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک دوسرے کی ضد ہے مگر مسند الیہون مین جامع مفقود ہے ۔ شہیدی

غنچے کی چھاتی پھٹ گئی لعل یمن ٹکڑے ہوا	خندے کے کرنے مین جو صبح اس گل کے لب وا ہو گئے

دوسرے مصرع مین دو مسند الیہ ہین ایک غنچہ دوسرا لعل یمن اور انمین کوئی جامع نہین ہے البتہ مسندونمین جامع ہے اور وہ یہ ہے کہ دونون کا مصداق ایک ہی ۔ انیس

دولت نہ گئی ساتھ نہ اطفال گئے

یہان دولت و اطفال مسند الیہ ہین جن مین کوئی جامع نہین اور مسندونمین اتحاد جامع ہے (ب) کبھی جامع فقط مسندونمین نہین ہوتا جیسے زید لمبا ہے عمرو سونیوالا ہے ۔
یہان صرف مسندونمین جامع نہین بشرطیکہ مسند الیہون مین جامع فرض کرلیا جاسکے اور وہ یہ کہ زید و عمرو آپسمین دوست ہون یا کسی اور قسم کا انمین تعلق ہو ۔ فہمی

فہمی کی حیات بڑھ گئی ہی	مرتا ہے دراز کا کلون پر

پہلے مصرع مین فہمی مسند الیہ ہی اور دوسرے مین حیات فہمی اور انمین جامع ظاہر ہی اور پہلے جملے مین مرتا ہی بمعنی عاشق ہے مسند ہی اور دوسرے مین بڑھ گئی ہی مسند ہے اور انمین کوئی جامع نہین ۔ غریب

دل کو پردے مین لبھایا اسنے	منھ دوپٹے سے چھپایا اسنے

دونون جملونکے مسند الیہونمین جامع یہ ہی کہ دونون متحد ہین اور مسندونمین کوئی جامع نہین ۔
(ج) یا مسند الیہ اور مسند دونون مین کسی قسم کا جامع نہین ہوتا جیسے زید کھڑا ہی علم عمدہ ہی اسی قبیل سے یہ بھی ہو سکتا ہی کہ زید لمبا ہی عمرو سونیوالا ہی جبکہ زید و عمرو مین جامع نہو ۔ گلزار نسیم

خوشہ کوئی تاکتا نہو وے	گوشے مین کوئی لگا نہو وے

پہلے مصرع کے جملے مین مسند الیہ کوئی محافظ ہی اور دوسرے مصرع کے جملے مین مسند الیہ خوشہ ہے اور انمین کوئی جامع نہین ہے اور پہلے جملے مین لگا نہووے مسند ہے اور دوسرے مین تاکتا نہووے اور انمین بھی کوئی جامع نہین ہے

دور از ادب کھلے بصد ننگ	ولہ	دو ساز طرب ملے خوش آہنگ

پہلے مصرع کے جملے مین ساز طرب مسند الیہ ہے اور دوسرے مصرع کے جملے مین دور از ادب مسند الیہ ہے اور ان مین کوئی جامع نہین اور اول مین ملے اور

دوم مین کلمۂ مسند ہین اور انمین بھی کوئی جامع نہین ۔

مرغان ہولتے ہوش ارہی	ایضاً	نقش کف پا تھی ریگ راہی
اور آگے بڑھا دو بحر ہام	ولہ	ڈوبا خورشید ہو گئی شام
بیڑی تھی برنج جنون کی کاکل	ولہ	پابوسی گل کو آیا سنبل

کمال اتصال

دو جملونکے درمیان کمال اتصال چار طور سے پایا جاتا ہے ۔
ایک یہ کہ دوسرا جملہ پہلے جملے کی تائید کرتا ہو۔تائید کبھی معنوی طور پر ہوتی ہی کبھی لفظی طور پر اور تائید کی ضرورت یہ ہو کہ سامع جب ایک جملہ سنکر گمان کرتا ہو کہ یہ حکم بطور مجاز کے یا غلطی سے کیا ہو تو اُسکے اس گمان کے دفع کرنے کیلیے متکلم ایک جملے کا عطف پہلے جملے پر کردیتا ہو تاکہ اُسکا یہ توہم دفع ہوجائے یہ دوسرا جملہ پہلے جملے کے معنی کو ثابت کرتا ہی پس تائید معنوی یہ ہو کہ دوسرے جملے کا مضمون پہلے جملے کے مضمون سے مختلف ہو لیکن ایک کے معنی کے ثبوت سے دوسرے کے معنے کا ثبوت لازم آئے ایسے جملونمین عطف نہین کیا جاتا کیونکہ تاکید اور موکد ایک شی کی مثل ہوجاتے ہین ۔ وحید

حاسد یہ دلمین کہتے ہین گھبرا کے ایک ایک	سلطان ملک نظم ہی یہ کچھ نہین ہی شک

جب یہ کہا گیا کہ حاسد اپنے دلمین اس شخص کو سلطان ملک نظم سمجھتے ہین تو سامع کو یہ توہم ہو سکتا تھا کہ یہ بطور مجاز کے یا غلط کہا ہوگا پس سامع کے اس توہم کے دور کرنیکے لیے ایک دوسرا جملہ اُسکے بعد ذکر کیا اور وہ کچھ شک نہین ہے ۔ اور کچھ شک نہین ہی کا مرتبہ اس ترکیب مین ایسا ہی جیساکہ شعر ذیل مین خود کا رتبہ ہی ۔ اوج

پردہ اُٹھ جائیگا جب لوے تجلی سے کلیم	آپ خود منہ سے کہینگے کہ ابھی کیا دیکھا

شاد

سعی کی اُسنے اک زمانے تک	نہین اسمین ذرا بھی شبہ و شک

مصرع دوم مصرع اول کی معنوی طور پر تائید کرتا ہی ۔

ناسخ

ہو ترا روے جہان سوز اگر عکس فگن	ہی یقین خانۂ آئینہ ستمگر جلجائے

خانہ آئینہ ستمگر جلجاے شرط کا جواب ہی اور اُسکی تائید یقین ہی کرتا ہی ۔ امیر

سب سے بدتر ہی اخیر اسمین نہین شک لیکن	لاج اسکی ہے ضرور آپکا کہلاتا ہی

امیر کے سب سے بدتر ہونے کی تائید معنوی طور پر اسمین شک نہین کرتا ہے۔
اور لفظی طور پر تائید کی یہ صورت ہو کہ دونون جملون کا مضمون ایک ہو پس ایسے جملونمین بھی عطف نہین کیا جاتا اسلیے کہ تاکید اور موکد ملکر ایک شی کی مثل ہو جاتے ہین جیسے۔ ناسخ۔

جو ہوا کو حدا نکر تا خلق
یعنے خالق ہوا نکر تا خلق

محمد باقر

اُلفت اُنکی ہو اصل یہ سودِ بنا
اُلفت اُنکی ہو اصل ہر بود

سعاد

میرے مشرب کے سب خلاف کیا
میرے مذہب کے سب خلاف کیا

میر حسن

نہین تیرا کوئی نہ ہو گا شریک
تری ذات ہے وحدہ لاشریک

دبیر

یہ تاج ہی اُسکا جو حسین ابن علی ہے
واللہ کُلاہ سرِ شبیر یہی ہے

پانچون شعرونمین جو مطلب پہلے مصرعون کے جملونسے حاصل ہوتا ہو وہی دوسرے مصرعونکے جملونسے حاصل ہوتا ہو ایک ایک مصرع ایک ایک جملہ ہو ہر شعر مین دوسرا جملہ پہلے جملے کی تائید اور ثبوت کے استحکام کیلیے ہے تاکہ سامع کو یہ گمان نہ پیدا ہو کہ متکلم نے یہ بات مجازاً کہی ہو یا غلط کہی ہو۔ انیس

دونو کا ایک نور خدا سے ظہور ہے
ظاہر ہین انمین جس سے ہر ایک دور ہے

جو مفہوم ظاہر ہین کا ہے وہی اُسکے جملہ مابعد کا ہو۔ مضطر۔

میری اُنکی رسم اُلفت چھُٹ گئی
مدتین گذرین زمانہ ہو گیا

جو مطلب مدتین گذرین سے حاصل ہوتا ہو وہی زمانہ گذرنے سے حاصل ہوتا ہو۔ ضامن

مار ڈالا کسی کی چاہت نے
اُلفتِ یار نے ہمین مارا

اس شعر مین جو مطلب پہلے جملے سے حاصل ہوتا ہو وہی دوسرے سے حاصل ہوتا ہو۔ غالب

کہا تمنے کہ کیون ہو غیر کے ملنے مین رسوائی
بجا کہتے ہو سچ کہتے ہو پھر کہیو کہ ہان کیون ہو

جو مطلب بجا کہتے ہونے سے حاصل ہوتا ہو وہی سچ کہتے ہو سے حاصل ہوتا ہو۔ ذوق۔

جس سے پوچھو کہ تو اگر ہے کہیگا کہ بلے
انت تعرف کہو جس سے وہ کہیگا کہ نعم

پس تمام شعرونمین دوسرے جملے کا ویسا ہی رُتبہ ہے جیسا کہ اس شعر مین دوسرے نچھونے کا کا۔

صبا

دل سودا زدہ میرا نہ چھوٹے گا نہ چھوٹے گا	ہر اک حلقہ ہے کالا جیل خانہ زلف شبگوں کا

تنبیہ جبکہ ایک جملہ دوسرے جملے کی تائید لفظا کرتا ہو تو عطف نہین کیا جاتا پس اس صورت مین محمد حسین متخلص بہ حسین کے اس شعر مین۔

پھولے ہین پھول باغ مین آئی بہار ہے	مطلع ہے صاف اور نہین گرد و غبار ہے

عطف درست نہین اسلیے کہ مطلع کے صاف ہونے سے بھی یہی مراد ہے کہ مطلع گرد و غبار نہین رکھتا اور مطلع صاف ہونے سے دوسرے معنے مقصود ہین تو اس صورت مین بھی عطف ناجائز ہے کیونکہ یہ کمال انقطاع کی تیسری قسم ہے جیسا کہ بہار آئی ہے اور مطلع صاف ہے مین کمال انقطاع ہے۔

دوسرا طور یہ ہے کہ پہلا جملہ بیان مراد کیلیے کافی نہین ہوتا اسمین کوئی کمی یا پوشیدگی ہوتی ہے اسیلیے اسکے بعد ایک اور جملہ بطور بدل کے لاتے ہین جس سے تمام و کمال انکشاف مراد کا ہوتا ہے اور وجہ اسکی یہ ہوتی ہے کہ مقام اس بات کا مقتضی ہوتا ہے کہ مراد کی شان کا بخوبی اہتمام کیا جائے اور نکتہ اسمین یہ ہوتا ہے کہ یا تو مراد فی نفسہ مطلوب ہوتی ہے یا شنیع ہوتی ہے یا عجیب ہوتی ہے یا لطیف اور مستحسن ہوتی ہے پس دوسرا جملہ مراد کے بخوبی کھولنے کے لیے بطور بدل کے لایا جاتا ہے تاکہ ظہور مراد مین کسی قسم کی کمی اور پوشیدگی باقی نرہے اور اسکی دو صورتین ہین۔

(الف) جملۂ ثانی کا مفہوم پہلے جملے مین داخل ہو۔

مراد کے فی نفسہ مطلوب ہونیکی مثال۔ جیسے کہین خدا نے ہمکو بہت سی نعمتین بخشی ہین آنکھین دیکھنے کو دی ہین کان سننے کو دیے ہین زبان دل کا حال بیان کرنے کو دی ہے یہان نعمت الٰہی کا جتانا مراد ہے اور وہ فی نفسہ مطلوب ہے اور عبادت و پرہیزگاری اختیار کرنے کا ذریعہ ہے اسیلیے اسکا کھولنا ضرور تھا پہلے جملے سے مجملاً نعمات الٰہی کا حال معلوم ہوتا تھا دوسرے جملونکے لانیسے اسکی تفصیل ہو گئی۔

رویائے صادقہ

اور جو ہم مین پہلوان کہلاتے ہین سینہ ابھرا ہوا ہے۔ قبضے چڑھے ہوے ہین دیکھنے کو موٹے تازے داؤ پیچ خوب رواں الخ یہان پہلوانونکا حال ظاہر کرنا اور انکے قوے کی حالت کا دکھانا مدنظر تھا کیونکہ یہ فی نفسہ مطلوب تھا اسلیے پہلے جملے کے بعد دوسرے جملے جو انکے حالات پر مشتمل تھے لائے اور سطرح اُسکو اچھی طرح بھی ذہن نشین کر دی اور وہ دوسرے جملونکے مفہوم پہلے جملے مین داخل ہین۔

داغ

ہمارے آنکھوں نے بھی تماشا عجب عجب انتخاب دیکھا	برائی دیکھی بھلائی دیکھی عذاب دیکھا ثواب دیکھا

یہان عجب عجب انتخاب تماشونکا بتانا منظور تھا اسلیے دوسرے مصرع مین اُن عجائب تماشونکو کھولدیا چونکہ پہلا جملہ بیان مراد کیلیے کافی نہ تھا اسلیے اُسکے بعد تین جملے دوسرے بطور بدل کے لائے۔

مولوی محمد اسمعیل

تخم ریزی جنس اعلیٰ کی ہوئی	کھیت مین بویا گیا گیہون چنا

مصرع اول مین پہلا جملہ بیان مراد کیلیے کافی نہ تھا اُس کا اجمال دوسرے جملہ نے دور کردیا اور اُس جنس اعلیٰ کو بتادیا جسکی تخم ریزی ہوئی تھی۔

اسیر

زمانہ رنج دیتا ہے بقدر حال انسان کو	گدا کو فکر نان اندیشۂ عالم ہے سلطان کو

پہلا جملہ جو مصرع اول مین ہے انکشاف مراد کے لیے کافی نہ تھا اُسکے بعد دو جملے بطور بدل کے لائے جنھون نے اُسکا خفا دور کردیا۔

جرأت

ترے خیال مین دونون جہانسے ہم گذرے	نہ اس جہان کی خبر ہے نہ اُس جہانکی خبر

ظفر

جاتے ہین کیا کیا گھسیٹے رہرو راہ وفا	سر کے بل پانونکے بل سینے کے بل بازو کے بل

جرأت

مشاطہ ترے گھر سے جب لیکے نبات آئی	لب بند ہوے سب کے کچھ منھ سے نبات آئی

مراد کے شنیع ہونیکی مثال

کوئی عورت بدکار ہو اور نماز گذار بھی ہو تو اُس کو کہین دو باتین جمع نکر زناکاری چھوڑ دے اور نماز پڑھا کر جیسے واجد علیشاہ کے اس قول مین۔

عجب انداز کی تھی وہ گلرو وہ اڑانے کا ذوق رکھتی تھی گنے سے آنکھ وہ لگاتی تھی	چوتڑلوسے وہ کرتی تھی اُلّو اور سپتانسے شوق رکھتی تھی پورلیک ایک اُسکو بھاتی تھی

پہلے مصرع مین اُس عورت کے انداز فحش کاری کو دکھایا ہی چونکہ اس جملے مین معنی مراد کے ادا کرنے مین خفا ہے اسلیے دوسرے جملے اُسکے بعد لائے جس سے اُسکی توضیح ہو گئی اور پہلے جملے کے ساتھ دوسرے جملونکا عطف اسلیے نہین کیا کہ شے واحد کی طرح سمجھے جاتے ہین۔

میر حسن

لگے پینے باہم شراب وصال	ہوے نخل امید سے وہ نہال
لبو نسے ملے لب دہن سے دہن	لو نسے ملے دل بدن سے بدن
لگی آنکھ سے آنکھ خوش حال ہو	گئین حسرتین وتنگی پامال ہو

پہلے شعر مین صحبت جماع کو دکھایا ہے چونکہ معنی مراد بخوبی ادا نہین ہوسکتے ہین اسلیے بعد مین کئی جملے ذکر کیے جنھون نے خفا کو بخوبی دور کر دیا۔

صاحبقران

چتون غضب ہی شوخی مین ہے بیمثال آنکھ	چھوٹے سے سن مین اُسکی بڑی ہی چھنال آنکھ

مراد کے عجیب ہونیکی مثال

ذوق

شب ہجران بسر نہین ہوتی	نہین ہوتی سحر نہین ہوتی

شب ہجران کا بسر نہونا پہلا جملہ ہی اور سحر کا نہونا دوسرا جملہ ہے مگر پہلے جملے سے مراد بخوبی ظاہر نہین ہوسکتی تھی کہ کسطرح شب ہجران بسر نہین ہوسکتی دوسرے جملے نے مراد کو اچھی طرح کھولدیا کہ شب ہجران کا بسر نہونا یہ ہی کہ دن نہین نکلتا جو اجمال پہلے جملے مین تھا اُسکی تفسیر دوسرے جملے نے کر دی اور چونکہ کسی شب کا بسر نہونا عجیب بات تھی کیونکہ کوئی شب ایسی نہین کہ بسر نہو سکے پس اُسکی شان کا اہتمام زیادہ منظور تھا اور اس غرض سے وضاحت کی حاجت پڑی اور بطور بدل کے سحر نہین ہوتی اُسکے بعد ذکر کیا اور دونون مین حرف عطف نہ لائے کیونکہ دونون شے واحد کیطرح سمجھے جاتے ہین۔

مراد کے لطیف ہونیکی مثال

کوئی شخص رحم دل اور خوش اخلاق ہو تو کہین کہ وہ خوبیونکا مجموعہ ہی رحم دلی اور خوش اخلاقی اسکے خمیر مین داخل ہین

حالی

راستی اور راستبازی آئین تھی ضرب المثل	اُسکے کامو نین ریا تھی اور نہ باتو نمین دغل

امانت

تمھارے گیسوؤنکے ڈھنگ دُنیا سے نرالے ہین
پریشان ہون تو سُنبل ہین جو بل کھائین تو کالے ہین

(ب) جملۂ ثانی کا مفہوم پہلے جملے مین داخل نہین ہوتا بلکہ اُس سے مغائرت رکھتا ہی مثال ۔

شباب

چُپ ناصح نکر مجکو نصیحت دم بدم آکر
مرے دلبر تو قبضہ ہی کسی مہوش کی اُلفت کا

یہان چُپ پہلا جملہ ہی بطور بدل کے اُسکے بعد کہا مجکو نصیحت نکر اور مقصود اس سے سرزنش ہی

ولہ

نہ رندو ٹمین ٹھہر تو زاہد لے رستہ اپنا
ٹھہرتا ہی تو پہلے صاف کرلے اپنے باطن کو

زاہد کے ٹھہرنے پر کراہت ظاہر کرنے کو کہا کہ رندو ٹمین نہ ٹھہر اور جب کہا کہ اپنا رستہ لے تو اُس نے اُس مضمون کو بخوبی خاطرنشین کردیا کیونکہ جب عرف مین اسطرح بات چیت کرتے ہین تو اس سے کمال کراہت کا اظہار مقصود ہوتا ہی نہ چلا جانا اور یہ بھی ظاہر ہی کہ راستہ لینا باعتبار مفہوم کے نہ ٹھہرنے سے مغائر ہی اسلیے تاکید و بیان نہین ہوسکتا اور نہ راستہ لینا نہ ٹھہرنے مین داخل ہی اسلیے پہلی قسم سے بھی علیحدہ ہوا ۔
اسی قبیل سے ہی ۔

آفتاب راے رُسوا

رُسوا کو کہا دیکھکے کل شوخ نے گستاخ
چل دور ہو فی النار ہو کافور ہو چھو ہو

چل دور ہو کے بعد بطور بدل کے کہا فی النار ہو اسیطرح اسکے بعد کہا کافور ہو یہی حال چھو ہو کا ہی عرف مین جب کہتے ہین فی النار ہو جاؤ یا کافور ہو جاؤ تو انسے معنی حقیقی مقصود نہین ہوتے بلکہ محض تیرے سامنے موجود ہونے پر کراہت کرنا مقصود ہوتی ہی

انشا

شور محشر یہ یہ کہ بیٹھے خرام اُسکا صاف
ڈال نے عین ابے دور پرے ہو چل ہٹ

تیسرا طور دو جملون مین کمال اتصال کا یہ ہے کہ دوسرا جملہ بطور بیان کے واقع ہو اور یہ بیان اسلیے لایا جائے کہ پہلے جملے مین کسی قسم کا خفا ہو جس سے مراد کی پوری پوری توضیح نہو سکتی ہو اور مقام یہ چاہتا ہو کہ یہان خفا دور کردیا جائے جو جملہ بطور بدل کے آکر پہلے جملے سے معنی مراد کا خفا دور کرتا ہی اُسمین اور اِس جملے مین جو بطور بیان کے آکر معنی مراد کا خفا زائل کرتا ہی یہ فرق ہی کہ بدل مین مقصود دوسرا جملہ ہوتا ہے نہ اول اور بیان مین پہلا جملہ مقصود ہوتا ہی نہ دوسرا کیونکہ دوسرا فقط توضیح کے لیے ہوتا ہے پس اگرچہ جملہ بدل اور جملۂ بیان دونون توضیح کے لیے ہوتے ہین مگر بدل والے جملے مین جو ایضاح بدل سے حاصل ہوتا ہے

وہ اُس سے بالذات مقصود نہین ہوتا اور بیان والے جملے مین جو ایضاح بیان سے حاصل ہوتا ہے
وہ بیلنسے بالذات مقصود ہوتا ہے ۔ مثال

واجد علی شاہ

اک مرض جاتا رہا تو دوسرا پیدا ہوا
قلب کے ہلنے کا مجکو عارضا پیدا ہوا

دوسرا مصرع بیان ہی دوسرا مرض پیدا ہونے کا چونکہ یہ کہدینا کہ دوسرا مرض پیدا ہوا ایک ایسا امر ہے
کہ جس مین خفا ہے اور مقام مقتضی اس بات کا تھا کہ یہ خفا دور کیا جائے اسلیے یہ کہنے کہ دلکے ہلنے کا مجکو
عارضہ پیدا ہوا اُس پوشیدگی کو دور کردیا ۔

حالی

بند اپنے فرائض مین مسلمان ہین نہ ہندو
معمور مساجد ہین تو آباد ہین مندر

یہ جملہ کہ اپنے فرائض مین مسلمان اور ہندو بند نہین خفا رکھتا ہی کیونکہ یہ معلوم نہین ہوتا کہ وہ کس بات مین
بند نہین اور مقام اسکا مقتضی ہی کہ خفا دور کیا جائے پس دوسرے مصرع مین اُس بات کو بیان کردیا ۔

داغ

محبت مین جس جا گئے لٹ گئے ہم
لیا دل کسی نے دیا سر کسی کو

امانت

خدا نے اختیار اُسکو دیا ہی روز محشر کا
وہی مالک ہی جنت کا وہی قاسم ہی کوثر کا

چوتھا طور کمال اتصال کا یہ ہی کہ دوسرا جملہ پہلے سے اہم ہو اور پہلے سے غرض متعلق نہو مثلاً کہتے ہین
آئیے تشریف رکھیے یا لو کھانا کھاؤ یا جاؤ سو رہو ظاہر ہی کہ ان مثالو نمین دو دو جملے ہین پہلے جملے سے
کوئی غرض نہین اور مطلوب دوسرا جملہ ہی اسلیے کمال اتصال کے لحاظ سے فصل کیا گیا اور عطف سے احتراز ہوا
جیسے آفتاب رائے رسوا کے شعر مین چل دور ہو کہ چل سے کوئی غرض نہین اسیطرح نظام رامپوری کے شعر مین
لو ابتو چھوڑ ۔ ؎

وہ کسمسا کے شب وصل اُسکا کہنا ہاے
لے ابتو چھوڑ مجھے تو نے خوب پیار کیا

اسی قبیل سے ہی اس قول مین میر حسن کے جا کہ اس سے کوئی غرض مطلوب نہین ۔ ؎

غرض دوستے اتنا ہو تو خفا
چلے ہم بھلا جا ترا ہو بھلا

اصغر

نشے مین لے لیا بوسہ خفا کیون ہوتے ہو صاحب	چلو بس بیٹھو جانے دو کہ ایسا ہو ہی جاتا ہے

مقصود بالتمثیل چلو ہی کہ اس سے کوئی غرض متعلق نہین جیسے انشا کے اس شعر مین ـ

چند مدت کو فراق صنم و دیر تو ہی	آؤ کعبے ہی کو ہو آئین چلو سیر تو ہی

حالی

ابھی اک نکتے مین تم دونون کو جھٹلاتی ہون	لو سنو غور سے مین کہتی ہون اور جاتی ہون

کمال انقطاع کی مشابہت

دو جملون کے درمیان کمال انقطاع کی مشابہت یہ ہی کہ دوسرا جملہ پہلے جملے کے ساتھ متصل ہونیکی مشابہت رکھتا ہو پس دوسرے کو پہلے پر عطف کرنیسے یہ ابہام پیدا ہوتا ہی کہ دوسرے جملے کا عطف کسی غیر پر ہی حالانکہ وہ مقصود نہین ہوتا اسلیے دوسرے کو پہلے پر عطف نہین کرتے اگر عطف کیا جائے تو معنی مراد مین خلل پیدا ہو جائے پس خلاف مراد کا وہم پیدا ہوتا عطف کو مانع ہے اسی وجہ سے اسکو کمال انقطاع کی طرح قرار دیا گیا ہے کمال انقطاع اور اس مین یہی فرق ہے کہ وہان مانع امر ذاتی ہے جس کا دفع کرنا کسی طرح ممکن نہین اسلیے کہ وہان دونون جملون مین سے ایک خبریہ ہوتا ہے اور دوسرا انشائیہ اور دونون مین کوئی جامع نہین ہوتا اور انقطاع کی مشابہت کے موقع پر عطف کرنے کا مانع ایک ایسا امر ہوتا ہے جو دونون جملونکی ذات سے خارج ہوتا ہے اور اسکا دفع کرنا کسی قرینے وغیرہ کے نصب کرنے سے ممکن ہوتا ہے اور کمال انقطاع کی مشابہت مین ترک عطف کو **فصل قطعی** کہتے ہین جیسے صاحب باغ و بہار لکھتے ہین فقیر نے ناچار خاطر سے مہمان کی استقبال کر کے نہایت تپاک سے برابر اُس جوان کے لا بٹھایا ارجوان اُس کے دیکھتے ہی ایسا خوش ہوا جیسے دُنیا کی نعمت ملی ۔ جملۂ دوم یعنی جوان اُسکے دیکھتے ہی ایسا خوش ہوا جیسے دُنیا کی نعمت ملی پہلے جملے پر معطوف نہین کیونکہ معطوف ہونے کی صورت مین لازم آتا ہے کہ یہ بھی متکلم کے فعل سے ہوا اور یہ منظور نہین اسی مثال مین ہے یہ عبارت رویاے صادقہ کی ایک مصاحب کو یہ سوجھی کہ ان دلون ولایتی میوہ فروش آئے ہوے ہین کسی ولائتی کو ایک پہلوان سے لڑوایا جائے صاحب عالم اس ایجاد کو سُن کر پھڑک گئے اور فرمایا بھئی واللہ تخت کی قسم کیا بات پیدا کی ہی اس عبارت مین صاحب عالم اس ایجاد کو سنکر پھڑک گئے کا عطف اُسکے ماقبل پر نہین کیونکہ عطف کی صورت مین لازم آتا ہے کہ یہ بھی اُس چیز مین سے ہو جو مصاحب کو سوجھی تھی ـ

کمال اتصال کی مشابہت

یہ ہے کہ دوسرے جملے کو پہلے جملے کے ساتھ متصل ہونے کی مشابہت حاصل ہو صورت اسکی یہ ہے کہ دوسرا جملہ جواب ہو اُس سوال کا جسکا چاہنے والا پہلا جملہ ہو اور کلام کا قرینہ اُسپر دلالت کرتا ہو پس دوسرے جملے کا پہلے جملے سے فصل کیا جاتا ہی جسطرح سوال محقق مصرح سے جواب کا فصل کیا جاتا ہی کیونکہ دونوں مین اتصال ہوتا ہے اگر سوال وجواب کے معانی کی طرف نظر کی جائے تو اُن مین کمال اتصال کی مشابہت ہوتی ہے اور اگر اُنکے الفاظ کو دیکھا جائے تو اُنمین کمال انقطاع ہوتا ہی کیونکہ سوال انشا ہے اور جواب خبر ہے اگر اُنکے قائلو نپر لحاظ کیا جائے تو ہر ایک ایک متکلم کا کلام ہو اور ایک متکلم کے کلام کا دوسرے متکلم کے کلام پر عطف نہین کیا جاتا پس تمام تقدیر و نپر فصل متعین ہی خلاصہ کلام یہ ہے کہ دوسرے جملے کا عطف پہلے جملے پر نہین کیا جاتا کیونکہ پہلا جملہ سوال کو مشتمل اور مقتضی ہوتا ہے پس ایسی حالت مین پہلے پر دوسرے کا عطف کرنا ایسا ہے جیسے جواب کا سوال پر عطف کرنا اس قسم کے فصل کو **استیناف** کہتے ہین اور دوسرا جملہ کہ سوال مقدر کا جواب ہوتا ہے **مستانفہ** کہلاتا ہی اور اسپر استیناف کا بھی اطلاق ہوتا ہے اور استیناف کی کئی قسمین ہین اُنمین سے **پہلی قسم** یہ ہے کہ سامع پر اُس حکم کا جو پہلے جملے مین ہوتا ہے سبب مبہم ہو اور سبب دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک عام دوسرا خاص۔

سبب عام یہ ہی کہ سامع کو کسیطرح بھی حکم کا سبب نہ معلوم ہو مطلقاً سبب سے جاہل ہو جیسے۔

سودا

زخم کا دل کے تر و تازہ ہے انگور سدا	جاری رہتا ہے مری چشم کا ناسور سدا

زخم دل کا انگور تر و تازہ ہے پہلا جملہ ہے جو ایک سوال کو چاہتا ہی جسکا جواب دوسرا جملہ ہے یعنی جب قائل نے کہا کہ زخم دل کا انگور سدا تر و تازہ رہتا ہی تو سوال کیا گیا کہ اس تر و تازہ رہنے کا سبب کیا ہے اُسنے اس سوال۔ قدر کا یہ جواب دیا کہ میری چشم کا ناسور سدا جاری رہتا ہی اور یہ ظاہر ہے کہ جب کوئی شخص کسی درد کی شکایت کرتا ہی تو اُس شکایت کے سبب اور مرض کا سوال کیا جاتا ہی اور یہ نہین دریافت کیا جاتا کہ تمھاری تکلیف کا یہ سبب ہی یا یہ سبب ہی۔

مرزا حاجی شگفتہ

مشکل ہے میری اُسکی ہو صحبت برآرا	مین جلد باز ہون وہ تغافل شعار ہے

یہ جملہ کہ میری اُسکی صحبت برار ہو مشکل ہو ایک سوال کو چاہتا ہے جسکا جواب دوسرا مصرع ہو یعنی جب قائل نے کہا کہ میری اُسکی صحبت برار ہونا مشکل ہے تو سوال کیا گیا کہ اسکا کیا سبب ہے اس سوال مقدر کا یہ جواب دیا گیا کہ مین جلد باز ہون اور وہ تغافل شعار ہے۔

عنایت حسین کیفی

بدلے گی نہ پیشانی کی تحریر کسی وقت	ٹلتا نہین حکم خط تقدیر کسی وقت

پیشانی کی تحریر کا نہ بدلنا ایک جملہ ہے جو ایک سوال کو چاہتا ہو اور وہ سوال مقدر یہ ہے کہ پیشانی کی تحریر کیون نہین بدلتی اس سوال کا جواب دوسرا مصرع ہے۔

نحیف

چھٹے کسطرح گیسوؤن کی محبت	یہ کالے ہمارے کھلائے ہوے ہین

گویا کہ کہا گیا کہ گیسوؤنکی محبت کیون نہ چھٹے اسکا جواب یہ دیا کہ یہ کالے ہمارے کھلائے ہوئے ہین

ظفر

زیادہ عشق کی آتش اگر بھڑکے تو جلتے ہین	ہمارے استخوان کچھ خشک ہیزم سے نہین کم ہین

یہ قول کہ عشق کی آتش کے زیادہ بھڑکنے سے جلتے ہین ایک سوال کا مقتضی ہو جسکا جواب دوسرا جملہ ہو جو دوسرے مصرع مین مذکور ہے۔

سبب خاص یہ ہو کہ سامع پہلے جملے کے حکم کے تمام سببونکی نفی کو تصور کرتا ہو مگر ایک سبب خاص ایسا ہو کہ اسکے ثبوت مین متردد ہو اسلیے اُسکا سوال کرے جیسے۔

صاحبقران

مجکو شہوت ہوئی تیمم سے	تھی مقرر کسی چھنال کی خاک

پہلا جملہ جو پہلے مصرع مین واقع ہے وہ ایک سوال کا مقتضی ہو اور دوسرا جملہ یعنی دوسرا مصرع استیناف ہے اور سوال یہ ہے کہ تم کو تیمم سے کیون شہوت ہوگئی پس سوال سبب خاص سے ہو اور قرینہ اس پر تاکید ہے اسلیے کہ تاکید اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ سائل سبب خاص کو دریافت کرنا چاہتا ہے اور تیمم سے شہوت ہو جانیکے ثبوت مین متردد ہے اور تعیین کا طالب ہو پس گویا کہ کہا گیا کہ تم کو تیمم سے کیون شہوت ہوگئی کیا جس مٹی سے تیمم کیا تھا وہ کسی چھنال کی قبر کی تھی پس تاکید کے ساتھ جواب دیا گیا اور چھنال کی خاک ہونے کی تاکید لفظ مقرر سے کی گئی مطلق سبب کے جواب کو مؤکد نہین کیا جاتا بلکہ سبب خاص کے جواب کو مؤکد کیا جاتا ہے پس جواب کا مؤکد کرنا دلیل ہے اس بات کی کہ سائل

سبب خاص کا طالب ہے اور اسمین متردد ہے اور جسوقت مخاطب طالب متردد سمجھا جاتا ہے تو اُس وقت حکم کو مؤکد کرنا مستحسن ہوتا ہے۔

امانت

دم مارنے کی جا نہین ہی صاحب ادراک	حقا کہ وہان دخل نہین وہم وگمان کا

پہلا جملہ جو پہلے مصرع مین ہے سوال کو چاہتا ہے اور حقا کہ وہان دخل نہین وہم وگمان کا استیناف ہے اور سوال یہ ہے کہ کیون دم مارنے کی جا نہین ہے کیونکہ جب کہا گیا کہ دم مارنے کی جا نہین تو مخاطب کے دلمین اس حکم کے ثبوت کے متعلق تردد پیدا ہوا اور وہ اس بات کا سائل ہوا کہ اس عجز کا کیا سبب ہے پس سائل جملۂ اول کے حکم کے ثبوت مین متردد ہے اور اُسکے سبب کے دریافت کرنے کا طالب ہے پس حقا کے ساتھ تاکید کر کے جواب دیا گیا کہ وہان وہم وگمان کو رسائی نہین۔ کیونکہ مطلق سبب کے جواب کو مؤکد نہین کیا جاتا۔

شاداب

وصف گیسو مین سر مشاطگی آتی ہے فکر	ہے یقین سب عقد ہائے زلف کھلجائینگے آج

گویا کہا گیا کس واسطے سر مشاطگی وصف گیسو مین فکر آتی ہے کیا آج زلف کے سب عقدے کھلجائینگے پس سائل متردد ہے اور تعیین کا طالب ہے اور جواب مین جو یقین ہے کا لفظ تاکید کیلیے ذکر کیا ہی لیس یہ بات دلالت کرتا ہے کہ سائل کو سبب خاص کا دریافت کرنا منظور ہے اور اُس مین اُس کو تردد ہے اسی وجہ سے تاکید کے ساتھ اُس کو جواب دیا گیا۔

ظفر

پڑھا اور غزل کوئی بہ تبدل قوافی	واللہ ظفر قافیہ بسیار ہے موجود

منشاے سوال مصرع اول ہی گویا کہا گیا کہ کیا قافیہ بہت سا موجود ہی اور سوال سبب خاص سے ہی اور قرینہ اسپر تاکید ہی کیونکہ تاکید اس بات پر دلالت کرتی ہی کہ سائل سبب خاص کو پوچھنا چاہتا ہی اور اسمین اُسکو تردد ہی

دوسری قسیم یہ کہ سامع پر سواے سبب کے کوئی اور چیز مبہم ہو جو پہلے جملے سے تعلق رکھتی ہو اور مقام سوال اُسکا مقتضی ہو اور اُسکی دو صورتین ہین۔

(الف) وہ شے عام ہو مثلاً۔

مثنوی شیرین خسرو

کہا شیرین مری محرم ہی خاص	کہا مجکو بھی اُس سے ہی اخلاص

یعنے فرہاد نے خسرو کے اس قول کے جواب مین کہ وہ میری خاص حرم ہی کیا کہا پس کہا گیا کہ اُسنے یہ کہا کہ اُس سے مجھے بھی اخلاص ہی اور ظاہر ہی کہ فرہاد کا قول خسرو کے قول کیلیے سبب نہین ہی –

مومن

کہا اُس بُت سے جا مرتا ہی مومن	کہا مین کیا کرون مرضی خدا کی

یعنی اُس بُت نے اِس قول کے جواب مین کہ مومن مرتا ہی کیا کہا پس کہا گیا کہ اُسنے کہا کہ مین کیا کرون خدا کی یہی مرضی ہے –

نسیم

پوشاک جو لینی ہو تو بھونچاؤ	بولین وہ چلو کہا قسم کھاؤ

یعنی تاج الملوک کے اس قول کے جواب مین کہ اگر تمکو اپنی پوشاک لینی ہو تو مجکو بھونچاؤ پریون نے کیا کہا پس جواب دیا گیا کہ پریان بولین چلو پھر یہان سوال پیدا ہوا کہ تاج الملوک نے پریونکے اس قول کے جواب مین کہ چلو کیا کہا پس جواب ہو یا گیا کہ اُسنے یہ کہا کہ قسم کھاؤ –

(ب) وہ شی خاص ہو جیسے –

مصحفی

زُلف مشکین اُسکی شدت سے ہوئی خونخوار تیز	سچ ہی ہان ہوتا ہی دندان گزندما تیز

تقدیر عبارت یہ ہی کہ گویا قائل سے کہا گیا کہ یہ بات سچ ہی یا غلط ہی کہ معشوق کی زلف شدت سے خونخوار تیز ہوئی ہی پس قائل نے جواب دیا کہ سچ ہی اور اُسکی تائید مین یہ بھی کہا کہ ہان سانپ کا دندان گزند تیز ہوتا ہی سوال جملۂ اول سے پیدا ہوتا ہی اسلیے کہ جب قائل نے زلف کے بشدت تیز ہو جانیکی شکایت کی تو اس سے سائل کو یہ تحریک ہوئی کہ وہ یہ سوال کرے کہ آیا زلف معشوق کا شدت سے خونخوار تیز ہو جانا سچ ہے یا غلط پس سائل کو صدق و کذب کا تصور تو ہے مگر دونون مین سے ایک کی تعیین چاہتا ہی اور یہ بات خاص ہے –

علمی

مت چھپا حق کو نہ کہ ناحق کہ حق راضی رہے	سچ تو ہی کیون جھوٹ بولے آشنا کے واسطے

تقدیر عبارت یہ ہی کہ گویا سائل سے کہا گیا کہ کیا یہ سچ ہی کہ دوست اور آشنا کے واسطے بھی جھوٹ نبولنا چاہیے یا غلط ہی پس قائل نے جواب دیا کہ سچ ہی سوال جملۂ اول سے پیدا ہوا ہی اسلیے کہ جب یہ کہا گیا کہ حق بات کو چھپانے اور ناحق بات کو نہ کہنے سے اللہ راضی ہوتا ہی تو اس سے اس سوال کی تحریک ہوئی کہ کیا کسی

اپنے دوست کے واسطے بھی حق بات کو چھپانا اور ناحق بات کو کہنا نہ چاہیے ۔

ظفر

تجھسے دل لیکے وینگے اور کو ہم	غلط اے دلبر یا معاذ اللہ

جب یہ کہا کہ تجھسے دل لیکے ہم اور کو دینگے تو اس سے سائل کو تحریک ہوئی کہ وہ یہ سوال کرے کہ یہ جو تم کہتے ہو یہ بات صحیح ہی یا غلط ہی پس سائل کو صدق و کذب کا تصور تو تھا لیکن انمین سے ایک کی تعیین کرانیکے لیے سوال کیا قائل نے جواب دیا کہ غلط ہی اور اسکی تاکید معاذ اللہ سے کی ۔
تیسری قسم استیناف کی یہ ہی کہ جسکے ذکر کیلیے استیناف واقع ہوتا ہی اُسکا اعادہ کیا جاتا ہی جیسے

ظفر

عرق سے دو نہ خط مشکناب کو پانی	مٹا ہی دے ہے حروف کتاب کو پانی

یہان پانی کا اعادہ کیا گیا جسکی وجہ سے حکم کا استیناف ہوا ہے اور سوال جو یہان مقدر ہے وہ یہ ہی کہ کیون خط مشکناف کو پانی ندین ۔

ناسخ

مکتوب جو آیا تو ہوا مین دل شاد	پیراہن تیپچیدہ ہے گویا مکتوب

یہان دوسرے مصرع مین مکتوب کا اعادہ کیا اسی کیلیے حکم کا استیناف کیا گیا ہی اور سوال مقدر یہ ہی کہ مکتوب کے آنے سے تم دل شاد کیون ہوے ۔

ولہ

کیا ہے ذقن وبہی مین نسبت	مانند بہی ہے کب ذقن زرد

دوسرے مصرع مین ذقن وبہی کا اعادہ کیا گیا ہے انھین کیلیے حکم استیناف ہی اور سوال مقدر یہ ہے کہ ذقن وبہی مین کیون نسبت نہین ۔

سودا

نہین ڈرتا یہ لاٹھی والٹھی سے	کیا کرے لاٹھی اُسکی لاٹھی سے

یہان دوسرے جملے مین لاٹھی کا اعادہ کیا ہے اسی کے لیے حکم کا استیناف کیا گیا ہی اور سوال مقدر یہ ہی کہ یہ لاٹھی سے کیون نہین ڈرتا ۔

نظام رام پوری

دل لگے ہجر مین کیونکر مرا	دل ترا سا نہین پتھر مرا

کبھی جملہ استینافیہ کو حذف کر دیتے ہین جیسے ۔

انشا

کیا ترے سر آچڑھے چارون کے چارون الامان	شاہ دریا شیخ سدو۔ زین خان نتھے میان

گویا کہ یہان سوال کیا گیا کہ کون چارون آچڑھے ہین اسکا جواب دیا گیا کہ شاہ دریا شیخ سدو زین خان نتھے میان یعنی شاہ دریا شیخ سدو زین خان نتھے میان آچڑھے ہین ۔

آغا علیخان مہر

تیرے گریان کو نہین ڈر ہجر کی برسات مین	برق کا اولون کا مینہ کا ہدم کا سیلاب کا

گویا یہان سوال کیا گیا کہ کس چیز کا ڈر نہین تو جواب دیا گیا کہ برق کا اولون کا مینہ کا ہدم کا سیلاب کا یعنی برق کا اولونکا مینہ کا ہدم کا سیلاب کا ڈر نہین ہے ۔

وحید اللہ خان وحید

ہم چشم تمھارا نہین دنیا مین کوئی اور	باریک کمر تنگ دہن اور بڑی آنکھ

گویا سوال کیا گیا کہ کون ہم چشم ہے تو جواب دیا گیا کہ باریک کمر تنگ دہن اور بڑی آنکھ یعنی یہ چیزین ہم چشم ہین

جرأت

پھرتا ہون تجھ بغیر مین ہو کے دوانہ ہو بہو	شہر بہ شہر دہ بہ دہ خانہ بہ خانہ کو بکو

یا سوال کیا گیا کہ کہان پھرتے ہو تو جواب دیا گیا کہ شہر بہ شہر دہ بدہ خانہ بخانہ کوبکو یعنی ان مقامات مین پھرتا ہون

منشی رام سہاے تمنا

ظہور صبح نے سب کارخانہ کر دیا ابتر فنا کے بعد رہتا ہے تمنا ذکر خیر اکثر	فروغ شمع کا پروانہ کا ارباب محفل کا سخندان کا سخن کا شعر کا اُستاد کامل کا

شاہ نصیر

تو نے اکبار نہ دیکھا شہ خوبان افسوس	ہم ترے مجرے کو سو بار اُٹھے اور بیٹھے

گویا سوال کیا گیا کہ کیا نہ دیکھا تو جواب دیا گیا ہم ترے مجرے کے واسطے سو بار اُٹھے اور سو بار بیٹھے

کبھی تمام استیناف حذف ہو جاتا ہے جیسے ۔

قلندر

دلمین خیال ایک ہی دلبر کا خوب ہے	اُجڑے ہے ملک آوے ہے جب شاہ دوسرا

دل مین ایک ہی دلبر کا خیال خوب ہے اس سوال مقدر کا یہ جواب ہے کہ جب دل مین دوسرے دلبر کا خیال

پیدا ہو جاتا ہے تو دل دو دلبرون کے خیالات کی کش مکش اور صدمات سے خراب ہو جاتا ہی پس یہ تمام استیناف حذف کرکے اُسکی جگہ یہ قول رکھدیا گیا کہ جب دوسرا بادشاد آتا ہے تو ملک اُجڑ جاتا ہے تاکہ اُس محذوف پر دلالت کرتا رہے۔

جعفر زٹلی

وہ جو کہتے تھے کہ ہم ڈنڈو نسے توڑینگے سپر	دوڑکر کود پڑے تب بھی نہ ٹوٹا یا پڑا

گویا یہان سوال کیا گیا کہ جو لوگ یہ کہتے تھے کہ ہم ڈنڈو نسے سپر توڑینگے وہ سچے تھے یا جھوٹے تھے اسکا جواب یہ دیا گیا کہ وہ جھوٹے تھے یہ سارا استیناف یعنی وہ جھوٹے تھے حذف کرکے اُسکی علت کو محذوف پر دلالت کیلیے اُسکی جگہ رکھدیا گیا۔

امیر

وصال مرتبۂ انتہا ہے عاشق کو	گہر نہ ہاتھ لگین جب تلک نہ تھاہ ملے

گویا یہان یہ سوال کیا گیا کہ وصال کا مرتبۂ انتہا ہونا سچ ہے یا جھوٹ اسکا جواب یہ دیا کہ یہ بات سچ ہی پس یہ سارا استیناف حذف کرکے اُسکی علت کو اُسکی جگہ رکھدیا۔

ولہ

پاک رکھا پاک دامن سے حساب	بوسے بھی گن گن کے لیے گن کے دیے

تنبیہ یہ بیان اُن چارون حالتو نکا تھا جو فصل کی مقتضی ہین اب اُن باقی حالتون پر غور کرو جو وصل کو چاہتی ہین۔

کمال انقطاع مع ایہام

یعنے انقطاع جسکے ساتھ اس بات کا ایہام ہو کہ اگر وصل نہ کیا جائیگا تو سامع متکلم کی مراد کے خلاف سمجھ لیگا پس ایسے موقع پہ وصل کرنا واجب ہوتا ہے تاکہ سامع اُس وہم مین نہ پڑے جیسے کہا جائے کہ یہ گھوڑا سو روپے کو آیا ہی مخاطب کہے نہین اور اللہ تمھاری مدد کرے یعنی یہ بات درست نہین۔ پس یہ جملہ اخبار یہ ہی اور اللہ تمھاری مدد کرے جملہ انشائیہ دعائیہ ہی پس دونون مین کمال انقطاع ہی لیکن باوجود اس انقطاع کے عطف کیا گیا تاکہ کوئی یہ نہ سمجھلے کہ مخاطب بددعا دی ہی اسلیے کہ جب کہا جاتا کہ نہین اللہ تمھاری مدد کرے تو یہ وہم ہوتا کہ بددعا کرتا ہی حالانکہ مقصود دعا دینا ہی اور جب واو کے ساتھ عطف کردیا تو اس وہم کے لیے بالکل گنجائش نہ رہی اس جگہ معطوف علیہ نہی کا مضمون ہی اور معطوف دعا ہے۔

کمال انقطاع اور کمال اتصال مین توسط

جملونکا کمال انقطاع اور کمال اتصال مین متوسط ہونا وصل کو چاہتا ہی اور توسط وہان ہوتا ہے جہان دو جملونکے درمیان نہ کمال انقطاع ہو نہ کمال اتصال اور نہ اُن دونون کمالونکی مشابہت ہو یس جب ایسی حالت کے ساتھ دو جملے جمع ہوجائینگے تو اُنمین وصل کیا جائیگا اور دو جملونمین توسط وہان پایا جاتا ہے جہان دونون جملے خبر ہونے مین یا انشا ہونے مین متفق ہون اور یہ آٹھ صورت پر متصور ہی ۔

(۱) دونون جملونکے لفظ و معنے خبر ہون جیسے ۔

شاہ نصیر

وہ شعلہ رو ہی سوار توسن اور اُسکا توسن عرق فشان ہی

حالی

ہوئین یوسف کی سختیان جب دور	اور ہوا ملک مصر پر مامور

ظفر

وہان ہی عیش و عشرت باہم یہان ہے شور نالہ و ماتم	اُسکے ہمدم ایسے ہین اور اپنے ہمدم ایسے ہین

انیس

مائل بہ سفیدی ہوا رنگ رُخ مہتاب	اور دیدہ مردم سے سفر کرنے لگا خواب

ولہ

وہ سبزۂ صحرا پہ پڑے گوہر شبنم	اور صبح کی نوبت کی صدا آئے دمبدم

مولوی محمد اسمٰعیل

پنہان ہوئی قوس آخر کار	اور ظلمت شب ہوئی نمودار

نواب محبت خان

ظاہر ہی کہ تو بجلوے کیے جاتے ہی سب کچھ	اور یہ بھی ہویدا ہی کہ مین کچھ نہین کہتا

(۲) دونون جملونکے لفظ و معنے انشا ہون جیسے ۔

واسوخت قلق

اپنے کچھ دل کی اجی مجھسے کہو اور سُنو	بات بھی میری نہین سُنتے ہو لو اور سُنو

کہو اور سُنو دو جملۂ انشائیہ ہین اور یہ دونون جملے لفظاً و معناً انشا ہین ۔

حالی

قوم سے جو تمھارے ہین برتاؤ | سوچو میرے پیارے اور شرماؤ

ظفر

کہے ہے صید افگن صید گہ مین کھینچکر خنجر | کہ کتنے رہ گئے جاندار اور بے جان کتنے ہین

تپش

کہا مین نے اے مادر نیک رائے | یہ گلرو ہے کون اور کیسی ہی گائے

وله

یہ لو نیوتا اور جلدی چلو | توقف نہ چلنے مین ہرگز کرو

مفتون

ہاتھ مین لے جام اور بوتل سنبھال | جلوۂ جانان کو باتون مین نہ ٹال

(۴) دونون جملے معناً انشا ہون اور لفظاً خبر ہون جیسے

سودا

ختم کرتا ہون دعائیہ پہ سودا یہ کلام | دوست ہون شاد ترے اور ہو دشمن پامال

تیرے دوست شاد ہون اور تیرے دشمن پامال ہون یہ دونون جملے دعائیہ ہین جو لفظاً خبریہ ہین اور معناً انشائیہ ہین

وله

یارب جو ترے دوست ہین از قلزم امید | ہوتے ہوے پار اُنکی نہ کشتی کو لگے دیر
اور اُنمین جو بد خواہ ترا ہونے لگے غرق | موج اُسکو نکلنے نہ دے ہو پانو مین زنجیر

دوسرے شعر کے صدر مین اور عطف کیلیے ہے اور اُسکے ماقبل کا جملہ بھی دعائیہ ہے اور ما بعد کا بھی جو معناً انشا ہین اور لفظاً خبر۔

میر

رات دارو پیجیے غیرون مین بے لیت و لعل | اور سحر سر دُکھنے کا ہمسے بہانہ کیجیے

پیجیے اور کیجیے بظاہر انشا ہین کیونکہ امر کے صیغے ہین مگر مراد ان سے خبر ہے اس لیے کہ پیتے ہو اور کرتے ہو کے معنے مین مستعمل ہوے ہین۔

مولوی نذیر احمد

جئین تو خوش جئین اور امن و عافیت سے جئین | جب آئے موت تو سب کا بخیر ہو انجام

ذوق

جو کہ ہون بدخواہ وہ ناشاد اور غمگین رہین | اور ہوا خواہ ہونکے دل ہو دین ہمیشہ شادکام

(۴) دونون جملے معناً انشا ہون اور پہلا لفظاً خبر ہو اور دوسرا لفظاً انشا جیسے۔

ــــہ

سدا رہے وہ زمانے مین باشکوہ و جلال | اور اُسکے دشمنونکو رکھ تو پائمال ملال

دونون جملے معناً انشا ہین کیونکہ دعا ہین اور پہلا لفظاً خبر ہے کیونکہ صیغہ مضارع رکھتا ہے اور دوسرا لفظاً انشا ہے کیونکہ صیغہ امر رکھتا ہے۔

ــــہ

خرد ہو جائے یارب پائے انداز | اور اپنے عشق سے کر تو سرافراز

اسمین بھی وہی صورت ہے۔

(۵) دونون جملے معناً انشا ہون اور لفظاً پہلا انشا ہو اور دوسرا خبر جیسے۔

انشا

مدام عقدہ کشا رکھ اُسے زمانے مین | اور اُسکے ہاتھ رہے سب کے دل کی سلجھاوٹ

دونون جملے معناً انشا ہین کیونکہ دعا ہین اور پہلا لفظاً انشا ہے کیونکہ صیغہ امر رکھتا ہے جو دعا کیلیے ہے اور دوسرا لفظاً خبر ہے کیونکہ صیغہ مضارع رکھتا ہے جو دعا کیلیے ہے۔

(۶) دونون جملے معناً خبر ہون اور لفظاً انشا ہون جیسے۔

مولوی محمد اسمعیل

ہے حرارت کی کمی بیٹھی فقط + | ورنہ جاڑا کون اور گرمی ہے کیا

دوسرے مصرع کے دونون جملے لفظاً انشا ہین اور معناً خبر ہین کیونکہ استفہام انکاری کو متضمن ہین جو اگرچہ انشا مین داخل ہے مگر خبر کی تاویل مین ہے اسلیے لفظاً انشا سمجھا جاتا ہے اور معناً خبر۔

نور علی

ہم کیا لکھین وصف اُسکا ہے تحریر سے باہر | اور منھ سے کہین کیا کہ ہے تقریر سے باہر

دونون مصرعونکے دونون جملے استفہام انکاری کو متضمن ہین اسلیے معناً خبر ہین اور لفظاً انشا۔

امیر حسن امیر سہارنپوری

کیا نہ تھی لونڈی تو اور کیا ہم ترے مولا نہ تھے | کیا نہ تھی محکوم تو کیا ہم ترے آقا نہ تھے

امو جان مفتون

خوف عصیان کیسا اور کیسا غضب	آج روز عیش ہو بے حساب

(۷) دونون جملے معناً خبر ہون اور پہلا لفظاً انشا ہو اور دوسرا لفظاً خبر ہو جیسے سہ

تا کجا جسم و جان مین کب آتی	اور مخلوق ساری مرجاتی

پہلا جملہ بوجہ استفہام انکاری ہونیکے لفظاً انشا ہے اور معناً خبر ہی اور دوسرا جملہ لفظاً و معناً دونون طرح خبر ہی۔

شیخ الٰہی بخش تبسم

حیف ہی یہ نہ مجھے آنکھ اُٹھا کر دیکھو	اور ہر وقت لیے پیش نظر جام شراب

دونون جملے معناً خبر ہین اور پچھلا لفظاً بھی خبر ہی اور پہلا لفظاً انشا ہی اسلیے کہ دیکھو امر حاضر کی جمع کا صیغہ ہے اور مراد اس سے یہ ہی کہ مجھے آنکھ اُٹھا کر نہین دیکھتے ہو۔

(۸) دونون جملے معناً خبر ہون اور پہلا لفظاً خبر ہو اور دوسرا لفظاً انشا جیسے سہ

ہین یہ سارے دوستدار جیتے جی کے واسطے	کون مرتا ہے بھلا اتنے کسی کے واسطے

پہلے مصرع مین جملہ خبریہ ہی اور دوسرے مصرع مین جملہ انشائیہ ہی جو معناً خبر ہی اور لفظاً انشا ہے کیونکہ استفہام انکاری ہی جو معناً انشا ہوتا ہی اور لفظاً خبر۔

یہ خطا شانے سے ہو یہ ہم کرے وہ زلف کو	ظفر	اور خطا وار ون مین تم اس بیخطا کا نام لو

پہلا جملہ لفظاً خبریہ ہی اور دوسرا لفظاً انشائیہ ہی کیونکہ لو امر کی جمع کا صیغہ ہی مگر مراد اس سے حال ہے یعنے اس بے خطا کا نام لیتے ہو اس صورت مین معناً دونون جملے خبریہ ہین۔

جامع کی حقیقت

جو وصف دونون جملونکو جمع کرتا ہے اُسکے لیے یہ واجب ہی کہ دونون جملونکے مسند الیہون مین کوئی مناسبت ہو اسیطرح دونون جملونکے مسندونمین بھی مناسبت ہونا چاہیے یہ نہو کہ صرف مسند الیہونمین یا فقط مسندونمین مناسبت ہو کیونکہ دو جملونکے عطف کیلیے اسقدر کافی نہین۔

(۱) اگر مسند الیہ دونونمین متحد ہون تو انکے لیے کسی اور مناسبت کی ضرورت نہو گی یعنی متحد ہونیکی نسبت کافی ہے جیسے۔

مثنوی بہار امید

تنگدستی مین کشایش کا دلاتی ہی یقین	اور بلا ذہین ہی تو صبر کی کرتی تلقین

الم ورنج مین کام آتی ہو اُنکے اکثر		اور کٹھن وقت مین تو تھامتی ہو انکی کمر

چارون جملونمین اُمید مسند الیہ ہی۔

مرزا احمد بیگ ذاکر

چھوڑا اسلام کو اور کھینچکے قشقہ ذاکر		طالب کفر ہوا اور اُس بُت عیار سے مل

دونون جملونمین ذاکر مسند الیہ ہی۔

حالی

موجود سخن گو ہون جہان ان مین طبیب آپ		اور جاتے ہین بن آپ طبیبونمین سخن گو

دونون جملونمین آپ مسند الیہ ہے

وله

گر اسلام کی کچھ حمیت ہی تمکو		تو جلدی اُٹھو اور اپنی خبر لو

دونون جملونمین مسند الیہ مخاطب ہے

ذوق

بنایا آدمی کو ذوق ایک جزو ضعیف		اور اس ضعیف سے کل کام دو جہان کیلیے

دونون جملونمین مسند الیہ خدا ہی۔

آزاد

اہل تحصیل کو پڑھنے کے سوا کام نہین		اور جہان مین انھین فکر سحر وشام نہین

دونون جملونمین مسند الیہ اہل تحصیل ہے

نظیر

یان آدمی پہ جان کو وارے ہی آدمی		اور آدمی کو تیغ سے مارے ہے آدمی

دونون جملونمین آدمی مسند الیہ ہی۔

(۲) اسیطرح اگر مسند متحد ہون تو انمین پھر کسی دوسری مناسبت کی ضرورت نہین یہی اتحاد کافی ہی صرف مسند الیہونمین کوئی مناسبت ہونا چاہیے جیسے۔

واسوخت قلق

ہم ادھر رونے لگے اور وہ اُدھر رونے لگے

دونون جملونمین مسند متحد ہین اور مسند الیہونمین عاشقی و معشوقی کی مناسبت ہی۔

میر

راتیں کٹیں مصیبتیں گذریں	اور دونوں کو قیامتیں گذریں

دونوں جملوں میں مصیبتیں اور قیامتیں مسندالیہ ہیں اور گذریں دونوں جملوں میں مسند متحد ہیں۔

قدرت

شب ہجران کی مصیبت میں لکھوں کیا قدرت	تن سے جان چھوٹے ہے اور جان سے تن چھوٹے ہے

پچھلے مصرع کے دونوں جملوں میں مسند متحد ہیں اور مسندالیہ بھی باہم مناسبت رکھتے ہیں۔

تپش

ابھی چیرچ کھولوں تو آفت اٹھے	خرابی اٹھے اور قیامت اٹھے

(۳) اگر دونوں جملوں کے مسندالیہ مختلف ہوں تو اس وقت میں ان میں کوئی خاص مناسبت ہونا چاہیے عام مناسبت کافی نہیں مثلاً دو آدمی مسندالیہ ہوں تو انکے مسندالیہ واقع ہونے کیلیے صرف انسان ہونا یا کھڑا ہونا یا بیٹھا ہونا کافی نہیں بلکہ دوستی یا دشمنی یا رشتہ داری یا امیر ہونے یا تاجر ہونے کی مناسبت ہونا چاہیے یا اسیطرح کوئی اور مناسبت ہو اسیطرح مسند مختلف ہوں تو انمیں بھی کسی قسم کی مناسبت کا ہونا ضرور ہے جیسے

مولوی محمد اسمعیل

لو مسافر کا جھلس دیتی تھی منھ	اور زمین تلووں کو دیتی تھی جلا

پہلے جملے میں لو اور دوسرے میں زمین مسندالیہ ہیں اور ان دونوں میں ملابست کی نسبت ہے اور مسندوں میں یہ نسبت ہی کہ جھلس دینا بھی جلا دینے کے قبیل سے ہے کمی بیشی کا فرق ہے۔

مذہب عشق

تو دریا ہے اور میں ہوں تشنہ جگر	بجھا پیاس کو میری جلد آن کر

دونوں جملوں میں عاشق و معشوق مسندالیہ ہیں اور انمیں تعشق کا ہونا یہاں جامع ہے اور مسندوں میں یہ نسبت ہے کہ پانی تشنگی دفع ہونیکا ذریعہ ہے۔

حالی

طبع غالب ہے اور میں مغلوب	نفس قاہر ہے اور میں مقہور

دونوں مصرعوں میں مسندالیہوں میں جزو کل کی نسبت ہے اور مسندوں میں تضاد کی۔

ظفر

بظاہر سب ہیں انسان لیک باطن کی خدا جانے	کہ ہیں انسان انمیں کتنے اور حیوان کتنے ہیں

دونون جملونمین مسندالیہ انسان اور حیوان ہین اور انمین جزو کل کی نسبت ہے

داغ

دلمین کیا خاک جگہ دون ترے ارمانونکو | کہ مکان ہی یہ خراب اور مکین اچھے ہین

دونون جملونکے مسندالیہونمین ظرفیت و مظروفیت کی مناسبت ہی اور مسندونمین تضاد کی نسبت ہے

میر

اب وہی گھر ہے بلے سرو سا یہ | اور ہون مین وہی فرو مایہ

مسند الیہ دونون جگہ وہی ہے اور مسندون مین ظرفیت و مظروفیت کی مناسبت ہے اور ملکیت کی مناسبت بھی کہہ سکتے ہین —

انیس

مضمون گوہر ہین اور صدف سینہ ہی | ہے صاف تو یہ کہ قلب بے کینہ ہے

مضمون اور سینہ مسندالیہ ہین اور دونون مین مناسبت ہی کہ مضمون سینے سے پیدا ہوتا ہے اور صدف و گوہر مین بھی یہی مناسبت ہی یعنی گوہر صدف مین پیدا ہوتا ہی۔

شیفتہ

سب اُسمین محو اور وہ سب سے علیحدہ | آئینے مین ہی آب نہ آئینہ آب مین

مسندالیہونمین خالقیت اور مخلوقیت کی مناسبت ہی اور مسندونمین تضاد کی جامعیت ہے۔

احمد علی صادق

تھین تری غزلین قصیدے دلربا | اور تھا ہر شعر تیرا دل پذیر

مسندالیہونمین جزئیت و کلیت کی مناسبت ہی۔ اور مسندونکا مضمون متحد ہے۔

مفتون

وہ غنی ہی اور وہ رحمان ہی | آیۂ لا تقنطوا الدمان ہے

ظفر

تیری مے نوشی کی خاطر ساغر سیمین مہ نو | اور گزک کے واسطے زرین رکابی آفتاب

آتش

میکدہ مین چل کے سیر عالم نیرنگ کر
قلقل مینا ہی نغمہ اور دور جام رقص

انشا

رات وہ بولی مجھسے ہنسکر چاہ میاں کچھ کھیل نہین ۔ مین ہون ہنسوڑ اور تو ہی مقطع میرا تیرا میل نہین

ناسخ

منتا ہی ساقی کبھی بزم سے مین ۔ وہ سرشار ہوا ور ہشیار مین ہون

(۴) اگر مسند الیہو نمین مناسبت ہوگی اور مسند و نمین مناسبت ہوگی یا اسکے برعکس ہوگا تو عطف صحیح نہوگا جیسے کہین میرے موزے تنگ ہین اور میرا مکان تنگ ہی اسیطرح زید شاعر ہی اور عمرو کالا ہی —

(۵) جامع تین قسم پر ہی ایک عقلی دوسرا وہمی تیسرا خیالی - اور عقل ایک قوت ہی نفس کے واسطے جسکے سبب سے نفس علوم اور ادراکات کیلیے مستعد ہوتا ہے اور یہ قوت بالذات کلیات کا ادراک کرتی ہی بہت سے علما جیسے ارباب معانی و علم باطن و متکلمین کہتے ہین کہ عقل کی حقیقت کا علم ہمین نہین اور وصف اسکا صحیح نہین باوجودیکہ اسکے وجود کا یقین ہی مگر بندے اسکے علم سے ناواقف ہین ۔

اور وہم سے مراد وہ قوت ہے جو خاص معانی کو جو خاص صورتونمین ہین ادراک کرتی ہے مثلاً کوئی بھیڑیا خاص ہو اسکو جو کسی خاص بکری کے ساتھ عداوت ظہور مین آئی ہو اُس کو قوت واہمہ کے ذریعہ سے معلوم کرلے بغیر اسکے کہ وہ عداوت حواس ظاہرہ کے ذریعہ سے اُس کو پہونچی ہو کیونکہ حواس کے ذریعہ سے جو چیز پہونچتی ہے وہ صورت کہلاتی ہے مثلاً جب ہم کسی چیز کو چکھکر مزہ معلوم کرتے ہین تو یہ مزہ صورت کہلاتا ہے نہ معنی لیس بھیڑیے کو بکری کے ساتھ عداوت کا معلوم کرلینا قوت واہمہ کے ذریعہ سے ہوتا ہے اور یہ معنی کہلاتا ہے کسی حس کے ذریعہ سے یہ معنی بھیڑیے کو حاصل نہین ہوتے ۔

اور خیال سے مراد وہ قوت ہے جسمین محسوسات کی صورتین جمع ہوتی ہین اور یہ حس مشترک کا خزانہ ہے حواس خمسہ سے جو چیزین محسوس ہوتی ہین انکو حس مشترک لے لیتا ہے اور انکو لیکر خیال مین رکھ دیتا ہے پھر ایک اور قوت ان صورتون مین تصرف کرتی ہے اسطرح کہ کبھی ایک کو دوسرے سے مرکب کرتی ہے اور کبھی ایک کو دوسرے سے علیحدہ کرتی ہے اور ایسے ہی ان صورتون مین جو معنی ہین مثلاً بھیڑیے کی دشمنی بکری سے ماں باپ کی دوستی بیٹے سے ان معنونکو مرکب کرتی ہے یا علیحدہ کرتی ہے مثلاً ایک آدمی دس سر کا تصور کرین اس مین ترکیب نسبت ہے یا بن سر کا آدمی تصور کرین اسمین تفصیل ہے اور علے ہذا القیاس اس قوت کو مفکرہ کہتے ہین اور متخیلہ بھی اسکا نام ہی مفکرہ اُس قوت کو اسوقت کہتے ہین جبکہ عقل اس سے کام لے اور متخیلہ اُس حالت مین بولتے ہین کہ وہم اُس سے اپنی خدمت لیوے چونکہ

عقل انسان سے مخصوص ہے اسلیے یہ قوت بھی سوائے انسان کے اور حیوانات مین نہین ہوتی یہان خیالی سے (قوت خیال کی صورتون اور اُنکے معانی مین قوت متخیلہ کا تصرف) بطرز مذکور مراد نہین بلکہ صرف وہ صورت مراد ہی جو حس مشترک کے ذریعہ سے خیال مین پہونچتی ہی۔

جامع عقلی

وہ ایک امر ہے جس کے سبب سے عقل تقاضا کرتی ہے کہ قوت مفکرہ مین دو جملے جمع ہو جائین اور وہ امر کئی طرح پر ہوتا ہے۔

(۱) دونون جملونکے مخبر عنہ یا مخبر بہ تصور عقل مین ایک ہون اور یہ اُسی صورت مین ہوتا ہے کہ دوسرے جملے کا مخبر عنہ یا مخبر بہ وہی ہوتا ہے جو پہلے جملے کا ہوتا ہی مثلاً۔

ہوس

یون پاس سے گفتگو تو مت کر	اور بخد کی آرزو تو مت کر

دونون جملونمین مخبر عنہ متحد ہین۔

ظفر

میرے گریے نے ندھویا دل کا میرے ایک داغ	اور دل سے یار کے حرف محبت دھو دیا

دونون جملونمین مخبر عنہ متحد ہین اور وہ متکلم کا گریہ ہی۔

ولہ

انسان کو کل کا پُتلا بنایا ہے اُسنے آپ	اور آپ ہی وہ کہتا ہے پتلے کو کل کے چل

ہوس

جو لیلی سے دل تہی کر ون مین	اور چاہ سے کو تہی کرون مین

دونون جملونمین مخبر عنہ ایک ہین اور وہ متکلم ہے۔

نعیم

مین اِس دل کے جفا سہنے کے صدقے	اور اِس سر کے جیب رہنے کے صدقے

دونون جملونمین مسند الیہ متحد ہین اور وہ متکلم ہی اور مسند بھی متحد ہین۔

انشا

دائیون کے ہوے دوپٹے سرخ	اور بچون کے چٹے بٹے سُرخ

ہوے یکبار ہاتھی گھوڑے سُرخ	اور سوار وں کے سارے جوڑے سُرخ

دونون شعر وںمین مخبر بہ ایک ہین اور وہ سُرخ ہونا ہے۔

ظفر

ہوے دونون کچھ ایسا سوُچ کر چپ	کہ وہ چُپ ہین اُدھر اور ہم ادھر چُپ

پچھلے مصرع مین دو جملے ہین اور دونون مین مخبر بہ ایک ہین اور وہ چپ ہونا ہی۔

عبدالغفور شہباز

ولے ناکامی رقیب روسیہ گھر لے چلا	اور مین یہ خوش کہ رہبر مجھے دلبر لے چلا

دونون مصرعوںمین دونون جملوں کے مخبر بہ متحد ہین۔

(۲) کسی قید مثلاً صفت۔حال۔ظرف وغیرہ مین اتحاد ہو یعنی اگر ایک جملہ صفت یا حال یا ظرف وغیرہ کے ساتھ مقید ہو تو دوسرا بھی ویسا ہی ہو مثلاً۔

نفیس

فلک کے پار غم ودرد کی صدائین تھین	تمام خیمے مین ماتم تھا اور بکائین تھین

پچھلے مصرع کے دونون جملے ظرفیت کے ساتھ مقید اور متحد ہین۔

سودا

نسیم ہے ترے کوچے مین اور صبا بھی ہے	ہماری خاک سے دیکھو تو کچھ رہا بھی ہے

پہلے مطرع مین دو جملے ہین اور وہ قید ظرفیت مین اتحاد رکھتے ہین۔

ظفر

چشم و رُخ کو دیکھ کر تیرے سراپا سادہ لو	دنگ ہے نرگس یہان اور آئنہ حیران ہے

دونون جملے پچھلے مصرع کے قید ظرفیت مین اتحاد رکھتے ہین۔

کنابیگم

ترے منھ کی تجلی دیکھ کر کل رات حسرت سے	زمین پر لوٹتی تھی چاندنی اور شمع جلتی تھی

پچھلے مصرع کے دونون جملے قید حسرت مین اتحاد رکھتے ہین۔

واجد علی شاہ

غم حسین مے سوسن کی ہی سیہ پوشاک	فلک بھی نیلا ہے اور جامۂ گلستان سُرخ

غم حسین مین پچھلے مصرع کے دونون جملے اتحاد رکھتے ہین۔

(۳) دونون جملونمین تماثل ہو اور تماثل یہ ہے کہ حقیقت یعنی نوع مین متفق ہون اور عوارض مین مختلف ہون اور باوجود اسکے کسی ایسے وصف مین بھی دونون شریک ہون جو اُنکے ساتھ ایک قسم کا اختصاص رکھتا ہو جیسے زید آیا اور عمر وگیا پس یہان زید اور عمر مین تماثل ہی اسلیے کہ دونون کی حقیقت ایک ہی کیونکہ دونون انسان ہین لیکن عوارض مین مختلف ہین کیونکہ ایک کی صورت اور نام دوسرے سے جُدا گانہ ہے یہ مثال مسندالیہونمین تماثل کی ہی —

میر

ہم تو لب خوش رنگ کو اُسکے مانا لعل احمر آج	اور غرور سے اُن نے ہمکو جانا کنکر پتھر آج

پہلے جملے مین شخص متکلم یعنی عاشق اور دوسرے جملے مین شخص غائب یعنی معشوق کی ذات مسندالیہ ہی اور نوع دونونکی واحد ہی عوارض مین فرق ہی —

مثنوی سعدین

صاحب عقل اُس کو جانتے ہین	اور منصف سب اُسکو مانتے ہین

صاحب عقل اور منصف دونون جملونکے مسندالیہ ہین جو نوع مین متفق ہین اور عوارض مین مختلف —

اشرف بیگ خان اشرف

آسرا تیرا ہی بس رکھتے ہین کنگال سدا	اور بھروسے پہ ترے جیتے ہین بدحال سدا

کنگال اور بدحال دونون جملون مین مسندالیہ ہین جو نوع مین متحد ہین اور عوارض مین مختلف ۔

سید اکبر حسین اکبر

بتانِ مغربی سے ہین تعارف کی تمنا ہین	مین دیکھونگا انھین اور وہ مرا یان دیکھینگے

حسرت

ملّا لغت عشق کے معنے کو جو سمجھے	دے ٹھیکے صراح اور وہ قاموس جلاوے

صراح اور قاموس نوع مین متحد ہین اور وہ علم لغت ہی —

ممتاز

گو تھے مشہور جہان حسن مین یوسف ہمدم	اور عیسی بھی بھرا کرتے تھے اعجاز کا دم

دلہ

یوسف اُٹھے تو مصر کے بازار مین سبکے	اور اک نبی نے نار مین جلوے دکھلا دیے

میر حسن

یہ طرفہ تر کہ تیری سنبھلتی نہین زبان	اور تیرے سامنے مری چلتی نہین زبان

زبان خواہ متکلم کی ہو یا مخاطب کی سب درحقیقت ایک ہین اگرچہ بسبب اضافت کے انکا تشخص ہر جگہ بدل گیا ہو مگر جب اضافت مشخصہ سے مجرد کیا جائے تو حقیقت ایک باقی رہتی ہو۔

اور مسند و نمین تماثل کی مثال یہ ہو زید بکر کا باپ ہے اور عمرو خالد کا باپ ہے پس باپ ہونا خواہ بکر کا ہو یا خالد کا یا اور کسی شخص کا سب درحقیقت ایک ہین اگرچہ بوجہ اضافت کے انکا تشخص ہر جگہ بدل گیا ہو مگر جب اضافت مشخصہ سے مجرد کیا جائے تو حقیقت ایک باقی رہتی ہے —

شباب

کس سوچ مین ہو زاہد اک جرعہ دیکھ پیکر	یہ ہو شراب ہندی ہندی زردہ و لاتی ہے

شراب خواہ ہندوستانی ہو یا یورپ کی درحقیقت سب ایک ہو اگرچہ بوجہ نسبت کے اسکا تشخص ہر جگہ بدل گیا ہو —

ولہ

دیکھ کر کہتے تھے لاشونکو عدو مقتل مین	لاش اکبر کی یہ اور لاشۂ اصغر یہ ہے

لاش اکبر اور لاش اصغر مسند ہین انمین تماثل ہو کیونکہ دونونکی حقیقت ایک ہو لیکن تشخص مختلف ہین —

تنبیہ اگر کہا جائے کہ عقل کلیات کا ادراک کر سکتی ہے اور جزئیات کا ادراک اُس کا کام نہین بلکہ جزئیات کا ادراک حواس سے علاقہ رکھتا ہے اور تماثل جزئیات مین سے ہے پس اس کا ادراک عقل کیونکر کر سکتی ہو اور تماثل جامع عقلی کی قسم مین کیونکر محسوب ہو سکتا ہے تو ہم کہتے ہین کہ یہ قول بیشک درست ہو لیکن قوت عاقلہ دو مثلون کو یعنے زید اور عمرو کو تشخص اور تعین خارجی سے مجرد کر لیتی ہے یعنے زید کو زید اور عمرو کو عمرو نہین جانتی بلکہ انسان مطلق انکو خیال کرتی ہو پس گویا زید آیا اور عمرو گیا کے یہ معنی ہین کہ انسان آیا اور انسان گیا۔

بعض فضلا کہتے ہین کہ تجانس اور تشابہ بھی جامع بن سکتا ہو تجانس کے یہ معنی ہین کہ دو چیزین ایک جنس کی ہون مثلاً آدمی اور گھوڑا جو جنس مین شریک ہین یعنے وہ بھی حیوان ہے اور یہ بھی اور تشابہ کے معنے یہ ہین کہ دو چیزین عرضیات مین متحد ہون مثلاً زید اور عمرو دونون سخاوت یا شجاعت مین شریک ہون یعنے یہ بھی سخی یا شجاع ہو اور وہ بھی پس تجانس اور تشابہ بھی جامع بن سکتا ہو مثلاً حیوانات کے بیان مین کہا جائے کہ طوطا ایسا ہوتا ہے اور بیل ایسا ہوتا ہے اور گھوڑا ایسا ہوتا ہے اور بہادرون کے ذکر مین کہا جائے کہ زید ایسا شجاع ہو اور عمرو ایسا شجاع ہو —

اشرف بیگ خان اشرف

موسم خاص کا محتاج نہو جسکا ثمر	اور کسی رنگ سے خالی نہو جسکا گُل تر

ثمر و گل دونون جملونمین مسند الیہ ہین اور جنس دونون کی ایک ہے یعنی وہ بھی نباتات مین سے ہی اور یہ بھی اور نوع مختلف ہی اور مسند دنمین جو جامعیت ہی وہ بھی ظاہر ہی -

انیس

اسوار کبھی قلیل پیادے کبھی تھوڑے ہین	کُل ستره تو اونٹ ہین اور بیس گھوڑے ہین

اونٹ اور گھوڑے مسند الیہ ہین جنکی جنس ایک ہی یعنی دونون حیوان ہین اور نوع مختلف ہی -

بہار

کرتے ہین پپیہے پیہو پیہو +	اور مور جھنکار رہتے ہین ہر سو

میر حسن

چمن سے بھرا باغ گُل سے چمن	کہین نرگس اور گل کہین یاسمن
چنبیلی کہین اور کہین موگرا	کہین رایبیل اور کہین موتیا
کہین ارغوان اور کہین لالہ زار	جُدے اپنے موسم مین سبکی بہار

ظفر علی بی اے

تیری شجاعت نخل تناور	اور میری جرأت اک اُسکی ڈالی

یعنی مخاطب اور متکلم کی شجاعت مین تشابہ ہی اور دونون مسند الیہ ہین -

(۴) دونونمین تضائف ہو تضائف کے معنی یہ ہین کہ ایک چیز دوسری کی نسبت سے معلوم ہو یعنی ایک کا تصور دوسرے کے تصور کو لازم ہو مثلاً کسی شخص کے باپ ہونیکا تصور اُسکے لیے بیٹا ہونیکے تصور کو لازم ہی جیسے کہین زید کا باپ لکھتا ہی اور اُسکا بیٹا پڑھ رہا ہی ان دونون جملون مین باپ اور بیٹا مسند الیہ ہین اور جامع ان دونون مین عقلی ہی اور وہ تضائف ہی -

وحید

بَن بَن کے برق سایۂ تیغ ظفر گرا	وان مورچے سے باپ اُٹھایان پسر گرا

مقصود بالتمثیل مصرع ثانی ہی پہلے جملے مین باپ اور دوسرے مین بیٹا مسند الیہ ہین اور ان دونون جملونکے درمیان حرف عطف محذوف ہی - اسی قبیل سے ہی اقل و اکثر کہ ان دونونکے مفہومونمین تضائف ہی کیونکہ جو عدد گنتی کے وقت دوسرے سے پہلے فنا ہو جاتا ہی وہ اقل ہے اور دوسرا اکثر ہے پس ہر ایک کا سمجھنا

دوسرے کے اعتبار سے ہی مثلاً عمرو بڑا ہی اور زید چھوٹا ہی پس انھین سے ہر ایک دوسرے کے اعتبار سے سمجھا جاتا ہی

حالی

کیا کہون حال دردِ پنہانی ۔۔۔ وقت کوتاہ و قصّہ طولانی

پہلے جملے مین وقت اور دوسرے مین قصّہ مسند الیہ ہی اور پہلے جملے مین کوتاہ اور دوسرے مین طولانی مسند ہے

ولہ

ایک بیمار اور سو آزار ۔۔۔ ایک رنجور اور سو ناسور

میر

اضطرابِ قلق و ضعف ہین کیونکر نہ مرون ۔۔۔ جان واحد ہے مری اور ہین آزار کئی

ظفر

ہو وہی جان بر جسے دے شربت دیدار تو ۔۔۔ اک انار اور سیکڑون بیمار ہمین کوئی کہو

محمد حسین متخلص بہ حسین

قصّہ نہین ہے طول یہ ہے مختصر کلام ۔۔۔ تھوڑا ہے وقت اور رہی باقی بہت سا کام

تھوڑا اور بہت کے مفہومونمین تضائف ہی - اسیطرح علت و معلول کے مفہومونمین بھی تضائف ہی اسلیے کہ جب ایک چیز سے دوسری چیز صادر ہوتی ہی تو پہلی علت ہوتی ہی اور دوسری معلول ہوتی ہی پس اگر معلول کا وجود اس علت کے سوا کسی اور علت پر موقوف نہ ہے تو اسے علت تامہ کہتے ہین اور اگر کسی دوسرے کے ذریعہ سے صادر ہو تو علت ناقصہ نام رکھتے ہین مثال اسکی -

محمد حسین آزاد

اے دوست تیرا حکم تھا جاری جہان مین ۔۔۔ اور روشنی تھی عام زمین آسمان مین

خطاب آفتاب کیطرف ہے آفتاب علت ہے اور روشنی معلول ہے اس مناسبت سے دونون جملونمین عطف واقع ہوا ہے -

ولہ

ہوتا زمانہ بکہ ہو وابستہ شام سے ۔۔۔ اور تو بھی ہے تھکا ہوا دنیا کے کام سے

مخاطب یعنی آفتاب سبب ہی اور زمانہ مسبب -

حالی

اُس کے مرنے سے مرگئی دلّی ۔۔۔ خواجہ نوشہ تھا اور شہر برات

پہلے جملے کا مسند الیہ خواجہ ہی اور دوسرے کا شہر اور انمین جو نسبت ہی وہ ظاہر ہی اور مسند پہلے جملے مین نوشہ ہے اور دوسرے مین برات اور انمین یہ نسبت ہے کہ نوشہ سبب ہی برات ہونیکا۔

مولوی محمد اسمعیل

ہند کی سرزمین ہے ان داتا	اور ہمالہ پہاڑ جل داتا

ہند کی سرزمین اور ہمالہ پہاڑ دونون جملونکے مسند الیہ ہین اور یہ جنسیت مین شریک ہین اسلیے کہ دونون جمادات کی قسم ہین اور ان داتا اور جل داتا مسند ہین اور انمین درجہ جامع سببیت ہی اس لیے کہ پانی ناج کے پیدا ہونے کا سبب ہی۔

انشا

مفت جل جائے گا یہ بھی سرک	ارے مین آگ اور تو ہے خس

مسند الیہون مین دونون جملون کے عشق جامع ہی اور مسندون مین جامع سببیت ہی اسلیے کہ آگ سبب ہے خس کے جلنے کا۔

جامع وہمی

وہ ہی کہ اُس کے سبب سے وہم خیال کرتا ہی کہ دو جملے قوت مفکرہ مین جمع ہو جائین پس جامع وہمی واقع مین کوئی جامع نہین بلکہ باعتبار اس بات کے جامع ہے کہ وہم نے اُس کو جامع بنایا ہے۔ اور جامع وہمی تین وجہ سے پایا جاتا ہی۔

(۱) اس سبب سے ہوتا ہی کہ دونون چیزونمین تماثل کے ساتھ مشابہت ہوتی ہی یعنی دونون مین اتحاد نوعی معلوم ہوتا ہی جیسے سفیدی و زردی کیونکہ قوت واہمہ ان دونون کو دو مثل خیال کرتی ہے اس جہت سے کہ یہ دونون قریب قریب ہین زیادہ مخالفت باہم نہین رکھتے اسلیے وہم انکو نوع واحد سمجھتا ہی حالانکہ سفیدی و زردی دو متماثل چیزین نہین کیونکہ تماثل یہ ہی کہ دو چیزونمین حقیقت یعنے نوع مین اتحاد ہو اور تعین مین اختلاف ہو حالانکہ سفیدی و زردی مین اختلاف نوعی ہے اور نہ دونون متضاد ہین کیونکہ متضاد ایسی دو چیزین ہوتی ہین کہ اُنمین انتہا درجے کا خلاف ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ سفیدی و زردی مین انتہا درجے کا خلاف نہین بلکہ ایسا خلاف سفیدی و سیاہی مین ہی البتہ عقل یہ جانتی ہے کہ سفیدی و زردی دونون نوع متبائن ہین جو ایک جنس کے تلے داخل ہین اور وہ جنس رنگ ہے۔

ناسخ

سفید آگے ترے چاند اور سورج زرد ہی ظالم | یہ ہی اکسیر سونے کی وہ ہی اکسیر چاندی کی

نصیر

قوس قزح نہین ہی کہ سیلی رکھے ہی چرخ | دو جس مین تار سرخ ہین اور ایک تار سبز

مصحفی

گلونکو رنگ مین یک سان نہ دیکھا | نظر آئے کہین زرد اور کہین سرخ

سرخ و سبز اسیطرح زرد و سرخ مین تماثل کے ساتھ مشابہت ہے۔

فائدہ چونکہ وہم ایسی دو چیزونکو جن مین شبہ تماثل ہو ہم مثل قرار دیتا ہی اسلیے شعر ذیل کے دوسرے مصرع مین چار موجونکا جمع ہونا اچھا معلوم ہوتا ہی۔

غالب

چار موج اُٹھتی ہی طوفان طرب سے ہر سو | موج گل موج شفق موج صبا موج شراب

اسلیے کہ وہم نے یہ توہم کیا کہ چار موجین نوع واحد سے ہین وہ طوفان طرب ہے اور عوارض مین مختلف ہوگئی ہین اور عقل جانتی ہی کہ وہ متباین چیزین ہین۔ اسیطرح سودا کے شعر مین چار چیزونکا جمع کرنا اچھا معلوم ہوتا ہی۔

جس کے تو پاس نہووے تو اُسے عالم مین | مجلس و شادی و تنہائی و غم چارون ایک

وہم نے مجلس اور شادی اور تنہائی اور غم کو جمع کر دیا ہی اور اشتراک انمین معشوق کی مفارقت کا صدمہ قرار دیا ہی حالانکہ انمین نہایت تباعد ہی۔

وله

کر دیا ایک مین کرشمے نے تری آنکھونکے | مسجد و میکدہ و دیر و حرم چارون ایک

وہم نے مسجد و میکدہ و دیر و حرم کو جمع کیا ہی اور اشتراک انمین کرشمۂ معشوق کا فعل قرار دیا ہی حالانکہ انمین نہایت تباین ہی۔

وله

طبع انسان مین ترے عدل سے رکھتے ہین اثر | حنظل و آب بقا شربت و سم چارون ایک

جامع وہمی کی وجہ سے حنظل و آب بقا اور شربت اور سم کا جمع ہونا اچھا معلوم ہوتا ہی اور وہم کو یہ متوہم ہوتا ہی کہ چارون ایک نوع سے ہین اور وہ انسان کی طبع مین ایک سا اثر کرتا ہی صرف عوارض مین مختلف ہوگئے ہین

چنانچہ حنظل ایک تلخ پھل ہے اور آب بقا ایک خاص قسم کا پانی ہے جو ظلمات مین موجود ہے اور شربت ایک سیال اور شیرین چیز ہے اور سم ایک حجری جسم ہے مگر یہ چارون عقل و حس کے نزدیک متبائن ہین وہم ان کو ایک نوع سے مانتا ہے اور اگرچہ عدل ممدوح کا اضافہ ہونے سے چارون چیزونمین ایک سا اثر پیدا ہوجانا ایک امر عقلی ہے لیکن وہم اس معقول کو بوجہ کمال ادعاے ظہور اُسکے کے بنزلے محسوس کے قرار دے لیتا ہے

(۲) جامع وہمی تضاد کی وجہ سے ہوتا ہے اور تضاد یہ ہے کہ دو ایسی وجودی چیزونمین جو ایک محل مین متعاقب طور پر وارد ہوسکتی ہون انتہا درجے کی مخالفت ہو پس ایجاب و سلب اور عدم وملکہ کا تقابل تضاد مین داخل نہ ٹھہرے گا کیونکہ اگرچہ یہان بھی مخالفت ہوتی ہے مگر یہان دونون چیزین وجودی نہین ہین اور اس قید سے کہ دونون ایک محل مین وارد ہوسکین یہ ثابت ہوا کہ دونون اعراض کے قبیل سے ہون نہ اجسام کے اور اس قید سے کہ دونون مین انتہا درجے کا خلاف ہو تعاند بھی نکل گیا کیونکہ تعاند مین انتہا درجے خلاف نہین ہوتا چنانچہ سیاہی اور سرخی اسی طرح سفیدی اور زردی مین تعاند ہے تضاد نہین اگر تضاد کی تعریف مین انتہا درجے کا خلاف ماخوذ نہوتا تو تعاند بھی تضاد مین داخل رہتا کیونکہ تضاد حقیقی کی تعریف مین انتہا درجے کا خلاف ماخوذ ہے اور تضاد مشہوری مین یہ ماخوذ نہین پس تضاد مشہوری تعاند کو بھی شامل ہے تضاد حقیقی کی مثال محسوسات مین سفیدی و سیاہی ہے جیسے نہین کہ سفیدی اچھی ہے اور سیاہی بری ہے اور معقولات مین اسکی مثال ایمان و کفر ہے جیسے ایمان اچھا ہے اور کفر برا ہے حق یہ ہے کہ ایمان و کفر مین تقابل عدم وملکہ کا ہے کیونکہ ایمان اُس چیز کی تصدیق و اقرار کو کہتے ہین جس کی نسبت یہ معلوم ہوجائے کہ اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پاس سے لائے ہین جیسے خدا کی وحدانیت اور رسول کی رسالت اور حشر و نشر کا حال اور کفر عدم ایمان ہے اُس چیز سے جسکی شان سے یہ ہے کہ ایمان لائے پس ایمان ملکہ ہوا اور کفر اُسکا عدم ہوا اور کبھی یون کہتے ہین کہ اُن چیزونمین سے جن کی نسبت علم ہوجائے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم یہ اللہ کے پاس سے لائے ہین کسی ایک کا انکار کرنا کفر ہے پس اس صورت مین دونون وجودی ہونگے اور وہ بھی تضاد کے قبیل سے ہے جو ان چیزونکے ساتھ متصف ہو جیسے سفید و سیاہ اور مومن و کافر۔

ظفر

کوئی جانباز یونکو عاشق جانباز سے پوچھو	کہ ہین یہ کام مشکل کتنے اور آسان کتنے ہین
سمجھتا عشق کو آفت اور اس آفت مین جا پھنستا	غرض دانا بھی ہم کتنے ہین اور نادان کتنے ہین

کسی دن کھینچکر تیغ امتحان کر لیجیے بازو کا
کٹا دیتے جان کتنے اور بچاتے جان کتنے ہین

خرد

ہماری اُن کی صحبت آہ ابر و برق کی سی ہے | ہم انکو دیکھکر روتے ہین اور وہ ہم پہ ہنستے ہین

سودا

عزیز دولت و دین بادشاہ عالمگیر | ضعیف کفر سدا جس سے اور قوی اسلام

میر حسن

آہ غیرونکو میسر ہوتے وصل کا دن | اور یون ہجر کی اس دلکو شب تار ملے

فیاض الرحمن خواجہ

اُس بُت کی طبیعت سے عداوت نہین جاتی | اور دلسے مرے اُسکی محبت نہین جاتی

نظام رامپوری

نظام کسکا گلہ اپنی اپنی قسمت ہے | وصال غیر کو ہو اور فراق یار مجھے

ناسخ

کوئی کڑوی ہے اور کوئی میٹھی | نمکین کوئی کوئی کھٹ مٹھی

مذاق

جس کی طفلی جانے والی اور شباب آنے کو ہے | مژدہ اہل ندو کہ وہ مست شراب آنے کو ہے

امیر

اے طول جدائی یہ بلا ہے ترا اندھیر | دن سارے زمانے مین ہے اور شب مرے گھر آج

ظفر

اگر غنچہ ہو دلگیر خندان گردش گل ہو | ظفر اس باغ مین پیچھے ہے شادی کے غم پہلے

فضل الدین فیاض

سب ہی خواہی کی فیاض تو ہے خاطر جمع | اور بد خواہ پریشان نظر آتے ہین

اور اس شعر مین تضاد نہین۔

سید قطب الدین اشک

ہاے وہ مڑ کر نہ اُٹھا دیکھنا وقت نزع | اور میرا یاس و حسرت کی نظر سے دیکھنا

اسلیے کہ تضاد وہ متقابلہ ہے جو دو ایسی وجودی چیز نہین ہو جو ایک محل مین وارد ہو سکتی ہون اور یہان مقابلہ سلب و ایجاب کا ہے اسلیے کہ پہلا جملہ موجبہ ہے اور دوسرا سالبہ۔

(۳) کبھی تضاد کی مشابہت ہوتی ہو جیسے زمین و آسمان ظاہر ہو کہ دونون وجودی ہین انمین سے ایک نہایت پست ہے اور دوسرا نہایت مرتفع ہو اور تضاد کی مشابہت کے یہی معنی ہین کہ ایک نہایت پست ہو اور دوسرا نہایت بلند ہو اور متضاد نہین اسلیے ایک محل پر یہ دونون وارد نہین ہوسکتے کیونکہ دونون اجسام سے ہین اعراض نہین ہین اور نہ دونون سیاہ و سفید کی طرح ہین کیونکہ پست ہونے اور بلند ہونیکا وصف زمین اور آسمان کے مفہوم مین داخل نہین بخلاف سیاہ و سفید کے کہ سیاہی سفیدی کا وصف دونون کی ذات مین داخل ہو اسی قبیل سے ہو یہ شعر حالی کا ؎

اثر فیض عام سے اُسکے		کعبہ آباد میکدہ معمور

کعبہ اور میکدہ مین شبہ تضاد ہے۔

راسخ

ہے زمین جائے قرار خاکیان	اور گردون مسکن افلاکیان

ظفر

ہزارون رنج و غم ہین خانۂ دلمین نہین کھلتا	کہ صاحب خانہ انمین کتنے اور مہمان کتنے ہین
سفر دنیا سے ہو درپیش سبکو پر خدا جانے	کہ بے ساماں ہین کتنے اور باساماں کتنے ہین

مہاراجہ کشن پرشاد شاد

پانون پڑنے سے نکر منع مجھے تو اے یار	غیر کا سر یہ نہین اور یہ قدم غیر نہین

سر و قدم مین شبہ تضاد ہو۔

مولوی محمد اسمٰعیل میرٹھی

آسمان ایسا بلند اور زمین ایسی فراخ	خاک و باد آب و ہوا روشنی شمس و قمر

تنبیہ تضاد اور شبہ تضاد مین اس سبب سے جامع پیدا ہوتا ہے کہ وہم اُسکو بمنزلے تضائف کے بنالیتا ہے پس یہی باعث ہے کہ جب ایک ضد خاطر مین گذرتی ہے تو دوسری بھی اکثر اوقات خیال مین آجاتی ہے اور یہ خاطر مین گذرنا وہم کی رو سے ہے نہ عقل کی رو سے کیونکہ عقل جب ان مین سے کسی ایک کا تعقل کرتی ہے تو دوسرے کو بھلا دیتی ہے بخلاف متضائفین کے کہ ان مین سے جب ایک عقل مین خطور کرتا ہو تو دوسرا بھی ضرور خطور کرتا ہے۔

جامع خیالی

وہ ایک امر ہے جسکے سبب سے خیال چاہتا ہو کہ دو جملے قوت مفکرہ مین جمع ہوجائین اور یہ اس سبب سے

ہوتا ہے کہ عطف کرنے سے پہلے ان دونون کے درمیان خیال مین قرب ہوتا ہو اور اس قرب کے اسباب مختلف ہین یہی وجہ ہے کہ جو صورتین خیال مین ثابت ہو جاتی ہین وہ از روے ترتیب و وضوح کے مختلف ہو جاتی ہین کیونکہ بعض صورتین ایسی ہین کہ ایک شخص کے خیال مین وہ ایک دوسرے سے علحدہ نہین ہوتین اور دوسرے شخص کے خیال مین وہی صورتین آپس مین جمع نہین ہوتین اور بعض ایسی صورتین ہین کہ ایک شخص کے خیال سے بالکل غائب ہی نہین ہوتین اور دوسرے شخص کے خیال مین وہ ہرگز آتی ہی نہین جب یہ حال ہے تو ایسے دو جملونکے اجتماع کے واسطے جا بجا مختلف ہو پس ایسے خیال کا جاننا ضروری ہی جو الفت طبیعت اور عادت سے پیدا ہوتے مثلاً کہین یار کی قامت دنیا اور قیامت کے قائل ہوے اجتماع قامت اور قیامت کا خیال مین فتنون کے سبب ہی۔

ہوس

غم وست افسوس مل رہا تھا ۔۔۔ اور دور شراب چل رہا تھا

اجتماع غم کے دست افسوس ملنے اور دور شراب چلنے کا خیال مین بے فکری کی وجہ سے ہو۔

سودا

جو گوش ہوش تو رکھتا ہو تو بہ ہے ۔۔۔ صدا ے نغمۂ داؤد و نالۂ دل زار

اجتماع نغمۂ داؤد اور نالۂ دل زار کا خیال مین سوز و گداز کی وجہ سے ہو۔

ناظم

کلام سخت کہ کیسے وہ ہم پہ ہنستے ہین ۔۔۔ لب انکے لعل ہین اور لعل سے پتھر بجتے ہین

انشا

تصور عرش پہ ہے اور سر ہے پاے ساقی پر ۔۔۔ غرض کچھ اور دھن مین اس گھڑی مے خوار بیٹھے ہین

اور یہ خیالی امور شاعری کے طریقے پر ہین اور اس قسم کے آدمیونکے دلمین خوب جمے ہوے ہوتے ہین اگر عام لوگ انکو سنتے ہین تو پسند نہین کرتے۔

جملۂ حالیہ

اگر دوسرا جملہ متکلم کے زعم مین پہلے جملے کی قید ہو تو دوسرا جملہ اس موقع پر حالیہ ہوگا اور جملۂ حالیہ کی شرط یہ ہے کہ خبریہ ہو نہ انشائیہ اسلیے کہ حال اگرچہ معنی کی رو سے مثل خبر مبتدا کے ہے لیکن چونکہ حکم خبری کی قید ہی اسلیے چاہیے کہ مقید کے باقی رہنے تک ثابت اور باقی رہے اور انشا کے لیے

خارج نہین ہوتا بلکہ لفظ سے ظاہر ہوتی ہو اور لفظ کے زوال سے زائل ہو جاتی ہو اسلیے قید بننے کی صلاحیت نہین رکھتی یہی وجہ ہو کہ جملۂ انشائیہ شرط اور ظرف اور صفت نہین ہوتا مگر بہت ہی کم –

محمد اسحاق خان تمنا

اپنی تو یہ صورت ہو کہ جون بلبل تصویر	پرواز کی طاقت نہین اور پاس چمن ہے

جملۂ پاس چمن ہو معطوف ہو جملۂ پرواز کی طاقت نہین پر اور حال بھی ہو چونکہ یہ دونون جملے افادے مین متصل ایک دوسرے کے ہین تو ربط کلام اور افادے کے واسطے عطف کیا گیا تاکہ جمعیت پر دلالت کرے یعنی پرواز کی طاقت کا نہونا اور چمن کا پاس ہونا دونون ایک وقت مین تھے –

غالب

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے	سفینہ چاہیے اس بحر بیکران کے لیے

مدح باقی ہو جملۂ حالیہ ہو یعنی ایسی حالت مین ورق تمام ہوا ہو کہ مدح باقی ہو –

حالی

دریکتا ہون اور ہون سلے آب چشمہ پیدا و کاروان تشنہ	ماہ کامل ہون اور ہون بے نور بادہ پر زور و انجمن مخمور

وصل کا حسن اور خوبی

یہ بات ضرور ہو کہ دونون جملو مین کوئی ایسی چیز پائی جاتی ہو جو عطف کی صحت کو چاہتی ہو مثلاً دونون جملے لفظاً و معناً انشائیہ ہون یا صرف معناً انشائیہ ہون یا لفظاً و معناً خبریہ ہون یا صرف معناً خبریہ ہون اور انمین کوئی جامع عقلی یا وہمی یا خیالی پایا جاتا ہو اور دونون جملونکی خوبی مین یہ بات داخل ہو کہ انمین آپس مین تناسب قائم ہو اور تناسب یہ ہو کہ دونون اسمیہ ہون جیسے –

ناسخ

پان ورمسّی کو دیکھکے بولا ثبت ظریف	ثابت ہوا کہ مرد سہ سرخ اور زن کبود

معصوم علی

تو رحیم اور گناہگار ہون مین	مغفرت کا امیدوار ہون مین

انعام

وقت سا زخال چہرہ دست کو نسبت ہو کیا	روم ہو نزدیک نے تنگ اور زنگ ہو لندن کے پاس

نگار

اُٹھا یوسف ہے گو تو محبوبہ عاشق	اور اپنی عاشقی مین بھی ہے صادق

ظفر

ہو وہ جان جہان نہ ہرگز دوست	اور دشمن ہوا کُ جہان اپنا

ولہ

کیا تماشا ہی کہ ہی خرقہ مُی آلودہ تمام	اور ہے اسیرِ غُرورِ پاک دامانی مجھے

ولہ

وان ارادہ آج اُس قاتل کے دلمین اور ہی	اور یان کچھ آرزو بسمل کے دلمین اور ہے

ممتاز

سکونت ہند کی میرے ستانیکو نہ کچھ کم ہی	اور اُسپر در پئے آزار یارب چرخ ظالم ہے

محمد یحییٰ یقین

ہی خواہشِ دل نامے کی تحریر سے باہر	اور پائے طلب جادۂ تقریر سے باہر

یا دونون فعلیہ ہون اور پھر فعلیونکا تناسب یہ ہی کہ دونون جملونمین ایک سے فعل ہون مثلاً دونون جملونمین فعل ماضی مطلق ہونجیسے۔

سودا

دل یار کی ہرگز نہ سر زلف سے چھوٹا	اور اُس کو سر ما سمجھ عشق نے کوٹا

حسرت

حسرت اب دیوانگی تیری ہی کا ہی دور دور	دن گئے فرہاد کے اور دور مجنون ہو چکا

گلزار نسیم

گلچین نے وہ پھول جب اڑایا	اور غنچۂ صبح کِھل کِھلایا

یا دونونمین فعل ماضی بعید ہو جیسے۔

آزاد

تھا اُنھون نے ابھی دفتر نہ سمیٹا اپنا
اور نہ تھا علم نے طومار لپیٹا اپنا

یا دونون جگہ فعل ماضی استمراری ہو جیسے

ولہ

تھا کوئی دوش پہ خورجین اٹھائے آتا	اور بغل مین کوئی بیگ اپنا دبائے آتا

اگرچہ لاتا تھا اور آتا تھا ماضی استمراری کے صیغے ہین جو اس بات پر دلالت کرتی ہی کہ فاعل سے وہ فعل چند مرتبہ صادر ہوا ہی مگر یہان انسے معنی اتفاق کے تراوش پاتے ہین یعنی اتفاقات سے کسی کا خورجین دوش پر اٹھائے لانا اور کسی کا بغل مین اپنا بیگ دبائے آنا وقوع پایا یا بحسب اتفاق کسی کا دوش پر خورجین اٹھا کے لانا اور کسی کا بغل مین بیگ دبائے آنا واقع ہوا۔

حالی

اُسکے استغنا سے جھک جاتا تھا سر مغرور کا	اور عنایت سے کنول کھل جاتا تھا مزدور کا

یہان جھک جاتا تھا اور کھل جاتا تھا سر کے مغرور کے جھک جانے اور کنول کے مزدور کے کھل جانے پر دلالت کرتے ہین۔

ولہ

پاؤن اٹھتا تھا اُس کا بن کی طرف	اور کھنچتا تھا دل وطن کی طرف

یا دونون جگہ فعل مضارع ہو جیسے۔

بیان

سو برس مین نہ نکلے دل کی خلش	اور نکلے تو آن مین نکلے

ظفر

ساتھ غیرون کے پیے تو بادۂ عشرت کے گھونٹ	اور ہم تجھ بن پئین خونابۂ حسرت کے گھونٹ

میر حسن

یون رکھے تو اپنا زانو ناکسان کے زیر سر	اور ہووے سنگ بھی مجھ ناتوان کے زیر سر

یا دونون جگہ فعل حال ہو جیسے

ناسخ

مینھ کا سامان کرتی ہے پیدا	اور باران کرتی ہے پیدا

محی الدین فوق

سچ ہی کرنے ہی سے کچھ کام ہوا کرتا ہی	اور پھر کام ہی سے نام ہوا کرتا ہی

ظفر

یا تو وہ جانتا ہی جو ہی میرے جی کا خیال	اور یا بار خدایا مرا جی جانتا ہے

[illegible]

مے گلرنگ تمے ساتھ عدو پیتے ہین — اور ہم یہ شکایت کہ یہان اپنا لہو پیتے ہین

غالب

بسکہ لیتا ہون ہر مہینے قرض — اور رہتی ہے سود کی تکرار

یا دونون جگہ استقبال ہو جیسے —

ظفر

دوگے جو اک بوسہ تو بہر سو کے صنم ہم سمجھینگے — اور تجھین بھی جا قسم اللہ کی ہم سمجھین گے

مولوی عبدالرحمن راسخ

صبر پڑ جائے گا تیری جان پر — اور بہنے گا [illegible] نہ تیرا گھر

مگر کبھی ایسا ہوتا ہی کہ معطوف علیہ یا معطوف مین سے کسی ایک کے ساتھ کوئی خاص مطلب متعلق ہوتا ہی تو اس تناسب لفظی کو ترک کر دیا جاتا ہی مثلاً ایک مین تجدد مقصود ہوا اور دوسرے مین ثبوت تو ایک جگہ فعل لائینگے اور دوسری جگہ اسم جیسے —

انیس

مائل بہ سفیدی ہوا رنگ رخ مہتاب — اور دیدۂ مردم سے سفر کرنے لگا خواب

پہلے جملے مین ثبوت مقصود تھا اسلیے اسم لائے اور دوسرے مین تجدد مقصود تھا اسلیے فعل ذکر کیا —

ذوق

بزم رنگین مین تری رنگ طرب ہو ہر روز — اور تری خاطر اقدس پہ کبھی آئے نہ رنج

اسمین بھی وہی حال ہی —

مومن

کب گل کھلے گا دیکھیے ہی فصل گل تو دور — اور سوے دشت بھاگتے ہین کچھ ابھی سے ہم

اسمین بھی وہی حال ہی —

جرأت

آہ غیرونکو میسر ہوے تمے وصل کا دن — اور یون ہجر کی اس دل کو شب تار ملے

میر

جب ہوا کچھ شعر کا رتبہ بلند — اور مولانا لگے کرنے پسند

گویا

گولی سی لگی آکے جو ٹوٹا کوئی تارا — اور ہے مہ نو خنجر عریان کے برابر

یہان پہلے مین تجدد ہی اور دوسرے مین ثبوت ۔

حالی

مصر مین قحط جب پڑا آکر — اور ہوئی قوم بھوک سے مضطر

کبھی ایک جگہ ماضی مقصود ہوتی ہی اور دوسری جگہ حال بلکہ کبھی خود ماضیون مین اختلاف ہوتا ہی جیسے

حالی

تسخیر فقط گلون نے عالم کو کیا تھا — اور تونے کیا ہے دل عالم کو مسخر

کبھی ایک مین ماضی کا ارادہ ہوتا ہی اور دوسرے مین مستقبل کا جیسے ۔

آزاد

لیجائیگا غرض کہ جو کچھ ہاتھ آئیگا — دیکھو کمایا کسنے ہی اور کون اڑائیگا

کبھی ایک مین اطلاق اور دوسرے مین تقیید کا ارادہ کرتے ہین مثلاً ایک جگہ شرط کیساتھ مقید کردیتے ہین اور دوسری جگہ مقید نہین کرتے اور ظاہر ہی کہ شرط جزا کے لیے قید ہوتی ہی جیسے ۔

مولوی عبدالرحمن راسخ

رات کو کم سو اگر ہے تجھکو ڈر — اور وقت صبح استغفار کر
زہر اگر کھاوے ولی تو نوش ہو — اور طالب کھاتے ہی مدہوش ہو

دونون مثالون مین معطوف علیہ شرط کے ساتھ مقید ہی اور معطوف مطلق ہی ۔

سودا

بس ہو تو رکھون آنکھون مین اُس آفت جان کو — اور دیکھنے دون مین نہ زمین کو نہ زمان کو

اسمین بھی معطوف علیہ شرط کے ساتھ مقید ہی اور معطوف مطلق ۔

ذوق

ستم کو ہم کرم سمجھے جفا کو ہم وفا سمجھے — اور اسپر بھی نہ سمجھے وہ تو اس بت سے خدا سمجھے

معطوف علیہ مطلق ہی اور معطوف شرط کے ساتھ مقید ہی ۔

جرأت

بات ہی اول تو وہ کرتا نہین مجھسے کبھی — اور جو بولے بھی کبھی منھ سے تو شرمایا ہوا

معطوف علیہ مطلق ہو اور معطوف شرط کے ساتھ مقید ہو۔

ظفر

بند رکھنا چشم کا غافل ہے عین مصلحت ۔۔۔ اور اگر کھولے تو کھول آنکھیں خبردار سے پھر

اسمین بھی معطوف علیہ مطلق ہو اور معطوف مقید ہو۔

کبھی دونونکو مقید کرتے ہین جیسے۔

حالی

سرسری فیصلہ تو یہ ہے اگر تم مانو ۔۔۔ اور نہین مانتے گر بات مری تم جانو

درد

ہو خوف اگر جی مین تو ہو تیرے غضب کا ۔۔۔ اور دل مین بھروسا ہو تو ہو تیرے کرم کا

ظفر

روئے جو دل کھول کر ٹکڑے جگر ہونے لگا ۔۔۔ اور اگر رونے کو روکا درد سر ہونے لگا

انشا

گر بھروسا ہو ہمین اب تو بھروسا ہو ترا ۔۔۔ اور تکیہ ہے اگر تیرے ہی در کا تکیہ

متفرق فوائد

وصل مین یہ ضرور نہین کہ حرف عطف مذکور ہی ہو کیونکہ اکثر وزن شعر کی ضرورت سے ساقط کر دیا جاتا ہو اور کہین بغیر ضرورت کے بھی حذف کر دیتے ہین بعض مقام پر اس کے حذف سے حسن پیدا ہو جاتا ہے جیسے۔

انیس

عنقا گو گرد سرخ پارس اکسیر ۔۔۔ یہ سب ملتے ہین دوست کم ملتا ہی

ولہ

نازک مزاج نسترن اندام تیز رو ۔۔۔ گردون مسیر بادیہ پیما و برق دو
صرصر سے تند ہے سبک ہوا سے تیز ۔۔۔ چالاک فہم و فکر سے ذہن رسا سے تیز
ذی جاہ تھا سعید تھا فرخندہ بخت تھا ۔۔۔ رہوار کیا ہوا یہ سلیمان کا تخت تھا
رستا جما اڑا ادھر آیا ادھر گیا ۔۔۔ چمکا پھرا جمال دکھایا ٹھہر گیا

خاصکر اعداد کے درمیان مین نہ لانا زیادتی فصاحت و بلاغت کا موجب ہے جیسے۔

انشا

ایک دو تین چار پانچ چھ سات | آٹھ نو دس ہوے بس انشا بس

اگر اعداد مین حرف عطف لائین تو فصاحت مین فرق آجائے۔
واو عطف کو تلفظ مین نہین لاتے کیونکہ اسکا تلفظ مخل فصاحت ہے جیسے۔

سودا

ایک دم تیرے چچا کو نہ دیتی تھی خلق چین | دار الامارت آگے یہ کہتی تھی ان ورین

وله

محمد عادل و کامل و عاقل | محبت ہے جو کچھ تھا اُس کے قابل

باوجودیکہ واو دو کلمون یا دو جملون کو ایک حکم مین شامل کرتا ہے اور یا تردید کے لیے آتا ہے
یعنے دو مین سے ایک کے ہونے کو منع کرتا ہے مگر کبھی ان دونون کو جمع کر دیتے ہین اور اس وقت مین
واو زائد ہوتا ہے جیسے۔

ظفر

منزل مقصود تک حسرت مجھے پہونچائیگی | اور یا ایدل مری قسمت مجھے پہونچائیگی

ناسخ

ہو نہ ہے دل کو و یا ہو آرام | جز ذکر خدا مجکو نہین ہے کچھ کام

ضرورت وزن یا رعایت قافیہ کیلیے جس لفظ کے ساتھ رابطہ لگانا چاہیے اُسکے ساتھ تو نہین لگاتے
اور لفظ کے ساتھ لگا دیتے ہین اور سر جملہ پر بھی فقط وزن یا رعایت قافیہ کی وجہ سے آسکتا ہے جیسے۔

سودا

سنے متوطن وہ لعین روم کا | بستی مین رکھتا ہے اثر بوم کا

انشا

ہو سکے وصف تری کرچ کا کس سے پورا | ہے نمونہ اُسی کا مہر درخشان کی کرن

رابطہ کبھی تامہ ہوتا ہے یعنے موجود ہے کے معنے دیتا ہے جیسے۔

داغ

جشن نوروز ہے دربار شہ والا ہے | اہل دربار ہزارون ہین یہان کم سے کم

اور رابطے کا بعد خبر کے ہونا ضرور نہین جیسا کہ توبۃ النصوح کی اس عبارت مین سوچا کہ چلنا ابتو کت انہین پھر قلق سے فائدہ اور اضطراب سے حاصل ۔

حالی

اب نہ سید کا افتخار صحیح	نہ برہمن کو شدر پہ ترجیح

میر

شور مطلق نہین کسو سر مین بھوک کا ذکر اقل و اکثر مین	زور باقی نہ اسپ و اشتر مین خانہ جنگی ہے امن لشکر مین
نہ کوئی رند ہے نہ کوئی اوباش	

گہر

مزاج غریبان کو کیا پوچھتے ہو	خدا کا کرم مہربانی تمھاری

ہر جملے کے بعد رابطہ لانا ضرور ہی مگر یہ کہ تمام کلمۂ سابق کو رابطہ سمجھین اور لاحق کو سابق پر معطوف کرین جیسے اس فقرے مین توبۃ النصوح کے ؎

نہ تو ہر وقت گھر مین گھسے رہنے کی اُسکی خو تھی نہ بال بچون ہی سے بہت اختلاط کرنیکی عادت۔

ایضاً

"ادھر زن و فرزند کا فریفتہ ہی اُدھر مال و متاع کا دلدادہ"

خواجہ احسن البیان

جز خدا آشنا نہین کوئی	کشتی ٹوٹی ہے اور ساحل دور

جب معطوف علیہ اور معطوف مین نہایت اتصال منظور ہوتا ہی تو بعض لفظ جو معطوف علیہ پر لگے ہوتے ہین وہ دوبارہ معطوف پر نہین لگاتے جیسے ۔

ذوق

عید ہر سال مبارک ہو تجھے عالم مین	باشکوہ و حشم و جاہ و بعمر و صحت

اصل مین یون ہی باشکوہ و باحشم و باجاہ و بعمر و بہ صحت لیکن چونکہ نہایت اتصال منظور ہی اس لیے سب معطوفون کے اوپر سے با کو الگ کر دیا ۔

ہوس

باحشمت و جاہ و بردباری	خود چلیے برائے خواستگاری

آٹھوان باغ ایجاز و اطناب و مساوات کے بیان مین

اصل مراد کے بیان کرنے مین جو الفاظ استعمال کیے جاتے ہین یا تو مدعا کے مساوی ہوتے ہین اُس کو **مساوات** کہتے ہین یا اُس سے کم اور ناقص الفاظ سے مدعا ادا کیا جاتا ہے مگر اُن الفاظ سے مدعا نکل آتا ہے اسکو **ایجاز** کہتے ہین یا ادائے مدعا مین کچھ الفاظ بڑھ جاتے ہین مگر بے فائدہ نہین ہوتے اسکو **اطناب** کہتے ہین اگر الفاظ کم ہوے اور ادائے مدعا کو بھی کافی نہ ہوے تو اس کو **اخلال** کہتے ہین جیسا کہ اصغر کے اس مصرع مین ؎

نا شراب مین ہی تو طاعت مین ہی ریا

اصل مراد متکلم کی یہ ہی کہ فرض کیا کہ شراب مین شر ہی تو طاعت مین بھی ریا موجود ہی الفاظ اس کلام کے ایسے ناقص ہین کہ اُنسے وہ مدعا نہین حاصل ہو سکتا اسی قبیل سے ہی غالب کے اس شعر کا دوسرا مصرع ؎

ہمسے رنج بیتابی کسطرح اُٹھایا جائے	داغ پشت دست عجز شعلہ خس بدندان ہی

مطلب یہ ہی کہ داغ بزبان حال اظہار عجز کر رہا ہی اور شعلہ بھی بزبان حال اظہار عجز کر رہا ہی اور دونون بیتابی کی تکلیف برداشت نہین کر سکتے تو بھلا ہم سے رنج بیتابی کیونکر اُٹھے گا۔

وله

مُقابل ہے مقابل میرا	رُک گیا دیکھ روانی میری

عود ہندی مین غالب کا ایک خط مولوی عبد الرزاق شاکر کے نام نظر سے گذرا جسمین اس شعر کے متعلق لکھا ہی تقابل و تضاد کو کون نہ جانے گا نور و ظلمت شادی و غم و راحت و رنج و وجود و عدم لفظ مقابل اس مصرع مین بمعنی مرجع (دوست) ہے جیسے حریف کہ بمعنی دوست کے بھی مستعمل ہی مفہوم شعر یہ ہے کہ ہم اور دوست از روے خو و عادت ضد ہمدگر ہین وہ میری طبع کی روانی دیکھکر رُک گیا انتہے مگر الفاظ اس کلام کے ایسے ناقص ہین کہ اُنسے مدعا حاصل نہین ہو سکتا۔

وله

نقش نازِ بت طناز بہ آغوش رقیب	پاے طاؤس پے خامۂ مانی مانگے

مرزا کا مطلب ہی کہ آغوش رقیب مین اُس بت طناز کی تصویر ناز لینے کیلیے خامۂ مانی کے بجائے پاے طاؤس کی ضرورت ہی طاؤس حسین ہوتا ہی لیکن پاے طاؤس بدنما ہوتے ہین اسیطرح نقش ناز بت طناز خوب ہی لیکن بآغوش رقیب ٹھیک نہین اس مطلب کے ادا کرنیکے لیے الفاظ کافی نہین۔

ولہ

زخم گر دب گیا ہو نہ تھما	کام گر رُک گیا روانہ ہوا

یعنے اگرچہ ہمارا زخم دب گیا ہے لیکن ہنوز اُس سے خون جاری ہی اسلیے یہ کہا جا سکتا ہی کہ ہمارا کام رُکا نہین کیونکہ اگر زخم دب جاتا اور خون بھی تھم جاتا تو اُس وقت البتہ کہہ سکتے تھے کہ کام اگر رُک گیا تو بہتر ہوا یہ مضمون الفاظ کلام سے بخوبی ثابت نہین ہو سکتا اسلیے اخلال مین داخل ہی۔ اگر لفظ مدعا سے زائد ہو اور کچھ فائدہ نہ دے تو اسکی دو صورتین ہین۔

ایک یہ کہ لفظ زائد متعین نہو اسے تطویل کہتے ہین اور غیر متعین ہونے سے یہ مراد ہو کہ اُن مین سے کسی ایک کے گرا دینے سے معنی مطلوب متغیر نہو اور تطویل کبھی تکرار لفظی و معنوی دونون سے پیدا ہوتی ہے اسطرح کہ ایک لفظ کی بغیر کسی نکتے کے تکرار کی جاتی ہو۔

بہار دانش

چلا چل چلا چل کئی دن کے بعد	اُٹھا رحمت و باد و باران و رعد

کبھی صرف تکرار معنوی سے پیدا ہوتی ہی اسطرح کہ دو مترادف بغیر کسی نکتے کے جمع کیے جاتے ہین جیسے۔

منور علی آشفتہ

میرا ہی کیا قصور ہو بیتاب و بیقرار	جز غیر اور کون نہین تیرے واسطے

بیتاب اور بیقرار ایک معنے مین ہین انکی جمع کرنے مین کچھ فائدہ نہین پس تطویل ہے اسی قبیل سے میرانیس کا یہ شعر ؎

ہر دم ہے عنایات خدا سے مدد غیب	شک اسمین نہین بندۂ شبیر ہون لاریب

شک اسمین نہین اور لاریب غیر متعین زائد ہین۔

بشارت اللہ بیتاب

عاصی و گنہگار و خطاوار ہے بیتاب	ستار ہے تو دامن رحمت مین چھپا لے

عاصی و گنہگار و خطاوار یہ تینون ایک معنی مین ہین۔

داغ

خسرو نامور و بادشہ نام آور	شان مین جسکی کیا داغ نے مطلع یہ رقم

حالی

گر گئے جو گئے پندار کے تھے متوالے	بڑھ گئے پیشہ و مزدوری و محنت والے

منشی

بہت مین نے دیکھا فراز و نشیب	مگر مجھ سے گفتار مکر و فریب

ولہ

سوار اُس پہ ہو کر یل شیر زاد	نہایت ہوا دل مین مسرور و شاد

مثنوی سعدین

پاس احباب روز و شب رہتے	بات اندرز و پند کی کہتے

ہوس

بہتر ہے پر اب یا ای خردمند	کچھ مجکو نکر نصیحت و پند

واسطی

چھپا ہے مطبع مین دیوان امیر احمد کا	کہین زمانے مین جسکا نہین شبیہ و نظیر

مشتاق

دیکھ کر عقد ثریا کو فلک پر ای ماہ	سر پر نور و ضیا کا ترے جھوم رجانا

مہر

نہ ہارے ہین نہ ہارین اُنسے جیتے گا کوئی کیونکر	وہ اک اک بات پر انکار کرتے ہین مکرتے ہین

ظفر

ہمنے جون طفل دبستان محبت مین ظفر	پھینکا آخر ورق دانش و فرہنگ مروڑ

ناسخ

ناز رفتار سے پلتے ہین جسد روح روان	گرد رہ خاک شفا ہے ترے بیمارونکو

داغ

نام لیجے اگر اُس کا تو اُسی دم کھلجائے	عقدہ کار ہو کیسا ہی جو دشوار و اہم

دوسرے یہ کہ متعین ہوا ور متعین ہونے سے یہ مراد ہے کہ اگر ایک کے گرا دینے سے معنی متغیر ہون اور دوسرے کے گرا دینے سے متغیر نہون تو دوسرا زائد ہوگا اور اسمین اس بات کا اعتبار نہین ہے کہ فلان آگے ہو اور فلان پیچھے ایسے لفظ کو حشو کہتے ہین حشو کے لغوی معنی بھرتی کے ہین جو تکیون کے اندر بھرتے ہین اور اصطلاح مین اُس لفظ سے مراد ہے جو قبل از اتمام کلام ذکر کرین اور معنی مقصود بے اُس کے بھی پورے ہو سکتے ہون یعنی مطلب کو ایسے الفاظ سے ادا کیا جائے کہ اُس سے کم الفاظ مین ادا ہو سکتا ہو

پس وہ لفظ جو دلے مدعا کے واسطے ضرور نہین یعنی مطلب بغیر اُسکے پورا ہوگیا وہی حشو ہے اور یہ بھی دو قسم ہے ایک حشو مفسد یعنی کلام مین فساد پیدا کرنیوالا جیسے۔

میر حسن

بنایا سمجھ بوجھ کر خوب اُسے		خدا نے کیا اپنا محبوب اُسے

سمجھ بوجھ کر حشو ہے کیونکہ معنے بدون اُسکے تمام ہوتے ہین اور زیادتی کے لیے متعین بھی ہے اور مفسد اسلیے ہے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ فاعل حقیقی کبھی بے سمجھے بوجھے بھی بنایا کرتا ہے۔ جناب سالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم اس قسم کی مخلوقات سے ہین جس کو سمجھ بوجھ کر اُسنے بنایا۔ دوسرا **حشو غیر مفسد** اور اسکی تین قسمین ہین۔

(الف) **حشو قبیح** کہ کلام اُسکے سبب سے بےلطف اور کم رتبہ ہو جائے جیسے۔

منشی

سخن گوے روشن دل و ہوشمند		یہ کہتا ہے زیر سپہر بلند

ولہ

دو ہفتے مین تو بہو نچوان تلک		زیادہ نہو دیہ زیر فلک

ولہ

لگا کرنے صید افگنی بعد جنگ		خوشی سے تہ چرخ فیروزہ رنگ

شعر اول مین زیر سپہر بلند اور شعر دوم مین زیر فلک اور شعر سوم مین تہ چرخ فیروزہ رنگ حشو قبیح ہے اور یہ زیادتی کیلیے متعین بھی ہے اور مفسد نہین۔

منہ

بنا چار چاہا کہ پھر جائیے		طرف اپنے لشکر کے پھر آئیے

پھر آئیے حشو قبیح ہے

دبیر

دو حرف لفظ لب مین ہین اک لام ایک با		ہوتے ہین بس لام کے دو بے کے واہ وا

واہ وا حشو قبیح ہے

منہ

شہ نے کہا یہ ضربت ہوش و حواس ہے		واللہ واہ حق ترا جو ہر شناس ہے

واو زائد محض اور حشو قبیح ہی۔

ولہ

تا سال بد ہو نہ اس آئینے کی تمثال

سال حشو قبیح ہی۔

منہ

آنکھوں کی تری روغن بادام سے بہتر ۔۔۔ عارض کا پسینہ ہی گلاب گل احمر

گل احمر حشو قبیح ہی۔

عباس

کرے گر خواب مین قندیل روشن ۔۔۔ ترا ہو نام بے تمثیل روشن

بے تمثیل حشو قبیح ہی۔

مثنوی یوسف زلیخا

کہا تب شاہ نے یون اُس گھڑی آہ ۔۔۔ نہین یہ آدمی ہے حاشا للہ

آہ حشو قبیح ہی۔

آفتاب رائے رسوا

ہی زندگی کا لطف تب اے خضر خوش اوقات ۔۔۔ جب ہاتھ مین ساقی کے صراحی ہو سبو ہو

خوش اوقات حشو قبیح ہے اور دلیل اس پر یہ ہے کہ جب خضر کو یہ چیزین میسر نہین تو اُنکی اوقات خوش کب ہوگی۔

واجد علی شاہ

یعنی لیکر طلاق وہ گلفام ۔۔۔ میرے پاس آئی وہ بت خود کام

بت خود کام حشو قبیح ہی۔

رنگین

سراہین اپنی ہم قسمت کو رنگین ۔۔۔ ہوے اُمت مین ایسے کی جو بے کین

لفظ بے کین حشو قبیح ہی۔

آتش

سودا ہی سر کو زلف گرہ گیر یار سے ۔۔۔ دل بستگی ہی کافر خوش اعتقاد سے

ولہ

چہرۂ محبوب پر گیسو نہین لہرا رہے
بُت کے آگے کرتے ہین کفار نافر جام رقص

نافر جام کا لفظ حشو قبیح ہی۔

تمیش

کہ فرزند میرا جہاندار شاہ
جو ہے وارث تاج و تخت و کلاہ

جبکہ تاج کا لفظ موجود ہی تو کلاہ کا لفظ حشو قبیح ہی۔

منیر

یہ بلندی ہے اگر طاق سے شیشہ گر جائے
پہونچے بالائے زمین حشر مین بے عیب و خلل

لفظ بے عیب و خلل حشو قبیح ہی کیونکہ غرض یہان بلندی مین مبالغہ ہی اور وہ بالائے زمین حشر تک پہونچنے سے پورا ہو جاتا ہی اور شیشے کے ایسی بلندی پر سے بے عیب و خلل زمین تک پہونچنے سے کوئی غرض مقصود نہین ہی اور نہ اسکی کوئی وجہ بیان ہوئی ہی۔

(ب) حشو متوسط کہ نہ باعث قباحت کلام ہو نہ موجب خوبی کلام مثلاً اسکی۔

حالی

تندرستی کا شکر کیا ہی بتاؤ
رنج بیمار بھائیون کا بٹاؤ

جبکہ استفہام موجود ہی تو امر کے ذکر سے کچھ فائدہ نہین اور یہ زیادتی کیلیے متعین بھی ہی اور مفسد بھی نہین

دبیر

کی پھر تو نبیؑ نے یہ دعا بادل تغیر
لے جلوہ دہ شمس و قمر مالک تقدیر

بادل تغیر حشو متوسط ہی۔

(ج) حشو ملیح اور وہ وہ ہی کہ کوئی کلمہ زائد مبالغہ یا دعا یا مدح یا ذم وغیرہ کیلیے لایا جائے اور اسکے لانے سے ایک نوع کی خوبی حاصل ہوتی ہی۔

مولوی جلال الدین احمد خان جلالی

ہم جلالی کو سمجھتے تھے سدا کافر عشق
یہ تو لے دے بڑا اکبر مسلمان نکلا

مقصود بالتمثیل لفظ لے دے ہی۔

سودا

کہنے لگا وہ مجھسے کہ سودا ہزار حیف
آخاہ مین نے تجھکو نہ سمجھا تھا یان تلک

آخاہ حشو ملیح ہی جو سودا کی نسبت مبالغہ اور تعجب کا فائدہ بخشتا ہی۔

ولہ

اس آستان فلک مرتبت کی تا بہ ابد | رہے کنیز شب قدر و روز عید غلام

فلک مرتبت کا کلام کے اتمام مین کچھ دخل نہین کیونکہ جملہ دعائیہ فقط اس قدر ہی شب قدر کنیز اور روز عید غلام اس آستان کا رہے مگر حسن کلام کا موجب ہی۔

مہاراجہ کشن پرشاد شاد

آئنہ بھی ہے تو ہی شخص تو ہی عکس تو ہی | اصل میں ایک ہین سب تیری قسم غیر نہین

تیری قسم کو کلام کے پورا ہونے مین کوئی دخل نہین کیونکہ تاکید کیلیے ہی فقط اتنا ہی کہ اصل مین سب ایک ہین غیر نہین مگر اس سے کلام مین خوبی پیدا ہو گئی کیونکہ تاکید سے معشوق کو وثوق پیدا ہو جائیگا۔

بیان مساوات

اس کو اس لیے مقدم کیا کہ یہ اصل ہے اس بات مین کہ اس پر ایجاز و اطناب قیاس کیے جاتے ہین مثال اس کی۔

ذوق

ہمنے جانا تھا کف پا مین تمھارے خال ہی | لیکن اب دیکھا سویدائے دل پامال ہے

اس شعر مین کوئی لفظ ایسا نہین جو اصل مراد سے زائد ہو یا کم بلکہ پورے پورے ہین۔

سودا

کیفیت چشم اُسکی مجھے یاد ہے سودا | ساغر کو مرے ہاتھ سے لیجو کہ چلا مین

اگر کوئی کہے کہ اس شعر مین حرف ندا محذوف ہی اسلیے ایجاز کے قبیل سے ہوگا تو جواب یہ ہی کہ اس حذف سے معنی مراد کے سمجھنے مین کوئی حرج نہین ہے۔

ولہ

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے مین | تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے مین

ناسخ

مرا سینہ ہی مشرق آفتاب داغ ہجران کا
طلوع صبح محشر چاک ہی میرے گریبان کا

مومن

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا | جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

قائم

قسمت تو دیکھ ٹوٹی ہے جا کر کہاں کمند | دو چار ہاتھ جبکہ لب بام رہ گیا

بیانِ ایجاز

ایجاز دو قسم پر ہے ایک ایجاز قصر دوسرا ایجاز حذف۔

ایجاز قصر یہ ہے کہ حذف کے ساتھ التباس نہو یعنی عبارت میں کوئی ایسا لفظ محذوف نہو جو اصل مراد کو ادا کرتا ہو جیسے

غالب

دہان ہر بت پیغارہ جو زنجیر رسوائی

یعنے بتان بیوفا کے حلقہائے دہن ملکر زنجیر رسوائی بنگئے ہین یا یہ کہ حدیث بیوفائی یار ایک بت سے دوسرے تک اور دوسرے سے تیسرے تک پہونچی ہے اور اس طور پر ایک زنجیر رسوائی کی شکل نمودار ہو گئی ہے اس مصرع کے معنی تو بہت سے ہین اور لفظ تھوڑے سے ہین۔

وله

ملنا ترا اگر نہین آسان تو سہل ہے | دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہین

تحصیل دشوار آسان نہین ہوتی مگر ممکن ہوتی ہے اور تحصیل محال سرے سے ممکن ہی نہین یعنی شاعر کہتا ہے ملنا ترا آسان نہ ہو یعنے دشوار ہوتا ہم سہل ہے مگر مشکل تو یہ ہے کہ دشوار بھی نہین محال ہے جس مین میرا کسیطرح قابو نہین مجبور ہون۔

وله

نکوہش مانع بے ربطی شور جنون آئی | ہوا ہے خندۂ احباب بخیہ جیب و دامن مین

یعنی نکوہش میرے شور جنون کی بے ربطی سے مانع آئی اور خندۂ احباب کے خیال سے مین جیب و دامن کے چاک کرنے سے باز رہا پس گویا احباب کا خندہ جیب و دامن مین بخیہ ہوا ہے۔

ایجاز حذف وہ ہے کہ کوئی چیز محذوف ہو اور وہ محذوف دو حال سے خالی نہین۔

(۱) جزو جملہ ہو مثلاً **مضاف** محذوف ہو جیسے۔

نواب یوتونی

ہون وہ بیمار محبت کہ نہین تاب و توان	پنج وقتہ مری آنکھون سے ادا ہوتی ہی

یعنی نماز پنج وقتہ۔

یا موصوف محذوف ہوتا ہی جیسے۔

جرأت

کافر و دبلا نہ زلف سیہ سے ہے تری کافر	جانے یہ زمین جسکے چھپا خوف سے کالا

یعنے کالا سانپ۔

حالی

کیا برطرف پردہ چشم جہان سے	جگایا زمانے کو خواب گران سے

یعنی اہل زمانہ کو خواب گران سے جگایا۔

ولہ

اکال کیا شی ہی کس کو کہتے ہین بھوک	بھوک مین کیونکہ مرتے ہین مفلوک

یعنی مفلوک آدمی۔

نسیم

زنجیر جنون کڑی نہ پڑیو	دیوانے کا پانؤن درمیان ہے

دیوانے کا موصوف محذوف ہو یعنی عاشق دیوانہ کا پانؤن درمیان ہی۔

امیر

ساقیا ہلکی سی لا انکے لیے	تندے اور ایسے کمسن کیلیے

یا مضاف الیہ محذوف ہو جیسے۔

نظیر

ہرچند تھی نشے مین وہ شوخ تو بھی اُسنے	ہرگز ہمارے لب کو لگنے دیا نہ لب تک

یعنے اپنے لب تک۔

غالب

یک قدم وحشت سے درس دفتر امکان کھلا	جادہ اجزائے دو عالم دشت کا شیرازہ تھا

جادہ سے مراد جادۂ وحشت ہے۔

انشا

وہ جو معمار کا اکڑ کے تنا | مین نے پتھر بھی ڈھوتے پہ نہ منا

یعنی معمار کا لڑکا۔

ہوس

یارب مرے سر مین شور غم رکھ | نے غم سے مجھے صاحب الم نہ رکھ

یعنی میرے سر مین شور غم رکھ اور دوسری چیزونسے بے غم رکھ

خوشتر

قسم ہے رام کی گر جان مانگو | تو حاضر ہے نہین افسوس مجکو

یعنی اگر میری جان مانگو۔

بیخود دہلی

آنکھ کہتی ہے کہ اب برباد کرتے ہین تجھے | منھ سے یہ ارشاد ہے دل مین ترا گھر ہوگیا

یعنی اُنکی آنکھ اور میرے دلمین۔

نشاط

لطف ابرو کا ترے جبکہ مجھے یاد آیا | پھر نہ محراب حرم پہ دل ناشاد آیا

یعنی میرا دل ناشاد۔ یا شرط محذوف ہو جیسے۔

ناسخ

لازم ہے کرو مسافرون کا اعزاز | اعزاز نہین تو آؤ اضرار سے باز

یعنی اگر اعزاز نہین کرتے تو اضرار سے باز آؤ۔

ذوق

زیادہ ہوگا توکل سے بھی کہین روزہ | کہ اس مین آیا تو روزی ہے اور نہین روزہ

یعنی اگر نہین آیا تو روزہ ہے۔

یا جزا محذوف ہو اور یہ کبھی صرف اختصار کیلیے محذوف ہوتی ہے کوئی نکتۂ معنوی نظر نہین ہوتا جیسے

حالی

کہا در ہو یہ بھی اگر بند اسیر | کہا اُس نے بجلی کا گرنا ہے بہتر

پہلے مصرع کے بعد جزا محذوف ہے اور وہ یہ ہے تو کیا کرنا چاہیے اور دلیل اسپر دوسرا مصرع ہے۔ اور

کبھی اِس غرض سے حذف کرتے ہین کہ اُسکا حذف اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ جزا ایک ایسی چیز ہے جسکو کوئی وصف گھیر نہین سکتا یا سامع جس طریق ممکن کو چاہے اختیار کرے جیسے۔

ذوق

اے ذوق شہید اُسکو کرنے ہین کئی عاشق	کرنی ہے اگر سبقت کیا دیر لگائی ہی

کرنی ہی اگر سبقت کی جزا محذوف ہی۔

یا مسند الیہ محذوف ہو چنانچہ انیس حضرت امام حسین کی زبانسے حضرت زینب کے سامنے کہتے ہین۔

لُٹوا کے تمہین شہید کا دینے کو آئے ہین	کس کس کے داغ آج جگر پر اُٹھائے ہین

ضمیر جمع متکلم کہ مسند الیہ ہی وہ یہان محذوف ہی۔

یا مسند الیہ محذوف ہو جیسے۔

موقوف غم میر کہ شب ہو چکی ہمدم	کل رات کو پھر باقی یہ افسانہ کہینگے

یعنی غم میر کا بیان موقوف کرتے ہین۔

ظفر

کوئی کہتا ہے جو وہ آتے ہین +	پوچھتا اُس سے جاکر ہون کون

یعنے کون آتے ہین۔

منشی

اغرض اب سیحون رہے درمیان	اِدھر ہم اُدھر تم رہو حکمران

یعنی اِدھر ہم حکمران رہین اور اُدھر تم حکمران ہو۔

مرزا جعفر علی شرر

اے عشق جگر سوز شرر کی تجھے سوگند	اک شعلۂ جان سوز کہ مشتاق فنا ہون

حسرت

لخت دل گرتے لگا اب اشک گلگون ہو چکا	رحم اے آنکھو کہ جبتک تن مین تھا خون ہو چکا

یا مفعول محذوف ہو جیسے۔

جرأت

جرأت اب بند ہی تنخواہ تو یون کہتے ہین	کہ خدا دیوے نہ جب تک تو سلیمان کب دے

خدا نہ دیوے اور سلیمان کب دے کے مفعول محذوف ہین۔

مثنوی یوسف زلیخا

نہ کوئی یوسف کی قیمت حجب جانے	زلیخا جانے یا یعقوب جانے

زلیخا جانے یا یعقوب جانیکے مفعول محذوف ہین۔

یا ظرف محذوف ہونے جیسے۔

غالب

نکتہ چین ہے غم دل اُسکو سُنائے نہ بنے	کیا بنے بات جہان بات بنائے نہ بنے

یعنی وہان کیا بات بنے۔

یا معطوف مع حرف عطف کے محذوف ہونے جیسے۔

ناسخ

تو اے جرّاح پہلے باندھ پٹّی چشم سوزن پر	کسی کا درد ہوتا ہے کسی کو کب زمانے مین

یعنی پہلے چشم سوزن پر پٹّی باندھ پھر ٹانکے لگا کیونکہ کسی کا درد زمانے مین کسیکو کب ہوتا ہے۔

احسان رمپوری

گھر مین اللہ کے واعظ سے نہ تولو زندہ	کھینچلو اس کو اُٹھا کر مع منبر باہر

دوسرے مصرع کے بعد اور وہان اُسکو مارو یا اسکی خبر لو محذوف ہے۔

جرأت

قلق مجھے دل مضطر کا مارے ڈالے ہے	جو پیارے جھوٹ سمجھتے ہو تم تو لاؤ ہاتھ

یعنی لاؤ ہاتھ اور دیکھ لو۔

مولوی محمد اسمعیل

یہ سُنتے ہی چاندی کی انگوٹھی بھی گئی چل بل	اللہ ری طمع کی انگوٹھی تری چھل بل

پہلے مصرع کے بعد یہ عبارت محذوف ہے اور کہنے لگی۔

(۲) وہ محذوف پورا جملہ ہو بلکہ کبھی جملے سے بھی زیادہ حذف کر دیتے ہین۔

سوال شرط و جزا اور معطوف بھی تو جملہ ہوتے ہین پس یہان جملے سے کیا مراد ہے۔

اب یہان جملے سے ایسا کلام مراد ہے جو فائدہ پہونچانے مین مستقل ہو دوسرے کلام کا جز نہو اور ظاہر ہے کہ شرط و جزا کا مجموعہ فائدہ پہونچاتا ہے نہ ہر ایک علیحدہ علیحدہ یہی حال معطوف مع حرف عطف کا ہے۔

اور جملۂ محذوف یا سبب ہوتا ہے مسبب مذکور کا جیسے۔

ناسخ

اُن ربا مین ہی کشش آہن رُبا مین جذب ہے	دل نہ کیونکر ہمارا دل رُبا کے سامنے

یہان یہ جملہ محذوف ہی کیونکہ اُسمین بھی دلربائی ہونا ضرور ہی بس یہ جملۂ محذوف سبب ہے اُس جملے کا جو دوسرے مصرع مین مذکور ہی۔

غالب

وہ مہربان ہو تو انجم کہین الٰہی شکر	وہ خشمگین ہو تو گردون کہے خدا کی پناہ

ان دونون مصرعون مین سبب محذوف ہی مطلب یہ ہی کہ اگر وہ مہربان ہو تو ستارے خدا کا شکر ادا کرین کیونکہ اُس سے انکو ترقی حاصل ہوگی اور اگر وہ ناراض ہو تو آسمان خدا سے پناہ ملنگے کیونکہ اُسکو اپنی تباہی کا اندیشہ ہوگا۔

یا مسبب ہوتا ہی سبب مذکور کا جیسے

انشا

دین و دُنیا و نام و عزو تمکین خلقت کو اپنی تو نے سب کچھ بخشا	تسکین دل و قناعت و صبر و یقین اللہ مگر ہم ترے بندے ہی نہین

چوتھے مصرع کا مسبب محذوف ہے مطلب یہ ہے کہ اے اللہ تو نے ہمکو یہ چیزین اسلیے نہین بخشین کہ شاید ہم تیرے بندے نہین ہین۔

ناسخ

پروانہ کا خون شمع پہ ثابت ہی وگرنہ	کٹتی ہے کہان شمع سر طور کی گردن

پہلا مصرع سبب ہے اور مسبب اس کا محذوف یعنی پروانہ کا خون شمع پہ ثابت ہی اسلیے اُس کا سر کٹتا ہی وگرنہ آلخ۔

کبھی بغیر سببیت اور مسببیت کے بھی جملے کو حذف کر دیتے ہین۔

گلزار نسیم

اکل آپ بھی چلکے کیجیے سیر	وعدہ کر آیا ہون کہا خیر

یعنی کہا خیر ہم چلینگے۔

غالب

ہر سنگ و خشت ہے صدف گوہر شکست	نقصان نہین جنون سے جو سودا کرے کوئی

یعنی ہر سنگ و خشت (جو لڑکے دیوانونکو مارتے ہین) گویا ایک صدف ہی جس سے گوہر شکست حاصل ہوتا ہی

اسلیے جنون سے معاملہ کرنے مین نقصان نہین۔

امیر

ملنے کا وعدہ مُنھ سے تو اُنکے نکل گیا | پوچھی جگہ جو مین نے کہا ہنسکے خواب مین

یعنی ہنسکے کہا کہ ہم خواب مین ملینگے۔

حالی

تندرستی کا شکر کیا ہی بتاؤ | رنج بیمار بھائیون کا بٹاؤ

استفہام کے بعد ایک جملہ محذوف ہی یعنی تندرستی کا شکر یہ ہی کہ رنج بیمار آلخ۔

سودا

جب عزم کر دن گھر سے کرے دوست کیا ہا | دشمن ہی مراد وہ جو کہے یہ کہ کہان کو

یعنے تم کہان کو جاتے ہو۔

دبیر

افزون ہوا ناگہ قلق تشنہ دہانی | اعدا کی طرف دیکھ کے فرمایا کہ پانی

یعنے تم مجکو پانی پلادو۔

شیخ الٰہی بخش تبسم

اپنے میخوار کو یون دفن نکر لے ساقی | ہو ادھر قبر مین شیشہ تو اُدھر جام شراب

یعنی اے ساقی متعارف طور پر جیسا کہ رواج ہے اپنے میخوار کو دفن نکر بلکہ یون دفن کر کہ اُسکی قبر مین ایک پہلو کو شراب کا شیشہ رکھا ہوا اور دوسرے پہلو کو جام رکھا ہو۔ پس (بلکہ یون دفن کر) جملۂ مبین محذوف ہی اور بیان اُسکا دوسرا مصرع ہی۔

فطرت

جب کہا دلسے منھ خوار کسا تجھکو کیا | زلف مین مت ہو گرفتار کہا تجھکو کیا

یعنی جب مین نے دلسے کہا زلف مین مت ہو گرفتار آلخ۔

دو جملون کے حذف کی مثال۔

غالب

گدا سمجھ کے وہ چپ تھا مری جو شامت آئی | اُٹھا اور اُٹھکے قدم مین نے پاسبان کیلیے

یعنی پہلے وہ گدا سمجھ کے خاموش تھا لیکن میری جو شامت آئی تو مین اُٹھا اور مین نے اُٹھکے قدم

پاسبان کیلیے (جس سے وہ مجکو جان گیا اور مجھے اپنے روبرو نہ رہنے دیا)۔
تکرار مفعول کے مقام پر بھی جملہ محذوف ہوتا ہے جیسے پیاسا کہے پانی پانی یعنے مجھے پانی دو مجھے پانی دو۔ ف

ساقی مے دے کہ اہل مجلس | پانی پانی پکارتے ہین

سودا

اُس کو ہرگز نہین حیا سے لگاؤ | جائے تو یہ کہے پڑاؤ پڑاؤ

ناسخ

ساقیا دے مجھے شتاب شراب | کب سے کرتا ہون مین شراب شراب

داغ

ہم بادہ کشون کی خاک سے بھی | آئے گی صدا سبو سبو کی

اور محاورے مین رابطہ کا حذف اچھا معلوم ہوتا ہے جیسے۔

میر

ترحلق دم آب سے اُس کا نہوا | لے آب خجالت خاک تیرے سر پر

غالب

روے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیاہ | سودا نہین جنون نہین وحشت نہین مجھے

مولوی محمد اسمعیل

یہ تن و توش اور یہ رفتار | ایسی رفتار پہ خدا کی مار

انیس

شہ نے کہا کہ بند ہین راہین پدر نثار | پھیلی ہوئی ہے چار طرف فوج نابکار

بیانِ اطناب

اطناب کبھی ایضاح کے ساتھ کرتے ہین جو ابہام کے بعد واقع ہوتا ہے اور وہ اس واسطے ہوتا ہے کہ ایک معنی دو مختلف صورتون مین بیان کیے جائین یا اس واسطے ہوتا ہے کہ وہ معنی ذہن مین خوب جم جائین یا تکمیل لذت کے واسطے ہوتا ہے جو ان معنون سے حاصل ہوتی ہے اور یہان مبہم کے بعد موضح عطف کے ساتھ نہین آتا۔

نسیم

ہر چند سُنا گیا ہے اس کو	اُردو کی زبان مین سخن گو

سُنا گیا ہے اسکو مبہم ہے یہ نہین معلوم ہوتا کہ کس زبان مین سُنا گیا ہے اور اُسکی تفسیر اُردو کی زبان نے کرتا ہے۔

ہیش

اُسی کا یہ سب فیض ہے عام کو	نباتات کو اور اجرام کو

عام مبہم تھا اُسکی تفسیر نباتات اور اجرام نے کر دی۔

ہوس

طبیعت کو تھا ایک شب اضطراب	جگر تفتہ تھا اور آنکھین پرُآب

اضطراب مبہم اور نکرہ ہے دوسرے مصرع نے اُسکی تفسیر کی ہے۔

مثنوی یوسف زلیخا

سدا اُس ماہ رو سے کام لے تو	پلنگ اوپر اُسے ہر شام لے تو

کام نے مبہم ہے اِسلیے کہ نکرہ ہے دوسرے مصرع نے اُسکی تفسیر کی ہے۔

انیس

نکلا اُدھر سے جو وہ اجل کا شکار تھا	پیدل ہو یا سوار ہو یہ دو وہ چار تھا

حالی

مجھ سے جو کام چاہیے لیجے	جھوٹ ہو یا فریب ہو یا زُور
حسد و بغض و غیبت و بُہتان	بخل و حرص و ہوا و فسق و فجور

اور ایضاح بعد الابہام کے قبیل سے توشیع بھی ہے توشیع شین معجمہ اور عین مہملہ سے لغت مین روئی کو دھن کر پونی بنانے کے معنے مین ہے اور اصطلاح مین اُسے کہتے ہین کہ ابتدائے کلام مین کئی چیزین لفظ تثنیہ یا جمع کے ساتھ مبہم ذکر کرین پھر اُنکی تفسیر کی جائے اور مفسر مین سے دوسری چیز پہلی پر معطوف ہو مثال اسکی۔

قائم

دو چیزین ہین یادگار دوران	تیرا ستم اپنی جانفشانی

اول دو چیزونکو مبہم ذکر کیا پھر اُنکی تفسیر کر دی اور تیرا ستم کے بعد حرف عطف محذوف ہے۔

خدا جانے کہ کیا لذت ملی دونوں کو مقتل مین	صفدر	اِدھر حیرت ہے بسمل کو اُدھر سکتہ ہے قاتل کو

حسرت

دو شی کا لطف نہایت دو شی بہت بے لطف
دو شی ہون مانع یک شی دو شی نہون مانع

طلب کے ساتھ قناعت طمع کے ساتھ انکار
برا کو جو دو سخا سیل کو در و دیوار

محمد عبد الودود واحد

یہ دونون جاملے اُس خاک رہ مین
ہوا اب فیصلہ دل کا جگر کا

مضطر خیرآبادی

قتل مین تیرے فوائد سوچ رکھے ہین کئی
غیر کی تسکین میری مشق تیرا امتحان

میرحسن

سگئے دیکھتے ہی سب آپس مین مل
نظر سے نظر جی سے جی دل سے دل

کبھی **اطناب** عام کے ذکر کے بعد خاص کے ذکر سے پیدا ہوتا ہی اور خاص کو عطف کے ساتھ ذکر کرتے ہین نہ بطریق بدل یا وصف کے اور اس سے غرض اُسکی مزیت کا جتانا ہوتا ہی کیونکہ باوجود اس بات کے کہ وہ ماقبل مین داخل ہوتا ہے پھر بھی اُسکو علٰحدہ ذکر کرتے ہین تو اُسمین اُسکی مزیت کی طرف تنبیہ ہوتی ہے گو وہ اُسکی جنس سے نکلجاتا ہے اور ایک مغائر چیز سمجھا جاتا ہی اور اُسکا تغائر وصفی ذاتی مان لیا جاتا ہے کیونکہ جب وہ چیز عام کی تمام افراد سے اپنے اچھے یا بُرے اوصاف کی وجہ سے ممتاز ہوتی ہی تو اُسکو ایک علٰحدہ شے عام کے مغائر قرار دے لیا جاتا ہی اور یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ وہ عام اُس خاص کو شامل نہین ہے پس خاص کا حکم عام سے معلوم نہین ہو سکتا ہے اور اسقدر تغائر کی بنا پر اُس خاص کا عطف عام پر صحیح ہوتا ہے جیسے ــ

غشی

اگر یزدان ہوے ترک و سالار ترک
ہوی سرد گرمی بازار ترک

سودا

زبان پر اُسکی گذرے حرف جس جا کہ شفاعت کا
کرے وان ناز آمرزش پہ ہر اک فاسق و زانی

اسی قبیل سے ہی وہ جو مولوی سید مہدی علی خان نے آیات بینات مین صحابہ کی نسبت لکھا ہے کہ جس طرح اہل سنت اُنکو تمام اُمت سے مرتبے مین اعلیٰ اور افضل اور ایمان اور اسلام مین سب سے بہتر اور کامل جانتے ہین اُسی طرح شیعہ و خوارج اُنکو سب سے بدتر اور خراب حتی کہ کافر اور مرتد کہتے ہین سب سے بدتر اور خراب عام ہی کافر اور مرتد اُس سے خاص ہین اور کافر عام ہے مرتد اُس سے خاص ہے حتے بھی

حرف عطف ہے جو عطف کے ساتھ انتہا کے معنی بھی دیتا ہے اور ترتیب و مہلت کا فائدہ بھی بخشتا ہے مگر اس مین مہلت بہ نسبت پھر کے کم ہے پس حتی بحسب معنی کے پس اور پھر مین متوسط ہے اور حتی کا معطوف جز ہوتا ہے معطوف علیہ کا یا جز کی مثل ہوتا ہے حکم سابق مین داخل ہونے مین۔

کبھی اطناب تکرار سے حاصل ہوتا ہے اور یہ تکرار کسی نکتے کے لیے ہوتی ہے اگر نکتے کے لیے نہ ہو تو وہ اطناب نہین تطویل ہے اور نکتہ عامہ یہ ہے کہ اُس سے فائدہ تاکید کا نکلتا ہے مثلاً —

ذوق

بُرائی مین ہماری وہ اگر اپنا بھلا سمجھے	بُرا سمجھے بُرا سمجھے بُرا سمجھے بُرا سمجھے

بُرا سمجھے کی تکرار نے یہان ڈرانے کی تاکید کا فائدہ بخشا ہے بُرا سمجھے جب کئی بار کہا تو اسبات کی زجر و تہدید ہو گئی کہ بُرائی مین اپنا بھلا سمجھنا خطا ہے ایسا نہ سمجھنا چاہیے۔

ولہ

مذکور تری بزم مین کس کا نہین آتا	پر ذکر ہمارا نہین آتا نہین آتا

مومن

نہ جاؤنگا کبھی جنت مین مین نہ جاؤنگا	اگر نہووے گا نقشہ تمھارے گھر کا سا

ہری شنکر برق

آئینہ تمھارے روبرو ہے	سچ سچ کہو کون خوبرو ہے

شایان

چمک کر جدھر تیغ برقی چلی	اجل نے پکارا چلی مین چلی

انشا

دو چار سن کے تیرے سخن ہم کڑے کڑے جوں خزان سے آہ جوانان باغ دہر انشا ورا ئے عرش کا رتبہ ہے اسطرف	اُٹھتے ہین کوئی در پہ ترے جب اڑے اڑے اوراق منتشر کی طرح جو جھڑے جھڑے ہین اب خیال اور بھی ہم کو بڑے بڑے

افسانہ

اےدل سدا اُس شمع پر پروانہ ہو پروانہ ہو	اُس نوبہار حسن کا دیوانہ ہو دیوانہ ہو

اےدل اگر منظور ہے یان آشنائی عشق کی
ہر آشنائے عشق سے بیگانہ ہو بیگانہ ہو

میر

دلمین رہ دلمین کہ معمار قضا سے تبک	ایسا مطبوع مکان کوئی بنایا نہ گیا

غلام اکبر مسلم

تو اور آپ کا یہ ثناخوان نہین نہین +	رہنے دے ریز بلبل بستان نہین نہین
چلدے حرم کو چھوڑ کے سب زرق و برق شیخ	اس بات مین نہ کر دل نادان نہین نہین
کیا دخل تیرے غم مین ہے تن مین جان غلط	حاشا غلط غلط غلط اے مہربان غلط
مین اور ترک عشق بھلا کچھ بھی ربط ہی	ای مہربان غلط غلط ای قدر دان غلط

جرأت

امشب کسی کاکل کی حکایات ہی واللہ	کیا رات ہی کیا رات ہی کیا رات ہی واللہ
عالم ہے جوانی کا جو ابھرا ہوا سینہ	کیا گات ہی کیا گات ہی کیا گات ہی واللہ
جرأت کی غزل جسنے سنی اسنے کہا واہ	کیا بات ہی کیا بات ہی کیا بات ہی واللہ

کبھی کثرت مقصود ہوتی ہے جیسے ـ رند

ایک دو ساغر کرینگے نشہ کیا	خم کے خم پیتا رہون مین ساقیا

انیس

صحرا صحرا ہین گو کہ عصیان میرے	دریا دریا مگر ہے رحمت تیری

میر

تظلم کہ کھینچے الم پر الم +	ترحم کہ مت کر ستم پر ستم
جو سو سر کی ہو آزماؤن نہ مین	عبث کھاتے ہو تم قسم پر قسم
کئی بار آتا ادھر لطف سے	عطا پہ عطا ہے کرم پر کرم

کبھی تکرار سے تعمیم نکلتی ہی جیسے ـ

مرزا محمد رضا خان برق

وا جو گلشن مین ترا عقدۂ گیسو ہو جائے	غنچہ غنچہ گرہ نافۂ آہو ہو جائے

سودا

برگ برگ چمن ایسی ہی صفا رکھتا ہے	گل کو دیکھے تو نگہ جائے ہے سنبل پہ پھسل

کبھی اطناب ایغال کے ساتھ ہوتا ہے لغت مین ایغال اسے کہتے ہین کہ دُور دُور شہرون مین

چلا جانا اور اصطلاح مین خواہ نظم ہو یا نثر اُس کو ایسے لفظ پر کسی نکتے کی وجہ سے ختم کرین کہ اصل معنے بغیر اُسکے تمام ہوتے ہون جیسے ــــ

میر

دلّی جو ایک شہر تھا عالم مین انتخاب	رہتے تھے منتخب ہی جہان روزگار کے
اُسکو فلک نے لوٹ کے ویران کر دیا	ہم رہنے والے ہین اُسی اُجڑے دیار کے

چوتھے مصرع کے آخر مین اُجڑے دیار کا لفظ ایسا ہی کہ معنے بغیر اُس کے تمام ہو سکتے ہین کیونکہ تیسرے مصرع نے اس مطلب کو بخوبی ادا کر دیا ہے مگر یہان اُس کو اس لیے ذکر کیا کہ سامعین کی ہمدردی اُس کی طرف بڑھ جائے ــ

منشی

مرے ملک سے خصم کو دور کر	الم سے چھڑا مجھکو مسرور کر

مسرور کر یہان مخاطب کو کام پر آمادہ کرنیکی تاکید کا فائدہ بخشتا ہی ــ

حالی

بجتا ہے فقط چرچ مین اتوار کو گھنٹا	سنکھ اور اذان گونجتے ہین روز برابر

یہان برابر اس بات کی تاکید کا فائدہ بخشتا ہی کہ سنکھ اور اذان کا گونجنا کسی روز ناغہ نہین ہوتا ــ

سودا

ہجو کی ہے اُن کی تو نے آج تک ــــ	جو نہ کبھی جن سے مر نہین سکتی ہے چٹ

رنگین

صُبح کو صیّاد نے اُٹھتے ہی بس	جال کو پانی مین پھینکا کر ہوس

کبھی اطناب تذئیل کے ساتھ ہوتا ہے **تذئیل** لغت مین ایک چیز کو دوسری چیز کا دامن بنا لیکے معنے مین ہے اور اصطلاح مین یہ ہے کہ ایک جملے کے بعد دوسرا جملہ بیان کرین اور دوسرے جملے کے معنے قریب قریب پہلے جملے کے معنے کے ہون یعنی جو مقصود پہلے جملے سے ہو اُسیکا افادہ دوسرا جملہ کرتا ہو اور یہ مراد نہین کہ جو معنے پہلے جملے کے ہون وہی بعینہ دوسرے جملے کے بھی ہون ورنہ یہ تکرار ہو جائیگی اور یہ بھی جملے کی تقویت کرتا ہے اور اس دوسرے جملے کے لیے محل اعراب نہین ہوتا اسمین اور ایغال مین یہ فرق ہے کہ یہ عام ہے اور ایغال خاص ہے اسلیے کہ ایغال ختم کلام مین ہوتا ہے اور تذئیل ہر جگہ ہوتا ہے اور ایغال کے لیے یہ ضرور نہین کہ جملہ ہی ہو یا تاکید ہی کے لیے ہو اور تذئیل کے لیے یہ دونون باتین

ضرور ہین اور یہ کئی قسم ہے۔
ایک یہ کہ دوسرا جملہ مراد کا فائدہ پہونچانے مین مستقل نہو بلکہ اپنے ماقبل پر موقوف ہو جیسے میر کے اس مصرع مین۔ س

شیوہ یہی سبھونکا یہی سب کا طور ہے

جو مضمون پہلے جملے کا ہے وہی دوسرے کا ہے مگر دوسرا جملہ یعنی یہی سب کا طور ہو اپنے ماقبل سے تعلق رکھتا ہو کیونکہ جس شیوے اور طور کا شاعر نے پہلے جملے مین حال بیان کیا ہو اُسی کا ذکر دوسرے جملے مین بھی منظور ہو پس دوسرا جملہ فائدہ پہونچانے مین مستقل نہوا اسی قبیل سے ہے۔

ناسخ

اس سے ہے زندگانی ابدان	اس سے ہے نفع صحت انسان

پہلے جملے مین جس بات کا بیان ہو اُسی خاص بات کا بیان دوسرے جملے مین بھی ہو اور وہ ہوا ہو۔

محمد باقر

اُلفت اُنکی ہے اصل مایۂ سُود	اُلفت اُنکی ہے اصل ہر بہبود

اگرچہ دوسرے جملے کے معنے پہلے جملے کے قریب قریب ہین اور جو مطلب پہلا جملہ رکھتا ہو وہی دوسرا بھی مگر فائدہ پہونچانے مین دوسرا جملہ پہلے جملے پر موقوف ہو کیونکہ تنہا اس سے یہ نہین معلوم ہو سکتا کہ کسکی الفت ہر بہبود کی اصل ہے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ جملۂ ثانی سے حکم کلّی مقصود ہو اور ماقبل اپنے سے منفصل ہو بلکہ استقلال مین اُسکا قائم مقام ہو خلخالی نے شرح تلخیص المفتاح مین لکھا ہو کہ اُسکی دو قسمین ہین۔

(**الف**) جملۂ اول وثانی مواد الفاظ مین متفق ہون یعنی جملۂ اول کے معنی کو جس مادے کے ساتھ بیان کیا جائے اُسی مادے کے ساتھ جملۂ ثانی کے مضمون کو بھی بیان کرین جیسے۔

مولوی عبدالحکیم

اے خدا تو خالق و رزاق ہے	اے خدا تو رازق و خلّاق ہے

جو مضمون جملۂ اول یعنے مصرع اول کا ہو وہی جملۂ دوم یعنی مصرع دوم کا ہو اور دونون جملون کے مادے کے الفاظ متحد ہونے مین شریک ہین اور نسبت مین بھی متفق ہین کیونکہ دونون جملے اسمیہ ہین۔

(**ب**) جملۂ ثانی سے صرف جملۂ اول کے مفہوم کی تاکید ہوتی ہو یعنے دونون جملونکے مسند الیہ و مسند ایک مادے مین شریک نہون جیسے

شایان

کبھی جھیمپ سے اسکا ہر دم سخن — بنا مجکو زوجہ بنا مجکو زن

جو مضمون پہلے جملے بنا مجکو زوجہ کا ہے وہی مضمون دوسرے جملے بنا مجکو زن کا ہے مگر دونون جملے کے اطراف مادے مین شریک نہین باوجودیکہ صورت دونون جملونکی ایک ہے کیونکہ دونون قضیہ ہین اسی قبیل سے امثلہ ذیل ہین ـ

بہار دانش

فلک بے رضا اسکی کب پھر سکے — اجازت اسی کی ہو تب پھر سکے

ناسخ

جو رطوبات و خلط فاسد ہین — جتنے فضلات و خلط فاسد ہین

کبھی اطناب تکمیل کے ساتھ ہوتا ہی اور اسکو احتراس بھی کہتے ہین اور وہ یہ ہی کہ کلام مین خلاف مقصود کا شبہ ہو تو اسکے ساتھ ایسی چیز لائی جائے جو اس شبہ کو دفع کرتی ہی بس یہ چیز تکمیل کہلاتی ہے اس مین اور تذئیل مین یہ فرق ہے کہ تذئیل مین تین باتون کی قید ہے ایک جملہ ہونا چاہیے دوسرے کلام کے آخر مین ہو تیسرے نسبت کے شبہ کو دفع کرے اور تکمیل ان چیزون مین سے کسی کے ساتھ خصوصیت نہین رکھتی اور تکمیل کی تین قسمین ہین ـ

ایک وسط کلام مین ہو جیسے ـ

منشی

ہوا ہم پہ بارے خدا مہربان — کہ بھیجا بجاہ و حشم تجھکو یان

بجاہ و حشم مفعول معہ ہی جو تجھکو کی کہ مفعول بہ ہی مشارکت و مصاحبت کیلیے آیا ہے چونکہ بھیجا جانا مذلت کی حالت مین بھی ہو سکتا ہی اور یہ مقصود کے خلاف تھا اسلیے اس وہم کے دفع کرنیکے لیے بجاہ و حشم لایا ـ

مثنوی یوسف زلیخا

مین ہون مصنوع اس صانع کا بے عیب — کہ کہتے ہین جسے سب شاہد غیب

یہان یہ وہم ہوتا تھا کہ شاید صانع کا مصنوع عیبدار ہو اسلیے بے عیب کہکر اس توہم کو دور کر دیا ـ

نسیم

باتونیہ خدا ہوا شہنشاہ — لایا بصد امتیاز ہمراہ

بصد امتیاز مقصود بالتکمیل ہے ـ

ناسخ

سب بتدریج پاتے ہین تبدیل	جسم حیوان سے ہوتے ہین تحلیل

مقصود بالتمثیل بتدریج ہے —

دوسرے اول کلام مین ہوتی ہے جیسے —

منشی

بنامردی آخر تو ہوگا ہلاک	ملادونگا تجھکو بہ خون وخاک

بنامردی ضمیر مخاطب کا مفعول معہ ہی یہان دشمن کو اپنی مردی کے ساتھ ہلاک ہونیکا توہم ہوسکتا تھا اسلیے بنامردی کا لفظ لاکر اُسکے اُس وہم کو دفع کردیا —

غلام نثر

ویسی ہی بحکم شہ عالم نکل آئی	کشتی جو ہوئی غرق تھی سالم نکل آئی

یہان یہ توہم ہوسکتا تھا کہ شاید غرق شدہ کشتی ویسی ہی نہ نکلی ہو بلکہ کسی قسم کا تغیر وتبدل اُسمین آگیا ہو اسلیے ویسی ہی کا لفظ لاکر اس توہم کو دفع کردیا اور سالم بھی اسی فائدے کے لیے ہی مگر وسط کلام مین واقع ہوا ہی

منشی

سلامت وہ نکلا پھر انجام کار	نہ پہونچا اُسے کچھ ضرر زینہار

تیسرے آخر کلام مین ہوتی ہی جیسے —

منشی

کہ تجھکو رکھون جاودان باوقار	خدا سے کیا عہد اب استوار

پہلے جملے مین استوار اس توہم کے دفع کرنے کے لیے ہے کہ شاید عہد ناپائدار کیا ہو اور دوسرے جملے مین یہ توہم ہوتا تھا کہ شاید بے وقری کے ساتھ رکھنا چاہتا ہو اس لیے باوقار کا لفظ اس وہم کے دفع کرنے کیلیے لایا —

ولہ

ہوئین قید یک سر بحال تباہ	زنان شبستان گشتاسب شاہ

مقصود بالتمثیل بحال تباہ ہی

تپش

کہا جا جواب اس کا لا باصواب	دیا ہاتھ مین ایلچی کے شتاب

مقصود بالتمثیل باصواب ہی۔

نسیم

کافور سی جل اُٹھی سراپا — ٹھنڈی ہوئین تھا جنھین جلایا

مقصود بالتمثیل سراپا ہی۔

کبھی اطناب تتمیم کے ساتھ ہوتا ہے اور تتمیم یہ ہے کہ کلام مین ایک فضلہ یعنی مفعول یا حال یا مجرور ایسا لاوین جو خلاف مقصود کا شبہ نرکھتا ہو اور اس سے مبالغہ مقصود ہوتا ہے مثلاً کہتے ہین کہ مین نے اپنی آنکھون سے دیکھا ہی اور اپنے کانون سے سُنا ہے اور اپنے ہاتھ سے لکھا ہے الفاظ اپنی آنکھون سے اور کانون سے اور ہاتھ سے تتمیم کیلیے ذکر کیے گئے ہین اور انسے دیکھنے اور سُننے اور لکھنے مین مبالغہ منظور ہی۔

حالی

ملک روندے گئے ہین پیرونسے — چھین کس کو ملا ہے غیرونسے

لفظ پیرونسے تتمیم کے واسطے مذکور ہوا ہی اور ان سب مثالون مین فضلہ مجرور واقع ہوا ہی۔

سوز

جو جو سُنا ہے کان سے دیکھا ہی آنکھ سے — چپکا ہی رہیو تو لب اظہار دیکھنا

دبیر

بیچارگی کا وقت ہے اکبر خدا گواہ — مان ہینگی گھر مین باپ ہے یان نرغۂ سپاہ

لفظ گھر مین تتمیم کیلیے مذکور ہے اور اس سے مان کے صاحب پردہ و عصمت ہونیمین مبالغہ مقصود ہی

منیر

خدا فرزند با اقبال بخشے میرے آقا کو — کرے فرمان روائی سات عالم کی حکومت سے

لفظ حکومت سے تتمیم کیلیے ہی اور فرمان روائی مین مبالغہ مقصود ہے۔

ہوس

ابر غم عشق دل پہ برسے — ریزان رہین اشک چشم تر سے

چشم تر تتمیم کیلیے ہے۔

طپش

سدا یاد مین اُس کی مرغ سحر — مُوظف ہے ہر شاخ و ہر نخل پر

ہر شاخ و ہر نخل پر تتمیم کیلیے ہی اور یہ مجرور ہی۔

انشا

بکایک ایسا ہی عالم ہوا کہ عقل کہے
اکھاڑے پر یہ پٹنگ گویا اُتر پڑے جھٹ پٹ

جھٹ پٹ حال ہی۔ ناسخ کے شعر کے پہلے مصرع مین زیر پا بھی تتمیم کیلیے ہی۔ ع

باغ مین روندے بہت پھول تنکے زمین زیر پا
لا کبھی اپنے شہیدون کے بھی مدفن زیر پا

اسی قبیل سے ہی آتش کے شعر مین ترازو مین۔ ع

بوسۂ خال کے سودے مین ہوا ہون یہ نزار
تو لیے مجکو ترازو مین تو ہو تل بھاری

فقیر

ہم غیر ہو گئے وہ تمھارے رہے ہین دوست
سرگوشی تم جو کرتے ہو غیرون سے کان مین

کان مین تتمیم کیلیے ہے اسلیے کہ سرگوشی کے خود کسی کے کان مین آہستہ بات کہنے کے معنے ہین
کبھی اطناب اعتراض کے ساتھ کرتے ہین اور اعتراض یہ ہی کہ کلام کے درمیان مین یا ایسے
دو کلامون مین جو معنوی طور پر باہم اتصال رکھتے ہون مثلاً دوسرا جملہ پہلے جملے کا بیان یا تاکید یا معطوف ہو
ایک جملہ یا جملے سے زیادہ لاوین جسکو اعراب سے محل نہو اور نہ پہلے جملے سے خلاف مقصود کا شبہ دفع کرنیکے لیے ہو
اور کلام سے مراد فقط مسند الیہ و مسند کا مجموعہ نہین بلکہ تمام وہ چیزین بھی مراد ہین جو مسند الیہ و مسند سے
تعلق رکھتی ہون جیسے فضلات اور توابع اور یہ جملہ معترضہ کئی طرح کے فائدے کیلیے ہوتا ہے۔
(۱) تنزیہ کا فائدہ بخشتا ہے جیسے اللہ سُبحانہ فرماتا ہے۔ سبحانہ یہان تقدیر مین جملے کی ہے
اور تنزیہ کے لیے واقع ہوا ہے۔
(۲) تعجب کے لیے آتا ہے جیسے۔

گویا

بوقتِ ذبح منھ کو پھیر کر تکبیر کہتا ہے
عدو قاتل ہے کیا اللہ اکبر اپنے بسمل کا

ولہ

جسے یہ ذبح کرتے ہین نہین پھر دیکھتے اسکو
یہ بت اللہ اکبر کسقدر بیداد کرتے ہین

اللہ اکبر تعجب کے وقت یا عظمت کے مقام پر بولتے ہین اور یہان مقام تعجب کا ہی۔
(۳) دعا کے واسطے آتا ہی جیسے۔

شیخ نبی بخش حقیر

عین نورِ نظر گبر و مسلمان ہو تم
چشم بد دور بتو قدرتِ یزدان ہو تم

تم عین نور نظر گبر و مسلمان ہو معطوف علیہ ہی اور تم قدرت یزدان ہو معطوف اور چشم بد دور تم تک جملۂ معترضہ ہی دعا کیلیے جو مسند اور مسند الیہ کے درمیان واقع ہوا ہی — ۵

نہین معلوم اک مدت سے قاصد حال کچھ ان کا	مزاج اچھا تو ہے یا دش بخیر اس آفت جان کا

یا دش بخیر جملۂ معترضہ دعا کیلیے ہی —

میر

داغ ہی تابان علیہ الرحمہ کا چھاتی پہ میر	ہو نجات اُسکو بچارہ ہمسے بھی تھا آشنا

علیہ الرحمہ جملۂ معترضہ ہی دعا کیلیے —

ناسخ

ناسخ ہے میر سلمہ اللہ کی زمین	اک معنی شگفتہ کو باندھا ہزار رنگ

حالی

ناگاہ دی یہ غالب جو نے صدا	سچ ہے کہ خواجہ دا ابنہائی مین فرد تھا
تاریخ ہم نکال چکے پڑھ بغیر فکر	حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

دوسرا مصرع پہلے شعر کا جملۂ معترضہ دعا کیلیے ہے —

(۴) تعظیم کیلیے آتا ہی جیسے —

انشا

وہ حضرات اہل بیت ہین جو علیہم السلام	چارون ہین اُنکے مدح خوان آتش و باد و آب و خاک

علیہم السلام جملۂ معترضہ ہی اور تعظیم کیلیے آیا ہے —

شہیدی

مشام بلبل مین تاک گل کی ہنوز بوبھی نہین گئی ہے	ابھی ہی نام خدا وہ غنچہ نسیم چھوکبھی نہین گئی ہی

ابھی وہ غنچہ ہی ایک کلام ہی جسمین نام خدا مدح و تحسین کیلیے بطور جملۂ معترضہ کے واقع ہوا ہی —

ناسخ

یہ رنگ عارض گلرنگ ہی کہ نام خدا	پڑا جو عکس ترا آب مین شہاب ہوا

یہ رنگ عارض گلرنگ ہے اور پڑا جو عکس ترا آب مین شہاب ہوا یہ دونون کلام معنوی طور پر باہم اتصال رکھتے ہین کیونکہ دوسرا پہلے کا بیان ہی انمین نام خدا جملۂ معترضہ واقع ہوا ہی —

(۵) مدح و ذم کیلیے جیسے —

	امیر مینائی	
نعت مولا مین کہے شعر نئے تو نے امیر		واہ کیا صل علی حسن طبیعت پایا

صل علی تعریف کیلیے ہی۔

(٦) مخاطب کو تنبیہ کیلیے ہوتا ہے جیسے۔

	غالب	
ڈرنا اہلے زار سے میرے خدا کو مان		آخر نوالے مرغ گرفتار بھی نہین

خدا کو مان جملۂ معترضہ تنبیہ کیلیے ہے۔

	مومن	
ہم نکالینگے سُن لے موج ہوا بل تیرا		اُسکی زلفونکے اگر بال پریشان ہونگے

مقصود بالتمثیل سُن ہی۔

(٧) تقویت اور تشدید کلام کیلیے ہوتا ہے جیسے۔

	حالی	
اب دعا یہ ہے لے شفیع اُمم جالگے تیرے در پہ کشتی عُمر		بسکہ بیتاب ہے دل رنجور جب کرون بحر زندگی سے عبور

ای شفیع اُمم منادے ہی اور دوسرا شعر جواب ندا انمین مصرع دوم جملۂ معترضہ ہی تقویت کلام کیلیے۔

(٨) اظہار حسرت و افسوس کیلیے جیسے۔

	ذوق	
عدو آیا ہے بنکر نامہ بر لکھا نصیبون کا		کریگے کیلیے کیا خط مدعی سے مدعا سمجھے

مقصود بالتمثیل لکھا نصیبونکا ہی۔

دوسرا شہر علم بیان مین

علم بیان ایسے قاعدونکا نام ہے کہ اگر کوئی اُنکو جانے اور یاد رکھے تو ایک معنی کو کئی طریق سے عبارات مختلفہ مین ادا کر سکتا ہے جن مین سے بعض طریق کی دلالت معنی پر بعض طریق سے زیادہ واضح ہوتی ہے

پس اگر کوئی شخص بعض معانی ایسے مختلف طریقون مین ادا کرے کہ اُن مین وضوح دلالت کا اختلاف نہو بلکہ صرف الفاظ کا اختلاف ہو اِسطرح کہ الفاظ مترادف مین معنی کو ادا کرے جیسے کہے زید کریم ہے اور زید سخی ہے یا زید بہادر ہے اور زید جری ہے تو یہ بیان کے قبیل سے نہوگا اور موضوع (سبجکٹ) اُس علم کا لفظ ہے معنی مقصود پر دلالت کی حیثیت سے اور **غرض** اسکی یہ ہے کہ دلالت عقلی کے ساتھ فائدہ دینے کا ملکہ حاصل ہو جائے اور دلالت عقلی کے مدلولات کو سمجھے اور **غایت** اسکی یہ ہے کہ تعبیر مین خطا واقع نہو اور بعض مبادی اسکے عقلی ہین جیسے دلالت کی قسمین اور تشبیہ مین اور علاقے اور بعض وجدانی ذوقی ہین جیسے تشبیہون کی وجہین اور استعارون کی قسمین اور انکی خوبی کی کیفیت

علما نے علم بیان مین وضوح دلالت کو اسلیے اختیار کیا ہے کہ اُسکی بحث دلالت عقلی یعنی تضمنی اور التزامی پر موقوف ہے اور یہ دلالت خفی ہے خاصکر جبکہ لزوم عادت اور طبائع کے مطابق ہو پس ان دونون کی تعبیر ایسے لفظون کے ساتھ کرنا واجب ہوا جو زیادہ واضح ہون نظیر اسکی یہ ہے کہ جب کوئی شئے نہایت باریک ہو تو قوت باصرہ اُسکے دیکھنے کے واسطے تیز روشنی کی محتاج ہوتی ہے اور جبکہ موٹی چیز ہوتی ہے تو تیز روشنی کی ضرورت نہین یہی حال رویت عقلیہ یعنی فہم و ادراک مین ہے حاصل کلام یہ ہے کہ علم بیان مین جو معانی معتبر ہین جیسے استعارہ اور کنایہ انکا دقیق ہونا چاہیے اور ساتھ ہی اسکے جو لفظ ان معانی پر دلالت کرتا ہو وہ دلالت کرنے مین واضح ہو۔

دلالت اصطلاح مین کسی چیز کے ایسی حالت پر ہونے کو کہتے ہین کہ اگر اُس چیز کو جان لین تو اُس سے دوسری چیز کا جاننا لازم آجاے چنانچہ دھوان ایسی حالت پر ہے کہ اُسکے معلوم ہونے سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ وہان آگ ہے پس دھوان آگ پر دلالت کرتا ہے اور جو دلالت کرے اُسکو دال کہتے ہین یعنی دلالت کرنیوالا اور جسپر دلالت کرے اُسکو مدلول بولتے ہین یعنی دلالت کیا گیا۔ چنانچہ دھوان دال ہے اور آگ مدلول اور دلالت کرنیوالا اگر لفظ ہو تو اُس دلالت کو **دلالت لفظی** کہتے ہین اور اگر سوائے لفظ کے کوئی اور شئے ہو تو اُس دلالت کو **دلالت غیر لفظی** کہتے ہین جیسے رقم لفظون پر اور منار فرسنگ پر اور دھوان آگ پر دلالت کرتا ہے ان کی دلالت غیر لفظی ہے کیونکہ یہ سب چیزین لفظ نہین ہین اور دلالت لفظی تین قسم پر ہے۔

ایک قسم یہ کہ اُس لفظ کو جس شے پر دلالت کرنے کے واسطے واضع نے وضع کیا ہے وہ لفظ اُسی شے پر دلالت کرے مثلاً شیر کہ مقابل جانور درندہ مشہور کے اصل مین بنایا گیا ہے اور اُسی جانور پر دلالت کرے اس دلالت کو **دلالت وضعی** کہتے ہین اسلیے کہ اسمین وضع کو دخل ہے۔

دوسرے یہ کہ طبیعت کے چاہنے سے وہ لفظ سرزد ہو جیسے بیمار آہ آہ کرتا ہے اور اس لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسکے درد ہے پس طبیعت بولنے والے کی درد کے وقت خواہ مخواہ تقاضا کرتی ہے کہ یہ لفظ زبان سے نکل جائے اس دلالت کو **دلالت طبعی** کہتے ہین کیونکہ اس لفظ کے بولنے مین طبیعت کے چاہنے کو دخل ہے۔

تیسرے یہ کہ نہ واضع نے اُسکو اُس شے پر دلالت کے واسطے وضع کیا ہو اور نہ بولنے والے کی طبیعت کے تقاضے سے زبان سے نکلا ہو بلکہ جسوقت وہ لفظ بولا جائے تو عقل اُس سے کوئی شی سمجھ لے مثلاً کوئی شخص دیوار کے پیچھے کھڑا ہو الفظ دیز کا کہے اور اُس سے معلوم ہو کہ دیوار کے پیچھے کوئی شخص بولتا ہے پس دیز نے فقط بولنے والے کے وجود پر دلالت کی اس دلالت کو **دلالت عقلی** کہتے ہین کیونکہ اسمین عقل کو دخل ہے علوم مین زیادہ تر دلالت لفظیہ وضعیہ کام آتی ہے کیونکہ طبیعت اور فہم مختلف ہوتے ہین اس سبب سے دلالت طبعیہ اور عقلیہ منضبط نہین ہوتین اور نہ اُنسے کوئی معتدبہ فائدہ متعلق ہے اب معلوم کرو کہ دلالت وضعیہ لفظیہ کی تعریف یہ ہے کہ وہ سمجھنا معنی کا ہے لفظ سے جسوقت بولا جائے اور یہ سمجھنا بہ نسبت ایسے شخص کے ہے جو اُس لفظ کے اُس معنے کے لیے وضع ہونے پر آگاہ ہو کیونکہ اگر آگاہ نہوگا تو اُسکے نزدیک وہ معنے مجہول ہونگے اور یہ دلالت تین طرح پر ہے۔

(۱) یہ ہے کہ لفظ جس شے کے مقابل مین وضع ہوا ہے اُس تمام شی پر دلالت کرتا ہے جیسے انسان جب اسکے بولنے سے یہ نہ سمجھا جائے کہ مراد بولنے والے کی فقط حیوان ہے بلکہ یہ سمجھا جائے کہ مراد اُس کی وہ شی ہے جسمین حیوان ہونا اور ناطق ہونا جمع ہو اس دلالت کو **دلالت مطابقی** کہتے ہین اس لیے کہ لفظ اور معنے مطابق ہین۔

(۲) یہ کہ اُس شی کے ایک جز پر دلالت کرے مثلاً انسان سے حیوان کے معنی سمجھے جائین اُس کو **دلالت تضمنی** کہتے ہین اسلیے کہ جز اُسکے ضمن مین ہے جسکے واسطے وہ لفظ بنایا گیا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک معنے کسی شے کا جز ہون اور کسی دوسرے شے کے جز کا جز ہون مثلاً جسم حیوان کا جز ہے اور حیوان انسان کا جز ہے پس جسم انسان کے جز کا جز ہے۔

(۳) لفظ ایسے معنے پر دلالت کرے کہ نہ وہ اُس معنی کے واسطے بنایا گیا ہو اور نہ وہ معنی اُس لفظ کے سارے معنی کا ٹکڑا ہون بلکہ یہ معنی اُسکو خارج سے لازم ہو گئے ہون مثلاً انسان کا دلالت کرنا ہنسنے والے یا لکھنے والے پر کیونکہ ہنسنا اور لکھنا انسان کی ذات مین داخل نہین بلکہ خارج سے ایک امر اُسکو لازم ہو گیا ہے اس دلالت کو **دلالت التزامی** کہتے ہین بسبب لازم ہونے اس امر خارجی کے پھر اگر لوازم کسی شے کے قریب ہونگے

تو اُسکی دلالت واضح ہوگی اور اگر لوازم اُسکے بعید ہونگے تو دلالت اُسکی واضح نہوگی۔
یہ اصطلاح علماے منطق کی ہی اور علماے بیان کی اصطلاح مین مطابقی کو وضعیہ کہتے ہین اسلیے کہ واضع نے اُس لفظ کو اُس تمام معنی پر دلالت کرنے کے لیے وضع کیا ہے پس یہ دلالت وضع کی طرف منسوب ہی اور دلالت تضمنی و التزامی کو عقلیہ کہتے ہین تضمنی کو اسلیے کہ عقل اس بات پر حکم کرتی ہی کہ جب کل ذہن مین حاصل ہوجاتا ہی تو جز بھی ذہن مین حاصل ہوجاتا ہی اور التزامی کو اسلیے کہ عقل اس بات پر بھی حکم کرتی ہی کہ جب وہ شی جسکو کوئی اور شے لازم ہو ذہن مین حاصل ہوجاتی ہے تو وہ شی لازم بھی ذہن مین حاصل ہوجاتی ہے دونون اصطلاحون مین فرق یہ ہی کہ منطقیون کے نزدیک وضعیہ اور عقلیہ دونون قسمین مطلق دلالت کی ہین اور یہ تینون قسمین جو علماے بیان کی اصطلاح کے موافق ہین وضعیہ مین داخل ہین اور علماے بیان کی تقسیم کے موافق وضعیہ اور عقلیہ ایک دوسرے کے مقابل ہین لیکن مطلق دلالت کی قسمین نہین ہین یہ تمکو معلوم ہوچکا کہ دلالت التزامی مین لازم ایک امر خارجی ہوتا ہی اور دلالت تضمنی مین لازم کل کا جز ہوتا ہے جسطرح لازم کو ملزوم کے ساتھ دلالت التزامی مین لزوم ہی اسیطرح جز کو کل کے ساتھ دلالت تضمنی مین لزوم ہی اور لزوم بعض موقعو پر دونون طرف سے ہوتا ہے جیسے امام اور مقتدی کا لزوم کہ امام جب کہینگے کہ مقتدی موجود ہونگے اور مقتدی جب کہینگے کہ امام موجود ہو کیونکہ اگر امام نہ ہو تو کسکے پیچھے کھڑے ہونے والے کو مقتدی کہینگے اور اگر مقتدی نہون تو کسکے آگے کھڑے ہونیوالے کو امام کہا جائے گا اور بعض جگہ ایک طرف سے لزوم ہوتا ہے جیسے علم اور زندگی مین ایک طرف سے لزوم ہے علم کو زندگی لازم ہی جس جگہ علم ہوگا زندگی ضرور ہوگی کیونکہ علم بے زندگی کے نہین ہوتا اور زندگی کو علم لازم نہین کیونکہ یہ ضرور نہین کہ جو زندہ ہو اُسکو علم بھی ہو دلالت التزامی مین لزوم ذہنی شرط ہے اور لزوم ذہنی اُسے کہتے ہین کہ معنی خارجی اس طور پر ہون کہ جسوقت لفظ کے معنی موضوع لہ ذہن مین آئین تو وہ معنی بھی جو اس معنی موضوع لہ سے خارج ہین ذہن مین حاصل ہوجائین اور یہ حاصل ہونا دو حال سے خالی نہین اسطرح کہ اگر لازم و ملزوم مین واسطہ نہوگا تو ملزوم کے ساتھ لازم فوراً حاصل ہوجائے گا اور جو واسطے ہونگے تو اُنمین غور و تامل کے بعد حاصل ہوگا مثلاً جسوقت انسان کے معنی موضوع لہ کہ حیوان ناطق ہین ذہن مین آتے ہین تو یہ بھی ذہن مین آجاتا ہے کہ یہ ہنسنے والا ہے پس ہنسنا انسان کے لیے لازم ذہنی ہے لزوم ذہنی سے علماے بیان یہی مراد لیتے ہین اور منطقین کے نزدیک لزوم ذہنی یہ ہے کہ مسمّے کے تعقل سے مدلول التزامی کا تعقل ذہن مین سے کسیطرح جدا نہوسکے اور یہ معنی علماے بیان کے نزدیک معتبر نہین کیونکہ اس صورت مین بہت سے مجازات و کنایات کے معانی مدلولات التزامیہ مین سے نکلجائینگے۔

اب معلوم کرو کہ ایک معنی کو کئی مختلف طریقو نپر دلالت لفظی کے ساتھ ادا نہین کرسکتے کیونکہ
اس دلالت مین الفاظ ایک ہی طور پر دلالت کرتے ہین کمی بیشی متصور نہین اور یہ امر بھی جب ہے کہ سُننے والا
یہ جانتا ہو کہ یہ الفاظ ان معنے کے واسطے بنائے گئے ہین اور یہ اگر نجانتا ہوگا تو وہ الفاظ دلالت ہی نہین کرینگے
کیونکہ الفاظ کے معنے کا سمجھنا وضع الفاظ کے جاننے پر موقوف ہے مثلاً جب ہم کہین کہ اُس کے رُخسار
سیب کی طرح ہین پس اگر سُننے والا رخسار اور سیب اور طرح کے معانی جانتا ہوگا اور ہیئت ترکیب کو بھی
سمجھتا ہوگا یعنے اُسے یہ معلوم ہوگا کہ اس عبارت کا مفاد رخسار اور سیب کے درمیان مشابہت کا
ثابت کرنا ہے تو ممکن نہین کہ کوئی اور کلام اس معنی مین بشرطیکہ دلالت وضعی رکھتا ہو بہ نسبت کلام مذکور کے
واضح ہونے مین کم و زیادہ ہو کیونکہ جسوقت ان الفاظ کی جگہ دوسرے الفاظ لائے جائینگے جو اُن کے
مُرادف ہونگے تو سُننے والا اگر ان مرادفات کی وضع سے واقف ہوگا تو معنے کے سمجھنے مین اُس کے نزدیک
کوئی تفاوت نہوگا بلکہ کلام ثانی سے وہی معنے سمجھے گا جو کلام اول سے سمجھتا ہے اور اگر اس بات کو نہ جانتا ہوگا
تو یہ نئے الفاظ بھی وہی معانی رکھتے ہین جو پہلے الفاظ رکھتے تھے تو کچھ بھی نہ سمجھے گا اور دونون صورتون مین
زیادہ ظاہر ہونے اور کم ظاہر ہونے کے اعتبار سے تفاوت نہوگا خلاصہ کلام یہ ہے کہ دلالت وضعی کے ساتھ
ایک معنی کا مختلف طریقون مین ادا کرنا ممکن نہین ہے اور دلالت عقلی کے ساتھ ممکن ہے کیونکہ جائز ہے
کہ لزوم کے مراتب ظہور مین مختلف ہون مثلاً ممکن ہے کہ دلالت تضمنی مین کل کیلیے اجزا کا لزوم مختلف مراتب
رکھتا ہو چنانچہ حیوان اور جسم اور جوہر یہ تینون انسان کے جز ہین لیکن انمین سے بعض بعض کے
ذریعہ سے انسان کا جز ہے اور بعض بغیر ذریعہ کے پس جو بغیر ذریعہ کے جز ہوگا اُس کا لزوم واضح ہوگا
اور جو بذریعہ دوسرے کے جز ہوگا اُسکا لزوم بہ نسبت اُسکے خفی ہوگا اسی طرح دلالت التزامی مین ملزوم کے
لوازم کا لزوم مختلف مراتب رکھتا ہے اس طرح کہ بعض کے لزوم کی دلالت بہت ظاہر ہوا اور بعض کے
لزوم کی دلالت کم ظاہر ہو مثلاً وصف سخاوت کیلیے کئی لوازم ہین جن مین بعض کی دلالت سخاوت پر
زیادہ واضح ہے اور بعض کی دلالت اُسپر کم واضح ہے چنانچہ کہین زید کے یہان مہمان آتے ہین
یا زید کے باورچی خانے سے راکھ زیادہ نکلتی ہے یا زید کے یہان گھی اور دوسری کھانے کی چیزین زیادہ خرچ ہوتی ہین
یا زید رضائیان بہت تقسیم کرتا ہے یا زید کے مہمان اُسکی بڑی تعریف کرتے ہین یا زید نے راستون مین
بہت سے کنوین اور مسجدین بنوائی ہین پس ان مین بعض لوازم کی دلالت سخاوت پر واضح ہے اور بعض کی خفی ہے
مراتب وضوح کا اختلاف دلالت التزامی مین ظاہر ہے اسلیے کہ جائز ہے کہ ایک شے کیلیے ایسے متعدد لوازم
موجود ہون جن مین سے بعض لوازم بسبب کم ہونے واسطون کے اُس شے سے قریب ہون اور بعض

بسبب زیادہ ہونے واسطون کے اُس سے بعید ہون پس جس مین واسطے کم ہون گے وہ زیادہ واضح ہوگا اور جس مین واسطے زیادہ ہونگے وہ اُسکی بہ نسبت کم واضح ہوگا جیسے سخاوت کے لیے لوازم مختلف ہین مثلاً کہا جائے کہ زید بڑا مہمان نواز ہے یا اُسکے یہان باورچی خانے مین ایندھن زیادہ جلتا ہے یا اُسکے باورچیخانے سے راکھ زیادہ نکلتی ہے ان لوازم مین سے مہمان نوازی ایسا لازم ہے کہ سخاوت کی طرف اُس سے ذہن جلدی انتقال کرتا ہے بخلاف اسکے کہ باورچیخانے مین لکڑیون کے زیادہ جلنے سے ذہن کا انتقال سخاوت کی طرف جلد نہین ہوسکتا کیونکہ اول مین واسطہ نہین ہے اور باورچیخانے مین زیادہ لکڑیان جلنے سے جتنی جلدی سخاوت کی طرف انتقال ہوتا ہے اُتنی جلدی باورچیخانے سے راکھ زیادہ نکلنے سے سخاوت کی طرف انتقال نہین ہوسکتا کیونکہ سخاوت مین اور باورچیخانے مین زیادہ لکڑیان جلنے مین دو واسطے ہین اور سخاوت مین اور باورچیخانے مین زیادہ راکھ ہونے مین تین واسطے ہین کیونکہ بہت لکڑیون کا جلنا بہت کھانا پکنے کی وجہ سے ہوتا ہے اور بہت کھانا پکنا مہمانون کی کثرت پر دلالت کرتا ہے اور مہمانون کی کثرت سخاوت پر دلالت کرتی ہے اور باورچیخانے سے بہت سا راکھ کا نکلنا موقوف ہے زیادہ لکڑیون کے جلنے پر اور زیادہ لکڑیون کا جلنا بہت کھانا پکنے کی وجہ سے ہوتا ہے اور بہت کھانا پکنا مہمانون کی کثرت کے سبب سے ہوتا ہے اسیطرح جائز ہے کہ لازم ایک ہو اور ملزوم بہت سے ہون پس اُس لازم کا لزوم بعض ملزوم کے ساتھ بہت واضح ہو اور بعض کے ساتھ کم واضح ہو جیسے گرمی سورج اور آگ اور حرکت کو لازم ہے اور ظاہر ہے کہ گرمی کا لزوم آگ کے ساتھ بہت ظاہر ہے اور بہ نسبت اُسکے سورج کے ساتھ کم ظاہر ہے اسی طرح گرمی کا لزوم جتنا سورج کے ساتھ ظاہر ہے اُتنا حرکت کے ساتھ ظاہر نہین۔

اور دلالت تضمنی مین اختلاف مراتب لزوم کا ظہور و خفا مین ظاہر نہین ہے بلکہ بیان کی طرف محتاج ہے کیونکہ جائز ہے کہ ایک معنی ایک شے کا جز ہون اور دوسری شے کے جز کا جز ہون پس اُس شی کی دلالت اُن معنی پر جو اُسکا جز ہین بہت ظاہر ہوگی اور اُن معنی پر اُسکی دلالت زیادہ واضح نہ ہوگی جو اُس کے جز کا جز ہین چنانچہ حیوان کی دلالت جسم پر زیادہ واضح ہے بہ نسبت انسان کی دلالت کے جسم پر کیونکہ جسم حیوان کا جز ہے اور حیوان انسان کا جز ہے پس جسم مین اور حیوان مین واسطہ نہین ہے اور انسان اور جسم مین واسطہ ہے اور وہ حیوان ہے اسی طرح دیوار کی دلالت مٹی پر جتنی واضح ہے اُتنی مکان کی دلالت مٹی پر واضح نہین۔

اس مقام پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جز اپنے کل سے پہلے سمجھ مین آتا ہے چنانچہ

انسان سے اول جسم مفہوم ہوتا ہے پھر حیوان پھر حیوان ناطق جواب اس کا یہ ہے کہ اس قول کی صداقت مین
شبہ نہین مگر یہان مراد یہ ہے کہ ذہن اول جز کی طرف انتقال کرتا ہے اور علیحدہ ملاحظہ اُس کا کل کے
سمجھنے کے بعد کرتا ہے پس جب آدمی کوئی لفظ سُنتا ہے اور اُسکی وضع سے واقف ہوتا ہے اور موضوع لہ کے
تمام اجزا کو سمجھتا ہے تو اول وہ بر سبیل اجمال کے لفظ کے معنی موضوع لہ سمجھتا ہے پھر اُس کا ذہن اس
معنے کے جز کی طرف بشرطیکہ جز ہو انتقال کرتا ہے اور اگر اس جز کے لیے بھی جز ہو تو پھر جداگانہ اُسکی طرف
انتقال کرتا ہے پس اس تقریر سے ثابت ہے کہ ہمارا وہ قول صحیح ہے کہ لفظ کل کی دلالت جز پر نہایت واضح ہے
اور اُسکی دلالت اپنے جز کے جز پر کم ظاہر ہے کیونکہ جز کا جز پیچھے سمجھا جاتا ہے اور جز پہلے سمجھ مین آتا ہے
اس تمام بحث سے یہ بات ثبوت کو پہونچگئی کہ علم بیان مین معنی کے لوازم کو اعتبار کرتے ہین۔

لفظ جس معنی کے واسطے بنایا گیا ہو اگر اُس سے وہی معنی مراد ہون تو اُسکو حقیقت کہتے ہین اور
اگر وہ معنی مراد نہون بلکہ ایک ایسے معنی مراد ہون جو معنی موضوع لہ کو لازم ہون پس اگر وہان کوئی قرینہ
اس بات پر قائم ہو کہ یہان معنی موضوع لہ مراد نہین ہین تو اُس لفظ کو مجاز کہتے ہین اور اگر معنے
موضوع لہ کا بھی ارادہ جائز ہو تو اُسے کنایہ بولتے ہین اور مجاز کو کنایے کے ساتھ وہ نسبت ہے جو مفرد کو
مرکب کے ساتھ ہوتی ہے کیونکہ مجاز مین ارادہ لازم کا عدم ارادۂ ملزوم کے ساتھ شرط ہے اور کنایے مین
دونون کا ارادہ معتبر ہے پس مجاز مثل جز کے ہے اور کنایہ مثل کل کے کیونکہ مجاز مین صرف لازم مراد ہوتا ہے
اور کنایے مین دونون کا مقصود ہونا جائز ہے اور ہر جز اپنے کل پر مقدم ہوتا ہے اسلیے علم بیان مین
مجاز کو کنایے سے پہلے بیان کرتے ہین اور مجاز مین معنی حقیقی اور معنی مجازی کے درمیان علاقے کا ہونا
ضرور ہے پس اگر دونون مین تشبیہ کا علاقہ ہے تو ایسے مجاز کو استعارہ کہتے ہین اور اگر تشبیہ کے سوا
کوئی دوسرا علاقہ ہے تو اُسے مجاز مرسل بولتے ہین اس بیان سے واضح ہوا کہ تشبیہ مقدمہ ہے استعارے کا
جو مجاز کی ایک قسم ہے۔ علم بیان کا مقصد اصلی صرف دو چیزین ہین مجاز اور کنایہ مگر استعارے کے
سمجھنے کیلیے تشبیہ کا سمجھنا ضرور ہوا اور اسکو تمام اقسام مجاز سے اسلیے پہلے بیان کرتے ہین کہ مجاز کی
ایک قسم تشبیہ پر موقوف ہے اور چونکہ مجاز مرسل کو استعارے کے ساتھ اتصال حاصل ہے اسلیے
اُسکو اور استعارے کو بمنزلے ایک باب کے قرار دیکر تشبیہ کو مجاز مرسل سے بھی پہلے لاتے ہین اور تشبیہ کو
کنایے پر اسلیے مقدم کرتے ہین کہ خود مجاز کو کنایے پر تقدم حاصل ہے اور چونکہ تشبیہ مین بہت سی
فائدے کی باتین ہین اور اُسکے مباحث کثیر ہو گئے ہین اسلیے اُسکی بحث کو استعارے کا مقدمہ نہین بناتے
بلکہ علم بیان مین ایک علیحدہ مقصد ٹھہراتے ہین۔ اور یہ بھی کہہ سکتے ہین کہ تشبیہ بھی علم بیان کا ایک مستقل مقصد ہے

استعارے کا مقدمہ نہین کیونکہ دلالت کے بہت ظاہر ہونے اور کم ظاہر ہونے کا اختلاف اسمین بھی موجود ہے پس یہ بھی علم بیان کا مقصد اصلی ہے اور علم بیان کے بعض مقاصد اُسپر موقوف بھی ہین لیکن اسمین کچھ مضائقہ نہین کیونکہ بعض مقاصد کا بعض دوسرے مقاصد پر موقوف ہونا اس بات کو واجب نہین کرتا کہ متوقف علیہ فن کا مقدمہ بنجائے اور حقیقت و مجاز دونون چار چار قسم پر ہین حقیقت لغوی حقیقت شرعی حقیقت عرفی خاص حقیقت عرفی عام یعنی کوئی لفظ اگر لغت مین کسی معنے کے واسطے وضع کیا گیا ہی تو اُسکو حقیقت لغوی کہتے ہین اور اگر شرع مین وضع کیا گیا ہی تو اُسکو حقیقت شرعی کہتے ہین اور اگر کسی خاص فرقے کی اصطلاح مین وضع کیا گیا ہے جیسے نحوی یا صرفی یا منطقی وغیرہ وغیرہ تو اسکو حقیقت عرفی خاص اور حقیقت اصطلاحی کہتے ہین اور اگر کسی خاص فرقے کی اصطلاح مین وضع نہین کیا گیا بلکہ عام اشخاص اُس لفظ سے وہ معنی سمجھتے ہین اُسکو حقیقت عرفی عام کہتے ہین اسی طرح مجاز کی قسمین ہین یعنی اگر لفظ لغت کی اصطلاح مین موضوع تھا ایک معنی کے لیے اور اُسکو استعمال کیا کسی اور معنی مین تو وہ مجاز لغوی ہے اور اگر شرع کی اصطلاح مین موضوع تھا ایک معنی کے لیے اور اسی اصطلاح مین استعمال کیا گیا کسی اور معنی مین تو وہ مجاز شرعی ہی اور اگر اصطلاح خاص مین کسی معنی کے واسطے موضوع تھا اور اُسی اصطلاح مین اسکے غیر مین مستعمل ہوا تو وہ مجاز عرفی خاص ہی اور اگر عام کی اصطلاح مین موضوع تھا کسی اور معنی کے واسطے اور اُسی اصطلاح مین مستعمل ہوا اور معنے مین تو وہ مجاز عرفی عام ہی اسکی مثال یہ ہی کہ شیر لغت مین جانور درندہ مشہور کے واسطے بنایا گیا ہے اسی معنی مین استعمال کرنیکو حقیقت لغوی کہتے ہین اور مرد بہادر کے معنی مین استعمال کرنے کو مجاز لغوی اور لفظ صلوۃ شرع کی اصطلاح مین نماز کے واسطے موضوع ہی اور لغت مین دعا کے معنی مین آیا ہی شرع کی اصطلاح مین نماز کے معنی مین استعمال کرنا حقیقت شرعی ہے اور اسی اصطلاح مین دعا کے معنی مین مجاز شرعی اور لفظ فعل علم نحو مین اُس لفظ خاص کیلیے موضوع ہی جو مسند ہونیکی صلاحیت رکھے اور معنی مستقل پر دلالت کرے اور علاوہ معنے مصدر کے جو اُسکے جوہر مین ہین تین زمانون سے کوئی زمانہ اُسکے ساتھ پایا جائے اور لغت مین لفظ فعل کے معنی کرنا ہین پس نحو کی اصطلاح مین لفظ خاص کے معنے مین حقیقت عرفی خاص ہی اور اُسی اصطلاح مین کرنے کے معنے مین مجاز عرفی خاص اور لفظ تعزیہ عام کے نزدیک تابوت حضرت امام حسین کے معنی مین ہی چنانچہ ؎

مومنو زیر زمین تعزیے دفناتے ہین	آج دنیا سے حسین ابن علی جاتے ہین

پس اس معنی مین حقیقت عرفی عام ہے اور اسی اصطلاح مین ماتم پرسی کرنیکے معنی مین مجاز عرفی عام ارزانی جو منسوب ہی ارزان کی طرف حقیقی معنے اُسکے ارزندہ کے ہین یعنے لائق ہونے والا لیکن یہ معنی متروک ہوکر مجازاً عرف عام مین نرخ اشیا کی گرانی کی ضد مین استعمال ہونے لگا۔
مجاز شرعی اگرچہ مجاز عرفی خاص مین داخل ہی مگر شرع کی تعظیم اور شرف کی وجہ سے اسکو جداگانہ قسم قرار دیا ہے۔
حقیقت و مجاز دراصل الفاظ کے عوارض مین سے ہین کبھی معنی اور استعمال کو بھی حقیقت و مجاز کیساتھ متصف کر دیتے ہین چنانچہ کہتے ہین کہ یہ معنی حقیقت ہین اور وہ مجاز ہین اور یہ استعمال حقیقت ہے اور وہ استعمال مجاز ہے۔

علما نے اس بات مین اختلاف کیا ہی کہ جو لفظ معنی مجازی مین مستعمل ہو اُسکے لیے معنی حقیقی مین مستعمل ہونا شرط ہی یا نہین مذہب تحقیق یہ ہے کہ یہ امر شرط نہین۔ اور حقیقت و مجاز جس طرح مفرد مین جاری ہوتے ہین جملے مین بھی جاری ہوتے ہین اور اس سے بحث علم معانی مین کرتے ہین جس طرح مفرد کے حقیقت و مجاز سے علم بیان مین بحث ہوتی ہے اور مجاز کا یہ حکم ہے کہ جس چیز مین اُس کو استعمال کرین وہ ثابت ہو خواہ عام ہو یا خاص اور مجاز کے عام ہونے سے یہ مراد نہین ہی کہ ایک لفظ سے تمام علاقے جو مجاز و حقیقت مین ہونا چاہئین سمجھے جاتے ہین بلکہ مقصود یہ ہے کہ ایک قسم کے علاقے کی تمام فردونکو عام ہوتا ہے جو لفظ جس معنی کے لیے بنایا جاتا ہے اُس سے وہ معنی ساقط نہین ہوتے اور معنی حقیقی کی نفی اُس چیز سے جسپر وہ صادق آتے ہون نہین ہوتی بخلاف معنی مجازی کے کہ وہ اپنے مصداق پر صادق بھی آتے ہین اور اُس سے منتفی بھی ہوجاتے ہین چنانچہ باپ کو باپ کہتے ہین اور یہ کہنا صحیح نہین کہ وہ باپ نہین ہے برخلاف دادا کے کہ اُسکو باپ کہہ سکتے ہین مگر یہ بھی کہنا صحیح ہی کہ وہ باپ نہین ہے اسی طرح اُس جانور درندہ کو جو لفظ شیر کا موضوع لہ ہے شیر کہنا صحیح ہی اور اس نام کی اُس سے نفی نہین ہوسکتی یعنی یہ نہین کہہ سکتے کہ وہ شیر نہین ہے بخلاف بہادر آدمی کے کہ اُس کو مجازاً شیر کہتے ہین اور یہ بھی کہہ سکتے ہین کہ وہ شیر نہین ہی۔

علم بیان کا مدار ان چار چیزون پر ہی۔ تشبیہ۔ استعارہ۔ مجاز مرسل۔ اور کنایہ۔ انمین سے ہم ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ ایک ایک باغ مین بیان کرتے ہین۔

پہلا باغ تشبیہ کے بیان مین

تشبیہ لغت مین دلالت ہی اس بات پر کہ ایک شی دوسری شی کے ساتھ ایک معنی مین شریک ہی اور علم

بیان کی اصطلاح مین تشبیہ سے مراد دلالت ہے دو چیزونکی جو آپس مین جُدا جدا ہون ایک معنے مین شریک ہونے پر اسطرح کہ بطور استعارے کے نہو اور نہ بطور تجرید کے ہو تجرید کا بیان علم بدیع مین آتا ہے اور تشبیہ کے بیان مین پانچ چیزونسے بحث ہوتی ہے (۱) مشبہ بہ اور مشبہ انکو طرفین تشبیہ کہتے ہین (۲) وجہ تشبیہ (۳) غرض تشبیہ (۴) ادات تشبیہ۔ یہ چارون تشبیہ کے ارکان کہلاتے ہین (۵) اقسام تشبیہ۔ اور یہ پانچون چیزین ہم پانچ چمنون مین بیان کرتے ہین۔ اور تشبیہ کے قوت وضعف کے حال کو علٰحدہ چھٹے چمن مین ذکر کرینگے۔

پہلا چمن طرفین تشبیہ کے بیان مین

طرفین تشبیہ دو چیزین ہین ایک مشبہ وہ جسکو تشبیہ دی جائے دوسرے مشبہ بہ وہ وہ ہی جس سے کسی چیز کو تشبیہ دین اور مشبہ سے اُس صفت مین زیادہ ہو جسکی وجہ سے تشبیہ دی جاۓ اور یہ زیادتی خواہ از روے حقیقت کے ہو خواہ از روے ادعا کے اور اگر ایسا نہو بلکہ وہ صفت دونون مین برابر ہو تو تشبیہ صحیح نہوگی کیونکہ تشبیہ مین ایک کی زیادتی اور ایک کے نقصان کا قصد ہوتا ہے اور جہان دونون کی مساوات کا قصد ہو تو اُسکو تشابہ کہتے ہین یعنی یہ اُسکے مشابہ ہی اور وہ اُسکے مثلاً۔

سودا

دشمن و دوست بد و نیک زمانے کے بیچ
حکم رکھتے ہین ترے پیش کرم چارون ایک

تشبیہ دشمن کی بد سے اور دوست کی نیک سے منظور نہین بلکہ دونون چیزونمین مساوات منظور ہی

وله

انوری سعدی و خاقانی و مداح ترا
رتبۂ شعر و سخن مین ہین بہم چارون ایک

ان چارون شعرا مین سے کسی ایک کی دوسرے کے ساتھ تشبیہ منظور نہین بلکہ مساوات مقصود ہی

وله

سُنبل و زلف سیہ کاکل و شب چارون ایک
غمزہ و ناز و ادا جنبش لب چارون ایک

گویا

گھر تیرا ہے جنت کے گلستان کے برابر
چاوش ہین دروازے پہ رضوان کے برابر

ہے ایک ترا آئنہ بردار سکندر
دارا ترے دروازے کے دربان کے برابر

قطرہ جو کبھی ابر کف جود سے ٹپکے
رُتبے مین ہو وہ گوہر غلطان کے برابر

اِکدم مین جسے چاہے فلک پر تو چڑھا دے | ذرے کو کرے مہر درخشان کے برابر
گر فرمن بخشش سے کرے دانہ عطا تو | ہر مور کہے مین ہون سلیمان سے کے برابر

آتش

یہ خوش اسلوب جسم اُس نوجوان کا ہی کہ جو پائین | برابر نکلے ڈورا اُس کمر کا اور گردن کا

ظفر

نہ گیسوے عرق افشان مین اور سحاب مین فرق | نہ تاب رُخ مین ترے اور آفتاب مین فرق
نہ فرق یک سر مو مشک و بوے کاکل مین | نہ کچھ پسینے مین عارض کے او گلاب مین فرق
نہ کچھ شراب و نگہ مین تری کمی بیشی + | نہ تیری چشم مین اور ساغر شراب مین فرق
ولہ
نہ خون دل مین مرے اور ہے شراب مین فرق | نہ میرے سینۂ بریان مین اور کباب مین فرق
نہ میرے اشک مین اور تار چنگ مین دوئی | نہ میرے نالے مین اور نالۂ رباب مین فرق
نہ داغ سینہ مین اور آفتاب مین دوئی | نہ دود دل مین مرے اور کچھ سحاب مین فرق
نہ سوز سینہ مین اور برق مین ہے فرق ظفر | نہ کچھ ہے پارے مین دردکے اضطراب مین فرق

تشابہ مین عکس صحیح ہوتا ہی یعنی مشبہ بہ کو مشبہ بنا سکتے ہین جیسے ـــــ

داغ

حُسن آئنۂ عشق ہو عشق آئنۂ حسن | مین تجھکو نظر آؤن مجھے تو نظر آوے

مقصود با لتمثیل پہلا مصرع ہی ـــ

ظفر

خاک کو مسند کمخواب سمجھتے ہین فقیر | اور وہ جانتے ہین مسند کمخواب کو خاک

صفیر

سحر پر آئے اگر کہان متی کی صورت | پرِ کبوتر کو کرے پر کو کبوتر گیسو

مولوی محمد اسمٰعیل

حقیقت مین ہوگی دورنگی کہان | جہان ذرہ ہی اور ذرہ جہان

ذوق

نیت نیک تری آئنۂ حسن عمل | عمل خیر ترا جلوۂ حسن نیت
امیر
زندے مردے ہوئے زندہ ہو چکے | حشر برپا کرچکی رفتار یار +

پس جہان وجہ شبہ مین مشبہ اور مشبہ بہ دونونکا برابر ہونا مقصود ہو اور یہ مقصود نہو کہ ایک ان
اور دوسرا ناقص ہے عام ہے اس سے کہ زیادتی اور کمی پائی جائے یا نہ پائی جائے تو بہتر یہ ہو کہ وہان
تشبیہ کو ترک کردین کیونکہ تشبیہ مین ایک کی زیادتی اور ایک کے نقصان کا قصد ہوتا ہو پس اس شعر مین

حالی

اُس کی عزت تمھاری عزت ہے
اُنکی ذلت تمھاری ذلت ہے

ایک کی عزت کی دوسرے کی عزت کے ساتھ اور ایک کی ذلت کی دوسرے کی ذلت کے ساتھ
تشبیہ مقصود نہو گی کیونکہ دونون کا برابر ہونا مطلوب ہے۔

مشبہ اور مشبہ بہ دو قسم کے ہوتے ہین۔

(۱) حسّی جسے حواس خمسۂ ظاہری سے دریافت کرسکین اور حواس خمسۂ ظاہرہ پانچ ہین۔ بصر
سمع۔ شم۔ ذوق اور لمس۔

(۲) عقلی جسے حواس ظاہرہ سے معلوم نکرسکین پس یا مشبہ اور مشبہ بہ دونون ایک ہی ہونگے یا مختلف
یہان مختصر طور پر مثال ہر اک کی لکھی جاتی ہو۔

مثال مشبہ اور مشبہ بہ حسی متعلق بباصرہ کی نادر کہتا ہو۔

بڑھ چلا رخ سے یہ اُنکے خط خضر کیسا
پر طاؤس ہو قرآن سے باہر کیسا

صبا

لوگ کہنے لگے کندن مین جڑھا ہے مینا
سبزہ خط سے وہ خوش رنگ تراکاں ہوا

تصدق حسینخان

سرو سا قد تو گل سے رُخسارے
شانے بازو بھرے بھرے سارے

صفدری

آنکھ اپنی کسی کے دُرِ دندان سے لڑی ہے
جو شک مسلسل ہو سو موتی کی لڑی ہے

ناسخ

ذقن یار مین کی خط نے رسائی پیدا
چاہِ یوسف مین خضر بہر تماشا اُترا

امانت

دیکھے اُن پستان پہ زلفونکو تو بچہ بھی کہے
دودھ پینے کے لیے بیٹھا ہو جوڑا سانپ کا

مثال مشبہ اور مشبہ بہ حسی متعلق بہ سامعہ کی محسن کاکوروی کہتا ہو۔

نوبت ہے صدائے قمریان کی		تیّار ہی ہے باغ مین اذان کی
	وزیر	
نالۂ مرغ سحر ہوگی صریر خامہ		لکھنی ہی اب صفت دُرِّ بناگوش مجھے
	سودا	
بلبل خوش نغمہ ہون لیک اُس گلستانِ جہان		نالۂ مرغ چمن سے کم نہین فریادِ زاغ
	مومن	
دم مصاف ترے دشمنون کے لشکر مین		صدائے نوحہ و شیون ہی شور و غلغل کوس
	غالب	
پُرہون مین شکوے سے یون راگ سے جیسے باجا		اک ذرا چھیڑیے پھر دیکھیے کیا ہوتا ہے

مثال مشبہ اور مشبہ بہ حسی متعلق شامہ علی کہتا ہی—

علی بھرا ہی یہ عطر بہشت شیشے مین		تصور عرق روے یار دلمین ہے

یار کے عرق کی بو کو عطر بہشت کی بو سے تشبیہ دی ہی—

	گویا	
کہون مین کیون نہ گل اندام ان حسینونکو		گلاب کی سی کچھ آتی ہی بو پسینے مین

حسینونکے پسینے کی بو کو گلاب کی بو سے تشبیہ دی ہی—

	قدسی	
لگایا مین نے جو شب زلف پر شکن مین ہاتھ		شمیم مشک لگی گلشن ختن مین ہاتھ

زلف کو مشک کے ساتھ تشبیہ باعتبار خوشبو کے دی ہی—

	برق	
عطر گلاب شیشے مین رکھا ہے کھینچ کر		دل مین خیال ہے عرق روے یار کا
	ظفر	
گرے جو اُس لب میگون سے قطرہ دریا مین دل برشتہ کی اس طرح بو ہے سینے مین		شراب کی سی حبابونکے ہوا باغ مین بُو کہ جیسے سوختہ داغکی ہوا جاغ مین بُو +

مثال مشبہ اور مشبہ بہ حسی متعلق ذائقہ سودا کہتا ہی—

ٹوٹے تری نگہ سے اگر دل حباب کا		پانی بھی پھر پیین تو مزہ دے شراب کا

بانیکے مزے کو شراب کے مزے سے تشبیہ دی ہی —

مومن

جھوٹی شراب اپنی مجھے مرتے دم تو دے ‌‌ ‌ یہ آب تلخ شربت قند و نبات ہے

ذوق

بدل گئی ہے حلاوت سے تلخی دارو ‌ ‌ شراب تلخ بھی ہی میکشونکو شکر و شیر

شایان

میں کیون منت کش پیر مغان ہون ‌ ‌ نہ آب تلخ کو کیون زہر سمجھون

مثال مشبہ اور مشبہ بہ حسی متعلق لامسہ قلق کہتا ہی —

پیٹ نرمی سے صورت مخمل ‌ ‌ صاف مانند تختۂ صندل

پیٹ کو نرمی مین مخمل سے تشبیہ دی ہی اور صفائی مین تختۂ صندل سے —

عبرت

کہون کیا جلد کی اُس کے صفائی ‌ ‌ ہو جیسے دودھ پہ ہلکی ملائی +

پیٹ کو ملائمت مین ملائی کے ساتھ تشبیہ دی ہی —

حریق

دل ہی جیسا سخت ہین ویسی ہی پتھر چھاتیان ‌ ‌ کیا کرینگی جز جفا یار ہم پر چھاتیان

بحر

آسیا سی ہین چلیا اور پتھر چھاتیان ‌ ‌ مونگ چھاتی پر دلینگی یہ ستمگر چھاتیان

پستان کو سختی مین دل اور پتھر سے تشبیہ دی ہی —

ذوق

یہ خار دشت بھی نرمی مین خواب مخمل ہے ‌ ‌ ہر ایک تار رگ سنگ بھی ہی تار حریر

میر

جس کف پا کو برگ گل ہے خار ‌ ‌ حیف ہے خار سے وہ ہووے فگار

مثال مشبہ اور مشبہ بہ عقلی کی —

حالی

وہ طب جسپہ عش عش ہین ہمارے اطبا ‌ ‌ سمجھتے ہین جس کو بیاض مسیحا

تبانے مین ہی مخل جسکے بہت سا	جسے عیب کی طرح کرتے ہین اخفا

علم طب کو عیب سے تشبیہ دی ہے اور ان دونون کے معلوم کرنے مین حواس کو دخل نہین بلکہ عقل سے معلوم ہوتے ہین اور علم طب سے مراد وہ ملکہ ہی جسکی وجہ سے آدمی اُسکے جزئیات کے ادراک پر قادر ہوجاتا ہے اور ملکہ سے مراد ایک حالت بسیط ہی جو کسی فن کی مزاولت سے حاصل ہوجاتی ہے اور جس شخص کو جس فن کا ملکہ حاصل ہوتا ہی جب اُسکے سامنے اُس فن کے جزئیات آتے ہین تو اُن جزئیات کے احکام کو بخوبی ادراک کرسکتا ہی ۔ ۵

مت مردمکِ دیدہ مین سمجھو یہ نگاہین	ہین جمع سویدائے دلِ چشم مین آہین

نگاہ مشبہ اور آہ مشبہ بہ اور یہ دونون عقلی ہین۔

منشی جگنناتھ ظہر

نطق سے میرے ہی طبع سامعہ عاشق مزاج	شوخیان مضمونکین ہین ناز حسینانکی طرح

شوخیان مشبہ اور ناز حسینان مشبہ بہ اور یہ دونون عقلی ہین۔

مولوی محمد اسمعیل نے لکھا ہے جب انسان نے اپنے عیب کو سمجھ لیا تو گویا مرض کو پالیا اور جب مرض کو پالیا تو پھر علاج کرنا چندان دشوار نہین۔

عیب کو مرض سے تشبیہ دی ہی اور دونون عقلی ہین۔

مثال مشبہ حسی اور مشبہ بہ عقلی کی۔

نسیم

جب نام خدا جوان ہوا وہ	مانند نظر روان ہوا وہ

وہ شخص یعنی تاج الملوک مشبہ اور نظر مشبہ بہ ہی۔

ولہ

گھر چھوڑ کے چل بسے سب انسان	پھر تن مین نہ آئے صورت جان

ولہ

پریان کہ ہزار ہا بھری تھین	ارمان سی سب فی ہا نسے نکلین

ولہ

پھر پا بسنے کی نہ پاسداری	ہمت کی طرح وہ دلسے ہاری

ولہ

پیارا یہ مرا ہے آدمی زاد	رکھیو لسے جس طرح مری یاد

ولہ

ہیبت ساز مین کے دل مین آیا		اندیشے کی طرح سے سمایا

ولہ

یون سیج پہ آکے سوئی بیتاب		جس شکل سے آئے آنکھ مین خواب

ولہ

اُٹھی اُسسے جی کی طرح چھوڑا		بدلا مانند رنگ جوڑا

مقصود بالتمثیل مصرع اول ہی جسمین جی مشبہ بہ عقلی ہی اور تاج الملوک مشبہ حسی۔

مومن

بات کرنے مین رقیبو نسے ابھی ٹوٹ گیا		دل بھی شاید اُسی بدعہد کا پیمان ہوگا

انیس

گویا کہ تھا شبیہ الم سر بسر نشان		ڈوبا تھا خونسے پنجہ پہ نور اور نشان

نشان مشبہ حسی ہی اور الم مشبہ بہ عقلی۔

دبیر

ان شیرونکی شمشیرین ہین یا قوت غفار		یہ میان مین خوابیدہ اجل خوفسے بیدار

شمشیر مشبہ حسی اور قوت غفار مشبہ بہ عقلی۔

فائدہ سوال تشبیہ محسوس کی معقول کے ساتھ ممنوع ہی اسلیے کہ محسوس معقول سے قوی ہی جبیہ کہ وہ معقول کیلیے اصل ہی کیونکہ علوم عقلیہ حواس سے مستفاد ہوتے ہین اور انھین کیطرف یہ منتہی ہوتے ہین پس محسوس کو معقول کے ساتھ تشبیہ دینا فرع کو اصل بناناہے اور یہ ناجائز ہے۔ جواب اُسوقت مین معقول کو بھی محسوس مان لیتے ہین اور مبالغے کے طور پر اُسکو محسوس کی اصل قرار دیتے ہین پس اس صورت مین تشبیہ تقدیری طور پر دو محسوسونمین ہوتی ہی۔

مثال مشبہ عقلی اور مشبہ بہ حسی کی

ناسخ

بدن شراب کشی سے خم شراب بنا		ہے اپنی روح بدنمین برنگ بوے شراب

روح مشبہ عقلی ہی اور بوے شراب مشبہ بہ حسی۔

متضرر نہ ہو دماغ کبھی	ولہ	گل نہ ہو عقل کا چراغ کبھی

عقل مشبہ عقلی اور چراغ مشبہ بہ حسی۔

بیدار

آگئی دل مین ناگہان بیدار
نگہ اُس کی خدنگ کے مانند

نگہ مشبہ عقلی اور خدنگ مشبہ بہ حسی۔

دبیر

فرعون کی مانند ہوا غرق حیا ظلم
پڑھتا ہوا توبہ کی دعا بھاگ گیا ظلم

ظلم مشبہ عقلی اور فرعون مشبہ بہ حسی ہے۔

مومن

رنگینی بزم کا بندھا دھیان
جون بوے گل اُڑ گئے سب اوسان

اوسان مشبہ عقلی ہی اور بوے گل مشبہ بہ حسی۔

سرشار بریلوی

تار نفس نے دی خبر کاروان عمر
یعنی عدم کو چھوٹنے والی یہ ریل ہے

عمر مشبہ عقلی ہے اور کاروان مشبہ بہ حسی۔

ناسخ

فرقت کی میکشی مین جو ساقی گزک نہین
لے لینگے لخت دل کو ہی ہم سیخ آہ سے

آہ مشبہ عقلی ہی اور سیخ مشبہ بہ حسی آہ اگرچہ سنائی دیتی ہی مگر بذریعہ آواز کے عقل سے مدرک ہوتی ہی۔

حالی

بس اگلے فسانے فراموش کردو
تعصب کے شعلے کو خاموش کردو

تعصب مشبہ عقلی ہے اور شعلہ مشبہ بہ حسی۔

غالب

پاتے نہین جب راہ تو چڑھ جاتے ہین نالے
رکتی ہے مری طبع تو ہوتی ہی روان اور

طبع مشبہ عقلی اور نالے مشبہ بہ حسی ہین۔

شوق

مثل گل گو کہ رکھے پردہ نشین
بوے اُلفت چھپی نہین رہتی

اُلفت مشبہ عقلی ہی اور گل مشبہ بہ حسی۔

امیر

منھ دیکھنے کا ہے انس فقط شکل آئینہ	کرتے ہین دل مرادہ مرے روبرو لپسندا

صدر الدین عاصی

جہان مین یہ ملی کیمیا ہمین عاصی	کہ خاک بن کے رہی اپنی کوے یار مین روح

روح مشبہ عقلی اور خاک مشبہ بہ حسی ۔

وزیر

ہون وہ بلبل جو کرے ذبح خفا لو ہو کر	روح میری گُل عارض مین رہے بو ہو کر

تنبیہ (۱) علم بیان والون نے تشبیہ خیالی کو حسی مین داخل کیا ہی اسلیے کہ حسی سے مراد وہ چیز ہے کہ یا وہ خود حواس سے ادراک کیجاتی ہو یا اُسکا مادہ پس خیالی سے تشبیہ کی بحث مین وہ مرکب مراد ہے کہ وہ خود تو حواس خمسہ ظاہرہ کے ذریعہ سے محسوس نہو لیکن جن اجزا سے اُسکی ترکیب فرض کی ہو وہ تمام خارج مین موجود ہون اور حواس خمسہ ظاہرہ سے محسوس ہون جن مین قوت متخیلہ تصرف کرکے ایک ایسا مرکب تیار کرتی ہی جو خارج مین معدوم ہوتا ہی اور اس فرضی مرکب کو خیالی اسلیے کہتے ہین کہ اسکے اجزا کی صورتین حس خیال مین مرتسم ہوتی ہین یا یہ وجہ ہی کہ اسکی ترکیب دینے والی قوت متخیلہ ہی مثلاً ایک نیزہ تصور کرین جو یاقوت کا ہو یا ایسا جانور تصور کرین جسکے پر زمرد کے اور منقار یاقوت کی اور آنکھین موتی کی ہون پس یہ دونون چیزین خارج مین نہین پائی جاتین اور معدوم ہین لیکن متخیلہ نے اُن کو جن چیزون سے مرکب کیا ہے مثلاً نیزہ اور یاقوت اور مرغ اور پر اور منقار اور آنکھین اور زمرد اور یاقوت اور موتی یہ چیزین البتہ خارج مین موجود ہین حواس سے مدرک ہوئی ہین اور حس مشترک کے ذریعہ سے خیال مین پہونچی ہین ۔

نصیر احمد خان سحاب

پڑا اُنکی چوٹی مین کوڑیکا مُوباف	نظر آئے دو سانپ اک کیچلی مین

ایک کیچلی مین دو سانپ کا ہونا اگرچہ خارج مین نہین پایا جاتا اور معدوم ہی لیکن متخیلہ نے اسکو جن چیزون سے مرکب کیا ہے وہ سانپ اور کیچلی ہی یہ چیزین البتہ خارج مین موجود ہین اور حواس سے ادراک کیجاتی ہین پس سانپ اور کیچلی جو حواس سے مدرک ہوے تھے متخیلہ نے اُنھین ترکیب دی ہی ۔

شاداب

قریب رخ کے جو وہ زلف پُر شکن دیکھی	عجب کی صبح شب وادی یمن دیکھی

حلب کی صبح اور شب وادی یمن ایسے اُمور ہین کہ حواس سے مدرک ہوتے ہین متخیلہ نے اُن کو ترکیب دیکر جمع کیا ہی گو خارج مین ایک جگہ نہین پائے جاتے اور معدوم ہین ـــ

کوثر

سر کے تعویذ و نیہ تیرے مین کہون پھبتی نئی	خوشۂ پروین ہی یہ ای مہربان بالاے سرا

خوشۂ پروین کا سر پر واقع ہونا خیال محض ہی ـــ

شاداب

مانگ مین کب ہی یہ سیندور کا قشقہ ظالم	سامنے کھینچ کے لے آئے ہین خنجر گیسو

گیسو کا خنجر کھینچکر سامنے لانا خیال محض ہی خارج مین موجود ہونا اسکا ممکن نہین ـــ

منیر

ای پری زلفونکی اُلجھن مانگنے موقوف کی	حد فاصل ناگنونمین کنکھجورا ہوگیا

سید اصغر علی آبرو

زلف جانان ہو اگر سایہ فگن پانی مین	نظر آنے لگے سُنبل کا چمن پانی مین

نفیس

تشبیہ دے چکا ہون نہین مار دوسرکے ساتھ	زلفونکو اُس کی ہاتھ لگاتا ہون ڈر کے ساتھ

آتش

چھٹے ہین گیسوے مشکین جو اُس رخسار روشن پر	بغل مین ظلمت شب نے لیا ہی نور کا تڑکا

ظفر

ہی عشق کا دریا دل پرسوز مین پنہان	حیران ہون کہ ہی آتش سوزان کے تلے آب

یہ مثالین ترکیب کی تھین تفریق کی مثال یہ ہی ـــ

شائق

زلف تیری تا کمر سہو مجھی نہ پھر آگے بڑھی	سورۂ واللیل کی تفسیر آدھی رہگئی

سکندر

گرا ہی مانگ مین دل میرا آہ ڈھونڈون کدھر	کہ آدھی رات اُدھر ہی اور آدھی رات ادھر

(۲) تشبیہ وہمی کو عقلی مین داخل کیا ہی کیونکہ وہ بھی مثل معقولات کے حواس سے ادراک نہین کیجاتی لیکن ایسی ہی کہ اگر پائی جائے تو البتہ حواس سے مدرک ہو اور اسی وجہ سے عقلی اور وہمی مین

امتیاز ہوتا ہے اور وہمی سے مراد وہ چیز ہے جس کو متخیلہ اپنی طرف سے اختراع کرے کہ اُسکی کچھ اصل نہو مثلاً سُنا جاتا ہے کہ غول ایسی چیز ہے کہ آدمیون کو راہ مین ہلاک کرتا ہے متخیلہ نے یہ اختراع کیا کہ وہ جانور درندہ کی شکل پر ہوگا اور اُسکے واسطے دانت تجویز کر لیے پس متخیلہ کے اختراع کی مثال دندان غول ہین

شاداب

دود بالائے چراغ مہ کامل ہین یہ | یا نمایان ہین ترے رخ پہ پری رو گیسو

چراغ مہ کامل کے دھوین کی کچھ حقیقت نہین متخیلہ نے اپنی طرف سے اختراع کر لیا ہی۔

حیدر

دیدۂ افعی اجل بن گیا | زلف کی افشان کا ستارہ ہمین

زلف کی افشان کے ستارے کو افعی اجل کے دیدے سے تشبیہ دی ہے جس کی کچھ اصل نہین ہے متخیلہ نے اپنی طرف سے اختراع کر لیا ہی۔

امانت

صندل اُسکی ہے مانگ مین کیا خوب | راہ ظلمات مین یہ دلدل ہے

راہ ظلمات مین دلدل تصور کرنا وہم کا کام ہے اور یہ چیز حس مشترک کے ذریعہ سے خیال مین نہین پہونچتی ہے —

لطافت پسر امانت

پانؤن مین یار کے مہندی ہی تو سر پر گیسو | آتش رنگ حنا کا ہے دھوان یہ گیسو

عبد البصیر حضور

سنبل سی زلف چھوڑ کے رخ پر وہ گلعذار | دکھلا رہا ہی آتش گل کا دھوان مجھے

اصغر

تری اس مانگ سے کیا معنی دلخواہ پیدا ہے | شب معراج کی اس خط سے گویا راہ پیدا ہے

مانگ کے خط کو شب معراج کی راہ سے تشبیہ دی ہی اور یہ ایسی چیز ہی جسکا تصور کرنا وہم کا کام ہے اور خیال اس قسم کے تصور سے عاجز ہے —

کلامی

حشر مین دیکھ کے وہ زلف سیہ کہدیگا | یہ سیہ نامۂ اعمال کا دفتر آیا

اسیر

گیسوئے حور جنان ہی اسی توسن کی عنان | حلقۂ چشم ملک ہی اسی مرکب کی لجام

(۳۳) بعض چیزین ایسی ہین کہ اُنکو انسان دل مین پاتاہے مثلاً شیرین چیز کے کھانے سے یا ایک شے ملائم کے ہاتھ لگانے سے یا آواز ملائم اور پسندیدہ کے سُننے سے یا ایک خوشنما چیز کے دیکھنے سے یا خوشبو کے سونگھنے سے دل مین ایک مزہ اور لذت حاصل ہوتی ہو یا ان چیزون کے اضداد سے دل مین ایک الم سہم پہونچتاہے اور مثلاً بھوکا ہونے یا سیر ہونے کو ادراک کرنا ان سب چیزون کو وجدانیات کہتے ہین علماے بیان نے ان کو بھی مثل وہمیات کے عقلیات مین داخل کیاہے اور یہ چیزین ایسی ہین کہ ادراک انکا نفس کی اُن قوتون سے ہوتاہے جنکو وجدان کہتے ہین پس وجدان اندرونی قوتین ہین جو نفس کے ساتھ قائم ہین اور وہ قوتین یہ ہین مثلاً وہ قوت جو بھوک کو دریافت کرتی ہے اور وہ قوت جو سیری کو ادراک کرتی ہے اور وہ قوت جس سے خوف معلوم ہوتاہے اور وہ قوت جس سے غم ورنج مدرک ہوتے ہین پس لذت الم بھوک سیری خوف غم اور رنج کے دریافت کرلینے کی قوتون کا نام وجدان ہے اور لذت الم بھوک سیری خوف غم رنج وجدانیات کہلاتے ہین اور ظاہر ہے کہ یہ ایسے معانی ہین کہ نہ تو حواس ظاہرہ انکا ادراک کرسکتے ہین اور نہ محض عقلیات ہین کیونکہ محض عقلیات معانی کلیہ ہوتے ہین اور لذت الم خوشی غم خوف غضب بھوک اور سیری ایسے جزئیات ہین جو حواس باطنہ کی طرف منسوب ہوتے ہین اور یہان لذت والم سے وہ لذت والم مراد ہین جو حس سے پیدا ہوتے ہین نہ وہ لذت والم جو عقلی ہین کیونکہ یہ وجدانیات سے نہین بلکہ محض عقلیات مین داخل ہین جو حس سے پیدا ہوتے ہین اُن کا شمار وجدانیات مین ہے۔ ؎

عبث دیتاہے لالچ جنت الفردوس کا واعظ	مے گلگون مین آتاہے ہمین یان لطف کوثر کا

مے گلگون کا لطف وہ لذت ہو کہ اُسکے پینے کے بعد دل مین حاصل ہوتاہے۔

دوسرا چمن وجہ تشبیہ کے بیان مین

وجہ مشابہت وہ معنے ہین کہ مشبہ اور مشبہ بہ دونون اُسمین شریک ہون اور وہ معنی مقصود بھی ہون اور مشبہ اور مشبہ بہ سے بہت خصوصیت رکھتے ہون اُسکو وجہ شبہ بھی کہتے ہین اگرچہ شیر اور رستم بہت سی باتون مین شریک ہین مثلاً حیوانیت اور جسمیت اور وجود اور حدوث دونون مین پائے جاتے ہین مگر انمین سے کوئی شے وجہ شبہ نہین کیونکہ ان چیزون کا قصد نہین کیا جاتا ہو پس وجہ مشابہت کیلیے قصد کا ہونا ضرور ہے۔ شاعر نے ایک عابد کو شیر کے ساتھ فقط جنگل مین رہنے کی وجہ سے تشبیہ دی ہے پس یہان یہی چیز مقصود ہے بخلاف رستم اور شیر کی تشبیہ کے کہ وہان

شجاعت مقصود ہوتی ہے۔ ۵

وہ جنگل میں رہتا تھا مانند شیر	چلے آتے تھے پاس اُس کے کبیر

مشبہ اور مشبہ بہ حقیقت میں مشترک ہون تو چاہیے کہ صفت میں جُدا ہون اور اگر صفت میں مشترک ہون تو چاہیے کہ حقیقت میں جدا ہون اگر دونون کی حقیقت و صفت ایک ہوگی یا دونونکی حقیقت و صفت بالکل مغائر ہوگی تو تشبیہ باطل ہوگی مثال شریک حقیقت کی گدھا مانند ہاتھی کے ہے گدھا اور ہاتھی حقیقت میں شریک ہین یعنی دونون حیوان ہین مگر صفت مین علیحدہ علیحدہ ہین مثال شریک صفت کی زید گھوڑے کی طرح سو کوس راہ جاتا ہے مثال حقیقت و صفت متحد ہونے کی زید کا ایک گھوڑا جو کمیت ہے اور سو کوس راہ جاتا ہے ایسا ہی جیسا کہ زید کا دوسرا کمیت گھوڑا جو سو کوس جاتا ہے اس مثال مین دونون کی حقیقت و صفت ایک ہے کیونکہ دونون گھوڑے حقیقت میں جانور ہین اور صفت مین بھی یکسان ہین کہ سو کوس راہ چلتے ہین پس تشبیہ کا فائدہ کچھ نہین مثال حقیقت و صفت مین غیر ہونے کی بو علی سینا درخت چنار کی طرح اچھا ذہن رکھتا ہے اس صورتمین بھی تشبیہ صحیح نہین۔

وجہ مشابہت مشبہ بہ اور مشبہ کی حقیقتونسے یا تو خارج نہین ہوتی ہے یعنی دونونکی تمام ماہیت ہوتی ہے یا ماہیت کا جز ہوتی ہے تمام ماہیت ہونے سے مُراد یہ ہے کہ دونون کی نوع ہوتی ہے جیسے کہین یہ اچکن اُس اچکن کی طرح کشمیرے کی ہے اور ماہیت کا جز ہونے سے مراد یہ ہے کہ اُن دونون کی جنس یا فصل ہوتی ہے جنس کی مثال یہ ہے کہ یہ اچکن اُس اچکن کی طرح کپڑے کی ہے اور فصل کی مثال یہ ہے کہ یہ اچکن اُس اچکن کی طرح ریشم کی ہے یا دونونکی حقیقتونسے خارج ہوتی ہے اور یہ ایک صفت ہوتی ہے کہ دونون کی ذاتونکے ساتھ قائم ہوتی ہے اور اس صفت کی تین قسمین ہین

ایک حقیقی کہ ذات مین متمکن اور متقرر ہو اور پھر یہ بھی دو طور پر ہے۔

(الف) حسی اور وہ کیفیت جسمانی ہے کہ حواس خمسہ ظاہری سے مدرک ہو سکتی ہے جیسے رنگ اور شکل اور مقدار اور حرکات اور حسن و قبح اور ہنسنا اور رونا اور سیدھا ہونا اور ٹیڑھا ہونا اور آواز اور مزہ اور خوشبو اور بدبو اور سختی اور نرمی اور اونچا ہونا اور نیچا ہونا اور چکنا ہونا اور کھردرا ہونا اور گرمی اور سردی اور تری اور خشکی۔ اگر کوئی یہ کہے کہ وجہ شبہ مین طرفین تشبیہ شریک ہوتے ہین اور جو چیز ایسی ہو کہ اُس مین دوسرے شریک ہون وہ کلی ہے کیونکہ جزئی مین شراکت ممتنع ہے اور جو چیز حسی ہوتی ہے وہ کسی طرح کلی نہین ہوتی کیونکہ جو حسی ہے وہ جسم مین

موجود ہے اور مدرک کے نزدیک حاضر بھی ہے اور ہر ایسی چیز جو جسم مین موجود اور مدرک کے نزدیک
حاضر ہو وہ جزئی ہوتی ہے پس وجہ شبہ حسی کیسے ہو سکتی ہے تو ہم اسکا جواب یون دینگے کہ وجہ شبہ کے
حسی ہونے سے مراد یہ ہے کہ اُسکے جزئیات اور افراد حواس ظاہرہ سے مدرک ہوتے ہین جیسے سُرخی
کہ اُسکے جزئیات حس سے مدرک ہوتے ہین مثلاً گلاب کے پھول اور معشوق کے چہرے کی سُرخی
کہ یہ مطلق سُرخی کے افراد ہین دیکھنے مین آتے ہین البتہ مطلق سُرخی کہ وہ کلی ہی نہ حس بصر سے مدرک
ہو سکتی ہے نہ کسی دوسری حس سے۔

(ب) عقلی اور وہ وہ کیفیت نفسانی ہی کہ عقل سے ادراک کی جاتی ہی جیسے فہم کی تیزی اور علم اور
معرفت اور قدرت اور کرم اور سخاوت اور حلم اور غضب اور شجاعت۔

دوسرے اضافی اور وہ وہ ہی کہ ذات مین متمکن اور متقرر نہو بلکہ دو چیزون سے متعلق ہو مثلاً
کوئی شخص دلیل کو آفتاب سے تشبیہ دے اس نظر سے کہ دونون مین ازالۂ حجاب کی صفت ہے اور
یہ صفت دلیل اور آفتاب کی ذات مین ثابت نہین بلکہ دونون سے متعلق ہے۔

تیسرے اعتباری اور وہ وہ ہی کہ اُسکا مفہوم واقع مین نہو اور صرف عقل نے اُسکو اعتبار کر لیا ہو
جیسے درندے کی شکل اور دانت کا اختراع کرنا غول کے واسطے کہ یہ صرف صورت وہمیہ ہی اور واقع مین
اُس کے واسطے کچھ تحقق نہین۔

دوسری تقسیم وجہ مشابہت کی یہ ہے کہ وہ یا تو واحد ہوتی ہے اور واحد سے مراد یہ ہی کہ اُسکو
عرف مین واحد سمجھتے ہون نہ یہ کہ اُس کیلیے مطلقاً اجزا نہون یا بمنزلے واحد کے ہوتی ہے اور وہ
وہ ہے کہ کئی چیزین ملکر ایک چیز کے حکم مین ہو جائین یا متعدد ہوتی ہے پہلی دونون قسمونمین سے
ہر ایک دو حال سے خالی نہین یا حسی ہے یا عقلی اور تیسری قسم کے تین حال ہین ایک یہ کہ حسی ہوتی ہی
دوسرے عقلی تیسرے یہ کہ مختلف ہوتی ہے کہ بعض حسی ہوتی ہے بعض عقلی۔ وجہ شبہ حسی مین لازم ہی
کہ مشبہ اور مشبہ بہ دونون حسی ہون اسلیے کہ وجہ شبہ مشبہ اور مشبہ بہ سے حاصل ہوتی ہی اور
اُن دونون مین موجود ہوتی ہے اور جو چیز عقل مین موجود ہوتی ہے تو اسکو حس سے ادراک
نہین کر سکتے عقل ہی سے ادراک ہو سکتی ہے کیونکہ جو چیز حس سے مدرک ہوتی ہی وہ یا تو جسم ہوتی ہی
یا جسم کے ساتھ قائم ہوتی ہے اور اگر وجہ شبہ عقلی ہو تو مشبہ اور مشبہ بہ کا عقلی ہونا ضرور نہین بلکہ جائز ہی
کہ وہ دونون عقلی ہون خواہ دونون حسی خواہ ایک عقلی ہو ایک حسی اسلیے کہ یہ امر جائز ہے کہ کسی شے
حسی کے ساتھ بعض وصف عقلی قائم ہون جیسے جرأت کہ ایک وصف عقلی ہے اور زید و شیر کے ساتھ

قائم ہوتی ہے باوجودیکہ یہ دونون حسی ہین حاصل کلام یہ ہے کہ وجہ تشبیہ سولہ قسم پر ہی (۱) واحد حسی (۲) مرکب حسی (۳) متعدد حسی (۴) متعدد مختلف یعنی بعض حسی اور بعض عقلی (۵) واحد عقلی جسمین مشبہ اور مشبہ بہ حسی ہون (۶) واحد عقلی جس مین مشبہ اور مشبہ بہ عقلی ہون (۷) واحد عقلی جسمین مشبہ حسی ہو اور مشبہ بہ عقلی (۸) واحد عقلی جسمین مشبہ عقلی ہو اور مشبہ بہ حسی (۹) مرکب عقلی جسمین مشبہ اور مشبہ بہ حسی ہون (۱۰) مرکب عقلی جس مین مشبہ اور مشبہ بہ عقلی ہون (۱۱) مرکب عقلی جس مین مشبہ حسی ہو اور مشبہ بہ عقلی (۱۲) مرکب عقلی جسمین مشبہ عقلی ہو اور مشبہ بہ حسی (۱۳) متعدد عقلی جسمین مشبہ اور مشبہ بہ حسی ہون (۱۴) متعدد عقلی جسمین مشبہ اور مشبہ بہ عقلی ہون (۱۵) متعدد حسی جسمین مشبہ حسی ہو اور مشبہ بہ عقلی (۱۶) متعدد عقلی جسمین مشبہ عقلی ہو اور مشبہ بہ حسی۔

تنبیہ واحد حسی اور مرکب حسی اور متعدد حسی مین ہمیشہ مشبہ اور مشبہ بہ حسی ہوتے ہین۔

اب انکی امثلہ پر غور کرنا چاہیے۔

وجہ شبہ واحد حسی جیسے حلقے کی صورت پر ہونا بالے اور ہالہ مہ کی تشبیہ مین اور چمک بالے اور بجلی کی تشبیہ مین۔

	نادر	
ہالہ مہ سا جو پہنا اُسنے بالا کانمین		بالا بجلی سا چمک اُٹھا دو بالا کانمین

اور شکل غنچے اور عطر دان کی تشبیہ مین۔

	سودا	
چمن مین کسکی مدارات ہے بتا تو نسیم		کہ صبح غنچون نے سب عطر دان کھولدیے

اور رونا خزانے والون اور فوارے کی تشبیہ مین

خوش ہون دولت دنیا سے زمانیوالے		روینگے صورت فوارہ خزانے والے

اور پر آب ہونا چشمے اور چشم منتظر کی تشبیہ مین۔

	نسیم	
وانسے جو بڑھا تو ایک چشما		پر آب تھا چشم منتظر سا

اور ہلالی ہونا ابرو کی تشبیہ مین کمان اور تیغے کے ساتھ وجہ شبہ ہی۔

	برق	
دو کمانین ہین کہ ہین تیغے یہ اے قاتل		ہمنے دیکھے نہین اسطرح کے تمہارا ابرو

اور قطع مسافت قاصد اور مرغ کی تشبیہ مین۔

وزیر

بولا ان مرغون کا ڈر بہ کھل گیا		خط پہ خط لائے جو میرے نامہ بر

اور آواز کا بھاری ہونا گجنال اور رعد کی تشبیہ مین اسیطرح بھاری ہونا آواز شترنال اور آواز طاؤس کی تشبیہ مین۔

سودا

آواز شترنال تھی طاؤس کی جھنکار		گجنال مثل رعد گرجتے تھے دم بدم

اور خوشبو معشوق کے گیسو اور مشک و عنبر کی تشبیہ مین۔

مولوی سرور علی سرور

دونو نہین ایک ہے مشک ایک ہے عنبر گیسو		کیون معطر نکرے بزم ترا ہر گیسو

اور تلخی شراب اور کف مارسیہ کی تشبیہ مین۔

مومن

کف مار سیہ ہے احمر		بادہ کش ایسی تلخ کام کہ ہے

اور شیرینی بادہ اور شربت کی تشبیہ مین۔

ناسخ

ہوا ہے بادۂ گلفام شیرین		ترے ہونٹونکی دولت مثل شربت

اور مزیدار ہونا خون جگر اور شراب کی تشبیہ مین۔

سودا

ساغر مرا اگر و نہین ابر بہار کا		خون جگر شراب ترشح ہے ابر تر

اور نرمی پیٹ اور مخمل کے تکیے کی تشبیہ مین۔

ناسخ

تکیہ مخمل کا ہے تمھارا پیٹ		جی مین ہے رکھکے سر مین سو جاؤن

اور نرمی زانو کی تشبیہ مین تکیے کے ساتھ۔

مثنوی سعدین

زانو ہوگا کسی کا بالش نرم		اسکے دل کو کوئی کرے کی گرم

اسی طرح نرمی پیٹ اور شیر کی تشبیہ مین ۔

ناسخ

گو وہ رعنا غزال ہے لیکن	نرم ہے مثل شیر سارا پیٹ

اور نرمی دشمن اور موم کی تشبیہ مین اور سختی دشمن اور آہن کی تشبیہ مین ۔

نسیم

الکڑی مین اثر یہ ہے کہ دشمن	بنجاتا ہے موم اگر ہو آہن

وجہ شبہ واحد عقلی اور اُسکے استعمال کی کئی صورتین ہین ۔

(الف) مشبہ اور مشبہ بہ دونون حسی ہون ۔

جیسے جرأت زید اور شیر کی تشبیہ مین اس لیے کہ وہ غیر محسوس متعلق عقل کے ہے اور یہان مشبہ اور مشبہ بہ دونون حسی ہین ۔

نعیم

جیتے تو نہین جان لے لی عاشق ناشاد کی	تیغ ابروِ یار کی تلوار ہی جلاد کی

یار کی ابرو کو جلاد کی تلوار سے تشبیہ دی ہی اور وجہ مشابہت فنا کرنا ہی ۔

اسیر

لب شیرین کے وصف کرتے ہین	بات گویا نبات اپنی ہے

بات اور نبات مین وجہ شبہ رغبت ہے ۔

وزیر

اپنی ہستی مین تو آثار فنا سارے ہین	شام کو ذرے ہین اور صبح کو ہم تارے ہین

متکلم نے اپنے آپکو ذرے اور تارے سے تشبیہ دی ہی اور وجہ شبہ معدومیت ہی ۔

ولہ

گلزار ہو رہا ہے پانی پانی	بُلبُل پانی کا بلبلا ہے

بُلبُل اور بلبلے کی تشبیہ مین قریب الفنا ہونا وجہ شبہ ہی ۔

شہیدی

حدیث جان فزا کے ہین مسخر انس جان یکسر	تمھارا لعل لب ہی یا نگینہ اسم اعظم کا

لعل لب اور اسم اعظم کے نگینے مین وجہ شبہ تسخیر ہے ۔

ناسخ

دیکھکر قبرون کو لے دل کوچ اپنا یاد کر | سب یہ گویا میل ہین راہِ فنا کے واسطے

قبرین مشبہ حسی اور میل مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ دونون ہدایت ہی۔

شاداب

کہین کیونکر نہ شاہِ حسن تمکو | مشابہ زلف ہے بال ہما سے

زلف کی تشبیہ مین بال ہما کے ساتھ وجہ مشابہت عزت و شرف ہے اور یہ عقلی ہی اور مشبہ و مشبہ بہ دونون حسی ہین۔

سودا

ترے پہلو سے جو مجلس مین ہٹے جاتے ہین | شمع رو نظرون سے جون شمع گھٹے جاتے ہین

عاشق مشبہ اور شمع مشبہ بہ وجہ شبہ بے عزتی ہی۔

خوشتر

زمین پر اس طرح تھا شاہ کا حال | ہما غلطان ہو جیسے بے پر و بال

شاہ کو ہما کے ساتھ تشبیہ دی ہی اور وجہ شبہ ہمایون ہونا ہے۔

ذوق

ہو مغز جان کا فر نعمت کے واسطے | مطبخ مین اُس کے پشۂ نمرود ہی ذباب

ذباب و پشہ مشبہ و مشبہ بہ حسی ہین اور ہلاکت وجہ شبہ عقلی۔

امیر مینائی

دیکھا نہین ہی بسکہ کسی نے روے پاک | بلبل کی طرح باغ مین ہی بے قرار گُل

گُل مشبہ حسی اور بلبل مشبہ بہ حسی اور بے قراری وجہ شبہ ہی اور یہ عقلی ہی۔

(ب) مشبہ عقلی ہو اور مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ واحد عقلی۔

سودا

بس اب جہان مین کوئی ہو جو تجھسے کا بد خواہ | ہے زہر مرگ حلال اُسپہ شہد زیست حرام

مرگ و زیست مشبہ عقلی ہین اور زہر و شہد مشبہ بہ حسی ور اول مین فنا کرنا وجہ شبہ ہی اور دوم مین رغبت وجہ شبہ ہے اور یہ دونون واحد عقلی ہین۔

ذوق

مومیائی ہو حمایت تری حق مین اُسکے | سخت گیری سے فلک توڑے کسی کی گر اُس

حمایت مشبہ عقلی ہی اور مومیائی مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ درستی ہی جو عقلی ہی۔

غالب

رگ و پے مین جب اُترے زہر غم تب دیکھیے کیا ہو | ابھی تو تلخی کام دہن کی آزمائش ہے

غم مشبہ اور زہر مشبہ بہ اور وجہ شبہ ہلاکت ہی ظاہر ہی کہ مشبہ اور وجہ شبہ عقلی ہی۔

احمد حسین خان بی لے

اسلام ایک نور ہے اور پاک نور ہے | اسلام پاک نور ہے اور رشک طور ہے

حالی

یہی شمع اسلام روشن کرینگے | بڑون کا یہی نام روشن کرینگے

پہلے شعر مین اسلام کو نور یعنی روشنی سے اور دوسرے شعر مین اسلام کو شمع سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ ہدایت ہی ان مثالون مین مشبہ عقلی ہے اور مشبہ بہ حسی اسلام کے ساتھ مطلوب حاصل ہوتا ہی اور حق و باطل کے درمیان فرق معلوم ہوتا ہی جیسے نور و شمع کے ذریعہ سے مطلوب کا ادراک ہو جاتا ہے اور اشیا مین تمیز حاصل ہو جاتی ہے پس اسلام اور نور و شمع مین وجہ مشابہت ہدایت ہی کہ ایسے راستے کی طرف دلالت کو کہتے ہین جو مطلوب کی طرف پہونچاتا ہے۔

ولہ

بس اگلے فسانے فراموش کر دو | تعصب کے شعلے کو خاموش کر دو

تعصب مشبہ عقلی ہی اور شعلہ مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ ظاہر ہی۔

مثنوی سعدین

طعنۂ کج بکج اقارب کے | نیش نہ جائین گے عقارب کے

طعنۂ اقارب مشبہ عقلی اور نیش عقارب مشبہ بہ حسی اور ایذا وجہ شبہ واحد عقلی اگر کوئی کہے کہ طعنۂ اقارب بوجہ سنائی دینے کے چاہیے کہ مسموعات سے ہون تو جواب اسکا یہ ہی کہ سنائی دینا شان سے آواز کی ہی اور طعنۂ اقارب بذریعۂ حس آواز کے عقل سے مدرک ہوتے ہین اسی قبیل سے نسیم کا یہ شعر ہے

جو آکے سخن پکارتا تھا | پتھر سا کھینچ مارتا تھا

سخن پکارنا مشبہ عقلی اور پتھر کھینچ مارنا مشبہ بہ حسی کیونکہ چھونیکی چیز دنسے ہی اور وجہ شبہ ایذا رسانی ہی۔

میر

پایا نہین جائیگا وہ ڈھونڈا پاپ | کر ڈھونڈھ کے عبث جان کو مت کھو ناکم

جان مشبہ عقلی ہی اور دُرِ نایاب مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ گرامی ہونا ہی۔

امانت

زہر کھائین نہ بات پر کیونکر	قند کی ہے ڈلی تمھاری بات

بات مشبہ عقلی ہی اور قند کی ڈلی مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ رغبت ہی اور یہ بھی عقلی ہی۔

بیدار

خارسی آہ دل مین کھٹکے ہے	آہ ہر آن گلرخان کی ادا

ادا مشبہ عقلی ہی اور خار مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ الم ہی جو عقلی ہی۔

ناسخ

ای حور جاؤنمین ترے دروازسے کہان	دوزخ تمام شہر ہے تیرا ہی گھر بہشت

شہر کی تشبیہ مین دوزخ کے ساتھ تکلیف وجہ شبہ ہی اور گھر کی تشبیہ مین بہشت کے ساتھ آسائش وجہ شبہ ہے

انیس

لنگر ہے جو دل تو ہر نفس بادِ مُراد	سینہ کشتی ہے ناخدا ایمان ہے

ایمان مشبہ عقلی اور ناخدا مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ رہبری ہی۔

ناسخ

متضرّر نہ ہو دماغ کبھی	گل نہو عقل کا چراغ کبھی

عقل کو چراغ سے تشبیہ دی ہی مشبہ عقلی ہی اور مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ انکشاف ہی اور یہ بھی عقلی ہی۔

(ج) مشبہ حسی ہو اور مشبہ بہ عقلی اور وجہ شبہ واحد عقلی جیسے۔

ظفر

قیامت قامت و رفتار آفت	زبان سحر و بیان نورٌ علی نور

رفتار کی تشبیہ مین آفت کے ساتھ مشبہ حسی ہی اور مشبہ بہ عقلی اور تکلیف کا پہونچنا وجہ شبہ واحد عقلی ہی۔

تسلیم

وہ اگر جسم تھا تو یہ تھی جان	یہ اگر جان تھی تو وہ ایمان
چشم مشتاق یہ تھی وہ تھا نور	دل رنجور وہ تھا یہ تھی سرور

عاشق معشوق مشبہ حسی ہین اور جان و ایمان اور نور بمعنی بینائی اور سرور مشبہ بہ عقلی اور جان کے ساتھ تشبیہ مین وجہ شبہ مدار حیات ہونا ہی اور ایمان کے ساتھ تشبیہ مین ضروری ہونا ہی اور نور کے ساتھ

تشبیہ مین وجہ شبہ ذریعۂ انکشاف ہونا اور سرور کے ساتھ تشبیہ مین وجہ شبہ موجب راحت ہونا ہی۔

حسرت

تو تجلی ہے کہ شعلہ ہی تو مہر وش ہے کہ آفت ہے	غضب تو ہے کہ فتنہ ہی بلا تو ہے کہ آفت ہے
نہ دل چھوڑے نہ جان چھوڑے نہ چھوڑے دین ایمان	بلا کہیے کہ زلف اس کو یہ گیسو ہے کہ آفت ہے

معشوق مشبہ حسی اور آفت و غضب و فتنہ و بلا مشبہ بہ عقلی ہے۔ اسیطرح زلف مشبہ حسی اور بلا مشبہ بہ عقلی اور گیسو مشبہ حسی اور آفت مشبہ بہ عقلی اور وجہ شبہ تکلیف رسانی ہی اور یہ واحد عقلی ہے۔

گلزار نسیم

تخت ہے نہ مردین کہ مینو	گلشن ہے جواہرین کہ جادو

تاج الملوک نے جو شہر آباد کیا تھا اُسکو جادو سے تشبیہ دی ہی اور وجہ مشابہت عجائبات پر مشتمل ہونا ہی
(د) مشبہ اور مشبہ بہ دونون عقلی ہون اور وجہ شبہ واحد عقلی جیسے علم کو زندگی سے اور جہل کو موت سے تشبیہ دین اور کہین علم زندگی کی طرح ہی اور جہل موت کی مثل ہی پہلی مثال مین وجہ شبہ زندہ کرنا ہے اور دوسری مین مارنا۔

محمد حسین علی نسیم ساکن میسور

نگہ بدلی ہی مہوش یا بلاے آسمانی ہے	ستارہ میری قسمت کا تمھاری مہربانی ہی

بدلی ہوئی نگہ کو بلاے آسمانی کے ساتھ تشبیہ دی ہی اور وجہ مشابہت دونوںین تکلیف پہونچانا ہی اور یہ تینون عقلی ہین۔

مومن

رکھے مجکو جیسا مین اُسکو عزیز	نہ معشوق و عاشق مین ہووے تمیز

قائل نے معشوق کے عزیز رکھنے کو اپنے عزیز رکھنے کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ محبت ہے اور یہ تینون عقلی ہین۔

امیر

میرے بالین پہ روتی ہی حسرت	عشق بھی مرگ نوجوانی ہے

عشق کو مرگ نوجوانی سے تشبیہ دی ہی اور وجہ شبہ کثرت الم ہی اور یہ تینون عقلی ہین۔

ولہ

اسقدر غالب ہوا میں خواب مرگ	آچکا ہے وعدۂ دیدار یار

مرگ کو خواب سے تشبیہ دی ہی اور وجہ شبہ بیخبری ہی ۔

مہاراجہ کشن پرشاد شاد

ہے زبان حضور کی جو بات	سحر و افسون ہے یا کرامت ہے

بات مشبہ عقلی ہی کیونکہ بذریعۂ آواز کے عقل سے مدرک ہوتی ہی اور سحر و فسون و کرامت مشبہ بہ عقلی اور وجہ شبہ تاثیر ہے ۔

قلندر

اے قلندر یہ نظم یا جادو	تو نے تو لعل سا اُگا لدیا

نظم جو بذریعہ آواز کے عقل سے مدرک ہوتی ہی مشبہ عقلی ہی اور جادو مشبہ بہ عقلی اور وجہ شبہ تاثیر ہے اور نظم کی تشبیہ مین لعل کے ساتھ مشبہ بہ حسی ہی دیکھنے کی چیز ہے لئے اور وجہ شبہ عمدگی ہی ۔

دیا شنکر نسیم

ہو تجھ سی پری جو خصم جانی	انسان کی ہے مرگ زندگانی

زندگانی کو موت سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ عدم نفع ہے یعنی جس طرح کہ موت قابل نفع نہین اسیطرح ایسی زندگی بھی قابل نفع نہین ۔

احسان اللہ بیان

جادو تھی کہ سحر تھی بلا تھی	ظالم یہ تری نگاہ کیا تھی

نگاہ مشبہ عقلی ہی اور جادو اور سحر اور بلا مشبہ عقلی اور وجہ شبہ نگاہ اور سحر اور جادو کی تشبیہ مین اثر ہی اور نگاہ اور بلا کی تشبیہ مین ایذا و تکلیف دہی وجہ شبہ ہی اور وجہ شبہ دونون جگہ واحد عقلی ہے ۔

مومن

عیش وطن اندوہ غریبان	دست جنون سے چاک گریبان

وطن کے عیش کو مسافرون کے اندوہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور یہ دونون عقلی ہین اور وجہ شبہ طبیعت کا مکدر رہنا ہی یہ بھی عقلی ہے ۔

حالی

طلسم ورع ہر مقدس کا توڑا	نہ صوفی کو چھوڑا نہ ملا کو چھوڑا

ورع مشبہ عقلی اور طلسم مشبہ بہ عقلی اور وجہ شبہ تلبیس ہے ۔

اے ستمگر تیری ابرو بھی دم شمشیر ہے	رسا	جو کرشمہ ہے بلا ہے جو کشش ہے تیر ہے

کرشمے کو بلا سے تشبیہ دی ہی اور وجہ شبہ ایذا رسانی ہے۔

	وجاہت جھنجھانوی	
جہل ہے اک متعدی مرض اللہ بچائے		یہ کبھی لکھے پڑھے کو بھی جھپٹ جاتا ہے

جہل کو مرض متعدی سے تشبیہ دی ہی وجہ شبہ ہلاکت یا نقصان رسانی ہی اور یہ تینون عقلی ہین وجہ شبہ مرکب اور یہ بھی کبھی حسی ہوتی ہے کبھی عقلی اول وجہ شبہ مرکب حسی اس کی دونون طرفین یعنی مشبہ اور مشبہ بہ مثل وجہ شبہ واحد حسی کے حسی ہوتی ہین کیونکہ وجہ شبہ جبکہ حسی ہوتی ہے تو ہر حالت مین اُس کی طرفین حسی ہوا کرتی ہین واحد اور متعدد اور مرکب ہونیکی وجہ سے فرق نہین پڑتا اور اسکی چار قسمین ہین۔

(۱) قسمین مشبہ اور مشبہ بہ دونون مفرد حسی ہون جیسے۔

	سودا	
رنجک ہی بہر مشق اُڑایا کرے ہی برق		گولی ہی ڈھالتا ہی سحاب تگرگ کا

مصرع اول مین رنجک اور برق دونون مفرد ہین اور اسی طرح مصرع ثانی مین گولی اور تگرگ مفرد ہین لیکن اول مین روشنی اور دفعۃً چمکنا اور پھر بعد اس کے جاتے رہنا اور اس کا انعکاس فضا مین اور اس سے دیکھنے والون کی آنکھون کا جھپکنا پانچ چیزین مرکب ہوکر وجہ شبہ واقع ہوئی ہین اور دوسری مین مدور ہونا اور مقدار مخصوص فقط دو چیزین۔

	رند	
مہر وش یار نے افشان جو چُنی ماتھے پر		رُخ خورشید پہ ہی عقد ثریا مجکو

افشان مشبہ اور عقد ثریا مشبہ بہ اور یہ دونون مفرد حسی ہین اور وجہ شبہ ایک ہئیت ہے جو کئی ایسی صفات سے حاصل ہوتی ہے جو افشان اور ثریا کے ساتھ قائم ہین اور وہ صفات یہ ہین قریب قریب واقع ہونا ایسی صورتون کا جو سفید اور براق اور گول ہین اور چھوٹی چھوٹی نظر آتی ہین گو واقع مین بڑی بڑی ہین اور وہ صورتین نہ تو نہایت شدت کے ساتھ باہم ملی ہوئی ہین اور نہ زیادہ دور ہین اور یہ تمام صفات و کیفیات ایسی مقادیر سے منضم ہین جن مین سے ہر ایک مقدار کو طول و عرض حاصل ہے پس شاعر نے وجہ شبہ مین کئی ایسی چیزونکی طرف نظر کرکے جو عقد ثریا اور افشان کے ساتھ قائم ہین اور وہ قریب قریب ہونا گول ہونا اور چھوٹا ہونا ہے اُس ہئیت کی طرف قصد کیا ہی جو اُن سے حاصل ہوتی ہے یہی صورت ہی امین الدولہ مشتاق کے شعر مین عقد ثریا کی تشبیہ مین جھومر کے ساتھ

دیکھکر عقد ثریا کو فلک پہ اے ماہ — سر پہ نور و ضیا کا ترے جھومر جانا

امیر

دار بست تاک مین خوشے نظر آنے لگے — جسطرح جھرمٹ ستارون کا فراز آسمان

خوشے مشبہ اور ستارے مشبہ بہ اور یہ دونون مفرد حسی ہین اور وجہ شبہ ایک ہئیت ہی جو کئی ایسی صفات سے حاصل ہوتی ہے جو خوشون اور ستارون کے ساتھ قائم ہین اور وہ یہ ہین قریب قریب واقع ہونا ایسی چیزون کا جو سفید اور براق اور گول اور متعدد ہین اور چھوٹی چھوٹی نظر آتی ہین اور وہ نہ تو باہم بالکل متصل ہین اور نہ زیادہ منفصل ہین اور انمین سے ہر ایک چیز ذی مقدار ہے۔

ولہ

یہی دو چار دانے حاصل کشت محبت ہین — نہین اشک مسلسل بالیان ہین خرمن دل کی

اشک مسلسل مشبہ اور بالیان مشبہ بہ اور یہ دونون مفرد حسی ہین وجہ شبہ ایک ہیئت ہے جو کئی ایسی صفات سے حاصل ہوتی ہی جو اشک مسلسل اور بالیون کے ساتھ قائم ہین وہ یہ ہین دانہ اجسام مین گول گول اجسام کا واقع ہونا اور اُن گول اجسام کا چھوٹا چھوٹا نظر آنا اور اُن گول اجسام کا نہ تو بالکل باہم پیوستہ ہونا اور نہ زیادہ منفصل ہونا۔

(۲) مشبہ اور مشبہ بہ دونون مرکب حسی ہون جیسے۔

جرأت

کیا سیماب کے چشمے مین مسکن آ کے ناگن نے — پڑا ہے تیرے روے صاف پر کیا پیچ کاکل کا

روے صاف پر کاکل کے پیچ کا پڑنا مشبہ ہی اور سیماب کے چشمے مین ناگن کا رہنا مشبہ بہ اور وجہ شبہ ایک چمکدار اور شفاف مسطح چیز مین ایک سیاہ اور دراز چیز کا رہنا ہی۔

رسا

کاکل مشکین نہین ہین چہرۂ گلنار پر — ہی بچھا یا جال کا ہی رنگ کا گلزار پر

کاکل مشکین کا چہرۂ گلنار پر ہونا مشبہ اور گلزار پر کا ہی رنگ کے جال کا بچھانا مشبہ بہ اور وجہ شبہ ایک رنگین اور خوشنما چیز پر ایک ایسی سیاہ چیز کا جسکے اجزا مین کشادگی ہو پھیل جانا ہی۔

امانت

دیوانہ تیرا سوکھ کے کانٹا ہوا ہے کیا — سر تن پہ یون ہے آبلہ ہو جیسے خار پر

تن اور اُس پہ سر کا ہونا مشبہ ہی اور خار پر آبلے کا ہونا مشبہ بہ ہی وجہ شبہ ایک باریک اور

لاغر اور دراز چیز پر ایک مدور چیز کا واقع ہونا ہی۔

ظفر

چشم مخمور تری سُرخ اور اُسمین کاجل	واہ کیا ساتھ شفق کے ہی گھٹا سی چھٹی

سُرخ آنکھ مین سیاہ کاجل کا واقع ہونا مشبہ ہی اور شفق کے ساتھ سیاہ بادل کا ملحق ہونا مشبہ بہ ہے اور وجہ شبہ ایک سُرخ رنگ شے مین سیاہ شی کا واقع ہونا ہی۔

شوکت

خال ہے اُس کے رُخِ تابان پر	حبشی جلوہ گر فرنگ مین ہے

خال اور گورا چٹا منھ مشبہ اور حبشی در ملک فرنگ مشبہ بہ اور وجہ شبہ ایک سیاہ فام چیز کا ایک سفید چیز مین واقع ہونا ہے۔

سودا

سایۂ برگ ہے اس لطف سے ہر اک گُل پر	ساغر لعل مین جون کیجے زمرد کو حل

وجہ شبہ یہان کئی چیزون سے مرکب ہے اور وہ ایک سُرخ چیز کا سبز چیز کے درمیان واقع ہونا ہی اور مشبہ اور مشبہ بہ دونون مرکب ہین۔

گویا

روتا ہون مرے ساتھ ذرا ہنستے رہو تم	بجلی بھی چمکتی رہے باران کے برابر

عاشق کے رونے کے ساتھ معشوق کا ہنسنا مشبہ ہے اور باران کے ساتھ بجلی کا چمکنا مشبہ بہ ہے اور وجہ شبہ ایک سیال اور روان چیز مین جسکی وجہ سے تاریکی پیدا ہو جاتی ہی ایک چمکدار چیز کا نمایان ہونا ہی

میر اعظم علی اعظم

عرق اُس چہرۂ رخشانپہ لطافت سے عیان یون ہے	شعاع برق مین جون ابر گوہر بار ہو پیدا

ظفر

زلف اپنے رُخ پہ دیکھ ذرا لے کے آئنہ	دریا پہ گر نہ دیکھا ہو تو نے سحاب صبح

جلال

آ رہی زلف ہو اسے جو ترے سینا پر	ابر نے لیلیا آغوش مین کہسار ونکو

خلیق

دو چراغ حسن ہین فانوس محرم مین نہان	کب ہین یہ اے شمع رو انگیا کے اندر چھاتیان

ناسخ

اڑتی ہی روشن دلونکو تیرہ جانونسے غرض
جس طرح ہی شمع کو حاجت شب دیجور کی

(۳) مشبہ مفرد حسی ہو اور مشبہ بہ مرکب حسی اور مفرد سے مراد وہ چیز ہی جو ایسی ہیئت پر نہو کہ کئی چیزونسے منتزع ہو بخلاف مرکب کے کہ وہ کئی چیزونسے منتزع ہوتا ہی پس مقید وقید کا مجموعہ بھی مفرد سمجھا جائیگا۔

شباب

آج کل ہے گل لالہ یہ کچھ اسطرح بہار
سبز نیزونپہ ہون جسطرح پھریرے خوشرنگ

گل لالہ مشبہ مفرد حسی ہی اور خوشرنگ پھریرون کا سبز نیزونپر نصب ہونا مشبہ بہ مرکب حسی ہی اور ایسی ہیئت کہ سبز اور دراز اجسام کے سر و پر خوشرنگ اور مبسوط اجسام کے واقع ہونے سے حاصل ہوتی ہے وجہ شبہ ہی۔

معجز

نئی تشبیہ مری فکر نے پیدا کی ہے
لب رنگین نہین گلشن مین شفق پھولی ہے

لب رنگین مشبہ مفرد حسی اور گلشن مین شفق کا پھولنا مشبہ بہ مرکب حسی وجہ شبہ اسمین ایک سرخ چیز کا ایک ایسی فضا مین ہونا ہی کہ وہان طراوت اور شگفتگی ہو اسی قبیل سے ہین شہید کے یہ فقرے "دو حروف ہین یا کافور کے قرص پہ مشک کے دانے پڑے ہین لفظ ہین یا نیلم کی تختی پہ نگینے جڑے ہین"

شاداب

کہتے ہین لوگ اسکے مہاسے کو دیکھکر
شبنم کی بوند ہے یہ گل آفتاب پر

مہاسہ مشبہ مفرد حسی اور شبنم کی بوند کا سورج مکھی کے پھول پر ہونا مشبہ بہ مرکب حسی ہے اور وجہ شبہ وہ ہیئت ہے جو ایک گول چمکدار چھوٹی سی چیز کے ایک خوبصورت اور مدور چیز کے درمیان مین واقع ہونیسے حاصل ہوتی ہی۔

ظفر

سفید قرص قمر دیکھ شب خیال آیا
تنور چرخ مین یارب یہ کیون ہی نان سفید

چاند مشبہ مفرد حسی اور تنور چرخ مین نان سفید کا ہونا مشبہ بہ مرکب حسی اور وجہ شبہ اس مین ایک شے سفید رنگ مدور کا ایسی چوڑی چیز مین واقع ہونا ہی جو محدب ہو۔

انیس

سادہ نگین حدید کا درِ نجف مین ہی
پتلی نجانیو درِ مکنون صدف مین ہے

پتلی مشبہ مفرد حسی اور سادہ نگین حدید کا در نجف مین ہونا اور دُرِ مکنون کا صدف مین ہونا
یہ دونون مشبہ بہ مرکب حسی ہین اور وجہ شبہ اس مین ایک شے گول اور چمکدار اور عزیز الوجود کا
ایسے جسم مین کہ بیضاوی شکل پہ ہو ہے۔

برق

ابرو بھی اک نمونہ ہی اُسکے کمال کا	کھینچا ہے آفتاب پہ نقشہ ہلال کا

ابرو مشبہ مفرد حسی ہی اور آفتاب پر ہلال کا نقشہ کھینچنا مشبہ بہ مرکب حسی اور وجہ شبہ وہ ہیئت ہے
جو ایک براق اور مدور چیز مین ایک باریک اور خمدار چیز کے واقع ہونیسے حاصل ہوتی ہے۔

سودا

آگے تجھ بحر کرم کے صدف پُر گوہر	مٹھی اُسکی ہے جسے نکلے بشدت چیچک

صدف پر گوہر کو اُس مٹھی کے ساتھ تشبیہ دی ہی جسکو نہایت سخت چیچک نکلی ہو یہان وجہ شبہ
وہ ہیئت ہی جو ایک مدور شے مین سوراخونکی وجہ سے بھڑونکے چھتے کے خانونکی طرح ہوتی ہے۔

ولہ

وہ جھنڈیان نظر پڑین اک دم مین اسطرح	گاذر بچھاوین پارچہ جون نہر کے کنار

جھنڈیان مشبہ مفرد حسی اور گاذر کا پارچہ نہر کے کنارے بچھانا مشبہ بہ مرکب حسی اور وجہ شبہ ظاہر ہے

شاداب

حلقۂ گیسو ہین یا ہی اک بلاے جان ستان	یا پئے تسخیر دل دام معنبر دوش پر

حلقۂ گیسو مشبہ مفرد حسی ہے اور تسخیر دل کیلیے دام معنبر کا دوش پر ہونا مشبہ بہ مرکب حسی ہے
اور وجہ شبہ ظاہر ہے۔

محمود

خال ہے عارض جانان پہ کہ ہی آگ پہ عود	چشم سرگون ہی کہ کوثر پہ ہی خونبار گھٹا

سُرخ آنکھ کو اُس گھٹا سے تشبیہ دی ہی جو کوثر کے چشمے پہ خونبار ہو اور وجہ شبہ ظاہر ہی۔

دبیر

تیغین ہین کہ شق القمر احمد نے کیا ہے	اک ٹکڑا اُنھین ایک اُنھین حق نے دیا ہے

تیغین مشبہ مفرد حسی اور احمد کا شق القمر کرنا مشبہ بہ مرکب حسی اور وجہ شبہ وہ ہیئت ہی جو فضا مین
دو جسام ہلالی شکل کے واقع ہونے سے حاصل ہوتی ہی۔

کوثر

اُسکے جوڑے کو بھلا کیونکر لگاؤن ہاتھ مین ۔ سانپ کنڈلی مارے بیٹھا ہی وہان بالائے سر

جوڑا مشبہ مفرد حسی ہی اور سانپ کا کنڈلی مارکر سر کے اوپر بیٹھنا مشبہ بہ مرکب حسی ہی اور وجہ شبہ اسمین ایک سیاہ اور مدور چیز کا ایک مسطح چیز پر واقع ہونا ہے۔

میر حسن

وہ دست حنا بستہ خوبی کا باب ۔ شفق مین ہون جون پنجۂ آفتاب

دست حنا بستہ مشبہ مفرد ہی اور شفق مین آفتاب کا موجود ہونا مشبہ بہ مرکب ہی اور یہ دونون حسی ہین اور وجہ شبہ ایک ہیئت ہی جو ایک ایسے گول اور براق جسم کے کہ جس مین سے چمکدار دراز اجسام نکلے ہوے ہون ساتھ ایک سرخ جسم کے موجود ہونے سے حاصل ہوتی ہی۔

عبرت

نظر آتا ہے اُسکا وہ پسینہ ۔ جڑا کندن پہ ہیرے کا نگینہ

پسینہ مشبہ مفرد حسی اور کندن پہ ہیرے کا نگینہ جڑا ہونا مشبہ بہ مرکب حسی اور وجہ شبہ ظاہر ہی۔

(۴) مشبہ مرکب حسی اور مشبہ بہ مفرد حسی ہو۔

ظفر

برنگ خانۂ زنبور ہین اے ناوک انداز ۔ ترے تیرونکے میرے دلمین گھر نزدیک نزدیک

یار کے تیرونکے دلمین سوراخ نزدیک نزدیک ہونکو بھڑونکے چھتے کے ساتھ تشبیہ دی ہی پس مشبہ مرکب حسی ہے اور مشبہ بہ مفرد حسی اور وجہ شبہ وہ ہیئت ہی جو سوراخ دار شکل پر چھلنی کے خانونکی طرح ہوتی ہی۔

محشر

یہ ہمسری کا ترے منھ کے ہے خیال رکھے ۔ عبث نہ شمع نے سر پر دھوین سے بال رکھے

شمع کے سر پر دھوین کا دراز ہونا مشبہ مرکب حسی ہی اور بال مشبہ بہ مفرد حسی اور اسمین وجہ شبہ ایک دراز اور رہت اور گوری گوری چیز پر ایک سیاہ اور دراز چیز کا موجود ہونا ہے۔

داغ

ہی سیہ ابر مین اس روپ پہ بگلونکی قطار ۔ انجم کاہکشان کی ہو لڑی جیسے بہم

سیہ بادل مین سفید بگلونکی قطار کا ہونا مشبہ مرکب حسی ہی اور کاہکشان کے ستارے مشبہ بہ مفرد حسی ہین اور اسمین وجہ شبہ وہ ہیئت ہی جو بہت سی چیزونکے سیاہ چیز مین مجتمع ہونیسے حاصل ہوتی ہی۔

امانت

چوٹی مین متصل جو لپیٹا ہی یار نے | ہے کینچلی کا شبہ چنبیلی کے ہار پر

کینچلی مشبہ بہ مفرد حسی اور چنبیلی کے ہار کا چوٹی مین متصل لپٹا ہونا مشبہ مرکب حسی ہی اور وجہ شبہ ایک دراز و سفید چیز کا سیاہ و دراز چیز پر لپٹا ہونا ہی۔

غافل

یار نے افشان جو چھڑکی زلف مین تو غم نہین | کوڑیالا سانپ ہی کچھ اسمین اتنا سم نہین

یار کا زلف مین افشان چھڑکنا مشبہ ہی اور یہ مرکب ہے اور کوڑیالا سانپ مشبہ بہ ہے اور یہ مفرد ہی اور وجہ شبہ ایک سیاہ شی مین ایک سفید چیز کا موجود ہونا ہی۔

سید فضل حسین شاعر

ذرے افشان کے درخشندہ نہین بالون مین | لوٹ کر لائے ہین یہ چرخ سے اختر گیسو

افشان کے سفید ذرون کا سیاہ بالون مین چمک دکھلانا مشبہ مرکب حسی ہے اور اختر مشبہ بہ مفرد حسی اور وجہ شبہ ظاہر ہے۔

دوم وجہ شبہ مرکب عقلی اسکی مثال یہ ہے۔

مہر

اے مہر سچ مثل ہی جو عالم ہے بے عمل | گویا وہ اک گدھا ہی کتب سے لدا ہوا

اس شعر مین عالم بے عمل کی حالت یعنی اُس ہیئت کو جو علم کے پڑھنے اور اُسکی تحصیل مین محنت اُٹھانے اور اُس سے منتفع نہونے سے منتزع ہی گدھے کی حالت سے یعنی اُس ہیئت سے تشبیہ دی ہی جو بڑی بڑی کتابونکا بوجھ اُسپر لدا ہونے اور اُن کتابونمین علوم موجود ہونے اور اُس گدھے کے اُنسے منتفع نہونے سے منتزع ہے اور جامع دونون مین فائدہ مند نہونا ہی بڑا نفع کرنیوالی چیز سے باوجود متحمل ہونے مصائب کے اور کھینچنے تعب کے اور پاس رکھنے ایسی نافع چیز کے۔

میر

جھکا لبسوے قدم سر خروس بے جان کا | زمین پہ تاج گرا ہدہد سلیمان کا

وجہ شبہ یہان ذلیل و خوار ہونا چیز خوب و گرامی کا ہی۔

ذوق

مطلب سے اپنے کون ہی آگاہ جز خدا | جون خط سرنوشت ہین بیٹھا تو نہین ہم

متکلم نے اپنی حالت کو یعنی اُس ہیئت کو کہ ہم مطلب تو اِسکے کہتے ہین مگر سوا خدا کے کوئی اُس کو جان نہین سکتا اُس خط سے تشبیہ دی ہو جو قضا و قدر کی طرف سے پیشانی پر لکھا ہوتا ہی اور وجہ شبہ دونوں مین یہ ہی کہ باوجود موجود ہونے اور متعین ہونیکے کوئی حال اور راز کو معلوم نہین کر سکتا۔

مہاراجہ سرکشن پرشاد متخلص بہ شاد

اس زمانے مین تو ہی ہے یکتا ۔۔۔ جیسے کثرت مین ایک وحدت ہے

اس شعر مین وجہ مشابہت اقل کا اکثر پر فوقیت رکھنا ہے۔

غالب

مثال یہ مری کوشش کی ہی کہ مرغ اسیر ۔۔۔ کرے قفس مین فراہم خس آشیان کیلیے

وجہ شبہ یہان کوشش کا ایسے طور پر واقع ہوتا ہی کہ وہ کوشش کرنیوالے کے حق مین فضول اور غیر مفید ثابت ہو

امانت

لڑ کر رقیب یار کے گھر سے نکل گیا ۔۔۔ مریخ آج برج قمر سے نکل گیا

وجہ شبہ یہان ایک منحوس اور بد وجود سے ایک مبارک اور اچھے وجود کا پاک و صاف ہو جانا ہے

تنبیہ جب وجہ شبہ کوئی ہیئت ہو مرکب کئی چیز سے عام اس سے کہ وہ اجزا حسی ہون یا عقلی اگر ان مین سے بعض اجزا کو لین اور بعض کو چھوڑ دین تو تشبیہ مین غلطی ہو جاتی ہے اسلیے سارے اجزا مین مشبہ کو مشبہ بہ سے تشبیہ دینا چاہیے۔

وجہ شبہ متعدد اسکی تین قسمین ہین اس طرح کہ یا حسی ہوتی ہے یا عقلی یا **مختلف**

مثال اول جیسے سیب کی تشبیہ مین بہی کے ساتھ رنگ اور مزہ اور خوشبو وجہ شبہ ہی اور زلف و سنبل کی تشبیہ مین درازی اور باریکی اور پیچیدگی۔

برق

گول گول اس تری پستان کے تصدق خورشید ۔۔۔ جڑ دیے صانع عالم نے بدنمین مہتاب

پستان کو مہتاب سے تشبیہ دی ہی اور وجہ شبہ گولائی اور خوبصورتی ہی۔

ولہ

کھل گئی نشہ کے عالم مین جو اُسکی پستان ۔۔۔ سمجھے میخوار کہ بلور کا ساغر چمکا

پستان کو ساغر بلور سے تشبیہ دی ہی وجہ شبہ گول اور اُبھرا ہوا ہونا اور شفاف ہونا ہے۔

قلق

سرو سا قد تو گل سے رخسار ہے ۔۔۔ شانے بازو بھرے بھرے سارے

قد کی تشبیہ مین سرو کے ساتھ راستی و بلندی وجہ شبہ ہی اور رخسار کی تشبیہ مین گل کے ساتھ رنگ کی سرخی اور ملائمت وجہ شبہ ہے۔

وزیر

مرہی جاؤنگا اگر صبح کا تارا نکلا +	یاد آئے گا کسی مہ کا در گوش مجھے

در گوش اور صبح کے تارے مین گولائی اور چمک وجہ شبہ ہی۔

آباد

کیا معطر ہی پسینہ پھول سے رخسار کا	جسکے آگے عطر مٹی ہو گیا گلزار کا

فارغ

قطرۂ اشک جو نکلا سو وہ گوہر نکلا	بعد مدت کے مری چشم کا جوہر نکلا

قطرۂ اشک اور موتی مین گولائی اور آب داری وجہ شبہ ہی۔

سودا

یار کی بیت ابرو پر خال نہین وہ ہی نقطہ	آفرین ہی صد آفرین صاحب انتخاب کو

خال کو نقطے سے تشبیہ دی ہی اور وجہ شبہ دونون مین رنگ کی سیاہی اور شکل مخصوص ہی۔

قلق

کیا وصف حسن کا مین کہون اُسکے غسل سے	موتی کا دانہ بنگیا ہر قطرہ آب کا

قطرہ آب کی تشبیہ مین موتی کے ساتھ مدور ہونا اور چمکدار ہونا وجہ شبہ ہی۔

مہدی علی زکی

جمال یار پہ ہمنے یہ ٹکٹکی باندھی	کہ اپنی آنکھ کا تل اُسکے مُنھ کا خال ہوا

آنکھ کے تل کی تشبیہ مین خال رُخ محبوب کے ساتھ وجہ شبہ سیاہی اور شکل مخصوص ہی۔

مثال دوم جیسے کسی پرند کی تشبیہ مین کوّے کے ساتھ نظر کی تیزی اور دشمن سے نہایت بچنا اور مجامعت کو چھپانا وجہ شبہ ہی اور یہ سب امور عقلی مین۔

ضیاء الدین ضیا

جون چنار اس جا نہ پھولے ہین نہ پھل لائے ہین ہم	جب مراد اپنی کو پہونچے ہین تو جل جاتے ہین ہم

وجہ شبہ اسمین دو چیزین ہین ایک یہ کہ اُن چیزونکا حاصل نہ ہوسکتا جو موجب کمال و عزت ہین اور دوسرے سرحد کمال کے قریب ہوکر ایسا نقصان اُٹھانا کہ جسکی تلافی ممکن نہین اور یہ دونون باتین علٰحدہ

علیحدہ ہین اور اپنے کام کے دونون حال کو چنار کے دونون حال سے جدا جدا تشبیہ دی ہے۔

سودا

آسان دانہ رہ دیدہ ایک بار گرہ	کھلی جو کام سے میرے پڑی ہزار گرہ

وجہ شبہ اس مین ایک کام کا تھوڑا آسان ہونا پہلی دفعہ اور بعد اسکے زیادہ تر دشوار ہو جاتا ہے اور یہ دو باتین علیحدہ علیحدہ ہین اور اپنے کام کے دونون حال کو دانے کے دونون حال سے جدا جدا تشبیہ دی ہو نہ مجموع کو مجموع سے۔

امیر مینائی

دلمین ہے مثل ہیزم و آتش	جو گھٹ گئے اُسے بڑھائین ہم

وجہ شبہ اسمین دو چیزین ہین ایک تو مخالف کے ہاتھ سے تنزل حاصل کرنا پہلی دفعہ اُس کے بعد اپنے تنزل کے ذریعہ سے مخالف کو ترقی کو پہونچانا اور یہ دو باتین علیحدہ علیحدہ ہین اور اپنے دونون حالونکو ہیزم و آتش کے دونون حالونسے تشبیہ دی ہو نہ مجموع کو مجموع سے۔

تنبیہ وجہ شبہ مرکب اور وجہ شبہ متعدد مین یہی فرق ہے کہ متعدد مین چند چیزین وجہ شبہ ہوتی ہین جن مین سے ہر ایک بنفسہ مستقل ہوتی ہے بخلاف مرکب کے کہ اسمین سب چیزونکے مجموعے سے جو حقیقت واحدہ نہین بن جاتا عقل ایک چیز اپنے ہیئت اختراع کر لیتی ہی۔

مثال سوم جیسے

مومن

بارا ندانہ ہوا روز سپید	نکلی وہ گھر سے کہ نکلا خورشید

سراج

نہین ہے تاب تجھے تیرے سامنے جانان	کہان سراج کہان آفتاب عالم تاب

معشوق کی تشبیہ مین سورج کے ساتھ دو چیزین وجہ شبہ ہین ایک منھ کی خوبصورتی اور یہ حسی ہے دوسرے شان کا شرف اور یہ عقلی ہی کیونکہ شرف کا ادراک حواس ظاہرہ مین سے کسی حس کے ساتھ نہین ہوسکتا بلکہ اسکو عقل ادراک کرتی ہی گو اُسکا سبب کبھی حس ہوتا ہے۔

اشرف

ابرو عقرب ہین تو ہین آپکے اژدر گیسو	ڈر کے مارے نہین چھوتے ہین فسونگر گیسو

ابرو کی تشبیہ مین عقرب کے ساتھ باریکی اور کجی اور ایذا رسانی وجہ شبہ ہین اور گیسو کی تشبیہ مین

اژدر کے ساتھ سیاہی اور درازی اور ایذا رسانی وجہ شبہ ہین جن مین سے بعض حسی ہی بعض عقلی۔

رافت

نہانے کو جاتا ہے وہ سوے آب | کہ ہر نقش پا جس کا ہے آفتاب

نقش پا کی تشبیہ مین آفتاب کے ساتھ ایک وجہ شبہ تو خوبصورتی ہی اور دوسرے وجہ شبہ شرف رتبہ ہے

محتشم

ہی کھٹک دلمین جدا روح دلہتی ہی جدا | نیش عقرب ہی کہ موے لب ضیغم ابرو

ابرو کی تشبیہ مین نیش عقرب اور شیر کی مونچھ کے بال کے ساتھ وجہ شبہ دو چیزین ہین ایک نوکدار ہونا اور دوسرے ایذا رسانی۔

آتش

بالاے بام خانہ وہ عالی جناب ہے | منزل سے اپنی جلوہ نما آفتاب ہے

انور حسین تسلیم

بیٹھے جلسے مین اس طرح نوشاہ | جیسے انجم کی انجمن مین ماہ

حسرت

وقت نظارہ کسی کی مردمک | عین گولی ہے مجھے بندوق کی

مردمک کو بندوق کی گولی سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ اس مین کئی چیزین ہین ایک گول ہونا اور یہ امر حسی ہی دوسرے جان لے لینا اور یہ امر عقلی ہی۔

نعیم

چتون مین جان لے لی عاشق ناشاد کی | تیغ ابروے یار کی تلوار ہے جلاد کی

وجہ شبہ ابرو کی تشبیہ مین تلوار کے ساتھ ہلالی شکل ہونا اور جان لینا ہی اور اول حسی ہی اور دوم عقلی۔

سودا

یا وہ معجون مبہی کی ہین ڈبیان دونون | آتی ہے جانین چھپے جیسے جنھین روح ملک

پستان کو معجون مبہی کی ڈبیا سے تشبیہ دی ہی اور وجہ شبہ اسمین کئی چیزین ہین ایک مدور ہونا اور دوسرے ابھرا ہونا یہ دو امر حسی ہین اور تیسرے رغبت دلانا مرد کو عورت کی یہ امر عقلی ہین۔

ولہ

آفتاب صبح محشر داغ پر دل کے مرے | حکم رکھتا ہی طبیبو مرہم کافور کا

اسمین وجہ شبہ رنگ کی سفیدی اور گول ہونا ہے کیونکہ جب داغ پر مرہم لگاتے ہین تو پھا ہا گول تراشتے ہین اور یہ دونون امر حسی ہین اور تیسری وجہ شبہ راحت کا پہونچانا ہی اور یہ عقلی ہے۔

انشا

اور سقنقور نر و مادہ ہین دونون ساعد	مست ہین دیکھ جنھین مرد سے لیکر تا زن

ساعد کو سقنقور سے تشبیہ دی ہی اور وجہ شبہ اسمین ایک تو شکل ہی اور یہ حسی ہے اور دوسرے رغبت دلانا مرد کو عورت کی یہ امر عقلی ہے۔

وجہ شبہ کو تضاد سے حاصل کرنا

علماے بیان کبھی ایسا کرتے ہین کہ وجہ شبہ کو تضاد سے حاصل کرتے ہین اور طریقہ اس کا یہ ہے کہ دو ضد کو باہم تشبیہ دیتے ہین اور اُن دونون مین جو معنی متضاد مشترک ہوتے ہین اُنھین وجہ شبہ اعتبار کرتے ہین اور ضدیت کو بمنزلے تناسب کے سمجھتے ہین اور اس قسم کی تشبیہ سے غرض دل لگی اور خوش طبعی یا تمسخر اور استہزا ہوتا ہے جیسے نامرد کو شیر سے تشبیہ دین اور کنجوس کو حاتم سے۔

میر

کیونکہ پہونچی ہے جن کو امرائی	سب وہ اولاد حاتم طائی

اُمراے بخیل کو حاتم طائی کی اولاد سے تشبیہ دی ہے اور اسمین ظرافت و استہزا دونونکی صلاحیت ہی اور فرق شاعر کے قصد پر منحصر ہی۔

حالی

نہ بدخواہ سمجھو بس اب یاورونکو	لٹیرے نہ ٹھہراؤ تم رہبرون کو

رہبرونکی تشبیہ لٹیرونکے ساتھ بطریق استہزا کے واقع ہوئی ہی۔

ظفر

لبونکا بوسہ ترے لیکے جان دی مین نے	یہ میرے واسطے تریاق زہر کیونکہ ہوا

تریاق کو زہر سے تشبیہ دی ہی اور یہ تشبیہ بطور استہزا کے واقع ہوئی ہے۔
اس مقام پر بعض اہل علم نے یہ خیال کیا ہے کہ وجہ شبہ نامرد کی تشبیہ مین شیر کے ساتھ تضاد ہے جو مشبہ اور مشبہ بہ مین باعتبار نامردی و شجاعت کے مشترک ہے اسی طرح کنجوس کی تشبیہ مین حاتم کے ساتھ وجہ شبہ تضاد ہے جو مشبہ اور مشبہ بہ مین باعتبار کرم و بخل کے مشترک ہے اور یہ راے اُنکی غلطی سے

خالی نہین کیونکہ جب ہم کہینگے کہ نامرد شیر کی طرح ہے تضاد مین یعنی نامرد شیر کی طرح ہے اس وجہ سے
کہ ایک دوسرے کی ضد ہے تو اس طرح کہنے سے کسی طرح ظرافت اور استہزا کا فائدہ حاصل نہ ہوگا اور
یہ کہنا ایسا ہے جیسے کہین سیاہی سفیدی کی طرح ہے رنگ یا تقابل مین کیونکہ یہان تو ضدیت کو
بمنزلے تناسب کے مانا گیا ہے اور نہ وجہ شبہ تضاد سے حاصل ہوئی ہے بلکہ نفس تضاد ہے اور ان کی
راے کے غلط ہونے پر دوسری دلیل یہ ہے کہ تشبیہ مین وجہ شبہ کی تصریح صحیح ہے اور تضاد کی تصریح
نامرد کی تشبیہ مین شیر کے ساتھ ظرافت واستہزا کے طور پر اسی طرح کنجوس کی تشبیہ مین حاتم کے ساتھ
ظرافت و استہزا کے طور پر درست نہین کیونکہ جب ہم اس طرح کہینگے کہ نامرد شیر کی طرح ہے تضاد مین اور
کنجوس حاتم کی طرح ہے تضاد مین تو ایسی حالت مین ظرافت و استہزا نہ رہیگا اور جب یون کہینگے کہ نامرد
شیر کی طرح ہے شجاعت مین اور کنجوس حاتم کی طرح ہے سخاوت مین تو اب یہ تشبیہ ظرافت و استہزا کے طور پر
درست ہوگی اسی قبیل سے ہے ناسخ کے شعر مین کافور کی تشبیہ مین مشک کے ساتھ سیاہی کی تصریح ہے

کردیے خط نے ترے عارض پر نور سیاہ	ہوگیا مشک کی مانند یہ کافور سیاہ

سوال وجہ شبہ کیلیے یہ ضرور ہے کہ اسمین مشبہ اور مشبہ بہ مشترک ہون اور ظاہر ہے کہ نامرد
شجاع نہین ہوتا اور نہ کنجوس سخی ہوتا ہے پس جبکہ یہان اشتراک نہین ہے تو شجاعت کو نامرد اور
شیر کی تشبیہ مین اور سخاوت کو کنجوس اور حاتم کی تشبیہ مین وجہ شبہ بنانا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے
وجہ شبہ کا تو حق یہ ہے کہ مشبہ اور مشبہ بہ دونون پر صادق آئے اگر ایک پر بھی صادق نہ آئیگی تو تشبیہ فاسد ہو جائیگی
جواب مشبہ اور مشبہ بہ کے معنی متضاد کو بمنزلے تناسب کے قرار دے لیتے ہین پس نامرد و شیر کی تشبیہ مین
نامردی کو بمنزلے شجاعت کے مان لیتے ہین اور کنجوس و حاتم کی تشبیہ مین بخل کو بمنزلے سخاوت کے
سمجھ لیتے ہین پس نامرد مان لینے کی وجہ سے شجاع ہے اسی طرح کنجوس سمجھ لینے کی وجہ سخی ہے - اور
اس طور پر اشتراک حاصل ہو جاتا ہے - اور وجہ شبہ کیلیے یہ ضرور نہین کہ تحقیقی طور پر مشبہ و مشبہ بہ مین
پائی جائے جیسے شجاعت مرد شجاع اور شیر مین تحقیقی طور پر پائی جاتی ہے بلکہ کبھی تخئیلی اور تاویلی طور پر
پائی جاتی ہے دونون مین یا ایک مین جیسے کہین علم نور کی طرح ہے یا شرع اسلام نور کے مانند ہے اور
جہل تاریکی کی طرح ہے یا کفر سیاہی کے مثل ہے پس یہان یہ خیال کر لیا ہے کہ علم اور شریعت اسلام ایسے
اجسام مین سے ہین جو سفیدی اور چمک رکھتے ہین اسی طرح یہ خیال کر لیا ہے کہ جہل و کفر ان اجسام مین سے ہین
جو ظلمت و سیاہی رکھنے والے ہین پس بسبب تخئیل کے علم شرع اور اسلام ان چیزون مین سے ہوگئے جو سفیدی
و چمک رکھتی ہین اور جہل و کفر ان چیزون مین سے ہوگئے جو سیاہی اور تاریکی رکھتی ہین -

تیسرا چمن غرض تشبیہ کے بیان مین

غرض تشبیہ وہ ہو کہ تشبیہ ایک چیز کی دوسری چیز سے اُسکے واسطے ہو اسلیے کہ اگر غرض تشبیہ کچھ نہو تو تشبیہ فعل عبث ہوگی چنانچہ ناسخ کے اس شعر مین غرض تشبیہ صاف طور پر معلوم نہین ہوتی ۔ ۵

دہن یار کی مانند ہوا ہے معدوم	ڈھونڈھتے پھرتے ہین ہم اپنا دہن ان روزون

ناسخ کا دہن معشوق کے دہن کے مانند کیون ہوگیا اسکی غرض معلوم نہوئی تشبیہ کی غرض دو چیزونکی طرف رجوع کرتی ہے۔

ایک مشبہ کی طرف یعنے اکثر غرض اُس سے یہ ہوتی ہے کہ مشبہ کا حسن قبح یا کوئی دوسرا حال بیان کیا جائے اور تشبیہ مین زیادہ تر یہی ہوتاہے اور یہ کئی حال سے خالی نہین۔

(۱) تشبیہ سے یہ غرض ہوتی ہو کہ بیان کیا جائے کہ مشبہ کا وجود ممکن ہو اور یہ بات وہان ہوتی ہے جہان اُسکے ممتنع ہونے کا بھی دعوے کرسکتے ہین اور اس صورت مین یہ ہونا چاہیے کہ مشبہ بہ وجہ شبہ کے ساتھ مشہور اور امکانیت مین مسلم ہو تاکہ مشبہ کے ممکن ہونے پر دلیل ہو۔

ذوق

تجھسے دیکھا اسکو اور تجھکو نہ دیکھا جون نگاہ	تو رہا آنکھو نمین اور آنکھونسے نہان ہی رہا

مراد شاعر کی یہ ہے کہ معشوق باوجود آنکھو نمین ہونیکے آنکھونسے پوشیدہ ہے اور یہ ادعا ظاہر مین ممتنع معلوم ہوتا ہو اسلیے کہ محال ہو کہ کوئی چیز آنکھو نمین رہے اور پھر دکھہ نہ سکے اسلیے شاعر نے نگاہ کے ساتھ اُسکو تشبیہ دیکر اس امر کا امکان بیان کردیا اسلیے کہ نگاہ باوجود آنکھو نمین ہونیکے آنکھونسے پوشیدہ ہے۔

ولہ

علم ہے کچھ اور شے اور آدمیت اور ہے	کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی رہا

شاعر نے دعوے کیا ہے کہ آدمیت کا حاصل ہونا علم کی تحصیل پر موقوف نہین اور یہ دعوی ظاہر مین ممتنع ہے اسلیے کہ محال ہو کہ علم کی تحصیل سے آدمیت حاصل نہو جب شاعر نے طوطے کے ساتھ تشبیہ دی تو یہ امر ممکن ہوگیا کیونکہ طوطے کو کتنا ہی پڑھایا جائے مگر آدمیت حاصل نہین کرسکتا۔

آتش

برنگ شمع ہم دل سوختون نے بزم عالم مین	زبان کھولی نہ لیکن بات کرنے کا محل پایا

شاعر نے یہ دعوے کیا ہو کہ ہمنے زبان کھولی مگر بات کرنیکا محل نہ ملا اور یہ دعوی ظاہر مین ممتنع معلوم ہوتا ہے

اسلیے کہ محال ہی کہ کوئی زبان کھولے اور پھر بات نکرے جب شاعر نے شمع کے ساتھ تشبیہ دی تو یہ امر ممکن ہوگیا۔

درد

جون شمع جمع ہون اگر اہل سخن ہزار	آپس مین چاہیے کہ کبھو گفتگو نہ ہو

مراد شاعر کی یہ ہی کہ اہل سخن بہت سے جمع ہون اور بات نکرین اور یہ امر ظاہر مین ممتنع معلوم ہوتا ہے اسلیے کہ محال ہے کہ اہل سخن جمع ہون اور بات نکرین اس لیے شاعر نے شمع کے ساتھ اُس کو تشبیہ دیکر اس امر کا امکان بیان کر دیا ہے۔

(۲) تشبیہ سے غرض مشبہ کا حال بیان کرنا ہو یعنی یہ دکھانا مقصود ہو کہ وہ کس وصف کے ساتھ متصف ہے مثلاً سفید ہے یا سیاہ ہے یا سُرخ وغیرہ وغیرہ جیسے کسی چیز کو سیاہی یا سفیدی مین دوسری چیز کے ساتھ تشبیہ دین اور اس قسم مین یہ بھی شرط ہے کہ مشبہ بہ وجہ تشبیہ کے ساتھ مشہور رہو ورنہ تشبیہ بیان حال کے لیے نہ ہوگی اور جب مشبہ بہ وجہ شبہ کے ساتھ مشہور ہوگا تو اُسکے حال سے مشبہ کے حال پر آگاہی ہوگی جیسے سودا آسمان کی مذمت مین کہتا ہی۔ ع

رکھتا ہے پر غرور کو جون نیزہ سر بلند	جون جادہ خاکسار کو دے ہی زمین پہ ڈال

پر غرور کے سر بلند رکھنے کا اور خاکسار کے زمین پہ ڈالنے کا حال نیزے اور جادے کی تشبیہ سے واضح ہوگیا۔

نادر

چہرے پہ یہ ڈھلکے خال ہی اُس خانہ جنگ کا	زلف سیاہ دود ہے گویا تفنگ کا

یہ شعر خال اور زلف کے گول اور سیاہ اور نیز جان ستان ہونیکے بیان مین ہی اور خال کے گول اور زلف کے سیاہ اور دونون کے جان ستان ہونیکا حال چھرے اور بندوق کے دھوین کی تشبیہ سے واضح ہوگیا

نسیم

اک شب کہ وہ زلف مرہ خان تھی	یا آتش مہر کا دخان تھی

یہان تشبیہ سے غرض شب کے اندھیری کا حال بیان کرنا ہی پس زلف اور دھوین کے ساتھ تشبیہ دینے سے بخوبی ظاہر ہوگیا۔

مومن

یک داغ سیاہ خال سا تھا	یہ لطف فغان شعلہ زا تھا

داغ کی سیاہی کا حال اُسکو خال سیاہ کے ساتھ تشبیہ دینے سے بخوبی ظاہر ہوگیا۔

سوسن صفت کبود تھے لب اُسکے بے مسی	تھا سُرخ غنچہ سان وہ دہن تنگ پان نہ تھا

شہیدی

لب کے کبود ہونیکا حال اور دہن کے سرخ ہونیکا حال سوسن اور غنچے کی تشبیہ سے ظاہر ہوگیا۔

سودا

عجز سگ سے لیے پھرتا ہو ہڈی کسی بستی مین	قاصد کنے ہے میرا یون نامۂ پیچیدہ

انیس

لازم ہے کفن کی یاد ہر وقت انیس	جو مشک سے بال تھے وہ کافور ہوے

جوانی کے بالونکو سیاہی مین مشک سے اور بڑھاپے کے بالونکو سفیدی مین کافور سے تشبیہ دی ہے اور غرض اس سے دونون عمر و نکے بالونکا حال بیان کرنا ہے۔

نادر

سیاہی ہی پری و یون عیان ہی تیرے پستانمین	سیہ زنبور ہووے جیسے مخفی نار پستانمین

پستان کے سرے مشبہ ہین اور سیہ زنبور مشبہ بہ ہی اور وجہ شبہ سیاہی ہی اور غرض تشبیہ سے پستان کے سرونکی سیاہی کا حال بیان کرنا ہی۔

آتش

حلب رخ مین تیرے خالونسے	لشکر زنگ رہا کرتا ہے

خالونکو لشکر زنگ سے تشبیہ دی ہی اور غرض خالونکی سیاہی کا حال بیان کرنا ہی۔

(۳) مشبہ کے حال کی مقدار بیان کرنا منظور ہو تاکہ مشبہ کا حال قوت اور ضعف اور زیادت اور نقصان مین معلوم ہو جائے اور یہ ایسی حالت مین ہے کہ سامع مقدار مشبہ بہ کی جانتا ہو نہ مشبہ کی اور اس صورت مین چاہیے کہ مشبہ بہ کے حال کی مقدار مشبہ کے حال کی مقدار کے برابر مشہور ہو نہ کم نہ زیادہ تاکہ مشبہ کے حال کی مقدار جیسی نفس الامر مین ہی ویسی ہی معین کی جائے مثلاً کالے کپڑے کو کوے کے پر سے تشبیہ دین سیاہی کی شدت مین یا سفید کپڑے کو برف سے تشبیہ دین سفیدی کی شدت مین اور دہن معشوق کو نقطے سے کمی مین اور زلف کو روز حشر سے درازی کی زیادتی مین اور کمر یار کو عنقا یا بال سے تشبیہ دین اور غرض اول سے نایابی ہی اور دوم سے باریکی مین مبالغہ ہوا اور شراب کو خون کبوتر سے تشبیہ دین اور غرض اس سے اسکی سرخی مین مبالغہ ہو۔ میر

کہان ہی وہ خون کبوتر سی مے

سودا

تیری کہتی ہو بنی مجھکو مین چاہون سو کیا	داڑھی ایسی ہو تری روئی کا جیسے گالا

غرض تشبیہ سے یہان داڑھی کی سفیدی مین مبالغہ ہے۔

نظیر اکبر آبادی

وان کوئی آیا لیے ایک مرصع پنجرا | لال دستار دوپٹہ بھی ہرا جون طوطا

غرض تشبیہ سے یہان دوپٹے کی سبزی مین مبالغہ ہی۔

میر

سینہ کیا سینہ بال کیا پر و بال | جیسے چشم خروس آنکھین لال

آنکھ کی سرخی مین مبالغہ منظور ہے۔

نادر

اس قدر ہون زار اُسکی ابروے خمدار پر | جسم فرط لاغری سے بال ہی تلوار کا

یہان غرض تشبیہ سے جسم کی لاغری مین مبالغہ ہی۔

مومن

یہ حالت قامت خمیدہ | جیسے شجر خزان رسیدہ

غرض تشبیہ سے یہان کمزوری اور ناطاقتی اور لاغری مبالغہ ہی۔

ولہ

جون ابر نہایت اشکباری | جون رعد بشدت آہ وزاری
جو نالہ کہ زینت زبان ہے | جون نوحۂ مرگ نوجوان ہے

ولہ

دم گلگشت وہ سبک رفتن | اہتزاز نسیم بستانی
روز جنگ اُسکے نیم جولان مین | صرصر عاد کی سی طغیانی

سید شاہ محمد اکبر

تشبیہ تھا کبھی مثل الف جو قد سہی | وہ منحنی ہوا ایسا کہ بنگیا ہمزہ

نسیم

یہ گھُلکے بہم ملے وہ ایسے | صفحے خط توامان کے جیسے

دبیر

بس شاعری مین ختم کمر کی یہ ثنا ہے | صد موکے سبب آئنہ مین بال پڑا ہے

برق

حسرت رہی کہ دام مین عنقا کو لائیے	مشتاق ہین ازل سے تمھاری کمر کے ہاتھ

ظاہر

تیری کمر کو بال سے تشبیہ تام ہے	اسمین نہین ہے فرق سرمو کسی طرح

افضل

عنقا وہان یار کو سمجھا تو ہے بجا	ہے نام تو سُنا نہین ملتا نشان مجھے

غرض تشبیہ سے مبالغہ دہن کی ناپیدی مین ہے۔

میر علی اوسط رشک

نام دہن سے جب نہ دہن کا پتا ملا	لفظ دہن کے نقطے کو سمجھا ترا دہن

وزیر

عذار یار یہ زلف سیاہ خام نہین	مگر یہ حشر کا دن ہے کہ جسکی شام نہین

نفیس

گر پڑے دیو بھی جس سے کرے وہ جثہ شوم	سیہ کلائی تھی یا فیل مست کی خرطوم

(۳) غرض تشبیہ سے یہ ہو کہ مشبہ کا حال سُننے والے کے ذہن نشین ہو جائے اس مین اور پہلی قسم مین یہ فرق ہے کہ اُسمین مطلقاً بیان ہوتا ہے اور اسمین بیان خاطر نشین کرنے کے ساتھ ہوتا ہے اور اس قسم مین اکثر غرض تشبیہ بطور تمثیل کے واقع ہوتی ہے اور یہان یہ چاہیے کہ مشبہ سے مشبہ بہ اکمل و اشہر ہووے کیونکہ طبیعت کامل اور مشہور کی طرف زیادہ مائل ہوتی ہے جیسے مولوی ذکاء اللہ کی اس عبارت مین ساری دنیا سمندرون بحرون بحیرون خلیجون دریاؤن ندی نالون سے بھری پڑی ہے اسلیے پانی کاروبار تجارت اور آمد و رفت مین تمام اُسکی کوششون کو نقش برآب بناتا" کوشش کو پانی پر کھیچے ہوئے نقش سے تشبیہ دی ہے اور اسمین کوشش کا بے فائدہ ہونا اچھی طرح ثابت ہوتا ہے بے فائدہ ہوتا اور جلد مٹنا اس نقش کا ظاہر ہے جب کسی کام کو اس سے تشبیہ دی جائے گی تو اُس کا بے فائدہ ہونا اچھی طرح خاطر نشین ہو جائیگا کیونکہ بہ نسبت عقلیات کے حسیات اچھی طرح فکر مین آجاتے ہین کیونکہ حسیات کے ساتھ نفس کو زیادہ رغبت ہوتی ہے اور نفس کو وہ عقلیات سے پہلے حاصل ہوتے ہین۔

میر

لے گئے ہین جہان کو سیلاب	نقش عالم کا نقش تھا برآب

عالم کی چیزونکو پانی کے نقش سے تشبیہ دی ہی۔

ذوق

ئے عشرت طلب کرتے تھے ناحق آسمانسے ہم		کہ آخر جب اُسے دیکھا فقط خالی سبو نکلا

آسمان کل مئے عشرت سے خالی ہونا خالی سبو کی تشبیہ سے دل نشین ہوگیا۔

ولہ

نے بام کی ہین زیب نہ زینت کسی در کے		ہم باٹ کے روڑے ہین اِدھر کے نہ اُدھر کے

قائل کا بیکار محض ہونا باٹ کے روڑے کی تشبیہ سے بخوبی ثابت ہوگیا۔

سودا

نہین ہون طالب رزق آسمانسے کہ مجھے		یقین ہے کاسۂ واژونین کچھ نہین ہوتا

آسمانکا نعمت سے خالی ہونا کاسۂ واژونکی تشبیہ سے دل نشین ہوگیا۔

غالب

مثال یہ مری کوشش کی ہی کہ مرغ اسیر		کرے قفس مین فراہم خس آشیان کیلیے

خیرالدین یاس

ہون وہ ثابت اُلفت مین کہ جون نقش قدم		جب تلک مٹ نہین لیتا نہین اٹھتا

درد

مین وہ فتادہ ہون کہ بغیر از فنا مجھے		نقش قدم کی طرح نہ کوئی اُٹھا سکے

برق

سفلہ عالی مرتبہ بڑھنے سے پائے ذل گیا		جادۂ پامال خط کہکشان ہوتا نہین
اہل رفعت کے لیے برگشتگی بھی دو رہے		گردشون سے پست کوئی آسمان ہوتا نہین
ظرف خالی ہو تو اعلےٰ سے نچلے ہین پست		کس جگہ نیچے زمین کے آسمان ہوتا نہین

(۵) تشبیہ سے غرض یہ ہو کہ مشبہ سننے والون کی نظر مین اچھا معلوم جیسے رخ سیاہ کو آنکھ کی تپلی سے تشبیہ دی جائے۔

حیرت

جون برگ شجر سے چھن کے نکلے مہتاب		یون دیتے ہین لطف اُسکے لب داغ سپید
داغ چیچک کے نہین لے گئی رعنا منھ پر	محسن لکھنوی	غنچے جو ہی کے ہوئے ہین شگفتا منھ پر

صفدری

چیچک کا ستمگر تری ابرو پہ یہ ہی داغ | یا قبضۂ شمشیر مین چنی یہ جڑی ہے

آباد

نظر آتے ہین تبخالے لب رنگین جانان مین | گہر پیدا ہوے ہین پارۂ لعل بدخشانین

امانت

خون اُسکے مہاسے سے جو عارض پہ ہی نکلا | یاقوت کی چنی مہ کامل مین جڑی ہے

امیر

تن پہ کیا اسلحۂ جنگ نے پایا ہی فروغ | خود ہے مشعلۂ طور زرہ رخت حرم

یادگار

چشم بد دور عجب طرح کا جو بن نکلا + | مثل خورشید درخشان لرخ روشن نکلا

ضامن

گوہر نایاب دندان ہین دہان یار مین | سرخی لعل بدخشان ہے زبان یار مین

برق

لال ہونٹون سے نمایان خندۂ موتی سے نہین | کان ہیرے کی نہان یاقوت کی معدنین سے ہے

آزاد شاگرد عارف

رخ روشن پہ جم گئی پتلی | سب کو ناحق گمان ہی تل کا

بیدار

لعل پہ منصوب جیسے ہو گہر اس لطف سے | اُس لب رنگین پہ خوش خوش حسن سے تبخالہ تھا

ذوق

اُس کی خرطوم کسی لیر لیلی وش کی | جعد مشکین ہے کہ ہی کاکل عنبر افشان

(۶) تشبیہ سے یہ غرض ہو کہ مشبہ سننے والونکو برا معلوم جیسے بد صورت کی تشبیہ دیوے۔

نسیم

زنبور سیاہ خال اُس کے | برگد کی جٹا ہین بال اُس کے

اس مثال مین خال کو زنبور سیاہ سے اور بالون کو برگد کی جٹا سے تشبیہ دی ہی اور غرض تشبیہ برائی بیان کرنا خال اور بالونکا ہی۔

مومن

تفرقہ لب چاک گریبان	رُخ کی سیاہی شام غریبان
خرس کی پشم اشعار خمیدہ	سخت غبار آلا ژولیدہ
نقش اجل تصویر و باتھی	صورت فتنہ شکل بلا تھی
بات مین وہ آواز مسلسل	صور کا جیسے نفخۂ اول

میر

شکل مت پوچھ کھانیکا ہی بلی	منہ ہے چونسے جیسے روئی جلی
صد منی دیگ ہے شکم اُس کا	نفس اژدہا ہے دم اُس کا
گال کلچے سے پھر توے سے سیاہ	کاسۂ سر ہے جیسے اوندھا کڑاہ
توند کالی جو کھول جاوے لیٹ	آہنی ہے تنور اُس کا پیٹ

میر

مزردو زنگاری کوئی ڈبہ ہی ہاتھ	حیض کے سے ایک دو لتے ہین ساتھ

مصحفی

عوض رد پٹنکے ملین مجکو گالیان لاکھون	عوض دوشالے کے خلعت بشکل نقش حصیر

سودا ضاحک کی ہجو مین

یہ تو ہین بوڑھے خرس تہ ہی شوخ اچپلی	ماری کبھو تو ڈھول کبھو داڑھی نوچ لی

انشا

کسی حسین کا اک منہ تو تھا ہی کلچا سا	رچاوٹ اور ہوئی اب کہ اسپہ تل لپٹے

(۷) تشبیہ سے یہ غرض ہوتی ہی کہ مشبہ کا نادر اور طرفہ ہونا ثابت ہو جائے یعنی مشبہ تشبیہ کی وجہ سے ایسی صورت پر واقع ہو کہ عادت کے طور پر اسکی صورت کا ذہن مین حاضر ہونا ممتنع ہو اور یہ تشبیہ تشبیہ خیالی اور وہمی مین پایا جاتا ہی اور مشبہ کے نادر اور طرفہ ہونیکی دو صورتین ہین —

(الف) مشبہ بہ جسکی وجہ سے مشبہ نادر اور طرفہ ہو جاتا ہے فی نفسہ نادر اور طرفہ ہو۔

سمجھو

جام مے مین ہے عکس چہرۂ یار	یا چراغ آفتاب مین روشن

اُسکے گورے بدن مین لال لباس	دیکھو آتش ہے آب مین روشن

چراغ کا آفتاب مین اور آتش کا آب مین روشن ہونا فی نفسہ نادر اور عجیب ہے۔

میر مہدی حسن مخلص

ہوا ہے حلقۂ زلف دوتا مین گھر جو ابرو کا	نظر آتا ہے افعی ان دنون ہم خانہ بچھو کا

حلقۂ زلف مین ابرو کے واقع ہونے کی حالت کو سانپ اور بچھو کے ہم خانہ ہونیکی حالت سے تشبیہ دی ہی اور یہ نہایت عجیب بات ہے۔

اسحاق

موے سر پا کو نیا ہی رشک صنوبر یہ نہین	سرو کی چوٹی سے نکلا ہے نہال کاکل

سرو کی چوٹی سے نہال کاکل کا نکلنا فی نفسہ نادر ہے۔

ضیا

کھُلی عارض پہ زلف یار کیونکر	حلب سے مل گیا تاتار کیونکر

حلب سے تاتار کا ملنا فی نفسہ نادر ہی۔

شاداب

عارض و پیشانی و ابروے قاتل دیکھنا	زیر خنجر چاند ہے بالاے خنجر آفتاب

خنجر کے نیچے چاند اور اوپر آفتاب ہونا فی نفسہ نادر ہی۔

ظفر

دیکھے گر اپنی بھون وہ مہ جمال آئینے مین	کھیلین طاق اور جفت ملکر دو ہلال آئینے مین

دو ہلالون کا ملکر طاق اور جفت کھیلنا فی نفسہ نادر ہی۔

خال مشکین آتش رُخسار پر پیدا ہوا	ولہ	چشمۂ خورشید مین بھی نیلوفر پیدا ہوا

جرم خورشید مین نیلوفر کا پیدا ہونا فی نفسہ نادر ہی۔

ذکی

اُسنے ہونٹوں مین دبائی ناز سے زلف سیاہ	زہر گویا آب حیوان مین نچوڑا سانپ کا

آب حیوانمین سانپ کا زہر نچوڑنا فی نفسہ نادر ہی۔

انوار حسین تسلیم

سنبلستانمین دکھائی میوے دو تا نہ انار	آسکے اُس گل کے جو پستان کے برابر کیسو

سُنبلستان میں دو تازہ اناروں کا پیدا ہونا فی نفسہ نادر ہے۔

سودا

فندق پا لگی کہنے کہ نہ دیکھا ہوگا | سرو کی بیخ سے پھولا گل اورنگ اب تک

سرو کی بیخ سے گل اورنگ کا کھلنا فی نفسہ طرفہ اور عجیب و غریب ہے۔

شاداب

آپ کہتا ہے کھلا ہی سرو پر لالے کا پھول | رکھکے تاج سرخ وہ خوش قد جوان بالائے سر

سرو پر لالے کا پھول کھلنا فی نفسہ نادر ہے۔

نصیر

ہے عجب جھومر کا عالم اپنے رشک حور کا | سر مین خوشہ لگا دیکھا نہ تھا انگور کا

سر مین انگور کا خوشہ لگنا فی نفسہ نادر ہے۔

(ب) مشبہ بہ فی نفسہ نادر اور طرفہ نہ ہو بلکہ جس وقت مشبہ حاضر ہوا اُس وقت مشبہ بہ کی ندرت اور طرفگی متحقق ہو۔

محشر

عشق کیون پارۂ دل ہاتھ مین آنسو کے نہ دے | بن کھلونے بھی کہین طفل بہلتا دیکھا

بن کھلونے کے بچے کا نہ بہلنا فی نفسہ کچھ نادر نہین لیکن جب عشق کے پارۂ دل آنسوؤنکے ہاتھ مین دینے کا اور کھلونے کے ساتھ بچے کے بہلنے کا تصور ہوا تو ان دو متباعد صورتون کے متصل ہونے سے ندرت حاصل ہوگئی۔

اسیر

تری آنکھونکی گردش دیکھکر سب لوگ کہتے ہین | یہ پتلی پھر رہی ہی واہ کس انداز سے گل پر

پتلی کا گل پر پھرنا کوئی عجیب بات نہین لیکن جب آنکھونکی گردش کا اور پتلی کے گل پر پھرنیکا تصور ہوا تو ان دو متباعد صورتونکے متصل ہونیسے ندرت حاصل ہوگئی۔

بیخود

یہ لٹکی ہوئی لٹ جو کاکل کی ہی | نئی شاخ یہ نخل سنبل کی ہے

نئی شاخ کا نخل سنبل مین ہونا فی نفسہ کچھ نادر نہین لیکن کاکل کی لٹ کی ہوئی لٹ کا اور نئی شاخ نخل سنبل کا تصور ہوا تو ان دو متباعد صورتونکے متصل ہونے سے ندرت حاصل ہوگئی۔

قلندر

نہین ہی تل تری آنکھونکے نزدیک | یہ بھونرا پاس بیٹھا ہے کنول کے

بھونریکا کنول کے پاس بیٹھنا فی نفسہ کچھ نادر نہین مگر جبکہ تل کے آنکھونکے نزدیک ہونیکا اور بھونریکے کنول کے پاس بیٹھنے کا تصور ہوا تو ان دو متباعد صورتونکے متصل ہونیسے ندرت حاصل ہو گئی ۔

قلق

سیندور اُسکی مانگ مین دیتا ہی یون بہار | جیسے دھنک نکلتی ہی ابر سیاہ مین

سودا

چشم و ابرو کو تری یون دیکھکر کہتی ہے خلق | تُل رہے ہین کھینچکر آپس مین دو تلوار مست

ولہ

مژدہ وصل ترا یار نے مجھے یون پہونچا | جون مہ عید کی صائم کو خبر آخر شب

عقیل

شانہ نہین ہی زلف کے بل مین پڑا ہوا | لٹکا ہوا ہے سانپ پھن اپنا نکال کر

میر

پھرتی ہین یدھر اُودھر وے سرخ آنکھین ایسی | دو تُرک مست جیسے ہون راہ مین بہکتے

انشا

بال اُس زلف بریدہ کے گرے یون وقت قطع | تیغ سے اُڑ جائے جون گردن معلق سانپ کی

بیخود

عیان یون مُوے سر تھے عنبر آلود | کہ جیسے شمع کے شعلے پہ ہو دود

ظفر

یون ترے لب سے خط مشک فشان اوپر ہے | ہوتا جس طرح سے آتش کے دھوان اوپر ہے

ولہ

دیکھنا انگشت مین اُس گل کی انگشت شتم | نیشکر کی شاخ پھوٹی نیشکر کی شاخ مین

ولہ

سبز خط مین کیا مہاسہ گال پر پیدا ہوا | بچۂ طاؤس ہی بے بال و پر پیدا ہوا

ولہ

ہوے اس کھیل مین دل صید لڑکونکے بند ایسے | دام صیاد مین ہون جیسے گرفتار بٹیر

ولہ

زلف یون روے عرق آلودہ پر لہراتی ہی	صبح جون ناگن گلو پر چاٹنے اوس آتی ہی

شاداب

چشم بد دور نہین موتیو نسے مانگ بھری	شب تاریک مین ہین خوشۂ پروین نکلے

معروف

یون ہی دل زلف مین زلف اُس ستم ایجاد کے ہاتھ	صید جون دام مین ہو دام ہو صیاد کے ہاتھ

شستہ

سانپ دو لہراے ہین بہر حفظ گنج حسن	یا مگر افعی نکلکر جاتے ہین گلزار سے

عبرت

کوئی کس طرح دیکھے وہ بناگوش	نظارہ کیا اُڑا جاتا ہے وان ہوش
کہ وہ زلف اور لڑیان موتیو نکی	سیہ ناگن ہے جون انڈونپہ بیٹھی

جسقدر مشبہ بہ مخفی اور نادرتر ہوتا ہے اُسی قدر مشبہ کی ندرت اور طرفگی ہونیکی غرض زیادہ حاصل ہوتی ہی اور ان پچھلی تینون صورتونمین وجہ شبہ کا نہ اکمل ہونا لازم ہے نہ بہت مشہور ہونا مثلاً ہندی کے چہرے کو کہ بہت سیاہ ہو آہو کی آنکھ سے تشبیہ دینا زینت کے واسطے صحیح ہے باوجودیکہ نہ سیاہی ہرنکی آنکھ مین کامل ہے اور نہ ہندی کے چہرے کی سیاہی کی بہ نسبت مشہور زیادہ ہے ــ

ذوق

اُسکی خرطوم ہے گر طرۂ لیلے کی مثال	تو ہین دندان صفا ساعد سیمین کی صفت

ہاتھی کی سونڈ کو طرۂ لیلے کے ساتھ سیاہی مین زینت کیلیے تشبیہ دی ہی اور اُسکے دانتونکو لیلے کے بازو کے ساتھ سفیدی مین اُسی غرض سے تشبیہ دی ہی حالانکہ نہ سیاہی طرۂ لیلے کی ہاتھی کی سونڈ کی سیاہی سے اور نہ سفیدی لیلے کے بازو کی اُسکے دانت کی سفیدی سے کامل ہے اور نہ ان دونوں کی سیاہی و سفیدی کی بہ نسبت اُنکی سیاہی و سفیدی مشہور زیادہ ہی ــ

ولہ

پتلی سیاہ دیکھیو اُس چشم مست کی	بھونرا عجب ہی یون گل عبہر مین گھر کرے

سیاہ پتلی کو بھونرے سے زینت کیلیے تشبیہ دی ہی اور ظاہر ہی کہ بھونرے کی سیاہی پتلی کی سیاہی کی بہ نسبت مشہور بھی زیادہ ہی اور اُس سے اکمل بھی ہی ــ

دوسرے تشبیہ کی غرض مشبہ بہ کی طرف رجوع کرتی ہی یعنی تشبیہ سے یہ غرض ہوتی ہی کہ مشبہ بہ کا حسن یا قبح یا اور امر بیان کیا جائے اور یہ دو قسم پر ہی —
(۱) جسمین صفت کم ہوتی ہی اُسکو مشبہ بہ قرار دیکر بطور ادعا کے اُسکی زیادتی قرار دیتے ہین جیسے —

غالب

صبح آیا جانب مشرق نظر	اک نگار آتشین رخ سر کھلا
تھی نظر بندی کیا جب رد سحر	بادۂ گلرنگ کا ساغر کھلا

اور یہ سے آفتاب کا ذکر ہی پہلے شعر مین آفتاب کو نگار آتشین رُخ سے اور دوسرے شعر مین ساغر بادۂ گلرنگ سے تشبیہ دی ہی اور اس تشبیہ سے یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ نگار آتشین رُخ کے چہرے کی تاب اور دمک اور زیادتی حسن یا بادۂ گلرنگ کی سُرخی اور جھلک اور روشنی اس مرتبہ پر ہی کہ آفتاب کو اُس سے مشابہت دے سکتے ہین غرض کہ اُن دونون مثالون مین نگار آتشین رخ اور ساغر بادۂ گلرنگ کو جو صفت مین کم ہین اور حقیقۃً مشبہ بہ نہین ہو سکتے بطور ادعا کے مشبہ بہ قرار دیا ہی اور صفت کی زیادتی ثابت کی ہی —

یون سر پہ ہو مہر آتشین خو	ٹوپی پہ کسی کی جیسے جگنو

وحید

سُنبل بسان زلف پریشان ہے سر بسر	سکتے مین ہی کھلی ہوئی نرگس کی چشم تر

اسیر

تشبیہ دی جو ہمنے لب لال یار سے	یاقوت آبدار کی رنگت چمک گئی

ناسخ

ماہ نو ہے مثل ابرو لیکن اُسکے رو نہین	ماہ کامل صورت رو ہی مگر ابرو نہین

(۲) جس شی کی شان کا اہتمام منظور ہو اُسکو مشبہ بہ بنائین یہان تشبیہ سے غرض مشبہ بہ کی شان کا اہتمام بیان کرنا ہوتا ہی اور اسکو اظہار المطلوب کہتے ہین مثلاً ہلال عید کو روٹی کے ٹکڑے سے تشبیہ دین —

سودا آسمان کی مذمت مین

ہاتھ سے خست کے اُسکے جگ مین ہیٹں خاص و عام	حال روشن دل کرے یون مطلع ثانی بیان
ماہ کی خاطر مقرر وقت شب ہی ایک نان	پر جو یہ چاہے سدا ساری وہ ہووے پھر کہان
اک لب نان کے لیے حیران ہوتے شہر شہر	مثل ماہ نو پڑے پھرتے ہین عالی ہمتان

صولت وہی عظمت وہی گردش وہی گیتی	مومن	حیران ہے کہ یہ چرخ ہے یا آبلہ اپنا

غالب

مہر گردون ہے چراغ رہگذار باد یان	ہین زوال آمادہ اجزا آفرینش کے تمام

چوتھا چمن اداۃ تشبیہ مین

اداۃ لغت مین آلے کو کہتے ہین یہان وہ چیز مراد ہے جو ایک کو دوسرے سے مشابہ کرنے کا واسطہ ہو خواہ اسم ہو یا فعل یا حرف ادات تشبیہ اُردو مین یہ ہین سا مفرد مذکر کیلیے آتا ہے جیسے۔

آتش

حسینون مین بھی ہے مریخ سا جوان رہتا	لباس سرخ سے کرتا ہے یار خونریزی

اور سے مجموع کیلیے جیسے۔

مومن

نغمے ناہید کے سے ہوتے ہین	جلوے خورشید کے سے ہوتے ہین

میر

ہر چند التجا کی صغیر و کبیر سے	رخنے ہمیشہ آتے رہے سر پہ تیر سے

اور سی واحد مونث کیلیے آتا ہے جیسے۔

نسیم

ٹھنڈی ہوئی تھا جنھین جلایا	کافور سی جل اُٹھی سراپا
مہتابی یہ چاندنی سی سوئی	وہ مست سُنے فسانہ گوئی
مچھلی سی نکل گئی تڑپ کر	آغوش کی موج سے وہ مضطر

جمع مونث کیلیے بھی سی فصیح تر ہے جیسے۔

میر

مکھیان سی گرین ہزار دن فقیر	ہین معذب غرض صغیر و کبیر

اور جمع مونث کیلیے سیان بھی لاتے ہین جیسے زہرہ اور مشتری سیان رنڈیان ہندوستان مین کسی نے دیکھی ہین اور سا غیر ذوی العقول کے آخر کے الف کو یلے مجہول سے بدل دیتا ہی جیسے "خربوزے سا لذیذ میوہ میرے نزدیک دوسرا نہین" خربوزہ موافق قاعدۂ ہندی کے خربوزا لکھا جاتا ہے جب حرف تشبیہ اُس سے ملا تو الف یائے مجہول سے بدل گیا اور جہان الف کو اپنے حال پر بحال رکھتے ہین وہان مشبہ اور

مشبہ بہ کی عینیت بولنے والے کو منظور ہوتی ہے جیسے 'وہ بوٹا سا قد کیا جانے کیا قیامت برپا کریگا یعنی 'وہ قد کہ ایک بوٹا ہے کیا جانے کیا قیامت برپا کریگا قد مشبہ اور بوٹا مشبہ بہ ہے۔

ذوق

عشق ہے لے ذوق وہ کافر کہ جسکے ہاتھ سے	شیخ صنعا سا مسلمان رند مشرب ہوگیا

یعنی شیخ صنعا کہ ایک مسلمان ہے الخ۔

ناسخ

نماز و کین مسیحا سا پیمبر مقتدی ہوگا	وہی رتبہ ہے تیرا بھی جو رتبہ تھا تیرے جد کا

یعنی مسیحا کہ ایک پیمبر ہے الخ۔

نوازش

یہ سانس ہے پیکان ہے نشتر ہے کہ دل ہے	کانٹا سا کھٹکتا ہے یہ دیکھو مری بر مین

یعنی دل کہ ایک کانٹا ہے الخ۔

قاعدہ ہے کہ مشبہ بہ باعتبار وجہ شبہ کے مشبہ سے کامل تر ہوتا ہے اور اس مقام مین مشبہ اور مشبہ بہ کی عینیت مشبہ کے علو مرتبہ پر دلالت کرتی ہے اسی وجہ سے بلغاے اردو کے نزدیک حرف تشبیہ کا عمل کہ آخر لفظ کے الف کو یاے مجہول سے بدل دیتا ہے لغو ہوگیا ہے اور اُسکے عمل کے لغو ہونیکا فائدہ یہ ہے کہ سا جو حرف تشبیہ ہے اس بات پر دلالت نہین کرتا کہ دونون لفظون مین تشبیہ واقع ہوئی ہے بلکہ ایک دوسرے کا عین جانا جاتا ہے۔ جون بھی حرف تشبیہ ہے جیسے۔

مومن

گاہ آواز خوش سنا دینا	جون سحر گاہ مسکرا دینا

سودا

بات اس طرح سے نکلی تھی نہ منہ سے اسکے	بادہ جون ساغر لبریز سے جاتا ہے چھلک

اور یہ حرف گویا کے معنی مین بھی آسکتا ہے لیکن اس کا استعمال گویا کی جگہ اہل اُردو کے نزدیک ثابت نہین بلکہ تشبیہ کیلیے بھی دہلی کا حرف نہین ریختہ گویون نے بزور اُردو کا لفظ بنا لیا ہے لیکن کسی کو اس حرف مین کلام نہین پس اس کو اُردو کہ سکتے ہین۔ اور جیسا مفرد مذکر کیلیے اور جیسے جمع مذکر کیلیے اور جیسی مفرد مونث اور جمع مونث دونون کے لیے اور جمع مونث کیلیے جیسیان بھی لاتے ہین اور یہ سا کی طرح تشبیہ کے حروف ہین چنانچہ کہتے ہین تیرے قد جیسا ایک بوٹا باغ مین نہین وعلیٰ ہٰذا القیاس۔

سودا

غرض انسان نہ کبھی پہونچے بہم تجھ جیسا | آسمان گر کرے خلقت کو چھانکی غربال

اور بعض کے نزدیک جیسے گویا کے معنی مین ہی مثلاً فلان ایسا آتا ہی جیسے شیر۔

شیخ نبی بخش عاشق

یون جنون سے اضطراب رگ ہے نشتر کے تلے | مضطرب ہو صید وحشی جیسے خنجر کے تلے

ظفر

بگولا دود دل کا خاک سے زلفونکی یار و سنکے | اُٹھا یون جیسے چوٹی دار مار اُٹھتا زمین سے ہے

رضا

سبزے ہین اُسکے کانونمین اس آفتاب کے | جیسے کہ برگ سبز ہون نیچے گلاب کے

حالی

کنیز اور بانو تھین آپس مین ایسی | زمانے مین ماں جائی بہنین ہون جیسی

لیکن صاحب فہم اس کو بھی تشبیہ کا اک حرف جانتے ہین اگرچہ گویا بھی اسی قبیل سے ہے لیکن استعمال کے موقع جُدا جُدا ہین فارسی مین جہان چون استعمال پاتا ہی وہان گویا استعمال مین نہین آتا اور جو لفظ چون کا مرادف ہے وہ چون کا قائم مقام ہوگا مثلاً اس عبارت مین کہ فلانے چون شیر زیان می غرد میتوان گفت کہ فلانے بسان شیر ژیان و برنگ شیر ژیان و مثل شیر ژیان و شیر ژیان آسا و شیر ژیان وار مے غرد بخلاف اسکے فلانے گویا شیر ژیان مے غرد یا فلانے پنداری شیر ژیان مے غرد اور گویا کے مقام مین جیسے اس عبارت مین کہ از پردہ بر انداختن فلانے خانۂ تاریک جگر سوختگان روشن مے شود گویا رویش شمع فروزان ست حرف تشبیہ لانا نے جا ہی اگر گویا کی جگہ عبارت مین چون داخل کیا جائیگا اسطرح کہ رویش چون شمع فروزان ست تو عبارت کی تالیف برہم ہو جائیگی اسلیے کہ لفظ چون کے ذکر کرنے سے شمع فروزان دوسرا فقرہ جسکے شروع مین کاف بیانی ہوا بنا متمم بننے کیلیے چاہتا ہے اور لفظ گویا کی صورت مین اُسکو ما قبل کے ساتھ رابطہ ہوتا ہی پس یہان سے معلوم ہوا کہ گویا کا موقع استعمال تشبیہ نہین ہی اور حق تحقیق یہ ہی کہ گویا بیان مشابہت کیلیے ہے جیسے زید ایسا غصے سے چلا آتا ہے گویا کہ شیر چلا آتا ہی یعنی سر اور گلے اور ہاتھ اور بازو اور گردن اور شانہ اور زور اور شجاعت مین شیر کیطرح ہی لیکن آدمی ہے شیر نہین۔

ناسخ

حقہ جو ہے حضور معلّٰے کے ہاتھ مین | گویا یہ کہکشان ہے ثریا کے ہاتھ مین

اور مانند اور مثل اور آسا بھی اُردو مین تشبیہ کیلیے آتے ہین اور اکثر فصحاے اُردو شعراے فارس کی اتباع سے لفظ برنگ اور بسان اور نظیر اور مشابہ اور مانا وغیرہ کو بھی استعمال کرتے ہین اداۃ تشبیہ کے استعمال کی مثالون پر غور کرو۔

سودا

ہما آسا ہے پرواز طلخ اوج سعادت پر	کرے ہی مور چڑھکر سینہ دد پر سلیمانی

ذکی

سبز محرم مین دکھلاے گر لطافت حسن کی	خام انار آسا بُت رنگین کی پستان سبز ہو

محشر

نرگس کی طرح شوق مین سب تن مین دیدہ ہون	حسرت سے گل کے رنگ گریبان دریدہ ہون

منیر

نارنج مہ و مہر انھین آموں کے آگے	بدرنگ برنگ ثمر خام ہوے ہین

غالب

مسی آلودہ سر انگشت حسینان لکھیے	سر پستان پریزادسے مانا کہیے

سودا

یاسمن رنگ جو رکھتی ہے خزان سے مانا	چاہتی ہے کہ سماجت کرے سبز سے بدل

نعیم

گئے تھے کل ہم جو سیر کرنے عجب طرح کی بہار دیکھی	مثال آتش کے کوہ وصحرا گلون سے سارا دمکتا تھا

گلزار نسیم

جب نام خدا جوان ہوا وہ	مانند نظر روان ہوا وہ

ترانۂ شوق

طاقت جنگی مین صورت تیرا	نصرت قبضے مین مثل شمشیر

رحمت اللہ رعد

ہاتھ عنقا کی طرح آئی نہ دلبر کی کمر	اگرچہ پھیلا یا کیے جال مگر گیسو

ذوق

زلف افعی وش کو دھوے گر وہ پُرفن آب مین	ہو بجائے موج پیدا مار رہزن آب مین

بدھ سنگھ شگفتہ

پروانہ وار جلکر گو خاک ہوگئے ہم — پر شعلہ رو نہ چوکا اپنی شرارتوں سے

گلزار نسیم

ٹوپی جو بنائی چھیل کر چھال — دکھلائی ندی نظر کی تمثال

غلام دستگیر نامی

اے عید تو ہے شوکت اسلام کی دلیل — تیوہار ایک بھی تو نہین ہے ترا عدیل

ظفر علیخان

مرے جد امجد شہنشاہ پٹیر — عدیل فریدون مثیل سکندر

عبداللہ خان خستہ

سایہ سان پہونچے تو تھے پانون تلک گر پڑ کر — اُسنے دامن کو بھی پر ہاتھ لگانے ندیا

انشا

بسان بید مرے بند بند جکڑے ہین — وفور درد یہان تک کہ ہون بشکل سطیح

ماہ

پیرہن سے پھوٹ نکلا یار کا جسم لطیف — حسن بشکل بوے گل جامے سے باہر ہوگیا

مجروح

مرا اُستاد کہ ہے جس کا سخن عالمگیر — ہے ظہوری کا ظہور اور نظیری کا نظیر

گویا

حروف سے خط مسطر مین جیسے پوشیدہ — اُسی طرح ورق سے روش زیر سبزہ پنہان ہے

انیس

یہ شوق شہادت کا تھا اُس عاشق رب کو — یعقوب نمط جاتے تھے یوسف کی طلب کو

ظفر

مشابہ ہم بھی سب ڈھنگو نہین ہین فرہاد سے لیکن — اگر شیرین سے تم ایجان سب باتونمین ملتے ہو

شاداب

کہین کیونکر نہ شاہ حسن تمکو — مشابہ زلف ہے بال ہما سے

کبھی تنہا کاف جو حروف معنوی ہین سے ہے حرف تشبیہ کی جگہ کام دیتا ہے۔ جیسے۔

مولوی محمد اسمعیل

جب ستارہ طلوع ہو دُم دار | دُم ہو ایسی کہ چھوٹتا ہو انار

یہان کاف جیسے کہ معنی مین ہے—
کبھی دوسری عبارت کو اداۃ تشبیہ کے قائم مقام بنا دیتے ہین۔

مفتون

اُس قمر نے جو پریشان کیے یک سر گیسو | ہو گئے دہر مین ہم طالع اختر گیسو

گیسو کو اختر سے تشبیہ دی ہے اور ہم طالع ہونیکو اداۃ تشبیہ کا قائم مقام بنایا ہے—

فہمی

دیکھکر سنبل گلزار کو ہمسر اپنا | بل پہ بل کاکل پیچان نے ترے کھائے عبث

کاکل پیچان کی تشبیہ سنبل سے منظور ہے اور ہمسر دیکھنے کو اداۃ تشبیہ کا قائم مقام کیا ہے—

طوبیٰ

چہرۂ یار پہ بکھری ہوئی کیا خوب ہے زلف | دستۂ سنبل گلشن سے یہ منسوب ہے زلف

سودا

بلبل خوش نغمہ ہون لیک اُس گلستان مین جہان | نالۂ مرغ چمن سے کم نہین فریاد زاغ

زاغ کی آواز کو مرغ چمن کی آواز سے تشبیہ دی ہے اور کم نہین کو اداۃ تشبیہ کا قائم مقام بنایا ہے—

اصغر

مضمون دقیق وصف سراپا مین ہے رقم | تار نظر کو باندھا ہے موے کمر کے ساتھ

موے کمر کی تار نظر کے ساتھ تشبیہ مقصود ہے۔

ظفر

کوئی کہتا ہے بینی کو کہ ہے رشک گل نبق | کوئی کہتا ہے چشم سرمگین ہمچشم عنبر ہے

چشم سرمگین کی تشبیہ عنبر سے مقصود ہے اور ہمچشم کو اداۃ تشبیہ کی جگہ استعمال کیا ہے—

ولہ

کوئی کہتا ہے اک سیف کشیدہ ہے وہ دُنبالہ | کوئی کہتا ہے جو مژگان ہے وہ ناوک سے ہمسر ہے

مژگان کی تشبیہ ناوک سے منظور ہے اور ہمسر اداۃ تشبیہ کی جگہ آیا ہے۔

پانچوان چمن اقسام تشبیہ کے بیان مین

کبھی مشبہ اور مشبہ بہ دو نون مفرد ہوتے ہین اور انمین کسی طرح کی قید بھی نہین لگی ہوتی یا مفرد ہوتے ہین مگر کوئی قید لگی ہوتی ہی پہلی شق کی مثال تشبیہ چہرے کی آفتاب سے۔

ناسخ

اُسکے ہان آفتاب عارض ہے	دن ہی آٹھون پہر ہے رات نہین

رند

توڑین چوڑی کی طرح ہتکڑیان	کیا ہی زور و نیہ دست وحشت ہے

میر حسن

زبس مثل آئینہ تھا اُس کا تن کلیجہ پکڑ مان تو بس رہ گئی	ولہ	کہے تو کہ تھی ناف عکس ذقن کلی کی طرح سے بکس رہ گئی

نادر

ڈوب جائے دل عاشق تو تعجب کیا ہے	لب اگر ہین یم خوبی تو ہی گرداب ذقن

دوسری شق کی مثال۔

میر عارف علی عارف

وہ ہوا گردسے جب وقت شکار آلودہ	تیر خاکی بنے مژگان غبار آلودہ

مژگان مشبہ مین غبار آلودہ کی قید اور تیر مشبہ بہ مین خاکی کی قید لگائی ہی۔

مومن

یہ حالت قامت خمیدہ	جیسے شجر خزان رسیدہ

ظفر

کوئی کہتا ہی وہ شفاف عارض صبح صادق ہے	کوئی کہتا ہے وہ دُرکان کا تابندہ اختر ہی

ضمیر

اس نیزۂ سیاہ سے تھا سبکو بیم جان	تھا اژدہا ہے موسی عمران وہ زبان

منشی بیہی پرشاد ربط

ادا و عشوہ و ناز و غمزہ ہین یہ چار رکن اسکے	قد موزون جانان بھی عجب برجستہ مصرع ہی

شاہ نصیر

تو ہمکو دکھاتا ہے مہ نو عبث اے چرخ — ناخن جو ترا شیدہ ہو کب عقدہ کشا ہو

یا صرف مشبہ مفرد ہوتا ہے اور مشبہ بہ مفرد مقید یا اُسکے برعکس مثال پہلی صورت کی۔

مہدی علیخان حسن

شعر برجستہ ہین ترے ابرو — کیون نہ اُنپر پڑے ہماری آنکھ

ابرو مشبہ مفرد شعر مقید بہ برجستہ مشبہ بہ۔

میر حسن

غرض وہ مُڑی جب دکھا اپنے بال — تو گویا کہ مارا محبّت کا جال

بال مشبہ مفرد ہے اور محبّت کا جال مشبہ بہ مفرد مقید ہے۔

آتش

واہ ری شانے کی قسمت کس کو یہ معلوم تھا — پنجۂ شل سے کھلینگے عقدہاے موے دوست

شانہ مشبہ مفرد اور پنجۂ شل مشبہ بہ مقید

عاشق

اپنے باغ حسن کا اُسنے تماشا دیکھکر — آئنہ جب رکھدیا پھولونکی چادر ہوگیا

آئنہ مشبہ مفرد ہے اور پھولونکی چادر مشبہ بہ مفرد مقید۔

دبیر

یہ رُخ ہے کہ آئینۂ طاق دل زہرا — حسن اپنا انھین آنکھون مین شرع نے دیکھا

رُخ مشبہ مفرد اور آئینۂ طاق دل زہرا مشبہ بہ مقید۔

ظفر

کوئی کہتا ہے اُسکی جعد کو ہے یہ شب یلدا — کوئی کہتا ہے اُسکے رُخ کو یہ خورشید محشر ہے

مثال دوسری صورت کی

محمد عارف جوشش

جون آئینہ یہ ستم رسیدہ — رہتا ہے مُدام آب دیدہ

یہ ستم رسیدہ مفرد مقید مشبہ اور آئینہ مفرد مشبہ بہ۔

داغ

لہو کے چشمے ہین چشم پُر آب کی صورت — شکستہ کاسۂ سر ہین حباب کی صورت

مقصود بالتمثیل دوسرا مصرع ہی جسمین کاسۂ سر شکستہ مشبہ مقید ہی اور حباب مشبہ بہ مفرد۔

ظفر

ہے یہ ڈر دل کو نہ چشم مست مہوش کھینچ لے	اپنے مذہب مین نہ اس صوفی کو میکش کھینچ لے

مہوش کی چشم مست مشبہ مفرد مقید ہی اور میکش مشبہ بہ مفرد ہی۔

نسیم

بدلی سی چھپی وہ ماہ روشن	بجلی سا عیان ہوا وہ پرفن +

ماہ روشن مشبہ مفرد مقید اور بدلی مشبہ بہ مفرد۔

رسا

رنگ عارض سے ہی کیفِ مے گلرنگ عیان	یہ صراحی ہی کہ ساقی کی ہی گردن دیکھو

گردن ساقی مشبہ مفرد مقید اور صراحی مشبہ بہ مفرد۔
کبھی مشبہ اور مشبہ بہ دونون مرکب ہوتے ہین اور مرکب ہونے سے یہ مراد ہی کہ ہر ایک ایک ایسی ہیئت ہوتا ہی جسمین چند چیزین مجتمع ہوتی ہین۔

صوفی

زلفون کا گورے گالونپہ کیا احتشام ہے	لندن پہ جا کے کالون نے باندھا یہ لام ہے

اس مثال مین زلفونکا گورے گالونپہ جمع ہونا مشبہ مرکب اور لندن کے ملک پر جہان کے باشندے سب سفید رنگ ہین کالونکا چڑھ جانا مشبہ بہ مرکب ہے۔

لمولفہ

کاکل سے نہ ربط اُس رخِ تابان نے کیا ہی	کافر کو ہم آغوش مسلمان نے کیا ہی

ضمیر

پنہان زرہ مین ہوتی تھی اس طرح سے سنان	بجلی چمک کے ہوتی ہی جون ابر مین نہان

وحید

شاخ سنان سے ہوا اسطرح پھل جدا	پیرونکے قد سے جیسے جوانی کا پھل جدا

ذوق

ہوا پہ دوڑ تلے اس طرح سے ابر سیاہ	کہ جیسے جائے کوئی پیل مست بے زنجیر

امیر

دل مین وہ سخت دلونکے بھی اثر کرتا ہے	سنگ پر جیسے پیمبر کے پڑے نقش قدم

ناسخ

سمجھے ہم ابر سیہ سے نکل آیا تارا
کھل گئی بالوں سے جو تیری جبین تھوڑی سی

ولہ

حیران بیٹھے ہین گرد سارے مونس
تصویر کی جس طرح کھچی ہو مجلس

کبھی مشبہ مفرد ہوتا ہی اور مشبہ بہ مرکب جیسے۔

شاداب

کہتے ہین لوگ اُسکے مہاسے کو دیکھکر
شبنم کی بوند ہے یہ گُلِ آفتاب پر

مہاسہ مشبہ مفرد ہی اور شبنم کی بوند کا سورج مکھی کے پھول پر ہونا مشبہ بہ مرکب۔

ظفر

مانگ ہے یا کوئی سیدھی راہ ہے ظلمات مین
یا عیان ہی کہکشان کا خط اندھیری رات مین

مانگ مشبہ مفرد ہے اور ظلمات مین سیدھی راہ کا ہونا اور اندھیری رات مین کہکشان کے خط کا ہونا دونون مشبہ بہ مرکب ہین۔

یا مشبہ مرکب ہوتا ہی اور مشبہ بہ مفرد جیسے اس شعر مین نطق کے مشعل مشبہ بہ مفرد ہی اور درختونکی چوٹیونپر سُرخ پھولونکا مجتمع ہونا مشبہ مرکب ہی۔

چوٹیونپر جو نہالون کی ہجوم گل ہے
دور سے یون نظر آتے ہین وہ جیسے مشعل

ناسخ

ہے ستارہ ذو ذنب یا رخ ہے زلف یار مین
خال ہے خورشید مین یا تل ہے یہ رخسار مین

زلف یار مین رخ کا واقع ہونا مشبہ مرکب ہی اور دم دار ستارہ مشبہ بہ مفرد۔

اور جو کئی مشبہ ایک جگہ ذکر کرین بعد اُس کے کئی مشبہ بہ لاوین تو ایسی تشبیہ کو تشبیہ ملفوف کہتے ہین جیسے۔

ظفر

پھپھولے پانو مین ہین نمایان تو سر پہ داغ جنون فروزان
نہ دیکھین دیوانے تیرے کیونکر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر
ذرہ جبین عشق عشان پہ تو اپنی افشان دکھادے چُن کر
کہ تا نظر آوین ماہ پیکر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر

شاہ نصیر

غضب ہی چین جبین پہ وہ کیا ہی بدن سے ٹپکے بھی ہی پسینا
عیان ہی یا رونے ہنر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

وہ مہوش پشت فیل پہ ہی اور اُسکی خرطوم آب افشان
دو پٹہ سر پہ ہی بادلے کا گلاب پاش اُسکے ہاتھ مین ہے
تو اپنی پگڑی پہ جھکے طرہ جو کھیلے پچکاری سے ہولی
وہان وہ غرفے مین تابِ رُخ ہی یہان یہ ہر قطرہ پہ نم ہی

عجب ہے تشبیہ جلوہ گر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران
نکیونکہ چمکے نہ کیونکہ برسے فلک پہ بجلی زمین پہ باران
عیان ہوئی رنگی دگر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران
یہ حسن و اُلفت کے ہین کرشمے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

رسا

مُہاسے اور داغ چیچک اُس رُوے منور پر
لب تنگ شکر پہ مور قائم ہین شکر پیدا

ناسخ

بندہ بالو نہین نہین تعویذ بالو نہین نہین
وہ ستارا صبح کا ہی یہ ستارا شام کا

میر وارث علی جوش

چین گیسو سے عیان رخ مانگ مین سلک گہر
یہ شب مہتاب ہی وہ کہکشان بالاے سر

آشفتہ

ہے ہجوم داغ سوزان اور دل مایوس ایک
ہر طرف جلوہ چراغان کا ہی اور فانوس ایک

شاداب

یہ زلف و چشم غیرت شمشاد دیکھنا
نرگس کے پھول یہ ہین وہ نافہ غزال کا

کبھی ایسا کرتے ہین کہ شعر مین ایک مشبہ اور ایک مشبہ بہ باہم ذکر کرین پھر ایک اور مشبہ بہ بیان کرین۔ اسیطرح دو بار یا تین بار لائین اُسکو تشبیہ مفروق کہتے ہین مثال اسکی۔

محسن

نگہ پاک لف صاد ہے چشم زیبا
لام گیسو ہین سر مو نہین کچھ فرق اصلا

نسیم

تو برق د ماں مین خرمن خار
تو سیل روان ہین خستہ دیوار
تو جوشش یم مین مور کے پر
مین نقش قدم تو باد صرصر

طور

وہ گیسو خط جدول ہین وہ ابرو مد بسم اللہ
وہ رُخ قرآن ہی خط تفسیر ہی زیر و زبر مژگین

میر دوست علی خلیل

گل فندقین ہین دندان موتیا کے پھول
گلدستہ حنا ہین ترے لاے نگار ہاتھ

احمد

عارض ہین گل انار ہین پستان ذقن ہی سیب
ہین نخل قد یار مین گل بھی ثمر کے ساتھ

انیس

پھل وزن مین تھا پھول تجلی مین نخل طور
گرمی مین محض نار تو نرمی مین صاف نور
آسیب سایہ چال پری قبضہ چشم حور
خود مہر آب زہر تڑپ قہر شور صور

ناسخ

روز نوروز جبین ہی شب معراج ہی زلف
ذوالفقار ابروے محبوب ہی قرآن عارض

وله

اشک آتش جلکر دہ ہے بجلی نالہ
ہر لخت جگر ہے آگ کا پرکالہ

وحید

زیروزبر ہین ناوک سر کردہ کمان
ہین پیش راہوار دنگی گویا کنوتیان
تشدید ون پہ ہے طرۂ دستار کا گمان
حرفون کے سر پہ خود ہین یا جزم ہین عیان

سطرین تمام شان دکھاتی ہین فوج کی
مدہین کہ بیرقین نظر آتی ہین فوج کی

میر محمود خان اوج

ابرو ہلال بدر جبین خال ہے زحل
کیونکر نہو فلک پہ ہمارا بھلا دماغ

آبرو

نرگس ہے چشم سرو ہی قد غنچہ ہی دہن
رخ رشک گل ہی غیرت ابر بہار زلف
بابل ہی چشم ہونٹھ بدخشان ہی رخ ہی روم
گیسو ہے چین جعد ختن ہے تتار زلف

خالق بخش خالق

سرو قد زلف بنفشہ گل نرگس آنکھین
تن سمن غنچہ دہن اور گلستان عارض

اگر کسی تشبیہ مین کئی مشبہ اور ایک مشبہ بہ ہو تو اُسے تشبیہ تسویہ کہتے ہین جیسے ۔

سودا

دلکو میان خط و زلف تو جو رکھے ہی عدل ہی
ایک یہ مرغ ناتوان جسکے لیے ہین دام دو

مشبہ میان خط و زلف دو چیزین ہین اور مشبہ بہ یعنی دام ایک چیز ہے ۔

حالی

بے حقیقت ہے شکل موج سراب ۔ تاج جمشید و راح ریحانی

مشبہ دو چیزین ہین تاج جمشید اور راح ریحانی مشبہ بہ ایک ہی یعنی موج سراب ۔

ذوق

عجب نہین ہے کہ آرائش زمانہ سے ۔ حنائی پنجہ ہون تاک و چنار و بید انجیر

حسرت

بدن کو جان کو دلکو جگر کو آگ لگی ۔ غم فراق مرے گھر کے گھر کو آگ لگی

مشبہ یعنی بدن اور جان اور دل اور جگر چار چیزین ہین اور مشبہ بہ یعنی گھر ایک چیز ہے ۔
اگر اسکے برعکس ہو یعنی مشبہ ایک ہو اور مشبہ بہ متعدد تو اسکو تشبیہ جمع کہتے ہین جیسے ۔

کیا جگہ کوچہ محبوب ہے سبحان اللہ ۔ کوئی جنت کوئی کعبہ کوئی گلشن سمجھا

آباد

دلمین چبھ جاتی ہین اُس حور کی اکثر پلکین ۔ کبھی خنجر کبھی ناوک کبھی نشتر پلکین

ظفر

کیا وصف جبین مین کہون اُس ماہ جبین کا ۔ اک تختہ سراسر ہے وہ فردوس برین کا
یا صبح ہے یا آئینہ یا ہے ید بیضا ۔ یا صفحہ رخسار کسی شوخ جبین کا
یا مشتری و زہرہ ہے یا مہر درخشان ۔ یا جلوۂ پُر نور ہے یہ ماہ مُبین کا
یا تخت بلورین ہے کہ ہے لوح یہ سیمین ۔ یا صفحہ سادہ کسی انمول نگین کا

انیس

دامن وہ سبز اور وہ پنجے کا اُسکے نور ۔ نکلا ہوا ہے قصر زمرد سے جیسے حور
فرق جناب خضر پہ روشن ہی شمع طور ۔ بے شبہ دو امام کے ہے نور کا ظہور

احمد

تشبیہ کیون نہ ابروے قاتل کو دیجیے ۔ خنجر کے ساتھ تیغ کے ساتھ اور تبر کے ساتھ

مومن

خنجر تھا آگی یا زبان تھی ۔ خنجر سے زیادہ تر روان تھی
تھی یا کوئی تیغ آتشین دم ۔ یا شعلۂ آتش جہنم

امانت

دوست کے حق مین رگ گل تر ہی مژہ | مدعی کے رگ جان کیلیے نشتر ہی مژہ
شعبدہ باز ہی ساحر ہی فسونگر ہی مژہ | کبھی نیزے کی انی ہی کبھی خنجر ہی مژہ

کبھی ایسا کرتے ہین کہ سلسلہ بہ سلسلہ تشبیہ دیتے جلتے ہین یعنی ایک چیز کو ایک چیز سے تشبیہ دی پھر اس مشبہ بہ کو کسی اور چیز سے تشبیہ دی پھر اس دوسرے مشبہ بہ کو بھی کسی اور چیز سے تشبیہ دی اگرچہ یہ قسم تشبیہ مفروق مین داخل ہو سکتی ہے مگر چونکہ سنسکرت کے علم بیان مین اسکو علحدہ بیان کیا ہی اور نام اسکا شرنکھلوپما (آخر مین نون غنہ سے) رکھا ہی اسلیے ہم بھی اسکو علحدہ بیان کرتے ہین مثال اسکی یہ ہی۔

ذوق

ہر ایک خار ہی گل ہر گل ایک ساغر عیش | ہر ایک دشت چمن ہر چمن بہشت نظیر
ہر ایک قطرۂ شبنم گہر کیطرح خوش آب | ہر اک گہر گہر شب چراغ پر تنویر

بیان تشبیہ قریب

بعض تشبیہ ایسی ہوتی ہی کہ وجہ شبہ اسمین جلد سمجھ مین آجاتی ہی اسکو تشبیہ قریب کہتے ہین ایسی تشبیہ قسم مبتذل ہوتی ہے اور اسکے کئی سبب ہین۔

(۱) وجہ شبہ واحد ہو جیسے۔

محسن

کہتے ہین حسرت سے خود بین دیکھکر اے سادہ رو | ہین مصفا تیرے تلوے یا سجنجل پاؤن مین

تلوونکی تشبیہ مین آئینے کے ساتھ وجہ شبہ واحد ہے اور وہ صفائی ہے۔

ناسخ

ہو مبارک اسے دنیا مین سعادتمندی | زلف پیچیدہ جو ہے بال ہما ہو جائے

یہان زلف کی تشبیہ مین بال ہما کے ساتھ مبارک ہونا وجہ شبہ ہی شکل و وضع کو اسمین دخل نہین۔

اسیر

لب شیرین کے وصف کرتے ہین | بات گویا نبات اپنی سے ہے

بات کی تشبیہ مین نبات کے ساتھ وجہ شبہ فقط رغبت ہے۔

قلندر

اے قلندر یہ نظم یا جادو | تو نے تو لعل سا اگل دیا

نظم کی تشبیہ مین جادو کے ساتھ وجہ شبہ فقط تاثیر ہے اور لعل کے ساتھ وجہ شبہ فقط عمدگی ہے۔

سودا

گجنال مثل رعد کڑکتے تھے دم بدم | آواز شترنال تھی طاؤس کی جھنکار

آواز گجنال اور رعد کی تشبیہ مین اسیطرح آواز شترنال اور آواز طاؤس کی تشبیہ مین مہیب ہونا وجہ شبہ ہے

قلق

پیٹ نرمی سے صورت مخمل | صاف مانند تختۂ صندل

شکم اور مخمل کی تشبیہ مین وجہ شبہ فقط نرمی ہے اور شکم اور تختۂ صندل کی تشبیہ مین وجہ شبہ فقط صفائی ہے

(۲) مشبہ مشبہ بہ سے نسبت قریب کی رکھتا ہو جیسے ناشپاتی کی تشبیہ بہی سے یا بہی کی تشبیہ سیب سے اور لباس کی خلعت سے۔

نسیم

شہزادے نے کرکے پاس اُن کا | خلعت سا دیا لباس اُن کا

میر

آنت شیطان کی ہے اُسکی انت | دانت اُسکا ہے ہاتھی کا سا دانت

مومن

لبریز بہار صد جنون تھا | ہر سنگ وہان کا بے ستون تھا

ہر سنگ مشبہ اور بے ستون مشبہ بہ ہے اور بے ستون ایک پہاڑ کا نام ہے۔

ولہ

خرس کی پشم اشعار خمیدہ | سخت غبار آلا ژولیدہ

رند

اب نہین دلمین کدورت نہ حاصل ہے صفا | جیسے اشراقی کا سینہ میرا سینہ ہوگیا

امیر

ہے سپر پشت مبارک یہ کہ حمزہ کی سپر | ذو الفقار اسد اللہ کہ شمشیر دودم

(۳) مشبہ بہ اکثر ذہن مین گذرتا ہو جیسے زلف کی تشبیہ سانپ سے۔

وصف

پھرتی ہے زلف یار آنکھو نمین | پیچ کرتے ہین مار آنکھو نمین

اور آنکھ کی تشبیہ نرگس سے اور قد کی سرو سے۔

عشرت

رہوں دیدار کو لے مہر تا چند	سراپا چشم میں نرگس کی مانند
اور اُنکیں وہ صنم با عزت و شان	ادھر اودھر پھرے سرو خرامان

یاس

کہکشان رنگ کرے اٹتے ہوے ہار وینر	چاندنی محو ہیان پھول سے رخسار وینر

اور زلف کی تشبیہ زنجیر سے۔

جوہر

زلف چھوکر اُس بُت کافر کی قیدی ہم ہوے	پاے دلمین پڑ گئی زنجیر اپنے ہاتھ سے

اور ابرو کی تشبیہ ہلال و تیغ سے اور مژہ کی تشبیہ برچھی سے جیسے۔

فراست

گھائل تو ہو چکا ہی دل ابرو کی تیغ سے	مژگان کی کیون لگاتے ہو اب برچھیان مجھے

اور جبین کی تشبیہ ماہ سے جیسے۔

غنی

پر یونکو بھی ملی نہین یہ نازنین جبین	ابرو تری ہلال ہے ماہ مبین جبین

اور بال کی تشبیہ سنبل سے جیسے۔

میر حسن

کسی نے دیے کھول سنبل سے بال	طپانچوں سے جوں گل کیے سرخ گال

اور زنخدان کی تشبیہ سیب یا بہی یا کنوین کے ساتھ۔

تسلیم سہسوانی

وہ زنخ اُسکی مثل سیب و بہی	بلکہ سیب و بہی کو اُس سے بہی

اور کاکل کی تشبیہ اژدہا کے ساتھ۔

عبرت

ذقن چاہ و صف مژگان وہ خونخوار	وہ کاکل اژدہا زلف سیہ مار

اور لب کی تشبیہ برگ گل سے اور رخسار کی تشبیہ لالہ سے اور زلف کی تشبیہ سنبل سے

میر حسن

تری چشم اور لب پیارے تری لف او رخسارے — وہ نرگس ہی یہ برگ گل وہ سنبل ہی یہ لالہ ہی

اور دانتوں کی تشبیہ موتی کے ساتھ جیسے۔

ضامن

گوہر نایاب ہین دندان دہان یار مین — سرخی لعل بدخشان ہے زبان یار مین

اور عقل کی تشبیہ چراغ سے جیسے۔

ناسخ

منتظر رہنو دماغ کبھی — گل نہو عقل کا چراغ کبھی

اور رخ کی تشبیہ خورشید سے جیسے۔

یادگار

چشم بد دور عجب طرح کا جوبن نکلا — مثل خورشید درخشان رخ روشن نکلا

بیان تشبیہ بعید

بعض تشبیہ ایسی ہوتی کہ اُس مین وجہ شبہ بعد تامل کے معلوم ہوتی ہے اس کو تشبیہ بعید اور غریب کہتے ہین اور اُسکے کئی سبب ہین۔

(۱) وجہ شبہ متعدد ہو جیسے۔

جرار

تشبیہ برگ گل سے آنکھین دون تو ہے زیبا — ڈورے ہین تری آنکھ کے اے رشک چمن سرخ

آنکھ کے ڈورون کو برگ گل سے تشبیہ دی ہی اور وجہ شبہ ایک تو سرخی ہی اور دوسرے باریکی۔

آتش

سرمہ منظور نظر ٹھہرا ہے چشم یار کو — نیلگون گنڈا پنھایا مردم بیمار کو

سرمے کی تحریر کو نیلگون گنڈے سے تشبیہ دی ہی اسمین وجہ شبہ دو چیزین ہین ایک رنگ دوسرے باریکی۔

آتش

بل نہ نکلا تری زلفو کا صنم شانے سے — واقعی زور نہین پنجۂ شل سے ہوتا

شانے کی تشبیہ مین پنجے کے ساتھ وجہ شبہ متعدد ہے ایک تو صورت اُسکی کہ اُس مین دندا سے

انگلیونکی طرح ہوتے ہین دوسری وجہ شبہ بےحس و حرکت ہونا ہے۔

(۲) وجہ شبہ مرکب ہو جیسے۔

سودا

یون منعکس صفاے عمارت سے ہو چمن | جو ایک رو مکان ہو سو معلوم ہو دو رو
چادر تلے ہو آپکے یون سنگ آبشار | چلین برجبین نقاب تلے جون رخ نکو
یون جلوہ گر ہو سرو کا سایہ کہ جس طرح | کوئی سیاہ مست پڑا ہو کنار جو

ولہ

بخشتی ہے گل نورستہ کی رنگ آمیزی | پوشش چھینٹ قلمکار بہر دشت و جبل
تار بارش مین پروتے ہین گہر ہاے تگرگ | ہار پہنانے کو اشجار کے ہر سو بادل
سایۂ برگ ہے اس لطف سے ہر اک گل پر | ساغر لعل مین جون کیجے زمرد کو حل

آتش

ذقن یار مین کی خط نے رسائی پیدا | چاہ یوسف مین خضر بہر تماشا کودا

انیس

یون برچھیان تھین چار طرف اس جناب کے | جیسے کرن نکلتی ہے گرد آفتاب کے

(۳) مشبہ کو مشبہ بہ کے ساتھ دور نسبت ہو جیسے۔

آتش

گورے گالون پر ترے زیبا ہے خال عنبرین | تھا یہی مینا منزا وار ایسی لوح سیم کا

ظاہر ہے کہ گورے گالون اور سیاہ خال کو لوح سیم او رمینا کے ساتھ عدم اعتبار تشبیہ کی صورت مین مناسبت نہین۔

ولہ

سرمے کا چشم یار کے دل کشتہ ہو گیا | مارا پڑا ہے زنگی ابلق سوار سے

نطق

جو پریزاد کا خال تہ گیسو ہو گا | جان لو سانپ کے نیچے کا وہ بچھو ہو گا

مصحفی

حق نے کیا اس کو تازگی دی ہے | ہر بنا گوش گل کی پتی ہے

وزیر

جا کے دل بھول گیا راہ نہ آیا پھر کر — کوچۂ زلف ہے یا بھول بھلیان سر پر

(۴) مشبہ بہ ذہن مین ندرت کے ساتھ آئے بسبب اسکے کہ وہمیات سے ہو یا خیالیات سے —

رند

دہان یار مین دیکھی زبان تو یہ خیال آیا — کسی نے چھوڑ دی ہے لال مچھلی حوض کوثر مین

خلیق

موئے سر پانو نپہ اے رشک صنوبر یہ نہین — سرو کی چوٹی سے نکلا ہے نہال کاکل

امانت

جلوۂ کاکل کا نہین رخ پہ نظر آتا ہے — کانکی لوکا دھوان ناز سے بل کھاتا ہے

ولہ

بخشی کیا زیور نے اُس رشک چمن کو تازگی — کانکا پتا نہال تن کو کونپل ہو گیا

قلق

نظر آیا جو اُس کے کان مین یاقوت کا بندہ — کہی یہ بات دل نے پھن ہے مار زلف پیچان کا

وزیر

اگا مضمون یا تھا اُس کانکی مچھلی کی بالی کا — یہ ہمنے چشمۂ خورشید سے مچھلی نکالی ہے

گوکل پرشاد رسا

بکھرے رخسارونپہ گیسو جو ترے سیمبر آج — سانپ اُڑتے نظر آئے مجھے خورشید پر آج

کوکلا

نہین گیسوئے عنبرین اُن کے — دود بخت سیاہ عاشق ہے

امانت

ناک کے پاس بھوین اسر نہین نہوڑائے ہین — شاخ بلورین مین تلوار کے پھل آئے ہین

تشبیہ مین وجہ شبہ جسقدر ترکیب زیادہ رکھتی ہوگی اسی قدر اسمین بعد اور غرابت زیادہ ہوگی اور جتنی کم تفصیل اور ترکیب رکھتی ہوگی اُتنی ہی زیادہ قریب اور مبتذل ہوگی ۔ تشبیہ مین جسقدر بعد و غرابت زیادہ پیدا ہوتے ہین اُسی قدر زیادہ بلیغ ہوتی ہے اور بہ نسبت قریب و مبتذل کے اُس مین بہت لطف ہوتا ہے پس مولوی شبلی نے جو موازنہ مین تشبیہ قریب الفہم کو تشبیہ کا بڑا کمال

سمجھا ہے تحقیق کے خلاف ہے۔
کبھی تشبیہ مبتذل تھوڑا سا تصرف کرنے سے غریب ہو جاتی ہے جیسے زلف کو شانہ پر افتادہ ہونیکے سبب سے دل خانہ بدوش کہین۔

ذکی

شانو نپہ اُس پری کے پریشان جو زلف ہے	انداز اُڑا لیے ہے دل خانہ بدوش کا

یا زلف کے دونون رخسارونپر آویختہ ہونیکی وجہ سے اُسکو مار دوسر کے ساتھ تشبیہ دینا

نفیس

تشبیہ دے چکا ہونین مار دوسر کے ساتھ	زلفونکو اُسکی ہاتھ لگاتا ہون ڈر کے ساتھ

یا دونون ابروونکو دو ہلالونسے تشبیہ دیکر اُنکے یکجا نظر آنیکا ادعا کرنا۔

ظفر

ابرو ہین تماشا ترے اے رشک قمر دو	یک جا مہ نو سامنے آتے ہین نظر دو

مرزا محمد اسمعیل طپش

کہا دسے کہ چل تجھکو تماشا ایک دکھلاؤن لگا کہنے طپش مین گھر سے باہر کسطرح نکلون	نہ کاکل عرق آلودہ وہ گردن جھلکتی ہے اندھیری رات ہے برسات ہے بجلی چمکتی ہے

اگرچہ تنہا کاکل تشبیہ اندھیری رات سے اور عرق کی برسات سے اور جھلکتی ہوئی گردن کی چمکتی ہوئی بجلی سے عامیانہ ہے مگر تینونکے ایک جا جمع ہونیسے نادر ہو گئی ہے۔

برق

جھکا بار پستان سے چلنے مین قد	انار و نسے خم شاخ تر ہو گئی

پستان کو انار سے تشبیہ دی ہے اور یہ کوئی غریب تشبیہ نہین مگر تصرف کرنیسے غرابت آگئی ہے۔

ولہ

کندن کی طرح جسم دمکتا ہے یار کا	پھبتی کمر پہ سوجھی ہے سونے کے تار کی

سونیکے تار کے ساتھ تشبیہ کمر یار کی مبتذل تھی مگر کندن کیطرح دمکنے کی مناسبت سے نادر ہو گئی

آباد

شک ہے کمر یار کے اوپر رگ جان کا	کیسی رگ گل رشتۂ باریک کہان کا

شاعر کو کمر یار کی تشبیہ رگ گل اور رشتۂ باریک کے ساتھ بھی منظور ہے اور یہ تشبیہ مبتذل تھی

مگر استفہام انکاری کے طور پہ بیان کرنیسے غرابت آگئی۔

عاشق

دانتو نمین زلف کو جو دباتے ہو بار بار — کاٹے گا خاک سانپ کا جب سر کچل گیا

زلف کی تشبیہ سانپ کے ساتھ مبتذل تھی مگر شاعر کے تصرف سے اُسمین غرابت آگئی۔

مجیب

مشک ختن زلف کو مین نے کہا — مجھ سے یہ اک کار خطا ہو گیا

تشبیہ زلف کی مشک کے ساتھ مبتذل تھی مگر خطا کے ذکر سے غرابت آگئی۔

مملو

مصحف رخسار پہ رکھتی قدم ہے بار بار — زلف کافر کو عبث سر پر چڑھایا آپنے

رخسار کی تشبیہ مصحف کے ساتھ اگرچہ مبتذل ہو مگر کافر کے ذکر نے اُسے نادر کر دیا۔

حسام

ہندوے زلف کی صحبت سے اُنھین آہ طہیر — نہین معلوم کہ کیسے ہین مسلمان عارض

زلف کی تشبیہ ہندو کے ساتھ ہے اور مسلمان کے ذکر کی وجہ سے اسمین غرابت آگئی ہی۔

میر قاسم علی شوکت

کسنے دکھلایا ہے یہ چاند سا تلوا مجکو — ایڑیان گھستے ہی گذرا یہ مہینا مجکو

اگرچہ تلوے کی تشبیہ چاند کے ساتھ مبتذل ہی مگر ایڑیان گھسنے اور مہینے کے ذکر نے اسے بلیغ کر دیا ہے۔

نسیم

موسے کا عصا تھا لٹھ جوان کا — ایک ہی لاٹھی سے سب کو ہانکا

لٹھ کی تشبیہ عصاے موسے کے ساتھ غریب نہ تھی مگر جب یہ کہا کہ ایک ہی لاٹھی سے سبکو ہانکا تو اسمین غرابت آگئی

آصف الدولہ

زلف مشکین مین پری روکے یہ دل کیون نہ پھنسے — ایسا صیاد ہوا اور ہاتھ مین دام ایسا ہو

زلف کی تشبیہ دام کے ساتھ اور معشوق کی تشبیہ صیاد کے ساتھ اگرچہ مبتذل ہو مگر انکے اجتماع سے غرابت آگئی

الہام

نگہ وہ دشنہ کہ طعنہ کٹار پر مارے — مژہ وہ تیر کہ خنجر کو دھار پر مارے

اگرچہ نگاہ کی تشبیہ دشنے کے ساتھ اور مژہ کی تشبیہ تیر کے ساتھ بلیغ نہین مگر کٹار پر طعنہ مارنے

اور خنجر کو دھار پہ مارنیکے ذکر سے غرابت آگئی۔

عاصی

دل مبتلا ہے عشق زنخدان یار مین
کافی ہے ڈوبنے کے لیے یہ کنوان مجھے

زنخدان کی تشبیہ کنوین کے ساتھ مبتذل ہی مگر ڈوبنے کے ذکر نے ندرت پیدا کردی۔

عشقی

خدا جانے ہوی بت کیا بلا چاہ زنخدانمین
نہ مانگا اُسنے پانی جو گرا چاہ زنخدان مین

پانی نہ مانگا کے ذکر نے اس تشبیہ مین ندرت پیدا کر[illegible]۔

رسا

دیتے ہین قدیار سے کیون سرو کو تشبیہ
وہ بے ثمر ہے اسمین ہی سیب ذقن کا پھل

سرو اور قد یار کی تشبیہ مین بوجہ اپنے مفردات کے کوئی غرابت نہین مگر ثمر کے ذکر کی وجہ سے غرابت آگئی

سلام

حدیث زلف چشم یار سے پوچھ
درازی رات کی بیمار سے پوچھ

اگرچہ زلف کی تشبیہ رات سے اور آنکھ کی بیمار سے علحدہ علحدہ کوئی خوبی نہین رکھتی مگر انکے اجتماع سے ندرت آگئی

گویا

کیونکر کہون پیشانیکی افشانکو ستارے
جب ماہ نہ ہو چہرہ تابان کے برابر

اور اگر تشبیہ مبتذل مین تصرف بطریق شرط کے ہو تو اُسکو تشبیہ مشروط کہتے ہین جیسے یون کہین کہ تجھکو سرو کہہ سکتے ہین اگر سرو مین ماہ کا ثمر لگتا ہو یا تجھکو ماہ کہہ سکتے ہین اگر ماہ مین سرو کا قد ہو۔

شباب

برگ گل کی طرح ہین لب اُسکے
اُسمین اعجاز کا اثر ہوا اگر +
اُس کی آنکھین ہین صورت نرگس
اُس مین بینائی کا گذر ہوا اگر +

اسی قبیل سے ہے۔

وقار

اُس صبح رُخ کے ناخن پا کا جواب تھا
ہوتین بلندیان اگر ابر ِ شام مین

انیس

رخسار کو قمر جو کہون اُسمین داغ ہے
خورشید ہے تو کیا ہو وہ دن کا چراغ ہی

غلام علیخان وحشت

دل ترا سنگ ہی پر آگ نہ نکلی گاہے	رخ ترا آئنہ ہی پر کبھی حیران ہوا

مفردات اسکے بتذل ہین مگر بوجہ استدراک کے غرابت پیدا ہو گئی۔

وہیر عون و محمد کے سراپا کے بیان مین کہتے ہین

رو دار ہے خورشید پہ ابرو نہین رکھتا	ابرو مہ نور رکھتا ہے پر رو نہین رکھتا
قد رکھتا ہے طوبےٰ پہ یہ گیسو نہین رکھتا	سنبل کے ہین گیسو قد دلجو نہین رکھتا

گر آنکھ ہی نرگس کی تو بینائی نہین ہے
غنچہ کے دہن ہی تو یہ گویائی نہین ہے

بو ہے گل جنت مین یہ رخسار نہین ہے	آئین مین تجلی ہے یہ دیدار نہین ہے
قد رکھتا ہے طوبے پہ یہ رفتار نہین ہے	شیرین لب کوثر ہے یہ گفتار نہین ہے

آئینے مین رو ہے یہ خط سبز کہان ہی
غنچے کے دہن ہی نہ زبان ہی نہ بیان ہی

متامل پر پوشیدہ نہین ہے کہ ان اشعار مین چہرے کی تشبیہ خورشید کے ساتھ اور ابرو کی تشبیہ مہ نو کے ساتھ اور قد کی تشبیہ طوبے کے ساتھ اور آنکھ کی تشبیہ نرگس کے ساتھ اور دہن کی تشبیہ غنچے کے ساتھ اور رخسار کی تشبیہ گل کے ساتھ اور ہونٹ کی تشبیہ لب کوثر کے ساتھ اور رو کی تشبیہ آئینے کے ساتھ ملحوظ ہی مگر اسطرح بیان کیا ہی کہ غرابت آگئی ہے —

اسی قبیل سے ہی ناسخ کا یہ شعر —

مشک مین خوشبو ہے پیچ و تاب مثل مو نہین	پیچ ہین سنبل مین مثل مو مگر خوشبو نہین

بیان تشبیہ تمثیل و تشبیہ غیر تمثیل

اگر وجہ شبہ کئی چیزون سے حاصل ہوئی ہو تو اسکو تشبیہ مرکب کہتے ہین اور تشبیہ تمثیل بھی اسی کا نام ہی مگر بغیر قید تشبیہ کے صرف تمثیل نہین کہتے اور سکاکی نے یہ قید بھی لگائی ہی کہ وجہ شبہ وصف حقیقی نہ ہو بلکہ امر متوہم ہو اور شیخ عبدالقاہر جرجانی کے نزدیک تشبیہ تمثیلی وہ تشبیہ ہے جس مین وجہ شبہ مرکب عقلی ہو اور اگر مرکب حسی ہو تو اسکو تشبیہ تمثیلی اور ضرب المثل نہ کہنا چاہیے۔

جیسے میر کے اس شعر مین ؎

اے مہر سچ مثل ہی جو عالم ہے بے عمل — گویا وہ اک گدھا ہی کتب سے لدا ہوا

اس مثال مین عالم بے عمل مشبہ اور گدھا کتابون سے لدا ہوا مشبہ بہ ہی اور محنت اٹھانا اور پھر ایسے بڑے نفع کی چیز سے محروم رہنا صفت مجموعی کہ مرکب کئی چیز سے ہی وجہ شبہ ہے اور یہ صفت حقیقی نہین ہے اور عقلی بھی ہی پس یہ سب کے نزدیک تمثیل ہے سکاکی کے نزدیک باعتبار غیر حقیقی ہونیکے اور شیخ کے نزدیک باعتبار عقلی ہونیکے اور جمہور کے نزدیک اسواسطے کہ اُنکے نزدیک یہ قیود معتبر نہین بلکہ عام ہے اس سے کہ حسی ہو یا عقلی اور حقیقی ہو یا غیر حقیقی پس اس شعر مین —

محشر

چمن مین گل پہ یون ہے قطرۂ شبنم پڑا چمکے — انگوٹھی پر گویا سونیکی اک الماس ہی دمکے

بقول شیخ کے تمثیل نہین ہی کیونکہ اس شعر مین ایک سرخ اور مدور چیز کے درمیان ایک سفید و براق چیز کا لحاظ ہونا وجہ شبہ ہی اور یہ امر مرکب حسی ہی اور چونکہ یہ وصف حقیقی ہی اسلیے سکاکی کے نزدیک بھی تمثیل نہین ہے

عبرت

دردندان دہن مین یون ہین باہم — نہان غنچے مین جون قطرات شبنم

اس شعر مین بھی وہی حال ہے کیونکہ ایک گول اور سُرخ فام چیز مین ایک سفید اور براق چیز کا لحاظ ہونا وجہ شبہ ہی اور یہ مرکب حسی اور وصف حقیقی ہے —

سودا

بلند ہمت اگر ہون نہ زیر چرخ ضعیف — ہلال عید ہو عالم کا کیونکہ روزہ کشا
جونا توان نکرین دستگیری دشمن — تو خار و خس نکرے شعلے کو کبھو برپا
فتادگی مین یہ عزت ہی دیکھا ای سرکش — کہ نیک و بد نے کیا نقش پا کو راہ نما

سب کے نزدیک ان اشعار مین تمثیل ہے —

اور اگر وجہ شبہ مرکب نہو گی بلکہ واحد یا متعدد ہو گی تو اُسکو تشبیہ غیر تمثیل کہین گے مثال اول جیسے خوشبو معشوق کے گیسو اور مشک و عنبر کی تشبیہ مین اور جرأت زید اور شیر کی تشبیہ مین مثال دوم جیسے بہی کی تشبیہ مین سیب کے ساتھ رنگ اور مزہ اور خوشبو اور زلف و سنبل کی تشبیہ مین درازی اور سیاہی اور پیچیدگی

بیان تشبیہ مفصل و مجمل

جس تشبیہ مین وجہ شبہ مذکور رہو اُسکو تشبیہ مفصل کہتے ہین جیسے فلان آدمی شجاعت مین شیر کی طرح ہے

گلزار نسیم

دستور کہ عرض کر چکا تھا ۔ مثل دل بدگمان رکا تھا

ولہ

وہ طفل بھی گر پڑا قدم پر ۔ مانند سرشک چشم مادر

ولہ

لرزہ سا چڑھا وہ دیونی پر ۔ مانند حواس اڑی وہ مضطر

ظفر

اُس شعلہ خو سے بزم جہاں میں لگا کے لو ۔ مانند شمع آپکو ہم نے گھلا دیا

دبیر

سیماب سا سینے میں تڑپنے جو لگا دل ۔ گر گر کے کئی بار اُٹھی صورت بسمل

نفیس

چمک رہے ہیں دُر نظم اختروں کی طرح ۔ ادا ہے شاہد مضمون میں دلبروں کی طرح

ذوق

ہوا میں ہے یہ طراوت کہ دود گلخن بھی ۔ برستا اُٹھتا ہے آتش سے مثل ابر مطیر

اسیخ

الٰہی تاریکی ہے مانند زحل ہوئے سیاہ ۔ آئے گر خورشید میرے بیت احزان کی طرف

ناسخ

جو ملی ہو گئی لنکا کی طرح اے یار سونے کی ۔ ترے پرتو سے ہوتی ہے گلی دیوار سونے کی

اسی قبیل سے ہے وہ تشبیہ بھی جسمیں وہ چیز مذکور ہو جسکو وجہ شبہ لازم ہو جیسے —

ظفر

حلاوت اُس شوخ لعل لب کے نہ پوچھ بوسے کی ہے یہ شیرین
کہ جو کوئی انگبین خالص کو گھول دے لے کے آب خالص

ولہ

کھائے ہے کس کس حلاوت سے دل عاشق اُسے ۔ شیر غم شیرین مثال نیشکر پیدا ہوا

بیت اول میں لب معشوق کے بوسے کو شہد میں گھلے ہوئے آب خالص سے تشبیہ دی اور دوسری

بیت مین شیر غم کو نیشکر سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ دونون جگہ شیرینی بیان کی ہے اور درحقیقت وجہ شبہ دونون جگہ رغبت ہے اور وہ شیرینی کو لازم ہے اور یہ بوسۂ لب معشوق اور شہد مین حل کیے ہوے آب خالص مین مشترک ہے اسی طرح غم اور نیشکر مین بھی رغبت مشترک ہے اور شیرین دونون جگہ وجہ شبہ نہین کیونکہ وہ مطعومات کے خواص مین سے ہے پس شیرینی بوسے اور غم مین موجود نہ ہوگی کیونکہ وہ کھانے کی چیزون مین سے نہین ہین اور جامع کیلیے یہ ضرور ہے کہ وہ مشبہ اور مشبہ بہ دونون مین موجود ہو اور حق یہ ہے کہ ایسی چیز کو وجہ شبہ کی جگہ ذکر کرنا جو خود وجہ شبہ نہ ہو بلکہ وجہ شبہ کا لازم ہو تسامح ہے اور ایسا ہی اسی قبیل سے ہے ان دو شعرون مین ۔

شہیدی

کبھی عمداً جو ہکلا کر وہ مجھسے بات کرتا ہے	مزہ دیتا ہے اُس کا ہر سخن قند مکرر کا

وجاہت

کیا ذائقہ بیان کرون اُسکی بات کا	جو بات ہے بس اُسمین مزہ ہے نبات کا

ظفر

حرف جانے کا زبان پر لانا ہے جانان مرے	ہے وہ میرے حق مین جیسے موت کا پیغام تلخ

معشوق کے جانے کی بات کو موت کے پیغام کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور مذکور یہان تلخی ہے حالانکہ درحقیقت وجہ شبہ ناگواری ہے جو تلخی کو لازمی ہے ۔

مومن

درد شراب و سختی قاتل	تلخ سخن مانند ہلاہل

سخن کی تشبیہ مین ہلاہل کے ساتھ وجہ شبہ ناپسندیدگی ہے اور وہ تلخی کو لازم ہے ۔

عبرت

پر اُسکے سبز مثل بخت کامل	یہ منقار اُسکی پہ خون صورت دل

پرونکی تشبیہ مین بخت کامل کے ساتھ وجہ شبہ عمدگی ہے اور وہ سبزی کو لازم ہے اور یہ پر اور بخت کامل مین مشترک ہے اور سبزی وجہ شبہ نہین کیونکہ وہ اجسام کے عوارض مین سے ہے جو محسوسات مین داخل ہے اور بخت عقلیات مین سے ہے پس سبزی بخت مین موجود نہوگی ۔

ولہ

اگرچہ سبز ہے ظاہر مرا رنگ	پہ باطن مین مرے آتش ہے جون سنگ

طوطے کے باطن کی تشبیہ مین سنگ کے ساتھ وجہ شبہ سوز ہے جو آتش کو لازم ہے۔

غلام حسینخان قدیر

جلایا جو پروانہ سان اُسنے مجکو	کہا مین نے بھی شمع رو اُس کو جلکر

متکلم کی تشبیہ مین پروانیکے ساتھ وجہ شبہ تکلیف ہے جو جلنے کو لازم ہے۔

ذوق

عقل مین شمس ہی تو علم مین کان گوہر	فضل مین کعبہ ہی تو حلم مین کوہ رحمت

انسان کی تشبیہ مین شمس کے ساتھ عقل وجہ شبہ نہین بلکہ انکشاف ہے جو عقل کو لازم ہے اور یہ انسان و شمس دونون مین موجود ہے اور عقل وجہ شبہ اسلیے نہین کہ وہ انسان سے مخصوص ہے اور اجرام علوی غیر ذی روح ہین اسی طرح انسان کی تشبیہ مین کان گوہر کے ساتھ وجہ شبہ کثرت منفعت ہے جو علم کو لازم ہے اور یہ ذی علم انسان اور کان گوہر مین مشترک ہی اور علم وجہ شبہ نہین کیونکہ وہ ذی روح و ذی عقل کی شان سے ہی پس علم کان گوہر مین موجود نہوگا اور کوہ رحمت کے ساتھ تشبیہ مین وجہ شبہ برداشت کرنا ہے اور یہ امر انسان اور کوہ مین مشترک ہی اور حلم وجہ شبہ نہین کیونکہ حلم عذاب مین آہستگی کرنیکو کہتے ہین اور یہ امر پہاڑ مین پایا نہین جاتا۔

ناسخ

غنچہ نہ تیری یاد مین ہی سیم بہشت	زہر غم فراق مزے مین ہے در بہشت

زہر غم فراق کی تشبیہ مین در بہشت کے ساتھ کہ ایک قسم کی مٹھائی ہی وجہ شبہ درحقیقت مزہ نہین بلکہ مرغوبی ہی جو مزہ کو لازم ہے اور جو وجہ شبہ مذکور نہو تو اُس تشبیہ کو تشبیہ مجمل کہتے ہین اور یہ کئی طرح ہے۔

(۱) یہ کہ وجہ شبہ غیر مذکور اُسمین ایسی ہو کہ ہر اک کو بے تامل معلوم ہو سکتی ہو جیسے۔

مرزا حاتم علی مہر لکھنوی

بھوین تلوار ہین تو تیری نگاہین ہین تیر	موے مژگان جنھین سب کہتے ہین وہ بھالے ہین

جنون

کسی نے تارے نہین دیکھے چاند مین اب تک	تمھارا چاند سا چہرہ ہی اور تارے گال

جرات

گل سماتے نہین جامے مین خوشی کے مارے	جب سے دیکھا ہے ترے پھول سے رخسارونکو

داغ اُسکے زبس مثال گل تھے	مومن	تھے ہاتھ کہان نہال گل تھے

نسیم

ہم بستر آدمی پری تھی	سائے کی بغل مین چاندنی تھی

نادر

مسی ہی مثل سرکہ لب اُسکا انگبین ہے	بوسہ جو آج لیجے لطف سکنجبین ہے

عبرت

نکل کر جب چلی گلشن سے وہ ماہ	تدرو باغ بولا بھر کے اک آہ
مین کہتا تھا کہ سرو بوستان ہے	نہ سمجھا یہ کہ تو سرو روان ہے

(۲) وجہ شبہ غیر مذکور پوشیدہ ہو اور سوا خواص کے اُسکو کوئی اور معلوم نکرسکے جیسے۔

مومن

ہے رگ خواب سے غفلت محسوس	ہوگئی طرز تجاہل کابوس

وجہ شبہ تشبیہ تجاہل مین کابوس کے ساتھ نیند مین ڈر کر چونک پڑنا اور چلانا اور آواز مین اختلال آجانا ہی اور ظاہر ہے کہ یہ اُمور ہر آدمی پر فوراً ظاہر نہین ہوسکتے۔

اسرار

وہ جب ہنستے ہین یہ کہتا ہون یارب	یہ بجلی دیکھیے گرتی کہان ہے

یہان ہنسنے کی تشبیہ برق کے ساتھ واقع ہوئی ہے ہنسنا معشوق کا بسبب شوخی کے واقع ہوتا ہے یا بسبب اسکے کہ ہنسنے مین دانت کی سفیدی اور چمک ظاہر ہوجاتی ہی اسواسطے اسکو برق سے تشبیہ دیتے ہین اور یہ امور سوا‌ے خواص کے اور کوئی دریافت نہین کرسکتا۔

ذوق

واہ وا کیا معتدل ہی باغ عالم کی ہوا	مثل نبض صاحب صحت ہے ہر موج صبا

موج صبا کو صاحب صحت کی نبض کے ساتھ تشبیہ دی ہی اور وجہ مشابہت ایسی چیز ہے جس کو سوا‌ے طبیب کے دوسرا نہین جان سکتا مثلاً صاحب صحت کی نبض طول مین چار اُنگل سے نہ کم ہوتی ہی نہ زیادہ اور اُنگلیونکو اُسکی حرکت زور سے صدمہ نہین دیتی اور نہ جلد چلتی ہے نہ آہستہ اور چھونے مین نہ گرم معلوم ہوتی ہی نہ سرد اور نہ اُنگلیونکی چوڑائی سے اُسکی حرکت زیادہ ہوتی ہے نہ بہت کم اور اُسکی حرکت ایک ہی طور پر چلتی ہی اور ڈاکٹرون کے قول کے مطابق بلوغت مین صاحب صحت کی نبض ایک منٹ مین نوے مرتبہ چلتی ہے اور جوانی مین پچھتر مرتبہ۔

ولہ

پاس دین تیرا جو زنار کی چاہے تبدیل
دور ش گردونیہ خط منطقہ ہو خط نطاق

خط منطقہ ایک دائرہ ہے کہ بارون برج اُسی دائرے پر واقع ہین اور نطاق کمربند یعنے پٹکے کو کہتے ہین دائرہ منطقۃ البروج کا اپنی حمائلی شکل جو پہنی ہوئی زنار سے مشابہت رکھتی ہے چھوڑ کر ایسے خط کی شکل اختیار کر لینا جو کمر سے بندھے ہوے پٹکے کی طرح ہو جس مین زنار کی شکل نہین ہوتی وجہ شبہ ہے اور یہ باتین عوام کی سمجھ سے دور ہین —

ولہ

دل افگار کا ہے سودۂ الماس علاج
سنگ ہی سنگجراحت بسر زخم جہان

سنگ کو سنگجراحت سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ زخم سے خون کا بند کرنا خشکی پیدا کرنا اور رطوبت کو سکھانا وغیرہ افعال ہین جنکو سواے طبیب کے دوسرا نہین سمجھ سکتا —

ولہ

افعی زلف کے کاٹے کو ہی جون مُہرۂ مار
گوش خوبان مین تہ زلف سمن سا گوہر

گوہر کو مہرۂ مار سے تشبیہ دی ہی جو ایک پتھر ہے جسے سانپ کے کاٹے ہوے زخم پر لگاتے ہین تو چپک کر زہر چوس لیتا ہی وجہ شبہ اپنی تاثیر سے سانپ کے زہر کو دفع کرنا ہے اور لیے سواے طبیب کے دوسرے کو معلوم نہین ہو سکتا

ولہ

گر سحاب قہر تیرا ہو تگرگ افشان تو ہو
حال اہل قاف وہ اے خسرو عالی مقام
وادی بطحا مین جیسے بر سر اصحاب فیل
معجز طیر ابابیل آیا وقت انہزام

ممدوح نے سحاب قہر کی تگرگ افشانی کو اہل قاف پر اُس واقعہ کے ساتھ تشبیہ دی ہی جو کعبے کے پاس اصحاب فیل کو ابابیل سے پیش آیا تھا اور وجہ مشابہت اسمین جو باتے ہے اُسکو عوام مشکل سے جان سکتے ہین —

امیر

دل صاف زبان صاف سخن صاف ہے میرا
موتی کی لڑی ہی کہ مسلسل مری تقریر

یعنی جسطرح لڑیکا ہر موتی اچھا معلوم ہوتا ہی اور لڑی کے کسی حصے مین اچھے برے ہونیکا تفاوت نہین پایا جاتا یہی حال میری تقریر کا ہی کہ اُسکے کسی حصے مین تفاوت اور نقصان نہین ہوتا وجہ شبہ مشبہ اور مشبہ بہ مین ایسا تناسب ہے جسمین تفاوت ممتنع ہے مگر فرق اسقدر ہے کہ مشبہ بہ مین یہ تناسب فقط صورت کے اعتبار سے ہی اور مشبہ مین صورت یعنی لفظ اور معنے دونونکے اعتبار سے اور ظاہر ہے کہ اسوجہ کو سواے خاص کے

دوسرا آدمی نہین جان سکتا۔

ولہ

یہی دو چار دانے حاصل کشت محبت ہین	نہین اشک مسلسل بالیان ہین خرمن دل کی

(۳) تشبیہ مین مشبہ اور مشبہ بہ کا وصف مذکور نہو اور مراد وصف سے وہ چیز ہو جس سے وجہ شبہ پر دلالت ہوتی ہو

صبا

ہلال ابروے قاتل نے معرکہ مارا	نیام شب مین نہان تیغ آفتاب ہوئی

ابرو کو ہلال کے ساتھ اور شب کو نیام کے ساتھ اور آفتاب کو تیغ کے ساتھ تشبیہ دی ہی اور کسی کے ساتھ کوئی ایسا لفظ مذکور نہین جس سے وجہ شبہ پر اشارہ ہوتا ہو۔

امانت

پیستا ہے دانت سوتے مین وہ دریائے مراد	خواب مین دیکھے نہ تھے ہمنے تو گوہر لعبتے

چونکہ مشبہ اور مشبہ بہ دونون مین سے ایک کے لیے بھی کوئی وصف مناسب مذکور نہین ہے اس لیے وجہ شبہ پر ایما نہین ہوتا۔

عیشی

دندان ولب کے وصف مین تشبیہ ہو نئی	دو لعل ہین ازل سے یہ کان گہر کے ساتھ

قلق

یاقوت کا نگین جگر سنگ مین ہے لعل	صورت یہ ہے صنم ترے منھ مین اُگال کی

یہان مشبہ اور مشبہ بہ دونون مین سے کسیکا وصف مذکور نہین اسلیے وجہ شبہ پر اشارہ کسی لفظ سے نہین ہو سکتا۔

سرفراز علی خان وحید

افعی کہو ناگن کہو اژدر نہ بناؤ	اتنا نہ بڑھاؤ سخن مختصر زلف

(۴) حرف مشبہ کا وصف مذکور کرین جیسے۔

اختر

کبھی مرجان کبھی یاقوت کبھی لعل لکھا	چوری کرتا ہون مین اسنے دست حنائی تیری

مشبہ یعنی دست کا وصف حنائی ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وجہ شبہ دست کی تشبیہ مین مرجان اور یاقوت اور لعل کے ساتھ سُرخی ہی۔

دل یہ کہتا ہی بدخشان مین شفق پھولی ہے	امیر	سُرخ جب ہونٹ ترے پان سے ہم دیکھتے ہین

ہونٹ مشبہ ہے اور شفق مشبہ بہ ہے اور سرخی وہان وصف مشبہ کے ہین جن سے یہ بات سمجھی جاتی ہے کہ وجہ شبہ یہان سرخی ہی ــــ

نادر

گوندھا چوٹی کو جو موباف سیہ سے ای پری	لے ہوا تیار یہ اک اور جوڑا سانپ کا

مومن

تھی پشت خمیدہ یا کمان تھی	تھا تیر کہ آہ خون چکان تھی

(۵) فقط مشبہ بہ کا وصف مذکور کرین جیسے ــــ

رند

دہان یار مین دیکھی زبان تو یہ خیال آیا	کسی نے چھوڑ دی ہی لال مچھلی حوض کوثر مین

لال کہ وصف مشبہ بہ کا ہی اس بات پہ دلالت کرتا ہی کہ زبان کو مچھلی کے ساتھ تشبیہ سرخی مین دی ہی

سید اصغر علی آبرو

کسی دن اسطرف یارب ہو رخ ابروے جانان کا	کہ ہم بھی دیکھ لین جوہر کہین اُس تیغ بران کا

ابرو مشبہ ہے اور تیغ بران مشبہ بہ اور جوہر و بران مشبہ بہ کے مناسبات ہین جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ابرو کو تلوار کے ساتھ کاٹ کی وجہ سے تشبیہ دی ہی ــــ

امیر

عشق ابرو مین سر اُترا دوش سے	چڑھ گئے ہم دم پہ اس تلوار کے

ابرو مشبہ اور تلوار مشبہ بہ ہے دم اور سر اوترنا جو مشبہ بہ کے مناسب ہین اس بات پر دلالت کرتے ہین کہ یہان وجہ شبہ کاٹ ہے ــــ

ولہ

تجھکو قاتل ہی کے لعل لب خندان کی قسم	نیمجان چھوڑ نہ اے تیغ تبسم مجکو

تبسم مشبہ اور تیغ مشبہ بہ اور نیمجان چھوڑنا مناسب مشبہ بہ کے ہے اس سے معلوم ہوا کہ تبسم کی تشبیہ تیغ کے ساتھ وجہ شبہ قتل کرنا ہے ــــ

قلق

چمکی جو اُسکی برق تبسم تو شرم سے	بجلی نے مُنھ پہ لے لیا دامن حجاب کا

تبسم مشبہ اور برق مشبہ بہ ہے اور چمکنا مشبہ بہ کے مناسب ہے جس سے اس بات پر ایما ہوتا ہے کہ

معشوق کے ہنسنے مین جو دانت کی سفیدی اور چمک ظاہر ہو جاتی ہے وہ وجہ شبہ ہے۔

	رند	
یہ سانپ تجھکو ڈس کے نہ جائے کہین اُلٹ		مار سیاہ زلف سے ایدل پناہ مانگ

سیاہ اور ڈس کے اُلٹ جانا وصف ملائم مشبہ بہ کے ہین اور اس سے اس بات پر اشارہ ہے کہ زلف کی تشبیہ مار کے ساتھ سیاہی اور ایذا رسانی مین ہے۔

	ولہ	
اللہ کبھی پیچ مین زلفون کے نہ ڈالے		جانبر نہین ہوتے ہین جنھین ڈستے ہین کالے

زلف مشبہ ہے اور کالا سانپ مشبہ بہ اور کاٹنا اور ڈسنا وصف ملائم مشبہ بہ کے ہین اور یہ لایا اس بات پر ہے کہ زلف کی تشبیہ مار سیاہ کے ساتھ سیاہی اور ایذا رسانی مین ہے۔

	میرانیس	
جو ذرہ تھی خوشبو جو محلہ تھا وہ گلزار		روشن تھا مدینے کا ہراک کوچہ و بازار
معلوم یہ ہوتا تھا کہ پھولونکا ہی انبار		کھولے ہوے تھا آہوے شب نافۂ تاتار

میر انیس اُس رات کا حال بیان کرتے ہین جسمین حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوے تھے اُس رات ہر گلی مین خوشبو پھیلنا بیان کیا پھر رات کو آہو سے تشبیہ دی اور نافہ تاتار جو وصف ملائم مشبہ بہ ہو ذکر کیا جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس تشبیہ مین وجہ شبہ خوشبو ہے۔

(۶) مشبہ اور مشبہ بہ دونون کا وصف ذکر کرین جیسے۔

	ذوق	
چھپ گیا منہ رخ پہ تیرے زلف شبگون دیکھکر		سچ کہا ہو آگے کالے کے نہین جلتا چراغ

زلف کے مناسب شبگون ہو اور سانپ کے مناسب کالا ہونا اور چراغ کا نہ جلنا اور یہ چیزین اس بات پر دلالت کرتی ہین کہ وجہ شبہ سیاہی ہو۔

	صبا	
ہراک حلقہ ہی کالا جیل خانہ زلف شبگونکا		دل سودا زدہ میرا نہ چھوٹے گا نہ چھوٹیگا

لفظ شبگون حلقۂ زلف کا وصف ہو اور جیلخانے کا وصف کالا ہو اور یہ دونون وصف اس بات پر دال ہین کہ وجہ شبہ سیاہی و تاریکی ہے۔

	امانت	
جبین پر پھبتیان ہوتے نگین لوح طلائی کی		سنہری جب چنی اُس مصحف رخسار نے افشان

لفظ سنہری صفت مناسب افشان کے ہی جو مشبہ ہے اور طلائی وصف مناسب لوح کے ہی اور یہ مشبہ بہ ہے اور یہ دونون وصف اس بات پر دلالت کرتے ہین کہ افشان اور لوح مین وجہ شبہ سنہرا رنگ ہے —

شایان

عالم ہے تاب چہرہ سے چشم سیاہ پر ہوتا ہے آفتاب سے کالا ہرن کا رنگ

چہرہ مشبہ ہے اور آفتاب مشبہ بہ اور تاب چہرہ کے مناسب ہے اور ہرن کا رنگ کالا ہونا آفتاب کے مناسب ہے اس سے معلوم ہوا کہ ان دونون مین وجہ مشابہت تابش حرارت ہے اور چشم مشبہ ہے اور ہرن مشبہ بہ اور سیاہ چشم کا وصف ہے اور کالا ہرن کا اور دونون اس امر پر دلالت کرتے ہین کہ انمین وجہ شبہ سیاہی ہے۔

بیان تشبیہ مرسل و مؤکد و مطلق و مردود و مقبول

جس تشبیہ مین حرف تشبیہ مذکور رہتا ہے اُسکو تشبیہ مرسل کہتے ہین جیسے —

گلزار نسیم

دیکھا تو وزیر زادہ بہرام بوتے مین تھا شکل نقرۂ خام

غالب

خدا نے اُسکو دیا ایک خوبرو فرزند ستارہ جیسے چمکتا ہوا یہ پہلوئے ماہ

امیر

کندن سا چہرہ دیکھو کبھی آئینے مین تم سونا ملاؤ مہر کا چاندی مین ماہ کی

تمنا

سر مجھے وہ مثل تار نظر کمر یار مثل مو نہ سہی

اور اگر حرف تشبیہ مذکور نہو تو اسکو تشبیہ مؤکد کہتے ہین اور یہ دو قسم پر ہے —

(۱) صرف حرف تشبیہ محذوف ہی ہو جیسے —

عاشق

روشن سواد زلف سیہ فام ہو گیا دُر کان کا چراغ سر شام ہو گیا

در کو چراغ سر شام سے تشبیہ دی ہے حرف تشبیہ محذوف ہے —

قلق

یہ حلقہ مار کے بیٹھا ہے پاس بالی کے بنا ہے کان کا اُس ماہ رو کی بالا سانپ

رسوا

زلفوں سے چھوٹ کر دل عشاق لٹکے ہیں	بالوں میں بحر حسن کے یہ جھمکیاں نہیں

مومن

ابر رحمت تپ عذاب الیم قطرہ قطرہ سرشک خال غمین	سایہ مادر احتراق جحیم دامنہائے سلاسل سجین

(۲) مشبہ بہ مشبہ کیطرف مضاف ہو جیسے۔

ناسخ

ہوا سے بال اڑ کر آتے ہیں جو اُسکے چہرے پر	غزال چشم شوخی کر رہے ہیں چین گیسو میں

اس مثال میں چشم کو غزال سے تشبیہ دی ہے چشم مشبہ غزال مشبہ بہ اور مشبہ مضاف ہے طرف مشبہ بہ کے یہی حال چین گیسو کا ہے۔

خلیق

روتے تھے لے کے بوسۂ سیب ذقن کبھی	یوسف کا اپنے سونگھتے تھے پیرہن کبھی

ذقن کو سیب سے تشبیہ دی ہے اور مشبہ مضاف ہے مشبہ بہ کیطرف۔

لالہ راد ھاکشن شکر

دیکھ تو ای چشم سیل اشک طغیانی میں ہے	گھر سنبھال اپنا کہ دیوار مژہ پانی میں ہے

حرف تشبیہ اکثر حذف ہو جاتا ہو اُسکے ذکر کرنے سے حذف ابلغ ہے اسکا حال آگے آئیگا جس تشبیہ میں چاروں رکن مذکور ہوں اُسکو تشبیہ مطلق کہتے ہیں جیسے زید کا چہرہ روشنی میں مانند آفتاب کے ہے چہرہ مشبہ آفتاب مشبہ بہ مانند حرف تشبیہ اور روشنی وجہ مشابہت کی۔

قلق

شاخ گل سے ہیں نازکی میں ستون	صورت سرو باغ ہیں موزون

ستون مشبہ شاخ گل مشبہ بہ نازکی وجہ شبہ سے حرف تشبیہ۔ دوسرے مصرع میں صورت حرف تشبیہ ہے اور وہی ستون مشبہ اور سرو باغ مشبہ بہ اور موزون وجہ شبہ۔

یادگار

چشم بد دور عجب طرح کا جوبن نکلا	مثل خورشید درخشان رخ روشن نکلا

رخ روشن مشبہ خورشید مشبہ بہ مثل حرف تشبیہ اور درخشان وجہ شبہ ہے۔

آتش

شمع سان اظہار کا یارا نہ آتش کو ہوا | سرگذشت اپنی زبان تک اپنی لا کر رہگیا

میر حسن

نے رہیگا جوش گل نے گلستان رہجائیگا | داغ ہی اک اپنے دل پر لالہ سان رہجائیگا

جس تشبیہ کی غرض اچھی طرح ظاہر ہوا اور اُس مین مشبہ بہ ایسا ہو کہ وجہ شبہ مین وہ مشہور اور کامل ہو اور اُسکا حکم مسلم ہو اور بیان امکانئین مخاطب کے نزدیک معروف ہو تو ایسی تشبیہ مقبول ہی ورنہ مردود۔

چھٹا چمن بیان مراتب تشبیہ مین باعتبار قوت وضعف کے مبالغے مین

تشبیہ کا استعمال علی العموم آٹھ طور پر ہوتا ہی۔
پہلا یہ کہ مشبہ اور مشبہ بہ اور وجہ شبہ اور حرف تشبیہ چارونکو ذکر کرین جیسے زید جرأت مین شیر کی مثل ہی زید مشبہ شیر مشبہ بہ جرأت وجہ شبہ مثل حرف تشبیہ ایسے ہی اس شعر مین۔

غلام حسن خان خیال

جھلک ایسی کوئی دکھلا گیا مہ پارہ غرفے مین | کہ جون چلمن مشبک رہگیا نظارہ غرفے مین

نظارہ مشبہ اور چلمن مشبہ بہ اور مشبک وجہ شبہ اور جون حرف تشبیہ۔

دلھن بیگم

اتنے کم ظرف نہین ہم جو بہکتے جاوین | گل کی مانند جدھر جاوین مہکتے جاوین

ولی

نہوئے چرخ کی گردش سے اسکی چال مین گردش | بجا ہے قطب کی مانند استقلال عاشق کا

وزیر

ہین پیٹ کے ہلکے وہ صدف سان | موتی کی طرح نکل پڑی بات

غافل

اُسکے رخ سے حیرت افزا کا پڑا ہے جب سے عکس | مثل آب آئنہ دریا کا آب استادہ ہے

دوسرا یہ کہ چارونمین سے حرف تشبیہ کو حذف کردین جیسے کہین زید حسن مین چاند ہی۔

انیس

پھل وزن مین تھا پھول تجلی مین نخل طور | گرمی مین محض نار تو نرمی مین صاف نور

ولہ

پستی مین سیل ہے تو بلندی مین ہی سحاب	سُرعت مین برق گرم روانی مین جیسے آب

مشبہ گھوڑا ہے اور مشبہ بہ یہ تمام اشیا۔

ولہ

رفتار مین ہوا تھا اشارے مین برق تھا	سُرعت مین کچھ کمی تھی نہ چھل بل مین فرق تھا

ذوق

عقل مین شمس ہی تو علم مین کان گوہر	فضل مین کعبہ ہی تو حلم مین کوہ رحمت

تیسرا یہ کہ وجہ شبہ کو حذف کردین جیسے زید شیر کی مانند ہے۔

امیر علی حیرت

رُخ اُسکا تمام گرچہ ہی جون خورشید	اور اُسکے نہال قد سے جی کو اُمید

اسیر

گھٹا کے بدلہ کو ہر ماہ مین ہلال کیا	تمھارے چاند سے چہرے نے بھی کمال کیا

جرار

گل سماتے نہین جامے مین خوشی کے مارے	جب سے دیکھا ہے ترے پھول سے رخسارونکو

چوتھا یہ کہ استخبار کے جواب مین مشبہ کو حذف کردین یعنی کوئی پوچھے کہ زید کون ہی تو جواب دیا جائے کہ شیر کی مانند ہے۔

پانچوان یہ کہ وجہ شبہ اور حرف تشبیہ دونونکو حذف کردین جیسے زید شیر ہے۔

مظفر علی اسیر

شکر ہی وہ لب شیرین جو تل ہی خال سیاہ	بجاے تل شکری کاگمان ہونٹو نپر

لب کو شکر سے اور خال کو تل سے تشبیہ دی ہی اور حرف تشبیہ و وجہ تشبیہ کو ذکر نکیا۔

مشتاق

نرگس سے چشم سرو ہی قد گلعذار ہے	نامِ خدا وہ شوخ سراپا بہار ہے
لعل لب دانت گہر پاؤن عقیق یمنی	ولہ سر سے تا پا وہ صنم کان جواہر نکلا

اشرف

ابرو عقرب ہین تو ہین آپکے اژدر گیسو	ڈر کے مارے نہین چھوتے ہین فسونگر گیسو

	ناسخ	
روز نور و زجبین ہی شب معراج ہی زلف		ذو الفقار ابروے محبوب ہی قرآن عارض

چھٹا یہ کہ مشبہ اور حرف تشبیہ کو حذف کردین جیسے یہ کہین کہ زید کون ہی جواب دین کہ چاند ہی حسن مین
ساتوان یہ کہ مشبہ اور وجہ شبہ کو حذف کردین مثلاً دریافت کرین کہ زید کیسا ہی تو کہین کہ شیر کی مانند ہی
آٹھوان یہ کہ حرف تشبیہ اور وجہ شبہ اور مشبہ تینون کو حذف کردین مثلاً کوئی پوچھے کہ زید کون ہی تو جواب دین کہ شیر ہے۔

اقسام مذکورۂ بالا مین سے آٹھوین اور پانچوین قسمین بہت بہتر ہین اور دوسری۔ تیسری۔ چھٹی اور ساتوین قسمین متوسط ہین اور پہلی اور چوتھی نہایت ضعیف وجہ شبہ اور حرف تشبیہ کے حذف کرنے مین قوت کی وجہ یہ ہی کہ جسوقت حرف کو حذف کیا مثلاً زید حسن مین چاند ہی تو گویا زید کو بعینہ چاند فرض کرلیا اور جسوقت وجہ شبہ کو حذف کیا اور کہا زید چاند ہی تو عمومیت حاصل ہوگئی پس جس تشبیہ مین ان دونو کو ترک کرینگے وہ بہت قوی ہوگی اور جسمین ان دونون مین سے کوئی مذکور رہیگا وہ بہ نسبت اول کے ضعیف ہوگی اور جسمین دونون مذکور رہونگے وہ زیادہ ضعیف ہوگی۔

دوسرا باغ استعارے کے ذکر مین

یاد رکھو کہ استعارے مین مشبہ کو بعینہ مشبہ بہ ٹھہرا لیتے ہین یعنی بہادر کو بعینہ شیر سمجھ لیتے ہین مشبہ بہ خواہ مذکور ہو جیسے استعارہ بالتصریح مین مثلاً شیر کہین اور اُس سے بہادر مراد ہو خواہ مشبہ بہ متروک ہو اور مشبہ مذکور ہو اور وہ شے کہ مشبہ بہ سے خصوصیت رکھتی ہو اُسکو مشبہ کے واسطے ثابت کرین جیسے استعارہ بالکنایہ مین جس کا دوسرا نام استعارہ مکنیہ بھی ہی۔

علماے فن بلاغت کا اختلاف ہی اسمین کہ استعارہ کونسا مجاز ہی آیا مجاز لغوی ہے یا عقلی یہان عقلی سے مراد یہ ہی کہ ایک امر عقلی مین تصرف کیا گیا ہو جمہور کا یہ مذہب ہی کہ استعارہ مجاز لغوی ہی یعنے وہ ایسا لفظ ہی کہ جس معنی کے واسطے بنایا گیا ہی اس معنی کے غیر مین مستعمل ہوا ہی مشابہت کے علاقے سے اور اس بات پر دلیل یہ ہی کہ ہمنے کسی آدمی کو شجاعت کی وجہ سے شیر کہا تو اس سے یہ مراد نہ ہوگی کہ ہیکل مخصوص کا استعارہ اُسکے لیے ہی بلکہ مشبہ یعنی مرد شجاع کو مشبہ بہ یعنی شیر کی جنس مین بطریق تاویل کے داخل کرلیا جاتا ہی اور تاویل کی یہ صورت ہی کہ مشبہ بہ کے افراد کو دو قسم پر مقرر کیا جاتا ہی۔

(۱) ایک قسم متعارف و مشہور ہی یعنی جانور درندہ جو نہایت شجاعت کے ساتھ ہیکل مخصوص مین پایا جاتا ہی

(۲) دوسری قسم غیر متعارف اور وہ ایسا شیر ہے کہ جسکو درندۂ معروف کی سی شجاعت حاصل ہے
لیکن اُس خاص شکل مین ہوکر حاصل نہین مرد شجاع اسی قبیل سے ہی مگر لفظ شیر اصل لغت مین قسم دوم کیلیے
موضوع نہین ہے بلکہ قسم اول کیلیے موضوع ہوا ہی پس اس لفظ کا استعمال قسم ثانی مین باعتبار مجاز کے ہی
اور یہ اطلاق اُس شے پر ہی جو معنی لغوی کی غیر ہے پس مجاز لغوی ہوا اور صحیح یہی مذہب ہے اور
بعض نے کہا ہی کہ وہ مجاز عقلی ہے پس استعارہ امر عقلی مین تصرف کرنیکا نام ہی اسلیے کہ جب کسی کو
شیر کہتے ہین تو اُسکو بعینہ شیر (جانور درندہ) ٹھہر لیتے ہین نہ مثل شیر کے اس صورت مین گویا شیر کے
لفظ کا وہ شخص موضوع لہ ہوا پس یہ دعوے کرنا عقل سے تعلق رکھتا ہی نہ لغت سے حاصل یہ ہے کہ زید
واقع مین شیر نہ تھا اور اُسکو اپنے نزدیک شیر ٹھہرالیا ہی اور جو چیز کہ واقع مین نہو اُسکو واقعی ٹھہرالینے ہی کو
مجاز عقلی کہتے ہین پس استعارہ مجاز لغوی نہوا بلکہ مجاز عقلی ہوا اگر مشبہ کو بعینہ مشبہ بہ نہ ٹھہراتے ہون تو آتش کے
اس شعر مین معشوق کا کذب کیسے ثابت ہو ؎

وعدہ شب نہ کر اے ماہ لقا جھوٹھ نہ بول | جلوہ گر رات کو خورشید کہان ہوتا ہے

اس مثال سے مقصود یہ ہے کہ اگر قائل معشوق کو بعینہ خورشید نہ سمجھ لیتا تو معشوق کی وعدہ خلافی
اور دروغ گوئی اس جگہ صحیح نہ ہوسکتی کیونکہ جلوہ گر ہونا ایسے آدمی کا کہ جسمین مشابہت خورشید سے
رکھتا ہو شب مین ناممکن نہین ہی بلکہ طلوع خورشید ہی کا ناممکن ہے۔

بدھ سنگھ قلندر

جس جگہ خورشید ہی طالع نہ ہو | روسیہ روزونکا دن اور رات کیا

یہان خورشید معشوق سے استعارہ ہی اور قائل نے معشوق کو بعینہ سورج سمجھ لیا ہی اسیطرح ناسخ کی
اس رباعی مین خدا اور بت کا مقابلہ درست نہوسکتا۔

رباعی

ہی جسم مرا اور نہ جان ہے باقی | تربت مین نہ کوئی استخوان ہی باقی
کرتا ہے خدا تو امتحان تادم زیست | پر بت کا ہنوز امتحان ہی باقی

مومن

دشمن مومن ہی رہے بت سدا | مجھسے مرے نام نے یہ کیا کیا

ناسخ

وقت بے وقت آگیا ہی بستر وہ آفتاب | ہوگئی ہی بارہا شام شب مہجور صبح

اسیطرح اس شعر مین تعجب ثابت نہو سکتا کہ تلوار کی تعریف مین ہے۔ ؎

وان شور تھا پیدا مہ نو سے مہ کوٹ	یان غل تھا جدا شمع سے یہ شمع کی لو ہے

اسیطرح امانت کے اس شعر مین۔ ؎

فلک یہ تو ہی بتادے کہ حسن و خوبی مین	زیادہ تر ہے ترا چاند یا ہمارا چاند

اگر قائل معشوق کو بعینہ چاند نہ سمجھ لیتا تو مقابلہ دونون چاندونکا درست نہوتا۔
محققین نے اس مذہب کو اسطرح رد کیا ہے کہ مشبہ کو بعینہ مشبہ بہ ٹھہرا لینے سے یہ لازم نہین آتا کہ مشبہ موضوع لہ ہو جائے کیونکہ یہ امر ظاہر ہو کہ لفظ خورشید جرم روشن معروف کے لیے بنایا گیا ہے اور شخص حسین کے معنی مین استعمال کر لیا گیا ہے اور تعجب کرنا اسلیے ہو کہ گویا مشابہت کو قطعاً فراموش کیا ہو تاکہ مبالغہ کما حقہ ادا ہو جائے یہی حال اور امثلہ کا ہے اس سے ثابت ہوا کہ استعارہ مجاز لغوی ہے یعنے موضوع لہ کے غیر مین استعمال کیا گیا ہو۔

حسن التوصل الے صناعۃ الترسل کے مؤلف نے کہا ہو کہ استعارہ اُسے کہتے ہین کہ تشبیہ مین مبالغے کی غرض سے حقیقت کے معنی کا کسی چیز مین ادعا کرنا اور مشبہ کے ذکر کو لفظاً یا تقدیراً ترک کر دینا دوسری عبارت مین استعارہ اسے کہتے ہین کہ تشبیہ مین مبالغے کی غرض سے ایک چیز کو دوسری چیز کر دینا یا ایک چیز کو دوسری چیز کے واسطے کر دینا پس اگر کوئی یون کہے کہ مین نے شیر کو دیکھا اور مراد اُسکی شیر سے مرد شجاع ہو تو یہ استعارہ ہے اور اگر یون کہے کہ زید شیر ہے تو یہ استعارہ نہوگا اسلیے کہ اسوقت لفظ مین ایک ایسی چیز ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ بعینہ شیر نہین ہے پس مبالغہ حاصل نہوگا یہان حرف تشبیہ محذوف ہو اور اس قسم کو تشبیہ مضمر الاداۃ کہتے ہین۔ تشبیہ مضمر الاداۃ مین اور استعارے مین یہ فرق ہے کہ اول الذکر مین اداۃ تشبیہ کا ظاہر کرنا درست ہے اور آخر الذکر مین درست نہین اسلیے کہ استعارے مین مستعار لہ کا ذکر بالکل متروک ہوتا ہے نہ لفظاً مذکور ہوتا ہے نہ تقدیراً کیونکہ اُسکے اظہار سے استعارہ کی خوبی جاتی رہتی ہو پس صرف مستعار منہ کے ذکر پر کفایت کرتے ہین بر خلاف تشبیہ مضمر الاداۃ کے کہ اسمین مشبہ اور مشبہ بہ مذکور ہوتے ہین مثلاً زید شیر ہے پس استعارے مین حرف تشبیہ کے اظہار سے کلام پایۂ فصاحت و بلاغت سے گر جاتا ہو اور تشبیہ مضمر الاداۃ مین فصاحت و بلاغت مین فرق نہین آتا بلکہ ذکر کرنا اور نکرنا دونون برابر ہین چنانچہ زید شیر ہے اور زید مثل شیر کے ہو ان دونون ترکیبون مین کوئی فرق نہین

سوال جو فرق تمنے بیان کیا یہ مسلم نہین بلکہ فرق کا مدار حرف تشبیہ پر ہو جسمین حرف تشبیہ مذکور نہوگا وہ استعارہ ہے اور جسمین مذکور ہوگا وہ تشبیہ ہے اور اس تقدیر پر زید شیر ہے استعارہ ہے اور زید

مثل شیر کے ہے تشبیہ ہے۔

جواب اگر اس ترکیب کو کہ زید شیر ہے تشبیہ مضمر الاداۃ قرار ندیا جائیگا تو معنے مستحیل ہو جائینگے اسلیے کہ زید بعینہ شیر نہین بلکہ شجاعت مین شیر کی طرح ہے پس اداۃ تشبیہ کو مقدر ماننا ضرور ہوا تاکہ معنی مین استحالہ نہ پڑے اگرچہ اداۃ تشبیہ کی تقدیر استعارے مین بھی لابد ہے لیکن اُسمین اُس کا اظہار درست نہین بخلاف تشبیہ کے کہ اسمین اداۃ کا اظہار درست ہے مثل السائر فی ادب الکاتب و الشاعر مین اسی طرح لکھا ہے اور توضیح کے مؤلف نے استحالے کی وجہ علماے بیان سے جو کچھ سمجھی ہے وہ یہ ہے کہ استعارہ ایسی چیز ہے جو اسم جنس جامد مین جاری نہین ہوتا مثلاً زید شیر ہے استعارہ نہین کیونکہ اس صورتمین حقائق اشیا کا انقلاب لازم آتا ہے اور وہ یہان یہ ہے کہ زید شیر ہے کہنے سے انسان کی حقیقت شیر کی حقیقت سے بدل جاتی ہے پس مثال مذکور تشبیہ کی قسم سے ہے جس مین حرف تشبیہ مضمر ہے البتہ مشتقات مین جاری ہوتا ہے جیسے میر حسین تسکین کے اس شعر مین ؎

ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے	کہے دیتی ہے شوخی نقش پا کی

(یعنی نقش پا کی شوخی دلالت کرتی ہے) جرأت کے شعر مین بھی۔

میان جرأت کسی پر تم نہین عاشق نما لو نہین	کہے دیتی ہے خاموشی عبث صاحب مکرتے ہین

(یعنی خاموشی دلالت کرتی ہی) بالاتفاق استعارہ ہی کیونکہ یہان استعارہ اسم جنس مین نہین اور پہلی مثال مین اسم جنس مین تھا پس دوسری اور تیسری مثال مین قلب حقائق لازم نہین آتا کیونکہ اسمین حقیقت کیلیے وصف کا ثابت کرنا مقصود ہی جو اُسکے لیے ثابت نہ تھا اور اس قول مین نظر ہے اسلیے کہ کہنے کا وصف نقش پا اور خاموشی کیلیے ثابت کرنے مین بھی جو استحالہ ہے وہ انسان کے لیے اسدیت ثابت کرنے سے کم نہین اس کا نام خواہ قلب حقائق رکھین یا نرکھین علاوہ اس کے محققین کے نزدیک قلب حقیقت یہ ہے کہ واجب و ممکن و ممتنع مین سے ایک دوسرے کے ساتھ بدل جائے اور اسمین شک نہین کہ نقش پا اور خاموشی کے لیے گویائی کا ثبوت ممتنع ہے پس انکو کہنے والا قرار دینا ممتنع کو ممکن بنانا ہی اور زید شیر ہی اور مین نے شیر کو تیر اندازی کرتے ہوے دیکھا ان دونون قولون مین سے پہلے کو تشبیہ اور دوسرے کو استعارہ ثابت کرنے کے لیے جو علماے بیان نے یہ توجیہ کی ہے کہ دوسرے قول مین اگرچہ استحالہ ہی لیکن وہ غیر مقصود ہے کیونکہ مقصود یہان دیکھنا ہے پس امر مستحیل کا دعوے قصداً نہوگا بخلاف پہلے قول کے کہ اسمین زید پر شیر کے حمل کرنے سے امر مستحیل کا دعویٰ قصداً ہوتا ہے یہ فرق بالکل واہی ہی کیونکہ جس کلام مین امر محال ہو خواہ وہ محال مقصود ہو یا غیر مقصود وہ کلام ہر طرح باطل ہے پس

امر محال کے ایک جگہ مقصود اور دوسری جگہ غیر مقصود ہونے کا فرق نکالنا عقل و دانش سے بعید ہے اور یہ کہنا بھی خلاف تحقیق ہے کہ چونکہ امر محال وہان مقصود نہین ہے اسلیے اُسکو استعارہ مانا گیا ہے کیونکہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ استعارہ ایسے امر محال کو شامل ہوتا ہے جو مقصود ہوتا ہے مثلاً انیس بہادر کی تعریف مین کہتے ہین ؎

پیاسا وہ کوئی اور رہا اُس قتل کے بن مین	اس شیر کی شمشیر کا غل تھا بھی رن مین

اور ظفر معشوق کی شان مین کہتے ہین۔ ؎

مین نے پوچھا اُس پری سے کیا ہو حسن شباب	ہنسکے بولا وہ صنم شان خدا تھی مین نہ تھا

دیکھو یہان امر محال مقصود بھی ہے اور پھر استعارہ بھی ہے ورنہ ہر جگہ امر محال کا دعوے کرنا ناجائز ہوتا ہے کیونکہ اکثر اغراض اور اعتبارات لطیفہ کی وجہ سے اسکا دعوے جائز ہوتا ہے اگر اُس کے ساتھ اس بات کا کوئی قرینہ موجود ہو کہ واقع مین اُس کا ثبوت مقصود نہین ہے۔

اور علامہ تفتازانی نے تلویح حاشیۂ توضیح مین لکھا ہے کہ علماے بیان کے نزدیک استعارہ یہ ہے کہ مشبہ بہ کو مشبہ مین استعمال کرین اور کلام مشبہ کے ذکر سے خالی ہو اور قرینہ نہونے کے وقت مین مشبہ بہ کے ارادہ کی صلاحیت رکھتا ہو۔ یہانتک کہ اگر مشبہ لفظاً مذکور ہو جیسے اس مثال مین کہ زید شیر ہے خواہ تقدیراً مذکور ہو مثلاً کوئی پوچھے کہ زید کون ہے تو جواب دین کہ شیر ہے استعارہ نہین ہے کیونکہ زید پر شیر کا حمل ممتنع ہے اسلیے یہان حرف تشبیہ کا محذوف ماننا واجب ہے اور مبتدا کی خبر ہونے وغیرہ امورات کا علماے بیان کے نزدیک کوئی لحاظ نہین۔ اور اس مثال مین کہ اُس کے نقش پا کی شوخی کہے دیتی ہے یا خاموشی کہے دیتی ہے قطعاً استعارہ ہے اسلیے کہ یہان مشبہ بالکلیہ متروک ہے اور وہ دلالت کا لفظ ہے جسکی تشبیہ کہنے کے ساتھ واقع ہوئی ہے پس اس مثال کو اُس مثال سے یعنی زید شیر ہے سے کچھ تعلق نہین۔

مجمع الصنائع کے مؤلف نے کہا ہے کہ یہ بھی استعارے کی قبیل سے ہے کہ غیر ذوی العقول سے خطاب کرین اور شعرا جو مناظرات انمین باندھتے ہین جیسے مناظرہ تلوار اور قلم کا اور عقل و عشق کا اور گل و مل (شراب) کا اور عدل و انصاف کا یہ سب استعارے مین داخل ہین مگر اس مین تامل ہے اسلیے کہ استعارہ کا مبنیٰ تشبیہ پر ہے اور وہ یہان نہین ہے۔

استعارہ اور کذب مین یہ فرق ہے کہ استعارے کی بنا تاویل پر ہے یعنی مشبہ کے مشبہ بہ کی جنس سے ہونے کا دعوے کرتے ہین اور اسمین اس بات کا قرینہ قائم ہوتا ہے کہ یہان معنی موضوع لہ مراد نہین ہین اور کذب مین تاویل و قرینہ نہین ہوتا بلکہ جھوٹا آدمی اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ اپنے ظاہر قول کی صحت

سامع کے نزدیک ثابت کرے بخلاف استعارے کے کہ اسمین اس بات پر قرینہ قائم کیا جاتا ہے کہ یہان ظاہر کے خلاف مراد ہے۔

استعارے مین مشبہ بہ کے معنی کو **مستعار منہ** کہتے ہین اور اُس لفظ کو جو مشبہ بہ کے معنی پر دلالت کرے **مستعار** کہتے ہین اور مشبہ کے معنے کو **مستعار لہ** کہتے ہین اور وجہ شبہ کو استعارہ کی بحث مین **وجہ جامع** کہتے ہین جیسے اس مثال مین۔

مذاق

خرام ناز سے او بت نہ آ نا میرے مرقد پر	ترے ہی ٹھوکر مین ہی انداز اعجاز مسیحائی

لفظ بت اپنے حقیقی معنی مین استعمال نہین کیا گیا بلکہ یہان بت سے معشوق مراد ہے اور علاقہ تشبیہ کا ہی یعنے بسبب سنگدلی کے معشوق کو بت کہا گیا اس مثال مین بت یعنی صنم جسکی کفار عبادت کرتے ہین اور جو اکثر پتھر کا ہوتا ہے اُسکے معنی مستعار منہ ہین یعنی اُن سے مانگا ہوا یعنی وہ لفظ مستعار اُنسے مانگ کر لائے ہین کیونکہ واضع نے لفظ بت کو اُنھین معنی کے واسطے وضع کیا تھا اور خود لفظ بت مستعار ہی یعنی مانگا ہوا کیونکہ بت اصل مین خاص ہے اُس چیز کے واسطے جسکی کفار عبادت کرتے ہین اور جب معشوق کے معنے مین کہا گیا تو گویا اس لفظ کو اس چیز سے مانگ لیا اور معنی معشوق کے یعنے شخص خاص مستعار لہ ہی یعنی اُسکے واسطے مانگا ہوا کیونکہ لفظ بت کا معشوق کیلیے مانگا گیا ہے اور معشوق کے لفظ کا کچھ نام نہین اور وجہ جامع وہ سبب ہے جس سے علاقہ تشبیہ کا پایا گیا اور وہ سنگدلی ہے پس اتقان مین جو سیوطی نے کہا ہی کہ لفظ مشبہ کو مستعار منہ کہتے ہین یہ صحیح نہین اسی طرح اُن کا معنی جامع کو مستعار لہ قرار دینا بھی صحت کے خلاف ہے۔

استعارہ کی بحث کو ہم پانچ چمنونمین بیان کرتے ہین پہلے چمن مین طرفین استعارہ یعنی مستعار منہ و مستعار لہ کا مذکور ہی دوسرے چمن مین وجہ جامع کا ذکر ہے تیسرے چمن مین ان تینون کا مجموعی طور پر بیان ہی چوتھے چمن مین استعارے کی قسمونکی تفصیل ہی پانچوین چمن مین استعارے کی حسن و خوبی کے شرائط کا حال ہے۔

پہلا چمن طرفین استعارہ کے بیانمین

طرفین استعارہ دو چیزین ہین ایک مستعار منہ دوسرے مستعار لہ۔ پس اگر مستعار منہ اور مستعار لہ اس قسم کے ہونگے کہ اُنکا باہم جمع ہونا ایک جگہ ممکن ہو تو اُسکو **استعارہ وفاقیہ** کہتے ہین

کیونکہ دونون طرفونمین موافقت اور اتفاق ہوتا ہے جیسے۔

میر

اندھے ہین جہان کے لوگ سارے ہیں	سوجھے نہ جسے اُسے کہتے ہین بصیر

جاہل کا استعارہ اندھے سے کیا ہے نابینائی مستعار منہ ہے اور جہالت مستعار لہ ہے اور جہالت ونابینائی کا ایک شخص مین جمع ہونا ممکن ہے کیونکہ جائز ہے کہ جاہل ہو اور نابینا ہو۔

حالی

وہ جادو کے جملے وہ فقرے فسون کے	تو سمجھے کہ گویا ہم ابتک تھے گونگے

اُن لوگونکا جو آتش زبانی اور شیوا بیانی سے عاری تھے گونگے کے ساتھ استعارہ کیا ہے اور عدم فصاحت وبلاغت اور گونگا ہونا ایک شخص مین جمع ہوسکتا ہے۔

ولہ

ترقی کا جسدم خیال اُن کو آیا	اک اندھیر تھا ربع مسکون پہ چھایا

جہالت کا استعارہ اندھیر سے کیا ہے اور ایک جگہ اندھیر کا اور جہالت کا جمع ہونا جائز ہے۔

ولہ

یہ سُنتے ہی تھرّا گیا گلہ سارا	یہ راعی نے للکار کر جب پکارا

پیغمبر کا استعارہ راعی سے کیا ہے اور ایک شخص مین راعی ہونا اور پیغمبر ہونا جمع ہوسکتا ہے چنانچہ موسے علیہ السلام نے حضرت شعیب کے کہنے سے بکریان چرائی تھین۔

ولہ

مناقب سے بدلے گئے سب مثالب	ہوے بہرہ ور روح سے اُنکے قالب

کمال کا استعارہ روح سے کیا ہے اور ان دونون چیزونکا ایک جگہ جمع ہونا ممکن ہے۔

ولہ

گرے مثل پروانہ ہر روشنی پر	گرہ مین لیا باندھ حکم پیمبر

روشنی سے مراد علم وحکمت ہے اور ان دونونکا ایک جگہ جمع ہونا جائز ہے۔

ولہ

نہ وان مصر کی روشنی جلوہ گر تھی	نہ یونان کے علم وفن کی خبر تھی
نکلنے کا رستہ نہ بچنے کی جا ہے ولہ	کوئی اُنمین سوتا کوئی جاگتا ہے

غفلت کا استعارہ سونے سے کیا ہے اور ہوشیاری کا جاگنے سے اور ایک شخص مین غفلت اور سونا دونون جمع ہونا ممکن ہے اسیطرح ہوشیار ہونے اور جاگنے کا ایک شخص مین جمع ہونا ممکن ہے۔

اور اگر جمع ہونا محال ہو تو اُسکو **استعارۂ عنادیہ** کہتے ہین کیونکہ دونون طرفون کا اجتماع اسمین ممتنع ہوتا ہے جیسے کسی شخص نابینا ے محض کو باعتبار اُسکے کمال علم و عقل کے آنکھون والا کہین ظاہر ہے کہ اندھا ہونے اور آنکھون والا ہونے مین باہم عناد ہے ایک شخص مین یہ دونون امر جمع نہین ہوسکتے مرزا غالب لپنے ایک خط مین لکھتے ہین "والی رام پور نے بھی تو مشدزادے کی شادی مین بلایا تھا یہی لکھا گیا کہ مین اب معدوم محض ہون،، باوجودیکہ مرزا موجود تھے مگر بوجہ کسر نفس کے اپنے آپ کو کسی کام کے قابل نہ سمجھ کر معدوم محض کہا اور ظاہر ہے کہ موجود و معدوم مین باہم تنافی ہے یہ دونون باتین ایک شخص مین جمع نہین ہوسکتین۔

اسی قبیل سے ہے انیس کا یہ شعر۔ ؎

	پہونچے انھین لیکر جو وہ ظالم سر دربار		خدام نے کی عرض کہ حاضر ہین گنہگار

یہ ذکر صاحبزادگان حضرت مسلم کا ہے وہ گنہگار یعنی مجرم نہ تھے لیکن قتل کرنیکے واسطے لائے گئے تھے اسلیے گنہگار کہا گنہگاری اور بے گناہی مین عناد ہے۔

اور عنادیہ کے قبیل سے ہے کہ ظرافت اور خوش طبعی اور طنز کے طور پر دو ضدون یا دو نقیضونکا باہم استعارہ کرین ضدین اور نقیضین مین یہ فرق ہے کہ ضدین ایسی وجودی چیزونکو کہتے ہین کہ وہ جمع نہین ہوسکتین مرتفع ہوسکتی ہین اور دو نقیض باہم نہ جمع ہوسکتے ہین اور نہ مرتفع ہوسکتے ہین اور انمین سے ایک وجودی ہوتا ہے ایک عدمی اور اس قسم کے استعارے مین بوجہ ظرافت و استہزا وغیرہ کے تضاد و تناقض کو تناسب کی جگہ سمجھ لیا جاتا ہے مثلاً نامرد کو شیر یا رستم کہا جائے اور بخیل کو حاتم بولا جائے یا ظالم کا استعارہ نوشیروان کے ساتھ کیا جائے اسی قبیل سے ہے میر کے اس شعر مین آسمان کی نسبت مہربانکا اطلاق کیا جاتا ہے ؎

	کوئی آج سے ہے فلک مدعی کیا		ہمیشہ مرے حال پہ مہربان ہے

ولہ

	گالی ہے دھول ہے یہ عزت ہے		کہین غیرت کا سر مین کچھ ہے خیال

ذلت کا استعارہ عزت سے کیا ہے۔

میر حسن

	تم ہی کچھ ایسے نہ دنیا مین جفاکار ملے		جو ملے مجکو سو ایسے ہی وفادار ملے

بیوفا کا استعارہ وفادار سے کیا ہے۔

حالی

شریعت ہوئی ہے بکونام اُنسے نہ گفتار مین اُنکی کوئی خطا ہے	بہت فخر کرتا ہے اسلام انسے نہ کردار اُن کا کوئی ناسزا ہے

بدنام کا استعارہ نکونام سے اور ننگ و عار کرنے کا استعارہ فخر کرنیسے اور خطا ہونیکا استعارہ خطا نہونیسے اور ناسزا ہونیکا استعارہ ناسزا نہونیسے کیا ہے۔

درد

اُٹھ چلے شیخ جی تم مجلس رندانسے شتاب	ہمسے کچھ خوب مدارات نہونے پائی

مدارات لینے خلاف سے استعارہ ہوا ہے اسی قبیل سے ہے سودا کے اس شعر مین معقول کا لفظ۔

سودا

انکا غرض اعتراض دیکھو تو معقول ہے	بات جو معروف ہے اُنپہ وہ مجہول ہے

نامعقول کا استعارہ معقول سے کیا ہے۔

ولہ

نہوئے کیونکہ مرا رتبہ شعر مین یان تک	مین کیسے ہیری کرتا ہون ثناخوانی

ہجو و مذمت کا استعارہ ثنا سے کیا ہے

بات ہمسے تو نکرنی اور غیروں سے تپاک	ہم مگر اس بزم مین آئے تھے ذلت کیلیے

بزم مین آنے سے غرض تحصیل عزت تھی اس غرض کو بطریق استہزا کے ذلت کیلیے آنیسے استعارہ کیا جب حضرت عباس نے پانی لانے کیلیے نہر پر جانا چاہا تو حضرت زینب نے خطرے کے لحاظ سے نکو روکنا چاہا امام حسین بھی انکا جانا گوارا نہین کرتے تھے اسوقت حضرت عباس کی زوجہ حضرت زینب سے کہتی ہین۔

انیس

ہر وقت کہر یا سے طلبگار خیر ہون	آگے جو کچھ سبھونکی رضا مین تو غیر ہون

زوجہ غیر نہین مگر اسوجہ سے غیر کہا کہ انکی بات کا نہ ماننا گویا غیر سمجھنا ہے۔

حالی

قید خانو نمین جہان کے ہے پڑا غل تیرا	جتنے قیدی ہین تری جان کو دیتے ہین دعا

دعا کا استعارہ بددعا کیلیے کیا ہے۔

دوسرا چمن وجہ جامع کے بیان میں

وجہ جامع کی چار صورتین ہین۔

(۱) وجہ جامع مستعار منہ اور مستعار لہ کے معنی کا جز ہوگی جیسے۔

حالی

رجال اور اسانید کے جو ہین دفتر	گواہ اُنکی آزادگی کے ہین یک سر

مطلب یہہے کہ رجال و اسانید کے دفتر اُنکی آزادگی کے ثابت کرنیوالے ہین پس ثابت کرنیوالے کا استعارہ گواہ کے ساتھ کیا ہی اور وجہ جامع یہان ثابت کرنا ہی اور وہ دونونکے مفہوم مین داخل ہی۔

ولہ

مجرمونکے جرم پر دیوار و در تھے سب گواہ	پر نہ تھا کوئی شفیع اُنکا کہ جو تھے بیگناہ

ولہ

ہین اُنھون کے گواہ حُبِّ وطن	در و دیوار پیرس و لندن

تیری صناعی کا یہ سب ہے اثر	تیری قدرت پہ تیری صنع گواہ

میر

اس احوال کا رنگ رو بس ہی شاہد	جو دل مین ہی میرے سو منھہ پر عیان ہے

برق

اے پری چشم سیاہ و رُخ تابان ہے دلیل	دھوپ وہ پڑتی ہی جس سے کہ ہرن ہو کالا

یعنے چشم سیاہ اور رُخ تابان اس بات کو ثابت کرنے والے ہین کہ دھوپ ایسی پڑتی ہے کہ جس سے ہرن کالا ہو پس ثابت کرنے والے کا استعارہ دلیل سے کیا ہے اور وجہ جامع یہان بھی ثابت کرنا ہے جو دونون کے مفہوم مین داخل ہے۔

قدیر

تقدیر نے کی مدد شتابی	اغیار کٹے بصد خرابی

کٹنا جو موضوع ہی اُن اجسام کا اتصال زائل ہونیکے لیے جن مین سے بعض بعض کے ساتھ متصل اور پیوستہ ہون اسکا استعارہ اجتماع اغیار کے متفرق ہو جانے اور اُنمین سے بعض کے بعض سے جُدا ہو جانیکے لیے

کیا ہے اور وجہ جامع دونومین اجتماع اور اتصال کا داخل ہو جانا ہے اور یہ کٹنے اور متفرق ہو جانے کے مفہومونمین داخل ہی البتہ کٹنے کے مفہوم مین زوال اجتماع شدید ہی اور متفرق ہونیکے مفہوم مین کم ہے کیونکہ کٹنے کے متفرق ہونے سے قوی ہونے ہی کی صورت مین یہ بات صحیح ہوتی ہی کہ متفرق ہونے کی تشبیہ کٹنے کے ساتھ دیجائے اور کٹنے کا استعارہ متفرق ہونے کیلیے کیا جائے اگر کہا جائے کہ فن حکمت مین یہ بات ثابت ہو چکی ہی کہ جزو ماہیت شدت وضعف کے ساتھ متصف نہین ہو سکتا پس یہان جزو ماہیت یعنی زوال اجتماع کیسے جامع بن سکتا ہی اور حال یہ ہی کہ جامع کیلیے مستعار منہ مین اقوے ہونا واجب ہی تاکہ استعارہ مبالغے کا فائدہ دے جواب اسکا یہ ہی کہ اختلاف کا ممتنع ہونا ماہیت حقیقی مین معتبر ہے جیسے انسان وحیوان اور جو ماہیت لفظ سے مفہوم ہوتی ہی اسکا حقیقی ہونا واجب نہین بلکہ کبھی امر اعتباری ہوتی ہی یعنی ایسے اُمور سے مرکب ہوتی ہے جن مین سے بعض شدت کے قابل ہوتے ہین اور بعض ضعف کے قابل اس صورت مین جامع کا طرفین کے مفہوم مین داخل ہونا اور باوجود اس کے مستعار منہ کے مفہوم مین اشد و اقوے ہونا جائز ہے۔

	میر	
طفل مطرب جو میرے ہاتھ آتا	چٹکیون مین رقیب اُڑ جاتا	

اُڑنے کا استعارہ نکل جانے کے لیے کیا ہی وجہ جامع اسمین قطع مسافت ہی جو اُڑنے اور نکل جانے دونونکے مفہومونمین داخل ہی کیونکہ نکل جانا اور اُڑنا حرکت ہے جس سے مسافت قطع ہوتی ہی لیکن اسقدر ہی کہ مستعار منہ مین شدید ہی اور مستعار لہ مین بہ نسبت اُسکے ضعیف

	وجاہت جھنجھانوی	
قوم کے واسطے ملکونمین اُڑے پھرتے ہین	باوجودیکہ نہین رکھتے ہین پر آغاخان	

جلد اور شتاب جانیکا استعارہ اُڑے پھرنے کے ساتھ کیا ہی وجہ جامع انمین قطع مسافت ہے جو اُڑنے اور جلد جانے کے مفہومونمین داخل ہی کیونکہ جلد جانا اور اُڑے پھرنا ایسی حرکت کو کہتے ہین جس سے مسافت جلد قطع ہو۔

اگر کوئی یہ کہے کہ اُڑنا مسافت کا پرونکے ساتھ قطع کرنا ہے جلد ہو یا دیر مین اور سرعت اُسکے مفہوم مین داخل نہین بلکہ اغلباً لازم ہے جواب اسکا یون دیا جائے گا کہ اُڑنا مسافت کو جلدی قطع کرنا ہے پرون کو اختیاری طور پر ہوا مین ہلانیکے ساتھ اور یون بھی جواب دیسکتے ہین کہ جامع مین ملتفت الیہ فقط مسافت کا قطع کرنا ہی نہ قطع کرنا مسافت کا سرعت کے ساتھ۔

حالی

چھوڑ و افسردگی کو جوش میں آؤ		بس بہت سوئے اُٹھو ہوش میں آؤ	

غافل رہنے کا استعارہ سونیکے ساتھ کیا ہے اور غفلت قبلی پر دلائی وجہ جامع ہے جو دونوں کے مفہوم میں داخل ہے فرق اسقدر ہے کہ مستعار منہ میں شدید ہے اور بہ نسبت اُسکے مستعار لہ میں ضعیف ہے۔

(۲) وجہ جامع مستعار منہ اور مستعار لہ کے مفہوم کا جز نہوگی جیسے منور چہرے کو آفتاب کہیں اور بہادر آدمی کو شیر کہیں ظاہر ہے کہ نورانیت سورج اور خوبصورت چہرے کو عارض ہیں اُن کے مفہوم میں داخل نہیں اسی طرح شجاعت شیر اور بہادر آدمی کو عارض ہے دونوں کے مفہوم میں داخل نہیں پس جامع دونوں مثالوں میں طرفین سے خارج ہے۔

غلام امام شہید

جب چلا چاند مدینے کا سوئے چرخ حسین		بجھ گئی مہر درخشاں کی فلک پہ قندیل	

پیغمبر خدا کا استعارہ چاند کے ساتھ کیا ہے اور وجہ جامع دونوں میں خوبصورتی ہے اور یہ وجہ جامع دونوں کے مفہوموں کا جز نہیں بلکہ انکو عارض ہے۔

انیس

ہشیار کہ وقت ساز و برگ آیا		ہنگام یخ و برف و تگرگ آیا	

بڑھاپے کو یخ و برف و تگرگ کے ساتھ استعارہ کیا ہے اور وجہ جامع سفیدی ہے اور وہ دونوں کے مفہوم سے خارج ہے

ذوق

خواب غفلت سے ہو بیدار کہ آئی پیری		نہیں مہتاب یہ ہے روشنی صبح رحیل	

مہتاب یعنی چاندنی استعارہ سفید بالوں سے ہے اور وجہ جامع سفیدی ہے اور وہ دونوں کے مفہوموں سے خارج ہے

گلزار نسیم

سمٹی جو تھی محرم اُس قمر کی		براجوں پہ سے چاندنی تھی سرکی	

یہاں بپتان مستعار لہ ہے اور ترنج مستعار منہ اور وجہ جامع دونوں میں گول اور اُبھرا ہونا ہے اور وہ دونوں کے مفہوم میں داخل نہیں

ولہ

حاجت کے گماشتے جب ہوئی دیر		جھنجھلا کے پلنگ سے اُٹھا شیر	

بحر

رنڈیوں کو بھی پسند آیا ہے مردوں کا لباس		اوڑھنی اوڑھی لٹیپیاں رکھتی ہیں سر پہ چھپا تیاں	

چھاتی کے سرونکو اودی ٹوپی سے تشبیہ دی ہے اور وجہ جامع گولائی اور رنگ ہی اور یہ دونون کے مفہوم سے خارج ہی یا جیسے نامرد کو روباہ کہین اسمین وجہ جامع بزدلی اور خوف ہی اور یہ ایک صفت ہے آدمی اور اُس جانور کی اُنکے مفہوم مین داخل نہین۔

انیس

اس شان سے غازی صف جنگاہ مین آیا	غل تھا کہ اسد لشکر روباہ مین آیا

(۳) وجہ جامع ایسی ہو کہ بہت جلد سمجھ مین آجاتی ہو جیسے محبوب کے رخسارے کو چاند کہنا یا آفتاب سے استعارہ کرنا یہ بات ظاہر ہے کہ روشنی جامع ہی اسیطرح معشوق کے رخسارے کو گل سے استعارہ کرنے مین رنگینی جامع ہی ایسے استعارے کو عامیہ کہتے ہین اسلیے کہ بسبب ظہور کے اسکو عامۃ الناس جانتے ہین اور اسکو مبتذلہ بھی بولتے ہین کیونکہ ابتذال بہت صرف کرنے کے معنی مین ہی اور ایسا استعارہ بہت مستعمل ہوتا ہی اور کچھ نادر نہین ہوتا کہ سوا ایک دو جگہ کے اور کہین استعمال مین نہ آیا ہو۔

مسکین

اُس صنم نے کیا پردہ کہین جہانکو بیتاب	برملا ہوتا تو کیا جانے خدا کیا ہوتا

اس بیت مین صنم کا استعارہ معشوق کے واسطے ہی اور یہ نادر نہین بہت مستعمل ہی اسلیے وجہ جامع اسکی بسبب ظہور کے سب پر ظاہر ہے۔

نسیم

یہ سُنکے اشارے سے بتایا	بادام بنفشہ کو دکھایا

آنکھ کا استعارہ بادام سے کیا ہی اور وجہ جامع دونون مین ظاہر ہی اور بنفشہ نام ہی مالن کا

ولہ

طوق اُسکو طلسم کا پنھایا	قمری اُسے سرو نے بنایا

روح افزا پری کا استعارہ سرو کے ساتھ کیا ہی جسنے بہرام وزیر زادے کو جو اُسکا عاشق تھا طلسم کے ذریعہ سے قمری بنایا تھا اور وجہ جامع روح افزا و سرو مین موزونی قامت ہی جو ظاہر ہی۔

ولہ

اے شمع نہ سوچ گر بد و نیک	رشتہ کاٹے گا تجھ سے ہر ایک

بکاؤلی کا استعارہ شمع سے کیا ہی اور وجہ جامع عیان ہی۔

نفیس

چھپے نگاہ سے نور نگاہ زینب کے	غروب ہوگئے دو مہر و ماہ زینب کے

لو زنگاہ اور مہر و ماہ زینب کے فرزندونسے استعارہ ہی اور وجہ جامع ظاہر ہے۔

مومن

در نایاب تو کیا خاک سے بھی منھ نہ بھرے	جسکے در پر مین کرون لولوے شاداب نثار

اس بیت مین اشعار بلیغ کا استعارہ لولوے شاداب سے کیا ہی اور وجہ جامع ظاہر ہی۔

ولہ

میرے گوہر تمام ناسفتہ	میرے یاقوت سب بدخشانی

اس شعر مین گوہر و یاقوت استعارہ اشعار سے کیا ہی اور وجہ جامع ہر شخص پر ظاہر ہے۔

ظفر

سنکے نالونکو مرے ہوگئے پتھر پانی	سر مژگان بھی ترا نم نہوا پر نہوا

پتھر سخت دل بیرحم سے استعارہ کیا ہے اور پانی ہونا استعارہ ہی ترس کھانے اور غمخواری کرنیسے اور وجہ جامع ظاہر ہے۔

غلام محمد خان ہا

شیر روباہ ہونکو ہم پر کردیا تونے فلک	اب تو جیتا تیرا اے گردون گردان ہوگیا

شیر استعارہ بہادر سے ہی اور روباہ نامرد سے اور وجہ جامع دونو نمین ظاہر ہی۔

نعیم

شکست چرخ سے ہی اپنے آبگینے کی	الٰہی ٹوٹے کہین گردن اس کمینے کی

دلکا استعارہ آبگینے سے کیا ہی اور وجہ جامع دونو نمین ہر شخص پر ہویدا ہے۔

انشا

بیکلی سے ترے کچھ دلکو سروکار نہو	تیری نرگس بھی الٰہی کبھی بیمار نہو

آنکھ کا استعارہ نرگس سے کیا ہی اور یہ استعارہ مبتذل ہی۔

فقیر

تونے او بت دلکو اپنے کرلیا فولاد حیف		کچھ اثر کرتی نہین تجھکو مری فریاد حیف
ہو بہار چمنِ حسن پہ نازان نہ بہت	ولہ	اے گل تر یہ رہیگا ترا جوبن کب تک

امجد علی اصغر

خوبرو بت کے آشنا ہین ہم	عاشق مذہب خدا ہین ہم

	آباد	
واللہ کیا ہے حسن بت پُرغرور کا		بندونکو شک ہوا ہے خدا کے ظہور کا

(۴) وجہ جامع بوجہ نادر ہونیکے ہر ایک پر ظاہر نہو سکے بلکہ بدقت سمجھ مین آتی ہو اور سولے خواص کے عامۃ الناس اُسکے سمجھنے سے قاصر ہون اس قسم کو **استعارۂ غریبہ** کہتے ہین۔

	میر	
مغان مجھ مست بن پھر خندہ ساغر نہو ویگا		مے گلگون کا شیشہ ہچکیان لے لیلے رو ویگا

شیشے کی آواز کو ہچکی سے استعارہ کیا ہو اور وجہ جامع اسمین شیشے کے اندر سے شراب وغیرہ کا نکلنا اور رُک رُک کر آواز پیدا ہونا ہو اور یہ بات یکایک خیال مین نہین آتی۔

	ذوق	
جسکی آواز سے ہون رونگٹے سوہان کے کھڑے		وہ محبت نے دیا سلسلۂ پا ہم کو

سوہان کے دندانے اُبھرے ہوے ہونیکو رونگٹے کھڑے ہونے سے استعارہ کیا ہو اور وجہ جامع اسمین بُن موکا اندک اندک اونچا ہوجانا ہو رونگٹے کھڑے ہونے کے وقت چنانچہ یہ امر تجربہ اور مشاہدہ پر موقوف ہے اور اسطرح کی حالت سوہان کے اندر بعینہ پائی جاتی ہے اور خفا اس کا ظاہر ہو۔

	سودا	
ہوا یہ جوش مین سودا کہ میری آنکھونسے		بجاے لعل نکلتے ہین اب سلیمانی

جوش سودا سے سیاہ ہونیکے سبب اشک خونین کو دانۂ سلیمانی سے استعارہ کیا ہو اور سودا ایک خلط ہو اُسکا رنگ سیاہ ہو اور چونکہ دانۂ سلیمانی قدرے سفیدی بھی رکھتا ہو اسمین اشک کی رطوبت کا ہونا بھی معتبر ہو یہ بات بجز خواص کے اور کسی کو معلوم نہین ہو سکتی۔

	امیر	
دم بدم رُک رُک کے ہو منھ سے نکل پڑتی زبان		وصف اُسکا کہہ چکے فوارے یا کہنے کو ہین

فوارے کے سوراخ سے پانیکی دھار کے نکلنے کو زبان کے نکل پڑنے سے استعارہ کیا ہو وجہ جامع اسمین دھار کا کبھی نیچا ہونا کبھی اونچا ہونا کبھی رک جانا کبھی نکلنے لگنا ہو اسی طرح زبان کبھی منھ سے باہر نکل آتی ہو اور کبھی اندر چلی جاتی ہو کبھی زیادہ نکل آتی ہو کبھی کم نکل آتی ہو۔

کبھی استعارۂ عامیہ مبتذلہ مین تصرف کرنیسے غرابت حاصل ہوجاتی ہے جیسے۔ ۵

نجانے وقصد ہو کس خون گرفتہ کا کہ اُٹھتی ہو		علم شمشیر نہ ہر آلودہ سر پر چشم فتان کے

ابرو کا استعارہ تیغ سے کیا ہی اور یہ استعارہ مبتذل ہی لیکن زہرآلودہ کہنے سے ایک طرح کی غرابت اسمین آگئی کیونکہ زہر کو سبزی سے نسبت ہے اور سبزی و سیاہی مین چندان تفاوت نہین پس ابرو کو بسبب سیاہی رنگ کے تیغ زہرآلودہ سے استعارہ کرنا امر غریب ہے۔

گلزار نسیم

غولون نے بزور پھول اُڑایا	اُس خضر کو راستہ بتایا

تاج الملوک کے بھائیون کو غولونسے استعارہ کیا ہی اور چھین لینے کو اُڑانے سے اور تاج الملوک کو خضر سے استعارہ کیا ہی اور تاج الملوک سے پھول چھین کر بھگا دینے کا استعارہ راستہ بتلانے سے کیا ہی حاصل معنی یہ ہین کہ تاج الملوک کے بھائیون نے زبردستی پھول اُس سے چھین کر وہانسے بھگا دیا اگرچہ یہ استعارہ اپنے مفردات کی وجہ سے مبتذل ہی لیکن ترکیب کی وجہ سے اسمین غرابت پیدا ہو گئی ہے۔

ولہ

آنکھونسے اُس انجمن کو دیکھا	یک جا بُت و برہمن کو دیکھا
لعل و گہر ایک دُرج مین ہے	شمس و قمر ایک بُرج مین ہی

تاج الملوک کا استعارہ برہمن سے کیا ہی اور بکاولی کا بت سے اسیطرح لعل و گہر اور شمس و قمر سے ان دونونکا استعارہ کیا ہے اور مسٹھ کا استعارہ دُرج اور بُرج کے ساتھ کیا ہی اور یہ استعارے اگرچہ اپنے مفرداتکے اعتبار سے مبتذل ہین لیکن بسبب ترکیب کے غرابت حاصل کر لی ہے۔

ولہ

بولی وہ کہ بخت تھا زبردست	خورشید کو ذرے نے کیا پست

بکاولی کا استعارہ خورشید سے کیا ہی اور تاج الملوک کا ذرے سے اور یہ استعارہ اگرچہ اپنے مفردات کے اعتبار سے نادر نہین مگر بسبب ترکیب کے غرابت آگئی ہے۔

عاشق

تماشا دیکھتا ہون مین تری قدرت نمائی کا	خدا کی شان دعوی ہی بتون کو بھی خدائی کا

بتونکا استعارہ معشوق کیلیے مبتذل ہے مگر یہ کہدینے سے کہ خدا کی شان بتون کو بھی خدائی دعوی ہی کسی قدر ندرت آگئی ہے ۵

کیونکہ اُس بت سے رکھون جان عزیز	کیا نہین ہے مجھے ایمان عزیز

ایمان کے ذکر نے بت کے استعارے مین معشوق کیلیے غرابت پیدا کر دی۔

تیسرا چمن استعارے کے بیان مین باعتبار مستعار منہ اور مستعار لہ اور وجہ جامع تینون کے

اور یہ چھ قسم پر ہی اسلیے کہ مستعار منہ اور مستعار لہ یا حسی ہوتے ہین یا ایک انمین سے حسی ہوتا ہی اور ایک عقلی مثلاً مستعار منہ حسی ہوتا ہے اور مستعار لہ عقلی یا مستعار منہ عقلی ہوتا ہے مستعار لہ حسی پس یہ چار صورتین ہوئین جنمین وجہ جامع ہمیشہ عقلی ہوتی ہے کیونکہ وجہ شبہ جسکا نام جامع ہی وہ طرفین کے ساتھ قائم ہوتی ہے پس جبکہ دونون عقلی ہونگے تو انکے ساتھ وجہ جامع قائم ہوگی اور اگر انمین سے ایک عقلی ہوگا اور ایک حسی تب بھی وجہ جامع کا عقلی ہونا ضرور ہی اسلیے کہ عقلی کا قیام حسی کے ساتھ مستحیل ہی اور جبکہ مستعار منہ و مستعار لہ دونون حسی ہوتے ہین تو وجہ جامع کبھی عقلی ہوتی ہے کبھی حسی اور کبھی مختلف یعنی بعض حسی اور بعض عقلی اسطرح چھ قسمین ہوگئین تفصیل اسکی اسطرح ہی۔

(۱) مستعار لہ اور مستعار منہ اور وجہ جامع تینون حسی ہون اور چونکہ حواس پانچ ہین تو انکی بھی پانچ حالتین ہون گی۔

(الف) حسی متعلق باصرہ جیسے۔

دبیر

کی پشت سوے خیمہ لرخ اعدا کے سامنے	اُگلے دہن سے لعل شہ خاص و عام نے

منھ سے خون ڈالنے کا استعارہ لعل اُگلنے سے کیا ہی خون مستعار لہ لعل مستعار منہ اور یہ دونون حسی ہین اور وجہ جامع یہان سُرخی رنگ ہی جو حس باصرہ سے متعلق ہی۔

غالب

بجلی اک کوند گئی آنکھونکے آگے تو کیا	بات توکرتے کہ مین تشنۂ تقریر بھی تھا

معشوق کے صرف آنکر اپنی صورت دکھا دینے کو بجلی کے آنکھونکے سامنے کوند جانے سے استعارہ کیا ہے اور وجہ جامع اسمین بہت ہی کم ٹھہرنا ہی۔

(ب) حسی متعلق بسامعہ۔

ذوق

نہ موج کی گونہ جوش نہ شیشہ سے ہچکی	گئی جہانسے یہ ہماری فراق در خیر

ولہ

گر ترے فریادیون کے نامۂ پیچیدہ کو
لب پہ رکھکر پھونکیے پیدا ہو نالہ صور کا

ظفر

صراحی قہقہہ بھرتی ہے مینا مسکراتا ہی
ہمارا یار جس دم جانب میخانہ آتا ہے

پہلے شعر مین شراب کی آواز کو ہچکی سے اور دوسرے شعر مین دہن کی آواز کو صور کے نالے سے اور تیسرے شعر مین صراحی کی آواز کو قہقہہ سے استعارہ کیا ہی اور یہ سامعہ کے متعلق ہی —

(ج) حسی متعلق بہ شامہ جیسے —

امانت

صحن گلشن مین پریشان جو وہ سنبل ہو جائے
نافۂ مشک ختن غنچۂ ہر گل ہو جائے

سنبل سے بالونکا استعارہ کیا ہی اور وجہ جامع درازی اور باریکی اور پیچیدگی نہین بلکہ خوشبو ہے کیونکہ بالونکی خوشبو کی تحصیل سے ہر غنچے کے نافۂ مشک ہو جانیکا دعوے کیا ہی —

(د) حسی متعلق بذائقہ جیسے معشوق کے آب دہن کو شراب سے استعارہ کرین —

معبود شاہ رند

کدھر ہے شتابی سے آ ساقیا
مجھے نوشدارو پلا ساقیا

شراب کو نوشدارو سے استعارہ کیا ہے اور یہان وجہ جامع مزہ ہی اور اگر شراب کا کمال مرغوب و مقبول ہونا مثل نوشدارو کے وجہ جامع ہو تو اس صورت مین وجہ جامع عقلی ہوتی ہی —

(ر) حسی متعلق بلامسہ جیسے مخمل یا سطح آب سے شکم کا استعارہ کرین اور یہ چھونیکی چیزون سے ہے کیونکہ وجہ جامع اسمین ملائمت ہی —

انیس

اک پھول سے لگتے ہین خلش خار ہزارون
اک سر ہے فقط اور خریدار ہزارون

یہان پھول سے جسم شریف حضرت امام حسین کا استعارہ کیا ہی اور نرمی و نزاکت وجہ جامع ہے کیونکہ خار کا ذکر موجود ہی یہان سرخی رنگ کی وجہ سے استعارہ نہین ہی ورنہ وہ حس بصرہ سے متعلق ہے۔

(۲) طرفین حسی ہون اور وجہ جامع عقلی جیسے شیر سے مرد شجاع کا استعارہ کہ جامع اسمین جرأت ہی اور وہ امر عقلی ہی میر صاحب اپنے گھوڑے کی تعریف مین فرماتے ہین ۔ ۵

چوہا کیا ہے جو سامنے آئے
گھونس سے کبھی یہ شیر بھڑ جائے

کتا مستعار لہ ہی اور شیر مستعار منہ ہی اور وجہ جامع ازمین جرأت ہی۔

آتش

نسبت اُس فتنۂ دوراں سے کوئی اندھا دے	یار کی آنکھ سیہ دیدۂ بادام سفید

شخص جاہل کا استعارہ اندھے سے کیا ہی اور جامع اسمین نافہمی ہے۔

ظفریاب خان راسخ

اُس آب حیات سے جدا ہون	مچھلی کی طرح تڑپ رہا ہون

معشوق کا استعارہ آب حیات سے کیا ہی اور وجہ جامع نایاب و مرغوب و مطلوب ہونا ہے۔

انیس

اس شان سے غازی صف جنگاہ مین آیا	غل تھا کہ اسد لشکر روباہ مین آیا

سپاہ شام کا استعارہ روباہ سے کیا ہے اور وجہ جامع نامردی ہے۔

مثنوی فسانۂ عشق

کدھر ہے تو اے ساقی نیک نام	پلادے مجھے زہر گلگون کا جام
کہ پیتے ہی جی سے گذر جاؤن مین	یہی دل مین ٹھانی ہی مر جاؤن مین

شراب کا استعارہ زہر سے کیا ہی اور وجہ جامع قتل ہی۔

مومن

ہے مجھے بھی خیال طوف حرم	خضر رہ گر ہو فضل رحمانی

ممدوح کے قصر کا حرم سے استعارہ کیا ہی اور وجہ جامع دونوںمین عظمت ہے۔

محسن

زلف پر ٹھہری نظر مائل ابرو ہو کر	ہم پھرے کعبے سے اے قبلہ تو ہندو ہو کر

مخاطب کا استعارہ قبلے سے کیا ہی اور وجہ جامع دونوںمین علو شان ہی۔

(۳) مستعار لہ حسی ور مستعار منہ اور وجہ جامع عقلی ہون جیسے معشوق کو جان اور آفت جان سے استعارہ کرین۔

شیخ محمد زمان بسمل

قیامت سایہ بنکر پیچھے پیچھے ساتھ ہوتی ہے	گذر جس راہ سے ہوتا ہی میرے آفت جان کا

اے غارت جان و جان مومن	مومن	اے آفت خان و مان مومن

انیس

دنیا سے انتقال ہوا نور عین کا +	ہنگامہ ظہر تھا لٹا گھر حسین کا

فرزند کو آنکھ کے نور سے استعارہ کیا ہی۔

میر

عاشق ترے لاکھوں ہوئے مجھسا نہ پہ پیدا ہوا	تجھپر کوئی لے کام جان دیکھا نہ یوں مرتا ہوا

کوئی شخص ایک امر کی تلاش اور تردد کو نہ چھوڑے تو کہین وہ باز نہین آتا چھوڑنا حسی ہے اور باز نہ آنا عقلی اور وجہ جامع انمین عدم سکونت و اطمینان ہے۔

میر

پھر جائے ہی غیر اُس سے ملنے	آتے نہین باز ایسے نیسے

وله

آیا تھا خانقہ مین وہ نور دیدگان کا	تہ کر گیا مصلے عزلت گزیدگان کا

میر محمدی بیدار

جلوہ دکھلاکے گذرا وہ نور دیدگان کا	تاریک کر گیا گھر حسرت کشیدگان کا

نور دیدہ استعارہ معشوق سے ہی اور وجہ جامع لطافت ہے۔

(۴) مستعار منہ حسی ہو اور مستعار لہ و وجہ جامع عقلی ہون جیسے کوئی شخص ایک امر کی تلاش سے بعد تردد کے مایوس ہو جائے تو کہین اب اُس نے ہاتھ اُٹھا لیا ہاتھ اُٹھانا حسی ہی اور مایوس ہو جانا عقلی اور وجہ جامع اسمین انقطاع و عدم منفعت ہے۔

میر تقی

یون تو سو بار آؤ جاؤ گے اور اِس پر بھی جو ستاؤ گے	پیسے تدریج ہی سے پاؤ گے اپنے پیسون سے ہاتھ اُٹھاؤ گے

بوجھ مین اپنے سر سے دونگا ال

اور جیسے قطع تعلق و ترک شی کو ہاتھ دھو بیٹھنے سے استعارہ کرین ہاتھ دھو بیٹھنا حسی ہی اور قطع تعلق و ترک شی عقلی اور وجہ جامع اسمین سکونت و اطمینان ہے۔

خواجہ درد

ہوا جو کچھ کہ ہونا تھا کہین کیا جی کو رو بیٹھے	بس اب اِک ساتھ ہم دونون جہان سے ہاتھ دھو بیٹھے

یعنی دونون جہانسے قطع تعلق کیا۔

ولہ

میرے غبار کا کچھ پایا نشان نہ ہرگز	صحرا مین جا صبا نے ہرچند خاک چھانی

تلاش اور جستجو کا استعارہ خاک چھاننے سے کیا ہی اور محنت و پریشانی وجہ جامع ہی۔

دبیر

سیدھی ہوئی جو تیغ تو دفتر اُلٹ گیا	میدانسے پاؤن جمنے سے دل سب کا ہٹ گیا

مہیّا اور مستعد ہونیکا استعارہ سیدھے ہونیکے ساتھ کیا ہی اور وجہ جامع تہیہ اور استعداد ہی۔

انیس

ثابت ہوا کہ چہرۂ خورشید کٹ گیا	غل تھا کہ فوج شام کا دفتر اُلٹ گیا

دفتر اُلٹ جانا استعارہ ہی برباد ہوجانیسے اور وجہ جامع بربادی و تباہی ہے۔

غالب

درماندگی مین غالب کچھ بن پڑے تو جانون	جب رشتہ بیگرہ تھا ناخن گرہ کشا تھا

مشکلات کو رشتے سے اور اُنکے دفع کرنیکی طاقت کو ناخن گرہ کشا سے استعارہ کیا ہی اور محنت و تردد اور تشویش وجہ جامع ہے۔

سودا

تری وہ تیغ کہ فتنے کا رو ہو سوے عدم	سنے جو چو نکتے اُسکو نجواب گاہ نیام

تیغ کے نیام مین چونکنے سے مراد نکلنے کیلیے مستعد ہونا ہی پس مہیّا و مستعد ہونیکا استعارہ چونکنے سے کیا ہی اور وجہ جامع استعداد و تہیہ ہی پس مستعار منہ حسی ہی کیونکہ چونکنے سے مراد حرکت کرنا ہی اور اُس کے حسی ہونے مین شبہ نہین نہ احساس کا پیدا ہونا اور آنکھ کا کھولنا اور مستعار لہ مہیا و مستعد ہونا ہے اور وجہ جامع تہیہ و استعداد ہی اور ان دونونکے عقلی ہونے مین کلام نہین۔

(۵) مستعار لہ اور مستعار منہ اور وجہ جامع تینون عقلی ہون اور یہان جامع کا عقلی ہونا لازم ہے کیونکہ محسوس کا قیام معقول کے ساتھ صحیح نہین۔

میر

کیا کہیے کہ خوبان نے اب ہم مین ہی کیا رکھا	ان چشم سیاہون نے بہتونکو سلا رکھا

یعنی بہت آدمیونکو فنا کر دیا۔ فنا کر دینے کا استعارہ سلا رکھنے سے کیا ہی مستعار منہ سلا رکھنا ہے

اور مستعار لہ فنا کردینا اور وجہ جامع انھین افعال کا نہ ظاہر ہونا ہے اور یہ تینون عقلی ہین اس لیے کہ فنا کرنے اور افعال کے ظاہر نہونیکا تو عقلی ہونا ظاہر ہے اور سُلا رکھنے سے مراد اُس احساس کا منتفی کردینا ہی جو بیداری کی حالت مین حاصل ہوتا ہی نہ اسکے آثار جیسے خراٹے لینا اور آنکھونکا بند ہوجانا پس تینونکے عقلی ہونے مین کلام نہین

حالی

تھنو وہ افسردگی کو ہوش مین آؤ	بس بہت سوئے اُٹھو ہوش مین آؤ

غافل رہنے کا استعارہ سونیکے ساتھ کیا ہی اور وجہ جامع بے پروائی و غفلت ہی اور تینون عقلی ہین اسلیے کہ غافل رہنے اور غفلت و بے پروائی کا عقلی ہونا ظاہر ہی اور سونے سے مراد اس احساس کا باقی نرہنا ہی جو بیداری مین حاصل ہوتا ہی اور اُسکے عقلی ہونے مین کچھ شبہ نہین۔

(۶) طرفین حسی ہون اور وجہ جامع مرکب ہو بعض امر حسی و بعض امر عقلی سے چنانچہ شخص جلیل القدر کا استعارہ آفتاب سے کرین حسن اور شان کی بزرگی کا مجموعہ وجہ جامع ہی ایسا استعارہ بہت کم واقع ہوتا ہے گویا درحقیقت دو استعارے ہین۔

میر حسن

وزیرون نے کی عرض کلے آفتاب	نہو ذرہ تجھکو کبھی اضطراب

ولہ

اگر ون مختصر یانسے اب غم کی بات	لگا رہنے اُسمین وہ آب حیات

بے نظیر کا استعارہ آب حیات سے کیا اور وجہ جامع اس مین عزیز الوجود ہونا اور لوگونکی نظر سے مخفی رہنا ہے

نسیم

طالع سے کسے تھی ایسی اُمید	نکلا ہے کدھر سے آج خورشید

بکاؤلی نے تاج الملوک کا استعارہ خورشید سے کیا ہی حسن اور مطلوب ہونا یہ چیزین وجہ جامع ہین۔

مہاراجہ دبیج سنگھ متخلص براجہ

مدام اپنی بغل مین وہ آفتاب رہا	ہمارے دور مین دور شراب ناب رہا

آفتاب استعارہ معشوق سے ہی۔

یاد رکھو کہ جس صورت مین مستعار لہ و مستعار منہ دونون حسی ہون تو وجہ جامع حسی اور عقلی دونون طرح آسکتی ہی اسلیے کہ یہ امر جائز ہی کہ کسی شئ حسی کے ساتھ بعض وصف عقلی قائم ہو جیسے جرأت زید اور شیر مین کہ وہ وصف عقلی ہے اور ان دونونکے ساتھ قائم ہی باوجودیکہ وہ دونون حسی ہین اور اگر مستعار لہ اور مستعار منہ

دونون عقلی ہونگے یا ایک عقلی اور ایک حسی تو وجہ جامع عقلی ہوگی نہ حسی کیونکہ وجہ جامع مستعار لہ اور مستعار منہ
سے حاصل ہوتی ہی اور یہ بھی ظاہر ہے کہ عقل سے جو چیز حاصل ہوگی وہ عقلی ہوگی پس اگر مستعار لہ اور
مستعار منہ عقلی ہون اور وجہ جامع حسی یعنی ایسی چیز ہو کہ اُسکو حس کے ساتھ ادراک کر سکین تو لازم آوے
کہ حس سے اشیاے عقلی کو بھی ادراک کر سکین حالانکہ حس غیر حسی مین سے کسی کو ادراک نہین کر سکتا اور
حال اسکا اوپر کی مثالونسے بخوبی منکشف ہوتا ہی یعنی جب خون کو لعل کہا تو اسمین وجہ جامع سُرخی
رنگ کی ہے یہ حسی ہی یا جب شیشے کی آواز کو ہچکی اور صراحی کی آواز کو قہقہہ سے استعارہ کیا تو اسمین کُرکُر کے
آواز کا نکلنا وجہ جامع ہی یہ بھی حسی ہے اسی طرح جب معشوق کے صرف آنکر اپنی صورت دکھا دینے کو بجلی کا
آنکھونکے سامنے کوندجانا کہا تو اسمین نہ ٹھہرنا وجہ جامع ہی اور یہ حسی ہی اور بالونکے استعارے مین سُنبل کے ساتھ
وجہ جامع خوشبو ہے جو حسی ہی اور شراب کے استعارے مین نوشدارو کے ساتھ وجہ جامع مزہ مانا جائے تو یہ بھی
حسی ہی اور جسم کے استعارے مین پھول کے ساتھ وجہ جامع نرمی ہے اور یہ بھی حسی ہی اور جب گتّے کو شیر سے
اور جاہل کو اندھے سے اور محبوب کو آبحیات سے اور قصر کو حرم سے اور سیاہ شام کو روباہ سے اور مخاطب کو
کعبے سے اور نہ چھوڑنے کو باز نہ آنے سے اور معشوق کو دیدونکے نور اور آفت جان اور جان اور کام جانسے
اور فرزند کو آنکھونکے نور سے اور مایوس ہو جانے کو ہاتھ اُٹھا لینے سے اور قطع تعلق و ترک شے کو ہاتھ دھو بیٹھنے سے
اور تلاش و جستجو کو چھاننے سے اور مشکلات کو رشتے سے اور اُنکے دفع کرنیکی طاقت کو ناخن گرہ کشا سے
اور برباد ہو جانیکو دفتر اُلٹ جانے سے اور مہیا اور مستعد ہونیکو سیدھا ہونے اور چوکنے سے اور مار ڈالنے کو
سُلا رکھنے سے اور غفلت کو سونے سے استعارہ کیا تو ان سب مین وجہ جامع عقلی ہی۔

چوتھا چمن استعارے کی قسمون کے بیان مین

جس استعارے مین لفظ مستعار اسم جنس ہو اُسے اصلیہ کہتے مین امام فخر الدین رازی کا مذہب یہ ہے
کہ مجاز بالذات صرف اسم جنس جامد مین ہوتا ہے فعل و اسم مشتق مین مشتق منہ کی تبعیت کی وجہ سے
واقع ہوتا ہے حرف اور علم مین مجاز کسی طرح بھی نہین ہوتا اور امام غزالی کی رائے یہ ہی کہ اگر معنی مجازی کیطرف
انتقال صحیح ہونے کیلیے کوئی علاقہ موجود ہو تو علم مین بھی مجاز داخل ہوتا ہے اور حق یہ ہے کہ اسم جنس جیسے شیر
اور گُل اور سرو اور مرد مین مجاز بالذات واقع ہوتا ہی اور اسی مین داخل ہی مصدر مثل قتل اور ضرب جیسے
ایذاے شدید کو مجازاً قتل کہین۔

چھلے دیتا تھا کوئی ہاتھ پھنسانیکے لیے | امانت | مہندی لاتا تھا کوئی رنگ جمانیکے لیے

اس شعر مین ہاتھ پھنسانا اور رنگ جمانا مستعار منہ ہین اور اپنا استحقاق ثابت کرنا مستعار لہ اور یہ مصدر ہین

امیر

بے وجہ نہین ابر بہاری کا یہ رونا	دکھلاتا ہی داغ اپنے چمن مین پر طاؤس

برسنے کا استعارہ رونے سے کیا ہی اور یہ مصدر ہی اسی مثال مین ہی انشا کا یہ شعر ۵

برسے برسے ہی منھ نہ کیونکر برسے	کس طرح نہ یاد و نکو رونا آوے

اسیر

دہر مین نیکونکی صحبت سے بدونکو ہے گریز	عدل ہی جس ملک مین فتنہ وہان ہتا نہین

اجتناب کا استعارہ گریز سے کیا ہی جو گریختن کا حاصل مصدر ہی۔

ظفر

مے سے ہے اجتناب زاہد کو	ہم تو پرہیز کچھ بھی نہین کرتے

اجتناب کا استعارہ پرہیز سے کیا ہی۔ اور اسم جنس کے قبیل سے ہی علم بھی جسکو بسبب کسی وصف کے تاویل کرکے اسم جنس مین داخل کرلین مثلاً حاتم اور رستم کہ اول کو سخی کے معنی مین اور دوسرے کو بہادر کے معنی مین استعمال کرتے ہین چنانچہ متکبر آدمی کو کہین کہ وہ فرعون ہی یا بہادر کو کہین کہ وہ رستم ہی۔

حالی

وہ جو کچھ کہ ہین کہہ سکے کون اُن کو	بنایا ندیمون نے فرعون اُن کو

منیر

زال دنیا کو جس نے چھوڑ دیا	وہی نزدیک اپنے رستم ہے

قلندر

حاتم ہے یہ گرچہ ہے قلندر	پر خانہ خراب کرگیا دل +

اور بغیر اس تاویل کے جائز نہین کیونکہ علمیت جنسیت کے منافی ہی اور اعتبار افراد کا ہی اسلیے اعلام مین مجاز جاری نہین ہوسکتا اور اسم جنس مین اصالۃً مجاز کے داخل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہان مجاز کی بنا تشبیہ پر ہی یعنے مستعار لہ کو مستعار منہ کے ساتھ مشابہت ہوتی ہی اور یہ ظاہر ہی کہ تشبیہ مشبہ کا وصف ہوتا ہے اسواسطے کہ وہ مشبہ بہ کے ساتھ وجہ شبہ مین شریک ہے اور موصوف ہونے مین حقائق اور ذاتین اصل ہوتی ہین مثلاً جسم سفید اور آب صاف اور چونکہ شیر اور گل اور سرو وغیرہ ذاتین ہین اور تشبیہ کے وصف سے موصوف ہوئی ہین اسلیے انمین مجاز اصالۃً داخل ہوتا ہی مثال اسم جنس مین استعارے کی۔

انیس

کیون فاطمہ زہرا کو رولاتا ہی کفن مین | دو پھول تو رہنے دے محمدؐ کے چمن مین

صاحبزادگان حضرت مسلم کو پھول کہا ہی پھول اسم جنس ہی۔

مذاق

مین اُس گل کو پیغام کہتا ہزارون | ہوا ہو گئی پر صبا کہتے کہتے

معشوق کو گل کہا ہی اور گل اسم جنس ہے۔

نسیم

بلبل اُسی رشک گل کی ہون مین | تم کیا ہو ہزار مین کہون مین +

عاشق کا استعارہ بلبل سے کیا ہی اور بلبل اسم جنس ہی۔

دبیر

کس شیر کی آمد ہی کہ رن کانپ رہا ہے | رن ایک طرف چرخ کہن کانپ رہا ہے

حضرت امام حسین کا استعارہ شیر سے کیا ہی اور شیر اسم جنس ہی۔

فعل اور شبہ فعل (یعنی اسم فاعل اسم مفعول صفت مشبہ اسم تفضیل) اور حرف مین مجاز بالاتباع داخل ہوتا ہی کیونکہ فعل ماضی یا مضارع یا امر یا نہی یا اسم فاعل یا اسم مفعول وغیرہ یا حرف کے معنی کو یہ صلاحیت نہین کہ تشبیہ کے وصف سے موصوف ہوسکین یعنی نہ فعل اور شبہ فعل کے معنی مشبہ ہوتے ہین اور نہ حرف کے معنے بلکہ فعل و شبہ فعل کا مصدر اور حرف کے معنی کا متعلق مشبہ ہوتا ہے اور حرف کے معنی کا متعلق وہ شی ہے کہ حرف کے معنے بیان کرتے وقت اُس معنی کو اُس چیز سے تعبیر کرین مثلاً کہتے ہین حرف سا بتدا کے لیے ہے اور مین ظرفیت کے واسطے اور تک انتہا کے واسطے اور توتا ے مفتوح سے غرض کے واسطے پس ابتدا اور ظرفیت اور انتہا اور غرض ان حرفون کے معنے کے متعلق ہین یعنی اُن کے معنے انسے تعلق رکھتے ہین پس فعل اور شبہ فعل اور حرف کو مستعار کہنا بطور تبعیت کے ہے نہ بطریق اصالت کے یعنی فعل اور شبہ فعل اور حرف مستعار ہونے مین مصدر اور متعلق کے تابع ہین اور خود مستعار نہین ہوسکتے۔ تفصیل فعل اور شبہ فعل اور حرف کے استعارہ ہونیکی یہ ہی کہ کبھی فعل ماضی یا مضارع یا امر یا نہی یا اسم فاعل یا اسم مفعول وغیرہ کے ساتھ کسی معنی کو تعبیر کرتے ہین اور مقصود اس سے وہ معنی نہین ہوتے جن معنی کے واسطے وہ بنائے گئے ہین بلکہ اُن کا غیر مقصود ہوتا ہی اور اُن لفظون سے غیر معنے موضوع لہ کا مستعار ہونا باعتبار اُنکے مصدر کے ہوتا ہی فعل اور حرف کے مستعار ہونے کو **استعارہ تبعیہ** کہتے ہین (لفظ مستعار کے فعل ہونیکی مثال)

امانت

رنگ مین نمین نزاکت مین جو یکتا پایا
اک گل تازہ سے دل مین نے غرض اٹکایا

دل اٹکایا فعل ماضی ہی مگر دل اٹکانے اور عاشق ہونے مین استعارہ ہی جو مصدر مین۔

حسرت

مارا مجھے کنچنی کے اس نخرے نے
کہتی ہی وہ کام مین اجی چھوڑو جی

ہر چند مارا فعل ماضی ہی لیکن استعارہ یہان مار ڈالنے اور تکلیف شدید پہونچانے مین ہی۔

گلزار نسیم

ہمت نے مری تجھے اُڑایا
غفلت نے تری مجھے چھوڑایا

اُڑایا سے مراد یہ ہی کہ عقل کھو دی بس یہان اُڑانے اور عقل کھو دینے مین استعارہ ہی۔

امیر

بسی گور غریبان جب کسی کا گھر ہوا ویران
مسافر پڑکے سوے جاگ اُٹھی تقدیر منزل کی

یہان استعارہ سونے اور مر جانے مین ہی۔

میر

تر دامنونکو دیکھکے لب خشک ہوگئے
احوال میکدہ پہ بہت ابر رو گئے

ابر کے برسنے کو رونے سے استعارہ کیا ہی اور لفظ مستعار فعل ماضی مثبت ہی۔

سودا

گل مت سمجھیو باغ مین اے عندلیب زار
غنچے کا دل ہن پہ کسی کے بکھر چلا

یہان بھی مستعار بکھر چلا فعل ماضی ہی اور استعارہ درحقیقت مصدر ونمین ہی۔

حالی

علم والے علم کے دریا بہا کر چل دیے
واعظان قوم سوتونکو جگا کر چل دیے

یعنے مر گئے یہان استعارہ چل دینے اور مر جانے مین ہی۔

ذوق

اُرتی ہی زیر برقعۂ فانوس تاک جھانک
پردہ لنسے ہی شمع مقرر لگی ہوئی

یہان لگی ہوئی ماضی کا صیغہ مذکور ہی لیکن استعارہ مصدر مین ہی۔

ظفر

وہ رشک گل چمن مین اگر اے صبا ہنسے
پھر منہ ہی کیا جو غنچہ کوئی کھلکھلا ہنسے

غنچے کے کھلنے کو ہنسنے سے استعارہ کیا ہی اور ہنسے صیغہ مضارع کا ہی۔

انشا

گرچہ چھجے تو جی کو رو سکتے ہین	لیک پرنالے سارے اٹھ سکتے ہین

پرنالونکے بہنے کو اٹھ سکنے سے استعارہ کیا ہی اور لفظ مستعار فعل حال ہی۔

ولہ

اس موسم برسات مین کیون گھر نہ مین ہم	آنکھین بھی برستی ہین مہاوٹ کی برابر

رونیکو برسنے سے استعارہ کیا ہی اور لفظ مستعار فعل حال ہی۔

میر

گھر کی صورت جو اور ہوتی ہے	چھت بھی بے اختیار روتی ہے

درد

روتا نہین ہے شاہد مینا یہ بے سبب	گردن پہ اُسکی خون کسی کا سوار ہی

پہلے شعر مین ٹپکنے کا استعارہ رونیکے ساتھ کیا ہی اور دوسرے مین شراب کے اوندھنے کا استعارہ رونے سے کیا ہی اور دونون شعرونمین مستعار حال کے صیغے مین۔

ظفر

صراحی قہقہہ بھرتی ہے مینا مسکراتا ہی	ہمارا یار جسدم جانب میخانہ آتا ہے

صراحی سے شراب کے آوازکے ساتھ نکلنے کا استعارہ قہقہہ بھرنے سے کیا ہے اور شراب کے مینا سے آہستہ نکلنے کا استعارہ مسکرانیسے کیا ہی اور دونون لفظ حال کے صیغے ہین۔

سودا

سودا تری فریاد سے آنکھونمین کٹی رات	اب آئی سحر ہونیکو ظالم کہین مر بھی

ولہ

ہوتی نہین ہی صبح نہ آتی ہے مجکو نیند	جسکو پکارتا ہون وہ کہتا ہی مر کہین

ان اشعار مین امر کا صیغہ ذکر کیا گیا ہی مرنے اور سونے مین استعارہ ہی۔

بھاگ ان بردہ فروشوں سے کہان کے بھائی	بیچ ہی ڈالین جو یوسف سا برادر پائین

بھاگنے اور اجتناب کرنے مین استعارہ ہی اور امر کا صیغہ مذکور ہی (شبہ فعل مین استعارے کی مثال)

سرمہ دیتا تھا کوئی آنکھ لگانے والا	امانت	مسّی بھجواتا تھا کوئی کہ کرو منھ کالا

مومن

خندہ زن کس کا ہوا زخم درون | شدت گریۂ پنہان کیون ہے

میر

چمن زار عالم کی خوبی پہ مت جا | گل اس بے ثباتی پہ خندہ زنان ہے

ان شعرون مین آنکھ لگانے اور عشق کرنے مین اور خندہ زنی اور شگفتہ ہو جانے مین اور خندہ زنان نے اور کھلنے مین استعارہ ہی اور اسم فاعل کے صیغے مذکور ہین۔

میر

شہر مین جو نظر پڑا اُس کا | کشتۂ ناز یا تغافل تھا

آتش

رنگ زرد و لب خشک و قرہ گرد آلود | کشتۂ عشق ہین ہم ہے یہ کفارہ اپنا

صدمہ رسیدہ ہونیکا استعارہ کشتہ سے کیا ہی اور اسم مفعول کا صیغہ مذکور ہی۔

میر

ایسا موتی ہے زندۂ جاوید | رفتۂ یار تھا جب آئی ہے

میر

دل رفتۂ جمال ہی اُس ذوالجلال کا | مستجمع جمیع صفات و کمال کا

ولہ

غم محبت مین میر ہمکو ہمیشہ جلنا ہمیشہ مرنا | صعوبت ایسی دماغ رفتہ کہان تلک ہم فکر کرینگے

بے ہوش ہونے کا استعارہ رفتہ سے کیا ہے جو صفت مشبہ کا صیغہ ہے نہ اسم مفعول کا کیونکہ اسم مفعول فعل لازم سے نہین آتا۔

میر

تو وہ نہین کسو کا تہ دل سے یار ہو | یا تجھکو دل شکستون سے اخلاص پیار ہو

شکستہ صدمہ رسیدہ اور دکھے ہوے کے معنی مین ہی۔

شہید

پس مصلے سے اُٹھکے وہ شہ دین | جاکے اُس خستہ کے سرہانے لین +

خستہ سے مراد عاشق ہی خستہ زخمی کو کہتے ہین اور ستون حنانہ کو کوئی زخم نہ پہونچا تھا بلکہ وہ

عشق رسول مین ہوتا تھا اور خستہ مشتق ہی خستن سے جو لازم ہی پس صفت مشبہ ہوگا نہ اسم مفعول حرف مین استعارے کی مثال ؎

غالب

ظلم سے باز آنے پہ باز آئین کیا	کہتے ہین ہم تجھکو منہ دکھلائین کیا

چھوڑ دینے کا استعارہ باز آنے سے کیا ہی اصل مین چھوڑ دینا مستعار لہ اور باز آنا مستعار منہ ہے اور حرف سے چھوڑ دینے سے متعلق ہی مستعار لہ کو ترک کرکے حرف سے کے ساتھ استعارہ کیا ہی۔

درد

ہوا جو کچھ کہ ہونا تھا کہین کیا جی کو رو بیٹھے	بس اب اک ساتھ ہم دونون جہان سے ہاتھ دھو بیٹھے

یہان استعارہ حرف سے مین ہے اور اصل مین قطع تعلق کر دینا مستعار لہ ہے جو متعلق ہی حرف سے کا اور ہاتھ دھو بیٹھنا مستعار منہ ہی مراد اس جگہ یہ ہی کہ ہمنے دونون جہان سے قطع تعلق کیا اگرچہ بظاہر حرف سے مستعار لہ معلوم ہوتا ہی اور ہاتھ دھو بیٹھنا مستعار منہ لیکن واقع مین سے مستعار لہ نہین بلکہ اسکا متعلق یعنے قطع تعلق کرنا مستعار لہ ہے پس واقع مین استعارہ ان دو معنی مین واقع ہوا ہی اور حرف سے متعلق کی اتباع سے مستعار لہ کہا گیا ہے۔

سودا

اُسکے کوچے مین تو کیون جاتا ہی اے سودا اگر	خلق کی سر لینے لینے کو ملامت کے لیے

اس شعر مین لیے کا حرف غرض کے واسطے موضوع ہی جو بطریق استعارے کے واقع ہوا ہی اور استعارہ لیے مین نہین بلکہ معنی غرض مین ہی کہ لیے کا متعلق ہی اسلیے کہ غرض کوچۂ یار مین جانے سے راحت و عزت ہوتی ہی نہ لعنت و ملامت مگر بوجہ اس بات کے کہ انجام کار وہان کے پھرنے سے لوگ مطعون کرنے لگتے ہین اسلیے راحت و عزت کو ملامت کے ساتھ استعارہ کیا ہی یعنے کوچۂ یار مین سودا کا واسطے حصول راحت و عزت کے جانا گویا کہ واسطے لعنت و ملامت کے جانا ہی اور مستعار لہ یہان راحت و عزت ہی اور مستعار منہ ملامت ہی اور لفظ مستعار لیے ہی پس استعارہ معنی غرض مین ہی کہ لیے کا متعلق ہی اور اطلاق اسکا لیے پر تبعیت کے طور پہ ہی نہ اصالت کے طور پہ یہ استعارہ بطریق استہزا کے واقع ہوا ہے

ظفر

کھانا اگر ہی زخم تو پانی ہی آب تیغ	مہمان کربلا کی ضیافت کے واسطے

اس شعر مین واسطے کا حرف غرض کیلیے موضوع ہی پس مستعار لہ ظاہر مین واسطے کا حرف ہے اور واقع مین غرض کے معنے ہین جو واسطے کا متعلق ہے اسلیے کہ غرض زخم اور آب تیغ سے ضیافت نہ تھی بلکہ

بھوکا پیاسا قتل کرنا تھی اور مستعار منہ ضیافت ہے یہ استعارہ بطریق طنز کے واقع ہوا ہی۔
فائدہ انشاء اللہ خان نے دریاے لطافت مین لکھا ہی کہ واسطے اور لیے اردو مین مضاف سمجھے جاتے ہین اور عربی مین لفظ کے جر کرنے والے حروف ہین۔
اور مولوی صہبائی نے حدائق البلاغت کے ترجمے مین حروف کی مثال مین لکھا تھا ہمنے بھی یہان انکی اتباع کی ہی مگر تلخیص المفتاح کے مصنف نے متعلق کو کہ متروک ہے مشبہ بہ اور اس لفظ کو کہ مذکور رہی مشبہ قرار دیا ہی لیکن چونکہ اسکے مذہب کے موافق استعارہ بالتصریح مین خواہ اصلیہ ہو خواہ تبعیہ مشبہ متروک ہوتا ہی اور مشبہ بہ مذکور غایت یہ ہی کہ استعارۂ تبعیہ مین بعینہ لفظ کے مفہوم مین تشبیہ نہین ہوتی اور اصلیہ مین ہوتی ہے چنانچہ اوپر کی مثالون سے ظاہر ہے پس متعلق متروک کو مشبہ بہ قرار دینے مین استعارہ بالتصریح مقصود نہین ہوتا اسلیے کہ مشبہ کا متروک ہونا چاہیے اور مشبہ بہ کا مذکور البتہ استعارہ بالکنایہ ہو سکتا ہی کیونکہ استعارہ بالکنایہ مین مشبہ مذکور ہوتا ہے اور مشبہ بہ متروک اور وہ چیز کہ مشبہ کے ساتھ خصوصیت رکھے اسکو مشبہ کے ساتھ ذکر کرتے ہین اسی طرح یہان ہے کہ مشبہ بہ یعنی متعلق متروک ہے اور مشبہ یعنی باز آنا اور دھو بیٹھنا اور ملامت اور ضیافت مذکور ہے اور جو چیز کہ مشبہ بہ کے واسطے مخصوص ہی یعنی حرف سے اور لیے اور واسطے کہ اس مشبہ بہ پر دلالت کرتے ہین مشبہ کے ساتھ ذکر کیے گئے ہین اس صورت مین یہ استعارہ تبعیہ نہوا بلکہ بالکنایہ ہوا اور یہی مذہب سکاکی کا ہی علامہ تفتازانی نے مطول مین اسکو تبعیہ مین داخل کرنیکے واسطے ایک تقریر کی ہی اسکا بیان مثالونکے موافق یہ ہے کہ مثلاً دونون جہانسے ہاتھ دھو بیٹھنا مشبہ ہے اور دونون جہانسے قطع تعلق کرنا مشبہ بہ ہی یعنے دونون جہانسے اسطرح ہاتھ دھو بیٹھے جس طرح قطع تعلق کرتے ہین پھر مشبہ یعنی دھو بیٹھے کے ساتھ وہ حرف ذکر کیا جو مشبہ بہ یعنے دونون جہانکو چھوڑ دینے پر دلالت کرتا ہی یعنی حرف سے جو دور کرنے اور اعراض کرنیکے معنے مین ہے نہ ابتدا کے معنی مین جیسا کہ فارسی مین از اور عربی مین عن اعراض کیلیے آتے ہین اس صورت مین اول استعارہ اعراض اور دور کرنے مین جاری ہوا ہی یعنی دونون جہان کے تعلقات سے اعراض کرنا اور انکو ترک کر دینا مشبہ بہ ہی بعد اسکے اس استعارے کی اتباع سے حرف مین استعارہ ہوا یعنی حرف سے کو ایسی شے کے واسطے استعارہ کیا جو قطع تعلق کرنے اور اعراض کرنے سے تشبیہ دی گئی ہی یعنے ہاتھ دھو بیٹھنا حاصل کلام یہ ہی کہ حرف سے سے موضوع لہ نہ سمجھا گیا بلکہ وہ چیز سمجھی گئی جو اُس سے مشابہت رکھتی ہی جیسے شیر کے لفظ سے استعارے مین جانور درندہ نہین سمجھا جاتا بلکہ وہ چیز سمجھی جاتی ہے جو اُس سے مشابہت رکھتی ہی یعنی مرد بہادر خلاصہ کلام یہ ہی کہ اگر تشبیہ اُس چیز مین فرض کرین کہ جس سے حرف سے متعلق ہے اور وہ قطع تعلق کرنا ہے تو استعارہ بالکنایہ ہوا

کیونکہ مشبہ بہ ہی ہی اور حرف سے کا ہاتھ دھو بیٹھنے کے ساتھ کہ مشبہ بہ ہے مذکور ہونا استعارہ بالکنایہ کا قرینہ ہو جائیگا اور اگر اس حرف کے معنے مین کہ وہ دور کرنا اور اعراض کرنا ہین اور یہان متروک ہین تشبیہ فرض کرین تو استعارہ تبعیہ ہوگا۔

استعارہ تبعیہ مین جہان مستعار فعل یا شبہ فعل ہو قرینے کا مدار فاعل یا مفعول پر ہی مثال اول ۔

	انیس	
تھم گیا طبل وغا کے بھی وہ آواز کا جوش		ہو گیا جوڑ کے ہاتھونکو جلاجل خاموش

حقیقی طور پر خاموش ہو جانا جلاجل کی طرف منسوب نہین ہو سکتا پس اس استعارے نے اس بات پر دلالت کی کہ خاموش ہو جانے سے یہان وہ چیز مراد ہے جسکی اسناد جلاجل کی طرف صحیح ہو سکتی ہے اور معلوم ہی کہ وہ بند ہو جانا ہے جو خاموش ہو جانے کے ساتھ سکون مین مشابہت رکھتا ہے۔

	جرأت	
میان جرأت کسی پر تم ہوئے عاشق نمانو نہین		کہے دیتی ہے خاموشی عبث صاحب مکرتے ہین

یعنی خاموشی دلالت کرتی ہی اسناد کہنے کی خاموشی کی طرف استعاریکا قرینہ ہی اسلیے کہ حقیقی طور پر خاموشی کی طرف مسند نہین ہو سکتا اگر کہا جائے کہ ان مثالون مین حاصل قرینہ یہ ہی کہ مسند کا قیام مسند الیہ کے ساتھ محال ہی اور یہ مجاز عقلی کے قرائن سے ہی جس کا مذکور علم معانی مین ہوتا ہے تو ہم جواب یہ دینگے کہ اس سے کوئی نقصان نہین کیونکہ مقصود قرینے سے وہ چیز ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ معنی حقیقی مراد نہین اور یہان ایسا ہی ہے گو وہ مجاز عقلی کی بھی صلاحیت رکھتا ہی پس چونکہ ہاتھ جوڑ کر خاموش ہو جانے کی صلاحیت جلاجل مین نہین اور کہنے کی صلاحیت خاموشی مین نہین اس سے معلوم ہوا کہ ان فعلونمین استعارہ واقع ہوا ہے۔

	حالی	
نصیب انکا اشبیلیہ مین ہی سوتا		شب و روز ہی قرطبہ انکو روتا

سونا نصیب کی طرف مضاف نہین ہو سکتا کیونکہ سونا حیوان کا خاصہ ہی پس معلوم ہوا کہ سونا یہان بہ سبیل استعارے کے واقع ہوا ہے یہی حال قرطبہ کے رونیکا ہے۔

	وله	
اُس کے مرنے سے مر گئی دِلّی +		خواجہ نوشہ تھا اور شہر برات

مثال دوم ۔

نساخ

پھولونکو جو باغ مین ہنساتی ہو بہار	دیوانہ ہزارونکو بناتی ہے بہار

ہنسانا حقیقۃً پھولونکے ساتھ متعلق نہین ہوسکتا کیونکہ انکے لیے روح نہین ہے مگر چونکہ پھول کا کھلانا ہنسانیکے ساتھ مشابہ ہو اور وجہ مشابہت دونومین کھل جانا ہو اسلیے ہنسانے کا استعارہ کھلانیکے لیے کیا پس پھولونکو ہنساتی ہو استعارہ ہو پھولونکو کھلاتی ہے سے اور قرینہ اس مین پھولون کے ساتھ ہنسانے کا تعلق ہو اور ظاہر ہو کہ پھول مفعول ہے۔

حالی

ارسطو کے مردہ فنون کو جلایا	فلاطون کو پھر زندہ کرکے دکھایا

ظاہر ہے کہ جلانا حقیقۃً فنونکے ساتھ متعلق نہین ہوسکتا کیونکہ اُنکے نہ روح ہو نہ جسم مگر چونکہ علم کا پھیلانا جلانےکے ساتھ ظاہر کرنے مین مشابہ ہو اسلیے جلانے کا استعارہ پھیلانے کے لیے کیا پس فنون کو جلایا استعارہ ہو فنون کو پھیلایا سے اور قرینہ اس مین فنون کے ساتھ جلانے کا تعلق ہو اور ظاہر ہے کہ فن مفعول ہو اسی قبیل سے ہو مذاق کا یہ مصرع۔

شاعرو زندہ کیا ہو مین نے طرز میر کو

مردان علی خان رعنا

جگایا فتنۂ خواب عدم کو	قیامت ہی تری قد نے بپا کی

ظاہر ہے کہ جگانیکی نسبت فتنے کی طرف بطور استعارے کے ہے حقیقۃً جگانا فتنے کے ساتھ متعلق نہین ہوسکتا کیونکہ سونا اور جگنا حیوانات کا خاصہ ہو مگر فتنہ پھیلانے کو فتنہ جگانے کے ساتھ مشابہت ہو اسلیے فتنہ پھیلانیکا استعارہ فتنہ جگانیکے ساتھ کیا ہے۔

دبیر

کاٹا پلک مین آنکھ کو پتلی مین نور کو سینے مین بغض و کینہ کو دل مین فتور کو	پانو ئمین کجروی کو سرون مین غرور کو نیت مین معصیت کو طبیعت مین زور کو

ظاہر ہو کہ کاٹنے کی نسبت نور اور کجروی اور غرور اور بغض و کینہ اور فتور اور معصیت اور زور کی طرف بطور استعارے کے ہے حقیقۃً کاٹنا اُنکے ساتھ متعلق نہین ہوسکتا کیونکہ یہ عقلیات سے ہین چونکہ دور کرنے کو کاٹنے کے ساتھ مشابہت ہے اسلیے دور کرنیکا استعارہ کاٹنے کے ساتھ کیا۔

اور کبھی مضاف الیہ بھی اس استعارے کا قرینہ ہوتا ہے مثلاً جب دشمن قید ہوجائے تو کہین کہ ہمارے ہاتھ سے

قید ہونے کی مبارکباد پہونچے اس مثال مین مبارکباد قید ہونیکی طرف مضاف ہے اور مبارکباد کی نسبت قید کی طرف ظاہر ہے باعتبار حقیقت کے ممکن نہین ہان استعارے کے طور پہ ممکن ہے۔

مومن

ساقیا زہر پلا دے مجکو	شربت مرگ چکھا دے مجکو

اس شعر مین شربت مرگ کی طرف مضاف ہے اور شربت کی نسبت مرگ کی طرف ظاہر ہے کہ حقیقی طور پر ممکن نہین ہان استعارے کے طور پہ ممکن ہے۔

ظفر

جہان عیش رہتی تھی راتدن وہان مسند دود دام ہے

اس مثال مین مسند کی اضافت دود دام کی طرف ہے اور ظاہر ہے کہ مسند کی نسبت دود دام کیطرف بطور استعارے کے ممکن ہو اس طرح کہ مسند سے آرام گاہ یا مسکن مراد ہے۔

حالی

ہر اک شہر و قریہ کو یونان بنایا	مزہ علم و حکمت کا سب کو چکھایا

اس مثال مین مزہ علم و حکمت کی طرف مضاف ہے اور نسبت چکھایا کی علم و حکمت کی طرف ظاہر ہے کہ باعتبار حقیقت کے ممکن نہین مگر استعارے کے طور پر پس چکھایا کا لفظ سکھایا کی جگہ واقع ہوا ہے اور قرینہ اسکے استعارہ ہونے پر مزیکا علم و حکمت کی طرف مضاف ہونا ہے۔

جس استعارہ مین مستعار لہ اور مستعار منہ کے مناسبات کچھ نہ ذکر کیے جائین تو اُسکو استعارہ مطلقہ کہتے ہین جیسے کہین ہمنے ایک شیر دیکھا تھا اور مراد شیر سے بہادر ہوا اور بہادر و شیر کا کوئی مناسب ذکر نہین ہوا۔

انیس

بڑھتے تو کبھی صورت شمشیر نکلتے	غصے مین کسی طور سے وہ شیر نکلتے

آدمی کو شیر سے استعارہ کیا ہے اور کسی کے مناسبات مذکور نہین ہین۔

حالی

ایک روشن دماغ تھا نہ رہا	شہر مین اک چراغ تھا نہ رہا

آدمی کا استعارہ چراغ سے کیا ہے اور دونون مین سے کسی کے مناسبات کو ذکر نہین کیا۔

ولہ

دل احباب پر نہین چلتا	سحر میر اکہ رہیو غیر سے دور

نصیحت کا استعارہ سحر سے کیا ہے اور دونون مین سے کسی کے مناسبات کو ذکر نہین کیا ہے۔

ناسخ

ہین یاد وہ بے مثال آنکھین | کیا ہین تری او غزال آنکھین

معشوق کا استعارہ غزال سے کیا ہو اور مناسبات کسی کے مذکور نہین۔
یا صرف مستعار لہ کے مناسبات کچھ مذکور ہون اور اسکو استعارۂ مجردہ کہتے ہین جیسے۔

ناسخ

بھیجنا خط کا کیا اُس بت نے بند | اب خدایا موت کا پیغام بھیج

معشوق کا استعارہ بت سے کیا ہو اور خط کا نہ بھیجنا جو مناسب معشوق کے ہے ذکر کیا ہے۔

انشا

یہ نگہ یہ منھ یہ رنگت یہ مسی یہ لعل خندان | غضب اور تسپہ لینا یہ زبان بزیر دندان

لب کا استعارہ لعل سے کیا ہو اور صرف لب کے مناسبات مذکور ہین۔

انیس

ان پھولون کو مقتل سے اُٹھا لینے دے مجکو | مٹی مین ستارونکو چھپا لینے دے مجکو

آدمی کو پھولون اور ستارون سے استعارہ کیا ہو اور مقتل و مٹی کا لفظ جو مناسب آدمی کے ہو ذکر کیا ہے۔

ولہ

پیا سا دہ کوئی اور رہا اس قتل کے بن مین | اس شیر کی شمشیر کا غل تھا ابھی رن مین

آدمی کا استعارہ شیر سے کیا ہو اور شمشیر و رن مستعار لہ کے مناسب ہین۔

مومن

اقرار ہو صاف آپکے انکار سے ظاہر | ہو مستی شب نرگس مخمور سے ظاہر

آنکھ کا استعارہ نرگس سے کیا ہو اور آنکھ کے مناسب جو مستی و مخمواری ہے اُسے ذکر کیا ہو اور نرگس کے مناسب کو ذکر نہین کیا۔

وحید

لو آمد اسد کا تلاطم سنو بس اب | مضطر زمین ہو خوف سے لرزان ہو فوج سب

اسد استعارہ آدمی سے ہو اور فوج کا ذکر مناسب مستعار لہ کے ہے۔

سودا

گل نے شبنم سے ہو الماس تو کھایا لیکن | ہاتھ مین غنچۂ لالہ کے ابھی افیون ہے

داغ کو افیون سے استعارہ کیا ہی اور فقط مناسب مستعار کا مذکور ہے یعنے لالہ۔
یا صرف مستعار منہ کے مناسب ذکر کرین اس قسم کو استعارہ مرشحہ کہتے ہین جیسے۔

انیس

نانا سے چھٹے قبر حسن رضی چھوڑ کے آئے ۔۔۔ اس دشت کے کانٹو مین چمن چھوڑ کے آئے

وطن کو چمن سے استعارہ کیا ہی اور اُسکے مناسب کانٹونکا مذکور ہی۔

ولہ

گرتی تھی کوند کر جو وہ برق شرارہ ریز ۔۔۔ دوزخ کھلی تھی بند تھے سب کوچۂ گریز

برق شرارہ ریز سے مراد تلوار ہے برق کے مناسبات کو ذکر کیا ہی۔

امانت

ہے تنفر مجھسے ربط اُس گل کو ہے اغیار سے ۔۔۔ سوکھ کر کانٹا ہوا ہون بلبلو اس خار سے

معشوق کا استعارہ گل سے کیا ہی اور بلبل اور خار جو اُسکے مناسب ہین ذکر کیے ہین۔

سودا

جب مین کچھ کونجڑی سے کہتاہون ۔۔۔ لہو پی کے اپنا رہتا ہون
بجتی ہے مجھ سے یون وہ دوبدو ۔۔۔ لیجو ترکاری کی جگہ کدو

کدو عضو تناسل سے استعارہ ہی اور مستعار منہ کے مناسب ترکاری اور کونجڑی ہی۔

نسیم

فریاد نکرنے پایا مضطر ۔۔۔ تابان ہوئی راکھ مین وہ اخگر

اخگر استعارہ بکاؤلی سے ہے مستعار منہ کے مناسب راکھ اور تابان ہونا ہے۔

ولہ

تھالے مین یہان اُگا صنوبر ۔۔۔ وان شیشہ رہا ترس کے ساغر

صنوبر استعارہ عضو تناسل سے ہی اور ساغر استعارہ فرج سے ہی اور دونون مستعار منہ کے مناسبات مذکور ہین

مومن

معشوق کے پرہیز سے بیمار رہا مین ۔۔۔ بے جرم جفاؤنکا سزاوار رہا مین

پرہیز سے مراد احتراز ہی اور پرہیز کے مناسب لفظ بیمار ہے۔

یون شربت دیدار سم آمیز نہین تھا ۔۔۔ ولہ ۔۔۔ کچھ نرگس بیمار کو پرہیز نہین تھا

پرہیز استعارہ ہی اجتناب سے ور مستعار منہ کے مناسبات شربت ور سم اور بیمار رہین یا دونون کے مناسبات مذکور رہون جیسے۔

ناسخ

جان بخشنے کی کوئی صورت نظر آتی نہین
پیچلی فردوس کو فرقت سے مجھے اک حور کی

معشوق کا استعارہ حور سے کیا ہی معشوق کے مناسب فرقت ہے اور حور کے مناسب فردوس ہی۔

سودا

چمن مین آتے سُن کر تجھکو باد سحر یہ گھبرائی
ساغر جب تاک لادین ہی لادین توڑ سبو کو جام کیا

مستعار لہ غنچہ اور گل اور مستعار منہ سبو اور جام ہی اول کے مناسب چمن اور باد سحر ہی ور دوم کے مناسب معشوق کا آنا کہ شراب نوشی اُسکو لازم ہے اور ساغر کا ذکر ہے۔

سودا

نہین جون گل طلب ابر سیاہ ہے گاہے
خار ہون خشک مین ای برق نگاہے گاہے

معشوق کا برق سے استعارہ کیا ہی معشوق کے مناسب نگاہ اور برق کے مناسب خار خشک ہی۔

مرزا علی محنت

محنت جو خط تراشی کی اُس شعلہ رو نے رات
شکر خدا کہ چاند گہن سے نکل گیا

چاند استعارہ ہی چہرۂ محبوب سے خط تراشی اور شعلہ رو مناسب محبوب کے ہے ور رات ور گہن مناسب مستعار منہ کے

امانت

زبان موج سے تشنہ دیا جو دریا نے
برس پڑی مری ہر آنکھ ابر ترکیطرح

رونیکا استعارہ برسنے کے ساتھ کیا ہی اور رونیکے مناسب آنکھ ہی اور برسنے کے مناسب ابر ہے۔

امیر

جان پھولوننمین پڑی زندہ ہوئی خاک چمن
ہی دم جان بخش عیسیٰ یا نسیم بوستان

جان پڑنا استعارہ ہی تر و تازہ ہونیسے اور زندہ ہونا استعارہ ہی نباتات اُگنے کے قابل ہونیسے ور دونونکے مناسبات مذکور ہین

میر صفدر علی صفدر

شجر سوختہ شمع سے جب گل نکلے
چاہیے بیضۂ فانوس سے بلبل نکلے

شمع کی لو کا استعارہ گل سرخ سے کیا ہے اور لو کے مناسب شمع اور فانوس کا ذکر ہی اور گل سرخ کے مناسب شجر اور بلبل کا ذکر ہے۔

سودا

واسطے خلعت نو روز کے ہر باغ کے بیچ	آب جو قطع لگی کرنے روش پر مخمل

سبزی کا استعارہ مخمل سے کیا ہی اور مخمل کے مناسب قطع کرنے کا ذکر ہی اور سبزی کے مناسب آب جو اور روش اور باغ کا بیان ہے

گویا

کیون نہ مین تاکون دم گلگشت گلشن تاک کو	تاکنے والا ہون اُس کی نرگس مخمور کا

آنکھ کا استعارہ نرگس سے کیا ہی اور آنکھ کے مناسب مخمور کا لفظ ہی اور نرگس کے مناسب گلگشت اور گلشن اور تاک کا ذکر ہی

ناسخ

جان پائے گا چمن اے گل تری گلگشت سے	ہر شجر مین مرغ جان کا آشیان ہو جائے گا

معشوق کا استعارہ گل سے کیا ہی اور دونون کے مناسبات مذکور ہین ۔

نسیم

حاصل ہوئی اُن گلون کو بے خار	سیر شب لف و صبح رخسار

روح افزا اور بہرام کا استعارہ گلون کے ساتھ کیا ہی اور مستعار منہ کے مناسب بے خار ہی اور مستعار لہ کے مناسب سیر شب لف و صبح رخسار ہی ۔

ان اقسام مین سے استعارۂ مرشحہ بہتر ہے اس لیے کہ استعارہ تشبیہ مین مبالغہ کرنے اور مشبہ کے عین مشبہ بہ ادعا کرنے کو کہتے ہین پس ان اوصاف کے ذکر سے جو مشبہ بہ کے مناسب ہوتے ہین اس مبالغہ مین تقویت آجاتی ہی استعارے کی ایک صورت اور ہی کہ اُسمین مستعار لہ اور مستعار منہ اور وجہ جامع کئی چیزے حاصل ہوتے ہین اسکو استعارہ تمثیلیہ اور تمثیل بطریق استعارہ اور تمثیل اور مجاز مرکب کہتے ہین ۔ اس مین اور تشبیہ تمثیلی مین اس طرح فرق کیا جاتا ہے کہ اسے تمثیل مطلقا بھی کہتے ہین اور وہان تشبیہ تمثیلی اور تشبیہ تمثیل بولتے ہین پس جہان کہین مطلقاً تمثیل کا لفظ پاؤ تو اُسے استعارہ سمجھو نہ تشبیہ اس مین چونکہ وجہ جامع کئی چیز سے حاصل ہوتی ہی اسلیے تمثیل ہے اور چونکہ ذکر مشبہ بہ کا اور ارادہ مشبہ کا ہوتا او یہی طریق استعارے کا ہے اسلیے استعارہ ہے جیسے کوئی شخص کسی فعل کے ارتکاب کا کبھی اقرار کرے اور کبھی انکار اور اُسمین متردد ہو تو کہین کہ فلان اس کام مین پس و پیش کرتا ہے اُسکے قبول و انکار اور شک و تردد کی مجموعی حالت کو ایسی حالت مجموعی سے استعارہ کیا ہی کہ کوئی شخص کسی جگہ جانے مین یا چلنے مین کبھی آگے کو بڑھے کبھی پیچھے کو آوے ۔

ذوق

پی بھی جا ذوق نکر پیش و پس جام شراب	لب پہ توبہ ترے دلمین ہوس جام شراب

اسی ہی جس شخص کو ادنے تکلیف و سختی برداشت نہو اور نہایت نازک یا ضعیف ہو تو کہتے ہین کہ اُسکی ناک پکڑنے سے نکسیر پھوٹتی ہے۔

خندہ

کیا کوئی چھیڑے اُنھین اور کیا لگائے اُنکو ہاتھ	ناک کے پکڑے سے جنکی پھوٹتی نکسیر ہو

اسی قبیل سے ہے یہ مثل سر منڈاتے ہی اولے پڑے یہ اُسوقت مین کہتے ہین جب کوئی کام کرین اور اُسکے کرتے ہی یکایک کوئی امر ایسا واقع ہو جائے جس سے اُسکے نتیجہ برآنے مین فتور واقع ہو علی ہذالقیاس جب کوئی شخص ایک امر کی طرف توجہ کرے اور اُسکو ناتمام چھوڑ کر دوسرے کام کی طرف متوجہ ہو یا ایک امر کے حصول مین سعی کرے اور قبل اس سے کہ مطلب حاصل ہو دوسرے مقصود کے حصول کی طرف متوجہ ہو جائے تو ایسے مقام پر کہتے ہین دھوبی کا کُتّا ہے نہ گھر کا نہ گھاٹ کا یعنی ان سب حالات کو اوس کُتّے کے حالات سے استعارہ کرتے ہین جو دھوبی کے یہان رہتا ہو اور اُسکے ساتھ کبھی مکان سے دریا کو جائے اور پھر دریا سے مکان کو آئے اور سارا دن یون ہی گذر جائے۔

نذاق

دُنیا و دین مین رہتا ہے آوده جو فقیر	دھوبی کا کُتّا ہے نہ وہ گھر کا نہ گھاٹ کا

اسی قبیل سے ہے یہ مثل مشہور کہ اُسنے اُنگلی کے پکڑتے ہی پہونچا پکڑا یہ ایسے موقع مین کہتے ہین کہ کوئی شخص کسی سے اول ایک سہل بات چاہے جب وہ اُسکو پورا کردے تو وہ بعد اسکے اُس سے زائد ایک اور سوال کرے یا کہین کہ اُسکا کچھڑی کھانے سے پہونچا اُترا یہ ایسے مقام مین کہتے ہین کہ تھوڑے سے بوجھ اُٹھانے سے کمزوری پیدا ہو جائے یا کہین کہ چلتی گاڑی مین روڑا اٹکا یہ ایسے محل مین کہتے ہین کہ کوئی کام اچھی طرح سے جاری ہو اور ناگہان اُسمین ہرج واقع ہو جائے اسی قبیل سے ہے چھاتی پہ مونگ دلنا یعنی مشقت پہونچانا

ظفر

مونگ چھاتی پہ جو دلتے ہین کسی کی دیکھنا	جو تیو تمین دال اُنکی لئے ظفر بٹ جائیگی

اور ہمارا دارچل گیا یعنی ارادہ پورا ہوا اور اُسکا چراغ گل ہو گیا یعنی اقبال جاتا رہا اور بربادی آگئی۔

گلزار نسیم

جس کف مین فرہ گل ہو داغ ہو جائے	جس گھر مین ہو گل چراغ ہو جائے

اور سنگ آمد و سخت آمد یعنی بہت مشکل درپیش آئی۔

وجیہ الدین منیر

مغموم نہو نادان سنگ آمد و سخت آمد	فرہاد سے کہتی تھی تیشے کی زبان ہردم

میر

تھی لاگ اُسکی تیغ کو ہمسے سو عشق نے | دو نونکو معرکے مین گلے سے ملا دیا

تلوار کے گلے پر رکھنے کو گلے ملانیسے استعارہ کیا ہے۔

محشر

خنجر سے اپنے کہکے گلے سے مرے ملے | کھینچے کھڑا ہے سر پہ مرے روز گار تیغ

خنجر کے گلا کاٹنے کو گلے ملنے سے استعارہ کیا ہے۔

آتش

رسے مژہ ان آنکھون نے دلکو دکھا دیا | صیاد نے شکار چھری سے لڑا دیا

شکار کے چھری سے ذبح کرنیکا استعارہ شکار کو چھری سے لڑا دینے کے ساتھ کیا ہے۔

گلزار نسیم

انسان و پری کا سامنا کیا | مٹھی مین ہوا کا تھامنا کیا

مٹھی مین ہوا کا تھامنا استعارہ ہے کار بیہودہ و محال کرنیسے۔
جہان مرکب اپنے موضوع لہ کے غیر مین مستعمل ہو اور علاقہ دونون مین مشابہت کا ہو تو وہ استعارہ تمثیلیہ ہے ورنہ مجاز مرسل مرکب ہے۔

بیان استعارہ بالکنایہ و استعارہ تخئیلیہ

ان دونو نکی تحقیق مین تین مذہب ہین ایک تلخیص المفتاح کے مولف کا دوسرا قدما کا تیسرا سکاکی کا۔ تلخیص المفتاح کا مولف کہتا ہے کہ استعارہ بالکنایہ اور استعارہ تخئیلیہ دو نون امر معنوی ہین کیونکہ متکلم کے فعل ہین جو اُسکی ذات کے ساتھ قائم ہین اسواسطے مجاز مین داخل نہین کیونکہ مجاز الفاظ کے عوارض مین سے ہے استعارے مین جو ان دونون کو بیان کرتے ہین تو اسکی وجہ یہ ہے کہ استعارہ کا اطلاق جن جن معانی پر ہوتا ہے اُن سب کا ایک جگہ جمع کرنا مقصود ہوتا ہو اور وجہ انکے افعال متکلم سے ہونیکی یہ ہے کہ استعارہ بالکنایہ یہ ہے کہ ایک شی کو دوسری شے کے ساتھ نفس مین تشبیہ دی جائے اور استعارہ تخئیلیہ یہ ہے کہ مشبہ بہ کے بعض خواص و لوازم کو مشبہ کے لیے ثابت کیا جائے پس تشبیہ دینا اور ثابت کرنا نفس کے افعال ہین حاصل کلام یہ ہے کہ استعارہ بالکنایہ یہ ہے کہ نفس مین تشبیہ دی جاتی ہے اور سوائے مشبہ کے کوئی چیز ذکر نہین کی جاتی اور بعض چیزین جو مشبہ بہ کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہین وہ مشبہ کے لیے ثابت کیجاتی ہین

پس ان کا ثابت کرنا اُس تشبیہ پر جو نفس مین مضمر ہے دلالت کرتا ہو اسی تشبیہ مضمر کو استعارہ بالکنایہ کہتے ہین یعنے ایسا استعارہ جو کنایے کے ساتھ ہو کیونکہ اسمین مشبہ بہ کی تصریح نہین ہوتی ہو اور وہ چیز جو مشبہ بہ سے خصوصیت رکھتی ہے اُسکو مشبہ کے لیے ثابت کرنیکا نام استعارہ تخئیلیہ ہو کیونکہ جب کوئی ایسی چیز جو مشبہ بہ سے خصوصیت رکھتی ہو مشبہ کیلیے مانگی جاتی ہے تو یہ خیال پیدا ہوتا ہو کہ مشبہ جنس سے مشبہ بہ کے ہے مثلاً منعم

وہ نوک مژہ جب سے مرے دلمین گڑی ہو	ایسی تو کھٹکتی ہے کہ چھلنے کی پڑی ہو

مژہ کو سنان و تیر سے تشبیہ دی ہو۔

ظفر

نگاہ یار نے اک دم مین دو ٹکڑے کیے دل کے	نہ دیکھا ہمنے کاٹ ایسا کسی شمشیر بران کا

نگاہ کو شمشیر سے تشبیہ دی ہو۔

آباد

توڑا ایسا تو کسی تیر کا دیکھا نہ سنا	نکلین پشت دل عشاق سے باہر پلکین

پلکو نکو تیر سے تشبیہ دی ہو۔

صل علی

جو بل کھائے ہوے گیسو طرف شانے کے جاتے ہین	یہ موذی کس کے ڈسنے کیلیے لہراتے آتے ہین

یہان گیسو کو سانپ سے تشبیہ دی ہے۔

انشا

ادب گر حضرت جبریل کا مانع نہو مجکو	تو شاخ سدرہ سے میری آہ ناتوان لپٹے

آہ کو طائر سے تشبیہ دی ہے۔

وہ چیز جو مشبہ بہ سے خصوصیت رکھتی ہو اور مشبہ کیلیے مانگی جاتی ہے تین حال سے خالی نہین۔

(۱) وجہ شبہ بدون اُس لازم کے مشبہ بہ مین قائم نہین ہو سکتی مثال اسکی۔

میر

روشن ہے جلکے مرنا پروانے کا تو لیکن	اے شمع کچھ تو کہہ تیرے بھی تو زبان ہے

شمع کو شخص متکلم سے دل مین تشبیہ دی ہے اور مشبہ بہ کا ذکر چھوڑ دیا ہے اور یہ استعارہ بالکنایہ ہے اور مشبہ بہ کے لازم مقوم کو کہ زبان ہے اُسکے لیے ثابت کیا ہے اُس کا نام استعارہ تخئیلیہ ہے اسی قبیل سے ہے۔

ذوق

قصہ پہونچا یا زبان داس تک منصور کا	حق تو یہ ہے یہ انانیت عجب غماز ہے

دار کو شخص متکلم سے تشبیہ دیکر زبان کو اُسکیلیے ثابت کیا ہے۔
اسی قبیل سے ہے انیس کے شعر مین تیغ کیلیے زبان کا ثابت کرنا ؎

دیوے زبان تیغ سے اُسکو کوئی جواب	اصحاب سے نبی نے یہ اُس دم کیا خطاب

حالی

اور تو نے کیا ہے دل عالم کو مسخر	تسخیر فقط اگلون نے عالم کو کیا تھا

اس شعر مین عالم مستعار لہ ہی اور شخص مستعار منہ اور یہی متروک ہی چونکہ عالم مین صلاحیت دل رکھنے کی نہین اس سے معلوم ہوا کہ عالم کو بجاے شخص کے بسبب تشبیہ کے ذکر کیا ہے دل کو جسکی وجہ سے آدمی کو قوام حاصل ہے عالم کیلیے ثابت کیا ہی پس اس مین عالم کی تشبیہ آدمی سے نفس مین استعارہ بالکنایہ ہی اور دلکو جو آدمی کے لوازم اور خواص مقومہ مین سے ہی عالم کیلیے ثابت کرنا استعارہ تخئیلیہ ہے۔

میر

دل شب سے ہر دم صدا الامان ہے	ہی آہ کیا برچھیان مارتی ہے

شب کیلیے دل کا ثابت کرنا اور شخص کا ذکر چھوڑ دینا استعارہ بالکنایہ و تخئیلیہ ہے

عشقی

چشم فلک نے دیکھی نہ ایسی کہین جبین	روشن ہی مہر سے تری اے مہ جبین جبین

یہان فلک کو دیکھنے والے آدمی کے ساتھ تشبیہ دی ہی اور مشبہ بہ کو کہ آدمی ہے ترک کر دیا ہے اور یہ استعارہ بالکنایہ ہی اور چشم جو دیکھنے والے کے ایسے لوازم مین سے ہے جس کی وجہ سے وجہ شبہ اُس مین قائم ہے کیونکہ وجہ شبہ دیکھنا ہے اور دیکھنا بغیر چشم کے متصور نہین اُس کو فلک کے لیے ثابت کرنا استعارہ تخئیلیہ ہے۔

امیر

طاق ابرو کی طرف ہاتھ اُٹھا کر پلکین	قتل عشاق سے باز آنیکی کھاتی ہین قسم

پلکونکو شخص قاتل سے تشبیہ دی ہی اور یہ استعارہ بالکنایہ ہی اور پلکون کے لیے ہاتھ کا ثابت کرنا جسکے ساتھ مشبہ بہ کو قیام حاصل ہی استعارہ تخئیلیہ ہے

ہو گیا جوش کے ہاتھونکو بجا جل خاموش	انیس	تھم گیا طبل وغا سے بھی دو آواز کا جوش

جلاجل کیلیے پانؤن کا ثابت کرنا اور شخص کا ذکر جو مشبہ بہ ہی چھوڑ دینا استعارہ بالکنایہ و تخییلیہ ہے۔

جرأت

اگر دست قضا تو دل عاشق نہ بناتا | تو پھر یہ غم عشق کہیں جا نہ سماتا

قضا کو بنانیوالے آدمی سے تشبیہ دی ہی اور یہ استعارہ بالکنایہ ہی اور دست کا اُسکے لیے ثابت کرنا استعارہ تخییلیہ ہے اور بنانیوالے شخص کے قوام مین دست کو دخل ہے۔

نسیم

نرگس کی کھلی نہ آنکھ یک چند | سوسن کی زبان خدا نے کی بند

نرگس کو دیکھنے والے شخص سے اور سوسن کو بولنے والے شخص سے تشبیہ دی ہی اور مشبہ بہ کا ذکر چھوڑ دیا ہی نفس مین یہ تشبیہ دینا استعارہ بالکنایہ ہی اور دونون کے لوازم کو کہ آنکھ اور زبان ہی مشبہ کے لیے ثابت کیا ہی اور یہ استعارہ تخییلیہ ہی اور دیکھنے والے اور بولنے والے شخص کے قوام مین آنکھ اور زبان کو دخل ہی اور یہان آنکھ کی تشبیہ نرگس سے اور زبان کی تشبیہ سوسن سے منظور نہین جیسا کہ ماہرین فن پر واضح ہی۔

قلندر

دیکھے اُس زلف کے ہر پیچ مین جو سو دل بند | کھول کر آنکھون کے تئین رہگئی حیران زنجیر

زنجیر کو دیکھنے والے شخص کے ساتھ تشبیہ دیکر اُس کے لیے آنکھون کا ثابت کرنا اور مشبہ بہ کا ذکر چھوڑ دینا استعارہ بالکنایہ ہے۔

کر رہے گوش فہم عالم ورنہ کہتی ہے بہار | جو گل آیا اس چمن مین ایک دن گل جائے گا

فہم عالم کو شخص سامع سے تشبیہ دیکر گوش اُسکے لیے ثابت کیا ہی۔

غازی

تمھین مژدہ ہو دیوانو کہ پھر بہار آئی | کہ ہے گل سحر دوش ہوا اوپہ سوار آئی

ہوا کو شخص حمّال سے تشبیہ دیکر دوش اُسکے لیے ثابت کیا ہی۔

محسن رضا رضا

جگر غنچے سے خون ٹپکے جو میری فریاد | دے ذرا نالۂ بلبل کو اثر اپنا سا

غنچہ کو شخص سے تشبیہ دیکر جگر اُسکے لیے ثابت کیا ہی۔

حالی

بطلیموس گویا وہ ہے عظمت اُنکی | ٹپکتی ہے قادس مین سے حسرت اُنکی

حسرت کو آدمی سے تشبیہ دیکر اُسکے لیے سر ثابت کیا ہے۔

میر

آب بن کوئی بولتا ہی نہیں ۞	آسمان دیدہ کھولتا ہی نہیں ۞

آسمان کو دیکھنے والے شخص سے تشبیہ دیکر اُسکے لیے دیدہ ثابت کیا ہو۔

ولہ

نئی گردش ہی اُسکی ہر زبان مین	فلک سا ہے وداغ آسمان مین

(۲) وجہ شبہ بدون اُن لوازم کے مشبہ مین کامل نہین ہوتی مثلاً کہین نہ وحشت کے چنگل سے بچنا محال ہے موت کی تشبیہ جانور درندے کے ساتھ منظور ہو اور جو چیز درندے کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہے اُس کو موت کے واسطے ثابت کیجئے اور چنگل ایسی چیز ہے کہ اُسپر حیوان درندہ کا کمال موقوف ہے کیونکہ جب تک درندہ کے چنگل نہو شکار اچھی طرح پکڑ اور داب نہین سکتا پس موت کو جاندار درندے کے ساتھ تشبیہ دینا نفس مین استعارہ بالکنایہ ہے اور چنگل موت کے لیے ثابت کرنا استعارہ تخییلیہ ہے۔

انوار حسین تسلیم

ایسے کرتے ہو عبث عطر لگا کر گیسو	اپنی بوباس سے ہین آپ معطر گیسو

گیسو کو اس بیت مین مشک و عنبر سے تشبیہ دی ہے اور مشبہ بہ کو ذکر نہین کیا ہے تو یہ استعارہ بالکنایہ ہے اور بوباس کہ مشک و عنبر کے لوازم سے ہو اور اُن کی تکمیل کا موجب ہے اُس کو گیسو کے واسطے ثابت کیا ہو پس یہ استعارہ تخییلیہ ہے۔

مرنج

سونگھ پائے گا اگر تیری شمیم زلف کو	پیٹ پکڑے آئے گا نافہ ابھی تاتار سے

زلف کو عنبر سے تشبیہ دی ہو اور مشبہ بہ کا ذکر چھوڑ دیا ہو اور یہ استعارہ بالکنایہ ہو اور شمیم کا زلف کے لیے ثابت کرنا استعارہ تخییلیہ ہو اور شمیم عنبر کے لوازم غیر مقومہ مین سے ہو اور اُسکے کمال مین اسکو دخل ہے۔

مومن

لطف سے اُسکے زمین غیرت باغ فردوس	خلق سے اُسکے زمان رشک دکان عطار

اس بیت مین لطف کو مینھ سے اور خلق کو مشک و عنبر سے تشبیہ دی ہو اور مشبہ بہ کو ذکر نہین کیا ہو اور یہ استعارہ بالکنایہ ہو اور زمین کو غیرت باغ فردوس کرنا اور زمان کو رشک دکان عطار بنانا کہ مشبہ بہ کے لوازم سے ہین انکو لطف اور خلق کی طرف منسوب کیا ہو اور یہ استعارہ تخییلیہ ہے۔

ذوق

سنوارتی ہے جو شام اپنی زلف مشکین کو — سواد مشک ختن پر ہے لاکھ آہو گیر

شام کو معشوق کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور معشوق کا ذکر ترک کر دیا ہے اور زلف کو جو معشوقہ کے لوازم مکملہ مین سے ہے اُسکو شام کیلیے ثابت کیا ہے۔

عیش

موے دلبر سے مشکبو ہے نسیم — حال خوش اُسکے خستہ حالون کا

یہان موے دلبر کو مشک وعنبر سے تشبیہ دیکر مشبہ بہ کے ذکر کو ترک کر دیا ہے اور نسیم کو معطر کرنا جو مشبہ بہ کے لوازم سے ہے اُسکے لیے ثابت کیا ہے۔

ظفر

بوے عرق سے یار کے خوشبو ہے یہ دماغ — ہم سونگھتے نہین کبھی عطر گلاب کو

یار کے عرق کو مشک وعنبر سے تشبیہ دیکر مشبہ بہ کا ذکر ترک کر دیا ہے اور خوشبو جو مشبہ بہ کے لوازم سے ہے اُسکو مشبہ کیلیے ثابت کیا ہے۔

نعیم

ہمنے جس دن کہ بال و پر دیکھا — پہلے صیاد کا ہی گھر دیکھا

شاعر نے اپنی ذات کو پرند سے تشبیہ دی ہے یہ استعارہ بالکنایہ ہے اور بال و پر جو مشبہ بہ کے لوازم مکملہ سے ہین اُسکے لیے ثابت کیے ہین یہ استعارہ تخییلیہ ہے۔

جرأت

کیا کرون بیرحمی صیاد کا جرأت گلہ — دام سے چھوڑا تو چھوڑا توڑ کر بازو مجھے

قاسم علیخان قاسم

ہے نہ اتنے بھی سمجھتے جو منہ پہ دھر کے پر — رہا کیا تھا مجھے صیاد نے کتر کے پر

سودا

بال و پر ہونے نہ پائے تھے نمودار ہنوز — تب سے ہم کنج قفس مین ہین گرفتار ہنوز

ولہ

آشیان سے نہ اُڑے تھے کہ نہ ہم دام تلک — ہمتو بے بال و پری سمجھے ہین پر سے بہتر

زین العابدین عارف

ہل کر کہان بھڑک مری نکلے ہی نام صفیر — تنگ اسقدر قفس ہے کہ ہل سکتے پر نہین

میر

ناتوانی سے نہین یان نشان کا داغ | ورنہ تابان قفس سے مری پروانہ ہو ایک

غالب

بوس گل کا تصور مین بھی کھٹکا نہ رہا | عجب آرام دیا بے پروبالی نے مجھے

محمد سلطان رمز

صیاد اب قفس سے ہمین چھوڑ دے کیا | گلشن مین ایک گل نہین یان ایک پر نہین

ان تمام شعرون مین شاعرون نے اپنے کو پرندے سے تشبیہ دی ہی اور بال و پر جو اسکی تکمیل کا موجب ہین مشبہ کیلیے ثابت کیے ہین۔

مومن

ہان جوش نیش چھیڑ چلی جائے کہ پر تو | جھڑ جائینگے فرسودہ اگر دام ہو گا

شاعر نے اپنے کو پرندے سے تشبیہ دی ہی اور پر جو اُس کی تکمیل کا موجب ہین اُنکو مشبہ کیلیے ثابت کیا ہی۔

حالی

یاد ایام کہ یہ رنگ تھی تصویر جہان + | دست مشاطہ نہ تھا محرم زلف دوران

دوران کو معشوقہ سے تشبیہ دی ہی اور زلف کو جو اُسکے لوازم مکملہ مین سے ہی دوران کیلیے ثابت کیا ہے۔

تجلی

پیچ مین آیا جو اُسکے تو تُڑے دے پٹکا | خوب ہی جانتے ہین کشتی کا جوہر گیسو

اس بیت مین گیسو کو پہلوان کے ساتھ تشبیہ دی ہی یہ استعارہ بالکنایہ ہی اور کشتی کرنے اور پیچ مارکر دے پٹکنے کو جو پہلوانی کے لوازم مکملہ سے ہین گیسو کیطرف منسوب کیا ہی اور یہ استعارہ تخئیلیہ ہے۔

میر محمد ہاشم ہاشمی

دماغ آشفتہ ہوتا ہی صبا نکہت سے سنبل کی | مشام آرزو مین تو کسی کاکل کی بو پہونچا

اس شعر مین کاکل کو مشک و عنبر کے ساتھ تشبیہ دی ہی اور مشبہ بہ کو ذکر نہین کیا ہی یہ استعارہ بالکنایہ ہی اور بو کو کہ لوازم مشک و عنبر سے ہی کاکل کیلیے ثابت کیا ہی اور یہ استعارہ تخئیلیہ ہے۔

اخگر

نہ کھلا ناخن تدبیر سے یہ عقدۂ دل | ہمنے اُسکو گرۂ زلف معنبر جانا

روشن علی شوق

عقدۂ دل نہ کھلا ناخن تدبیر کے ساتھ | آخرش کام پڑا پنجۂ تقدیر کے ساتھ

(۳۲) اُن لوازم کو نہ وجہ شبہ کے کامل کرنے مین کچھ دخل ہو اور نہ قائم کرنے مین -

محشر

ہم نوا یورہو خوش محشر کہ
آشیان باندھا ہے صحرا کے پرے

شاعر نے اپنی ذات کو پرندے سے تشبیہ دی ہے اور اُسکے واسطے آشیانہ ثابت کیا ہے اور گھونسلے کو وجہ شبہ کی تکمیل اور قوام مین کچھ دخل نہین کیونکہ وجہ شبہ یہان بیقراری اور جلدی پہونچنا ہے اپنے لیے گھونسلا ثابت کرنا استعارہ تخئیلیہ ہے اسی قبیل سے ہے یہ شعر -

جعفر علی حسرت

آشیان چھوڑ چلا اے چمن آرا ہم تو
تو ہی لیجائیو سر پہ یہ گلستان اُٹھا

ظفریاب خان راسخ

اے نخل بند گلشن یان اپنا آشیان ہے
اسکی نہ فصل گل مین زنہار تو تڑ والی

میر

قید قفس مین ہین تو خدمت ہے نالگی کی
گلشن مین تھے تو ہمکو منصب تھا روضہ خوان کا

ولہ

فرزاد کمانینگے بیرحمی کا تیری صیاد
گر اضطراب اسیری نے زیر دام لیا

ولہ

چمن کا نام سنا تھا ولے نہ دیکھا ہائے
جہان مین ہمنے قفس ہی مین زندگانی کی

ولہ

ہمنے بھی سیر کی تھی چمن کی پر اے نسیم
اُٹھتے ہی آشیان سے گرفتار ہو گئے

سودا

لذت دی نہ اسیری نے صیاد کی بے پروائی سے
تڑپ تڑپ کر مفت دیا جی ٹکڑے ٹکڑے دام کیا

ان تمام اشعار مین شاعرون نے اپنے کو پرندے سے تشبیہ دی ہے اور اُسکے واسطے گھونسلا یا قفس یا دام وغیرہ ثابت کیا ہے -

غلام محمد خان رہا

چلے ہین دل سلگتے یاد زلف شمع رویان مین
یقین ہے قبر سے اپنی دھوان محشر تلک نکلے

شاعر نے اپنے دلکو ہیزم سے تشبیہ دی ہے اور اُس کے ساتھ سلگنے اور دھوان نکلنے کو جو ہیزم کے

لوازم سے ہین ذکر کیا ہے۔

درد

شام ہی ہو چلے کہین اب تو	آشیانے کو رات جاتی ہے

رات کو طائر سے تشبیہ دی ہے اور یہ استعارہ بالکنایہ ہے اور آشیانہ ثابت کرنا کہ مشبہ بہ کے لوازم غیر مقومہ وغیر مکملہ سے ہے استعارہ تخئیلیہ ہے۔

میر

جو ہوگی قیامت تو آہ و فغان ہے	مرے ہاتھ مین دامن آسمان ہے

آسمان کو آدمی سے تشبیہ دیکے اُسکے لیے دامن ثابت کیا ہے جو مشبہ بہ کا ایسے لوازم سے ہے جو نہ مکمل ہے نہ مقوم

مرزا حسام الدین حیدر نامی

کام اُسکو نہین کچھ رُخ نیکو سے کسی کے	وابستہ ہے جو حلقۂ گیسوے کسی کے

گیسو کو رسن سے تشبیہ دی ہے اور مشبہ بہ کو ذکر نہین کیا ہے یہ استعارہ بالکنایہ ہے اور حلقہ اُسکے لیے ثابت کیا ہے یہ استعارہ تخئیلیہ ہے اور حلقہ رسی کے نہ لوازم مقومہ سے ہے اور نہ مکملہ سے۔

مرزا

اگر زلف درازِ یار مین ہے صد گرہ مرزا	دل صد چاک ہم بھی یہ لسان شانہ رکھتے ہین

زلف کو رسن سے تشبیہ دی ہے اور مشبہ بہ کو چھوڑ دیا ہے یہ استعارہ بالکنایہ ہے اور گرہ کو جو رسن کے لوازم غیر مقومہ وغیر مکملہ سے ہے اُسکے لیے ثابت کیا ہے یہ استعارہ تخئیلیہ ہے۔

انعام اللہ خان یقین

کیا قیدی شروع گل مین اور پرواز اول مین	نہ دی فرصت زمانے نے ہمین دو دن مین مچانے کی

متکلم نے اپنی جان کو بلبل سے تشبیہ دیکر اُسکے واسطے قید کو ثابت کیا ہے اور اسی مناسبت سے گل کا ذکر لایا ہے مگر اُس کو بلبل کے قوام اور تکمیل مین کوئی دخل نہین پرواز کو اُس کی تکمیل مین دخل ہے بہرصورت ان مثالوں مین جو جو لوازم مشبہ بہ متروک کے مشبہ کے لیے ثابت کیے گئے ہین وہ سب الفاظ حقیقی طور پر اپنے معانی موضوع لہ مین مستعمل ہین اور کلام مین مجاز لغوی نہین کیونکہ مجاز یہ ہے کہ لفظ معنے غیر حقیقی مین استعمال کیا جائے اور استعارہ بالکنایہ اور استعارہ تخئیلیہ متکلم کے افعال مین سے دو فعل ہین ایک یہ کہ وہ اپنے نفس مین تشبیہ دیتا ہے اور دوسرے یہ کہ مشبہ بہ کے لوازم کو مشبہ کے لیے ثابت کرتا ہے اور ان دونون مین سے ایک کو دوسرا لازم ہے اسلیے کہ تخئیلیہ کے لیے واجب ہے کہ مکنیہ کا قرینہ ہو

اور مکنیہ کیلیے واجب ہے کہ تخییلیہ کا قرینہ ہو

قائلکا مذہب یہ ہی کہ جو چیز متروک ہوتی ہے وہ مشبہ بہ ہی اور جو مذکور ہوتی ہے وہ مشبہ ہی جیسے اس شعر مین

میر سید حسین ایماکے۔ ع

سنکر زبان تیغ سے مجھ سخت جانکا حال	خنجر بھی اپنے جامے سے باہر نکل گیا۔

شخص متکلم کے ساتھ تیغ کو تشبیہ دی ہی پس لفظ مستعار شخص متکلم ہی اور مستعار منہ معنی اسکے اور مستعار لہ تیغ یعنہ جیسے شیر کا استعارہ مرد شجاع کے واسطے مگر لفظ مستعار کی تصریح نہین کی فقط اسکا لازم ذکر کیا ہی اور وہ زبان ہے تاکہ لازم کے سبب سے ملزوم کی طرف ذہن منتقل ہو جائے اور تصریح نکرنا کنایے کی شان سے ہی پس اب متکلم استعارہ بالکنایہ ہوا نہ وہ تشبیہ جو دل مین ٹھہرائی ہوئی ہے اور سکاکی صاحب مفتاح العلوم نے کہا ہی کہ استعارہ بالکنایہ لفظ مشبہ مذکور ہے جو مشبہ بہ محذوف مین مستعمل ہی بایں ادعا کہ مشبہ عین مشبہ بہ ہے پس مثال مذکور مین تیغ سے مراد شخص متکلم ہی بسبب اس بات کے کہ تکلم کے ثبوت کا اسکیلیے دعوے کیا جاتا ہی اور یہی سمجھکر اسکی طرف زبان کی نسبت کی جاتی ہے جو متکلم کے خواص مین سے ہی پس مشبہ یعنے تیغ کو ذکر کرکے مشبہ بہ یعنی متکلم کا ارادہ کیا جاتا ہے بخلاف مولف تلخیص کے کہ اسکے نزدیک تیغ سے تیغ حقیقی مراد ہی پس مثال مذکور مین سکاکی کے مذہب کے مطابق استعارہ بالکنایہ کی تقریر یون ہوگی کہ تیغ لوکہ وہ تیغ مجرد سے حقیقی متکلم کے ساتھ تشبیہ دی ہی کیونکہ تیغ کے متکلم ہونے کا دعوے کیا ہے اور ہمارا دعوے یہ ہی کہ تیغ متکلم کے افراد مین سے ایک فرد ہے اور تیغ متکلم سے مغایر نہین اور متکلم کے لیے دو فرد مین ہین ایک فرد متعارف دوسری فرد غیر متعارف پس دوسری فرد تیغ ہے جسکی نسبت متکلم ہونے کا دعوے کیا گیا ہے اور مشبہ یعنے تیغ کا لفظ اس فرد غیر متعارف یعنے تیغ کے لیے جسکے متکلم ہونے کا دعوے کیا ہے مانگا گیا ہے پس اس صورت مین یہ بات پایۂ صحت کو پہونچ گئی کہ تیغ جو تشبیہ کی ایک طرف یعنی مشبہ ہے بولے اور اس سے تشبیہ کی دوسری طرف یعنے مشبہ بہ کہ وہ متکلم ہی فی الجملہ مراد لی گئی سکاکی نے استعارے کی اسطرح تقسیم کی ہی

ایک **استعارہ بالتصریح** جسکو **استعارۂ مصرحہ** بھی کہتے ہین دوسرا **استعارہ بالکنایہ** استعارۂ مصرحہ سے یہ مراد ہے کہ طرفین تشبیہ مین سے مشبہ بہ مذکور ہو اور پھر استعارۂ مصرحہ کی دو قسمین کی ہین **تحقیقیہ** اور **تخئیلیہ** **تحقیقیہ** یہ ہے کہ مشبہ متروک تحقق ہو خواہ باعتبار حس کے خواہ باعتبار عقل کے اور **تخئیلیہ** یہ ہے کہ اسکے معنے نہ باعتبار حس کے متحقق ہون نہ باعتبار عقل کے بلکہ محض صورت وہمی ہو جسکو متخیلہ نے وہم کی مدد سے اختراع کیا ہو مثلاً سید حسین ایما کے شعر مین جب تیغ کی تشبیہ شخص متکلم کے ساتھ حال کے بیان کرنے مین دیگئی تو وہم نے تیغ کو متکلم کی صورت پر سمجھکر متکلم کے لوازم اسکے لیے اختراع کرلیے اور اسلیے اسکے لیے

متکلم کی سی زبان تجویز کی حالانکہ زبان کے معنے تیغ مین متحقق نہین نہ باعتبار حس کے اور نہ باعتبار عقل کے اور جبکہ وہم نے مشبہ کے لیے مشبہ بہ کی طرح زبان اختراع کر لی تو اس اختراعی صورت پر زبان کے لفظ کا اطلاق کیا گیا پس یہ استعارہ تحقیقیہ کے قبیل سے ہوگا اسلیے کہ مشبہ یعنی زبان حقیقی کا نام مشبہ بہ پر کہ وہ صورت وہمی ہے اطلاق کیا گیا ہے کیونکہ اس صورت وہمی کو زبان حقیقی سے مشابہت حاصل ہی اور اس بات کا قرینہ کہ یہان معنی حقیقی مراد نہین زبان کو تیغ کی طرف منسوب کرنا ہے سکاکی کے نزدیک تخییلیہ استعارہ بالکنایہ کے بغیر بھی پایا جاتا ہے پس اُسکے نزدیک تشبیہ تیغ کی متکلم سے واقع ہوئی ہے اور استعارہ فقط زبان مین ہے تیغ مین استعارہ بالکنایہ نہین مگر قدما کا یہ مذہب ہی کہ استعارہ تخییلیہ استعارہ بالکنایہ سے نہین چھوٹ سکتا اور اُنکے نزدیک زبان تشبیہ کے لیے ترشیح ہی نہ استعارہ تخییلیہ۔

بعض استعارہ تخییلیہ ایسا ہوتا ہے کہ اس مین احتمال تحقیقیہ و تخییلیہ دونونکا ہوتا ہی مثلاً۔

آغا شاعر قزلباش دہلوی

کہین ایسا نہو موجونکا تھپیڑا لگ جائے	ہان تری خیر ہے پا یہ بیڑا لگ جائے

بہارت

ناوین ہین کہ ڈگ مگا رہی ہین	موجونکے تھپیڑے کھا رہی ہین

تھپیڑا ہاتھ سے وقوع مین آتا ہی اور ہاتھ شخص سے خصوصیت رکھتا ہی پس موجون کو اول دل مین شخص کے ساتھ تشبیہ دیکر اُنکے واسطے ہاتھ ثابت کیا اور قرینہ ثابت کرنے کا لفظ تھپیڑا ہی کیونکہ ہاتھ سبب ہے تھپیڑ کا یہان سے ثابت ہوا کہ استعارہ تخییلیہ مین جو چیز کہ مشبہ کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہی اُسکی جگہ اُسکا مستتب بھی قرینے کے واسطے مذکور ہوتا ہے پس اگر یہان استعارہ موجون اور شخص مین فرض کرین تو استعارہ بالکنایہ ہے اور ہاتھ اُنکے واسطے ثابت کرنا استعارہ تخییلیہ ہے اور اگر موجون کے صدمے کو تھپیڑے سے تشبیہ دین تو یہ استعارہ تحقیقیہ ہو جائیگا اور استعارہ بالکنایہ باقی نہین رہے گا کیونکہ یہان کسی کے واسطے ہاتھ ثابت نہین کیا۔

مولوی ذکاءاللہ صاحب تاریخ ہندوستان مین آصف الدولہ کیطرف سے وارن ہسٹنگز کے نام لکھتے ہین کچھ تھوڑی سی سپاہ میرے پاس لگئی ہی جو ملک سے خرچ وصول کرتی ہی سب کے گھر مین فاقے کا گھر رہتا ہے، اگر فاقے کو شخص فرض کرین اور اسکے واسطے گھر ثابت کرین تو استعارہ بالکنایہ اور تخییلیہ ہے اور اگر فاقے کے ثبات اور تمکن کو گھر کرنے سے تشبیہ دین تو استعارہ تحقیقیہ ہے۔

پی گئی لختونکے لہو تیری یاد	**درد**	غم ترا کتنے کلیجے کھا گیا

اگر محبوب کی یاد اور غم کو جانور درندہ سے تشبیہ دین اور اُسکے واسطے خون پینا اور کلیجہ کھانا ثابت کرین تو یہ استعارہ بالکنایہ اور تخییلیہ ہے اور اگر لہو پینے اور کلیجے کھانے سے تشبیہ کے طور پر ہلاک کرنا مقصود ہو تو یہ استعارہ تحقیقیہ ہے۔

ہوش

تمھاری مانگنے لوٹا ہی ہوش و صبر و قرار | لٹا ہے شام کے رستے مین قافلہ دل کا

اگر مانگ کو شخص فرض کرکے اُسکے واسطے لوٹنا ثابت کرین تو یہ استعارہ بالکنایہ اور تخییلیہ ہے اور اگر صبر و قرار کے کھونے کو لوٹنے سے تشبیہ دین تو استعارہ تحقیقیہ ہے۔

حالی

دل کسی باد مخالف سے نہ کھلا یا کبھی | تلخی دوران سے چتون پہ نہ میل آیا کبھی

اگر دل کو کلی فرض کرین اور اُسکے واسطے نہ کھلنا ثابت کرین تو استعارہ بالکنایہ و تخییلیہ ہے اور اگر دل کے رنجیدہ ہونیکو کھلانیسے تشبیہ دین تو استعارہ تحقیقیہ ہے۔

ولہ

کاٹے کھاتا ہے باغ بن تیرے | گل ہین نظر دمین داغ بن تیرے

اگر باغ کو حیوان درندہ سے تشبیہ دیکر اُسکے لیے کاٹنا ثابت کیا جائے تو یہ استعارہ بالکنایہ و استعارہ تخییلیہ ہے اور اگر باغ کے برا معلوم ہونیکو کاٹے کھانے سے تشبیہ دی جائے تو یہ استعارہ تحقیقیہ ہے۔

وحید

طاری ہے بسکہ خوف علمدار نامور | گرگر کے برگ بھاگ رہے ہین ادھر اُدھر

اگر پتونکو ذی روح سے تشبیہ دیکر اُن کیلیے بھاگنا ثابت کیا جائے تو یہ استعارہ بالکنایہ و استعارہ تخییلیہ ہے اور اگر پتونکے اُڑنے کو بھاگنے سے تشبیہ دیجائے تو یہ استعارہ تحقیقیہ ہے۔

سودا

اور میرا سخن آفاق مین تا یوم قیام | رہیگا سبز بہر مجمع و ہر یک دنگل

اگر سخن کو درخت فرض کرین اور اُسکے واسطے سرسبز رہنا ثابت کرین تو یہ استعارہ بالکنایہ و تخییلیہ ہے اور اگر قدر و منزلت پانیکو سرسبز رہنے سے تشبیہ دین تو یہ استعارہ تحقیقیہ ہے۔

درد

نظر میرے دل کی پڑے درد کس پر | جدھر دیکھتا ہون وہی روبرو ہے

دلکو آدمی فرض کرکے اُسکے لیے نظر ثابت کی یہ استعارہ بالکنایہ و تخییلیہ ہے اور اگر دل کے ملتفت ہونیکو دلکی نظر پڑنے سے تشبیہ مانین تو یہ استعارہ تحقیقیہ ہے۔

میر

آہ جس وقت سر اُٹھاتی ہے | عرش پر برچھیان چلاتی ہے

اگر آہ کو شخص فرض کرین اور اُسکے واسطے سر اُٹھانا اور برچھیان چلانا ثابت کرین تو استعارہ بالکنایہ اور تخییلیہ ہے اور اگر زور کرنے کو سر اُٹھانے اور اثر کرنے کو برچھیان چلانے سے تشبیہ دین تو استعارہ تحقیقیہ ہے

ولہ

بہت دور کوئی رہا ہے مگر | کہ فریاد مین ہے جرس زور سے

اگر جرس کو شخص فرض کرین اور اُسکے واسطے فریاد ثابت کرین تو یہ استعارہ بالکنایہ و تخییلیہ ہے اور اگر آواز کو فریاد سے تشبیہ دین تو استعارۂ تحقیقیہ ہے۔

سودا

روز میدان قدم اپنا تو جہان گاڑے ہے | کوہ کا سینہ پھٹے دیکھ ترا استقلال

اگر قدم کی تشبیہ نیزے سے فرض کرین اور اُسکے واسطے گاڑنا ثابت کرین تو یہ استعارہ بالکنایہ و تخییلیہ ہے اور اگر قدم کے اثبات و تمکن کو گاڑنے سے تشبیہ دین تو یہ استعارہ تحقیقیہ ہے۔

یاد رکھو کہ ایسی صورتوں مین استعارہ تحقیقیہ کے احتمال کے وقت استعارہ بالکنایہ کا باقی رہنا صاحب تلخیص کے مذہب کے موافق ہو کیونکہ اُسکے نزدیک استعارہ بالکنایہ کا قرینہ سوائے تخییلیہ کے اور کوئی چیز نہین ہوسکتی اور جنکے نزدیک استعارہ تحقیقیہ بھی استعارہ بالکنایہ کا قرینہ ہوسکتا ہے اُن کے نزدیک استعارہ بالکنایہ باقی رہتا ہے مثلاً۔

ظفر

آکے در پر سے مرے پھر گیا وہ غیر کے گھر | عہد و پیمان تھا جو مجھسے وہ بالکل ٹوٹا

عہد کے ٹوٹنے سے عہد کا باطل ہونا مراد ہی شاعر نے عہد کو ذہن مین رسی سے تشبیہ دی ہے اور باطل ہونا امر تحقیقی ہی کہ عہد اور ٹوٹی ہوئی رسی دونون مین متحقق ہے۔

نسیم

ناتا پریون سے اُس نے توڑا | رشتہ اک آدمی سے جوڑا

یہان ناتے کے توڑنے سے اُسکا باطل کرنا مراد ہی یہان بھی ناتے کو ذہن مین رسی سے تشبیہ دی ہی۔

مثنوی سعدین

ضعف نے پکڑا نبض چھوٹ گئی	بڑھ گئی یاس آس ٹوٹ گئی

شاعر نے آس کو ذہن مین رسی سے تشبیہ دی ہو اور آس کے ٹوٹنے سے مراد اُسکا باطل ہونا ہی۔

سودا

جوہر کو جوہری اور صراف زر کو پرکھے	ایسا کوئی نہ دیکھا وہ جو بشر کو پرکھے

بشر کے پرکھنے سے بشر کی اچھی بُری طرح لیاقت کا معلوم کرنا مراد ہی شاعر نے ذہن مین بشر کو زر و جواہر سے تشبیہ دی ہی اور اچھا بُرا ہونا امر تحقیقی ہی کہ زر و جواہر اور بشر دونون مین متحقق ہے۔

میر

جب سے کہ تیغ رکھنے لگا اپنے پاس میر	امید قطع کی تھی تبھی اُس جوان سے

پانچوان چمن استعارے کے حسن و خوبی کے شرائط مین

استعارۂ تحقیقیہ اور تمثیل بطریق استعارہ کی حسن و خوبی اس مین ہو کہ وجہ شبہ مستعار لہ اور مستعار منہ کو شامل ہو اور تشبیہ غرض مقصود کے بیان کرنے کے لیے کافی ہو اور وجہ شبہ مبتذل نہو اور اُس کے الفاظ سے تشبیہ پر دلالت نہوتی ہو اگر الفاظ تشبیہ پر دلالت کرتے ہونگے تو استعارے کی غرض فوت ہو جائے گی کیونکہ استعارے سے یہ غرض ہوتی ہو کہ مشبہ بہ کی جنس مین مشبہ کے داخل ہونے کا ادعا کیا جائے اور تشبیہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مشبہ بہ وجہ مشابہت مین مشبہ سے اقوی ہی پس اگر استعارے کے الفاظ تشبیہ پر دلالت کرتے ہونگے تو مشبہ کے بعینہ مشبہ بہ ہونیکا ادعا صورت پذیر نہو سکے گا۔ اور وجہ مشابہت مستعار لہ اور مستعار منہ مین جلی ہونی چاہیے اگر جلی نہو گی تو استعارہ چیستان اور معمّا بن جائے گا کیونکہ جب کہ لفظ مین کوئی ایسی چیز نہو گی جو تشبیہ پر دلالت کرتی ہو تو تشبیہ مین پوشیدگی آجائے گی اور جبکہ وجہ شبہ مین بھی پوشیدگی ہو گی تو پوشیدگی پر پوشیدگی بڑھکر استعارے مین نہایت اشکال پیدا کرے گی اسوجہ سے استعارے مین وجہ شبہ جلی ہونی چاہیے اگر کوئی کہے کہ مین نے شیر دیکھا ہے اور مراد اسکی ایسا آدمی ہو جسکے مُنھ سے بدبو آتی ہو تو یہان وجہ شبہ مستعار لہ اور مستعار منہ دونون مین خفی ہے اسلیے کہ گو شیر کے مُنھ مین بدبو آتی ہے مگر جب انسان کو اُس سے تشبیہ دی جاتی ہے تو مشابہت کی یہ وجہ منظور نہین ہوتی بلکہ شجاعت جو اُسکو لازم ہی وہ مقصود ہوتی ہے اور سُننے والے کا ذہن اسی طرف منتقل ہوتا ہی پس انشا پردازونکو خیال رکھنا چاہیے کہ جہان وجہ مشابہت خفی ہو اُسے استعارے کے کام مین نہ لائین تشبیہ کے طور پر

استعمال کرین اس سے ظاہر ہوا کہ تشبیہ عام ہے اور استعارہ خاص ہے کیونکہ جن موادین استعارہ عمل مین آتا ہے وہان تشبیہ بھی ہوسکتی ہے اور بعض صورتین ایسی ہین کہ وہان تشبیہ تو بن سکتی ہے مگر استعارہ نہین بن سکتا کیونکہ جائز ہے کہ وجہ شبہ جلی نہو اور جب وہ جلی نہوگی تو وہان استعارہ چیستان اور معما ہوجائیگا پس جہان وجہ شبہ جلی نہو وہان استعارہ بہتر نہین تشبیہ کے طور پر استعمال کرنا چاہیے — اور جبکہ وجہ شبہ طرفین مین نہایت قوی ہو یہانتک کہ اُسکی وجہ سے دونون ایک سے سمجھے جاتے ہون اور جو کچھ ایک سے سمجھا جاتا ہو وہی دوسرے سے سمجھ مین آئے تو ایسے موقع پر تشبیہ بہتر نہین استعارے کے طور پر کام مین لانا چاہیے کیونکہ تشبیہ سے کلام مین خوبی حاصل نہوگی اور استعارہ بنانے سے حسن پیدا ہوجائیگا جیسے علم اور نور کہ ان دونومین وجہ شبہ ہدایت ہے اور اُسکی وجہ سے ان دونون مین بکثرت تشبیہ واقع کی جاتی ہے یہانتک کہ علم سے وہی معنی متبادر ہوتے ہین جو نور سے لیے جاتے ہین اسوجہ سے دونون لفظ متحد معلوم ہوتے ہین پس ایسے موقع پر استعارہ کرنا بہتر ہوتا ہے کیونکہ تشبیہ کی صورت مین بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ شے کو اپنے نفس کے ساتھ تشبیہ دی ہے — اور استعارہ بالکنایہ کی خوبی اسمین ہے کہ وجہ شبہ طرفین کو شامل ہو اور تشبیہ افادہ غرض کے لیے کافی ہو اور استعارہ تخییلیہ کی خوبی استعارہ بالکنایہ کی خوبی پر موقوف ہے کیونکہ وہ اُسی کا تابع ہے علیحدہ اسمین تشبیہ نہین ہے پس استعارہ بالکنایہ اچھا ہوگا تو یہ بھی اچھا ہوگا

تیسرا باغ مجاز مرسل کے بیان مین

مخفی نرہے کہ جو لفظ سوا ے معنی موضوع لہ کے اور معنی مین مستعمل ہو اور وہان کوئی قرینہ ایسا پایا جائے جو اصلی معنی مراد لینے سے مخاطب کو روک دے اور اُن دونون معنی مین کوئی علاقہ سوا ے علاقہ تشبیہ کے ہو اُسکو مجاز مرسل کہتے ہین اور جو علاقہ مجاز مرسل مین درمیان معنی اصل حقیقی اور معنی مجازی کے ہوتا ہے اُسکی قسمین سہ سو کے قریب ہین اُنمین سے یہان تھوڑی سی کثیر الاستعمال قسمین ذکر کیجاتی ہین —

(۱) جو لفظ کل کے واسطے وضع کیا گیا ہو اُسکو جزء کیلیے استعمال مین لائین جیسے —

ذوق

جون پنجشاخہ تو نہ جلا انگلیان طبیب
رکھ رکھ کے نبض عاشق تفتہ جگر پہ ہاتھ

ظاہر ہے کہ نبض پر سارا ہاتھ نہین رکھا جاتا صرف پورین ہی انگلیونکی رکھی جاتی ہین جنکا ذکر پہلے مصرع مین ہوا —

مذاق

اگر سنے کوئی یا علی حیدر
بھاگین کانونمین اُنگلیان رکھ کر

کانمین انگلیان ساری نہین رکھتے بلکہ پور رکھی جاتی ہی یا کہین فلان شخص کے ہاتھ مین سانپ نے کاٹا ظاہر ہے کہ کسی انگلی مین یا خاص ایک جگہ کاٹا ہوگا نہ سارے ہاتھ مین۔

ناسخ

دہن کبود	یان سنگ کود کان سے ہی سارا بدن کبود

امتی سے ہو رہا ہے جو اُسکا دہن کبود — یان سنگ کود کان سے ہی سارا بدن کبود

دہن بولے اور مراد اُس سے دندان ولب ہین کیونکہ انھین دونو کو کبود کیا جاتا ہی نہ سارے دہن کو

(۲) جو لفظ جزکے واسطے وضع ہوا ہو اُسکو کل کے واسطے بولین جیسے سورۂ فاتحہ کو الحمد کہتے ہین اور کلمے کا اطلاق اشہدان لاالہ الا اللہ پر کرتے ہین۔

ظفر

حق سے رسائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو	اپنی بھلائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو
بگڑی بنائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو	غم سے رہائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو

دل کی صفائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو

اور جیسے اس شعر مین عبرت کے لفظ سر سے سردار مراد ہی حالانکہ سر ایک جزہی سردار کا۔ ۵

سر و سرخیل مقبولان درگاہ	ہے اپنے عصر کا سید حسن شاہ

تپش

سر مرسلین سرور جزو و کل	شفیع الامم سرو باغ سبل

حسین علیخان محو

سنگ پھینکے ہے مری قبر پہ گل کے بدلے	گالیان دے ہی پس مرگ بھی قل کے بدلے

قل مراد ہی فاتحہ یعنی آیات و کلمات معروفہ سے اور قل ایک جز ہے اُسکا۔

ظفر

نہین گر صورت اخلاص اُس سے تو پلاوے تو	ظفر پڑھکر قل اعوذ برب الناس پانی پر

قل اعوذ برب الناس سے پوری سورت مراد ہے۔

سلطان خان سلطان

جس جا ہجوم بلبل و گل سے جگہ نہ تھی	وان ہائے ایک برگ نہین ایک پر نہین

برگ سے مراد گل ہے اور پر سے مراد بلبل ہے۔

طول و عرض اتنا نہ دے تو آشیان کو عندلیب	رند	مشت پر کے واسطے کافی ہی مشت خار و خس

مشت پر سے مراد تمام جسم بلبل ہے اور لفظ بارود شورہ کے معنے کیلیے وضع ہوا ہو اور اب اُس کا اطلاق اُس چیز پر ہوتا ہے جو شورہ اور کوئلے اور گندک سے ملکر بنتی ہے۔

سودا

تجھ آتش غضب کے شرارے کے سامنے	بارود کا ہے تودہ زمین اور آسمان

اور بر کا اطلاق بدنپر بھی اسی قبیل سے ہو کیونکہ بر دراصل بغل اور سینے کے معنے مین ہے

محمد حسین آزاد

جسم پر نور مین پہنے ہوئے جامہ کالا	بر مین جبہ عربی سر پہ عمامہ کالا

(۲) جو لفظ مسبب کے واسطے موضوع ہو اُسکو سبب پہ استعمال کرین اسی مثال مین ہو یہ فقرہ فسانہ عجائب کا گوشہ نشینی مین سالہا سال دراز بسر کی گرم و سرد زمانہ دیکھا شام غم خوش ہو کے سحر کی گرمی و سردی بسبب انقلاب زمانہ کے پیدا ہوتے ہین انقلاب سبب ہے اور گرم و سرد مسبب۔

مومن

ساقیا دے جک آب آتش رنگ	گرم و سرد زمانہ سے ہون تنگ

حالی

ہنر کا جہان گرم بازار ہے اب	جہان عقل و دانش کا سودا رہی سب

گرم بازاری سے مراد ترقی ہو ترقی سبب ہے گرم بازار ہونیکا مسبب

اس کا کوئی گود کا پالا نہ تھا	گھر مین کوئی گھر کا اُجالا نہ تھا

گھر کا اُجالا فرزند کی جگہ لایا ہے فرزند اُجالے کا سبب ہے اُجالا مسبب ہے۔

ذوق

ہر ایک خار رہی گل ہر گل ایک ساغر عیش	ہر ایک دشت چمن ہر چمن بہشت نظیر

ساغر شراب کی جگہ ساغر عیش بولا شراب سبب ہے عیش مسبب ہے

میر

بھاگے پھرے پلنگ تمرہا نپنے لگے	رد کش جو ہونے کو تھے سو منہ ڈھانپنے لگے

ہانپنے سے مراد بھاگنا ہو ہانپنا بھاگنے کا سبب ہے اسی قبیل سے ہو یہ بھی جو بعض آدمی روزمرہ مین کہتے ہین کہ اناج برستا ہے ظاہر ہو کہ پانی برستا ہے لیکن پانی کا برسنا سبب ہے اناج کے اُگنے کا۔

(۳) سبب کو بجائے مسبب کے بولین جیسے کہین کہ یہ بادل خوب سا برسا شان سے پانی کے ہے اور

بادل پانی کے برسنے کا سبب ہے۔

شہیدی

تو شہیدی ابر سیہ ہے کہ وہ شراب پیتے ہون جس جگہ | وہین جا برس وہین جا برس وہین جا برس

یا کہین گرمیون مین اس مکان مین سورج آجاتا ہے یعنی دھوپ آجاتی ہے سورج سبب ہے اور دھوپ مسبب۔

ناسخ

اسقدر کھایا تری فرقت مین غم | دل ہمارا زندگی سے سیر ہے

سیر ہونا بیزار ہونیکے معنی مین ہے اور سیری غذا سے بیزاری کا سبب ہوتی ہے۔

درد

عاشق بیدل ترا یان تک تو جی سے سیر تھا | زندگی کا اُسکو جو دم تھا دم شمشیر تھا

محمد بیگ شور

غضب آنکھین ستم ابرو عجب منھ کی صفائی ہے | خدا نے اپنے ہاتھوں سے تری صورت بنائی ہے

ہاتھ سے مراد قدرت ہے قدرت مسبب ہے اور ہاتھ اُسکا سبب۔

میر

تجکو ہے آٹھ پہر حرف و حکایت اُنسے | بازو جانو ہوا نہین چشم حمایت اُنسے

بازو سے مراد مددگار ہے بازو سبب ہے مددگاری کا۔

وحید

ہے بازوے امام زمان عازم وغا | شیر آئے گا اسی طرف اے فوج اشقیا

امیر

جوانی اور پیری ایک رات اک دن کا وقفہ ہے | خمار و نشہ مین دونون کو کھویا ہاے کیا سمجھے

خمار و نشہ سے مراد غفلت ہے اور یہ غفلت کا سبب ہین۔

(۵) کسی چیز پر کسی اسم کا اطلاق باعتبار زمانہ سابق کے کرین مثال اسکی یہ ہے کہ کوئی شخص ایران کا رہنے والا عرصہ دراز سے ہندوستان مین بود و باش رکھتا ہو اسکو ایرانی کہین چنانچہ سودا کا شاگرد اُسکے حق مین کہتا ہے

تھا اہل ولایت سے وہ ور شاعر عالم | اُسکا بجہان ہونیکا کوئی گلہ گیر

حالانکہ سودا نے دہلی مین پرورش پائی تھی اُنکے باپ مرزایان کابل سے تھے۔

اطاعت و خداوندی کی جب نسبت بہم ٹھہری | اوج | تو اس ناچیز مشت خاک کا پھر امتحان کیون ہو

انسان کو مشت خاک سے تعبیر کیا ہی اور ظاہر ہی کہ وجود حاصل ہونیسے قبل خاک تھا خاک سے بنایا ہی۔

معصوم علی

تونے برپا کیے ہین یہ افلاک	خاک کو تونے دی یہ صورت پاک

شایان

عطا کی وہ مٹی کو عقل و تمیز	ہوئی شکل یوسف جو ہر دل عزیز

(۶) کسی شی پر کسی ایسے نام کا اطلاق کرین کہ زمانہ آیندہ مین وہ نام اُسپر صادق آجائے گا جیسے کسی طالبعلم کو اس نظر سے کہ زمانۂ آیندہ مین پڑھکر عالم ہو جائیگا مولوی کہین یا کسی مجرم کو جسکی نسبت سزاے موت کا حکم ہو گیا ہو متوفی کہین یا کوئی شخص ارادہ سفر کا رکھتا ہو اُسکو مسافر کہین۔

انیس

بیزار ہین سب ایک بھی شفقت نہین کرتا	سچ ہی کوئی مُردے سے محبت نہین کرتا

یہ قول ہی حضرت فاطمہ صغرے کا جو نہایت بیمار تھین اپنے آپکو مردہ فرمایا ہی۔

ولہ

اب شہر مین اک دم ہے ٹھہرنا مجھے دشوار	مین پا بر کاب اور ہو تم صاحب آزار

چونکہ قصد سفر تھا اس سبب پا بر کاب فرمایا۔

(۷) ظرف کو بجائے مظروف کے استعمال کرین ظرفیت کے علاقے کی وجہ سے جیسے اس مثال مین

میر حسن

پلا ساقیا ساغر بے نظیر	پھنسی دام ہجران مین بدر منیر

ساغر سے مراد شراب ہی جو مظروف ہے۔

نظام احمد انداز

سوجھتی ہی نہین بوتل کے سوا کچھ ہمکو	لطف ہوتا ہی جو گھنگور گھٹا ہوتی ہی

بوتل سے مراد شراب ہے۔

منشی عبد الخالق خلیق دہلوی

اور قومونکو ترقی ہے تنزل انکو	لا سکے راہ پہ قندھار نہ کابل انکو

قندھار و کابل سے مراد اہل کابل و قندھار ہی۔

اور اسی قبیل سے ہی ہانڈی کا پکنا اور چراغ کا جلنا اور پرنالے کا چلنا اور نہر کا جاری ہونا اور ندیکا

چڑھنا کیونکہ درحقیقت وہ چیز پکتی ہی جو ہانڈی کے اندر موجود ہوتی ہے اور چراغ مین تیل اور بتی جلتے ہین اور پرنالے مین پانی چلتا ہی اور نہر مین پانی جاری ہوتا ہی اور ندیکا پانی چڑھتا ہے۔

ناسخ

شب جلاتے ہین جس طرح پہ چراغ	بار پاتے ہین جس طرح پہ چراغ

میرحسن

لب نہر پہ صاف جو غور کی +	تو پٹری تھی وہ ایک بلور کی +
گرے اُسمین فوارے چھٹتے ہوے	ہوا بیچ موتی سے لٹتے ہوے

پریم ناتھ رام

خون آنکھون سے نکلتا ہی رہا	دل کا فوارہ اُچھلتا ہی رہا

میر

آہ سحر نے سوزش دل کو مٹا دیا	اس باد نے ہمین تو دیا سا بجھا دیا

مولوی عبدالحلیم شرر اپنے ایک مضمون مین لکھتے ہین اُسکی کامیابیان زمانے کو چونکا چونکا کر بتانے لگین کہ انسان کا حوصلہ ان چھوٹے اور کمزور ہاتھ پیر دینے سے کس درجہ وسیع ہو سکتا ہی۔ مطلب یہ ہے کہ اہل زمانہ کی جگہ زمانیکا استعمال کیا ہے یعنی اُسکی کامیابیان اہل زمانہ کو الخ۔

برکھارت

ندی نالے چڑھے ہوے ہین	تیرا کون کے دل بڑھے ہوے ہین

میر

جیسے دریا اُبلتے دیکھے ہین	یان سو پرنالے چلتے دیکھے ہین +

مولوی محمد اسمعیل

قطرون ہی سے ہوگی نہر جاری	چل نکلینگی کشتیان تمھاری

ولہ

وان سے پہنچے بہت ابل نکلے	ندی نالے ہزار چل نکلے

(۸) مظروف کو بجائے ظرف کے بولین جیسے۔

غلام مرتضی جنون

تری چشم مست سے ساقیا یہ سیاہ مست جنون ہوا	کہ مے دو آتشہ طاق پر جو دھری تھی یون ہی دھری رہی

ظاہر ہے کہ شراب طاق مین نہین رکھی جاتی بلکہ اُس کا ظرف رکھا جاتا ہے پس ظرف مقصود ہے اور شراب مظروف ہے۔

آتش

گئے بتخانہ ہو جا کہ کیا طوف حرم ہم نے — اُڑائی تیری خاطر خاک کن کن رہگذارون مین

بتخانے سے مراد بت ہی۔

(۹) علاقۂ آلہ اور واسطہ ہونے کا ہو یعنی آلہ اور واسطہ کسی شے کا مذکور کرین اور اُس سے خود وہی شے مُراد ہو جسکا یہ آلہ ہی مثال اسکی۔

رند

مرے بیان کو سُن سُن کے کانپ کانپ اُٹھا — غضب یہ ہے کہ سمجھتا نہین زبان صیاد

زبان آلۂ سخن ہی اور یہان خود سخن اور بولی مراد ہی یعنی میری بولی نہین سمجھا۔

داغ

اُردو ہے جسکا نام ہمین جانتے ہین داغ — ہندوستان مین دھوم ہماری زبان کی ہے

اسیر

رزق مِل جائے گلا سائل ہی بیجا ہی سوال — دیکھے بے شیر طفل بے زبان رہتا نہین

ایسے ہی خوشنویس کو خوش قلم کہنا تعریف اُسکی تحریر کی مقصود ہی اور قلم آلہ ہی تحریر کا۔

میر حسن

ہوا جبکہ تو خط وہ شیرین رقم — بڑھا کر لکھے سات سے نو قلم

نو قلم سے مراد نو طرح کے خط ہین۔

(۱۰) جو نام مقید کے لیے موضوع ہی اُسے مطلق کے لیے استعمال کرین مثلاً حرف بولین اور کلمہ مراد ہو اور منیر نے اپنے شعر مین شہیدون کا لفظ لایا ہے اور مراد اُس سے کُشتے ہین اور شہید ایسے کُشتے کو کہتے ہین جو بیگناہ یا راہ خدا مین مارا جائے۔

ہو تری محراب مین سجدہ شہیدونکا قبول — طاق نسیان مین تو رکھدے زندگانی کی کتاب

ظاہر ہے کہ شہید مقید ہے اور کشتہ مطلق ہی یہ شعر حضرت علی کی تلوار کی تعریف مین ہی اور یہان غرض یہ نہین ہی کہ حضرت علی کی تلوار کے کشتے شہدا مین محسوب ہین۔

(۱۱) جو لفظ مطلق کیلیے وضع ہوا ہی اُسکو مقید پر اطلاق کرین مثلاً روز کہین اور مراد اس سے

روز قیامت ہو یا کلمہ بولین اور مراد اس سے اسم یا فعل یا حرف ہو اسی قبیل سے ہی نامے پر کاغذ کا اطلاق

ناسخ

قاصد اسکے لکھے ہین اسرار محبت مین نے	رکھیو اغیار کی نظروں سے تو پنہان کاغذ

فائدہ معنی مجازی کے استعمال کی دلیل کلام فصحا سے ضرور ہی اس طور پر کہ سبب کو بجائے مسبب کے یا برعکس اسکے اور ظرف کو بجائے مظروف کے یا اسکے برعکس (وقس علی ہذا) فصحا استعمال مین لاتے ہین یا نہین اور یہ ضرور نہین کہ جب کوئی خاص صورت پیش آئے اور کسی خاص موقع پر ان طریقون سے کسی لفظ کے معنی مجازی لیے جائین تو اُس لفظ خاص کے استعمال کی نظیر بھی تلاش کرین ۔

چوتھا باغ کنائے کی تصریح مین

کنایہ لغت مین پوشیدہ بات کہنے کو کہتے ہین اور علم بیان کی اصطلاح مین کنایہ اُس لفظ کو کہتے ہین جو اپنے معنے موضوع لہ مین مستعمل ہو لیکن مقصود وہ معنے نہون بلکہ ایک دوسرے معنے ہون جو اُن پہلے معنی کے ملزوم ہون اور ان دوسرے معنے کا مقصود ہونا معنی موضوع لہ کے ارادہ کرنے کے منافی نہین کیونکہ استعمال اُس لفظ کا موضوع لہ مین ہوا ہی تو ان معنی کے مقصود ہونیکے دوسرے معنی مین کوئی حرج پیدا نہوگا پس کنائے مین لازم یعنی موضوع لہ بھی مراد ہوتا ہے مگر فرق اتنا ہے کہ یہ بالعرض مراد ہوتا ہے اور دوسرے معنی جو ملزوم ہین وہ بالذات مراد ہوتے ہین کیونکہ موضوع لہ کا مراد ہونا محض اس غرض سے ہی کہ جب سُننے والے کے ذہن مین اُسکی تصویر حاصل ہو جائے تو دوسرے معنی کی طرف جن سے کنایہ واقع ہوتا ہی انتقال ہو سکے جیسے ۔

امیر

اُس چمن مین طائر کم پر اگر مین ہون تو کیا	دور ہی صیاد ابھی اور آشیان نزدیک ہے

کم پر اُس پرند کے معنی مین ہی جو پر تھوڑے رکھتا ہو پس کم پر سے اُسکے حقیقی معنی یعنی تھوڑے سے پر والا مقصود ہونگے تاکہ ان معنی سے ایسے معنی کی طرف انتقال کیا جائے جنکے لیے پرونکا کم ہونا لازم ہے اور وہ کم اُڑنا ہے بخلاف لفظ مجاز کے کہ اُس سے معنی موضوع لہ کا ارادہ کرنا جائز نہین کیونکہ اُسکا استعمال معنی غیر موضوع لہ مین ہوتا ہے پس اُس مین معنی غیر موضوع لہ بالذات مقصود ہوتے ہین اس لیے معنے موضوع لہ کا قصد کرنا اُنکے منافی ہوگا بعض کہتے ہین کہ کنایہ وہ لفظ ہے جسکے معنی حقیقی مراد نہ ہون بلکہ معنی غیر حقیقی مراد ہون اور اگر معنی حقیقی مراد رکھین تو بھی جائز ہو جیسے کم پر سے کم اُڑنے والا مراد ہے

اور اگراس مراد کے ساتھ پرونکی مقدار کا تھوڑا ہونا مراد ہو تو بھی ہو سکتا ہی اسی قبیل سے ہی قلق کے اِس شعر مین روشنی کا لفظ۔

جانے دو دو ر بھی کرو اٹھ آؤ	شعلہ بولی کہ روشنی تو منگاؤ

روشنی سے مراد شمع ہی جو شمع کو لازم ہی لازم کو ذکر کر کے شمع مراد لی ہی اگراس مراد کے ساتھ روشنی بھی مراد ہو تو ہو سکتا ہی۔

چاک پردہ سے یہ غمزے ہین تو اے پردہ نشین	مومن	ایک مین کیا کہ سبھی چاک گریبان ہونگے

چاک گریبان سے مراد عاشق دیوانہ ہی عاشق کے لیے گریبان کا چاک ہونا لازم ہی اگراس مراد کے ساتھ گریبان کا چاک ہونا بھی مقصود ہو تو ہو سکتا ہے۔

صاحب تلخیص المفتاح کے نزدیک مجاز اور کنایے کا مبنی ملزوم سے لازم کے قصد کرنے پر ہی مگر فرق اسقدر ہی کہ مجاز مین فقط لازم مراد ہوتا ہی ملزوم مراد نہین ہوتا جیسے طالبعلم کو مولوی کہنا علم کا پڑھنا فضیلت کو لازم ہے اور فضیلت ملزوم ہے یہان ذکر لازم کا بے ارادۂ ملزوم کے ہی اور کنایے مین لازم مراد ہوتا ہے اگر ملزوم مراد رکھین تو بھی جائز ہی جیساکہ کم پر سے مراد کم اُڑنیوالا ہی اور اگراس مراد کے ساتھ پرونکی کمی بھی مراد ہو تو بھی جائز ہے اسی طرح روشنی سے شمع اور چاک گریبان سے عاشق دیوانہ مراد ہی اگران مرادونکے ساتھ روشنی اور گریبان کا پھٹا ہوا ہونا مراد ہو تو بھی جائز ہے اور سکاکی صاحب مفتاح کے نزدیک مدار مجاز کا ملزوم سے لازم کی طرف ذہن کے انتقال کرنے پر ہی جیسے۔

حالی

ہم ہین نام وطن سے بے دیوانے	وہ تھے اہل وطن کے پروانے

پروانہ کہ عاشق کا ملزوم ہی اُس سے عاشق کی طرف انتقال کیا ہی اسیطرح۔

وحید

غل ہی کہ سوجھتا نہین اندھیر آگیا	ہیبت پکارتی ہی کہ اب شیر آگیا

شیر کہ شجاع کا ملزوم ہی اُس سے شجاع کی طرف انتقال ہوتا ہی۔ اور کنایے کا مدار لازم سے ملزوم کیطرف انتقال پر ہے جیسے کم پر کے حقیقی معنی وہ پرند ہے جسکے پر تھوڑے سے ہون اور ان معنی سے ایک ایسے معنی کی طرف انتقال کیا جاتا ہی جنکے لیے پرونکا کم ہونا لازم ہی اور وہ کم اُڑنا ہی جو ملزوم ہی بس کم پر کا اطلاق کم اُٹھنے والے پر لزوم کی رو سے ہی اور حق مذہب اول ہی اسلیے کہ لازم بحیثیت لازم ہونے کے ملزوم پر دلالت نہین کرتا ہی جائز ہی کہ ملزوم سے لازم عام ہو اور عام کی خاص پر دلالت نہین ہوتی پس جبتک لازم ملزوم سے خاص نہو اُس سے ملزوم کی طرف انتقال حاصل نہوگا اور ملزوم اصل و متبوع ہے اسلیے کہ اس سے انتقال ہوتا ہی اور لازم فرع و تابع اسلیے کہ اُسکی طرف انتقال ہوتا ہی اور نوع لازم کو یہان

علاقہ کہتے ہین اور اگر صلیت و فرعیت جانبین سے ہو گی کہ ہر ایک ایک وجہ سے اصل ہو گا اور دوسری وجہ سے فرع تو طرفین سے مجاز جاری ہو گا ورنہ استعمال اصل کا فرع مین مجازاً جائز ہے بدون عکس کے اول کی مثال علت و معلول ہے جیسے ملک اور خریداری شرع مین اور دوم کی مثال سبب محض اور مسبب ہے اور لزوم سے مراد فی الجملہ انتقال ہے جیسے کل فی الجملہ جز کو لازم ہی اسیطرح سبب فی الجملہ مسبب کو لازم ہی اسلیے کہ کبھی عام ہوتا ہی پس لزوم سے یہ مراد نہین کہ ملزوم سے اُسکا چھوٹنا ممتنع ہی جیسا کہ اہل منطق و حکمت کی اصطلاح ہی اور کنایے مین معنی موضوع لہ کا ارادہ باعتبار واقع کے ہے ہر چند کہ خارج مین نہ ہو چنانچہ تنگ چشم کہین اور مراد اس سے کنجوس آدمی ہو گو کہ شخص مذکور کی آنکھین نہون اور اگر ہون بڑی ہی ہون

	مرزا محمد تقی خان ہوس	

نہین ہوس وقت جوش مستی قدِ خمیدہ سے تو حیا کر		بتون کا بندہ رہے گا کب تک خدا خدا کر خدا خدا کر

اس شعر مین قد خمیدہ کنایہ عالم پیری سے ہے گو قائل کا قد بظاہر سیدھا ہو۔

کنائے مین مجاز باقی نہین رہتا چنانچہ نہین کہ سکتے کہ تنگ چشم کنجوس کے معنی مین مجازی طور پر ہے بخلاف استعارے کے جیسے مرد بہادر کو شیر کہتے ہین تو کہنے والے کو شیر کے اصلی معنی کہ حیوان درندہ ہی ہرگز ملحوظ نہین ہوتے پس استعارہ مجاز کی ایک قسم ہو گا اور کنایہ اُس سے مبائن باوجودیکہ یہ بھی در اصل مجاز کی ایک نوع ہی نوعیت کنائے کی تو مجاز کے اُس معنی عام کے اعتبار سے ہی جسکا وجود خارج مین نہین اور اُسکی مغائرت اسکی جنس کے ساتھ باعتبار مجازات مقید کے ہے جیسے انسان باعتبار حیوان کے جسکو وجود ظاہر خارجی حاصل نہین نوعیت رکھتا ہی اور باعتبار حیوان مقید کے جیسے گھوڑا اور شیر وغیرہ ہین مغائرت رکھتا ہی

بہرصورت کنایے اور مجاز مین دو طرح سے فرق ہی ایک تو یہ کہ کنایے مین لازم یعنی معنے غیر حقیقی مراد رکھتے ہین اور اگر ملزوم یعنی معنی حقیقی مراد رکھین تو بھی جائز ہی اور مجاز مین فقط لازم مراد ہوتا ہے دوسرا فرق یہ ہے کہ مجاز مین معنی حقیقی اور غیر حقیقی مین کوئی قرینہ بھی پایا جاتا ہی اور کنایے مین قرینہ نہین علی العموم کنایے کی تین قسمین ہین۔

ایک یہ کہ کنایے مین صفت سے موصوف کی ذات مطلوب ہو اور صفت سے مراد وہ معنی ہین جو غیر کے ساتھ قائم ہون نہ وہ صفت جو اہل نحو کی اصطلاح ہے اور وہ ایک تابع ہے جو اُن معنے پر دلالت کرتا ہے جو مطبوع کی ذات مین ہون مثلاً چالاک گھوڑا پس لفظ چالاک تابع ہے جو اپنے مطبوع کی چالاکی پر دلالت کرتا ہی اور یہ بھی دو حال سے خالی نہین۔

(۱) صفت کو جو کسی موصوف معین سے خصوصیت رکھتی ہو ذکر کرین اور مراد اس سے موصوف ہو

اسکو کنایہ قریب کہتے ہین اسلیے کہ بسبب ایک ہی ہونے صفت کے انتقال موصوف تک دشوار نہین ہوتا جیسے ۔

گویا

لوبی گردون تک ہے وجد مین	رقص سے بس ہے اسی کا نام رقص

لوبی فلک سے مراد زہرہ ہے ۔

انشا

صبا یہ جا کے تو کہہ بجو بید مجنون سے	کہ نافہ شاہد حی کا کھڑا اُجاڑ بین ہے

شاہد حی کنایہ لیلی سے ہے ۔

ناسخ

زیب اورنگ ہوا ہے شہ عادل ناسخ	کیون نہ نوروز کو دزات برابر ہو جائے

شہ عادل کنایہ آفتاب سے ہی کیونکہ آفتاب اُس دن برج حمل مین تحویل کرتا ہے اور یہی اسکی تخت نشینی ہے

انیس

ہے دوش محمد کا مکین خانۂ زین پر	اس ناز سے رکھتا ہی نہین پانون زمین پر

دوش محمد کا مکین حضرت امام حسین سے کنایہ ہی کیونکہ وہ آنحضرت کے دوش مبارک پر چڑھا کرتے تھے

ولہ

اُٹھا جو ہاتھ کانپ گیا شیر آسمان	گردش جو دی تو سب تہ و بالا ہوا جہان

شیر آسمان برج اسد سے کنایہ ہی ۔

ولہ

وہ صبح اور وہ چھانون ستارونکی اور وہ نور	دیکھے تو غش کرے ارنی گوے اوج طور

ارنی گوے اوج طور سے مراد حضرت موسیٰ ہین ۔

مومن

خون کے میرے ارادے سے ہوا ذابح سعد	قتل پر میرے کمر باندھے بہ شکل جبار

سعد ذابح سے قمر کی بائیسوین منزل مراد ہی اور وہ دو ستارے ہین کہ ستارہ جدی کے دونون سینگون پر واقع ہین اُن مین سے ایک کے پاس ایک چھوٹا سا تارا ہے اس تارے کو شاۃ سعد یعنے سعد کی بھیڑ کہتے ہین وجہ اس کی یہ ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ سعد اُس چھوٹے تارے کو ذبح کرتا ہے اور یہی سبب ہے اُس کے سعد ذابح کہلانے کا ۔

داغ

غیرت ماہ کہے خسرو انجم مجکو		نام کو داغ ہون کیا جانتے ہو تم مجکو

خسرو انجم کنایہ ہی سورج سے۔

مومن

وہ قہرمان فلک توسن و نجوم حشم		کہ ترک چرخ غلام اُس کا مہرجا کرہے

ترک چرخ کنایہ مریخ سے ہے۔

امیر

جسطرف دیکھو زر گل باغ مین انبار ہے		شکل فوارہ اُگلتی ہے زمین گنج نہان

زمین کا گنج نہان کنایہ ہی نباتات سے۔

قلق

نظر آتا تھا عالم بالا +		وہ فلک سیر تھی کہ عرش نما

فلک سیر کنایہ بھنگ سے ہے۔

انشا

مرغان اولی اجنحہ مانند کبوتر +		کرتے ہین سدا عجز سے غون غون مرے آگے

مرغان اولی اجنحہ کنایہ فرشتون سے ہے کیونکہ اُنکے دو یا تین یا چار بازو اور پر ہوتے ہین جیساکہ اہل اسلام کا اعتقاد ہے۔

ولہ

جب تلک چرخ کہن شکل گور زمین ہے		صاحب شرق مین جب تک ہی کہ جنرل کی چلن

صاحب شرق کنایہ ہے سورج سے۔

ذوق

طلسم طرفہ تر آنسو نے میرے مردمان باندھا		کہ ہر اک اک گرہ مین حاصل صد بحر و کان باندھا

وہ چیز کہ بحر و کان کا حاصل ہے زر و جواہر ہے۔

مثنوی پدماوت

شہ زرّین کلاہ چرخ چارم		ہوا روشن فزائے تخت عالم

مراد اس سے سورج ہے کیونکہ وہ آسمان چہارم پر رہتاہے۔

ناسخ

ساقی بغیر شب جو پیا آب آتشین	شعلہ وہ بن کے میرے دہن سے نکل گیا

آب آتشین کنایہ شراب سے ہے۔

ولہ

لادون اُسکی پشت پر اپنا اگر بار گناہ	ہے یقین ہرگز نہ گاوِ آسمان سے اُٹھ سکے

گاوِ آسمان کنایہ برج ثور سے ہے۔

(۲) کئی صفتین آپس مین مل کر سب کی سب ایک موصوف کے ساتھ مختص ہون اگرچہ الگ الگ اور چیزونمین بھی پائی جاتی ہون پس ایسی تمام صفات کا مجموعہ بولکر اُنسے وہ موصوف معین مراد لیا جائے اسکو کنایہ بعید کہتے ہین اسلیے کہ کئی صفات سے موصوف کی طرف انتقال سہولت سے نہین ہوسکتا اور موصوف مشکل سے سمجھ مین آتاہے جیسے۔

شباب

ساقی نے آج چیز کچھ ایسی کری عطا آنکھین تو سرخ اور معطر ہوا دماغ	جس سے کہ اپنا رنگ طبیعت بدل گیا بگڑا ہوا مزہ بھی تو مُنھ کا سنبھل گیا

ان تمام صفات کے مجموعے سے شراب مقصود ہے۔

ساقی وہ دے ہمین کہ ہون جسکے سبب بہم	محفل مین آب و آتش و خورشید ایک جائے

ظاہر ہو کہ یہ ساری صفات شراب مین ہین کیونکہ شراب خود پانی ہو اور باعتبار سُرخی رنگ اور گرمی کے آتش ہو اور باعتبار روشنی کے اور پیالے مین شکل مدور پکڑنیکے آفتاب سے مشابہت رکھتی ہے۔

غالب

صبح آیا جانبِ مشرق نظر	اک نگارِ آتشین رُخ سر کھُلا

ان تمام صفات سے سورج مقصود ہو کیونکہ اُسمین یہ چارون صفات موجود ہین مشرق کی طرف سے طلوع ہوتا ہے اور خوبصورت بھی ہے اور اُسکے رُخ مین سرخی اور گرمی بھی ہو اور وہ کھُلا ہوا بھی ہے۔

مفتون

بند شیشے مین جو ہے یہ لال لال	اس پری کو قید خانے سے نکال

ان صفات سے شراب مقصود ہے کیونکہ وہ شیشے مین بند بھی ہوتی ہے اور سرخ بھی ہوتی ہے۔

دوسری قسم یہ کہ کنایے سے فقط صفت مقصود ہو اس طرح کہ ایک صفت ذکر کی جائے اور اُس سے

ایک اور صفت مراد لیجائے اور اسکی بھی دو قسمین ہین۔

(۱) قریب کہ اُس مین لازم اور ملزوم مین کوئی واسطہ نہو اور یہ بھی دو حال سے خالی نہین۔

الف وہ کہ کنایہ اُس مین واضح ہو اسطرح کہ لازم سے ملزوم تک ذہن بے تامل پہونچ جائے جیسے سفید ریش اور موے سفید سے پیری کا سمجھنا۔

مومن

موسفیدی کے قریب اور ہی غفلت مومن	نیند آتی ہے بآرام مگر آخر شب

پنڈت برج نرائن

مٹے نہ بات کہین تم پہ سٹنے والونکی	تمھارے ہاتھ ہی شرم ان سفید بالونکی

میر

دامن مین آج میر کے داغ شراب ہے	تھا اعتماد ہمکو بہت اس جوان پر

داغ شراب کنایہ ہی شراب خواری و رندی سے اور دامن مین داغ شراب ہونے سے شرابخواری و رندی تک ذہن فوراً پہونچ جاتا ہے۔

ولہ

اے ہمصفیر بے گل کس کو دماغ نالہ	مدت ہوئی ہماری منقار زیر پر ہے

منقار زیر پر ہونا کنایہ ہے خاموشی سے اور یہ امر واضح ہے۔

انیس

راحت نہ ملی بادشہ جن و بشر کو	ہر اک نے کسا قتل محمدؐ پہ کمر کو

کمر کسنا کنایہ ہی مستعد قتل ہونیسے۔

محشر

جن نے یون عرصۂ ہستی کو کیا محشر تنگ	وہ کمر کستا ہے کچھ تو بھی میان سمجھے ہے

ولہ

مرے غبار سے دامن کشیدہ جاتا ہے	ہوا ہون خاک مین جس شہسوار کی خاطر

دامن کشیدہ جانا کنایہ ہی محترز جانیسے۔

انیس

دل دشمنونکے خنجر ابرو سے کٹ گئے	اُلٹی جو آستین تو پرے سب اُلٹ گئے

آستین اُلٹنا بمعنی خشم و غضب مین ہونا ہے اور پرے اُلٹنا بمعنی پیچھے ہٹ جانا اور بھاگنے لگنا ہے۔

شیخ عبدالغنی غنی

پڑتی ہے نظر خس پہ دم چشم پہ پدن | یان ہمنے پرکاہ بھی بیکار نہ پایا

خس پہ نظر پڑنے سے مراد یہ ہی کہ اُسکی احتیاج واقع ہوتی ہے۔

ولہٗ

دامن سنبھال باندھ کمر آستین چڑھا | خنجر نکال دلمین اگر امتحان کی ہے

پہلے مصرع مین تینون الفاظ مستعد ہوجانیکا فائدہ بخشتے ہین۔

جرأت

آستین اُسنے چڑھائی تیغ کو عریان کیا | یہ ہمارے قتل کا سامان ہوا اچھا ہوا

میر

تمکو ہمسے آگ لگی ہی روتے ہین تو ہنستے ہو | ہمنے کمر کو کھول رکھا ہی اپنی کمر تم کستے ہو

مومن

چین بابرو ہوئی سماجت سے | سرگرانی بڑھی لجاجت سے

چین بابرو ہونا کنایہ ہی آزردگی و غضبناکی سے۔

ولہ

موے سر سے شام غربت روسفید | ظلمت شبہاے ہجران روز عید

روسفیدی کنایہ ہی شرمندگی سے۔

الٰہی بخش خان معروف

لی ٹک اک آب دم شمشیر قاتل نے لمی | ورنہ پیمانہ ہماری عمر کا لبریز تھا

عمر کا پیمانہ لبریز ہونا کنایہ ہی مرنیکے قریب پہونچ جانے سے۔

میر

شکر خدا کہ سر نہ فرو لائے ہم کہین | کیا جانے سجدہ کتنے ہین کس کو سلام کیا

سر فرو لانا کنایہ عاجزی کرنے سے ہے۔

ولہ

کر نظر اک دور سے مجھ داغ کو | آنکھ نیچی کر گیا گل باغ مین +

آنکھ نیچی کرنا کنایہ ہی شرمندگی سے۔

ناسخ

باندھون اسیسے مضمون رنگین | سنکر ہو عدو مرا سخن زرد

غربت مین نہین ہے اور کچھ رنج ۔ کرتا ہے مجھے غم وطن زرد

پہلے شعر مین زرد ہونا کنایہ شرمندہ ہونے سے ہی اور دوسرے شعر مین زرد کرنا کنایہ بیمار و نزار کرنے سے ہی

شرر ساکن جلیسر

مین اک تکلیف دینے کی غرض سے آج آیا تھا ۔ اگر آپ کیا کہون صندل لگا ہی آپکے سر مین

صندل لگا ہونا کنایہ ہی درد سر ہونے سے ۔

بقا

دیکھ آئینہ جو کہتا ہے کہ اللہ رے مین ۔ اُسکا مین چاہنے والا ہون بقا واہ رے مین

آئینہ دیکھکر اللہ رے مین کہنا کمال غرور پر دلالت کرتا ہے ۔

حسرت

پیون کیا جام وہ غیار بھی بیٹھے ہین مجلس مین ۔ مری آنکھونمین اُنکو دیکھتے ہی خون اُتر آیا

آنکھونمین خون کا اُتر آنا کنایہ ہی غصہ آجانے سے ۔ یہ تمام اُمور نہایت واضح ہین ۔

(ب) وہ کہ کنایہ اسمین خفی ہو یعنی ذہن ملزوم تک تامل کے بعد پہونچے جیسے کوتاہ گردن اور کرنجی آنکھون والا دونون سے شریر مراد ہے اور لمبے قد طلا اس سے مراد احمق ہی کیونکہ کہتے ہین کہ جسکی گردن کوتاہ ہو یا جسکی آنکھین کرنجی ہون وہ آدمی شریر ہوتا ہے اور جس کا قد لمبا ہو وہ احمق ہوتا ہے اور یہ ہر اک کو نہین معلوم ہوتا لیکن ان مثالون مین یہ بھی شرط ہے کہ معنی حقیقی بھی پائے جاتے ہون اگرچہ کنایے مین یہ بات لازم نہین ۔

ترانۂ شوق

ہونٹونپہ تھے دانت سرپہ تھے ہاتھ ۔ سر سے جو ہٹے جگر پہ تھے ہاتھ

دانتونکا ہونٹونپہ ہونا اور سر و جگر پہ ہاتھ کا ہونا کنایہ ہی کمال مغموم ہونے سے اور یہ اُمور تامل کے بعد معلوم ہوتے ہین اور ایسے موقعونپر معنی حقیقی بھی پائے جاتے ہین کیونکہ غم و فکر کی حالت مین اکثر دانتون سے ہونٹ کو کاٹنے لگتے ہین اور ہاتھ سے سر اور جگر کو پکڑ لیتے ہین ۔

شباب

بس اسے تو ناصحا سمجھ لے وہ ہوگا کیا اور حسن اُس کا ۔ فرنگ کے مہ جبین بھی اُسکے ہی مُنہ پہ جب چاند دیکھتے ہین

مراد یہ ہی کہ فرنگ کے مہ جبین اُسکو بہت ہی گرامی جانتے ہین اسلئے کہ چاند ایسے شخص کے مُنہ پہ دیکھتے ہین جسکو بہت ہی گرامی جانتے ہون ۔

برکھارت

لاہور مین شب ہوئی تھی لیکن	کشمیر مین سہو پہنچے جب ہوا دن

لاہور مین شب ہونا کنایہ ہی اس سے کہ رات کو گرمی تھی کیونکہ لاہور مین سخت گرمی پڑتی ہی اور کشمیر مین دن ہونا کنایہ ہی دن مین سخت سردی ہو جانیسے کیونکہ کشمیر مین سردی زیادہ ہوتی ہی۔

انیس

مطبخ ہی سرد آگ کا اُسمین نہین ہی نام	بچے ہوئے گرم سے بیتاب ہین تمام

مطبخ کا سرد ہونا کنایہ ہی سب کے فاقے سے رہنے سے۔

محمد روشن جوشش

سفید ہو گئین آنکھین ہوا گریبان سُرخ	ہمین تو رونے نے آخر یہ رنگ دکھلایا

آنکھین سفید ہو جانا کنایہ ہی اندھا ہو جانے سے اسلیے کہ جب آنکھو پر جالا آجاتا ہی تو سفید ہو جاتی ہین اور اسوجہ سے آدمی کو کچھ نظر نہین آتا اور گریبان سُرخ ہو جانا کنایہ ہی اشک خونین کے زیادہ بہانے سے۔

انشا

بنی آدم کی ٹولی کی ٹولی	بلیٹھی بولے ہے شیر کی بولی

شیر کی بولی بولنا کنایہ ہی قے کرنے سے جب قے کرتے ہین تو حلق سے زور زور سے آواز رُک رُک کر نکلتی ہے

دبیر

کشتونکو لیے فوج عدو روندنے لگی	جنگل مین برق قہر خدا کوندنے لگی

کشتونکو روندنا کنایہ ہی لڑائی مین شکست پانیسے کیونکہ جب آگے بڑھی ہوئی فوج پیچھے ہٹتی ہی تو اُس فوج کے مقتول وزخمی جو پیچھے پڑے ہوتے ہین اُنکے قدموںسے کچلنے لگتے ہین۔

نعیم

جب دیکھتا ہون اُس بت خونخوار کی طرف	وہ دیکھتا ہے جمدھر و تلوار کی طرف

جمدھر و تلوار کیطرف دیکھنا کنایہ ہی قتل کرنے کے ارادے سے۔

(۲) **بعید** یہ ہی کہ لازم وملزوم مین کچھ واسطہ ہو یعنی اس طرح ہو کہ لازم سے اول کچھ اور چیز سمجھین اور بعد اُسکے ملزوم مثلاً سخی کو کہین کہ اُسکے باورچی خانے سے بہت راکھ نکلتی ہے اس مثال مین ملزوم تک واسطے بہت ہین اس سبب سے کہ بہت راکھ بہت لکڑی جلنے سے ہوتی ہے اور لکڑیون کا بہت جلنا بہت کھانا پکنے سے ہوتا ہی اور بہت کھانا پکنا مہمانونکی زیادتی پہ موقوف ہے اور مہمانون کی زیادتی سخاوت پہ

دلالت کرتی ہو یا کسی کی نسبت کمین کہ اُسکے باورچیونپر بہت محنت رہتی ہو پس باورچیونپر بہت محنت کا ہونا جب ہوتا ہو کہ اُنکو کام زیادہ کرنا پڑے اور یہ امر اس بات کی زیادتی کی وجہ سے ہوتا ہو کہ باورچیخانے مین کھانا زیادہ پکتا ہو اور کھانیکا زیادہ پکنا بہت سے مہمانونکے واسطے ہوتا ہو اسی قبیل سے ہے۔

شباب

کیا ہو بیان داد و دہش ایسے شخص کا	بند ھوا تا ہو جو توڑونکا مُنھ کچّے سوت سے

توڑونکا مُنھ کچّے سوت سے بندھوانا کنایہ ہو اہتمام سخاوت مین نہایت تعجیل سے اور اسجگہ انتقال توڑون کا مُنھ کچّے سوت سے بندھوانے سے اس بات کی طرف ہے کہ توڑونکے مُنھ کا بند مضبوط نہین ہوتا اوراس سے انتقال ہوتا ہے اس بات کی طرف کہ توڑون کا مُنھ جلدی کھُل جاتا ہے اور اس سے انتقال جلدی بخشنے کی طرف ہوتا ہے۔

سودا

تیرا ہی اب بروے زمین اے فلک جناب	بے قفل و بے کلید در فیض ہی مدام

بے قفل و بے کلید در فیض کا ہونا کنایہ ہو فیض مین اہتمام اور تعجیل سے یہان انتقال در کے بے قفل و بے کلید ہونے سے دروازے کے بند نہونیکی طرف ہوتا ہے اور اُس سے انتقال در فیض مین جلدی پہونچ جانیکی طرف ہوتا ہو اور اُس سے جلدی فیضیاب ہونیکی طرف انتقال ہوتا ہو۔

ولہ

وہ اُس کا خوان نعم ہے کہ جس کے مطبخ مین	صدا کھڑکنے کی ہو دیگ کے صدائے عام

دیگ کے کھڑکنے کی صدا کا عام ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہو کہ اُسکے مطبخ مین بے روک ٹوک ہر آدمی کھانا کھا سکتا ہو یہان دیگ کے کھڑکنے کی صدا کے عام ہونے سے انتقال اس بات کی طرف ہوتا ہے کہ اُس کے باورچیخانے مین چولھونپر دیگین ہمیشہ چڑھی رہتی ہین اور دیگونکا چولھون پر ہمیشہ چڑھے رہنا بہت کھانا پکنے کی وجہ سے ہوتا ہو اور بہت کھانا پکنا کھانا کھانے والونکی زیادتی پر موقوف ہو اور ان کھانا کھانے والونمین کسی خاص آدمی کی قید نہین بلکہ جو چاہتا ہو کھاتا ہو اور یہ انتہائے سخاوت پر دلیل ہے۔

حالی

بند اُس قفل مین ہے علم ان کا	جس کی کنجی کا کچھ نہین ہے پتا

نامعلوم کنجی کے قفل مین علم کا بند ہونا کنایہ ہے علم سے فائدہ نہ پہونچ سکنے سے اور اس جگہ علم کے قفل کی کنجی کا پتہ نہونے سے اس بات کی طرف انتقال ہوتا ہو کہ وہ قفل کھل نہین سکتا اور اس سے انتقال اس امر کیطرف

ہوتا ہی کہ علم جو مقفل ہو اُس تک رسائی ممکن نہین اور اس سے انتقال اس امر کی طرف ہوتا ہے کہ اُس علم سے کوئی نفع نہین اُٹھا سکتا۔

انیس

مطبخ ہی سرد آگ کا اُسمین نہین ہی نام	بچے ہواے گرم سے بیتاب ہین تمام

پہلا مصرع کنایہ ہی اس بات کی طرف کہ سب فاقے سے ہین کسی کو کھانا نہین ملا ہی یہان انتقال مطبخ کے سرد ہونے اور اُسمین آگ کا نام نہونے سے اس بات کی طرف ہوتا ہی کہ باورچیخانے مین ایندھن بالکل نہین جلا ہی اور اُس سے انتقال اس بات کی طرف ہوتا ہے کہ پکنے کے لیے چولھو پر کوئی چیز نہین رکھی گئی ہی اور کسی چیز کے نہ پکنے سے انتقال اس بات کی طرف ہوتا ہے کہ سب فاقے سے ہین۔ پس کمی وبیشی وسائط کی وجہ سے مقصود پر دلالت مختلف ہو جاتی ہے اگر وسائط کم ہون تو دلالت واضح ہوتی ہے اور جو زیادہ ہون تو خفی ہوتی ہے۔

تیسری قسم یہ کہ کنایے سے کسی صفت کا اثبات یا نفی کسی موصوف کے واسطے مقصود ہو۔

اثبات کی مثال یہ ہی کہین "فقیر کا جامہ شیر کا ہی" یعنی فقیر دلمین صفت شیر کی ہی اور یہ قدرت سے خالی نہین ہوتے یا جس وقت کوئی شخص کسی کی کمال حمایت اور رعایت کرے کہ ہر کلام اُسی کی بھلائی مین کہتا ہی تو کہین کہ "یہ تو اُسی کا جامہ پہنے ہوے ہے" ایسے ہی تاریخ ہندوستان مولفہ مولوی ذکاء اللہ کی یہ عبارت ہے۔ "حافظ رحمت خان شجاع الدولہ کو خدائی کا بے ایمان جانتا تھا اگر وہ قرآن کا جامہ پہن کر آتا تو بھی اُسے جھوٹا جانتا" قرآن کا جامہ پہن کر آنیسے مراد یہ ہی کہ صفت اتقاد پرہیزگاری سے متصف ہو کر آتا۔

میر

مت مانیو کہ ہوگا یہ بے درد اہل دین	گر آوے شیخ پہن کے جامہ قرآن کا

اسی قبیل سے ہی ترجمہ تاریخ فرخ آباد کی یہ عبارت:۔

"بہادر خان چونکہ شجاعت کے باعث سب روہیلہ سردارونمین نمود رکھتا تھا بول اُٹھا پھر کیا ای سردار دستار کے عوض زنانہ برقع کیون نہین پہن لیتے" زنانہ برقع پہن لینے سے مراد نامردی کا ثابت کرنا ہے۔

امانت

بتون کا نہ کلمہ پڑھا دوستو	امانت یہ فضل خدا ہو گیا

مثنوی سعدین

کلمہ بنا ہی یہ پڑھا کے رہے	بول بالا مرا گھٹا کے رہے

اپنا کلمہ پڑھانا یعنی اپنا مطیع و منقاد کر لینا ۔

ولہ

عشق کے ہین مقام سخت کڑے | مجھکو بھرنے پڑینگے کچے گھڑے

کچے گھڑے بھرنا کنایہ ہی محال کام کرنیسے کیونکہ کچے گھڑے مین پانی ٹھہر ہی نہین سکتا ۔

حالی

کہا در ہو یہ بھی اگر ہند اُس پہ | کہا اُسپہ بجلی کا گرنا ہے بہتر

یعنی اُس کو مر جانا چاہیے ۔

سودا

روے نامحرم سے بہتر چشم کور | پر نہ دکھلائے خدا جز روے گور

یعنی مرجائے ۔

میر

اب کے جنون مین فاصلہ شاید نہ کچھ رہے | دامن کے چاک اور گریبان کے چاک مین

دونون چاکون مین فاصلہ نرہنے سے مراد یہ ہی کہ گریبان بہت پھٹ جائے ۔

نفی کی مثال جیسے اس فقرے مین کتاب توبۃ النصوح مصنفہ مولوی نذیر احمد دہلوی کی "بڑے بھائی نے کہا کہین گھر بھرنے متوالی کودون تو نہین کھالی" یہ کنایہ اس امر کیطرف ہی کہ کسی مین عقل نہین رہی اسلیے کہ جب سب متوالی کودون کھالینگے تو سب کو نشہ حاصل ہوگا اور نشے سے سب کی عقل زائل ہو جائیگی ۔

حالی

غرض عیب کیجے بیان اپنے کیا کیا | کہ بگڑا ہوا یان ہے آوے کا آوا

آوے کا آوا بگڑا ہونے سے مراد یہ ہی کہ سب ایک ہی طرح کے ہین کسی کو تمیز و سلیقہ نہین یا کہا نہین مانتے سب نالائق ہین ۔

انوار حسین تسلیم

ہانین ایسی نکر تو اُوٹ پٹانگ | کہ کہین لوگ لسنے کھائی بھانگ

بھانگ کھانا ایسے محل مین کہتے ہین کہ کوئی امر نامعقول کا مرتکب ہوا اور اُسکی قباحت اُسکے ذہن مین نہ آئے کیونکہ جب بھنگ پیے گا تو اُس سے نشہ حاصل ہوگا اور نشے سے عقل زائل ہو جائیگی ۔ آزاد آبحیات مین لکھتے ہین مگر اِس حمام مین سب ننگے تھے ان کے ہان بھی سواے شہد پن کے دوسری بات نہین اس حمام مین

سب ننگ تھے کنایہ اِس امر سے ہی کہ کسی مین تہذیب نہ تھی۔

بیان تعریض

اگر کنایے مین موصوف مذکور نہو تو اُسکو تعریض کہتے ہین جیسے کوئی شخص پڑھے اور اُس پر عمل نکرے اُسوقت کہین عالم وہ ہی جو علم پر عمل کرے اور مراد یہ ہو کہ شخص معلوم عالم نہین یا جیسے کوئی بادشاہ رعیت پر ظلم کرے تو کہین بادشاہی اُسکو زیبا ہی جو رعیت کو آرام سے رکھے مطلب یہ ہو کہ فلان بادشاہی کے لائق نہین یا کسی پر طعنہ زنی کے واسطے کہین کہ اس زمانیکے یار آشنا کُش ہین یعنی شخص معلوم ایسا ہے۔

بھرت رام چندر جی کا سوتیلا بھائی تھا جب اُنکے باپ نے اُنکو اپنی جگہ مسند نشین کرنا چاہا تو اُن کی سوتیلی ماں کی کنیز نے جسکا منتھرا نام تھا اپنی بی بی سے جاکر یون کہا۔ **خوشتر**

زمانے مین یہ روشن ہے سبھو پر	کہ دشمن ہو برادر کا برادر
خصوصاً جبکہ ہووے بادشاہی	مقرر ہو برادر پر تباہی

مطلب یہ ہے کہ رام چندر جی بھرت کے دشمن ہین اور جبکہ اُنکو بادشاہی ہوگی تو بھرت پر تباہی آوے گی۔

انوار حسین تسلیم

یہ تو سچ ہے کہ پارسا ہے تو	گندی پر پھوٹی تھی مری خوشبو
تھی چھڑی چوبدار کی مجھپر	تھی سواری سوار کی مجھپر
سدھور نگریز میرے آتا تھا	نئی رنگت کے جوڑے لاتا تھا
کنگھی والون نے شانے توڑے مرے	ہاتھ منہار نے مروڑے مرے
دی جِلا مجکو سان والے نے	جھنڈا گاڑا نشان والے نے
لوٹتی کا مجھی کو تھا سودا	دل تھا اُس کی ٹکور پر شیدا
مین کنواری کبڈی کھیلتی تھی	ڈنڈ لڑکون مین ہی پیلتی تھی

ان تمام اشعار مین موصوف مذکور نہین اور وہ مخاطب ہی بطور تعریض کے متکلم نے اپنی ذات کو ذکر کیا ہی

ہمین بدنام ہین جھوٹے بھی ہمین ہین بیشک	**داغ**	ہم ستم کرتے ہین اور آپ کرم کرتے ہین

یعنی آپ ہی بدنام ہین اور آپ ہی جھوٹے ہین اور آپ ہی ستم بھی کرتے ہین

وہ ظلم کرتے ہین ہم پر تو لوگ کہتے ہین	**قلق**	خدا بُرے سے نہ ڈالے معاملہ دل کا

مطلب یہ ہی کہ لوگ اُنکو بُرا جانتے ہین اور کہتے ہین کہ خدا اُنسے معاملہ نہ ڈالے۔

مرجایئے یا کچھ ہو کسے دھیان کسی کا	**ظفر**	دنیا مین نہین کوئی مرہجان کسی کا

یعنی تم ہمارے نہین ہوا ور تمھین ہمارا دھیان نہین۔

ولہ

سوجھے ہی مجھے رونے سے دن رات کہ اک دن | گھر دینگے ڈبو دیدۂ گریان کسی کا

یعنی میرا گھر ڈبو دینگے۔

خورشید

انگیا جو مسک گئی تو بولے | آنکھین پھوٹین جو دیکھتا ہو

یعنی جو تو دیکھتا ہو تو آنکھین پھوٹین۔

ناسخ

ناسخ نہین ہے کام مجھے عمرو بکر سے | بس جانتا ہون بعد نبیؐ بوتراب کو

یعنی مجکو اصحاب ثلثہ سے کوئی غرض نہین۔

غالب

روے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیہ | سودا نہین جنون نہین وحشت نہین مجھے

یعنی روے سخن ذوق کی طرف ہو تو روسیہ غالبؔ نے جب سہرے مین یہ مقطع کہا۔

ہم سخن فہم ہین غالب کے طرفدار نہین | دیکھین اس سہرے سے کہدے کوئی بہتر سہرا

تو بہادر شاہ کو یہ خیال ہوا کہ اسمین ہم پر چشمک ہی کہ ہمنے جو شیخ ابراہیم ذوق کو اُستاد اور ملک الشعرا بنایا ہی یہ سخن فہمی سے بعید ہی بلکہ طرفداری ہو مرزا نے بادشاہ کا یہ خیال دور کرنے کیلیے ایسا کہا ہی۔

رسوا

ہے زندگی کا لطف تب ہی خضر خوش اوقات | جب ہاتھ مین ساقی کے صراحی ہو سبو ہو

یعنی تمکو زندگی کا لطف نہین کیونکہ تمھارے پاس یہ چیزین نہین۔

مومن

مین ہی تو رہا ہون کہین شبکو خوش و خرم | مین نے ہی تو کی بادہ کشی غیر سے باہم
میری ہی نظر سے تھا عیان نیند کا عالم | آتی ہی جمائی یہ جمائی مجھے ہر دم
انگڑائیان لیتا ہون یہ مین ہی تو پیہم | میری ہی تو گردن مین پڑا جائے ہی کچھ خم

میری ہی تو آنکھون مین غضب نیند بھری ہی
میری ہی جبین ہی جو یہ گھٹنے پہ دھری ہی

مین ہی توکہین رات کو بیدار رہا ہون	مین ہی توہم آغوش طلبگار رہا ہون
مین ہی تومی وصل سے سرشار رہا ہون	مین ہی توکف غیر سے میخوار رہا ہون
ملک ہوس تازہ خریدار رہا ہون	لذت دہ او باش ہوس کار رہا ہون

بدمستیان میری ہی توانکھوں سے عیان ہین
میرے ہی توہونٹونپہ یہ دانتونکے نشان ہین

بیان تلویح

اگر کنایے مین لازم سے ملزوم تک مراد لینے مین واسطے بہت ہون تو اُسکو تلویح کہتے ہین جیسے ٹھنڈے چولھے والا کنایہ بخیل سے ٹھنڈے چولھے کو لازم ہو کھانا نہ پکنا اور کھانا نہ پکنے کو لازم ہو کسی مہمان وغیرہ کا نہ آنا اور اُسکا خود بھوکا مرنا اور خود بھوکا رہنے اور کسی مہمان کے نہ آنیسے بخل ثابت ہوتا ہے۔

سودا

الغرض مطبخ اس گھرانے کا	رشک ہے آبدار خانے کا

مطبخ کا رشک آبدار خانہ ہونا کنایہ ہو نہایت بخل سے کیونکہ آبدار خانہ ہونیکو آگ کا نہ جلنا لازم ہے اور آگ کے نہ جلنے کو لازم ہو کھانیکا نہ پکنا اور کھانا نہ پکنے کو یہ بات لازم ہو کہ صاحب مطبخ نہ خود کچھ کھاتا ہو اور نہ دوسرونکو کھلاتا ہو اور اس سے بخل ثابت ہوتا ہو۔ اسی قبیل سے ہے یہ شعر بھی۔

ولہ

شادی پہ شادی یان ہے ہے سدا	دستہ ہاون سے پر کبھو نہ بجا

بیان رمز

اگر کنایے مین واسطے بہت نہون لیکن تھوڑیسی پوشیدگی ہو تو اُسکو رمز کہتے ہین جیسے چھوٹے سر اور لمبی داڑھی والا کنایہ ہو مرد احمق سے اور اسمین لازم سے ملزوم تک بہت سے واسطے نہین ہین مگر کنایے مین تھوڑیسی پوشیدگی ہو جسکی وجہ سے ذہن کا انتقال ملزوم تک تامل کے بعد ہوتا ہے۔

مومن

بیٹھین لب آب جو پہ اک دم	پہونچا ئین سبو سبو پہ اک دم

سبو پہ سبو پہونچانا کنایہ ہو کثرت میخواری سے۔

حافظ عبدالرحمن خان احسان

دخت رز سے کہا میخانے مین شب لبنون نے | آج تو خوب ہی کھٹکے تری سوکن کے گلے

یعنی بھنگیڑخانے مین بھنگیڑ دن نے خوب سبز پان گھونٹین ـ

انیس

خاک اُڑتی تھی منھ پر حرم شیر خدا کے | تھا چین بہ جبین فرش بھی جھونکے سے ہوا کے

فرش کا چین بہ جبین ہونا کنایہ ہے سمٹ جانے سے ـ

راجہ بینی بہادر

سیاہی مو کی گئی دل کی آرزو نہ گئی | ہمارے جامۂ کہنہ سے مے کی بو نہ گئی

جامۂ کہنہ سے شراب کی بو کا نہ جانا کنایہ ہے اس سے کہ بڑھاپے تک مے خواری کرتے رہے ـ

بیان ایما و اشارہ

اگر کنایے مین واسطون کی کثرت ہو اور کچھ پوشیدگی بھی ہو تو اُسکو ایما و اشارہ کہتے ہین ـ جیسے سفید ریش کے لفظ سے پیر کا سمجھنا اور یہ امر واضح ہے ـ

حالی

جنھون نے مجسطی پہ ہین ڈیرے ڈالے | حواشی ہین تجرید کے سب کھنگالے

مجسطی پہ ڈیرے ڈالنا اشارہ ہے اُنکے مجسطی کی نہایت مزاولت کرنیسے اور تجرید کے حواشی کھنگالنا اشارہ ہے تجرید کے حواشی کی بخوبی تحقیقات کرنے سے ـ

ولہ

جو اُٹھا دنرات کی دل لگی تھی | شراب اُنکی گھٹی مین گویا پڑی تھی

شراب کا گھٹی مین پڑا ہونا اشارہ ہے ابتدائے عمر سے نہایت شرابخواری مین مبتلا رہنے سے ـ

ولہ

ہوئی ترکی تمام خاندانونکی | لٹ گئی جڑ سے خاندانونکی

یہ اشارہ ہے اُنکی آبرو اور ثروت باقی نرہنے سے ـ

میر

شرکت شیخ و برہمن سے میر | اپنا کعبہ جدا بنائینگے ہم

اپنا کعبہ جدا بنانا اشارہ ہی سب سے علیحدہ رہنے سے۔

حالی

یارون کو کرتی اغیار تو ہے	چلواتی گھر گھر تلوار تو ہے

گھر گھر تلوار چلوانا اشارہ عداوت اور جھگڑا پیدا کرنے سے۔

ولہ

لائق نہین تمھارے مژگان خون نگاہان	مجروح دلکو میرے کانٹو نمین مت گھسیٹو

کانٹو نمین گھسیٹنا اشارہ ہی ایذا رسانی سے۔

انیس

توڑا ہے علمدار کے ماتم نے کمر کو	چھوڑا ہے جو اُس بیٹے نے پیری مین پدر کو

کمر کو توڑنا اشارہ ہی صدمۂ عظیم پہونچانے سے۔

دبیر

خورشید نے دیکھا ہو نہ سایہ جس کا	وہ وا ہی زینب سر بازار پھرے

خورشید کا سایہ نہ دیکھنا اشارہ ہی نہایت پردہ پوشی سے۔

ظفر

کھلی جو اُس بت بے مہر کی جھلک سے پلک	نہ ذرہ بھر کبھی میری لگی پلک سے پلک

پلک سے پلک نہ لگنا ایما ہے نیند نہ آنے سے۔

تتمہ

علماے بلاغت کا اس امر پر اتفاق ہی کہ مجاز حقیقت سے اور کنایہ تصریح سے زیادہ بلیغ ہی اور استعارہ تشبیہ سے قوی ہی مجاز کے حقیقت سے اور کنایے کے تصریح سے زیادہ بلیغ ہونیکی وجہ یہ ہی کہ مجاز مین ملزوم سے لازم کیطرف انتقال کیا جاتا ہے مثلاً کوئی کہے کہ مین نے چاند کو دیکھا اور مراد اُس سے معشوق ہو تو یہ کہنا اس کہنے سے زیادہ بلیغ ہوگا کہ مین نے معشوق کو دیکھا اسلیے کہ پہلا قول مثل ایسے دعوے کے ہی جسکے ساتھ گواہ موجود ہو کیونکہ ہر ملزوم کا وجود اپنے لازم کے ہونے پر گواہ ہی یعنی ملزوم کا ہونا لازم کے ہونے کو چاہتا ہی یہ نہین ہو سکتا کہ ملزوم ہو اور لازم نہو بخلاف اسکے کہ مین نے معشوق کو دیکھا کہ مثل ایسے دعوے کے ہی جسکے ساتھ گواہ نہ ہو اور جس دعوے کے ساتھ گواہ موجود ہو وہ اُس دعوے سے بدرجہا بہتر ہوتا ہی جسکے ساتھ گواہ نہو۔

استعارے کے تشبیہ سے قوی ہونیکی وجہ یہ ہو کہ وجہ شبہ مشبہ بہ مین مشبہ سے زیادہ کامل ہوتی ہے اور استعارے مین مشبہ کے بعینہٖ مشبہ بہ ہونیکا دعوے کرتے ہین یعنی معشوق کے بعینہٖ چاند ہونیکا دعوے کرتے ہین اور اُسکے الفاظ تشبیہ پر بھی دلالت نہین کرتے اور ایک قرینہ ایسا ہوتا ہے کہ معنی موضوع لہ کے مراد نہونے پر دلالت کرتا ہو پس یہ امر ایسے دعوے کیطرح ہوا جسکے ہمراہ گواہ موجود ہو۔

تیسرا شہر علم بدیع کے احوال مین

بدیع ایک علم یعنی ملکہ ہو جس سے چند اُمور ایسے معلوم ہو جاتے ہین جو خوبی کلام کا باعث ہوتے ہین مگر اول اس بات کی رعایت ضرور ہو کہ کلام مقتضائے حال کے مطابق ہو اور اُسکی دلالت مقصود پر خوب واضح ہو کیونکہ ان دونون خوبیونکے بعد ہی کلام مین محسنات سے حسن و خوبی آسکتی ہے ورنہ بغیر ان اُمور کی رعایت کے علم بدیع پر عمل کرنا ایسا ہو جیسے بدشکل عورت کو عمدہ لباس اور زیور پہنا دینا اسوجہ سے اس علم کا مرتبہ علم معانی و بیان کے بعد سمجھا گیا ہے بلکہ بعض تو یہ کہتے ہین کہ یہ کوئی علم مستقل نہین انھین کے ذیل مین داخل ہی مگر یہ قول اُن کا تحقیق کے خلاف ہو اسلیے کہ اس علم کے رتبے کے تاخر سے یہ لازم نہین آتا کہ یہ مستقل ایک علم نہو اگر ایسا ہی سمجھا جائے تو بہت سے علوم ایسے نکلینگے کہ اپنے مراتب کے تاخر کے لحاظ سے علیحدہ علیحدہ علم نرہینگے اس تقریر سے علم بدیع کا موضوع اور غرض اور غایت اچھی طرح روشن ہوگئی اور منفعت اسکی یہ ہو کہ کلام مین ایسی خوبی پیدا ہو جائے کہ کانون کو بھلا معلوم ہو اور دلمین اثر کر جائے اول جس نے ان قواعد کا نام علم بدیع مقرر کیا عبد اللہ بن معتز عباسی ہو کہ ۲۷۴ ہجری مین اُسنے علم بدیع کے قواعد اختراع کرکے ایک مستقل علم مقرر کیا اس علم کو علیحدہ اس لیے مقرر کیا ہو کہ یہ بھی ایک بڑے کام کی چیز ہے اگرچہ علم معانی اور بیان سے کلام مین حسن ذاتی آجاتا ہو اور اُنکے ہوتے ہوے محسنات بدیعی کی تحصیل کی کوئی حاجت نہ تھی لیکن انشا پردازون نے کلام مین حسن عارضی کی طرف بھی توجہ کی ہو اسلیے کہ اچھی چیز اگر جزئیات سے خالی ہو تو اکثر ایسا ہو جاتا ہو کہ بعض کوتاہ فہم اسکی ذاتی خوبیونکی تفتیش نہین کرتے اور اسلیے اُس سے فائدہ حاصل نہین کرسکتے اسکے بعد غور کرو کہ زائد خوبیان یا تو اصالۃً معنوی خوبیونکی طرف راجع ہوتی ہین گو بالاتباع لفظی خوبیونسے خالی نہین ہوتین یا لفظی خوبی کی طرف اصالۃً راجع ہوتی ہین پہلی صورتین معنوی کہتے ہین اور دوسری صورتین لفظی۔

نثاری نے رسالہ چہار گلزار مین جو زبان فارسی کے قاعدونکے بیانمین ہی تھوڑی سی قسمین صنائع لفظی
و معنوی کی بھی بیان کی ہین اور عجیب خلط مبحث کیا ہی کہ لزوم مالا یلزم اور تضمین المزدوج اور متلون اور
مسمط اور مقطع وغیرہ صنائع لفظی کو صنائع معنوی مین ذکر کیا ہی حالانکہ کسی صاحب رسالہ نے
ان صنعتونکو صنائع معنوی مین نہین لکھا اور کیونکر لکھتے کہ یہ سب صنعتین صنائع لفظی سے ہین ہان اگر
نثاری گل اول صنائع لفظی مین اور گل دوم صنائع معنوی مین نہ قرار دیتا تب بھی ہم کہ سکتے تھے کہ اُسنے
صنعت کی قسمین بے ترتیب بیان کی ہین جیساکہ اکثر چھوٹے چھوٹے رسالے والون نے کیا ہی قطع نظر اسکے
اُس رسالے کے اکثر مسائل غلط ہین اور بہت سی جگہ سہو و غلطی واقع ہوئی ہی جو نو آموزان مکتب
فرہنگ سے بھی نہایت بعید ہی اس تقریر سے ہمارا یہ منشا نہین کہ نثاری پر خواہ مخواہ اپنی طرف سے
عیب چپکاوین جیساکہ سید وارث علی نے کیا ہی بلکہ جو بات اصل ہوتی ہی وہ منصفانہ بیان کی جاتی ہی
چنانچہ اُس رسالے کے ملاحظے سے یہ بات ہر ایک پر واضح ہو سکتی ہے —

الغرض اس شہر مین دو باغ ہین ایک باغ صنائع لفظی کے بیانمین دوسرا صنائع معنوی کے ذکر مین —
وجہ تقدیم صنائع لفظی کی صنائع معنوی پر یہ ہی کہ اول لفظ سُننے مین آتے ہین پھر معانی سمجھے جاتے ہین
بعض مصنفین نے اسکے برخلاف معنی کو الفاظ پر تقدیم دیکر اول صنائع معنوی کو بیان کیا ہی پھر صنائع لفظی کو
کیونکہ مقصود اصلی اور غرض اولی معانی ہین اور الفاظ اُنکے توابع و توالب ہین —

فائدہ اگر شعر مین کئی صنعتین مختلف ہون تو اُسے صنعت مرکب کہتے ہین اور رغایت علم پارسی بھی نام رکھا ہے

پہلا باغ صنائع لفظی کے بیان مین

صنعت تجنیس وہ ہی کہ دو لفظ تلفظ مین مشابہ ہون اور معنی مین مغایر اور اسکی کئی قسمین ہین —
(۱) تجنیس تام اور وہ یہ ہی کہ دو لفظ انواع حروف اور اعداد حروف اور ترتیب حروف اور
حرکات و سکنات مین متفق اور معنی مین مختلف آئین پس اگر تجنیس کے دونون لفظونکی نوع علٰحدہ ہو یعنی
ایک اسم ہو ایک فعل یا ایک اسم ہو اور ایک حرف یا ایک فعل ہو اور ایک حرف تو تجنیس تام
مستوفی کہتے ہین جیسے پاٹ ایک جگہ امر ہو مصدر پاٹنا سے اور یہ فعل ہے اور ایک جگہ پاٹ اسم ہو چکی کے پاٹ
یا دامن کے پاٹ کے معنے مین —

حسرت

جب سیر گلستان کو وہ شوخ گیا تڑکے	دل چاک ہوا گل کا غنچے کے جگر تڑکے

پہلے مصرع مین تڑکے صبحکے معنی مین ہی اور دوسرے مصرع مین ماخوذ ہی تڑکنے سے یعنی ماضی مطلق کا صیغہ ہے

انشا

کہا دل نے مرے دیکھی جو وہ مانگ	کہ ہی یہ رات آدھی کچھ دعا مانگ

پہلے مصرع مین لفظ مانگ اسم ہی اور دوسرے مین فعل امر۔

شاہ حاتم

جب سُنا موتی نے تجھ دندان کے موتی کا بہا	آب مین شرمندگی سون ڈوب جون پانی بہا

پہلا بہا اسم ہی اور دوسرا بہا فعل ماضی۔

امانت

آبداری سے جو ملو نظر آیا وہ گلا	رشک کی برف سے کیا جسم صراحی کا گلا

اول مصرع مین گلا اسم ہی اور دوسرے مصرع مین فعل۔

رنگین

یک بیک گھبرکے وہ اُٹھا پکار	مار تیرے ہاتھ مین ہے اسکو مار

پہلا لفظ مار اسم ہی اور دوسرا فعل امر۔

حسن

کئی دن تیرے چھپ رہنے مین اشک آنکھوں سے برسا ہے خدا نا ترس کیا کافر ہی دل تیرا کہ کیا کہیے	نکل خورشید رو گھر سے کہ عالم خوب ترسا ہی نہ ایسا گبر کوئی ہے نہ ایسا کوئی ترسا ہی

پہلے شعر کے دوسرے مصرع مین ترسا ماضی ہی ترسنے کی اور دوسرے شعر مین اسم ہی نصارے کے معنے مین۔

ناسخ

بس نہ ترسا بہت اے کافر ترسا مجکو	لب جان بخش دکھا پھر مسیحا مجکو

ظفر

جگر کے داغ پہ اُسکو نکو ہمنے ریل دیا	کہ یعنی جلتا نہین ہے بغیر تیل دیا

پہلا دیا ماضی ہی اور دوسرا دیا اسم ہے۔

خیراتی خان دلسوز

سب سہینگے ہم اگر لاکھ بُرائی ہوگی	پر کہین آنکھ لڑائی تو لڑائی ہوگی

پہلا لفظ لڑائی ماضی ہی اور دوسرا اسم۔

رحمت اللہ محرم

جو کھل کھلاتی ہی گل کی ہر ایک ڈالی آج		چمن مین کسنے الٰہی نگاہ ڈالی آج

پہلا لفظ ڈالی ماضی ہی اور دوسرا اسم ـــ

محمد اکبر اکبر

فصل بہار ہے نہ کتر باغبان پر		لازم ہی رحم بلبل شیدا کی جان پر

انیس

کاٹے ہین کس کی تیغ دو پیکر نے تین پر		خیبر مین کیا گذر گئی روح الامین پہ

دونون شعر دنکے پہلے مصرعو نمین لفظ پر حرف ہی اور دوسرے مصرعو نمین اسم ہی ـــ
اور اگر دونون فقط ایک نوع سے ہون تو **تجنیس تام مماثل** کہتے ہین جیسے لفظ کل ایک جگہ بمعنی آرام و قرار اور دوسری جگہ بمعنی دیروز و فردا ہو ـ

امانت

تڑپ تڑپ کے گذاری فراق کی شب ہے خدا ہی خیر کرے آج رنگ سب ڈھب ہے		قرار سوز جگر سے بھلا مجھے کب ہے ہوا ہے کل سے بھی کچھ درد کل نہین اب ہے

ٹپک رہا ہے کئی دنسے آبلہ دل کا

ظفر

پھر کہان کل اُسکو گر کل ہو ذرا بگڑی ہوئی		آدمی کہتے ہین جس کو ایک پتلا کل کا ہی

قلق

ہو گیا ہے پلنگ مثل پلنگ		اسقدر زیست سے ہوا ہون تنگ

جانصاحب

جانصاحب نے بھی کیا ہے یہ چوٹی چوٹی		وصف مین چوٹی کے اک شعر نہ چوٹی کا کہا
گویا ہین مرے یار کے لب لال کی صورت	ولہ	کہتا ہی جو یاقوت زبان لال ہوا اُسکی

ناسخ

لطف تب تھا کہ صفائی مین صفائی ہوتی		خط کے آغاز مین گر مجھسے ہوا صاف تو کیا

شایان

زر خالص ایسا کہان کان مین		طلائی وہ بُندہ پڑا کان مین

مثنوی سعدین

کبھی دیکھے سُنے نہ ایسے کان + لکھون کانون کو نازکی کی کان

گویا

حروف سے خط مسطر ہون جیسے پوشیدہ اسی روش سے زیر سایہ نہان ہے

نظیر

وہ نیچی کافر سیاہ پٹی نہ دل کے زخمو نپہ باندھی پٹی پڑھی ہو جسنے کہ اُسکی پٹی وہ پٹی سے سر پٹک ہا ہے

داغ

سمندر مین سمندر ہون صدف مین ہے شرر پیدا جو چمکے آتش قہر و غضب کی تیرے چنگاری

وزیر

خط عاشق سے جو نفرت تھی نکل آیا خط کو نسا جرم ہے جسکے لیے تعزیر نہین

آغا حسن اول

اُسکو حجاب وصل مین بھی اس قدر رہا محرم سے ہونے پائے نہ محرم تمام شب

عالم علیخان مست

بوسہ لیا ہے یار کی انگلیا کے پان کا کھایا ہے آج پان نئے خاصدان کا

وحید الدین خان فرد

وہان چھاتی ہے گدرا ئی نہو کیونکر یہان کھٹکا درخت بارور مین باندھتا ہے باغبان کھٹکا

ذوق

ماہ گہنے کے لیے ہے نہ کہ گہنے کے لیے تیرے گہنے کا کہون کیا اُسے زیبا گوہر

پہلا گہنا خسوف ہونیکے معنی مین مصدر ہے اور دوسرا گہنا زیور کے معنی مین اسم جامد ہے —

عبد اللہ خان مہر

یہ شان نازکی ہے کہ شانہ اُتر گیا آیا اُتر کے زلف سے جب شانہ دوش پر

حکیم میر محمدی ظاہر

مہر کی جسپر نظر کی مہر سان چمکا دیا آپ چاہا جب تو جلوہ ذرّے مین دکھلا دیا

انشا

نیاز و ناز کے عالم مین شب اُنکے کڑے بولے کہ پانون ٹیکے چھوٹو گے اگر تم ہان کڑے بولے

پہلے کڑے زیور کا نام ہے اور دوسرے کڑے سخت کے معنی مین ـ

مومن

یوسف سے عزیز کو کبھی حال	زندان عزیز مین پھنسایا

نسیم

بہرام ہے تو ارے وہی چور	رہ تجھکو بتا دُن سحر سے گور
بدمین سمجھ کے گور کا نام	پنجرہ اک لائی وہ گُل اندام

پہلا لفظ گور صحرائی خر کے معنی مین ہی جسے گورخر بھی کہتے ہین اور دوسرا لفظ گور قبر کے معنے مین ہے ـ

(۲) **تجنیس مرکب** یعنی تجنیس کے ایک لفظ کو دو کلمونکی ترکیب سے حاصل کرین اور ایک لفظ مفرد ہو اور یہ دو حال سے خالی نہین اگر کتابت وخط مین موافق ہون تو **تجنیس مرکب متشابہ** کہینگے جیسے ـ

ایاز محمد خان بھوپالی

قاتل نے لگایا نہ مرے زخم پہ مرہم	حسرت یہ رہی جی ہی کی جی مین گئے مرہم

حسرت

روٹھے ہوے جاتے ہو ہم سے جو تم اب لڑکے	ہم بھی نہ ملینگے پھر سُننے ہو میان لڑکے

امانت

دھیان آتے ہین مجکو ترے جوبن کے برابر	معشوق یہان آتا ہے جوبن کے برابر

میرحسن

فقط موتیونکی پڑی پائے زیب	کہ جسکے قدم سے گہر پائے زیب

انیس

خالی نہ گیا وار کوئی تیغ دو سر کا	ہاتھ اُڑ گئے گر یا کون بچا سر کوئی سر کا

رافت

لب لعل وہ رشک یاقوت تھے	پئے جان عشاق یا قوت تھے

مجبور

باتین دیکھ زمانے کی جی بات سے بھی کہلاتا ہی	خاطر سے سب یارونکی مجبور غزل کہلاتا ہی

پہلا لفظ کہلاتا ہی کاہلی کرتا ہے کے معنے مین ہے ـ

اور اگر خط وکتابت مین مخالف ہونگے تو **تجنیس مرکب مفروق** بولینگے مثال اسکی ـ

لمؤلفہ

کچھ ہمکو نظر یار کا دل آتا ہی میلا	ساقی تو صفائی کے لیے شیشۂ مے لا

پہلے مصرع مین میلا لفظ مفرد ہی اور دوسرے مصرع مین مرکب ہی لفظ مے بمعنی شراب ورلا صیغۂ امر سے

ذوق

کہا جی نے مجھسے یہ ہجر کی رات	یقین ہے صبح تک دیگی نہ جینے

پہلے مصرع مین لفظ جی نے مرکب ہے اور دوسرے مصرع مین جینے لفظ مفرد ہے
پھول ٹپاریکا شعر ہے۔

اے یار جو کوئی کسی کو کلپاویگا	یہ یاد رہے وہ بھی نہ کل پاویگا

نواب برعلیخان زائر

کیونکر نہ ہو منکر بدیہی	دلمین ہو کھبری ہوئی بدی ہی

پہلے مصرع مین لفظ بدیہی مفرد ہی اُس چیز کے معنی مین جسکا علم فکر پر موقوف نہ ہو اور دوسرے مصرع مین بدی ہی مرکب ہی بدی اور لفظ ہی سے جو حصر کا فائدہ دیتا ہے۔
اسی کے قریب امثلہ ذیل ہین۔

انشا

وہ جو کھاتے ہین پان مین زردا	گھس گئی اُن کے کان مین زرد آ

پہلے مصرع مین زردا تنباکو کے خوردنی کے معنی مین ہی اور یہ لفظ مفرد ہی اور دوسرے مصرع مین زرد اور آ دو لفظ ہین آ صیغۂ ماضی مطلق ہی اور زرد اُس کا فاعل ہی زرد سے مراد پیلی بھڑ ہے۔

عزیز

آہو تو بھلا کیا ہے چکارہ ہے چکارہ	دنیا مین کسی کی بھی نہین تجھسے بڑی آنکھ

مومن

وان سے جواب صاف ہی لائی	بات بنائی پر نہ بن آئی

رفعت

وہ لب شیرین تھے جنکے آگے نبات	خجل اس قدر ہو کہ آمے نبات

میر

نہ قشقل نہ سلی نہ سرخاب ہے	تمام اُسکے لوہو سے سرخ آب ہے

جرأت

کل آئی دلکو جو آئی تری کلائی ہاتھ		خفا ہو مجھسے چھوڑاتا ہے کیون میان پہونچا

میر امن

خواہ تم پانون گھسو یا کہ رکھو سر بہ سجود		بات پیشانی کی جو کچھ ہی سو پیش آنی ہے

دبیر

سوے صف آئی کرکے صفائی روان ہوئی		تن مین سمائی دل مین در آئی روان ہوئی

ولہ

صادق مثال شمس و قمر کی نہ آئی نہ +		کیا تاب منھ تو دیکھو جو بر رو ہو آئنہ

ولہ

ہوتی جو سپر یہ تو نہ کٹتے سپر اُسکے		پر حیف کہ بڑھتے نہ بزیر سپر اُسکے

اگرچہان امثلہ مین غور کرنے سے اعداد حروف کے اعتبار سے بظاہر فرق معلوم ہوتا ہی مگر چونکہ بوجہ اسکے کہ تلفظ مین دونون لفظ ایک سے معلوم ہوتے ہین یہان لکھدیا ہے۔

(۳) تجنیس مرفو وہ یہ ہے کہ ایک لفظ مفرد ہو اور دوسرا لفظ کسی دوسرے کلمے کے جز سے مرکب ہو بخلاف تجنیس مرکب کے کہ اُس مین ایک لفظ مفرد ہوتا ہی اور دوسرا متجانس پورے دو کلمون سے مرکب ہوتا ہی مثال تجنیس مرفو کی۔

امانت

سینہ وہ سینہ کہ دیکھے تو تڑپ جائے بشر		ایسے سینے نہین دیکھے ہین کسی نے سن بھر

لفظ کسی کا لفظ (سی) لفظ (نے) سے ملکر متجانس سینے کے ہوا۔

عبرت

ہجوم اُس آستان پہ مرد مک کا		نہ ہو کیونکر کہ ہے وہ خرد مکا

شاہ حاتم

ان سیم برون کے ساتھ سونا معلوم حاتم افسوس دی وا مرو د گذشت		قسمت مین لکھی ہے خاک سونا معلوم فردا کی رہی اُمید سونا معلوم

دبیر

غل تھا کہ اب مصالحت جسم وجان نہین		لو تیغ برق دم کا قدم درمیان نہین

لفظ برق کا قاف دم سے ملکر قدم کا متجانس ہوا۔

فائدہ یاد رکھو کہ یہ تینون بھی تجنیس تام کی قسمین ہین پس تجنیس تام کی کل پانچ قسمین ہونگی اور چونکہ اسمین دونون لفظونکا حقائق اور اعداد اور ہیئت مین متفق ہونا ضرور ہے پس اس وجہ سے تراب کا یہ شعر ؎

اگر دلی ہو یا لکھنؤ یا شہر بنارس　　جس شہر مین اُلفت نہو وہ تو ہی بنارس

تجنیس مرکب تشابہ مین داخل نہوسکیگا کیونکہ مصرع اول مین بنارس ایک شہر کا نام ہے بائے موحدہ کے فتح سے اور دوسرے مصرع مین بنا رس سے مراد بے لطف و بے مزہ ہے اور اسمین بائے موحدہ مکسور ہے یہ مرکب ہے لفظ بنا اور لفظ رس سے پس یہ دونون لفظ ہیئت حروف یعنی حرکات و سکنات مین متفق نہین

(۴) **تجنیس خطی** یعنی دو لفظ متجانس بغیر رعایت نقاط و حرکات وانواع حروف کے مشابہ شکل مین واقع ہون جیسے مشکین اور مسکین اور خط و حظ اور زرا اور رزا اور غرق اور عرق—

انشا

لی چپکے سے مین نے جبکہ اُسکے چٹکی　　بولی کہ پڑے جان پہ تیرے پٹکی

مقصود بالتمثیل چپکے اور چٹکی ہے—

ہوس

کوئی قطعۂ خط سے حظ اُٹھاتا　　جون حرف غلط یہ مٹ ہی جاتا

دبیر

منہ غرق عرق تھے جھلکے خورشید ہوا تر　　ابرو سے ٹپکتا ہی پڑا تیغ کا جوہر

سید درویش ثروت

قابل نہ تھے جفا کے اُٹھانے کے ہم ذرا　　ثروت نباہ ہی یہ اُس آفت پناہ کی

مقصود بالتمثیل نباہ اور پناہ ہے—

بیدار

کہو تو کس سے مین پوچھون نشان خانۂ دوست　　کہ آشنا نہ عنقا ہی آشیانہ دوست

آشیانہ اور آستانہ مین تجنیس خطی ہے—

حالی

شیخ اور بذلہ سنج شوخ مزاج　　رندا ورمرجع کرام و ثقات

شیخ اور سنج مین تجنیس خطی ہے—

خرابہ مین خزانہ جو ملا ہے　　شایان　وہ حرف میکدہ ہو تو بھلا ہے

دبیر

تیّاری تیغ و تبر و تیر ہوئی ہے | تدبیر گرفتاری شبّیر ہوئی ہے

تبر و تیر مین تجنیس خطی ہے —

داغ

اتفاق ہوگئی عُسرت کی عشرت اپنے قسمت | مبدل ہوگئی آسانی سے میری دشواری

عُسرت و عشرت مین تجنیس خطی ہے —

ذوق

شمیم عیش سے ہی یہ زمانہ عطر آگین | کہ قرص عنبر اگر ہے زمین تو گرد عبیر

عنبر و عبیر مین تجنیس خطی ہے —

ظفر

کھل گئی ہم پر کہ رندو نسے کہین بگڑی ہے آج | سر پہ ہی پگڑی جو تیرے زاہدا بگڑی ہوئی

پگڑی اور بگڑی مین تجنیس خطی ہے —

نحیف

وہ گرمی نظر سے پسینے مین تر ہوے | مین غرق ہوگیا عرق انفعال مین

اسی قبیل سے ہی آنا الفاظ دائرہ دار کا متواتر —

مذاق

جان جانان و جہان جان و جان و جہان | روح روحانی روان انسی و جانی علی

حیف

پسند آئی ہی اُس بت کی مجھے چین جبین ایسی | پہنتا ہون جو مین چین کر گریبان آستین اپن

شاداب

تجھ سا حسین بحر جہان مین کہین نہین | سطرین ہین لوح حسن کی چین جبین نہین

امیر

رواج دین محمد ہوا اہل دین مومن شاد | رہائی پائین جو زندان غم مین ہین محبوس

(۵) تجنیس محرّف اور وہ یہ ہی کہ دو نون لفظ بہمہ وجوہ نوع اور عدد اور ترتیب حروف مین مشابہ ہون لیکن ہیئت یعنی حرکات و سکنات مین مخالف واقع ہون اور اسکو بعض تجنیس ناقص بھی کہتے ہین

جیسے بیر بالکسر بمعنی میوۂ معروف اور بیر بالفتح بمعنی عداوت۔

ترّاب

اگر دلی ہو یا لکھنؤ یا شہر بنارس — جس شہر مین اُلفت نہو وہ تو ہی بنارس

احسان

گلے سے لگتے ہی جتنے گلے تھے بھول گئے — وگرنہ یاد تھین ہمکو شکایتین کیا کیا

یہ اُس وقت مین ہی کہ گلِے کی جمع یاے سے لکھی جائے۔

انیس

صدمون مین علاج دل مجروح یہی ہی — ریحان ہی یہی رَوح یہی رُوح یہی ہے

نسیم لکھنوی

مشکین زلفون سے مشکین کسوا دو — کالے ناگون سے مجکو ڈسوا دو

ناسخ

جب تک نہ آب پاک دہان نبی پیا — اُس شیر کے نہ دلمین خیال آیا شیر کا

ہ

یہ بھی نہ پوچھا کبھی صیاد نے — کون رَہا کون رِہا ہو گیا

علی احمد علی تخلص

چھوٹی ہے گالیو پنر تری کس قدر زبان — چھوٹے سے مُنھ مین ہی یہ بڑی فتنہ گر زبان

نسیم دہلوی

مین تو کیا ہون کارِدان کے کاروان ہونگے اسیر — بُندہ لاکھونکو کرے گا آج بُندہ کان کا

کرم خان متخلص بہ کرم رامپوری کی ساری غزل اسی صنعت مین ہی جسکا مقطع یہ ہی ؎

ترے قدمو پنر جو گرا کرم تو یہ بولے مُنھ پہ پھُلے ہین — ہوئی ریش سَن با خیر سِن بجھے بھائے سُن ترے گھونگرو

پہلا سَن مفتوح الاول دوسرا مکسور الاول تیسرا مضموم الاول ہے۔

(۴) تجنیس زائد و ناقص یعنی ایک لفظ متجانس مین دوسرے لفظ سے ایک حرف زیادہ ہو اور دوسرے مین کم۔ اسی سبب سے اسکو تجنیس زائد و ناقص کہتے ہین اور یہ تین حال سے خالی نہین یا اول مین کوئی حرف زیادہ یا کم ہوگا جیسے بات و نبات یا درمیان مین کمی و بیشی ہوگی جیسے گل اور گال دم اور دام یا آخر مین جیسے چاہ اور چاہا اور پیمان اور پیمانہ۔

پہلی قسم کی مثال یہ شعر برشتہ تخلص شاگرد بھورے خان آشفتہ کا ہے

رشتہ توڑا برشتہ اُلفت کا — دیکھ اُسنے شکستہ حال ہیں

ناسخ

یون نہ باتین چبا چبا کے کرو — مہربان بات ہے نبات نہین

آذر

باریک بال سے بھی ہے تیری کمر میان — ہوگا وبال زلف بڑھا نی کمر کمر

ضامن

ترنج اسلیے ہی ترش اُسمین بھی ہی رنج — برنج خور بھی ہوتے ہین مبتلائے رنج

دبیر

آزردہ جو تھی تیغ علیؑ زندہ کے دم سے — دم ہوگیا اُسوقت جُدا لفظ عدم سے

ولہ

عارض سے بدر ہووے معارض یہ کیا مجال — ابرو سے بڑھکے شہر بدر ہو ابھی ہلال

میر

کھول کر بال سادہ رو لڑکے — خلق کا کیون وبال لیتے ہین

داغ

جراحت کے عوض راحت ہوئی اس دور مین پیدا — بنا مرہم دل افگاران غم کا چرخ زنگاری

احمد خان غفلت رامپوری

جو وان کا قطرۂ آبِ زلال لال پیے — اگر وہ شرق مین ڈوبے تو ہو پنچے غرب مین شور

حالی

گلہ بانی کے لیے پایا جو ایماے شعیب — بکریان اُسنے چرانے مین نہ سمجھا کچھ عیب

لمؤلفہ

جل گیا آتش فرقت سے تن زار تمام — حیف تو بھی نہ ہوا میرا یہ آزار تمام

دوسری قسم کی مثال۔

امانت

میرے نالون نے رقیبونکو جتایا راز عشق — شور کر کے کوچۂ جانان مین شر پیدا کیا

آتش

ٹپکاتے زخم ہجر پہ اے ترک کیا کریں | خالی ہیں تیل سے ترے چہرے کے تل تمام

مثنوی نلدمن اُردو مؤلفۂ راحت

ٹربس رہتا ہے ہمدوش الم وہ | ہوا ہے ٹل سے اب نال قلم وہ

میر

زور وزر کچھ نہ تھا تو بارے میرؔ | کس بھروسے پہ آشنائی کی

ناسخ

غیب سے آکے طائر دیکھنا ہونگے اسیر | کھاکے بل موے کمر بنتا ہے پھندا بال کا

برق

وصف کس منہ سے کروں اُس ابروے خمدار کا | پھول سے ہلکا ہی پھل قاتل تری تلوار کا

مومن

ہم بچا لینگے سن لے موج ہوا بل تیرا | اُسکی زلفوں کے اگر بال پریشان ہونگے

ظفر

لال ہو جو نہیں منہ ہے چمن میں گل کا | سیلی باد صبا سے ہی لگی گال پہ ضرب

درد

سلطنت پر نہیں ہے کچھ موقوف | جسکے ہاتھ آئے جام سو جم ہے

غالب

دیر نہیں حرم نہیں در نہیں آستان نہیں | بیٹھے ہیں رہ گذر پہ ہم کوئی ہمیں اُٹھائے کیوں

حسرت

ہندو بچہ وہ بت برہمن خود کام | زنار سے باندھ لیچلا سب آرام
میں نے کہا رم مجھسے نکر رام ہو ٹک | کہنے لگا کیا چیز ہے رم جانے رام

رام اور آرام پہلی قسم کی مثال ہیں اور رم و رام دوسری قسم کی اور دونوں رام تجنیس تام کی مثال ہیں تیسری قسم کی مثال یہ فقرہ کتاب الف لیلی اُردو مترجمہ منشی عبد الکریم لکھنوی کا شہزادہ امین امینہ کو بڑے اعزاز واکرام سے لیگیا۔

میکدہ تک محتسب کو میکشو آنے تو دو | **ناسخ** | دیکھکر پیمانے کو پیمان شکن ہو جائیگا

ولہ

اُڑ نہین سکتی تری انگیا کی چڑیا اس لیے		جالی کی کُرتی کا اُسپر لے پریوجال ہے

حیدر

تیرے عارض سے خاک ہو ہمسر		عارضی حُسن ماہ کامل کا

گلزار نسیم

اس نام کے اس لقب کے صدقے		اُس نامے کے اس طلب کے صدقے

خواجہ وزیر

پریزادون نے مٹی دی جو مجھکو بعد مرنیکے		کوئی تختہ لحد مین ہی مگر تخت سلیمان کا

ولہ

ہاتھ مُنھ پر رکھکے وہ گل کھل کھلا کر ہنس پڑے		مل گئے موتی سے دندان موتیا کے ہار مین

صفیر

برنگ قطرۂ صہبا ٹپک کر خوشے گرتے ہین		نگاہ قہر سے کِسنے چمن مین تاک کوتا کا

امانت

ہوتا مُنھ دھوکے جو دریا سے رواں قطرۂ گل تر		بلبلے شور و فغان صورت بلبل کرتے

حیرکین

خیال زلف بتا ئین جو پیچ کھاتے ہین		مروڑے ہو ہوکے پیچش کے دست آتے ہین

قلق

سرکا کے زُلف چہرے سے ابرو دکھائیے		ہوتی نہین ہو ابر مین رویت ہلال کی

نیاز

رواں آنکھون سے ہی سیلاب گلگون		الٰہی چشم ہے یا چشمۂ خون

شاداب

شب میں جو فشان آپ جُن کر بام پر آئین		قمر غیرت سے ڈوبے انجمن انجم کی برہم ہو

ذوق

مارے گر سیلی وہ زلف پر عرق		جھڑ پڑین دندان دہان مار کے
اوصاف سلک گوہر دندان یار مین	آباد	ورہو کے لفظ درج دہن سے نکل گیا

بعض اس قسم کی تجنیس کو کہ جسکے آخر مین بیشی ہوتی ہی تجنیس مُطرَّف بھی کہتے ہین اور بعض کہتے ہین تجنیس مُطرَّف وہ ہی جو بعض حرف کلمے کے متجانس ہون جیسے چین اور چنین نلے اور نولے۔

نیاز

کس کام کی یہ ہستی موہوم کائنات ۔ سیراب کب کرے تجھے دھوکا سراب کا

عشق

خال رُخسار بتان کا جو خیال آتا ہے ۔ کعبہ دل بھی شوالہ ہے کسی ہندو کا

ولہ

کیا ہی ریاضت مین وہ تھا بوریا ۔ جسم ہوا گھل کے سنئے بوریا

مصحفی

مری آہ نے جو کھولی بعوق بیرق آہ ۔ وہین برق ور عد لیکر علم سحاب اُٹھا

(۷) تجنیس مُذَیَّل یعنی دو لفظ متجانس مین سے ایک لفظ کے آخر مین دو حرف کی زیادتی ہو جیسے مانگ اور مانگتی ترس اور ترساتی قل اور قلقل مثال نثر کی یہ فقرہ نورتن مجور کا:۔

"مین اُسکے گلشن فراق مین شبکو شبنم کیطرح یون ہاتھ مل مل کے روتا ہون کہ اُسکو تسے میرا تر اندام ہو جاتا ہے"

مقصود بالتمثیل شب اور شبنم ہے اسی مثال مین ہی یہ شعر ذوق کا۔

محفل مین شور قلقل مینا و مل ہوا ۔ لا ساقیا شراب کہ توبہ کا قل ہوا

ولہ

مانگ سے اُسکی مانگتی ہے بھیک ۔ مہ کا کاسہ لیے شب تاریک

خواجہ وزیر

منتظر رکھتی ہے غمزہ کرتی ہی آتی نہین ۔ اُو بت ترساتی فرقت مین ترساتی ہی نہین

سعید

دیکھا نہین ہی مار کو طاؤس مارتے ۔ گیسو پڑے ہے پیچھے دل داغدار کے

دبیر

یہ شمس کہ روشن گرا شیلسے جہان ہے ۔ اس مدرسہ نور کا اک شمسیہ خوان ہے

منشی

ہر اک طرح تھا اگرچہ گرگین بزرگ ۔ دل کینہ آور تھا مانند گرگ

ولہ

گئے جبکہ وہ سامنے سام کے	تو پھر دون ہی تعظیم کے واسطے

ولہ

نسیامک کا اک پور ہوشنگ تھا	کہ سرتا بپا ہوش و فرہنگ تھا

گویا

کیون نہ مین تاکون دم گلگشت گلشن تاک کو	تاکنے والا ہون اُسکی نرگس مخمور کا

منیر

ای عزیزو ذقن یار سے کیا پوچھتے ہو	چاہ مین دیدہ و دانستہ گرا چاہتے ہو

ذوق

چشم غضب سے نیم نگہ میرے واسطے	ایک نیچہ ہے زہر مین گویا بجھا ہوا

خلیفہ عبدالرزاق یکینی سے مقدمۂ شرح سہ نثر ظہوری مین اس صنعت کی تعریف مین سہو واقع ہوا ہے کہ تجنیس زائد کی پچھلی قسم کو کہ اُس مین ایک لفظ متجانس کے آخر مین دوسرے لفظ سے ایک حرف زیادہ ہوتا ہو مُذَیَّل قرار دیا ہے۔

(۸) تجنیس مضارع اور وہ یہ ہے کہ الفاظ متجانس کے بعض حروف مختلف ہون مگر شرط یہ ہے کہ ایک حرف سے زیادہ مختلف نہو ورنہ دونون لفظونکے تشابہ مین بُعد واقع ہو جائے گا اور اس مین یہ شرط ہے کہ حروف مختلف متحد المخرج یا قریب المخرج ہون اور یہ تین صورتون سے خالی نہین اختلاف اول مین ہوگا یا درمیان مین یا آخر مین۔

مثال اول

ذوق

عقل مین شمس ہے تو علم مین کان گوہر	فضل مین کعبہ ہے تو حلم مین کوہ رحمت

علم و حلم مین تجنیس مضارع ہے۔

دبیر

اب مطلب ہمزہ ہےین ذاکر یہ سنائے	حمزہ کی سپر پشت پہ مولا سے لگائے

ہمزہ اور حمزہ مین تجنیس مضارع ہے۔

ترے لعل جان بخش کو ہمنے بتلا	میر	کیا آب حیوان کو پانی سے پتلا

بتلا اور پتلا مین تجنیس مضارع ہی ۔

نصیر

کبھی نہ اُس رُخ روشن پہ چھائیان دیکھین | گھٹائین چاند پہ سو بار چھائیان دیکھین

چھائیان اور چھائیان مین تجنیس مضارع ہے ۔

ظفر

ہوگئی برسونکی برسون تم نہ آئے کیا سبب | آپنے اچھا کیا وعدہ وفا اچھے تو ہو

برسون اور برسونمین تجنیس مضارع ہے ۔

منشی

مناسب ہی اب اور یون ہے صلاح | کہ تو اور طوس آوے یان بے سلاح

صلاح اور سلاح مین تجنیس مضارع ہی ۔

بیخود

نہ کیون اُسکو ہو گلشن رُخ سے میل | نہین لٹ یہ ہے عشق پیچہ کی بیل

میل اور بیل مین تجنیس مضارع ہے ۔ لیکن یہان یہ بھی ہے کہ حرکات مین اختلاف ہے

ہاتھ مین تسبیح زبان پر عمل | قطع مگر رشتۂ طول امل

عمل اور امل مین یہ صنعت ہے ۔

مومن

بن ترے بزم سور مین ہین یہ قیامتین کہ ہی | نغمۂ صور کا اثر نغمۂ نے نواز مین

سور اور صور مین یہی صنعت ہی ۔

رجب علی سرور

ہر گام پر جو پھانس لیا مرغ دل مرا | کیا چال جال ہے بُتِ محشر خرام کی

چال اور جال مین تجنیس مضارع ہی ۔

میر مدد علی تپش

دین و دل عشق مین کھو بیٹھے تھے ہم برسون سے | طاقت صبر بھی جاتی رہی کل پرسون سے

برسون اور پرسونمین تجنیس مضارع ہے ۔

انشا

اقرب مجھکو اپنے سے وہ جانے یون ہین پیس | عقرب کے نیش پہ بھی جو رکھے حمل قدم

اقرب اور عقرب مین تجنیس مضارع ہے۔

مثال دوم

فقیہ

شوخ کے پان سے جب لال مین دندان دیکھا | اسطرح کا مین نہین لعل بدخشان دیکھا

راسخ

لال کرتا ہے وہ رستہ لعل کو | اور شعلہ بخشتا ہے نعل کو

مقصود بالتمثیل لال اور لعل ہین۔

مثال سوم

حسن

منظور ہے گر زخم جگر کا تجھے سینا | آسینے سے سینہ مرے ایجان لگا دے

سینا اور سینہ مین تجنیس مضارع ہی۔

قلق

زلفون کے ہاتھ دولت حسن صنم لگی | دو سانپ خوب بیٹھ رہے مال مارکے

مال اور مار مین تجنیس مضارع ہے۔

از چمن بے نظیر

قانون وہی ساز وہی طبلہ وہی ہے | ہر تار مین بولا کہ ہر اک تان مین آیا

تار اور تان مین یہی صنعت ہے۔

انوار حسین تسلیم

ستھری آواز بھاؤ وہ انمول | تان اور تال کانٹے مین بو تول

فائدہ اقصائے حلق سے کہ سینے کے نزدیک ہی ظاہر لب تک جہان سے کوئی حرف نکلے اُس جگہ کو مخرج اُس حرف کا کہتے ہین اور اسکے دریافت کا ایک قاعدہ یہ ہی کہ جس حرف کا مخرج معلوم کرنا ہو اُسکو ساکن کرکے اور ایک الف متحرک سے ملاکر تلفظ کرین جس مقام سے آواز نکلے اُس حرف کا وہی مخرج جانین چنانچہ حلق سے ء ہ ا ع ح غ خ نکلتے ہین اور تالو سے ق ک نکلتے ہین اور زبان کے سرے ص س ز نکلتے ہین اور زبان کی نوک سے ظ ذ ث نکلتے اور میانہ زبان یعنی مُنھ کے اندر سے ج ش ی نکلتے ہین اور مسوڑھون سے ل ن ر نکلتے ہین اور مُنھ کے مُکھم اور تالو سے ط د ت نکلتے ہین اور زبان کے کنارے سے ض نکلتا ہی اور ب م ف و ہونٹھ سے نکلتے ہین۔ اور خلیل بن احمد کہتا ہی کہ حروف علت یعنی ا و ی سکون کی حالت مین

ہوائی ہین یعنی ہواے دہن سے پیدا ہوتے ہین مخرج نہین رکھتے اور پ چ گ حروف فارسی کے مخرج وہی مخرج ب ج ک حروف عربی کے ہین مگر انکے تلفظ مین اندک ثقالت ہی اور ژ کہ فارسی کا حرف ہی شین منقوطہ کے مخرج سے نکلتا ہی لیکن اسکے تلفظ مین زبان کسی قدر ثقیل ہو جاتی ہی اور ٹ ڈ ڑ انسے بھی زیادہ ثقیل ہین۔

(۹) تجنیس لاحق اور وہ یہ ہی کہ الفاظ متجانس کے بعض حروف مین اختلاف ہو مگر یہان بھی شرط یہ ہی کہ ایک حرف سے زیادہ مختلف نہو ورنہ دونون لفظون کے تشابہ مین بعد واقع ہو جائیگا پس ان اشعار مین۔

یار محمد خان شوکت

وہ بالا ہوئی آتش جنگ گرم ندیکھی تھی بہرام نے بھی یہ رزم

سودا

نہایت اک کنیز کہنہ عصر کہ دلکش نظم سے جسکی ہراک نثر

مجبور

اور جن کو نہین ہے اس مین دخل اپنے نزدیک ہین وہی بے عقل

الفاظ گرم و رزم۔ عصر و نثر۔ دخل و عقل مین تجنیس لاحق ہوگی کیونکہ ہر اک مثال مین دو حروف کا اختلاف ہی اور اختلاف حروف کا عام ہی خواہ اول مین ہو خواہ درمیان مین خواہ آخر مین اور وہ حروف مختلف متحد المخرج یا قریب المخرج ہون جیسے سنگ چنگ اور رام روم اور شاہ شاد وغیرہ۔

پہلی شکل کی مثال

نعیم

تجھ سے جدا ہو دل مرا ہو سکے یہ نہو سکے تیری جفا سے ہلو خفا ہو سکے یہ نہو سکے

محمد جعفر مخمور

خواب مین پہونچا جو دان دست خیال نیلا پیلا اُسکا ذانو ہو گیا

عبد الرؤف شعور

ذوق ہی اُسکو خود آرائی سے خود بینی شوق آئینہ زانو پہ ہے زلف معنبر ہاتھ مین

انشا

ناک کے نیچے ہم اُس گل کی ناک لگائے بیٹھے ہین کونسے منھ پہ غنچۂ زنبق ناک لگائے بیٹھے ہین

حسن

کئی دن تیرے چھپ رہنے مین اشک آنکھون سے برسا ہے نکل خورشید رو گھر سے کہ عالم خوب ترسا ہی

ذوق

یہ بھی اُس نازک بدن کو بار ہو	گر کمر باندھے نظر کے تار سے

نسیم

کھکر کھلے بندوں جی کی تنگی	نے ننگ ہوئی وہ شوخ ننگی

انیس

حقّا کہ تھا ظفر کا وسیلہ سفر ترا	نام نکو قلم نے لکھا عرش پر ترا

ہوس

وان بال سی وہ کمر ہے باریک	یان آنکھوں مین دو جہان ہین تاریک
وان لمعۂ نور ران اور ساق	یان ضعف سے جنبش قدم شاق

حالی

رعیت کو اُسے خوف نہ کچھ شاہ کا ڈر	نہ اُسے جور کا خطرہ نہ اُسے ساہ کا ڈر

محمد شاکر ناجی

زُلف کے حلقے مین دیکھا جب سے دانہ خال کا	مرغ دل عاشق کا تب سے قیدہی اُس جال کا

منشی

ہوا اُسکا گھوڑا وہانسے فرار	لیا فوج خاقان مین اس نے قرار

جرأت

ناصح کتاب پند کی کر بند ہم سے آہ	یہ حرف عشق دل سے مٹایا نہ جائیگا

دوسری شکل کی مثال

مصحفی

انصاف کیا اُسکا مین اب شہ کے حوالے	جھکتی ہے جہان مارسے مور کی گردن

دبیر

یا فاطمہ کا لاڈلا مقتول ہوا ہے		یا فتح کوئی بندۂ مقبول ہوا ہی
یان تڑپی وان گری اِدھر آئی اُدھر گئی	ولہ	اس چال سے یہ موت کو بھی مات کر گئی

نسیم دہلوی

روے روشن کے شرارے سے پھکا جاتا ہی دل	آج سمجھے نور مین بھی خاصہ ہی نار کا

ذوق

نیش کی جا نوش ہو جو بنالہ ز نبور مین
کام مین افعی کے ہو مہرہ بجائے آبلہ

حالی

باپ کا حکم نہین مانتے فرزند رشید
اور نوکر نہین دیتے کبھی آقا کو رسید

ناسخ

غیر کو ترکسی دریا کا مین سباح نہین
بیشۂ شیر خدا بن کہین سیاح نہین

امیر اللہ تسلیم

ملون جلوۂ حسن پرنور سے
کرون بندگی دیر کو ڈول سے

خوشتر

خبر رکھتے ہین تیرے زور سے ہم
نہین ہے کوہ کو کچھ کاہ کا غم

تیسری شکل کی مثال

محسن مؤلف تذکرہ سراپا سخن

کیا صباحت ہے کہ یہ چاند ہے وہ ہالہ ہے
نہین پہونچی مین ہے اس ماہ لقا کا پہونچا

مومن

سرمۂ تسخیر سے ہم خود مسخر کیون نہون
آنکھ کی پتلی جو تھی جادو کا پتلا ہو گیا

سودا

نقد دل دیکر کہین جی کو ملامت مول لے
مان لے سودا نہین زنہار اس سودے مین سود

مقصود بالتمثیل لفظ سودا اور سودے ہے۔

منشی

یہ سنکر ہوا شاد گشتاسپ شاد
کہ حاصل ہوئی اسکے دل کی مراد

امانت

شب مہ مین بچھا کر چاندنی بجتا کدارا ہے
چمک پر آج کل انگلی ستاری کا ستارا ہے

ولہ

تری جالی کی کرتی کے تصور مین یہ روتا ہون
مبصر دیکھکر آنکھونکو کہتے ہین کہ جالا ہے

قلق

دشت وحشت کی خاک ہم چھانین
تلوے غربال خار سے کرلین

نطق

اُس آنکھ کا تل ماش ہو پتلا ہے وہ چلی	چلتا ہوا اُن آنکھوں سے جادو نظر آیا

اصغر علیخان آبرو

ال کے طوبےٰ سے خلد مین سو یا	جب ہوا یاد قد یار مجھے

فائدہ یہ جتنی قسمین تجنیس کی بیان کی گئین باعتبار اتصال و انفصال کے یعنی جدا جدا یا پاس پاس واقع ہونے الفاظ متجانس کے دو قسم پر منقسم ہو سکتی ہین متصل و منفصل اور الفاظ متصل مین حرف عطف یا جر یا انکی مثل کا فاصل ہونا اُنکے اتصال کے منافی نہین۔
مثال تجنیس تام متصل کی۔

انشا

میری زبان سے مدح کہان اُسکی ہو سکے	توصیف مین ہے جسکی زبان قلم قلم

تجنیس تام منفصل یہ ہی

وجیہ

تسکین درد دل کو نا آج ہو نہ کل ہو	ہے یار بیکلی ہے وہ ہی ملے تو کل ہو

تجنیس زائد متصل کی مثال۔

ناسخ

دور سے دیگی دکھائی روشنی جائے سواد	یاد رکھ قاصد نشان ہے یہ دیار یار کا

خوشتر

سراپا تن مین روشن آتش خشم	روان مانند دریا چشمہ چشم

ظفر

دیکھ کر اُس مہ کو وقت بیحجابی آفتاب	ہو گیا مُنھ پر بجائے آفتابی آفتاب

مولفہ

دل کس سے اب لگائین یہان ہم چلے گئے	مینا بھی مے بھی ساقی بھی اور جام ہم کے ساتھ
اشراف کا کرم ہے ترے تا دم حیات	یارب نہ دے چرخ کبھی کام کم کے ساتھ

میر وزیر علی صبا

کوٹھوں مین گردش نگہ یار سے پسا	ال تیل ہو کے بہ گیا چشم غزال کا

تجنیس زائد منفصل کی مثال۔

اسیر

لب شیرین کے وصف کرتے ہین | بات گویا نبات اپنی ہے

حیدر

تیرے عارض سے خاک ہو ہمسر | عارضی حسن ماہ کامل کا

راحت

زبس رہتا ہے ہم دوش الم وہ | ہو لے ہے نل سے اب نال قلم وہ

تجنیس مضارع متصل کی مثال۔

سرور

ہر گام پر جو پھانس لیا مرغ دل مرا | کیا چال جال ہی بت محشر خرام کی

تجنیس مضارع منفصل کی مثال۔

منشی

مناسب ہے اب اور یون ہی صلاح | کہ تو اور طوس آوے یان لے سلاح

تجنیس لاحق متصل کی مثال۔

مخمور

خواب مین پہونچا جو وان دست خیال | نیلا پیلا اُس کا زانو ہو گیا

انشا

گلہ ہے جو اُسکی یاد سے غافل ہوا ایک دم | مجکو دہن مین اپنے لگے ہے زبان زبون
طوفان نوح آنکھ نہ ہم سے ملا سکے | آتے نظر ہین چشم سے ہر پل عیان عیون

تجنیس لاحق منفصل کی مثال۔

ہوس

وان بال سے وہ کمر ہے باریک | یان آنکھوں مین دو جہان ہی تاریک

ناسخ

غیر کو شر کسی طرح یا کا ہین مباح نہین | بیشۂ شیر خدا بن کہین سیاح نہین۔

تجنیس محرف متصل کی مثال۔

سودا

لکھدیا مستسقی سے جا فصد کر
لکھدیا مجنون کو شیر شتر

میر

سمجھے مرزا میر کو مرزا کو میر
نے وہ رگ زن جو نہ سمجھے شیر شیر

حسن

لب جب کے اڑنے لگی گرد گرد
گل اشرفی کا ہوا رنگ زرد

احسان

کہے گی خاک تو پیغام ای صبا میرا
ہوا ہے یار مین دم ہی ہوا ہوا میرا

تجنیس محرف منفصل کی مثال۔

نسیم دہلوی

مین تو کیا ہون کاروان کے کاروان ہونگے اسیر
ہندہ لاکھون کو کریگا آج ہندہ کان کا

تجنیس مذیل متصل کی مثال۔

منشی

آگئے جبکہ وہ سامنے سام کے
تو پھر وہ ہین تعظیم کے واسطے

تجنیس مذیل منفصل کی مثال۔

ذوق

مانگ سے اسکی مانگتی ہے بھیک
مہ کا کاسہ لیے شب تاریک

تجنیس خطی متصل کی مثال۔

دبیر

منھ غرق عرق دیکھکے خورشید ہوا تر
ابرو سے ٹپکتا ہے پڑا تیغ کا جوہر

ولہ

تیاری تیغ و تبر و تیر ہوئی ہے
تدبیر گرفتاری شبیر ہوئی ہے

سلیمان خان اسد

مژگان ہی بس قتل پہ مردم کے مثل تیر
ابروے یار پر ہے گمان کمان مجھے

تجنیس خطی منفصل کی مثال۔

ثروت

قابل نہ تھے جفا کے اُٹھانے کے ہم ذرا | ثروت پناہ ہے یہ اُس آفت پناہ کی

تجنیس مرکب متصل کی مثال۔

عزیز

آہو تو بھلا کیا ہے چہ کارہ ہی چکارہ | دُنیا مین کسی کی بھی نہین تجھسے بڑی آنکھ

ولی

یاد کرنے کو لیا ہاتھ مین من کا منکا | دل اُپر بوجھ پڑے من کا پھر آنا مشکل

تجنیس مرکب منفصل کی مثال۔

رافت

وہ لب شیرین تجھے جنکے آگے نبات | خجل اس قدر ہو کہ آوے نبات

فائدہ مگر اگر اقسام مذکورۂ بالا سے کسی قسم کی تجنیس کے الفاظ متجانس کلام مین مکرر واقع ہونگے تو تجنیس مکرر کہینگے کیونکہ صرف تجنیس کے یہ معنی ہین کہ دو لفظ ایک سے آوین پس وہ لفظ متجانس جب مکرر واقع ہونگے تب تجنیس مکرر کہلائیگی بعض نے اسکی قید لگائی ہو کہ تجنیس خواہ کسی قسم کی ہو جب الفاظ متجانس مکرر متصل واقع ہونگے تب اُسکو تجنیس مکرر کہینگے اور جب متصل نہونگے تو اُسکو تجنیس غیر مکرر بولتے ہین۔ بر حدیث مثال یہ ہے۔

ضیا

صاف تھا جب تک تو ہمکو بھی جواب صاف تھا | ابتو خط آنے لگا شاید کہ خط آنے لگا

اسمین تجنیس تام کی تکرار ہی۔

ذوق

کبھی ہمت تھی مری قاعدۂ صرف مین صرف | کبھی تھی نحو مین ہر نحو مجھے محویت

اسمین بھی تجنیس تام کی تکرار ہے۔

نسیم دہلوی

لفظ تجلیق یہ تخلیق سمجھتے ہین کچھ | خرم اور خرم کی تحقیق مین اکثر حیران

اس شعر مین تجنیس خطی کی تکرار ہے۔

نفیس

علی کا دبدبہ و رعب و جرأت و صولت | حسن کا حسن حسین حسین کی سب شوکت

یہان تجنیس محرف کی تکرار ہے۔

نادر

ہرتال کی تاثیر ہے ہرتال مین تیری — جو سم سے ترے ہوتا ہے وہ سم سے نہوگا

اس شعر مین تجنیس تام کی تکرار ہے۔
بعض رسالون مین تجنیس مکرر کے اسجاع نثر اور قوافی نظم مین آنے کی قید دیکھی گئی ہے مگر یہ قید بے اصل ہے۔ بہرصورت مثال یہ ہے۔

فگار

اگر نزان اُسکے ہووے شور سے شیر — کرے دیو ونکو اپنے زور سے زیر

اس شعر مین جناس لاحق کی تکرار ہے۔ اس صورتمین غزل اور قصیدے مین الفاظ متجانس کا سوا مطلع کے باقی شعرونمین ایکبار ضرب مین آنا ہوتا ہے اور مثنوی و مسدس وغیرہ مین ہر شعر کے عروض و ضرب مین مکرر آتے ہین بعض نے کہا ہے کہ تجنیس مکرر کو تجنیس مُزدَوِج اور تجنیس مُردَّد بھی کہتے ہین اور اکثر کا قول یہ ہے کہ الفاظ متجانس کے حرفونمین اختلاف کمی بیشی کا ہو تو اسکا نام تجنیس مُزدَوِج اور تجنیس مُرَدَّد ہے مثلاً۔

خوشتر

خوشی کے بیچ یہ کیا شور و شر ہے — کہا سب نے یہ شر بہر بشر ہے
زن و زور و زمین و زر سے مغرور — در — شراب شور و بنگ شر سے مسرور

نوا

یہ ابرو مینا و جام مَی بن پکڑ بجائے کمان کمانہ — در — ہماری چھاتی کے داغ دلکا کرے ہے تک کر نشان نشانہ

نصرت

پوشیدہ اسکے ڈر سے مَی و جام جم ہوا — عالم مین اور تیغ سے یہ کام کم ہوا

غزل بُدھ سنگھ قلندر

بسکہ حضرت شیخ ہے رونے سے مجکو کام کم — رہگیا آنکھونمین جون گو ہر برائے نام نم
طرہ ہے طرار اور زلف سیہ پر پیچ و تاب — بن پھنسائے دلکو لینے دین ہین کب یہ دام دم

مسدس فی بیر

کھولا کسینے چھینے سے ہو کر بتنگ تنگ — گوشے مین کوئی رکھکے کمان و خدنگ دنگ
سنے وقفہ ہوش اُڑگیا اور بے درنگ رنگ — یہ کیا ہے منزلون ہوے پلنگ پلنگ

پچھلے قول سے معلوم ہوا کہ خواہ کسی قسم کی تجنیس ہو اگر الفاظ متجانس مین حروف کی کمی بیشی نہو تو تجنیس مکرر ہے

اور اگر کمی بیشی ہو تو تجنیس مزدوج و مردد ہی لیکن غور کرنیسے معلوم ہوتا ہی کہ یہ کوئی قسم علیحدہ نہین اور جن لوگون نے تجنیس مکرر و مردد کو ایک ہی لکھا ہی وہ بہت درست ہی کیونکہ جسکو تجنیس مزدوج کہتے ہین وہ تجنیس مردد مکرر کی ایک شکل ہی اور تجنیس متصل و مکرر کو بھی علیحدہ علیحدہ قرار دینا کتب عربیہ کی اصطلاح کے خلاف ہی کیونکہ تلخیص المفتاح وغیرہ مین لکھا ہی کہ کسی قسم کی بھی تجنیس کے دو لفظ برابر واقع ہون اُسکو تجنیس مزدوج اور تجنیس مکرر اور تجنیس مردد کہتے ہین۔

صنعت اشتقاق وہ یہ ہی کہ کلام مین ایک ماخذ اور ایک اصل کے چند لفظ لانا اسطرح کہ اُن لفظون مین اصل کے حروف ترتیب وار موجود ہون اور اصل مین جو معنی ہین اُنمین بھی باہم وہ اتفاق رکھتے ہون پس قمر اور رقم اس قبیل سے نہونگے کیونکہ گو دونون کلمے حروف مین متفق ہین مگر ترتیب مین متفق نہین مثال اشتقاق کی۔

احسان

اے بخت تو جاگ اور جگا ہمکو کہ پھر ہم
جاگینگے نہ تا حشر جگائے سے کسو کے

جاگ اور جگا اور جاگینگے اور جگائے یہ چارون لفظ جاگنا سے مشتق ہین۔

ولہ

مجکو مت ٹھکراؤ بس چلیے سنبھل کر دیکھکر
چال سب چلتے ہین لیکن بندہ پرور دیکھکر

امین عظیم آبادی

دن کٹا فریاد مین اور رات زاری مین کٹی
عمر کٹنے کو کٹی پر کیا ہی خواری مین کٹی

ذوق

خنجر ناز نے کیا چاٹ لگا دی دل کو
چاٹتا ہونٹ ہی لیلے کے جراحت کے مزے

ولہ

تو مرے حال سے غافل ہی بڑی غفلت کیش
تیرے انداز تغافل نہین غفلت والے

رنگین

اُسے مین چھپکے دیکھون برملا وہ غیر کو دیکھے
بھلا یون دیکھنا دیکھو تو دیکھا جائے ہی کس سے

آغا شاعر قزلباش دہلوی

کیا دیکھا ہی کیا دیکھینگے کیا کیا نہین دیکھا
آنکھون نے کبھی ایسا تماشا نہین دیکھا

فراق

آنکھ اُس شوخ ستمگر سے لڑا بیٹھے ہین
بس چلے یا نہ چلے جی تو جلا بیٹھے ہین

غالب

مرحبا اے سرور خاص خواص
حبذا اے نشاط عام عوام

جعفر علیخان فصیح

یہ تو قسمت مین کہان تھا کہ کرون کسب کمال ۔ بے کمالی مین بھی افسوس مین کامل نہوا

مذاق

اُس سے سمجھی مین نچاہا گیا ۔ اُسی نے نہ چاہا مین چاہا گیا

صنعت شبہ اشتقاق وہ یہ ہے کہ کلام مین ایسے لفظ لائے جائین جو بظاہر نوعیت اشتقاق کی رکھتے ہون اور در اصل اُن کا ماخذ علیحدہ ہو یعنی اُنمین بعض حروف یا کل حروف اسطرح اتفاق رکھتے ہون کہ جنکے دیکھنے سے بادی النظر مین یہ معلوم ہوتا ہو کہ یہ ایک اصل سے مشتق ہین اور حقیقت مین ایسا نہو اس لیے کہ نفس الامر مین اصل اُنکی مختلف ہو پس شبہ اشتقاق مین بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ دونون لفظ ایک ہی مادے سے نکلے ہین کیونکہ دوسرے لفظ مین پہلے لفظ کے سے حروف موجود ہوتے ہین مگر تامل کے بعد ظاہر ہو جاتا ہے کہ دونون ایک اصل سے نہین ہین مصحفی کے مستزاد مین یہی صنعت ہے۔

حُر یہ کہتا تھا کہ کچھ دور نہین باغ ارم + کرین آرام سے ہم ۔ دور البتہ ہوا گردش ایام سے ہم + اسکا دلپر ہے الم
بعد ہم سب کے نہین کوئی مددگار حسین + اور نہ کوئی یار حسین ۔ سخت مشکل مین پڑے کثرت اوہام سے ہم + ہوے کسطرح یہ غم

تمنا لکھنوی

جو پرانو نہین کہتا ہین ہین پرانی سب مین ۔ دیدے کے منت سے کم اُنکا نہین جاہ و وقار

ذوق

جو دل قمار خانے مین بت سے لگا چکے ۔ وہ کعبتین چھوڑ کے کعبے کو جا چکے

ناسخ

رہ گیا مین مسوس کر دل کو ۔ کب میسر تجھے مساس ہوا

نظیر

عشق کا دور کرے دل سے جو دھڑکا تعویذ ۔ اس دھڑکے کا کوئی ہمنے نہ دیکھا تعویذ

رشک

صبح سے روے صبیح یار پر آنے لگی ۔ کرتی ہے سورج گہن کی ظاہر اندھیر زلف

مومن

کیا کیا جلی ہے بزم مین تجھ بن نہ جب پھرے ۔ پروانے شمع شعلہ شمائل کے آس پاس

انیس

ہو جائینگے یاقوت کے نگ کوئی گھڑی کو ۔ دانتون سے لڑیگے کوئی موتی کی لڑی کو

حسرت

گرچہ اس دل سے گیا ہی کرکے اب آرام رم | دور کرتا ہے ولیکن کچھ ترا پیغام غم
شوق غنچے کو ہوا ہے بولنے کا باغ مین | بول منھ سے ہی کہان ترا ابت گلفام فم
شاعری کی صنعتو نمین ہمسے ہو حسرت غزل | ورنا جی کی طرح لکھتے ہین کب ایہام ہم

واسطی

پہنو کانو نمین نہ تم اے مرے جانی سونا | منفعل ہوگا بنا گوش سے کافی سونا

بالمکند بےصبر

سن کے ذکر چشم دیوانہ ہوا | حیف افسون مجکو افسانہ ہوا

انیس

کبھی زینب کا ہے غم گاہ سکینہ کا خیال | دن جو ڈھلتا ہی تو حضرت ہوے جاتے ہین نڈھال

میر

اسکی پلیدی شہرۂ ہر شہر ہی رہی | کتے کے کاٹے کی سی اُسے کر ہی رہی

مولوی اسماعیل

رستے کو راستی کے نہ زنہار چھوڑنا | ہوتا ہے راستی ہی سے انسان رستگار

مذاق

نہو وینگے گوشہ نشین تیرے عاشق | نہ بیٹھینگے چلّے مین چلا آنے والے

واجد علیشاہ اختر

جب سے بنگالے مین کی ہمنے اقامت دیکھنا | ناوک سوزان کا ہر بنگلہ نشانہ ہوگیا

میر

گفتہ مشتاق یار ہے اپنا | شاعری تو شعار ہے اپنا

وله

دشمنونکے روبرو دشنام ہے | یہ بھی کوئی لطف سے ہنگام ہے

وله

ناسازی طبیعت کیا ہی جوان ہوے ہم | اوباش وہ ستمگر لڑکا ہی تھارہ کا

صنعت تزلزل وہ یہ ہی کہ تبدیل حرکات سے معنے پلٹ جائین جیسے۔

ذوق

کبھی منطق کو تفوق تھا مرے ناطقے سے | تحت حکمت ہو یہ فن گرچہ ہو تحت حکمت

مقصود بالتمثیل تحت حکمت ہو کہ دو جگہ واقع ہو اول تاے فوقانی کے سکون سے ہو اور مراد اس سے یہ ہے کہ حکمت اسکے ماتحت ہو اور دوسرا تاے فوقانی کے کسرے سے ہو اور مراد اس سے یہ ہو کہ اگرچہ منطق حکمت کے ماتحت ہے کیونکہ تمام علوم خصوصاً علم حکمت کا آلہ ہو کیونکہ اس سے علوم مین عقل دوڑانے اور دلیل قائم کرنے پر طاقت حاصل ہوتی ہو اور خود حکمت نظری کے تحت مین داخل ہے۔

افشا

اسطر منصور کے لو ہوسے ہوئی یہ تحریر | یعنی سردار نہین وہ جو سر دار نہین

مقصود بالتمثیل لفظ سر دار ہے۔

صنعت قلب وہ یہ ہو کہ کچھ الفاظ اسطرح پر واقع ہون کہ دونون لفظونکے حروف ترتیب مین یکسان ہون اسطرح کہ نوع اور عدد اور ہیئت اُنکی متحد ہو مگر حروف کی تقدیم وتاخیر مین فرق ہو اس طرح کہ جو حرف پہلے لفظ مین مقدم ہون وہ دوسرے لفظ مین موخر ہون اس کو **تجنیس قلب** بھی کہتے ہین اور تجنیس کی قسم شمار کرتے ہین اور یہ صنعت کئی قسم پر مستعمل ہے۔

(۱) **مقلوب کل** یعنی سب حروف کلمے کے علی الترتیب منعکس ہون جیسے کاخ خاک۔ اور فرش شرف اور عرش شرع اور حور روح اور تار رات اور راز زار اور فرز زرف۔

میر محمد زکی

وصف اُس صرصر شمیم کا کوئی لکھے یا پڑھے | ذہن دوڑے صورت فرف چلے فرفر زبان

ناسخ

اُسکو دن بھر وہ ہر جائی پھرا کرتا ہو روز | زور ہے مانند خورشید درخشان پانو مین

ظفر

رات بھر مجکو غم یار نے سونے ندیا | صبح کو خوف شب تار نے سونے ندیا

امانت

دنیا مین ہو خزانہ لڑائی کا گھر سدا | از روے غور گنج کو اُلٹو تو جنگ ہے

خواجہ وزیر

خوبرویونکو ضرر پہونچا سکے کیا انقلاب | حور ہو جائے جو لکھے کوئی اُلٹا نام روح

انشا

ابھی جھڑ لگا دے بارش کوئی مست بھر کے نعرہ
جو زمین پہ پھینک مارے قدحِ شراب اُلٹا

جو تو باتوں میں رکے گا تو میں جانونگا کہ سمجھا
مرے جان و دل کے مالک نے مرا کلام اُلٹا

مجھے مار کیوں نہ ڈالے تری لف اُلٹ کے کافر
کہ سکھا دیا ہے تو نے اُسے لفظ رام اُلٹا

سحر ایک ماش پھینکا جو مجھے دکھا کے اُسنے
تو اشارہ میں نے تاڑا کہ یہ لفظ شام اُلٹا

فقط اس لفافے پر ہے کہ خط آشنا کو پہنچے
تو لکھا ہے اُسنے انشا یہ ترا ہی نام اُلٹا

ولہ

دبیر

اُلٹیں عقلا شرع کو تو عرش ہو پیدا
ایمان و شریعت یہ سدا قبضہ ہے انکا

سرتاج فلک فرش در شاہ نجف ہے
اُس فرش کو دیکھا جو اُلٹ کر تو شرف ہے

ولہ

ولہ

سلطان صبح نے رُخِ آفاق فق کیا
اور دور نے قمر کو اُلٹ کر رمق کیا

(۲) مقلوب بعض اسے کہتے ہیں کہ کلمے کے بعض حروف کی ترتیب منعکس ہو جیسے قریب رقیب اور رشک شکر اور کمال کلام اور رحیق حریق اور علم عمل اور مرحوم محروم اور حامی ماحی ۔

جیسے "صبح کا ستارہ" کی یہ عبارت ۔

"جو شخص اس کتاب سے فائدہ پاوے اور نفع اُٹھاوے اُس سے اُمید ہے کہ اس مغموم کو اور اُن دونوں مرحوم کو اپنی دعا سے محروم نکرے"

ذوق

قوت ملت و دین قامع کفر و الحاد
حامی شرع بنی ماحی شرک و بدعت

قلق

اُٹھ گیا پاس اب قرابت کا
رشتہ پیدا ہوا رقابت کا

شرر

کمال بحث ہے علم کلام میں رہتی
ذہن میں لوگ بہت قیل و قال کرتے ہیں

مثنوی زائر

انسان کے لیے الم ہوا مال
جس نے پایا رہا وہ پامال

(۳) مقلوب مستوی یعنی تمام لفظ یا فقرہ یا مصرع یا شعر مقلوب کرنے سے وہی لفظ یا فقرہ

یا مصرع یا شعر حاصل ہو الفاظ کی مثال جیسے باب بے عیب شاباش ناوان کیک نعل گنگ بے زیب قلق ماداونان ذرد د دود (بمعنی دھوان) توت تخت دید گرگ نیل لک تبت تہم الا آیا اما قرن تہہ نالان نازان واماد موہوم میم نون واو ۔

ذوق

درد مین مین لوٹتا ہون کس کو میرا درد ہی	ہو نہین لفظ درد جس سطح سے الٹو درد ہے

انشا

اُٹھتی ہی اپنے دیسے کچھ ایسی ہی ہوک سی	پڑ جاتی جس سے وشت مین ہی ایک کوک سی

لمولفہ

سر قفس سے دم بدم بیفائدہ ٹکرائے ہے	بلبل ناوان نہین ہین تیرے بس کی تیلیان

فقرے کی مثال ۔

نفر

یہ آنا جانا دم کا ہی فقط اُسکی عنایت پر	کسی کی آمد و رفت نفس مین کچھ نہین چلتی

آنا جانا کو اگر آخر سے پڑھین تو یہی عبارت حاصل ہوگی ۔

شعر کی مثال ۔

نظام ساکن جاورہ

نم شدت کل سے درد یہ ساکت دشمن	اشک ہر گاہ رکا نا کہ رہا گرہ کشا

تمام شعر مقلوب مستوی ہی ۔

نصرت

اعدا یا ادعا ہے یہ اعدا ہے ادعا امن آکہ اہل آکہ اہل انما	اول کلام یہ ہے یہ ہے مالک لوا لے روح حور یا ہی یہ لے روح حور یا

باراب یہ باراب ہی یہ باراب ہی باراب باران ناراب ہے یہ باران ناراب

مقلوب مستوی کی ایک قسم اور ہے اور وہ یہ کہ ایک عبارت کے قلب کرنے سے اور ایک عبارت حاصل ہو جائے لیکن دوسری عبارت بھی ایسی ہو کہ اگر اسکو قلب کرین تو عبارت اول حاصل ہو جائے جیسے

رواج اور یہ ہی وہ ہو آشنا آشنا انشا	کہ ہو رہا ہو وہ آگاہ رسم اہل کلام

پہلے مصرع کے قلب کرنیسے یہ عبارت حاصل ہوتی ہی۔ آشنا انشا وہ ہویہ ہے روا ج اور۔ ادراس دوسری عبارت کے قلب کرنے سے وہی پہلی عبارت یعنی تمام مصرع حاصل ہوتا ہی۔

(۴) مقلوب مجنح لفظ مجنح مشرف کے وزن پر مفعول کا صیغہ ہی اسکے معنی بازو دار کے ہین اور اصطلاح مین اُسے کہتے ہین کہ الفاظ مقلوب مین سے ایک لفظ بیت کے اول مین واقع ہو اور دوسرا لفظ بیت کے آخر مین جیسے اس شعر مین سودا کے جو میر ضاحک کی ہجو مین ہے ۔ ع

ریم سوز اک پدر ہے تو شریر	رحم مادر مین اُلٹ نکلا ہو میسر

فائدہ اگر دو لفظ مقلوب پاس پاس علی الترتیب واقع ہونگے اور انمین کسی دوسرے لفظ کا سواے حرف عطف یا حرف جر یا اُنکی مثل کے فاصلہ ہوگا تو اُسکو مقلوب مکرر اور مقلوب مُزْدَوَج اور مقلوب مُرَدَّد کہینگے جیسے

داغ

وہ تیرا دور ہی علم و عمل سے شاد رہتے ہین	فقیہ و مفتی و صوفی و شیخ و حافظ و قاری

علم و عمل مقلوب بعض ہین اور دونون پاس پاس واقع ہین

شباب

صدمۂ فرقت سے تھی اُس حور کے بیتاب روح	آنسو ؤنکا آنکھ سے اک دم نہ ٹوٹا تار رات

تار اور رات مقلوب کل ہین اور دونون قریب قریب واقع ہوے ہین اور حور و روح بھی مقلوب کل ہین۔ اور یہ بھی ایک قسم قلب کل کی ہی کہ چار مصرعو نمین لفظ اول مصرع ثانی کا مقلوب ہو لفظ آخر مصرع اول کا اور لفظ اول مصرع سوم کا مقلوب ہو لفظ آخر مصرع ثانی کا اور لفظ اول مصرع چہارم کا مقلوب ہو لفظ آخر مصرع سوم کا اور لفظ اول مصرع اول کا مقلوب ہو لفظ آخر مصرع چہارم کا مثال ۔

از چمن بے نظیر

رات کو اُس گلبدن کے تھا گلے کے بیچ ہار	راہ مین تھا وصل کا مائل اگرچہ مثل مار
رام ہو کر آگیا وہ بر مین میری رشک حور	روح کو کھینچے تھا اُسکی زلف کا ہر ایک تار

از دریاے لطافت

رت پر پیدا ہمیشہ ہوئے نو بہ +	رب کی قدرت سے ہوتے ہین سب ور
ردجو کوئی یہ بات کرے اُس کا تن	نت کیجے قیچیان لگا خون سے تر

اسی کے قریب ہے یہ بند۔

یعقوب علیخان نصرت	
صمصام آبدار ہے رشک پری وحور	روح عدو سے شہ کو سرافیل کا ہی صور
روس و عراق و شام مین ہی عالم نشور	روشن ہی سب پہ حشر ہی عالم مین دور دور
رود فرات و دجلہ سے بھی بجھکے آب ہے	
یہ تیغ تیز وہ ہی کہ جو لاجواب ہے	

صنعت رد العجز علی الصدر: ناظرین کو علم عروض کے بیان مین معلوم ہو چکا ہی کہ عروضی بیت کے مصرع اول کے جزو اول کو صدر اور جزو آخر مصرع اول کو عروض کہتے ہین اور جزو اول مصرع ثانی کو ابتدا اور جزو آخر مصرع ثانی کو ضرب و عجز بولتے ہین اور درمیان بیت مین جو کچھ رہا وہ حشو ہی پس اس صنعت مین یہ مراد ہے کہ جو لفظ عجز یعنی جزو آخر مصرع ثانی مین مذکور ہوا ہو وہی صدر مین یعنی جزو اول مصرع اول مین مذکور ہو۔ ہر چند کہ لفظ صدر سے جزو اول مصرع اول کا سمجھا جاتا ہی لیکن یہان عام ہوا اور اس سے ہر جزو ماقبل عجز کا مراد لیا گیا ہی خواہ حشو ہو خواہ عروض خواہ ابتدا اس لحاظ سے اس صنعت کی چار قسمین قرار دی گئی ہین۔

پہلی قسم رد العجز علی الصدر یہ صنعت نثر و نظم دونون مین جاری ہوتی ہے نثر مین اس طرح کہ جو لفظ فقرے کے اول مین آوے وہی فقرے کے آخر مین آوے اور نظم مین اس طرح جاری ہوتی ہی کہ جو لفظ صدر یعنے جزو اول مصرع اول مین آیا ہو وہی عجز مین آوے اور یہ چار حال سے خالی نہین خواہ وہ لفظ بطور تجنیس کے ہون یعنی وہ دونون لفظ صنعت تجنیس کی رکھتے ہون خواہ بطور تکرار کے یعنی الفاظ مکرر بغیر رعایت تجنیس کے آوین خواہ رد العجز علی الصدر مع الاشتقاق ہو یعنی وہ لفظ ایک مادے سے مشتق ہون خواہ رد العجز علی الصدر مع شبہ الاشتقاق ہو یعنے وہ لفظ مشابہت اشتقاق کی رکھتے ہون اور تجنیس مین کسی خاص قسم کی قید نہین بلکہ عام ہی کہ کسی قسم کی بھی تجنیس ہو۔

رد العجز علی الصدر مع التجنیس

تراب	
بال کھولے کیا تماشا کر گیا	ہو گیا عاشق پہ جینا وبال
خال کو کس طرح چوسے مرغ دل	رخ پہ اسکی زلف نے ڈالا ہی جال
لال لب پر پان کی لالی غضب	وصف مین اسکے زبان ہوتی ہی لال

چونکہ جزو اول اور جزو آخر اور جزو درمیانی سے مراد الفاظ کا اسقدر حصہ ہی جو کسی رکن کے مقابل واقع ہو تو اس صورت مین یہ شعر مذاق کا بھی اسی صنعت مین ہوگا۔ ۵

پیر و مرشد خلق کا پیدا ہوا | خوش ہر اک طفل و جوان و پیر ہے

کیونکہ اسکے عجز مین جو لفظ پیر واقع ہی اگرچہ وہ رابطے سے پیشتر ہو گر وہ اور رابطہ دونون فاعلن کے مقابل مین واقع ہوے ہین اسیلیے پیر شعر کے جزو اخیر مین سمجھا جاتا ہے۔

ذوق

مارے گر سیلی وہ زلفت پر عرق | جھڑ پڑین دندان دہان مارکے

ناسخ

دے گھٹا کو نہ مرے دیدۂ تر سے نسبت | آبرو میری نہ ہم چشمونمین لے یار گھٹا

وله

سودۂ الماس کھاکر سو رہون | زندگانی ہجر مین بے سود ہے

نور

آرہ تو سر پہ چلا میرے ولیکن ابتو | شوق مین تیرے کہے جاؤنگا آرے آرے

رد العجز علی الصدر مع التکرار۔

نسیم دہلوی

خط نامہ بر کو پھیر دیا اور یہ کہا | کہنا کہ ہمنے جان لیا مدعاے خط

حالی

قیصر کے گھرانے پہ ہے سایۂ یزدان | اور ہند کی نسلون پہ ہے سایۂ قیصر

گویا

محمدؐ سے صفت پوچھو خدا کی | خدا سے پوچھیے شان محمدؐ

مومن

دل اکبار ہوا ایسی سے جگہ مائل | کہ جان کو بھی ٹھکانے لگا رکھے گا دل

ظفر

نکالے ہین یہ اشک گرم ہمنے | کہ چشم تر سے ہین انگر نکالے

وله

چرخ کی بے مہریونسے ڈر ہے اے مہروش | توجو آوے میرے گھر ایسا نہو حسن یار چرخ
چرخ ساغر مین بھرے کس کے مگر رنگ عشق | ہو گیا ڈہاب غم سے سبزۂ مینائے چرخ

گویا

رقص کی اُسکے صفت گویا نہ پوچھ | دل کو کر دیتا ہے بے آرام رقص

منشی

دروغ لگے مردم کے ہے فروغ | بھلا کسلیے کوئی بولے دروغ

لمولفہ

آئنہ خانے مین اُسکے دیکھ تو تجھی بشوق | ہے لگا دیوار و در سے کس ادب سے آئنہ

ردالعجز علی الصدر مع الاشتقاق۔

انشا

مفرح اپنے شفا خانۂ عنایت سے | شتاب بھیج کہ انشا کو جلد ہو تفریح

ظفر

نکل جائے ظفر دم ساتھ اُسکے | جو دل سے تیر وہ دلبر نکالے

ولہ

سنتے ہو جبکا ملک سلیمان مین شور حسن | دھوم اُس پری کی جا کے پرستان مین سنو

غلام حسینخان قدیر

جلایا جو پروانہ سان اُسنے مجکو | کہا مین نے بھی شمع رو اُس کو جلکر

ناسخ

بھیجنا خط کا کیا اُس بت نے ترک | اب خدایا موت کا پیغام بھیج

اُمراؤ مرزا نادان

کھینچ کر نالہ مصور رہ گیا | جب کہا تو یار کی تصویر کھینچ

تراب

توڑ کے پھر جوڑنا دشوار ہے ممکن نہین | شیشۂ دل کو مرے اے سنگدل ظالم نہ توڑ

ضامن

مار ڈالو جو مارتے ہو جی | چشم خونخوار نے ہمین مارا

حالی

تسخیر فقط اگلون نے عالم کو کیا تھا | اور تو نے کیا ہو دل عالم کو مسخر

ردالعجز علی الصدر مع شبہ الاشتقاق۔

ذوق

چھنپی ترنگ کا وہ لپٹے دکھا کر عالم	ایک عالم کا ہو دل لیکے بغل مین چنپت

ولہ

چُنی تونے افشان جو اے جنیجبین ہے	ستارو نمین کیا کیا چنان اور چنین ہے

ناسخ

سودۂ الماس کھاکر مرہون	زندگانی ہجر مین بے سود ہے

دوسری قسم ردالعجز علی الحشو یعنی جو لفظ عجز مین واقع ہو وہی حشو مین واقع ہوا ورحشو یہان عام ہے خواہ مصرع اول کا ہو خواہ مصرع ثانی کا اور ہر ایک مین وہی چار صورتین متذکرہ قسم اول پیدا ہو سکتی ہین اولاً حشو مصرع اول کی صورتین لکھی جاتی ہین ۔

ردالعجز علی الحشو مع التجنیس۔

حسن

مروتم پری پر وہ تم پر مرے	بس اب تم ذرا مجھ سے بیٹھو پرے

اس شعر مین تجنیس محرف ہے۔ مصرعۂ اول کے حشو مین پری یاے معروف سے اور مصرعۂ ثانی کے عجز مین پرے یاے مجہول سے ہے۔

حسرت

مین نے کہا رم مجھ سے نکر رام ہو ٹک	کہنے لگا کیا چیز ہے رم جانے رام

پہلے مصرع کے حشو مین ایک رم ہے اور ایک رام ہے اور عجز مین رام ہے پس رم اور رام مین تجنیس زائدو ناقص ہے اور رام و رام مین تجنیس تام ہے ۔

جانصاحب

وصف مین چوٹی کے اک شعر نہ چوٹی کا کہا	جانصاحب نے بکی کیا ہے یہ چوٹی چوٹی

ردالعجز علی الحشو مع التکرار۔

عشرت

اسیر اُلفتِ گل مثل عندلیب +	بدل خار وصال حسرت گل

مولوی محمد حیات رامپوری شاگرد ذوق

مجھکو اُس چاند کے تصور نے	شب دیجور نے دکھایا چاند

ناسخ

وصل مین تھا صبح سے بیزار مین | ہجر کی شب مجھسے ہے بیزار صبح

نظیر

سو بار حریر اُسکا مسکا نگہ گل سے | شبنم سے کہان بلبل پیراہن گل مسکا

ظفر

تمھارے پانوٗن بھی دھوے پیے یہ عاشق زار | پر اُس کو فائدہ کیا اور کیا سمجھ کے پیے

غالب

آصف کو سلیمان کی وزارت سے شرف ہے | ہے فخر سلیمان جو کرے تیری وزارت

رد العجز علی الحشو مع الاشتقاق۔

غالب

ہم پکارین اور کھلے یون کون جائے | یار کا دروازہ پاوین گر کھلا

سودا

یقین تو جان گیا ٹوٹ دل مرا دون ہی | جو خار چبھ کے مرے پانو مین ذرا ٹوٹا

ظفر

تمنے کیا نہ یاد کبھی بھول کر ہمین | ہمنے تمھاری یاد مین سب کچھ بھلا دیا

ولہ

بہت سی آپکے ملنے کی ہم گھاتین لگاتے ہین | کہین جب ہمسے تو یکبار سو گھاتین ملتے ہو

سودا

کرنے پہ گر منفعل لگے ہو تیرا خیال | سو تو غلط ہے کبھو انکو نہوا انفعال

رد العجز علی الحشو مع شبہ الاشتقاق۔

ظفر

مجھے ڈر ہی نہ پہونچے پہونچنے کی وجہ سے صدمہ | کہ نازک ہو نہایت ہی ترا اے نازنین پہونچا

انشا

جو اہل فقر شاہ تمھارے ہی کے ہین مُرید | پالے ہین اُن سبھون نے کبوتر تمھارے لیے

ان سب مثالون مین حشو سے حشو مصرع اول مقصود تھا اب حشو مصرع ثانی کی مثالین دیجاتی ہین۔

ردالعجز علی الحشو مع التجنیس۔

دبیر

جس شب یہ گئی سوتا تھا وہ بندۂ حق بین
پھر عقد کو شیرین ملی کیا خواب تھا شیرین

ظفر

دار پہ دیکھکے سر بابر کا سر اُسنے کہا
شجر خشک مین بن پھول لگا کیونکر پھل

قلق

اسقدر زیست سے ہوا ہون تنگ
ہو گیا ہے پلنگ مثل پلنگ

نواب مصطفی خان شیفتہ

لیکن مبالغہ تو ہو البتہ اس مین کم
ہان ذکر خد و خال اگر ہی تو خال خال

شمس العلما مولوی نذیر احمد

اگر پناہ نہین آہوے حرم کو بھی
کہین جہان مین جس دم قضا بچھائے دام

ردالعجز علی الحشو مع التکرار

دبیر

یہ پوچھنا مین بھول گئی ولے مقدر
تاریخ مقرر نہین آنا ہے مقرر

ناسخ

گلزار حسن یار کی کبھی طرفہ ہے بہار
عارض پہ خط سبز نہین ہین یہ خار سبز

وله

ہوتا ہے قصد اور کسی بات کا اگر
کرتے ہین میرے مونھ یہی بات ہائے مونھ

امانت

نادان کی محبت مین ہے سو طرح کا دھڑکا
دل دون کسی لڑکے کو مین ایسا نہین لڑکا

منشی

وہین پر جہاندار فیروز بخت
بچھا ایک تخت اپنے پہلوے تخت

داغ

تو عزدہ ہے آپ سے نادان کس لیے
کر تو بھی خوب عیش جو ہو سازگار عیش

ردالعجز علی الحشو مع الاشتقاق۔

صفیر

وعدے پر اُنسے جو مانگون تو یہ فرماتے ہین	طلبِ بوسہ نہ ٹھہری یہ تقاضا ٹھہرا

میر

جسکے ہے یال تو نہین قنات	جسکے ہے فرش تو نہین فراش

مومن

ہے طبع مین ہر روز فزون رنج فزائی	اپنے مین سماتے نہین کیا دل مین سمائی
کیون ہاتھ سے جاتے ہو تم اتنا بھی نہ آؤ	جو تم کو ستایا کرین تم اُن کو ستاؤ

انیس

جو تیرا محب ہے ہمین اُس سے ہی محبت	جو تیرا عدو ہے ہمین اُس سے ہی عداوت

ردالعجز علے الحشو مع شبہ الاشتقاق۔

بیدل

سینے پہ آکے رکھتی ہین وہ دست مرحمت	دیتی ہین دلکے گھاؤ کو آرام گھائیان

انشا

ران پہ دھر ہاتھ یہ تیرا گ سی اک پھونکدی	گدگدی آئی میز جٹکی کا نیا تھا چٹکلا

انیس

حالونے اونٹونسے فنا تو نکو اتارا	میدان کو اُدھر باد بہاری نے بہارا

چودھری محمد سعید الدین حسین رئیس گھیسڑہ بداون

کیجے گا سعید آپ تصور مین زیارت	اچھا یہ قرینہ ہے اویس قرنی کا

تیسری قسم ردالعجز علے العروض یعنے جو لفظ مصرع ثانی کے جزو اخیر مین واقع ہو وہی لفظ جزو آخر مصرع اول مین ہو۔

ردالعجز علے العروض مع التجنیس۔

رفت

ہمارے سامنے مت ابر بار برس	جو ہم سے ہو سکے تجھسے نہو ہزار برس

میر حسن

بھری تھی دلونسے زبس اُسکی مانگ	بہت دل لیے اُسکی کنگھی نے مانگ

دبیر

صدقے کیے بازو جو علمدار نے شہ پر | یاقوت کے بخشے اُسے غفار نے شہپر

ہدایت

سینے کے تیرے کھلتے ہی ای میری جان بند | آئینہ ساز کر گئے اپنی دُکان بند

انشا

بخیبوں نکے گھر مین نہین کوئی نزہ | چارون کے حصّے پڑی ہے نزی

نسیم

بازو مین نہ تو مرے گرہ باندھ | سمجھاؤن جو پند اُسے گرہ باندھ

تسلیم

وہ زبان برگ گل سے اُسکی لال | جسکی تعریف مین زبان ہے لال

آغا اکبرآبادی

شوق زور و نیہ ہی ضعف دل بیمار گھٹا | آؤ میخانہ چلین آئی دھوان دھار گھٹا

ردالعجز علے العروض مع التکرار یہ صنعت ہر مطلع مردف مین ہوتی ہی۔

میر علی اوسط رشک

مجھکو نہین یقین کہ تجھکو ملا دہن | سچ بات ہے تو میرے دہن سے ملا دہن

ولہ

گرد عارض کیون نرکھے وہ بت پیچیدہ زلف | چہرہ ہے تصویر دن کارات کی تصویر زلف

معروف

مَے کے پینے سے تو ہر چند نباہی توبہ | پر مغنونسے یہ خجل ہون کہ الٰہی توبہ

نظام رامپوری

انگڑائی بھی وہ لینے نہ پائے اُٹھا کے ہاتھ | دیکھا جو مجکو چھوڑ دیے مُسکرا کے ہاتھ

واسطی

خزان کا خوف کہان ہی عجب بہار مین روح | بسی ہے جاکے کسی گلبدن کے ہار مین روح

ردالعجز علے العروض مع الاشتقاق۔

دہن یار مین مسی کی اُداہٹ دیکھی | خواجہ وزیر | چمن ملک عدم مین گل سوسن دیکھا

بیان

بیان کا یہ پیغام سے جائیو	صبا اُسکے کوچے مین گر جائے گی

ظفر

خدا ابھی سامنے میرے اگر وہ بگڑے	تو مُنھ کو دون ابھی اُسکے مین ایک پل مین بگاڑ

سودا

مضطرب برق سے نہو یون حال	بادلون سے جو اُس کا تھا احوال

نواب کلب علیخان

بچالے گروہ اعجاز کلام اُس کو تم جانو	مگر یون لہجے مین نواب جابر ہو تو مین جانون

ردالعجز علے العروض مع شبہ الاشتقاق۔

عشرت

تھی گہوارہ لوگون نے اُتارا	فلک سے جس طرح ٹوٹے ہے تارا

غفلت

فغان ہے بخت بد سے ایک تو بیمار خوبان ہو	بتاتے ہین اطبائے زمانہ اُسیہ خوبانی

چوتھی قسم ردالعجز علے الابتدا یعنی جو لفظ مصرع ثانی کے جزو آخر مین ہو وہی لفظ اُس مصرع کے جزو اول مین ہو۔

ردالعجز علے الابتدا مع التجنیس

خوشتر

بہت شادان ہوا شاہ زمانہ	خزانہ مین ملا اُس کو خزانہ

انشا

اک گڑگڑی اور روپے کے پنکھے پہ تو ہر گز	پھبتی نہین اسکندر و دارا ب کی پھبتی

رنگین

ایک بیک گھبرا کے وہ اُٹھا پکار	مار تیرے ہاتھ مین ہے اسکو مار

میرحسن

خواصون نے گھر کو دیا انتظام	تمامی کے پردے لگائے تمام

ردالعجز علے الابتدا مع التکرار۔

روشن بیگ امی

جی دھڑکتا تھا کہ پہونچے مین نہ آجائے لچک | ہاتھ سے چھوڑ دیا مین نے ترا جان کے ہاتھ

ہلال

پانون تیرے کب ہمین پامال کرجاتے نہین | ایڑیان ہمکو رگڑواتی ہین اکثر ایڑیان

غالب

وہ بھی دن ہو کہ اُس ستمگر سے | ناز کھینچون بجاے حسرت ناز

آباد

ہو گیا آگے تمھارے رنگ پریون کا سفید | رقص کہتے ہین اسے بس ہے اسی کا نام رقص

رند

قسم خدا کی ہے تو عشق پاک ہے تمسے | غرض سے ہے مجھے مطلب نہ مدعا سے غرض

ناسخ

کر رہا ہے ایک کافر مجھکو قتل | الغیاث اے اہل ایمان الغیاث

ساری غزل اسی صنعت مین ہے۔

ظفر

جگر کے کرتے ہین ٹکڑے یہ پارۂ الماس | پیے جو اشک کوئی مبتلا سمجھ کے پیے

ردالعجز علی الابتدا مع الاشتقاق

انشا

جو مجھ مین اور اُس مین دھما چوکڑی مچی | فراش بولے زور ہوئی یہ تو جنگ فرش

ولہ

نظر آئے مسی آلودہ وہ دندان اُسکے | حسن کے سین کے دندانے بوجہ احسن

ذوق

جس طرح سے کہ ہنسا دینے کو بیدینو نکے | نقل کرتا ہو مسلمان کی کافر نقال

آتش

خط سے رہا نہ حسن رخ یار کا فروغ | بجھنے نے اُس چراغ کے دل کو بجھا دیا

سودا

عہد مین حسن کے تیرے جو پیمبر ہو کوئی | معجزات اُسکے مین ہو صبر بڑا ہی اعجاز

قلق

مجھ حزین پر تولے قرسیا	عقدر کے بعد یہ کھلا عقدا

میر

جہان میرزیر و زبر ہوگیا	خرامان ہوا جب وہ محشر خرام

رد العجز علے الابتدا مع شبہ الاشتقاق حکیم ضامن علی جلال نے شہر رامپور مین ۱۳۰۱ہجری مین یہ رباعی اس صنعت مین راقم آثم کی درخواست پر لکھی تھی۔

رباعی

عید آتی ہے ہوگا غم ہجران رخصت	شہر رمضان سے ہے اسی کی شہرت
عاشق سے گلے ملیگا اپنے وہ ضرور	غیر دینے اگر نہ ملنے دے گی غیرت

انیس

اُس مین یہ مہر بھی ہے جو ہے فاطمہ کا مہر	شہرہ ہے تازیونکی تواضع کا شہر شہر

مولوی محمد اسمعیل

عابد زاہد فقیر جوگی	صوفی کا بھی ہوگیا صفایا

مہاراجہ شاد

گھر کو روشن کرمرے	دے مجھے ایسا دیا

بعض شعرا نے یہ صنعت علیحدہ ہر مصرع مین لاکر نئی بات نکالی ہے یعنی جزو اول و آخر مصرع اول کا یکسان لاتے ہین اور جزو اول و آخر مصرع ثانی کا یکسان گویا ہر مصرع کے جزو اول اور جزو آخر کو صدر و عجز قرار دے لیا ہے اور اگر یہ کہین کہ مصرع ثانی مین رد العجز علے الابتدا اور مصرع اول مین رد العروض علے الصدر ہے پس صنعت علیحدہ ہوگی تو ہم کہینگے کہ اس صنعت کا علم بدیع کی کتابون کہین نام نہین پس بہتر قول اول ہے جیسے اس شعر مین۔

میر

آنت شیطان کی ہے اُسکی آنت	دانت اُسکے ہے ہاتھی کا سا دانت

انیس

شاد اس کو کیا جسنے مجھے اُسنے کیا شاد	بیداد ہوئی اسپہ تو مجھپر ہوئی بیداد

حالی

لگاؤ تو لو اپنی اُس سے لگاؤ	جھکاؤ تو سر اُسکے آگے جھکاؤ

ولہ

کفایت جہان چاہیے وان کفایت | سخاوت جہان چاہیے وان سخاوت

صنعت محاذی یہ صنعت بھی رد العجز علے الصدر کے قبیل سے ہے اور تفصیل اسکی یہ ہی کہ لفظ آخر مصرع اول کا لفظ اول مصرع ثانی ہو اور لفظ آخر مصرع ثانی کا لفظ اول مصرع ثالث ہو اور لفظ آخر مصرع ثالث کا لفظ اول مصرع رابع ہو ایسے ہی جہان تک اتفاق پڑے مثال اسکی۔

از دریاے لطافت

آتا نہین کیون میرا وہ آسائش جان
ایمان ہے میرا محبت اُس کی دائم

جان جس پہ فدا کرتے ہین سب وایمان
دائم اُس کو بھی مجھ پہ ہے لطف نہان

رنگین

فرہاد کو شیرین جو بہت آتی یاد
شاد اُس کا ہمیشہ ذکر رکھتا اُسکو

یاد اُسکی مین اپنے دل کو رکھتا وہ شاد
اُس کو کر یاد شاد رہتا فرہاد

اور حکیم ضامن علی جلال کی یہ رباعی بھی جو راقم کی تحریک سے لکھی ہے اسی صنعت مین ہی

رباعی

گردن تری شیشہ آنکھ ہے پیمانہ
مستانہ ہر اک روش ادائین سرشار

پیمانہ کی طرح چال ہے مستانہ
سرشار نگہ ہے ساقی میخانہ

صنعت قطار البعیر یعنی شعر مین لفظ آخر مصرع اول اور لفظ اول مصرع آخر ایک سے ہون جیسے

لطف

غربال ہوے پانون طلب مین تو ہی ہیہات | ہیہات تو اے کعبہ مقصود کہان ہے

انشا

مفلسا بیگ جو عاشق ہین کہان پاوین زر | زر ہو اُس پاس جو بارے کی رسائی مارے

ظفر

ہو گیا جسد نسے لیے دل پر اُسکو اختیار | اختیار اپنا گیا نے اختیاری لگ گئی

تپش

سخن کو مرے بخشش حسن قبول | قبول طبائع ہو مجکو حصول

ناسخ

لازم ہے گرد مسافرون کا اعزاز	اعزاز نہین تو آؤ اضطرار سے باز

ذوق

جوہر خوب کو درکار ہو آرائش خوب	خوب تو آب کی خوبی سے ہو ٹھہرا گوہر

ہوس

دندان وہ اسکے سلک شبنم	شبنم سے میان غنچہ باہم

مثنوی یوسف زلیخا

مگر جلدی کر اب دل مین صبوری	صبوری اب تجھے تو ہے ضروری

منشی عبدالرحمن خان شاکر

نام تیرا ہے یا الٰہی نور	نور سے اپنے کر اسے معمور

صنعت تفریع یعنی شعر مین جزو صدر کا حرف آخر عجز کے حرف آخر کے موافق ہو مثال اسکی ۔

سوز

ہیہات وہ ساعت بھی عجب تھی کہ جب وقت	لائی تھی صبا یار سے پیغام محبت

ہیہات صدر مین واقع ہو اور محبت عجز مین اور دونوں کا حرف آخر تاے فوقانی ہو ۔

عنبر شاہ خان آشفتہ

آشفتہ نام عشق نہ لے پھر تمام عمر	دیکھے جو کوئی میرے دل زار کی شبیہہ

آغا علی نقی غنی

ہلجائے بیستون دل فرہاد کی طرح	آئے جو اس سمند کی ٹھوکر کے سامنے

صنعت مبادلۃ الراسین یعنی دو لفظوں مین حرف اول باہم تبدیل ہو وین جیسے سیل مائل اور میل سائل اور عقل عجیب اور نقل عجیب جیسے اس شعر مین سحر کے ۔

اگر حق نے بخشی ہے عقل عجیب	تو سن مجھ سے تو ایک نقل عجیب

صنعت تضمین المزدوج یہ صنعت اسطرح پر ہو کہ شاعر قافیہ یا فاصلہ کے سوا کلام کے اندر نظم یا نثر مین دو یا زیادہ لفظ مزدوج یعنی ہم وزن لائے جیسے اس شعر مین ۔

نثار

اُترے ملک فلک سے یوسف نکلے مین سے نکلے	ممکن نہین کہ تجھ سا کوئی کہین سے نکلے

مراد ملک اور فلک سے ہو نہ زمین اور کمین سے کیونکہ یہ الفاظ قافیہ مین ہین۔

صفیر

جلاتا ہے مراد دل تل تمھارے روئے تابان کا	مگر روغن اسی مین ہو چراغ داغ سوزان کا

رمز

پرتو پڑے جو اُسکے رُخ بے حجاب کا	پیدا ہو رنگ سنگ مین لعل خوش آب کا

مخمور

خواب مین پہونچا جو وان دست خیال	نیلا پیلا اُس کا زانو ہوگیا

مومن

مومن آلایش محبت مین کہ سب جانتے ہے	حسرت حرمت صہبا و مزا میر نہ کھینچ

صنعت ترافق یعنے چار مصرع اس طرح کے ہون کہ جس کو چاہین مصرع اول و دوم و سوم و چہارم کرلین جیسے۔

از دریاے لطافت

مفتون ہون مین اس شرم و حیا کا دلسے شیدا ہون مین اس زلف دوتا کا دلسے	عاشق ہون مین اس ناز و ادا کا دل سے کشتہ ہون مین اس طرز وفا کا دل سے

صنعت نظم النثر یعنی نظم کو اسطرح پر بنائین کہ اُسکو نثر بھی پڑھ سکین مگر حالت نثر مین بندش و نشست الفاظ و صفائی کلام بھی شرط ہی ورنہ بقول مرزا قتیل ہر نظم کو نثر پڑھ سکتے ہین اس واسطے کہ واؤ اور ہاے مختفی کا تلفظ اور کسرۂ اضافت و کسرۂ صفت کے کھینچنے کو ترک کرنا ہر نظم کو نثر بنادیتا ہی اور دوسری ضروریات شعر جیسے تقدیم بعض الفاظ کی بعض پر اور حذف بعض روابط کا اور اخفاے نون بھی ناجائز ہے اور نظم مین نون کی ضرورت سے جائز رکھا ہی کیونکہ جو نثر ایسے تغیرات کے بعد نظم سے حاصل ہوتی ہی وہ صنعت نظم النثر مین معتبر نہین بلکہ نظم النثر وہی ہی جو نظم تھوڑے تفاوت سے نثر ہو جائے اور بعض نے کسرے کا کھینچنا اور روابط کا حذف اور نون کا اخفا جائز رکھا ہی مگر تقدیم و تاخیر جائز نہین اور یہ صنعت حضرت امیر خسرو دہلوی کی ایجاد ہی مثال اسکی یہ رقعہ مولوی غلام امام شہید کا۔

نظم

جان اہل نیاز بندہ نواز یہ گذارش سے ہے آپ سے کہ دعا	بعد تعظیم اور عجز و نیاز آپ کے حق مین رات دن کرنا

اور ہمیشہ فراق مین مرنا
کب تلک آخر ایک دن جو قضا
حال سے اپنے مطلع کیجے

دل کو ہر وقت مضطرب کرنا
آئی تو بندہ بیگناہ مرا
اور جلدی مری خبر لیجے

نثر جان اہل بیانم بندہ نواز بعد تعظیم اور عجز و نیاز یہ گذارش ہو آپ سے کہ دعا آپکے حق مین بات دن کرنا اور ہمیشہ فراق مین مرنا دل کو ہر وقت مضطرب کرنا کب تلک آخر ایک دن جو قضا آئی تو بندہ بیگناہ مرا حال سے اپنے مطلع کیجے اور جلدی میری خبر لیجے

رقعۂ ثانی دریاے لطافت سے

اجی صاحب سنو تو تمنے کل
گئے اپنے کلام سے صاحب
ہمتو سر دینے تک کبھی حاضر تھے
واہ جی واہ آپ کے قربان
ہنگئے ہو خدا سے ٹک تو ڈرو

کیا کہا تھا اور آج کس لیے ٹل
ایسی اُلفت بھی کچھ نہین صاحب
پر تمھارے تو ڈھنگ تھے نئے
ہو جیسے کیا ہی تنھے اور نادان
یاد تو کیجے قرار دن کو

صنعت مُثلّث اسکو کہتے ہین کہ رباعی کے تین مصرع اس طرح لکھے جائین کہ اگر ہر مصرع سے بعض الفاظ کو اُٹھالین تو اُنکو جمع کرنے سے چوتھا مصرع خود پیدا ہو جائے مگر اکثر وہ الفاظ ہر مصرع مین سرخی یا کسی علامت خاص سے لکھے جاتے ہین مثال اسکی ــ

رباعی لمولفہ

ہے مہر مین تیرے حسن سے پرتو نور
تیرا ہی ظہور سارے عالم مین ہے

اور ماہ مین تجھسے روشنی ہے اے حور
ہے مہر مین اور ماہ مین تیرا ہی ظہور

از دریاے لطافت

تجھسا نہین پیارا کوئی اے رشک قمر
اے دلبر نازنین تجھے کہتے ہین سب

محبوب کوئی نہوگا تجھسے بہتر
تجھ سا نہین محبوب کوئی اے دلبر

صنعت مُربّع اسکو چہار در چہار بھی کہتے ہین یعنی چند سطرین چار چار خانون مین ایسی لکھین کہ اُنھین طول اور عرض مین یکسان پڑھ سکین کسی طرح کا تفاوت نہ واقع ہو مثال اسکی صفحہ مابعد مین درج ہے ــ

از عقل و شعور			
کرون کیا	خفا ہے	الٰہی	وہ دلبر
خفا ہے	وہ مجھسے	عبث کیون	سمن بر
الٰہی	عبث کیون	خفا ہے	غضب ہے
وہ دلبر	سمن بر	غضب ہے	ستمگر

از منشی علی امجد حسین امجد بدایونی			
کیون تجھے	عشق	ہوگیا	امجد
عشق	تجھکو کریگا	عاجز و	زار
ہوگیا	عاجز و	نزار	امجد
امجد	زار	امجد	ناچار

اور اگر آٹھ آٹھ خانو نمین لکھا اور پڑھ سکین تو اُسے صنعت مثمن کہتے ہین ۔

صنعت مُدَوَّر یعنی مصرع یا شعر ایسا ہو کہ اسکو ایک دائرے مین چار یا آٹھ رکن کرکے دائرے کے حضور مین علیحدہ علیحدہ لکھین اور جس رکن سے چاہین پڑھ سکین اور ایک مصرع یا بیت سے باعتبار تقدیم وتاخیرِ رکن کے کئی مصرع یا بیتین حاصل ہون۔

مثال

مصرع کی مثال از دریاے لطافت

الٰہی
ترا
سبھون مین
بھلا ہے

شعر کی مثال از عقل و شعور

نجانو
مرادل
ستاتا
عجب ہے
[illegible]
ترا دل
جلاتا
[illegible]
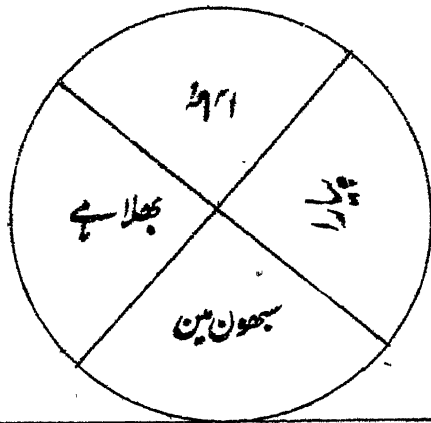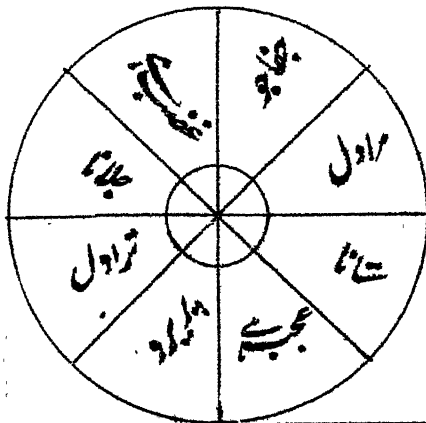
صنعت براعتِ استہلال اُس صنعت کا نام ہی کہ جو قصہ بیان کرنا منظور ہو خواہ نظم ہو خواہ نثر اُس کا دیباچہ یا اول داستان مین اشارہ کردین بہت مثنویان اور قصیدے اور اکثر قصے نثر کے اس صنعت مین ہوتے ہین۔ نسیم مثنوی گلزار نسیم مین فرخ یعنے بکاؤلی کے غائب ہوجانے اور رسالہ کے طلب کرنیکے موقع پر لکھتے ہین۔ ع

کھُلنے پہ جو ہے طلسم تقدیر	اب خامہ نے یون کیا ہے تحریر

قلق گلشن آرا شاہزادی کی شادی کے بیان کے شروع مین لکھتے ہین۔ ع

ساقیا ہے یہ وقت میخواری	دخترِ رز کر رہی ہے عیاری
دیکھ مینا سے چرخ کا نیرنگ	طُرفہ دَورِ زمانہ کا ہے رنگ
تاک کر اک پری صفت میخوار	سینہ زوری سے کرکے عشق اظہار
دُخترِ رز آج بیاہی جاتی ہے	پیر میکش تلک براتی ہے
یہ نیا چرخ داغ دیتا ہے	غیر معشوق بیاہ لیتا ہے
ایک کا تو بیاہ کرتا ہے	ایک کا گھر تباہ کرتا ہے

ترابنے عاشق و صنم کی مثنوی کے دیباچے مین کہا ہے۔ ع

خدا گر عشق کو پیدا نکرتا	تو بندہ حسن پر کاہے کو مرتا
کوئی عاشق نہ دیتا جی صنم پر	نہ سر دھرتا کوئی اُسکے قدم پر

اور مثنوی کام و ناکام مصنفہ مولوی محمد نظام الدین صاحب مرحوم ناطق ہاشمی بدایونی ابن مولوی صدر الدین صاحب کا یہ شعر بھی اسی صنعت مین ہی۔ ع

دلا نامے سے پہلے لکھ تو وہ نام	کہ ناکامان دل کو جس سے ہے کام

انشا نے اُس قصیدے کے آغاز مین جو شاہ لندن کی سالگرہ کی تہنیت مین ہی کہتے ہین۔ ع

انکھیان لونرکی تیار کرے ہے سمن	کہ ہوا کھانے کو نکلینگے جوانان چمن
عالم اطفال نباتات یہ ہوگا کچھ اور	گولے کاٹ سبھی ہل بیٹھینگے نہی گرتے ہین

نسیم تاج الملوک کے صحراے طلسم مین جانے اور طلسم کی چیزین حاصل کرنیکی داستان کے شروع مین لکھتا ہی۔ ع

پھر گھر طلسم اختلاص	ہے بحر سخن مین خامہ غواص

صنعت سیاق الاعداد یعنی کلام مین ذکر کرنا عددونکا خواہ ایک سے دس اور اس سے زیادہ تک خواہ برعکس اسکے ایک تک اور عدد خواہ ترتیب وار ہون یا بے ترتیب مثال اول کی۔

انشا

مین جو شب اُنسے راہ مین لپٹا	ہیم جا کم رہا نہ خوف عسس
ہاتھا پائی ہوئی کچھ ایسی کہ پھر	ٹوٹی اُنگلی کی چر ڈھلگئی جھٹ نس
لگی کہنے کہ میرے دامن کو	نہین ابتک کیا کسی نے مس
مفت جلجائے گا پرے بھی سرک	ارے مین آگ اور تو ہے خس
جب کہ دیکھا کہ چھوڑتا ہی نہین	تب تو ٹھہری کہ بوسے دینگے دس
گن کے سو لیلے گیارھوان نہ سہی	مجھے پیٹے کرے جو اور ہوس
ایک دو تین چار پانچ چھ سات	آٹھ نو دس ہوے بس انشا بس

شاہ حسین حقیقت اپنی مثنوی ہشت بہشت مین کہتے ہین ــ

ایک دو تین چار پانچ چھ سات	آٹھ نو دس تلک تو تھی اک بات

مستقیم خان وسعت

دل ے قسمت ایک گالی کی ہوئین دو تین چار	وقت گفتن جب زبان پر اُسکے لکنت آگئی

انیس

کشتے ہون ایک ضرب مین دو ہون کہ چار ہون	شش در تھے سب کہ موت سے کیونکر دو چار ہون

میر

مرے ایک دل مین جو غم ہی یہ سو فنون ہے بیشمار ہے	نہ تو دس مین ہی یہ نہ پچاس مین تو سو مین یہ نہ ہزار مین

مثال عکس با ترتیب کی ــ

ایاز محمد خان ایاز بھوپالی

مُنہ کو ملا ایاز سے بوسے دیے جو ناز سے	بست بہ بست دہ بدہ پنج بہ پنج دو بدو

نشایان

تمنا ہی یہی دے بکشش دیریخ	پلاسہ آتشہ تا دور ہو رنج

اعدد بے ترتیب کی مثال

الٰہی بخش عشقی

نہ چھوڑوگے کسی کو ربع مسکون مین یہ شہرہ ہون	وہ دن ہی کونسا جانے نہین دو چار کا نرسے پر
اس تند خو سے بوسے مین نے بصد سماجت	جب سو پچاس مانگے تب تین چار ٹھہرے

مومن

جز نہ سہہ رہین مرے دشمن تو اور بھی	لیکن بڑے غضب یہی دو تین چاہین

ولہ

ہین قتل عام کرنے وہ اغیار کیلیے	دس بیس روز مرتے ہین دو چار کیلیے

انشا کی یہ ساری غزل اسی صنعت مین ہے۔ ۵

نو آسمان خور و مہ ساتون طبق زمین کے	روح و حواس خمسہ اور شش جہات تیسون
بارہ بروج چودہ معصوم چار عنصر	ظاہر کرے ہین تیری لاکھون صفات تیسون

صنعت مسمّط یعنے غزل یا قصیدہ وغیرہ مین سولے مطلع کے تین تین یا زیادہ سجع یعنے فقرہاے ہموزن ایک طرح کے مذکور کرین اور جو تھا قافیہ اصل غزل یا قصیدے کا ہو مطلع کو اس لیے مستثنے کیا کہ اُس مین بسبب رعایت قافیہ وغیرہ کے یہ بات نہین ہو سکتی اور اس مین شاعر کی قوت طبع دیکھی جاتی ہے۔

نسیم دہلوی

سرچشمۂ ہمت ہی وہ سر دفتر رحمت ہی وہ	سرمایۂ دولت ہی وہ با عزت و جاہ وحشم
قسمت ہو یاری پہ اگر آجائے جو پیش نظر	بخشے یہانتک سیم و زر سب بھولے گر دون کے ستم

غلام امام شہید

آئی بہار اب ہر چمن۔ ہے بلبل و گل کا وطن۔ دیر و حرم سے نعرہ زن۔ آتے ہین شیخ و برہمن +
زاہد سے کہدو یہ سخن۔ ہو فصل گل تو بہ شکن۔ گر چاہے عیش جان و تن۔ میخوارون کا سیکھے چلن +
آئی بہار جانفزا۔ لائی گلستان مین صبا۔ پیغام وصل دلربا۔ گل کھل کھلا کر ہنس پڑا +
موج ہوائے وا کیا۔ ہر غنچے کا بند قبا۔ بلبل یہ کرتی ہے صدا۔ اب مین ہون اور سیر چمن +
ساقی جو شوخ و شنگ ہے۔ مست مئے گلرنگ ہے۔ مطرب جو خوش آہنگ ہے۔ محو نواے چنگ ہے +
دل عیش کا اورنگ ہی۔ غم خستہ و دل تنگ ہے۔ بلبل ہے خوش دل رنگ ہے۔ شادی سے گل ہی خندہ زن +

مرزا عباس بیگ

یہ مین نے مانا کہ تیغ خنجر مرا گلا بھی نہین رہے گا	مگر مین قائل کی ادا ستمگر ہمیشہ تو بھی نہین رہے گا
چلیگا کبتک یہ کذب کاذب رہیگا کبتک وہ شوخ زرغضب	رہے ہمت نہ نکلے گر مصاحب رقیب تو بھی نہین رہے گا
ابھی تو زردی ہے رخ پہ کم کم عبث ہے رونا عزیز ہمدم	رہی جو چندے یوہین تب غم تو پھر لہو بھی نہین رہے گا

حسرت

مجھ سے نہ کہنا خبر وہ نہین آتا اگر
لب پہ ابھی جان زار آئی ہی ہو بیقرار
اُس سے لگے کہنے یار مر گیا عاشق وہ زار

سُنتا ہے پیغام بر مین نے سُنا اور مُوا
دل مین مرے ابکی بار درد اُٹھا اور مُوا
کہنے لگا کتنی بار وہ تو جیا اور مُوا

ناسخ

یہ نور ہی روے مہ جبین کا خجل ہو چاند چودھوین کا
اگر ہو پھاہا یہ سمندر یقین ہی ہو خاک دم مین جلکر

جو حلقہ ہی زُلف عنبرین کا وہ ایک نافہ ہی مشک چین کا
سُنا جو ہو آفتاب محشر کھرنڈ ہے داغ آتشین کا

مذاق

جو گرم ہی حسن اُس حسین کا نہ وہ پری کا نہ حور عین کا
تو میری آنکھوں سے یہ نہان ہو چار ہو کر نہ ہو درفشان

نقاب اُٹھے ہوے آتشین کا تو چاند جلجاے چودھوین کا
اُٹھاؤن آب گہر کا طوفان نچوڑون گر تار آستین کا

انشا

مجھے باندھ کے تکیہ جو گوشہ گزین ہی مینگے زمانے مین اہل یقین
سنبھل ایسے غرور مین ہی خلیل کہ گرے نہ اُٹھا مین منھ کے بل
تجھے صدقہ خدائی کا میرے خدا بہ تصدق رتبۂ اہل ہدا

کوئی سلطنت اُسکو پہنچتی نہین سر سایہ بال ہما کی قسم
بس اب اس سے بھی گئے تو بڑھکے نہ چل تجھے رفعت عرش علا کی قسم
نکر اپنی عیال سے تجکو جدا تجھے نیت صدق و صفا کی قسم

ناسخ

پاس یار جانی ہی بادۂ ارغوانی ہے
مُنھ سے گر لگے مینا آب خضر ہو پینا
سُننے والے روتے ہین ایسی نیند سوتے ہین

شغل شعر خوانی ہی عالم جوانی ہے
پی کے اک دم جینا عمر جاودانی ہے
نیے نوحے ہوتے ہین اپنی وہ کہانی ہے

بابو غلام محمد طور

ذرات ترے گوہر الماس ترے کنکر
اے خاک تری عظمت ثابت ہی بلا حجت
ہر آنکھ تری جویا ہر سر مین ترا سودا

پتھر ترے سیم و زر کیا طرفہ تماشا ہے
مشتاق تری خلقت آنکھون کو کیے وا ہے
ہر لب پہ ترا چرچا ہر دل مین تری جا ہے

امیر

کیونکر بسملونکو بھا گئی لاکھون گلے کٹوا گئی
راہ عدم کی سیر سے کب رنج اُٹھائے خیر سے

یا رب کہان سے آگئی پھونکی چھری قاتل کے پاس
پہونچے ہین پاے غیر سے سوتے ہوے منزل کے پاس

ساقی کو حیرت ہو گئی مطرب کو وحشت ہو گئی ۔۔۔ برباد صحبت ہو گئی پہونچا جو میں محفل کے پاس

ولہٗ

قافلہ سب ہی پیش و پس پہ نہیں کوئی ہمنفس ۔۔۔ کون ترا ہے دادرس چیخ نہ لے درا عبث
آئی نہ اپنے کام عمر غم میں کٹی مدام عمر ۔۔۔ تنکے چنے تمام عمر صورت کہ بے عبث

حسن

دل و جان کا پوچھو ہو کیا نشان ہوئی رفتہ رفتہ یہ شکل ہان ۔۔۔ کہ اُجڑ گیا سبھی خانماں نہ مکین ہا نہ مکان رہا
مجھے ربط کس سے ہے اسطرح تجھے چاہتا ہون مین جسطرح ۔۔۔ مری زیست ہو سکے کس طرح ترے دلمین گر یہ گمان رہا

ولہٗ

بس ذکر بوسہ مت کرو کیون لاف کرتے ہو چلو ۔۔۔ جلنے دو بس جھکے رہو تم دے چکے مین پا چکا
جھگڑا تھا جسکا سو اُٹھا کہدے کوئی یہ اُس سے جا ۔۔۔ لے مرنے والا مر گیا قصہ مٹا جھگڑا چکا

ظفر

اُٹھائے سوز خم ہر نمط ہین یہ خون کے دعوے کوئی غلط ہین ۔۔۔ کہ مثل قط گر خط یہ خط ہین ہنوز نالے کے استخوان پر
کہا یہ سو بار دل کو زدکر حریف مت ترک چشم کو کر ۔۔۔ پر آخر ش ٹکڑے ٹکڑے ہو کر رہا ہی مژگان کے ہر سنان پر

گویا

تجھے جہان مین عجیب نصیب ہے ہم کہ سہاے کیتے نام دیتے ہیں ستم ۔۔۔ ہمین کب چکے کشتۂ تیغ ستم تو وہ کھاتے ہین جو روجفا کی قسم
گر مستی مین شب جسوہ ماہ لقا وہین ساقی کے ہوش ہاے نہ بجا ۔۔۔ سبو ہاتھ سے پیر مغان کے گرا اسی مست کی لغزش پا کی قسم
جو ہو نجد کے بن مین گذار مرا کیے کانٹو نسے جسم نزار مرا ۔۔۔ کرے عضو ہر اک فگار مرا مجھے قیس برہنہ پا کی قسم

ولہٗ

نے بادہ ہے رنج و تعب آنسو روان ہین سوز و شب ۔۔۔ ہو کشتی مے کی طلب ساقی سے اس طوفان مین
اُس لب کی سرخی دیکھکر سودا ہوا ہے اسقدر ۔۔۔ ہے سب کو شوق نیشتر جتنی رگین ہین جان مین

بعض شعرا ایسا بھی کرتے ہین کہ ہر شعر مین بجائے قافیہ کے مطلع کا سجع آخر بطور ردیف کے لے آتے ہین یعنے غزل یا قصیدہ مین تین تین یا سات سات سجع ایک طرح کے اور چوتھا یا آٹھوان سجع ایک مطلع سے لے کر مقطع تک لایا کرتے ہین اور اس قسم کے مسمط مین قافیہ تکرار تقدیری قرار دیتے ہین۔ نظام الدین احمد صاحب مجمع الصنائع اور رشید الدین وطواط صاحب حدائق السحر اور صفی الدین حلی اور عزیز الدین موصلی اور دوسرے علمائے نامدار کی جماعت کثیر نے صنائع بدیعی مین مسمط کو لکھا ہے لہذا حدود تر لکھ قافیہ سے خارج ہے

مگر محقق طوسی کلمات مشابہ مسمط کو بھی قافیہ محدود مین شمار کرتے ہین اور مولانا جمال الدین حسین صنعت مسمط کے منکر اور کلام قدما مین اعتراض نفرماکر سہو قرار دیتے ہین مثال اسکی ۔

جعفر زٹلی

ہر روز مجرا اُٹھ کرین در کا ریک سو گر تین — بے شرم ایسے لڑھرین یہ نوکری کا ڈھنگ ہے
رتسے ہمیشہ گھیو کو ترسائے رکھے جیو کو — جیسے پپہا پیو کو یہ نوکری کا ڈھنگ ہے

علے ہذا القیاس اس نوحے مین گد لکے ۔

نوحہ

کرکے مجرا زینب پکاری میرے مظلوم بھائی حسینا — تیرے لاشے کے مین جاؤن واری میرے مظلوم بھائی حسینا
اب مین کوفے کو جاتی ہون بھائی تمسے ہوتی ہے میری جدائی — یہ جدائی نہین آفت آئی میرے مظلوم بھائی حسینا

مجروح

رو کے کہتی تھی بالی سکینہ ظالمو میرے گوہر نہ چھینو — مین ہون بنت امام مدینہ ظالمو میرے گوہر نہ چھینو
مین نحت دل مصطفےٰ ہون مین جگر گوشہ مرتضی ہون — گوہر گوش خیر النسا ہون ظالمو میرے گوہر نہ چھینو

احمد خان تلونی مصنف ذکر الشہادتین کا نوحہ ہے ؎

ہائے جنت کو تم بھی سدھارے میرے بھائی کے فرزند قاسم — داغ فرقت ہے دلبر ہمارے میرے بھائی کے فرزند قاسم
کاش تم ساتھ میرے نہ آتے ہوکے رخصت شہ مید انکو جاتے — بھوکے پیاسے نہ گردن کٹاتے میرے بھائی کے فرزند قاسم

یوسف

رموز آگاہ یزدانی محی الدین جیلانی — مدار فیض حقانی محی الدین جیلانی
گل گلزار وحدت ہین بہار باغ صفوت ہین — ہمارے حق مین رحمت ہین محی الدین جیلانی
سر دفتر دانا مقبولان شہ افراد مجذوبان — ہین شمع جمع محبوبان محی الدین جیلانی

صنعت توشیح اس کو کہتے ہین کہ کچھ اشعار ایسے لکھے جائین جنکے ایک ایک حرف سر ہر مصرع یا شعر کے جمع کرنے سے کوئی نام یا عبارت پیدا ہوا ور جو اشعار زیادہ ہون تو کوئی شعر ہویدا ہو مثال اس کی یہ اشعار منشی رام پرشاد ظاہر دہلوی کے ؎

کر چکا جب تمام مین یہ کتاب — ایسی تاریخ کا خیال ہوا
نام ہو ساتھ ایک صنعت کے — تاکہ شائق جہان ہو اس کا

ل؎ گھی یعنی روغن زرد در اصل گھیو بود ۱۲ دریائے لطافت

اِس لیے لکھ کے قطعۂ تاریخ	رغبت دل سے خوب فکر کیا
یک بیک یہ بصنعت توشیح	خوب برجستہ نام ہاتھ آیا

ان مصاریع کے حرف اول کے جمع کرنیسے کاین تاریخ نام نکلتا ہی۔

منشی مظفر علی اسیر

ناظم مملکت جاہ و جلال	وارثِ تاج و سریر اقبال
آفتابِ فلک جاہ و حشم	بدر تابندۂ الطاف وکرم
مالکِ کشورِ صد شوکت وشان	حاصل مزرعِ سر سبز جہان
معدنِ جود و سخا و ہمت	داور عادل کسرٰے رفعت
کرم و جود ہے پیشہ اُن کا	لطف دستورِ ہمیشہ اُن کا
بارگہ اُن کی عجب عالی ہے	عرش پر جائے خوش اقبالی ہے
لبِ لعلین جو سخن مین کھولے	یار و اغیار نے موتی رولے
خلق مین کون ہے ثانی اُن کا	اسم خلاق معانی اُن کا
نہ فصاحت نہ بلاغت مین جواب	بحر یہ اہلِ زبان قطرۂ آب
ہین ہر اک علم و ہنر مین یکتا	ایک عالم مین نہین ہے ایسا
دل آفاق فدا ہے اُن پہ	رحمتِ خاص خدا ہے اِن پر
دین و دولت کو اُنھین سے ہی چمک	ابر رحمت ہین وہی زیر فلک
مادہ لطف و عطا کا ہین وہ	آسرا خلق خدا کا ہین وہ
قالبِ خاک ہے ہر چند بدن	بزم دل نور خدا سے روشن
آب خضر اُن کی ہے گفتار فصیح	لبِ اعجاز نثار رشک مسیح
ہاتھ مین دامنِ مقصود مدام	بس اِن اشعار سے آئینہ ہے نام

حرف سر ہر مصرع لینے سے (نواب محمد کلب علیخان بہادر دام اقبالہٗ) حاصل ہوتا ہے

سودا

ستمہ جو بیان کیجیے انصاف کا اُسکے	جو خوبی ہی دنیا مین لگے اُسکے نہ پاسنگ
الطاف و کرم کا جو شمار اُسکے کرو نہین	عاری نہین ہین امواج کو کنگر پہ لب گنگ
انصاف یہ اب عہد مین اُسکے ہی کہ فریاد	لا یا نہ لبون تک کوئی غیر از جرس زنگ

دیکھا نہ مین یہ حوصلہ جز اُسکے بشر کا		وسعت بھی لے مانگی حضور اُسکے ہی کچھ تنگ	
لعل اُسکے تئین بخشنے کنکر سے ہین کمتر		ہمت کا جہان بیچ بھلا کس کے ہی یہ ڈھنگ	
بازو کا اُسے زور شہ ہند کا کہیے		ہیبت یہ جہان اُسکی ہہر صاحب اورنگ	
آمد کی خبر اُسکی جو ہووے طرف روم		دہشت سے لرزتی ہی لیے مملکت زنگ	

سر ہر مصرع کے حروف کے جمع کرنیسے شجاع الدولہ کا نام حاصل ہوتا ہی کبھی ایسا ہوتا ہی کہ سر ہر مصرع یا سر شعر پر ایسے حرف لائے جاتے ہین کہ معانی اُنکے علیحدہ تو مقصود نہین ہوتے لیکن اُنکے عدد بحساب جمل جمع کرنے سے کوئی سنہ ہجری یا عیسوی یا فصلی یا سمت وغیرہ پیدا ہوتے ہین اور تاریخ کسی واقعہ کی ظاہر ہوتی ہے اور کبھی وہ حروف ایسے ہوتے ہین کہ اُنکے جمع کرنے سے کوئی فقرہ یا مصرع یا شعر با معنی حاصل ہوتا ہے اور اُس فقرہ یا مصرع یا شعر کے اعداد تاریخ کے واسطے مراد ہوتے ہین اسکو تاریخ بہ صنعت توشیح کہتے ہین پس یہ صنعت بھی اسی قبیل سے ہی اور اسکا حال ہم صنعت تاریخ مین بھی بیان کرینگے۔

کبھی نام یا عبارتین کسی نظم یا عبارت الفاظ کے بیچ کے حروف سے حاصل کرتے ہین یہ بھی داخل صنعت توشیح ہی مثال اُسکی یہ عبارت ہے **لمولفہ**۔

حمد و ثنا اُس خالق کون و مکان خدائے پاک کو شایان ہی جو تمام عالم کل مخلوقات کو بحکم کن عدم سے وجود مین لایا
نعت و صفت اُس سرور دو جہان محمد مصطفےٰ کی زیبا ہے کہ جمیع بندگان خدا کو طریقۂ اسلام سکھا کر اپنا تابع فرمان بنایا
منقبت حضرات اہلبیت کرام نبوی کی واجب ہی جنھون نے گمگردگان بادیہ ضلالت کو ہدایت کا چراغ دکھایا
مدحت اصحاب و احباب کبار مصطفوی کی لازم ہی جنھون نے کشتی امت کو طوفان بلا و گرداب عذاب سے بچایا
اما بعد مولف اُس رسالہ کا یہ عبارت بطور مثال صنعت توشیح کے لکھکر درج کرتا ہے
اور فصحاے عصر و بلغاے دہر سے داد اپنی محنت و غور کی چاہ کر عرض رسا ہے
کہ اس ہیچمیرز و نادان کو ایک مدت سے نظم و نثر اُردو و فارسی کا کمال شوق سہے
اور حسب استعداد و لیاقت خود تھوڑا بہت شعر گوئی اور عبارت آرائی کا بھی ذوق سہے
بہت عرصے سے اس فکر و خیال مین تھا کہ کوئی رسالہ فارسی خواہ اُردو و فن شعر و سخن مین ترتیب دون
اور مضامین جدید و قدیم تازہ و کہن متعلق عروض و قافیہ و صنائع و بدائع و معانی وغیرہ یکجا جمع کردن
الحمد للہ علی احسانہ کہ شاہد معنی جلوہ گر ہو اسطے یہ نسخۂ نادر مرتب ہو کر قریب انجام و اختتام پہونچا

نجم الغنی خان   عبد الغنی خان   عبد العلی خان
ابن   اب   جد

اس عبارت سے نام مولف وجناب والد ماجد مرحوم اور حضرت جد امجد مغفور کا اسطرح سے نکلتا ہی کہ وسط کلام سے ایک ایک حرف جائے معین سے جو بعلامت خاص لکھے گئے ہین لیکر جمع کیا جاتا ہی ایسے ہی ایک عبارت سے دوسری عبارت پیدا ہو سکتی ہے۔

صاحب کتاب مثل السائر فی ادب الکاتب والشاعر اپنی کتاب کے مقالۂ ثانیہ مین صنعت توشیح کو یون لکھتے ہین کہ شعر دو بحرون اور دو قافیون مین ہو اگر پہلے قافیے تک پڑھین تو ایک وزن ہو اور دوسرے قافیہ تک پورا شعر پڑھین تو دوسرا وزن ہو جائے مگر صاحب دریاے لطافت وغیرہ نے ایسی قسم کا صنعت منقوص نام رکھا ہی اور صنعت متلون کے قبیل سے شمار کیا۔

صنعت مشجر وہ یہ ہی کہ اشعار کو بطور ایک درخت کے لکھا جائے یعنی ایک شعر جڑ درخت کی فرض کرکے اُس سے بہت سی شاخین موقع مناسب مصرعون کی نکالی جائین اور ہر جگہ سے ملاکر پڑھنا ممکن ہو اور شعر بامعنے حاصل ہوتا جائے بعض نے صنعت مشجر کو بھی صنعت توشیح مین داخل کیا ہی مثال اسکی یہ مشجر منشی امجد حسین آمجد بدایونی کا ہے۔

صنعت ترصیع یہ صنعت اس طرح ہے کہ ایک مصرع موزون کرین اور اُسکے مقابل دوسرا مصرع اس طریق پر لاوین کہ پہلے مصرع کا پہلا لفظ دوسرے مصرع کے پہلے لفظ کا قافیہ ہو اور پہلے مصرع کا دوسرا لفظ دوسرے مصرع کے دوسرے لفظ کا قافیہ ہو اسی طرح پہلے مصرع کے اور الفاظ بھی ترتیب وار دوسرے مصرع کے الفاظ کا قافیہ ہون مثلاً۔

از تاریخ بدیع

وحید یگانہ ریاضت مین تھے	جنید زمانہ عبادت مین تھے

وحید کے مقابل دوسرے مصرع مین جنید ہی اور یگانہ کے مقابل زمانہ اور ریاضت کے مقابل عبادت ہے

منشی

اُدھر سے جہاندار کشورستان	ادھر سے سپہدار مازندران

نسیم

ہمت نے مری تجھے اُڑایا	غفلت نے تری مجھے چھوڑایا

یعقوب علیخان نصرت

عالم ہین یہ علیم ہین باخبر ہین یہ راحم ہین یہ رحیم ہین یہ راہبر ہین یہ	حاکم ہین یہ حکیم ہین یہ دادگر ہین یہ سالم ہین یہ سلیم ہین یہ باہنر ہین یہ

باصر ہین یہ بصیر ہین اہل وفا ہین یہ
قادر ہین یہ قدیر ہین اہل سخا ہین یہ

اور اگر الفاظ مین رعایت تجنیس کی بھی ہو یعنی مصرع ثانی مین بعینہ وہی الفاظ ہون جو پہلے مصرع مین ہون مگر معنے جداگانہ ہون تو اسے **ترصیع مع التجنیس** کہتے ہین مثال اس کی یہ غزل کرم خان متخلص بکرم ساکن رامپور کی۔ ۵

نہ وہ پہونچا نہ کلائی ہے ہات برسے کیون جائے ہی رہ رہ برسات بول میٹھا تو سُنا جائے نبات آپ بس جائین نہ گھر ہوتا رات کہہ کرم سے وہ بس آوے دے ہات	نہ وہ پہونچا نہ کل آئی ہیہات برسے کیون جائے ہی رہ رہ برسات بول میٹھا تو سُنا جائے نبات آپ بس جائین نہ گھر ہوتا برات کہہ کرم سے وہ بساوے دیہات

صنعت متلون یہ ہے کہ ایک شعر کئی وزنون مین ہو مثال اس کی یہ بیت

شیخ امداد علی بحرکی ہے۔ ؎

دو دو دل اپنا شرر افشان ہوا	ابر اُٹھا صاعقہ رخشان ہوا

ایک وزن یہ ہے فاعلاتن فاعلاتن فاعلن اور دوسرا وزن یہ ہے مفتعلن مفتعلن فاعلن مولف کا یہ شعر بھی انھی دو بحروںمین ہے۔ ؎

مجھ سے وہ جب سے جُدا گلفام ہے	چین سے دل کو نہ کچھ آرام ہے

سید آغا علیخان مہر

داغ ہے شمع شب تار فراق جب نظر آتا ہون مین لوگونکو مہر	فرش ہے مجکو سر خار فراق کہتے ہین مجکو سبھی تار فراق

یہ اشعار تین وزنون مین ہین ایک فاعلاتن فاعلاتن فاعلان دوسرا مفتعلن مفتعلن فاعلان تیسرا فاعلاتن فعلاتن فعلان۔

طالب علیخان عیشی لکھنوی

کون پابند جنون فصل بہاران مین نہ تھا	اس برس ننگ جوانی تھا جو زندان مین نہ تھا

ایک وزن یہ ہی فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن دوسرا وزن یہ ہی فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن اور انھین دونون وزنون مین ایک قصیدہ منشی مظفر علی اسیر کا ہی کُسکے دو شعر یہ ہین۔ ؎

آبدار ایسی ہے تیغ اُس کی کہ ہنگام نبرد بخت منعم ہی چمکنے مین ضیا مین ہی وہ مہر	عمر دشمن کا جو خالی ہو تو بھر دیتی ہی جام عقل داتا ہی وہ تیزی مین بلندی مین ہی نام

انشا

نرگسستان کی بھی ٹک دیکھو پھبن آئنے مین	باغ مت جاؤ کہ ہی امن و چمن آئنے مین

یہ تمام غزل دونون وزن مذکور مین ہے

ولہ

بیٹھے جہان ہین غیر سب مجکو بلاتے ہو عبث	دل کو کڑھا کر اور بھی جی کو جلاتے ہو عبث

اسکا ایک وزن یہ ہی مفتعلن مفاعلن مفتعلن مفاعلن دو بار دوسرا وزن یہ ہی مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن دوبار۔ نواب یوسف علیخان ناظم کی ایک غزل دو وزنپر ہی فعلاتن فاعلاتن فعلن اور فاعلاتن فاعلاتن فاعلن چنانچہ یہ شعر اُسی غزل کا ہے۔ ؎

تم نہ گھبراؤ نہ تہمت سے ڈرو	روز مر جانے کی عادت ہے مجھے

اور مولوی محمد علی بخش شرر بدایونی کی ایک غزل چار بحر و نمین ہی یہ شعر اُسکا بطور مثال کے یہان لکھا جاتا ہی ؎

ضُعف سے پانو نپہ سر آتا ہی آہ	ہو گئے نالون سے ہم اپنے تباہ

ایک وزن یہ ہی فاعلاتن فاعلاتن فاعلان دوسرا وزن فاعلاتن فعلاتن فعلان تیسرا وزن فاعلاتن مفاعلن فعلان چوتھا وزن مفتعلن مفتعلن فاعلان۔

صنعت محذوف صاحب دریاے لطافت نے لکھا ہی کہ یہ صنعت بھی صنعت متلون کے قبیل سے ہی محذوف اُس شعر کو کہتے ہین کہ اگر سر ہر مصرع سے کوئی لفظ دور کر دیا جائے تو موزونیت مین فرق نہ آئے اور وزن دوسرا پیدا ہو جائے جیسے۔

دریاے لطافت

مجکو رسوا نکر اے آفت جان بہر خدا	بندہ تیرا ہون مین کر رحم میان بہر خدا
اس مین کیا فائدہ گر مجکو کیا تو نے قتل	کچھ بھی انصاف کر اے سرو روان بہر خدا

بعد حذف لفظ مجکو اور بندہ اور اسمین اور کچھ بھی چارون مصرعون سے وزن رباعی کا باقی رہتا ہی رباعی

رسوا نکر اے آفت جان بہر خدا	تیرا ہون مین کر رحم میان بہر خدا
کیا فائدہ گر مجکو کیا تو نے قتل	انصاف کر اے سرو روان بہر خدا

صنعت منقوص دریاے لطافت مین لکھا ہی کہ یہ صنعت بھی متلون کے قبیل سے ہی اور منقوص مراد اُس شعر سے ہی کہ اگر لفظ آخر ہر مصرع کا دور کر دیا جائے تو وزن دوسرا پیدا ہو جائے جیسے یہ رباعی دریاے لطافت کی۔

بیرحم جلا نہ جی کو میرے چُپ رہ	معلوم ہین مجکو مکر تیرے چُپ رہ
کس واسطے اسقدر ہتوڑے بس بس	تو آوے گا ہاے میرے ڈھیرے چُپ رہ

لفظ بس بس مصرعۂ ثالث اور لفظ چُپ رہ مصرعۂ اول و ثانی و رابع کے آخر سے دور کرنے سے اس وزن پر ہو جائیگی مفعول مفاعلن فعولن جیسا کہ نظم

بیرحم جلا نہ جی کو میرے	معلوم ہین مجکو مکر تیرے
کس واسطے اسقدر ہتوڑے	تو آوے گا ہاے میرے ڈھیرے

اور اسی قبیل سے یہ رباعی آغا محمد حسن عرف نادر مرزا المخاطب نور الدولہ متخلص بہ صفا کی۔ رباعی

اے حسرت وصل یار بس کر بس کر	وے صدمۂ انتظار بس کر بس کر
اتنا نہ تڑپ کہ سینہ شق ہو جائے	بس اے دل بیقرار بس کر بس کر

نظم

اے حسرت وصل یار بس کر	وے صدمۂ انتظار بس کر

اتنا نہ تڑپ کہ سینہ شق ہو	بس اے دل بیقرار بس کر

بر وزن مفعول مفاعلن فعولن۔ صاحب شجرۃ الامانی نے اس قسم کا نام توشیح لکھا ہے۔
تلخیص المفتاح مین بیان کیا ہے کہ صنعت تشریع اسے کہتے ہین کہ بیت کا ہر مصرع دو قافیے رکھتا ہو جن مین سے اگر پہلے قافیوں پر توقف کیا جائے تو معنی کی صحت درست ہو اسکو توشیح اور ذوالقافیتین بھی کہتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ توشیح مین یہ ضرور نہین کہ اگر پہلے قافیوں پر توقف کیا جائے تو شعر کا وزن بھی باقی رہے ہان اگر بیت ایسی ہو کہ اگر پہلے قافیوں پر توقف کیا جائے اور وزن مستقیم ہو اور معنی صحیح ہون تو جائز ہے اور یہی منقوص کی صورت ہے اس سے معلوم ہوا کہ توشیح عام ہے اور منقوص خاص ہے اسلیے کہ توشیح کے واسطے یہ ضرور نہین کہ پہلے قافیوں پر توقف کرنے سے شعر باوزن بھی رہ جائے بلکہ معنے کا صحیح ہونا چاہیے باقی ماندہ الفاظ موزون ہون یا غیر موزون علامہ تفتازانی اپنی شرح مین کہتے ہین کہ ایسا ہونا شعر ذوالقافیتین کی خوبی مین داخل ہے کہ آخر کے قافیون کے گرا دینے کے بعد باقی الفاظ جو رہین وہ کسی وزن پر ہون اور معنی دار ہون۔

ذوالقافیتین کی تعریف شعرائے عجم نے جو مقرر کی ہے وہ آگے معلوم ہوگی۔

صنعت ذوالقافیتین اور ذوالقوافی اُسے کہتے ہین کہ ایک شعر مین دو یا زیادہ قافیے لائین۔

(مثال دو قافیون کی)

نیاز علیہ الرحمۃ بریلوی کی یہ غزل ساری اسی صنعت مین ہے۔ ع

جب بر در دل حضرت عشق آن پکارے	جاتی رہی عقل اور ہوے اوسان کنارے
گر حسن مین ہمسر ہین تمھارے مہ و خورشید	دن رات یہ کیون ہوتے ہین قربان تمھارے
جو سلسلۂ زلف کے ہین دست گرفتہ	پھرتے ہین سراسیمہ پریشان بچارے
کل دورہ مجنون تھا نیاز آج ہین لیکے	نوبت کے بجے بر سر دوران نقارے

اسی صنعت مین ہے یہ غزل انشا کی۔ ع

ہمنے ساقی کے کہین ہونٹ جو ٹک چوس لیے	خوش ہو سب اہل خرابات کے پابوس کیے
دل صد چاک کو فریاد سے وہ منع کرے	لے برہمن جو دہان و لب ناقوس سیے

خوشتر

سکندر طالع و جمشید اقبال		ہمایون صورت و خورشید تمثال
ندیگا تو یہان گر داد میری	ولہ	کرونگی حشر مین فریاد تیری

نصرت

بندے ہین کہین حیدر و احمدؐ ایسے		رب نے دیے اللہ نے بیحد کیسے
یون احمدؐ و حیدرؓ ہین بہم اے نصرت		اللہ مین ہے لام مُشدّد جیسے

(مثال تین قافیونکی)

جرأت

جب مین نے کہا اے بُت خودکام ورے آ		تب کہنے لگا چلیے او بدنام پرے جا
ہے صُبح سے عاشق کا ترے حال بہت تنگ		معلوم یہ ہوتا ہے کہ تا شام مرے گا
جب مین نے کہا ایک تو بوسہ تو مجھے دے		بولا وہ زبان اپنی کو تو تھام لے ہا
گردیدۂ و دل فرش کردن راہ مین جرأت		ممکن ہی نہین جو وہ دلارام کھڑے پا

ان اشعار مین تین تین قافیونکا ہونا ظاہر ہے۔

صنعت ذوقافیتین مع الحاجب کسے کہتے ہین کہ دو قافیونکے درمیان ردیف لائین حاجب نام اُس ردیف کا ہے جو اُن دو قافیونکے بیچ مین آتی ہے۔ جس شعر مین حاجب ہو اُسے محجوب کہتے ہین یہ صنعت اشعار فارسی اور ریختہ کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہے عربی مین نہین پائی جاتی **مثال**۔

میر

کہین آنکھو نسے خون ہو کے بہا		کہین دل مین جنون ہو کے رہا

پہلے مصرع مین خون اور بہا قافیہ ہے اور دوسرے مصرع مین جنون اور رہا قافیہ ہے اور دونون مصرعونمین ہو کے ردیف حاجب ہے۔

انیس

مضمون صفات قد کا قیامت سے لڑ گیا		قامت کے آگے سرو خجالت سے گڑ گیا

پہلے مصرع مین قیامت اور لڑ گیا دو قافیے ہین اور دوسرے مصرع مین خجالت اور گڑ گیا دو قافیے ہین اور دونون جگہ سے ردیف حاجب ہے۔

دبیر

خون مین ڈوبے ہوے شہ جو ابھی آئے ہین		تیرے بیٹے ہی کا لاشہ تو ابھی لائے ہین

پہلے مصرع مین جو اور آئے ہین قافیہ ہین اور دوسرے مصرع مین تو اور لائے ہین قافیہ ہین اور دونون جگہ ابھی ردیف حاجب ہے۔

راحت

کہا ہمدم ترا کوئی کہین ہے	کہا اب غم سوا کوئی نہین ہے

پہلے مصرع مین ترا اور کہین ہے قافیہ ہین اور دوسرے مصرع مین سوا اور نہین ہے قافیہ ہین اور لفظ کوئی دونون جگہ ردیف حاجب ہے۔

ترانۂ شوق

رنگین سخنی مین لعل احمر	شیرین دہنی مین حوض کوثر

مین ردیف حاجب ہے اور پہلے مصرع مین سخنی و لعل احمر قافیہ ہین اور دوسرے مصرع مین دہنی اور حوض کوثر قافیہ ہین۔

حالی

جو نکلے جہاز اُسکا بچ کر بھنور سے	تو ہم ڈالدو ناؤ اندر بھنور کے

بھنور ردیف حاجب ہے اور پہلے مصرع مین بچ کر اور سے اور دوسرے مصرع مین اندر اور کے قافیہ ہین

انشا

وہ جو کھاتے ہین پان مین زردا	گھس گئی اُنکے کان مین زردا

پہلے مصرع مین پان اور زردا قافیہ ہے اور دوسرے مصرع مین کان اور زردآ قافیہ ہے اور دونون مصرعونمین لفظ مین ردیف حاجب ہے۔

صنعت لزوم مالا یلزم اور اسکو **التزام** اور **تضمین** اور **تشدید** اور **اعنات** بھی کہتے ہین یہ صنعت اس طرح ہی کہ شاعر ایک امر یا چند اُمور کا جو ضروری نہون غزل یا قصیدہ وغیرہ کے ہر شعر مین التزام کرے جیسا کہ سودا نے ایک قصیدہ حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کی منقبت مین لکھا ہی اور چار چیز کے ذکر کا التزام کیا ہی یہ اُسکے شعر ہین ؎

یار گر کلبۂ احزان مین ہووے تو ہین	خلوت و شمع و دل و داغ الم چارون ایک
آہ کس کس سے نپیچے دل کہ ہٹے ہین ترے	غمزۂ و ناز و ادا عشوہ صنم چارون ایک
کر دیا پل مین کرشمے نے تری آنکھو نکے	مسجد و میکدۂ و دیر و حرم چارون ایک
جسکے تو پاس نہووے تو اُسے عالم مین	مجلس و شادی و تنہائی و غم چارون ایک

اور ایک قصیدے مین دو لفظ رنگ اور ڈھنگ کا اور الف مدہ لانا لازم کر لیا ہی یہ اُسکے شعر ہین۔

مین نے در سخن کو دیا سنگ رنگ ڈھنگ	تھا ورنہ اس رقم مین کب اس تنگ رنگ ڈھنگ

کس کو ہے فن شعر مین مجھ ساتھ ہمسری	قطرہ نپاوے پیش لب گنگ رنگ ڈھنگ

اوراس غزل کے قافیہ مین ایک امر کا التزام کیا ہی۔ ف

خون کے مجھ سے گنہ کو بس نہین تیغ نگاہ	باندھ آیا ہی یہ کس کے قتل کو ہتھیار یار
باغ تو جاتے ہو تم لیکن خدا کے واسطے	گل کو مت اپنے گلے کا کیجیو زنہار ہار
مجھ مریض عشق کی دارو نہین کچھ غیر اجل	اے طبیب اپنی دوا سے تو نہ یہ بیمار مار

فطرت نے اس غزل مین چشم کے ذکر کا التزام کیا ہی۔ ف

چشم یہ رکھتی ہی میری چشم تیری چشم سے	کشتۂ چشم آئے جب یہ چشم بھر وہ دیکھ لے
سیر چشمی کسطرح ہو چشم کے دیکھے بغیر	چشم کو عاشق کے ہین چشم چشمے فیض کے

اندرمن نے اُصول دین احمد مین ایک نظم لکھی ہی جسکے ہر شعر مین لفظ خاک کا التزام ہی یہ دو شعر اُسکے ہین۔ ف

جو ہووے خاک بیز کوے دلدار	اُسے ہے خاک سے ہر دم سروکار
جسے زر خاک سے حاصل ہوا ہے	بلے خاک اُسکے حق مین کیمیا ہے

جُرأت نے بھی اس غزل کی ردیف مین رنگ ڈھنگ کا التزام کیا ہی۔

بد خوئی مجھ سے کرتا ہے ہر دم تری طرح	سیکھا ہی تجھ سے دل بھی مرا جنگ رنگ ڈھنگ
جو رنگ و معنی شعر مین جُرأت کے ہی سو یہ	پاوے نہ کوئی سیکڑون فرسنگ رنگ ڈھنگ

انشاء اللہ خان نے اپنے ایک قصیدے کی ردیف مین چار لفظونکے ذکر کا التزام کیا ہے۔ ف

نوع بشر مین تھے نہان آتش و باد و آب و خاک	عشق نے کر دیے عیان آتش و باد و آب و خاک
تن مین ہمارے جلوہ گر جب نہ تھے تب ادھر ادھر	پھرتے تھے مثل بیکسان آتش و باد و آب و خاک

ولہ

چشم و اداؤ غمزہ شوخی و ناز پانچون	دشمن ہین میرے جی کے بندہ نواز پانچون

تمام غزل مین پانچ چیز کا ذکر ہے۔

ولہ

سج دھج نگہ اکڑ چھب حسن و ادا و شوخی	نام خدا ہین تجھ مین اے نوجوان آٹھون

اس غزل مین آٹھ چیز کے ذکر کا التزام کیا ہی۔ اور یہ غزل بھی اسی صنعت مین ہی۔

ولہ

پھبن اکڑ چھب نگاہ سج دھج جمال طرز خرام آٹھون	نہو وین اس بت کے گر بچاری تو کیون ہو میلے کا نام آٹھون

حسرت نے اس قصیدے مین سات چیز کے ذکر کا التزام کیا ہی۔

ہو دین کب پانچون حواس اور دل و جان ساتون ایک — پر تجھے دیکھ کے ہوتے ہین میان ساتون ایک
قبر پوشی کو مری سبزہ و گل اور مخمل — گزی اطلس و کمخواب و کتان ساتون ایک
مدح مین طوطی کے تیرے غزل و صوت و صدا — نغمۂ و نالہ و آہنگ و فغان ساتون ایک
خم و مے جام و سبو شیشہ صراحی ساقی — تجھکو سجدہ کرین لے پیر مغان ساتون ایک

اسی قبیل سے ہی حسرت کا یہ قصیدہ۔

دو شی کا لطف نہایت خوشی بہت بے لطف — طلب کے ساتھ قناعت طمع کے ساتھ انکار
دو چیز آکے نجاوے دو چیز جا کے نہ آئے — بلائے فرقت و پیری جوانی اور بہار
دو نور ظلمت دو ظلمت اس جہان مین نور — وہ روز محشر و ہجران یہ زلف و شام حرار
دو غم خوشی دو خوشی غم ہی رند عاشق کو — وہ غم غم دل و دین یہ خوشی خویش و تبار

آغا علیخان مہر نے اس غزل کے مصرع ثانی مین پانچ چیز کے ذکر کا التزام کیا ہی اور مطلع کے دونون مصرعون مین بھی رعایت ہے۔ ۵

تیرے لب ہین سرخ ایسے جیسے اڑجاتا ہی رنگ — لعل و مرجان و عقیق و لالہ و عناب کا
میری چشم اشک افشان نے مٹایا نام تک — نہر کا چشمے کا یم کا حوض کا تالاب کا
پیش طاق ابروے قاتل خم و چم کچھ نہین — قوس و شمشیر و ہلال و خنجر و محراب کا

ظفر نے اس غزل مین ردیف متفق اللفظ اور مختلف المعنی لانیکا التزام کیا ہی۔

لخت دل شاخ مژہ سے گئے اس صورت جھڑ — موسم سرد مین گئے نخل کے ہون جیون پت جھڑ
ہمارہو نالہ و فریاد سے ہان عاشق کی — در جانان پہ سدا سے ہے رہی نوبت جھڑ
طوق و زنجیر کو توڑا نہ یہ پہ ٹوٹی وہ — قفل زندان کی ہی دیوانون کو بی آفت جھڑ
خانۂ دل مین مرے آن کے تو رہوے اگر — تو مکان جائے ابھی یہ بت مہ طلعت جھڑ
ابر و مژگان کے برسنے کا وہی عالم ہی — یعنی برسات مین کہتی ہی جسے خلقت جھڑ
پیچھا مجنون کا کوئی چھوڑتی ہے تو سد — جب تلک گرد نجاوے گی تری وحشت جھڑ
مارے پتھر مری تربت پہ ظفر یہ اسنے — کہ گیا صدمے سے تعویذ سر تربت جھڑ

اس غزل کے مصرع ثانی مین پانچ چیز کے ذکر کا التزام کیا ہی۔

ہمیشہ کنج تنہائی مین یہ مونس سمجھتے ہین — الم کو یاس کو حسرت کو بیتابی کو حرمان کو
ولہ

جگہ کن کن کو دون دل مین ترے ہاتو نسلی ہی قاتل	کٹاری کو چھُری کو بانک کو خنجر کو پیکان کو
نہین قلقل دعا دیتا ہے شیشہ دمبدم ساقی	سبُو کو خم کو مے کو میکدہ کو مے پرستان کو

اور جرأت نے اس غزل مین چار چیز کے ذکر کا التزام کیا ہی۔ ہ

پھرتا ہون تجھ بغیر مین ہو کے دوانہ ہو بہو	شہر بہ شہر دہ بدہ خانہ بہ خانہ کو بہ کو
وائے نصیب ایک شب اُس سے ہوئے نہ آہ ہم	دست بدست لب بہ لب سینہ بہ سینہ رو برو
روئے ہین ہم جو نوحہ کر بہتے ہین اشک چشم تر	بحر بہ بحر یم بہ یم دجلہ بہ دجلہ جو بہ جو

یہ غزل لالہ بلاقی رام فائق کی بھی اسی صنعت لزوم مین ہی۔ ہ

ترے عارض سے ہین شرمندہ ای سیمین ذقن پانچون	گل و آئینہ و خورشید و ماہ و نسترن پانچون
نرکھ فائق قدم کوے محبت مین کہ رہزن ہین	لب و دندان و خال و خط و زلف پرشکن پانچون

نظیر نے اس غزل کے مصرع ثانی مین چھ چیزونکے ذکر کا التزام کیا ہی۔ ہ

اب دیکھین پھر ہم ای ہمدم کس روز منھ اُسکا دیکھینگے	وہ زلف وہ تل وہ خال وہ خندہ رنگ وہ نقشا دیکھینگے
جب پاس صنم کے بیٹھینگے خوش ہو تو اُسکے لطف سے ہم	وہ بزم وہ حظ وہ عیش وہ مے وہ جام وہ مینا دیکھینگے

اسی قبیل سے ہی نظیر کی اس غزل کا قافیہ۔ ہ

دیکھی جو اُس محبوب کی ہمنے جھلک اپنے دل کی کل	پائی ہر اک تعویذ مین اپنے دل ہیکل کی کل
جب ناز مین ہنسکر کہا اُسنے ارے چل کیا ہی تو	کیا کیا پسند آئی ہمین اُس نازنین چنچل کی چل
ہے وہ کف پا نرم تر اُسکی کہ وقت ہمسری	ڈالے کف پاے الم نرمی وہین مخمل کی مل

شہیدی کی غزل مین لفظ دو کا ہر جگہ ذکر ہے۔ ہ

سونہ دو تم دو ہی بوسے ولے اس ڈھب کا دو	قول ہے مشہور بن مطلب کے سو مطلب کے دو

ترانۂ شوق سکان اشعار مین چار چیز کے ذکر کا التزام ہے۔ ہ

منظور نظر جو چار تھے یار	کاشانۂ دین کے تھے ستون چار
بحر رفعت کے چار تھے دُر	جسم ایمان کے چار عنصر
افلاک رضا کے چار اختر	دیوان قضا کے چار دفتر

حالی

فلاکت جسے کہیے اُم الجرائم	نہین رہتے ایمان پہ دل جس سے قائم
بناتی ہے انسان کو جو بہائم	مصلی ہین دل جمع جس سے نہ صائم

ان اشعار مین حرف فصیل کی موافقت کا التزام کیا ہے۔

سید انشاء اللہ خان نے ایک داستان نثر مین جسکی مقدار ۵۰ صفحہ کی ہوگی لکھی ہے اُس مین یہ التزام کیا ہے کہ ایک لفظ بھی عربی فارسی کا نہین آنے دیا جائے باوجود اسکے اُردو کے رُتبے سے کلام نہین گرا تھوڑی سی عبارت نمونے کے طور پر لکھتا ہون۔

"لب پہا نسے کہنے والا یون کہتا ہے ایک دن بیٹھے بیٹھے یہ بات اپنے دھیان چڑھی کوئی کتاب ایسی کہیے جسمین ہندی چھُٹ اور کسی بولی کی پُٹ نہ ملے باہر کی بولی اور گنواری کچھ اُسکے بیچ مین نہو تب میرا جی پھول کر کلی کے روپ کھلے اپنے ملنے والون مین سے ایک کوئی بڑے پڑھے لکھے پرانے دھرانے ٹھاگ بڑے ڈھاگ یہ کھڑاگ لائے سر ہلا کر مُنھ تھوتھا کر ناک بھون چڑھا کر گلا پھُلا کر لال لال آنکھین پتھرا کر کہنے لگے یہ بات ہوتی دکھائی نہین دیتی ہندوی پن بھی نہ نکلے اور بھاکا پن بھی نہ ٹھُس جائے جیسے بھلے مانس اچھون سے اچھے لوگ آپس مین بولتے چالتے ہین جون کا تون وہی سب ڈول رہے اور چھاؤن کسی کی نہ پڑے یہ نہین ہونیکا مین نے اُنکی ٹھنڈی سانس کی پھانس کا ٹھوکا کھا کر جھنجھلا کر کہا وہ مین کچھ ایسا بڑ بولا نہین جو رائی کو پربت کر دکھاؤن اور جھوٹ سچ بول کر انگلیان نچاؤن اور بے سُری بے ٹھکانے کی اُلجھی سلجھی تانین لیے جاؤن مجھسے نہو سکتا تو بھلا مُنھ سے کیون نکالتا جس ڈھب سے ہوتا اس بکھیڑے کو ٹالتا اب اس کہانی کا کہنے والا یہان آپکو جتاتا ہے اور جیسا کچھ اُسے لوگ پکارتے ہین کہ سُناتا ہے اپنا ہاتھ مُنھ پر پھیر کر مونچھون کو تاؤ دیتا ہون اور آپکو جتاتا ہون۔ جو میرے داتا نے چاہا تو وہ تاؤ بھاؤ اور راؤ چاؤ اور کود پھاند اور لپٹ جھپٹ دکھاؤن آپکے دھیان کا گھوڑا جو بجلی سے بھی بہت چنچل اچپلاہٹ مین ہے دیکھتے ہی ہرن کے روپ اپنی چوکڑی بھول جائے

کچھ نکا

	گھوڑے پہ اپنے چڑھکے آتا ہون مین		کرتب جو جو ہین سب دکھاتا ہون مین
	اُس چاہنے والے نے جو چاہا تو ابھی		کتنا جو کچھ ہون کر دکھاتا ہون ابھی

اسی قبیل سے ہین وہ صنعتین جن مین ترک نقاط یا کسی حرف کے ترک یا وصل و قطع حروف وغیرہ کا التزام کرتے ہین چنانچہ اُنکو ہم یہان ذکر کرتے ہین۔

صنعت حذف اسکو **قطع الحروف** بھی کہتے ہین یعنی نظم یا نثر مین کسی حرف کے نہ لانیکا التزام کیا جائے پس اگر عبارت مین الف نہوگا تو قطع الالف کہینگے اور جو یے نہو گی تو قطع الیا کہینگے اور صنعت قطع الالف سب سے زیادہ مشکل ہے جیسے۔

الوزر

	عشق ہے قصل دل تنگ چمن		عشق ہے پیسے گل و رنگ چمن

ناسخ

کی مین نے جو غم سے سینہ کوبی	نوبت یہ صُبح کی بجی ہے

میر

صحبتین جب تھین تو یہ فن شریف	کسب کرتے جنکی طبعین تھین لطیف

انیس

منظور ہے پھر دیکھ لین ہم شیر کی صورت	پھر لیگئی ہے گھر مین عزیزونکی محبت

ترک نون کی صنعت مین ایک عبارت نثر مرزا قتیل کی جو خالی از لطف و مذاق نہین ہی ہدیۂ ناظرین کیجاتی ہی

نثر جسکا جی چاہے ہمارے پاس آوے گھر ہی اُسکا اور کوئی آتا آتا یکبارگی رُک جائے تو ہمکو کیا غرض اگر چاہے کہ ہمسا بے لیاقت بھی کبھی کبھی آیا کرے تو یہ بات بہت مشکل ہی اس واسطے کہ یہ عاصی از معاصی ایسا عہد کرکر بیٹھا ہے کہ اس گوشے کے بیچ اس طرح جما ہے کہ اگر ہزار بار دورۂ کامل فلک ہشتم کا جسکو خلق خدا کرسی کہتی ہی سر پر سے گذر جائے تو بھی اس جگہ سے اُٹھکر جو بہت جاوے تو اس دوسرے حجرے تک جاوے سو بھی دیکھا چاہیے یہ بھی اسوقت کا ایک ذٹل قافیہ ہی۔

صنعت عاطلہ اسکو مہملہ اور غیر منقوطہ بھی کہتے ہین یعنی ایسی عبارت یا نظم لکھین جس مین حروف منقوطہ نہون صرف حروف مہملہ ہون مرزا اسلامت علی دبیر نے ایک مرثیہ تین سو شعر کا اس صنعت مین لکھا ہے یہ اُسکے اشعار ہین۔ ع

ہم طالع ہما مراد ہم رسا ہوا	طاؤس کلک مدح اُڑا اور ہما ہوا

ولہ

اول سرور دلکو ہوا مدعا کام کر	ہر اہل دل ہو محو وہ مدح امام کر
حاصل صلہ کلام کا دار السلام کر	کر اس محل کو طور وہ اس دم کلام کر

کہ آہ آہ سرور دالاگہر کا حال
حال وداع اہل حرم اور سحر کا حال

اور یہ بند دوسرے مرثیے کا ہے۔

ولہ

ہمدم دم حُسام کا اعدا کا دم ہُوا	درد والم سوا ہوا آرام کم ہُوا
صمصام سکا اور اُسکا عدا درم ہُوا	وہ سر اگر درم ہوا مال عدم ہُوا

مداح حرکا سرور رہا الا کھر ہوا
اور رہرو عدم وہ گروہ عمر ہوا

انیس

اس طرح کا ولا ہم اس طرح کا سردار		اس طرح کا عالم کا ممد اور مددگار
وہ مصدر الہام احد محرم اسرار		وہ اصل اصول کرم داور دادار

حاصل اکر اک مرد دل آگاہ کو مارا
مارا اگر اس کو اسد اسد کو مارا

انشا نے ایک دیوان تمام اس صنعت مین لکھا ہی یہ بیت ابتدائے دیوان کی ہے۔

اور کس کا آسرا ہو سر گروہ اس راہ کا		آسرا اسد اور آل رسول اسد کا

ولہ

سلسلہ گر کلام کا وا ہو		سامع درد دل کو سودا ہو
دل کو سو سو طرح سرور ہو آہ		وہ دلارام گر ہمارا ہو
کر موحد دعا کہ انشا کا		کار ہر دو سرا اکھا ہو

ولہ

ہو عطر سہاگ لگا کر مسرور		آرام محل لکھ اسم دل کا اوحد
وہ طور دکھا کہ ہم کو کل ہو معلوم		موسے کا عالم اور وہ لمعہ طور

اور انکی ایک مثنوی اس صنعت مین ہی اور ایک قصیدۂ منقبت بھی صنعت عاطلہ مین ہی اور اسکا نام طور الکلام ہے یہ شعر اُسی کا ہے۔

وہ مرد معرکہ آرا دُور کوہ اُحد		دلا ور ہمہ عالم محرک اعلام

صنعت منقوطہ یعنی نظم و نثر مین تمام حروف ایسے لائے جاوین کہ سب نقطہ دار ہون اور یہ فارسی و عربی مین بہت مشکل ہی اور اُردو مین زیادہ دشوار ہی اس صنعت مین معنی بھی تکلف سے ساتھ پیدا ہوتے ہین مثال اسکی یہ فقرہ مولوی غلام امام شہید کا۔

فقرہ شفیقی شیخ فیض بخش چشتی نے جتنے تخت ثبت تجھے بخشی جی نے بنے بنے تخت چُن چُن بیچے جب تین تخت بچے تب نہ بیچے ایسے ہی یہ فقرہ سروش سخن کا بطور خلاصہ کے۔

فقرہ دیکھا کہ ایک شیخ جی چپ تخت نشین نے جق جق سے بق بق۔ جنت بن بچین۔ چین غضب

نقش جبین فیض بخش غیب بین۔ شب خیز ذی فن لے آخرہ۔
نظم کی مثال یہ شعر نظام ساکن جاورہ کے قصیدۂ اُردو کا۔

کمیشن مین تخت نشین کی بنیت بخشش ذی فیض	بغضب تیغ زن چین جبین زیبا

نصرت

نے تیغ نے شقی بچے نے تیغ زن بچے نیزے بچے نہ تیغے بچے جی نتن بچے نے بیش تیغ تخت شقی نے شقی بچے	بینی بچی نچین جبین نے ذقن بچے بیشے بچے نہ جبین بچی نے ختن بچے شلیث شقی بتخت شقی نے شقی بچے

میر انشاء اللہ خان کے اس شعر کا ایک مصرع صنعت مہملہ مین ہی اور ایک صنعت منقوطہ مین۔

آہ کل دل کو ہوا درد کہ رکھا ہکو	جنبش چین جبین بت چین نے بچین

صنعت رقطا یہ ہی کہ عبارت یا مصرع یا بیت یا پوری غزل مین ایک حرف بے نقطہ اور ایک حرف نقطہ دار سے علی الترتیب واقع ہو مثال اس کی نثر مین یہ رقعہ مولوی غلام امام شہید کا۔
رقعۂ حضرت میرے ابھی سُنا ہی کہ تم فوج کے مقابل چلے سب آپکی وضع پر بہت ہنسے کپڑے رنگے خوب کیا شاباش کیا بات ہی خلق سب آپکی قائل ہی" مثال نظم کی یہ قول نُصرت کا۔

کیا غرب شرق چرخ ہی کیا فرش لامکان ہی کیا بس بس یہ برق غش ہی دیا جان ستان فزا یہ برق کی ہی مشل بہت آپ و تاب ہے	دشمن کی ہی اجل یہ پری و پری لقا صنعت ہی حق کی آپ ہی کیا شان کبریا کیا قرب کیا بعید یہ تُرش عذاب ہے

صنعت خیفا یہ ہی کہ علی الترتیب ایک کلمے کے کل حروف مہملہ یعنی غیر منقوطہ اور ایک کلمے کے سب حروف نقطہ دار ہون مثال نثر کی یہ رقعہ شہید کا۔
رقعۂ شفیق والا نجت معلی تخت سلمہ شیخ محمد بخش سوداگر جتنے مال بیچین کل چیزین لوٹیپ لکھدو جب دام پٹے مال تب لو" مثال نظم کی یہ شعر مولوی صہبائی کا۔

شبکو جشن سُرور تخت رہا	کار فیض مدار بخت رہا

انشا کے اس شعر کا مصرع اول صنعت رقطا مین ہی اور مصرع ثانی صنعت خیفا مین۔

شہر بلند نسب اب مجھے سبھی دیے	جہین لامع زینت حصول جشن مرام

صنعت فوقانیہ اسکو فوق النقاط بھی کہتے ہین یہ اسطرح ہی کہ عبارت مین یا نظم مین اس امر کا التزام کیا جائے کہ کوئی حرف ایسا نہ آئے جسکے نیچے نقطہ ہو بلکہ جسقدر حروف نقطہ دار ہون سب کے اوپر نقطے ہون

مثال عبارت کی یہ رقعہ مؤلف کا جو ایک دوست کو لکھا تھا۔
رقعہ مخدوم من سلامت۔ نوازش نامہ صادر ہوا حال معلوم ہوا امانت کو اگر نوکر رکھنا منظور تھا تو اول ضمانت داخل کرانا ضرور تھا نہ معلوم کون شخص تھا مسافرانہ وارد ہوا اور دغا کر کر فرار ہوا آدم معقول و معتمد کا ملنا دشوار۔ اگر کہو تو ملازم خاص مٹھو خان کو روانہ کر دون والسلام۔ مثال نظم کی یہ شعر نظام کا۔ ؎

مظہر صدق و صفا قدر شناس مردم	معدن عدل و سخا مظہر الطاف و عطا

نصرت

وہ خون فشان وہ شعلۂ آتش وہ دم وہ خم وہ مکر اسکا اور وہ فن اُس کا اور وہ دم فخر ہلال و شمس و قمر شان کردگار	وہ قہر حق وہ آفت تازہ وہ تازہ دم وہ غمزہ عشوہ قہر لگاوٹ ادا ستم فرد زمانہ اہل ہنر شان کردگار

صنعت تحتانیہ جسکو صنعت تحت النقاط بھی کہتے ہین وہ یہ ہی کہ تمام عبارت یا نظم مین جتنے حروف نقطہ دار ہون ایسے ہون جو نیچے کا نقطہ رکھتے ہون اوپر کا نقطہ نہو مثال عبارت یہ رقعہ مولف کا۔
رقعہ میرے پیارے لڑکے بعد دعا کے معلوم کرو آج کل میرا ارادہ بمبئی کی سیر کا ہی اُس جگہ سے ایک گھڑی بڑی عمدہ لیکر بھیجی جائے گی رسید سے مطلع کیجیو اور جو اسباب درکار ہو لکھو اللہ چاہے جلد اور اچھا ارسال ہوگا عبداللہ کو دعا اور بڑے بھائی صاحب کو سلام۔ مثال نظم کی۔

دبیر

مارا جو اُسے حیدر کرار کو مارا	سردار کو مارا جو علمدار کو مارا

تپش

یہ سب جاکے کہہ آمرے یار سے	میرے دلبر و میرے دلدار سے

نصرت

جس دم چلی حسام عدو کی سپاہ پر چمکی کبھی گری کبھی ہر دو سپاہ پر	اک آگ سی لگی جو گئی کوہ و کاہ پر بیکل کبھی عدو پہ کبھی مہر و ماہ پر

بجلی کی طرح دور کبھی گاہ پاس ہے
عالم کو اسکے ڈر سے عجب کچھ ہراس ہے

عبدالرحمن راسخ

لا الہ کو جو کہکے الا اللہ کہا	اور پھر احمد رسول اللہ کہا

اور یہ غزل مولف کی دو صنعتون مین ہی پہلا مصرع صنعت فوق النقاط مین ہی اور دوسرا مصرع تحت النقاط مین۔

غزل بطور انتخاب

دل گلہ ہرگز نکر اُس نرگس سرشار کا	کیا اُسے پروا ہے پوچھے حال جو بیمار کا
درد و غم سوز و الم اور آہ نالہ رات دن	حال ہی اب آپکے یہ طالب دیدار کا
کون ہمسر ہو دلا اُس عامل کامل کا کہ	ورد ہو صبح و مسا جسکو کہ اسم یار کا
ترکش مژگان کمند زلف صمصام نگہ	ہی ارادہ کیا کسی سے آپکو پیکار کا
دل ندون اُسکو اگر وہ رشک حور خلد ہو	مکر و حیلہ ہو سدا اُسے کام جس عیار کا
امتحان طالع واژون ہوا ہمکو ضرور	اس سبب سے ہی ارادہ کوچۂ دلدار کا

صنعت واصل الشفتین یعنی ایسی عبارت یا مصرع یا شعر ہو کہ جسکے ہر کلمے مین لب سے لب ملتے جاوین مثال اُسکی یہ عبارت مولف کی۔

رقعہ مشفق من سلامت معلوم ہوا کہ بمبئی مین مسٹر بین صاحب بہادر مریضونکا مداوا بہت عمدہ فرماتے ہین مین وجہ تمکو بتاتا ہون کہ مقام بمبئی محلہ بھنڈی بازار مین صاحب ہین تم اپنے بیٹے کو صاحب موصوف کے پاس بمبئی مین بھیجو مگر تمھاری ہمراہی مناسب ہے مجکو امید قوی ہی کہ بسبب تبدیل آب و ہوا بمبئی پہونچتے پہونچتے آرام معلوم ہوگا اور صاحب موصوف معالجے مین بہت محنت فرماوینگے۔ نظم کی مثال۔

نظم

مرا ممدوح امیر ابن امیر ابن امیر	مین کمربستہ کمین خادم مدحت ہمیا

صنعت واسع الشفتین یعنی عبارت کو پڑھین تو لب سے لب نہ ملے جیسے یہ شعر میر محمد امین بنارسی کا ؎

جی سے کہدو کہ آہ سرد کے ساتھ	ٹھنڈے ٹھنڈے چلے تو چل نکلے

میر نجف علی بیباک

داد خواہون سے کٹ گئے رستے	اُس کا جس کوچے سے گذارا ہوا

نظیری کی ایک غزل تمام اس صنعت مین ہی یہ شعر اُسکے ہین ؎

آیا نہین جو کر کے اقرار ہنستے ہنستے	جل دیگیا ہے شاید عیار ہنستے ہنستے
لے کر صریح دل کو وہ گلعذار یارو	ظاہر کرے ہے کیا کیا انکار ہنستے ہنستے

نظم

اس طرح کا ہی سخن سنج کہ جس کا ثانی	آج تک اہل جہان نے کہین دیکھا نہ سنا

انشا

ہو جو کوٹھے تلے کھڑا اُس کو ٹھنڈے ٹھنڈے کہو کہ گھر جاوے

صنعت معرب یعنی اگر عبارت متضمن فتحہ کی ہو تو اُسمین ضمہ اور کسرہ نہ لاوین اور اگر متضمن ضمہ کی ہو تو اُسمین فتحہ اور کسرہ نہ لاوین اور جو کسرہ کا التزام ہو تو ضمہ و فتحہ نہ لاوین۔

مثال ضمہ کے التزام کی

ہوشیار

صلصل و سُنبل و گُل و بُلبُل مجکو جو ہون حصول خوب ہو یار

لفظ یار مین فتحہ بسبب رعایت قافیہ قصیدہ کے ہے۔

سحر

کل کا وعدہ کر گیا ہے کل صنم گر نہ آیا آج تو ہے بس غضب

کسرے کی مثال۔

اسمعیل خان صبر

ضد سے کی یہ فکر بسمل کے لیے تیر بھی تھے اُس مرے دل کے لیے

ولہ

دِل لیے تھے پھیر دینے کے لیے پھینکنے کی چیز تھی یہ پھینکدی

ولہ

صنعت مسلسل یعنی کسی اسم کے حروف ترتیب وار علیحدہ لکھے جاوین اور اُن حروف کے اسما ملفوظ مین آتے ہون اور اُنکے سلسلہ وار جمع کرنے سے اسم مطلوب حاصل ہو مثال اس کی یہ اشعار فاضل تخلص صاحب دیوان کے ہ

بن ترے ہون جان بلب اے ع ی س ی دے ملا لب سے مرے جلدی تو اپنے ل ب

آرزو میری یہ ہے ساقی کہ پہلے دور مین ہاتھ سے پاؤن ترے لبریز جام م ے

حُسن ہے ایسا ترا دیکھے زلیخا گر تجھے بھول جاوے وہ جمال ی و س ف

جس کا ہووے یار ایسا پھر تو ہی اُسکو بتا چھوڑ کر جاوے کہان فاضل ترا یہ د ر

انشا

مدرسے مین اہل صرف اس نحو سے کہتے تھے کل ز دل و ف سے ہی ترکیب مشتق سانپ کی

ولہ

رہے گا چار سو ستر برس انشا زمانے مین کہ اُسیر سچ رہا ہے ع و ش و ق کا جوڑا

مولف نے بھی چند غزلین اس صنعت مین لکھی ہین یہ اُنکے اشعار ہین۔

بھر نظر دیکھا ہے جب سے ماہرو کا رخ ــ زرد ہی خجلت سے تب سے روئے م وہ در

یان تلک چپکے لبون سے لب کہ پھر نکلی نہ بات ــ لعل نوشین آپ کے ہین رشک ش دک ور

ہین یہ عارض تیرے شیشہ بادہ گلگون سے پر ــ ہین ذقن بہر گزک خوشتر ز س دی دب

کیون نہ ہر حلقے مین اُسکے دل پھنسین عشاق کے ــ دیکھ لو دام بلا ہے اُسکی زول وف

ایک مدت سے ہین سائل تجھ سے اے بحر سخا ــ کاش ہمکو بھی عطا ہو ب دو دس وہ

دل دیا تھا ہمنے تجھی جان بھی دینا پڑی ــ کچھ نہین چلتی یہان اب ف وط ود وت

ولہ

کیون نہون خجلت زدہ لے میرے م وہ در ــ س دو و قد سے ر دخ سے م وہ

م وش دک کو کیونکر نہ شرمندہ کرے ــ رنگ و بو رکھتی ہے تیری اور ز دل وف

ع وش دق مین تیرے کیا دل کو کباب ــ اور خ ددون کو بھی بنایا م دے

ل دب کول دب پریشام سے رکھے رہون ــ جب تلک ہووے نہ لے دلدار ص ب ح

غ دے دلہ نہ آنے پائے کوئی اس جگہ ــ ص ن دم جلدی بند کردے د ور

ب دہ دم دن ہوجا دے و ہین + ــ ش دے رخ ہمارا دیکھ لے گر ب وت

صنعت موصل اسکو صنعت متصل الحروف بھی کہتے ہین یعنی عبارت یا نظم کے سب حرف ملکر لکھے جائین اور یہ کئی قسم ہے موصل دو حرفی موصل سہ حرفی موصل چہار حرفی اور زیادہ اس سے جہانتک ہوسکے مثال دو حرفی کی یہ شعر مثنوی نالۂ شوق کا۔

نالۂ شوق

غم فرقت سے کوفت ہے جی پہ ــ ہم سے غافل ہے تو بت کافر

مثال سہ حرفی کی۔

منہ

ظلم کیا کیا جفائین کیا کیا ہین ــ عشق مین بھی بلائین کیا کیا ہین

مثال موصل چہار حرفی کی۔

نالۂ شوق

چپکے چپکے کبھی سے مجھے کہنا ــ ہمپہ کیسا پھبا سبھی گہنا

علےٰ ہذا القیاس جو نثر حرفی فقرہ اور نظم بھی لکھتے ہین بلکہ ایک فقرہ یا ایک مصرع یا ایک بیت پوری موصل ہوتی ہی جیسے یہ دو شعر تیر کے ۔

عشق ہی عشق ہے نہین ہے کچھ عشق حق ہے کہین نبی ہے کہین	عشق بن تم کہو کہین ہے کچھ ہے محمدؐ کہین علیؑ ہے کہین

ان شعرونکے مصرع ثانی مین ایک ایک حرف ایسا ہو کہ جس سے حرف کی سمجھ گی ہو جاتی ہی ۔

یعقوب علیخان نصرت

مقتل مین سب سے کہتی تھی یہ تیغ بے بہا کہتے ہین یہ فلک سے ملک تمنے کچھ سنا	یہ جنگ کی ہے مین نے فلک تک ہی کی ثنا تم سب کے حق مین بس غضب حق ہے یہ بلا

کہتی تھی تیغ مجھ سے نہ جسم لعین بچے
کیسے لعین جنگ مین جن بھی نہین بچے

ان اشعار کے سب حروف متصل لکھے جاتے ہین ناسخ کے اس شعر کا پہلا مصرع صنعت متصل الحروف مین ہی ۔

مفلسی مین ہے مغتنم شب ہجر	ہے طلبگار سیم و زر شب وصل

صنعت منشاری اسکو کہتے ہین کہ کوئی فقرہ یا مصرع یا سارا شعر ملکر لکھا جاوے اور اُس کے حروف دندانۂ آرہ کی شکل پیدا کرین مثال ۔

کیفیتین نجھی ہین جو ہوتا ہو تال پر	تن تن تن تنن تنن تننن درتنن مین رقص

پچھلے مصرع کی تقطیع اسطرح ہی تن تن تن تک مفعول تن تنن تک فاعلات تنن ن درتک مفاعیل تن مین رقص فاعلان ۔ اور پورا شعر امجد کا ۔

سب سمجھتے ہین یہان سمجھے تھے	سب سمجھینگے جب شہ ابرار

ملا کر لکھنے سے آرے کے دندانے پیدا ہوتے ہین ۔

صنعت مقطع اسکو منفصل الحروف بھی کہتے ہین کہ نثر یا نظم کے تمام حروف کتاب مین علحدہ علحدہ اور جدا جدا لکھے جائین جیسے

یعقوب علیخان نصرت

وہ آبدار اور وہ دم دار واہ واہ وہ زور دار اور وہ اک وار واہ واہ	وہ درد وار اور دل آزار واہ واہ وہ رن وہ بزم اور وہ دوار واہ واہ

وہ آب ور وہ دم وہ دوران واہ واہ وا
وہ آن وہ ادا دوران واہ واہ وا

امجد

دود واسے درون آزاری	روک دو دردا ور وہ آزار

اور مصرع ثانی نسیم کے اس شعر کا بھی مقطع ہے۔

کہنے لگا کیا مزا ہے دل خواہ	اے آدم زاد واہ واہ واہ

منشی

ولیکن بروز جزا بے گمان	کرے داوری داور داوران

دوسرا مصرع مقصود بالتمثیل ہی اور سوزؔ کے اشعار کا چوتھا مصرع اس صنعت مین ہی۔

گئے گھر سے جو ہم اپنے سویرے	سلام اللہ خان صاحب کے ڈیرے
وہان دیکھے کئی طفل پری رو	لے رے لے رے لے رے لے رے ارے رے

فیض کے اس شعر کا مصرع اول صنعت مقطع کی مثال ہے اور دوسرا مصرع صنعت موصل کی۔

درد وداغ ورخ زرد اور وہ دل	فیض مٹی مین گئے ہین سب رل

صنعت تلمیع جسکو **ذولسانین** اور **ذولغتین** بھی کہتے ہین یہ صنعت اسطرح پر ہی کہ کلام مین بانہاے مختلف کو جمع کرین اگر ایک شعر ہو تو دو زبانین اور خمسہ مین پانچ اور غزل وغیرہ مین ایک شعر زبان اردو مین دوسرا فارسی مین تیسرا عربی مین وقس علی ہذا یا ایک مصرع مین بعض ارکان فارسی زبان مین بعض اردو مین یا کسی اور زبان مین غرض کہ جہانتک جتنی زبانین چاہین غزل خواہ قصیدہ وغیرہ مین جمع کر سکتے ہین مگر اکثر زبانین مروج و مستعمل ہندوستان کی لکھی جاتی ہین پس اگر ایک شعر مین دو زبانین جمع ہون تو اُسے **ملمع مکشوف** کہتے ہین چنانچہ راقم الحروف کی ایک تمام غزل اسی صنعت مین ہی کہ ایک مصرع فارسی ہی اور ایک اُردو

ای سرو خوش خرام گلستان دلبری	غلمان ترے غلام کنیزک تری پری
در گلشن دلم بامید برو صال	رہتی ہے شاخ نخل تمنا سدا ہری
با دصبا بکوچۂ جانان چو بگذری	کر دیجیو وا نیہ ذکر ہمارا ابھی سرسری
ہردم بسینہ تیغ ادایش ہے خورم	ابھی نہین زمانے مین مجھ سا کوئی جری

حسرت

پوچھا اعجاز سے تیرے جو مسیحا نے سخن	قَالَ اُحْیِیْتُ عِظَامًا ہِیَ قَدْ کَانَ رَمِیْم

ترجمہ مصرعہ دوم عربی

کہا مین ایسی ہڈیون کو زندہ کرتا ہون جو گل جاتی ہین

ولہ

اکیا حمد کہون تیری مجھے کچھ نہین یارا | یامَن خلق الخلق ولیلاً و نہاراً

ترجمہ مصرعہ دوم عربی یعنی اے وہ ذات کہ جسنے مخلوق کو اور شب و روز کو پیدا کیا ہی

رند

حبابم بر سر موجم زبنیا دم چہ مے پرسی | فقط بحر جہانمین رند غافل دم کی مُہلت ہے

والا ملمع محجوب کہتے ہین چنانچہ معززنے ایک مستزاد مین کئی زبانین اس طرح جمع کی ہین کہ ہر شعر جُدا گانہ زبانمین ہے مگر چونکہ پنجابی و پختو وغیرہ زبانین غیر مانوس ہین اسلیے اُس کا لکھنا فضول سمجھا

سوز

مُروت دشمنا غفلت پنا ہا | ادھر بھی دیکھنا ٹک مڑکے آہا
گئی اوقات سب بطلان مین افسوس | خداوندا کرامت دستگا ہا
حرقت العمر فی لہو و لعب | فآہا ثم آہا ثم آہا +
ترجمہ
مین نے اپنی عمر کھیل کود مین برباد کی | پس افسوس ہے پھر افسوس ہے پھر افسوس ہے

میر انشاء اللہ خان نے ایک قصیدہ مدح نواب سعادت علیخان مین لکھا ہی اُسمین بہت سے اشعار مختلف زبانون مین پائے جاتے ہین یہانپر بطور مثال کے فارسی عربی مارواڑی اور بھاشا کے کچھ اشعار درج کیے جاتے ہین اور ترکی پختو خراسانی انگریزی سنسکرت کشمیری اور مرہٹی کے اشعار بسبب غیر مانوس ہونے کے ترک کیے گئے ۔ ف

شاہ ایران بہی لکھتا ہی تجھے عرضی مین | بوکہ من ہم زعنایات تو حظے برم

ترجمہ مصرعہ دوم امید کہ مین بھی تیری مہربانیون سے کوئی فائدہ اُٹھاؤن

بخداوندی آنکس کہ مرا شاہی داد | بندۂ حلقہ بگوش تو و چاکر ہستم

اُس ذات پاک کی خداوندی کی قسم جسنے مجکو شاہی دی ہی + کہ مین تیرا غلام مطیع اور خدمت گذار ہون ۔

مدح مین تیری زبان عربی مین اشعار | شعراء پڑھتے ہین مسرور ہوا سمین ہم
مثلہ لیس شجاع و امیر فی الدہر | خصہ اللہ مغیثا لجمیع العالم

ترجمہ شعر دوم اُسکی طرح کوئی بہادر اور امیر دنیا مین نہین ہے اللہ نے تمام عالم کی فریاد رسی کیلیے اُسکو مخصوص کیا ہی

حق مین دشمن کے ترے یو نہین کہین ہین رجپوت | کا ئین باندھا چھری بیری جو نہ جائے بھسم

ترجمہ مصرعہ دوم کیا چھری باندھی جبکہ دشمن تباہ فنا نہو جائے

تیری آنکھوںکو کنھیا سمجھا اور اُسکا عکس	گوپیین برج کی کرتی ہین یہ منتی ہر دم

ترجمہ تری آنکھوںکو کنھیا (نام کرشن) سمجھ رکھا ہی اور گوپیین (برج کی عورتین) ہر وقت یاد کرتی ہین

ڈھونڈ ری دُرم کی نگھٹ ہون تھبی آئی جو یعنی تمام نگھٹ کو ڈھونڈھکر آئی ہون اور دولت جو وہ چھپی ہی سو کہتی ہی یہ	بھوم کے شیام ہرن کیسے وچھیے چھٹکے تم اپنا ندرا شرلے لقب کنھیا تورے چرنون لگی من چھاڑا و نے سگرو کٹم

ترجمہ مصرعہ دوم یعنی تمھالے قدمون سے لگی ہون تمام کنبہ گھر بار وہان چھوڑکر

اور جو اشعار اسطرح کے ہین کہ آدھا مصرع زبان فارسی مین اور آدھا اُردو مین یا آدھا فارسی مین آدھا بھاکا وغیرہ مین ہی یہ ایجاد امیر خسرو دہلوی کی ہی مثال اسکی ہی

مولوی سلامت اللہ کشفی

کیا نور خدا از رخِ خوب تو عیان ست کیا یوسف مصری ہے نظیر شہ بطحا یہ صورت حق ہے کہ مصور بہ بشر شد اب تاب نہین ہجر کی از پردہ بدر آ اب آگے بھلا کشفی دل خستہ چہ گوید	کہتے ہین اسی رو سے عیان را چہ بیان ست وہ چشم کہان اور کہان جانِ جہان ست اُس کا ہی ظہور این ہمہ در کون مکان ست مشتاق ترے وصل کا ہر پیر و جوان ست لو جلد خبر اسکی کہ بیتاب و توان ست

ضامن

ز تیغ عشقش شہید گشتم نہ تاب ہجران قسم خدا کی تو سرو آنا دو ناز یعنی تمھارے قامت کا ہون مین سایہ چو عشق آمد درون جانم تو شور برپا ہوا قیامت	خراب وحشی بنادے ساقی شراب حدت پلاکے ہم کو بزیر پایت ہون او فتادہ گرانہ چندان اُٹھاکے ہم کو جگایا تو نے جنون وحشت فراز مین بھی سُلاکے ہم کو

اور یہ ایک شعر امیر خسرو کا زبان فارسی مین ہی اور ترجمہ اُسکا باعتبار زبان ہندی کے ایک عجیب طرح ہوتا ہے

ماہ در قریہ نماند ست ز ہجر تو مرا	دم بہ یک موے خدا را کہ چہ حال ست ترا

ماہ کو ہندی مین ماس کہتے ہین اور ماس کو گوشت بھی بولتے ہین پس ماہ سے گوشت مراد ہے قریہ کو دیہ کہتے ہین اور دیہ ہندی مین بدن کو کہتے ہین وہی یہان مراد ہے مطلب یہ ہوا کہ گوشت بدن مین نہین رہا تیرے ہجر مین۔ دم کو ہندی پونچھ کہتے ہین اور پونچھ صیغہ امر کا بھی ہے پرسیدن کے معنی مین موے کو ہندی مین بار کہتے ہین اور بار بمعنی مرتبہ اور دفعہ کے بھی ہی پس مصرع ثانی کا یہ مطلب ہوا کہ پونچھ ایک مرتبہ خدا کے واسطے کہ تیرا کیا حال ہے۔

صنعت جامع الحروف یعنی ایک بیت یا فقرہ ایسا لکھیں کہ جسمین تمام حروف تہجی سما جائین مثال اسکی یہ شعر نظام کا۔ ؎

مظہر فیض و عطا منعم ذی جود و سخا	صلح کل مشرب و ثابت قدم روز وغا

اس شعر مین حروف عربی سب جمع ہین۔

صنعت تنسیق الصفات یعنی کسی چیز یا کسی شخص کا ذکر صفات متواترہ کے ساتھ کرین خواہ وہ صفات مدح کی ہون یا مذمت کی کیونکہ صفت وہ چیز ہے جو کسی چیز کے اُن معنی کو بیان کرے جو اُس مین ہون خواہ وہ معنے اچھے ہون یا بُرے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ صفت سے فقط خوبی ہی مراد ہوتی ہو بلکہ بُرائی ہو تو بھی صفت کہلائیگی۔ جیسے منیر گھوڑے کی صفت مین کہتا ہے۔ ؎

کہکشان تنگ آسمان رنگ ابر سایہ برق تگ	تیز دم آتش قدم گیسو لجام ابرو رکاب

اُسی کا یہ شعر بُراق کے وصف مین ہے۔ ؎

اسد ہیبت فلک پیکر قمر سم	عنانین دونون جوزا سنبلہ دم

ذوق

وہ شہنشاہ بہادر شہ کسرے انصاف	خسرو جم خدم و داور دارا حشمت
قوت ملت و دین قامع کفر و الحاد	حامی شرع نبی ماحی شرک و بدعت

انیس

ہے ہے مرے سعید و رشید و متین جوان	خوشرو جوان غریب جوان مہ جبین جوان

تپش

بوسہ لیتا ہے جو منھ چڑھ کے برا گیسو	کتنا گستاخ ہی بیہودہ ہی خود سر گیسو

میر

اک وان اک جوان تھا یہ سرانجام	خوش اندام و خوش قامت خوش خرام

صنعت مافی الضمیر اسکو اظہار مضمر بھی کہتے ہین یعنی بے کہے دل کی بات ظاہر کرنا یہ صنعت مشکل ترین صنائع لفظی سے ہی اور یہ اسطرح پر ہی کہ اول ایک مصرع پندرہ حروف کا کہین اور اُسمین کوئی حرف مکرر نہو پھر ایک رباعی خواہ سوا وزن رباعی کے اور وزن مین چار مصرع کہین اور اس امر کا لحاظ رکھین کہ وہ پندرہ حروف جو اس ایک مصرع مین جمع ہین وہ متفرق طور پر اُن چار مصرعون مین بھی موجود ہون یعنی کوئی حرف کسی مصرع مین کوئی حرف کسی مصرع مین اور کسی مصرع مین مکرر۔ کوئی حرف اُنمین کا رہ نجائے اور انکے تحریر کرینکی

یہ صورت ہے کہ اول وہ مصرع پندرہ حروف والا اوپر لکھا جائے اور پھر رباعی و قطعہ کے طور پر وہ چارون مصرع لکھین اور مصرع اول کے کنارے پر ۱ کا ہندسہ اور دوسرے مصرع پر ۲ کا ہندسہ اور تیسرے مصرع پر ۴ کا ہندسہ اور چوتھے مصرع پر ۸ کا ہندسہ یہ کل عدد پندرہ ہوے اور پندرہ ہی حروف مصرع اول کے تھے راور طریقہ بتلانے مافی الضمیر کا یہ ہے کہ مخاطب سے کہے کہ ایک حرف مصرع اول جامع الحروف (یعنی پندرہ حرف والے مصرع) مین سے ذہن مین لے لو پھر اُن چار مصرعون کو پڑھے اور پوچھے کہ جو حرف تمنے ذہن مین لیا ہے وہ کون کون سے مصرع مین ہے وہ اگر جواب دے کہ دوسرے اور تیسرے مصرع مین ہے تو اُن مصرعونکے سرے پر جو عدد ہین اُنکو جمع کرنا چاہیے جو حاصل جمع ہو اُسی کے مطابق مصرع جامع الحروف مین سے حرف گن لے وہی حرف اُسنے لیا ہے مثال اسکی یہ مصرع اور یہ رُباعی ہے **مصرع**۔

ہے لب دوست مخزن شکر

رباعی

سو طرح کا زیور اور خال رخسار [۲]		عاشق سا مہر دار راز دل زار [۱]
مشتاق کا عزم جان کر آخر کار [۴]		سب آ کر و غور نشان دو صاحب [۸]

مخاطب سے پوچھے کہ تمنے اُس مصرعۂ مرقومۂ بالا مین سے جو حرف ذہن مین لیا ہے وہ رباعی کے کون کون سے مصرعونمین ہے اگر وہ کہے کہ پہلے اور دوسرے مصرع مین ہے تو چاہیے کہ مصرع اول اور دوم کے آغاز کے عددون کو جمع کرین پس ایک اور دو تین ہوے اور تیسرا حرف مصرع جامع الحروف کا (ل) ہے معلوم ہوا کہ مخاطب نے لام لیا ہے کیونکہ دیکھا جاتا ہے تو لام سوائے مصرع اول اور دوم کے اور کسی مصرع مین نہین اور اگر کہے دوسرے اور تیسرے مصرع مین یا تیسرے اور چوتھے مین یا پہلے اور چوتھے مین ہے تو اُنھین مصرعونکے سرے کے اعداد جمع کر کے اُسکے مطابق حرف مصرع جامع الحروف سے گن لینگے اور قاعدہ اس صنعت کی ایجاد اور برتنے کا یہ ہے کہ ایک مصرع پندرہ حرف کا ایسا کہا جاوے کہ اُسمین کوئی حرف مکرر نہو اُسکے بعد رباعی یا اور کسی وزن پر چار مصرع کہے جاوین اور اُن مین یہ التزام کیا جاوے کہ مصرع جامع الحروف کا پہلا حرف اُن چار مصرعونمین سے پہلے مصرع سے خصوصیت رکھتا ہو تین مصرعونمین نہو اور اُس مصرع کا دوسرا حرف اُن چارون مصرعونمین سے دوسرے سے خصوصیت رکھتا ہو پہلے اور تیسرے اور چوتھے مصرع مین نہو تیسرا حرف اُس پندرہ حروف والے مصرع کا اُن چار مصرعونمین سے پہلے اور دوسرے سے مخصوص ہو تیسرے اور چوتھے مین نہو اور چوتھا حرف اُس مصرع کا تیسرے مصرع مین ہونا چاہیے پہلے دوسرے اور چوتھے مین نہو اور پانچوان حرف اُس مصرع کا پہلے اور چوتھے مصرع مین ہو اور کسی مصرع مین نہو چھٹا حرف اُس مصرع کا رباعی کے دوسرے اور تیسرے مصرع مین ہو۔

ساتوان حرف پہلے دوسرے اور تیسرے مصرع مین ہو آٹھوان حرف ف چوتھے مصرع مین ہو نوان حرف پہلے
اور چوتھے مصرع مین ہو دسوان حرف دوسرے اور چوتھے مصرع مین ہو گیارھوان حرف پہلے دوسرے اور
چوتھے مصرع مین ہو بارھوان حرف تیسرے اور چوتھے مین ہو تیرھوان پہلے تیسرے اور چوتھے مین چودھوان
دوسرے تیسرے اور چوتھے مصرع مین پندرھوان حرف اُس مصرع کا اُن چارون مصرعون مین واقع ہو تعجب ہے
کہ مرزا قتیل نے صنعت اظہار مضمر کو دریاے لطافت مین صنائع معنوی مین لکھا ہے حالانکہ یہ صنعت اصالۃً
معنوی خوبی کی طرف کسی طرح راجع نہین ہو سکتی سواے سہو کے اور کیا کہا جاوے۔

صنعت معمّا امیر خسرو نے اعجاز خسروی کے تیسرے رسالے مین لکھا ہے کہ موجد اسکا مولانا بہاء بخاری ہے
معما اُس صنعت کو کہتے ہین کہ کلام سے باشارۂ لفظی یا بدلالت حرفی وغیرہ کوئی نام یا عبارت حاصل ہو
مگر اکثر وہ کلام موزون ہوتا ہے اور نثر شاذ و نادر اور اکثر نام حاصل ہوتا ہے عبارت کبھی کبھی سید وارث علی نے
جو اعتراض نثاری پر کیا ہے اور معما کو اسماء الرجال ہی پر منحصر رکھا ہے بالکل بیجا ہے ہان اکثر اسم ہوتا ہے
اور یہی زیادہ تر رائج ہے لیکن یہ غلطی نثاری کی بہت بڑی ہے کہ معما کو صنائع معنوی مین لکھا ہے جیساکہ
ہفت قلزم کے جامع نے کیا ہے۔ الحاصل معما مین اسم مقصود بدلالت حروف و باشارت الفاظ حاصل ہوتا ہے اور
اسم حاصل ہونے کی بہت سی صورتین ہین ایک یہ کہ حروف اسم مطلوب بترتیب موجود ہون اور حرکات
و سکنات اسم پر بھی اشارہ ہو دوسرے یہ کہ حروف اسم مطلوب بترتیب پائے جاوین مگر حرکات و سکنات
کی طرف کوئی اشارہ نہو تیسرے یہ کہ حروف اسم مطلوب معما مین مذکور ہون لیکن ترتیب نہو اور حرکات
و سکنات کا بھی کچھ اشارہ نہو چوتھے یہ کہ حروف اسم بھی مذکور نہون بلکہ کسی اور طرح سے اُن حروف کیجانب
اشارہ ہو اور اخراج و حصول اسم کی الفاظ سے کئی صورتین ہین از انجملہ ایک یہ ہے کہ ہر ایک لفظ
تین حال سے خالی نہوگا اول اوسط آخر اگر حرف مطلوب سر کلمہ مین ہوگا تو اُسکی تعبیر مطلع۔ تارک۔ سر۔ لب۔
اول۔ تاج۔ افسر۔ کلاہ۔ رُخ۔ مبتدا۔ فرق وغیرہ سے کرتے ہین جیساکہ اس معمانے نثر مین کتاب فسانۂ عجائب کی
نثر شہزادی نے کہا طبیعت کی جودت اس شخص کی مشہور ہے۔ ایک معما پوچھتی ہون بدیہہ اگر جواب دیا
تو شک بے شک رفع ہوا بھلا وہ کیا شے ہے جسکو گبر و مسلمان یہود نصاریٰ سب فرقہ انسان کا آشکارا
کھاتا ہے مگر جب سر کاٹ ڈالو تو زہر ہو جائے کوئی نہ کھائے اور جو غصے مین کھائے تو فوراً مر جائے جوان نے
ہنسکے کہا شہزادی قسم ہے حرف قاف کو سر قرار دیا ہے۔ اور اگر مقصود وسط کلمہ مین ہو تو قلب۔ درون۔ دل
مغز۔ مرکز۔ میان۔ توسط۔ کمر۔ موضع۔ مقام وغیرہ کہتے ہین اور انتہاے کلمہ مین ہو تو لفظ پا۔ قدم۔ حد۔
دامن۔ در۔ پایان۔ انجام۔ انتہا۔ آخر۔ ذیل۔ غایت۔ تمام وغیرہ سے اشارہ کرتے ہین اور غرہ

وسلخ۔ اوج وحضیض۔ فراز ونشیب۔ پوست وجامہ۔ بالا وزیر۔ صاف ودرد۔ شاخ وبیخ۔ جیب ودامن وغیرہ الفاظ سے فن معمامین حرف اول وآخر مراد ہوتے ہین۔ سید انشانے جرأت کے نام کا معما کہا تھا مصرع۔ سر مونڈی نگوڑی گجراتن

نگوڑی وہ عورت جسکے پانون نہون۔

لطیفہ اسمین یہ تھا کہ گجراتن جرأت کی مان کا نام تھا اور لفظ جانب۔ لب۔ سو۔ طرف۔ گوشہ کنار۔ اور پہلو سے کبھی حرف اول کبھی حرف آخر مراد لیتے ہین اور الفاظ ناقص۔ مختصر۔ کوتاہ۔ ابتر حرف آخر کے نقصان پر دلالت کرتے ہین اور الفاظ مجوف۔ تہی۔ خالی ما بین الطرفین کے نقصان پر اور رسر نیزہ۔ علم۔ نخل۔ خدنگ۔ ناوک۔ تیر۔ خار۔ قد۔ بالا حرف الف سے کنایہ ہی اور دندان۔ ارّہ۔ پشت نہنگ حرف سین مہملہ سے کنایہ ہی اور ابرو ہلال وغیرہ نون وجیم ودال سے کنایہ ہے اور خال۔ ستارہ۔ قطرہ۔ گرہ۔ گوہر۔ ذرہ نقطون سے عبارت ہی۔ اور کبھی صرفیان عرب کے طریق پر کلمے کے حرف اول کو فا اور دوم کو عین اور سوم کو لام کہتے ہین۔ کبھی کوئی لغت عربی بیان کرکے فارسی مین اُسکے معنی مراد رکھتے ہین اور کبھی فارسی بیان کرکے عربی مقصود ہوتی ہی جیسے مومن کے اس معمامین

معما باسم مومن

کیفیت وصال بس اب کچھ نہین رہی	کیونکر نہون ملول مین شب کچھ نہین رہی

الفاظ (ملول مین) مین سے شب کا نکالنا بیان کیا ہے شب فارسی ہی اُس کا مرادف لیل عربی ہے جب لام اور ی اور لام الفاظ مذکور مین سے نکالے تو مومن رہگیا مگر ایک عیب اس معما مین واقع ہوا ہی وہ یہ کہ کلام سے یہ سمجھا جاتا ہی کہ ملول کے لفظ مین شب نرہی اور مراد یہ ہے کہ (ملول مین) کے لفظ مین سے لیل نکلی غرضکہ ایک مین اور چاہیے۔

کبھی لفظ فارسی سے ترکی کبھی فارسی سے ہندی مراد لیتے ہین۔ جیسے ع

سامنے رکھدے سروپا کاٹ بوتیمار کو	ہی اگر اے باغبان تو مہربان عندلیب

بوتیمار کو ہندی مین بگلا کہتے ہین جب اُسکے سروپا کو کاٹ ڈالا یعنی حرف با اور الف کو دور کردیا تو گل رہگیا

کبھی عدد بیان کرکے اُس سے بہ حساب جمل کوئی حرف بنا لیتے ہین جیسے اس شعر مین۔

گرچہ ہے نام اُسکا تین حرف سے ترکیب لیک	تین سو چالیس وساٹھ مول ہی یہ ایک ایک

تین سو عدد شین نقطہ دار کے ہین اور چالیس میم کے اور ساٹھ سین بے نقطہ کے پس تینون حرف لیکر شمس حاصل ہوا۔ کبھی نجومیون کی اصطلاح سے کام پڑتا ہی اور سبعہ سیارہ کا حرف آخر مراد ہوتا ہے

مثلاً شمس سے (ش) اور قمر سے (ر) اور مشتری سے (ی) اور عطارد سے (د) اور زہرہ سے (ہ) اور زحل سے (ل) اور مریخ سے (خ) اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ حروف ابجد کے اُن حروف سے جو ہفتے کے دنون کے شمار کے موافق ہون ہفتے کا دن مراد لیتے ہین جیسے (الف) سے یکشنبہ اور (ب) سے دوشنبہ اور (ج) سے سہ شنبہ اور (د) سے چہار شنبہ اور (ہ) سے پنجشنبہ اور (و) سے جمعہ اور (ز) سے ہفتہ۔ کبھی سال بولتے ہین اور تین سو ساٹھ مراد لیتے ہین اور ماہ سے تیس مقصود ہوتے ہین علی ہذا القیاس اعراب وغیرہ بھی اسی طرح ثابت کرتے ہین چنانچہ کھولنے کو عربی مین فتح کہتے ہین اور فتح صرفیون کی اصطلاح مین زبر کا نام ہے اور شکستگی عربی مین کسر کو کہتے ہین اور کسر صرفیون کی اصطلاح مین زیر کا نام ہے اور تسکین سکون سے مراد ہوتی ہے اور سکون صرفیون کی اصطلاح مین جزم کو کہتے ہین جیسے اس بیت مین قتیل کے آگے لانے سے پیش دینا مراد ہے یعنے مضموم کرنا حرف کا۔

کوئی سر نیشکر کا آگے لاؤ	کہ ظاہر ہو پری ہندوستان کی

نیشکر کو ہندی مین گنّا بالفتح کہتے ہین اور سر اسکا گاف ہے اسکو ضمہ دینے سے گُنّا ہوتا ہے اور یہ نام ہے محبوبۂ قتیل کا۔ کبھی لفظ کا مقلوب مراد ہوتا ہے جیسے یہ معما مومن خان کا۔

بنے کیونکر کہ ہے سب کار اُلٹا	ہم اُلٹے بات اُلٹی یار اُلٹا

ہم کا مقلوب مہ اور بات کا مقلوب تاب اور یار کا مقلوب رائے ہے پس مہتاب رائے ہوگیا۔ کبھی کسی لفظ کا ہم عدد دوسرا لفظ اُسی لغت کا یا کسی اور لغت کا مقصود ہوتا ہے جیسے اس شعر مین مومن کے۔

قید بیحد ہے خانہ بے در ہے	تو بھی صاحب غلام سے ملیے

قید بیحد ہے حد سے مراد حرف آخر دال ہے جب دال کو دور کیا قی رہ گیا اُسکے ایک سو دس عدد ہوتے ہین اور اتنے ہی عدد لفظ علی کے ہین اور یہان یہی مراد ہے۔ خانہ بیدر ہے در سے حرف آخر (ہ) مراد ہے جب ہائے ہوز کو گرا دیا تو خان رہ گیا اور غلام کا لفظ جو مصرع ثانی مین ہے وہ ان لفظونکے اول مین ملادیا غلام علیخان ہوگیا۔ یہان مختصر طور پر صنعت معما کا بیان کیا گیا اگر غور کیا جائے تو برا سہ یہ ایک علم علحدہ ہے اور نہایت طوالت اور تفصیل چاہتا ہے بخوف طول کتاب اور بلحاظ کم مروج ہونے اس فن کے اسقدر پر اکتفا کی گئی۔

صنعت لُغز[۵] اسکو **چیستان** اور **پہیلی** بھی کہتے ہین اسمین باعتبار علامات اور صفات اور خواص کے کوئی چیز دریافت ہوتی ہے فرق معما اور چیستان مین یہ ہے کہ مقصود اصلی معما مین حروف والفاظ ہین اور

۵ بضم لام وفتح غین معجمہ وسکون زائے معجمہ ۱۲

چیستانین مقصود اصلی اشیا کی ذاتین ہین ۔ جیسے ۔

پہیلی افیون ۔

منشی اسمعیل حسین منیر

مکروہ طبع اہل خرد اس کی کم سنی	پیری مین اُسکی قدر جوانی سے بھی سوا
ہے بیگناہ پر یہ تعجب کی بات ہے	اُسکا ہی پوست کھینچتے ہین اُسکے آشنا

پہیلی لفظ آہ

انشا

ہے نصف تو اسم ذات کی سی صورت	دنگی صورت نہ رات کی سی صورت
کام آوے وہ درد مین جو لکھے انشا	تو ہو قلم و دوات کی سی صورت

پہیلی گھڑیال ۔

مومن

نہ بولے وہ جب تک کہ کوئی بولائے	نہ لفظ اور معنے سمجھ مین کچھ آئے
نہین چور پر وہ لٹکتا رہے	زمانے کا احوال بجتا رہے
شب و روز غوغا مچایا کرے	اسی طرح سے مار کھایا کرے

پہیلی چراغ ۔

امیر خسرو

بالا تھا تو سب کو بھایا	بڑا ہوا تو کام نہ آیا
مین نے کہدیا اُس کا ناون	ارتھ کرو یا چھوڑو گانون

پہیلی موری ۔

ولہ

ساون بھادون بہت چلت ہے ماہ پوس مین تھوڑی	امیر خسرو یون کہین بتا پہیلی موری

پہیلی قلمدان ۔

ظفر

ایک تابوت اور کتنے مُردے	کٹے کٹے کیا دل گردے
تال مین پہوین کا لاپانی ++	یہ ہے ظفر اُس کی نشانی

پہیلی آسمان اور تارے۔

ظفر

ایک تھال موتیون سے بھرا	سب کے سر پر اوندھا دھرا
چارون طرف وہ تھال پھرے	موتی اُس سے ایک نا گرے

پہیلی چشم و مژگان۔

تجمل رسول خان تجمل

دو تالاب اور کتنی تریان	جب دیکھو جب ننگی کھڑیان
تال کے اوپر دن بھر مشکین	نظرون مین وہ سب کی کھٹکین
رات کو وہ سب مل جل کر	سوتی ہین اُن تالابون پر

پہیلی بالا۔

ایضاً

کان مین رکھ تو یہ ایسا نام	سیدھے لٹکے اوپر نام

پہیلی خرگوش۔

ایضاً

آدھا ہے کمھار کے آدھا سب کے پاس	جو تجھے مارا چاہے جنگل اُس کا باس

پہیلی آئینہ۔

ایضاً

فارسی بولی آئی نا	ترکی ڈھونڈی پائی نا
ہندی کہون عارسی آئے	خسرو کہے کوئی نہ پائے

صنعت تاریخ اصطلاح مین تاریخ اسکو کہتے ہین کہ کوئی لفظ یا فقرہ یا عبارت یا مصرع یا بیت ایسی تجویز کرین کہ اُسکے مکتوبی حروف کے عددونسے بحساب جمل سنہ اور سال کسی واقعہ شادی یا وفات کے معلوم ہون یا نکاح خواہ تولد فرزند یا تصنیف کتاب خواہ لڑائی یا بادشاہ کے جلوس یا کسی اور امر کے وقوع کا زمانہ سمجھا جائے حروف مکتوبی کی قید اسلیے ہی کہ جو حروف لکھنے مین نہین آتے اُنکے عدد محسوب نہین ہوتے اور جو لکھے جاتے ہین اگرچہ پڑھے نہ جاوین عدد اُنکے لیے جاتے ہین مثلاً لفظ اللھم اور فرخ مین ایک میم اور ایک رے کے عدد لیے جائینگے اور نصیرالدین اور عبداللہ مین الف کا ایک عدد لیا جائیگا اور الف ممدودہ کے بھی

دو عدد لیے جائینگے اسلیے کہ وہ ایک الف متحرک اور دوسرا الف ساکن ہی اور بعض محققین الف ممدودہ کا ایک عدد لیتے ہین اور ہمزہ کا کہ اُسکی یہ صورت ہی (ء) بعض ایک عدد شمار کرتے ہین بعض لشکل یا لکھ کر دس عدد محسوب کرتے ہین بعض مہمل چھوڑ دیتے ہین عدد نہین لیتے تینون صورتین جائز ہین جہ اور کہ مین ہاے مختفی کے بھی عدد لیے جاوینگے۔ اور حرف تا کے عدد دو طرح کے لیے جاتے ہین جو (ت) دراز لکھی جاتی ہی خواہ جمع کی ہو خواہ ضمیر کی خواہ مصدری اُسکے چار سو عدد لیتے ہین جیسے عنایات و حشمت وغیرہ مین اور جو (ۃ) باملاے عربی یا فارسی مدور بہ شکل ہاے ہوز لکھی جاتی ہی اُسکے پانچ عدد ہاے ہوز کے سے لیے جاتے ہین جیسے ت جنۃ اور صلوۃ و زکوۃ وغیرہ کی اور معنی تاریخ کے لغت مین وقت ظاہر کرنا ہین پس تاریخ سے بمقابلۂ زمانۂ حال کے مدت اُس واقعہ گذشتہ کی ظاہر ہوتی ہے اور مادۂ تاریخ عام ہے خواہ نظم ہو خواہ نثر اور تاریخ دو قسم ہوتی ہے۔ ایک صوری اور ایک معنوی۔ اور معنوی فن معما کے قبیل سے ہی صوری وہ ہے جس سے لفظاً کوئی زمانہ معلوم ہو مثال اسکی۔

تاریخ بدیع مصنفہ تسلیم

ہزار و صد و شصت و دو مین غرض	اجل کا بہانا نہ ہوا وہ مرض

منہ

گیارہ سو اکیاسی ہجری کی تھی	یہی سال تاریخ رحلت کی تھی

منہ

گیارہ سو اسی مین سے تھے چار کم	کہ پیدا ہوے تھے وہ انجم حشم

اور معنوی وہ ہی جسکے عدد وفق سے بحساب جمل کوئی سنہ و سال پیدا ہو اگر مادۂ تاریخ معنوی سے عدد مطلوب بغیر کمی و بیشی کے نکل آدین تو اُسکو تاریخ بے کم و کاست کہتے ہین اور تاریخ کامل بھی بولتے ہین تاریخ کامل و بے کم و کاست کی مثال یہ تاریخ نتیجۂ فکر جناب مخدومی مولوی نورالدین احمد صاحب ابن مولوی نظام الدین مرحوم ہاشمی بدایونی کی ہے

ع

حضرت صولت نے لکھی یہ کتاب	مدح حضرت مین عجب نادر غریب
لائق تعریف اور تحسین ہے	صاحب ممدوح کی راے مُصیب
قطعۂ تاریخ لکھنے کے لیے	مجکو بھی ایسا ہوا جاگے نصیب
جب ہوئی تاریخ کی مجکو تلاش	ہاتف غیبی نے آمیرے قریب
مصرع تاریخ یون موزون کیا	نعت محبوب خدا ہے یہ عجیب
	۱۲۹۰ ہجری

<table>
<tr><td colspan="2">اسمین بارہ سو اٹھانوے عدد بے کم وکاست نکلتے ہین۔
داغ نے ایک قطعہ گیارہ شعر کا لکھا ہو جس کے ہر مصرع سے ایک تاریخ نکلتی ہے جس سے ۱۲۹۲ عدد برآمد ہوتے ہین وہ یہ ہے۔</td></tr>
<tr><td>بھر کر شراب صاف پلا آج جام مین
پریونکا جمگھٹا اور حسینونکا جلسہ ہے
فانوس جھاڑ آئنے تصویر لمپ بھی</td><td>ساقی ہے انجمن کی زبان پر ترانہ آج
کیا ایک ناک پر ہو یہ جشن شہانہ آج
چمکا ہے بزم جشن سے دیوان خانہ آج</td></tr>
<tr><td colspan="2">ایضاً قطعہ تاریخ میر گھسیٹا نتیجہ فکر شیخ امام بخش ناسخ۔</td></tr>
<tr><td>جب میر گھسیٹا مر گئے ہاے
ہاتف نے کہی یہ اُس کی تاریخ</td><td>ہر ایک نے اپنے مُنھ کو پیٹا
افسوس کہ موت نے گھسیٹا</td></tr>
<tr><td colspan="2">اور اگر مادۂ تاریخ مین کچھ عدد کم ہون تو کوئی حرف اُن عددونکا ملا دیتے ہین اور اُسکو باشارۂ لطیف بیان کرتے ہین اور اس عمل کو تعمیہ کہتے ہین مثلاً تاریخ شادی یا تولد فرزند وغیرہ مین خوشی کے مقام پر ایک عدد مادۂ تاریخ مین کم ہو تو سر انبساط اور دو عدد کم ہون تو از روے بہجت یا بشارت وغیرہ اور علے ہذا القیاس تاریخ کے مقام مین ایک کے واسطے از سر آہ اور دو کے واسطے از روے بکا اور چار کے واسطے از سر درد لکھکر تعمیہ کرتے ہین مثال تاریخ تعمیہ کی یہ اشعار قطعۂ تاریخ تولد ایک لڑکے کے نتیجہ طبع جناب مکرمی مولوی نور الدین احمد صاحب۔</td></tr>
<tr><td>چودھوین تاریخ تھی پندرھوین شب
بولا ہاتف سُن کے از روے طرب</td><td>جبکہ دُنیا مین قدم اُس نے رکھا
چودھوین کا چاند اب ظاہر ہوا</td></tr>
<tr><td colspan="2">مصرع آخر کے عدد بارہ سو چوراسی ہین اور ضرورت بارہ سو ترانوے کی تھی از روے طرب لکھکر نو عدد حرف طوے کے ملائے بارہ سو ترانوے ہوگئے۔
ایسے ہی یہ تاریخ وفات و شہادت حضرت میرزا مظہر جان جانان رحمۃ اللہ علیہ کی۔</td></tr>
<tr><td>مظہر کا ہوا جو قاتل اک مرتد شوم
تاریخ وفات اُنکی کہی با روے درد</td><td>اور اُنکی ہوئی خبر شہادت کی عموم
سودا نے کہ ہاے جان جانان مظلوم</td></tr>
<tr><td colspan="2">ہاے جان جانان مظلوم کے عدد گیارہ سو اکانوے ہوتے ہین ضرورت گیارہ سو پچانوے کی تھی با روے درد لکھکر چار عدد دال کے اور ملائے گیارہ سو پچانوے ہوگئے۔
تعمیہ آحاد تک تو روا ہے اور عشرات کا عیب سے خالی نہین اور سیکڑونکا زیادہ تر معیوب ہے ہان اگر</td></tr>
</table>

کوئی خوبی یا نئی بات نکلتی ہو تو روا ہے۔ اگر مادہ تاریخ مین کچھ عدد اعداد مطلوبہ سے زیادہ ہو جائین تو باشارہ مناسب و بہتر اُتنے اعداد گھٹا دیتے ہین اِس عمل کو تخرجہ کہتے ہین اور تخرجہ تاریخ تولد مین فال بد سمجھتے ہین اور تخرجہ آحاد تک جائز اور عشرات وغیرہ کا ناز یبا ہے اور بشرط عمدگی و خوبی روا ہے جیسے اس تاریخ مین

مومن

دُخت روشن روان ہوئی پیدا	کیا ہی چمکا ہے اختر مومن
نال کٹنے کے بعد ہاتف نے	کہی تاریخ دختر مومن

دختر مومن کے عدد تیرہ سو چالیس ہوتے ہین اور مطلوب بارہ سو اُنسٹھ ہین اور نال کٹنے کے بعد یعنی نال کے عدد اکاسی دور ہو جانے کے بعد بارہ سو اُنسٹھ باقی رہے یہی تاریخ ولادت ہی۔

خوبی تاریخ کی یہ ہیکہ تاریخ بے کم و کاست بغیر تعمیہ و تخرجہ کے ہو اور تاریخ کے مادے کو اکثر مصرع کے آخر مین اسطرح موزون کرتے ہین کہیا ہاتف یا سروش فلک یا ملہم غیب یا خضر یا مسیح وغیرہ نے یون کہا اور یون ارشاد کیا اور یہ ندا کی اور یہ کا تمین کہا اور شعر و ثمین یا اوپر کے مصرع مین اکثر یہ مضمون لکھتے ہین کہ مجھے تاریخ کی فکر تھی اور مین تاریخ کی تلاش مین تھا اُسوقت یہ آواز آئی یا ایسا ہاتف نے کہا۔

اور کبھی ایک ہی مادے سے باعتبار الفاظ و اعداد کے صوری و معنوی دونون طرح کی تاریخین برآمد ہوتی ہین خواہ مادہ بے کم و کاست ہو یا تعمیہ یا تخرجہ کے ساتھ اور خواہ صوری و معنوی دونون تاریخین ہجری ہی ہون یا ایک ہجری اور ایک عیسوی مثلاً یہ فقرہ ایک لڑکے کی تاریخ تولد کا نتیجہ فکر جناب مولوی نورالدین محمد صاحب فقرہ بارہ سو ترانوے ہجری مین پیدا ہوا اسمین لفظاً و عدداً تاریخ ہجری نکلتی ہے۔

ولہ

کہا یہ ہاتف غیبی نے میرے کا تمین اُسدم	اٹھارہ سو چھتر اسکی تاریخ ولادت ہے

باعتبار الفاظ کے ۱۸۷۵ء عیسوی معلوم ہوتے ہین اور باعتبار اعداد کے اسمین بارہ سو بانوے ہجری نکلتے ہین

منیر

کہی منیر نے صوری و معنوی تاریخ	دوشنبہ اول شہر صیام نیک اقبال

اعلی ترین اقسام تاریخ سے یہی ہے یعنی کہ باعتبار الفاظ کے سنہ ہجری یا عیسوی معلوم ہون اور باعتبار اعداد کے دوسرے سنہ اسکے مخالف پیدا ہون۔ یہانپر بنظر مزید احتیاط طریقہ استخراج تاریخ مفصل لکھا جاتا ہے یاد رکھو کہ تاریخ بر حساب جمل حروف ابجد سے نکلتی ہو اور یہ تمام حروف ہجی آٹھ کلمون مین جمع ہین

ابجد۔ ہوز۔ حطی۔ کلمن۔ سعفص۔ قرشت۔ ثخذ۔ ضظغ۔

الف سے طا تک آحاد ہیں ی سے ص تک عشرات ق سے ظا تک مآت اور غ ہزار ہے۔

تو ابجد سے حطی تک ایک ایک گن	مگر تا بہ سعفص وے دس دس بڑھا
پھر آگے سے سو سو فزون کرکے یار	دل اپنا حساب جمل سے چھڑا

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ابجد سے لیکر حطی تک ایک ایک عدد بڑھایا جائے گا مثلاً الف کا ایک بائے موحدہ کے دو جیم کے تین دال مہملہ کے چار ہے کے پانچ واؤ کے چھ زائے معجمہ کے سات حائے مہملہ کے آٹھ طائے مہملہ کے نو یائے تحتانی کے دس اور کلمن سے آگے دس دس بڑھائے جائینگے جیسے کاف کے بیس لام کے تیس میم کے چالیس نون کے پچاس سین مہملہ کے ساٹھ عین مہملہ کے ستر فے کے اسی صاد بے نقطہ کے نوے اور پھر قرشت سے آگے سو سو بڑھائے جائینگے اسطرح کہ قاف کے سو رائے مہملہ دو سو شین نقطہ دار کے تین سو تائے فوقانی کے چار سو ثائے مثلثہ کے پانسو خائے نقطہ دار کے چھ سو ذال منقوطہ کے سات سو ضاد منقوطہ کے آٹھ سو ظائے نقطہ دار کے نو سو غین نقطہ دار کے ہزار۔ اور خاص فارسی اور ہندی کے حروف کے بھی وہی عدد ہین جو انکے اصلی حروف عربی کے ہین یعنی پ چ ژ گ اور ٹ ڈ ڑ اعداد مین ب ج ز ک اور ت د ر کے موافق ہین۔

اور حروف و اعداد مقررہ سے تین طرح تاریخ نکلتی ہے یعنی تاریخ معنوی خواہ تعمیہ کے ساتھ ہو خواہ تخرجہ کے ساتھ تین طور پر کہی جاتی ہے۔

ایک طریقے کا نام جمل صغیر ہے جسے زبر بھی کہتے ہین اور وہ یہی طریقہ متعارف ہے کہ حروف ابجد سے اعداد مقررہ لیے جائین جیسے ابو المظفر کے عدد بارہ سو ساٹھ لیے گئے اور یہ بہت رائج ہے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ خود حرف کے نام کے حروف لیکر انمین سے سرکا حرف چھوڑ دیا باقی جو حرف بچے انکے عدد لیے مثلاً لفظ عبد اللہ مین عین اور با اور دال وغیرہ حروف ہین پس لفظ عین سے جو نام حرف کا ہے خاص عین کو چھوڑ کرکے (۱۰) اور ن کے (۵۰) جملہ ساٹھ عدد لیے اور با سے خاص ب کو چھوڑ کر الف کا ایک عدد لیا اور دال سے خاص دال کو چھوڑ کر الف اور لام کے اکتیس عدد لیے اور اسطرح اعداد جمع کرنے سے سنہ مطلوب پیدا ہوگئے اسکو جمل وسیط اور بینات کہتے ہین مثال اسکی تاریخ اتمام تذکرہ سراپا سخن طبعزاد محمد حسن خان طبیب تخلص شاگرد منیر۔

میرے مشفق نے لکھا ہے تذکرہ کس نور کا	ہو سکے کیونکر کسی سے اے طبیب اسکا جواب
ہے شمار بینہ سے مصرع سال آشکار	واہ دیکھا تذکرہ وہ شاعرون کا لاجواب

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ حرف کے نام کے سب حرفون کے اعداد شمار کرین جیسے کریم کے لفظ مین ایک کاف ہے

دوسرا را تیسرا یا چوتھا میم پس کاف کے عدد ایک سوایک اور را کے عدد دو سوایک اور یا کے عدد گیارہ اور میم کے عدد نوے ہوے اسکو جمل کبیر اور زبر و بینات ملانا کہتے ہین ۔ اور لفظ اللہ کے عدد بحساب زبر و بینات و جمل کبیر دو سو اٹھ ہین کبھی تاریخ مین کئی طرح کے التزام کرتے ہین مثلاً کوئی فقرہ یا مصرع یا عبارت وغیرہ مادۂ تاریخ کی لکھین اور اسمین یہ اشارہ کرین کہ سب حروف مہملہ کے اعداد سے تاریخ لیجاوے یا سب منقوطہ حروف ہمکو لینا مقصود ہین غرض کہ اشارہ کردیتے ہین ۔

مثال ایسی تاریخ کی جسکے سب حروف مہملہ مقصود ہون نتیجہ طبع محمد مظہر حسین متخلص بہ شفق ۔

ہوا مطبوع وہ دیوان کہ اسکو شوق سے جو لے	تو اسکا طوطی خامہ بھی بلبل کی طرح بولے
نہین دیوان لکھا واسطی نے طبع رنگین سے	در گنج معانی شاعروںنکے واسطے کھولے
شفق تاریخ فصلی بے نقط لکھنے کو جب بیٹھا	بڑی فکر رسا مین طالب مضمون نے یہ کھولے

مثال ایسی تاریخ کی جسکے سب حروف منقوطہ مقصود ہین اُنکے جمع کرنیسے تاریخ نکلتی ہے ۔

نظام ساکن جاورہ

عقل و شعور بن کے عروس پی جمال	آراستہ بزیور عقل و شعور ہے
ہر فقرہ اُسکا ہے ہمہ تن دانش و خرد	یہ امتحان جوہر عقل و شعور ہے
تاریخ ہجریہ ہے یہ منقوطہ ای نظام	عقل و شعور و فخر عقل و شعور ہے

کبھی ایسا کرتے ہین کہ ایک قطعہ مین مادۂ تاریخ بھی ہوتا ہی اور بطور توشیح ہر مصرع قطعہ کے حروف جمع کرکے اُنکے عدد لیے جاوین تو بھی تاریخ پیدا ہوتی ہی اور یہ بھی ممکن ہے کہ مادہ تاریخ مین سنہ ہجری یا عیسوی نکلین اور صنعت توشیح سے دوسرے سنہ اُسکے سوا پیدا ہون مثلاً مصرع اول کے شروع کے حروف جمع کرنے سے سنہ ہجری نکلین اور مصرع اول کے آخر کے حروف جمع کرنے سے سنہ عیسوی پیدا ہون اور مصرع ثانی کے شروع کے حروف کے اعداد جمع کرنے سے سنہ فصلی اور مصرع ثانی کے آخر کے حروف کے اعداد یکجا ہونیسے سمت ظاہر ہون جیسے کہ منشی شیخ عنایت حسین بلگرامی نے آغاز کتاب تاریخ حضرت سالار مسعود غازی سے یہ غزا نامہ مسعود مین دو قصیدے نواب کلب علیخان فرمان روائے رامپور کی مدح مین لکھے ہین اور انمین صنعت توشیح سے تاریخ سنہ ہجری و عیسوی و فصلی و سمت مین نکالی ہی اور مرزا طہماسپ قلی نے جو قطعہ تاریخ شادی کتخدائی شاہزادہ دارا شکوہ فارسی مین بحر ہزج سالم مین لکھا ہے اور اس مین تاریخ نکالی ہی عجب کمال کیا ہے کہ سر ہر دو مصرع سے ایک ایک حرف جمع کرنے سے ایک شعر بحر ہزج مسدس مقصور مین حاصل ہوتا ہی اور اُن دونون مصرعونسے بھی تاریخ شادی نکلتی ہی اور لطف یہ ہو کہ اُس شعر

حاصل شدہ کے حروف مہملہ جمع کرو تو وہی سنہ برآمد ہوتے ہین اور اگر دونون مصرعون کے حروف منقوطہ لین تو وہی سنہ پیدا ہوتے ہین اور وہ قطعہ تاریخ مرزاے موصوف نے بڑے زور و دعوے کا لکھا ہی ایک شعر اُسکا یہ ہے

کسے گر زین نمط شعرے تواند گفت بسم اللہ	بشاگردی او خط می دہم در حضرت خاقان

اور وہ شعر جو بہ صنعت توشیح سر ہر مصرع سے حاصل ہوتا ہی یہ ہی۔

بصد تزئین بلوح محل شاہ	رقم دیدم قرآن مہر با ماہ

اسمین دونون مصرع تاریخی ہین اور ۱۲۶۲ھ ہجری نکلتے ہین اور دونون مصرع کے حروف مہملہ و منقوطہ کے اعداد بھی علٰحدہ علٰحدہ ۱۲۶۲ھ ہجری بتلاتے ہین۔

دوسرا باغ صنائع معنوی کے ذکر مین

صنعت طباق اسکو صنعت تضاد اور مطابقت بھی کہتے ہین یعنی ایسے الفاظ استعمال مین لائین جن کے معنی آپس مین ایک دوسرے کے فی الجملہ ضد اور مقابل ہون۔ اور فی الجملہ کی قید اسلیے لگائی ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہان متضاد سے مراد ایسی دو چیزین ہین جو ایک محل مین وارد ہو سکتی ہین اور اُنمین انتہا درجے کا خلاف ہوتا ہی جیسے سیاہی و سفیدی بلکہ صنعت طباق مین تضاد سے مراد معنے عام ہین اور وہ یہ کہ دونون مین تنافی و تقابل ہو اگرچہ بعض صور تونین ہو اور وہ تقابل عام ہی اس سے کہ حقیقی ہو جیسے قدم و حدوث مین یا اعتباری ہو جیسے جلانے اور مارنے مین اور نیز عام ہی اس سے کہ تقابل تضاد ہو جیسے حرکت و سکون مین یا تقابل ایجاب و سلب ہو جیسے ہونے اور نہونے مین یا عدم و ملکہ کا تقابل ہو جیسے بینائی اور نابینائی مین یا تقابل تضائف ہو جیسے باپ ہونے اور بیٹا ہونے مین یا کسی اور قسم کا تقابل ہو جیسے گرمی و سردی وغیرہ۔

اور یہ دو قسم ہی ایک ایجابی دوسرے سلبی طباق ایجابی وہ ہی کہ الفاظ متضاد کے ساتھ حرف نفی نہو جیسے آیا اور گیا کہ انمین طباق کے واسطے نفی و اثبات کی حاجت نہین انکا اختلاف خود طباق کے باب مین کافی ہے اور لفظ متضاد خواہ دو حرف ہون یا دو فعل یا دو اسم یا ایک اسم اور ایک فعل مثال دو حرفونکی سے اور تک کہ سے ابتدا کے لیے ہی اور تک انتہا کیلیے اور ابتدا و انتہا مین تضاد ہے۔

سودا

یہ غزل سودا لکھی ہے تونے اس انداز سے		ہند سے پہونچے گی ہاتھون ہاتھ نیشاپور تک
کچھ تری بات کو ثبات نہین	ناسخ	ایک ہان ہے تو پانچ سات نہین

ہان اقرار کیلیے ہی اور نہین انکار کیلیے اور اقرار و انکار مین تضاد ہے۔
مثال دو فعلونکی گیا آیا اور مارا جلایا۔

آتش

دل دیکے بوسۂ لب لعلین کیا خرید	بازار عشق مین سے یہ آکر لیا دیا

ولہ

دن رات کھیلتے ہین باہم قمار الفت	وہ ہمسے جیتتے ہین ہم انسے ہارتے ہین
پوشاک ہر طرح کی حاضر ہی کشتیو نمین	اسکو پہنتے ہین وہ اسکو اتارتے ہین

ظفر

اے گل کویان ثبات نہ شبنم کو ہی قرار	کیا روئے اس چمن مین کوئی اور کیا ہنسے

مہربان خان رند

بہے کب تلک چشم تر جائے گی	یہ ندی چڑھی ہے اتر جائے گی

عزت

ضعف سے ہر رگ تن جسکے ہو تار بستر	کیونکہ بستر پہ وہ بیمار اٹھے اور بیٹھے

محمد حفیظ

محبت آہ کیا کیا رنگ عاشق کو دکھاتی ہے	اگر اک دم ہنساتی ہی تو پھر برسون رلاتی ہی

حالی

شریعت کے جو ہمنے پیمان توڑے	وہ لیجا کے سب اہل مغرب نے جوڑے

ذوق

اگر اٹھے تو آزردہ جو بیٹھے تو خفا بیٹھے	لگا یا روگ جی کو اپنے جب سے دل لگا بیٹھے

رند

سانس دیکھی تن بسمل مین جو آتے جاتے	اور چرکا دیا جلاد نے جاتے جاتے

وجد

غیر ہم بزم تھا ہم پھر گئے شکوہ کیا ہی	ہمسے بیٹھا نگیا تمسے اٹھایا نہ گیا

بقا

تونے اسطرح کا اے چرخ گرایا مجکو	کہ موے پہ بھی کسی نے نہ اٹھایا مجکو

جرأت

گاہ مرتا ہون گاہ جیتا ہون	آنا جانا ترا قیامت ہے

پہلا مصرع مقصود بالتمثیل ہے ۔

ولہ

جبکہ روتا ہون نمین اُسکے ہجر مین لے ختیا	دیکھکر ہنستا ہی یارو اپنا بیگانہ مجھے

دو اسمونکی مثال سبک اور بار اور اپنا اور بیگانہ اور آنا اور جانا۔

فدا حسین

تیری جو نگاہ مین سبک ہین	ہر ایک کے جی پہ بار ہین ہم

ناسخ

ابتدا و انتہا موج ازل ہے اور ابد	کیا بتاؤن مین نشان ساحل دریائے دل

تسلیم

تھا یہ سنجوگ ناؤ نالے کا	بیٹھنا اُٹھنا کیا ہے چھالے کا

شیدا

کرتے ہو کیون سبک تم در سے مجھے اُٹھاکے	کیا میرے بیٹھنے کا خاطر پہ بار گذرا

عاشق

موتیو نسے در دندان نہ لڑاؤ گے اگر	منھ پہ سچا کہینگے لوگ تو جھوٹا دل مین

حضرت شاد

جب یہ ٹھہرا کہ تری طاقت ہستی میری	پھر تو یہ مہر تری اور ستم غیر نہین

انشا

آنے جانے مین کبھی تو دھیان مجھپر کیجیے	بندہ پرور مفت کا احسان مجھپر کیجیے

ولہ

جو دم کہ کٹے خوشی سے سو بہتر ہے		آخر تو یہ لگ رہا ہے مرنا جینا
شادی و غمی وصل و ہجر اے انشا	ولہ	کیا کیا دیکھینگے اور کیا کیا دیکھے

سودا

اُنکا غرض اعتراض دیکھو تو معقول ہے	بات جو معروف ہی اُنپہ وہ مجہول ہی

رشک

زہر پائین تمنے آنکھین قند پائے تمنے ہونٹھ	زم پائے سارے اعضا سخت پائین چھاتیان

عبرت

نہین خاطر مین لاتا عشق سرکش	کہ ہین کیا خاک و باد و آب و آتش

اربع عناصر متضاد ہین۔

میر کفایت علی تنہا

ہر گھڑی مجکو ترقی و تنزل ہی نصیب	درد سر کم ہو تو درد جگر افزون ہو جائے

نسیم

دائین دیکھا نظر نہ آئی	بائین دیکھا کہین نہ پائی

حشمت علیخان حشمت

ستم شعار جفا جو یہ کیا غضب ہے کہ تو	بعید مجھسے ہو بیٹھے قریب غیرونکے

مومن

جب تلک ہا عشِ نشاط و ملال	ہے وصال و فراق جانانی

دبیر

ادنے سے جو سر جھکائے اعلی وہ ہے کیا خوب دلیل ہی یہ خوبی کی دبیر	جو خلق سے بہرہ ور ہے دریا وہ ہے سمجھے جو بڑا آپ کو اچھا وہ ہے

سعد اللہ شاہ متخلص بہ شاہ

کھچی ہی سعد اسکھونین خوبصورت یار	کہ رہ گیا فقط آنے سے خوب و زشت مجھے

مثال ایک اسم اور ایک فعل کی۔

عبد الحکیم بسمل ہوشیار پوری

گھٹنے سے بڑھ گیا ہے اور اقتدار تیرا	مقصد زوال سے تھا رتبہ ترا بڑھانا

گھٹنا اسم ہی اسوجہ سے کہ مصدر ہی اور بڑھ گیا ہی فعل ماضی قریب ہے اور دونوںکے معنی مین تقابل ہے۔

نظام رامپوری

مین اسی آرزو مین مرتا ہون مجھے کیا بیٹھے روتے ہین احباب	اُنھین دعوے ہو پھر جلانے کا کرین سامان اب اُٹھانے کا

مرتا ہون فعل ہی اور رجلانا اسم اسیطرح بیٹھے فعل ہی اور اُٹھانا اسم۔

ولہ

شب وصل ہوتا سبب کوئی ایسا	کہ آکر یہان اُسکا جانا نہ ہوتا

ماہر کستوری

ہاتھ اب بڑھتے نہین اپنے گریبان کی طرف	ہنستی ہی خلق خدا آتا ہی جب رونا ہمین

میر

جینا کیا ہے جہان فانی کا	مرتے جاتے ہین کچھ مرے کچھ تو

طباق سلبی وہ ہی کہ دو لفظ ایک مصدر سے مشتق ہون ایک مثبت ہو دوسرا منفی چونکہ ایک مصدر کے دو فعلو نمین طباق بجز نفی اور سلب کے ممکن نہین اسلیے اسکو طباق سلبی کہتے ہین اور پہلی قسم مین نفی و سلب کو طباق مین کچھ دخل نہین ہوتا اسلیے اُسکے مقابل مین اسکو طباق ایجابی کہتے ہین اور طباق سلبی کے قبیل سے ہی امر و نہی کا ایک جگہ جمع کرنا مثبت و منفی کے ساتھ طباق سلبی کی مثال۔

امداد

زلف مین کرتا ہے اغیار جو اُسکے شانہ	پھر کہو دل یہ پریشان رہے یا نہ رہے

رہے اور نہ رہے اگرچہ ایک ہی مصدر سے مشتق ہین اگر ایک مثبت ہے اور دوسرا منفی۔

مومن

بات اپنی وہان نہ جمنے دی	اپنے نقشے جمائے لوگون نے

نہ جمنے دی اور جمائے ایک ہی مصدر سے مشتق ہین مگر ایک کے معنی مین اثبات ہی اور دوسرے کے نفی

سہراب

ہم آئے بتنگ زیست سے پر	اے خانہ خراب تو نہ آیا

آئے اور نہ آیا مین بسبب اثبات و نفی کے تضاد ہے۔

حسرت

تجھسے رخصت ہو چلا جیوے نہ جیوے دیکھیے	یار اب حسرت کا ملنا پھر خدا کے ہاتھ ہے

شیفتہ

کوئی بیجان جہان مین نہین جیتا لیکن	تیرے رنجور کو جیتے ہوے بیجان دیکھا

ذوق

ستم کو ہم کرم سمجھے جفا کو ہم وفا سمجھے	جو اسپر بھی نہ وہ سمجھے تو اُس بت سے خدا سمجھے

میر

ہونا جہان کا اپنی آنکھو نمین ہے سہونا | آتا نہین نظر کچھ جاوے نظر جہان تک

ولہ

صبر کہان جو تمکو کہیے لگ کے گلے سے سو جاؤ | بولو نہ بولو بیٹھو نہ بیٹھو کھڑے کھڑے ٹک ہو جاؤ

صادق رامپوری

یون تو تمھین سب عیش زمانے کے ملینگے | پر چاہنے والا کوئی مجھ سا نہ ملیگا

مثنوی یوسف زلیخا

مری قسمت اسے پاوے نہ پاوے | مرے ہاتھو نمین یہ آوے نہ آوے

مثال امر و نہی کے ساتھ طباق سلبی کی۔

غالب

پلادے اوک سے ساقی جو ہمسے نفرت ہے | پیالہ گر نہین دیتا نہ دے شراب تو دے

نہ دے نہی ہی اور دے امر ہے۔

نعیم

دل تو کہے ہی نہ مل عقل کہے ہے کہ مل | سخت خرابی مین ہون کس کا کہا کیجیے

نطق

ہم غریبو نکے تو دلمیں کے کیا پائیگا پھل | چل پرے اے سرو روان ناز سے یہ چال نہ چل

حسرت

ہمین تو ہاتھ سے کھوتا تو ہی پر پھر منا دیگا | سمجھ یا مت سمجھ تو ہم تجھے آگاہ کرتے ہین

میر محمدی بیدار

فتراک سے باندھ خواہ مت باندھ | اب تیرے شکار ہو گئے ہم

طباق کی ایک قسم اور ہی جسکو صنعت تدبیج بائے موحدہ سے کہتے ہین لغت مین اسکے معنی آراستہ کرنیکے ہین اور اصطلاح مین یہ ہی کہ کوئی مطلب رنگو نمین بطریق کنایہ یا بطور ایہام کے بیان کرین اور رنگون کی کثرت شرط نہین بلکہ ایک سے زیادہ رنگ ہونا چاہیین جو باہم تقابل رکھتے ہون۔ جیسے

امانت

گل کو ہان زرد کر دے اے رخ یار | کرکے منہ لال لال آتا ہے

زرد اور لال مین طباق ہی اور مقصود بطریق کنایہ کے حاصل ہوتا ہی کیونکہ زرد کرنا کنایہ ہی شرمندہ کرنے سے اور مُنھ لال لال کرنا کنایہ ہی بشاش ہونیسے ۔

امیر

مثل گُل احباب تیرے اس چمن مین سُرخ رُو | رُوے دُشمن زرد یا رب صُورتِ بادِ خزان

سُرخ و زرد مین طباق ہی اور مقصود بطور کنایے کے حاصل ہوتا ہی کیونکہ سُرخ رُو ہونا کنایہ ہے عزت وآبرو اور حُرمت حاصل کرنیسے اور زرد رُو ہونا کنایہ ہی مغموم اور پژمردہ ہونیسے ۔

ناسخ

گلعذار ونکی جو محفل مین گیا وہ گُل تر | ہو گئے زرد جو دو چار تو دو چار سفید

زرد اور سفید ہونا کنایہ شرمندہ ہونیسے ہے ۔

خوشتر

ہوا لڑکی پر اپنی لال پیلا | بنا رنگ بدن بھی غم سے نیلا

لال پیلا ہونا کنایہ ہی نہایت ناراض اور غصہ ہونیسے ۔

میرحسن

اُٹھے پیکے باہم شراب اُمید | کوئی سُرخ رو اور کوئی رُو سفید

سُرخ و سفید مین تضاد ہی سرخرو کنایہ ہی بشاش سے اور سفید رو کنایہ ہی شرمندہ سے ۔

محشر

ہنستی آتی تھی بہت ناز سے گلشن مین سحر | ہو گئی دیکھ ترا چہرۂ گلفام سفید

گلفام یعنی سرخ و سفید مین تضاد ہی اور سفید ہونا کنایہ شرمندہ ہو جانے سے ہے ۔

مولوی صہبائی

دیکھنا مُنھ لال ہو جائینگے کس کس کے ابھی | سامنے میرے جو برگ سبز پان تو نے دیا

یہان مقصود بطریق ایہام کے حاصل ہوتا ہی اسلیے کہ مُنھ لال ہونیکے دو معنی ہین ایک قریب یعنے مُنھ کا سُرخ ہونا بسبب پان کے اور دوسرے بعید یعنی مُنھ کا لال ہونا طپانچو نسے اور ایہام اسی کو کہتے ہین کہ سامع کا خیال معنی قریب کی طرف جاوے اور قائل کی مراد معنی بعید ہون ۔

شباب

کیا بیان اُس کی نزاکت کا ہو مجھ سے ہمنشین | سبز مہندی ملنے سے ہو جاتے ہین سُرخ ہاتھ پانون

اور یہ بھی طباق کے قبیل سے ہی کہ کلام مین دو لفظ ایسے جمع ہون جنکے معنے مین آپس مین تضاد و مقابلہ نہو لیکن ایک کو دوسرے کی ضد کے ساتھ سببیت یا لزوم وغیرہ کی وجہ سے علاقہ ہو جیسے۔

غالب

مہربانی ہاے دشمن کی شکایت کیجیے | یا بیان کیجے سپاس لذت آزار دوست

از روے معنی کے آزار مہربانی کے مقابل نہین بلکہ آزار کو ایک علاقہ نامہربانی و عداوت کے ساتھ ہے۔

تسلیم

آپ کو دعوے مسیحائی | اور مین مرگ کی تمنائی

مرگ اور مسیحائی مین کچھ تضاد نہین بلکہ مرگ اور زندگی مین تضاد ہی اور زندگی کے ساتھ مسیحا کو علاقہ ہو یعنی زندہ کرنا حضرت مسیحا کا معجزہ ہے۔

ڈاکٹر محمد اقبال

خزانمین مجکو رولاتی ہی یاد فصل بہار | خوشی ہو عید کی کیونکر کہ سوگوار ہونمین

رولانے اور خوشی مین کچھ تضاد نہین بلکہ رونے اور ہنسنے مین تضاد ہی اور ہنسنے کے ساتھ خوشی کو علاقہ ہی

صنعتِ ایہام تضاد اُسے کہتے ہین کہ کلام مین دو معنی ایسے جمع کیے جائین جنمین باہم تضاد و تقابل نہو لیکن جن الفاظ کے ساتھ انکو تعبیر کیا جائے اُنکے معنی حقیقی کے اعتبار سے تضاد پایا جائے اور یہ عام ہی اس سے کہ ایک کے معنے مجازی دوسرے کے معنی حقیقی کے ساتھ جمع کیے جائین اور اُن مجازی معنی کو حقیقی معنی کے ساتھ تضاد ہو یا دونوں کے معنے مجازی کو جمع کیا جائے اور اُن دونون کے معنی حقیقی کے اعتبار سے تضاد ہو اور اس صنعت کا شمار بھی اقسام تضاد مین ہی مثال اسکی

غلام محمد خان رہا

اللہ ری عداوت کہ بگڑنے لگے ہنس کر | کچھ وصف کیا مین نے جو بیساختہ پن کا

بناوٹ سے مراد تصنع ہی اور بگڑنے سے مراد خفا ہونا ہے اور ان دونون معنے مین کوئی تضاد نہین البتہ بناوٹ مین جس کے ساتھ تصنع کو تعبیر کیا ہے اور بگڑنے مین جسکے ساتھ خفا ہونے کو تعبیر کیا ہی باعتبار معنے حقیقی کے تضاد ہے۔

نوازش

مجھے رونا نہ اپنے حال پر کس طرح سے آوے | نوازش برق بھی ہنستی ہی میری بیقراری پر

اگرچہ برق کے چمکنے اور آدمی کے رونے مین کچھ تضاد نہین مگر درصورتیکہ برق کے چمکنے کو ہنسنے سے تعبیر کیا تو تضاد پایا گیا اور یہ معنی مجازی ہین اور اسکے مقابل والے حقیقی۔

امیر اللہ آزاد

بن ترے سیر چمن کو نہ گئے ہم ورنہ | خندۂ گل نے ہمین خوب رُلایا ہوتا

گل کے کھلنے کو ہنسنا قرار دیا ہی اسلیے ہنسنے اور رونے مین تضاد واقع ہوگیا اور پہلے معنی مجازی ہین اور دوسرے حقیقی

میر

چار دیواری سو جگہ سے خم | تر ذرا ہو تو سو کھتے ہین ہم

خوف کھانیکو سوکھنے سے تعبیر کیا ہی اسلیے تر ہونے مین اور اسمین تضاد ہوگیا۔

گویا

بس ایک رات کا مہمان چراغ ہنستی ہے | سرہانے روئیگی اب شمع گور ہنستی ہے

شمع کی چربی کے پگھل کر بہنے کو رونیکے ساتھ اور اُسکے روشن ہونیکو ہنسنے کے ساتھ تعبیر کیا ہے اس لیے دونوںمین تضاد پیدا ہوگیا ہی۔

کشن نرائن بیتاب

کون ہوتا ہے وقت بد مین شریک | ابر روتا ہے برق ہنستی ہے

ابر کے برسنے کو رونیکے ساتھ اور برق کے چمکنے کو ہنسنے کے ساتھ تعبیر کیا ان دونوں لفظونکے معنی حقیقی مین تضاد ہے

حسرت

کہی گل سے شبنم باغ مین دونوں تھے ہم لیکن | تری قسمت مین ہنسنا تھا مری قسمت مین رونا تھا

پھول کے کھلنے اور شبنم کے ٹپکنے مین تضاد نہین لیکن چونکہ اول کو ہنسنے اور دوسرے کو رونے سے تعبیر کیا ہی اسلیے دونومین تضاد ہوگیا ہے۔

گلزار نسیم

بولا جب اُسنے باندھے بازو | کھلتا نہین کس طمع پہ ہے تو

باندھنے اور بیان کرنے مین کچھ تضاد نہین لیکن چونکہ بیان کرنیکو کھلنے کے ساتھ تعبیر کیا ہی اسلیے باندھے اور کھلنا کے معنی حقیقی کے اعتبار سے تضاد ہوگیا۔

فدا

مین نے کیون اُس شاخ گل سے سرو کو تشبیہ دی | راست ہی ٹیڑھا جو وہ شمشاد بالا ہوگیا

سچ اور غصے مین تضاد نہین مگر چونکہ سچ کو راست کے ساتھ اور غصہ ہونیکو ٹیڑھا ہونیسے تعبیر کیا اس لیے ان مین تضاد ہے۔

صنعتِ ایہام اسکو توریہ بھی کہتے ہین ایہام کے معنی وہم مین ڈالنے اور توریہ کے معنی چھپانیکے ہین جیساکہ تجرید البنانی مین لکھا ہی اور اصطلاح مین ایہام اسکو کہتے ہین کہ ایک لفظ ایسا کلام مین واقع ہو جسکے دو معنے ہون ایک قریب کے ایک بعید کے اور سامع کا گمان معنی قریب کی طرف جاوے اور شاعر کی مراد معنی بعید ہون معنی قریب سے مراد یہ ہی کہ وہ معنی اُس مقام کے مناسب ہون اور معنی بعید سے یہ مراد ہے کہ وہ معنی اُس مقام کے مناسب نہون لیکن اُن کا مقصود ہونا باعتبار کسی قرینۂ خفی کے ہو یہان تک کہ وہم تامل سے قبل معنی قریب کی طرف جاوے پس اگر قرینہ واضح ہوگا تو لفظ توریہ نہوگا کیونکہ معنی قریب معنی بعید کو نہین چھپا سکینگے۔

جیسے مثنوی ترانۂ شوق کے اس شعر مین۔

ہیکش کو ہوس ایاغ کی ہے	پروانے کو لَو چراغ کی ہے

لفظ لَو کے دو معنی ہین ایک شوق و آرزو دوسرے شعلہ پہلے معنی بعید ہین اور دوسرے قریب مگر یہان یہ لفظ توریہ نہین کیونکہ صرف شوق کے معنی مین ہونے پر قرینہ واضح ہی اور وہ یہ ہی کہ پروانہ عاشقی مین ضرب المثل ہی اور پہلے مصرع مین ہوس کا جو لفظ ہی وہ بھی ان معنی پر دلالت کرتا ہے۔

پس اگر معنی قریب کے (جو مراد نہین ہوتے) کچھ مناسبات کلام مین مذکور نہون تو اسکو **ایہام مجرد** کہتے ہین اور اگر مذکور ہون تو **ایہام مرشحہ** بولتے ہین۔ کبھی ایک لفظ دوسرے لفظ کے ساتھ ملنے سے ایہام کا فائدہ دیتا ہی۔ ایہام مجرد کی مثال

	ظفر	
نشہ ہو جس کو محبت کا سبزہ رنگو نکی		عجب نہین جو وہ مشہور سب مین بھنگی ہو

بھنگی کے دو معنی ہین ایک قریب اور وہ حلال خور کو کہتے ہین دوسرے بعید اور وہ وہ شخص ہی جو بھنگ کا استعمال رکھتا ہو اور مناسبات حلال خور کے کہ معنی قریب ہین کچھ مذکور نہین۔

	واسطی	
تشبیہ تیرے چہرۂ روشن سے خاک دین		ہم دیکھتے ہین شمع کا سارا بدن سفید

بدن کے سفید ہونیکے دو معنی ہین ایک قریب اور وہ بدن کا چٹّا ادر بھورا ہونا ہی دوسرے بعید اور وہ بدن کا مبروص ہونا ہی کیونکہ برص اُن سفید داغونکو کہتے ہین جو ظاہر جلد مین پیدا ہوتے ہین اور گوشت کے اندر گھُسے ہوتے ہین اور مناسبات معنی قریب کے کچھ مذکور نہین۔

بستے ہین تیرے سائے مین سب شیخ و برہمن	درد	آباد تجھی سے ہے گھر دیر و حرم کا

سائے کے معنے قریب صوب کی ضد ہین اور معنی بعید حمایت ہین یہی معنی یہان مراد ہین۔

ناجی

محبت سے علی کی دیکھ ناجی | ہولے ہے دل مرا اب حیدر آباد

ایہام مرشحہ کی مثال۔

وزیر

ہجر مین گھل گھل کے آدھا ہو گیا | لے مسیحا اب مین موسیٰ ہو گیا

لفظ موسیٰ سے وہم اسم پیغمبر علیہ السلام کا ہوتا ہے اور یہان وہ معنی مقصود نہین ہین بلکہ موے کے معنے بال ہین اور سا حرف تشبیہ ہے یعنی مین بال کی طرح ہو گیا اور مناسبات مین سے پہلے معنے کے لفظ مسیحا ہے۔

میر تقی

کعبے مین جان بلب تھے ہم دوری بتان سے | لگے ہین پھر کے یاروا اب کے خدا کے ہان سے

خدا کے ہان سے پھر کر آنیکے دو معنی ہین ایک کریب اور وہ بیت اللہ سے واپس آنا ہے دوسرے بعید اور وہ جان بلب ہو کر جی جانا ہے اور یہان یہ دوسرے معنی مراد ہین نہ پہلے معنی اور پہلے معنی کے مناسب کعبہ ہے

نساخ

کیونکر زبان سے اُسکی نزاکت کا ہو بیان | مہندی ملے سے لال ہون جسکی لگا کے ہاتھ

رنگ مہندی سے ہاتھونکا سُرخ ہونا مراد نہین جو معنی قریب ہین بلکہ ملنے کے صدمے سے ہاتھونکا سُرخ ہو جانا مقصود ہے اور یہ معنی بعید ہین جو مقصود ہین اور مہندی کا ذکر معنی قریب کے مناسب ہے۔

بقا

سیلاب اشک کے پنا گر سر باوج ملے | طوفان نوح تنہا گوشے مین موج ملے

دبیر

آنکھین ہین بنا موئین مگر آب نہین ہے | نادک ہین ملے چلونسے پر تاب نہین ہے

ترانہ شوق

آنکھین وہ کھلاتی تھین تماشا | ارباب نظر کو پتلیون کا
سلطان نے غبار اُسکا تاڑا | ولہ | دامن کی طرح سے محبوب جھاڑا

امانت

اُسنی کسی نے نہین غم کی داستان میری | وہ کم سخن ہون کہ گویا نہین زبان میری

جو تری چشم کے گوشے مین تل ہو پیارے	قائم	نظر پڑے ہے کہین خال خال آنکھون مین
ہوئی ہو مینخوری یہ دور مین ساقی ترے رائج	سودا	بجا ہو اب جو ہر ملا کو کہیے مولوی جامی
داڑھی ملا کی جون گیہون کا کھیت	وله	لے گئے لڑکی لڑکے اک اک بال
چھیڑ نہ زلف کا مشاطہ برا ہوتا ہے	گویا	ہاتھ اس جرم پہ شانے سے جدا ہوتا ہے
تو وہ آہو چشم ہے جائے اگر گلزار مین	ریاض	گل وہین شاخین نکالین نرگس بیمار مین
نہ لیوے لیکے دل وہ جعد مشکین	شاہ مبارک آبرو	اگر باور نہین تو مانگ دیکھو
دا غا توپ چلے تفنگ سے وہ	نسیم	چھوٹے قید فرنگ سے وہ
ہوگے خسرو اقلیم دل شیرین زبان ہوکر	اکبر	جہانگیری کریگی یہ ادا نورجہان ہوکر
ہر حرف کو گل کے ساتھ معنی ہو اتصال	درد	دریاے درد جو ہو یہ ہر غرق آب مین
نہین ہو خرمی زیر نگین تاجداران بھی	عبدالرحمن خان احسان	اگر شاہ جہان یان ہو بڑے نام خرم ہو
شفق سے ہو در و دیوار زرد شام و سحر	میر	ہوا ہو لکھنؤ اس رہگذر مین پیلی بھیت
ایسا کوئی طفلی مین نمودار نہ ہوگا اصغر سے اگر اکبر مہرو نہ ملے گا	انیس وله	ہاتھ ایسا تو جعفر کا بھی طیار نہ ہوگا تم ہاتھ سے جاؤگے تو بازو نہ ملیگا

ولہ

کونسا باغ تجھے شاہ نے دکھلایا ہے | کہین کھر کے تو چھینٹو نہین نہین آیا ہے

غالب

ہمسے عبث ہے گمان رنجش خاطر | خاک مین عشاق کی غبار نہین ہے

امیر

اکبوتر نہ ہوتا تھا جانے پہ راضی | تو بھیجا اُسے روغن قاز مل کر

ذوق

ہوکے اک بوسے پہ ترش ابرو | بات کو ڈالتا کھٹائی مین

گویا

عالم ہون علم عشق کا مین کر نہ ہمسری | ای عندلیب تو ہی پڑھی بوستان تلک

لمولفہ

آرسی اُسکے پیار پر مت بھول | بس یہ منھ دیکھنے کی اُلفت ہے

صنعت مراۃ النظیر اسکو تناسب اور توفیق اور ایتلاف اور تلفیق بھی کہتے ہین یعنی ایسے الفاظ استعمال کرنا جن کے معنے آپس مین ایک دوسرے کے ساتھ سوائے نسبت تضاد کے کچھ مناسبت رکھتے ہون جیسے چمن کے ذکر کے ساتھ گل و بلبل و باغبان و سرو و قمری وغیرہ کا ذکر کرنا یا اور کسی چیز کے ذکر مین اُس کے مناسبات کو بیان کرین۔ شیخ قلندر بخش آفرین سہارنپوری مصنف رسالۂ تحفۃ الصنائع لکھتا ہی

نہ جا چمن مین تو اب آفرین کہ جون غنچہ | لبون مین اُسکے نہان ہو بہار خندہ گل

خواجہ عاصی

چمن کے تخت پر جسدن شہ گل کا تجمل تھا | ہزارون بلبلونکی فوج تھی اور شور تھا غل تھا
خزان کے دن جو دیکھا کچھ تھا جز خار گلشن مین | بتاتا باغبان رو رو کے یان غنچہ یہان گل تھا

خواجہ وزیر

جبین والفجر ہی واللیل گیسوے معنبر ہے | خط رخ سورۂ یوسف ہی اُنکے مصحف رخ مین

مصحف کی رعایت سے سورۂ والفجر اور واللیل اور یوسف کا ذکر بسبب مناسبت کے کر دیا

ولہ

چشم بادام دہن پستہ زنخدان ہی سیب | کتنے پھل ایک نہال قد جانان مین لگے

درخت کی مناسبت و رعایت سے بہت سے میوونکا ذکر کیا۔

نواب کلب علیخان

شبنم ہی عرق کان ہی گل غنچہ دہن	نسرین ابرو نسترن گلولالہ ذقن
بینی شگوفہ لب ارغوان سنبل زلف	آنکھیں نرگس بنفشہ خط رخ ہی سمن

میر مہدی جنون

رخسار دونوں مہر ہین ابرو ہلال ہین	گو مانگ کہکشان ہی تو ماہ مبین جبین

حسرت

موچین لگی بزم حرم جب دکھلانے	مین نے کہا شاید میرا کہنا مانے
اتنا کہا جوڑا چھوڑ دھوان مجکو بہت	کہنے لگی چلیے میری جوتی جانے

ذوق

ہوا ہے مدرسہ بھی درسگاہ عیش و نشاط	کہ شمس بازغہ کی جا پڑھین ہین بدر منیر
اگر پیالہ ہے صغرے تو ہے سبو کبرے	نتیجہ یہ ہے کہ سرمست ہین صغیر و کبیر

امانت

سیہ موباف پاجامہ گلابی چینیئی نیفہ +	دوپٹہ سرخ انگیا سبز کرتی زعفرانی ہے

انیس

دنیا دریا ہے اور ہوس طوفان ہے	مانند حباب ہستی انسان ہے
لنگر ہے جو دل تو ہر نفس باد مراد	سینہ کشتی ہے ناخدا ایمان ہے

مصحفی سقنی کی تعریف مین

پانی بھرے ہی یار ویان قرمزی و شالہ	لنگی کی سج دکھا کر سقنی نے مار ڈالا
کاندھے پہ مشک لیکر جب قد کو خم کرے ہی	کافر کا نشۂ حسن ہو جائے ہی دوبالا
دریائے غم مین کیونکر ہم نیم قد نہ ڈوبین	لنگی کے رنگ سے جب وان تا کمر ہو لالا

وحید

زیر و زبر ہین ناوک سرکردۂ کمان	ہین پیش رابو ار زنکی گویا کنوتیان
تشدید ونیز ہے طرۂ دستار کا گمان	حرفونکے سر پہ خود ہین یا جزم ہین عیان

سطرین تمام شان دکھاتی ہین فوج کی

	ہین کہ بیرقین نظر آتی ہین فوج کی	

لمؤلفہ

کس کمان ابرو پہ تو قربان ہوا		نالے ئر کرتا ہے جو تو تیرسے

ولہ

کاکل ہی رشک لام تری لف جیم ہے		مثلِ الف ہی قد دہنِ تنگ میم ہے

ولہ

پستہ لب غنچہ دہن سرو قد و لالہ عذار		سیم بر سیب ذقن نام ہین کتنے اُنکے

صنعت ایہام تناسب یعنی دو لفظ ایسے بیان کرین کہ اُنکے معنی مین کچھ مناسبت مقصود نہ ہو یعنی ایک لفظ کے معنی دوسرے لفظ کے معنی سے اُس کلام مین کچھ مناسبت نہ رکھتے ہون لیکن اُنمین سے ایک لفظ کے اور معنی ایسے بھی ہون کہ دوسرے لفظ کے معنی سے مناسبت رکھتے ہون جیسے ایک کلام مین لیلی و مجنون دونون لفظ مذکور ہون اور مجنون دیوانہ اور سڑی کے معنی مین لایا گیا ہو پس ظاہر ہی کہ وہان لیلی و مجنون کے معنے مین کچھ مناسبت نہوگی لیکن مجنونکے ایک معنی اور بھی ہین یعنی قیس عاشق لیلی اُسکا لقب بھی مجنون ہے اس معنی کو لیلی کے معنے سے مناسبت ہی اور چونکہ بادی النظر مین وہم ہوتا ہی کہ مجنون بمعنی عاشق لیلے مُراد ہوگا اس جہت سے اس صنعت کا نام ایہام تناسب رکھا کیونکہ دوسرے معنی تناسب کا وہم دلاتے ہین یہ صنعت مراعات النظیر کے ملحقات سے ہی چنانچہ مثال مذکور مین مجنون کا ذکر لیلی کی مناسبت سے مراعاۃ النظیر ہے اور اسوجہ سے کہ یہان اُس سے دیوانیکے معنی مراد ہین نہ قیس ایہام تناسب ہی غرضکہ ایہام تناسب کو مراعاۃ النظیر کے ساتھ وہ نسبت ہی جو ایہام تضاد کو طباق کے ساتھ ہی صنعت ایہام مین اور ایہام تناسب مین یہ فرق ہی کہ ایہام مین دونون معانی کا ارادہ جائز ہوتا ہی اور ایہام تناسب مین دوسرے معنی منظور و ملحوظ نہین ہوتے مثال اسکی

امانت

کیونکر بید مجنون تازہ ہو مثل دل لیلی		کہ ہر جا دشت وحشت مین مرے اشکونکا تھالا ہے

بید مجنون درخت مشہور کے معنی مین ہی قیس مراد نہین لیکن لیلی کے معنی سے مجنونکے دوسرے معنی مناسبت رکھتے ہین

ولہ

گندمی رنگ کو ہنگر نہ کبھی ہرا کرتے تھے		دھانی جوڑے سے کبھی دل نہ ہرا کرتے تھے

ہرا کرنیسے مراد خوش کرنا ہی اور اس معنی کے اعتبار سے اُسکو گندمی اور دھانی رنگونکے ساتھ کوئی مناسبت نہین البتہ ہرے کو اپنے معنی حقیقی کی وجہ سے اُنکے ساتھ مناسبت ہے۔

نسیم

کریا دکھین حیدر قرقن کو	کودے نہ کنوین مین باؤلی ہو

باؤلی سے مراد دیوانی ہی اور اس معنی کے اعتبار سے اسکو کنوین کے ساتھ کوئی مناسبت نہین البتہ باؤلی کے ایک اور معنی ہین اُنکے اعتبار سے دو نون مین مناسبت ہے۔

ناسخ

رسم ملک حسن ہے یہ گلفروشونکی طرح	داغ سودا بیچتے ہین لالہ رو بازار مین

سودا کے معنے کہ سیاہ کے ہین لالہ سے مناسبت رکھتے ہین لیکن یہان سودا عشق کے معنی مین ہے ان معنی کو لالہ سے کچھ مناسبت نہین۔

محزون

اہل دُنیا تو نہلین دیتے ہین محزون غم کی داد	کوہکن کو خواب شیرین سے جگاؤن تو سہی

اس شعر مین شیرین سے جو معنی مقصود ہین اِن معنی کو کوہکن کے معنی سے کچھ مناسبت نہین مگر شیرین معشوقہ مشہور کا نام بھی ہے اسوجہ سے فرہاد کے ساتھ مناسبت ہے۔

میر

بید سا کانپتا تھا مرتے وقت	میر کو رکھیو مجنون کے تکیے

اس شعر مین درخت مشہور اور مجنون کے معنی یعنی عاشق لیلی کو باہم جمع کیا ہی اور ان دونون مین کچھ مناسبت نہین لیکن مجنون کے دوسرے معنی یعنی ایک قسم بید کی کہ جسکو بید مجنون کہتے ہین بید کے ساتھ البتہ مناسبت رکھتی ہے

ولہ

یون دیکھیا ایک دو کو کنارا کرے شتاب	میدان کارزار سے رستم برنگ زال

خوشتر

یہ اُنکے عدل کی ہے حکمرانی	کہ رستم زال کا بھرتا ہی پانی

دو نون شعرونمین زال بمعنی پہلوان معروف پدر رستم نہین ہی بلکہ پیرزن مراد ہے۔

میرانیس

مجلس کو اشک نظم سے رشک حسن کرون	مداحی حسین بوجہ حسن کرون

حسن سے مراد خوب ہی اور اس معنی کے اعتبار سے اسکو حسین کے ساتھ کوئی مناسبت نہین البتہ حضرت امام حسن کا نام ہونیکی وجہ سے حسین کے ساتھ مناسبت ہے۔

صنعت تشابہ الاطراف اُسکو کہتے ہین کہ کلام کو ایسے الفاظ پر تمام کرین کہ اُنکے معنی اُن معنی سے مناسبت رکھتے ہون جو ابتدائے کلام مین مذکور ہوے ہین مثلاً انتہائے کلام کے الفاظ علت ہون ابتدائے کلام کے یا اُسکے معلول ہون یا اُسپر دلیل ہون یا اور اسی طرح سے ہون پس گویا دونون طرفین کلام کی یعنی ابتدا اور انتہا باہم مشابہت و مناسبت رکھتی ہون اور انتہائے کلام کے الفاظ خواہ متصل ہون یا جملے سے یا دو چھہ ہون یعنی

وزیر

اڑہی یان گردشِ دورِ جامہ دری ‖ کاش لاتے نہ دست و پا ہمراہ

مصرع ثانی کے آخر مین پا کا لفظ ذکر کیا ہی اور یہ مناسب ہے گردش کے جو مصرع کے اول مین واقع ہوا ہی ایسے ہی ہاتھ کو جامہ دری سے نسبت ہے لیکن اسقدر ہی کہ اِن دونو کا ذکر بطریق لف و نشر معکوس الترتیب کے ہے۔

مومن

زبان لنگ ہی عشق مین گوش کر ہے ‖ بُرا سنتے سُنتے بھلا کہتے کہتے

سُننا مناسب ہے کان کے اور بھلا کہنا مناسب ہے زبان کے یہان بھی دونون کا ذکر بطریق لف و نشر معکوس الترتیب کے ہے۔

ذوق

تجھسے دیکھا سبکو اور تجھکو نہ دیکھا جون نگاہ ‖ تو رہا آنکھوں مین اور آنکھوں سے پنہان ہی رہا

آنکھوں مین رہنا مناسب ہے اس قول کے تجھسے دیکھا سبکو اور آنکھوں سے پنہان رہنا مناسب ہے اس قول کے تجھکو نہ دیکھا اسلیے کہ جو چیز ایسی ہو کہ اُس سے سبکو دیکھین تو چاہیے کہ وہ آنکھوں مین رہے اور آنکھوں مین رہنا اُردو مین محاورہ ہی قرب کے معنی مین اور جو چیز دیکھی نہ جائے چاہیے کہ وہ آنکھوں سے پنہان ہووے۔

بلونت سنگھ تخلص براجہ

وہ پیامِ یار لایا اُسنے کھولی فال نیک ‖ پاے قاصد چومیے اور دستِ عامل چومیے

پیامِ یار لانیکے مناسب پاے قاصد کا چومنا ہی اور فال نیک کھولنے کے مناسب دستِ عامل کا چومنا اور پیامِ یار لانا علت ہے پاے قاصد کے چومنے کی اور فال نیک کھولنا علت ہے دستِ عامل کے چومنے کی۔

مولوی غضنفر علی ضیغم

وہ در گذر کریگا شفاعت کریگے وہ ‖ اسد سے ہے کام پیمبر سے ہے غرض

اس مین اور مراعاۃ النظیر مین یہ فرق ہے کہ مراعاۃ النظیر مین الفاظ متناسب کو مطلقاً جمع کر دیتے ہین خواہ اُنمین سے ایک انتہا مین ہوا اور دوسرا ابتدا مین خواہ دونون ساتھ

ابتدا مین واقع ہون یا اختتام مین آئین یا درمیانین ہون بخلاف تشابہ الاطراف کے کہ ُنمین یہ ضرور ہی کہ دو مناسب مین سا ایک ابتدا مین ہو اور دوسرا انتہا مین پہ صورت تشابہ الاطراف کو مراعاۃ النظیر کے قبیل سے سمجھتے ہین۔

صنعت سوال وجواب یہ صنعت کبھی ایک مصرع مین ادا ہوتی ہی کبھی ایک بیت مین کبھی دو بیتون مین مطلع السعدین مین لکھا ہی کہ صنعت سوال وجواب کو مراجعہ بھی کہتے ہین۔

مثال پہلی قسم کی۔

	نسیم	
پوچھا کہ طلب کہا قناعت		پوچھا کہ سبب کہا کہ قسمت
	آہ	
وہ کہتا ہی مین توڑونگا مین کہتا ہون اسے مت توڑ		وہ کہتا ہی کھلونا ہی مین کہتا ہون مرا دل ہے
	فطرت	
جب کہا دست ہو خوار کہا تجھکو کیا		زلف مین مت ہو گرفتار کہا تجھکو کیا

مثال دوسری قسم کی۔

	صفدر	
اُسنے جب پوچھا کہ تونے قتل عاشق کو کیا		غمزہ بولا وہ نزاکت تھی ادا تھی مین نہ تھا
	قصۂ شیرین خسرو	
کہا شیرین مری حرم ہے خاص کہا چپ چپ گدا احوال تباہ		کہا تجکو بھی اُس سے ہے اخلاص کہا بس بس نہ مغز کھا اے شاہ
	حسرت	
مین کہا جان بخش عیسیٰ یلے گلفام ہے مین کہا مشہد ہی یا ہو کربلا مقتل ترا مین کہا بلبل کا نغمہ خوب یا صوت رباب مین کہا مجنون سا اتنا خوار ہو یا کوہکن		بولا دو نونسے زیادہ کچھ مری دشنام ہے بولا دو نونسے مرے کوچے مین قتل عام ہے بولا ان دو نونسے بھی بہتر مرا پیغام ہے بولا ان دو نونسے کچھ بدتر ترا انجام ہے
	میر محمدی بیدار	
جب کہا مین کہ نہین بولتے ہن گالی تم جب کہا مین نے کہ اے سرو ریاض خوبی چشم گریانسے شب وصل مین مین نے پوچھا جب کہا مین نے کہ اے شوخ تری صورت کا		یار یہ کون زبان ہی تو کہا تجھکو کیا کس کا تو آفت جان ہی تو کہا تجھکو کیا ابتو کیون اشک فشان ہی تو کہا تجھکو کیا شیفتہ پیر و جوان ہے تو کہا تجھکو کیا

غصے سے بیدار نے پوچھا کہ ترے سینے پر
کسکے ناوک کا نشان ہو تو کہا تجھکو کیا

مثال تیسری قسم کی۔

غفلت

آیا سوادِ نجد سے جو کوئی اِس طرف
میں نے کہا کہ قیس کے کیا کیا نشان ملے
کہنے لگا کہ لپٹے ہوے برگ بید سے
جیون تارِ عنکبوت کئی استخوان ملے

ظفر

رُخ نے جو زُلف سے کہا شب کو
تو شب تار ہے سحر مین ہون
زُلف بولی کہ صید تو مین دام
بیچ مین تو ادِھر اُدھر مین ہون

کامل

مژگان سے گرچہ دِل پرہ کرے ہو ٹکڑے
یہ بات مین نے کہکر جب اُس سے داد چاہی
کہنے لگا کہ ترکش جس وقت ہوئے خالی
تلوار پھر نہ کھینچے تو کیا کرے سپاہی

داغ

کہا جو مین نے کہ مجنون اگرچہ عاشق تھا
پر اُس پہ تو کبھی لیلی کے یہ ستم نہوے
مرے جلانے کو کہنے لگے شرارت سے
ہزار حیف کہ لیلی کے پاس ہم نہوے

صنعت اطرادیعنی جس شخص کی مدح یا مذمت بیان کرنا منظور ہو تو اُسکے آبا و اجداد کے نام ترتیب ولادت یا معکوس الترتیب یا غیر مرتب بیان کرین اور جہانتک ممکن ہو اس بات کا خیال رکھین کہ درمیان اُن اسماکے کوئی ایسا لفظ فاصل واقع نہو جو نسبت پر دلالت نکرتا ہو جیسے زید فاضل بن عمر یا زید بن عمر تاجر بن خالد پس پہلی مثال مین فاضل کا لفظ اور دوسری مین تاجر کا لفظ فاصل ہو اگرچہ اِس سے کوئی حرج نہین مگر نظم الفاظ مین تکلف پیدا ہوتا ہے۔
مثال علی الترتیب کی جسمین کوئی فصل نہو۔

دبیر

یہ رتبۂ مظلوم حسین ابن علی ہے
مدّاح کا مداح خدائے ازلی ہے

ولہ

ایسا ہو صادق سے یہ ہو وارد اخبار
فضل ابن شعیب ابن اویس ایک تھا دیندار

اگر کہا جاوے کہ دوسری مثال مین اضافتین جو درپے آئی ہین جو عیب مین داخل ہے پھر کیوں

محسنات بدیعی مین شمار کیا ہے تو ہم اس کا جواب یہ دینگے کہ اضافات کا سپے درپے آنا اُس وقت مخل فصاحت ہے کہ اُس مین ثقل واستکراہ ہو اور جبکہ اس سے سالم ہو تو اُس کی خوبی مین کلام نہین اور اس مثال مین نہ ثقل ہے نہ استکراہ علاوہ اسکے اس مین صرف دو ہی اضافتین ہین۔

مثال معکوس الترتیب کی۔

مذاق

حسین و عابد و باقر سے جعفر اور کاظم تک
ہین ادریس اور ابراہیم اور عبدالعزیز اجداد
ہین نجم الدین غیاث الدین احمد جد اب اسکے
غیاث الدین واہ تو ہے زہرا و حیدر تک

ہر اک معصوم ہی دادا معین الدین چشتی کا
ہے طاہر جد پاکیزہ معین الدین چشتی کا
یہ ہے نام جد و آبا معین الدین چشتی کا
عجب تیرا نور ہے شجرا معین الدین چشتی کا

صنعت ارصاد اسکو کہتے ہین کہ نثر کے فقرے اور نظم کی بیت مین کلمۂ آخر سے قبل ایسا لفظ لاوین جو اس بات پر دلالت کرتا ہو کہ نثر مین پچھلا لفظ یہ ہوگا یا بیت کا قافیہ یہ ہوگا بشرطیکہ روی کا حرف پہلے سے معلوم ہو پس ارصاد کی وجہ سے اُس کلمۂ آخر کا مادہ معلوم ہوتا ہے اور روی کی وجہ سے اُسکی صورت معلوم ہو جاتی ہے اور قیاس مین آجاتا ہو کہ ایسا حرف ہونا چاہیے ارصاد لغت مین رستے مین نگہبان کے مقرر کرنیکے معنے مین ہے جیسے ڈاکو اپنی جانب سے راستو پر آدمی اسلیے مقرر کر دیتے ہین کہ وہ اس بات کی اطلاع دے کہ قافلہ جو آرہا ہے اُسکے آدمی انسے مقابلہ کر سکتے ہین یا نہین اور وہ ہتھیار رکھتے ہین یا نہین اور یہان معنی لغوی اور اصطلاحی مین مناسبت ظاہر ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ لفظ جو کلمۂ آخر سے قبل آتا ہے وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس نظم کا قافیہ یہ ہے اور اس نثر کا لفظ آخر یہ ہے پس وہ لفظ نگہبان کی طرح ہے اس صنعت کو تسہیم بھی کہتے ہین مثال اسکی۔

رند

نہین قول سے فعل تیرے مطابق
نہ جنت کے قابل نہ دوزخ کے لائق
کہاں سن کے افسانۂ قیس و لیلے
گیا وہ زمانہ نہ وہ لوگ اُٹھ گئے سب
عبث قوق دیتا ہے تو خود کو نادان

کہوں کسطرح تجھکو لے یار صادق
مجھے کیون کیا خلق ای میرے خالق
عبث کرتے ہو حال مین ذکر سابق
نہ معشوق ویسے رہے اب نہ عاشق
کیا ایک کو ایک پر اُسنے فائق

ان اشعار مین شعراؤن کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ قاف حرف ردی ہے پس دوسرے شعر مین خلق کے لفظ سے خالق اور چوتھے شعر مین معشوق سے عاشق اور پانچوین مین فوق سے فائق خود بخود معلوم ہو گیا پس خلق اور معشوق اور فوق ارصاد ہین ۔

داغ

جو بعد مرگ پھر آوے یار سے قاصد	تو دوستون نے مرے لکھدیا مزار مین خط
مجھے یہ ڈر ہے کہ قاصد کمال مضطر ہے	کہین کرے نہ گر جائے اضطرار مین خط

دوسرے شعر کے پہلے مصرع مین مضطر کا لفظ ارصاد ہے ۔

مومن

غیر بے مروت ہے آنکھ وہ دکھا دیکھین	زہر چشم دکھلائین پھر ذرا مزا دیکھین
کچھ نظر نہین آتا آنکھ لگتے ہی ناصح	گر نہین یقین حضرت آپ بھی لگا دیکھین

تیسرے مصرع مین لگتے کا لفظ ارصاد ہے ۔

ولہ

نہ تن ہی کے ترے بسمل کے ٹکڑے ٹکڑے ہین	ہین پاش پاش جگر دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہین
دراز دستی یہ کس بے ادب کی در قتل	تمام دامن قاتل کے ٹکڑے ٹکڑے ہین
لکھے نہ ملنے کی اُس سنگدل کے گر قاصد	تو سنگ دم سے بھی یان دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہین

دوسرے شعر مین قتل کا لفظ اور تیسرے شعر مین نہ ملنے کا لفظ ارصاد ہے ۔

صنعت تاکید المدح بما یشبہ الذم

یعنی تعریف کی تاکید ایسے لفظون کے ساتھ کرنا کہ وہ ہجو سے مشابہت رکھتے ہون یعنی وہ لفظ ظاہر مین تو ہجو پر دلالت کرتے ہون لیکن فی الحقیقت مدح پر تاکید کرتے ہون اور اسکی دو قسمین ہین ۔

(۱) یہ کہ کسی چیز مین سے تمام بُری باتون کی نفی کیجائے جس سے اُسکی مدح ہو پھر ادات استثنا کے ذریعہ سے ایک اچھی بات کا جو مدح پر دلالت کرتی ہو اُن بُری باتون مین سے استثنا کیا جائے اس طرح کہ اس اچھی بات کو اُن بُری باتون مین داخل ان لیا جائے مثال اسکی یہ شعر مثنوی بہاریات مصنفہ عبرت کا ہے ۔

نہین کوئی عمل مین اسکے قزاق	بغیر از غمزۂ چشم ستمناک

شاعر نے مصرع اول مین بیان کیا کہ ممدوح کے عہد مین ایک بھی قزاق نہین پس تمام قزاقون کی نفی کرنا مدح ہی پھر غمزۂ چشم ستمناک کو ان قزاقون مین داخل ٹھہرا کے اسکا استثنا کیا ہے حالانکہ چشم ستمناک کا غمزہ کسی کے عہد مین موجود ہونا بُرائی نہین بلکہ مدح مین داخل ہے اس لیے کہ معشوقون اور خوبرویون کا موجود ہونا

امنیت اور آسائش اور حسن خیزی پر دال ہے اور یہ طریقہ تاکید المدح کا نہایت عمدہ ہی اور اسکی عمدگی کی دو وجہین ہین ایک یہ کہ اسطرح مدح کا ثابت کرنا ایسا ہی جیسے دعوے کے ساتھ گواہونکا موجود ہونا اسلیے کہ شاعر نے اپنے مطلوب کے نقیض کو اور وہ ممدوح کے عمل مین قزاق کا موجود ہونا ہے ایک محال شی سے معلق کیا ہی اور وہ محال یہ ہی کہ غمزۂ چشم ستمناک قزاق ہے اور جو چیز محال پر معلق ہوتی ہے وہ محال ہوتی ہی پس قزاق کا نہ موجود ہونا ممدوح کے عمل مین متحقق ہے کیونکہ غمزۂ چشم ستمناک کا جبکہ قزاق ہونا محال ہوگا تو ممدوح کے عہد مین قزاق کا موجود ہونا بھی محال ہوگا۔ یاد رکھو کہ تعلیق بالمحال اُسی صورت مین بن سکتی ہو کہ غمزۂ چشم ستمناک کو قزاقون مین داخل ٹھہرا لیا جائے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مطلق استثنا مین اصل اتصال ہی یعنی مستثنے منہ اسطرح کا ہو کہ مستثنے اُسمین داخل ہو اور اُسکی افراد مین سے ایک فرد ہو اور اگر ایسا نہو تو وہ استثنائے منقطع ہے اور اسکو مجازاً استثنا سمجھتے ہین اور مجاز اصل کے خلاف ہی اور شاعر کے اداۃ استثنا کو مستثنے سے پہلے ذکر کرنیسے یہ بات خیال کیگئی تھی کہ شاید اُن قزاقون سے جنکی اس سے قبل نفی کی گئی ہے کوئی قزاق خارج کرکے ممدوح کے عمل مین قزاق کا ہونا ثابت کریگا تاکہ ممدوح کی مذمت ثابت ہوجائے اور یہ خیال اسلیے پیدا ہوا تھا کہ جب تمام قزاقونکی نفی کرکے حرف استثنا کو ذکر کیا تو سُننے والے کو یہ توہم ہوا کہ استثنا متصل ہے اور اب مستثنے منہ کے افراد مین سے کوئی فرد مستثنے کرکے ممدوح کے عمل مین اسکا موجود ہونا ثابت کیا جائیگا مگر جبکہ شاعر نے حرف استثنا کے بعد کسی ایسی چیز کا ذکر نہین کیا جو واقع مین مستثنے منہ کی فرد ہوتی بلکہ بجائے اُسکے ایک مدح کی بات کو ذکر کیا تو سامع کو معلوم ہوگیا کہ یہان استثنا متصل نہین منقطع ہی اور اداۃ استثنا کے بعد شاعر کا اُس چیز کو اختیار کرنا جو باعث مدح ہے شاعر کی جانب سے اس بات کی طرف اطلاع ہی کہ مین نے ممدوح کے عہد مین کسی قزاق کا وجود نپایا جسکا مین اُن قزاقون مین سے استثنا کرتا جن کا اُسکے عمل مین نہونا بیان کیا ہی اسلیے مین نے مجبور ہوکر کلام کے پورا کرنے کو صفات مدحیہ کے ساتھ استثنا کیا اور ایک خوبی کی بات کو مستثنے قرار دیا اور استثنا کو اُس کی اصل سے پھیر کر استثنائے منقطع کے ساتھ بدل دیا۔ خلاصہ کلام یہ ہی کہ اصل مدح تو یہ ہے کہ شاعر نے ممدوح کے عہد مین تمام قزاقونکے وجود کی نفی کی ہو اس حیثیت سے کہ کہا ہے۔ مصرع۔

نہین کوئی عمل مین اُس کے قزاق

اور اس مدح کی تاکید اسطرح استثنا کرنیسے ہوگئی۔ اسی قبیل سے ہی یہ بیت ذوقی کی۔ ع

ملے مہری افلاک سے گو خاک بسر ہون	ہان عیب بڑا یہ ہی کہ مین اہل ہنر ہون

گویا شاعر نے تمام عیبونکی اپنی ذات سے نفی کی ہی پھر ایک اچھی صفت کو اُن بُری صفتونمین داخل ٹھہرا کر اُنسے استثنا کیا ہی ہنرمندی کا عیب سے ہونا محال ہے پس ہنرمندی کو عیب بتاکر اپنی ذات مین

عیب ثابت کرنا معنوی طور پر تعلیق بالمحال ہی اسلیے کہ اُسکے اس قول کے ۵

ہان عیب بڑا یہ ہے کہ مین اہل ہنر ہون

یہ معنی ہین کہ مجھمین مطلقاً کوئی عیب نہین مگر ہان بڑا عیب مجھمین یہ ہو کہ مین صاحب ہنر ہون اگر ہنر عیوب مین داخل ہو لیکن ہنر کا عیوب مین داخل ہونا محال ہو تو اس صورت مین عیب کا ثبوت بھی میری ذات مین محال ہوگا اور اسطرح مدح کا ثابت کرنا ایسا ہی جیسے دعوے کے ساتھ گواہون کا موجود ہونا اور یہ اُسکی خوبی کی ایک وجہ ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس طرح مدح کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شاعر نے عیبی مین اتنا کامل ہے کہ کوئی فرد عیب کی ایسی نہین نکلی کہ اُسکے ذریعہ سے استثنا کیا جاتا اس لیے کلام کے تمام کرنے کے واسطے مجبور ہوکر ایک تعریفی بات کو مستثنےٰ بنا لیا۔ اگرچہ مستثنےٰ منہ اور ادات استثنا کو ذکر نہین کیا لیکن سوق کلام سے متامل پر ظاہر ہے یہ مضمون ماخوذ ہی میر کے اس شعر سے۔

سب چاہتے ہین رشد مرا ہون تو پر اے میر	شاید یہی اک عیب ہے مانع کہ ہنر ہے

(۲) دوسری قسم تاکید المدح بمایشبہ الذم کی یہ ہے کہ ایک صفت بیان کی جائے پھر حرف استثنا مذکور کرین جس سے یکایک یہ معلوم ہو کہ اب کوئی مضمون مخالف مضمون جملۂ اول کے لکھے گا لیکن جو جملہ استثنا کے بعد لائے وہ مدح کا متضمن ہو جیسے۔

انیس

زوج اُسکا ہی اقلیم امامت کا شہنشاہ	پر دولت دنیا سے ہی ان دونو نکو اکراہ

پر استثنا کا حرف ہی وجہ تاکید مدح کی اس مثال مین یہ ہی کہ اول اُسکے زوج کو اقلیم امامت کا شہنشاہ بنایا اور ظاہر ہے کہ یہ صفت مدح کی ہی اور جب حرف استثنا لایا تو اس سے شبہ جاتا تھا کہ اب کوئی مضمون مخالف مضمون اول کے مذکور ہوگا لیکن جبکہ اُسکے بعد یہ ذکر کیا کہ دُنیا کی دولت سے اکراہ ہی تو مدح کو تاکید حاصل ہوگئی اور یہ صورت مدح بمایشبہ الذم اسلیے کہلاتی ہی کہ اصل حرف استثنا مین یہ ہی کہ اُسکا ما بعد ما قبل سے مخالفت رکھتا ہو اور یہ بات یہان ہی نہین بلکہ یہان ما بعد ما قبل کے موافق ہی پس یہ طریقہ ایسی مدح ہوگا جو مذمت کی صورت رکھتا ہی اس قسم مین بھی استثنا منقطع ہوتا ہی مگر فرق اتنا ہی کہ پہلی قسم مین اُسکو متصل ٹھہرا لیتے ہین اور یہان اپنے حال پر باقی رہتا ہی اسلیے کہ یہان کوئی ایسی بُری عام صفت نہین ہوتی کہ جسکی نفی کرکے اُسمین ایک اچھی صفت داخل ٹھہرا سکتے اور جبکہ ایسا نہین تو یہان تعلیق بالمحال بھی پیدا نہین ہوسکتی کیونکہ اُسکے لیے مستثنےٰ منہ کا عام ہونا چاہیے جسمین مستثنےٰ کو داخل ٹھہرا سکین پس یہ قسم اُس دعوے کیطرح نہین سمجھی جا سکتی جسکے ساتھ گواہ موجود ہون اسی وجہ سے پہلی قسم کو افضل سمجھتے ہین اسی قبیل سے ہی

مثنوی سعدین

نظم مین خوبیون کی ہے تقریر	مثنوی ہے مگر پری تصویر

حالی

تم ہر اک حال مین ہو اون تو عزیز	تھے وطن مین مگر کچھ اور ہی چیز

فائدہ تاکید المدح بما یشبہ الذم کے باب مین ادا ؤ مراد مین استدراک بھی استثنا کی طرح سمجھا جاتا ہے کیونکہ دونون کی حالت قریب قریب ایک سی ہو کیونکہ دونون اُس چیز کے نکالنے کیلیے ہین جو لفظ ماقبل مین حقیقۃً داخل سمجھی جاتی ہے یا دہما مثلاً کسی شخص نے ایک صفت بیان کی پھر حرف استدراک کے بعد ایک دوسری صفت ذکر کی تو اُس سے اس بات کی طرف اشارہ ہوگا کہ متکلم نے صفت اول کے خلاف کوئی ایسا حال نہ پایا کہ اُسکا استدراک صفت اول پر کرتا اسلیے کلام کے تمام کرنیکیلیے دوسری صفت کے ساتھ استدراک کرنے پر مجبور ہوا۔ یاد رکھو کہ مگر استثناے منقطع مین لیکن کے معنی مین ہوتا ہو اور بعض کے نزدیک لیکن فقط استدراک کے واسطے آتا ہے اور مگر استثنا کے واسطے اور حق یہ ہو کہ لیکن اور مگر مین نازک سا فرق ہے۔

فائدہ دیگر فصحاے فارسی و اُردو نے اس قسم پر ایک دوسرا لطف بڑھایا ہو اور وہ یہ ہے کہ دوسری صفت جو ادات استثنا یا استدراک کے بعد مذکور ہوتی ہے وہ ایسی ہوتی ہو کہ جو مدح مین صفت اول سے کامل تر ہوتی ہے جیسے۔

ناسخ

رفتار مین اورنگ سلیمان ہے یہ گھوڑا	پر صورت و سیرت مین تو انسان ہو یہ گھوڑا

پر استثنا کا حرف ہو اول گھوڑے کو رفتار مین تخت سلیمان بتایا اور ظاہر ہے کہ اورنگ سلیمان کی رفتار بنہایت تیز تھی پھر ادات استثنا کے بعد ایک ایسی صفت بیان کی جو صفت اول سے بھی کامل ترہے اور وہ گھوڑے کا صورت و سیرت مین انسان قرار دینا ہے اور ظاہر ہے کہ تخت سلیمان پر انسان کو بدرجہا افضلیت حاصل ہے۔

ممنون

تفاوت قامت یار اور قیامت مین ہے کیا ممنون	وہی فتنہ ہو لیکن یان ذرا سانچے مین ڈھلتا ہے

لیکن حرف استدراک ہو پہلے کہا وہی فتنہ ہو اور بعد اسکے کہا لیکن اس سے وہم ہوا کہ اب شاید کچھ اُس سے کم کہنا منظور ہے جب بعد اُسکے کہا کہ یہان ذرا سانچے مین ڈھلتا ہو اس سے معلوم ہوا کہ قیامت سے بھی زیادہ ہے۔

تسلیم

عام انعام پر نوازش ہے | پر نوازش کو اُسپہ نازش ہے

فائدہ دیگر شعرائے فارسی و اُردو نے اس قسم مین ایک اور لطف پیدا کیا ہو اور وہ یہ ہو کہ دوسری صفت اسطرح کی لاتے ہین کہ بادی النظر مین ہجو معلوم ہوتی ہی لیکن ادنے تامل سے ظاہر ہو جاتا ہو کہ یہ بھی تعریف ہے مثال اسکی۔

شباب

عدل سے اُسکے زمانے مین ہے گو معموری | اپنے اعدا کو مگر رکھتا ہی برباد مدام

کسی کو مدام برباد رکھنا ہجو معلوم ہوتی ہی لیکن جب غور کیا تو عین مدح نکلی کس لیے کہ اپنے اعدا کو برباد رکھنا نہایت کامیابی پر دلیل ہے۔

سودا

انصاف لیب عہد مین اُسکے ہی کہ فریاد | لایا نہ لبون تک کوئی غیر از جرس و زنگ

ولہ

میخانہ جہان مین کرم سے ترے نہین | کوئی شکستہ حال بجز توبہ و خمار

صنعت تاکید الذم بما یشبہ المدح یہ ضد ہو تاکید المدح بما یشبہ الذم کی یعنی ہجو کی تاکید ایسے لفظونکے ساتھ کرنی کہ وہ مدح سے مشابہت رکھتے ہون اور جب غور کرین تو ہجو و مذمت کی تاکید ہوتی ہو اور اسکی بھی کئی صورتین ہین۔

(۱) کسی شی کی اچھائی کی نفی کی جائے جس سے ہجو ثابت ہو پھر ایک بُری بات کو اُس اچھی بات مین داخل ٹھہرا کر بذریعۂ کلمہ استثنا کے اُسمین سے مستثنےٰ کرلین کلمۂ استثنا کو سُننے سے سامع کو یہ معلوم ہو کہ اب تعریف مقصود ہے لیکن بعد کو کوئی بُرائی کی بات معلوم ہونے سے وہ استثنا عین ہجو ہو جائے مثال اسکی۔

میرتقی

کہے ہر اک کو دینے سو سو بار | پہ ندے جز فریب تا دہ سال

مقصود بالتمثیل مصرع دوم ہی شاعر نے اول اُس شخص سے جسکا ذکر اوپر کے شعر و نمین ہے تمام اُن چیزونکے دینے کی نفی کی جن کے دینے کیلیے ہر اک کو سو سو بار کہتا ہے پھر اُن چیزونمین سے فریب کے دینے کو مستثنےٰ کرلیا جب حرف استثنا کو ذکر کیا تو متوہم ہوا کہ شاید اسکے ذریعہ سے اُن چیزونمین سے جن کے

دینے کی نفی کی ہے کسی چیز کا دینا ثابت کریگا اور جب فریب کا ذکر کیا تو فی نفسہ مذمت نکلی فریب کا اُن چیزونمین سے ہونا محال ہے جنکے دینے کا وہ ہر ایک کو سو سو بار وعدہ کرتا تھا پس فریب کو اُن چیزونمین سے بتا کر اُسکے دینے کو ثابت کرنا معنوی طور پر تعلیق بالمحال ہوا اسلیے کہ شاعر کے اس قول کے مصرع

پر ندے جز فریب تا وہ سال

یہ معنی ہین کہ وہ جن چیزونکے دینے کے لیے سو سو بار کہتا ہو اُنہین سے مطلقاً کوئی چیز نہین دیتا مگر فریب دیتا ہے اگر فریب اُن چیزونمین داخل ہو لیکن فریب کا اُن چیزون مین داخل ہونا محال ہو تو اس صورتمین اُن چیزونکے دینے کا ثبوت اُسکی نسبت بھی محال ہی جنکے دینے کیلیے وہ کہتا ہو اور اسطرح مذمت کا ثابت کرنا ایسا ہے جیسے دعوے کے ساتھ گواہونکا موجود ہونا اور اس مثال کی تاکید کا فائدہ بخشنے کی یہ ایک وجہ ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ استثنا مین اصل یہ ہو کہ مستثنےٰ مستثنےٰ منہ مین داخل ہوا اسی کو استثنا ے متصل کہتے ہین بخلاف استثناے منقطع کے کہ وہ اصل نہین پس جبکہ شاعر نے ادات استثنا کو ذکر کر کے استثنا کرنا چاہا تو سُننے والے کو یہ توہم ہوا کہ اب ایسی چیز کا ماقبل سے استثنا کریگا جس سے اُس شخص کی نسبت اُن چیزونمین سے کسی چیز کا دینا ثابت ہو گا جنکے دینے کیلیے سو سو بار کہتا ہی پھر جبکہ فریب تا وہ سال کہا تو اس سے مذمت کی تاکید ہو گئی سُننے والے کو جو استثنا متصل کی امید تھی اُسے چھوڑ کر شاعر نے استثناے منقطع کا طور اختیار کیا تاکہ سُننے والا سمجھ جائے کہ اُس شخص نے جن چیزونکے دینے کیلیے سو سو بار کہا تھا اُنمین سے ایک چیز بھی نہین دیتا اگر اُنمین سے ایک چیز بھی دیتا تو شاعر اُسکا استثنا کر کے اپنے کلام کو استثناے متصل بناتا ناچار کلام تمام کرنیکی غرض سے اُن چیزونمین سے فریب کا استثنا کر لیا گیا اور اگر ایسا نکرتا تو کلام غیر مفید رہتا کیونکہ جب شاعر نے یہ کہا پر ندے جز تو اس سے کوئی فائدہ حاصل نہو اسی کے قریب ہے نوازش کی یہ بیت ؎

کسے تیغ جفاے چرخ سے امید ہنسنے کی	جو ہو وے بھی تو ہان شاید دہان زخم خندان ہو

اول چرخ سے ہنسنے کی نفی کی اور اس امر کا بیان کیا کہ اُسکی جفا سے کسی کو امید ہنسنے کی نہین اور پھر دہان زخم کے ہنسنے کا اُس سے استثنا کیا چرخ کی جفا سے کسی کو ہنسنے کی امید نہونا کھلی ہوئی مذمت ہی پھر کہا ہان جو ہو وے بھی تو سامع کو اس سے توہم ہوا کہ اب کسی اچھی بات کا پہلی بات سے استثنا کیا جائے گا اُسکے بعد شاعر نے بیان کیا ہان شاید دہان زخم خندان ہو اور یہ مذمت ہے اسلیے کہ دہان زخم کا ہنسنا یعنی اُس کا شگفتہ ہونا اور جراحت کا بڑھنا نہایت موجب تکلیف ہے پس اس قول سے بھی آزار دہی اور جفا کاری چرخ کی ثابت ہوئی اول چرخ کی جفا کاری بیان کی اور یہ مذمت ہے اور جب دہان زخم کے شگفتہ ہونے کو مستثنےٰ کیا تو یہ جفا کاری کی

تاکید ہو گئی کیونکہ اس صورت مین مذمت اوپر مذمت کے ثابت ہوتی ہے اور یہان بھی تاکید کا فائدہ دو طور پر اُسی طرح حاصل ہوتا ہے جسطرح میر کے شعر مین بیان ہوا کہ ایک وجہ تعلیق بالمحال ہی اور دوسری وجہ استثنا سے منقطع کا طور اختیار کرنا اور اگرچہ ادا ۃ استثنا کو شاعر نے ذکر نہین کیا ہے لیکن سیاق کلام سے متامل پر ظاہر ہے۔

(۲) دوسری صورت تاکید الذم بما یشبہ المدح کی یہ ہی کہ اول کسی شی کی مذمت کیجائے پھر استثنا کا کوئی حرف مذکور ہو اُسکے بعد اور برائی کا ذکر کرین اور بظاہر حرف استثنا کے مذکور ہونیسے یہ شبہ جاتا ہو کہ آگے کوئی تعریف بیان کیجائے گی لیکن وہ جملہ بھی ہجو ہی کا متضمن ہو مثال اسکی مصرع چہارم اس بند کا۔

	میر	
در پہ عدو نکے روز و شب شر و شور		صرف یک سر فریب در شوت خور
نے لیے دیکھین نے کسی کی اور		مردہ شو پہ وہ سب کفن کے چور
	رحمۃ اللہ بر اولین نباش	

مردہ شو ہجو ہی اُسکے بعد پہ حرف استثنا کے مذکور ہونیسے یہ شبہ گیا کہ اُسکے بعد کوئی جملہ متضمن تعریف کا ہوگا مگر دیکھا تو وہ بھی ہجو ہی اور یہ استثنائے منقطع ہی اور چونکہ اسکو متصل نہین ٹھہرایا ہی اسلیے یہان تاکید ایسی نہین جیسے دعوے شی کا گواہی کے ساتھ ہوتا ہی کیونکہ یہ تعلیق بالمحال پہ مبنی ہی اور تعلیق بالمحال استثنائے متصل پہ مبنی ہی پس اسمین تاکید مذمت کی صرف ایک وجہ سے ہی اور اسکی تقریر یہ ہی کہ جب مستثنیٰ منہ یعنی مردہ شو کے بعد حرف استثنا کو ذکر کیا تو سننے والے کو یہ توہم ہوا کہ اب کوئی دوسری مذمت کی بات بیان کرکے اُسکی نفی مستثنیٰ منہ سے کریگا کیونکہ اثبات سے استثنا نفی ہوتا ہی پس جبکہ یہ بیان کیا کہ وہ سب کفن کے چور ہین تو اس سے معلوم ہوا کہ شاعر عدو نمین ایک اور عیب کہ وہ کفن کا چرانا ہے ثابت کرنا چاہتا ہی اور اس سے اُنکی مذمت کو تاکید حاصل ہو گئی اور اس اسلوب کلام سے سامع کی سمجھ مین یہ بھی آگیا کہ شاعر کے لیے ممکن نہ تھا کہ عدو نمین سے کسی مذمت کی بات کی نفی کر سکے اسلیے اُسنے کلام کے تمام کرنیکے لیے مجبوراً مذمت سے مذمت کیطرف استثنا کیا اور استثنائے متصل کو منقطع کی طرف پھیر دیا۔

(۳) تیسری صورت تاکید الذم بما یشبہ المدح کی اور ہی جو شعرائے فارسی و اردو نے اس صنعت مین تصرف کرکے نکالی ہی اور وہ یہ ہی کہ اول ایک شی کی تعریف و خوبی بیان کرین پھر دوسری تعریف اسکے ساتھ ایسی شامل کرین جس سے وہ صفت مدح بالکل ہجو و مذمت ہو جائے جیسے میر کے مخمس کے اس بند مین۔ ع

ایک مدت تھی آج کل پر بات — ابتو ہے صبح اب ہوئی ہے رات
ہے بہت شیخ کی غنیمت ذات — جمع آدم مین اتنے کب ہون صفات

مفتری و دروغی و محتال

مصرع سوم وچہارم سے صفت ثابت ہوئی مصرع پنجم مین جو صفات بیان ہوئین اُنسے بالکل ہجو ہو گئی

حالی

مجھسے جو کام چاہیے لیجے — جھوٹ ہو یا فریب ہو یا زور
حسد و بغض و غیبت و بہتان — بخل و حرص و ہوا و فسق و فجور

اول جو یہ کہا کہ مجھسے جو کام چاہیے لیجیے تو اس سے تعریف پیدا ہوئی کیونکہ یہ امر ہمہ دانی اور ہرفن مولا ہونے پر دلالت کرتا ہی مگر دوسرے اور تیسرے اور چوتھے مصرعونکے مضمونسے وہ تعریف مذمت سے بدل گئی

جرأت

کب وہ صیاد اسیرونکی خبر لیتا ہے — اور جو لیتا ہے تو مقراض سے پر لیتا ہے

اسیرونکی خبر لینا صفت مدح کی ہی جب پھر بیان کیا مقراض سے پر کترتا ہی تو وہ مدح بعینہ ہجو ہو گئی -

مہر

اسیران قفس پر جب عنایت آپ کرتے ہین — کسی کو ذبح کرتے ہین کسی کے پر کترتے ہین

میر

پھر آج میر مسجد جامع کے تھے امام — داغ شراب دھوتے تھے کل جانماز کا

مسجد جامع کا امام ہونا ایک امر عظیم ہی دوسرے مصرع کے ذکر کرنے سے وہ تعظیم مبدل بہ تحقیر ہو گئی -

فائدہ یہ پچھلی صورت ہر چند لوگون نے تاکید الذم بما یشبہ المدح کی اقسام مین داخل کی ہی لیکن غور کیا جاتا ہے تو یہ شکل الذم بما یشبہ المدح ہی نہ تاکید الذم بما یشبہ المدح -

صنعت الحاق الجزی بالکل

شرح بدیعیہ ابن حجر اور انوار الربیع فی انواع البدیع تصنیف سید علیخان مین مذکور ہی کہ اطلاق کل کا جز پر تعظیم کے لیے کرتے ہین جیسا کہ اس آیت مین ان ابراہیم کان امۃ اسکے معنی مفسرین نے یہ بیان کیے ہین کہ ابراہیم لوجہ اس بات کے کہ جمیع صفات خیر اُن مین جمع تھین تنہا امت تھے متبنی کہتا ہے -

ہو العرض الاقصے وردیتک لمنتہی — ومنزلک الدنیا وانت الخلائق

یعنی اے ممدوح تو تنہا خلائق ہے اسلیے کہ اوصاف کثیرہ تجھ مین جمع ہین اسی قبیل سے ہی نواب اور

میران کا اطلاق ایک شخص پر یا کسی کو بندگان حضور کہنا اسی طرح اولاد حسن اولاد علی نظام الدین اولیا بابا حسن ابدال کعب احبار عبید اللہ احرار۔

دبیر

ارباب سخن پر جو سخن ور ہے ہمارا	القاب سخن سنج سخن ور ہی ہمارا

پہلے مصرع مین ور غالب کے معنی مین ہے اور القاب کا اطلاق ایک لقب کی جگہ کیا گیا ہے۔

میر

سنیو یارو بلاسرائے کا حال	ایک لچا ہے وہ عجائب مال

بلاسرائے کو مجموعۂ عجائب ہونیکی وجہ سے عجائب کہا۔

غلام سرور متخلص بہ سرور

صدق دل سے جو پکڑے تیرے قدم	ایک ہی دم مین اولیا بن جائے

یعنے ایک شخص مین تمام ولیونکی خوبیان اور کمالات جمع ہونیکی وجہ سے اولیا ہو جائے۔

نگار

کہا پھر ایک نے اُس دم کیایک	عجب آدم ہے یہ شکل ملاک

صنعت تجرید یہ صنعت اس طرح ہی کہ ایک شی ذی صفت سے ایک اور شی اُسی طرح کی ذی صفت حاصل کرین اور غرض اُس سے مبالغہ ہوتا ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ وہ پہلی شی اُس صفت مین ایسی کامل ہے کہ اُس سے ایک اور شی اُسی طرح کی حاصل ہو سکتی ہی اور یہ صنعت کئی طرح مستعمل ہوتی ہے۔

(۱) جس چیز سے کوئی چیز اُسی صفت کی حاصل کرین اُسکے ساتھ حرف سے کہ اُردو مین اُنکا ترجمہ ہے ذکر کرین جیسے۔

صہبائی

آتش غم الیسی کچھ بھڑکی کہ دل مین ہو گیا	داغ دل سے آفتاب روز محشر آشکار

اس جگہ دل کے داغ کی سوزش مین مبالغہ منظور ہے یعنی داغ دل کا سوزش مین اِس مرتبے کو پہونچا ہے کہ اُس سے آفتاب حاصل ہو گیا ہے۔

غلام محی الدین

چہرہ ہاتو سے ہے ماہ کامل آشکار	اور گیسوے معنبر سے شب یلدا عیان

چہرے کو نورانیت مین کامل مانا ہے اور اس سے ماہ کامل حاصل ہو سکتا ہی ایسا ہی گیسوے معنبر نے شب یلدا کو حاصل کیا ہے

داغ

گو فرق صبح و شام ہے ظلمت کو نور سے
ہو جائے رات دود دل ناصبور سے
دونوں کا ہے ظہور ہمارے ظہور سے
دکھلائیں روز حشر کو بین السطور سے
اپنے سیاہ نامے کی طولانیوں میں ہم

پہلے شعر کا مفاد یہ ہو کہ اپنے آپکو نور و ظلمت مین ایسا کامل قرار دیا ہے کہ اپنے سے نور و ظلمت کو حاصل کیا ہے اور تیسرے مصرع کا مفاد یہ ہو کہ اپنے دل ناصبور کے دود کو تاریکی مین ایسا کامل قرار دیا ہے کہ اُس سے رات کو حاصل کیا ہو اور چوتھے مصرع کا حاصل یہ ہو کہ سیاہ نامہ ایسی طوالت کو پہونچا ہو کہ اُس کے بین السطور سے روز حشر حاصل ہوتا ہے۔

رمضان علی

اشک جاری ہیں اتدن ہی چشم گریان سے مری
اسقدر رویا کہ اشکو نسے گھر پیدا ہوا

اس جگہ اشکو نسے گھر کو حاصل کیا ہو اور اس سے اشکونکی حالت مین مبالغہ منظور ہے۔

وزیر

کسکی شمع رُخ سے ہی روشن چراغ آفتاب
امذ نون کچھ آسمان پر ہے دماغ آفتاب

معشوق کے رُخ کو نورانیت و حسن مین ایسا کامل قرار دیا ہو کہ اُس سے آفتاب تحصیل روشنی کرتا ہے۔

دوست

روش گریہ مری چشم سے سیلاب نے لی
بیقراری دل بیتاب سے سیماب نے لی

نصرت

خورشید نے ضیا رُخ انور سے پائی ہے
رنگت عقیق نے لب احمر سے پائی ہے
بو مشک نے پہ زلف معنبر سے پائی ہے
موتی نے آب دانتونکے گوہر سے پائی ہے

یہ قسم ظاہر مین تشبیہ معلوم ہوتی ہو لیکن جو معنی مشابہت کے بطریق تجرید کے مستفاد ہون اُنھین اصطلاح مین تشبیہ نہین کہتے۔

(۲) جس شے سے کوئی اور شے حاصل کرین اُس شے کو حاصل شدہ شے کا ظرف مقرر کرین جیسے اس شعر مین۔

حسرت

گر کہے کوئی بہشت مین کیونکہ یہ لوگ جائینگے
پیار سے عاشقونکو تو گھر مین بُلا کہ اس طرح

• مراد یہ ہے کہ مخاطب یعنی معشوق کا مکان خود بہشت ہے لیکن معشوق کے گھر سے بہشت کو حاصل کیا ہے

گویا بہشت اُسمین تیار و مہیّا ہے۔

نظیر اکبر آبادی

جو صحن باغ کا ہو وہ ایسا ہے دلکشا	آتی ہے جسمین گلشن فردوس کی ہوا

آزردہ

ندیکھا ہو جو کسی نے حباب مین دریا	وہ دیکھ لے مری چشم پرآب مین دریا

مراد یہ ہو کہ چشم پرآب خود دریا ہے لیکن چشم پرآب سے دریا کو حاصل کیا ہو گویا وہ اُسمین آمادہ رہتا ہے

مومن

سوز غضب سے ہے کرۂ نار سینے مین	اک مشت خاک اور یہ کین اے فلک دریغ

اس جگہ سینے کی سوزش مین مبالغہ منظور ہو یعنی سینہ سوزش مین اس مرتبے کو پہونچا ہو کہ اس سے کرۂ نار حاصل ہو گیا ہے

ناسخ

روز یان سیکڑون بیہوش پڑے رہتے ہین	ہے مگر خانۂ خمار ترے کوچے مین

باعتبار بیہوش کر دینے کے معشوق کے کوچے کا مبالغہ مقصود ہو یعنی معشوق کا کوچہ بیہوش کر دینے مین ایسا کامل ہو کہ گویا خانۂ خمار اُسمین آمادہ و موجود ہے۔

محمد اشرف اشرف

آتش دل سے ہوا ہو یہ مجھے ڈر پیدا	کہ مرے سینے مین ہووے نہ سمندر پیدا

آتش دلکی وجہ سے سینے کی سوزش مین مبالغہ منظور ہو یعنے آتش دل سینے مین ایسی جڑ پکڑ گئی ہے کہ اُسمین سمندر کے پیدا ہو جانیکا اندیشہ ہے۔ سمندر ایک جانور ہو کہ جسکی نسبت مشہور ہو کہ ایسی آگ مین جو عرصۂ دراز سے روشن ہو پیدا ہو جاتا ہو اور آگ مین رہتا ہے۔

(۳) حرف نے کے ساتھ جو علامت فاعلیت ہے ایک شے سے دوسری شے اسی صفت کی حاصل کرتے ہین جیسے

بحر

تیرے دندان نے کیے گوہر غلطان پیدا	لب رنگین سے ہوے لعل بدخشان پیدا

اس جگہ دانتونکی صفائی اور آبداری مین مبالغہ منظور ہو یعنی دانت صفائی اور چمک مین اس درجے کو پہونچے ہین کہ اُنسے گوہر غلطان حاصل ہو گئے ہین اور دوسرا مصرع پہلی قسم کی مثال مین ہے۔

(۴) ایک شے ذی صفت سے دوسری شے ذی صفت حرف کو کے ساتھ جو مفعولیت کی علامت ہے حاصل کرین جیسے یہ شعر دبیر کا ۵

فردوس مین پہونچے جو نجف مین پہونچے	جنت کو دیکھا جو کربلا کو دیکھا

مُراد یہ ہی کہ کربلا خود جنت ہی لیکن کربلا سے جنت کو حاصل کیا ہے گویا جنت اُس مین تیار و مُہیّا ہی اور پہلا مصرع دوسری قسم کی مثال مین ہے۔

(۵) کسی حرف کا واسطہ نہو جیسے۔

امیر مینائی

یاد جسوقت مدینے کی فضا آتی ہے	سانس لیتا ہون تو جنت کی ہوا آتی ہے

فضاے مدینہ کو ایسا کامل قرار دیا ہی کہ اس سے ہولے جنت کو حاصل کیا ہی مطلب یہ ہی کہ فضاے مدینہ ایسی عمدہ ہی کہ جب وہ یاد آتی ہی تو سانس سے ہولے جنت کی کیفیت معلوم ہونے لگتی ہے۔

ولہ

جس مسافر کو مدینے کا دیار آئے نظر	جیتے جی روضۂ جنت کی بہار آئے نظر

ناسخ

وہ شوخ فتنہ انگیز اپنی خاطر مین سمایا ہے	کہ اک گوشہ ہی صحراے قیامت جسکے دامان کا

معشوق کے دامن سے صحراے قیامت کو حاصل کیا ہی

ضلو

جلوۂ طور دکھاتا ہی تمھارا عارض	سچ تو یہ ہی کہ ہی مرآت تجلے عارض

عارض کو تجلی مین ایسا کامل قرار دیا کہ اُس سے طور کا جلوہ حاصل کیا۔

رام پرشاد تجرید

آفتابِ حشر پر تو ہے جبین یار کا	روز رستا خیز ہے سایہ قد دلدار کا

ناسخ

دور سے دیکھی جھلک جو عارضِ پُر نور کی	بام جانان پر نظر آئی تجلی طور کی

معشوق کے عارض کو نورانیت مین ایسا کامل قرار دیا ہی کہ اُس سے کوہ طور حاصل کیا ہی۔

داغ

عشق کے کوچے نے ہمکو وہ دکھایا ہی بہشت	حضرت آدم نے جو دیکھا نہ اپنی یاد مین

مراد یہ ہے کہ کوچۂ عشق خود بہشت ہے کوچۂ عشق کو ایسا کامل قرار دے ہے کہ اُس سے بہشت حاصل کی ہے

ظفر

نہ ہوتا گر یہ ترا خط سبز و خال سیاہ | نشان نہ طوطی کا ہوتا کہین نہ زاغ کا نام

معشوق کے خط کو سبزی مین اور خال کو سیاہی مین ایسا کامل قرار دیا کہ اُس سے طوطی اور زاغ کو حاصل کیا ہو۔

و لہ

کوچۂ یار مین تو بھر تلے جسدم دم سرد | اے ظفر آئے ہو اک باد کا جھونکا ٹھنڈا

عاشق نے اپنے دم سرد کو تاثیر سردی مین ایسا کامل قرار دیا ہو کہ اُس سے ہواے سرد کو حاصل کیا ہے

مولوی صہبائی

مجھے دیکھ کر تیغ کو دیکھتے ہین | غرض یہ کہ ہو خون ناحق کسی کا

یعنے غرض یہ ہے کہ میرا خون ناحق ہو حاصل یہ ہو کہ اپنے آپ کو ناحق کشتہ ہونے کی صفت مین ایسا کامل قرار دیا کہ اپنے سے اور شخص حاصل کیا اور یہان واسطہ کسی حرف کا نہین نہ حرف سے کا نہ مین کا نہ آنے کا نہ کو کا۔ اگر کہا جائے کہ یہ مثال التفات کے قبیل سے ہو یعنی تکلم سے غیب کی طرف رجوع کیا ہے پس اس صورت مین تجرید نہو سکے گی کیونکہ التفات مین پہلے طریق کے ساتھ جس معنی کی تعبیر کی جاتی ہے وہ وہی ہوتے ہین جنکی تعبیر دوسرے طور پر کی جاتی ہو اور تجرید مین جو لفظ اُس شے پر دلالت کرتا ہے جس سے کوئی شے حاصل کیجاتی ہو اُسکے معنی وہ نہین اعتبار کیے جاتے جو معنی اُس لفظ کے اعتبار کیے جاتے ہین جو اُس شے پر دلالت کرتا ہو جو حاصل کیجاتی ہے کیونکہ مقصود یہ دکھانا ہوتا ہے کہ جو شے حاصل کی گئی ہے وہ اور ہے اور جس شے سے حاصل ہو وہ اور ہی تو ہم جواب دینگے کہ التفات تجرید کے منافی نہین ہو کیونکہ التفات مین ایک ہونے سے یہ مراد ہے کہ نفس الامر مین ایک ہون نہ یہ کہ نفس الامر اور اعتبار دونون مین ایک ہون اور تجرید مین علحدہ علحدہ ہونا اعتباری طور پر ہو نہ نفس الامر اور اعتبار دونون مین تا کہ التفات کے منافی ہو حاصل کلام یہ ہے کہ تجرید مین دونون کا علحدہ علحدہ ہونا ادعائی طور پر ہوتا ہے اور التفات مین دونون واقعی طور پر ایک ہوتے ہین اور جبکہ یہ بات ہے تو تجرید کا التفات کو جامع ہونا نامناسب نہین۔

(٦) کوئی شے بطریق کنائے کے حاصل ہو جیسے اس شعر مین۔

شباب

آئنہ رہتا ہی کیون ہر وقت اُنکے سامنے | وہ بھی کھو بیٹھے ہین دل کیا کوئی صورت دیکھکر

آئنہ دیکھکر کسی صورت پر دل کھو بیٹھنا ظاہر ہو کہ اپنے اوپر دل کھو بیٹھنا ہو کیونکہ آئینے مین اپنی صورت نظر آتی ہی پس معشوق سے ایک اور صورت عجب ایسی حاصل کی کہ وہ اُسپر عاشق ہوا ہے۔

جرأت

توُنے دل جسکو دیا ہے وہ ستمگار ہے کیا	دیکھ روتے مجھے پوچھے ہی وہ آپھی ہنسکر

ظاہر ہی کہ جس ستمگر کو دل دیا ہی وہ خود سائل ہی مگر سائل نے ستمگاری مین اپنے آپکو ایسا کامل قرار دیا کہ اُس سے ایک معشوق ستمگار حاصل کیا۔

وحید

باریک کمر تنگ دہن اور بڑی آنکھ	ہمچشم تمھارا نہین دنیا مین کوئی اور

جو باریک کمر اور تنگ دہن اور بڑی آنکھ معشوق کے ہمچشم ہین یہ سب چیزین اُسی کی ہین مگر معشوق کو باریکی کمر اور تنگی دہن اور کلانی چشم مین ایسا کامل قرار دیا ہی کہ اُس سے ان صفات کے ساتھ متصف ایک اور ذات حاصل کرکے اُسے معشوق کا ہمچشم قرار دیا ہے۔

(۷) کوئی اپنے سے آپ باتین کرے مثلاً پہلے کسی ایسی شی کا عزم کرے کہ وہ ممکن الحصول ہو اور پھر اُس کو محال سمجھکر اپنے آپکو کہے کہ تیری مجال کیا ہی کہ اُسکو حاصل کرے اسی قبیل سے ہی یہ بھی کہ شعراء مقطع مین اپنا تخلص ذکر کرکے اپنی ذات سے خطاب کرتے ہین جیسے اس مقطع مین۔

غالب

غالب خوف ہی کہ کہانسے ادا کرون	لون وام بخت خفتہ سے اِک خواب خوش ولے

انعام اسد خان یقین

آج اس طرح کا دیکھا ہی طرحدار کہ بس	تو نہ تھا حیف یقین ورنہ دوانا ہوتا

مومن

مومن غم مآل کا آغاز دیکھنا	ترکِ صنم بھی کم نہین سوزِ جحیم سے

حسرت

مراجی خوش ہوا ایسی ہی جا اسکو ڈوبنا تھا	پھنسایا تو نے حسرت لکو اُس چاہ زنخدان مین

سودا

تو نے اے کم ظرف کی پہلے ہی پیمانے مین دھوم	کب سے اے سودا شراب اس بزم مین پیتے ہین یار

صنعت مقابلہ اُس کو کہتے ہین کہ دو یا زیادہ معانی متوافق لائے جائین پھر بعد اُنکے اُسی قدر معانی ذکر کرین اور یہ تمام معانی پہلے معانی کی ضد ہون اور بیان اُن کا علے الترتیب ہو یعنی اس طرح کہ جو معنے اول بیان کیے جائین اُنکے مقابل کے معنی بھی اول لائے جائین اور جو معنے دوسرے نمبر پر بیان ہون اُنکے مقابل کے

معنی بھی دوسرے نمبر پر مذکور ہوں اور جو معنی تیسرے نمبر پر ہوں اُنکے مقابل کے معنی بھی تیسرے نمبر پر واقع ہوں اور متوافق ہونے سے یہ مراد ہی کہ وہ باہم تقابل نرکھتے ہوں اور یہ شرط نہین کہ باہم متماثل و متناسب ہوں پس پہلے جو دو یا زیادہ معانی ذکر کیے جائین اُنھین سے ایک دوسرے کی ضد ہونا چاہیے اور یہ ضرور نہین کہ باہم تماثل یا تناسب رکھتے ہوں بخلاف مراعات النظیر کے کہ اُسمین معانی کا متناسب و متماثل ہونا شرط ہی پس صنعت مقابلہ مین اور مراعات النظیر مین یہی فرق ہے۔ سکاکی نے اس صنعت کو ایک علٰحدہ قسم قرار دیکر طباق سے علٰحدہ بیان کیا ہے اور صاحب تلخیص نے اس کو طباق مین داخل کیا ہے کیونکہ اس مین بھی دو یا زائد معانی کو جو فی الجملہ یعنی بغیر تعیین اور تفصیل کے باہم تقابل رکھتے ہین جمع کیا جاتا ہے اور یہی حال صنعت طباق کا ہے۔

دو دو کے مقابلے کی مثال۔

اسیر

رات گذری دن ہوا وہ ماہ پہلو سے گیا	دل جلانے کو فقط اب داغ پہلو رہ گیا

رات اور گذری دو لفظ ذکر کیے پھر دن اور ہوا دو لفظ اور بیان کیے رات کے مقابل دن اور گذری کے مقابل ہوا ہے

وزیر

مرگئے ہم وہ روا نہ ہوسکے	رات بھر جاگے تھے دن کو سوگئے

رات کے مقابل دن جاگنے کے مقابل سونا ہے۔

امیر اللہ تسلیم

تھے اُس دم سے دانائے راز صمد	کہ صبح ازل تھی نہ شام ابد

صُبح کے مقابل شام اور ازل کے مقابل ابد ہی۔

ناسخ

اے دل زار نذر کو وہ غم عشق سے تو	کہ اواخر ہی سبک اور اوائل بھاری

اواخر کے مقابل اوائل ہی اور سبک کے مقابل بھاری۔

قلق

کہ ایسے او ستمگر او پُر فن ؛	او جفا دوست او وفا دشمن

جفا کے مقابل وفا ہی اور دوست کے مقابل دشمن۔

اوج

چونکا تو نہ ابتک اوج سوتے سوتے
دن ڈھلگیا اور رات ہونے آئی

اس شعر مین دن کے مقابل رات اور ڈھلنے کے مقابل ہونے آیا ہے۔

شمس الدین ولی

صبح ہو آئی ہو اور رات چلی جاتی ہے
تیری ابتک بھی وہی بات چلی جاتی ہے

سودا

چہرۂ مہوش ہو ایک سنبل مشک فام دو
حسن بتان کے دور مین ہو سحر ایک شام دو

سحر کے مقابل شام ہو اور ایک کے مقابل دو ہے۔

دبیر

یہ مطلع اقبال ہے یہ مقطع ادبار
ان کو دو ہلال آج دکھائینگے یہ اکبار

مطلع کے مقابل مقطع ہو اور اقبال کے مقابل ادبار ہے۔

مومن

ہون مین سیہ روز کہ وہ شمع رو
شام کو آیا تھا سحر کو گیا

اول شام اور آیا کو ذکر کیا پھر شام کے مقابل سحر اور آیا کے مقابل گیا کو ذکر کیا۔

لمولفہ

ہو کام بس اتنا ہی دلا ترک جہان مین
جب ہاتھ لیا کھینچ دیا پانون کو پھیلا

ہاتھ اور پانون مقابل ہین اور لینا اور دینا بھی مقابل ہین۔

ولہ

پھینکتے کپڑے جھاڑکے داڑھی ہاتھ کو پھیلا پانون کو کھینچ
وجد مین آئے شیخ جی صاحب مطرب کی آہنگون سے

اور تین تین کا مقابلہ نظام سے اس شعر مین ہے۔

اسکے احباب کی آبادی ہو گلشن گلشن
اسکے بدخواہ کی ویرانی ہو صحرا صحرا

احباب کے مقابل بدخواہ آبادی کے مقابل ویرانی گلشن کے مقابل صحرا ہے۔

سودا

بس اب جہان مین کوئی ہو جو تجھسے کا بدخواہ
ہو زہر مرگ حلال اسپہ شہد زیست حرام

زہر کے مقابل شہد ہو اور مرگ کے مقابل زیست اور حلال کے مقابل حرام۔

انیس

جو آکے نجائے وہ بڑھاپا دیکھا	جو جاکے نہ آئے وہ جوانی دیکھی

آکے مقابل جا ہی اور جائے کے مقابل آئے ہی اور بڑھاپے کے مقابل جوانی ہی اور ظاہر ہی کہ تین تین کا مقابلہ ہے اور مرزا غالب کا یہ شعر جسمین چار چار لفظ کا مقابلہ ہی تمام صنعت مقابلہ مین ہے۔

ہی ازل سے روائی آغاز	ہو ابد تک رسائی انجام

ازل اور ابد سے اور تک روائی اور رسائی آغاز و انجام سب باہم مقابل ہین۔

صنعت محتمل الضدین اسکو صنعت توجیہ بھی کہتے ہین یعنی نظم یا نثر مشتمل بر مدح یا ذم وغیرہ کسی قسم کے کلام مین دو وجہ مختلف کا احتمال ہو سکتا ہو اور وہ دونون جہتین باہم تضاد کا علاقہ رکھتی ہون اور کسی کو ترجیح نہو اور برائی اور بھلائی انکی یعنی مناسبت اور نامناسبت مقام ہونا کسی قرینے سے معلوم ہو سکے اور بعض جگہ قرینہ بھی گم ہو جائے اور سامعین کو دو معنی بر سبیل اختلاف کے دریافت ہون مثال اسکی۔

آتش

جب سنبھالا اُس پری پیکر نے کچھ حسن و شباب	شیعہ سُنی ہو گئے ہندو مسلمان ہو گئے

دوسرے مصرع مین دو وجہین ہین ایک یہ کہ شیعہ نے مذہب اہلسنت کا اختیار کیا اور ہندؤن نے اسلام قبول کر لیا دوسری یہ کہ اہلسنت نے مذہب تشیع اختیار کر لیا اور مسلمانون نے اسلام چھوڑ دیا ہندو ہو گئے۔

میر حسن

لکھا اُسکے نامہ یہ اِک در جواب	کہ عاقل کو نکتہ لگے ہے کتاب

یعنی عاقل ایک نکتے کو کتاب کی برابر سمجھتا ہی اور اُس سے اتنا فائدہ اُٹھاتا ہی جتنا دوسرے کتاب سے اُٹھاتے ہین اور یہ بھی معنی ہو سکتے ہین کہ عاقل کے نزدیک کتاب ایک نکتے کی برابر وقعت رکھتی ہے وہ کتاب کو نکتے کی برابر سمجھتا ہے۔

جرأت

مانوس طبع جس سے ہو یارب حبیب کی	ہو جائے کاش شکل مری اُس رقیب کی

یعنی یار جس رقیب سے اُنس رکھتا ہی مین اُسکی شکل پر ہو جاؤن تاکہ یار مجھسے محبت کا برتاؤ کرنے لگے اور دوسرے معنی یہ ہین کہ وہ رقیب میری شکل پر ہو جائے تاکہ یار اُس سے نفرت کرنے لگے۔

غالب

کوئی ویرانی سی ویرانی ہے	دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا

ایک معنی یہ ہین کہ دشت اسقدر ویران ہی کہ اسکو دیکھکر خوف معلوم ہوتا ہی اور گھر یاد آتا ہی اور دوسرے معنی یہ ہین کہ ہم تو اپنے گھر ہی کو سمجھتے تھے کہ ایسی ویرانی کہین نہو گی مگر دشت بھی اسقدر ویران ہی کہ اسکو دیکھکر گھر کی ویرانی یاد آتی ہی پہلی صورت مین گھر کی آبادی ثابت ہوتی ہی اور دوسری صورت مین ویرانی۔

منہ

سر اُڑا دینگے جو عدو کو مکرر چاہا	ہنسکے بولے کہ ترے سر کی قسم ہی مجکو

اسکے دو معنی ہین ایک یہ کہ تیرے سر کی قسم ہی ہم ضرور سر اُڑا دینگے اور دوسرے یہ کہ ہمکو تیرے سر کی قسم ہے یعنی کبھی ہم تیرا سر نہ اُڑا دینگے جیسے کہتے ہین کہ آپکو ہمارے ہان کھانیکی قسم ہے۔

حالی

آگے بن جاتا تھا یان نقصان انسان کا کمال	تیرے پرچھاوین سے موتی بن گئے جاتے تھے سفال

امیر

فقیر اُسکی گلی کا ہو نہین عجب کیا ہے	جو تاج شاہ ہو کاسہ مری گدائی کا

صنعت ہجو ملیح یہ بھی صنعت محتمل الضدین کے قبیل سے ہی مگر ہر کلام محتمل الضدین ہجو ملیح نہین ہو سکتا اسلیے کہ محتمل الضدین عام ہی خواہ مدح و ہجو پیدا ہوتی ہو یا اور کوئی مضمون جو باہم تضاد رکھتے ہون اور ہجو ملیح مین ہجو کا ہونا ضرور ہی جیسے اس بند مین میر کے مخمس کے جو ہجو مین ہے۔

ایک بیک گر کسی کی موت آئی	اُسکے مردے کی پھر ہے رسوائی
کیونکہ پہونچی ہے جنکو امرائی	سب وہ اولاد حاتم طائی

کون دیکر کفن اُٹھاوے لاش

اولاد حاتم طائی مراد بخل و فقر سے ہی پس یہ ہجو ملیح ہے۔

ولہ

ایک صف خاک دھول اُڑاتی ہے	سنگ و خشت ایک صف چلاتی ہے
لوہے پتھر کی اُسکی چھاتی ہے	اک قیامت جلو مین آتی ہے

جعفر علی فصیح

مجھ مین اک عیب بڑا ہے کہ وفادار بھی ہون	تم مین دو وصف ہین بدخو بھی ہو مغرور بھی ہو

سودا

دارو احمد نگر ایک ہین مرد عزیز	فہم مین سر تا قدم اور سراپا تمیز

شعر یہ ہر ایک کے کرتے ہین وہ اعتراض	جامی کے دیوان سے خوب جانین ہین اپنی بیاض

صنعت قبیح و ملیح یہ بھی صنعت محتمل الضدین کے قبیل سے ہی وہ یہ ہی کہ ایک کلام متضمن ہزل کا ہو دوسرا کلام ایسا مذکور ہو کہ وہ ہزل کے شبہ کو دور کرے اکثر یہ بات اشعار مین پائی جاتی ہے جیسے۔

مطلب

مارتا ہون تمھاری مین ہر بار	آشناؤن مین سب بڑائی یار
تمکو لازم ہے پکڑ وے میرا	ہاتھ مین ہاتھ با محبت و پیار
مجھے پیاری لگی تمھاری رات	چال دیکھی اے سرو خوش رفتار
خوب کروا یا ابتو مست کروا	مجکو رسوا بکوچہ و بازار
حکم ہووے تو آج مارون مین	کھینچ کر پیٹ مین عدو کے کٹار
گرچہ مطلب کا خوش لگے تمکو	تو پڑھو ریختہ سجن للکار

صنعت تجاہل عارف اور سکاکی نے اسکا نام **سوق المعلوم مساق غیرہ** (یعنی روان کرنا معلوم کا بجائے روان کرنے غیر معلوم کے) رکھا ہے اور تجاہل العارف کہنا مناسب سمجھا ہی اس سبب سے کہ اسطرح کا کلام قرآن شریف مین بھی واقع ہی پس تجاہل سے نام زد کرنا اچھا نہین اور یہ صنعت اسطرح سے ہی کہ کسی چیز کی نسبت باوجود علم کے اپنی بے خبری ظاہر کی جائے بہر صورت جاننے والے کے تجاہل سے کوئی فائدہ اور نکتہ منظور ہوتا ہے اور یہ دو قسم ہی ایک حرف تردید کے ساتھ۔ دوسرے یہ کہ بے حرف تردید کے ہو۔ مثال حرف تردید کے ساتھ تجاہل العارف کی۔

مظفر الدولہ صاحب تخلص

ہے زلف حلقہ زن خط دلبر کے آس پاس	یا اژدہا ہے فوج سکندر کے آس پاس

ہر چند یہ شخص خوب جانتا ہی کہ خط دلبر کے آس پاس زلف حلقہ زن ہی مگر اپنے آپکو انجان قرار دیا ہے اور فائدہ یہان زلف کے خط دلبر کو احاطہ کرنے مین مبالغہ ہے۔

فرد

پازیب نرگسی ہی ترے یار پاؤن مین	یا ہے ہجوم چشم طلبگار پاؤن مین

مقصود اس تجاہل سے پازیب کی مدح مین مبالغہ ہے۔

ناسخ

ہی ستارہ زوذنب یا رخ ہی زلف یار مین	خال ہی خورشید مین یا تل ہی یہ رخسار مین

یہان تجاہل سے غرض رُخ اور خال کی تعریف مین مبالغہ ہی۔

آبرو

اُس زُلف سیہ کا ہی یہ نقشا مرے آگے
یا کھیل رہا ہی کوئی کالا مرے آگے

فائدہ تجاہل سے زُلف کی سیاہی مین مبالغہ ہے۔

وقار

مُوشگافی تو بہت کی سہوا پر معلوم
گیسو و نہین ہے کمر یا ہین کمر پر گیسو

یہان تجاہل تحیر و تعجب کا فائدہ دیتا ہے۔

دبیر

چمکا وہ ہلال ابروے یوسف کا کنوین سے
یا برق جُدا ہو گئی بادل کے دھوین سے

نعیم

میان گلاب ہے یا عطر یا کہ نافۂ مشک
عجب ہی لطف کی بو ہی ترے پسینے مین

لمولفہ

عارض پہ ترے زلف ہی یا سُنبل تر ہے
یا ابر سیہ مہ کے ادھر اور اُدھر ہے

ولہ

معلوم نہین مچھلی تھی یا تھا دل بیتاب
بالے مین لٹکتا ہوا کچھ اُسکے گر تھا

مثال بغیر حرف تردید کے تجاہل العارف کی۔

جرأت

صنم کہتے ہین تیری بھی کمر ہے
کہان ہے کسطرف ہے اور کدھر ہے

یہان تجاہل سے کمر کے باریک ہونے مین مبالغہ منظور ہے۔

شاہ تجلی

دامن کا عکس کسکے پڑا ہی کہ آج تک
پھیلا رہا ہی سرو لب جوئبار ہاتھ

ہر چند شاعر یقینی طور پر جانتا ہی کہ سرو لب جوئبار معشوق کے دامن کا عکس دیکھ کر تمنائے ہم آغوشی مین ہاتھ پھیلا رہا ہی مگر انجان بنکر پوچھتا ہی اور یہان تجاہل نکتۂ تحیر کیلیے ہے۔

ثابت

ٹوٹتے ہین شب وصل دست شوق اُٹھین
یہ گول گول ہی کیا سخت تیرے سینے مین

یہان بھی وہی نکتہ منظور ہی۔

غالب

نصرۃ الملک بہادر مجھے بتلا کہ مجھے	تجھ سے جو اتنی ارادت ہی تو کس بات سے ہی

یہان تجاہل مخاطب کو اپنی طرف متوجہ کرنے اور اپنی غایت عقیدت کو جتلانیکے لیے ہے۔

جلال الدین عاشق

یہ کس کی نوک مژگان سے پڑا ناسور سینے مین	کہ بندھنے بھی نپایا زخم کا انگور سینے مین

نصیر احمد خان سحاب

سودا ہے کسکی زلف پریشان کا ای سحاب	پھرتے ہو ساری رات جو آشفتہ حال سے

مومن

تلے رے آنکھین جھپک رہت تھے	تھا بام پہ کون جلوہ گر رات

نواب آصف علیخان ناظم

نہین محرم مین مین محرم کے اندر	چمکتے کیا ہین دو شمس و قمر سے

صنعت لف و نشر لف سے یہ مراد ہی کہ چند چیز کا ذکر کیا جائے اور نشر کا یہ مطلب ہے کہ ان چیزون کے مناسبات کو بغیر تعیین کے بیان کرین بغیر تعیین کی قید اس لیے ہے کہ تعیین کی قید تقسیم مین ہوتی ہے اور یہ صنعت تین قسم پر ہے۔

ایک لف و نشر مرتب اسمین تفصیل ترتیب کے ساتھ ہوتی ہی اس لف و نشر کی دو صورتین ہین۔
الف اول ایک لف اور اُسکے بعد ایک نشر بیان کرین مثلاً۔

میر محمدی بیدار

سرو و گل پر نظر قمری و بلبل نہ پڑے	آوے گر باغ مین وہ سرو گلستان میرا

سرو و گل دو چیزونکا ذکر کیا اور پھر علے الترتیب سرو کی رعایت سے قمری اور گل کی مناسبت سے بلبل کو بیان کیا

ولہ

تیرے رخسار و قد و چشم کے ہین عاشق زار	گل جدا سرو جدا نرگس بیمار جدا

رخسار کے مناسب گل ہی اور قد کے مناسب سرو اور چشم کے مناسب نرگس۔

میر

مشترکت شیخ و برہمن سے میر	کعبہ و دیر سے بھی جاوینگے

شیخ کے مناسب کعبہ ہے اور برہمن کے مناسب دیر ہے۔

محشر

سحر گھر سے وہ رشک ماہ و شمع و گلستاں نکلا	ہنسا کبک اور جلا پروانہ بلبل سے فغاں نکلا

ماہ کے مناسب کبک اور شمع کے مناسب پروانہ اور گلستاں کے مناسب بلبل ہے۔

نظیر

دیکھ اُسے رنگ بہار و سرو و گل اور جوبار	اک اوڑا اک گرگیا اک جل گیا اک بہ گیا

شاداب

الف و مصحف و آئینہ و نون حلقہ لام	بینی و عارض و پیشانی و ابرو گیسو

غالب

آتش و آب و باد و خاک نے لی	وضع سوز و نم و رم آرام

(ب) ایک لف و نشر بیان کریں پھر اُسی لف و نشر کو لف قرار دیکر اُسکا نشر مذکور کریں اسیطرح دو یا تین یا زیادہ جہانتک ہوسکے جیسے۔

امانت

چشم و گوش ما سے دنیا میں تا دعوے ہو	نرگس و گل کو خدا نے کور و کر پیدا کیا

اول چشم و گوش کو ذکر کیا پھر چشم کی مناسبت سے نرگس کو اور گوش کی رعایت سے گل کو مذکور کیا پھر چشم و نرگس کے سبب سے کور کو اور گوش و گل کی وجہ سے کر کو بیان کیا۔

ناسخ

عیاں ہے مہر و مہ کا فرق تجھ میں اور یوسف میں	بھلا سونے کے آگے خاک ہو تو قیر چاندی کی

اول مہر و مہ کو ذکر کیا پھر مہر کی مناسبت سے معشوق کو اور ماہ کی مناسبت سے یوسف کو ذکر کیا پھر مہر اور معشوق کی رعایت سے سونے کو اور ماہ و یوسف کی رعایت سے چاندی کو بیان کیا۔

ظفر

نماز فجر و مغرب سے یہ عاشق کی کہ اُٹھ اُٹھ کے	بلائیں اُس رخ و گیسو کی صبح و شام لیتا ہے

اول فجر و مغرب کو ذکر کیا پھر فجر کی مناسبت سے رخ کو اور مغرب کی مناسبت سے گیسو کو بیان کیا پھر فجر و رخ کے سبب سے صبح کو اور مغرب و گیسو کی جہ سے شام کو لایا۔

یہ ہیں ارات حسن یا کہ ہندو و ترک	**نیاز**	کہ ہمدوش ہیں زلف و رخسار کے

اول رات کو ذکر کیا پھر رات کی رعایت سے ھندو کا ذکر کیا اور دن کی رعایت سے ترک کا پھر رات اور ھندو کی مناسبت سے زلف کو ذکر کیا اور دن اور ترک کی مناسبت سے رخسار کو۔

بیدار

سرو وگل تیرے قد و عارض رنگین کے حضور	نظر قمری و بلبل سے گلستان میں گرا

دوسرا لف و نشر غیر مرتب اسمین مناسبات ہر ایک چیز کی بلا ترتیب درہم و برہم مذکور ہوتی ہین مثال اسکی

نیاز

نہ تو کچھ بولو نہ دیکھو نہ سنو مثل نیاز	دیدہ و گوش و زبان یار و یہ ہی سب لاشی

بولنے کی مناسبت سے زبان کا ذکر اور دیکھنے کی رعایت سے دیدہ کا اور سننے کی مناسبت سے گوش کا ذکر کیا مگر بے ترتیب ہے۔

نظیر

رخ و جبین و مژہ تیر چشم و ابرو کو تن و دل و لب و دندان کو رو سے لفارت سے ذقن کو چاہ زنخدان کو گوش و گردن کو	سنان و بدر و مہ و نرگس و ہلال لکھا عقیق و سیم و در و سنگ کی مثال لکھا صراحی سیب و گل و چشمۂ زلال لکھا

انیس

چھپتی تھین بھاگی جاتی تھین گرتے تھے خاک پر	قبضو نسے تیغین جسم سے روحین تنو نسے سر

چھپتی تھین کے مناسب جسم سے روحین ہی اور بھاگتی تھین کے مناسب قبضو نسے تیغین ہے اور گرتے تھے خاک پر کے مناسب تنو نسے سر ہے۔

تیسرا لف و نشر معکوس الترتیب اس مین ہر ایک چیز کی مناسبات کی ترتیب اُلٹی ہوتی ہے مثال اسکی یہ قول انیس کا ہے مصرع۔

واللیل و والضحے لرخ روشن خط سیاہ

اول واللیل کو ذکر کیا پھر والضحے کو اور یہ لف ہی بعد اسکے رخ روشن اور خط سیاہ کو ذکر کیا یہ نشر ہے واللیل کو خط سیاہ سے مناسبت ہے اور والضحے کو رخ روشن سے۔

مرزا محمد دہلوی

کبھی جو زلف اُٹھاوے تو منھ نظر آوے	اسی اُمید پہ گذری ہے صبح و شام ہمین

اول زلف کا ذکر ہی اور پھر منھ کا اور دوسرے مصرع مین اول صبح کا پھر شام کا زلف کو شام سے اور

چہرے کو صبح سے مناسبت ظاہر ہے۔

حسرت

باغ مین جاکر تو نے ظالم حسن قد اور عارض کے — گل اور بلبل سرو اور قمری کا کام تمام کیا

اول قد اور عارض کو بیان کیا پھر قد کی مناسبت سے سرو و قمری کو ذکر کیا اور عارض کی رعایت سے گل و بلبل کو لایا۔

صنعت جمع یعنی کئی چیزونکو ایک حکم مین جمع کرنا جیسے۔

شاہ گھسیٹا عشق

تری چین ابرو مرا غنچۂ دل — یہ عقدے ہین وہ جنکو کھلتے نہ دیکھا

چین ابرو اور غنچۂ دلکو نہ کھلنے کے حکم مین جمع کیا ہے۔

شیخ کلیم اللہ کلیم

درازی شب ہجران و زلف یار کلیم — مجھی سے پوچھ کہ کاٹی ہے رات آنکھون مین

شب ہجران اور زلف یار کو درازی کے حکم مین جمع کیا ہے۔

غالب

بوئے گل نالۂ دل دود چراغ محفل — جو تری بزم سے نکلا سو پریشان نکلا

تینون چیزونکو پریشانی کے ساتھ نکلنے مین جمع کیا ہے۔

شاد

ایک مالک کے ٹھکانے ہین یہ دونون اے وعظ — مشرب شاد مین کچھ دیر و حرم غیر نہین

مظفر خان گرم شاگرد ذوق

واعظ کا روزہ اور مرا ہجر ایک ہے — ہم دونون پوچھتے ہین کہ دن کسقدر رہا

آتش

عشوہ و غمزہ بد مذہب و ناز و انداز — واسطے تیرے گنہگار ونکے جلاد ہین سب

اوج

بوئے گل رنگ خزان جوش جنون فصل بہار — چار دن کے لیے اس باغ مین کیا کیا دیکھا

احمد حسینخان جوش

سنبل و گل و دل عشاق و نسیم و بلبل — ہوگئے زلف تری دیکھ پریشان پانچون

حسرت

حسن مین لیلی و عذرا و ایاز و شیرین | دمن و یوسف و وہ جان جہان ساتون ایک
عشق مین وامق و محمود و زلیخا و نل | قیس و فرہاد یہ مین خاک فشان ساتون ایک

بسمل

عشوہ کرشمہ شوخی و غمزہ ادا و ناز | قاتل یہ ایک ایک ہی قاتل برائے دل

جوہر

مہ نو ابروے پرخم نگہ برگشتہ | ہمنے ٹیڑھا جسے دیکھا اُسے خنجر جانا

سودا

دشمن و دوست بد و نیک زمانے کے بیچ | حکم رکھتے ہین ترے پیش کرم چارون ایک
خلق سمجھے ہے کہ ہین نزد تری بخشش کے | اشرفی روپیہ و دام و درم چارون ایک

لمولفہ

وہ گل پہ مبتلا ہی یہ عاشق ہی شمع کا | ایدل خیال بلبل و پروانہ ایک ہے
جب سے اُٹھا دیا ہی دوئی کو نگاہ سے | نزدیک اپنے کعبہ و بتخانہ ایک ہے
جلوہ نظر پڑے ہی اُسی کا ہر ایک جا | اپنی نظر مین مسجد و میخانہ ایک ہے

صنعت تفریق یعنی ایک نوع کی دو چیزون مین فرق ظاہر کرین جیسے اس شعر مین—

جعفر علیخان زکی

عشق مین نسبت نہین بلبل کو پروانے کے ساتھ | وصل مین وہ جان دے یہ ہجر مین جیتی رہے

بلبل و پروانہ نوع عشق مین شریک ہین انمین فرق بیان کیا کہ پروانہ وصل مین جان دیتا ہے اور یہ ہجر مین بھی جیتی رہتی ہے—

ظفر

تو بہائے اشک خون اور پانی وہ برسائے فقط | رونے مین کب ابر و چشم پرنم ایک ہی طور کے ہین

مرزا احمد علی کوکب

آدمی کا ہے لکھا وہ خط تقدیر ہے یہ | خط گلزار جدا ہے خط رخسار جدا

شمیم

سیاہ داغ وہان ہین نہ داغ چیچک تک | فروغ پائے گا کیا روبرو عذار کے چاند

سحر

تری آنکھونکی شوخی سحر کہان چشم غزالانین	زمین و آسمان کا فرق ہی انسان و حیوانین

نبی بخش حقیر

مجھ مین اور قیس مین ہی فرق حقیر	وہ مقید ہے اور مین وارستہ

میر

تجھکو مسجد ہے مجھکو میخانہ	واعظا اپنی اپنی قسمت ہے

احسن علی

اشک گلگون کو نہین لعل و گہر سے پیوند	یہ رکھے سنگ سے نسبت وہ جگر سے پیوند

خواجہ وزیر

رگ گل سے کمر ہے کچھ نازک	فرق دونون مین اک سر مو ہے

غالب

مرے شاہ سلیمان جاہ سے نسبت نہین غالب	فریدون و جم و کیخسرو و داراب و بہمن کو

ناسخ

سر عشاق یہان بکتے ہین معشوق وہان	کوے قاتل ہی جدا مصر کا بازار جدا

حکیم مرزا آغا حسن ازل

قیس مین ہم مین فرق اتنا ہے	پیشوا وہ تھا رہنما ہین ہم

آصف

عاشق و معشوق کی دل لگی مین ہی یہ فرق	شمع گھلتے ہی گھلی پروانہ پل مین خاک تھا

آتش

کوچۂ محبوب مین ہین خانۂ کعبہ مین شیخ	بتکدے مین برہمن آتش کدے مین گبر ہے

عاشق اور شیخ اور برہمن اور گبر عشق اور پرستش مین مشابہ ایک دوسرے کے ہین لیکن انمین اعتبار اسکے کہ ہر ایک کا منظور نظر علیحدہ ہے فرق ظاہر کر دیا۔

ایما

مین صبح کر کے اٹھونگا محفل سے شمع وار	پروانہ مین نہین ہون کہ آتے ہی جل گیا

نظیر

مری اس چشم تر سے ابر باران کو ہی کیا نسبت	کہ وہ دریا کا پانی اور یہ خون دل ہی برسانی

حسرت

حرفِ احمق کا کہان اور تری بات کہان | آب زمزم ہے ترا شعر وہ ہی نار جحیم

سودا

ای ابر قسم ہی تجھے رونیکی ہمارے | ٹپکا تری آنکھون سے کبھی لخت جگر بھی

آنکھ اور ابر پانی کے گرانے مین مشابہ ایک دوسرے کے ہین مگر انمین باعتبار لخت جگر کے ٹپکنے کے فرق کر دیا۔

قلق

مثال اُس شوخ کی آنکھون سے اندھا ہی کوئی دیکھا | یہ چتون یہ شرارت یہ نگہ ہی چشم آہو مین

ولہ

ابروے جانا نمین اور کعبے مین ظاہر ہی یہ فرق | یہ خدا کی ہے بنا بندے کی وہ تعمیر ہے

صنعت تقسیم یعنی چند چیزونکا ذکر کرنا اسطرح پر کہ ہر ایک کو اُنکے منسوبات پر بقید تعیین کے تقسیم کرنا اسمین اور لف ونشر مین یہی فرق ہی کہ لف ونشر مین تعیین متکلم کیطرف سے نہین ہوتی مخاطب اپنے ذہن سے ہر چیز کے مناسب کو اُس سے متعلق کر لیتا ہی اور تقسیم مین خود متکلم مناسبات بتا دیتا ہی جیسے اس بیت مین۔

ذوق

تیرا ہاتھی ہی فلک کا ہلکشان ہے خرطوم
ذنب و اس وہ جس سے ہون سیہ بخت عدو | کان دونون مہ وخور دم ہی ذنب سر ہی راس
ماہ وخور وہ کہ ہوا خواہ ہون روشن انفاس

اول مہ وخور اور ذنب و راس کا ذکر کیا پھر ذنب و راس کی طرف اعدا کا سیہ بخت ہونا بطور تعیین کے منسوب کیا اور ماہ وخور کیطرف خیر خواہونکا روشن انفاس ہونا بطور تعیین کے منسوب کیا۔

ولہ

بوٹی اکسیر کی اور پارس اگر ہاتھ آوے | بکبے ہمت ترے نزدیک یہ پتھر وہ گھاس

یہان کوئی یہ نہ خیال کرے کہ تعیین نہین کیونکہ یہ اور وہ دونون اسم اشارہ متساوی نہین ہین بلکہ یہ اشارہ قریب کیلیے ہی اور وہ اشارہ بعید کیلیے پس یہ کا مشار الیہ پارس ہی جو اس سے قریب ہے اور وہ کا اکسیر کی بوٹی جو ذکر مین بعید ہے

حالی

نفس امارہ اور دیو مرید + | یہ ہے افعی تو وہ ہے کلب عقور

شوریدہ

سینے کے داغ سوزان آنکھون کے اشک خونین | اس نخل عاشقی کے وہ گل ہین یہ ثمر ہین

صہبائی

زلف اُس مہوش کے رُخ پر اک دخان ہو آگ پر		اور رُخ اُس مہوش کا شعلۂ زیر دخان
ہاے یون ہو اُس دخان سے تیرہ اپنا روز عیش		اور اُس شعلے سے یون روشن ہو شام دشمنان

مقصود بالتمثیل اس قطعہ مین مذکور ہونا دخان اور شعلے کا اور پھر مذکور ہونا تیرہ ہونے روز عیش کا دخان سے اور روشن ہونا شام دشمنان کا شعلے سے ہے۔

دریاے لطافت

وہی ڈبوے گا تجھے صبر و سکون جسنے دیا		رُخ زیبا تجھے اور دیدۂ گریان مجھکو

مورد قسمت رُخ زیبا اور دیدہ گریان ہو۔

ہ

قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے		جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا
بلبل کو دیا نالہ تو پروانے کو جلنا		غم ہمکو دیا سب سے جو مشکل نظر آیا

یہ بھی اسی قبیل سے ہو کہ ایک ایسی شی کو جو اجزا رکھتی ہو ذکر کرنا اور پھر ہر ایک جز کو لیکے منسوبات پر تقسیم کرنا جیسے

اکبر

چلا آتا ہے تنہا کیا سجیلا میرا قاتل ہے		دہن پان خوردہ آنکھین سرمگین رخسار پر تل ہے

سجیلے قاتل کو ذکر کرکے اُسکے ہر ایک جز کے ساتھ ایک چیز کو منسوب کیا ہو چنانچہ پان خوردہ ہونا دہن کے ساتھ منسوب کیا ہو اور سُرمگین ہونا آنکھونکے ساتھ اور رخسار پر تل کا ہونا بیان کیا ہو۔

حسینی

جب لکھی حق نے تری تصویر اپنے ہاتھ سے		ہاتھ ملتی رہگئی تقدیر اپنے ہاتھ سے
والضحےٰ رُخ کو لکھا والفجر پیشانی لکھی		زلف کو واللیل کی تفسیر اپنے ہاتھ سے
دانت کو گوہر لکھا لب کو لکھا آب حیات		چشم کو کوثر کیا تحریر اپنے ہاتھ سے

معشوق کی تصویر کا لکھنا ذکر کرکے اُسکے ہر ایک جز کے ساتھ ایک ایک چیز کو منسوب کیا ہو۔

تقسیم کی دو قسمین اور ہین۔

ایک یہ کہ کسی شی کے احوال بیان کرین اور ہر حال کیطرف ایک ایسی چیز جو اُس حال کے مناسب ہو مضاف کرین جیسے کریم خان مشتاق کے اس شعر مین۔

کہان اتنی بلاؤن سے بچا سکتا ہو کوئی دل	دلہ	قیامت قد غضب آنکھین نگہ جادو بلا کاکل

قد اور آنکھین اور نگہ اور کاکل معشوق کے حالات ہین انمین سے ہر ایک حال کی طرف اُسکے مناسب ایک چیز کو منسوب کیا ہی چنانچہ قد کی طرف قیامت کو منسوب کیا ہی اور آنکھونکی طرف غضب کو نسبت کیا ہی اور نگہ کیطرف جادو کو اور کاکل کی طرف بلا کو منسوب کیا ہی۔

مہر

غضب کا سامنا ہی آج ہمکو وہ نکھرتے ہین | دھڑی جمتی ہی مہندی ملتے ہین گیسو سنورتے ہین

معشوق کے نکھرنیکے احوال بیان کیے ہین دھڑی جمانا مہندی ملنا گیسو سنوارنا یہ سب اُسکے حالات ہین پھر ہر ایک حال کیطرف ایک چیز کی نسبت کی ہی چنانچہ دھڑی کی طرف جمنا منسوب کیا ہی اور مہندی کیطرف ملنا اور گیسو کیطرف سنورنا

نظیر

نظیر حضرت دل کا نہ کچھ کھُلا احوال | خدا ہی جانے یہ ندرت مآب ہی کیا چیز
جو سخت ہووے تو ایسا کہ کوہ آہن کا | جو نرم ہووے تو برگِ گلاب ہی کیا چیز

دل کے احوال بیان کیے ہین سختی کو اُسکی کوہ آہن سے نسبت دی ہی اور نرمی کو برگ گلاب سے۔

ذوق

تیرا آوازۂ دولت ہے مقام اُمید | تیرا ایوان عدالت ہے محل عبرت

بیان

قفس مین مین رہائی کیلیے کیا کیا نہین کرتا | تڑپتا ہون پھڑکتا ہون کوئی پروا نہین کرتا

ناصر

ایک سے ایک زیادہ ہے جفا کاری مین | کج ادا یار کی چتون ہے تو خود سر پلکین

حجاب

عجب جوڑے کی بندش ہی قیامت قد بالا ہی | ستم چتون پہ ہی مکھڑا بدن سانچے مین ڈھالا ہی

مولوی غضنفر علی ضیغم

ہوا ہی زرد چہرہ خشک لب ہین اشک جاری ہین | ترے ہاتھون یہ صورت لیدل ندوا گین دیکھی

دوسری قسم یہ ہی کہ ایک شی کو ذکر کرین پھر اُسکی قسمین ایک جگہ بیان کرین جیسے

انشا۔

شادی کے شادیانے ترے در پہ نت بجین | قرنا و طبل و بوق و دہل جھانجھ زیر و بم

پہلے مصرع مین شادیانے کا ذکر کیا دوسرے مصرع مین اُسکے اقسام بیان کیے۔

احسان رامپوری

تمھین چاہا ہی بیشک مین اسی تعزیر کے قابل | جگر ہے تیر کے قابل گلا شمشیر کے قابل

تعزیر کی قسمین مصرع ثانی مین مذکور ہین۔

حالی

رہا کوئی اُمت کا ملجا نہ ماوا | نہ قاضی نہ مفتی نہ صوفی نہ ملا
رہا کوئی ساماں نہ مجلس مین باقی | صراحی نہ طنبور مطرب نہ ساقی

پہلے شعر کے مصرع دوم مین ملجا و ماوا کی قسمین بیان ہین اور دوسرے شعر کے دوسرے مصرع مین سامان مجلس کی قسمین مذکور ہین

داغ

مجھ سا نہ دے زمانے کو یہ ورد گار دل | آشفتہ دل فریفتہ دل بیقرار دل

دوسرے مصرع مین دل کی قسمین مذکور ہین۔

ولہ

بھر دین عجب ادائین اُس شوخ سیم تن مین | ایک ٹیڑھ سادگی مین ایک سیدھ بانکپن مین

دوسرے مصرع مین ادا کی قسمین بیان ہوئی ہین۔

انیس

کٹ کٹ گئے ذوالفقار سے گرتے تھے خاک پر | پہونچے سے ہاتھ شانونسے بازو تنونسے سر
قبضے سے تیغ بر سے زرہ ہاتھ سے سپر | برچھی سے پھل کمان سے زہ زین سے تبر

کٹ کٹ کے گرنیوالی چیزونکی تمام قسمونکو تینون مصرعونمین بیان کیا ہے۔

حسن

کس کس سے ہوئین عہدہ بر آ ناتوان عشق | حسرت سے غم سے درد سے یا داغ یاس سے

سوز

کوچے مین اُسکے لاکھون پڑے ہین | مذبوح مجروح مقتول بسمل

نظیر

تیرے بھی مُنھ کی روشنی رات گئی تھی مہ سے مل | تاب سے تاب رُخ سے رُخ نور سے نور ظل سے ظل
یوسف مصر سے مگر ملتے ہین تیرے سب نشان | زلف سے زلف لب سے لب چشم سے چشم تل سے تل

صنعت جمع و تفریق یعنی دو یا زائد چیزونکو ایک حکم مین جمع کرکے پھر اُن مین کچھ فرق ظاہر کرنا

گویا صنعت جمع اور صنعت تفریق کو یکجا کرنا جیسے

غالب

کم نہین جلوہ گری مین ترے کوچے سے بہشت — یہی نقشہ ہے ولے اسقدر آباد نہین

کوے محبوب و بہشت کو جلوہ گری مین یکسان قرار دیا پھر فرق یہ نکالا کہ بہشت اسقدر آباد نہین ہے

تاریخ بدیع

کیے خلق دو راز دان قدیم — نبی بہر دین بہر دنیا حکیم

مہر

ترے سینے سے تو نسبت برابر کی ہے سینے کو — وہان جوبن اُبھرتا ہے یہان چھالے اُبھرتے ہین

داغ

شوخ تم شیفتہ ہم دونون ہین بے چین مگر — پھر ذرا صبر جو کرتے ہین تو ہم کرتے ہین

ناظم

منظور ہے بیان دو کی ثنا خوانی ایک — ہے نام و نشان مین ایک کا ثانی ایک
یعنے حسنؑ و حسینؑ اسد اللہ — پانی سے موا ہے ایک بے پانی ایک

حسنؑ و حسینؑ کو پانی کی وجہ سے مرنے مین جمع کرکے یہ فرق نکالا کہ ایک پانی پانیسے مرے اور دوسرے پانی نپانیسے مرے

ذوق

نگہ کیا اور مژہ کیا ہم تو دونونکو بلا سمجھے — اسے تیر قضا اسکو پر تیر قضا سمجھے

نگاہ اور مژہ کو بلا ہونیکے حکم مین جمع کیا اور پھر یہ فرق نکالا کہ نگہ قضا کا تیر ہی اور مژہ تیر قضا کا پر ہے۔

مومن

آئنہ ہی صفا سے دل میرا — کیا ہوا گر نہین ہے حیرانی

اول دلکو صفائی مین آئینے کی برابر قرار دیا اور پھر دونومین یہ فرق قرار دیا کہ آئینے مین حیرانی ہی اور دلمین حیرانی نہین ہے

آتش

صاف آئینہ سا رخسار ہی اُس دلبر کا — یہ خدا کا ہے بنایا تو وہ اسکندر کا

رخسار اور آئینے کو وجہ تشبیہ یعنی صفائی مین جمع کرکے دوسرے مصرع مین فرق بتایا ہے

امیر

غنچہ و سوسن سے کیا ہو شکر احسان بہار — وہ زبان بے دہن ہی یہ دہان بے زبان

ظفر

دل و مسجد ہین دونون گھر خدا کے فرق پہ یہ ہے
وہ تعمیر اُسکے ہاتھونکی یہ تعمیر اپنے ہاتھونکی

حالی

ایک ڈالی کے سب ہین برگ و ثمر
ہے کوئی اُنمین خشک اور کوئی تر

آتش

اسیری یا ترے عاشق و معشوق دونون ہین
گرفتار آہنین زنجیر کا یہ وہ طلائی کا

صنعت جمع و تقسیم اور وہ یہ کہ کئی متعدد چیز ونکو ایک حکم مین جمع کرین پھر ہر ایک کو ایک چیز کے ساتھ منسوب کردین جیسے اس مثال مین۔

ظفر

یہ دو ہی نور چشم رسالت پناہ تھے
سو اُنکو ظالمون نے کیا جا بجا شہید
یان یون حسین ابن علی پر چھری چلی
وان زہر سے ہوے حسن مجتبےٰ شہید

دونون نور چشم مصطفےٰ کو شہادت کے حکم مین جمع کیا پھر اُنکی تقسیم کردی کہ ایک حسینؑ اُنکا یہ حال ہوا دوسرے حسن مجتبےٰ اُن کا وہ حال ہوا۔

گویا

ہے حیات و موت مین بار گران بالاے سر
وان زمین بالاے سر یان آسمان بالاے سر

پہلے مصرع مین صنعت جمع ہے اور دوسرے مین صنعت تقسیم۔

صفدر

قضا تیغ دونون اُسی کی طرف ہین
یہ قاتل کے آگے وہ بسمل کے پیچھے

مصرع اول مین قضا اور تیغ کو قاتل کی طرفداری کے حکم مین جمع کیا اور دوسرے مصرع مین ہر ایک کو ایک چیز کے ساتھ منسوب کیا

دریاے لطافت

تیغ و افسر کا ہے تو مالک عنایت سے تری
تیغ رستم لے گیا افسر سکندر لے گیا

انیس

جنت انعام کرکے دوزخ مین جلا
وہ رحم ترا ہے یہ عدالت تیری

جنت کے انعام کرنے اور دوزخ مین جلانے کو خدا کے اختیار مین ہونے کے حکم مین جمع کیا پھر دوسرے مصرع مین ہر ایک کو ایک چیز کے ساتھ منسوب کردیا ہے۔

صہبائی

تجھے اور تیرے دشمن کو سدا ہی اوج عالم مین ‌ ‌ ‌ تجھے تخت خلافت پر اُسے دار سیاست پر

یہ بھی اسی قبیل سے ہی کہ کئی چیزونکو اول تقسیم کرین یعنے ہر ایک کو ایک چیز کے ساتھ منسوب کرین پھر انکو ایک حکم مین جمع کردین جیسے ۔

ناسخ

اُس سے پاتے ہین حلاوت ہونٹ میرے اُس سے کام ‌ ‌ ‌ کیون نہ مین سمجھون برابر بوسہ و دشنام کو

اول بوسہ کی طرف حلاوت کو منسوب کیا اور دشنام کیطرف کام کو پھر دونونکو برابر سمجھنے کے حکم مین جمع کیا ۔

ولہ

روشن ہی اُسمین عارض تابان تو اُسمین داغ ‌ ‌ ‌ کیا کم شب فراق ہے زلف سیاہ سے

شیخ امداد علی امداد خیر آبادی

وہان سینہ پہ وہ اُبھرے یہان دل مین یہ ابھرے ہین ‌ ‌ ‌ ہمارے داغ ملتے ہین تمھارے اُٹھتے جوبن سے

ٹیکچند بہار

تھی زلیخا مبتلا یوسف کی اور لیلی کا قیس ‌ ‌ ‌ یہ عجب مظہر ہی جسکے مبتلا ہون مرد و زن

ذوق

کبھی افسوس سے ہے آتا کبھی رونا آتا + ‌ ‌ ‌ دل بیمار کے ہین دو ہی عیادت والے

میر

اک رہا مژگان کی صف مین ایک کے ٹکڑے ہوے ‌ ‌ ‌ دل جگر جو میر دونون اپنے غمخوار و ہمین تھے

مومن

دوست کرتے ہین ملامت غیر کرتے ہین گلہ ‌ ‌ ‌ کیا قیامت ہی مجھی کو سب برا کہنے کو ہین

امیر

جان پر صدمہ جگر مین درد دل کا حال زار ‌ ‌ ‌ گھر کا گھر بیمار کس کس کے پرستار ہمین ہون

صنعت جمع و تفریق و تقسیم یعنی کئی چیزونکو اول ایک حکم مین جمع کرین پھر انمین تباین و فرق ظاہر کیا جائے پھر انمین سے ہر ایک کیطرف ایک چیز کو منسوب کرین اور ان تینون باتونکا کلام مین جمع کرنا صعوبت سے خالی نہین مثال اسکی یہ ہی ۔

غلام محی الدین مولف تقویم زبان اُردو

سب سخی ہین ابر و دریا اور وہ عالی جناب ‌ ‌ ‌ پائین فیض اُسسے نباتات اور غواص و گدا

پرکرے ہو نالہ دریا ابر روے وقت فیض ۔ بالب خندان وہ بخشے لعل و گوہر دائما

اول ابر و دریا اور ممدوح کو سخاوت مین جمع کیا بعد ازان سخاوت مین تفریق کردی پھر تقسیم کے منسوبات کو بیان کیا۔

شباب

صورت یار و دل زار ہین دونون تابان ۔ آتش عشق سے یہ حسن سے وہ ہے روشن
روشنی اُس کی تو پہونچاتی ہے راحت دل کو ۔ اور اس آگ سے جاتا ہے جلا اپنا بدن

شعر اول کے مصرع اول مین صنعت جمع ہے اور دوسرے مصرع مین صنعت تفریق ہے اور دوسرے شعر مین صنعت تقسیم ہے

انیس

اُٹھا اُدھر سے جو وہ اجل کا شکار تھا ۔ پیدل ہو یا سوار ہو یہ دو وہ چار تھا

پہلے مصرع مین اجل کا شکار ہونیکے حکم مین ہر ایک نکلنے والے کو جمع کیا ہے پھر اُن نکلنے والونمین پیدل اور سوار ہونیکی بابت تفریق کی ہے پھر اُن دونون کو یون تقسیم کیا ہے کہ پیدل کے دو ٹکڑے ہوجاتے تھے اور سوار کے چار۔

صنعت الرجوع اسطرح ہے کہ ایک شی کی کوئی صفت بیان کرین اور پھر اُس صفت کو باطل کر کے دوسری صفت یہ کہ اگلی سے بہتر ہو رجوع کرین کسی فائدے اور نکتے کی غرض سے مثال اسکی۔

سودا

جسے یہ صورت و سیرت کرامت حق نے کی ہووے ۔ بجا ہے کہیے ایسے کو اگر اب یوسف ثانی
معاذ اللہ یہ کیا حرف بے موقع ہوا سرزد ۔ جو اُسکو پھر کہون تو ہون مین مردود مسلمانی
کدھر اب فہم ناقص لے گیا مجھکو نہ یہ سمجھا ۔ کہ وہ مہر الوہیت ہے یہ ہے ماہ کنعانی

اول ممدوح کو بوجہ حسن صورت و سیرت کے یوسف ثانی کہا پھر اس قول سے رجوع کر کے یوسف پر ممدوح کی فوقیت ثابت کی اور مقصود رجوع سے یہان ترقی مدح مین ہے۔

انیس

اختر سے بھی برو مین بہتر ہین اشک ۔ اللہ رے مشتری وہ گوہر ہین اشک
آنکھوں سے لگا کے انکو کہتے ہین ملک ۔ گوہر نہین نور چشم کوثر ہین اشک

اول اشکون کو گوہر کہا پھر اس قول سے رجوع کر کے نور چشم کوثر قرار دیا اور غرض رجوع سے یہان اشکونکی مدح مین ترقی ہے

عبرت

کہون کیا جس گھڑی وہ درۃ التاج ۔ کرے زلفون مین اپنی شانۂ عاج
نمایان شانہ و زلف گرہ گیر ۔ ہے ابیض فیل کے دانتون مین زنجیر

غلط مین نے یہ دی ساتھ اسکے تمثیل	کجا زنجیر و دندان و کجا فیل
سیہ زلفو نمین اُس کی شانہ عاج	روان مانند مہتاب بہ شب داج

دبیر

باقی نہ تھا دم خوف سے تیغین یہ گھٹی تھین	تیغین نہ کہو نبضین نیامونکی چھٹی تھین

فائدہ رجوع کا یہان خوف مین ترقی ہے۔

رؤف احمد رفت

وہ آنکھین کہ آہو یہ جادو چلائین	نہ آہو یہ جادو یہ جادو چلائین

غرض رجوع سے یہان ترجیح چشم معشوق کی آہو پر ہے۔

گوہر

نظر بھر جسنے دیکھا ہو کے وحشی وہ گیا بن کو	بجا ہی گر کہون آہو مین اُسکی چشم پُرفن کو
خطا سے عین ہی حیوان مطلق سے جو نسبت دین	گل نرگس کہون تازہ کرون معنی کے گلشن کو

مومن

خنجر تھا الٰہی یا زبان تھی	خنجر سے زیادہ تر روان تھی

یار محمد خان شوکت

زمین مثل شنجرف از جوش خون	غلط بلکہ گلنار سے بھی فزون

صنعت حسن التعلیل یعنی ایک چیز کو کسی چیز کی صفت کیلیے علت ٹھہرانا اور در اصل وہ اُسکی علت نہو اور وہ صفت معلول مین خواہ فی نفسہ ثابت ہو یا نہو اگر وہ صفت فی نفسہ ثابت ہوتی ہی تو وہان اس صفت کے واسطے فقط علت کا ثابت کرنا مقصود ہوتا ہی اور اگر وہ صفت فی نفسہ ثابت نہین ہوتی تو وہان علت کے بیان سے اُس صفت کا ثابت کرنا مقصود ہوتا ہی اور جو صفت کہ فی نفسہ ثابت ہو اور اُسکے واسطے علت کا ثابت کرنا مقصود ہو وہ دو طرح ہے ایک یہ کہ سوا اُس علت ٹھہرائی ہوئی کے اُس صفت کے واسطے کوئی اور علت بھی ظاہر ہو دوسرے یہ کہ سوا اُسکے کوئی اور علت ظاہر نہو اور جو صفت کہ فی نفسہ ثابت نہین اور علت کے بیان کرنیسے اُس صفت کا ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے وہ بھی دو طرح ہے ایک یہ کہ اُس صفت کا موجود ہونا ممکن ہو دوسرے یہ کہ محال ہو پس اس صفت کی چار قسمین ہین اور اُسکے لطائف مین سے یہ ہی کہ تشبیہ اور استعارے کے ذریعہ سے حاصل ہو۔

(۱) وہ صفت ثابت ہو اور علت مذکورہ کے سوا اور علت بھی ظاہر ہو مثال اسکی۔

پیاسی جو تھی سپاہ خدا تین رات کی	انیس	ساحل سے سر پٹکتی تھین موجین فرات کی

ساحل سے موجونکے ٹکرانیکو اس بات کی علت بتایا ہی کہ ہر اہیان حضرت حسینؑ کی تشنگی کی وجہ سے بیتاب تھین اور یہان دوسری علت بھی موجود ہی اور وہ یہ ہی کہ ہوا لگنے سے موجین پانی مین پیدا ہو کر کنارے سے ٹکراتی ہین ۔

ولہ

ڈر سے ہوا فرات کی موجونکو اضطراب	اور آب مین سرونکو چھپانے لگے حباب

موجونکے اضطراب اور حباب کے سر چھپانیکی علت ڈر اور خوف کو قرار دیا ہی لیکن موج کے اضطراب اور حباب کے پانی مین سر چھپانیکی علت اور بھی ہی اور وہ ہوا لگنا ہی ہوا کے جھلکو ونسے موج کو حرکت ہوتی ہی اور ہوا کی ضرب اور موجونکی حرکت سے حباب بھی ٹوٹ جاتا ہی مگر شاعر نے اپنی طرف سے موج کی حرکت کو خوف کی وجہ سے اضطراب قرار دیا ہی اور حباب جو ٹوٹ جاتا ہی تو اُسکی یہ علت قرار دی ہی کہ وہ ڈر کی وجہ سے پانی مین منھ چھپا تا ہے

ولہ

ہر غول مین علم سے علم جھک کے لڑ گیا	جو رہگیا نشان وہ خجالت سے گڑ گیا

شاعر نے نشانکے زمین مین گڑ جانیکی یہ علت بیان کی ہی کہ وہ خجالت سے ایسا ہو گیا تھا اور اُس کے سوا دوسری علت بھی موجود ہی کہ سپاہی علم کو کھڑا رکھنے کے لیے گاڑ دیتے ہین ۔

انیس علی اکبر کی تلوار کی تعریف مین کہتے ہین ۔

دریا نہ تھمتا خوف سے اس برق تاب کے	لیکن پڑے تھے پانو مین چھالے حباب کے

شاعر کا مطلب یہ ہی کہ دریا اُس تلوار کے خوف سے بھاگ جاتا مگر اسلیے نہ بھاگ سکا کہ اُسکے پانوٗن مین چھالے پڑ گئے تھے حباب کو شاعر نے دریا کے چھالے فرض کر کے اُسکے نہ بھاگ سکنے کی علت قرار دیا ہی حالانکہ اسکی علت حقیقی دوسری ہی اور وہ یہ ہی کہ دریا چارون طرف اونچی زمین سے گھرا ہوتا ہی اسلیے اپنا مقام نہین چھوڑ سکتا

میر حسن

نہ لے جب تلک شمع پروانگی	پتنگے کے پر کو نہ چھیڑے کبھی
اگر آپ سے اُسپہ وہ آگرے	تو فانوس مین شمع چھپتی پھرے
گرا حیاناً اُسکے جلین بال و پر	تو گلگیر سے شمع کا کاٹ سر

شمع کے فانوس مین چھپنے اور گلگیر کے شمع کا سر کاٹنے کی شاعر نے جو وجہ بیان کی ہی اُسکے سوا دوسری وجہ جو حقیقی اور اصلی ہی وہ بھی ظاہر ہے ۔

ناسخ

کیون نہین ہوتا تجھے غم عاشق جانباز کا	دیکھ روتی ہی برو ے لاشہ پروانہ شمع

گھلی ہوئی چربی کے ٹپکنے کا استعارہ رونیکے ساتھ کیا ہے اور یہ صفت شمع مین ثابت ہے اور علت اس کی حرارت ہے اور شاعر نے علت اسکی یہ ٹھہرائی ہے کہ پروانیکے غم مین شمع روتی ہے۔

وله

وہ سہی قد شانہ بنواتا ہے اُسکی چوب کا | اِسلیے رکھتی ہے اُلفت فاختہ شمشاد سے

ظاہر ہے کہ فاختہ کی اُلفت شمشاد سے بسبب عشق کے قرار دیگئی ہے اور شاعر نے اسکے لیے ایک اور علت کا ادعا کیا ہے۔

عاشق کو رنج ہو تو ہو معشوق کو بھی رنج | وله | یوسف گرا کنوین مین زلیخا کی چاہ سے

حضرت یوسف کے کنوین مین گرنے کی علت انکے بھائیونکا حسد سے ڈالدینا ہے اور شاعر نے اسطرح معلل کیا ہے کہ وہ زلیخا کے عشق مین گرے تھے۔

مولوی حبیب الرحمان خان بیدل

رہتا ہے سیہ پوش سدا خانۂ کعبہ | اس غم مین کہ تھا پہلے جلو خانہ کسیکا

خانۂ کعبہ کا سیاہ پوش رہنا بسبب سیاہ غلاف کے ہے اور شاعر نے اسکی علت اور بیان کی ہے۔

میر جواد علی ہادی

اُلجھ آج شکستہ ہے بہت رنگ رخ گل | صیاد نے کس بلبل شیدا کو ستایا

رنگ گل کا شکستہ ہونا صفت ثابت ہے اور علت اسکی گل کا مرجھانا ہے اور شاعر نے یہ علت بیان کی کہ بلبل شیدا کے غم مین گل کا رنگ شکستہ ہوا ہے۔

جوہر

دل شکنجے مین جو کھینچے تھے یہ تعزیر ہوئی | خوب موباف سے باندھے گئے کسکر گیسو +

گیسوؤن کو موباف سے کسکر باندھنا وصف ثابت ہے اور علت اسکی معشوق کی آرائش اور تزئین ہے مگر شاعر نے اُسکے لیے دوسری علت کا ادعا کیا ہے۔

(۲) وہ صفت ثابت ہو اور جو صفت شاعر نے ٹھہرائی ہے اُسکے سوا کوئی دوسری علت ظاہر نہو جیسے اس شعر مین +

میر عبد الحی

گل زمین سے جو نکلتے ہین برنگ شعلہ | کون جان سوختہ جلتا ہے تہ خاک ہنوز

گل کا زمین سے یعنی درختہاے زمین سے برنگ شعلہ سُرخ نکلنا فی نفسہ ثابت ہے لیکن علت اسکی شاعر نے یہ بیان کی کہ کوئی جان سوختہ تہ خاک جل رہا ہے حالانکہ یہ علت محض شاعر کے تخیل پر مبنی ہے اور کوئی دوسری علت بھی اسجگہ ظاہر نہین

نکلا ہے لالہ خاک کے نیچے سے سُرخ سُرخ | بیان | رنگین ہوا شہید وہ کے خون مین نہا نہا

مومن

خمیدہ کسلیے نو آسمان بنے تھے بھلا		نہ تھا ازل سے جو مدِّ نظر ترا پابوس

آسمانونکا خمیدہ ہونا صفت ثابت ہی اور علت اُنکے خمیدہ ہونیکی بظاہر معلوم نہین اور شاعر نے اس خمیدگی کی یہ علت ٹھہرائی ہی کہ ممدوح کی پابوسی کیلیے خمیدہ بنے ہین۔

قلندر

رنج وغم اہل ہنر ساتھ لگے پھرتے ہین		دامنِ گل کو نہین ہاتھ سے کانٹونکے فراغ

گل کے ساتھ کانٹون کا ہونا صفت ثابت ہی اور علت اسکی بظاہر معلوم نہین لیکن شاعر نے گل کو اہل ہنر سے تشبیہ دیکر یہ علت بیانکی کہ جسطرح اہل ہنر کو رنج وغم سے چھٹکارا نہین اسیطرح گل کو کانٹونسے جو اُس کے لیے رنج وغم کا موجب ہین فراغ نہین۔

خمیدہ فلک دیدۂ مہر ومہ سے	رسا	جہانمین تمھاری کمر ڈھونڈھتا ہی

اس شاعر نے فلک کے خمیدہ ہونیکی یہ علت بیانکی ہی کہ وہ میرے معشوق کی کمر ڈھونڈھنے کیلیے جھکا ہے۔

(۳) وہ صفت ثابت نہو اور موجود ہونا اُس صفت کا ممکن ہو جیسے۔

مومن

اُس نقش پا کے سجدے نے کیا کیا کیا ذلیل		مین کوچۂ رقیب مین بھی سر کے بل گیا

معشوق کے نقش پا کو سجدہ کرنا اُسکی تعظیم ہی اور ظاہر و متعارف ہی کہ کسی معتقد فیہ کی تعظیم سے ذلیل نہو پس تعظیم سے ذلیل ہونا ایک صفت ہے کہ فی نفسہٖ ثابت نہین لیکن محال بھی نہین بلکہ ممکن ہی کہ وہ امر کسی کے حق مین موجبِ ذلت کا ہوجائے چونکہ یہ امر غیر ثابت تھا اسواسطے مصرع ثانی مین اُسکی علت بیان کی یعنی معشوق کوچۂ رقیب مین تھا اور جب عاشق نے اُس جگہ نقش پاے معشوق کو سجدہ کیا تو رقیب کے کوچے مین سر کے بل جانا واقع ہوا اور لیسے مقام مین اسطرح کا امر ظہور مین آنا ننگ کا موجب ہے۔

برق

سر پہ اعلے کے بلا آئی تو ادنے بڑھگیا		دھوپ جب ڈھلنے لگی قامت سے سایا بڑھگیا

ادنے کا بڑھنا صفت غیر ثابت ہی کیونکہ متعارف یہ ہی کہ اعلے درجے والو پر خرابی وارد ہو تو ادنی بدرجہ ادنے خراب ہوجائینگے جس چیز کی اعلی زد نہین اُٹھاسکتے ادنے کب اُٹھا سکینگے لیکن یہ امر ممکن ہی اور اس کی علت دوسرے مصرع مین بیان کی ہی اور وہ یہ ہی کہ جب دن ڈھلنے لگتا ہی تو سایہ قامت سے بڑھ جاتا ہی اور قامت کے مقابلے مین سایہ ایک ادنے چیز ہے

سودا

جفائے دہر کرے سنگدل کو نازک دل | بنے ہی شیشہ جہاں نہیں گداز ہو خارا

جفائے دہر سے سخت مزاج آدمی کا نرم مزاج ہو جانا صفت غیر ثابت ہی کیونکہ متعارف یہ ہی کہ آدمی پر جس قدر سختی پڑتی ہی اتنا ہی سخت ہوتا جاتا ہی لیکن یہ بات ممکن ہی اور اسکی علت مصرع دوم مین بیان کی ہے یعنی پتھر کو گلا کر شیشہ تیار کیا جاتا ہی پس جفائے دہر سے سنگدل کا نازک دل ہونا ثابت ہو گیا۔

ناسخ

مرتبہ کم حرص رفعت سے ہمارا ہو گیا | آفتاب اتنا ہوا اونچا کہ تارا ہو گیا

رفعت کی حرص سے مرتبے کا کم ہونا صفت غیر ثابت ہے کیونکہ متبادر یہ ہی کہ رفعت کی حرص کرنے سے افزونی ہو لیکن یہ امر ممکن ہی اور اسکی علت مصرع ثانی مین مذکور ہی یعنی جب آفتاب اپنی حد سے اور زیادہ اونچا ہو جائے تو البتہ بہت چھوٹا معلوم ہونے لگے گا پس حرص رفعت سے مرتبے کا کم ہونا ثابت ہو گیا۔

ولہ

کرتے ہین سالک ترقی سے تنزل اختیار | جبکہ منزل پر سوار آیا پیادہ ہو گیا

حیدر حسن تصور

تصور گرم جوشی یار کی مجھکو رولائے گی | بہت گرمی کا ہونا مینھ برسنے کی علامت ہے

(۴) وہ صفت ثابت نہو اور موجود ہونا اُس کا محال ہو جیسے اس شعر مین۔

ناسخ

ملتا ہی نہین ہجر کا دن کیا ہی اڑی دھوپ | خورشید قیامت نے مرے گھر مین جمی دھوپ

ہجر کے دن کا نہ ٹلنا محال ہی کیونکہ زمین یا سورج کی گردش کی وجہ سے ایک حالت پر وقت رہ ہی نہین سکتا مگر پچھلے مصرع مین جو علت بیان کی وہ اس بات کو ثابت کرتی ہی۔

شعلوی

پھرتا ہے ہی چار پہر مضطر آفتاب | روشن ہی یہ کہ محو ہوا تجھپر آفتاب

آفتاب کا محو ہونا صفت غیر ثابت و ممتنع ہی اور اسکے چار پہر گردش کرنیکو محویت کی علت قرار دے کر اس بات کو ثابت کیا ہے۔

افضل

قاتل خلق ہو کیونکر نہ ترا ہر گیسو | حسن شمشیر ہے شمشیر کے جوہر گیسو

گیسو کا قاتل ہونا صفت ہی غیر ثابت اور ممتنع ہی اور اُسکے اثبات و امکان کے لیے اسکی علت یہ قرار دی کہ حُسن شمشیر ہے اور گیسو شمشیر کا جوہر ہے۔

سودا

اُمی پرستی ہی مری باعث آمرزش خلق	تو یہ صد قوم نے کی ہی مری منجوار سے

کسی کی مے پرستی کا خلق کی بخشش کا باعث ہونا ایک صفت غیر ثابت و محال ہی مگر شاعر نے دوسرے مصرع مین جو علت بیان کی اُسنے اُس صفت کو ثابت کر دیا ہی۔

امیر

وقت رفتار ہی زر ریز عجب فیض قدم	نقش پا راہ مین بنجاتے ہین دینار و درم

کسی کی رفتار مین زر ریزی ہونا ایک صفت غیر ثابت و ممتنع ہی مگر مصرع ثانی مین جو نقش پا کا دینار و درم بنجانا بیان کیا ہی اس علت سے رفتار مین زر ریزی کا ثبوت ہوتا ہی۔

میر

شہر مین کس منھ سے آئے سامنے تیرے کہ شوخ	جھائیونسے بھر رہا ہی سارا چہرہ ماہ کا

چاند کا معشوق سے شرما کر سامنے نہ آنا صفت غیر ثابت و ممتنع ہی اور اُسکے اثبات و امکان کے لیے چاند کے داغونکو جھائیان مانکر اُسکی علت قرار دیا ہے۔

مصحفی

جو علی کا حکم نافذ نہ فلک پہ تھا تو پھر کیون	بگہ غروب آیا نکل آفتاب اُلٹا

حضرت علی کا حکم فلک پر نافذ ہونا صفت غیر ثابت و ممتنع ہی مگر وہ علت کہ مصرع ثانی مین مذکور ہوئی اُس صفت کو ثابت کرتی ہے۔

امیر

مجھکو زاہد نہین شراب حرام	تیسرے دن میسر آتی ہے

اور حسن التعلیل سے ملحق ہی یہ امر بھی کہ کلام مین علت بطور شک کے مذکور ہو چونکہ اسمین علت مشکوک طور پہ ہوتی ہی اور حسن التعلیل مین اُسکا ادعا ہوتا ہی اور علت کو علت حقیقی ٹھہرانے مین اصرار ہوتا ہے اسلیے یہ قسم اخیر حسن التعلیل مین داخل نہین بہر صورت مثال اسکی یہ ہی۔

انشا

کیا کسی باغ مین ہی آج پڑی سوتی صبح	کیون مرے سامنے کمبخت نہین ہوتی صبح

صبح کے سامنے ہونیکی علت اُسکا سونا بطور رشک کے بیان کیا ہی۔

ناسخ

سنسان مثل وادی غربت ہے لکھنؤ
شاید کہ ناسخ آج وطن سے نکل گیا

غلام مصطفےٰ تحیر

فکر اطفال کو ہی سنگ اُٹھا لانیکی
آمد آمد ہوئی شاید ترے دیوانیکی

قدرت اللہ قدرت

کچھ دیر ہوئی اشک نہین آنکھوں سے گرتے
شاید تہ مژگاں کوئی لخت جگر آیا

گویا

قلم مین لپٹے ہی بالیدگی سے وقت رقم
ہر ایک سطر مگر شاخ عشق پیچان ہے

صنعت مشاکلہ وہ یہ ہی کہ دو چیزین ذکر کرین اور اُن دونون کو ایک جگہ مذکور ہونے کی مناسبت سے ایک ہی لفظ سے تعبیر کرین اگر کوئی یہ کہے کہ صنعت مشاکلہ کو صنائع لفظی مین داخل کرنا چاہیے کیونکہ اسکا تعلق لفظ سے ہی تو ہم اسکا جواب یہ دینگے کہ مشاکلہ مین ایک معنی کو ایک ایسے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہی جو اُس سے غیر ہوتا ہی اگرچہ اُس معنی کے لفظ کو بدلا جاتا ہی مگر یہ امر تابع ہے جیسے

ناسخ

خط مجھے لشکر سے بھیجا یار نے
فوج غم پر آج دل فیروز ہے

لشکر کی مناسبت سے غم کو بھی فوج کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔

واجد علی شاہ

لگا کر کبھی پان لاتی تھی وہ
محبت کا بیڑا اُٹھاتی تھی وہ

محبت کے اقرار اور وعدے کو پان کی مناسبت سے بیڑے کے لفظ کے ساتھ تعبیر کیا ہی۔

میر

کئی دن مین ہندو زن آنے لگی
لیے پانی اس راہ جانے لگی
نگاہین ہوئین ہمدگر آشنا
محبت کا دونون نے پانی بھرا

پانی کے ذکر کی مناسبت سے محبت کرنیکو پانی بھرنے سے تعبیر کیا ہے۔

ولہ

مین وہ رونے والا جہان سے چلا ہون
تجھے ابر ہر سال روتا رہے گا

ابر کے برسنے کو رونیکے ساتھ تعبیر کیا ہی اسلیے کہ رونے والے کے ساتھ اسکا مذکور ہولے ہے۔

روشن

اُسکی آنکھونسے بھلا کرتی ہی کیا ہم چشمی	جا کے بولے کہین نرگس بیمار آنکھین

آنکھونکی مناسبت سے برابری کرنیکو ہمچشمی کرنیسے تعبیر کیا ہے۔

انشا

نصیحت کا نگوڑا ہر گھڑی کیون پیسنا پیسے	بڑا دانا جو ہو چکی مین کیا چھوٹو نکو دل ڈالے

چکی اور دانے کی مناسبت سے نصیحت کرنیکو پیسنے سے تعبیر کیا ہے۔

شیفتہ

کیا کہون احباب کی آہن دلی	پانو نہین فولاد کی زنجیر ہے

فولاد کی زنجیر کی مناسبت سے بے مہری کو آہن دلی کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔

نسیم

مین جانکے جلی تو غم نہین ہاے	ڈر ہے کہ نہ تجھ پہ آنچ آجاے

جلنے کی مناسبت سے صدمہ پہونچنے کو آنچ آنیکے ساتھ تعبیر کیا ہے۔

یاس

زانوے یاس کہان اور سر دلدار کہان	ہمنشین بات وہ کر جسکا ہو کچھ بھی سر پانون

زانو اور سر کی مناسبت سے بات مین کچھ سچ ہونیکو سر پانونسے تعبیر کیا ہے۔

صنعت مزاوجہ یعنی دو معنی شرط و جزا مین ایسے واقع ہون کہ جو امر پہلے معنی پر مترتب ہو وہی دوسرے پر بھی مثال اسکی۔

داغ

وہ جو بولین تو بات جاتی ہے	چپ رہو نہین تو رات جاتی ہے

بولنا اور چپ رہنا دو معنی ہین اور ان دونو پر کسی شی کا جانا مترتب ہوا ہی یعنی اول پر بات کا اور دوسرے پر رات کا۔

رنگین

آہ کیجے تو آن جاتی ہے	ورنہ کیجے تو جان جاتی ہے

آہ کا کرنا اور نکرنا دو معنی ہین اور ان دونون پر کسی شی کا جانا مترتب ہولے ہے یعنی اول پر آن کا

اور دوسری پر جان کا

محمد حسین تجلی

جب رات تھی دراز ملاقات کم ہوئی | ملنے کے دن جو آئے تو پھر رات کم ہوئی

رات کا دراز ہونا اور ملنے کے دلون کا آنا دو معنی ہین اور ان دونون پر کسی شی کا کم ہونا مترتب ہوا ہی یعنی اول پر ملاقات کا کم ہونا اور دوسری پر رات کا کم ہونا

میر

اچھنبا ہے اگر چپکا رہون مجھپر عتاب آوے | وگر قصہ کہون دل کا تو سنتے اُسکو خواب آوے

چپکا رہنا اور دل کا قصہ کہنا دو معنی ہین اور ان دونون پر کسی شی کا آنا مترتب ہوا ہے یعنے اول پہ عتاب کا آنا اور دوسرے پر خواب کا آنا۔

ظفر

رونے جو دل کھولکر ٹکڑے جگر ہونے لگا | اور اگر رونے کو روکا درد سر ہونے لگا

صنعت عکس یعنی کلام کے بعض اجزا کو مقدم و موخر کرکے دوسرا فقرہ یا مصرع وغیرہ بنائین اور وہ معنی دیتے چلے جائین ہمنے عکس کو محسنات معنویہ مین اسلیے شمار کیا ہی کہ اسمین اول عکس معنی کا اور اُسکی تبدیل ہی پھر لفظ مین تبدیل کا واقع ہونا اُسکے اتباع سے ہی بخلاف رد العجز علی الصدر کے کہ اُس مین دو لفظ وارد کیے جاتے ہین جن مین سے ایک کلام کے اول مین ہوتا ہی اور دوسرا کلام کے آخر مین صنعت عکس کبھی دو لفظون مین ادا ہو جاتی ہے کبھی دو فقرون مین اور کبھی ایک بیت مین۔
مثال دو لفظ کی۔

غالب

وفور اشک نے کاشانے کا کیا یہ رنگ | کہ ہو گئے مرے دیوار و در در و دیوار

نصرت

جیحون کو دشت دشت کو جیحون بنائین یہ | گردون کو ارض ارض کو گردون بنائین یہ
پستی کو اوج اوج کو پستی بنائین یہ | ہستی کو نیست نیست کو ہستی بنائین یہ

شایان

درختو نکی باہم ہوئی حرب و ضرب | لڑے خوب باہم ہوئی ضرب حرب

نسیم

باقی ساقی جو کچھ ہو سے لے | ساقی باقی شراب دیدے

انیس

استادہ آب مین یہ روانی خدا کی شان | پانی مین آگ آگ مین پانی خدا کی شان

مثال دو فقرونکی۔

نعیم

کس طرح تجھے پا دین اب ہمکو بتا ظالم | یان کہتے ہین وان ہوگا وان کہتے ہین یان ہوگا

ناسخ

وہ خدا کا دوست ہے اور دوست ہے اُسکا خدا | کیون نہو ناسخ محبت حیدر کرار کی

امیر مینائی

گلا کٹوا مزے سے لیکے پھر ایدل کہان یہ دن | کبھی گردن ہو خنجر پر کبھی خنجر ہو گردن پر

ولہ

دونون بیتاب ہین حضرت کی زیارت کے لیے | دل کو سمجھاتا ہون مین دل مجھے سمجھاتا ہے

دبیر

قابل مین سخن کے ہون سخن میرے ہی قابل | لیکن سخن شہرہ فگن میرے ہے قابل

جرأت

تو بموج پر تو ماہ سان کہون اضطراب مین کیا کیا | کبھی پار تھا کبھی وار تھا کبھی وار تھا کبھی پار تھا

صبا

صبا یہ اُس کا ہے موجد وہ اُسکا موجد ہے | بشر ہے غم کے لیے اور غم بشر کے لیے

مثال پوری بیت کی۔

ظفر

یہی ایک غم ہے یہی اِک الم ہے
مری چشم نم ہی اسی رنج و غم مین
خفا کیون صنم ہے نہین بھید کھلتا

یہی اِک الم ہے یہی ایک غم ہے
اسی رنج و غم مین مری چشم نم ہے
نہین بھید کھلتا خفا کیون صنم ہے

ساری غزل اسی صنعت مین ہی۔

منشی

ہوا پہلوان عاشق دلستان | ہوئی دلستان عاشق پہلوان

ذوق

نے شکایت نہین ای ذوق محبت کے مزے	بے محبت نہین ای ذوق شکایت کے مزے

میر حسن

یہ گھر گو کہ میرا ہے پتر انہین	پر اب گھر یہ تیرا ہے میرا نہین

سودا

شفا کو ہر طرف اسطرح سے کرے نہ اجل	اجل کو ہر طرف اس طرح سے کرے نہ شفا

اور اسی صنعت کے قبیل سے ہی یہ امر بھی کہ ایک بیت کو تقدیم و تاخیر الفاظ سے کئی وزن پر کرلین جیسے یہ مصرع۔

بتاؤ مرے جانی ہوے کیون خفا مجھسے

اسکی تقطیع یون ہی فعولن مفاعیلن فعولن مفاعیلن ۔ وزن دوسرا ع

جانی بتاؤ مرے مجھسے ہوے کیون خفا

مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن یہ بحر بسیط مثمن سالم ہی ۔ وزن تیسرا ع

مرے بتاؤ جانی خفا کیون ہوے مجھسے

تقطیع مفاعلن مفعولن مفاعلن مفعولن یہ وزن بحر بسیط مثمن مزاحف ہی ۔ وزن چوتھا ع

جانی بتاؤ مرے مجھسے ہوے کیون خفا

تقطیع مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلن ۔ وزن پانچوان ع

جانی مرے بتاؤ مجھسے خفا ہوے کیون

مفعول فاع لات مفعول فاع لیان ۔ دریاے لطافت مین اس صنعت کو صنائع لفظی مین لکھا ہے۔
صنعت القول بالموجب یہان موجب جیم کے کسرے اور فتحہ دونون طرح سے جائز ہی مراد اس سے یہ ہے کہ کسی شخص کے کلام مین کوئی لفظ واقع ہو تو اُس لفظ کے معنی کو خلاف مراد اُس کہنے والے کے محمول کرین
لطیفہ ایک امیر کی دولت سرا مین محفل رقص و سرود گرم تھی اور ایک رنڈی خوش الحانی مین غیرت ناہید حُسن جلوہ مین رشک خورشید زلیخا طبیعت مجنون صفت اپنے ناچ کی چمک دمک دکھا رہی تھی ہر ایک ساز اس کا اصول و قانون کے ساتھ بج رہا تھا کہ صوفیان صافی مذاق بیخود ہو کر وجد مین آتے تھے وفور مذاق اور حصول ذوق و شوق مین سر تلو جنبش گویا اضطراری ہو گئی تھی سارنگیون کی آواز خوش انداز پر عاشق زار دل افگار دست وحشت سے اپنا گریبان تا بدامان تار تار کرتے تھے اور طبلے کی تھاپ پر داہنی بائین کے لوگ عالم حیرت مین

بیٹھے تھے حالت رقص مین اُس ماہرو کا کبھی آگے بڑھنا اور کبھی پیچھے ہٹنا اور ہاتھ دراز کرنا اور چکّھیری لینا اور سمٹ کر بیٹھ جانا دل ہاے عشاق کو تہ و بالا کرتا تھا اتفاقاً ایک جوان پری پیکر زیبا شمائل شیرین خصائل اُس محفل مین ناز و انداز سے سج دھج بنائے بیٹھا ہوا تھا اس مغنیہ کا دل اُس شمع جمال پر پروانے کی مانند قربان ہوا اور ذرے کی طرح اُس خورشید آسمان خوبی پر دل و جان سے فریفتہ ہوئی بار بار اُس کے مُنھ کو تکتی اور لاکھ جی سے اُسپر فدا ہو کر اُسکے خط و خال کا تماشا دیکھتی اہل مجلس مین سے ایک شخص یہ حال دیکھکر صاف تاڑ گیا اور چرب زبانی سے بولا کہ بی جی آپکی تو آنکھ لگ گئی وہ مسکرا کر بولی کیا کیجے صاحب نیند آئی ہو اُس شخص کی مراد آنکھ لگ گئی کہنے سے یہ تھی کہ تم عاشق ہو گئین مگر مغنیہ نے اخفاے حال کے واسطے اس بات کو خواب کی طرف لیجا کر اُسکے مناسب جواب دیا کہ نیند آئی ہے مثال نظم کی۔

داغ

آنکھ لگتی ہی تو کہتے ہین کہ نیند آتی ہے
آنکھ اپنی جو لگی چین نہین خواب نہین

لوگونکی مراد آنکھ لگنے سے نیند آنا ہوتی ہو اور قائل نے آنکھ لگنے کے معنے عاشق ہونا لیے ہین۔

نعیم

کہتے ہین مرگ کو وصال نعیم
نہوا وصل ہمنے مر دیکھا

قائل نے وصال سے معشوق کی ملاقات مراد رکھی ہو اور لوگ حق سے واصل ہونا مراد رکھتے ہین۔

ولہ

جب کہا اُنسے کہ مرتا ہون تو ہنسکر بولے
مُنھ تو دیکھو یہ بڑے آئے ہین مرنے والے

عاشق کی مراد مرنیسے یہ تھی کہ مین جان سے جاتا ہون اور معشوق نے مرنیسے مراد عاشق ہونا رکھا ہے۔

جرأت

وہ نہ آئے تو یہ ہو جاسے غلط
کہ بن آئے نہین مرتا کوئی

بن آئے مرنے سے مراد یہ ہو کہ بغیر موت کے آئے کوئی نہین مرتا اور قائل نے اس شعر مین بن آئے مرنیسے بغیر معشوق کے آئے مرنا مراد رکھا ہو۔

ذوق

جب کہا مرتا ہون وہ بولے مرا سر کاٹ کر
جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

مرنیسے عاشق کی مراد یہ تھی کہ مین تجھپر شیدا ہون معشوق نے اُس سے حقیقی موت مراد رکھی۔

سوز

کہتے تھے پہلے میر میر تب نہ موے ہزار حیف
اب جو لیے ہین سوز سوز یعنی سدا جلا کرو

ابتدا مین سوز میر تخلص کرتے تھے چنانچہ اسی امر کی طرف اشارہ کرکے پھر لفظی معنے مراد لیے۔
آبحیات مین لکھا ہی کہ نواب جھجر نے شاہ نصیر سے کہا کہ وعدہ فرمایئے کہ آپ جھجر مین کب آیئے گا
ہنسکے بولے کہ جھجر کی چاہ تو وہی گرمی مین۔

صنعت احتجاج بدلیل یعنی کسی دلیل سے کلام کو مدلل کرنا اور اُسکی دو صورتین ہین۔

(۱) بطور متکلمین کے کلام مین نتیجۂ مطلوب کا حاصل ہونا کیونکہ متکلمین کا کلام دلیل اور برہان پر مشتمل ہوتا ہی اس قسم کو مذہب کلامی کہتے ہین غرضکہ صنعت ہونا اسکا اس وجہ سے ہی کہ دلیل اہل کلام کے طریق پر لائی جائے اور اہل کلام کے طریق پر دلیل لانے سے یہ مطلب ہی کہ دلیل کی صورت قیاس استثنائی یا اقترانی کے طور پر ہو کہ جسکے مقدمات کے تسلیم کر لینے سے عقلی طور پر مطلوب کا تسلیم کر لینا لازم آئے پس جو حجت اسطرح نہ لائی جائے کہ قیاس استثنائی یا اقترانی کی صورت اُس سے پیدا ہو سکتی ہو وہ صنعت مذہب کلامی مین داخل نہوگی لیکن مراد اس سے کہ حجت اہل کلام کے طریق پر ہو یہ ہی کہ اُس کلام سے دلیل اقترانی یا استثنائی کی صورت پر مقدمات کا ترتیب دینا صحیح ہو نہ یہ کہ صورت بالفعل بھی پائی جاتی ہو
مثال اسکی یہ شعر شاہجہان بیگم والیہ بھوپال شیرین تخلص کا ہے۔ ع

دنیا مین پڑا شور ہی شکر شکنی کا	شیرین جو تخلص مین ہوا نام ہمارا

اس شعر سے مطلوب اسطرح ثابت ہوتا ہی کہ دنیا مین متعلق محمول یعنی پڑا کلمہ ہی شور موضوع ہے رابطہ غیر زمانی شکر شکنی کا مرکب تقییدی اضافی متعلق یعنی مضاف الیہ موضوع قضیہ حملیہ خارجیہ بتیا اور دلیل اسپر مصرع آیندہ قیاس اقترانی حملی شکل پہلی اور تیسری اور چوتھی سے اور اشارات اس دلیل پر لفظ جو تو اس تقریر پر حاصل مصرع ثانی یہ ہوا اسلیے کہ نام ہمارا شیرین تخلص ہوا اور یہ قضیہ حملیہ موجبہ شخصیہ صغرے ہوا اور شیرین تخلص کی شکر شکنی کا شور دنیا مین پڑا ہے کبرے اور یہ شکل اول نتیجہ ہمارے نام کی شکر شکنی کا شور دنیا مین پڑا ہے اور ترتیب شکل ثالث کی اسطرح ہی شیرین تخلص نام ہمارا ہوا صغرے اور شیرین تخلص کی شکر شکنی کا شور دنیا مین پڑا ہی کبرے نتیجہ ہمارے نام کی شکر شکنی کا شور دنیا مین پڑا ہے اور تقریر شکل رابع کی اس وضع پر ہی شیرین تخلص نام ہی ہمارا صغرے اور شکر شکنی کا شور دنیا مین پڑا ہی شیرین تخلص کا کبرے نتیجہ ہمارے نام کی شکر شکنی کا شور دنیا مین پڑا اور یہی مطلوب تھا۔

مومن

شبہ کیا عصمت لخت جگر احمد مین	جب مسلم ہی کہ معصوم ہی جزو معصوم

شاعر نے اپنا مطلب یون ثابت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہین اور حضرت امام حسن علیہ السلام

انکا جز ہین اور معصوم کا جز معصوم ہوتا ہی تو نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت امام حسن بھی معصوم ہین۔

سودا

اگر عدم سے نہ ہو ساتھ فکر روزی کا	تو آب و دانہ کو لیکر گہر نہ ہو پیدا

اس شعر مین دلیل کی صورت اس طرح پہ ہے کہ اگر عدم سے فکر روزی کا ساتھ نہو تو گوہر آب و دانہ کو لیکر عدم سے پیدا نہو لیکن وہ آب و دانہ کو لیکر پیدا ہوتا ہے اس سے نتیجہ حاصل ہوا کہ فکر روزی کا عدم سے ساتھ ہی اسی طرح ہین یہ دو شعر اسی قصیدے کے۔

ولہ

بلند ہمت اگر ہون نہ زیر چرخ ضعیف جو ناتوان نکرین دستگیری دشمن	ہلال عید ہو عالم مین کیونکہ روزہ کشا تو خار و خس نکرے شعلے کو کبھو برپا

(۲) جو کلام تمثیل پر مشتمل ہو اسکو مذہب فقہی کہتے ہین فقہا یعنے علمائے اصول اپنی اصطلاح مین اسے قیاس بولتے ہین تمثیل مین استقراء اور قیاس منطقی کچھ کچھ دونون پائے جاتے ہین اس کو ناکامل استقرا سمجھو استقراء مین جزئیت سے کلیت پر دلیل لاتے ہین مثلاً جب چند مرتبہ ہمنے دیکھا کہ جب ایک امر ہوتا ہی تو اُسکے ساتھ فلان صورت بھی ہوتی ہو بس اس سے ہم نتیجہ نکال لیتے ہین کہ اس قسم کی جتنی باتین ہین سب ہمیشہ اسیطرحپر ہوتی ہین اور ایک عام قاعدہ ان سب باتون کے واسطے نکل آتا ہی چنانچہ ہم دیکھتے ہین کہ سیسہ لوہا چاندی وغیرہ جب خوب گرم کیے جائین تو پگھل جائین پس قاعدہ عام یہ نکلا کہ دھاتین پگھل جاتی ہین دوسری مثال ہمنے دیکھا کہ گائے بھینس بکریان اور سینگ والے جانور جگالی کرتے ہین پس قاعدہ عام نکلا کہ سینگ والے جانور جگالی کرتے ہین قیاس مین کلی کے قرینے سے جزئی پر حکم صادر کیا جاتا ہی اور یہ ٹھیک استقرا کے برعکس ہے استقرا سے ہمکو یہ بات معلوم ہوتی ہو کہ فلان چیزین زہردار ہین پس اس عام قاعدے سے جو ہمکو معلوم ہوا ہی یہ حکم لگا ئینگے کہ اگران زہردار چیزونمین سے کوئی بھی کسی شخص نے کھائی ہو تو اُسپر زہر نے اثر کیا ہوگا اسے قیاس کہتے ہین اسی طرح اگر کوئی نیا جانور سینگدار کہین ملے تو ہم رائے لگائینگے کہ یہ جگالی کرنیوالا ہی کیونکہ یہ عام قاعدہ دلیل استقرا سے معلوم ہوچکا ہو کہ سینگدار جانور جگالی کرتے ہین غرضکہ قیاس کلی سے جزئی پر دلیل لانے کو کہتے ہین اور استقراء جزئی سے کلی پر دلیل لانے کو بولتے ہین اور تمثیل مین جزئیت سے جزئیت ثابت کی جاتی ہو یعنی ایک چیز سے دوسری چیز پر حوالہ دیا جاتا ہو مثلاً کوئی نتیجہ نکالے کہ فلان مشرک کا انجام برا ہوگا کیونکہ ابوجہل مشرک کا انجام برا ہوا یہانپر استقراء اور قیاس دونون پائے جاتے ہین کیونکہ تمثیل ابوجہل مشرک سے استقراء کے طور پر یہ بات نکلتی ہو کہ کل مشرکون کا انجام

بُرا ہوتا ہی پس چونکہ یہ آدمی مشرک ہی اس سبب سے اُس عام قاعدے سے قیاس کے طور پر یہ بات نکلتی ہے کہ اسکا انجام بُرا ہوگا یہ طریقہ دلیل لانے کا بہت صاف اور صحیح ہی کہ حاجت اور مثال لانے کی یہاں نہین ہی مگر جب تک وجہ مناسبت جسکو علت اور وجہ جامع کہتے ہین قطعی نہو تمثیل یقین کا فائدہ نہین بخشتی جب علت قطعی ہوتی ہی اُسوقت قیاس کی طرف رجوع کر کے یقین کا فائدہ دیتی ہے جیسے کہین بھنگ حرام ہی اسوجہ سے کہ مسکر ہی اور ہر مسکر حرام ہی پس علت حرمت کی سکر ہی جو خمر مین تھا نہ سبزی نہ سیلان نہ بو کہ اور چیزونمین بھی جو حلال ہین پائے جاتے ہین لہذا متعین ہوا کہ نشہ بوجہ حرمت کے ہی جو خمر مین تھا اور یہ علت قطعی ہی قیاس ایسے دو قضیونسے بنتا ہی کہ اُن کے مان لینے سے ایک دوسرا قضیہ لازم آجائے اور اس دوسرے قضیہ کو نتیجہ کہتے ہین اور پہلے دو مقدمات کہلاتے ہین بھنگ مسکر ہی اور ہر مسکر حرام ہی دو قضیے ہین کہ جنکے مان لینے سے یہ نتیجہ لازم آیا کہ بھنگ حرام ہی مثال نظم کی

سید محمود علی برتر

ہم آپکے کوچے سے جو نکلے تو عجب کیا	آدم بھی ہوے خلد کی تعمیر سے باہر

اپنی ذات کو آدم پر قیاس کیا ہی۔

ظفر

تو کہین ہو یہ دل دیوانہ وان پہونچے ہی گا	شمع ہووےگی جہان پروانہ وان پہونچے ہی گا

دل دیوانہ کے حال کو پروانے کے حال پر قیاس کیا ہی۔

ولہ

بے شرارت کوئی ہوتے ہین بہم دو سنگدل	دیکھو پتھر پر گرا پتھر شرر پیدا ہوا

مؤلف عفی عنہ نے رامپور مین حکیم ضامن علی جلال سے اس مثال مین شعر کہدینے کی استدعا کی تو انھون نے نمونے کے لیے فارسی کی مثال طلب کی راقم نے یہ رباعی ابو الفرج رونی کی دیدی۔

رباعی

گفتم کہ ز خردی دل من ہست پدید	اندوہ بزرگ تو درو چون گنجید
گفتا کہ ز دل بدیدہ باید نگرید	خردست بدو بزرگہا توان دید

جلال نے اسی رباعی کا ترجمہ کر دیا اور کہا کہ ترجمہ بھی صنائع مین داخل ہی۔

رباعی جلال

مین نے جو کہا کہ تو ذرا سا ہے دلا	کیونکر غم بسیار نے کی تجھ مین جا

دل بولا کہ آنکھ بھی ہے اک چھوٹی سی شہر	اور اُسمین سما جاتا ہے دیکھو کیا کیا

دل کو دیدہ پر قیاس کیا ہی جلد ہفتم ہفت قلزم وغیرہ سے معلوم ہوتا ہی کہ کسی مضمون کا ایک زبان سے دوسری زبانمین قصداً ترجمہ کرنا اور پھر رعایت نظم و موزونیت کا رکھنا صنائع معنوی مین داخل ہے اور نام اسکا صنعت ترجمہ ہی بدرجاجرمی شاگرد محمد ہگر فارسی نے ابو الفتح بستی کے قصیدۂ عربی کا ترجمہ فارسی مین نہایت عمدہ موزون کیا ہی کہ ایک ایک بیت کا ترجمہ ایک ایک بیت واقع ہوئی ہے مطلع اُن دونون قصیدونکا یہان درج کیا جاتا ہی۔

زِیَادَۃُ الْمَرْءِ فِی دُنْیَاہُ نُقْصَانُ	وَرِبْحُہٗ غَیْرُ مَحْضِ الْخَیْرِ خُسْرَانُ
ہر کمالے کہ ز دنیاست ہمہ نقصان ست	سود کان محض نکوئی نبود خسران ست

اور شید لے سعدی کے قصیدۂ فارسی کا ترجمہ اُردو مین کیا ہی کہ ایک ایک بیت کا ترجمہ ایک ایک بیت واقع ہوئی ہی چنانچہ۔

ترا ز کوے اجل کے فرار خواہد بود	قرار گاہ تو دار القرار خواہد بود
اجل کے کوچے مین تیرا گذار ہووے گا	ترا قرار بدار القرار ہووے گا
ترا بہ تختۂ تابوت در کشند از تخت	گرت خزانہ و لشکر ہزار خواہد بود
دھرینگے تجھکو جنازے مین تخت شاہی سے	اگر خزانہ و لشکر ہزار ہووے گا
ترا بہ کنج لحد سالہا بباید خفت	تن تو طعمۂ ہر مور و مار خواہد بود
لحد کے گوشے مین تجھکو زمین پہ سونا ہی	بدن ترا خورش مور و مار ہووے گا

عمر خیام

در چشم محققان چہ زیبا و چہ زشت	منزلگہ عاشقان چہ دوزخ چہ بہشت
پوشیدن بیدلان چہ اطلس چہ پلاس	زیر سر عاشقان چہ بالین چہ خشت

منشی رام سہلے تمنا لکھنوی یون ترجمہ کرتے ہین۔

محققون کی نظر مین ہی خوب و زشت سب ایک	ہی عاشقونکے لیے دوزخ و بہشت سب ایک
لباس ٹاٹ کا اطلس کا بیدلون کو ہی ایک	سر شدا کو ہین بالین اور خشت سب ایک

عمر خیام

عشقے کہ مجازی بود آبش نبود	چون آتش نیم مردہ تابش نبود
عاشق باید کہ سال و ماہ و شب و روز	آرام و قرار و خورد و خوابش نبود

تمنا

ہو عشق مجازی مین نہ رونق کا ظہور	جو آگ بجھی ہوئی ہے کب ہو پُر نور
عاشق وہ ہی جس سے سال وفا ثابت و دور تو	خواب و خور و تاب ضبط و آرام ہو دور ا

صنعت استتباع اسکو الموجہ بھی لکھتے ہین اور یہ اسطرح ہو کہ ممدوح کی تعریف اس طور پر کرین کہ اُس سے ضمناً دوسری تعریف اور ثابت ہوتی ہو جیسے اس مثال مین۔

ذوق

زیر ران تیرے ہو وہ توسن چالاک کہ تو	چھیڑ دے ایک ذرا اُسکو جو وقت صف جنگ
یون کرے جست کہ جیسے سر میدان نبرد	مُنھ سے اُڑ جائے حریفون کے ترے خوف سے رنگ

اس قطعہ کے مضمون سے ایک تو یہ تعریف پیدا ہوئی کہ گھوڑا ممدوح کا نہایت عمدہ و تیز و چالاک ہو جست ایسی بھرتا ہو جیسے چہرے سے رنگ اُڑتا ہو دوسری یہ نکلی کہ تو ایسا بہادر ہو کہ دشمن کے چہرے کا رنگ تیرے خوف سے اُڑ جاتا ہو۔

سودا

خو گر تو خلق و حلم و حیا سے اگر نہو	اور ہو تری نگاہ مین اعمال عاصیان
تجھ آتش غضب کے شرارے کے سامنے	بارود کا ہو تو وہ زمین اور آسمان

غرض اس قطعہ مین مدح حلم اور خلق اور حیا سے ہو اور اُسکو اسطرح سے بیان کیا کہ مدح غضب کی بھی حاصل ہو گئی

میر

تو ہے کہ تونے دوش نبی پر قدم رکھا	بت توڑ توڑ شرک کی صورت دیے مٹا

اس سے دو مدح نکلین ایک بتون کا توڑنا دوسرے شرک کا مٹانا۔

صنعت ادماج (بکسر الف و سکون دال مہملہ) یعنی کلام سے دو معنی حاصل ہون اور تصریح دوسرے معنی کی نکی ہو یہ بہ نسبت استتباع کے عام ہو یعنی استتباع سے تو یہ مراد ہو کہ ایک مدح سے دوسری مدح پیدا ہو اور ادماج مین مدح کا ہونا کچھ ضرور نہین اور ایہام و ادماج مین یہ فرق رہا کہ ایہام مین ایک لفظ دو معنی رکھتا ہو جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہین اور ادماج مین پورے کلام کے دو معنی ہوتے ہین اور توجیہ یعنی محتمل الضدین اور ادماج مین بھی فرق ہو یعنے وہ بہ نسبت ادماج کے خاص ہو اسلیے کہ اُسمین ایک کلام سے ایسے دو معنی پیدا ہوتے ہین کہ دوسرے معنے پہلے معنی کی ضد ہوتے ہین چنانچہ اُسکے بیا نمین معلوم ہوا اور ادماج مین ایک معنی دوسرے معنی کی ضد نہین ہوتے مثال ادماج کی یہ شعر قصیدہ نظم مسمی بہ خیابان خلد کا

جود نے دو دیے معنی مرے اس مصرع کو	اب فقیر و سنگے ہین گھر معدن دریا و جبل

ایک معنی یہ ہین کہ اسقدر بخشش کی کہ فقیر و سنگے گھر معدن دریا و جبل ہوگئے یعنی وہ لوگ زر و گہر و لعل سے مالا مال ہوگئے دوسرے معنی یہ کہ اتنی داد و دہش کی کہ زر و گوہر و لعل کے صرف ہو جانے سے معدن دریا و جبل خالی ہو کر فقیر و سنگے سے گھر ہوگئے انمین کچھ نہ رہا یہ شعر مدح مین ہی اور ایک کلام سے دو معنی نکلتے ہین مگر ایک مدح سے دوسری مدح نہین نکلتی ورنہ استتباع کی مثال مین لکھا جاتا۔

غالب

کیونکہ اُس بت سے رکھون جان عزیز	کیا نہین ہے مجھے ایمان عزیز

ایک معنی تو یہ ہین کہ اس سے جان عزیز رکھونگا تو وہ ایمان لے لیگا اسلیے جان کو عزیز نہین رکھتا تاکہ ایمان بچ جائے دوسرے معنے یہ ہین کہ اُس بت پہ جان قربان کرنا عین ایمان ہے پھر اُس سے جان کیونکر عزیز رکھی جا سکے۔

ولہ

اُلجھتے ہو تم اگر دیکھتے ہو آئینہ	جو تم سے شہر مین ہون ایک دو تو کیونکر ہو

اسکا ایک مطلب تو یہ ہی کہ تم جیسے نازک مزاج ایک دو شہر مین اور ہون تو شہر کا کیا حال ہو اور دوسرے معنی یہ ہین کہ جب تمکو عکس کا بھی اپنی مانند ہونا گوارا نہین تو شہر مین اگر فی الواقع تم جیسے ایک دو حسین موجود ہون تو تم کیا قیامت برپا کردو۔

ولہ

مجھکو دیار غیر مین مارا وطن سے دور	رکھ لی مرے خدا نے مری بیکسی کی شرم

اسکے دو معنی ہین ایک یہ کہ دیار غیر مین میرا کوئی شناسا نہ تھا بس اگر وہان بیکسی اور کس مپرسی کی حالت مین موت آئی تو کچھ زیادہ ذلت نہوئی دوسرے معنے یہ ہوتے ہین کہ وطن سے دور مارنے مین بیکسی کی شرم رکھی کیونکہ اگر وطن مین موت آتی تو بیکسی کی تکمیل نہوتی۔

ولہ

زندگی مین تو وہ محفل سے اُٹھا دیتے تھے	دیکھون اب مرگئے پر کون اُٹھاتا ہے مجھے

اسکے دو معنی ہین ایک تو یہ کہ زندگی مین تو مجھے محفل سے اُٹھا دیتے تھے اب مرنیکے بعد دیکھون مجھے وہانسے کون اُٹھاتا ہی اور دوسرے معنی یہ ہین کہ محفل سے تو اُٹھا دیتے تھے دیکھون اب جنازہ میرا کون اُٹھاتا ہی اسی قبیل سے ہی یہ شعر

مومن

تیرا اقبال روز افزون ہو ۔ جیسے مومن پہ فضل رحمانی

ولہ

ایک دن یون ہجوم یاران تھا ۔ جیسے اب مجمع پریشانی +

ناسخ

سلک گوہر سخن اپنا ہے ولیکن ناسخ ۔ دہن یار کے مانند نہان کیا کیجے

ولہ

کافی ہی فقط ظل الٰہی کا اشارہ ۔ ناسخ کیطرح تابع فرمان ہی یہ گھوڑا

میر

دولت اُسکی موج زن جیسے محیط ۔ خاک بر سر مدعی جیسے سراب

معیار البلاغۃ مین ادماج کی مثال دینے مین غلطی کی ہی یعنی ادماج مین ایہام کی مثال دی ہی
صنعت مبالغہ یعنی کسی امر کو شدت و ضعف مین اس حدتک پہونچا دینا کہ اُس حدتک اُسکا پہونچنا
محال ہو یا بعید ہو تاکہ سُننے والے کو یہ گمان نہ ہے کہ اس وصف کا اب کوئی مرتبہ باقی ہی اور مبالغے کی
تین قسمین ۔ تبلیغ ۔ اغراق ۔ غلو ۔
تبلیغ اُسے کہتے ہین کہ مدعا یعنی کسی امر کا انتہا تک پہونچا دینا عقل و عادت کے نزدیک ممکن ہو شلاً ۔

شہیدی

وعدۂ شام پہ کی ہمنے عبث جاگ کے صبح ۔ وہ اسی وقت نہ آتے اگر آنا ہوتا

یہ بات عقل و عادت کی رو سے ممکن ہی کہ عاشق اپنے معشوق کے انتظار مین رات بھر جاگے ۔

مومن

دم مصاف ترے دشمنونکے لشکر مین ۔ صدائے نوحہ و شیون ہی شور و غلغل کوس

ممکن ہی کہ لڑائی کے وقت ایک سمت کے لشکر کو ہزیمت ہو اور بہت سی فوج ماری جائے اور رونا پیٹنا مچے

سودا

پہونچے ہم آرزوے وصل مین نزدیک مرگ ۔ سوجھے ہی شکل ملاقات بہت دور ہمین

معشوق کے وصل کی آرزو مین قریب مرگ ہو جانا عقلاً و عادۃً ممکن ہی ۔
اغراق اُسے کہتے ہین کہ مبالغہ قریب العقل بعید العادت ہو مثال اسکی ۔

مومن

گرگ نے دور عدل مین اُسکے ۔ سیکھ لی راہ و رسم چوپانی

ممکن ہی کہ بھیڑیا گوسفند وغیرہ کو نہ مارے اور محافظت کرے مگر عادۃً یہ بات محال ہی۔

ولہ

آشیان عقاب و شاہین مین ۔ روز کنجشک کی ہے مہمانی

قلق

یہ عدالت سے ہے جہان معمور ۔ باز سیتا ہے بچۂ عصفور

شمس الدین قسمت

مقدور ہے کس کا جو ترے حکم کو ٹالے ۔ رستم جو نہ آوے تو وہین اُس کا سر آوے

رستم کا سر کاٹ کر لانا باعتبار اُسکی بہادری کے عادۃً محال ہی لیکن ممکن ہی کہ کوئی شخص اُس کا سر کاٹ لائے۔ یہ دونون قسمین مبالغے کی مقبول ہین اور یہی محسنات بدیعی مین سے ہین۔

غلو ایسے مبالغے کو کہتے ہین کہ خلاف قیاس و بدیہی البطلان اور عقل و عادت دونونکے نزدیک ممتنع اور محال ہو۔ مبالغے کی یہ قسم نامقبول ہے جیسے

منشی

غرض اس طرح ترک کشتے ہوے ۔ کہ کشتونکے تا چرخ پشتے ہوے

لاشونکے انبار چرخ تک لگ جانا نہ از روے عقل کے ممکن ہی نہ از روے عادت کے۔

مظفر علی اسیر

برق پہونچے نہ کبھی دوڑ مین ہمرہ کاب ۔ گرد کی طرح رہے ساے کے پیچھے صرصر

برق و ہوا کا گھوڑے سے رہجانا عادت و عقل دونونکے نزدیک محال ہی۔

ولہ

چمکے جو تیغ قہر کسی روز جنگ مین ۔ ٹھہرے نہ سایہ خوف کے مارے بدن کے پاس

ولہ

یہ ریزہ ریزہ کیا اُسنے جسم اعدا کو ۔ کہ روز حشر ہوا اس کا اجتماع محال

احمد خان غفلت

خوان انعام ترا مہر اگر سر پہ اُٹھائے ۔ نان نہ کردہ کی صورت ہو و دتا اُسکی کمر

انشا گھوڑے کی تعریف مین

ہی اس آفت کا سبک سیر کہ اب اُسکا	حاضری کھائے جو کلکتہ تو لندن مین ٹپن

آزاد

ہے جس جا پہ مسافر کیلیے گھر ہی ہین	شیر کنجشک جو چاہو تو میسر ہو وہین

دبیر

سب وہ رہے تھے زور کو وان سن بھی گھٹ گیا	مانند ناف خوف سے سینہ سمٹ گیا

بہر صورت مبالغۂ غلو محسنات بدیعی مین سے نہین ہان جبکہ مقبول ہو جائے اور یہ اُس صورت مین مقبول ہوتا ہی کہ جب ایسا کوئی لفظ ذکر کرین جس سے وہ مقرون بہ صحت ہو جائے اور امکان کی صورت پیدا ہو جیسے۔

سودا

اس گلشن ہستی مین عجب دید ہے لیکن	جب چشم کھلی گل کی تو موسم ہی خزان کا

مقصود یہان اس امر کا بیان ہی کہ بہار اس گلشن دنیا کی آنکھ کھلنے کے عرصے مین جاتی رہتی ہی اور یہ امر قرین صحت کے نہین ہو سکتا کسلیے کہ ایک ساری فصل کا عرصۂ قلیل مین بسر ہو جانا نہ باعتبار عادت کے ممکن ہی اور نہ عقل مین آتا ہی لیکن جب آنکھ کھلنا گل کی طرف منسوب کیا تو وہ امر صحت سے مقرون ہو گیا کیونکہ گل بعد کھلنے کے ٹوٹ کر گر پڑتا ہی اور یہ امر اُسکے واسطے خزان ہی۔

وله

عشق کی بھی منزلت کچھ کم خدائی سے نہین	ایک سا احوال یان بھی ہی گدا و شاہ کا

عشق کی منزلت اور مرتبے مین مبالغہ حد سے زیادہ بڑھ گیا اور یہ امر قرین صحت کے نہ تھا جب یہ کہا کہ یہان بھی گدا اور شاہ کا ایک سا احوال ہی تو وہ امر صحت کے قریب ہو گیا کیونکہ اللہ جل شانہ کے نزدیک بھی گدا و شاہ برابر ہین۔

یا خیالات نازک و لطیف اُس سے ظاہر ہون جس سے مقبول و پسند طبائع ہو جیسے اس شعر مین مومن کے قصیدے کے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مدح مین ہی۔

دست یاقوت فشان دھوئے لب جو وہ اگر	کوہ سیلان پہ بنے خاک فضلے گلزار

یعنی ممدوح اپنے ہاتھونکو جن سے جواہر جھڑتے ہین اگر لب جو دھوئے اور پانی ہاتھونکا دریا مین گرے اور دریا کے پانی سے گلزار کی آبیاری ہو تو خاک گلزار مین اسقدر یاقوت وغیرہ جواہر پیدا ہون یا یہ کہ وہ خاک بالکل جواہر ہو جائے اور کوہ سیلان یعنی لنکا کے پہاڑ جو معدن لعل و یاقوت ہین اُنپر

وہ خاک ہنسے کہ تجھ مین کچھ بھی نہین ہے یہ بات عقلاً و عادةً محال ہو لیکن چونکہ خیالات نازک و لطیف ہین طبیعت کو پسند ہے۔

اسی قبیل سے ہی یہ شعر امیر کا۔

طبیعت کشتہ تکانہ تیار بھی ہونے پائے	ہو چلے تیغ و قضا مین برضا بیع وسلم

اسی عالم سے ہی انیس کا یہ بند تلوار کی تعریف مین۔

کاٹا پلک مین آنکھ کو پتلی مین نور کو	با تو نمین کجروی کو سرون مین غرور کو
سینے مین بغض وکینہ کو دلمین فتور کو	نیت مین معصیت کو طبیعت مین ورکو

ذات اک طرف مٹا دیا بالکل صفات کو
کیسی زبان مین یہ کاٹ آئی بات کو

یا مبالغہ بطور ہزل کے ہو جیسے سودا گھوڑے کی ہجو مین کہتا ہے۔

کمرو ہو اسقدر کہ اگر اسکے نعل کا	لوہا بناکے تیغ بنائے کبھی لوہار
ہو دلکو یہ یقین کہ وہ تیغ روز جنگ	رستم کے ہاتھ سے نہ چلے وقت کارزار
گر باندھکر سمنزل سے پھینکدین اُسے	ٹھیکے بغیر تین نہ اُترے گا زینہار

پہلے دو شعر دونین مبالغہ کمروری مین ہی اور یہ ظاہر ہی کہ ایسا نہین ہوسکتا کہ کمروری کی تاثیر سے نعل مین وہ اثر ہوجائے کہ اُسکے لوہے کی تلوار بنی ہوئی چل نسکے اور تیسرے شعر مین مبالغہ ہی گھوڑے کے ضعف مین اور یہ ظاہر ہو کہ باندھکر ڈالدینے کے وقت بسبب ضعف کے تین ٹھیکے لیکر اُترنا ممکن نہین کیونکہ اُس وقت گرنا بے اختیاری ہے اور ضعف مین توقف کرنا اختیاری ہوتا ہی لیکن چونکہ یہ بطور ہزل کے ہی اسلیے طبیعت کو پسند آتا ہے۔

صنعت تعجب یعنی کسی چیز پر تعجب ظاہر کرین کسی فائدے اور غرض کے واسطے جیسے۔

محمد پناہ خان حکیم

کہتے ہین حکیم آیا میخانے سے مسجد مین	ہمکو تو تعجب ہی وہ گبر مسلمان ہو

اس شعر مین قائل نے تعجب کیا کہ حکیم اتنا تو بڑا رند تھا پھر وہ کیسے تائب ہوکر مسجد مین آیا۔
فائدہ تعجب کا حکیم کی رندی مین مبالغہ ہے۔

مومن

زخم کھایا زہر کھایا تو بھی کچھ ہوتا نہین	دیر گذری مرگ کو کیا جانیے کیا ہوگیا

موت کے نہ آنے پر تعجب ہے اور گران جانی مین مبالغہ۔

مرزا مہر

سیہ چوٹی زرافشان مانگ سبز اُسپر دوشالہ ہی	تماشا ہی پرطاؤس نے کالے کو پالا ہے

یہ بات تعجب کی روسے بیان کی گئی کہ کالے کو پرطاؤس سے پالا ہی۔
فائدہ تعجب کا مبالغہ عداوت مار و طاؤس مین ہے۔

آباد

پیاس بجھ جاتی ہی دیکھے سے عجب حیرت ہی	بوند بھر بھی نہین رکھتا ہی مگر آب ذقن

اس امر پر تعجب ظاہر کیا ہی کہ چاہ ذقن مین پانی ایک بوند بھی نہین اور پیاس اُس سے بجھ جاتی ہے۔

سودا

فندق پا لگی سکنے کہ نہ دیکھا ہوگا	سرو کی بیخ سے پھولا گل اور نگ ابتک

برق

شہرہ ہو کیون نہ ابروے جانان کے خال کا	دیکھا کسی نے زاغ کمانِ ہلال کا

صنعت جامع اللسانین یعنی ایسی عبارت یا فقرہ یا مصرع ہو کہ اُسکو پڑھین تو دو زبانون مین معلوم ہو جیسے یار آجاے تو بہتر یہ فقرہ فارسی اور اُردو دونون زبانون مین معلوم ہوتا ہی اور معنی بھی دیتا ہے اور اس شعر مین۔

احسان دہلوی

فائدہ تم جو مجھے نزع مین یار آسے نظر	ہے نہ یارا سے سخن اور نہ یارا سے نظر

مقصود بالتمثیل لفظ یارا سے نظر ہے۔

مہر

موت بھی آکے کہین جاے فراق	گوشۂ دلمین نہین جاے فراق

اس شعر مین مقصود بالتمثیل جاے فراق ہے

نسیم

اک جنگلے مین جا پڑا جہان گرد	صحراے عدم بھی تھا جہان گرد

مقصود بالتمثیل لفظ جہان گرد ہے۔
صنعت ذو وجہتین اُسے کہتے ہین کہ کلام کو باعتبار صورت حروف کے بغیر لحاظ نقاط کے دو زبانون میت

پڑھ سکیں مرزا غالب اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں تازہ شیٔ بہتر بار سے بہتر عربی و فارسی اور عربی و ہندی میں بھی یہ صنعت جاری ہوتی ہے مثلاً عربی اِنّ بَانِی بَابِ بَیتِ جَاءَنی یعنی تحقیق مکان کے دروازیکا بنانیوالا میرے پاس آیا ہندی ان باپی باپ بیت جانی۔ (از رسالۂ عبد الواسع

صنعت دو ملمّعہ اُسے کہتے ہیں کہ کلام بہ تغیر نقاط و حرکات تین زبانوں میں پڑھا جائے جیسے یہ فقرہ۔

عربی بَیتی خُردُ تُریدُ یعنے خوبصورت نازک اور نوجوان عورت میرے گھر آنیکا ارادہ کرتی ہے۔

فارسی بینی خود برید **ہندی** بیٹی چو دیزید (از رسالۂ عبد الواسع)

مثال نظم کی یہ مصرع انشا کا۔

عربی بیا نا حُبّ من حالنا یبا کی ہس

فارسی بیا یا حُب من حالیا ہپا کی باش

ہندی پیا جب من چالیا پیا کی باس

اس صنعت کو محتمل اللغات بھی کہتے ہیں۔ بعضوں نے ان تینوں صنعتوں کو صنائع لفظی میں داخل کیا ہے۔

صنعت کلام جامع یعنی شاعر افسوس و تاسف و غم و رنج و شکایت ایام اور اپنی تکلیف بیان کرے چنانچہ شہر آشوب اور دہر آشوب اسی مضمون میں ہوتے ہیں مثال اسکی نواب مرزا خان داغ کے شہر آشوب کے بند ۵

فلک نے قہر و غضب تاک تاک کر ڈالا
یکا یک ایک جہان کو ہلاک کر ڈالا
تمام پردۂ ناموس چاک کر ڈالا
غرضکہ لاکھ کا گھر لٹنے خاک کر ڈالا

جلیں ہیں دھوپ میں شکلیں جو ماہتاب کی تھیں
کھنچی ہیں کانٹوں میں جو پتیاں گلاب کی تھیں

زبان جو بدلیں تو صورت بدل نہیں آتی
کسیطرح کسی پہلو سے کل نہیں آتی
ملیں جو خاک بھی منہ پر تو مل نہیں آتی
پکارتے ہیں اجل کو اجل نہیں آتی

جو سر کو پھوڑیں تو پتھر برے سر سے کتے ہیں
جو لوٹیں کانٹوں پہ کانٹے الگ کھٹکتے ہیں

پیادہ پا ہوں لوان شہسوار صد افسوس
ذلیل و خوار ہوں اہل وقار صد افسوس
لہو کے گھونٹ پئیں بادہ خوار صد افسوس
ہزار حیف فلک بیقرار صد افسوس

جھلکے ہیں بار الم سے تنے ہوے کیسے
بگڑ گئے ہیں یکایک بنے ہوے کیسے

مفتی صدرالدین خان آزردہ

جنکو دنیا مین کسی سے بھی سروکار نہ تھا
انکی خلوت سے کوئی واقف اسرار نہ تھا
اہل نااہل سے خلطہ جنھین زنہار نہ تھا
آدمی کیا ہی فرشتہ کابھی وان بار نہ تھا

وہ گلی کوچون مین پھرتی ہین پریشان دردر
خاک بھی انکو نہین ملتی کہ ڈالین سرپہ

زیور الماس کا سب جن سے نہ پہنا جاتا
کانچ کا جن سے دوپٹہ نہ سنبھالا جاتا
بھاری جھومر بھی کبھی سرپہ نرکھا جاتا
لاکھ حکمت سے اُٹھلتے نہ اُٹھایا جاتا

سرپہ وہ بوجھ لیے چارطرف پھرتی ہین
دوقدم چلتی ہین مشکل سے توگرپڑتی ہین

طبع جوگہنے سے پھولون کے اذیت پاتی
شام سے صبح تلک نیند نہ جن کو آتی
مہندی ہاتھون مین لگا سوتی توکیا گھبراتی
ایک سلوٹ بھی بچھونے مین اگر پڑجاتی

اُن کو تکیہ کے بھی قابل نہ خدا نے رکھا
سنگ پہلو سے اُٹھایا تو سرھانے رکھا

روز وحشت مجھے صحرا کیطرف لاتی ہے
ٹکڑے ہوتاہے جگر جان پہ بن جاتی ہے
سرہے اور جوش جنون سنگ ہے اور چھاتی ہے
مصطفیٰ خان کی ملاقات جو یاد آتی ہے

کیون نہ آزردہ نکل جائے نہ سودائی ہو
قتل اس طرح سے بے جرم جو صہبائی ہو

صنعت ایراد المثل اسکو ارسال المثل بھی کہتے ہین یہ ہے کہ شعر مین مثل کو باندھین جیسے۔

نادر

دھیان آیا جو زلفو نکا غذ اکھانے مین مجھکو
مین کیا کہون کیا دال مین کالا نظر آیا

ولہ

زلف کی ناگن سے دل ڈرتا نہین
بھوت بھاگے ہو وگرنہ مارسے

تعشق

جوکہ دانا ہین بچاتے ہین وہ گولی کی چوٹ
عین نادانی ہی اُسکی آنکھ کا تل دیکھنا

فراق

تم گالیان جو دوگے مین کیا چٹکیان نہ لون
پیارے کسی کا ہاتھ کسی کی زبان چلے

اسیر

دہان یار سے غنچے کو دعوے
مثل سچ ہی کہ چھوٹا مُنہ بڑی بات

قلق

پھر گئی آنکھ بھی ہمسے تری مژگانکی طرح
یہ مثل سچ ہی کہ صحبت کا اثر ہوتا ہے

ذوق

سوال بوسہ کوٹا لا جواب چین ابروسے
برات عاشقان بر شاخ آہو اسکو کہتے ہین

حسرت

دشمن کو نہین تیغ تو مکّا تو ہے
یہ بھی نہین تو خاک کا بکا تو ہے
حسرت پھینک اُسطرف کو تو نالہ و آہ
لگ جائے تو تیر ورنہ تکّا تو ہے

میر محمدی مائل

کیا کیا کہو نہین تجھسے دل زار کی ہوس
مشہور ہی جہانمین بیمار کی ہوس

ذوق

مجھ مین کیا باقی ہی جو دیکھے گا تو آنکے پاس
بدگمان وہم کی دارو نہین لقمانکے پاس

نوا

رات کو کہنے لگا جوروکے مُنہ پر ہاتھ پھیر
قدرت حق سے لگی ہی ہاتھ اندھے کے بٹیر

میر نصیر رنج

کھڑکی نکال جانب دشمن نہ بام پر
کوٹھے چڑھی جو بات کھلی خاص و عام پر

اکرم رامپوری

چرخ کج بانکے حق مین یہ مثل سیدھی ہے
اونٹ رے اونٹ تری کونسی کل سیدھی ہے

انشا

اے اشک گرم کر مرے دل کا علاج کچھ
مشہور ہی کہ چوٹ کو پانی سے دھاریے

صنعت استخدام وہ یہ ہی کہ ایک لفظ ایسا کلام مین لاوین جس کے دو معنے ہون اور ان مین سے ایک معنی مراد ہون پھر اُسی کلام مین بسبب ضمیر کے پھیرنے کے دوسرے معنے بھی اُس لفظ کے لیے جاوین مولوی غلام یحیٰی بہاری میرزاہد رسالہ کے حاشیہ مین لکھتے ہین کہ صنعت استخدام اُس صورتین محسنات معنویہ سے ہی کہ مراد دریافت ہونے کے لیے کوئی قرینہ بھی پایا جائے اور یہ بھی یاد رکھو کہ لفظ کے دونون معنی عام ہین

اس سے کہ حقیقی ہون یا مجازی یا مختلف ہون یعنی ایک حقیقی ہو اور دوسرے مجازی مثال اسکی آغا مرزا شاغل برادر خرد و شاگرد نواب مرزا خان داغ کا یہ شعر ؎

نہ اُس گلی سے اڑا اے صبا غبار مرا	کہ اُسکا خاطر دلدار مین کبھی گھر تھا

اول مصرع مین غبار سے خاک مراد ہی پھر دوسرے مصرع مین اسی غبار سے کدورت مراد لی گئی ہے اور یہ معنی ضمیر غائب کی وجہ سے لیے گئے ہین پہلے معنے حقیقی ہین اور دوسرے معنی مجازی۔

حالی

یہ جشن مبارک ہی بہت جشن سدہ سے	وہ آگ نکلنے کا یہ بجھنے کا ہی مظہر

دوسرے مصرع مین بجھنے کے قبل ضمیر واحد غائب محذوف ہی اسطرح کہ وہ آگ نکلنے کا اور یہ اُسکے بجھنے کا ہی مظہر پہلی جگہ آگ سے آتش مراد ہی اور دوسری جگہ فتنہ و فساد مقصود ہی۔

داغ

زبان دے نہ عدو کو کہ یہ تو وہ شی ہے	ترے دہن مین رہے یا مرے دہن مین رہے

اول مصرع مین زبان دینے سے مراد وعدہ کرنا ہے۔ جیسے محمد شیر علی خان سرور جنگ متخلص بہ شر کے اس مصرع مین۔ مصرع۔

دلاسا خاک دوگے جب زبان ہلا نہین دیتے

پھر دوسرے مصرع مین زبان سے مراد عضو مخصوص ہی اور یہ معنی ضمیر غائب کی وجہ سے لیے گئے ہین پہلے معنی مجازی ہین اور دوسرے حقیقی۔

ولہ

ملے مجھ سے تو فرمایا تمھین کو داغ کہتے ہین	تمھین ہو ماہ کامل مین تمھین رہتے ہو لالے مین

اول مصرع مین داغ سے شاعر کا تخلص مراد ہی پھر اُس داغ سے دوسرے مصرع مین نشان کے معنی مراد لیے گئے ہین اور یہ معنی ضمیر مخاطب کی وجہ سے حاصل ہوے ہین۔

صنعت الهزل الذی یراد بہ الجد ہزل بفتح اول و سکون زائے معجمہ و لام سخن بیہودہ اور مسخرگی کے معنی مین ہی اور جد جیم کے کسرے سے ہزل کی ضد ہی لغوی معنی اس کے یہ ہین کہ ایسی ہزل جس سے جد مقصود ہو اور اصطلاح مین یہ ہی کہ کلام ظاہر مین بطور تمسخر اور ہزل کے ہو لیکن مراد اُس سے ہزل نہو بلکہ کوئی امر مقصود ہو استہزا مین اور اسمین یہ فرق ہی کہ استہزا مین بظاہر جد ہوتی ہی اور باطن مین ہزل ہوتی ہی اور اُس مین ظاہر مین ہزل ہوتی ہی اور باطن مین جد مقصود ہوتی ہی جیسے۔

قلق

کچھ اسکا اعتبار نہین بیوفا ہے یہ	نازان تھو جو زن دنیا کی چاہ پر

ظاہر مین یہ کلام بطور ہنسی اور مذاق کے معلوم ہوتا ہی لیکن فی الحقیقت ایک نصیحت ہی۔

آتش

دنیا سی خانگی کوئی ہو گی نہ بیسوا	شوہر سے اپنے رہتی نہ کبھی یہ زن درست

میر

دنیا کی فکر تو خواستگاری	اس سے کبھی بہرہ ور نہو گا
آخانہ خرابی اپنی مت کر	قحبہ ہے یہ اس سے گھر نہو گا

صنعت تلمیح جسکو تملیح بھی کہتے ہین اور یہ مناسب نہین اسلیے کہ تملیح میم کی تقدیم کے ساتھ لام پر شئ ملیح کے لانیکے معنی مین ہی جیسے تشبیہ و استعارہ مین اور تلمیح تقدیم لام سے میم پر کسی چیز کیطرف نظر کرنیکو کہتے ہین پس یہ معنی خاص ہین اسلیے کہ شئ ملیح کا لانا عام ہی کسی شعر یا قصے یا مثل کیطرف نظر کرنیسے تلخیص المفتاح مین تلمیح کو اُن چیزونکے ضمن مین لکھا ہی جو سرقات شعریہ سے اتصال رکھتی ہین اور یہ مناسب نہین اسلیے کہ تلمیح مین عیب کی کونسی بات ہی اطول مین جو بیان کیا ہی کہ سرقات شعری کے ساتھ اسکو جو جمع کیا ہی تو جامع انھین یہ ہی کہ دونون اُن چیزونمین سے ہین جن سے مزید احتیاط واجب ہے مگر یہ جامع نہایت رکیک ہے پس رائے اُنھین لوگونکی درست ہی جنھون نے اُسے صنائع مین شمار کیا ہی۔ بہرصورت یہ صنعت اسطرح ہی کہ شاعر اپنے کلام مین کسی مسئلہ مشہور یا کسی قصے یا مثل شائع یا اصطلاح نجوم وغیرہ کسی ایسی بات کیطرف اشارہ کرے جسکے بغیر معلوم ہوئے اور بے سمجھے اس کلام کا مطلب اچھی طرح سمجھ مین نہ آئے۔

آتش

عاشق اُس غیرت بلقیس کا ہون مین آتش	بام تک جسکے کبھی مرغ سلیمان نہ گیا

اس شعر مین اشارہ ہی قصۂ بلقیس کیطرف جو مفصل کلام الٰہی مین مذکور ہی ہدہد کا خبر دینا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط بلقیس والیۂ ملک سبا تک پہونچانا اور پھر بلقیس کا حاضر آنا یہ مشہور قصہ ہی۔

ناسخ

حکم خدا سے حق ہی اُدھر ہی جدھر علی	کیا غم سقیفہ بندی جم غفیر کا

سقیفہ کا واقعہ یہ ہی کہ جناب سرور کائنات کے انتقال کے بعد آپکی تجہیز و تکفین کا سامان ہو رہا تھا کہ اس اثنا مین انصار بنی ساعدہ کے چبوترے پر جسکو سقیفہ کہتے ہین سعد بن عبادہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو جمع ہوگئے اس امر کی اطلاع حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو ہوئی یہ دونون بزرگ سقیفے کو روانہ ہوئے اور وہان جلد پہونچے

اور جب یہ دلیل بیان کی کہ آنحضرت نے فرمایا ہی الائمۃ من قریش کل امام قریش سے ہونگے تمام انصار نے اسکو تسلیم کیا اور سبکی راے حضرت ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت کی ہو گئی حضرت علی اُس موقع پر موجود نہ تھے اور آنحضرت کی تدفین کے بعد بھی ابتداءً اُنھوں نے اس بیعت سے تخلف کیا کیونکہ اُنکو یہ شکوہ تھا کہ سقیفے مین میری عدم موجودگی مین بیعت کیون لی گئی اور مجھسے مشورہ تک نہ لیا گیا۔

غالب

ڈر معنے سے مرا صفحہ لقا کی داڑھی	غم گیتی سے مرا سینہ عمر کی زنبیل

مشہور ہی کہ لقا کی داڑھی کے ہر ہر بال مین موتی پروئے جاتے تھے اور عمر کی زنبیل مین جو کچھ پڑتا تھا غائب ہو جاتا تھا وہ کبھی پُر نہوتی تھی۔

ولہ

کاو کاو سخت جانیہاے تنہائی نہ پوچھ	صبح کرنا شام کا لانا ہی جوے شیر کا

اشارہ ہی فرہاد و شیرین کے قصے کی طرف فرہاد کا شیرین پر عاشق ہونا اور کوہ بےستون سے نہر کاٹنا تاکہ اسمین دودھ بھر آئے اور فرہاد کا غلط خبر پانیسے تیشہ مار کر مر جانا ایک مشہور قصہ ہی۔

ذکی

یوسف کا اپنے دھیان ہی تحریر خط کے وقت	ڈر ہی کہ انگلیان نہ قلم ہون قلم کے ساتھ

اس شعر مین تلمیح ہی قصۂ حضرت یوسف علیہ السلام کیطرف زلیخا کا مجمع زنان مصر مین حضرت یوسف کو بلانا اور اُنکو دیکھکر فرط بیہوشی سے اُن عورتونکا بجاے لیمونکے ہاتھ کاٹ لینا مشہور ہے۔

عبداللہ خان اوج

بجا ہی شیرین اگر چھوڑ دلی حج کو چلی	مثل ہی نو سو چوہے کھاکے بلی حج کو چلی

دلّی مین شیرین ایک بڑی نامی رنڈی تھی وہ حج کو چلی تو اُسکے متعلق یہ شعر کہا تھا۔

معروف

ناتوان مجھسے کو کس طرح کرے قاتل دو	ہو نہین وہ جزو کہ جو لایتجزے ہووے

جزو لایتجزے اُسکو کہتے ہین کہ بسبب کمال خردی اور باریکی کے اُسکے حصے نہو سکین یعنی اس قابل نہو کہ اُسکو دو یا تین حصے پر تقسیم کرین علماے متکلمین نے اُسکی تقسیم کو ثابت کیا ہی۔ پہلا مذہب فلاسفہ کا ہی۔

ناسخ

ہم آدمی ہین وصل میسر نہین کبھی	ہوتا ہی غم نظارہ کہ مردم گیاہ سے

عوام مین مشہور ہی کہ مردم گیاہ کو جو اُکھیڑتا ہی ہلاک ہو جاتا ہی اسلیے اُسکی جڑ کے اطراف کو خالی کرکے جڑ مین رسّی باندھ کر کتّے کی گردن مین باندھ دیتے ہین اور اُسکو چلاتے ہین کہ اُسکے چلنے سے جڑ اُکھڑ جاتی ہے اور اُکھڑتے ہی کتا مر جاتا ہی شیخ صاحب نے اسی امر کی طرف تلمیح کی ہی۔

انشا

روشنی چاند سے ٹھہر یہ اسی چاہ سے ہے	چاہ نخشب اسے اب مین کہون یا چاہ ذقن

تلمیح ہی ایک قصے کی طرف اور وہ یہ ہی کہ حکیم بن عطا نے جسے حکیم المقنع کہتے ہین شہر نخشب کے پاس ایک کنوان تیار کرکے ایک بڑا طاس بارسیے بھر واکے اُسمین رکھوا دیا تھا اور انعکاس شعاع قمر سے ایسا عمل کیا تھا کہ آسمان پر دو چاند نظر آتے تھے۔

ولہ

جیت کر آوے لڑائی جو مہا بھارت کی	تو جدھشٹر بھی کرے نذر سر حر جودھن

ایک تاریخی واقعہ کی طرف تلمیح ہے

آتش

آتش عشق نے راون کو جلا کر مارا	گرچہ لنکا سا تھا اُس دیو کا گھر پانی مین

ایک مشہور واقعہ کیطرف تلمیح ہے۔

عبرت

جسے بیمار ہیے داء الاسد ہو	کرے روباہ ترباک نفع اُس کو

اس شعر مین مسئلہ طب کیطرف اشارہ ہی داء الاسد جذام کو کہتے ہین چونکہ اس مرض کا ہجوم حملۂ شیر کیطرح ہوتا ہی یا یہ کہ مجذوم کا چہرہ شیر کی صورت پر ہو جاتا ہی یا یہ کہ یہ مرض اکثر شیر کو ہوتا ہی اس لیے داء الاسد کہلاتا ہی اور روباہ ترباک کوہ کا نام ہے۔

غالب

مری تعمیر مین مضمر ہی اک صورت خرابی کی	ہیولےٰ برق خرمن کا ہی خون گرم دہقان کا

اس شعر مین فلسفہ کی اصطلاح کو بیان کیا ہی فلاسفہ کے نزدیک ہیولےٰ ایک جوہر ہی کہ صورت جسمیہ کا محل ہوتا ہی

مومن

ہر آہ کہ لب پہ ہے شرر ریز	دیپک کا ہے نغمۂ جنون خیز

اسمین علم موسیقی کی اصطلاح کو ذکر کیا ہے۔

میرحسن

نظر کی جو تسدیس و تثلیث پر
تو دیکھا کہ ہے نیک سب کی نظر

تسدیس و تثلیث نجوم کی اصطلاحین ہین تسدیس منجمین کی اصطلاح مین دو ستارون کے درمیان تفاوت تین یا زیادہ برجون کا ہونا ہی مثلاً قمر حمل مین ہو اور مشتری جوزا مین یا قمر جوزا مین ہو اور مشتری حمل مین اور یہ نصف دوستی ہی اور تثلیث منجمین کی اصطلاح مین یہ ہی کہ قمر کو سعد سے پانچ یا نو برجون کا فاصلہ ہو مثلاً قمر حمل مین ہو اور مشتری اسد مین یا مشتری قوس مین ہو اس صورت مین حمل سے اسد تک پانچ خانے ہین اور حمل سے قوس تک نو خانے ہین اور یہ نظر تمام دوستی ہوتی ہی اور ستارہ سعد قمر کا خادم و ناظر ہوتا ہی۔

وله

جنم پترا شاہ کا دیکھ کر
تولا اور برچھیک پر کر نظر

منه

کوئی غن سنگیت مین شعلہ رو
برم جوگ لچھمی سے لیے پرملو
کوئی ڈیڑھ گت ہی مین پاؤن تلے
کھڑی ہی عاشقون کے دلونکو ملے
کوئی دائرے مین بجا کر پرن
کوئی دمدمے مین جتا اپنا فن
کہین دھرپت اور گیت کا شور و غل
کہین قول و قلبانہ و نقش و گل

منه

عروس الخطوط اور ثلث و رقاع
خفی اور جلی مثل خط شعاع
شکستہ لکھا اور تعلیق سب
رہے دیکھ حیران اتالیق سب

یہ سب خطوطنکے نام ہین ابن مقلہ نے خط معقلی و کوفی وغیرہ سے چھ خط ایجاد کیے تھے ثلث توقیع محقق نسخ ریحان رقاع۔ ثلث و نسخ مین دو دانگ دور ہوتا ہے اور چار دانگ سطح جلی کو ثلث کہتے ہین اور خفی کو نسخ و توقیع و رقاع مین ساڑھے چار دانگ دور ہی ڈیڑھ دانگ سطح جلی کو توقیع کہتے ہین اور خفی کو رقاع اور محقق و ریحان ساڑھے چار دانگ سطح اور ڈیڑھ دانگ دور جلی کو محقق خفی کو ریحان کہتے ہین پھر رقاع و توقیع سے استنباط کر کے ایک خط تعلیق ایجاد ہوا تعلیق کا سطح نہایت کم ہی پھر نسخ اور تعلیق سے آٹھوان خط نستعلیق ایجاد ہوا اور وہ تمام دور ہی بعدہ خوشنویسون نے خط نستعلیق اور تعلیق کو ملا کر خط شکستہ ایجاد کیا

حالی

چڑھا بھوت عشق و جوانی کا سر پہ
تو پھر گھات کے آپ ہین اور نہ گھر کے

اس شعر مین اشارہ ہی اس مثل مشہور کیطرف کہ دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔

مصحفی

جو علی کا حکم نافذ نہ فلک پہ تھا تو پھر کیون	بحجہ غروب آیا نکل آفتاب اُلٹا

اس شعر مین ایک مشہور معجزہ کیطرف اشارہ ہی شاعر نے بوجہ ناواقفیت کے غلط باندھا ہی طحاوی نے مشکل الغرائب مین اسما بنت عمیس زوجہ جعفر بن ابی طالب سے روایت کی ہی کہ ایکبار مقام صہبا ضلع خیبر مین جناب سرور کائنات سر مبارک حضرت علیؑ کی گود مین رکھے لیٹے تھے کہ وحی نازل ہوئی اور یہ حضرت علیؑ نے ابھی عصر کی نماز نہین پڑھی تھی کہ آفتاب غروب ہوگیا پیغمبر خدا نے حضرت علیؑ سے پوچھا کہ کیا تمنے ابھی نماز نہین پڑھی ہی جواب دیا نہین اُس وقت حضرت رسول نے دعا کی کہ الٰہی علیؑ اگرچہ تیری عبادت مین نہ تھا مگر تیرے رسول کی طاعت مین تھا تو آفتاب کو اُسکے لیے لوٹا دے اسما کہتی ہین کہ آفتاب ڈوب چکا تھا کہ یکایک پھر ظاہر ہوا اور دھوپ پھیل گئی اور حضرت علیؑ نے وضو کر کے نماز عصر ادا کی۔

ظفر

اُسکی مدد سے فوج ابابیل نے کیا	لشکر تباہ کعبے پہ اصحاب فیل کا

اسکا قصہ یہ ہی کہ ابرہہ حاکم یمن ایک جرار اور کثیر فوج لیکر مع ہاتھیون کے مکے کیطرف اس غرض سے روانہ ہوا کہ کعبے کو منہدم کر دے اور بنی کنانہ کو قتل کر ڈالے اُسوقت عبد المطلب مع ہمراہیونکے پہاڑ پر چڑھ گئے ابرہہ کعبے کے گرانے کی غرض سے حملہ آور ہوا اللہ جل شانہ نے اُنپر ابابیل کا ایک جھنڈ بھیجا جو اس لشکر پر سنگباری کرنے لگا جسپر وہ پتھر پڑتا تھا وہ اُس مقام پر رہ جاتا تھا۔

- صنعت نسبت یعنی درمیان دو چیزون مخالف کے مناسبت بیان کرنا جیسے کوئی پوچھے کہ کنوین اور آتشبازی مین کیا نسبت ہے جواب دینا چاہیے کہ چرخی یعنی ایک چیز ایسی ہی کہ کنوین مین بھی ہوتی ہی اور آتشبازی مین بھی ایسے ہی اگر پوچھے کہ بندوق اور مہاجن اور فرنگی مین کیا نسبت ہی تو جواب مین کہنا چاہیے کہ کوٹھی اس لیے کہ کوٹھی بندوق مین بھی ہوتی ہے اور کوٹھی مہاجنون کی بھی کہلاتی ہی اور کوٹھی صاحب لوگ بھی بولتے ہین مثال نظم کی یہ مستزاد انشا کے۔

مستزاد

نسبت وہ جو آرام سے ہی ہاتھ کو سو کیا	کچھ سوچ کے بتلا + ہی اس مین کلائی +

ولہ

نوبت کو ترے نام سے ہی میل یہ کیسا	مت کر تو اچنبھا + کہدے اری باجی +

ولہ

وہ کونسی ہے چیز کہ ان جانوروں سے کیڑونکے پرونسے جو بنے سونیکی چڑیا	اِک ہی اُسے نسبت+اور جی نہین ہمین+ یعنی تری انگیا+ای جان زنانخی+

ولہ

کوکا جی بھلا یہ کہو تھی کونسی نسبت جو لوٹ گیا دیکھ کے کل پتلیون والا	کس واسطے کل کیون+آنکھونپہ تمھاری+ کرنے مین تماشا+اُسمین بھی ہی پتلی+

ولہ

جھنڈیسے بھلا دھان کو ہی کونسی نسبت لو بوجھ چکے اور بس اب کھائیے خسکا	بتلائیے صاحب۔اس کو بھی نہ سمجھے+ ہو جبکہ پھریرا+ تو اب بھی نہ سمجھے+

ولہ

ہی مردونکے نامونمین خطسے کسے نسبت پہلے وہ لکھا جائے نہ جب کہ لفافہ	پر اُس سے کہ جس بن+کچھ کام نہووے+ ہے یہ ترے انشا+اللہ کی قدرت+

صنعت ذو سخنتہ یعنے دو باتون کا ایک جواب دینا مثال اسکی۔

مسافر پیاسا کیون۔گدھا اودا سا کیون جواب لوٹا نہین۔

ایضاً گھوڑا کیون اڑا۔پان کیون سڑا جواب پھیرا نہ تھا۔

ایضاً بڑا کیون نکھایا۔جوتا کیون نہ پہنا جواب تلا نہ تھا۔

ایضاً گوشت کیون نکھایا ڈوم کیون نہ گایا جواب گلا نہ تھا

ایضاً ہاتھی کیون روکھا۔کلال کیون بھوکا جواب مد نہین۔

ایضاً دہی کیون نہ بنا۔نوکر کیون نہ رکھا جواب ضامن نہ تھا۔

ایضاً دیوار کیون ٹوٹی۔راہ کیون لوٹی جواب راج نہین۔

ایضاً ستاری کیون نہ بجائی۔عورت کیون نہ نہائی جواب پردہ نہ تھا۔

چوتھا جزیرہ اقسام نثر عیوب کلام اور سرقات شعر کے بیان مین

اس جزیرہ مین ایک شہر لطافت خیز اور دو صحراے وحشت انگیز ہین

شہر نثر کی قسمون کے ذکر مین

پوشیدہ نرہے کہ کلام ناموزون نثر ہی اور موزون نظم ہی اور فقرہ نثر مین مثل بیت کے ہی نظم مین مثلاً "مردم دیدہ آج گھر بیٹھے بہشت کی سیر کرتے ہین" ایک فقرہ ہی۔ "اللہ اللہ صفحۂ قرطاس پر کیا جوش بہار معانی ہی" دوسرا فقرہ ہی۔ "تار نگاہ مین بے تکلف موتی پروئے جاتے ہین" تیسرا فقرہ ہی۔ "واہ وا کلک گہربار کی کیا دُرفشانی ہی" چوتھا فقرہ ہی یہ چارون فقرے ملکر نثر ہی فغان بیخبر کی۔ اس شہر مین دو باغ ہین۔

پہلا باغ نثر کی قسمون مین باعتبار الفاظ کے

نثر کی باعتبار الفاظ کے چار قسمین ہین۔ مُرَجَّز۔ مُقفّٰی۔ مُسَجَّع۔ عاری۔

بیان نثر مرجز

مُرَجَّز وہ نثر ہی کہ جسمین وزن شعر ہو اور قافیہ نہو یہ قسم بہت کم پائی جاتی ہی مثال اسکی یہ فقرہ فارسی سہ نثر ظہوری کا نثر راتیش سرو بن گلشن فتح۔ خنجرش ماہی دریاے ظفر اس کا یہ وزن ہی فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلان یا فعِلن بکسر عین کاتبون نے بغیر سمجھے اس عبارت مین تصرف کیا ہی اور مقفّٰی کرنیکے لیے فتح کے آگے نصر کا لفظ اور بڑھا دیا ہی اس سے نہ نثر مرجز ہی نہ مقفّٰی۔

فلکش ماشطۂ صفحۂ دہر	وله	رقش منتسخ چہرۂ مہر	

اسکا یہ وزن ہی فعلاتن فعلاتن فعلان بکسر عین۔ اُردو مین آغا غنی کی یہ نثر جسکا وزن مفعول مفاعیلن ہی یہ نثر انتخاب یادگار مولفۂ امیر مینائی کی تقریظ مین ہے "نثر دیوان حقیقت کے مطلع کے ہین دو مصرع۔ اک حمد الٰہی ہی۔ اِک نعت پیمبر ہی۔ اس مطلع روشن کے معنی منور سے۔ ہر ذرہ بھی ہی واقف۔ سُنتے ہین ازل سے سب۔ یہ مطلع لوزانی۔ پراسکے سوا ابتک۔ اس ساری غزل مین سے۔ اِک شعر نہین پایا۔ لیکن مجھے ہاتھ آیا۔ اسوقت غنی موقع۔ مین سبکو سُناتا ہون۔ اس مطلع یکتا کا۔ جو حُسن ازل سے ہی۔ اسوقت موافق مین۔ کیونکر نہ ثنا خوان ہون۔ سامان غزل خوانی۔ کیا خوب مہیا ہی۔ دربار مین حاضر ہین۔ نقاد زر معنے۔ عالم کو سخن میرا سُننے کی تمنا ہی" یہان یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ وزن مین قید ضرور نہین۔ ملا غیاث الدین کتاب غیاث اللغات مین لکھتے ہین "پس مرجز نثرے باشد کہ کلمات فقرتین اکثر جا ہا ہمہ ہموزن باشد در تقابل یکدیگر بدون رعایت سجع" اور مثال مین یہ نثر لاتے ہین "خیال ناظم بے تعلق قامت دلربائے ناموزون ست وقیاس ناثر بے تمسک کاکل مویائے نامربوط" اور حسن القواعد کا مؤلف اس تعریف کا ترجمہ یون کرتا ہی "مرجز وہ نثر ہی کہ جسکے دو فقرونکے کلمات مقابل باہم ہموزن ہون اور قافیہ نرکھتے ہون جیسے صرف اوقات بے ذکر واہب کارساز وخروج انفاس جز شغل خالق کردگار عین نقصان ست" یہ مثالین نثر مرجز کی کسی طرح نہین بلکہ موازنہ کی وہ قسم ہین جسکو مماثلہ کہتے ہین اور بیان اسکا مسجع مین آتا ہی نثر مرجز مین وزن شعر کا ہونا اور قافیہ نہونا مشروط ہی خدا جانے یہ حضرت سجع کسکو کہتے ہین سجع ہموزن ہونا دو لفظونکا ہی فقرتین یا مصرعین مین وہ یہان موجود ہی پھر بدون رعایت سجع کے کیا معنی شاید یہ بزرگ وزن کو برابر ہونا کلمات کا سمجھتے ہین اور سجع تقطیع شعر کو کہتے ہین سبحان اللہ بہت ٹھیک فرماتے ہین اور خوب سمجھتے ہین اگر وزن شعر دارد وقافیہ ندارد فرماتے تو کیا حرج تھا ناحق مورد طعن ارباب دانش ہوے اور مرزا غالب وغیرہ کو اعتراض کرنیکا موقع ملا اور ناظرین کو غلطی مین ڈالا۔

بیانِ نثر مقفّٰی

نثر مقفّٰی وہ جو مرجز کے برعکس ہو یعنی قافیہ رکھتی ہو اور وزن نہو مثال اسکی یہ عبارت جادۂ تسخیر کی "نشر معشوق کی ہنستی پیشانی مین بوستان مسرت کی شان۔ عاشق کی جبین گلستان کے باب پنجم کا عنوان۔ اس کی سرنوشت رنگین مین حُسن کا افسانہ اُسکے سرخط گلزار مین عبارت عاشقانہ۔ اسکی چوٹی بنفشے کا جواب اُسکی زلفون مین عشق پیچے کا پیچ وتاب۔ اسکی شمیم غالیہ بیز۔ اُسکی ہوا وحشت انگیز۔ اسکا چہرہ ارغوانی۔ اُسکا رنگ زعفرانی اسکی بھوین شاخ بادام سے بہتر۔ اُسکی ابرو داغ لالہ احمر۔ اسکی آنکھین نرگسی اُس کی گلابی۔ اسکی پلکین نقاب دار

عروس چمن اُس کی موے مژہ آئینہ دار بے حجابی ۔ رخسارے دونون کے صحیفۂ گلستان شباب
اگر یہ معرا اُن پر اعراب ۔ ہونٹھ گلبرگ انتخاب ۔ لیکن وہ خشک یہ شاداب * یاد رکھو
کہ نثر مقفٰے کے دونون فقرے الفاظ مین متساوی ہون اور ایک دوسرے سے زیادہ نہو یا فقرۂ ثانی فقرۂ
اول سے طویل ہو مگر نہ اسقدر کہ اعتدال سے بالکل نکل جائے کیونکہ قافیے مین عمدہ تو اعتدال ہی ہے اور
قطع نظر قافیہ سے اعتدال ہر ایک شے مین مطلوب ہوتا ہی اور نفس بالطبع اُدھر میل کرتا ہی جہان تین فقرے
واقع ہون تو جائز ہی کہ پہلے اور دوسرے فقرے مین چار چار لفظ ہون اور تیسرے فقرے مین دس یا گیارہ
اور تینون فقرے متساوی بھی لکھتے ہین یا فقرۂ ثانی فقرۂ اول سے چھوٹا ہو مگر یہ عیوب مین داخل ہی اسلیے
کہ سامع کو چھوٹے فقرے کے سُن لینے کے بعد بھی اُس شخص کا سا انتظار رہتا ہی جو کسی شے کی انتہا اور غایت کا
منتظر ہو ۔ نثر مقفٰے دو حال سے خالی نہین ہوتی یا مقفٰاے قصیر ہوتی ہی یا طویل ۔ قصیر کے دونون فقرون مین
کم الفاظ ہوتے ہین اور اُسکے ہر ایک فقرے کے الفاظ کی حدود سے دس تک ہی اور جتنا قصر ہو احسن ہے کیونکہ
توافی قریب قریب واقع ہونگے جیسے اس نثر مین یار محمد خان شوکت کی نثر تقصیر معاف ہو ۔ بڑے بے انصاف ہو
کل کی بات بھول گئے ۔ جو آج بھول گئے ۔ خوش تقریر ہو ۔ مگر بڑے شریر ہو* اور مقفٰاے طویل مین ہر فقرے کی
تالیف گیارہ سے بیس لفظون بلکہ اس سے بھی زیادہ تک ہوتی ہی ۔

بیان نثر مسجّع

نثر مسجع وہ ہی کہ الفاظ فقرتین وزن مین برابر ہون اور حرف آخر مین بھی موافق ہون یعنے پہلے فقرے کے
تمام الفاظ دوسرے فقرے کے تمام الفاظ سے وزن و حرف آخر مین موافقت رکھتے ہون نظم مین یہ صنعت آپڑے
تو مرصع اور نثر مین آوے تو مسجع کہلینگے اور اس صناعت کے بعض ماہرون نے جو سجع کی مذمت کی ہی تو اُن کی
طبیعتونکی کمزوری کے سوا ظاہر اکوئی وجہ نہین معلوم پڑی کیونکہ اگر یہ صنعت فی الحقیقت مذموم ہوتی
تو قرآن شریف مین کیون واقع ہوتی ہم تو کوئی سورۃ سجع اور موازنہ سے خالی نہین دیکھتے نثر مسجع مین فقرے
طویل بھی ہوتے ہین اور قصیر بھی ۔ اور فقرون کے طویل و قصیر ہونیکی کیفیت یہان بھی وہی ہی جو نثر مقفٰے مین
ہوتی ہی مثال نثر مسجع کی کان ملاحت معدوم میان معدن بیوفائی چالاک یگانہ دلبر عیار کے شوق مین
بیقرار ہون اور جان صباحت موہوم دہان مخزن دلربائی سفاک زمانہ کا فرطرار کے ذوق مین اشکبار ہون*
دریاے لطافت کے مؤلف نے اسکی مثال مین یہ عبارت لکھی ہی پونڈا پھیکا اتنا بڑا کہ جسکی برائی بیانسے
باہر ہی پونڈا میٹھا ایسا بھلا کہ اُسکی بھلائی گمان سے بڑھکر ہی اگر نثر مسجع کے الفاظ مین رعایت صنعت

تجنیس کی بھی ہو یعنے فقرۂ ثانی ہو بہو فقرۂ اول کی نقل ہو مگر معنی جداگانہ ہون تو یہ نہایت خوبی ہی اور اس کو صنعت ترصیع مع التجنیس کہتے ہین مثال یہ فقرہ دریاے لطافت کا مقصود بیگ دو مقصود بیگ دو ؎

واضح ہو کہ اس صنعت کا حسن یہ ہی کہ دونون فقرونمین کوئی لفظ مکرر نہ واقع ہو۔

بعض کے نزدیک مسجع نثرمین مرادف ہی مقفے کا یعنی اُنکے نزدیک سجع کی یہ تعریف ہی کہ پہلے فقرے کے آخر کا کلمہ دوسرے فقرے کے آخر کے کلمے سے قافیہ مین موافق ہو چنانچہ سکاکی نے کہا ہی کہ سجع نثرمین ایسا ہی جیسے نظم مین قافیہ اور جو تعریف مسجع کے واسطے مذکور ہوئی وہ اُن لوگون کے نزدیک صنع کی تعریف ہی خواہ نظم مین جاری ہو یا نثرمین دونون جگہ مرصع ہی کہتے ہین اور اس کو مثل متوازی اور مطرف اور موازنہ کے سجع کی ایک قسم قرار دیتے ہین۔

سجع متوازی وہ ہی کہ فقرونکے آخر کے دو لفظ وزن اور حرف آخر مین متفق ہون جیسے وقار حصار از مذہب عشق معروف بہ قصۂ گل بکاؤلی جس کوچہ و بازار مین جاتی وہان اسباب عیش مہیا پاتی، جاتی اور پاتی دونون لفظ وزن اور حرف آخر مین موافق ہین۔

منہ جسکی طرف چشم سرمہ سا اُٹھاتی اُسے نقش پا کیطرح مٹاتی در جسدم تیغ ابرو یا خنجر مژگان دکھاتی اہل نظر کو بسمل کیطرح لٹاتی اُٹھاتی مٹاتی کے اور دکھاتی لٹاتی کے مقابل ہی اور یہ رعایت نظم مین بھی ہو سکتی ہی جیسے اس شعر مین

	صابر شاہ دہلوی	
نظر بھر کر ہمین اک دیکھنا اُسکا کفایت ہی		جو ہم بستر ہو ہمسے تو اُسکی کیا شکایت ہی

	تجتاور سنگھ غافل	
مر جائے یا جیسے کوئی اپنے نصیب سے		بیمار عشق کی نہ دوا ہو طبیب سے

	غالب	
نظام الدین کو خسرو سراج الدین کو غالب		ہے دو مرشد ونکو قدرت حق سے ہین دو طالب

اگر سارے الفاظ اسیطرح ہون تو مُرصّع کہینگے۔

سجع مُطرّف یہ ہی کہ فقرے کے کلمات اخیر وزن مین مختلف اور حرف آخر مین متفق ہون۔ مثال اسکی گل بکاؤلی اگر حکم ہو تو چند روز کے واسطے ہمجنسون کی صحبت مین جاؤن اور اُن کے آب وصال سے اس آگ کو بجھاؤن جاؤن اور بجھاؤن کا وزن ایک نہین لیکن حرف آخر ایک سے اور یہ رعایت نظم مین بھی ہو سکتی ہے جیسے اس شعر مین۔

مکند لال آرام

ہمدمو مجھ سے یہ کہتے ہو نہ تو یار سے مل — اُسکو سمجھاؤ کہ تو بھی تو نہ اغیار سے مل

یار و اغیار وزنمین مختلف ہین لیکن حرف آخر دونوںمین رائے مہملہ ہے۔

سجع موازنہ اُسے کہتے ہین کہ دونون فقرونکے الفاظ آخر متفق الوزن ہون لیکن حرف آخر مختلف ہو جیسے اس فقرےمین کتاب توبۃ النصوح کے دیکھو روح یہ ایک جوہر لطیف ہی اور مجکو بہت عزیز لطیف و عزیز ہموزن ہین لیکن حرف آخر مختلف ہی اسی مثال مین ہی نواب غوث محمد خان والی جاورہ کی سیر محتشم کی یہ عبارت غرض جس کسی نے عدم سے وجود مین آکر تماشائے موجودات نہین کیا وہ کالمعدوم ہے اور جس مرد نے اپنی زندگی ایک گوشے مین بیٹھکر بسر کی وہ گویا زن مستور ہے۔

تنبیہ یہان یہ امر لائق غور ہی کہ سجع کی تعریف تو یون کی گئی ہی کہ دونون فقرون کے اخیر کے الفاظ باعتبار وزن اور حرف اخیر کے موافق ہون اور موازنہ کو سجع کی ایک قسم قرار دیکر اُسکی تعریف مین لکھا ہی کہ دونون فقرونکے کلمات اخیرہ وزن متفق رکھتے ہون اور حرف اخیر مختلف حالانکہ سجع کی تعریف موازنہ پر صادق نہین آتی کیونکہ اُسمین فقرونکے آخر کے کلمات مین قافیہ موجود ہی اور اسمین مفقود بنا برآن صاحب تلخیص المفتاح کے نزدیک موازنہ اور سجع مین مباینت ہی اور کتاب مثل السائر کا مصنف کہتا ہی کہ موازنہ سے سجع اخص ہی اسواسطے کہ سجع مین الفاظ آخر متحد الوزن والقوافی ہوتے ہین اور موازنہ مین الفاظ آخر صرف متساوی الوزن ہوتے ہین اُن کے حروف آخر ایک نہین ہوتے جداگانہ ہوتے ہین پس موازنہ شرط اتحاد وزن الفاظ آخر مین تو سجع کا مشارک ہی اور حرف روی کی موافقت مین مخالف اس صورت مین ہر ایک سجع موازنہ ہی اور ہر ایک موازنہ سجع نہین مولوی امام بخش صہبائی اس مقام کی توضیح مین لکھتے ہین کہ اس صنعت کی تعریف مین اگر الفاظ اخیرہ کے فقط وزنمین موافق ہونے سے یہ مراد ہی کہ موازنہ مین الفاظ اخیر کا حرف اخیر مین مخالف ہونا واجب ہی تو اس صورت مین سجع اور موازنہ مین تباین ہوگا یعنے نہ صفت سجع کی موازنہ پر صادق آئے گی اور نہ صفت موازنہ کی سجع پر کیونکہ سجع مین حرف اخیر کی موافقت واجب ہی اور یہان مخالفت اور اگر یہ مراد ہی کہ موازنہ مین وزن کی موافقت شرط ہی اور حرف اخیر کی موافقت شرط نہین یعنے ہو ہو نہو تو اس صورت مین ایک جگہ سجع اور موازنہ دونون صادق آجاوینگے جیسے وصال دوست کا محض خیال ہی اور رحم کرنا رقیب کا محال ہی شرط سجع اور موازنہ دونون کی پائی جاتی ہی یعنی موافقت حرف اخیر کی اور یہ شرط سجع کی ہی اور موافقت وزن کی اور یہ شرط موازنہ کی ہی اور ایک جگہ موازنہ پایا جائیگا بدون سجع کے جیسے دل معاد سے غافل ہی اور جان ذکر سے فارغ اور ایک جگہ سجع پایا جائیگا

بدون موازنہ کے جیسے رقیب کی طرف سے خار ہی اور سینہ دوست کے جور سے افگار ہی خار اور افگار بطور سجع کے
ہین نہ بطور موازنہ کے اور حدائق البلاغت کے مصنف سے تعجب ہی کہ موازنہ کی تعریف مین آپ ہی لکھا ہی
کہ موازنہ وہ ہی کہ دونون فقرونکے الفاظ اخیر وزن مین متحد ہون اور حرف اخیر مین مختلف اور پھر اُسکو
ایک قسم سجع کی قرار دیا ہی حالانکہ سجع مین شرط یہ ہی کہ حرف اخیر مین موافقت ہو نہ مخالفت اس تحقیق سے
واضح ہوا کہ موازنہ سجع کی قسم نہین اب رہی یہ بات کہ آیا موازنہ نثر کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہی یا نظم مین بھی
جاری ہوتی ہی اس باب مین بھی ہمکو مولوی امام بخش صہبائی کی تحقیق کامل پسند ہی کہ اُنھون نے
میر شمس الدین فقیر کے اس قول پر کہ یہ صنعت نظم مین نہین آتی کیونکہ نظم کے اخیر مین قافیہ واجب ہے
اعتراض کرکے توجیہ وجیہ کے ساتھ لکھا ہی کہ جن لوگون نے یہ توہم کیا ہی کہ موازنہ مختص نثر کے ساتھ ہے
محض بیجا ہی کیونکہ وہ نثر اور نظم دونون مین جاری ہوتی ہی اور یہ توہم نثر سے خصوصیت رکھنے کا اس سبب سے ہی
کہ عربی کتابون مین اس صنعت کی تعریف مین لکھا ہی کہ وہ مساوی ہونا دو فاصلون کا ہی وزن مین اور فاصلہ
نثر کے الفاظ اخیرہ ہی کو کہتے ہین اور یہ نجانا کہ ذکر فاصلے کا بطریق احتراز کے نہین ہی تاکہ اس سے نظم خارج ہو جائے
بلکہ بطریق مثال کے ایک کا ذکر کر دیا ہی اور اختصار کی وجہ سے مصرع کا ذکر چھوڑ دیا ہی اور چونکہ یہ صنعت نظم مین
جاری ہوتی ہی شرح کرنے والون نے فاصلے کے آگے لفظ مصرع کا بھی لاحق کر دیا ہی الحاصل یہ موازنہ نثر اور
نظم دونون مین آسکتی ہی اور اگرچہ نظم مین مقفے ہونا شرط ہی لیکن سوائے مطلع و مثنوی و مسدس و ترکیب بند
و ترجیع بند کے ہر ایک شعر مین لانا ممکن ہی مثال اسکی ـــ

مرزا محمد علی لکھنوی گستاخ

جی لگایا تھا سمجھ ہووے گی فرحت حاصل	یہ نہ جانا تھا کہ آوے گی قیامت لازم

موازنہ مین اگر تمام الفاظ نثر یا نظم کے اندر ایسے ہی واقع ہون کہ وزن مین موافق اور حرف آخر مین
مختلف ہون تو اُسکو مماثلہ کہتے ہین اور یہ مماثلہ موازنہ مین ایسے ہی جیسے سجع مین ترصیع اور یہ بھی نثر اور نظم
دونون مین آتی ہی اور جن لوگون نے یہ گمان کیا ہی کہ مماثلہ مختص نثر کے ساتھ ہی غلط ہی مثال نثر کی فارسی مین
وہی ہی جو ملا غیاث الدین نثر مرجز کی مثال مین تحریر فرماتے ہین اور اُنکی اتباع سے مولوی حفظ اللہ مصنف
انشاے فیض رسان اپنی انشا مین لائے ہین (خیال ناظم بے تعلق قامت دلربا ے ناموزون ست و قیاس
ناشر بے مشک کاکل مو یا ے نامربوط) اللہ اللہ کیا لیاقت اور کیسی ہمہ دانی ہی کہان نثر مرجز کی تعریف اور
کہان مماثلہ کی مثال بھلا غالب کیون نہ روئین اور کسطرح نہ چلائین اور نظم کی مثال یہ ہی ـــ

گیسوے حور جنان ہی اسی توسن کی عنان	اسیر	حلقۂ چشم ملک ہی اسی مرکب کی لگام

	غالب	
اے شہنشاہ فلک منظر و بے مثل و نظیر تیر انداز سخن شانۂ زلف الہام		اے جہاندار کرم شیوہ و بے شبہ و عدیل تیری رفتار قلم جنبش بال جبرئیل

یاد رکھو کہ عبارت مسجع و مرصع و مقفّٰی ہر وقت معاملات مین بولنا منع ہی کیونکہ تکلف سے خالی نہین البتہ دعاؤن اور خطبون اور کتابون وغیرہ مین جائز و مناسب ہی۔

سجع نگین

سجع کے لغوی معنی آواز کبوتر و قمری کے ہین اور اصطلاح مین سجع وہ ہی جو اوپر بیان ہوا اور سجع نگین کو بھی سجع کہتے ہین یعنے کسی شخص کا نام فقرہ یا آیت کلام آلہی یا مصرع وغیرہ مین مندرج کرکے نگین پر کھدواتے ہین اُس کو بھی سجع بولتے ہین مثال اسکی لا تقنطوا من رحمۃ اللہ اس آیت سے رحمۃ اللہ نام مراد ہے **ایضاً** در شہر علم محمد علی + یہ سجع محمد علی کے نام کا ہی اور اسمین تلمیح ہی اس حدیث کیطرف انا مدینۃ العلم وعلیؑ بابہا۔ **ایضاً** بروز قیامت محمد شفیع + یہ سجع محمد شفیع کے نام کا ہی معلوم کیا چاہیے کہ استادان فن نے یہ بات قرار دی ہے کہ سجع مین فعل ماضی و مضارع و ضمیر و حرف رابط وغیرہ حتی المقدور نہ آنے پائے اور اگر سوائے ماضی کے فعل مضارع یا ضمیر آئے تو کچھ مضائقہ بھی نہین اور اس زمانے مین اسکی کچھ قید نہین ہے۔

سجع من غلام قنبرم قنبر غلام حیدر رست + اس سجع مین لطف یہ ہی کہ مولوی غلام قنبر جنکے نام کا یہ سجع ہے اُنکے والد کا نام غلام حیدر ہی۔ اور یہ سجع زبان اُردو مین اور بھی زیادہ لطیف ہوتا ہی **مولفہ** مین ہون غلام قنبر قنبر غلام حیدر حافظ احمد یار کا انشا نے سجع کہا ہی ؎ اللہ حافظ احمد یار +

سجع نام محمد کالے + یہ سجع محمد کالے کے نام کا ہے۔

ایک شخص کا نام غلام علی اور باپ کا نام غلام محمد ہی ذوق نے سجع کہا ہی ؎ پدر غلام محمد پسر غلام علی + سید احمد حسن کے نام کا سجع غالب نے یون لکھا ہی ؎ دل حیدر و جان احمد حسن۔

بیانِ نثر عاری

اسکے الفاظ مین نہ وزن کی قید ہی نہ قافیہ کی یعنی ان سب باتون سے عاری ہوتی ہی اور اس کو روزمرۂ اُردو بھی کہتے ہین اور آج کل اُردو مین اس قسم کی نثر بہت مروج ہی مثال یہ عبارت دیباچۂ آبحیات کی ہی نثر آزاد ہندی نہاد کے بزرگ فارسی کو اپنی تیغ زبان کا جوہر جانتے تھے مگر تخمیناً سو برس سے کل خاندانکی

زبان اُردو ہی بزرگونسے لیکر آجتک زبانونکی تحقیقات مین کمال سرگرمی اور جستجو رہی۔ اب چند سال سے معلوم ہوتا ہی اس ملک کی زبان ترقی کے قدم برابر آگے بڑھا رہی ہی یہان تک کہ علمی زبانون کے عمل مین دخل پیدا کرلیا اور عنقریب بارگاہ علم مین کسی درجۂ خاص کی کرسی پر جلوس کیا چاہتی ہی ایک دن اسی خیال مین تھا اور دیکھ رہا تھا کہ کس طرح اسنے ظہور پکڑا کس طرح قدم بہ قدم آگے بڑھی کسطرح عہد بہ عہد اس درجہ تک پہونچی تعجب ہوا کہ ایک بچہ شاہجہانی بازار مین پھر تلملے شعرا اُسے اُٹھالین اور ملک سخن مین پالکر پرورش کرین انجام کو یہانتک نوبت پہونچے کہ وہی ملک کی تصنیف و تالیف پر قابض ہوجائے۔

یہ بات بھی افسوس کے ساتھ لکھنے کے لائق ہی کہ کتاب ہفت قلزم جو ایک کتاب ضخیم فن لغت مین غازی الدین حیدر بادشاہ اودھ کے نام سے مرتب ہوئی ہی اُسمین مثال نثر عاری مین یہ دو فقرے ظہوری کے مندرج ہین "رائیش سروبن گلشن فتح خنجر شاہی دریائے ظفر" اللہ ہر ایک شخص کو غلطی سے بچائے۔

دوسرا باغ نثر کی قسمونمین باعتبار معنی کے

نثر کی بلحاظ معنی کے دو قسمین ہین۔ سلیس اور دقیق سلیس وہ ہی کہ جسکے معنی بہ سہولت سمجھ مین آجائین اور دقیق وہ ہی جسکے معنی دقت سے سمجھے جائین انمین سے ہر ایک کی دو قسمین ہین سادہ و رنگین سادہ وہ ہی جسمین مطلب کو بدون رعایت مناسبات کے ادا کیا ہو اور رنگین وہ ہی کہ ادائے مطلب مین ایک طرح کے الفاظ کی رعایت کی ہو مثلاً اگر شام کا ذکر آئے تو شام غریبان کی اُداسی کبھی رات کا سناٹا کبھی تارونکی چھانونکو چاندنی اور اندھیری کے ساتھ دکھایا جائے اور جو صبح کا بیان ہو تو رات کی رخصت سیاہی کا پھٹنا نور کا ظہور آفتاب کا طلوع مرغزار کی بہار مذکور ہو اور بہار کا ذکر آیا ہی تو آخر تک اُسی کے مناسب لکھدین یا علم کا ذکر آئے تو اُسکے مناسب لکھین غرض جس حالت کو لین اُس کا سمان باندھدین۔ خلاصہ کلام یہ ہی کہ معنے کے اعتبار سے نثر کی چار قسمین ہین۔

سلیس سادہ

جسکے معنی بسہولت سمجھ مین آئین اور مطلب کو اُسمین بدون رعایت مناسبات کے ادا کیا ہو جیسے سرسید احمد خان مرحوم کی اس عبارت مین نثر آمدنی کے ذریعونمین ظاہرا دو ذریعے ایسے معلوم ہوتے ہین جو تمام ذرائع کو حاوی ہین ایک زراعت اور دوسرا تجارت مگران دو ذریعونمین زراعت تو ایک ایسی چیز ہی کہ اُسمین

انسان ایک خاص قسم کی ترقی کرسکتا ہی اور وہ بھی ایک حد معینہ تک مگر تجارت ایک ایسا عام اور قابل
ترقی ذریعہ ہی کہ اسکے سبب سے انسان کو اصناف و انواع کی ترقی حاصل کرنیکا موقع مل سکتا ہے اور
اسکے واسطے کوئی ایسی حد نہین نکلتی جسکے آگے ترقی ناممکن ہو بلکہ جہانتک انسان کی عقل کی رسائی ممکن ہے
وہانتک اسکی بھی ترقی ممکن ہی اور یہی ایک ایسی چیز ہی جسمین انسان اپنے ہر طرح کے کمالات اور خوبیان
ظاہر کرسکتا ہی اور وہی تمام صناعیون دستکاریون اور ہنرمندیونکی جڑ ہے۔"

دقیق سادہ

وہ ہی جسکے معنی دقت سے سمجھے جائین اور اُسمین مطلب کو بدون رعایت مناسبات کے ادا کیا ہو جیسے
یہ عبارت حضرت استادی مولوی عبدالحق صاحب خیرآبادی مرحوم کی امیر اللغات کی تقریظ مین۔
نثر ہر زبان جو مافی الضمیر کی ترجمان ہی اپنی خصوصیات مین ضرور امتیاز رکھتی ہی اگرچہ وہی مفردات
وہی مرکبات وہی کنائے وہی تمثیلین وہی مقام استعمال وہی مثلین وہی مقولے ہین جو لغات مین مستعمل ہین
لیکن خصوصیات لسانی کا بتانا نہایت مشکل اور نکتہ لاینحل ہی یہ مسلم ہی کہ لغت کا موضوع لفظ مفرد ہے
مفردات اصلی۔ مادے کی جستجو۔ اشتراک لفظی یا معنوی حقیقت یا مجاز بتانا اسکے عوارض ذاتی اور
محل بحث ہین لیکن اسکے موضوع کو جو مختلف خلطون سے مخلوط ہو کر ہر خاص و عام کی زبان پر آتا ہی اس طور پہ
ملحوظ رکھنا کہ خاص زبان اور اسکے الفاظ اور مستعملات اخالیط ناگہانی سے الگ ہو کر ممتاز رہین یا بحث کے
مقامات اُن عوارض سے الگ ہون جو عوارض ذاتی یا نوع عوارض ذاتی سے جدا اور اغراض تحریر مین داخل
یا اُسکے عین ہین کوئی آسان امر نہین کبھی کبھی اس عموم موضوعیت کے علاوہ خاص خاص وہ پہلو بھی مبحوث عنہ
ہو جاتے ہین جو خاص ایک زبان سے متعلق اور دوسری زبان کے موضوع یا عنوان موضوع کے خلاف ہوتے ہین
مثلاً بعض جملے جو ہیئت ترکیبی کی وجہ سے مفردات کے کل ہین اور مفردات اسکے جز ہین۔ بظاہر ہر موضوع کی
نوعیت اور شخصیت سے الگ اور جدا ہوتے ہین جس سے یہ شبہہ ہوتا ہی کہ کیون یہ محل بحث و موضوعیت مین داخل ہین

سلیس رنگین

وہ ہی جسکے معنی سہل ہونیکے ساتھ ادائے مطلب مین مناسبات الفاظ کی رعایت ہو جیسے فسانۂ عجائب کی
اس عبارت مین نثر اس سال نیا ساز و سامان ہی ہولی شب برات بہار سے دست و گریبان ہی باغبان ازل
دفینۂ چمن نکالے گا بوٹہ بوٹا جوبن نکالے گا نسیم سحر غنچونکی گانٹھ ٹٹولنے لگی عبیر اور گلال گرہ سے کھولنے لگی

تختۂ لالہ چراغان کا ڈھنگ دکھاتا ہی نہرونمین فوارہ پچکاری کا رنگ دکھاتا ہی کوسون تک سبز مخمل کا فرش بچھا ہی شاداب کوہ وصحرا ہی پتا پتا کان زمرد کا پتا دیتا ہی شبنم کا قطرہ دُر بے بہا کا آویزہ ہے کہ ہین کبک دری کا قہقہہ باغ مین بلبل کا نالہ ہی صحن گلزار مین سبزے نے سر نکالا ہی جس قلمتراش مین شاخ کا دستہ ہے قوت نامیہ کے فیض سے یک قلم گلدستہ ہی اس گلشن ایجاد مین کیا نمونہ قدرت پروردگار ہی کہ دست وگریبان خزان و بہار ہی اگر شاخ سے کوئی پتی مرجھا کر ٹوٹتی ہی تو برابر سبز کوپل پھوٹتی ہے گُل کی ہنسی پر گریۂ شبنم ہی کہ مہلت یہان بہت کم ہی بشر کو لازم ہی کہ فرصت کو غنیمت جانکران خیالونسے درگذرے جو امر ضروری ہو اُسکو کر گذرے لہذا صدر نشینان بزم طرب وسرور انجمن آرایان جلسۂ شادی سور کی خدمت مین اُمیدوار ہون کہ از راہ دوستانہ بے عذر و بہانہ رونق بخش جلسۂ احباب ہون ان خاکسار رہین منت ہوگا۔

ہندوستان کی اصطلاح مین ایسے لوگونکو کہ گفتگو مین مناسبات کا استعمال بالالتزام کرتے ہین جگت باز اور ضلع بولنے والا کہتے ہین کوئی کلام انکا خالی تجنیس اور رعایت نظیر اور ایہام سے نہین ہوتا ایسے شخص کو فارسی مین بذلہ سنج اور لطیفہ گو بولتے ہین۔

مولوی غلام امام شہید کے اس رقعہ مین شطرنج کا تلازمہ ہی۔

شہسوار میدان صفوت وصفا زینت افزاے بساط محبت و ولا سلامت بندہ حرارت قلب کے عارضے سے تو حیران اور ششدر رہتا ہی تھا اب ضعف دماغ کی بیماری نے اور بھی عاجز اور زچ کر دیا ہے ہر دم یہی سوچ اور منصوبہ آتا تھا کہ کدھر جاؤن اور کون ایسی چال چلون کہ یہ عارضہ بڑھنے نہ پائے بارے الحمدللہ حکیم شاہرخ مرزا صاحب اس شہر مین وارد ہوے تعریف انکی اور سادگی مزاج کی بہت سُنی جاتی تھی کہ اُنکے نزدیک بادشاہ اور وزیر اور فقیر مسکین اور امیر فیل نشین دونون برابر ہین مریضونکی خبر گیری کے واسطے صبح سے پہر رات گئے تک بارہ دری مین شطرنجی بچھائے بیٹھے رہتے ہین یون تو حیات ممات پر کسی کا اختیار نہین ہے اور زہرمہرہ اور شربت انار اور خطمی خبازی کیون طبیب نہین جانتا لیکن دست شفا بھی رکھتے ہین اور عطارون کو بیمارون کا مال مارلینے اور اپنی منفعت اور خورد و برد کے واسطے گران چیز بیچنے کی اجازت نہین دیتے اسواسطے چاہتا ہون کہ انکی خدمت مین رجوع لاؤن لیکن مکان اُن کا فاصلے پر ہی پیادہ پا نہین جاسکتا اگر کسیطرحکا حرج نہو تو صبح کو گھوڑا خواہ پالکی بھیجدیا کیجیے اور جو کچھ تامل ہو تو یار شاطر ہون نہ بار خاطر ہمت نہین ہارا ہون یون بھی جاسکتا ہون نہین تو لالہ اندرجیت چودھری یا مظفر زین والے کی گاڑی کرایہ کو منگا لیا کرونگا۔

ایضاً قرات کے تلازمہ مین۔

حافظ صاحب کرم فرما میرے زیادہ ہوں الطاف آپکے بعد شوق ملاقات مسرت آیات کے کہ اسکی تمنا مین موے آتش دیدہ کی طرح پژمردہ رہتا ہون گذارش یہ ہو کہ آج خدمت مین حاضر ہونے کا عزم بالجزم تھا لیکن واقعہ عجیب پیش آیا کہ قاری محمد حسن صاحب کے انتقال سے جلسہ کا جلسہ درہم برہم اور سارا مدرسہ زیرا ورزبر ہو گیا اسی سبب سے متوقف ہو کر صحیفۂ معذرت ارسال کیا چاہتا تھا کہ حافظ محمد شاکر صاحب ایک جلد کلام مجید لکھنؤ کے چھاپے کی آپکے پاس سے لائے سبحان اللہ جیسا کہ کلام اللہ مین چاہتا تھا ویسا ہی میسر ہوا اگرچہ حافظ محمد یسین صاحب بمبئی کے چھاپے کی تعریف بہت مد اور شد کے ساتھ کرتے تھے لیکن اُسکے خط کو اسکے خط کے ساتھ مطلق مناسبت نہین ہو اب مجھے وقف کرنا چند جلدون کا منظور ہی سوداگر کا اگر چند روز ٹھہراؤ ہو تو ویسا مطلع فرمایئے آپکی طبع عالی ہمیشہ مصحف کی تلاوت کی طرف مائل اور دست آرزو گردن مقصود کے ساتھ حمائل رہے۔

دقیق رنگین

یعنی عبارت کے معنی مشکل ہونے کے باوجود اسکے مطلب مین مناسبت الفاظ کی رعایت بھی ہو جیسے تذکرۃ الشعرا کی اس عبارت مین نثر ذوق تخلص طوطی شکرستان شیرین زبانی بلبل چمن زار رنگین بیانی صیرفی نقود کمال دستہ بند رنگینی مقال بانی بنائے فصاحت میزاب گلشن بلاغت فارس مضمار سخنوری شہسوار عرصۂ معنی پروری مسند نشین ایوان دانش وآگاہی استاد حضرت ظل الٰہی شیخ ابراہیم مخاطب بہ خاقانی ہند سایہ تربیت ظل سبحانی مین شب جوانی کو صبح پیری تک پہونچایا اور رضاے مرشد آفاق مین اپنے ہواے نفسانی کو یک قلم مٹادیا۔

ایضًا بلندی مرتبہ کو لباس خاکساری مین ایسا چھپایا تھا جیسے گرد مین آسمان رعونت تونگری کو لگد کوب فقر مین ایسا دبایا تھا جیسے زمین کے نیچے گنج شائگان اگر حلم کا پانون قلہ کوہ پر نہ پڑتا تو کوہ گرانی بار سے پشت گاو زمین پر تکیہ کرتی اور اگر علم کی آنکھ باریک بینی کی طرف متوجہ ہوتی کثرت مین معنی وحدت کو صورت کثرت سے روشن تر مشاہدہ کرتی۔

ایضًا ایک جانب ہجوم امراض گوناگون اور افراط عوارض بوقلمون نے عافیت مزاج پر ایسا عرصہ تنگ کر دیا کہ دائرہ صحت نقطۂ موہوم کے حوصلے سے ہم آغوش ہو گیا تفرج گلزار شباب کے آغاز سے سیر مقامات شیخوخت تک حوادث دہر سے کبھی نشیب و فراز پیش آتے رہے اور نقطے بھی اسباب تشویش کے صرف حوال ہوتے رہے ان موانع وعوائق کی مزاحمت کیا روا رکھتی تھی کہ پاے ثبات کو دامن فراغ خاطر مین

تردد سے باز رکھے اور خامہ و دوات کی دستیاری سے ذخائر طبیعت کو کبھی نظر ثانی کے زیور اصلاح سے مزین کرے اور کبھی گنجینۂ کتاب مین مخزون - روزگار کی اسقدر نامساعدی سے زمانۂ حال مین پاشکستگان مواضع دور دست اور استقبال مین متوقعان نقود ہستی کے حق مین زیان عظیم متصور تھا-
ایضًا ادب اور تواضع ایک جامہ ہی اُسکے قامت احوال پر راست اور خلق و مروت کا ایک ذخیرہ ہے اُسکے گنجینۂ طبع مین بے کم و کاست ضمیر صافی اور فروغ مشرق اور آفتاب شوخی فکر اور طبع لمعۂ برق و رسحاب
ایضًا اکثر ایسا سُننے اور دیکھنے مین آیا ہی کہ بعض صاحب طبع نظم یا نثر مین جس خوبی کے ساتھ مدح لکھتے ہین اُسطرح ہجو نہین لکھ سکتے - یا جس عمدگی کے ساتھ ہجو لکھتے ہین اُسطرح مدح نہین لکھ سکتے یا جس شوکت سے مرثیے تحریر کرتے ہین اُسطرح تہنیت کے مضمون نہین تحریر کرسکتے یا جو زور اُنکی تہنیتو نمین ہوتا ہی وہ زور مرثیو نمین نہین ہوتا اور جو لوگ خیالی مضامین لکھنے کے عادی ہوتے ہین وہ واقعات کو اُس خوبی سے ادا نہین کرسکتے جس خوبی سے فرضی قصے کہانیان لکھ دیتے ہین کیونکہ حکایتون اور قصو نمین اپنی طبیعت کے لگاؤ کے موافق جو مناسب معلوم ہوا لکھا بخلاف واقعات کے کہ وہ ایک بحر ناپیداکنار ہی اُس مین معانی کا تجدد حوادث ایام کے تجدد پر منحصر ہی اور اسکا تجدد تجدد انفاس پر مقرر ہی-

صحرائے اول عیوب کلام مین

اساتذہ نے چند اُمور کے استعمال سے جو فصاحت و بلاغت مین بٹہ لگاتے ہین منع کیا ہے اُنسے احتراز چاہیے نہین بر سبیل وجوب کے نہین بر سبیل جواز کے اور وہ یہ ہین-
ایک ضعف تالیف یعنی محاورے کے خلاف الفاظ کا استعمال کرنا یا ضمائر و حروف ربط کو ایسی تقدیم و تاخیر سے لانا کہ کلام روزمرۂ اہل زبان کے خلاف ہو جائے جیسے یہ شعر

میر

آدمی اب نہین جہان مین میر	اُٹھ گئے اس بھی کاروانسے لوگ

محاورہ یون ہی کہ اس کاروان سے بھی لوگ اُٹھ گئے-

جرأت

چودہ ہین طبق چاردہ معصوم سے قائم	ہر ایک اُنھون مین سے ہی سرور دو جہان کا

محاورہ یون ہی کہ چودہ طبق چاردہ معصوم سے قائم ہین-

نیک و بد زمانہ نہین اختیار مین	رجب علی سرور	ہوتا وہی سرور ہی جو سرنوشت ہو

محاورہ یہ ہی کہ ہوتا وہی ہی جو سرنوشت ہو لفظ ہی کو بہت دور جا کر بیان کیا۔

آتش

آمد کو سُنکے یار کی فصل بہار مین	کیا کیا گلون نے کان ہین اپنے کھڑے کیے

ہین کھڑے کیے کے بعد چاہیے تھا اور اپنے کا کان سے پہلے ذکر ہونا چاہیے تھا۔

امیر

ہو گی جس روز محرم مین ترے گھر محفل	لیکے نالونکے علم ہم بھی ضرور آئینگے

گو کہ محفل و مجلس مترادف ہین لیکن محاورہ مین محرم کی مجلس ہی نہ محرم کی محفل۔

اخلاص

بس تری آنکھونمین تصویر پھرا کرتی ہی	یاد جھے کی زبان صبح و مسا کرتی ہی

تری آنکھونمین کہنے سے مطلب بدل گیا اسلیے یون کہنا چاہیے آنکھونمین تری تصویر۔

ناسخ

جسطرح ہورات بھاری مردم بیمار کو	یون نزاکت سے گران ہی سرمہ چشم یار کو

یہان بیمار پر ہو تو ٹھیک ہی۔

ولہ

سبز ہوتے کھیت دیکھا ہی کہین شمشیر کا	جو ستمگر ہین کبھی وہ پھولتے پھلتے نہین

محاورے مین تلوار کا کھیت کہتے ہین شمشیر کا کھیت نہین ہے۔

نواب شاہ جہان بیگم شیرین تخلص

شیرین ہی یہی دختر انگور کی آواز	قلقل کی جو شیشے سے صدا کانمین آئی

محاورہ مین دختر رز اور دختر تاک ہی شراب اور خوشہ انگور کے معنے مین۔

ذوق

ہی ترا نقش قدم چشم نمائی کرتا	منہ اُٹھائے ہوے جاتا ہی کہان تو کہ تجھے

تجھے دوسرے مصرع کا حق ہی تخلیص معلی مین اسیطرح لکھا ہی۔

آتش

دست شفقت پھیرے وہ شوکت نشان بالائے سر	آرزو ہے پاؤن پر اُسکے ہمارا سر ہو ور

اور دوسرے مصرع کا حق ہی کیونکہ حرف عطف معطوف پر آتا ہی نہ معطوف علیہ پر۔

غالب

دل اُسکو پہلے ہی ناز و ادا سے دے بیٹھے　|　ہمین دماغ کہان حسن کے تقاضا کا

یہان تقاضے کی جگہ تقاضا کا بالکل بے قاعدہ اور محض بضرورت قافیہ استعمال کیا گیا ہے

ناسخ

معنی غزلون کے وہ صفا ہے　|　آئینۂ قدرت خدا ہے

مصرع اول مین ہے کی جگہ ہین چاہیے کیونکہ تمام اُردو دان معنی کو جمع کے طور پر بولتے ہین۔

آتش

کشاکش دم کی مار آستین کا کام کرتی ہے　|　دل بیتاب کو پہلو مین اک گرگ بغل پایا

بغلی گھونسا اُردو کا محاورہ ہے مار آستین فارسی محاورہ ہے گرگ بغل محاورے کے خلاف ہے۔

ولہ

لکھے ہین سرگذشت دل کے مضمون یک قلم آئین　|　تماشا قتل گہ کا ہے مطالع میرے دیوان کا

مطالع یہان بے محاورہ ہے۔

ولہ

نہین غم تیغ ابروے صنم سے قتل ہونیکا　|　شہادت بھی بمنزل فتح کے ہے مرد غازی کو

محاورہ بمنزلے ہے۔

ولہ

عہد طفلی مین بھی تھا مین بسکہ سودائی مزاج　|　بیڑیان منت کی بھی پہنین تو مین نے بھاریان

محاورے مین بھاری بیڑیان ہے۔ دربار اکبری مین میان فہیم کے حالات مین لکھا ہے کمائین خان خانان لٹائین میان فہیم اور یہ محاورے کے خلاف ہے محاورہ یہ ہے۔ اُڑائین میان فہیم آزاد نے خود بھی دوسرے معانون کمانیکے ساتھ اڑانے کو جمع کیا ہے چنانچہ کہتے ہین۔ ؎

لے جائیگا غرض کہ جو کچھ ہاتھ آئے گا　|　دیکھو کمایا کسنے ہے اور کون اڑائیگا

ولہ

تھا کوئی دوش پہ خورجین اُٹھائے آتا　|　اور بغل مین کوئی بیگ اپنا دبائے آتا

خورجین جسکو اہل ہند خورجی کہتے ہین ایک چیز ہے جسکو ٹاٹ وغیرہ سے بناتے ہین اور سامان اُس مین رکھ کر ٹٹو پر لادتے ہین اسلیے یہان صندوق اُسکی جگہ مناسب ہے کیونکہ آدمی دوش پر خورجین نہین اٹھاتے

صندوق اُٹھاتے ہین۔
یا ترکیب کلام مین کسی لفظ مناسب مقام کا ترک کرنا جیسا کہ۔

اشرف

ابرو عقرب ہین تو ہین آپکے اژدر گیسو	ڈر کے مارے نہین چھوتے ہین فسونگر گیسو

سبب مین ابرو کا عقرب ہونا اور گیسو کا اژدرہو نا بیان کیا ہی اور مسبب مین ابرو کا ذکر چھوٹ گیا ہے حالانکہ مناسب مقام یہ تھا کہ ابرو اور گیسو دونونکے نہ چھونے کا حال مذکور ہوتا۔

منیر

مرجع روح ملک ثانی عقل اول	زائر حضرت شاہ شہداہی ہو وارے

حضرت کی جگہ روضہ مناسب ہی۔

امیر

دو کی جگہ دیے مجھے بوسے نہاک کے چار	تھے نیند مین پڑا اُنھین دھوکا حساب مین

اگر نیند کے بدلے نشے کا لفظ کہتے تو اچھا تھا کیونکہ نیند مین دو کے بدلے سو بوسے بھی لیلے جائین تو بھی دھوکا نہین پڑ سکتا علاوہ اسکے بہکنے کے مناسب بھی نشے کا لفظ ہے۔

حالی

اثر فیض عام سے اُس کے	کعبہ آباد و میکدہ معمور

اسجگہ بتکدہ زیادہ مناسب ہے۔
دوسرے توالی اضافت یعنے پے در پے چند اضافتین لانا مگر یہ اُسوقت عیب ہے جبکہ بُرا معلوم ہو اور ثقالت پیدا کرے اور اگر ایسا نہو تو وہ اک مزیدار چیز ہے۔

شاداب

دو دربالاے چراغِ مہ کامل یہ ہین	یا کُھلیان ہین ترے رُخ پہ پریرو گیسو

انیس

مین ہون سردارِ شبابِ چمنِ خلدِ برین	مین ہون خالق کی قسم دوش محمد کا مکین

دبیر

دیکھو دو مصرع خطِ پشتِ لبِ خوش آب	گویا ہین یہ کہ مطلع ابروہین انتخاب
بازو پہ سجے جوہر والماس ضیا بار	ولہ — اور اکڑ دُرِ نجفِ حیدرِ کرار

ولہ

قطرے یہ عرق کے نہین تسبیح ہماہی
نقشِ قدم سجدہ گہِ بادِ صبا ہے

انشا

آہ کل دل کو ہوا درد کہ رکھا ہم کو
جنبشِ چینِ جبین بت چین نے بیچین

ولہ

آماج گاہ کیجیے گا اور مجھے پر آپ
صد تیرِ ناوکِ نگہِ ژرف تو ڑیے
دم پڑھ کے کیجیے صیغۂ اُلفت تو ایکبار
صد قفلِ علتِ کتبِ صرف تو ڑیے

ظفر

پایا نہ بجز داغ سیہ کاری یک عمر
نقشِ قدمِ قافلۂ عمرِ رواں ہیچ

راجہ شنکر ناتھ صبا

دل جب اُسکی نگہ مست کا مخمور رہا
سرخوشِ کیفیتِ بادہ انگور ہوا

امیر

چراغ کعبۂ دین شہسوار دوش رسول
امام سجۂ خاصان ایزد قدوس

تیسرے ابتذال یعنی فی لیل و خوار و نلے قدر الفاظ کا استعمال کرنا اور محاورۂ عوام لانا جس سے خواص پرہیز کرین جیسے شبرات کی رات اور چاہ زمزم کا کنوان اور آبحیات کا پانی اور من ابتدا ے فلان تاریخ سے لغایت فلان تاریخ تک ورپس غلبت تاریخ قیصری مولفہ مرزا محمد اکبر علیخان دہلوی کی عبارت ہی **نثر** چنانچہ بہ تعمیل اس حکم کے من ابتدا ے ۲۸ نومبر لغایت ۲۲ دسمبر سنہ مذکور تک الخ۔
منہ اور چھبیس تاریخ سے لغایت ۳۰ تاریخ تک لارڈ صاحب بہادر نے روسا صاحبان ممدوح الصدر سے ملاقاتین فرمالین

سودا

کہتے ہین نیلم جسے تھا فی الحقیقت مین وہ لعل
ہو گیا ہی رشک سے تجھ لب کے رنگ اُس کا کبود

نعیم

رکھ کے سر اپنے کے تئین اُسکے کف پا اوپر
شام سے تا صبح ٹک آنکھین ملا کیجیے

یہان ٹک بمعنی ذرا کا موقع نہین ہی۔

تپش

کہ تو بیٹھ جا کر فلانی سے جگھے
بلاؤن گی مین گھر مین جا کے تجھے

جگھے عامیانہ محاورہ ہی۔

سودا

پکلنے کی نہین اُسکے کوئی بات		نصیبوںسے مگر آجائے شبرات

شبرات نہایت مبتذل لفظ ہی صحیح شب برات ہے۔ انیس۔

لمتی نہین پانی کی سلامت رہین عباس

مولوی شبلی کہتے ہین کہ لمتی لفظ مبتذل ہی۔

ولہ

بُت توڑکے کعبے کو صفا کر دیا کس نے

صفا محاورۂ مبتذل ہی صاف چاہیے جیساکہ مولوی شبلی نے کہاہے۔

ولہ

جو خوبیان کہ چاہیین وہ سب حُصول ہین

حصول عامیانہ محاورہ ہی حاصل چاہیے جیساکہ مولوی شبلی نے کتاب موازنہ مین تصریح کی ہے۔

میر

یہ عرضیان حضور کی پہونچے ہین صبح وشام		دسخط جو ہو کے آئے کوئی سو اُسی کے نام

دسخط نہایت عامیانہ و مبتذل محاورہ ہی دستخط صحیح ہے۔

ولہ

مت ان نمازیونکو خانہ سازدین جانو		کہ ایک اینٹ کی خاطر یہ ڈھائینگے مسیت

مسجد کی جگہ مسیت مبتذل اور نہایت عامیانہ محاورہ ہے۔

چوتھے تغیر یعنے الفاظ کو بصورت دیگر استعمال کرنا جیسے المضاف بجاے المضاعف جیسے کہ

آتش

زہر پرہیز ہو گیا مجھکو		درددرمان سے المضاف ہوا

مثنوی زائر

دیدون گا مضاف اُس کا تمکو		بالفعل امین مجھکو جانو +

میر خلیق

لیلاف پڑھی اور اُسے دُودھ پلایا

صحیح لپلاف ہے (مستفاد از آبحیات)

میر سوز

اوما رسیاہ زلف سچ کہہ	بتلادے دل جہان چھپا ہو
کنڈلی تلے دیکھو نہ ہووے	کاٹا نہ ہفی ترا برا ہو

صحیح افعی ہی چنانچہ اس قول مین آتش کے۔

سیاہی دور کردلکی تو پیدا نور عرفان ہو	سرافعی کو کچلا جسنے مال اسکا خزانہ ہی

سودا

جا پڑی نعش برادر پر جو زینب کی نگاہ	منہ بقیہ کی طرف کرکے یون لگی کرنے مقال

بقیع مدینے کا ایک قبرستان ہی جسکو بقیع الغرقد بھی کہتے ہین اسکو بقیہ استعمال کیا ہی

میر تقی

غم زمانہ سے فارغ ہین مایہ باختگان	قمار خانۂ آفاق مین ہی ہارے جیت
ہزار شانہ و مسواک و غسل شیخ کرے	ہمارے عندیہ مین تو ہی وہ خبیث پلیت

آب حیات سے مستفاد ہوتا ہے کہ اصل مین پلید ہے میر نے قافیہ کی رعایت سے پلیت استعمال کیا ہی اگرچہ پلید اور پلیت مین باہم تبادل مان سکتے ہین جیسا کہ فرہنگ انندراج سے مستفاد ہوتا ہے لیکن اسکے لیے اساتذہ فارسی کا استعمال شرط ہی یہی وجہ ہی کہ صاحب غیاث نے کہا ہی کہ جو لوگ پلید مین دال مہملہ کی جگہ تلے فوقانی لکھتے اور پڑھتے ہین یہ انکی خطا ہے۔

امانت

زبان موج سے تشنہ دیا جو دریا نے	برس گئی مری ہر آنکھ ابر تر کیطرح

تشنہ اصل مین تشنیع ہی ملامت کرنے کے معنے مین۔

ناسخ

غرور اوج دو روزہ عبث ہی تجھکو اے اسفل	مین مثل ماہ گردون ہون تو مثل ماہ مقنع ہے

مقنع مین میم مضموم اور قاف مفتوح اور نون مشدد مفتوح چاہیے کیونکہ دراصل اسیطرح ہی جیسا کہ تمام کتب لغت اور تواریخ سے ثابت ہی اور وجہ تسمیہ اسکی ابوالفدا نے یون لکھی ہی کان لا یسفر عن وجہہ اتخذ له وجہا من ذہب فتقنع بہ ولذلک قیل له المقنع یعنے مقنع اپنا منہ نہین کھولتا تھا بلکہ اسنے ایک منہ سونے کا بنوا لیا تھا جس سے اپنے منہ کو چھپائے رہتا تھا اسی لیے اسے مقنع کہنے لگے تھے۔

	آتش	
	اس خوان کی نمش کف مار سیاہ ہے	

نمشک بروزن سرشک صحیح ہے جسکے معنی ملائی اور مکھن وغیرہ ہین نمش درست نہین ہے

پانچوین انتقال وتنافر حروف یعنی واقع ہونا ایک سے حروف کا آخر کلمۂ اول اور اول کلمۂ آخر مین یا ایسے حروف کا استعمال کرنا جنکے پڑھنے مین دشواری ہو اور زبان پر ثقل پیدا کردین اور یہ بات متعلق مذاق طبیعت کے ہے جیسے شیخ خورم، نفع علم طاق قبر۔

	میر	
افتادگی پر بھی نہ چھوا دامن انھون کا		کوتاہی نکی دلبرونکے ہمنے ادب مین
	ولہ	
رہتا ہے پیش دیدۂ تر آہ کا سبھاؤ		جیسے مصاحب ابر کی ہوتی ہے کوئی باؤ

پہلے شعر مین دامن انھون کا اور دوسرے شعر مین مصاحب ابر کی طبع سلیم کو ناگوار معلوم ہوتے ہین۔

	عبرت	
کہ مین طائر فلاطون زمان ہون		ہین میرے بال و پر اوراق قانون
	انیس	
کشتونکو اپنے فوج عدو روندنے لگی		جنگل مین برق قہر خدا کوندنے لگی

بعض لوگون نے جو یہ قید لگائی ہے کہ حروف ثقیل لانے سے یا ایک جنس کے حروف کے استعمال سے کلام ثقیل ہوجاتا ہے محض بے اصل ہے ہان اسمین شک نہین کہ بعض اوقات یہ بھی باعث تنفر ہوتا ہے نہ ہر جگہ اور تنافر حروف کچھ ثقل کلام ہی پر منحصر نہین۔ ضابطہ یہان یہ ہے کہ جسکو طبع سلیم اُس موقع پر گوارا نکرے ثقیل اور متعسر النطق جانے وہی متنافر ہے خواہ وہ حروف قریب المخرج ہون یا بعید المخرج یا ثقیل۔ آتش کے اس شعر کے۔

زار ہون ایسا کسی کو مین نظر آتا نہین		عشق مین گھل گھل کر کمر کا یار کے مو ہوگیا

مصرع ثانی مین چھ کاف جمع ہین مگر تنافر پیدا نہین ہوا۔

چھٹے غرابت لفظی یعنی غیر مانوس اور نامشہور لفظ استعمال کرنا جیسے استعمال الفاظ دکھنی اور پوربی اور بنگالی اور کوہی وغیرہ کا زبان اُردو مین یا ایسے الفاظ لانا جنسے بہت سے اہل زبان ناواقف ہون جیسے اکثر شعرا قصائد کے قافیون مین لاتے ہین اور یہ بات فصحاے دہلی ولکھنؤ دونون کے یہان دیکھی گئی۔ انشا کے قصیدے اور مومن وذوق وغیرہ کے قصائد اکثر ایسے ہین جن کے قافیون مین مشکل الفاظ اور لغت

غیر مانوس موجود ہین مگر قصائد مین ایسے الفاظ کا قافیے کی ضرورت سے لانا روا ہے۔

انشا

بسان بید مرے بند بند جکڑے ہین	وفور درد سے یہانتک کہ ہون بہ شکل سطیح
گہے تھی زیج الغ بیگ ہاتھ مین میرے	مطالعہ مین سطرلاب کی گہے تسطیح
کسی کی ہجو کہی فارسی مین گہ مین نے	قصیدہ عربی مین کسی کی کی تمدیح
فساد لقمہ شک سے مجھے نہ تھا پرہیز	علیل اسلیے ہون مین باکل خبز صحیح
سوائے تیرے ولے کب کسی کو سمجھون ہون	محمدی ہون نہین تابع سطیح و لطیح
پچمک یہ وجع مین محسوس ہی مرے کہ خیال	کرے ہے یون کہ مفاصل مین مجتمع ہی قیح
بروح حیدر صفدر سے مجھے نکر محتاج	بہ چوب چینی و قیصوم و ورج و عشبہ و شیح

ولہ

کیجیے گر نظر غور بانواع صفات	خیرہ ہو ذہن کہ ہی یہ مسائل ہین ادق
واسطے خالق کے سب یہ بنائے اعضا	عاتق و کتف و ید و ساعد و رسغ و مرفق
بحر امواج حقائق سے گذر کون سکے	ہان مگر فضل جو تیرا ہو بجائے زورق
ہے موالید ثلثہ کا علی قدر الحال	تیرے ہی فضل سے محصول سدا سد رمق
تو نم فیض نہ چھڑکے تو میاہ الابحار	اُڑ چلین ابخرۂ ارض سے مثل زیبق

انشا کے ایک مستزاد مین قافیہ نپٹ کھچا وٹ بنا وٹ گھبڑ اہٹ نٹ کھٹ ۔ غٹا غٹ ۔ آرٹ وغیرہ ہی اسیطرح غزلون مین کھسنڈ ۔ جو تھے کھنڈ ۔ پچھڑے اکنڈ ۔ اور سوکھے ڈنڈ ۔ کنڈ بر مہا لکے رنڈ لنڈ منڈ وغیرہ لائے ہین۔

ذوق نے ایک قصیدے مین ایاق ۔ مہراق ۔ اتراق (منزل مین اترنا) قشلاق ۔ یلاق ۔ مہراق ۔ نطاق ۔ بقباق ۔ قلماق ۔ شلتاق ۔ مطراق ۔ استنشاق ۔ استبراق ۔ قواق ۔ محاق ۔ ازہاق ۔ حراق قافیہ کیا ہے۔

ناسخ نے بھی سنگین اور سخت الفاظ کا استعمال کیا ہی جیسے ثعبان موسلی ۔ کڑاک ۔ حربا ۔ سیر غم استعلاج ۔ خالق الاصباح ۔ محوّل ۔ اکال ۔ عاطل ۔ سبلح (بائے موحدہ سے) قطاول ۔ انجاج استحالہ انحنا سودا نے آصف الدولہ کی تعریف مین ایک قصیدہ کہا ہی جسمین لڑنت ۔ گرنت ۔ اکڑنت ۔ مرغ کی جھکڑ کنت جلکر بھسمنت تیر کی کمان سے سرکنت ۔ زمین مین کھدنت ۔ گھوڑے کی کڑکنت ۔ ٹڑ ٹینت ۔ چہڑ نت ۔

(مقابل) دکبنت۔ (ڈر کر دبکنا) روباہ شیر کو سمجھتی ہی کیا شمنت نچنت۔ (بیفکر) رو بہو نکی بکھرنت تارو نکی چھٹکنت۔ لٹپنت (لپٹنا) پڑھنت (پڑھنا) گھٹنت (گھٹنا)۔ اور ایک قصیدے مین لپک اور جھپک کے ساتھ کٹک کہ زبان مارواڑی مین لشکر کے معنے مین ہے قافیہ کیا ہے جیساکہ دریاے لطافت سے مستفاد ہوتا ہے۔

سوز

نہین نکسے ہی مرے دل کی اُپاہے گا ہے	ای فلک سہر خدا رخصت آہے گا ہے

ساتوین مخالفت قیاس لغوی یعنے محاورۂ اہل زبان کے خلاف۔ قاعدۂ صرف و نحو کے خلاف کوئی لفظ استعمال کرنا یہ کئی قسم ہی۔

(۱) وصل یعنی زیادہ کرلینا کسی لفظ کا جیسے ہاے ہوز سودا کے اس شعر مین۔

سجو و در سے ترے بہرہ ور ہون اہل زمین	رہے رکوع مین تا قامت سپہر دوتاہ
بسان رشتہ کہ دانو مین سبحہ کے ہووے	تری ولا کو رہے اس طرح دلو نمین راہ

دوتاہ مین ہاے ہوز زیادہ ہے۔

	ولہ	
جان عقل کامل و شور سر دیوانگان		رونق آبادگی اور وحشت ویرانہ ہم

آبادگی مین کاف زائد ہی اسلیے کہ یاے مصدری یا نسبت کے قبل وہان کاف فارسی لگاتے ہین جہان لفظ کے آخر مین ہاے مختفی ہو اور یہان آباد کے آخر مین ہا نہین ہی۔ آتش کے قول مین خوشی بھی اسی قبیل سے ہے۔

آتش

بہار گلستان کی ہے آمد آمد	خوشی پھرتے ہین باغبان کیسے کیسے

انیس

اس مژدے کو سنتے ہی خوشی ہوگئی شیرین

دبیر

جب کاغذ و دوات و قلم سامنے آیا

دوات مین الف زائد ہے۔

انیس

عالم کی تغیری پہ بحالی کی ہے آمد

مولوی شبلی نے کتاب موازنہ مین لکھا ہو کہ تغیر کی جگہ تغیری اضافہ یا کے ساتھ لائے ہین مگر مین کہتا ہون کہ تغیر تشدید یائے تحتانی کے ساتھ واقع ہے ع۔

عالم کے تغیر پہ بجا ہی کی ہے آمد

انشا

اپنے گیلاس شگوفے بھی کرینگے حاضر | غنچہ و گل سبھی وان کھولینگے بوتل کے دہن

اُردو کا محاورہ گلاس بغیر یا کے ہے۔

بُدھ سنگھ قلندر صاحب دیوان

ہمکو تو بہت آرزوئین تھین | تمنے اک ہی نگہ مین ٹالدیا +
اے قلندر یہ نظم یا جادو | تو نے تو لعل سا اُگال دیا +

اصل مین اُگل دیا ہے۔

محشر

ممکن ہی نہین دلین تیرے راہ کسی کی | ہر چند کہ ہو سنگ شکن آہ کسی کی
مرجاؤ کوئی یا کوئی رہ جاؤ تڑپتا | قاتل کو مرے کچھ نہین پروا کسی کی
دی ریختہ کے شوق نے محشر مجھے تکلیف | مین ورنہ کہان ماننے تھا بالسد کسی کی

اصل مین پروا ہی ہائے ہوز زیادہ کرکے پرواہ استعمال کیا ہو۔

(۲۰) قطع یعنے کوئی حرف اصل کلمے سے خارج کردینا جیسے۔

میر حسن

خوشا وہ زمانہ کہ دو ایک جا | کرین یک دگر جلوہ مہر وما

ماہ کی ہائے ہوز گرا دی ہے۔

دبیر

نرغے مین تین و تیر سے پیا سا نہین ہوئین | جینے سے آج اپنے ہراسا نہین ہون مین

ہراسان کا نون گرا دیا ہے۔

سوز

کیون مشفق و مہربان کسی کے | ہمسے بھی اگر ملو تو کیا ہو
مانوگے نہین غرض یہ باتین | تم اپنی ہی ہٹ کے بادشا ہو

قلندر

ترا ہوتا ہون بندہ اِک نگہ مین گدا ہون اُسکے کوچے کا قلندر	بھلا اس مول کو مین کیا بُرا ہون صحیح ہی گر کہون مین بادشاہون

انیس

یہ اوج یہ مرتبہ ہما کو نہ ملے بخشی ہے خدا نے ہمکو یہ دولت فقر	یہ دلق مرقع اُمرا کو نہ ملے برسون ڈھونڈے تو بادشا کو نہ ملے

ان تمام اشعار مین بادشا کی ہا گرادی ہے اگرچہ اس لفظ کو بعض اساتذۂ فارسی نے بھی حذف ہا کے ساتھ استعمال کیا ہی جیسے۔

سعدی

زن نیک وخوش سیرت وپارسا	کند مرد درویش را بادشا

لیکن اسمین شبہ نہین کہ اس لفظ سے حذف ہا کا حرف کرنا مخل فصاحت ہی جیسا کہ مرزا قتیل نے شجرۃ الامانی مین لکھا ہی کہ "حذف ہا از لفظ سیاہ موجب مزیت فصاحت ست واز گواہ وگیاہ وبادشاہ مخل فصاحت باشد" اور یہی ایران کے فاضل رضا قلی خان ہدایت نے انجمن آرائے ناصری مین کہا ہی اگر سعدی کا بادشاہ کو بغیر ہا کے استعمال کرلینا مخالفت قیاس لغوی کے عیب سے پاک کرنے کے لیے کافی ہوتا تو اُنکا دلکو گل کا قافیہ کرلینا بھی عیب مین شمار نہ پاتا۔

نیامد ورا ایام او بر دلے	نگویم کہ خارسے کہ برگ گلے

میرتقی

داغ ہے تابان علیہ الرحمہ کا چھاتی پہ میر	ہو نجات اُسکو بچارہ ہمسے بھی تھا آشنا

دراصل بیچارہ تھا یائے تحتانی حذف کرکے بچارہ استعمال کیا ہے۔

عن مؤلف مثنوی پدماوت

ولیکن جتنے وان خسرو کلا ہین	بسان عاشقان اہل وفا ہین

کلان کا نون گرا دیا ہے۔

سودا

سُن کر وہ یہ کہے کہ نہین ریختہ ہی یہ	اور ریختہ بھی ہی تو فرزُشہ کی لاٹ کا

فیروز کو فرُزُ استعمال کیا ہی یائے تحتانی اور واؤ کو قطع کردیا ہے۔

(۳۱) تخفیف یعنے حرف مشدد کو بے تشدید کے استعمال کرنا جیسے حج و رب وغیرہ مرزا دبیر کہتے ہین ع۔

نجلین مین حج کعبہ کیا شہ نے پیادہ

حج مشدد ہی اور یہان بے تشدید کے استعمال کیا گیا ہی جیسا کہ مولوی عبد الغفور خان نساخ نے اپنے رسالے مین لکھا ہے۔

رسالۂ عبد الواسع مین مذکور ہی کہ اگر لفظ عربی مشدد الآخر تنہا مستعمل ہو تو اُسکو تخفیف کے ساتھ پڑھنا چاہئے جیسے غم وہم بمعنی اندوہ وقد و خد وغیرہ لیکن ترکیب کی صورت مین اصل کلمے کی رعایت کرنا اور تشدید ظاہر کرنا اولے ہی جیسے حج کعبہ

انیس

کرار ہے وہ شخص نہ غیر فرار ہے

فرار بہ تشدید رائے مستفاد از مواد نہ۔

آتش

رنگ زرد و لب خشک و مژۂ گرد آلود | کشتۂ عشق ہین ہم ہی یہ کفارہ اپنا

کفارہ اصل مین تشدید فا کے ساتھ ہے۔

میر سید علی غمگین

بتا ساقی کفارہ کیا ہی کیش مے پرستی مین | قسم پیر مغان کی جھوٹ کھا بیٹھا ہون مستی مین

مصحفی

مری آہ نے جو کھولی لعیوق آہ کی برق | رہین برق و رعد لیکر علم سحاب اُلٹا

انجیات مین اسیطرح لکھا ہی عیوق اصل لغت مین یاے تحتانی کی تشدید سے ہی جیسا کہ غیاث اللغات مین منتخب اللغات کے حوالے سے لکھا ہی کہ عیوق تشدید یاے تحتانی مضموم کے ساتھ ایک ستارے کا نام ہے جسکا رنگ سرخ و روشن ہی اور وہ کہکشان کی سیدھی طرف ہی ثریا سے پیچھے نکلتا ہی اور اُسکے آگے ہوتا ہی

ہوس

لیتی تھی زچہ کی کوئی بلائین | دیتی تھی کھڑی کوئی دعائین

زچہ دراصل بہ تشدید ہی چنانچہ غیاث اللغات مین برہان قاطع۔ موید الفضلا اور فرہنگ جہانگیری کے حوالے سے لکھا ہی کہ زچہ بالفتح و تشدید جیم فارسی زن نوزائیدہ پس امیر مینائی نے جو تخفیف کے ساتھ لکھا ہی وہ بھی سند نہین ع

دیکھو نکلی ہو زچہ سائے مین تلوار و نکے

ہان اگر محاورۂ روزمرہ مین اور اہل علم کی نظم و نثر مین علی العموم تخفیف کے ساتھ استعمال مین آنا ثابت ہو جائے تو اُسوقت مین مہند کہہ سکتے ہین۔ اور مُہَنَّد اُس لفظ فارسی و عربی کو کہتے ہین جو تصرف لفظی یا معنوی کے ساتھ زبان اُردو مین استعمال کیا جائے اور اس عمل کا نام تہنید ہے جو مقابل تفریس اور تعریب کے ہے جیسا کہ خان آرزو نے چراغ ہدایت مین لکھا ہے مثلاً تپاک بمعنی گرمجوشی وارتباط مہند ہے اور اصل لغت مین اضطراب بیقراری کے معنی مین ہے اسیطرح رسید بمعنی نوشتہ جو کسی چیز کے پہونچنے کے بعد دوسرے سے لیتے ہین مہند ہے اہل ایران کے کلام مین نہین آیا وہ اسکی جگہ یافتہ بولتے ہین اسیطرح رسد بمعنے آذوقہ و ذخیرہ جو لشکر اور قافلے کے ہمراہ ہوتا ہے اور احتیاج کے وقت کام مین لاتے ہین مہند ہے استادان ایران کے کلام مین نہین آیا ابوطالب کلیم نے جو شاہ جہان نامے مین لکھا ہے وہ روزمرۂ دربار سلاطین دہلی کے موافق لکھا ہے بہار عجم سے اسیطرح مستفاد ہوتا ہے خان آرزو کے نزدیک لفظ روزنامچہ بھی مہند ہے یہی حال سرپرست کا ہے کہ مربی کے معنی مین مہند ہے ورنہ دراصل خادم اور مہماندار کو کہتے ہین۔ ضامن علی جلال نے الفاظ مہند کی تحقیق مین ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔

(۴) تشدید یعنے حرف غیر مشدد کو تشدید کے ساتھ لانا جیسے۔

	سودا	
عہد مین جسکے یہ غیور بزرگ و کوچک		یعنے نواب سلیمان فر و نام آصف جاہ
	میرحسن	
و لے یہ ورش سب کی منظور ہے		اگرچہ وہ بیفکر و غیور ہے

غیور غفور کے وزن پر ہے مگر ان دونون شعرون مین یاے تحتانی کی تشدید کے ساتھ استعمال کیا ہے حالی اور میر نے درست لکھا ہے۔

	حالی	
مجھ سے برتر ہے میری طبع غیور		خاک ہون اور عرش پہ ہے دماغ
	میر	
وہ آنکھ جو چھپا نے تو تو بھی ٹک کہجارہ		عاشق غیور جی دے اور اُسطرف نہ دیکھے
	ظفر	
عمامہ سج کے شیخ فضیلت مآب گول		لاتا ہے اپنے پیچ مین ہر اہل بزم کو

عمامہ بکسر اول و تخفیف میم اول ہے جیسا کہ مولف غیاث اللغات نے منتخب اللغات مدار الافاضل سکندری

بحرالجواہر۔ کشف اللغات۔ قاموس اور بہار عجم سے تحقیق کیا ہو اور بعض شعرائے مستند کے کلام مین بھی آیا ہو غلام امام شہید کہتے ہین مصرع۔

وہ عمامے کی سجاوٹ وہ جبین روشن	وہ عبائے عربی اور وہ نیچا دامن

بحر

بوڑھے بوڑھونکے عمامے پانونکے نیچے ملے	ٹیڑھی ٹوپی رکھ کے تونے اے جوان ملا ہے سر

مولوی محمد حسین آزاد

جسم پرنور مین پہنے ہوے جامہ کالا	بر مین جبہ عربی سر پہ عمامہ کالا

لیکن گفتگو یہان اسقدر باقی رہتی ہو کہ صاحب غیاث نے بغیر کسی کتاب لغت کے حوالے کے تشدید میم کے ساتھ بھی آنا لکھا ہے۔

(۵) قصر یعنے الف ممدودہ کو مقصور کرکے لانا جیسے۔

سودا

کہا اُس سے کہ بھر کے اُفتابا	صحن کے جا ضرور مین رکھوا

آفتابہ اصل مین بالمد ہے

نسیم

اُٹھ سپہر اضطرابی دل ہے	دل ہے یارب کہ مرغ بسمل ہے

آٹھ اصل مین الف ممدودہ کے ساتھ ہے۔

(۶) مد یعنے حرف مقصور کو ممدود پڑھنا جیسے آتاج اور آبرہ۔ آتش نے طومار اغلاط مین ناسخ کا یہ شعر لکھا ہے۔ ؎

دل ملک آنگریز مین جینے سے تنگ ہے	رہنا بدن مین روح کا قید فرنگ ہے

اور آنگریز کو فاع لات کے وزن پر لکھا ہو پس مثال مد کی ہو اسی قبیل سے ہو یہ شعر۔

منیر

کمال فارسی و آنگریزی و اردو	عروض و قافیہ و فن شعر سے ماہر

(۷) تحریک یعنی حرف ساکن کو متحرک لانا جیسے۔

سودا

بنیے کا دیوال بند ایک قرضدار تھا	اُسکے ادا کرنے مین سخت وہ ناچار تھا

قرض بسکون رائے مہملہ ہی مگر یہان رائے متحرک کے ساتھ استعمال کیا ہی۔

ولہ

ہی مجھے فیض سخن اسکی ہی مداحی کا | ذات پر جسکی مبرہن ہی کنہ عزوجل

کنہ ساکن الاوسط کو متحرک الاوسط موزون کیا ہی۔

تپش

خصم تیرا احمق ہے اور بے ہنر | نہین شاستر سے اُسے کچھ خبر

خصم حرف اول کے فتحہ اور دوم کے سکون سے مالک اور صاحب کے معنی مین بھی آیا ہی اور اسوجہ سے شوہر کو بھی کہتے ہین

دبیر

ہی سخت مجھے شرم بتول عذرا سے

عذرا اصل مین حرف دوم کے سکون سے ہی نہ فتحہ سے

میر انیس

دیکھا نہین کیا صبر بتول عذرا کو

سعید

ختم ابن ابی طالب پہ ہین حربے شجاعت کے

ممتاز جہان ممتاز

بسم اللہ لکھ کے نعت کا اسپر کیا حصر | بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

حصر اصل مین صاد کے سکون سے ہی۔

مثنوی زائر

حاجت تعلیم کی نہین ہے | حیوان عجم کو بھی یقین ہے

عجم عین کے ضمے اور جیم کے سکون سے کند زبان اور گونگے کے معنے مین ہی مگر یہان جیم کی تحریک سے آیا ہی

اعظم

منطقی اسرار اثبات و نفی مین رہ گئے | اُس دہن سے آگئی آواز عقدہ کھل گیا

نفی اصل مین بفتح نون و سکون فا ہی۔

دبیر

شرط پنجم ہی کہ کارد نہ دکھاؤ اُسکو | ذبح کے پہلے قضا سے نہ ڈراؤ اُسکو

منیر

اگرچہ گندمی رنگوں کو پیسا اس جزیرے نے — نہ پائی ایک نن بھی آرد گندم کی رزانی

پہلے شعر مین کارد او دوسرے شعر مین آرد کی را کو مفتوح باندھا ہی حالانکہ ساکن ہی۔

دبیر کے مصرع کی تقطیع یون ہی شرط بنجم فاعلاتن ہ ک کا رد فعلاتن ن دگا ؤ فعلاتن اسکو فعلن ظاہر ہی کہ کارد کی رے فعلاتن کی تاے متحرک کے مقابل واقع ہوئی ہی (تقطیع مصرع منیر) ن بائی اے مفاعیلن گ دن بی آ مفاعیلن رد گندم مفاعیلن ک آرزانی مفاعیلن اس مصرع مین آرد کی رے مفاعیلن کی میم کے مقابل واقع ہوئی ہی جو متحرک ہی۔

عظیم

نادانی کا مری نہو دانا کو احتمال — گو تم بقدر فکر یہی کر حمل چلے

عمداً بمعنی ارادے سے کام کرنا بفتحتین جو بعض کی زبان پر جاری ہی وہ صحت سے عاری ہی۔

انشا

غصے مین تیرے ہمنے بڑا لطف اٹھایا — اب تو عمداً اور بھی تقصیر کرینگے

اصل لفظ بفتح اول و سکون دوم ہی اور شعرائے فارس و اردو کے اشعار مین بھی سکون دوم سے آیا ہی۔

جلال اسیر

از طاقت من بخش بے جا نہ بپرسی — شاید کہ بگویم بتو عمداً نہ بپرسی

ظہوری

درو ندارم ز مدا وا چہ حظ — دم بکش از نالہ عمداً چہ حظ

میر

میر عمداً بھی کوئی مرتا ہے — جان ہے تو جہان ہے پیارے

شہیدی

کبھی عمداً جو ہکلا کر وہ مجھسے بات کرتا ہی — مزہ دیتا ہی اسکا ہر سخن قند مکرر کا

دبیر

یہ حق ہی یہ باطل ہی یہ ثبت ہی یہ خدا ہی — عمداً نہ سُنے کوئی تو یہ بات جدا ہی

(۸) اسکان یعنی حرف متحرک کو ساکن لانا جیسے قسم بسکون سین لکھنا۔

دبیر

وہ خوان تھا مثل دل فیاض کشادہ — اور حوصلے سے غرض کے تھا رزق زیادہ

غرض دراصل بفتحتین ہے۔

هوس

وہ بے غم وبے فسوس وبے قلق | مین خاک فتادۂ رہ خلق

قلق بفتحتین چاہیے کیونکہ یہان بیقراری اور بے آرامی کی نفی مقصود ہی۔

شاہ حاتم

دیکھ سرو چمن ترے قد کون | خجل ہے پابگل ہے بے برہے

خجل دراصل حرف اول کے فتح اور جیم کے کسرہ کے ساتھ چاہیے کیونکہ شرمندہ کے معنی مین انھین حرکات کے ساتھ ہی اور سکون جیم کے ساتھ شرم وحیا رکھنے کے معنے مین ہے جو یہان نہین بنتا۔

طپش

رُخ مہر ومہ اُسنے تابان کیا | کتان اور ذرے کو نگران کیا

نگران مین کاف فارسی دراصل متحرک ہی۔

قلندر

کہان ہینگے آنسو کہ آنکھون سے نکلین | لگے برسنے ٹکڑے اب دل کے کٹ کر

برسنے مین دراصل رائے مہملہ مفتوح ہی۔

مولوی صدرالدین خان آزردہ

اُس شوخ سے مربوط بہت سہل سے ہوتے | اگر ہم بھی سبک حرکت نا اہل سے ہوتے

حرکت دراصل رائے مہملہ کی تحریک سے ہی۔

تراب

ہر اک سکتے تھے تدبیر اپنے لائق | تحیر مین تھے سب حکماے حاذق

حکیم کی جمع حکما کاف کے فتح سے ہی اور شاعر نے کاف کو ساکن باندھا ہی۔

سودا

داغ ہون اُن سے اب زمانے مین | بزم شعرا کے ہین جو صدرنشین

شاعر کی جمع شعرا عین کے فتح سے ہے۔

ولہ

لب ولہجہ ترا ساہیگا کب خوبان عالم مین | یہ غلط العام ہی جگ مین کہ سب مصری کی ڈلیان ہین

غلط اور اصل لام کے فتحہ سے ہے۔

میر

سب غلطی ہی بازی طفلانہ کی یک سو	وہ یاد فراموش تھے ہمکو نہ کیا یاد

غلط لام کی تحریک سے ہی۔

ولہ

کیونکہ پہونچی ہے جن کو اُمرائی	سب وہ اولاد حاتم طائی

امیر کی جمع امرا میم کی تحریک سے ہی۔

ممتاز جہان ممتاز

ابتو بید کرو نظر کرم یا مولا	خون برساتے ہین یہ دیدۂ نم یا مولا

نظر اصل مین بفتحتین ہے۔

میر تقی

مت مانیو کہ ہوگا یہ بیدرد اہل دین	گر آوے شیخ پہن کے جامہ قران کا

قرآن بروزن عثمان کو زبان کے وزن پر باندھا ہے۔

تقطیع گر آ او مفعول شیخ پہن فاع لات ک جا ماق مفاعیل ر اُن کا فاع لن خاقانی نے بھی تحفۃ العراقین کے تیسرے مقالے مین قرآن کو زبان کے وزن پر ضرورت شعر کی وجہ سے نظم کیا ہے ۵

فردان چارند مملکت دو	یزدان و قرآن و کعبہ و تو

مولوی سید اکبر حسین اکبر

الو کھے ہین مشاغل حضرت اکبر کے ان لوزون	الم ترکیف بیٹھے پڑھ رہے ہین فیل خانے مین

آٹھوں اقسام مذکورۂ بالا متقدمین کے نزدیک جائز تھین مگر اب یہ محاورات بالکل متروک ہوگئے ہین اور استعمال ناجائز ہی اگر ابتدائی حالت پر نظر کرین تو عیب نہین ورنہ ناجائز اور عیوب کلام سے ہی بعض ہٹ دھرم شاعرون نے یہ مسئلہ گڑھ رکھا ہی کہ ساکن کو متحرک اور متحرک کو ساکن باندھنا اور الفاظ مخالف قیاس لغوی کا استعمال کرنا درست ہی چنانچہ اپنے کلام مین اس قسم کے بہت الفاظ لاتے ہین اُنسے کوئی یہ پوچھے کہ جب اُس لفظ کے ترک کرنے مین یا اُس مصرع کے بدلنے سے آپ عاجز ہین تو آپکو شعر کہنے کی کیا ضرورت ہے۔

نقل کسی شخص نے ایک شعر میر معز فطرت کے روبرو پڑھا کہ جس مین ایک لفظ غلط و بدنما موزون ہوا تھا فطرت نے وجہ اُسکی پوچھی جواب دیا بضرورت شعر فطرت نے فرمایا شعر گفتن چہ ضرور ہر چند کہ اُستاد ان

مسلم الثبوت متقدمین نے ایسا کر لیا ہی مگر یہ بات اُنھین کو زیبا تھی ہمکو استعمال کرنا ضرور نہین کیونکہ ان چیزونکی قباحت ایک زمانے کے گذرنیکے بعد عقلا و فصحا کے اتفاق سے طالب فن کے ذہن نشین ہوا کرتی ہی۔

(۹) کلمے کو بے موقع استعمال کرنا جیسے اگر کی جگہ اگرچہ اور اگرچہ کی جگہ اگر (مثال اول)

ظفر

تجھے دیکھین تو پھر اورونکو کن آنکھونسے ہم دیکھین ۔ یہ آنکھین پھوٹ جائین گرچہ ان آنکھونسے ہم دیکھین

مثنوی سعدین

اگرچہ وہ بت نہ رام ہو میرا ۔ کھانا پینا حرام ہو میرا

حسینی بیگم اُمراؤ تخلص دہلوی

اگرچہ منظور نہ تھی خانہ نشینی میری ۔ تو مجھے ساکن ویرانہ بنایا ہوتا

ہرچند لفظ اگرچہ صحیح ہی مگر اسکا استعمال اور موقع پر ہوتا ہی ہے (مثال دوم)

علی گوہر

کہو بلبل سے لیجائے چمن سے آشیان اپنا ۔ پڑھے گر صد ہزار افسون نہوگا باغبان اپنا

غالب

قیامت ہی کہ ہووے مدعی کا ہمسفر غالب ۔ وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہی مجھسے

ولہ

شبنم بہ گل لالہ نہ خالی ز ادا ہے ۔ داغ دل بیدرد نظرگاہ حیا ہے

دونون شعرونمین لفظ نہ بے موقع واقع ہوا ہی اسکی جگہ نہین چاہیے۔

تراب

نام لینے سے مین بدنام ہوا ہون جس کے ۔ پھر کوئی لائے تراب اُسکو یہ بدنام تلک

یہ بے موقع واقع ہوا ہی اس چاہیے۔

غالب

اور وہ مین ہون کہ گرجی مین کبھی غور کرون ۔ غیر کیا خود مجھے نفرت مری اوقات سے ہے

یہان پر قاعدے کی رو سے مجھے کے بعد اپنی اوقات سے آنا چاہیے تھا مگر مرزا نے خلاف قاعدہ مجھے میری اوقات سے نفرت ہی نظم کر دیا ہے۔

قیصر کے گھرانے پہ رہے سایۂ یزدان ۔ **حالی** ۔ اور ہند کی نسلون پہ رہے سایۂ قیصر

ارشد

یہ جنازہ حضرت شہزادۂ وکٹر کا ہے | جو بڑا پوتا ہماری ہند کی قیصر کا ہی

دونون شعرونمین لفظ قیصر بے موقع استعمال ہوا ہی قیصرہ کا موقع ہے کیونکہ دونون نظمون مین ملکہ معظمہ کوئن وکٹوریہ مراد ہین۔

(۱۰) لفظ ہندی کو طرف لفظ ہندی یا عربی یا فارسی کے مضاف کرنا جیسے۔

دبیر

میراث یہ ناناکی ہی اور صرفۂ ناناہ

ولہ

پہونچی سکینہ لاش چچا پر لب فرات

ولہ

بازو پہ سجے جوہر والماس ضیابار | اور اکۂ دُر نجف حیدر کرار

صرفۂ نانا اور لاش چچا اور اکۂ در نجف یہ الفاظ بحالت ترکیب اضافی درست نہین کیونکہ مضاف اور مضاف الیہ مین سے ایک لفظ ہندی ہی دوسرا ہندی یا فارسی یا عربی اور یہ ترکیب ناجائز ہی۔ جیساکہ مولوی عبدالغفور خان نسّاخ نے تحقیق کیا ہے۔

مثنوی مجستہ لقا مصنفۂ علی

پھری تھی مزا جو نسے ہر ایک لعل | وہ محفل سراسر تھی محو ٹھٹول

محو کی اضافت ٹھٹول کیطرف درست نہین۔

منیر

کہین بچھی تھی دل کشتہ کی صف ماتم | کہین نکلتے تھے تابوت ہائے صبر و قرار

صف بمعنی بوریہ لفظ ہندی ہی اسلیے ماتم کیطرف مضاف نہین ہوسکتی جیساکہ طومار اغلاط مین مرقوم ہے

امیر مینائی

جب تک صدف مین قطرۂ نیسان گہر بنے | تا آہن آبیاری پارس سے زر بنے

پارس لفظ ہندی ہے آبیاری کا لفظ اُس کی طرف مضاف ہی اور یہ عبارت درست نہین ہی جیساکہ طومار اغلاط مین بیان کیا ہے۔

اور اس باب مین شعرائے متقدمین مثل میر و مرزا و انشا و مصحفی و جرأت وغیرہ کا کلام بھی مستند نہین ہوسکتا

شیخ امام ناسخ کے عہد سے جو جو سقم اس قسم کے تھے ترک ہو گئے ہان یہ ترکیب اعلام مین درست ہے اور شعراے متوسطین ومتاخرین نے مثل ناسخ وغیرہ کے استعمال کیا ہی اور ابتک یہ قاعدہ جاری ہی مؤلف کی راے مین جو لفظ ایسا ہو کہ سواے ہندی کے فارسی مین نام رکھتا ہو ایسے لفظ کی اضافت لفظ فارسی کیطرف اور اظہار کسرۂ اضافت جائز ہی کیونکہ ایسا لفظ حالت عطف و اضافت مین حکم فارسی رکھتا ہی ہماری اس تقریر سے ثابت ہو گیا کہ طوماراغلاط کے مؤلف کا اعتراض امیر مینائی کے شعر پر تحقیق کے خلاف ہی اسی قبیل سے ہی سودا کے شعر مین۔ فوجدار کی اضافت کول کیطرف دھونڈا

جو ایک شخص ہی بائیس صوبے کا خاوند	رہی نہ اُسکے تصرف مین فوجداری کول

(۱۱) فک اضافت یعنی کسرۂ اضافت کا آخر مضاف سے ساقط کر دینا جیسے۔

نسیم

رو رو کے بکاؤلی دل افگار	بولی کہ خدا علیم ہے یار

بکاؤلی دل افگار مین اضافت ترک ہو گئی۔

ایاز محمد خان ایاز ساکن بھوپال

جب آلہ حمد رب خدا کا یہ حال ہو	شرمین شریک شرک ہی کیونکر لکھے بشر

آلہ حمد رب مین اضافت ترک ہو گئی ہی۔

میر

زیر دست اُسکے رہین گردنکشان	تا قیامت وہ رہے مالک رقاب

مالک رقاب مین اضافت ترک ہو گئی ہی۔

امو جان مفتون

جسکا ہمسر ہی نہین آتا نظر	شاہ انگلستان مالک بحر و بر

وله

عادل و باذل کریم و داد گر	فیض بخش و قدردان اہل ہنر

قدردان اہل ہنر مین اضافت محذوف ہی۔

میر

عاشق غیور جی دے اور اُسطرف نہ دیکھے	وہ آنکھ جو چھپاوے تو تو بھی ٹک کھچا رہ

ممتاز احمد ممتاز

تیوری حال ہی کتنے سے چڑھی ہی تو چڑھے	مجھکو کچھ خوف نہین تیری جبین پر چین کا

جبین پرچین کی اضافت محذوف ہی۔

نعیم

بند و بست اُس زلف کا ہو اپنے ولکے ہاتھ مین | خانۂ زنجیر کا دیوانہ صاحب خانہ ہے

صاحب خانہ مین فک اضافت ہے۔

میر

مری آہ کیا برچھیان مارتی ہے | دن شب ہے ہر دم صدا الامان ہے

صدائے الامان چاہیے۔

ولہ

رہون جاکے مرحضرت یار مین | یہی قصد ہے بندہ درگاہ کا

بندۂ درگاہ چاہیے۔

انشا

سیر کی اُس نے عجب جسنے کہ آتے ہی چڑھا | میکدے مین دو سہ قرطۂ مُے گلفام لیے

اصل قرطۂ مُے گلفام اضافت کے ساتھ چاہیے۔

ولہ

اسطقسات و موالید و جواہر خمسہ | ہفت اقلیم جہان معدن زر جیون ایک

جواہر خمسہ مین فک اضافت ہی۔

ہوس

کرتا تھا وہ گفتگو پریشان | کرتی تھی یہ جمع مو پریشان

دراصل گفتگوے پریشان اور موے پریشان ہونا چاہیے۔

داغ

جمشید عصر کلب علیخان فلک جناب | ہوتا ہی جسکی ذات سے صاحب قرار عیش

کلب علی خان موصوف ہو اور فلک جناب صفت اور یہان کسرۂ صفت ساقط ہو گیا ہے۔
اسیطرح صاحب قرار سے اضافت ساقط ہو گئی ہی۔
زبان فارسی مین بھی الفاظ عاشق اور مالک اور صاحب کو فک اضافت کے ساتھ ضرورت شعری کی وجہ سے استعمال کیا ہی جیسے

ز صاحب غرض تا سخن نشنوی | **سعدی** | وگر کار بندی پشیمان شوی

ظہوری

درین انجمن کیست عاشق سخن	کہ عشقش نورزید با شعر من

بدر چاچی

جملہ بدین داوری بہ در عنقا شدند	کوست خلیفہ طیوروا ورمالک رقاب

اسی سبب سے مرکب اضافی مقطوع نثر مین واقع نہین ہوتا۔

زین العابدین خان عابد

مجرائی جسے عشق حسین بن علی ہے	حاصل اسے دنیا مین سعادت ازلی ہے

لفظ سعادت ازلی مین اضافت محذوف ہے۔

ظفر

پیدا کیا وہ اُسنے بشر عوج بن عنق	پل جسکی ساق پاسے بنا رود نیل کا

بن کی اضافت عنق کی طرف چاہیے۔

ناسخ

ہاتھ سے اُس قاتل عالم کے کیونکر جی بچے	جسکا ہر ناخن بریدہ غیرت شمشیر ہو

ناخن بریدہ اضافت کے ساتھ چاہیے کیونکہ موصوف کے حرف آخر کو بھی کسرہ ہوتا ہے۔

آتش

روسیہ دشمن کا یون پاپوش سے تیجے نگار	جیسے سلطنٹ کی سپر پر زخم ہو شمشیر کا

دراصل روے سیہ چاہیے۔

قلندر

زاہد اگر کہے ہے مجھے مست روز الست	کچھ آج ہی نہین ہون روز الست ہون

مصرع اول مین روز الست مین کسرۂ اضافت ساقط ہوگیا ہے۔

احمد علی صادق

حضرت سعدی کا ہو کیا قول راست	گر اعادہ اسکا صادق پرمحن

صادق موصوف اور پرمحن صفت ہے اور کسرہ صفت ساقط ہوگیا ہے۔ عجب کہ صاحب رسالہ صنعت الشعر نے فک اضافت کو صنعت تجرید لفظی کے قبیل سے لکھا ہے۔

(۱۲) اضافت زائد جیسے۔

صاحبزادہ علیم اللہ خان

شہ کلب علیخان بہادر خسرو نامی
کہ جسکے در کی دارا جانتا ہی فخر دربانی

شہ کلب علی خان مین اضافت زائد محض ہی اسلیے کہ شہ مبدل منہ ہی اور قاعدہ ہی کہ اُسکے حرف آخر کو کسرۂ اضافت نہین دیتے ہین۔

میر حسن

ہوا وہ جو اس شکل سے دلپذیر
رکھا نام اُس کا شہ بے نظیر

شہ بے نظیر مین اضافت زائد ہی اسلیے کہ اول مبدل منہ ہی اور دوم بدل۔

جرأت

خداوند بحق چاردہ معصوم سن بجو +
یہ آنکھین دیکھین جرأت ہی اسی امیدواری مین
کہ شب کو تو پری رون کا مجمع ہووے اور دن کو
پڑے فوجنکے ہون شاہ سلیمان کی سلوری مین

شاہ سلیمان مین اضافت زائد ہی کیونکہ ایک مبدل منہ ہی اور دوسرا بدل۔

ناسخ

جو کانپور سے ناسخ چلو بنارس کو
مزار پاک جناب علی حزین دیکھو

جناب کے حرف آخر پر کسرۂ اضافت زائد ہی کیونکہ مبدل منہ ہی اور علیِ حزین بدل ہے۔

مرزا عبد الغنی ارشد

یہ جنازہ حضرت شہزادۂ وکٹر کا ہے
جو بڑا پوتا ہماری ہند کی قیصر کا ہی

یہان حضرت شہزادۂ وکٹر مین حضرت اور شہزادے کی اضافت زائد محض ہی کیونکہ دونون مبدل منہ ہین اور وکٹر بدل ہے۔

میر حسن

دھری اک بیاض اور رشک چمن
پر از شعر سودا و میر حسن

میر حسن مین اضافت زائد ہی کیونکہ اول مبدل منہ ہی اور دوسرا بدل۔

صادق

تیرا تھا اک اعلیٰ پاسے کا کلام
تجھکو ہم کہتے ہین اُستاد ظہیر
بادہ خواران سخن روتے ہین سب
تجھکو ای میخانے کے پیر ظہیر

اُستاد ظہیر اور پیر ظہیر مین اضافت زائد ہی کیونکہ اول مبدل منہ ہی اور دوسرا بدل۔

رند

سلطان ابوالظفر بہادر	خاقان ابوالظفر بہادر
من بعد خدا رحیم و عادل	ہے شان ابوالظفر بہادر
احکام قضا کے ہے مطابق	فرمان ابوالظفر بہادر

سلطان اور خاقان کے بعد اضافت زائد ہے کیونکہ دونون مبدل منہ ہین۔

مثنوی سعدین

آفتاب سپہر علم و ہنر	سید احمد حسین خان قمر

خان اور قمر کے درمیان اضافت زائد ہے کیونکہ اول مبدل منہ ہے اور دوسرا بدل اور مبدل منہ و بدل کے درمیان اضافت نہین دیجاتی پس مرزا کلّو بیگ اور میر منّو اور شیخ رحیم بخش مین مرزا اور میر اور شیخ کے حرف آخر کو کسرہ نہین دینا چاہیے اسیطرح شاہ اور امام اور بابا اور لالا اور مسرا اور پنڈت اور کاکا اور نواب کے حرف آخر کو کسرہ دینا غلطی ہے مثلاً شاہ کلو اور امام ابوحنیفہ اور بابا فغانی اور لالہ بہاری لال اور مسر کرپارام اور پنڈت منسا رام اور کاکا سندر داس اور نواب نظام الملک کو مبدل منہ کے سکون سے پڑھنا چاہیے۔ دریاے لطافت کے بیان نحو مین الشا نے یون ہی لکھا ہے۔

داغ نے جو اپنے اس شعر مین۔ ؎

صاحب طبل و علم مالک شمشیر و قلم	میر محبوب علی خان شہ فرخندہ شیم

شہ کو اضافت کے ساتھ استعمال کیا ہے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ یہان شہ موصوف ہے نہ مبدل منہ یہی حال مثنوی گلزار نسیم کے اس شعر کا ہے۔

وہ بادشہ حباب افسر	یعنے تاج الملوک مضطر

بادشہ موصوف ہے اور حباب افسر صفت

یہ کہنے کا حق کسی کو حاصل نہین کہ شاہ سلیمان یا سلطان ابوالظفر وغیرہ مین اضافت صحیح ہے اور عوام مین کثرت کے ساتھ ایسی غلط ترکیبونکا شائع ہو جانا قابل سند نہین خواص مبدل منہ و بدل کے درمیان کسرہ لانے سے ہمیشہ محترز رہے ہین چنانچہ صاحب گلزار نسیم کہتا ہے۔ ؎

فردوس کا بادشہ مظفر	روح افزا جسکی ہوں مین دختر

تقطیع فردوس مفعول ک بادُ شہ مفاعلن مُظف فر فعولن۔

حسن آرا اُس پری کی مادر	ولہ	باپ اُس کا بادشہ مظفر

تقطیع بابُس ک مفعول بادشہ فاعلن نظف فرفعولن۔

منہ

یورپ مین ایک تھا شہنشاہ	سلطان زین الملوک ذی جاہ

تقطیع سلطان زے مفعولن نلمُلُوْ فاعلن ک ذی جاہ مفاعلن۔

زبان فارسی و اُردو مین ترکیب مضاف و مضاف الیہ و ترکیب مبدل منہ وبدل کا لفظی فرق سب سے بڑا یہی ہے کہ اسم مضاف کا حرف آخر مکسور ہوتا ہی اور مبدل منہ کا حرف آخر ساکن اور مضاف و مضاف الیہ کے مصداق مین تغائر ضروری ہی کیونکہ مضاف الیہ معنی مضاف مین تعریف یا تخصیص کا فائدہ بخشتا ہی اور شی کی تعریف و تخصیص اپنے نفس کیلیے صریح البطلان ہی جیسے پسر زید اور مبدل منہ وبدل کی ترکیب اگرچہ ترکیب مضاف و مضاف الیہ کے مشابہ ہوتی ہی مگر اسمین حرف آخر مبدل منہ پر کسرہ نہین پڑھتے بلکہ دونون اسمون کے حرف آخر کو ساکن تلفظ مین لاتے ہین اور ان مین مقصود بالذات نسبت بدل کی طرف ہوتی ہے مبدل منہ کا ذکر محض تمہید کے طور پر ہوتا ہے اور مصداق دونون کا ایک ہوتا ہی جیسے امام حسن اور شہزادہ ہرمز علامہ نور اللہ احراری شرح گلستان مین لکھتا ہی کہ سعدی کے اس قول مین شہزادہ ہرمز را گفتند از وزیران پدر چہ خطا دیدی کہ بند فرمودی بدون اضافت کے ہرمز بدل شہزادے کا ہی اور مصداق دونون کا ایک ہی نہ مدلول اسلیے کہ جس ذات پہ ہرمز صادق آتا ہی اُسی پر شہزادہ بھی صادق آتا ہی۔ ابن مالک نے اس قسم کا نام بدل مطلق رکھا ہی۔

منتخب النحو مین مولوی میر حیدر حسین بلگرامی نے لکھا ہو کہ مین نے مکتب کے ایک معلم کی زبان سے جو دوسرے معلمون سے ممتاز تھا سُنا کہ حرف آخر مبدل منہ کو مکسور پڑھنا چاہیے اور سعدی کے اس قول مین یکے از ملوک خراسان سلطان محمود سبکتگین را بخواب دید لفظ محمود کو مبدل منہ اور لفظ سبکتگین کو بدل جانتا تھا حالانکہ یہ امر نہایت غلط ہی کیونکہ یہان لفظ محمود مضاف ہی اور سبکتگین مضاف الیہ ہی محمود بیٹے کا نام ہی اور سبکتگین باپ کا اور مبدل منہ وبدل کی ترکیب مین دونون اسمونکا متحد ہونا شرط ہی اور ظاہر ہو کہ باپ اور بیٹا متحد نہین ہو سکتے پس لفظ محمود کے حرف آخر کو کسرہ بوجہ اضافت کے ہی نہ بسبب بدل کے کیونکہ اہل فارس حرف آخر مبدل منہ کو ہرگز مکسور نہین پڑھتے پس نظم فارسی یا اُردو مین حرف آخر مبدل منہ پر کسرہ لانا ضرورت شعری کی وجہ سے ہوتا ہی اسی قبیل سے ہی جامی کے اس قول مین

خواجہ نقشبند بند کشاے	نقش غیر از دل مرید زدایے

قاآنی

شہزادۂ اعظم حسین آن اصفہان را نور عین	اعدا از و در شور و شین احباب از و با قدر و شان

(۱۳) اسقاط عین اور ہاے غیر ملفوظ اور حاے حطی اور دال مہملہ وغیرہ کا۔

فائدہ جیسے الف کا گرانا جائز ہو ویسے ہی ان حروف کا گرانا عیب ہے ہر چند کہ بعض متقدمین فارس مثل حکیم فردوسی اور شیخ فریدالدین عطار وغیرہ نے ایسے حروف کا اسقاط بھی جائز رکھا ہی لیکن متاخرین اسکو سخت عیب جانتے ہین کسی غلط نسخے مین یہ شعر ظہوری کا۔ ؎

بدہ ساقی آن رشک یاقوت را	کہ سازم جوان عقل فرتوت را

یون لکھا تھا۔

بدہ ساقی آن رشک یاقوت را	کہ سازم علاج عقل فرتوت را

لوگون نے بیچارے ظہوری کو کیسا انکو بنایا کہ معاذاللہ مگر حاشا وکلا اسنے ایسا نہ لکھا تھا اصل شعر ظہوری کا اسیطرح ہی جیسا ہمنے اوپر لکھا۔

مرزا دبیر

یثرب مین کئی سال سے رہتی تھی مین دکھیا	یہ چھوٹے ہوے یثرب کو اک عرصہ مجھے گذرا

ولہ

ہم دیکھینگے آج عالم ہستی کے طبق کو	کرتے ہین نبی آج وصی نائب حق کو

اول شعر مین عرصے کا عین دوسرے مین عالم کا عین تقطیع مین گرتا ہی۔

ارشد

یہ جوانی اور مرنا سخت تر افسوس ہے	پورب سے تا ہند جسکا گھر بہ گھر افسوس ہے

پورب کی بائے فارسی تقطیع مین ساقط ہوتی ہی

نعیم

مجنون کی کیا سند ہی عشق عاشقونکے آگے	دیوانے کو ہم ایسے مجذوب جانتے ہین

عاشقونکا عین ساقط ہوتا ہے۔

شاہ حاتم

یہان طالعون سے ملتا ہے پیارا	عبث فتح لکھے ہے زاہد استخارا

طالعونکا عین ساقط ہوتا ہی۔

ظفر

ظفر خار کیون گل کے پہلو مین ہوتے	جو لٹ تجھے نصیب عندلیبونکے ہوتے

عین عندلیبون کا تقطیع مین ساقط ہوتا ہے۔

ولہ

کہا غیر کو نہ بُلائیو کہا شوق سے مین بُلاؤنگا | تمھین رشک ہو تو نہ آئیو یہ کہا اور ہمکو اُٹھا دیا

یہ کہا ارم بروزن مفاعلن ہم کی ہی تقطیع مین نہین آتی۔

نظیر

تماشا کبھی دستے کہنا ہمارا | نہایت ہم عاجز ہوے بکتے بکتے

عاجز کا عین گرتا ہے۔

سودا

اک عالم لئے گرداگرد ہوا جمع | ہو پروانونکی جون کثرت سرِ شمع

عالم کا عین اور ہوا کی ہی تقطیع مین گرتے ہین اگر ہوا کی ہی نگرائین تو گرداگرد کے آخر سے دال گرجائیگی۔

ولہ

سودا تجھے کہتا ہون نہ خوبان سے مل اتنا | تو اپنا غریب عاجز و دل بیچنے والا

عاجز کا عین گرتا ہی۔

ولہ

محبوب اور بسنت و لطافت تھے یکطرف | یک سو تھا میر سید علی مستعد کار

سید علی کا عین گرتا ہی۔

میر

داغ ہی تابان علیہ الرحمہ کا چھاتی پہ میر | ہو نجات اُسکو بچارہ ہمسے بھی تھا آشنا

اس شعر مین رحمت کا حرف آخر تقطیع مین گرتا ہے (یعنے ت)

تقطیع داغ ہی تا فاعلاتن بان علیہر فاعلاتن رحمہ کا چا فاعلاتن تی پہ میر فاعلان علیہ الرحمۃ کی تاے فوقانی کے تلفظ کی مثال یہ ہے۔

ذوق

علم سے لاکھ ہو تسخیر تری پہ بے تقدیر | نکھے کوئی تجھے تسخیر علیہ الرحمت

مثنوی عابد

آ قریب عابد کے وہ کہنے لگا | السلام اے رہرو راہ ہدا

عابد کا عین گرتا ہے۔

فصیح

ای فصیح یہ گھر بغیر از یار کے زندان ہے　　ہر در و دیوار پر لکھ دیجیے اس بات کو

فصیح کی حاے حطی گرتی ہے۔

قلندر

گدا ہون اُسکے کوچے کا قلندر　　صحیح ہے گر کہون مین بادشاہون

صحیح کی حاے حطی گرتی ہے۔

تفسیر منظوم سورۂ یوسف مولفۂ اشرف

عظیم آپ کو اک جگہ ہے کہا　　د خلقٍ عظیم ہے کہا دوسرا۔

دوسرے مصرع مین حرف ربط کی ہا ساقط ہوتی ہے۔

انیس

تصویر سی بستر پہ کشیدہ تھی تنِ زار　　باہین جو گلے مین تھین تو بندھ دیدہ خونبار

ذوق

بندھ سکا ہمسے نہ مضمون اُس دہان تنگ کا　　ہاتھ اپنا فکر مین زیرِ زنخدان ہی رہا

سودا

کم بولنا ادا ہے ہر چند پر نہ اتنا　　مند جائین چشم عاشق تو بھی وہ مُنہ نہ کھولے

پہلے دونون شعرونسے بندھ کی دال اور اس تیسرے شعر سے مند کی دال گرتی ہے یہان یہ خیال نکرنا چاہیے کہ بندھ اور مند کا نون غنہ ہے کیونکہ نون غنہ اصطلاح صرف مین اُسے کہتے ہین جو حروف علت یعنی واو ساکن ماقبل مضموم اور یاے ساکن ماقبل مکسور اور الف ساکن کے بعد واقع ہو جیسے کہان۔کہون۔کہین۔اور بندھ و مند کے نون ساکن بہ سکون جلی ہین اور یہ دونون مخرج مین متفاوت ہین کیونکہ غنہ ناک کی آواز سے پیدا ہوتا ہے اور ساکن بسکون جلی کا مخرج وہی ہے جو مخرج نون متحرک کا ہے پس غنہ سے صرف ایک بو معلوم ہوتی ہے اور ساکن بسکون جلی تلفظ مین آتا ہے اور چونکہ تقطیع مین حروف ملفوظ معتبر ہین اسلیے اہل عروض ایسے نون کو جو حروف علت کے بعد واقع ہو اور جس کا نام نون غنہ ہے واجب الحذف سمجھتے ہین جیسا کہ مجد توسی نے رسالہ سکتہ مین لکھا ہے البتہ حالت عطف و اضافت و توصیف مین نون غنہ کا اعلان ضرور ہے۔

میر سجاد

دل کی وحشت کے کوئی لائق نہین　　جنگل اب بن گیا ہے سبز گھنا

مرزا فاخر مکین کہتے ہین کہ زیب سے مزیب اور تزئیب اور زلف سے مزلف اور روغن سے مرغن درست نہین لیکن یہ قول انکا ضعیف ہی کیونکہ یہ ایک قسم کی صناعی ہی جو اُستادان عرب وعجم دونونکے یہان مروج ہے۔

(۱۵) کسی لفظ کے اصلی معنی چھوڑکر اور معنی اپنی طرف سے گھڑ لینا جیسے۔

بہار عشق

مت سمجھنا یہ کوہ شملہ ہے	شاہ واجد علی کا عملہ ہے

فائض المعانی مین لکھا ہی کہ عملہ بتحریک اول و دوم بروزن فعلہ جمع عامل کی ہی جسکے معنی ہین کارکن لیکن شاعر نے بمعنی دور حکومت استعمال کیا ہی اور اسی قسم سے ہی اہل عملہ بمعنی اہل عمل انتہی۔

صبا

عوض اللہ اسکا محکمے مین حشر کے لیگا	کریگا جو سیاست حاکم ظالم رعیت پر

یہان سیاست کے معنی اصلی چھوڑکر ظلم وجبر کے معنے مین استعمال کیا ہی اور اُسکے اصلی معنی ملک کی حفاظت کرنے اور انتظام کرنے اور آدمیونکو ڈرا دھمکا کر فسق وفجور سے روکنے کے ہین اگرچہ قہر کرنے اور ہیبت کرنیکے معانی مین بھی لکھا ہی مگر عرف مین وہی معانی لیے جاتے ہین جو ہمنے اوپر بیان کیے۔

اسی قبیل سے سمجھنا چاہیے اشعار ذیل مین۔

منیر

ضیاے ریش مقدس مین چہرۂ انور	کنار رحل مین قرآن جس طرح اظہار

دبیر

ابتک ہین نشاں کا نٹونکے تو پاؤنکمین اظہار	پھر آج پہنتے دون مین زنجیر گرانبار

آتش

لعب بازی کی بھی حسرت نرہی ہی آتش	میرے اللہ نے بازیچۂ تن مجھکو دیا

لعب بفتح لام بازی کو کہتے ہین مگر شاعر نے لعبت کے معنی مین کہ گڑیا کو کہتے ہین استعمال کیا ہی۔

ولہ

چار ابرو مین تمہی حیران ہین سارے خوشنویس	کس قلم کا قطعہ ہی یہ کاتب تقدیر کا

چار ابرو بمعنی چہرہ لیا ہی اور محاورے مین چار ابرو سے مراد ابرو اور ریش وبروت ہی اور یہ لفظ بغیر صفائی کے نہین آتا جس سے مراد یہ ہی کہ ان کو منڈا دین اور قلندر دنکے لیے خاص ہی نہ کہ معشوق کیلیے۔

(۱۶) ترکیب کی صورت بدل دینا مثلاً۔

آتش

لعل شکربار کا بوسہ مین کیونکر نہ لون — کوئی نہین چھوڑتا حلوۂ بے دود کو

صحیح حلوائے بے دود ہی۔

منشی

لگا کہنے یون شیدۂ نامدار — تجھے میل کشتی نہ ہے ای شہریار

اصل مین شیدائے نامدار چاہیئے کیونکہ جب ایسا لفظ جسکے آخر مین الف ہو موصوف یا مضاف ہوتا ہی تو ایک یائے تحتانی اُسکے آخر اظہار کسرۂ صفت و اضافت کیلیے لگا دیتے ہین۔

(۱۷) نون ساکن کو بطور غنہ کے اور غنہ کو بطور ساکن کے استعمال کرنا مثلاً۔

سودا

لے سیل تا بہ تشنہ و برچھی سے تا خنجر

خنجر کا نون ساکن ہی مگر یہان بطور غنہ آیا ہے۔ اسی قبیل سے ہے۔

آتش

شرط ہی رتبۂ مردان خدا کا انصاف — ڈوبا فرعون نہین موسے دہن پا لب آترا

ولہ

موسے کو تیرے حکم سے دریا نے راہ دی — فرعون کو تو نے غرق کیا رود نیل کا

مقصود با التمثیل لفظ فرعون ہی۔

(۱۸) اُس نون غنہ کا اعلان جو لفظ مضاف الیہ کے آخر مین واقع ہو جیسے۔

دبیر

صاحب دین محبت شہ دلگیر ہی یہ — روح حیدر کی قسم عاشق شبیر ہی یہ

صاحب دین مین نون کا اعلان کیا ہی۔

انشا

لالہ مراد شمن ہو اجی اُسپہ تب کہے — کر دیجے کسی مرد مسلمان پہ چھٹی
انشا کو معافی ہوئی ہی باغ جنان کی — حاضر ہی یہ لیجے شہ مردان پہ چٹھی

ظفر

نہین عزیز عزیزو نسے سرخ رو ہرگز — ہوے ہین ایسے لہو زیر آسمان سفید

ولہ

روز گھر غیروں کے رہنا ہے تجھے مہمان طریق | یہ بھی کوئی ہے بھلا اے بُت ناداں طریق

عبد القادر وفا

کاہن تمام تابع فرمان ہو گئے | دفتر منجموں کے پریشان ہو گئے

قلندر

ذوق مے نوشی گلشن ہے تماشوں کس کو | کف سیمین میں نرگس کے طلائی ہے ایاغ

غالب

بیٹھا ہے جو کہ سایۂ دیوار یار میں | فرمان روائے کشور ہندوستان ہے

بعض الفاظ ایسے ہیں کہ انہیں بغیر اضافت کے بھی اعلان نون عیب ہے۔

تپش

دھرے سر پہ زانو کو حیران تھا | تفکر کے عالم میں غلطان تھا

ولہ

کہاں ہو سکے شکل ایسی انسان کی | نہ جب تک عنایت ہو یزدان کی

تسکین

تمکو بھی تو غیر دل سے یہ اخلاص نہیں ہے | جو ربط کہ اس دست و گریبان میں دیکھا

رند

سامنے جنت و دوزخ ہیں کہیں بھیج ہی چکے | مجھکو عشاق میان صف محشر بھیجا

آٹھویں تناقض یعنے ایک معنے کے خلاف دوسرے معنے کلام میں لانا جیسے کسی کی تعریف میں باوفا و ستمگر کہنا۔

اسی قبیل سے میر کے اس قول کو سمجھنا چاہیے۔

جانشینی پیمبر کے سزا تو ہی تو تھا | قالب خاکی کے پردے میں خدا تو ہی تھا

پہلے مصرع سے یہ ثابت ہے کہ ممدوح خدا کا بندہ اور ایک بشر ہے کیونکہ پیمبر کا جانشین بتایا ہے اور پیمبر خدا کے بندے تھے اور بندۂ خدا کا جانشین بھی بندۂ خدا ہوگا اور دوسرے مصرع سے ثابت ہے کہ ممدوح خدا تھا کیونکہ مطلب اس مصرع کا یہ ہے کہ خدا نے آدمی کی صورت میں ظہور کیا ہے اور ممدوح کو جو بظاہر آدمی دیکھتے ہیں یہ درحقیقت خدا ہے کہ اُسنے آدمی کا جسم اختیار کر لیا ہے۔

آفتاب رائے رسوا

ہے زندگی کا لطف تب اے خضر خوش اوقات	جب ہاتھ مین ساغر ہو صراحی ہو سبو ہو

غرض اس شعر سے یہ ہے کہ خضر کی زندگی تنہائی مین بے لطف گذرتی ہے لطف کے ساتھ زندگی گذارنے کے لیے ان چیزونکا ہونا ضرور ہے اور خضر کو یہ چیزین حاصل نہین اور خوش اوقات کہنے سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ خضر کی زندگی لطف سے گذر رہی ہے۔

اختر

اک زنِ فاحشہ تھی گنا نام	راحتِ جان بھی تھی وہ خوش انجام

اس شعر مین گنا کو خوش انجام کہا ہے اور آگے جا کے اسکا ایسا قصہ بیان کیا ہے جس سے بدانجامی ثابت ہوتی ہے چنانچہ یہ شعر اُسی کے بیان مین ہے۔

ولہ

چھوڑ کر سلطنت وہ اندر کی	ٹھوکرین کھاتی ہے وہ بندر کی

آتش

سودا ہے دل کو زلف گرہ گیر یار سے	دل بستگی ہے کافر خوش اعتقاد سے

کافر ہونے اور خوش اعتقاد ہونے مین تناقض ہے۔

نوین تنافر کلمات یعنی عبارتمین ایسے الفاظ لائے جائین کہ متکلم سے اُنکے بیان کرنے مین خطا واقع ہو یا سُرعت کے ساتھ ادا نکر سکے مثال اُسکی یہ عبارت ہے اونٹ کی بیٹھ کچھ اونٹ کی اونچائی سے اونچی نہین ہے اونٹ کی پیٹ کچھ اونٹ کے ڈھانچ کیطرح قدرتی اونچی ہے ؏

شہیدی

ایک مین نے کب لیا دیتا ہے گر تو دو تو دو	خواہ دو سیب ذقن کے خواہ دو عنبب کے دو

ولہ

کیفیتین تھی ہین جو ہوتا ہے تال پر	تن تن تنن تنن تنن در تن مین رقص

دسوین تعقید تعقید کے معنی اصطلاحی یہ ہین کہ کلام اپنے معنونپر بظاہر دلالت نکر سکے یعنی دلالت ہوتی ہے مگر صریح نہو اور یہ دو قسم ہے تعقید لفظی اور تعقید معنوی۔

تعقید لفظی یہ ہے کہ بسبب تقدیم و تاخیر و وصل و فصل الفاظ کے کلام مین خلل واقع ہو جیسے۔

غالب

لیتا نہ اگر دل تمھین دیتا کوئی دم چین	کرتا جو نہ مرتا کوئی دن آہ و فغان اور

اصل مطلب یون ہے کہ اگر تمھین دل نہ دیتا تو کوئی دم اور چین لیتا اور جو نہ مرتا تو کوئی دن اور آہ و فغان کرتا۔

داغ

زمین کے حال پہ اب آسمان روتا ہے	ہر اک فراق مکین مین مکان روتا ہے

اصل مطلب یون ہی ہر اک مکین کے فراق مین مکان روتا ہی۔

مثنوی یوسف وزلیخا

سو مین پالونگا اُس کو کرکے فرزند	کرونگا اُس کو اپنا لے کے دلبند

یعنی اُسکو لیکے اپنا دلبند کرونگا۔

ناسخ

ذبح وہ کرتا تو ہی پر چاہیے ای مرغ دل	دم پھڑک جائے تڑپنا دیکھکر صیاد کا

اصل مطلب یون ہی تڑپنا دیکھ کر صیاد کا دم پھڑک جائے۔

ولہ

لعل ہین لال اُسکے گویا ہونٹ	لعل کا کیا گمان ہو نٹو پر

مطلب یہ ہی کہ اُسکے لال ہونٹ گویا لعل ہین۔

ولہ

دوستونکے روندتا ہی دل پہنکر کفش نو	ای پری کہنا ہو زیبا تجھکو دشمن زیر پا

اصل مطلب یون ہی کفش نو پہنکر دوستونکے دل روندتا ہی۔

حسرت

وہ طفل مؤذن کا مصلی حسرت	دینے کو اذان چلا جو مسجد مین سحر

ولہ

ملا کا پڑھے ہے طفل فاعل مفعول	مین نے کہا کچھ حرف مجھے کہ معقول

عزیز بریلوی

نور و ظلمت کو وہ دانتو مین لگا کر مسی	صورت مردمک دیدہ بہم کرتے ہین

آتش

سر کو سودا ہے کسی کاکل کا	دل ہے زنجیر کا پابند اپنا

تعقید معنوی یہ ہے کہ عبارت مین خیالات باریک یا قصۂ نامشہور کسی طرح کی مشکل بات لکھین اور جب تک بہت غوض و تامل نکرین اسکا سمجھنا دشوار ہو جیسے اس شعر مین ۔

آتش

مار سیاہ زلف سے سنبل کی راہ کاٹ	گل کو قبا پہن کے تو اے کج کلاہ کاٹ

شاعر کا یہ مطلب ہے کہ قبا پہن کر گل کو شرمندہ کر اور اپنی زلف کے مار سیاہ کو دکھا کر سنبل کو خجل کر لیاں راہ کاٹنا کنایہ خجل کرنے سے نہین ہو سکتا پس یہ تعقید معنوی ہے عجب اُن لوگون سے جنھون نے کہا ہے کہ تعقید فارسی مین احسن صنعتون مین سے ہے ۔

غالب

چاک کرتا ہون مین جب سے کہ گریبان سمجھا	یک الف بیش نہین صیقل آئینہ ہنوز

مطلب شاعر کا یہ ہے کہ صیقل سے جو خط آئینے پر پڑتا ہے وہ ہو بہو الف کی مانند ہوتا ہے تو گویا آئینہ ابھی الف ہی کی مشق کر رہا ہے یعنے ہنوز روز اوّل ہے مگر چاک گریبان اپنا کہ وہ بھی بصورت الف تھا سیکڑون شکلین اسکی بدل گیئن تو معلوم ہوا کہ مشق گریبان دری مین آئینہ مبتدی ہے اور شاعر کا گریبان منتہی ۔

ولہ

یان جادہ بھی فتیلہ ہے لالے کے داغ کا	یک ذرۂ زمین نہین بیکار باغ کا

موسم بہار کا ذکر کرتا ہے کہ آج کل باغ کا ایک ذرہ زمین بھی بیکار نہین مثلاً باغ کی روشون پر آمد و رفت مردم کی وجہ سے کچھ نہین اُگتا لیکن اس زمانے مین جوش گل کی یہ کیفیت ہے کہ اُس مین بھی گلہاے سُرخ کی کثرت کی وجہ سے گویا لالے کے داغ کا فتیلہ بنی ہوئی ہے فتیلہ اس بتی کو کہتے ہین جو بہت جلد آگ قبول کرے یہان جادۂ چمن کو فتیلہ کہا گویا اُس سے لالے کے داغ روشن ہوتے ہین ۔

ولہ

آئینہ زانوے فکر اختراع جلوہ ہے	حسن بے پردہ خریدار متاع جلوہ ہے

خریدار متاع جلوہ یعنی خواہشمند جلوہ گری فکر اختراع جلوہ یعنی اس بات کی فکر کہ جلوہ گری کی خواہش کس طور پر پوری ہو آئینے کو اس فکر یعنی فکر اختراع جلوہ کا زانو قرار دیا اس لحاظ سے کہ بوقت آرایش آئینہ استعمال کیا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ حسن باوجودیکہ بے پردہ ہوتا ہے لیکن جلوہ گری کی فکر اسکو بھی رہتی ہے چنانچہ آئینہ گویا اس خواہش جلوہ گری کا زانوے فکر ہوتا ہے ۔

غالب

یک قدم وحشت سے درسِ دفترِ امکان کھُلا	جادہ اجزاے دو عالم دشت کا شیرازہ تھا

یک قدم وحشت ہی یعنی تھوڑی سی وحشت دو عالم دشت سے کثرت مراد ہے اور جادے سے مراد جادۂ وحشت ہے مادہ وحشت کو اجزاے دو عالم دشت کا شیرازہ اس بنا پر کہا کہ یک قدم وحشت سے تمام دفتر امکان کی حقیقت معلوم ہوگئی مطلب یہ ہے کہ دفتر امکان کا درس بہ صحت عقل و ہوش بر بناے خوف و کم ہمتی مشکل تھا وحشت نے اُسے آسان کردیا کیونکہ وحشت نے اُس پست ہمتی کو مٹادیا۔

حالی

وہ بکر اور تغلب کی نامی لڑائی قبیلوں کی کردی تھی جسنے صفائی	صدی جس مین آدھی اُنھون نے گنوائی تھی اک آگ ہر سو عرب مین لگائی

نہ جھگڑا کوئی ملک و دولت کا تھا وہ
کرشمہ اک اُنکی جہالت کا تھا وہ

یہ لڑائی جاہلیت کے اشعار مین حرب بسوس کے نام سے مذکور ہے بنیاد اس کی یہ تھی کہ ایک شخص کا اونٹ کھیت مین چلا گیا کھیت والی عورت نے اُسے مارا اونٹ والے نے عورت کی چھاتی کاٹ ڈالی اس بات پر ۴۹۴ء سے ۵۳۴ء تک برابر لڑائی رہی اوّل یہ لڑائی بنی بکر اور بنی تغلب مین ہونی شروع ہوئی مگر رفتہ رفتہ تمام عرب کے قبیلے اس مین شریک ہوگئے اور ابتدا سے آخر تک ستر ہزار آدمی مارا گیا۔

گیارھوین کراہیت سمع یعنی عبارت مین ایسے الفاظ لانا جنھین فحش صریح ہو جیسے

میر تقی

سو یہ بڑھ چود ایسا خوش اقرار	کہے ہر اک کو دینے سو سو بار

چنانچہ میر حسن خلف ضاحک نے اپنے باپ کی ہجو کے بدلے میں مرزا سودا کی مذمت مین ایک مخمس لکھا ہے جسکے نقل کرنیکی موجودہ تہذیب اجازت نہین دیتی بلکہ شائستگی اسکے سننے سے کانو نپر ہاتھ رکھتی ہے۔

غرض اس مخمس مین سودا کی مان بہن جورو بچے کسی کو نہین بخشا ہی اور ایسا کلام سراسر تہذیب اور شائستگی کے خلاف ہی اسلیے ایسے الفاظ اور مضامین سے بچنا چاہیے اور اگر کبھی اس قسم کے الفاظ مضامین کے لکھنے کی ضرورت واقع ہو تو بطریق استعارہ اور مجاز اور کنایے کے ادا کرنا چاہیے جیسا کہ فقہا عضلے کریہہ کو قبل اور دبر اور سبیلین سے کنایہ کرتے ہین اور انشا نے آلۂ تناسل سست اور فرج کو مردہ اور قبر سے استعارہ کیا ہے۔

بن نہ تو میری جان کو بندر
رکھدے مردہ ہی قبر کے اندر

اور نسیم نے آلۂ تناسل کو تیر اور فرج کو ترکش سے تعبیر کیا ہے۔

سردی نے جو پھر وجود پایا
پستان کو بے نمود پایا
ترکش پہ نگاہ کی تو تھا تیر
قبضے مین پھر آئی کھوکے شمشیر

اسی طرح اس شعر مین۔

وله

بولی وہ کہ یہ خیال ہے خام
خنجر کا ہو کیا نیام سے کام

مرد کے عضو تناسل کو خنجر سے اور عورت کی شرمگاہ کو نیام سے تعبیر کیا ہے۔
مثنوی سحر البیان مین فعل مباشرت کو یون ذکر کیا ہے۔

غم و درد دامن کشیدہ ہوے
وہ گل نارسیدہ رسیدہ ہوے

اور اسی مضمون کو سرور نے یون بیان کیا ہے نثر آخر کار جب غمزہ و ناز کی نوبت بڑھ گئی تھک کر ڈھب پر چڑھ گئی تو غنچۂ سربستہ تمناے دیرینہ بحرکت نسیم وصل شگفتہ و خندان ہوا درج شہریاری رشک عقیق یمنی غیرت دہ لعل بدخشان ہوا رشک و حسرت سے جگر صدف چاک ہوا قطرۂ نیسان گرا دشمن در پردہ ہلاک ہوا؏

انشا نے مباشرت کے سوال کو کیسے پردے مین بیان کیا ہے۔

آج کیا ٹھہرے گی ہان یا کہ نہین منھ سے تو پھوٹ
ہو گی وہ بات وہان یا کہ یہین منھ سے تو پھوٹ

واجد علیشاہ اپنے ایک مصاحب کی بہنونکے پیشۂ زناکاری کو یون بیان کرتے ہین ۔

آخر چیان اُسکی بہنین چلتی تھین
رات بھر سب کا دانہ دلتی تھین

اور مثنوی سعدین مین فعل مباشرت کو یون ادا کیا ہے۔

آخر کار کام مین لایا
اُڑتی چڑیا کو دام مین لایا

حلقۂ دام بنگئی آغوش	خط توام ہوے کنار و دوش
ہوے یکجا جو دونون مین نے کہا	مہر و مہ ملکے ہوگئے جوڑا
سمن ولالہ جب ہوسے یک جا	گل رعنا کی پھبتی کہ اُٹھا
تیر حکمی نشانے پر بیٹھا	تا بہ سوفار کام کر بیٹھا
قصہ کوتہ وہ غنچہ ہوگیا گل	جس کو سب کہتے ہین نیمۂ بلبل
گوہر آبدار سفتہ ہوا +	غنچۂ تنگ دل شگفتہ ہوا
جام یاقوت ٹھہر اشیر کا ظرف	ساغر لالہ مین حمائی برف

بارھوین لفظ واحد کی کثرت تکرار یہ بھی عیب ہی خواہ اسم ہو یا فعل ہو یا حرف ہو اور اسم خواہ ظاہر ہو یا ضمیر ہو اور بغیر کثرت کے عیب نہین اگر بغیر کثرت کے عیب ہوتی تو تاکید لفظی بھی قبیح ہوتی اور کبھی بغیر کثرت کے بھی تکرار فصاحت کے خلاف ہوتی ہی پس اگر تاکید منظور نہو تو تکرار عیب ہی جیسے شاہنامۂ منشی کے شعر مین پھر کی تکرار۔

	بیدار	
تو پھر ہاتھ سے بچۂ دیو کے		نہ ہرگز ہوئی پھر رہائی اُسے
خارسی آہ دل مین کھٹکے ہے		آہ ہر آن گلرخان کی ادا ++

آہ کی تکرار معیوب ہی جیساکہ اس شعر مین۔

	شایان	
کہ جب تک آہ مین آؤنگا پھر کر		یہ حمزہ آہ رہجائیگا مرکر

احمد حسین خان بی اے

دنیا کا حال دیکھکے لیکن کبیدہ ہون	رنجیدہ ہون کبیدہ ہون خاطر کشیدہ ہون

بہار دانش منظوم

دلے کوئی اُس مین نہ انسان ہے	نہ انسان ہے اور نہ حیوان ہے

یہان انسان کی تکرار عیب سے خالی نہین۔

صحرائے دوم سرقات شعری کے بیانمین

بدترین عیوب کلام سرقۂ شعری ہی اور یہ عیب ذات شاعر تک متعدی ہوتا ہے یعنے بخلاف اور

عیوب کے اسمین شاعر سارق کی بھی ایک قسم کی بدنامی ہے۔ عبد الواسع ہانسوی نے اپنے رسالے مین اس عیب کو صنعت سرقۂ شعری لکھا ہو سبحان اللہ یہ کیا عمدہ صنعت ہو کہ دوسریکا شعر یا مضمون یا الفاظ چورالین۔

اگر دو شاعر کسی ایسی صفت وغرض پر اتفاق کرین جو عموماً سب آدمیونکو مقصود ہو اور علی العموم لوگونکا اُس سے تعلق ہو جیسے شجاعت یا سخاوت کی تعریف اور بخل ونامردی کی ہجو تو یہ چوری نہین البتہ فصاحت وغیر فصاحت دیکھی جاتی ہو کیونکہ یہ امور عقول وعادات مین داخل ہوگئے ہین اور انکو فصیح وغیر فصیح اور شاعر وغیر شاعر کام مین لاتے ہین تو ایسی چیزونپر دو شاعرونکا اتفاق کرلینا اور اپنے کلام مین باندھنا سرقے مین داخل نہین کیونکہ انمین تمام شریک ہین اسلیے ایک کو دوسرے سے اخذ کرنے اور چرانے کی احتیاج نہین ہو اور جو دو شاعر ایسے لفظ پر اتفاق کرلین جو اُس غرض عام پر دلالت کرتا ہو خواہ بطور حقیقت یا بطور مجاز یا کنایے یا تشبیہ کے تو اُس صورت مین دیکھنا چاہیے کہ اگر وہ لفظ ایسا ہو کہ خاص وعام مین اُسکے متداول ہونیکی وجہ سے سب اُسکے سمجھنے مین شریک ہین جیسے رُخ کی تشبیہ ماہ ومہر سے اور قد کی تشبیہ سرو شمشاد سے اور آنکھ کی تشبیہ بادام سے اور جری وشجاع کی تشبیہ شیر سے اور سخی کی تشبیہ دریا سے تو یہ بھی داخل سرقہ نہین اور نہ اُن الفاظ کا استعمال داخل سرقہ ہو جو محاورات اور ضرب المثل بنگئے ہین جیسے حساب دوستان دردل ان شعرونمین۔

	ذوق	
حساب صلا نہ پوچھے مجھسے میرے دلکے زخمونکا		حساب دوستان دردل اگر وہ دلربا سمجھے

	میر نسیم الدہ	
سُنین سو گالیان اک بوسہ لیکر اے پری پیکر		پھر اب آزردہ کیون ہو تو حساب دوستان دردل

اور ٹٹی کی اوٹ مین شکار کھیلنا ان شعرونمین۔

	ذوق	
ہو دلکے داؤن گھات مین تاکا نسے چشم یار		کرتی ہو قصد ٹٹی کی اوجھل شکار کا

	اسیر	
ٹٹی کی اوٹ مین وہ کیا کرتے ہین شکار		مُنھ کو چھپائے رکھتے ہین اپنے نقاب مین

	سعادت خان	
پردے مین خط کے لیتی ہو بوسے وہ آپکے		ٹٹی مین خوب کھیل رہی ہو شکار زلف

اور لہو لگا کر شہید و نمین داخل ہونا ان اشعار مین۔

	میر	
ناخن سے بوالہوس کا گلا یون ہی چھل گیا		لوہو لگا کے وہ بھی شہید و نمین مل گیا
	ذوق	
گل اس نگہ کے زخم رسیدو نمین مل گیا		یہ بھی لہو لگا کے شہیدون مین مل گیا
	امانت	
لگا کر اب لہو داخل ہوے ہین سب شہید و نمین		صنم مین ہون قتیل ابروے خمدار پہلے سے

اور ماتھا ٹھنکنا ان اشعار مین ۔

	میر تقی	
بہودن تئین تم جسدم سج نکلے تھے اک جیرا		اُس دن ہی تمہین دیکھے ماتھا مرا ٹھنکا تھا
	نثار	
ہم آگے ہی سمجھے تھے وہ گھر کو سدھارینگے		جسوقت گجر باجا ماتھا مرا ٹھنکا تھا

اسی قبیل سے ہی۔

	نصیر	
خیال زلف دوتا مین نصیر پیٹا کر		گیا ہی سانپ نکل اب لکیر پیٹا کر
	تمنا	
سانپ تو بھاگ گیا پیٹتے ہین لوگ لکیر		خوب پوشیدہ کیے تمنے دکھا کر گیسو
	رند	
سر پٹے مار گیسوے جانان کی یاد مین		پیٹا کرو لکیر کو کالا نکل گیا

اسی قبیل سے ہی۔

	سودا	
سودا ابرا شانیو واعظ کی گفتگو		آواز دہل ہی خوش آیندہ دور کا
	ناسخ	
سینہ کوبی مین نے دوری مین جو کی لا جہنم		کیا خوش آیندہ یہ آواز دہل ہی دور کی

اور اگر وہ لفظ ایسا نہو کہ اُسکے سمجھنے مین سب آدمی شریک ہون اور سب کا ذہن اُس تک نہ پہونچ سکتا ہو

اسوجہ سے کہ وہ ایک خاص قسم کا مجاز ہو یا کوئی خاص کنایہ ہو یا تشبیہ دقیق ہو جو بغیر فکر و غور کے سمجھ مین نہ آسکے تو ایسے لفظ کی نسبت یہ کہنے کا حق پہونچتا ہی کہ ان دو شاعرونمین سے جنھون نے اُسکو استعمال کیا ہے ایک نے کامل طور پر باندھا ہو اور دوسرے نے ناقص طور پر اور ایک نے دوسرے پر بڑھا دیا ہو اور دوسرے نے اُس سے کم کردیا ہو اور اس قسم کے لفظ کی جسکے سمجھنے مین تمام آدمی شریک نہون دو قسمین ہین ایک یہ کہ عامہ ناس اُسکو نہ سمجھ سکتے ہون بلکہ نہایت فکر و غور کے بعد سمجھ مین آتا ہو دوسری قسم یہ ہی کہ ہر ایک شخص اُسکو سمجھتا ہو غریب نہو پھر شاعر نے اُسمین تصرف کرکے غرابت پیدا کردی ہو اور ابتذال اُسکا دور کردیا ہو جیسے زلف کو بسبب دوش پر اُفتادہ ہونیکے شب دوش کہے یا ابرو کو شمشیر زہرآلودہ سے استعارہ کرے گو ابرو کا تیغ سے استعارہ مبتذل عامیانہ ہی لیکن زہرآلودہ کہنے سے ایک قسم کی غرابت اُسمین آجاتی ہی کیونکہ زہر کو سبزی سے نسبت ہے اور سبزی اور سیاہی مین چندان تفاوت نہین ہی پس ابرو کا بسبب سیاہی رنگ کے تیغ زہرآلودہ سے استعارہ کرنا امر غریب ہے خلاصۂ کلام یہ ہی کہ سرقے کی دو قسمین ہین ایک سرقۂ ظاہر اور دوسرا سرقۂ غیر ظاہر۔

بیان سرقۂ ظاہر

سرقۂ ظاہر وہ ہی کہ اگر دونون شعرونکو کسی عاقل کو سنایا جائے تو وہ حکم لگادے کہ اُنمین سے ایک کی اصل دوسرا ہے بشرطیکہ اُس لفظ کو جو غرض وصف پہ دلالت کرتا ہو تمام آدمی جانتے ہون اور یہ تین قسم پہ ہی۔

ایک انتحال و نسخ یعنی کسی کے کلام کو بغیر اختلاف لفاظ و معانی کے اپنا کرلین جیسے یہ بیت۔

جانین مشتاقونکی لب تک آئیان	بل بے ظالم تیری بے پروائیان

میر محمدی بیدار اور خواجہ میرنگا شیدا دونون کے کلام مین موجود ہی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ دونون صاحبونمین سے ایک نے سرقہ کیا ہی علیٰ ہذا القیاس یہ اشعار۔

اعجاز لب اُسکا دم عیسیٰ سے نہین کم	وہ پنجہ اسیمین ید بیضا سے نہین کم
معدوم کو کیونکر کوئی ثابت کرے آہ	مضمون کمر یار کا عنقا سے نہین کم

نواب عماد الملک غازی الدین خان نظام تخلص کے کلام مین بھی موجود ہین اور والہ فیض آبادی کے یہان بھی لکھے ہین اور تیسرے مصرع مین دانا کی جگہ والہ لکھا ہوا ہی۔

	رند	
نہ گیسو چھونے دیتے ہین نہ رخ کا بوسہ دیتے ہین		یون ہی اک عمر گذری ہی کہ صبح و شام کرتے ہین

صاحب تذکرۃ النساء لکھتے ہین کہ یہ شعر نزاکت تخلص کندو نام بنت حسینی خوشحال والی گنجنی

مشہور ڈیرہ دار بالفعل وارد جیپور شاگرد میر واجد علی لکھنوی شگفتہ تخلص مقیم جیپور نے پڑھکر اپنی طرف منسوب کیا۔ اور یہ بیت۔

ہو خواب مین دیکھا تو بظاہر بھی ملینگے	قسمت ہے نہ گر خواب کی تعبیر اُلٹ جائے

فراسو نام زوجہ شمرو فرانسیس مقرب خدمت زیب النسا بیگم اور خیراتی خان دلسوز دونو نکی طرف منسوب ہے

میر ضیاء الدین ضیا

دل جلے ہے غم سے اور آنسو بہانا منع ہی	لگ رہی ہو آگ گھر کو اور بجھانا منع ہی
سینے مین شورش ہو اور ضبط فغانکو حکم ہی	ہین جگر مین شعلے اور نالہ اُٹھانا منع ہی

مصحفی

سینے مین شورش ہو اور ضبط فغانکو حکم ہو	آگ گھر مین لگ گئی ہو اور بجھانا منع ہے

ضیا کے اشعار کا دوسرا اور تیسرا مصرع ملانیسے مصحفی کا پورا شعر ہوتا ہے۔

میر

کرے کیا کہ دل ہی تو مجبور ہے	زمین سخت ہو آسمان دور ہے

میر حسن

جدائی تری کس کو منظور ہے	زمین سخت ہو آسمان دور ہے

حکایت ایک روز شہر بھوپال مین یار محمد خانصاحب شوکت کے مکان پر چند احباب کا جلسہ تھا مؤلف بھی حاضر تھا خانصاحب موصوف نے ان اشعار کو اپنے نام پر پڑھا اور بجائے صابر اپنا تخلص شوکت کر دیا۔

ہو فنا ذات مین کہ تو بز ہے	تیری ہستی کا رنگ و بو بز ہے
اسقدر ڈوب اس مین ای صابر	کہ بجز ہو کے غیر ہو بز ہے

تذکرۂ گلشن بیخار مین لکھا ہی کہ فضل مولے خان فضل تخلص لکھنوی کی یہ عادت تھی کہ آپ شعر کم کہتے تھے اور دوسرے شعرا کا شعر اپنی طرف منسوب کر لیتے تھے آخر نتیجہ رسوائی اور بدنامی ہوا الغرض ایسا سرقہ نہایت معیوب و سخت عیب ہی کیونکہ سرقۂ محض ہی جس مین کچھ بھی دوسرا شاعر اپنی طرف سے شعر مسروقہ مین نہین ملاتا ہے اور ظاہر ہی کہ ایسا سرقہ جس مین کچھ بھی اپنی طرف سے نہ ملایا جائے ایسے سرقے سے جس مین کچھ اپنی طرف سے بھی ملایا جائے نہایت بدتر ہے۔

اور اسی قریب ہے یہ بھی کہ پرائے شعر کا تمام مضمون لیکر اُسکے بعض الفاظ یا تمام کو بدل دین اور اُن کی جگہ دوسرے مترادف الفاظ رکھدین جیسے میر کا مصرع ہو ع۔

عاقبت بندۂ خدا ہین ہم

جراتؔ نے کہا ہے۔ ؎

آخرش بندۂ خدا ہین ہم

جراتؔ نے عاقبت کو آخرش سے بدل دیا ہے یہی حال اشعار ذیل کے مصرع دوم کا ہے۔

شیخ علی بخش بیمار

سانس آہستہ لیجیو بیمار ٹوٹ جائے نہ آبلہ دل کا +

منشی واحد علی زکی

نوک مژگان ذرا خیال رہے پھوٹ جائین نہ آبلے دل کے

اسی قبیل سے ہے اشعار ذیل کا مصرع دوم۔

میرے تغیر رنگ پر مت جا اتفاقات ہین زمانے کے

دیگر

میرے تغیر رنگ کو مت دیکھ تجھکو اپنی نظر نہ ہو جائے

میر

چمن مین گل نے جو کل دعوی جمال کیا جمال یار نے منھ اُسکا خوب لال کیا
رہی تھی دم کی کشاکش گلے مین کچھ باقی سو اُسکی تیغ نے جھگڑا ہی انفصال کیا
بہار رفتہ پھر آئی ترے تماشے کو چمن کو یمن قدم نے ترے نہال کیا

یہ تینون شعر دو ایک لفظونکے فرق سے پنڈت دیاشنکر نسیم کے دیوانمین بھی موجود ہین حالانکہ میر صاحب کی یہ سات شعر کی غزل ہے اور اُنکے دیوان اول مین موجود ہے مقطع یہ ہے۔

لگا نہ دلکو کہین کیا سُنا نہین تونے جو کچھ کہ میرؔ کا اس عاشقی نے حال کیا

اسی قبیل سے ہے۔

خلیفہ محمد علی سکندر شاگرد ناجی

گرہ ہے مانگ مین دل میرا آہ ڈھونڈون کدھر کہ آدھی رات ادھر ہے اور آدھی رات اُدھر

عماد الملک غازی الدین خان نظام

چھپا ہے مانگ مین دل اب اُسے مین ڈھونڈون کدھر کہ آدھی رات ادھر ہے اور آدھی رات اِدھر

اسی طرح۔

	شوریدہ	
جو زندگی سے اپنی بیزار اسقدر ہین لب خشک ہو رہے ہین کانٹے زبان پر ہین		باتونکی گرمیون سے جلتے دل و جگر ہین تیغ نگاہ کسکی دیکھی ہی ہمنے یا رب
	حیدر علی بیگ گرم	
جو زندگی سے اپنی بیزار اسقدر ہین		تیغ نگاہ کسکی دیکھی ہے ہمنے یا رب
شوریدہ کا دوسرا اور تیسرا مصرع ملک گرم کا پورا شعر بنا ہی۔		
	امیر مینائی	
وہ زبان بے دہن ہی یہ دہان بے زبان		غنچہ و سوسن سے کیا ہو شکر احسان بہار
	مہر	
وہ زبان بے دہن ہی یہ دہان بے زبان ہی		ترے منھ کے آگے بالکل نہین قدر سوسن و گل

دوسری قسم سرقے کی مسخ اور اغارہ ہے یہ اُسے کہتے ہین کہ کسی شخص کے کلام کے تمام لفظ و معنی لیکر صورت کلام کی بدل دین یعنی ترکیب الفاظ مین تغیر و تبدیل کر دین یا بعض الفاظ لین تمام الفاظ نہ لین جیسے۔

	میر	
جان و ایمان و محبت کو دعا کرتے ہین		کہیو قاصد وہ جو پوچھے ہمین کیا کرتے ہین
اس شعر کو اسیر نے اپنا یون کر لیا ہی۔		
کہیو قاصد کہ دعا کرتے ہین		وہ جو پوچھے ہمین کیا کرتے ہین
اور مرزا دبیر نے یون لکھا ہی۔		
کہیو کہ شتاب آؤ دعا کرتے ہین		آقا جو مرا پوچھے کہ کیا کرتے ہین
اسی قبیل سے ہی۔		
	میر ضمیر	
دیکھو تو عبا کس کی ہی کاندھے پہ نمودار مین جس پہ سوار آیا ہون کس کا ہی یہ رہوار		پہچانتے ہو کس کی مرے سر پہ ہی دستار یہ کس کی زرہ کس کی سپر کس کی ہی تلوار
	باندھا ہی کمر مین جسے یہ کس کی ردا ہی کیا فاطمہ زہرا نے نہین اس کو سیا ہی	

میر انیس

یہ قبا کس کی ہے بتلاؤ یہ کس کی دستار
یہ زرہ کس کی ہے پہنے ہون جو مین سینہ فگار
بر مین کس کا ہے یہ چار آئنہ جوہر دار
کس کا رہوار ہے یہ آج مین جسپر ہون سوار
کس کا یہ خود ہے یہ تیغ دو سر کس کی ہے
کس جری کی یہ کمان ہے یہ سپر کس کی ہے

اسی قبیل سے ہے۔

محمد یار بیگ

شاخ کو کوئی ہلادے تو ثمر جھڑتے ہین
اپنی ہر جنبش مژگان سے گہر جھڑتے ہین

سعادت یار خان رنگین

یون سرشک مژہ اب شام و سحر جھڑتے ہین
شاخ پر میوہ سے جس طرح ثمر جھڑتے ہین

اسی قبیل سے ہے۔

عشرت

کھچی تھی اُسکو یان تک ناتوانی
کہ موے سر سے بھی تھی سرگرانی

آتش

اس قدر ہمپر ناتوانی ہے
موے سر تک بھی سرگرانی ہے

اسی قبیل سے ہے۔

اوباش

دل و دیدہ اپنے جو یار تھے سو وہ درد و غم مین چھپا گئے
ہین جن سے چشم امید تھی وہی آنکھ ہمسے چرا گئے

سید حسین شاہ افسردہ

چشم امید جن سے رکھتے تھے
وہی آنکھین چرا گئے ہم سے

اسی قبیل سے ہے۔

میر

اے بتو اس قدر جفا ہم پر
عاقبت بندۂ خدا ہین ہم

جرات

ٹک تو کر رحم اے بت بیرحم
آخرش بندۂ خدا ہین ہم

گویا

اتنی تو جفائین کر نہ اے بت	آخر مین بندۂ خدا ہون

شاہ جہان بیگم شیرین

نکرو ہم پہ اتنی جور و جفا	اے صنم بندۂ خدا ہین ہم

اسی قبیل سے ہی

خواجہ وزیر

دست نازک کی نزاکت جو سپی نے دیکھی	ایسی سمٹی کہ ہتیلی کا بنی تل قاتل

مرزا دبیر

جوڑے ہوے ہاتھونکو ادب سے ہی جلاجل	سمٹی سپر ایسی کہ ہتیلی کا بنی تل

اسی قبیل سے ہے۔

خواجہ محمد ناصر عندلیب

تھا بندھا جس مین نامۂ دلبر کا	وہی پر گر پڑا کبوتر کا

میر محمد تقی میر

قسمت کی خوبی دیکھیو کبوتر کا گر پڑا	وہ پر کہ جس مین تھا مرا نامہ بندھا ہوا

داغ

واے ناکامی کہ جسمین ہمنے باندھا خط شوق	وہ ہی مرغ نامہ بر کا ٹوٹ کر شہپر گرا

اسی قبیل سے ہے۔

مومن

کہا اُس بت سے جا مرتا ہی مومن +	کہا مین کیا کرون مرضی خدا کی

وزیر

کہون جب مین کہ بے تیرے ہون مرتا	تو کہتا ہے وہ بت مرضی خدا کی

اسی قبیل سے ہے۔

وزیر

خواب مین تجھ سے ہم کنار رہا	عین غفلت مین ہوشیار رہا

گویا

اپنی غفلت سے ہے عین ہشیاری	خواب مین ہمنے یار کو دیکھا

اسی قبیل سے ہے۔

امانت

عبث کرتا ہی ہمسے تو خیال یار کا شکوہ	جو بھولے آپکو ایدل اُسے پھر یاد کیا کیجے

بحر

غم عبث شادی عبث نالہ و فریاد عبث	بھولے جو آپکو اُس شخص کی پھر یاد عبث

اسی قبیل سے ہے۔

سراج

چلی سمت غیب سے اک ہوا کہ چمن سرور کا جل گیا	مگر ایک شاخ نہال غم جسے دل کہین سو ہری رہی

فطرت

انسو تھی شاخ غم احمد مد	جسے کہتے ہین دل اب تاک ہری ہی

شاہ نیاز احمد

چلی باد گرم فراق ہو جلا سب وجود نیاز کا	مگر ایک عشق کی کشت غم جسے دل کہین سو ہری رہی

اسی قبیل سے ہی۔

وصفی

پلے بوسی آپ کی کس دن ہوئی مجھکو نصیب	وصل مین بھی سُرخ رولے گل حنا تھی مین نہ تھا

شیرین

سُرخ رو ہو نیکے قابل کیا حنا تھی مین نہ تھا	آپکے قدمو نکے نیچے اُسکو جا تھی مین نہ تھا

اسی قبیل سے ہی۔

محمد حسن کلیم دہلوی

چھپا ہے آ مری چشم پُر آب مین دریا	کسی نے دیکھا ہو ایتک حباب مین دریا

مفتی صدر الدین خان آزردہ

نہ دیکھا ہو جو کسی نے حباب مین دریا	وہ دیکھ لے مری چشم پُر آب مین دریا

فطرت

ازل سے بند ہی چشم پُر آب مین دریا	عجب یہ ہی کہ بھرا ہے حباب مین دریا

اسی قبیل سے ہے۔

غالب

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے — تمھیں بتاؤ یہ انداز گفتگو کیا ہے

نثار علی خان نثار

مجھ سے کہتے ہین وہ کہ تو کیا ہے — کوئی پوچھے یہ گفتگو کیا ہے

اسی قبیل سے ہے ۔

خواجہ درد

باوجودیکہ پر و بال نہ تھے آدم کے — وہان پہونچا کہ فرشتے کا بھی مقدور نہ تھا

قصۂ شاہ روم

خدا کو یاد کر اے پتلۂ خاک — بنایا جس نے تجھکو ایسا چالاک
بغیر از پر تجھے ایسا اڑایا — فرشتون نے بھی وہ رتبہ نہ پایا

اسی قبیل سے ہے ۔

میر

بوئے کباب سوختہ آئی دماغ مین — شاید جگر کو آتش غم نے جلا دیا

ظفر

خدا جانے کیا کیا حال دل کا آتش غم نے — کہ ہے بوئے کباب سوختہ ہر آہ سوزانین

اسی قبیل سے ہے ۔

جرأت

کیونکہ بستر پہ کرے پاؤن وہ رنجور دراز — جسکو خود رفتگی بھی ہو سفر دور دراز

عبدالواحد خان مسکین

کیون نہ اٹھنا بیٹھنا مشکل ہو اس رنجور کا — جسکو از خود رفتگی بھی اک سفر ہے دور کا

اسی قبیل سے ہے۔

میر

ہاے اُس سے خُدا جدا نکرے	دور اُس سے جیون خدا نکرے

حسرت

مجھکو تجھ سے خُدا جُدا نکرے	مین ہون تجھ سے جدا خدا نکرے

اسی قبیل سے ہو۔

میر حسن

الگ ہم سے یون رہنا اور چھوٹنا	یہ اوپر ہی اوپر مزے لوٹنا

گلزار نسیم

کیون جی یہ اکیلے شب کو جانا	اوپر اوپر مزے اڑانا

تیسری قسم سرقے کی سلخ اور المام ہو یعنی پرائے مضمون و مطلب کو اور الفاظ مین باندھنا اُسکے الفاظ چھوڑ دینا جیسے۔

شیفتہ

کس لیے لطف کی باتین ہین پھر	کیا کوئی اور ستم یاد آیا

نسیم دہلوی

مقرر بلا آنے والی ہو کوئی	نہین بے سبب مہربانی تمھاری

اسی قبیل سے ہے۔

بادشاہ

گلستان مین جاکر ہراک گل کو دیکھا	نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بو ہے

شیرین

جہان مین پھرا مین بشکل صبا	کسی گل مین بو تیری پاتا نہین

اسی قبیل سے ہے۔

میر

گلہ مین جس سے کرون تیری بے وفائی کا		جہان مین نام نہ لے پھر وہ آشنائی کا
گلہ لکھون مین اگر تیری بے وفائی کا	سودا	لہو مین غرق سفینہ ہو آشنائی کا

اسی قبیل سے ہی۔

میر

رات ساری تو کٹی سُنتے پریشان گوئی		میر جی کوئی گھڑی تم بھی تو آرام کرو

سودا

سودا تری فریاد سے آنکھوں میں کٹی رات		اب آئی سحر ہونے کو ٹک تو کہیں مجھی

اسی قبیل سے ہے۔

میر

صبح گذری شام ہونے آئی میر		تو نہ چیتا اور بہت دن کم رہا

اوج خلف مرزا دبیر

چونکا تو نہ ابتک اوج سوتے سوتے		دن ڈھلگیا اور رات ہونے آئی

اسی قبیل سے ہے۔

چارہ گر ہو جو ترا لطف تو پھر کیا ہی عجب	ذوق	مشک سودہ کرے ہر زخم پہ کار مرہم
اشیاے جہان سے جو کہین دفع ضررہ	امیر	زخموں کے لیے مشک مین مرہم کی ہو تاثیر

اسی قبیل سے ہے۔

مومن

یہ ناتوان ہون کہ ہون اور نظر نہین آتا		مرا بھی حال ہوا ہی تری کمر کاسا

آتش

زار ہون ایسا کسی کو مین نظر نہین آتا		عشق مین گھل گھل کر کمر کا یار کی مو ہو گیا

نواب کلب علیخان

کاہش غم سے ہجر مین نواب		کہین تیری کمر نہو جائے

حسن مرزا قصد

اس قدر زار ہو رہا ہو ئین		کمر یار ہو رہا ہون مین

نجم الدین احمد نجم

کیا ہے ضعف نے پنہان نظر سے		کمر سا مین ہوا عشق کمر سے

اسی قبیل سے ہے۔

مسکین

گل چمن مین مین جو نعت مصطفے کہنے لگا — کھول ہر غنچہ دہن صل علے کہنے لگا

لطف علیخان لطف بریلوی

باغ مین جاکر پڑھا جب روح احمد پر درود — کھل گئے غنچونکے منہ صل علی کے واسطے

اسی قبیل سے ہے۔

جرأت

کب وہ صیاد اسیرونکی خبر لیتا ہے — اور جو لیتا ہو تو مقراض سے پر لیتا ہو

مہر

اسیران قفس پر جب عنایت آپ کرتے ہین — کسی کو ذبح کرتے ہین کسی کے پر کترتے ہین

اسی قبیل سے ہے۔

فرحت علی امید

چھو جو لی ہو زلف بے پیر اسکی اپنے ہاتھ سے — ڈالی اپنے پانونمین زنجیر اپنے ہاتھ سے

دیانا تھ جوہر

زلف چھو کر اس بت کافر کی قیدی ہم ہوے — اپنے دل مین پڑ گئی زنجیر اپنے ہاتھ سے

اسی قبیل سے ہے۔

انشا

کیا ہنسی آتی ہے مجھکو حضرت انسان پر — فعل بد تو انسے ہو لعنت کرین شیطان پر

ظفر

شیطنت سے کرے انسان تو سب ہو خراب — کیا تماشا ہے کہ شیطان کا ہو نام خراب

اسی قبیل سے ہے۔

میر تقی

کاسۂ چشم لیکے جون نرگس — ہمنے دیدار کی گدائی کی ++

آتش

آنکھین نہین ہین چہرے پہ تیرے فقیر کے — دو ٹھیکرے ہین بھیک کے دیدار کیلیے

اسی قبیل سے ہے۔

سوز

جنکے نامے پہونچتے ہین تجھ تک
کاش اُن کا مین نامہ بر ہوتا

جُرأت

جنھِنکے نامے پہونچتے ہین یار تک شتاب
اُنھین کا کاش کے جُرأت بھی نامہ بر ہوتا

اسی قبیل سے ہے۔

ذکی

کیسا کمال ہو کہ ستارے ہین بدر مین
افشان چنی ہوئی یہ تمھاری جبین نہین

شرم

تمنے افشان جو چنی چاند سی پیشانی پر
ہوگئے چہرۂ مہتاب پہ اختر پیدا

رند

مین بھی تو دیکھون چاند مین تارے چھپے ہوے
افشان چھڑک کے یار دکھادے جبین مجھے

اسی قبیل سے ہے۔

جرأت

بند آنکھین کیے رہتا ہون پڑا
خواب مین آئے نظر تا کوئی

آتش

رات بھر آنکھونکو اس امید پر رکھتا ہون بند
خواب مین شاید کہ دیکھون طالع بیدار کو

اسی قبیل سے ہے۔

بُدھ سنگھ قلندر

زلف مین چہرے کا کچھ اور ہی ہوتا ہے فروغ
رکھے ہے روشنی شمع شبِ تار سے کام

ناسخ

پڑتی ہے روشن دلونکو تیرہ جانونسے غرض
جس طرح ہے شمع کو حاجت شبِ دیجور کی

اسی قبیل سے ہے۔

کمال

بل جو رخسار و نپہ کھاتے ہین دو گیسو
قتل عاشق کو کرینگے یہ مقرر گیسو

آفاق

خوب بل کھاتے ہین خنجر ترے دلبر گیسو
ہے یقین پیچ کوئی ڈالینگے ہم پر گیسو

اسی قبیل سے ہے۔

سودا

نہیں شایان زیب گنبد دستار کچھ زاہد
مگر مسواک ہی اُسپر کلس ہووے اگر ہووے

ناسخ

دیکھو ناسخ سر شیخ معمم کی طرف
کیا کلس مسواک کا ہی گنبد دستار پر

اسی قبیل سے ہے۔

آتش

واہ ری شانے کی قسمت کسکو یہ معلوم تھا
پنجۂ شل سے کھلینگے عقدہاے موے دوست

فہیم

زنجیر توڑی پنجۂ شل نے غضب کیا
شانے سے اُس پری کی ہوئی تار تار زلف

اسی قبیل سے ہے۔

اسیر

شکر ہی وہ لب شیرین تو تل ہی خال سیاہ
بجا ہی تل شکری کا گمان ہونٹو نیرا

صفا

تشکر و تل نظر آتے ہین لب و خال سیاہ
اُسکے ہم ذائقہ ہو تل شکری کا کیا مُنھ

اسی قبیل سے ہے۔

رند

گمان زلف سے نظارۂ سنبل نہین کرتے
ہمین کاٹا ہی جب سے سانپ نے رسی سے ڈرتے ہین

شفاعت

دھوکے ہین گیسو کے سنبل سے کانپتا ہون
جسطرح سانپ کا ٹا ڈرتا ہے رسن سے

اسی قبیل سے ہے۔

دبیر

اب مطلب ہمزہ ہمین ذاکر یہ سنائے
حمزہ کی سپر پشت پہ مولا ستھے لگائے

امیر

ہو سپر پشت مبارک پہ کہ حمزہ کی سپر
ذوالفقار اسد اللہ کہ شمشیر دو دم

اسی قبیل سے ہے۔

میر

شاید اُس سادہ نے رکھا ہی خط
کہ ہمین متصل لکھا ہے خط

میر ضیاء الدین ضیا

صاف تھا جب تک تو ہمکو بھی جواب صاف تھا
ابتو خط آنے لگا شاید کہ خط آنے لگا

اسی قبیل سے ہے۔

امانت

مثل ہاروت اسیر چہ بابل ہووے
دل مگر زہرہ جبینون پہ نہ مائل ہووے

سردار حسین سعید

عجب کیا ہی اگر مین بھی اسیر چاہ بابل ہون
کسی زہرہ شمائل کی ذقن پر دلسے مائل ہون

اسی قبیل سے ہے۔

امانت

پستان نمود ہین قد موزون یار مین
یہ کونسا ہے سرو کہ جسمین ثمر لگے

میر صاحب یقین

چھاتیون کا ہی نہال قد گلرو مین اُبھار
سرو مین بھی نظر آتی ہی ثمر کی صورت

اسی قبیل سے ہے۔

سودا

اگر عدم سے نہو ساتھ فکر روزی کا
تو آب ودانہ کو لیکر گہر نہو پیدا

بحر

عدم سے جانب ہستی جو مین روانہ ہوا
تگرگ وار مرے ساتھ آب ودانہ ہوا

پچھلے شاعر نے گہر کی جگہ تگرگ بدل دیا ہے

مرزا کامل بیگ کامل

مژگان سے گر سیجے دل ابرو کرے ہے ٹکڑے
یہ بات مین نے کہکر جب اُس سے داد چاہی
کہنے لگا کہ ترکش جس وقت ہووے خالی
تلوار پھر نہ کھینچے تو کیا کرے سپاہی

خوش وقت رائے شادان

جب تلک ہو کام مژگانسے تو ابرو مت چڑھا
تیر کے ہوتے کوئی کھینچے بھی ہی تلوار کو

اسی قبیل سے ہے۔

مصرع اول	شاعر	مصرع ثانی
	سودا	
ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے مین		تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے مین
	انشا	
یان تلک تو ہی ترا عالم تیراندازی طائر قبلہ نما پر بھی اگر کیجے خیال		کہ تجھے کہتے ہین اُستاد عرب اور عجم تو وہ بھی تڑپے ہے گھر اپنے مین اور تڑپے ہے دم
	ذوق	
تیر ناوک کو ترے دیکھ کے ہے لوٹ رہا		طائر قبلہ نما خاک کریگا طیران

اسی قبیل سے ہی۔

مصرع اول	شاعر	مصرع ثانی
	جرأت	
صنم سُنتے ہین تیری بھی کمر ہے		کہان ہے کس طرف ہے اور کدھر ہے
	اسعد	
ہے جسم مین تمھارے مرجان اگر کمر		دیکھین دکھاؤ کیسی ہے اور ہے کدھر کمر

اسی قبیل سے ہے۔

مصرع اول	شاعر	مصرع ثانی
	میر	
کیا کہیے کہ خوبان نے اب ہم مین ہے کیا رکھا		ان چشم سیاہون نے بہتونکو سُلا رکھا
	امیر مینائی	
وہ سُرمہ بھری آنکھین فتنہ ہین کہ جادو ہین		کتنونکو لگا رکھا کتنونکو سُلا رکھا

اسی قبیل سے ہے۔

مصرع اول	شاعر	مصرع ثانی
	مہر	
ترے سینے سے تو نسبت برابر کی ہے سینے کو		وہان جوبن اُبھرتا ہے یہان چھالے اُبھرتے ہین
	امداد	
وہان سینے پہ وہ اُبھرے یہان دل مین یہ اُبھرے ہین		ہمارے داغ ملتے ہین تمھارے اُبھرے جوبن سے

اسی قبیل سے ہے۔

مصرع اول	شاعر	مصرع ثانی
ہجر کی زندگی سے مرگ بھلی	شاہ حاتم	کہ جہان سب کہین وصال ہوا

نعیم

کہتے ہین مرگ کو وصال نعیم | نہ ہوا وصل ہمنے مر دیکھا

گویا

مرنے کو بھی لوگ کہتے ہین وصال | یہ اگر سچ ہے تو مرجاتے ہین ہم

اسی قبیل سے ہے۔

ناسخ

خط جو ہم کر چکے تحریر تو پہونچانے کو | آشیانون سے نکل آئے کبوتر باہر

نواب کلب علیخان

نامہ یہ کس کو لکھا ہے جو کبوتر سیکڑون | میرے آگے بیٹھے ہین مشتاق پر کھولے ہوے

اسی قبیل سے ہے۔

تسکین

اب یہ حالت ہے کہ اُنسا بیدرد | میرے بچنے کی دعا مانگے ہے

نواب

اب تو یہ شکل ہے کہ اُن کو بھی | حال پر میرے رقت آتی ہے

اسی قبیل سے ہے۔

ظفر

تو بہائے اشک خون اور پانی وہ برسائے فقط | رونے مین کب ابر و چشم پُرنم ایک ہی طور کے ہین

نظیر

مری اس چشم تر سے ابر باران کو ہو کیا نسبت | کہ وہ دریا کا پانی اور یہ خون دل ہے برساتی

اسی قبیل سے ہے۔

میر

پیام اُس گل کو اُسکے ہاتھ دیتے | سُبک پائی نہ ہوتی گر صبا مین

مذاق

مین اُس گل کو پیغام دیتا ہزارون | ہوا ہو گئی یہ صبا کہتے کہتے

اسی قبیل سے ہے۔

افضل

آئے ہین اُسکی کمر تک توٹکر کے گیسو	طرف راہ عدم ہین مجھے رہبر گیسو

نواب

زلف پہونچے گی تری تا بکمر کونسے روز	آئے گی راہ عدم پیش نظر کونسے روز

اسی قبیل سے ہے۔

نادر

نفی و اثبات دہن مین گو کہ قیل و قال ہے	گالیون کا دینا لیکن ناطق استدلال ہے

عاقل

دیتے ہو گالیان یہی کافی ثبوت ہے	اب تو دہن کے ہونے مین حجّت نہین رہی

اسی قبیل سے ہے۔

امیر

چوٹی مین تقرئی موباف عجب زیبا ہی	دامن شب سے گریبان سحر تا نکا ہی

رسا

تقرئی موباف کا کل مین نہین	صبح روشن ہے گریبان گیر شب

اسی قبیل سے ہے۔

طوطارام شایان

جعد مشکین مین نہین موباف زر	گر پڑی بجلی شب دیجور مین

مفتون

دیکھکر موباف زرین اُسکے مفتون جعد مین	خلق کہتی ہی پڑی بجلی شب دیجور مین

اسی قبیل سے ہے۔

مہدی علی زکی مرادآبادی

دل مجھسے رہا جدا ہمیشہ	گویا وہ ضمیر منفصل ہے

مولوی سید محمد صدیق حسن خان نواب تخلّص

دل مانند زمن جدا ہمیشہ	گوئی کہ ضمیر منفصل ہست

اسی قبیل سے ہے۔

شیخ علی حزین

نگہ از گوشہ چشمش چنان مستانہ مے آید ۔۔۔ کہ ترسا زادہ بدمست از میخانہ مے آید

ذوق

یون نگہ نکلے ہے چشم یار سے ۔۔۔ مست جیسے خانۂ خمار سے

اسی قبیل سے ہے۔

مثنوی پدماوت مؤلفہ عبرت

نزاکت سے شکم مین بچہ اُس کا ۔۔۔ نظر آوے تھا جون مینا مین صہبا

غالب

چون صورت آئینہ ز افراط لطافت ۔۔۔ آید بنظر بچۂ او از شکم او

اسی قبیل سے ہے۔

انند رام مخلص

ندہد گر الم جدائی ہا ۔۔۔ چہ عزیز خوب ست آشنائی ہا

میر

طریق خوب ہے آپسمین آشنائی کا ۔۔۔ نہ پیش آوے اگر مرحلہ جدائی کا

اسی قبیل سے ہے۔

صائب

بہار عمر ملاقات دوستداران ست ۔۔۔ چہ حظ برد خضر از عمر جاودان تنہا

ٹہالچند لاہوری

ہے عزیزون ہی کی صحبت سے تو جینے کی بہار ۔۔۔ ورنہ کیا فائدہ ہے خضر سا تنہا رہنا

افضل علیخان افضل

حضرت خضر نبے رہ کے جو تنہا کیا لطف ۔۔۔ زندگی وہ ہے جو ہو جائے بسر یارونمین

قلق

ہم جو یارونمین نہ بیٹھین تو ہمین صبر نہ آئے ۔۔۔ حضرتِ خضر کو کیا زیست کی لذت ہوگی

اسی قبیل سے ہے۔

دوستان منع کنندم کہ چرا دل بتو دادم ۔۔۔ **سعدی** ۔۔۔ باید اول بتو گفتن کہ چنین خوب چرائی

خواجہ احسان اللہ بیان دہلوی

یہ لوگ منع جو کرتے ہین عشق مین مجھکو — اُنھون نے یار کو دیکھا ہی یا نہین دیکھا

میر

چاہنے کا ہم پہ یہ خوبان جو دھرتے ہین گناہ — انسے بھی پوچھو کوئی تم اتنے کیون پیارے ہوے

اسی قبیل سے ہے۔

شیخ فریدالدین عطار

حمد بیحد مر خداے پاک را — آنکہ ایمان داد مشت خاک را

غلام امام شہید

حمد بیحد اُس خداے پاک کو — نور ایمان جسنے بخشا خاک کو

اسی قبیل سے ہے۔

سراج الدین علیخان آرزو

شیخ ز تاریخ جہان آگہم — کعبۂ تو کہنہ صنم خانہ ایست

سودا

اپنے کعبے کی بزرگی شیخ جو چاہے سو کر — از روے تاریخ تو بیش از صنم خانہ نہین

ولہ

تواریخ جہانسے شیخ جی ہم خوب ہین آگاہ — اُسے کعبہ اگر سمجھے ہو جو تھا دیر یون سمجھو

اسی قبیل سے ہے۔

حاجی محمد گیلانی

از گداز شمع باشد شعلہ را پایندگی — میکند از پہلوے مظلوم ظالم زندگی

سودا

جو ناتوان نکرین دستگیری دشمن — تو خار و خس نکرین شعلے کو کبھو برپا

اسی قبیل سے ہے۔

انوری

تا عشق تو در سینہ مکان کرد کرا جا — کس دید در آفاق بیک شہر دو را جا

قلندر

دل مین خیال ایک ہی دلبر کا خوب ہی — اُجڑے ہو ملک آوے ہی جب شاہ دوسرا

اسی قبیل سے ہے ۔

ولہ

بسکہ در چشم و دلم ہر لحظہ اے یارم توئی
ہر کہ آید در نظر از دور پندارم توئی

درد

بیگانہ گر نظر پڑے تو آشنا کو دیکھ
بندہ گر آئے سامنے تو بھی خدا کو دیکھ

اسی قبیل سے ہے ۔

بو علی سینا

گردم ہمہ مشکلات عالم را حل
ہر بند کشودہ شد مگر بند اجل

میر انیس

عقدے سب حل ہوے مگر آہ انیس
یہ بند اجل کسی سے کھولا نہ گیا

اسی قبیل سے ہے ۔

غنی

گشت چون رشتۂ عمرم کوتاہ
معنی سالگرہ فہمیدم

انیس

جب سالگرہ ہوئی تو عقدہ یہ کھلا
یان اور گرہ سے اک برس جاتا ہی

اسی قبیل سے ہے ۔

کاتبی

بودیم ہمچو نافہ ہمہ عمر در خطا
موے سفید بین و درون سیاہ را

انیس

نافے کی طرح عمر خطا مین گذری
بالونپہ سفیدی ہے سیاہی دل مین

اسی قبیل سے ہے ۔

نظامی

سنان بر سنان رستہ چون نوک خار
سپر بر سپر بستہ چون لالہ زار

انیس

ہر سمت تھی سنان پہ سنان مثل خار زار
ہر صف مین تھی سپر پہ سپر مثل لالہ زار

اسی قبیل سے ہے۔

لاحد

چو نفی نفی اثبات ست از مردن نمی ترسم	انیس	بقاے من چو شمع کشتہ باشد در فناے من
خود پیام زندگی لائی قضا میرے لیے		شمع کشتہ ہون فنا مین ہی بقا میرے لیے

اسی قبیل سے ہے۔

مخلص کاشی

در فراق تو چہ لاے بُتِ محبوب کنم		صبر ایوب کنم گریۂ یعقوب کنم

شرف الدین مضمون

ہمنے کیا کیا نہ ترے عشق مین محبوب کیا		صبر ایوب کیا گریۂ یعقوب کیا

اسی قبیل سے ہے۔

بیدل

مسی آلودہ برلب رنگ پان ست	ناسخ	تماشا کن تہ آتش دخان ست
مسی مالیدہ لب پر رنگ پان ہے		تماشا ہے تہ آتش دھوان ہے

اسی قبیل سے ہے۔

ناصر علی

گویند کہ شب بر سر بیمار گران ست	ناسخ	گر سرمہ بچشم تو گران ست از ان ست
ناتوانی سے گران ہی سرمہ چشم یار کو		جسطرح ہو رات بھاری مردم بیمار کو

اسی قبیل سے ہے۔

لاحد

بر وز بیکسی کس نیست غیر از سایہ یار من	ناسخ	مگر آنہم ندارد طاقت شبہاے تار من
سیہ بختی مین کوئی کب کسی کا ساتھ دیتا ہے		کہ تاریکی مین سایہ بھی جدا ہوتا ہی انسان سے

اسی قبیل سے ہے۔

صائب

خرده مشمار گنہ را کہ گناہیست بزرگ
گندمے کرد ز فردوس برون آدم را

ہادی

گنہ کو مت گنو چھوٹا کہ جنت کے مدارج سے
گیہون چھوٹے سے دانے نے کیا برباد آدم کو

اسی قبیل سے ہے۔

قتیل

مارا بغمزه کشت و قضا را بہانہ ساخت
خود سوے ما ندید و حیا را بہانہ ساخت

اس شعر کے پہلے مصرع کا مضمون مرزا رحیم الدین حیا کے شعر کے پہلے مصرع مین اور دوسرے مصرع کا مضمون روشن شاہ روشن کے شعر کے پہلے مصرع مین بندھا ہے۔

حیا

ادا سے جان لیتے ہین اجل کا نام کرتے ہین
وہ اپنے سر کی یہ تہمت پرائے سر پہ دھرتے ہین

روشن

دیکھ کے مجھکو منھ کو چھپایا اور حیا کا نام کیا
واہ ری تیری دانشمندی اس مین بھی اک کام کیا

اسی قبیل سے ہے۔

قدسی

آلوده ز قطرات عرق دیده جبین را
اختر ز فلک می نگرد روے زمین را

سودا

آلوده قطرات عرق دیکھ جبین کو
اختر پڑے جھانکین ہین فلک پر سے زمین کو

اسی قبیل سے ہے۔

لاادری

بہار بے سپر جام یار مے گذرد
نسیم ہمچو خدنگ از کنار میگذرد

سودا

بہار بے سپر جام یار گذرے ہے
نسیم تیر سی چھاتی کے پار گذرے ہے

فائده مرزا رفیع سودا سے اور فدوی و میر ضاحک و مولوی ندرت کشمیری وغیرہ سے رنجش تھی ور

سودا ان لوگون کی ہجو بہت کیا کرتے تھے اسلیے یہ لوگ اُنسے عداوت رکھتے تھے اور چند مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ جب کوئی غزل یا شعر تازہ مضمون کا سودا نے کہا اور ان تک پہونچا انھون نے اُسی مضمون کی غزل یا شعر فارسی زبان مین تیار کرکے مشتہر کر دیا اور کہدیا کہ سودا نے چوری کی ہو اصل شعر فارسی کا تھا پس اصل مین چور وہ لوگ تھے نہ مرزا رفیع سودا اور جہان کہین سودا کے شعر کے مضامین کسی ایسے فارسی شعر مین جسکا شاعر اُنکے زمانے سے سابق نہو یا شاعر کا نام نہ معلوم ہو پائے جائین وہ شعر بلا شبہ مخالفین کا ہوگا۔

بیان سرقۂ غیر ظاہر

سرقۂ غیر ظاہر اسے کہتے ہین کہ اگر دو شاعرون کے شعر کسی عاقل کو سُنائے جائین تو وہ اُنکے سُننے کے بعد اس بات کا حکم کرنے مین کہ ایک کی اصل دوسرا ہے تامل و غور کی طرف محتاج ہو اگرچہ سرقۂ غیر ظاہر مین بھی پہلے شاعر کے معنی دوسرا شاعر لیتا ہے لیکن اس مین یہ بات مخفی ہوتی ہے کہ دوسرے نے پہلے سے معنے لیے ہین بخلاف سرقۂ ظاہر کے کہ اسمین یہ امر خوب ظاہر ہوتا ہو کہ پہلے معنی سے دوسرے معنے لیے گئے ہین اور اسکی پانچ قسمین ہین۔

ایک قسم یہ ہو کہ کوئی شاعر ایسا شعر لکھے کہ اس کا مضمون دوسرے شاعر کے شعر سے مشابہت رکھتا ہو اور شاعر ماہر وہ ہے کہ مشابہت کے اخفا مین کوشش کرے اس طرح کہ شعر کی زمین بدل دے اور مضمون بھی بدل دے اس طرح کہ اگر پہلے کا شعر مدح مین ہو تو ہجو مین لکھے اور اگر پہلے کا شعر مرثیے مین ہو تو تہنیت کے موقع پر لائے۔

کفر کچھ چاہیے اسلام کی رونق کیلیے	میر	حسن زنار ہو تسبیح سلیمانی کا
ہوا جب کفر ثابت ہو وہ تمغائے مسلمانی	سودا	نہ ٹوٹی شیخ سے زنار تسبیح سلیمانی

اسی قبیل سے ہے۔

۵

بھاگ ان بردہ فروشون سے کہان کے بھائی		بیچ ہی ڈالین جو یوسف سا برادر پائین
زہر سقراط سے ناصح کو پلا دیتے ہین	حالی	اور یوسف سے برادر کو دغا دیتے ہین

اسی قبیل سے ہے۔

سودا

ہمارے آگے ترا جب کسی نے نام لیا — دل ستم زدہ کو ہمنے تھام تھام لیا

جرأت

پاس جا بیٹھا جو مین کل اک ترے ہمنام کے — رہگیا بس نام سنتے ہی کلیجہ تھام کے

اسی قبیل سے ہے۔

ذوق

کیا اعتبار ہستی ناپائدار کا — چشمک ہی برق کی کہ تبسم شرار کا

غالب

اک نظر بیش نہین فرصت ہستی غافل — گرمی بزم ہی اک رقص شرر ہونے تک

اسی قبیل سے ہے۔

شرم

دنیا مین تیرے عارض گلگونکو دیکھکر — جام حباب ہوگا کٹورا گلاب کا

ناسخ

معطر اسکے نہانے سے بسکہ آب ہوا — حباب بحر ہر اک شیشۂ گلاب ہوا

اسی قبیل سے ہے۔

اسیر

دست رنگین سے خون بہا میرا — یہی کافی ہے خونبہا میرا

میر بہادر علی محبت

اگر حنا ترے ہاتھونسے خون بہا دل کا — تو لونگا دست نگارین سے خونبہا دل کا

اسی قبیل سے ہے۔

آسیا کہتی ہے ہر صبح بآواز بلند — میر کلو عرش — رزق سے بھرتا ہی رزاق دہن پتھر کے

وزیر

منھ جس نے دیا وہ رزق دیگا — گویا یہ دہان آسیا ہے

اسی قبیل سے ہے۔

سودا

اے ابر قسم ہے تجھے رونے کی ہمارے
ٹپکا ترے آنکھوں سے کبھی لخت جگر بھی

ظفر

تو بہائے اشک خون اور پانی وہ برسائے فقط
رونے مین کب ابر و چشم پرنم ایک ہی طور کے ہین

اسی قبیل سے ہے۔

ممنون

تفاوت قامتِ یار اور قیامت مین ہے کیا ممنون
وہی فتنہ ہے لیکن یان ذرا سانچے مین ڈھلتا ہے

غالب

ترے فتنہ قامت سے اک قدِ آدم
قیامت کے فتنے کو کم دیکھتے ہین

اسی قبیل سے ہے۔

ص

ابروے جانانین اور کعبے مین ظاہر ہے یہ فرق
یہ خدا کی ہے بنا بندے کی وہ تعمیر ہے

ظفر

دل و مسجد مین دونون گھر خدا کے فرق پر یہ ہے
وہ تعمیر اُسکے ہاتھونکی یہ تعمیر اپنے ہاتھونکی

اسی قبیل سے ہے۔

ولہ

ہو جائے ہے بُرا بھی بھلا وقت احتیاج
مردار ہے حلال ولا تین دن کے بعد

امیر

مجھکو زاہد نہین شراب حرام
تیسرے دن میسر آئی ہے

اسی قبیل سے ہے۔

ص

دنیا کے جو مزے ہین ہرگز یہ کم نہونگے
چرچے یہی رہینگے افسوس ہم نہونگے

مولوی محمد اسمعیل

ہے اس انجمن مین یکسان عدم و وجود میرا
کہ جو مین یہان نہوتا یہی کاروبار ہوتا

سودا کا شعر ہے۔

سودا

پلے ہی آشیان مین باز کے بچہ کبوتر کا | شبان نے گرگ کو گلے کی سونپی ہے نگہبانی

اس شعر کے پہلے مصرع کا مضمون قلق کے شعر کے دوسرے مصرع کے مضمون سے مشابہت رکھتا ہی اور دوسرے مصرع کا مضمون مومن کے شعر کے مضمون سے مشابہت رکھتا ہے۔

مومن

گرگ نے دور عدل مین اُسکے | سیکھ لی راہ و رسم چوپانی

قلق

یہ عدالت سے ہے جہان معمور | باز سیتا ہے بچۂ عصفور

دوسری قسم سرقۂ غیر ظاہر کی یہ ہی کہ ایک شاعر کی بیت مین ادعا عام ہو دوسرا اپنے شعر مین ادعا خاص کرے مثال اسکی۔

محمد یار خان امیر

ہاے سرخی ترے رخسار کی ہنگام عتاب | جتنا بگڑے ہے تو اُتنا ہی سنور جاتا ہے

شہیدی

غصے مین نیا رنگ نکالے ہین پریرو | جیون جیون یہ بگڑتے ہین سنور جاتے ہین کیسے

پہلے شعر مین خاص اپنے معشوق کے رخسار کا عتاب مین سرخ ہو جانا اور جتنا اُسکا بگڑنا اُتنا ہی سنور جانا بیان کیا ہی اور دوسرے شعر مین یہ باتین عام معشوقونکے واسطے ثابت کی ہین داغ نے بھی اس مضمون کو باندھ لیا ہی اور اُنکے شعر مین ادعاے خاص ہے۔

داغ

غصے نے اور رنگ ترا شوخ کر دیا | اچھی بنی بگاڑ مین صورت عتاب کی

اسی قبیل سے ہے۔

خواجہ وزیر

ایک عالم نے جبہ سائی کی | اے بتو تمنے بھی خدائی کی

نسیم دہلوی

جھکے دا ہد سراپاے صنم پر سجدہ کرنے کو | خدا کی شان بت کرنے لگے دعوے خدائی کا

پہلے شعر مین حکم سجدے کا عام ہی یعنی تمام عالم کا سجدہ کرنا بیان کیا ہی اور دوسرے شعر مین خاص زاہدونکے سجدے کیلیے لکھا ہی۔ عاشق نے اس مضمون کو یون باندھا ہے۔

تماشا دیکھتا ہون مین تری قدرت نمائی کا		خدا کی شان دعوے ہی بتونکو بھی خدائی کا

اسی قبیل سے ہے۔

	ظفر	
زلف یون روے عرق آلودہ پہ لہرائے ہے		صبح جون ناگن گلو پر چاٹنے اوس آئے ہے
	وزیر	
نہین ہی روے عرقناک پر وہ مشکین زلف		یہ اوس چاٹنے نکلا ہی ملک چین کا سانپ

پہلے شعر مین عموماً ہر ایک ناگن کے گلونکی اوس چاٹنے کیلیے خاص صبح کے وقت نکلنے کا ادعا ہی اور دوسرے شعر مین خاص ملک چین کے سانپ کا اوس کو چاٹنے کیلیے دعوے کیا ہی اور اُسکے نکلنے کا وقت معین نہین کیا ہی اور نہ کسی خاص قسم کی اُوس کا ذکر کیا ہے۔

شیخ عبدالرزاق شاد نے اس مضمون کو اسطرح باندھا ہے۔

چھٹے ہوے عرق آلودہ رخ پہ گیسو ہین		کہ اوس چاٹنے نکلے ہین ماہتاب مین سانپ

اسی قبیل سے ہے۔

	امیر خسرو	
ہمہ آہوان صحرا سر خود نہادہ بر کف		بامید این کہ روزے بشکار خواہی آمد
	میر	
ہر سو سر تسلیم رکھے صید حرم ہین		وہ صید فگن تیغ بکف تا ادھر آوے

پہلے شعر مین مشتاق شکار ہونا عموماً تمام آہوان صحرائی کی نسبت بیان کیا ہی اور دوسرے شعر مین خاص حرم کے جانورونکی نسبت

تیسری قسم سرقہ غیر ظاہر کی یہ ہی کہ کسی خاص مضمون کو ایک محل سے دوسرے محل مین نقل کرین یعنی وہ خاص مضمون ایک شاعر نے کسی اور موقع پر لکھا تھا دوسرا اُسکو کسی اور موقع پر لائے مثال یہ قول دبیر کا ع

آنکھو نمین پھرے اور نہ مردم کو خبر ہو	
انیس	
آنکھو نمین یون پھرے کہ مژہ کو خبر نہو	

اول مصرع مین خبر ہونیکی نسبت مردم دیدہ کیطرف ہی اور دوسرے مین مژہ کیطرف -

میر تقی

چمن مین گل نے جو کل دعوی جمال کیا ۔ جمال یار نے منہ اُسکا خوب لال کیا

حیدری

برابری کا تری گل نے جب خیال کیا ۔ صبا نے مار طپانچہ منہ اُسکا لال کیا

حیدری کے شعر مین صبا کے طپانچہ مارنے سے گل کا منہ لال ہونا بیان کیا اور میر کے شعر مین جمال یار کے شرمندہ کرنے سے گل کا لال ہوجانا بیان کیا ہی پس منہ کے سرخ کردینے کے معنے کو جمال یار سے کر صبا کیطرف منتقل کردیا میر سوز نے اس مضمون کو یون باندھا ہے۔

دعوے کیا تھا گل نے اس رخ سے رنگ و بو کا ۔ مارین صبا نے دھولین شبنم نے منہ پہ تھوکا

اسی قبیل سے ہے۔

ے

علی کا نام بھی نام خدا کیا راحت جان ہے ۔ عصا ہے پیر ہی تیغ جوان ہی حرز طفلان ہے

ذوق

نہ چھوڑ تو کسی عالم مین راستی کہ یہ شی ۔ عصا ہے پیر کو اور سیف ہی جوان کیلیے

پہلے شعر مین بیان کیا گیا ہی کہ علیؑ کا نام بڈھے کیلیے عصا ہی اور جوان کیلیے تلوار ہی اور دوسرے شعر مین ان امور کو راستی کی طرف نسبت کیا ہے۔

اسی قبیل سے ہے۔

جرأت

مشاطہ ترے گھر سے جب لیکے نبات آئی ۔ لب بند ہوے سب کے کچھ منہ سے نہ بات آئی

ایاز محمد خان ایاز

گلشن مین صبا لیکر جب گل کی نبات آئی ۔ غنچے کے ہوے لب بند کچھ منہ سے نہ بات آئی

پہلے شعر مین معشوق کی نبات کا لانا مشاطہ کی طرف منسوب کیا ہی اور لب بند ہونیکی نسبت آدمیونکی طرف کی ہے اور دوسرے شعر مین گل کی نبات کا لانا صبا کی طرف منسوب کیا ہے اور لب بند ہونے کی نسبت غنچے کی طرف کی ہے۔

غیاث الدین بلبن بادشاہ دہلی کا بیٹا محمد سلطان جب لاہور کے باہر راوی کے کنارے پر ترکان تاتاری کی

لڑائی مین مارا گیا تو امیر خسرو نے اُسکا مرثیہ ترکیب بند مین لکھا ہی اُسمین کہتے ہین ۔

بسکہ آب چشم خلقے شد روان در چار سو ۔ پنج آب دیگر اندر مولتان آمد پدید

شیخ ناسخ نے الہ آباد مین بیٹھکر اُسمین سے یہ مضمون تراشا۔

ایک تربینی ہی دو آنکھین مری ۔ اب الہ آباد بھی پنجاب ہے

اول شعر مین مولتان کا آنسوؤنکی کثرت کی وجہ سے پنجاب ہو جانا بیان کیا ہی اور دوسرے شعر مین الہ آباد کا چونکہ اُس مُلک مین پانچ دریا ہین ستلج بیاس راوی جہلم چناب اسلیے اس ملک کو پنجاب کہتے ہین۔
اسی قبیل سے ہے۔

رند

مین بھی تو دیکھون چاند مین تارے جڑے ہوے ۔ افشان چھڑک کے یار دکھا دے جبین مجھے

میر مہدی جنون شاگرد رشک

کسی نے تارے نہین دیکھے چاند مین ابتک ۔ تمھارا چاند سا چہرہ ہی اور تارے گال

اول شعر مین چاند مین تارے جڑے ہونیکے ساتھ افشان چھڑکی ہوئی جبین کو تشبیہ دی ہی اور مضمون کو بطریق استفہام کے ادا کیا ہے اور دوسرے شعر مین چاند مین تارے ہونیکے مضمون کو چہرے او گال کی تشبیہ مین باندھا ہی اور اول اُس ہیئت کے وجود کا انکار کر کے پھر چہرے اور گال کی تشبیہ سے ثبوت کو پہونچایا ہے۔
اسی قبیل سے ہے۔

میر شمس الدین فقیر

خال اُس کی بیاض گردن کا ۔ نقطۂ انتخاب ہے گویا

میر تقی

نقطۂ خال سے ترا ابرو ۔ بیت اک انتخاب کی صورت

اسی قبیل سے ہے۔

میر

عجب صحبت ہی کیونکر صبح اپنی شام کریے اب ۔ جہان تک آن بیٹھے ہم کہا آرام کریے اب

آتش

جب مین جاتا ہون تو مُنھ پھیر کے یون کہتے ہین ۔ نیند آئی ہی ہمین آپ بھی آرام کرین

جرأت

رتبہ گل بازی کا دلا کاش تو پاتا ۔ ہاتھون سے جو گرتا تو وہ آنکھون سے اُٹھاتا

ذوق

مرے زخموں مین یہ کردو نمک اب کیا بچاؤ گے	گرےگا گر زمین پر یہ تو آنکھوں سے اُٹھاؤ گے

اول شعر مین نسبت آنکھوں سے اُٹھانیکی گل بازی کی طرف ہی اور دوسرے مین نمک کیطرف۔

انشا

اللہ ری رنگت تری پہلاری نزاکت	بوسے لیے تو ہمنے کیے ہونٹ ہین نیلے

محسن مولف سراپا سخن

لیا تھا ہمنے تصور مین ایک دن بوسہ	غضب ہے آج تلک نیلگون ہین سارے گال

پہلے شعر مین نیلے ہونٹونکی نسبت بوسے کے تصور سے ہونٹونکی طرف ہی اور دوسرے مین گالون کی طرف
میر حسن نے اس مضمون کو یون باندھا ہے۔

وہ رخسار نازک کہ ہوجائین لال	اگر اُسپہ بوسے کا گذرے خیال

اور میر ہادی علی بیخود نے اس مضمون کو اسطرح باندھا ہے۔

نیلگون فرط نزاکت سے ہوا جاتا ہی	ابتو بوسے کا تصور بھی ہی بار عارض

اسی قبیل سے ہے۔

ضمیم ساکن بلند شہر

سوز دل و جگر نے آخر یہ جوڑ ڈالے	اُس بت کو کیا رُلایا پتھر نچوڑ ڈالے

فرید احمد وفا

پتھر اگئین جو آنکھین مل مل کے سو غم نے	اشک اُنسے کیا نکالے پتھر نچوڑ ڈالے

پہلے شعر مین رولانے کی نسبت معشوق کی طرف ہے اور اُسی کے دل کو پتھر قرار دے کر نچوڑنے کی نسبت کی ہے اور دوسرے شعر مین عاشق کی طرف رونے کی نسبت کی ہے اور آنکھون کو پتھر قرار دے کر اُنکی طرف نچوڑنیکی نسبت کی ہی اور یہ مضمون دراصل انشا کے شعر سے اخذ کیا ہے۔

آنکھین پتھرا گئین اور تسپہ بھی ٹپکے لہو	بل بے ہجران تری قدرت کہ نچوڑے پتھر

چوتھی قسم سرقۂ غیر ظاہر کی یہ ہی کہ ایک شاعر کا کلام دوسرے شاعر کے کلام کی ضد ہو جیسے

منھ ڈھانکدیا خواب مین اُس رشک پری کا	۵	کیا ہمنے بگاڑا تھا نسیم سحری کا
منھ کھولدیا خواب مین اُس رشک پری کا	۵	ممنون ہون مین آج نسیم سحری کا

اسی قبیل سے ہے۔

اختر

نہ دیکھی چشم ناز سے چھوٹی مہوست آنسے — سُنا کیے ہین بارہا یار کے کمر نہین

برق

سب نے چلتے ہوے آنکھون سے اُنھین دیکھا ہے — پھر یہ کیونکر نہ کہین لوگ کمر رکھتے ہین

اسی قبیل سے ہے۔

وزیر

یوسف جو کہا اُنھین تو بولے — کیا آپنے مول لے لیا ہے

اسیر

پہونچا ہے ابتو حسن کا رتبہ یہان تلک — اکثر وہ بول اُٹھتے ہین یوسف کے نام سے

خواجہ حیدر علی آتش نے اس مضمون کو یون باندھا ہے۔

کہے جو یوسف اُنھین کوئی تو یہ کہتے ہین — ہمین بھی سمجھے ہو تم بیچنے کے قابل کا

اسی قبیل سے ہے۔

حافظ

الا یا ایہا الساقی ادر کاساً و ناولہا — کہ عشق آسان نمود اول ولے افتاد مشکلہا

ناسخ

اے دل زار نڈر کوہ غم عشق سے تو — کہ اواخر ہے سبک اور اوائل بھاری

اسی قبیل سے ہے۔

نشاط

نمود سبزۂ خط کیا عذار آتشین پر ہو — زمین شور سے کسنے اُگا دیکھا ہے سنبل کو

عزیز بریلوی

اُگا ہے سبزۂ خط رخ پہ اُس کان ملاحت کے — زمین شور سنبل بر نیارد کون کہتا ہے

تابش نے اس مضمون کو اسطرح باندھا ہے۔

نمک پروردہ رخ پر سبزۂ خط — زمین شور مین سنبل اُگا ہے

اسی قبیل سے ہے۔

میر حسن

قسم مجھکو حضرت سلیمانکی — ہوئی دشمن اب اُسکی مین جانکی

تپش

اُڑھائی ہے مجھکو سلیمانکی — کہ دشمن نہین مین تری جان کی

اسی قبیل سے ہے۔

میر

کاشکے دل دو تو ہوتے عشق مین — ایک رہتا ایک کھوتے عشق مین

لغیرہ

کاشکے دل سو بھی ہوتے عشق مین — رفتہ رفتہ سبکو کھوتے عشق مین

اسی قبیل سے ہے۔

بقاء اللہ خان بقا

ان آنکھوں کا نت گریہ دستور ہے — دو آبہ جہان مین یہ مشہور ہے

ولہ

سیلاب سے آنکھونکی رہتے ہین خرابے مین — ٹکڑے جو مرے دلکے بستے ہین دوآبے مین

میر

وے دن گئے کہ آنکھین دریا سی بہتیان تھین — سوکھا پڑا ہے ابتو مدت سے یہ دوآبہ

بقانے تو اپنے شعر وین کہا ہو کہ آنکھین ہمیشہ آنسو بہاتی رہتی ہین اور یہ دوآبہ ہمیشہ لبریز رہتا ہی اور میر نے بیان کیا ہو کہ آنکھین مدت سے آنسو نہین بہاتین یہ دوآبہ کبھی کا خشک پڑا ہی۔

میر تقی

تیز رکھنا سر ہر خار کو اے دشت جنون — شاید آجائے کوئی آبلہ پا میرے بعد

ظفر

خار صحراے جنون یون ہی اگر تیز رہے — کوئی آئے گا نہین آبلہ پا میرے بعد

اسی قبیل سے ہے۔

میر

ایک محروم چلے میر ہمین دُنیا سے — ورنہ عالم کو زمانے نے دیا کیا کیا کچھ

سودا

سودا جہان مین آکے کوئی کچھ نہ لیگیا — جاتا ہون ایک مین دل پر آرزو لیے

پہلے شعر مین اپنا دنیا سے محروم جانا اور زمانے کا عالم کو بہت کچھ دینا بیان کیا ہو اور دوسرے شعر مین عالم کا زمانیکے عطیہ سے محروم رہنا اور اپنا دنیا سے محروم نہ جانا ذکر کیا ہے۔

اسی قبیل سے ہے۔

محمدی بیدار

ہم تری خاطر نازک سے حذر کرتے ہین — ورنہ یہ نالے تو پتھر مین اثر کرتے ہین

خواجہ امانی

اثر ہو سنگ مین کیونکر اُنھونکو رام کرین — بتونکے دل ہو تو یارب یہ آہین کام کرین

اسی قبیل سے ہے۔

ٹیکچند بہار

اگر جلوہ نہین ہے کفر کا اسلام مین اہد — سلیمانی کے خط کو دیکھ کیون زنّار کہتے ہین

ظفر

کفر و اسلام ایک ہین کسطرح — دو نون فرقون کا سلسلہ ہے اور

اسی قبیل سے ہے۔

نواب آصف الدولہ

ساقیا مجھ سے چھکا دے کہ بہکتے جاوین — برق کی طرح جدھر جاوین چمکتے جاوین

دلھن بیگم

ایسے کم ظرف نہین ہم جو بہکتے جاوین — مثل گل جاوین جدھر کو تو مہکتے جاوین

اسی قبیل سے ہے۔

نواب آصف الدولہ

جہان مین جہان تک جگہ پایئے — عمارت بناتے چلے جایئے

دلھن بیگم

مت کرو فکر عمارت کی کوئی زیر فلک — خانۂ دل جو گرا ہووے سو تعمیر کرو

پانچوین قسم سرقہ غیر ظاہر کی یہ ہی کہ دوسرے شاعر کے مضمون سے کچھ لیکر اور چیزین ایسی بڑھادین

کہ بہ نسبت اول کے زیادہ لطف ہو جائے جیسے۔

مومن

خونبہا قاتل بیرحم سے مانگا کس نے	کہ فرشتے مجھے یان داغ درم دیتے ہین

ذوق

لکھی تھی ماہی بریان کہ دبیران قضا	داغ دیتے ہین اُسے جس کو درم دیتے ہین

ظاہر ہی کہ مومن کے شعر مین داغ درم دینا اور خونبہا مانگنا محض ادعا ہے اور ذوق کے شعر مین داغ دینا اور صاحب درم ہونا ثابت ہے مومن کے شعر سے داغ و درم کا مضمون لیکر ایسی طرح سے ادا کیا ہے کہ اُسکی نسبت بہت بلیغ ہو گیا ہے۔
اسی قبیل سے ہے۔

مومن

کیا کیا جلی ہے بزم مین تجھ بن نہ جب پھرے	پروانہ شمع شملہ شمائل کے آس پاس

داغ

رُخ روشن کے آگے شمع رکھکر وہ یہ کہتے ہین	اُدھر جاتا ہی دیکھین یا ادھر پروانہ آتا ہی

اسی قبیل سے ہے۔

ثناءاللہ خان فراق

آنا یہ ہچکیون کا ہمین بے سبب نہین	بھولے سے اُسنے یاد کیا ہو عجب نہین

مرزا محمد تقی خان ہوس

نزع مین ہمنے عجب طرح سے دل شاد کیا	آئی ہچکی تو کہا اُسنے ہمین یاد کیا

پہلے شعر مین صرف ہچکی کا آنا اور معشوق کا یاد کرنا بیان کیا ہی دوسرے شعر مین نزع کی ہچکی کا آنا اور نزع کے وقت دلکا شاد کرنا زیادہ کیا ہے جس سے شعر نہایت لطیف ہو گیا۔
اسی قبیل سے ہے۔

ناسخ

زُلف کو دیجیے کیا مار سیہ سے تشبیہ	سایۂ زلف سے ہو جاتے ہین اژدر پیدا

برق

تیری سی زلف کے اگر لکھنے لگو نین اوصاف	کشش حرف سے ہون سطر و نین اژدر پیدا

حسرت امام موسیٰ کاظم کی مدح مین کہتا ہے۔

صلب آدم مین تو ہی تھا کہ تجھے سجدہ کیا	حسرت	سب فرشتون نے بفرمان خداوند کریم
ملک سجدہ نکرتے آدم خاکی کو گر اُسکی	سودا	امانت دار نور احمدی ہوتی نہ پیشانی

اسی قبیل سے ہے۔

دیا میرے جنازے کو جو کاندھا اُس پریرو نے	ناسخ	گمان ہی تختۂ تابوت پر تخت سلیمان کا
پریزادون نے مٹی دی جو مجھکو بعد مرنیکے	وزیر	کوئی تختہ لحد مین ہو مگر تخت سلیمان کا

اسی قبیل سے ہے۔

وقت رفتار ہی زر ریز عجب فیض قدم	امیر مینائی	نقش پا راہ مین بنجاتے ہین دینار و درم
جو نقش پا ہو درہم زر سے نہین ہے کم	افضل	رکھتے ہین کیا پدم بت زر دار پانو مین

اسی قبیل سے ہے۔

چشم رکھتا ہو تو چل فیض ہوا کو ٹک دیکھ	میر	نرگس اُگتی ہی جہان بوئی تھی دہقان نے بصل
طالب چشم تماشا ہے جو گلشن کی بہار	نطق	نرگس اُگتی ہے اگر باغ مین بوتے ہین بصل

پچھلے شعر مین نہایت ہی لطف ہو گیا ہو۔
اسی قبیل سے ہے۔

قسم جو کھائیے تو طالع زلیخا کی	میر	عزیز مصر کا بھی صاحب اک غلام لیا
کمال بندگی عشق ہے خداوندی	سودا	کہ ایک زن نے مہ مصر سا غلام لیا

اسی قبیل سے ہے۔

میر

مت ہیچ کر کسو کو کہ اپنے تو اعتقاد — دل ڈھائے کر جو کعبہ بنایا تو کیا ہوا

سودا

کعبہ اگرچہ ٹوٹا تو کیا جائے غم ہے شیخ — یہ قصر دل نہین کہ بنا یا نہ جائیگا

اسی قبیل سے ہے۔

ضمیر

جبتک کہ ذوالفقار نے کاٹے نہ تین پر — ہرگز نہ دم لیا پر روح الامین پر

انیس

خیبر مین کیا گذر گئی روح الامین پر — کاٹے ہین کسکی تیغ دو پیکر نے تین پر

اسی قبیل سے ہے۔

ضمیر

اک نیزہ ہوا پار وہ سو سو کے جگر سے — رشتے کا گذر ہوتا ہے جون سلک گہر سے

انیس

ہوتا تھا پار آکے وہ ہنگام دار و گیر — سو دل سے مثل رشتۂ تسبیح ایک تیر

اسی قبیل سے ہے۔

نظیر

ہوا جو اُسکا وہ کوچہ چمن شرست نصیب — خدا نے ہمکو اسی جا کیا بہشت نصیب

اُلفت

ہمیشہ کہتے تھے اُلفت کو لوگ زشت نصیب — سو آج کوچے مین تیرے ہوا بہشت نصیب

اسی قبیل سے ہے۔

فراغ

محو نظارہ ہوا ہے گل کیا فقط نرگس کی آنکھ — چشم بد دور آپ پر پڑتی نہین ہے کسکی آنکھ

فروغ

تجھپہ پڑتی ہے یارب کی آنکھ — چشم بد دور ہے غضب کی آنکھ

اسی قبیل سے ہے۔

بیمار

یون چمکتے ہین وہ دندان لب خندان کے تلے	جسطرح سلک گہر پارۂ مرجان کے تلے

اسیر

اُسنے اُنگلی جو دبائی کبھی دندان کے تلے	شاخ مرجان نظر آئی دُرِ غلطان کے تلے

اسی قبیل سے ہے۔

عجیب

مشک ختن زلف کو مین نے کہا	مجھ سے یہ اک کار خطا ہو گیا

عیادت

مشک ختن کہا تری زلفونکو کر معاف	پڑتا ہون پانون باندھ نہ مجھنے خطا کے ہاتھ

اساتذہ کا قاعدہ ہی کہ جب وہ دیکھتے ہین کہ ایک مضمون کسی متقدم شاعر نے باندھا اچھی طرح نہ بندھ سکا یا اُسپر ترقی ممکن ہی تو وہ دانستہ اُس مضمون کو لیکر اس طرح ادا کرتے ہین کہ جو کسر تھی نکل جاتی ہے اور شعر بلند رتبہ ہو جاتا ہے اور یہ عیب نہین بلکہ مستحسن ہے مولانا غلام علی آزاد کیا خوب فرماتے ہین۔ ؎

شاہد معنے کہ باشد جامۂ لفظش کہن	نکتہ دانے گر حریر تازہ پوشاند خوش ست

سرقہ غیر ظاہر کی قسمین بلغا کے نزدیک مقبول ہین بلکہ سرقے کا اطلاق اُنپر نا روا ہے۔

فائدۂ جلیلہ یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ تذکرونمین جو کلام داخل ہوتا ہی وہ مختلف طریقون سے ملتا ہی جن شاعرون کے دیوان ہاتھ آتے ہین اُنکے اشعار دیوان سے منتخب کیے جاتے ہین اور جنکے دیوان دستیاب نہین ہوتے اُنکے اشعار معاصرین سے طلب کر لیے جاتے ہین بعض اساتذہ اپنے تلامذہ کے اشعار بھجوا دیتے ہین اور بعض تلامذہ اپنے اُستادون کے شعر لکھوا دیتے ہین کوئی سخنور کسی شاعر کے شعر اپنی یاد پر لکھدیتا ہی پس اس صورت مین اکثر دھوکا ہو جاتا ہے کہ کسی شاعر کے شعر کسی کے نام سے تذکرے مین درج ہو جاتے ہین۔

بیان توارد

ایسا بھی اتفاق ہوتا ہی کہ کسی شاعر کا کوئی شعر یا چند اشعار بغیر اختلاف لفظ و معنی کے ہوبہو دوسرے شاعر کے کلام کے مطابق ہو جاتے ہین یا مضمون بالکل مطابق ہوتا ہے اور قصد سرقہ کا نہین ہوتا۔

س کو توارد کہتے ہین اور ایسا بعض اساتذہ کے کلام مین پایا جاتا ہے اگرچہ یہ بات کمال جودت پر دلالت کرتی ہے اور اتفاقی ہی مگر مایۂ درد و الم ہے کیونکہ جب ایک جادو رقم کسی پریزاد مضمون کو بکمال محنت و جستجو تسخیر کرتا ہے اور پھر دیکھتا ہے کہ مجھسے پیشتر دوسرا پری خوان اسی دلربا کو مینائے عبارت مین اُتار چکا ہے تو کیا کچھ افسوس کرتا ہی غم کھاتا ہی اور خون جگر پیتا ہے۔ اور توارد و سرقہ مین فرق یہ ہے کہ توارد نادانستہ ہوتا ہے اور سرقہ دانستہ اور جو کلام کبھی نظر سے نگذرا ہو اور کانون تک نہ پہونچا ہو اُس مین اکثر توارد نہین ہوتا اور اگر کہین احیاناً ہو جاتا ہے تو مذموم نہین بلکہ پچھلے شاعر کی علو طبیعت پر دلالت کرتا ہے کہ اُس کی فکر اُستاد کی فکر سے جا ملی لیکن بدگمانون کی زبانون سے چھٹکارا کہان کہ وہ اس بلند پروازی اور عنقا شکاری کو سرقے پر حمل کرتے ہین اور سنان طعن و تشنیع سے طلسم نگارونکے دلونکو چھیدتے ہین۔

نقل ایک مرتبہ لشکر گوالیار مین مشاعرہ ہوا اور یہ طرح ہوئی مصرع

کیا جانے لکھدیا اُسے کیا اضطراب مین

مولوی سید اکبر حسن صاحب نجود بریلوی مسکن بدایونی موطن کا مطلع تھا۔

ساقی کا عکس رخ نہین جامِ شراب مین   ہی آفتاب جلوہ نما آفتاب مین

انھین دنونمین چودھری سعید الدین حسین صاحب رئیس کھیڑہ بدایون نے مجلس مشاعرہ ترتیب دی تھی اور وہان بھی یہی طرح ہوئی تھی مولوی احمد حسن صاحب وحشت بدایونی جو بڑے شاعر اور ایک نامی آدمی ہین اُن کا بھی مطلع غزل یہی تھا۔

ساقی کا عکس رُخ نہین الخ

ایک کو دوسریکے شعر سے اطلاع تو درکنار نام سے بھی واقفیت نہین تھی اور اتنا زمانہ بھی نہین گذرا تھا کہ انکا شعر ان تک پہونچتا یعنے ایک ہی ہفتے مین دونون جگہ مشاعرہ ہوا تھا۔

نقل دیگر آبحیات مین لکھا ہی کہ ایک دفعہ قلعۂ دہلی مین مشاعرہ تھا حکیم آغا جان عیش نے ایک شعر اپنی غزل مین پڑھا

اے شمع صبح ہوتی ہی روتی ہی کسلیے   تھوڑی سی رہ گئی ہی اسے بھی گذار دے

ذوق کی غزل مین بھی اس مضمونکا ایک شعر تھا۔

اے شمع تیری عمر طبیعی ہی ایک رات   رو کر گذار یا اسے ہنسکر گذار دے

نقل آبحیات مین ناسخ کے حالات مین لکھا ہی کہ الہ آباد مین ایک دن مشاعرہ تھا شیخ صاحب نے

جو غزل پڑھی اسکا مطلع تھا۔

دل اب محو ترسا ہوا چاہتا ہے	یہ کعبہ کلیسا ہوا چاہتا ہے

ایک لڑکے نے غزل پڑھی جسکا مطلع تھا۔

دل اس بت پہ شیدا ہوا چاہتا ہی	خدا جانے اب کیا ہوا چاہتا ہی

اُس وقت شیخ ناسخ نے بہت تعریف کرکے کہا کہ بھائی تمھارا مطلع آفتاب ہے مین اپنا پہلا مصرع غزل مین سے نکال ڈالونگا۔

بیانِ تمغا

کبھی شعرا کا کلام اُنھین کے دوسرے کلام سے مل جاتا ہی اور مضمون مکرر بندھ جاتا ہی محققین کے نزدیک اُس کا کچھ مضائقہ نہین اور اس امر کو اصطلاح شعرا مین تمغا کہتے ہین لیکن حق یہ ہی کہ وہ مضمون مبتذل ہو جاتا ہی شعرائے فارس مین سے مرزا صاحب کے کلام مین اور شعرائے ریختہ مین سے میر تقی میر کے یہان تکرار مضامین بہت پائی جاتی ہے۔

سودا

اتنا حسد ہی عاشق و معشوق مین کہ تو	منھ پر جو ہووے شمع کے تو جل مرے پتنگ

اس شعر کا مضمون ایک قصیدہ کے مطلع سے لڑ گیا ہی کہتے ہین۔

ولہ

اشجار کا بستان جہان مین ہے عجب ڈھنگ	جلتا ہی چنار اُس سے رُخ گل پہ جو ہی رنگ

سودا

اے ابر قسم ہی تجھے رونے کی ہمارے	ٹپکا تری آنکھون سے کبھی لخت جگر بھی

ولہ

دیکھین تو کسکی چشم سے گرتے ہین لخت دل	تو اس طرح سے رو سکے ای ابر تر کہ ہم

عشرت

یہ گرمی اُسکی آہون سے تھی پیدا	کہ ہے تو باغ سارا جل گیا تھا

ولہ

یہ آتش اُسکی آہون سے تھی پیدا	کہ جس سے دشت سارا جل گیا تھا

	میر	
چشم خون بستہ سے کل رات لہو پھر ٹپکا		ہمنے جانا تھا کہ بس ابتو یہ ناسور گیا
دوسری جگہ لکھتے ہین۔		
سمجھے تھے میر ہم کہ یہ ناسور کم ہوا		پھر ان دنون مین دیدۂ خونبار نم ہوا
	ولہ	
چمن مین گل نے جو کل دعوی جمال کیا		جمال یار نے منھ اسکا خوب لال کیا
دوسری جگہ کہتے ہین۔		
	ولہ	
دعوے کیا تھا گل نے ترے رخ سے باغ مین		سیلی لگی صبا کی سو منھ لال ہوگیا
حق صحبت نہ طیر دنکو رہا یاد	ولہ	کوئی دو پھول بھی یان تک نہ لایا
عجب نقشہ ہے نقاش ازل نے		کوئی ایسا نہ چہرہ پھر بنایا
دوسری جگہ لکھتے ہین۔		
گلشن کے طائرون نے کیا بیمروتی کی		اک برگ گل قفس مین ہم تک نہ کوئی لایا
نقشہ عجب ہے اس کا نقاش نے ازل کے		مطبوع ایسا چہرہ کوئی نہ پھر بنایا
سحر جام خون ہی جو منھ دھو چکون ہون	ولہ	یہ مفلوک ایسے کے گھر میہمان ہے
دوسری جگہ کہتے ہین۔		
جام خون بن نہین ملتا ہمین کچھ صبحکو میر		جب سے اس چرخ تبہ کار کے مہمان ہوے
	ولہ	
ہے کباب سوختہ آئی دماغ مین		شاید جگر بھی آتش غم نے جلا دیا
دوسری جگہ کہتے ہین۔		
آتش غم مین دل بھنا شاید		دیر سے بو کباب کی سی ہے
	ولہ	
غیر عزیز از جان نہین لکھتا وہ یوسف کو بھی		کیا غرور میرزائی ہے ہمارے یار کو
دوسری جگہ کہتے ہین۔		
جز برادر عزیز یوسف کو		نہین لکھتا کبھو غرور سے وہ

ذوق

جنکی شادابی کو ہر کو اگر دیکھے تو دو | طرفۃ العین مین ہو کاہ ربا کا یرقان

دوسری جگہ کہتے ہین۔

اور گہر بہی ہون وہ خوش آب جنہین دیکھے دو | طرفۃ العین مین ہو کاہ ربا کا یرقان

ظفر

نہین عزیز عزیز و نسے سرخ رو ہرگز | ہوے ہین ایسے لہو زیر آسمان سفید

منہ

عزیز و نمین نہین پاتے ذرا ہم بو محبت کی | سفید ایسا زمانے نے کیا یکبار لوہو کو

غالب

زندگی اپنی جب اس رنگ سے گذری غالب | ہم بھی کیا یاد کرینگے کہ خدا رکھتے تھے

یہ مضمون تھوڑے سے فرق کے ساتھ فارسی غزل مین بھی مرزا صاحب نے باندھا ہے۔

گفتنی نیست کہ بر غالب ناکام چہ رفت | میتوان گفت کہ این بندہ خداوند نداشت

ولہ

رفوے زخم سے مطلب ہے لذت زخم سوزنکی | سمجھیو مت کہ پاس درد سے دیوانہ غافل ہے

منہ

زخم سلوانے سے مجھپر چارہ جوئی کا ہے طعن | غیر سمجھا ہو کہ لذت زخم سوزن مین نہین

انشا

اللہ ری رنگت تری پہلہ ری نزاکت | بوسے لیے تو ہمنے کیے ہونٹھ ہین نیلے

ولہ

صبح رخسار اُسکے نیلے تھے | شب جو گذرا خیال بوسے کا

مہاراجہ سرکشن پرشاد

ہر طرح اسکی خیر نیت ہے | کفر و اسلام سے محبت ہے

ولہ

کفر و اسلام کا نہین ہے خیال | ہر طرح خیر شہ کی نیت ہے

ملتشی

نہ پوچھو اُس پری کے حسن کا عالم کہ آفت ہے | بلا شوخی غضب رفتار قامت اک قیامت ہے

چشم ہی قہر بلا زلف قیامت قامت	منہ	اسلیے لوگ تمھین آفتِ جان کہتے ہین	

مُحشر

ڈرتا ہون لاگ جائے کسی کی نہ چشم زخم		اس دھج سے لگے سب کے تو میرے نہ مار تیغ

منہ

لب کے آگے اس ادا سے تیغ میرے مت لگا		ناحق اے قاتل کسی کی لوٹک مین آجائے گا

انداز کلام کا ایک سا ہونا

ایسا بھی ہوتا ہی کہ دو شاعرونکے کلام کا انداز ایک سا واقع ہوتا ہے مثلاً۔

شاہ مبارک آبرو

جہان اُس خو کی گرمی تھی نہ تھی وان آگ کو عزت		مقابل اُسکے ہو جاتی تو آتش لکڑیان کھاتی

اسی انداز مین حافظ عبد الرحمن خان احسان نے ایک شعر کہا ہے۔

دختِ رز سے کہا میخانے مین شب رندون نے		آج تو خوب ہی جنگلے تری سوکن کو سے لگے

یعنی بھنگڑ خانے مین بھنگڑون نے خوب سبزیان گھونٹین اور ڈرے اُڑائے تم بھی یار و بنظرعنایت کرو۔

اعظم

بڑھی قن سے خط روے یار کی قیمت		زیادہ ہوتا ہی محصول کشت چاہی کا

شایان

کیون نہو چاہ ذقن سے سبزہ خط کی بہار		باغ وہ سرسبز ہی جسکے کنوان نزدیک ہے

اسی قبیل سے ہے۔

نرگی

عشق مین نسبت نہین بلبل کو پروانیکے ساتھ		وصل مین وہ جان دے یہ ہجر مین جیتی رہے

سلیطیے

بیلچند بہار

اگرے وہ سلطنت یہ عشق مین شیرین کے سر دیے		تکلف برطرف خسرو کو کیا فرہاد سے نسبت

اسی قبیل سے ہے۔

محسن

لیا تھا ہمنے تصور مین ایکدن بوسہ		غضب ہے آج تلک نیلگون ہین سارے گال

مخمور

خواب مین پہونچا جو وان دست خیال | نیلا پیلا اُسکا زانو ہوگیا

اسی قبیل سے ہے۔

میر

سرہانے میر کے آہستہ بولو | ابھی ٹک روتے روتے سوگیا ہی

سودا

سودا کے جو بالین پہ ہوا شور قیامت | خدام ادب بولے ابھی آنکھ لگی ہے

اسی قبیل سے ہی۔

لاحدی

اگر دو تربتم امشب ہجوم بلبل بود | اگر چراغ مزارم ز روغن گل بود

میر

جائے روغن دیا کرے ہے عشق | خون بلبل چراغ مین گل کے

اسی قبیل سے ہے۔

میر

کیا خوبی اُسکے منہہ کی اے غنچے نقل کریے | تو تو نہ بول ظالم بو آتی ہی دہانسے

سوز

دعوے کیا تھا گل نے اُس کے جسے رنگ و بو کا | مارین صبا نے دھولین شبنم نے منہہ پہ تھوکا

تنبیہ

یہ بات قابل لحاظ ہی کہ جب تک پورا پورا حال معلوم نہو جائے تب تک سرقہ نکہین اور یہی حال ہماری مثالونکا ہی چنانچہ علامہ تفتازانی نے مطول مین لکھا ہی کہ سرقے کا حکم اُسوقت کرنا چاہیے جب ثانی کا اخذ اول سے یقینی ہو ورنہ سرقے کے احکام مترتب نہین ہوسکتے توارد کے قبیل سے ہوگا اور جس صورت مین کہ ثانی کا اخذ اول سے معلوم نہو تو یہ کہنا چاہیے کہ فلان شاعر نے یون کہا ہی اور دوسرے نے سبقت کرکے اسطرح پایا ہی کیونکہ اس حسن تعبیر سے فضیلت صدق کی ہاتھ سے نہ جائیگی اور علم غیب کے دعوے اور غیر کیطرف

نقص کی نسبت کرنیسے بھی محفوظ رہیگا اگر نظر تفتیش سے ملاحظہ کیا جائے تو توارد مضامین سے خالی کم شاعر پائے جائینگے اسلیے کہ احاطہ جمیع معلومات کا علم الٰہی کا خاصہ ہی معنی نگار کا خامہ اندھیرے مین تیر چلاتا ہی کیا جانے کہ صید وارستہ ہی یا پابال و پیوستہ ہی کلیم نے کیا خوب گوہر انصاف پروئے ہین

منم کلیم بطور بلندی ہمت	کہ استفادۂ معنی جز از خدا نکنم
بخوان فیض الٰہی چو دسترس دارم	نظر بکاسۂ دریوزۂ گدا نکنم
ولے علاج توارد نمے توانم کرد	مگر زبان بہ سخن گفتن آشنا نکنم

اور ہمنے فرض کیا کہ شاعر ایک زبان کے دیوانونکا احاطہ کرلے مگر غیر زبان کے دیوانونکا کیا علاج السنۂ مختلفہ کا جامع ہونا تو بہت نادر ہے۔

ملحقاتِ سرقہ

بحث سرقہ کے ملحقات مین سے تضمین اور اقتباس اور عقد و حل ہی اور انکے سرقہ کے ملحق ہونے کی یہ وجہ ہی کہ انمین بھی کلام سابق کے معنی کو کلام لاحق مین داخل کیا جاتا ہے۔

بیانِ تضمین

تضمین اسے کہتے ہین کہ ایک شاعر دوسرے شاعر کا پورا شعر یا مصرع کا ٹکڑا لیکر اپنے کلام مین باندھے اور اسکا نام بھی لکھدے اور اسطرح نام دے دینے سے کوئی سرقے کا گمان نہین کرتا کبھی پورے شعر اُس سے زائد کی تضمین کو استعانت کہتے ہین اور مصرع اور مصرع سے کم کی تضمین کو ایداع اور رفو بولتے ہین اور اگر تضمین مین تھوڑا سا تصرف بھی کر دیا جائے تو مضائقہ نہین مگر تغیر کثیر مضر ہے کیونکہ تضمین سے نکلکر حد سرقہ مین داخل ہو جائیگا جیسے۔

مہا چند لاہوری مولف مذہب عشق

مسی ملکر جو اُسنے پان کھایا	یہ مطلع پڑھکے ناسخ کو سُنایا
مسی مالیدہ لب پر رنگ پان ہے	تماشا ہے کہ آتش دھوان ہے

بعضے تضمین ایسے مشہور شعر کی کرتے ہین کہ اُسپر گمان سرقہ کا نہین ہوتا مثال۔

پوچھا مین نے درد سے کہ بتا تو سہی مجھے	آہ خانمان خراب ہی تیرا بھی گھر کہین
میر درد	

کہنے لگا مکان معین فقیر کو	لازم ہے کیا کہ ایک ہی جاگہ ہو ہر کہین
درویش ہر کجا کہ شب آمد سرای اوست	تونے سُنا نہین ہے یہ مصرع مگر کہین

یہ مصرع شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا مشہور ہے۔

ناسخ

اخیار کی جو سعی سے بالفرض جاؤنہین	واعظ ہو نگاہ مین مثل سقر بہشت
مجھکو تو لے بلبل شیراز یاد ہے	کیا لکھنؤ کہ مُنھ نکرون ہو اگر بہشت
حقا کہ با عقوبت دوزخ برابرست	رفتن بپاے مردی ہمسایہ در بہشت

تذکرۂ شمع انجمن مؤلفہ نواب مولوی صدیق حسن خان مین سرور آزاد کے حوالے سے یہ لکھا ہو کہ تضمین چسپان مقطع غزل مین مرزا محمد علی ظرتی متخلص بہ سلیم شاعر فارسی کی ایجاد سے ہو اُسکا مقطع ہو

سلیم مشب بہ یاد تربت حافظ قدح نوشم	الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا

مؤلف کہتا ہو کہ انھین آزاد نے تذکرۂ خزانۂ عامرہ مین لکھا ہو کہ ہلالی جو اُس سے مقدم ہو اور نو سو چھتیس ہجری مین مارا گیا ہے اُسنے بھی اس مصرع کو تضمین کیا ہو۔

ہلالی چون حریف بزم رندان شد بخوان مطرب	الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا

اسی طرح کمال خجند نے جو ہلالی سے بھی پیشتر گذرا ہو خسرو دہلوی کے چند مصرعونکو تضمین کیا ہو یہ اک مقطع اُس کا ہو۔

ہر دی دل عشاق کمال از سخن خوب	خوبان عمل فتنہ ز دیوان تو یابند

تعجب ہو کہ نواب صاحب کا تذکرہ مولانا غلام علی آزاد کے دونون تذکرونسے قدرے کمی بیشی کے ساتھ لفظاً و معناً ماخوذ ہو مگر اُنھون نے اس مقام پر کچھ بھی تتبع کی مثال اُردو۔

ناسخ

یاد آیا ہے مجھے مصرع گرم ای ناسخ	نفس سرد بھرون تو کبھی نہو دم خالی

مذاق

اب اُنسے ہنسنے بولنے کی بات بھی گئی	رونے کی بات ہو کہ ملاقات بھی گئی
جلسہ ہی رند مشربون کا ہو گیا خراب	مستونکے ساتھ بزم خرابات بھی گئی
شیخی مذاق کس کی رہی اب بقول میر	اس عاشقی مین عزت سادات بھی گئی

گلرخون سے نہ ملا اپر بقول ناسخ	امداد علی امداد رامپوری	داغ حسرت کے سوا خاک نہ حاصل ہوگا

غالب

غالب اپنا یہ عقیدہ ہی بقول ناسخ — آپ بے بہرہ ہی جو معتقد میر نہین

رند

جگر پہ نقش ہی مصرع یہ مصحفی کا رند — لٹکتے ہین تری ہیکل کے تا کمر تعویذ

ناصر

جسم وگردن کا تری جس بزم مین افسانہ تھا — تھی تہی قالب صراحی واژگون پیمانہ تھا
یک قلم شمشیر قاتل نے کیا اُس کو قلم — کیا نہال عمر اپنا سبزۂ بیگانہ تھا
قبر ناصر سے بقول درد آتی تھی صدا — خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

لمولفہ

ابھی ہے گریہ کنان ہم عمر بھر افلاک کے نیچے — ملیگا چین کیونکر دیکھیے اب خاک کے نیچے
لگی ہی آنکھ شاید دخت رز سے ساقیا دلکی — پڑا رہتا ہے جو آٹھون پہر تاک کے نیچے
سمجھ کر دل مرے دل کو جلانا تو نہ ای ظالم — دبی ہی آگ یہ تو تودۂ خاشاک کے نیچے
تجھے بھی آہ ای نجمی بقول برکت اللہ خان — ملی ہی جاے مرقد کوزہ گر کے چاک کے نیچے

ولہ

شب کو جو ماہرو سے ملاقات ہو گئی — ساری مفارقت کی مکافات ہو گئی
خورشید اُسکے رخ کی چمک سے خجل ہوا — زلفون کا رنگ دیکھ کے شب مات ہو گئی
سمجھا نہ کوئی آنکھون ہی آنکھون مین رات کو — میری اور اُس پری کی عجب بات ہو گئی
نجمی کے دل پہ آج تو سودا کی طرح سے — ہونی جو کچھ تھی قبلۂ حاجات ہو گئی

بیان اقتباس

کوئی آیت یا جزو آیت کلام الٰہی کی یا حدیث لائی جاے تو اُسکو اقتباس کہتے ہین اور فرق تضمین و اقتباس مین یہی ہی کہ تضمین ہر ایک شاعر کے کلام کو اپنے کلام مین موزون کرنے کو کہتے ہین اور اقتباس صرف کلام ربانی یا حدیث کے موزون کرنے سے عبارت ہی۔ مثال اسکی۔

انشا

ای عشق جلوہ گر ہی خود تجھ مین ذات مولا — والسابحات سبحا فالسابقات سبقا

سبزہ اگرچہ ہانا منظور صبح دم ہو | تو لیجے برگ کوئی والناشطات نشطا

ولہ

صنما بہ رب کریم یہان وہ ہر ایک تیرا ہی مبتلا | کہ اگر الست بربکم تو کہے تو کہدین ابھی بلےٰ

گویا

کہا کرے یہ عدو سوز آتش غم سے | جلا جلا و قنا ربنا عذاب النار

نصیرالدین حیدر بادشاہ

تیغ ابرو دیکھ کر آئی ندا اے بادشاہ | لافتے الا علی لاسیف الا ذوالفقار

ذوق

جوش روئیدگی سبزہ پہ یاد آئے ہے | آیت انبتہ اللہ نباتا حسنا

بیان عقد

عقد اُسے کہتے ہین کہ کوئی آیت یا حدیث اسطرح نظم کیجائے کہ اُسمین تغیر آجائے اور یہ تغیر خواہ بہت زیادہ ہو یا کم ہو لیکن اشارہ اس بات کی طرف کر دیا جائے کہ یہ قرآن و حدیث کا ٹکڑا ہے اور کسی کے قول اور مثل و حکمت مشہورہ کو باندھنا بھی اسی قبیل سے ہے اور اسمین تغیر کا ہونا شرط نہین بغیر تغیر کے بھی اس طرح بیان کرنا درست ہے کہ فلان نے ایسا کہا ہے اور تغیر کے بعد بھی اشارہ کرنا اور نہ کرنا جائز ہے کیونکہ اسمین اقتباس کو دخل نہین اور حق یہ ہے کہ آیت و حدیث کو زبان اُردو مین نظم کیا جائے تو اشارہ کرنا کچھ ضرور نہین کیونکہ دونون زبانون مین فرق ہے البتہ عبارت عربی مین آیت و حدیث کو تغیر کے ساتھ نظم کرین تو اشارہ ہونا چاہیے۔

انشا

احرام مین لبیک و سعدیک سے دل | خوش کرتے ہین گو کعبہ وان آن سب ال
ناقوس صنم سے ہم بھی یان سنتے ہین | سبحانک ما خلقت ہذا باطل

اصل آیت اس طرح ہے ما خلقت ہذا باطلا سبحانک۔

سراج

جی سے بقیٰ وجہ ربک کی صدا سمرن کو پھیر | ورد کر من سے خیال من علیہا فان کا

اُصل آیت اسطرح ہے کل من علیہا فان ویبقے وجہ ربک ذوالجلال والاکرام یہ مثال اُس قسم کی ہے جسمین آیت مذکور کو

تغیر کے ساتھ نظم کیا ہے۔

حالی

ہے مرد سخن ساز بھی دنیا مین عجب چیز
موجود سخن گو مین جہان ؔان ہین طبیب آپ
دو نو مین سے کوئی نہو تو آپ ہین سب کچھ

پا ئینگے کسی فن مین کہین بند نہ اسکو
اور جاتے ہین بن آپ طبیبو نمین سخن گو
پر ہیچ ہین جس وقت کہ موجود ہون دو تو

ان اشعار مین اس مثل مشہور کو تغیر کے ساتھ باندھا ہو کہ پیش لا طبیب و پیش طبیب ملا پیش ہیچ ہر دو پیش ہر دو ہیچ

ولہ

سفر جو کبھی تھا نمونہ سقر کا
وسیلہ ہے اب وہ سراسر ظفر کا

اس شعر مین اس حکمت مشہور کو تغیر کے ساتھ باندھا ہے السفر وسیلتہ الظفر۔
آبحیات مین سید انشا کے حالات مین لکھا ہو کہ اس معاملے مین میان مہتاب کا قول لکھ رکھنے کے قابل ہے
کہ سید انشا کے فضل و کمال کو شاعری نے کھویا اور شاعری کو سعادت علیخان کی مصاحبت نے ڈبویا"

بیانِ حل

یہ ہو کہ کسی کی نظم کو نثر کرکے استعمال کیا جائے جیسے۔

انشا

توریت کی قسم قسم انجیل کی تجھے
تجھکو قسم زبور کی فرقان کی قسم

اس قول کو غالب نے یون حل کیا ہو بھائی قرآن کی قسم انجیل کی قسم توریت کی قسم زبور کی قسم۔

حالی

سرِ رہ چراغ اک عرب نے جلایا
ہر اک قافلے کا نشان جس سے پایا

اس قول کو مولوی ذکاء اللہ صاحب نے شوکت سلطنت انگلشیہ کے بیان مین اسطرح حل کیا ہو یہ لڑکا
تھم تھم کر چھوٹے چھوٹے قدم اُٹھا کر تھوڑی دور چلا تھا کہ تھک گیا اور گھٹنیو نکے بل ہار کر بیٹھ گیا
ننھے ننھے قدمو نسے آگے نہ چل سکا مگر اپنے ہاتھو نسے ایک گپت راہ مین ایک مٹی کا دیا ایسا جلا گیا
کہ زمانہ جتنا آگے چلتا گیا اور دیے اُس سے روشن ہوتے رہے غرضکہ ایک راہ پچھلون کو بتا گیا اور
اُس راہ کا رہنما اور پیشوا ہو گیا کہ پیرونکی رہبری کرنی پڑی راہ ڈھونڈھنی نہ پڑی۔

شتر بچہ با مادر خویش گفت
سعدی
پس از رفتن آخر زمانے بخفت

بگفت ار بدست منستے مہار	ندیدی کسے بار کش در قطار

اس قول کو مولوی محمد اسمعیل نے اردو کی چوتھی کتاب مین اسطرح حل کیا ہی کبوتر بولا ارے بیوقوف اگر ایسا حیلہ مجھ سے بن پڑتا تو مین اپنی ہی رہائی کی فکر کرتا تیرا حال اُس اونٹنی کے بچے کا سا ہے جسنے سفر کی ماندگی سے اُکتا کر کہا تھا اُے میری پیاری ماں اتنی دیر تو ٹھہر جا کہ ذرا مین دم لیلون ماں نے جوابدیا اے میرے بھولے بھالے بچے اگر مہار میرے ہاتھ مین ہوتی تو بھلا مین یون لدی لدی کیون پڑی پھرتی۔

بیان تصرف

کسی کے کلام مین کچھ الفاظ کو تغیر دیکر اپنی مرضی کے مطابق کر دینے کو تصرف کہتے ہین جیسے میر کے اس مقطع مین:

میر کو کیون نہ مغتنم جانین	اگلے لوگون مین اک رہا ہے یہ

مرزا غالب نے یون تصرف کیا ہے۔

کیون نہ میرن کو مغتنم جانین	دِلّی والون مین اک بچا ہے یہ

میر کی جگہ میرن اگلے لوگونکی جگہ دلی اور رہا کی جگہ بچا بنا دیا ہے۔

وزیر

جانور جو ترے صدقے مین رہا ہوتا ہے	لے شہ حسن وہ چھٹتے ہی ہما ہوتا ہے

چونکہ اکثر صدقے مین کوا چھوڑا کرتے ہین اسلیے ذوق نے یون تصرف کیا ہے۔

زاغ بھی گر ترے صدقے مین رہا ہوتا ہے	لے شہ حسن وہ چھٹتے ہی ہما ہوتا ہے

اور مصحفی کی غزل مین جسکا یہ مقطع ہے۔

تھا مصحفی پہ مائل گریہ کہیں مرگ	تھی اُسنے دھری چشم پہ تابوت مین انگلی

انشاء اللہ خان نے مرزا سلیمان شکوہ کے اشارے سے تصرف کرکے اُلٹا ہے چنانچہ مقطع یون بنایا ہے۔

تھا مصحفی کا نا جو چھپانے کو پس مرگ	تھی اُسنے دھری چشم پہ تابوت مین انگلی

چونکہ یہ تصرف نہایت ہجو پر مبنی ہو اس سبب اُن دونون شاعرونکے باہم ایک عرصے تک خوب مناقشہ اور معرکہ آرائیان رہین اور طرفین سے ہجو گوئی اور رسوائی ہوئی فقط۔

اب یہان پر قلم نے نارسائی کی اور کاغذ نے کوتاہی کو تاہی ناچار تحریر و تسوید سے ہاتھ اُٹھا
اور قلم جو ایک مدت سے گرم راہروی تھا اُسنے آرام پایا اللہ کا شکر ہے کہ یہ بوجھ اثنائے راہ میں
کاندھے سے نہ گرا اور بخیر و خوبی منزل مقصود تک پہونچا۔

الحمد للہ اولا و آخرا و ظاہرا و باطنا والصلوٰۃ والسلام علے النبی وآلہ متوالیا و متواترا

یہ کتاب تمام ہوئی بتاریخ ۱۸- اکتوبر سنہ ۱۹۱۰ء مطابق ۱۴ شوال سنہ ۱۳۲۸ ہجری
یوم پنجشنبہ وقت ۵ بجے صبح کے۔ بمقام اودیپور ملک میواڑ

خاتمۃ الطبع از جانب کارپردازان مطبع

ہزار ہزار شکر نثار بارگاہ ناظم مجموعۂ کن فکان تازگی بخش گلستان جہان کہ اس کسادبازاری علم و فن
کے زمانے مین بھی ایسے ایسے صاحب عالم علوم قدیمہ ماہر فنون دقیقہ موجود ہین جو بلا اپنے کسی فائدہ
کے خیال کے صرف عام فوائد پر نظر کر کے علمی مشاغل و تصانیف مفیدہ مین منہمک و مشتغل رہتے ہین
منجملہ اُنکے ذات ستودہ صفات جناب عالم اجل فاضل اکمل مولانا مولوی حکیم محمد نجم الغنی خانصاحب
رامپوری ابن مولوی محمد عبد الغنی صاحب اعلی اللہ مقامہ کی ہے جنکے فیوض نامتناہی سے حضرات برابر فیضیاب
ہوتے رہتے ہین آپکے قلم فیض رقم سے اسوقت تک بہت سی کتب عربیہ و فارسی و اُردو وغیرہ تصنیف
و تالیف ہو کر شائع ہو چکی ہین اور پبلک مین خلعت قبولیت پا چکی ہین چنانچہ فی الحال کتاب فیض انتساب
مجموعۂ لطافت و منبع بلاغت یعنی بحر الفصاحت جو پہلے ایک مرتبہ سنہ ۱۳۰۳ ہجری مین طبع ہو کر
شائع ہو چکی تھی اب دوبارہ بعد نظر ثانی و ایزاد ضروریات فن مصنف صاحب موصوف کی محنت شاقہ سے
تکمیل کو پہونچکر باخذ کل حقوق تصنیف بحق مطبع از جانب مصنف صاحب حسب ایمائے عالی جناب مالک مطبع
منشی بشن نرائن صاحب بہار گو مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ مین بابو موہن لال صاحب منیجر کے اہتمام سے
بماہ ستمبر سنہ ۱۹۱۷ء مطابق ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۳۳۵ھ چھپوا کر شائع کی خداوند کریم شرف قبولیت بخشے
اور طالبان فن کو اس سے فیضیاب کرے آمین ثم آمین

نام کتاب	قیمت
(۴) قطعہ منتخب -	۳ر۲ پائی
کلیات صنعت -	۶ر۹ پائی
دیوان مہر - غیر مطبوع -	عہ ۴ر پ
دیوان شاہ تراب -	۱۱ر۲ پائی
کلیات نظیر اکبر آبادی	۶ر۶ پائی
زندگانی بے نظیر یعنی سوانح عمری میان نظیر -	صہ ۹ر پ
دیوان وقار - مصنفہ راجہ کشن کمار	۱۰ر پ
بہارستان اشعار دیوان راے کشن کمار	۳ر
کلیات نظیر اکبر آبادی کلان از عبد الغفور شہباز -	عمہ پ
کلیات صفدر -	عہ ر پ
کلیات وہبی - کاغذ دو قسم -	
(۱) کاغذ سفید چکنا -	۹ر
(۲) کاغذ سفید رسمی -	۷ر
دیوان غافل -	۴ر
دیوان ذوق -	۳ر پائی
دیوان فدا - جلد ثانی	۷ر
دیوان داغ -	عہ پ
گلزار داغ -	صہ پ
آفتاب داغ -	۱۲ر پ
دیوان رند -	۶ر۹ پائی
دیوان غالب -	۳ر۶ پائی
دیوان مرغوب جہان -	[illegible]

نام کتاب	قیمت
دیوان امیر موسوم بہ مرآۃ الغیب -	۱۱ر
دیوان خواجہ میر درد -	۲ر
دیوار بہار عرب -	۱ر۶ پائی
بہارستان سخن -	۳ر پائی
دیوان لطف -	۲ر
دیوان نیاز -	۲ر
شرح یوسفی دیوان حافظ -	۴ر
دیوان نعت سروری -	۴ر۲ پائی
دیوان جرار -	۳ر۹ پائی
دیوان عاشق -	۲ر
دیوان ضامن -	۳ر۲ پائی
مظہر عشق - معروف بہ دیوان قلق	۴ر۳ پائی
دیوان شائستہ پاسخ -	۸ر
دیوان حمد ایزدی -	۳ر
دیوان چمنستان جوش -	۷ر
دیوان مجاور -	۴ر پائی
دیوان میر حسن -	۸ر
مجمع الاشعار -	۴ر پائی
چمن بے نظیر -	۱۱ر۶ پائی
دیوان گویا کاغذ سفید و حنائی -	۳ر۹ پائی
گلدستۂ امانت -	۱ر
دیوان حیرت -	۷ر
دیوان سخن دہلوی جلی قلم - دو قسم کاغذ	
(۱) کاغذ سفید کہنہ	